بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاویٰ رضویہ

جلد پنجم

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب

دار العلوم امجدیہ
مکتبہ رضویہ
آرام باغ روڈ، کراچی
پاکستان

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں فری
حاصل کرنے کے لیئے
ٹیلیگرام چینل لنک
https://t.me/tehqiqat
آرکاریو لنک
https://archive.org/details
/@zohaibhasanattari
بلوگسپوٹ لنک
https://ataunnabi.blogspot
.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

کی کتاب النکاح کا پہلا حصہ

فتاویٰ رضویہ

جلد پنجم

مصنفہ

حضور پُرنور عظیم البرکۃ امام اہل سنت قامع بدعت مجدد دین وملت
اعلیحضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طابع وناشر
المجدد احمد رضا اکیڈمی
ملنے کا پتہ:
دار العلوم امجدیہ کراچی ۱
فیروز شاہ اسٹریٹ آرام باغ
باھتمام: قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی
خطیب نیو میمن مسجد، بولٹن مارکیٹ، کراچی ۲
فون ۲۱۶۳۶۴-۲۶۲۷۸۹۷

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

الحمد لله هو الفقه الاکبر ✦ والجامع الکبیر لزیادات فیضه المبسوط الدرر الغرر ✦ به الهدایة ✦
ومنه البدایة ✦ والیه النهایة ✦ بجمله الوقایة ✦ ونقایة الدرایة ✦ وعین العنایة ✦ وحسن الکفایة ✦
والصلاة والسلام ✦ علی الامام الاعظم للرسل الکرام ✦ مالکی وشافعی احمد الکرام ✦ یقول الحسن
بلا توقف ✦ محمد بالحسن ابو یوسف ✦ فانه الاصل المحیط ✦ لکل فضل بسیطه ووجیزه وسیطه ✦
البحر الزخار ✦ والدر المختار ✦ وخزائن الاسرار ✦ وتنویر الابصار ✦ ورد المحتار ✦ علی منح الغفار ✦
وفتح القدیر ✦ وزاد الفقیر ✦ وملتقی الابحر ✦ ومجمع الانهر ✦ وکنز الدقائق ✦ وتبیین الحقائق ✦
والبحر الرائق ✦ منه یستمد کل نهر فائق ✦ فیه المنیة ✦ وبه الغنیة ✦ ومراقی الفلاح ✦
وامداد الفتاح ✦ وایضاح الاصلاح ✦ ونور الایضاح ✦ وکشف المضمرات ✦ وحل المشکلات ✦

والدرر[۵۲] المنتقی[۵۳] + وینابیع[۵۴] المبتغی[۵۵] + وتنویر البصائر[۵۶] + وزواهر الجواهر[۵۷] + البدائع النوادر[۵۸] + المنزه وجواهر الاشباه[۵۹]
والنظائر + ومضی السائلین[۶۰] + ونصاب المساکین[۶۱] + الحاوی القدسی[۶۲] + لحل کمال قدسی وانسی +
الکافی[۶۳] الوافی[۶۴] الشافی[۶۵] + المصفی[۶۶] المصطفی[۶۷] المستصفی[۶۸] المجتبی[۶۹] المنتقی[۷۰] الصافی + عمدة النوازل[۷۱] + والنفع الوسائل[۷۲]
لاسعاف السائل[۷۳] + بعیون المسائل[۷۴] + عمدة الاواخر[۷۵] وخلاصة الاوائل[۷۶] + وعلی اٰله وصحبه + واهله
وحزبه + مصابیح الدجی[۷۷] + ومفاتیح الهدی[۷۸] + لاسیما الشیخین[۷۹] الصاحبین[۸۰] + الاٰخذین من الشریعة
والحقیقة بکلا الطرفین[۸۱] + والختنین الکریمین + کل منهما نور العین[۸۲] + ومجمع البحرین[۸۳] + وعلی
مجتهدی ملته + وائمة امته + خصوصا الارکان الاربعة[۸۴] + والانوار اللامعة[۸۵] + وابنه الاکرم +
الغوث الاعظم + ذخیرة الاولیاء[۸۶] + وتحفة الفقهاء[۸۷] + وجامع الفصولین[۸۸] + فصول الحقائق[۸۹] الخیر
المهذب[۹۰] بکل زین + وعلینا معهم وبهم ولهم + یا ارحم الراحمین + اٰمین اٰمین + والحمد لله
رب العلمین



مسئلہ

جس شادی میں رقص اور باجہ وغیرہ ممنوعات شرعیہ ہوں وہاں نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ یہ ناچ اور اکثر باجے شرعاً حرام وممنوع ہیں اور اُن کے دیکھنے سُننے کا مرتکب فاسق و گنہگار مگر کفر نہیں کہ نکاح ہی نہ ہو شرع مطہر میں نکاح صرف اس سے ہوجاتا ہے کہ مرد وزن ایجاب وقبول کریں اور

دو گواہ سنتے سمجھتے ہوں باقی اُس جلسہ کا کسی ممنوع شرعی پر مشتمل نہ ہونا شرط نہیں شیطان[1] کے طرقِ اغوا سے ایک بدتر طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی کو حسنات کے حیلہ سے ہلاک کرتا ہے امر بالمعروف[2] و نہی عن المنکر عمدہ تمغائے مسلمانی ہے اس نیک کام میں بہت لوگ حد و دِ خداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تشدد و تعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ اُن جاہلوں کے گناہ سے بدرجہا زائد ہو جاتا ہے جن کے لیے یہ ناصح مشفق بنے تھے اور یہ بلا[3] حضرات وہابیہ میں بہت ہے ذرا ذرا سی بات کو کفر شرک بدعت ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں اور مطلق پاس و لحاظ اسلام و مسلمین دل میں نہیں لاتے اسی طرح یہ قائل بھی اوروں کو ناچ گانے سے روکتا تھا اور خود اُس سے اشد گناہ یعنی شریعت مطہرہ پر افترا کیا معہذا اُس پر لازم کہ اہل ہند اکثر عوام مسلمین مرد و زن کو معاذ اللہ زانی و زانیہ اور اُن کی اولاد کو ولد الزنا ٹھہرائے حالانکہ حق سبحٰنہ و تعالٰی فرماتا ہے یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ غرض امر بالمعروف[4] و نہی عن المنکر کی بھی ایک حد مقرر ہے کہ اُس سے تجاوز آدمی کو خود ترک معروف و ارتکاب منکر میں مبتلا کر دیتا ہے وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ہاں اگر دولھا[5] دلھن میں سے کسی کا یہ عقیدہ و مذہب ہو کہ رنڈیوں کا یہ ناچ حلال و مباح ہے تو وہاں اس حکم کی گنجائش ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ[2] از شہر کہنہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ماقولہم رضی اللہ عنہم اجمعین اس صورت میں کہ شخص واحد کا متولی ہونا دونوں طرفوں نکاح کا جبکہ وہ اصیل ایک طرف سے ہو اور ولی دوسری طرف سے ہو ساتھ ایسے ایجاب کے کہ قائم مقام قبول ہو جیسے ابن العم نے سامنے گواہوں کے کہا زوجت بنت عمی فلانۃ من نفسی جائز و نافذ ہے یا نہیں اور یہ جواز و نفاذ باجماع علمائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالٰی کے ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر بنت عم نابالغہ ہے اور اس ابن عم سے اقرب اُس کا کوئی ولی حاضر نہیں یا بالغہ ہے اور ابن عم نے خاص اپنے ساتھ نکاح کرنے کا اُس سے اذن لے لیا ہے عام ازیں کہ اُس کے لیے اور ولی اقرب ہو یا نہو فان[1] ھذہ وکالۃ لا ولایۃ مجبرۃ علی البالغۃ تو ائمۂ ثلثہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے نزدیک یہ شخص کہ ایک جانب سے اصیل دوسری طرف سے ولی یا وکیل ہے طرفین نکاح کا متولی ہو سکتا ہے خلافا للامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی ہدایہ میں ہے یجوز لابن العم ان یزوج بنت عمہ من نفسہ فتح القدیر میں ہے الصغیرۃ بغیر اذنہا والبالغۃ باذنہا ہدایہ میں ہے وقال زفر رحمہ اللہ تعالٰی لا یجوز و اذا اذنت المرأۃ للرجل ان یزوجہا

من نفسہ فعقد بحضرۃ شاہدین جاز وقال زفر والشافعی رحمہما اللہ تعالٰی لایجوز اھ **اقول**[1] وبہ ظہر ان ما فی ردالمحتار من نفاذ خمس صور بالاتفاق وھی التی لافضولی فیہما من جانب فانما اراد الاتفاق من ائمتنا الثلثۃ لاجمیع الائمۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین پس ان صورتوں میں اس کی تنہا عبارت قائم مقام عبارتین ایجاب وقبول ہوجائے گی اور عبارت دیگر کی حاجت نہ ہوگی ہدایہ میں ہے اذا تولی طرفیہ فقولہ زوجت یتضمن الشطرین ولا یحتاج الی القبول عام ازیں کہ یہ شخص وہ لفظ ادا کرے جن میں خود اصیل ہے مثلاً تزوجت یا وہ جن میں ولی یا وکیل ہے جیسے زوجت **خلافاً** للامام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ فی الثانی فتح القدیر میں ہے قال شیخ الاسلام خواہر زادہ ھذا اذا ذکر لفظا ھو اصیل فیہ اما اذا ذکر لفظا ھو نائب فیہ فلا یکفی فان قال تزوجت فلانۃ کفی وان قال زوجتہا من نفسی لایکفی لانہ نائب فیہ وعبارۃ الھدایۃ وھی ماذکرناہ آنفا صریحۃ فی نفی ھذا الاشتراط وصرح بنفیہ فی التجنیس ایضا فی علامۃ غریب الروایۃ والفتاوی الصغری الخ **قلت**[2] وعلی ھذا اعول فی الدر وغیرہ من المعتبرات وافاد البحر وغیرہ ضعف خلافہ البتہ[ف1] شہود کے سامنے منکوحہ کا متمیز ہوجانا ضرور ہے حتی لو حاضرۃ متنقبۃ کفت الاشارۃ وان کان الاحوط کشف الوجہ پس اگر بحالت غیبت صرف بنت عمی یا فلانہ یا بنت عمی فلانہ یا ان کے مثل جس لفظ سے شہود اُسے متمیز کرلیں تو اسی قدر کافی ورنہ ذکر اب وجد یعنی فلانہ بنت فلاں بن فلاں کہنا ضروری ہے **خلافاً** للامام الخصاف ومنتقی الامام الحاکم الشہید والامام شمس الائمۃ السرخسی ردالمحتار میں ہے فی البحر لابد من تمییز المنکوحۃ عند الشاہدین لتنتفی الجہالۃ فان کانت حاضرۃ متنقبۃ کفی الاشارۃ الیہا والاحتیاط کشف وجہہا فان لم یروا شخصہا وسمعوا کلامہا من البیت ان کانت وحدہا فیہ جاز ولو معہا اخری فلا لعدم زوال الجہالۃ وان کانت غائبۃ ولم یسمعوا کلامہا بان عقد لہا وکیلہا فان کان الشہود یعرفونہا کفی ذکر اسمہا اذا علموا انہ ارادہا وان لم یعرفوھا لابد من ذکر اسمہا واسم ابیہا وجدھا وجوز الخصاف النکاح مطلقا حتی لو وکلتہ فقال بحضرتہما زوجت نفسی من موکلتی او من امرأۃ جعلت امرھا بیدی فانہ یصح عندہ قال[ف2] قاضی خان والخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء بہ وذکر الحاکم الشہید فی المنتقی کما قال الخصاف اھ قلت وفی التتارخانیۃ عن المضمرات ان الاول ھو الصحیح وعلیہ الفتوٰی وکذا قال فی البحر فی فصل الوکیل والفضولی ان المختار فی المذھب خلاف ما قالہ الخصاف وان

كان الخصاف كبيرا اھ مافی ردالمحتار ملخصا ؟ قولہ وما عـــزا فی البحر للامام قاضی خان فانما نقلہ قاضی خاں عن الامام شمس الائمۃ السرخسی اما ھو بنفسہ فقد قدم عدم الصحۃ ومعلوم انہ انما یقدم ما یعتمدہ اور اگر بنت عم نابالغہ کے لیے ولی اقرب موجود ہے ای غیر غائب بغیبۃ منقطعۃ یا بالغہ سے خاص اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا اذن نہ لیا اگرچہ اُس نے مطلق تزویج کا اذن دیا ہو تو ان صورتوں میں یہ ابن العم ایک جانب سے فضولی ہوگا اور جو کسی طرف سے فضولی ہو اُس کے لیے تولی شطری النکاح جائز نہیں اگرچہ ایجاب قبول دو عبارتوں جداگانہ میں ادا کرے ھو الحق الصواب خلافا لما فھم من بعض الکتب یہاں تک کہ تنہا اس کا عقد کر لینا امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک باطل محض ہے کہ اس کے بعد اجازت ولی یا بالغہ سے بھی نافذ نہ ہوگا خلافا للامام الثانی حیث جعلہ من الموقوف فان اجاز من لہ الاجازۃ جاز والا لا تنویر الابصار و درمختار میں ہے یتولی طرفی النکاح واحد لیس بفضولی ولو من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے اذ کان فضولیا منھما او من احدھما ومن الاٰخر اصیلا او وکیلا او ولیا ففی ھذہ الاربع لا یتوقف بل یبطل عندھما خلافا للثانی حیث قال یتوقف علی قبول الغائب کما یتوقف اتفاقا لو قبل عنہ فضولی آخر قولہ وان تکلم بکلامین خلافا لما فی حواشی الھدایۃ وشرح الکافی من انہ لو تکلم بکلامین یتوقف اتفاقا وردہ فی الفتح بان الحق خلافہ لا وجود لھذا القید فی کلام اصحاب المذھب اھ مختصرا تنویر میں ہے لابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ من نفسہ شامی میں ہے ولا یخفی ان المراد حیث لا ولی اقرب منہ شرح علائی میں ہے لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اھ اقول فافاد ان الابعد عند حضور الاقرب فضولی فاذا تولی الشطرین بطل اُسی میں ہے فلو کبیرۃ فلا بد من الاستئذان (قبل العقد اھ ش) حتی لو تزوجھا بلا استئذان فسکتت او فصحت بالرضی لا یجوز عندھما لانہ تولی طرفی النکاح وھو فضولی من جانبھا فلم یتوقف عندھما بل بطل اھ ش) وقال ابو یوسف یجوز اھ مزیدا من حاشیۃ الشامی فتح القدیر میں ہے وکلتہ ان یزوجھا مطلقا فانہ لو زوجھا من نفسہ لا یجوز الحمد للہ حکم مسئلہ مفصل و منقح ہو گیا اور سوال کی صورت کلیہ یعنی تولی الواحد طرفی النکاح اور الفاظ جزئیہ یعنی زوجت بنت عمی فلانۃ من نفسی دونوں کے متعلق تمام احکام و خلافیات علمائے کرام و تصحیحات ائمہ اعلام وغیرہا ضروریات متعلقہ مقام سب نے وضوح تام و انجلائے تمام پایا اسی قدر بس ہے اور زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں

واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۳

علمائے دین اور مفتیان شرع متین بیچ اس مقدمہ کے کیا فرماتے ہیں ایک عورت ہے کہ اس کے علامت سوائے مخرج بول کے اور نہیں ہے اور نکاح اس کا زید سے ہوگیا ہے بعد ہونے نکاح کے یہ حال معلوم ہوا اب اس کا نکاح درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ نکاح صحیح اور نصف مہر ذمۂ زید لازم فی فتاوی الامام قاضی خان خیار العیب (ف ۱) وھو حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما وفی الدر المختار الخلوۃ (ف ۲) بلا مانع کالوطی فی تاکد المہر انتہی مختصرًا وملخصًا واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ انیس ۱۹ بیس ۲۰ برس ایک مکان میں بے تکلف بطور زن وشوہر رہتے اور زید لباس اور جملہ امور خانہ داری میں اسے مثل زنان برادری رکھتا خاندان میں آمد و رفت اس کی بتقریب شادی و غمی رہتی اور زوجۂ زید مشہور تھی اور زید مرد پارسا تھا اس کی وضع پر گمان بدکاری نہیں ہوتا آیا یہ مرد وزن زوج وزوجہ تصور کیے جائیں گے اور جو لوگ جلسۂ نکاح میں موجود نہ تھے مگر اس حال سے واقف ہیں اُن کی گواہی سے نکاح ثابت ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں وہ مرد وزن زوج وزوجہ تصور کیے جائیں گے یہاں تک کہ جو اشخاص اس حال سے واقف ہیں اُن کے زوج وزوجہ ہونے پر گواہی دے سکتے ہیں ہدایہ میں ہے وکذا لو رأی انسانا جلس مجلس القضاء ید خل علیہ الخصوم حل لہ ان یشہد علی کونہ قاضیا وکذا اذا رأی رجلا وامرأۃ یسکنان بیتا وینبسط کل واحد منہما الی الآخر انبساط الازواج وفی الخلاصۃ واما النکاح اذا رأی رجلا ید خل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشہد انہا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح وفی فتاوی قاضی خان ولو رأی رجلا وامرأۃ یسکنان فی منزل وینبسط کل واحد منہما الی صاحبہ کما یکون بین الازواج حل لہ ان یشہد علی نکاحہما اور گواہ اگر انھیں زوج وزوجہ بیان کریں

اور کہیں ہم جلسۂ نکاح میں نہ تھے لیکن یہ امر مشہور رہے تو اُن کی گواہی شرعاً مقبول ہے اور نکاح ثابت ہوجائیگا درمختار میں ہے بل فی الخزانیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقولا شھدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذلک ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوھبانیۃ وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ از پنجاب فیروز پور صدر بازار مسجد جامع مرسلہ مولوی فضل الرحمٰن صاحب ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

از فقیر محمد فضل الرحمٰن بخدمت حضرت فیضدرجت مظہر علوم دینی ومصدر فیوض دنیوی جناب مولانا بالفضل والکمال اولنا جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی دام فیضہ القوی السلام علیکم۔

سوال (۱) زید نے ہندہ سے جو اپنے فعل شنیع قبیح سے تائب ہوئی غیر ضلع میں جاکر نکاح کیا تاکہ کوئی مخل اور مانع اس کار خیر کا نہو اہل ضلع نے جب ان سے استفسار کیا کہ تمہارا نکاح ہوا ہے تو انھوں نے یہ پاسخ دیا کہ اس قدر مہر پر ہمارا نکاح ہے آیا یہ صورت نکاح صحیح ہے (۲) اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ میری بی بی ہے اور ہندہ نے بیان کیا کہ یہ میرا خاوند ہے یہ قیل وقال محضر شہود میں بیان کی گئی کیا ان الفاظ سے انعقاد نکاح ہوجاتا ہے اس صورت میں ذکر مہر نہیں آیا بعد توفیق وتطبیق روایات کے جواب مزین بمہر ودستخط فرماکر للہ عطا فرمایا جائے تاکہ آیندہ کسی جاہل کو مجال مقال باقی نہ رہے والسلام مع الاکرام۔

الجواب

للہ الحمد رب الارباب صل علی الحبیب الاواب وسلم مع الاٰل والاصحاب واھدنا للحق والصواب اٰمین الٰھنا الوھاب کرم فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وافتی یہ مسئلہ قابل امعان انظار واعمال افکار ہے **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی اوج التحقیق اس میں شک نہیں کہ حکم قضا میں نکاح تصادق مرد وزن سے ثابت ہوجاتا ہے یعنی جب وہ دونوں اقرار کریں کہ ہم زوج وزوجہ ہیں یا باہم ہمارا نکاح ہوگیا ہے یا اور الفاظ جو اس معنی کو مؤدی ہوں تو بلاشبہہ انھیں زوج وزوجہ جانیں گے اور قضاءً تمام احکام زوجیت ثابت ہوں گے بلکہ عند الناس اس سے بھی کمتر امر ثبوت نکاح کو کافی ہے جب مرد وزن کو بیچھے مثل زن وشو ایک مکان میں رہتے اور باہم انبساط زناشوئی رکھتے ہیں تو اُن پر بدگمانی حرام اور اُن کے زوج وزوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز اگرچہ عقد نکاح کا معائنہ نہ کیا ہو نص علیہ فی الھدایۃ والھندیۃ وغیرھما وفی قرۃ العیون عن الدر ولیشھد من رأی رجلا وامرأۃ بینھما انبساط الازواج انھا عرسہ

اسی طرح تسامع بھی سامعین کے نزدیک اثبات نکاح کو بس ہوتا ہے یعنی جب اُن کا زوج و زوجہ ہونا لوگوں میں مشہور ہو تو انھیں یہی سمجھا جائیگا اور زوجیت پر شہادت روا ہوگی اگرچہ خود اُن کی زبان سے اقرار نہ سُنا ہو کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار وفی قرۃ العیون عن العمادیۃ کذا تجوز الشھادۃ بالشھرۃ والتسامع فی النکاح حتی لو رأی رجلا یدخل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح تو اُن کا باہم تصادق بدرجہ اولٰی مثبت نکاح فی الشامیۃ عن ابی السعود عن العلامۃ الحانوتی صرحوا بان النکاح یثبت بالتصادق والمراد منہ ان القاضی یثبتہ بہ ویحکم بہ اھ ملخصا پس ایسی صورت میں واجب ہے کہ اُنھیں زوج و زوجہ ہی تصور کیا جائے جو خواہی نخواہی اُن کی تکذیب کریگا اور بدگمانی کے ساتھ پیش آئے گا مرتکب حرام قطعی ہوگا باآینہمہ ف۱ حکم قضا اور ہے اور امر دیانت اور چیز اگر وہ اپنے اس اظہار و اخبار میں حقیقۃً سچے ہوں یعنی واقع میں اُن کے باہم نکاح ہولیا ہے تو عند اللہ بھی زوج و زوجہ ہیں ورنہ مجرد ان الفاظ سے جبکہ بطور اخبار بیان میں آئے ہوں نکاح منعقد نہوگا وہ بدستور اجنبی و اجنبیہ رہیں گے نکاح جن امور و افعال کو ثابت و حلال کرتا ہے دیانۃً ان کے لیے اصلاً ثابت و روا نہ ہونگے کہ اس تقدیر پر یہ الفاظ کوئی عقد و انشا نہ تھے محض جھوٹی خبر تھی اور جھوٹی خبر دیانۃً باطل و بے اثر [1] **اقول** علما تصریح فرماتے ہیں اگر ف۲ شوہر نے اقرار طلاق کیا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور واقع میں نہ دی تھی تو گو قضاءً طلاق ہوگئی مگر دیانۃً ہرگز نہ ہوگی کہ اُس کا یہ قول طلاق دینا نہ تھا بلکہ طلاق غیر واقع کی جھوٹی خبر دینا حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے الاقرار بالطلاق کاذبا یقع بہ الطلاق قضاءً لا دیانۃً فتاوٰے خیریہ میں ہے ف۳ رجل طلق زوجتہ المدخولۃ واحدۃ رجعیۃ فسئل کیف طلقت زوجتک فقال ثلثا کاذبا لا یقع فی الدیانۃ الا ما کان اوقعہ من الواحدۃ الرجعیۃ فیملک مراجعتھا فی العدۃ والحال ھذہ اھ ملخصا تو جب اقرار خلاف واقع سے عند اللہ طلاق واقع نہیں ہوتی نکاح بدرجہ اولٰی منعقد نہ ہوگا کہ طلاق سبب تحریم فرج ہے اور نکاح سبب تحلیل اور امر فرج میں احتیاط جلیل ولہذا عامہ علما متون و شروح و فتاوٰے میں تصریح فرماتے ہیں کہ مجرد اقرار مرد و زن سے نکاح ہرگز منعقد نہیں ہوتا اسی پر وقایہ [1] و نقایہ [2] و اصلاح [3] و ملتقی [4] میں کہ سب اعاظم متون معتبرہ مذہب سے ہیں جزم فرمایا اسی پر کتاب [5] البیہقی و فتاوٰے [6] اہل سمرقند وغیرہما میں اقتصار کیا اسی کو شرح جصاص [7] و مختارات [8] النوازل و فتاوٰے [9] خلاصہ و خزانۃ [10] المفتین و مختار [11] الفتاوی و ایضاح [12] الاصلاح و جامع [13] الرموز میں مذہب مختار بتایا اسی کو تنویر [14] الابصار و درمختار [15] میں مقدم و مختار رکھکر ضعف مخالف کی طرف اشارہ فرمایا اسی کو فتاوٰے [16] ظہیریہ و فتاوٰے [17] علمگیریہ میں صحیح کہا اسی پر جواہر [18] اخلاطی میں اُن دونوں لفظ فتوی

یعنی مختار وصحیح کو جمع کرکے تیسرا لفظ آکد واقوی علیہا الفتوی اور زائد کیا علامہ خانوتی وشیدابو السعود کی عبارتیں ابھی گزریں باقی نصوص بالتلخیص یہ ہیں وقایۃ الروایہ ومختصر الوقایہ میں ہے لا ینعقد بقولہما عند الشھود ما زن وشوئیم شرح نقایہ قہستانی میں ہے علی المختار متن وشروح علامۃ ابن کمال وزیر میں ہے لا بقولہما مازن وشوئیم لان النکاح اثبات وھذا اظہار ولا ظہار غیر الاثبات ذکرہ فی التخییر وقال فی مختارات النوازل ھو المختار تمن علامہ ابرہیم حلبی میں ہے لوقال عند الشھود مازن وشوئیم لا ینعقد خانیہ میں ہے ذکر البیہقی رحمہ اللہ تعالٰی فی کتابہ رجل وامرأۃ لیس بینھما نکاح القفقان یقرا بالنکاح فاقرا لم یلزمھما قال لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم وکذلک فی البیع اذا اقرا ببیع (ف ۱) لم یکن ثم اجاز لم یجز اُسی میں ہے ذکر فی النوازل رجل وامرأۃ اقرا بین یدی الشھود بالفارسیۃ مازن وشوئیم لا ینعقد النکاح بینھما وکذا لو قال لامرأۃ ھذا امرأتی وقالت ھی ھذا زوجی لا یکون نکاحا فتاوی امام علامہ حسین بن محمد سمعانی میں ہے اقرا بالنکاح بین یدی الشھود فقال مازن وشوئیم لا ینعقد ھو المختار لان النکاح اثبات والاظہار غیر الاثبات ولھذا لو اقر بالمال (ف ۲) لانسان کاذبا لا یصیر ملکا لہ (یعنی الخلاصۃ) ولو قال الرجل لامرأۃ ھذہ امرأتی وقالت المرأۃ ھذا زوجی بحضر من الشھود لا یکون نکاحا لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم (من رای فتاوی اھل سمرقند) متن مولے غزی وشرح محقق علائی میں ہے لا ینعقد بالاقرار علی المختار خلاصہ کقولہ ھی امرأتی لان الاقرار اظہار لما ھو ثابت ولیس بانشاء الخ وسیأتی تمامہ فتاوے ہندیہ میں عبارت خلاصہ ہو المختار تک نقل کی پھر لکھا لوقال این زن من ست بحضر من الشھود وقالت المرأۃ این شوئی من ست ولم یکن بینھما نکاح سابق اختلف المشایخ فیہ والصحیح انہ لا یکون نکاحا کذا فی الظہیریۃ وفی شرح الجصاص المختار انہ ینعقد اذا قضی بالنکاح اوقال الشھود لھما جعلتما ھذا نکاحا فقالا نعم ینعقد ھکذا فی مختار الفتاوی اھ اقول (ف ۳) وجہ الانعقاد فی الاول ان القضاء یرفع الخلاف او انہ ینفذ ظاھرا وباطنا وفی الثانی ان السؤال معاد فی الجواب والجعل انشاء کما فی الفتح والدر وغیرھما فتاوی علامہ برہان الدین ابرہیم بن ابی بکر بن محمد اخلاطی حسینی میں ہے اقرا بالنکاح بین یدی الشھود بقولہما مازن وشوئیم لا ینعقد ھو المختار وقال بحضور الشھود ھذہ المرأۃ زوجتی فقالت ھذا الرجل زوجی ولم یکن بینھما نکاح سابق لا ینعقد ھو الصحیح وعلیہ الفتوی بالجملہ اخبار وانشا کا تباین بدیہی تو ارادۂ اخبار ارادۂ منافی اور ارادہ منافی عقد کا نافی ہے اقول (ف ۴) وبتقریر ھذا اندفع ما عسی ان یتوھم من ان الکناح مما

يستوی فيه الهزل والجد فلا يحتاج الی نية وقصد حتی لو تكلما بالايجاب والقبول هازلين اومكرهين ينعقد فكان المناط مجرد التلفظ وان عدم القصد وذلك لان بونا بينا بين عدم القصد وقصد العدم بارادة شیئ آخر غيره مما يحتمله اللفظ وما لا يحتاج الی القصد يصح مع الاول دون الاخر (ف۱) الا تری انه لو قال انت طالق ولم ينو شيئا طلقت وان نوی الطلاق عن الوثاق اوالاخبار عن طلاق سابق صادقا اوكاذبا لم تطلق ديانة كما نصوا عليه اتقن هذا فانه هو التحقيق الحقيق بالقبول وان خفی بعضه (ف۲) علی بعض الفحول هذا انما هو فی اللفظ الصريح اما (ف۳) الكنايات فلا شك فی توقفها علی النية كما فی الطلاق والعتاق اور شک نہیں کہ ظاہر اعوام ان الفاظ سے ارادہ انشا کو جانتے بھی نہ ہونگے بلکہ جو ان کا مفہوم متبادر ہے یعنی اخبار وہی اُن کا مراد ومقصود ہوگا اور سامعین بھی انھیں سُن کر یہی سمجھیں گے تو جبکہ واقع ہیں اس سے پہلے نکاح نہ ہوا تو صرف یہ سوال وجواب واخبار غلط کیونکر انھیں عند اللہ زوج وزوجہ بناسکتے ہیں ھذا مما لا يعقل ولا يستاهل ان يقبل

اقول فقد بان بحمد الله ضعف ما نقل فی التنوير والدر عن الذخيرة بعد ما قدما عدم الانعقاد بالاقرار علی المختار كما سمعت حيث قال عقيبه وقيل ان كان بحضرة الشهود صح وجعل الاقرار انشاء وهو الاصح ذخيره اھ فاعلم وكان المولين المحققين رحمهما الله تعالی قد اشارا الی تضعيف هذا الوجوه اما المصنف فبتقديمه الاول وتعبيره هذا بقيل واما المؤلف فبتقريره علی الامرين وتعليله للاول فان التعليل (ف۴) دليل التعويل كما نص عليه فی العقود الدرية وغيرها فافهم وثانيا ان تأملت ما القينا عليك فوجوه ضعفه لا تخفی لديك اما اولا فلما تقدم فی كلامی وكلمات العلماء الكرام علی عدم الانعقاد بالاقرار من دلائل لا ترد ولا ترام ولا شك ان (ف۵) الاقوی دليلا احق تعويلا واما ثانيا فلما له من كثرة الترجيحات وقد تقرر ان العمل (ف۶) بما عليه الاكثر كما فی العقود وغيرها واما ثالثا فلان ماله من علامة الافتاء اشد قوة واعظم وقعة مما لهذا فقد نصوا ان عليه الفتوی (ف۷) وبه يفتی اكد ما يكون من الفاظ الفتوی واما رابعا فلان عليه المتون (ف۸) هی العمدة واليها الركون فهذه الاربعة قد ظهرت من قبل واما خامسا فلما تسمع انفا قد اظهر لنا المولی الامام برهان الدين محمود بن الصدر السعيد تاج الدين احمد قدس سرهما فی ذخيرته مأخذ خيرته (ف۹) اذ بنی ذلك علی انه ذكر محمد فی المذهب محمد رضی الله تعالی عنه فی صلح الاصل ادعی رجل علی امرأة نكاحا فجحدت فصالحها بمائة علی ان تقر بهذا فاقرت فهذا الاقرار جائز والمال لازم

فظن المولی البرهان ان محمدا اجاز النکاح بالاقرار وقد علم ان هذا العقد لایصح الا بمحضر من الشهود ففرع علیه ان لا صح الصحۃ لو الشہود حضورا قال العبد الضعیف لطف بہ المولی اللطیف وای شیئ اکون انا حتی اتکلم بین یدی ہذا الامام الجلیل قدس سرہ الجمیل ولکن کثرۃ تصحیحات الائمۃ وجزمھم فی الجانب الاٰخر ربما یجرئنی ان **اقول** وباللہ التوفیق لامساس ف۱ لما فی الاصل بہذا الفصل فان محمدا انما اجاز الاقرار والزم المال فانما افاد جواز الصلح وانقطاع الجدال بحیث لو عادت المرأۃ بعد ذلک الی الجحود لم یسمعہ القاضی اما لو لم یجز الصلح لم یلزم المال واقرت المرأۃ علی انکارہا ہذا ہو حاصل جواز الصلح وعدم جوازہ کما لایخفی واین ہذا من انعقاد العقد فی الواقع فیما بینھم وبین ربہما العلیم الخبیر تبارک وتعالی الیس قد صرحوا انہ لا یطیب لہ البدل ان کان کاذبا ولو ف۲ ادعی رجل علی اٰخر بیع دارہ مثلا فاقر بہ افتداء عن یمینہ او فرارا عن ذل الجثو بین یدی القاضی ثبت البیع قضاء وجرت الاحکام من وجوب التسلیم ولزوم الشفعۃ وغیر ذلک لکن ہذا المدعی الکاذب انما یأخذ جمرۃ نار ثم ف۳ السر ان المصالحین اراد ف۴ اعقد الصلح وہو انما یصور بارجاعہ الی عقد من العقود الشرعیۃ فلا بد من حملہ علی اشبہ عقد بہ ضرورۃ تصحیح الکلام وقطع الخصام اما ہٰہنا اعنی فیما نحن فیہ فلم یرید اعقدا وانما اخبرا خبرا کذبا والکذب وان یروج علی الناس فلا یصح عند اللہ اصلا فوضح الفرق وزال الاشتباہ والحمد للہ قال فی الہدایۃ انہ اذا ادعی ف۵ رجل علی امرأۃ نکاحا وہی تجحد فصالحتہ علی مال بذلتہ حتی یترک الدعوی جاز وکان فی معنی الخلع لانہ امکن تصحیحہ خلعا فی جانبہ بناء علی زعمہ وفی جانبہا بذلا للمال لدفع الخصومۃ قالوا ولایحل لہ ان یأخذ فیما بینہ وبین اللہ تعالی اذا کان مبطلا فی دعواہ اھ قال فی الکفایۃ ہذا عام فی جمیع انواع الصلح اھ وفی الدر المختار عن القہستانی اما ف۶ الصلح علی بعض الدین فیصح ویبرأ عن دعوی الباقی ای قضاء لادیانۃ ولذا لوظفر بہ اخذہ اھ وفی الشامیۃ عن المقدسی عن المحیط قضاہ الالف وانکر الطالب فصالحہ بمائۃ صح ولا یحل لہ اخذہا دیانۃ اھ وسرد النقول یؤذی ذاک یطول وقال فی الہدایۃ انہ الاصل ان الصلح یجب حملہ علی اقرب العقود الیہ واشبہہا بہ احتیالا لتصحیح تصرف العاقد ما امکن اھ فبما اسمعتک یحصل الجواب عن تمسک المولی البرہان بثلثۃ اوجہ ف۱۱ **الاول** ارجاع الصلح الی تلک العقود تقدیر وتصویر ضروری فلا یتعدی ف۱۲ **الثانی** انما تثبت ہذہ العقود بتلک الالفاظ فی ضمن الصلح وکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا الا ف۹ تری ان قولہ

اعتق عبدك هذا عنی بالف یتضمن الابتیاع مع انه لا ینعقد قصدا بلفظ الاعتاق الثالث[1] ان هذہ العقود انما تنفذ قضاء ولا تؤثر فی الدیانة اذا کان مبطلا ونحن لا ننکران باقرارهما یثبت النکاح قضاء وانما الکلام فی الدیانة فان کان مراد الامام البرهان هو الصحة قضاء وقد یستأنس له بقوله عطرالله مرقدہ بجعل الاقرار انشاء حیث لم یقل کان انشاء وبعینه یتأوہ الامر علی عبارة الاصل فانها کما علمت لا تفید الا الجواز قضاء فهذا احق لا مریة فیه ولا غرو فی المصیر الیه تصحیحا الکلام هذا الامام وتحصیلا للوفاق بینه وبین غیرہ من الائمة الاعلام وان کان فیه بعد بالنظر الی ظاهر الکلام والا فلا شك ان الحق مع هؤلاء الجهابذة الکرام والله تعالٰی اعلم بحقیقة الامر فی کل مرام والحمد لله مولٰنا الهادی ذی الجلال والاکرام ہاں اگر مرد وزن نے وہ لفظ[2] کہے جو امر ماضی سے خبر دینے کے لیے متعین نہ تھے مثلاً مرد نے کہا یہ میری زوجہ ہے عورت بولی یہ میرا شوہر ہے یا مرد نے کہا میں اس کا خاوند ہوں عورت بولی میں اس کی جورو ہوں اور دونوں نے ان الفاظ سے عقد نکاح کرنے کی نیت کی یعنی اُن میں کسی کا قصد اخبار نہ تھا دونوں نے بارادۂ انشا کہے تو بیشك یہ الفاظ عقد نکاح ٹھہریں گے کہ جب قصد اخبار نہیں تو یہ لفظ اقرار نہیں اور جبکہ اخبار ماضی کے لیے متعین نہیں تو ارادۂ انشا کے صالح ہیں تو اُنھوں نے الفاظ صالحہ سے قصد انشا کیا اور اسی قدر تحقق ایجاب وقبول کے لیے بس ہے بخلاف اُن الفاظ کے جو اخبار عن الماضی کے سوا دوسرے معنے کے محتمل نہوں مثلاً کہیں باہم ہمارا نکاح ہوچکا ہے کہ اب لفظ اخبار میں متعین اور انشا سے مبائن **اقول**[4] هذا الذی قررته بتوفیق الله تعالٰی یجب ان یکون هو المراد من قول الامام الاجل فقیه النفس قاضی خاں رحمه الله تعالٰی حیث افاد بعد ما اثر عن البیهقی والنوازل ما اسلفنا قال مولٰنا رضی الله تعالٰی عنه ینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان اقر بعقد ماض ولم یکن بینهما عقد لا یکون نکاحا وان اقرت المرأة انه زوجها واقر الرجل انها امرأته یکون ذلك نکاحا ویتضمن اقرارهما بذلك انشاء النکاح بینهما بخلاف ما اذا اقر بعقد لم یکن لان ذلك کذب محض وهو کما قال ابو حنیفة رضی الله تعالٰی عنه اذا قال[3] الرجل لامرأته لست لی بامرأة ونوی به الطلاق یقع ویجعل کانه قال لست لی بامرأة لانی قد طلقتك ولو قال[4] لم اکن تزوجتها ونوی به الطلاق لا یقع لان ذلك کذب محض الا یمکن تصحیحه اھ قال فی الفتح علی ما نقل عنه فی ردالمحتار ان الحق هذا التفصیل اھ فانما المعنی علی ما بینا ولیس المراد ان اللفظ اذا لم یتعین للاخبار عن الماضی صح العقد وان نویا به الاخبار کیف وانه

لا یکون ح الا محض کذب و یشھد لک بذلک ما استشھد بہ من مسئلۃ الطلاق فانہ ان قال لست لی بامرأۃ و لم ینو بہ انشاء الطلاق و انما قصد الاخبار الکاذب لم یقع قطعا فانہ لا یقع عند ذلک بالصریح کما قدمنا فکیف بالکنایات الا تری انہ بنفسہ قید المسئلۃ بقولہ و نوی الطلاق فکذا یقال ھھنا و نویا النکاح ھذا ما امرت الیہ لما وعیت ثم بتوفیق المولی سبحٰنہ و تعالٰی رأیت العلامۃ عبد العلی البرجندی نقل فی شرح النقایۃ کلام الامام فقیہ النفس بالمعنی و عبر عنہ بعین ما فھمتہ وللہ الحمد وھذا نصہ فی الظھیریۃ لو قال بحضر من الشھود این زن من ست فقالت این شوی من ست اختلف المشائخ فیہ و الصحیح انہ لا ینعقد و فی فتاوی قاضی خان انما لا یکون ھذا نکاحا اذا قالا ذلک علی سبیل الاخبار عن عقد ماض و لم یکن بینھما عقد اما اذا اقرت انہ زوجھا و اقر انھا زوجتہ و ارادا بذلک انشاء النکاح فھو نکاح اھ فالحمد للہ علی حسن التفھیم **اقول** وبما قررت ظھر لک ان ھذا الذی اختارہ المولی فقیہ النفس و قال المحقق علی الاطلاق انہ الحق لا یخالف ما صححہ عامۃ الائمۃ اصلا بل ھو عین ما اعتمدوہ فانھم انما صححوا ان النکاح لا ینعقد بالاقرار و الاقرار انما یکون عند قصد الاخبار و ح قد نص الفقیہ علی عدم الانعقاد اما اذا قالاہ مریدین بہ الانشاء لم یکن ذلک من الاقرار فی شیئ فان الاقرار ھو الاخبار دون الانشاء فتوافق القولان و تظافرت التصحیحات علی صحۃ ما افتیت بہ فان حمل کلام الذخیرۃ علی ما اسلفنا حصل التوفیق فی الاقوال جمیعا و الا فعلیکم بما حررت عضوا علیہ بالنواجذ **اقول** اب یہاں ایک اور مسئلہ خلافیہ وارد ہوگا کہ جس طرح نکاح مسلم میں وقت ایجاب و قبول دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں عاقل بالغ آزاد اور نکاح مسلم میں انھیں اوصاف کے خاص مسلمین کا حاضر ہونا بالاتفاق اور ان کا کلام عاقدین معاً سننا عند الجمھور علی المذھب المنصور شرط و ضرور ہے آیا یوہیں اُن کا کلام عاقدین سمجھنا بھی شرط ہے یا نہیں مثلاً اگر دو ہندیوں کے سامنے مرد و زن نے عربی میں ایجاب و قبول کرلیا وہ نہ سمجھے آیا یہ نکاح فاسد ہوگا یا صحیح علمائے کرام کے اس میں دو قول منقول ہوئے جزم بالاول العلامۃ الزیلعی فی التبیین و المحقق حیث اطلق فی الفتح و المولی الغزی فی متن التنویر و صححہ فی الجوھرۃ و قال فی الذخیرۃ و الظھیریۃ و خزانۃ المفتین و السراج الوھاج و شرحی النقایۃ للقھستانی و البرجندی و مجمع الانھر و الھندیۃ انہ الظاھر و کذا اختارہ فقیہ النفس فی الخانیۃ و ضعف خلافہ و قال الذخیرۃ ثم البحر ثم الدر و مجمع الانھر فکان ھو المذھب و جزم بالثانی فی الفتاوی و کذا ذکرہ البقالی و قال فی الخلاصۃ و جواھر الاخلاطی

اصلاح وفی مجمع الانہر عن المصاحب علیہ الفتوی ولم یتعرض لقید الفہم فی مختصر القدوری والوقایۃ والنقایۃ والکنز
والاصلاح والایضاح والملتقی وکلامہا روایۃ عن مدار المذہب محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کما فی الفتح اور توفیق نفیس یہ ہے کہ معنی
الفاظ سمجھنا ضرور نہیں مگر اس قدر سمجھنا ضرور ہے کہ یہ عقد نکاح ہورہا ہے **اقول** وقد کان سنح لی ھذا ثم رأیتہ للعلامۃ مصطفی الرحمتی
محشی الدر وقال فی ردالمحتار ووفق الرحمتی بحمل القول بالاشتراط علی اشتراط فہم انہ عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فہم
معانی الالفاظ بعد فہم ان المراد عقد النکاح اھ وھو کما تری حسن جدا **اقول** ومع علم الفقہ والحکمۃ فی اشتراط الشہادۃ فی عقد النکاح
انتفی بھذا التوفیق فان من علم ان ھذا انکاح فقد شہد العقد وان لم یقف علی خصوص ترجمۃ الالفاظ ومن لم یفہم فکان
لم یسمع ومن لم یسمع فکان لم یحضر وبتقریر ھذا یتضح لك ان الاجتزاء بذکر الحضور او بہ وبالسماع
او ذکرھما مع الفہم کل یؤدی مؤدی واحدا عند التدقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق پس مسئلہ دائرہ
میں جبکہ مرد وزن ان الفاظ سے قصد انشاء کریں اس کے ساتھ یہ بھی ضرور کہ دو شاہد بھی ان کی اس گفتگو کو عقد
نکاح سمجھیں خواہ بذریعہ قرائن یا خود عاقدین کے مطلع کررکھنے سے ورنہ اگر سب حضار نے اسے محض خبر جانا تو
فاہمین انہ نکاح صادق نہ آیا اور نکاح صحیح نہ ہوا ھذا ما قلتہ تفقہا ثم رأیت فی ردالمحتار قال وحاصل
ما فی الفتح وملخصہ انہ لابد فی کنایات النکاح من النیۃ مع قرینۃ او تصدیق القابل للموجب وفہم
الشہود المراد او اعلامہم بہ اھ فاتضح المرام والحمد للہ ولی الانعام **اقول** وینبغی ان یکون الاعلام
قبل العقد کما اشرت الیہ لیکونا جامعی شرائط الشہادۃ عند العقد الا تری ان فاہمین فی کلامہم
حال ولابد من مقارنۃ الحال والعامل واللہ تعالٰی اعلم ھذا کلہ مما فاض علی قلب الفقیر بفیض
القدیر والمولی تعالٰی اذ انشاء الحق الجاہل العاجز بالماہر الخبیر والحمد للہ علی حسن التوفیق
والہام التحقیق والصلوۃ والسلام علی سید العالمین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین پھر جس حالت
میں انعقاد نکاح کا حکم ہو ذکر مہر کی کوئی حاجت نہیں کہ نکاح بے ذکر مہر بلکہ بذکر عدم مہر بھی صحیح و منعقد ہے کما
نصوا علیہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ تعالٰی اتم واحکم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ ہجریہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جو کہ عقد ہوتے ہیں کہ ایک شخص غیر کو ولی ہندہ نے وکیل قرار دیا اور دو شخص اور ہمراہ اُس کے واسطے گواہی کے مقرر کرکے واسطے اجازت لینے نکاح کے ہندہ کے پاس بھیجے وہ شخص کسی کا سر اور کسی کا پاؤں کچلتا ہوا ہنگامہ مستورات میں جا کر قریب ہندہ کے بیٹھا اور یہ کلمات کہے کہ تو مجھکو واسطے عقد اپنے کے وکیل کر دے وہ بیچاری بباعث رواج اس ملک اور شرم کے کب گویا ہوتی ہے اکثر مستورات اُس کو فہمایش کرتی ہیں مگر وہ نہیں جواب دیتی اور بعض بعض کچھ گریہ یا ہُوں کا اشارہ کر دیتی ہیں بعد کو وکیل صاحب باہر تشریف مع دونوں گواہوں کے لاکر دولھا کے روبرو آکر بیٹھتے ہیں اور داہنے دولھا کے ایک شخص اور کہ دعوی قضا کا رکھتے ہیں اور پیشہ کفش دوزی یا خیاطی یا نوربافی کا کرتے ہیں وہ بھی بیٹھتے ہیں جو کہ وکیل صاحب مع گواہوں کے تشریف لائے تھے وہ قاضی صاحب سے سلام علیک کرکے روبرو دولھا کے بیٹھ گئے قاضی صاحب نے وکیل صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کا آنا کہاں سے ہوا وکیل صاحب نے در جواب اُس کے ارشاد کیا کہ دختر فلاں نے واسطے عقد اپنے کے مجھکو وکیل مقرر کرکے بھیجا ہے اور میری وکالت کے یہ دونوں شخص گواہ ہیں آپ اُس کا عقد نوشہ ہذا کے ساتھ کر دیجیے قاضی صاحب نے بعد طے ہونے گفتگو عقد اور تعیّن مہر مبلغ ایک لکھ روپے اور بیس دینار سرخ سوائے نان نفقہ کے نوشہ کی طرف متوجہ ہو کر خیال کیا کہ کنگنہ جو ہاتھ میں دولھا کے بندھا تھا وہ کھول کر علیحدہ رکھدیا اور سہرہ کو لوٹ کر شملہ پر لپیٹ دیا اور یہ کلمات فرمائے کہ فلاں شخص کی دختر کو بوکالت فلاں شخص اور بہ گواہی فلاں فلاں شخص کے بالعوض اس قدر مہر سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح تیرے

کے وہی میں نے قبول کی تو نے اس نے کہا قبول کی میں نے بعدہ کو وکیل صاحب مع گواہوں کے چلے گئے اور قاضی صاحب بھی حسب اصطلاح نکاح خوانی مع دو رکابی پلاؤ کے لیکر تشریف لے گئے دولھا نے وہ کنگنا پھر اپنے ہاتھ میں باندھ لیا آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرام کی ہوئی یا حلال کی ہوئی اور قول زید کا یہ ہے کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرامی ہوئی اور شناخت حرام اور حلال کی یہ ہے کہ جو اولاد ایسے نکاحوں سے ہوتی ہے اُن سے اکثر یہ فعل سرزد ہوتے ہیں جیسے زنا یا شراب خوری یا قماربازی یا لواطت سوا اس کے جو فعل ناشایستہ ہیں وہ سرزد ہوتے ہیں یا کہ والدین سے جنگ جدال کرنا اور بزرگ کا لحاظ پاس نہ کرنا یہ فعل اولاد صالح اور حلال سے ہرگز عمل میں نہیں آئیں گے اور قول عمرو کا یہ ہے کہ کچھ اس نکاح میں قباحت نہیں اور نہ اولاد حرام کی ہوسکتی ہے کیونکہ قدیم سے یہی رسم چلی آئی اگر ایسا ہو تو سب مخلوق خدا حرامی ہوگی آیا قول زید کا درست ہے یا عمرو کا اور قول زید کا یہ ہے کہ بالفرض کنگنا بھی نہیں ہے اور نکاح بھی اصالتاً یا وکالۃً یا کہ جو وکیل ہے اسی نے ایجاب و قبول کرایا اور بعد اس کے کلمات کفر کے طرفین سے خواہ شوہر یا عورت سے سرزد ہوئے اور اُن کو نہیں تمیز ہے کہ یہ کلمات کفر ہیں جب بھی نکاح جاتا رہے گا اور جو فعل از توبہ اور سر نو ایجاب قبول کرنے کے اولاد ہوگی وہ بھی حرامی ہوگی بینوا توجروا من اللہ۔

الجواب

ظاہر ہے کہ عورت سے اذن جبھی لیا جاتا ہے کہ عاقلہ بالغہ ہو اور بیشک عاقلہ بالغہ کا اذن شرعاً معتبر اور بیشک دوشیزہ کا سکوت بھی اذن قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البکر تستأذن فی نفسہا واذنہا صماتہا رواہ احمد والستۃ الا البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مگر یہ اسی وقت ہے جبکہ ولی اقرب اُس سے اذن لے ورنہ مجرد خاموشی اذن نہ ٹھہرے گی درمختار میں ہے فان استأذنہا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتہا الخ اور بیشک اکثر لوگ جو وکیل کیے جاتے ہیں اجنبی یا ولی بعید ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر انھوں نے اذن لیا اور دوشیزہ نے سکوت کیا [ف۱] تو سرے سے انھیں کے لیے وکالت ثابت نہ ہوئی اور اگر اس نے صاف ہوں کہدیا یا ولی اقرب کے اذن لینے پر سکوت کیا تو اس کے لیے وکالت حاصل ہوگئی مگر وکیل بالنکاح کو شرعاً اتنا اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھا دے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جبتک [ف۲] ماذون مطلق یا صراحۃً دوسرے کو وکیل کرنے کا مجاز نہو بغیر اس کے اگر اس نے دوسرے سے پڑھوایا تو صحیح مذہب پر نکاح بلا اذن ہوگا اگرچہ عقد اس کے سامنے ہی واقع ہو فی ردالمحتار عن العلامۃ الرحمتی

عن العلامۃ الحموی عن علامۃ الامام محمد فی الاصل ان مباشرۃ وکیل الوکیل بحضرۃ الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرۃ الوکیل بنفسہ بخلافہ فی البیع الخ[۲] اقول[ف۱] نص الغمز عن الولوالجیۃ ھکذا لووکل رجلا فوکل الوکیل غیرہ وفعل الثانی بحضرۃ الاول فان کان بیعا اوشراء یجوز وماعدا البیع والشراء من الخصومۃ والتقاضی والنکاح والطلاق وغیر ذلک ذکر عصام فی مختصرہ انہ یجوز وذکر محمد فی الاصل انہ لایجوز فانہ قال اذا فعل الثانی بحضرۃ الاول لم یجز الافی البیع والشراء وھو الصحیح اھ ملخصا فاذا کان ھذا[ف۲] ھو مفاد الاصل وقد ذیل بالتصحیح فانقطع الخلاف واضمحلت الروایۃ النادرۃ وسقط مافی الخانیۃ فکیف بمافی القنیۃ وان ایدہ العلامۃ الطحطاوی وترکہ العلامۃ البحر فی البحر والمحقق العلائی فی الدر مستشکلا ولاغرو[ف۳] فقد شھدت کلماتھم رحمھم اللہ تعالٰی انھم لم یطلعوا اذ ذاک علی کلام الاصل اصلا حیث لم یلموا بہ الماما ولا اشموا منہ اشماما ولکن[ف۴] العجب من خاتمۃ المحققین العلامۃ الشامی قدس سرہ السامی حیث اورد کلام الاصل ثم لم یسمح الا باستظھار عدم الجواز یرید بہ عدم النفاذ اذ العقد عقد فضولی فکانہ اقتصر علی النقل عن العلامۃ مصطفی ولو راجع الغمز لرای تصحیح الامام الولوالجی لمافی الاصل ومعلوم[ف۵] ان روایۃ الاصول اذا صححت سقطت کل روایۃ سواھا فکان السبیل الجزم دون مجرد الاستظھار واللہ تعالٰی ولی التوفیق بہرحال مذہب[ف۶] راجح پر یہ نکاح نکاح فضولی ہوتے ہیں اور نکاح فضولی کو مذہب حنفی میں باطل جاننا محض جہالت وفضولی بلکہ باجماع ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم منعقد ہوجاتا ہے اور اجازت اصیل پر (کہ یہاں وہ عورت ہے جس کے بے اذن اُس کا نکاح غیر وکیل نے کردیا) موقوف رہتا ہے اگر وہ اجازت دے نافذ ہوجائے اور رد کردے تو باطل کما ھو حکم تصرفات الفضولی جمیعا عندنا کما صرح بہ فی عامۃ کتب المذھب عالمگیری میں ہے لایجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب اوسلطان بغیر اذنھا بکرا کانت اوثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتھا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوہاج پھر اجازت[ف۷] جس طرح قول سے ہوتی ہے مثلا عورت خبر نکاح سُن کر کہے مَیں نے جائز کیا یا اجازت دی یا راضی ہوئی یا مجھے قبول ہے یا اچھا کیا یا خدا مبارک کرے الی غیر ذلک من الفاظ الرضا یونہیں اُس فعل یا حال سے بھی ہوجاتی ہے جس سے رضامندی سمجھی جائے مثلاً عورت اپنا مہر مانگے یا نفقہ طلب کرے یا مبارکباد لے یا خبر نکاح سُن کر خوشی سے ہنسے یا مسکرائے یا اپنا جہیز شوہر کے گھر بھجوائے یا اُس کا بھیجا ہوا مہر لے یا اُسے بلاجبر واکراہ اپنے ساتھ جماع یا

بوس وکنار ومساس کرنے دے یا تنہا مکان میں اپنے ساتھ خلوت میں آنے دے یا اُس کے کام خدمت میں مشغول ہو جبکہ نکاح سے پہلے اُس کی خدمت نہ کیا کرتی ہو ونحو ذلك من کل فعل یدل علی الرضا ان سب صورتوں میں وہ نکاح کہ موقوف تھا جائز ونافذ ولازم ہو جائیگا عالمگیری میں ہے کما یتحقق رضاها بالقول بقولها رضیت وقبلت واحسنت واصبت وبارك الله لك اولنا ونحوه یتحقق بالدلالة کطلب مهرها ونفقتها وتمکینها من الوطی وقبول التهنیة والضحك بالسرور من غیر استهزاء کذا فی التبیین اُسی میں ہے وان تبسمت فهو رضا هو الصحیح من المذهب ذکره شمس الائمة الحلوانی کذا فی المحیط خانیہ میں ہے الرضا باللسان او الفعل الذی یدل علی الرضا نحو التمکین من الوطئ وطلب المهر وقبول المهر دون قبول الهدیة وکذا فی حق الغلام حاشیۂ طحطاویہ میں زیرِ قول درمختار وقبول التهنیة والضحك سرورا ونحو ذلك ہے کامرها بحمل جهازها الی بیت الزوج ردالمحتار میں ہے فی البحر عن الظهیریة لو خلا بها برضاها هل یکون اجازة لا روایة لهذه المسئلة وعندی ان هذا اجازة اهـ وفی البزازیة الظاهر انه اجازة اهـ ما فی الشامیة اقول[۲۲] ومن ههنا زدت المس والتعانق والتقبیل لان الخلوة برضاها لما کانت امارة الرضا فهذه الافعال اجدر واحری کما لا یخفی حاشیتین علامہ طحطاوی وشامی میں ہے قوله بخلاف خدمته ای ان کانت تخدمه من قبل ففی البحر عن المحیط والظهیریة ولو اکلت من طعامه او خدمته کما کانت فلیس برضا لانه اهـ ہمارے بلاد میں عام لوگوں خصوصًا شریفوں خصوصًا اغنیا میں اگرچہ یہ اکثر باتیں شبِ زفاف بلکہ مدت تک اُس کے بعد بھی واقع نہیں ہوتیں اور بوس وکنار ومساس وجماع جو اس شب ہوتے ہیں غالبًا نہایت اظہار کراہت ونفرت کے ساتھ ہوتے ہیں جن کے باعث اُنھیں دلیل رضا ٹھہرانے میں دقت ہے مگر اس میں شبہہ نہیں کہ شوہر کو شبِ زفاف تنہا مکان میں اپنے پاس آنے دینا اور اس خلوت پر سوا شرم کے کوئی اثر مترتب نہ ہونا یقینًا ہوتا ہے نکاح نافذ ہوجانے کے لیے اسی قدر بس ہے اور یہ امر قطعًا پیش از جماع واقع ہوتا ہے تو جماع بعد نفاذ ولزوم نکاح واقع ہوا اور اولاد اولاد حلال ہوئی بلکہ[۲۳] اگر مقاصد شرع مطہر اور اپنے بلاد کے حالات کو پیش نظر رکھکر نگاہ دقیق فقہی سے کام لیجیے تو شب اول شوہر کو اپنے ساتھ جماع پر قدرت دینا بھی حقیقۃً رضا ہے اگرچہ بظاہر ہزار اظہار تنفر کے ساتھ ہو کہ یہ کراہتیں جیسی ہوتی ہیں سب کو معلوم ہے حقیقت حال یوں منکشف ہو کہ اس مرد کی جگہ کسی اجنبی کو فرض کیجیے جس سے اس کا نکاح نہ کیا گیا ہو کیا اُس وقت بھی یہ ایسی ہی ظاہری کراہتوں پر قناعت کرکے بالآخر جماع پر قدرت دیدیگی

حاشا وکلا تو صاف ثابت کہ یہ سب امور حقیقۃً قبول نکاح سے ناشی ہوتے ہیں بلکہ[۲۴] اس سے پہلے رخصت ہوکر جانا بھی اگرچہ بوجہ مفارقت اعزہ وخانۂ مالوفہ نہایت گریہ وبکا کے ساتھ ہو انصافاً دلیل رضا ہے کہ اگر اُسے اپنا شوہر ہونا پسند نہ کرتی اجنبی جانتی ہرگز زفاف کے لیے رخصت ہوکر اُس کے یہاں نہ جاتی بلکہ[۲۵] اس سے بھی پہلے آرسی مصحف یعنی جلوہ کی رسم جہاں ہے بشرطیکہ عورت پہلے سے اُس کے سامنے نہ آتی ہو وہ بھی دلیل قبول ہے کہ اگر غیر مرد سمجھتی زنہار موبھ دکھانے پر راضی نہ ہوتی اسی[۲۶] طرح مٹھی کھلوانے وغیرہ کی رسمیں بھی کہ جلوہ سے بھی پیشتر ہوتی ہیں دلالت وعلامت قرار پا سکتی ہیں اور ان[ف۱] تمام باتوں میں بکر وثیب یکساں ہیں کہ اُن میں صرف مسئلہ سکوت میں فرق ہے باقی دلالتیں دونوں میں برابر ہیں تبیین الحقائق میں ہے لا فرق بینہما فی اشتراط الاستئذان والرضا ورضاھما قد یکون صریحا وقد یکون دلالۃ غیران سکوت البکر رضا دلالۃ لحیائھا دون الثیب غرض جب شرع سے قاعدۂ کلیہ معلوم ہولیا کہ جس فعل سے اس نکاح پر عورت کی رضا ثابت ہو اذن واجازت ہے اور بنظر تحقیق وانصاف جب اُس شخص اور مرد اجنبی کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو یہ امور دلیل رضا وقبول نکلتے ہیں تو نفاذ نکاح کا انکار نہ کریگا مگر جاہل بلکہ[۲۷] جب یہ طریقۂ نکاح ہمارے بلاد میں عام طور پر رائج اور معلوم ہے کہ وکیل خود نہ پڑھائیگا دوسرے سے پڑھوائیگا تو کہہ سکتے ہیں کہ ضمن اذن میں دوسرے کو اذن دینے کا بھی عرفاً اذن مل گیا فان المعروف کالمشروط کما ھو من القواعد المقررۃ الفقھیۃ اور وکیل کو جب اذن توکیل ہو تو بیشک اُسے اختیار ہے کہ خود پڑھائے یا دوسرے کو اجازت دے فی الاشباہ لا یوکل الوکیل الا باذن او تعمیم الخ اس تقدیر پر یہ نکاح سرے سے نافذ ولازم واقع ہوا جس کی تنفیذ میں ان تدقیقات کی اصلا حاجت نہ رہی مگر یہ جب ہی کہہ سکیں گے کہ اس طریقۂ نکاح کی شہرت ایسی عام ہو کہ کواری لڑکیاں بھی اُس سے واقف ہوں اور جانتی ہوں کہ وکیل خود نہ پڑھائیگا دوسرے سے پڑھوائے گا والا لم یکن معروفا عندھن فلا یجعل کالمشروط فی حقھن تامل وراجع مسئلۃ سعر الخبز وغیرہ فی البلد یہ سب[ف۲] اُس تقدیر پر ہے کہ وکیل اصلی نے بعد نکاح کوئی کلمہ ایسا نہ کہا جو اس نکاح کی اجازت ٹھہرے ورنہ خود اسی کے جائز کرنے سے جائز ہو جائیگا اگرچہ اسے اذن توکیل اصلا نہو فی الاشباہ الوکیل اذا وکل بغیر اذن وتعمیم واجاز ما فعلہ وکیلہ نفذ الا الطلاق والعتاق حموی میں ہے وکذا لو عقد اجنبی فاجازہ الاول غرض ہر طرح پیش از اجماع ان نکاحوں کے نافذ ولازم ہونے میں شبہہ نہیں تو اولاد قطعاً اولاد حلال اور بالفرض[۲۸] ان باتوں سے قطع نظر کیجیے اور بتقدیر باطل مان ہی لیجیے کہ اصلا ان امور سے

کچھ واقع نہیں ہوتا تاہم جب ان بلاد میں عام مسلمین کو اس میں ابتلا ہے تو راہ یہی تھی کہ اُس روایت پر عمل کریں جسے امام عصام نے اپنے متن میں اختیار فرمایا اور امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اپنے فتاوے اور زاہدی نے قنیہ میں اُس پر جزم کیا اور علامہ سید احمد طحطاوی نے اُس کی تائید کی یعنی وکیل بالنکاح جب دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے اور وہ اس کے سامنے پڑھادے تو نکاح جائز و نافذ ہوجائیگا اگرچہ وکیل کو اذن توکیل نہ ہو اما روایۃ عصام فقد سمعت واما الامام فقیہ النفس فقال فی وکالۃ الخانیۃ الوکیل بالتزویج لیس لہ ان یوکل غیرہ فان فعل فزوج الثانی بحضرۃ الاول جاز اھ واما القنیۃ ففی الدر لو استأذنہا فسکتت فوکل من یزوجہا ممن سماہ جاز ان عرفت الزوج والمہر کما فی القنیۃ واستشکلہ فی البحر بانہ لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز او انہا مستثناۃ اھ قال ط قولہ فمقتضاہ عدم الجواز قد یقال[ف۱] ان الوکیل فی النکاح وان یعد سفیر ومعبر والحقوق ترجع الی الموکل فاذا لاضیر فی تعددہ لاسیما والزوج والمہر معلومان ویؤید ذلک ماذکرہ المص والشارح فی الوکالۃ حیث قالا الوکیل لایوکل الا باذن آمرہ الا اذا وکلہ فی دفع زکاۃ[ف۲] فوکل آخر والوکیل بقبض الدین اذا وکل من فی عیالہ والا عند تقدیر الثمن من الموکل للوکیل فیجوز التوکیل بلا اجازۃ لحصول المقصود اھ ففی مسئلتنا ھذہ تظہر ھذہ العلۃ وھی کالمسئلۃ الاخیرۃ بجامع التعیین فی کل فتکون مستثناۃ فتعیین الجواب الثانی فی الشارح فتأمل اھ ما فی ط اور اگر بحالت استیذان غیر اقرب سکوت ہوا تو روایت امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی موجود کہ مطلقاً سکوت کافی ہے فی ردالمحتار تحت قولہ استأذنہا غیر الاقرب فلا عبرۃ بسکوتہا الخ وعن الکرخی یکفی سکوتہا فتح اھ مقاصد شرع سے ماہر خوب جانتا ہے کہ شریعت[ف۳] مطہرہ رفق وتیسیر پسند فرماتی ہے نہ معاذ اللہ تضییق وتشدید ولہذا جہاں ایسی دقتیں واقع ہوئیں علمائے کرام اُنھیں روایات کی طرف جھکے ہیں جن کی بنا پر مسلمان تنگی سے بچیں ردالمحتار کی کتاب الحدود میں ہے ھو خلاف الواقع بین الناس وفیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تأثیم الامۃ اُسی کی کتاب الحظر میں ہے ھو ارفق باھل ھذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان اُسی کی کتاب البیوع میں ہے لایخفی تحقق الضرورۃ فی زماننا لاسیما فی مثل دمشق الشام فانہ لغلبۃ الجہل علی الناس لایمکن الزامہم بالتخلص باحد الطرق المذکورۃ وان امکن ذلک بالنسبۃ الی بعض افراد الناس لایمکن بالنسبۃ الی عامتہم وفی نزعہم عن عاداتہم حرج وما ضاق الامر الا اتسع ولایخفی ان ھذا مسوغ للعدول عن ظاہر الروایۃ کما یعلم من رسالتنا المسماۃ نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف فراجعہا اھ ملخصاً پس روشن ہوگیا کہ اگر روایات

عصام وکرخی ہی پر مسلمانوں کا ان سخت آفتوں سے بچا نا منحصر ہوتا تو اُنھیں پر بنائے کار چاہیے تھی نہ کہ مذاہب صحیحہ مشہورہ معتمدہ پر بالیقین یہ نکاح جائز ونافذ ہوں پھر ہذروزبان یہاں کے عام مسلمان مردوں مسلمان عورتوں خدا کے پاکیزہ بندوں ستھری بندیوں کو معاذ اللہ زانی وزانیہ واولاد الزنا قرار دیا جائے ایسی ناپاک جرأت نہ کرے گا مگر سخت ناخدا ترس یعظکم اللہ ان تعود والمثلہ ابدا ان کنتم مومنین اللہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو اور اُس کے باقی ہذیانات کہ ولد حلال وحرام کی تمیز چنیں وچناں ہے کلمات جنون سے بہت مشابہ جو بشدت اہمال قابل جواب نہیں البتہ[ف۱] اس قدر ضرور ہے کہ اس طریقۂ نکاح میں ایک بے احتیاطی ہے جس کے باعث بعض دقتوں میں پڑنے کا احتمال تو اہل اسلام کو ہدایت چاہیے کہ اس سے باز آئیں تین باتوں سے ایک اختیار کریں۔ اولاً سب سے بہتر یہ کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے عورت سے خاص اُسی کے نام اذن طلب کریں اور یہ ہمیشہ ہر طریقہ میں ملحوظ خاطر رہے کہ اذن لینے والا یا تو ولی اقرب یا اُس کا وکیل یا رسول ہو یا عورت سے صراحۃً ہوں کہلوالیں مجرد سکوت پر قناعت نہ کریں اور بعض احمق جاہلوں میں جو یہ دستور سُنا گیا ہے کہ دلھن کے سر سے بلا ٹالنے کو پاس بیٹھنے والیوں میں سے کوئی ہُوں کہدیتی ہے اس کا انسداد کریں ثانیاً وکالت دوسرے ہی کے نام کرنا چاہیں تو یوں سہی کہ جس طرح دُلھن سے اس کی وکالت کا اذن مانگیں یوہیں اسے اختیار توکیل دینا بھی طلب کریں یعنی کہیں تو نے فلاں بن فلاں بن فلاں کو فلاں بن فلاں بن فلاں کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کا وکیل کیا اور اُسے اختیار دیا کہ چاہے خود پڑھائے یا دوسرے کو اپنا نائب بنائے دُلھن کہے ہُوں ثالثاً اگر یہ بھی نہ ہوا اور دوسرے ہی شخص نے وکیل کے سامنے نکاح پڑھا یا تو جب وہ پڑھا چکے وکیل فوراً اپنی زبان سے اتنا کہدے کہ مَیں نے اس نکاح کو جائز کیا اور اس کہنے میں تاخیر نہ کرے کہ مبادا اس کے جائز کرنے سے پہلے دُلھن کو خبر نکاح پہنچے اور اُس کی ہم عمریں حسب عادت زمانہ اُسے کچھ چھیڑیں اور وہ اپنی جہالت سے کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جس سے یہ نکاح کہ اب تک نکاح فضولی تھا رد ہوجائے پھر وکیل تو وکیل خود دُلھن کے جائز کیے بھی جائز نہ ہوگا فان الاجازۃ لا تلحق المفسوخ بخلاف ان تینوں شکلوں کے کہ بالکل اندیشہ ودغدغہ سے پاک ہیں رہا زید کا کنگنے وغیرہ کو ذکر کرنا وہ محض فضول کہ آخر یہ رسمیں کفر تو نہیں جن کے باعث نکاح نہ ہو۔ ہاں[ف۲] معاذ اللہ اگر مرد یا عورت نے پیش از نکاح کفر صریح کا ارتکاب کیا تھا اور بے توبہ واسلام اُن کا نکاح کیا گیا تو قطعاً نکاح باطل اور اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا اسی طرح اگر بعد نکاح اُن میں کوئی معاذ اللہ مرتد ہوگیا اور اُس کے بعد کے جماع سے اولاد ہوئی تو وہ بھی حرامی ہوگی اس کے سوا وہ کلمات جن پر فتاوے وغیرہا میں خلاف تحقیق حکم کفر

لکھدیتے ہیں اور وہ کلمات جن میں کوئی ضعیف مرجوح روایت بھی اگرچہ اور کسی امام کے مذہب میں عدم کفر کی نکل آئے اُن کے ارتکاب سے گو تجدید اسلام و نکاح کا حکم دیں مگر اولاد اولاد زنا نہیں فی الدرالمختار وغیرہ مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالتوبۃ والاستغفار وتجدید النکاح اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

فصل دوم

مسئلہ از رامپور افغانان فرنگن محل بذریعہ ملا ظریف مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب چاٹگامی ۲۵-جمادی الاولی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ اس ملک بنگالہ میں زمانہ قدیم سے درمیان عوام بلکہ اکثر خواص کے بھی یہی دستور ہے کہ بعد خواستگاری اور قول اقرار مربیان طرفین اور قبل ایجاب وقبول عاقدین کے مخطوبہ کو بعد ضیافت براتیان کے مکان میں لاکر اس طور پر نکاح کراتے ہیں کہ چند مربیان عاقدین بالغین و چند بزرگان مجلس کی اجازت سے ایک شخص کو اُس مجلس والے وکیل مخطوبہ قرار دیکر اور دو گواہ یا تین چار گواہ کو اس وکیل کے ساتھ کرکے دولھا کی مجلس سے مخطوبہ کے پاس جو قریب پردہ کے اندر بیٹھی ہوئی ہے روانہ کرتے ہیں اب یہ وکیل مخطوبہ کے قریب گواہوں کے ساتھ جاکر مخطوبہ سے تین بار اس طرح سے قبول کراتا ہے کہ اے فاطمہ زید کی بیٹی تو نے بکر کو جو خالد کا پسر ہے اس قدر مہر پر جو اس کے اوپر واجب الادا ہوگا اپنی زوجیت میں قبول کیا تو فاطمہ بآواز بلند کہتی ہے کہ میں نے قبول کیا یا فقط قبول کیا کہدیا اور اس قبول مخطوبہ کو گواہان نے بھی سُن لیا اب پھر وہ وکیل خاطب کی مجلس میں اپنے گواہان کے ساتھ حاضر ہوتا ہے تو جو قاضی عقد کرانے کو دولھا کے پاس بیٹھا ہے وہ اُس وکیل سے سوال کرتا ہے کہ تو کون ہے تو وہ وکیل جواب دیتا ہے کہ میں فاطمہ مخطوبہ کا وکیل ہوں تو قاضی دریافت

کرتا ہے کہ توکیا جانتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ فاطمہ دختر زید نے بکر پسر خالد کو اپنی زوجیت میں قبول کیا ہے اور میں نے قبول کرایا ہے پھر قاضی سوال کرتا ہے کہ تمھارا کوئی گواہ بھی ہے تو وہ وکیل اپنے گواہوں کی طرف اشارہ کرکے بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ گواہ موجود ہیں تو قاضی پھر اُن گواہوں کی طرف متوجہ ہوکر ہر ایک گواہ سے الگ الگ سوال کرتا ہے اور گواہ لوگ اپنی سماعت بیان کرتے ہیں یعنی فاطمہ نے بکر کو قبول کیا اب جب قاضی کو سماعت شہادت سے فراغت ہوئی تو بہ تعلیم قاضی یا خود وکیل مذکور بکر کو قبول کراتا ہے کہ تو نے فاطمہ دختر زید کو اسقدر (سو روپے یا ہزار مثلاً) مہر اپنے ذمہ لیکر قبول کیا یا قبلت تو بکر اقرار کرتا ہے کہ میں نے ہندہ کو قبول کیا یا فقط قبول کیا یا قبلت کہدیا پھر قاضی خطبہ وغیرہ پڑھکر مجلس عقد ختم کردیتا ہے تو اب صورت مذکورہ میں فاطمہ اور بکر کا نکاح منعقد ہوا یا نہیں بر تقدیر اول بعض علما کا یہ شبہہ ہے کہ یہ وکیل مذکور نہ تو خاطب کی طرف سے مقرر ہوا نہ مخطوبہ کی طرف سے اور حالانکہ یہ دونوں بالغ ہیں اور بالغ کا نکاح بلا اذن عاقدین کیونکر ہوسکتا ہے اور بر تقدیر ثانی ہزاروں آدمی حرامزادے قرار پاتے ہیں اور یہ ایجاب وقبول مذکور کیا قرار پائیں گے کیا نکاح مذکور بالکل معدوم قرار دیا جائے گا کیا نکاح فضولی سے بھی خارج ہوگیا بینوا توجروا

الجواب

اس مسئلہ میں ابانت جواب اور بتوفیقہ تعالٰی اصابت صواب محتاج نظر غائر وفکر دقیق [۲۹] فاقول وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ سفیر مذکور جسے وہ عوام وکیل مخطوبہ ٹھہراتے ہیں اُس کا مخطوبہ وخاطب دونوں سے خطاب مذکور بصورت استفہام ہے اگرچہ حرف استفہام مقدر ہے اور استفہام وعقد اقسام انشا سے دو قسم متباین ہیں توجہاں حقیقت استفہام مقصود ومفہوم ہو وہ کلام ایجاب یا قبول نہیں قرار پاسکتا ہاں اگر صورۃً استفہام اور معنی تحقیق عقد مستفاد ہو تو ایجاب یا توکیل متصور ہوگا مگر اس کے لیے قیام قرینہ درکار ہوگا کما ھو شان کل مجاز ولہذا علما [ف۱] فرماتے ہیں اگر زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اُس نے کہا دی یا ہاں نکاح نہ ہوگا جب تک زید اُس کے جواب میں میں نے قبول کی نہ کہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے لوقال رجل لاخر زوجتنی ابنتک فقال الاخر زوجت اوقال نعم مجیبا لہ لم یکن نکاحا مالم یقل الموجب بعدہ قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد بخلاف زوجنی لانہ توکیل خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے [ف۲] رجل قال لاخر دختر خویشتن فلانہ مرا دہ بزنی فقال دادم وھی صغیرۃ ینعقد النکاح وان لم یقل الزوج قبلت ولو قال دادی لایجوز اذا قال دادم مالم یقل الزوج پذیرفتم الخ فتاوٰی امام قاضی خاں وہندیہ میں امام ابوبکر محمد بن الفضل سے ہے اذا قال لاب البنت

زوجتنی ابنتک فقال زوجت او قال نعم لایکون نکاحا الا ان یقول الرجل بعد ذلک قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد بخلاف قولہ زوجنی لانہ توکیل اھ باختصار بزازیہ میں ہے رجل قال لغیرہ بالفارسیۃ دختر خویش را مرا دادی فقال دادم لایکون نکاحا اسی طرح کتب کثیرہ میں ہے یہ اصل استفہام کا حکم ہے فالاطلاق انما ھو بالنظر الی الحقیقۃ اما لو اطلقت فھی مقیدۃ حقیقۃ بما اذا لم یرد بہ التحقیق یہی علما تصریح فرماتے ہیں کہ بہنگام ارادۂ تحقیق عقد تام ہے فتاوٰے ظہیریہ وخزانۃ المفتیین میں ہے لو قال بالفارسیۃ دختر خویش مرا دادی فقال دادم لاینعقد النکاح لان ھذا استخبار واستیعاد فلا یصیر وکیلا الا اذا اراد بہ التحقیق دون الاستیام وجیز امام کردری میں ہے قال لہ دختر خود فلانہ را بمن دہ فقال دادم وھی صغیرۃ انعقد وان لم یقل قبلت لانہ توکیل ولو قال بمن دادی لا الا اذا قال دادم وقال الزوج پذیرفتم الا اذا ارادید ادی التحقیق محیط وہندیہ میں ہے لاینعقد النکاح ما لم یقل الخاطب پذیرفتم الا اذا اراد بقولہ دادی التحقیق دون السوم الخ ذخیرۃ العقبٰے میں ہے قولہ دادی استخبار فلا یثبت التوکیل بہ نعم اذا ارید بقولہ دادی التحقیق دون السوم ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب پذیرفتم الخ یہی محل ہے اس فرع ذخیرہ وہندیہ کا قیل لامرأۃ خویشتن را زن من کردی فقالت کردم ینعقد النکاح وکذا لو قال خویشتن را زن من گردانیدی فقالت گردانیدم اور اس فرع محیط وہندیہ کا سئل نجم الدین عمن قال لامرأۃ خویشتن را بہزار درم کابین بمن بزنی دادی فقالت بالسمع والطاعۃ قال ینعقد النکاح ولو قالت سپاس دارم لاینعقد لان الاول اجابۃ والثانی وعد لاجرم قول فیصل یہ قرار پایا کہ مدار کار مفہوم ومستفاد بنظر احوال و قرائن استعمال پر ہے زید نے کہا تو نے اپنی بیٹی مجھے دی عمرو نے کہا دی اگر مجلس منگنی کی تھی منگنی ہوئی اور نکاح کی تھی تو نکاح ہو گیا درمختار میں ہے وکذا (ای فی کونہ ایجابا قولہ) انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح او ھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی پھر شرح قدوری للزاہدی پھر القرویہ وواقعات المفتیین میں ہے قال لہ ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد للنکاح فنکاح فتح القدیر وردالمحتار میں ہے لما علمنا ان الملاحظۃ من جھۃ الشرع فی ثبوت الانعقاد ولزوم حکمہ جانب الرضی عدینا حکمہ الی کل لفظ یفید ذلک بلا احتمال مساو للطرف الاخر فقلنا لو قال بالمضارع ذی الھمزۃ اتزوجک فقالت زوجت نفسی انعقد وفی المبدوء بالتاء تزوجنی بنتک فقال فعلت عند عدم قصد الاستیعاد لانہ یتحقق فیہ ھذا الاحتمال بخلاف الاول لانہ لا یستخبر نفسہ عن الوعد واذا کان کذلک والنکاح مما لا یجری فیہ المساومۃ کان للتحقیق فی الحال

فانعقد بہ لا باعتبار وضعہ للانشاء بل باعتبار استعمالہ فی غرض تحقیقہ و استفادۃ الرضی منہ حتی قلنا
لو صرح بالاستفہام اعتبر فہم الحال قال فی شرح الطحاوی لو قال ہل اعطیتنیہا فقال اعطیت ان کان
المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح اھ اس تحقیق انیق سے عبارات ملتئم ہو گئیں اور حکم منتظم و تمام الکلام
علی مسألۃ الاستفہام فیما علقناہ علی ردالمحتار جب یہ اصل منقح ہولی اب صورت مستفسرہ کی طرف چلیے شخص
مذکور کہ مجلس خاطب سے اُٹھکر مخطوبہ کے پاس جاتا ہے جبکہ اس سے پہلے نہ خاطب سے اذن لیا نہ مخطوبہ سے اور وہ
دونوں بالغ ہیں کہ ان کے معاملہ میں غیر کا اذن کوئی چیز نہیں تو اُسے وکالت سے کیا علاقہ یقیناً فضولی محض ہوتا ہے
مگر ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک عقد فضولی (ف۱) محض فضول و نامقبول نہیں بلکہ منعقد ہو جاتا ہے اور اجازت
صاحب اجازت پر موقوف رہتا ہے کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ پس اگر اُس کلام سے کہ یہ فضولی مخطوبہ سے کہتا ہے
تحقیق عقد مراد و مفہوم ہوئی تو اُسی وقت انعقاد نکاح میں شبہہ نہ تھا اس کا کلام ایجاب ہوا اور مخطوبہ کا جواب قبول عقد
موقوفاً منعقد ہو گیا اُس کے بعد جب فضولی مذکور خواہ دوسرے شخص نے خاطب کو اس کی خبر دی اور اُس نے اظہار قبول
کیا یہ صراحۃً اُس عقد موقوف کی تنفیذ ہوئی اور نکاح تام و نافذ و لازم ہو گیا قبول کیا میں نے اور قبول کیا دونوں یکساں
ہیں کہ جب تو نے قبول کیا کے جواب میں قبول کیا کہا تو اُس کے صاف یہی معنے ہوئے کہ میں نے قبول کیا لان
السؤال معاد فی الجواب ذخیرہ و ہندیہ میں ہے قیل (ف۲) لامرأۃ خویشتن را بفلاں بزنی دادی فقالت دادو قیل للزوج
پذیرفتی فقال پذیرفت ینعقد النکاح وان لم تقل المرأۃ دادم والزوج پذیرفتم اصلاح و ایضاح میں ہے قولھا داد و پذیرفت
بعد دادی و پذیرفتی ایجاب وقبول لمکان العرف فان جواب مثل ھذا الکلام قد یذکر بالمیم وبدونہ کفروختی وخریدی فی البیع
اقول جب فارسی میں داد و دادم و پذیرفت و پذیرفتم کا ایک حکم ہے تو اُردو میں بدرجہ اولٰی فان صیغۃ الماضی
بالفارسیۃ للغائب غیرھا للمتکلم بخلاف لساننا فانما ھی صیغۃ واحدۃ للغائب والحاضر والمتکلم جمیعا وانما یفرق قدیما
او ذکرا لظاہر الا تری ان الفرس تقول او کرد و تو کردی و من کردم و نحن نقول فی الکل اُس نے کیا تو نے کیا میں نے کیا
وکذلک فی الفعل اللازم وہ آیا تو آیا میں آیا انما یفرق فیہ بین الواحد والجمع والمذکر والمؤنث فصیغۃ فی اللازم ایضاً آیا
آئی للواحد المذکر والمؤنث و آئے آئیں للجمعین کذلک وفی المتعدی صیغۃ واحدۃ للکل وھو کیا مثلاً سواء اسند الی اس نے
انھوں او تو او تم او ہم للذکر او الذکور او للانثی او للاناث او لہم ذکرانا واناثا کلا فرق بین الغائب والحاضر والمتکلم
فی شیئ منہما اصلا وبہ تبین (ف۳) بطلان زعم من یزعم ان قول الخاطب قبول کی بدون میں نے لا ینعقد بہ النکاح لعدم
تعین القابل مگر تقدیر مذکور سؤال سے ظاہر یہ ہے کہ فضولی کا مخطوبہ سے وہ کلام بقصد انشائے عقد نہیں ہوتا نہ وہ مجلس

مجلس عقد سمجھی جاتی ہے بلکہ اُسے اپنے زعم میں ہندہ سے طلب اذن کی مجلس سمجھتے اور اس گفتگو کو استیذان جانتے اور مجلس عقد مجلس خاطب کو قرار دیتے ہیں جب یہ وہاں سے واپس آکر خاطب سے خطاب کرتا ہے ولہذا پلٹ کر قاضی کے پاس جاتا ہے جو عقد کرانے کو دولھا کے پاس بیٹھا ہے اور اُس کے سوال پر اپنے آپ کو وکیل مخطوبہ ظاہر کرتا ہے اور اُس کے قبول یعنی رضا سے خبر دیتا ہے ان قرائن واضحہ سے مجلس مخطوبہ کا مجلس عقد ہونا ظاہر اور لا اقل اتنا تو بدیہی کہ ارادہ عقد ظاہر نہیں معنی مجاز مراد نہوسکنے کو اسی قدر بس ہے [ف1] فان المجاز مفتقر الی قرینۃ تظہر ارادتہ فحیث لاقرینۃ ترجح جانبہ لاتصح ارادتہ کما علمت من قول المحقق علی الاطلاق بلا احتمال مساو للطرف الاٰخر واذا کان الامر علی ما وصفنا لم یصح جعل الاستفہام تحقیقا لما دریت اب قبول مخطوبہ کو ایک رکن عقد یعنی ایجاب قرار دیجیے تو باطل محض ہے کہ اس ایجاب کا قبول جاکر دوسری مجلس یعنی مجلس خاطب میں ہوگا اور کوئی ایجاب مجلس سے باہر قبول پر موقوف نہیں رہ سکتا کما نصوا علیہ فی عامۃ الکتب وفی النہر والدر [ف2] من شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس وفی التنویر وشرحہ لایتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرہما بل یبطل الایجاب ولا تلحقہ الاجازۃ اتفاقا اور اگر توکیل ٹھہرایئے تو اس کی طرف بھی راہ نہیں [ف3] توکیل دوسرے کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنا نائب بنانا ہے انابت کا اصلا کوئی ذکر نہ کلام شخص مذکور میں تھا نہ کلام مخطوبہ میں تو اُس کا حاصل صرف اسقدر ہوا کہ مخطوبہ نے اس کے سامنے زید کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کی رضا ظاہر کی یہ توکیل نہ ہوئی تنویر الابصار میں ہے [ف4] ہواقامۃ الغیر مقام نفسہ فی تصرف جائز معلوم علما فرماتے ہیں زید نے عمرو سے کہا کاش تو میرا نکاح فلاں عورت سے کردیتا اس نے کردیا یہ نکاح نکاح فضولی ہوا حالانکہ یہاں صراحۃً عمرو سے استعانت بھی تو مجرد اس قدر کہ اس نے کہا تو فلاں سے نکاح پر راضی ہے اُس نے کہا ہوں کیونکر توکیل ہوسکتی ہے فتاوٰی خیریہ میں ہے [ف5] سئل فی رجل قال کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق ثم قال بمجلس لرجل لیتک تزوجنی فلانۃ فہل اذا زوجہ یحنث ام لا اجاب لایحنث لانہ لم یتزوج بل زوج والمزوج فضولی بلا شک والحال ہذہ الخ بالجملہ اس وقت تک کی یہ کارروائی ہی لغو و فضول ہے۔ اب رہا وہاں سے واپسی کے بعد شخص مذکور کا خاطب سے خطاب یہاں ضرور تحقیق عقد ہی مقصود ہے کہ اُن کے زعم میں مجلس مخطوبہ مجلس توکیل تھی اب کہ یہ اپنے نزدیک وکیل بن کر آیا اس مجلس عقد میں عقد کرتا ہے تو یہ استفہام حقیقۃً ایجاب ہوا اور زوج کا کہنا قبول کیا قبول؟ [1] **قول** وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ استفہام [ف6] ہنگام ارادہ تحقیق بمعنی امر ہوتا ہے قال اللہ تعالٰی فہل انتم منتہون ای انتہوا وقال تعالٰی اتصبرون وکان ربک بصیرا ای اصبروا وقال صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم ھل انتم تارکوا لی صاحبی ای اتزکوا تو تو نے قبول کیا بمعنی قبول کرہے امر میں اگرچہ ہمارے
علما مختلف ہوئے کہ وہ توکیل ہے یا ایجاب فی الدر المختار زوجنی [ف] وزوجینی نفسك او کونی امرأتی لیس بایجاب
بل توکیل ضمنی وقیل ایجاب ورجحہ فی البحر اھ مختصرا وفی ردالمحتار مشی علی الاول فی الھدایۃ والمجمع ونسبہ
فی الفتح الی المحققین وعلی الثانی ظاھر الکنز واعترضہ فی الدرر بانہ مخالف لکلامھم واجاب فی البحر
والنھر بانہ صرح بہ فی الخلاصۃ والخانیۃ قال فی الخانیۃ ولفظۃ الامر فی النکاح ایجاب وکذا فی الخلع
والطلاق والکفالۃ والھبۃ اھ قال فی الفتح وھو احسن الخ اور قول توکیل پر یہاں انعقاد نکاح میں دقت
ہوتی کہ یہ شخص خاطب کو وکیل کرنے والا کون نکاح کا وکیل بالنکاح تو دوسرے کو وکیل کرسکتا ہی نہیں فضولی کیا چیز ہے
[ف۲] فی الخلاصۃ لو قال الوکیل بالنکاح ھب ابنتك لفلان فقال الاب وھبت لاینعقد النکاح مالم یقل
[۳۲] الوکیل بعدہ قبلت لان الوکیل لایملك التوکیل اھ وانکان [ف۳] یترا ای لی ان لقائل ان یقول لعل لاینعقد
فیہ بمعنی لاینفذ فانہ ان لم یملکہ کان توکیل فضولی فکان ماذا الا تری ان الفضولی لایملك التزویج ولو زوج
لحصل الزواج ولو موقوفا فکذا ینبغی ان تحصل بتوکیلہ الوکالۃ وان توقف نفاذہ علی تنفیذ من لہ التنفیذ
قال فی البحر من البیوع الظاھر من فروعھم ان [ف۴] کل ماصح التوکیل بہ اذا باشرہ الفضولی یتوقف
الا الشراء بشرطہ اھ ومعلوم ان التوکیل مما یصح بہ التوکیل فالظاھر الانعقاد موقوفا [ف۵] [۳۳] وان ارید
عدمہ اصلا ما لم یقل الوکیل قبلت فالتعلیل الصحیح الواضح ما افاد العلامۃ الفھامۃ علی المقدسی
ان قول الوکیل ھب لفلان ظاھر فی الطلب وانہ مستقبل لم یرد بہ الحال والتحقق فلم یتم
بہ العقد بخلاف زوجنی بنتك ھکذا بعد الخطبۃ ونحوھا فانہ ظاھر فی التحقق والاثبات الذی
ھو معنی الایجاب اھ ویعینہ اعانۃ بل یعینہ عینا ما فی البحر عن الظھیریۃ لو قال ھب ابنتك [بنی] لا
فقال وھبت لم یصح مالم یقل ابو الصبی قبلت اھ فلا مساغ [ف۶] ھھنا لزعم ان الاب لایملك التوکیل
مگر نظر فقہی حاکم ہے کہ یہ امر بالاتفاق مفید ایجاب اور ان وقتوں سے برکراں ہو فانہ امر بالقبول والقبول
یطلق ویراد بہ الرضا وھو المحمل فی قول الفضولی المذکور للمخطوبۃ لعدم ارادتھم اذ ذاك الا استیناف
رضاھا من دون تتمیم العقد کما قدمنا ویراد بہ احد رکنی العقد وھو المراد ھھنا حیث المراد تحقیق
العقد وھذا القبول وجود لہ الا تلو الایجاب فی ردالمحتار اشار الی ان [ف۷] المقدم من کلام العاقدین ایجاب
سواء کان المتقدم کلام الزوج او کلام الزوجۃ والمتأخر قبول ح عن المنح فلا یتصور تقدیم القبول الخ

فالامر بالقبول یتضمن الایجاب علی جہۃ الاقتضاء کقولہ اعتق عبدک عنی بالف یتضمن البیع کذلک وکما ان العبد (ف۱)
لو تزوج بلا اذن مولاہ فقول المولی لہ طلقہا رجعیۃ اجازۃ للنکاح الموقوف کما فی الدر المختار لان الطلاق الرجعی لا
یکون الا بعد النکاح الصحیح فکان الامر بہ اجازۃ اقتضاء کما فی رد المحتار ھذا ما ظھر لی و ھو ظاھر جلی وان ابیت
فالقول بالایجاب مرجح مصحح بقول الفتح ھو احسن کما علمت بہرکیف یہاں آکر اس نکاح کے منعقد ہو جانے میں
شبہہ نہیں مگر ازانجا کہ شخص مذکور فضولی تھا اجازت مخطوبہ پر موقوف رہا اب اگر بعد وقوع نکاح اس کی خبر پاکر قبل
اس کے کہ مخطوبہ سے کوئی قول یا فعل دلیل رد و ابطال نکاح صادر ہو قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اجازت پائی گئی تو نکاح صحیح
وتام ونافذ ہوگیا اجازت قولی یہ کہ مثلاً مخطوبہ کہے میں راضی ہوئی مجھے منظور ہے یا اچھا کیا یا الحمد للہ اور فعلی یہ کہ مثلاً
بے جبر واکراہ شوہر کو خلوت میں اپنے پاس آنے دے یا اس سے مہر یا نفقہ طلب کرے یا اور کوئی فعل کہ دلیل
رضا ہو اور سکوتی (ف۲) یہ کہ خود ولی یا اس کا رسول یا ایک ثقہ پرہیزگار جس کی عدالت معلوم ومتحقق ہو یا دو مستور الحال
جن کا فسق معلوم نہ ہو مخطوبہ کو نکاح کی اطلاع دیں اور وہ شوہر کو پہچانتی ہو اور وہ اس کا کفو بھی (ف۳) ہو یعنی دین یا نسب
یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں ایسی کمی نہ رکھتا ہو کہ اس سے نکاح اولیائے مخطوبہ کے لیے عار ہو اس صورت میں مخطوبہ
خبر سن کر خاموش ہو رہے تو یہ سکوت بھی اجازت سمجھا جائیگا وقد فصلنا القول فی کل ذلک فی فتاوٰنا بالجملہ یہ صورت
رائجہ دقت سے خالی نہیں خصوصاً اگر بعد استماع خبر اظہار نفرت واقع ہو جیسا کہ بلاد ہندوستان میں اکثر دختران
دوشیزہ کا معمول ہے جب تو نکاح صاف رد ہو جائیگا کہ پھر مخطوبہ کے جائز کیے بھی جائز نہیں ہو سکتا لہذا اس طریقے
کی تبدیل ہی واجب ومناسب ہے یا تو شخص متوسط پہلے خاطب سے اذن ووکالت حاصل کرکے جائے اور
وہاں جو کلام مخطوبہ سے کہنا ہے اس سے تحقیق عقد مقصود رکھے کہ مخطوبہ سے اسی قدر گفتگو پر نکاح تام ونافذ ہو جائے
یا مخطوبہ سے یہ الفاظ نہ کہے بلکہ اپنے لیے اذن ووکالت لے کہ تو نے فلاں بن فلاں بن فلاں کے ساتھ اتنے مہر پر اپنا
نکاح کرنے کے لیے مجھے وکیل کیا مخطوبہ کہے ہاں پھر وہاں سے آکر خود یہی شخص خاطب سے کہے میں نے فلانہ بنت
فلاں بن فلاں کو اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دیا تو نے قبول کیا خاطب کہے ہاں یا یہی الفاظ رکھنا چاہیں تو اول ہی
مخطوبہ سے جو گفتگو کی جاتی ہے اسے مجلس توکیل وطلب رضا نہ سمجھیں بلکہ اسی کو مجلس عقد سمجھیں اور شخص مذکور وہ الفاظ
بقصد تحقیق عقد ہی مخطوبہ سے کہے کہ نکاح وہیں منعقد ہو جائے پھر خاطب کا قبول اس کی تنفیذ قرار پائے۔

یہ سب تفصیل کہ مذکور ہوئی اس صورت میں ہے کہ مخطوبہ جلسہ خاطب سے اتنی دور بیٹھی ہو کہ اس کا کلام یہاں
والے نہ سنیں یا وہ قبول کیا کہکر اٹھ جائے اس کے بعد خاطب سے گفتگو آئے یا جب مخطوبہ نے قبول کیا کہہ لیا اس کے

بعد خاطب اُٹھ کھڑا ہوا پھر اس سے کہا گیا کہ ان صورتوں میں مجلس متبدل ہوگی یا شہود اُن دونوں کا کلام معاً نہ سنیں گے اور اگر وہ اس قدر قریب بیٹھی ہے کہ اہل جلسہ خاطب نے اُس کا قبول کیا کہنا سُنا اور ابھی خاطب و مخطوبہ ویسے ہی بیٹھے ہیں کہ خاطب سے آکر بیان کیا گیا اور اس نے قبول کیا کہا کہ مجلس واحد میں دونوں کا کہنا حاضرین میں کم از کم دو مرد وں یا ایک مرد دو عورتوں نے معاً سنا اور سمجھا تو نکاح کی صحت و تمامی میں اصلاً کلام نہیں اب یہ بیچ کا شخص محض لغو و فضول ہوگا اور خاطب و مخطوبہ ہی کا کلام ایجاب و قبول ہوگا و ذلک ما نقل مناعن الاصلاح والایضاح والذخیرۃ والھندیۃ من قول قائل للمرأۃ وادی فقالت وادتم للزوج پزیرفتی فقال پزیرفت وفی الوقایۃ وشرحہا الصدر الشریعۃ اذا قیل لمرأۃ خویشتن را بزنی فلان وادی فقالت وادتم قیل للزوج پزیرفتی فقال پزیرفت بحذف المیم یصح النکاح کبیع وشراء ای اذا قیل للبائع فروختی فقال فروخت ثم قیل للمشتری خریدی فقال خرید یصح البیع اھ اور عورت کا پردے میں ہونا تغایر مجلس کا مقتضی نہیں نہ صحت نکاح میں مخل ہوسکے جبکہ مخطوبہ دو شاہدوں کو عیناً یا تسمیۃً معلوم ہو فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن فتاوی ابی اللیث رجل قال لقوم اشھدوا انی تزوجت ھذہ المرأۃ التی فی ھذا البیت فقالت المرأۃ قبلت فسمع الشھود مقالتہا ولم یروا شخصہا فان کانت فی البیت وحدھا جاز النکاح الخ قلت فافاد ان الحجاب لا یغیر المجلس وانما اشترط کونہا وحدھا لانہ لم یسمہا ولتعریف الغائبۃ عند الاحتمال انما یکون بالتسمیۃ وفی الھندیۃ ایضاً عن محیط السرخسی ان کانت حاضرۃ متنقبۃ ولا یعرفہا الشھود جاز النکاح وھو الصحیح اسی طرح قبول خاطب میں اتنا وقفہ کہ شخص مذکور وہاں سے اُٹھکر یہاں آیا اور قاضی سے وہ گفتگو ہوئی گواہیاں لی گئیں اس کے بعد خاطب سے کہا گیا تو اُس نے قبول کیا کچھ مضر نہیں جبکہ مجلس متبدل نہ ہو کہ قبول فوراً ہونا ضرور نہیں فی رد المحتار عن البحر اما الفور فلیس من شرطہ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵ مرسلہ حضرت نور العارفین دام ظلہم المبین از سیتاپور محلہ تان گنج ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

بخدمت عالمان تبحر الناس ہے مثلاً کوئی لڑکا کہ عمر اُس کی تیرہ چودہ برس کی ہے اور نابالغ ہے اپنے گھر کی عورت کو لیکر میلہ ہنود میں جاتا ہے اور عورتیں اُس کے گھر کی پرستش رسم ہنود کی کرتی ہیں ایسا لڑکا اگر کسی کا نکاح پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پوجتی ہیں یعنی حقیقۃً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہی (نہ صرف

وہ بعض رسوم جاہلیت یا افعال جہالت کہ حد فسق و گناہ سے متجاوز نہیں گو اہل تشدد انھیں بنام شرک و پرستش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرک حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کافر و مرتد ہے فان الرضا بالکفر کفر اس تقدیر پر اس سے نکاح پڑھوانا ہرگز نہ چاہیے کہ مرتد کے پاس تک بیٹھنا شرعاً معیوب ہے قال تعالٰی فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظلمین نہ کہ خاص دینی شرعی کام میں اس سے مدد لینا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لا نستعین بمشرك اخرجه احمد وابوداود وابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح مگر پڑھا دیگا تو نکاح صحیح ہوجائیگا کہ اگر وہ صرف الفاظ ایجاب و قبول کہلوانے والا ہے کہنے والے خود عاقدین یا ان کے اولیا یا وکلا جب تو پر ظاہر کہ اسے عقد سے کوئی علاقہ نہیں تو اس کے کفر و اسلام یا بلوغ یا عدم بلوغ سے عقد پر کیا اثر ہو سکتا ہے اور اگر وکیل بھی ہو کہ خود ہی ایجاب یا قبول کریگا تاہم صحت وکالت کے لیے اسلام خواہ بلوغ شرط نہیں عاقل ہونا درکار وہ حاصل ہے ہندیہ میں ہے تجوز وکالة المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لو کان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالته الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالته کذا فی البدائع اسی میں ہے لا تصح وکالة المجنون والصبی الذی لا یعقل واما البلوغ والحریة فلیسا بشرط لصحة الوکالة اسی طرح اگر بے توکیل کسی مرد یا عورت بالغ و بالغہ خواہ صبی و صبیہ کا نکاح اس نے پڑھا دیا اور اس نابالغ کا کوئی ولی شرعی موجود ہے اگرچہ حاکم شرع ماذون بالتزویج یا سلطان اسلام ہی سہی جب بھی صحیح و منعقد ہو گیا کہ اس تقدیر پر یہ فضولی تھا اور فضولی کا عقد ہمارے نزدیک باطل نہیں بلکہ اجازت پر موقوف رہتا ہے تو جس کا نکاح بے اجازت معتبرہ شرعیہ اس نے پڑھایا اگر وہ خود بالغ یا بالغہ ہے تو خود اس کے ورنہ اس کے ولی مذکور کی اجازت پر متوقف رہے گا اگر اس نے جائز رکھا جائز ہوجائیگا فان الاجازة اللاحقة کالوکالة السابقة وقد کان یصلح لھذہ فکذا التلث اور رد کردیا تو باطل کما ھو شان عقد الفضولی اور اگر ان عورات کے افعال حد کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ ان پر راضی نہیں جب تو یہ شخص مسلمان ہی ہے صور مذکورہ میں اس سے نکاح پڑھوانے میں اصلاً مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر کوئی مرتد یا صبی نابالغ اپنے بیٹے بیٹی بہن بھائی خواہ کسی اور نابالغ یا نابالغہ کا نکاح اگرچہ بزعم ولایت پڑھائے اور ان کا مسلمان باپ یا جوان مسلمان بھائی چچا خواہ کوئی اور ولی شرعی مرد یا عورت یہاں تک کہ وہاں سلطان اسلام یا اس کی طرف سے کوئی حاکم شرع ماذون بالانکاح بھی نہ ہو تو البتہ اس صورت میں یہ نکاح باطل محض ہوگا کہ مرتد یا نابالغ صالح ولایت نہیں تو عقد عقد فضولی ہوا اور ایسی حالت میں صدور پایا کہ شرعاً اس کا کوئی اجازت دینے والا نہیں

وکل عقد صدر من فضولی ولا مجیز فھو باطل کما فی الدر وغیرہ وفی الھندیۃ لاولایۃ لصغیر ولا لمجنون ولا لرقیق ولا لکافر علی مسلم ولا علی کافر ولا علی مرتد مثلہ کذا فی البدائع واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۹: ۲۲ رجب ۱۳۰۹ھ از کٹھور ضلع سورت مرسلہ مولوی محمد عبدالحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین زادہم اللہ تعالٰی شرفا وتعظیما اندریں مسئلہ کہ سبحان خاں نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ مسماۃ امینہ بی بی کا خطبہ یعنی منگنی نورالدین عاقل بالغ سے بے کسی شرط واقرار کے کردی جب نکاح کے چندروز رہے نورالدین سے کہا مخطوبہ کے نام ایک مکان خرید دو تو نکاح کردوں ورنہ تین برس نہ کرونگا اس نے کہا پہلے تم نکاح کردو تو برس چھ مہینے بعد ہاتھ پہنچنے سے میں مکان خریدد ونگا سبحان خاں راضی ہوگیا اور پانچ چھ دن بعد نکاح کرکے دوسرے دن وداع کردی دو تین مہینے تک زن وشوہم بستر رہے اب سبحان خاں نے امینہ کو اپنے یہاں روک رکھا اور کہتا ہے نکاح بوجہ شرط مکان فاسد ہوا حالانکہ عورت نے وقت توکیل بالنکاح یا اس سے پہلے سوا ایک سو ساٹھ ستائیس روپے مہر کے کوئی شرط مکان وغیرہ کی نہ کی نہ بعد وداع کوئی گفتگو زبان پر لائی اور مکان بھی مجہول ہے کہ پختہ وخام کی کوئی تصریح نہ ہوئی نورالدین کا اقرار بھی معلق تھا کہ پہلے نکاح کردو تو بعد کو خرید دونگا پس یہ نکاح بلاشرط ہوا یا معلق بالشرط الفاسد اور اقرار مذکور نورالدین معلق بالشرط اور اقرار معلق بالشرط باطل ہے یا نہیں وبہر تقدیر شرعاً اس نکاح میں کوئی خلل اور نورالدین سے مکان دلوانا واجب ہے یا نہیں بینوا بیانا شافیا موافقا للمذہب الحنفی من الکتب المعتبرۃ المتداولۃ بین العلماء العظام والفقہاء الکرام توجروا اجرکم اللہ تعالٰی اجرا وافیا۔

الجواب

نکاح مذکور صحیح ونہ اصلاً خلل اور گمان فساد محض باطل وبے زلل **اولاً** تقریر سوال سے واضح کہ مکان دینا کلام سبحان خاں میں شرط تعجیل نکاح تھا کہ بالآخر وہ بھی نہ رہی نہ شرط فی النکاح **ثانیاً** علی التسلیم زوج پر ایجاب مال للزوجہ مقتضیات عقد نکاح سے ہے نہ اُس کے خلاف ومثلہ لایفسد البیع فکیف بالنکاح اگر واقعی بطریق مہر وشرط بھی نہ صرف بروجہ وعدہ اس قرارداد کا ذکر خود اصل عقد میں آتا تاہم اصلاً خلل نہ لاتا نہ جہالت مکان سے کوئی نقصان آتا کہ وہ بحالت ایفا بالشرط خود معین ہوکر مجہول نہ رہتا اور بے ایفا الزام مہر مثل ہوتا کما حققہ المولی المحقق الشامی قدس سرہ السامی فی ردالمحتار قال فقد صرح فی النھر بانہ فی المبسوط بعد ان ذکر عبارۃ محمد لو تزوجھا علی الف وکرامتھا او یھدی لھا ھدیۃ فلھا مھر مثلھا لاینقص عن الالف

قال ھذہ المسألۃ علی وجھین ان اکرمھا واھدی لھا ھدیۃ فلھا المسمی والا فمھر المثل اھ وفی البدائع لوشرط مع المسمی شیئا مجھولا کأن تزوجھا علی الف درھم وان یھدی لھا ھدیۃ [ف۱] فاذ المریف بالھدیۃ یجب تمام مھر المثل اھ وجھالۃ الھدیۃ والاکرام تنتفع بعد وجودھا اھ ملخصا وتمامہ فیہ ثالثًا بفرض باطل اسے شرط فاسد بھی مانیے تاہم پُر ظاہر کہ وقتِ عقد اُس کا کوئی ذکر نہ ہوا وہ صرف ایک گفتگو پیش از عقد تھی جس کا طے ہونا باعث علی التزویج ہوا نہ کہ ماخوذ فی التزویج اور شرط [ف۲] مذکور قبل العقد مبادلات مالیہ میں بھی ملتحق بالعقد نہیں ہوتی۔ مالم یتفقا علی المواضعۃ علیہ حین العقد نہ کہ امثال نکاح میں جامع الفصولین میں ہے لوشرطا شرطًا فاسدا قبل العقد ثم عقد لم یبطل العقد دل لغًا التحاق بھی سہی یعنی مان لیجیے کہ وہ شرط فی النکاح ہی تھی اور فاسد بھی تھی اور نفس عقد میں ملحوظ وماخوذ بھی سہی تو نکاح [ف۳] اُن عقود میں نہیں کہ شروط فاسدہ سے فاسد ہوسکے بلکہ وہ شرط ہی خود فاسد ہوتی اور نکاح صحیح وبے خلل رہتا ہے اور جہالت کا علاج مہر مثل ہے خلاصہ میں ہے فی شرح الطحاوی العقود ثلثۃ عقد یتعلق بالجائز من الشرط بالجائز من الشرط وھو ذکر البدل والفاسد [ف۴] من الشرط یفسدہ کالبیع والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن مال وعقد لا یتعلق بالجائز من الشرط والفاسد من الشرط لا یبطلہ کالنکاح والخلع والصلح عن دم العمد والعتق عن مال فھذہ العقود تصح بغیر ذکر البدل وتجوز بالبدل المجھول الخ وفی زیادات القاضی الامام فخر الدین العقود التی یتعلق تمامھا بالقبول اقسام ثلثۃ قسم یبطلہ الشرط الفاسد وجھالۃ البدل وھو مبادلۃ المال بالمال کالبیع والاجارۃ وقسم لا یبطلہ الشرط الفاسد ولا جھالۃ البدل وھو مبادلۃ المال بما لیس بمال کالنکاح والخلع الخ اھ ملخصا بیان حکم نکاح میں یہی وجہ کافی ووافی تھی مگر استملۂ سائل کا استیفائے جواب ذکر وجوہ سابقہ پر حامل ہوا وباللہ التوفیق بالجملہ صورت مستفسرہ میں نکاح کو فاسد خیال کرنا سخت جہالت بے معنے ہے رہا مکان تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ وہ بطور مہر نہ مانا گیا نہ عاقدین نے عقد میں اُسے بدل بضع قرار دینے پر لحاظ کیا بلکہ نورالدین کی طرف سے بدرخواست سُبحان خاں ایک وعدہ تھا جس پر رضامندی ہوکر تزویج ایک جُدا مہر مسمی پر واقع ہوئی اس صورت میں وہ مکان دینا بیشک مکارم اخلاق سے ہے اور ایفائے [ف۵] وعدہ شرعًا محبوب اور خلف وعدہ ناپسند ومکروہ تو نورالدین کو بھی چاہیے کہ بشرط دسترس (جس کی تصریح وہ اصل وعدہ میں کرچکا) ابنیہ کو ایک مکان خرید دے اقرار [ف۶] اگرچہ تعلیق بالشرط کی صلاحیت نہیں رکھتا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ مبسوط کی کتاب الاقرار میں فرماتے ہیں تعلیق الاقرار بالشرط باطل خلاصہ میں ہے التی تبطل بالشروط الفاسدۃ ولا یصح تعلیقھا بالشرط ثلثۃ عشر البیع والقسمۃ والاجارۃ (الی قولہ) والاقرار مگر پُر ظاہر کہ یہ اقرار اصطلاح فقہی نہیں فانہ اخبار من

حق کائن علیہ ھذا ھو التحقیق عندی او ھذا من وجہ وانشاء منجز من وجہ کما الھج بہ کثیرون بلکہ وعدہ ہے اور وعدے کی تعلیق بالشرط جائز بلکہ بعض علما فرماتے ہیں وعدہ تعلیق پاکر واجب ہوجاتا ہے اشباہ میں ہے فی القنیۃ وعدہ ان یاتیہ فلم یاتہ لایاثم ولا یلزم الوعد الا اذا کان معلقا کما فی کفالۃ البزازیۃ وبیع الوفاء کما ذکرہ الزیلعی وجیز کردری میں ہے المواعید باکتساب صورۃ التعلیق تکون لازمۃ تو ظاہر اطلاق عبارات مذکورہ سے صورت دائرہ میں بھی نورالدین پرجس نے وعدہ معلقہ بتقدیم نکاح کیا تھا اور شرط تقدیم متحقق ہوئی بحال دسترس وجوب وفا مستفاد ہوسکتا ہے مگر بعد احاطہ کلمات ائمہ نظر غائر استظہار کرتی ہے کہ یہ وجوب ہو بھی تو دیانۃً ہے قضاءً [ف۱] وفائے وعدہ پر جبر نہیں الا فی الکفالۃ وفی بیع الوفاء علی قول وقد ذکرنا الوجہ فیھما فیما علقنا علی رد المحتار امام فقیہ النفس فخر الدین خانیہ میں فرماتے ہیں [ف۲] رجل اجر دارہ کل شہر بدرھم وسلمھا ثم باعھا من غیرہ وکان المشتری یاخذ اجرۃ الدار من ھذا المستاجر ومضی علی ذلک زمان وکان المشتری وعد البائع انہ اذا رد علیہ الثمن یرد دارہ ویحتسب ما قبض من المستاجر من ثمن الدار فجاء البائع بالدراھم واراد ان یجعل الاجر محسوبا من الثمن قالوا لیس للبائع ان یجعل ذلک من الثمن وما قال المشتری للبائع کان وعدۃ فلا یلزمہ الوفاء بذلک حکما فان انجز وعدہ کان حسنا والا فلا شیئ علیہ اھ ملخصا ہندیہ میں ظہیریہ سے اسی صورت خانیہ میں ہے ان انجز وعدہ کان حسنا والا فلا یلزمہ الوفاء بالمواعید خیریہ میں ہے سئل [ف۳] فی رجل لہ وظیفۃ فرغ عنھا لاخر بعوض وقررہ القاضی لاھلیتہ ونذر المفروغ لہ للفارغ اذا رد الیہ نظیر المال فوعد یفرغ لہ فھل لا یلزم الوفاء بہ شرعا اجاب لا یلزمہ الوفاء بما نذر اذ النذر ولا یلزم الوفاء بہ الا بشروط وھی متخلفۃ فی ھذا ولو فرضنا اجتماع شرائطہ فالقاضی لا یقضی بہ علی الناذر کما صرحوا بہ قاطبۃ اھ ملخصا فافھم ولا تعجل قرۃ العیون میں ہے قال سیدی الوالد رحمہ اللہ تعالٰی لا یلزم الوفاء بالوعد شرعا اسی طرح اور کتب میں ہے وتمام تحقیق المسألۃ بحسب ما ارانا اللہ تعالٰی فی تعلیقنا المذکور بہرحال یہاں ایجاب قضاء کی گنجائش نہیں تو نہ امینہ کو اس کے مطالبہ جبری پہنچتا ہے نہ حاکم جبراً مکان دلاسکتا ہے خیریہ میں ہے ھذا اذا ذکر علی سبیل انہ من المھر وان ذکر علی سبیل العدۃ فھو غیر لازم بالکلیۃ الا ان تبرع الزوج ہاں اگر معلوم ہو کہ وہ بھی علی جہۃ المہر مشروط اور عاقدین کو عقد میں اس کی طرف لحاظ تھا تو حکم وہی ہے جو اوپر گزرا کہ اگر مکان دیگا تو باقی مہر مسمی بھی بدستور لازم ورنہ مہر مثل کہ اس مقدار مسمی سے کم نہ ہو کما اسلفنا عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ رضامند زید کو تھی اور جابر نے جبر کیا بلا رضامندی ہندہ اور بغیر رضامندی ولیوں کے عمرو سے فرضی مہر مقرر کرکے ایجاب وقبول کرایا اور وقت ایجاب کے مسماۃ آہ وزاری اور فریاد واویلا انکار کرتی تھی مسماۃ کے اس انکار آہ وزاری شور واویلا کو اذن قرار دیکر دولھا سے ایجاب وقبول کراکے نکاح مشہور کرکے شیرینی تقسیم کردی ایسا نکاح نزدیک علمائے حقانی جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہو یا ناجائز ہو تو ادلہ مع آیات اور حدیث کے تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ نابالغہ تھی جب تو اُسکا انکار یا اقرار کوئی چیز نہ تھا اُسکے ولی سے اجازت لینی تھی اور اگر بالغہ تھی تو اگرچہ اذن لیتے وقت اُس کا انکار بلکہ صحیح مذہب پر صرف آواز اور فریاد سے رونا ہی رد استیذان کے لیے کافی ہوا مگر اُس کا حاصل اس قدر کہ نکاح کرنے والے کی وکالت صحیح نہ ہوئی بہرحال یہ نکاح نکاح فضولی ہوا کہ در صورت بلوغ ہندہ خود اُس کی ورنہ اُس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا اگر بعد نکاح جب خبر نکاح پہنچے رد کیا جائیگا رد ہوجائیگا اور اجازت دی جائے گی تو جائز ہوجائیگا فی ردالمحتار عن الذخیرۃ بعضهم قالوا البکاء مع الصیاح والصوت فهو رد والا فهو رضی وهو الاوجه وعلیه الفتوی اھ وتمامه فیه وفی الدر المختار لو استاذنها فی معین فردت ثم زوجها منه فسکتت صح فی الاصح واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱ از پیلی بھیت محلہ بشیر خاں متصل مکان مدینہ شاہ مرسلہ نظام الدین ۲۹ رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح قبولیت سے جائز ہے یا کوئی اور بات اور قاضی کا ہونا ضرور ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نکاح کے لیے فقط مرد وعورت کا ایجاب وقبول چاہیے اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا اُسی جلسہ میں ان کے ایجاب وقبول کو سُننا اور سمجھنا کہ یہ نکاح ہورہا ہے بس اسی قدر درکار ہے اس سے زیادہ قاضی وغیرہ کی حاجت نہیں فی الدر المختار ینعقد بایجاب وقبول وشرط حضور شاهدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولهما معا علی الاصح فاهمین انه نکاح علی المذهب بحر اھ ملخصا واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲ از مدراس محلہ چاکب منڈی مسجد مکہ مرسلہ مولوی عبدالرزاق صاحب امام مسجد غرہ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین کثرہم اللہ تعالےٰ ایک شخص عمرو نے اپنی برادری کو دعوت منگنی کی دیدی اور وہ اسباب جو فی زماننا دولہا کی جانب سے دیے جاتے ہیں مثلاً ساڑھی اور انگیا اور زیور وغیرہ حاضر کیا اہل برادری نے ولی صغیر سے باز پرس کی کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی تو اس نے جواب دیا کہ عبد اللہ صاحب نے اپنی لڑکی مسمی ہندہ میرے لڑکے مسمی بزید کو دیدی ہے لیکن چونکہ مجھے یہ مقصود تھا کہ یہ بات علی رؤس الاشہاد متحقق ہوجائے لہذا میں نے آپ کو تکلیف دی ہے علی ہذا القیاس ولی صغیرہ سے دریافت کیا گیا کیا تم نے اپنی لڑکی مسمی بہ ہندہ زید کو دی ہے اس نے کہا ہاں میں نے دی ہے اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے تو ایسی صورت میں نکاح صغیر وصغیرہ منعقد ہوا یا نہیں اور جو درالمختار کتاب النکاح میں مذکور ہے وکذا انا متزوجك وجئتك خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح آیا اس عبارت منقولہ سے منگنی نکاح ہوسکتی ہے یا نہیں اگر ہوسکتی ہے تو فہو المراد والا اس عبارت کا کیا مطلب۔

الجواب

ارشادات علمائے کرام میں نظر سے واضح کہ کلمات مذکورہ فی السوال انعقاد نکاح کے لیے اصلا کافی نہیں عمرو وعبد اللہ دونوں کے کلام صراحۃً اخبار ہیں کہ ہماری زبان میں صیغہ ماضی مقرون بلفظ ہے خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لیے ہے نہ امر غیر واقع کے انشاء وایجاد کو پھر کلام عمرو سخن ابتدائی نہیں اہل برادری کے اس باز پرس کا جواب ہے کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی پر ظاہر کہ اس سوال کا جواب اخبار ہوگا نہ کہ انشائے ایجاب یوہیں کلام عبد اللہ کا سیاق بھی کہ ہاں دی ہے اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے صاف صاف اسی معنے اخبار وبیان وجہ جمع کی تاکید کررہا ہے کما لایخفی علی العارف باسالیب الکلام اور شک نہیں کہ وقوع نکاح سے خبر دینا انشائے عقد سے بالکل مبائن وغیر مؤثر ہے اگر بنظر ظاہر کہیے تو حسب تصحیحات جمہور ائمہ واختیارات عامہ متون مذہب مذیل بآکد الفاظ فتوی اور نظر دقیق کیجیے تو امثال مقام میں بالاجماع بلانزاع کما حققنا ذلك بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتنا عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار من فتاوٰنا ولنقتصر ھھنا علی الاشارۃ الی بعض عبارات الاقناع تنزلا الی الطریقۃ الاولٰی جواہر الاخلاطی میں ہے اقرا بالنکاح بین یدی الشہود لا ینعقد ھو المختار وقیل ینعقد والاول ھو الصحیح وعلیہ الفتوی اصلاح وایضاح میں ہے النکاح اثبات وھذا اظہار والاظہار غیر الاثبات ذکرہ فی التخییر وقال فی مختارات النوازل ھو المختار ہندیہ میں ہے الصحیح انہ لایکون نکاحا کذا فی الظہیریۃ وجیز کردری میں ہے لاینعقد فی المختار الصحیح علاحدہ برین دینا

عطائیہ یہ الفاظ خود ہی نکاح میں صریح نہیں کنایہ ہیں اور عقد و وعد دونوں کو محتمل منگنی ہونے پر بھی عرف شائع میں کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اپنی بیٹی فلاں کو دی ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ بہ نیت خطبہ کہے جائیں تو خطبہ ہی ٹھہریگا مجلس وعد میں صادر ہوں تو وعدہ ہی قرار پائیگا درمختار میں ہے لفظ تزویج ونکاح صریح وماعداھما کنایۃ وھو کل لفظ وضع لتملیك عین کاملۃ فی الحال کھبۃ وتملیك وصدقۃ وعطیۃ بشرط نیۃ اوقرینۃ وفھم الشھود المقصود اھ ملتقطا خانیہ میں ہے اذا قال لاب البنت وھبت ابنتك منی فقال وھبت فقال قبلت قالوا ان کان ھذا القول من الخاطب علی وجہ الخطبۃ ومن الاب ایضا علی وجہ الاجابۃ لاعلی وجہ العقد لم یکن نکاحا اھ ملخصا شرح طحاوی پھر مجتبی پھر مجموعہ علامہ انقروی وواقعات المفتین علامہ قدری افندی وغیرہا میں ہے قال لہ ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعد وان کان لعقد النکاح فنکاح سوال سے ظاہر کہ یہ مجلس منگنی ہی کی تھی اور کوئی قرینہ واضحہ ایسا نہ پایا گیا جو ان الفاظ کو انشائے عقد کے لیے متعین کرے تو یوں بھی منگنی ہی ٹھہرے گی نہ نکاح واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم نکاح عقد ہے اور منگنی وعد عقد و وعد کا تباین بدیہی تو منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہۃً باطل اور اجماعاً غلط ابھی کلمات علماء سے عقد و وعد کا تفرقہ گزرا اس کے نصوص کے نقل بدیہی پر استدلال ہے جئتك خاطبا سے انعقاد نکاح نہ اس وجہ سے ہے کہ خطبہ عقد ہو بلکہ الفاظ مذکورہ خود الفاظ عقد ہی قرار پائے ہیں یعنے جبکہ نیت وقرینہ متحقق ہو لما علمت ان ماعدا التزویج والنکاح کنایۃ تفتقر الیھما ولہذا علماء انھیں الفاظ ایجاب کے ساتھ شمار فرماتے ہیں وجیز کردری میں ہے کتاب النکاح تسعۃ عشر فصلا الاول فی الالۃ کل لفظ یفید ملك الرقبۃ انعقد بہ کقولہ بعت وتزوجت وانکحت وملکتك ووھبت وتصدقت وجئتك خاطبا وجعلت نفسی لك خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے ینعقد بقولہ تزوجت وانکحت وملکت ووھبت وتصدقت وجئتك خاطبا وجعلت نفسی لك وبعت اقول وباللہ التوفیق فقہ اس میں یہ ہے کہ جئتك خاطبا کسی خطبہ متقدمہ سے اخبار نہیں بلکہ انشائے طلب تزویج ہے اور انشائے طلب عین حاصل امر تو جئتك خاطبا بمعنے زوجنی ہے ولہذا بزازیہ میں ان دونوں کا ایک حکم رکھا حیث قال جاء رجل فقال زوجنی بنتك اوجئتك خاطبا اوجئتك تزوجنی بنتك فقال زوجتك فالنکاح واقع لازم ولیس للخاطب ان لایقبل اور زوجنی الفاظ مفیدہ عقد سے ہے توکیلا یا ایجابا علی اختلاف الرأیین والاولی اظھر عندی کما بیناہ فیما علقناہ علی ھامش ردالمحتار تو اسی طرح جئتك خاطبا بالجملہ لفظ خطبہ باضافت بیانیہ بعد تحقق

بنت وقیام قرینۂ الفاظ عقد سے ہے نہ الفاظ خطبہ باضافت لامیہ یعنی وہ الفاظ کہ شرعاً خطبہ قرار پائیں نہ کہ وہ الفاظ کہ صراحۃً اخبار ہوں اور معنی انشا سے منزلوں دُور کما لایخفی علی ذی شعور رہا نکاح میں عدم جریان مساومت

اقول[۳۵] وباللہ التوفیق اُس کا منشا خود یہی ہے کہ عادۃً نکاح سے پہلے منگنی وغیرہ مقدمات ہوچکتے ہیں تو اُن کے بعد الفاظ مجلس عقد کو مساومت پر حمل نہیں کرسکتے بخلاف بیع کہ نہ وہاں ایسا تقدم نہ اُس کے لیے کوئی مجلس قرینۂ قصد عقد فتح القدیر پھر بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے النکاح لایدخله المساومة لانه لایکون الا بعد مقدمات ومراجعات فکان للتحقیق بخلاف البیع تحقیق مقام یہ ہے کہ عبارت مذکورہ سوال کے معنے اگر یہ ٹھہریں کہ امثال الفاظ بعد قیام قرینۂ قصد عقد مثل جلسۂ نکاح بعد خطبہ وقرارت خطبہ وغیرہما بحکم دلالت ظاہرہ جانب عقد منصرف ہونگے نہ سوئے مساومت کہ یہاں کوئی محل مساومت نہیں تو بیشک صحیح ہے اور یہی معنے مقصود ومراد الا تری ان الکلام فی الکنایۃ ولا انعقاد بها الا عند قیام القرینۃ کما علمت مگر اس بنا پر ہر منگنی یا الفاظ مذکورہ عمرو وعبداللہ کو نکاح نہیں ٹھہرا سکتے کما بینا اور اگر یہ معنے لیں کہ جو کچھ الفاظ خاطب ومخطوبہ یا مخطوب الیہ میں جاری ہوں خواہی نخواہی نکاح ٹھہریں گے اگرچہ معنے مساومت وطلب وعد کو محتمل اور قرینۂ معینۂ قصد عقد سے عاری ہوں تو محض باطل نہ ہرگز یہ مراد علما صاف تصریحات فرماتے ہیں کہ احتمال مساومت واستبعاد یعنی صورت واقعہ میں معنی استیام وطلب وعد کا احتمال ہونا مانع انعقاد نکاح ہے خزانۃ المفتین میں برمز فتاوائے امام ظہیر الدین مرغینانی سے ہے لوقال بالفارسیۃ دختر خویش مرا دادی فقال دادم لاینعقد النکاح لان ھذا استخبار واستیعاد فلا یصیر وکیلا الا اذا اراد به التحقیق دون الاستیام ہندیہ میں محیط سے ہے اذا قال لغیرہ دختر خویش مرا دہ فقال دادم ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب پذیرفتم ولوقال مرا دادی فقال دادم لاینعقد النکاح مالم یقل الخاطب پذیرفتم الا اذا اراد بقوله دادی التحقیق دون السوم اسی طرح بزازیہ میں ہے ردالمحتار میں شرح علامہ مقدسی سے نقل فرمایا انما توقف الانعقاد علی القبول فی قول الاب او الوکیل ھب ابنتك لفلان اولابنی او اعطها مثلا لانه ظاهر فی الطلب وانه مستقبل لم یرد به الحال والتحقق فلم یتم به العقد بخلاف زوجنی بنتك بکذا بعد الخطبۃ ونحوها فانه ظاهر فی التحقق والاثبات الذی ھو معنی الایجاب شرح طحاوی وغیرہ سے گزرا کہ ھل اعطیتنیها مجلس عقد میں مفید عقد ہے اور جلسہ وعد میں طلب وعد بالجملہ الفاظ محتملہ میں مدار قرینہ پر ہے پھر الفاظ مذکورہ عمرو وعبداللہ تو مساومت وتحقیق دونوں سے مہجور اور خاص اخبار میں متعین ہیں تو انھیں اس عبارت سے بھی کچھ علاقہ نہیں

کما لا یخفٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱ از ملک آسام ضلع جورہاٹ ڈاک خانہ گلٹنگا مقام سرائے بہی مرسلہ سید محمد صفاء الدین صاحب

۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں

سوال اوّل

ایک عدیم البصر عالم وفاضل اور ایک نگہبان بھی اُس کے پاس موجود تھا اُس نے نکاح پڑھایا نکاح جائز ہے یا نہ بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہہ جائز ہے کہ نکاح پڑھانے میں آنکھوں کا کیا کام ہے بلکہ جب وہ عالم ہے تو وہی النسب والولی خود گواہانِ نکاح جن کے بغیر نکاح اصلاً صحیح نہیں اگر نابینا ہوں کچھ مضائقہ نہیں کما نص علیہ حتی فی المتون کالکنز والوقایۃ والاصلاح والمختار والھدایۃ والملتقی والتنویر وغیرھا تو نکاح پڑھانے والے کی بینائی کیا ضرور کہ وہ خود ہی نکاح کے لیے ضروری نہیں عاقدین کا آپ ایجاب وقبول کافی ہے واللہ تعالٰی اعلم

سوال دوم

اگر عدیم البصر عالم نہو اور نگہبان بھی موجود نہو اس صورت میں اُس سے نکاح پڑھایا آیا جائز ہے یا نہ بینوا توجروا

الجواب

اب بھی جائز ہے جبکہ ٹھیک پڑھا دے بے نگاہی یا بے نگاہ بانی کچھ نکاح پڑھانے میں مخل نہیں ہاں جاہل ہونا مخل ہوسکتا ہے کہ جب مسائل نکاح سے آگاہ نہیں تو ممکن کہ وہ صورت کردے جس سے نکاح صحیح نہ ہو اور زوجین بھی بوجہ جہل اُس سے غافل رہیں تو معاذ اللہ عمر بھر حرام میں مبتلا ہوں لہذا نکاح میں بہت احتیاط لازم عقد کرنے والا دیندار متقی مسائل نکاح سے واقف ہو کہ جاہل سے نادانستہ وقوع مخل کا اندیشہ تھا فاسق بددیانت پر اعتماد نہیں جب وہ خود حلال وحرام کی پرواہ نہیں رکھتا تو اوروں کے لیے احتیاط کی کیا امید بحر الرائق ودرمختار وفتح اللہ المعین وغیرہا میں ہے واللفظ للدر یندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ وکونہ فی مسجد یوم جمعۃ بعاقد رشید الخ اقول الرشد ینتظم العلم والعمل اس زمانۂ جہل وفساد میں اکثر وہ صورت رائج ہے کہ اگر اہلِ علم حاضر جلسہ نہ ہوں تو نکاح میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے یعنی دُلھن سے

زید کے لیے صرف وکالت نکاح لی یہ تصریح نہ کرائی کہ اسے دوسرے کو وکیل کردینے کا بھی اختیار ہے اب زید وکیل جو شرعاً صرف نکاح پڑھانے کا مجاز ہوا وہ خود نہیں پڑھاتا بلکہ قاضی کوئی اور صاحب باہر بیٹھے ہیں اُن سے آکر کہتا ہے مجھے فلاں عورت نے اپنے نکاح کا وکیل کیا دو گواہ گواہی دیتے ہیں وہ تو اتنا کہکر الگ ہوگیا اب قاضی جی نے نکاح پڑھایا یہ نکاح ہرگز نافذ نہ ہوا کہ نہ خود عورت نے ایجاب وقبول کیا نہ اُس کے وکیل ماذون نے بلکہ ایک اجنبی شخص نے کہ اول تو وکیل کا اپنی وکالت سے خبر دینا اس قاضی کو اپنی طرف سے وکیل کرنا نہیں اور ہو بھی تو صحیح مذہب میں وکیل نکاح کو دوسرے کے وکیل کرنے کا بے اذن موکل اختیار نہیں فی الدر عن البحر لیس للوکیل (ای فی النکاح) ان یوکل بلا اذن اھ وفی وکالۃ غمز العیون عن الولوالجیۃ لو وکل رجلا فی النکاح فوکل الوکیل غیرہ ذکر محمد فی الاصل انہ لایجوز فانہ قال اذا فعل الثانی بحضرۃ الاول لم یجز وھو الصحیح اھ ملخصًا تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور اجازت زن بالغہ پر موقوف رہا اگر خبر پاکر نفرت و کراہت ظاہر کی جیسا کہ اکثر دختران دوشیزہ سے ایسا ہی واقع ہوتا ہے جب تو ڈھول سے کھال بھی گئی اب وہ نکاح یکسر باطل ہوگیا کہ آئندہ اجازت سے بھی جائز نہیں ہوسکتا فی الدر المختار لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجأۃ السماع یونہیں بعض نکاحوں میں مشاہدہ ہوا ہے کہ نکاح خواں نے کلمات ایجاب دولھا کے کان میں کہے کہ حاضرین میں کسی نے نہ سُنے صحیح مذہب میں یوں نکاح نہیں ہوتا بلکہ مجلس واحد میں معًا دو گواہوں کا دونوں الفاظ ایجاب وقبول سننا شرط ہے فی الدر وشرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولہما معا علی الاصح ان باتوں کا منشا وہی جہل وناواقفی ہے اور ان کے سوا اور بہیں اغلاط کا اندیشہ ہے جن سے علما ہی آگاہ ہوتے ہیں یا وہ نیک توفیق والے جنھیں علما کی خدمت وصحبت اور اُن سے مسائل دینیہ کی تحقیقات کا شوق کامل ہے غرض جاہل کی نکاح خوانی قطعاً خلاف اولے ہے جس طرح اُس کی امامت یا مضاربت کہ جو اندیشہ خلل وفساد وہاں ہے وہی نکاح میں بھی کما لایخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵ از جوڑہاٹ ملک آسام ہائی اسکول مرسلہ میاں محمد علی صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ اگر زید نے ایک عورت سے دو گواہ غیر ملکی کے سامنے نکاح کیا پھر زید نے وہ دونوں گواہ جانے کے بعد اپنے نکاح کو ظاہر کیا اور عورت بھی نکاح ہونے پر زید کے مقر ہے اور وہ دونوں گواہان مذکوران ایک غیر ملک میں جاکر ایک عالم سے اور اپنے ملک میں جاکر قاضی کے روبرو دونوں جگہ نکاح

ہونے زید کی گواہی دیتے ہیں اور دونوں جگہ سے دو خط مع مہر و دستخط کے اور صورت گواہی اُن دونوں گواہوں کے زید کے نکاح ہونے کا ثبوت زید کے ملک کے ایک عالم اور ایک معتبر آدمی کے پاس ارسال کیا پھر ایک برس کے بعد اُن دونوں گواہوں سے ایک گواہ آکر پہلے آئی ہے تین چار آدمی کے روبرو نکاح ہونے زید کی گواہی دی تھی بعدہ دس بارہ روز کے بعد ایک جماعت کے روبرو انکار نکاح زید کا کیا زید اور بی بی کے درمیان میں کوئی جھگڑا اور تنازع نہیں ہے زید بھی ہر خاص و عام کے روبرو کہتا ہے کہ وہ میری بی بی ہے اور بی بی کہتی ہے کہ زید میرا شوہر ہے اور حال چال بھی دونوں کے خاوند اور جورو ہونے کے پائے جاتے ہیں اور متقر نکاح جانبین ہے از روئے شرع شریف کے زید کا نکاح درست اور نافذ ہوا ہے یا نہیں اور نکاح دوبارہ کرنا لازم آئیگا یا نہ اور صورت نکاح دوبارہ میں حد اُن دونوں کے اوپر یعنی زوج و زوجہ کے اوپر لازم ہوگا یا نہیں مع دلیل و برہان کے جواب باصواب فرمائیں اگر دونوں گواہ انکار نکاح کا ہو جائیں تو اس صورت میں کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ دونوں زوج و زوجہ ہیں اُن کا نکاح صحیح و ثابت ہے دوبارہ نکاح کی اصلا حاجت نہیں اگرچہ دونوں گواہ انکار کر جائیں فان الشھود شرط النکاح فی الابتداء دون البقاء جبکہ وہ دونوں باہم مقر نکاح ہیں یہ اُسے اپنی بی بی وہ اسے اپنا شوہر بتاتی ہے تو کسی کو اعتراض کی ہرگز گنجائش نہیں بلکہ اُن کا صرف یہ باہمی اقرار ہی ثبوت نکاح کے لیے کافی ہے اگرچہ کوئی گواہ گواہی نہ دے فی رد المحتار صرحوا ان النکاح یثبت بالتصادق پھر اُن کا باہم زن و شو کی طرح رہنا دوسرا ثبوت نکاح ہے یہاں تک کہ جتنے لوگ اس حال سے واقف ہیں سب کو اُن کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز ہے فی الھدایۃ حل لہ ان یشھد اذا رأی رجلا و امرأۃ یسکنان بیتا وینبسط کل واحد منھما الی الاخر انبساط الازواج اھ ملخصا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۶ ۱۵ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بایں شرط نکاح کیا کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دیدونگا اور اس امر کو اپنے دل میں رکھا یا یہ کہ ہندہ سے بیان کیا تو آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نکاح صحیح ہے خواہ دلیں یہ قصد رکھا خواہ عقد میں اس کی شرط کرلی کہ طلاق کا شرط کرنا ہی ارادۂ نکاح دائم پر دلیل ہے ہاں اگر یوں عقد کرے کہ میں نے تجھ سے ایک مہینہ یا ایک برس یا سو برس کے لیے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا کہ ایک وقت تک نکاح کو محدود کردینا صورت متعہ ہے اور متعہ محض حرام وزنا درمختار میں ہے بطل نکاح متعۃ وموقت وان جھلت المدۃ اوطالت فی الاصح ولیس منہ مالو نکحھا علی ان یطلقھا بعد شھر اونوی مکثہ معھا مدۃ معینۃ ردالمحتار میں ہے لان اشتراط القاطع یدل علی انعقادہ مؤبدا وبطل الشرط بحر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید میں کوئی علامت مردی وزنی سے نہیں صرف ایک مخرج ہے جس سے بول آتا ہے مگر پستان اُس کے مثل پستان زنان کے ہیں اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں اور اگر زید اُسے طلاق دے تو ادائے مہر ذمہ زید لازم ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اور نصف مہر بعد طلاق ذمہ زید واجب الادا کہ منکوحہ زید اگرچہ قبل از بلوغ بوجہ انتفائے ہر دو علامت از قبیل خنثیٰ تھی مگر جب بعد بلوغ اُس کی پستانیں مثل پستان زن ظاہر ہوئیں تو اشکال زائل اور اُس کا عورت ہونا منکشف ہوگیا اب بلاشبہہ یہ نکاح اپنے محل میں واقع ہوا اور حل استمتاع کو شرعاً مفید کہ شرائط صحت سب موجود ہیں اور موانع شرعیہ بالکل مفقود البتہ فساد خلوت عدم تاکد مہر کا باعث ہے اور خیار عیب کو نکاح میں دخل نہیں تاکہ زید بوجہ اُس کے فسخ نکاح کرسکے اور کُل مہر اُس کے ذمہ سے ساقط ہوجائے رہا امر حسی کا عائق ہونا وہ ہرگز منافی جواز نہیں فی تنویر الابصار من کتاب الخنثی ھو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین فان ظھر لہ ثدی فامرأۃ انتھی مع التلخیص وفی الدرالمختار من النکاح ھو عند الفقھاء عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امرأۃ لم یمنع من نکاحھا مانع شرعی انتھی وفیہ من باب المھر الخلوۃ بلامانع حسی کرتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم وعفل بفتحتین غدۃ لایطاق فیہ الجماع کالوطی فی تاکد للمھر انتھی ملخصا وفیہ من خلاف الباب ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی اوخلوۃ انتھی وفی فتاوی الامام قاضی خان والرتق یمنع الخلوۃ لانہ یمنع الجماع وذکر فی طلاق الاصل من العدۃ یجب علی الرتق ای فلھا نصف المھر انتھی وفیھا من فصل

خیارات النکاح وھھنا خیار العیب وھو حق الفسخ بسبب العیب عندنا لا یثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما وقال الشافعی لہ ان یرد بالقرن والرتق ویفسخ النکاح فان رد قبل الدخول یسقط کل المھر والا لھا مھر المثل کما ھو حکم الفسخ انتھی مع التلخیص واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت طوائف کسی مرد آشنا کے ساتھ پردہ میں حسب دستور عیاشوں کے جو بغرض مفید رکھنے اور نہ ملتفت ہونے اس کے ساتھ دوسرے مرد کے پردہ میں رکھتے ہیں ہم خانہ رہی ہو تو وہ عورت شرعاً زوجہ تصور کی جائے گی یا نہیں اور اگر زوجہ تصور کی جائے گی تو ایسے ہم خانہ رہنے کے واسطے کوئی مدت مقرر ہے یا نہیں اور ہے تو کس قدر مدت ہے بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں پردہ اس طوائف کا صرف ان لوگوں سے جن سے احتمال موافقت کا ہو معتد بہ نہیں ایسا پردہ ثبوت نکاح کی دلیل نہیں ہو سکتا البتہ اگر وہ مرد و زن مثل زوج و زوجہ رہتے اور جو لوگ ان کے حالات خانگی سے واقف ہیں انھیں زوج و زوجہ تصور کرتے ہوں تو شرعاً زوج زوجہ قرار پائیں گے نہ زانی و زانیہ کہ مسلمان کی طرف بدکاری کی نسبت بلا ثبوت شرعی ہرگز جائز نہیں شارع نے جس قدر احتیاط اس بارے میں فرمائی دوسرے معاملہ میں نہ آئی یہاں حسن ظن واجب اور تکذیب قاذف لازم قال اللہ عزاسمہ لولا جاؤا علیہ باربعۃ شھداء الآیۃ اور ارشاد ہوتا ہے ولولا اذ سمعتموہ قلتم الآیۃ اگر کوئی مسلمان حر عاقل بالغ عفیف کی طرف نسبت زنا کرے اور چار گواہ سے ثابت نہ کر دے تو بعد طلب مقذوف کے اسے اسّی کوڑے مارے جاتے ہیں اور گواہی اس کی کبھی قبول نہیں ہوتی قال اللہ تعالیٰ والذین یرمون الآیۃ اسی طرح اگر تین گواہ معائنہ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا نہ ہو تو ان گواہوں پر حد قذف لازم آتی ہے فی الفتاوی الھندیۃ ان شھد علی الزنا اھ پس ایسی صورت میں گو گواہان معائنہ نکاح موجود نہ ہوں شرع حکم نکاح کا فرما دیتی ہے اور اس امر کے لیے شرع شریف میں کوئی مدت مقرر نہ فرمائی بلکہ بحالت عدم شہود معائنہ مدار ثبوت انبساط و شہرت پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور زید شب زفاف میں بالکل مخاطب نہ ہوا اور چار پہر علٰحدہ رہا اور باہم صحبت زید نے ہندہ سے نہیں کی بعدہ معلوم ہوا

کہ زید نامرد ہے اور ہندہ نے زید کا عنین ہونے کا بھی ایک عرصہ تک علاج کیا لیکن صورت صحت ظہور میں نہ آئی اب ہندہ اپنے والدین کے یہاں رہتی ہے اور زید بسبب نامردی کے چاہتا ہے کہ ہندہ کو جان سے مار ڈالے اس صورت میں نکاح ہندہ کا زید سے درست ہوا یا نہیں اور ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں جیسا حکم شرع شریف کا ہو ویسا کیا جائے بینوا توجروا

الجواب

نکاح ہندہ کا زید سے درست ہے اذ لیس عدم العنة من شرائط صحته ولو کان کذلک لما احتیج الی ماذکروہ من باب العنین من المرافعة والتاجیل والطلب والتفریق وھذا اوضح جدا ہندہ کو ہرگز روا نہیں کہ بغیر حصول طلاق دوسرے شخص سے نکاح کرلے اگر کرے گی نکاح ثانی باطل محض ہوگا اور شوہر ثانی سے قربت زنائے خالص والعیاذ باللہ تعالیٰ وذلک لبقاء العصمة کما ذکرنا فالعنین وغیرہ فیہا سواء ہاں صورت خلاص یہ ہے کہ زید وہندہ اپنے معاملہ میں کسی ذی علم کو پنچ کریں ففی الخیریة یصح (ف۱) التحکیم فی مسئلة العنین لانہ لیس بحد ولا قود ولا دیة علی العاقلة ولھما ان یفرقوا بطلب الزوجة اھ (ف۲) ہندہ اُس کے حضور عنت شوہر کا دعوے کرے اور اس بنا پر تفریق چاہے پنچ کے نزدیک جب اُس کا عنین ہونا بطرق شرعیہ کہ اُن میں سے ایک طریقہ مثلاً اقرار زید ہے ثابت ہوجائے (بملاحظہ تفاصیل مذکورہ فی الفقہ) سال بھر کی زید کو مہلت دے اور اس تمام برس میں زن وشو یکجا رہیں اگر کچھ دنوں کو ہندہ کہیں چلی جائے گی وہ دن سال میں معدود نہ ہونگے جب اس طرح سال کامل گزر جائے اور زید ہندہ پر قدرت نہ پائے تو اُس وقت بطلب ہندہ زید وہندہ میں تفریق کردی جائے اب بعد عدت ہندہ کو اختیار نکاح ہوگا وکل ما ذکرنا مفصل فی الدر المختار و رد المحتار والفتاوی الخیریة وغیرھا من الکتب الفقھیة واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مع چند ہمراہیوں کے عمرو کے یہاں اُس کی دختر کو پیام دینے گیا عمرو نے اُس کے ساتھ شادی دختر کردینے پر رضا ظاہر کی اور گفتگو کرنے والوں سے مخاطب ہوکر کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی اُس پر زید نے کہا بہتر ہمکو منظور ہے جب آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہوگئی غرض بات بہمہ وجوہ قرار پاگئی اور طرفین کا اطمینان ہوگیا اب عمرو اُس دختر کا نکاح دوسرے شخص سے کرنا چاہتا ہے یہ اُسے جائز ہے یا نہیں اور بغیر ترک یا اعراض زید کے دوسرے شخص سے اُس دختر کا

نکاح صحیح ہوگا یا نہیں اور جبکہ عمرو نے کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی اور زید نے اُس کے جواب میں کہا بہتر قبول و منظور ہے تو یہ صاف ایجاب و قبول ہوکر نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگرچہ مخطوب منہ کا اپنے اقرار سے پھرنا اور خاطب اول کو زبان دیکر دوسرے سے قصد تزویج کرنا شرعاً مذموم و بیجا و قابل مواخذہ ہے قال تبارک وتعالٰی ان العھد کان مسئولا اور جس طرح مخطوب منہ پر مواخذہ ہے اسی طرح وہ دوسرا خاطب جس نے مخطوبہ غیر پر پیام دیا شرعاً مرتکب شناعت ہے وقد صح ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن السوم علی سوم اخیہ والخطبۃ علی خطبۃ اخیہ مگر بااینہمہ اگر مخطوب منہ اپنی لڑکی کا خاطب اول سے نکاح نہ کرے اور غیر سے تزویج کردے یہ نکاح شرعاً صحیح و درست ہوجائے گا اور ترک و اعراض خاطب اول کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ گفتگو جواب تک خاطب و مخطوب منہ کے درمیان آئی اس کی طرف سے مجرد خطبہ تھی اور اُس کی جانب سے محض وعدہ نہ عقد ایجاب و قبول پس مخطوبہ ہنوز خاطب کی عصمت نکاح میں نہ داخل ہوئی جس کے سبب غیر سے اُس کی تزویج ناروا ٹھہرے فی العقود الدریۃ سئل فیما اذا خطب وکیل زید ابنۃ عمرو البالغۃ لزید بحضر من الناس فاجابہ الاب الی ذلک قائلا ان مہر ابنتی کذا ان رضیت فیھا والا فلا فرضی الخاطب ودفع للاب شیئا من الحلی وللابسۃ لابنتہ فلم ترض البنت بالخطبۃ وردتھا فھل یسوغ لھا ذلک ولا تکون الخطبۃ واقعۃ موقع عقد النکاح اصلا الجواب حیث لم یجر بینھما عقد نکاح شرعی بایجاب و قبول شرعیین لا تکون الخطبۃ واقعۃ موقع عقد النکاح اصلا اور یہ لفظ کہ میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی ہرچند کنایات تزویج سے ہے مگر مجلس عقد میں عقد قرار پاتا ہے اور مجلس وعد میں وعد فی ردالمحتار عن فتح القدیر عن شرح الطحاوی لو قال ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح اھ واقرہ العلامۃ العلائی والفاضل الرحمتی والسید الطحطاوی وغیرھم رحمھم اللہ تعالٰی اور ظاہر کہ وہ مجلس مجلس نکاح نہ تھی اور خاطب کا اُس وقت مع چند ہمراہیوں کے جانا بات ٹھہرانے اور وعدہ لینے اور رضامندی حاصل کرنے ہی کے طور پر تھا تو پدر مخطوبہ کے وہ الفاظ بھی وعدہ ہی پر محمول ہونگے نہ عقد پر یہاں تک کہ خود خاطب کے کلام سے واضح و روشن کہ وہ بھی ان کلمات کو اقرار نکاح و اظہار رضا و قبول خطبہ ہی سمجھا نہ ایجاب و تزویج کہ اُس نے جواب میں کہا بہتر ہمکو منظور ہے جب

آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہوگئی اور ہر عامی جانتا ہے کہ ہماری زبان میں زبان دینا کسی کام کے وعدہ واقرار کو کہتے ہیں نہ اُس کے ایقاع واصدار کو زید نے اگر عمرو سے کچھ روپے مانگے اور اُس نے دیدیے تو یہ نہ کہا جائیگا کہ عمرو زبان دیچکا ہاں نہ دیے اور دینے کا وعدہ کرلیا تو یہ لفظ بولنا صحیح ہوگا پس ثابت ہوگیا کہ مخطوب منہ کا وہ کلام محض اجابت تھا نہ لفظ ایجاب وشتان بینہما ایک وجہ تو عدم نکاح کی یہ ہوئی اور یہیں سے دوسری وجہ بھی ظاہر کہ جب کلام خاطب یا علی ندا منادی کہ وہ سخن مخطوب منہ کا محصل اقدام علی العقد نہ سمجھا تھا بلکہ محض اقرار وعدہ جانا تو اب اس کا یہ کہنا بھی کہ بہتر ہمکو منظور ہے بر سبیل قبول تزویج نہ تھا بلکہ اُس کی اجابت پر اپنی خوشی کا اظہار تھا تو اگر فی الواقع مخطوب منہ کے وہ الفاظ ایجاب ہی ٹھہریں تاہم قبول مفقود ہے اور جملہ اخیرہ کہ آپنے زبان دی تو میری تسکین ہوگئی مفسر مراد موجود جس کے سبب لفظ اول صریح قبول ٹھہرا کر الفاظ پر بنا اور نیت کا الغا نہیں کرسکتے اور اس کے سوا بعض وجوہ اور بھی پیدا ہوسکتے ہیں جو عدم انعقاد نکاح پر دلالت کریں کما لایخفی علی الماہر الفقیہ وفیما ذکرنا کفایۃ النبیہ بالجملہ نہ الفاظ مخطوب الیہ ایجاب کے قابل نہ جانب خاطب سے قبول حاصل نہ مخطوبہ حبالۂ نکاح خاطب میں داخل نہ غیر سے تزویج ناروا و باطل رہا مخطوب منہ پر گناہ وہ بھی اُسی وقت تک ہے کہ اُس نے بلا وجہ یا کسی رنجش دنیوی کے سبب تزویج خاطب اول سے اعراض کیا ہو اور اگر درحقیقت (ف۱) کوئی عذر مقبول پیدا ہوا اور اس نکاح میں اُس نے حرج شرعی سمجھا اور خاطب ثانی کو حق دختر میں بہتر جانا تو شرع مطہر ہرگز اُس پر لازم نہیں کرتی کہ تو اپنی زبان پالنے کے لیے محذور شرعی گوارا یا دیدہ ودانستہ بیٹی کے حق میں برا کر نیک (ف۲) و بد پر کامل نظر ذمہ پدر واجب وضرور اور آدمی نہ تبدل رائے سے محفوظ ومصئون نہ کسی وقت بعض مصالح پر نہ اطلاع پانے سے مامون یہ تو صرف اقرار ہی تھا ہمارے حضور رحمۃ للعلمین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تو دربارہ قسم ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر تم کسی بات پر قسم کھا بیٹھو پھر خیال میں آئے کہ اُس کا خلاف شرعاً بہتر ہے تو اُس بہتر ہی پر عمل کرو اور قسم کا کفارہ دیدو فقد اخرج الامام احمد ومسلم فی صحیحہ والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من حلف (ف۳) علی یمین فرای غیرہا خیرا منہا فلیأت الذی ہو خیر ولیکفر عن یمینہ پس پدر مخطوبہ پر لازم کہ خدا سے ڈرے اور اصلح واوفق پر نظر کرے وہ دو مطالبوں کے زیر تقاضا ہے ایفائے موعدت ودفع مفسدت پھر اگر خاطب اول میں کوئی محظور شرعی نہ ہو تو اول پر عمل کرے ورنہ ثانی پر کار بند رہے من ابتلی ببلیتین فاختار اہونہما واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ کو نکاح ہندہ بالغہ کا زید کے ساتھ جو اہل کفو سے ہے منظور نہ تھا ونہ ہی زید نے بغیبت باپ ہندہ جو صرف بارہ کوس کے فاصلہ پر اپنے علاقہ پر تھا بہ سکوت وگریہ ہندہ وبہ رضامندی مادر ونانی ہندہ وکالت اور شہادت تین اقربا خاص نکاح ظاہر کیا ہندہ کہہ رہی ہے کہ مجھکو بلا رضامندی اپنے باپ کے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا و نہ اب ہے ایسی حالت میں باپ ہندہ یا ہندہ کے مجبور کرنے کے واسطے منجانب زید بخیال جواز نکاح یہ بیان وشہادت گزری کہ ہندہ نے زبان سے اقرار کیا تھا و بعد از رخصتی بذریعہ عدالت یا جس طرح پر ہوا اپنے گھر جا کر نکاح کا قصد رکھیں ایسی صورت میں ہندہ کو جو ولایت اپنے باپ میں ہے کسی ذریعہ سے لے جائے اطلاق غصب یا کس گناہ کا ہوگا و نکاح مابعد کی نسبت جو گھر لیجا کر دختر مذکورہ کو مجبور کرکے کرے کیا کہنا چاہیے و زید وغیرہ مرتکب کس گناہ کے ہوں گے یا کچھ نہیں فرض کیا جائے کہ قضاء بوجہ نصاب شہادت نکاح جائز ہو لیکن جب باپ ہندہ کو نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے ایسی حالت میں زید وغیرہ کی نسبت کیا کہنا چاہیے کہ بالجبر باپ ہندہ خواہ ہندہ کو مجبور کرنا کیسا ہے اگر ناجائز ہے تو مرتکب غصب یا کس گناہ کا مرتکب و گواہ و وکیل و معین اس کے کس گناہ کے مرتکب اور نکاح آئندہ کی نسبت جو بالجبر اپنے گھر لیجا کر کرے کیا کہنا چاہیے اور یہاں رضاعت کا بھی شبہہ ہے اگرچہ اس میں شک واقع ہے کہ ہندہ کی نانی مادر ہندہ نے پہلے کہا تھا کہ ایام رضاعت میں زید کو دودھ پلایا ہے بعدہ بحلف کہنے کو موجود کہ نہیں پلایا ہے ایسی صورت میں احتیاط و تقوے کا کیا مقتضے ہے گو نکاح کرنا جائز ہو مگر احتیاط و تقوے مقتضی اس امر کا ہے کہ نہ کیا جائے اگر ہوگیا ہو تو ترک کیا جائے یا کیا اگر احتیاط مانع ہے تو اس احتیاط کے ہاتھ سے نہ چلنے میں جس قدر باپ ہندہ کا جان دے رہا اور نقصان امور دنیاوی اٹھا رہا ہے یا آوارہ وطن ہو جائے داخل امور دینی و ثواب ہے اور اگر اس صدمہ سے یا مقابلہ میں یعنی جس وقت زید رخصت بجبر یا کوئی فعل جبریہ کرنا چاہے اس وقت جان جاتی رہے تو شہید کا اطلاق کیا جائے یا کیا و نیز متعلق اس کے یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ زید وغیرہ یہ کہتے ہیں جب بسبب عدم ثبوت رضاعت نکاح شرعاً جائز تو تجدید نکاح کر دو گو احتیاط و تقوے مانع ہے و باپ ہندہ یہ کہتا ہے کہ جب احتیاط و تقوے مانع ہے تو ہم کیوں کریں پس ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ زید کا قول مرقومہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ احتیاط و تقوے کو ایک ادنیٰ چیز سمجھتا یا کچھ نکلتا ہے دوسرے یہ کہ زید جو وہ باپ

ہندہ کو احتیاط و تقوے سے روکتا ہے کیسا فعل ہے۔

الجواب

جواب سوال اول میں واضح ہوچکا کہ یہ نکاح اگر باذن صریح ہندہ نہ ہوا نہ بعد کو اذن صریح قولی یا فعلی سے نافذ ہولیا تو مجرد سکوت ہندہ اُس کے نفاذ کے لیے کافی نہیں نکاح نکاح فضولی تھا اور اذن ہندہ پر موقوف جب ہندہ نے کہا کہ مجھے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے تو یہ صاف رد و باطل ہوگیا اب اگر ہندہ و پدر ہندہ کو مجبور کرنے کے لیے کسی جھوٹی شہادت سے نفاذ نکاح ثابت کیا جائے تو زید اور اُس کے شہود سب مستحق غضب الٰہی و عذاب شدید ہونگے جھوٹی گواہی دینے والے پر جو سخت ہولناک وعیدیں ارشاد ہوئی ہیں ہر مسلمان جانتا ہے یہاں تک کہ قرآن عظیم میں اسے بُت پوجنے کے برابر شمار فرمایا قال اللہ تعالٰی فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین بہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں عدلت شہادۃ الزور بالاشراک باللہ عدلت شہادۃ الزور بالاشراک باللہ عدلت شہادۃ الزور بالاشراک باللہ جھوٹی گواہی خدا کے ساتھ شریک کرنے کی برابر کی گئی جھوٹی گواہی خدا کے لیے شریک بتانے کے ہمسر ٹھہرائی گئی جھوٹی گواہی خدا کا شریک ماننے کے ساتھ کی گئی رواہ ابوداود والترمذی وابن ماجۃ عن خریم بن فاتک رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الا انبئکم باکبر الکبائر قول الزور او قال شہادۃ الزور کیا میں تمھیں نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے بڑا کبیرہ کونسا ہے بناوٹ کی بات یا فرمایا جھوٹی گواہی رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لن تزول قدما شاھد الزور حتی یوجب اللہ لہ النار جھوٹی گواہی دینے والا اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ عزوجل اُس کے لیے جہنم واجب کردیتا ہے رواہ ابن ماجۃ والحاکم وصحح سندہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ایسی ناپاک کارروائی کے ساتھ کسی کی بیٹی کو بلا نکاح رخصت کراکر لیجانا اگرچہ اسی قصد پر ہو کہ گھر لیجا کر نکاح کرلیں گے سخت شدیدہ کبیرہ عظیمہ ملعونہ ہے جس کا مرتکب کہ اشد ظلم میں گرفتار ہے مستحق عذاب الیم نار ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے الا لعنۃ اللہ علی الظلمین سُن لو خدا کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں دفتر تین ہیں ایک میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا اور دوسرے کی اُسے کچھ پرواہ نہیں اور تیسرے میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ جس میں سے کچھ نہ بخشے گا کفر ہے اور وہ جس کی اُسے پرواہ نہیں آدمی کے

حقوق اللہ میں گناہ ہیں جیسے کسی دن کا روزہ یا کوئی نماز ترک کرنی کہ اللہ عزوجل چاہے گا تو اسے معاف فرما دیگا
واما الدیوان الذی لا یترک اللہ منہ شیئا مظالم العباد بینہم القصاص لا محالۃ اور وہ دفتر جس میں سے اللہ
تعالےٰ کچھ نہ چھوڑے گا بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے اس کا بدلہ ضرور ہونا ہے رواہ الامام احمد
والحاکم وصححہ عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نکاح اگرچہ جبر واکراہ سے بھی ہو جاتا ہے فی الفتح
الاصل ان تصرفات المکرہ کلہا قولا منعقدۃ عندنا الا ان ما یحتمل الفسخ منہ کالبیع والاجارۃ یفسخ وما لا
یحتمل الفسخ منہ کالطلاق والعتاق والنکاح والتدبیر والاستیلاد والنذر فہو لازم کذا فی الکافی
اھ وتمامہ فی رد المحتار قبیل قولہ وشرط حضور شاہدین الخ اقول واما قول الہندیۃ عن الخانیۃ فی
تعداد شروط النکاح ومنہا رضاء المرأۃ اذا کانت بالغۃ الخ فقد کتبنا علی ہامشہ ما نصہ ای اذنہا
قولا وفعلا صریحا او دلالۃ ولو جبرا وکرہا ھکذا ینبغی ان یفسر ھذا المقام مگر کسی کی بیٹی کو جبراً بلا نکاح لیجانا
پھر بالجبر نکاح کرنا ظلم پر ظلم اور مسلمان کو عار لاحق کرنا ہے قال اللہ تعالیٰ لا اکراہ فی الدین حدیث میں ہے
رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یحل لمسلم ان یاخذ عصا اخیہ بغیر طیب نفس منہ
مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی مسلمان کی لکڑی بغیر اُس کی دلی مرضی کے لے لے رواہ ابن حبان فی صحیحہ
عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بے مرضی لکڑی لینی حرام ہے لڑکی لینی کس درجہ حرام
واشد حرام ہوگی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ
جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی
رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن گواہ ووکیل ومعین جتنے لوگ اس
واقعہ پر آگاہ ہو کر زید کی اعانت کرینگے سب اُس کی مثل ظلم وحرام واستحقاق عذاب میں مبتلا ہوں گے
قال اللہ تعالےٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام جو کسی ظالم کے
ساتھ چلا اُس کی مدد کرنے اور وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے وہ بیشک اسلام سے نکل گیا رواہ الطبرانی فی
الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن اوس بن شرحبیل الاشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہا مسئلہ رضاعت ہمارے
مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوت رضاعت کے لیے کافی نہیں خصوصاً جبکہ خود مضطرب ہو کما
فصلناہ فی فتاونا السابقۃ الواردۃ علینا من السائل فی ھذا الباب اُس سے احتیاطاً بچنا صرف مرتبہ

استحباب ہی ہے اور فعل[۱] غایت درجہ مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولٰی کہ نہ کرے تو بہتر کرے تو کچھ گناہ نہیں فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے رجل تزوج امرأۃ فاخبرہ رجل مسلم ثقۃ او امرأۃ انہما ارتضعا من امرأۃ واحدۃ قال فی الکتاب احب الی ان یتنزہ فیطلقہا ویعطیہا نصف المہران لم یدخل بہا ولا تثبت الحرمۃ بخبر الواحد عندنا مالم یشہد بہ رجلان اورجل وامرأتان ایسے امر سے بچنے کے لیے جان دینے کی اجازت ہرگز نہیں ہوسکتی کہ جان[۲] کا رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے بلکہ اہل وعیال کو چھوڑ کر جلا وطنی وغیرہ امور بھی کہ خود گناہ یا منجر بہ گناہ ہوں جائز نہیں ہوسکتے اذلیس من قضیۃ الشرع الکریم والعقل السلیم درء شیئ خفیف بارتکاب ثقیل عظیم یہاں تقوے بمعنی اتقائے شبہات ہے وہ صرف مستحب ہے نہ فرض وواجب علما فرماتے ہیں لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات کما فی الاشباہ وغیرہ عن الخانیۃ والتجنیس وغیرہما زید وغیرہ کی اُس درخواست سے تقوے کی اہانت نہیں نکلتی بلکہ اس احتیاط کا غیر ضروری ہونا اور اس قدر ضرور صحیح ہے ہاں اُس سے روکنا اگر بالجبر ہو تو ہم لکھ چکے ہیں کہ مسلمان پر جبر واکراہ کسی امر مباح میں حرام وظلم ہے نہ کہ امر غیر مستحب میں مگر اس پر جان نہیں دے سکتے البتہ صورت اولٰی میں یعنی جبکہ واقع میں نکاح باطل ہوا اور زید جھوٹی گواہیاں دلوا کر بالجبر بلا نکاح چھین لیجانا یا بالجبر اُس کے ساتھ کوئی فعل ناجائز کرنا چاہے اُس وقت اگر یہ اپنے ناموس کی حفاظت جائزہ کرے جو شرعًا وعقلًا وعرفًا ہر طرح اس کا حق ہے اور ظالم اسے قتل کردے تو یہ شہید ہوگا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من[۳] قتل دون مالہ فہو شہید ومن قتل دون دمہ فہو شہید ومن قتل دون دینہ فہو شہید ومن قتل دون اہلہ فہو شہید جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید جو اپنی جان بچانے میں مارا جائے وہ شہید جو اپنا دین بچانے میں مارا جائے وہ شہید جو اپنے گھر والوں کے بچانے میں مارا جائے وہ شہید اخرجہ الائمۃ احمد وابوداود والترمذی والنسائی وابن حبان فی صحاحہم عن سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ[۲۱] از مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان حسن صاحب ۱۷ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید وہندہ نے باہم کلمات ایجاب وقبول نکاح کے بموجودگی دو آدمیوں کے کہے لیکن ان دونوں آدمیوں کو مطلقًا سماعت اور علم نکاح زید اور ہندہ کا نہ ہوا بعدازاں زید نکاح سے منکر ہوا اور اُن دونوں شاہدوں نے بھی سماعت اور علم نکاح سے لاعلمی روبرو حاکم شرع کے ظاہر کی تو آیا حاکم شرع زوجہ کو مہر دلائے گا یا نہیں اور یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نکاح میں شرط ہے کہ دونوں گواہ معاً دونوں لفظ ایجاب وقبول جلسۂ واحدہ میں سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے فی الدر المختار شرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معا علی الاصح فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر تو مذہب اصح پر یہ نکاح منعقد نہ ہوا زید کا انکار سچا ہے اگر نوبت ہم بستری نہ آئی تو مہر سے کیا علاقہ ورنہ مہر مثل دینا ہوگا فان الوطء فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او عقر کما فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار وقد کانت ھھنا شبھۃ العقد فالحد سقط فالعقر ثبت واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲ مسئولہ حافظ علی بخش صاحب ساکن آنولہ مسجد حنفیاں ۲۵ شوال ۱۳۱۳ھ

تعظیماً جمع کا لفظ خدا کی شان میں بولنا جائز ہے یا نہیں "جیسے کہ اللہ جل شانہ یوں فرماتے ہیں" اسی طرح ناکح سے کہنا کہ تم نے یہ عورت قبول کی جمع بولنا چاہیے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

حرج نہیں اور بہتر صیغہ واحد ہے کہ واحد احد کے لیے وہی انسب ہے قرآن عظیم میں ایک جگہ رب عزوجل سے خطاب جمع ہے رب ارجعون وہ بھی زبان کافر سے ہے۔ اور ناکح سے کہنا کہ تم یا آپ یا جناب نے قبول کی اس میں بھی حرج نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳ ۱۶ صفر ۱۳۰۳ھ

زید کہتا ہے کہ متناکحین بالیقین کو بوقت نکاح کلمے اور صفت ایمان مجمل ومفصل پڑھانا بہت ضرور وبہتر ہے اس کو کرنا چاہیے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہٗ کے فتاوے میں ہے "از روئے شریعت غرا نکاح درمیان مومن وکافر منعقد نمی گردد ظاہر ست کہ از انسان در حالت لاعلمی یا از روئے سہو اکثر کلمۂ کفر صادر می گردد کہ براں متنبہ نمی شود دریں صورت اگر نکاح متناکحین واقع شد منعقد نمی شود لہذا متاخرین از علمائے محتاطین احتیاطاً صفت ایمان مجمل ومفصل را بحضور متناکحین می گویند ومیگویانند تا انعقاد بحالت اسلام واقع شود فی الحقیقۃ علمائے متاخرین ایں احتیاط را در عقد نکاح افزودہ اند خالی از نزاکت اسلامی نیست کسانیکہ از اسلام بہرہ ندارند بلطف آں کے برسند" انتہی یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بہتر ہونے میں کیا کلام کہ ذکر خدا و رسول جل جلالہ وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خیر محض ہے خصوصاً تجدید ایمان [ف۱] کہ ویسے بھی حدیث میں اس کا حکم ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الایمان لیخلق فی جوف احدکم کما یخلق الثوب فاسألوا اللہ تعالیٰ ان یجدد الایمان فی قلوبکم بیشک ایمان تم میں کسی کے باطن میں پرانا پڑجاتا ہے جیسے کپڑا کہنہ ہوجاتا ہے تو اللہ عزوجل سے مانگو کہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تازہ فرمائے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر بسند حسن والحاکم فی المستدرک عن عمرو بسند صحیح رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جددوا ایمانکم اکثروا من قول لا الٰہ الا اللہ اپنے ایمان تازے کرو لا الٰہ الا اللہ بکثرت کہو رواہ الامام احمد والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح تو اس قدر ضرور مسلم کہ اس کو کرنا چاہیے ہاں [ف۲] بہت ضروری کہنا نوع افراط سے خالی نہیں جہلاً یا سہواً معاذ اللہ کلمہ کفر صادر ہوجانا محتمل سہی مگر اُسے مظنون ٹھہرالینا سوئے ظن ہے اور بے حصول ظن حکم ضرورت نہیں کما لایخفی واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵

۲۷- ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دختر زید بعمر سترہ سال و پسر عمرو بعمر تیئیس سال ہے اور مانع شرعی موجود نہیں پسر کا ولی واسطے نکاح کے چار ماہ کی مہلت چاہتا ہے اگر مہلت دی جائے تو شرعاً گنہگار ی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

کوئی گناہ نہیں جبکہ کوئی اندیشہ صحیح نہ ہو اور اگر معاذ اللہ اندیشہ ہے اور دوسرا کفو موجود ہے تو مہلت نہ دینا چاہیے اگر نہ مانے اُس دوسرے سے نکاح کردیں جبکہ دختر رضا مند ہو لحدیث یا علی لا تؤخر ثلثا الصلاۃ اذا اٰنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لہا کفوا او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶

از ریاست رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ

۲۰- محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس طور پر نکاح کیا کہ دو گواہ

اور ایک وکیل نے ہندہ کے پاس جاکر یہ کہا کہ بکر کا بیٹا زید نے ایک ہزار روپے کے بدلے میں تمکو اپنی زوجیت میں طلب کیا ہے یعنی خواستگاری کی ہے تم بھی اُس کو اپنی شوہریت میں قبول کرو اور مجھکو وکیل قرار دو تو ہندہ مذکورہ نے فقط لفظ قبول کہا (اور اس لفظ قبول کو اس ملک کے عوام وخواص قایم مقام ایجاب کے بنابر عرف کے سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں) پھر اسی طرح تینوں شخص زید کے پاس گئے اور وکیل نے زید سے جاکر کہا کہ تم نے خالد کی بیٹی ہندہ کو مہر مذکور پر قبول کیا تو زید نے صرف لفظ قبول کہا (اور اس قبول کو یہاں کے باشندے بمنزل قبول نکاح کے تصور کرتے ہیں اور ہزاروں نکاح اس طور سے ہوگئے اور ہوتے ہیں اور آئندہ بھی ہونگے کیونکہ یہ طور یہاں کا رسم ورواج قرار پایا ہے) اب اس صورت میں فقط لفظ قبول سے نکاح صحیح ہوگایا نہیں بعضے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح ہوجائیگا کیونکہ عاقل وبالغ کا کلام لغو کرنا نہ چاہیے ورنہ ہزاروں آدمی حرام زادہ قرار پایں گے مسلمان کو زنا سے شرعاً بچانا چاہیے اور عرف اور رواج بھی ادلہ شرعیہ سے ایک دلیل ہے تو موافق عرف کے نکاح کو صحیح قرار دینا چاہیے اور بعضے علما کہتے ہیں کہ لفظ قبول سے نکاح صحیح نہیں ہوتا کیونکہ لفظ قبول مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں ہوتا اب متنازع فیہ میں حکم شرع شریف جو ارشاد ہو۔ عوام بیچارے نہ مصدر کو جانیں نہ ماضی کو وہ تو اپنے عرف ورواج جانتے ہیں اسی کے پیرو وتابعدار ہیں ان کی اصلاح کس طور پر ہو بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں صحت نکاح میں شبہہ نہیں جب ہندہ نے بعد سوال توکیل لفظ قبول کہا یہ ایجاب توکیل ہوا اور وہ شخص وکیل ماذون ہوگیا فان التوکیل یتم بمجرد الایجاب ولا یتوقف علی القبول وان کان یرتد بالرد کما فی الاشباہ والھندیۃ وغیرھما وھھنا وان امکن ان یجعل قول الوکیل تقبلیہ فی زوجیتک ایجاب فضولی بناء علی ماصرح فی الخانیۃ والخلاصۃ ان الامر فی النکاح ایجاب قال فی الفتح وھو الاحسن وح یکون قول المرأۃ قبول قبولا وینعقد النکاح موقوفا علی اجازۃ الرجل فاذا خاطبہ الوکیل وقال قبول یکون تنفیذا لکنہ خلاف ما قصدوہ فان صنیعھم شاھد انھم لم یجعلوا مجلس المخاطبۃ مع المخطوبۃ مجلس عقد بل استئذان فیکون طلبا للوکالۃ وقولھا قبول توکیلا اب کہ وکیل نے خاطب سے آکر وہ لفظ کہے یہ جانب وکیل سے ایجاب ہوا فانہ استفھام والکان حرفہ مقدرا والاستفھام عند ارادۃ التحقیق یؤدی مؤدی الامر کما حققناہ فی فتاونا والامر کما سمعت ایجاب فی النکاح ولا نعدل عن ھذا القول المرجح الی قول

انه توکیل لان الوکیل لایملک التوکیل فلاینفذ العقد وفیه تضییق واللہ یحب الرفق اور زوج کا قبول کہنا قبول ہوا اور نکاح صحیح وتام نافذ ہوگیا اور یہ اعتراض کہ قبول مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں رأساً ساقط ہے کہ یہ لفظ اُس سوال وکیل کے جواب میں ہے کہ تم نے ہندہ کو قبول کیا اور عقل ونقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے کہ السؤال معاد فی الجواب کما صرح بہ فی الاشباہ وغیرہا کتاب تو جواب میں صرف لفظ قبول کے قطعاً یہی معنے ہیں کہ قبول کیا اور یہ ماضی ہے اور ماضی سے نکاح یقیناً درست ہے کما صرحوا بہ متوناً وشروحاً وفتاوی معہذا ایجاب اصل کار وہ الفاظ ہیں جو رضا بالانشا پر بے احتمال مساوی دلیل ہوں اور شک نہیں کہ لفظ قبول صراحۃً اُس پر دال ولہٰذا علما تصریح فرماتے ہیں اگر عورت سے کہا اپنے نفس کو میری زوجیت میں دے اُس نے کہا بالسمع والطاعۃ نکاح ہوگیا کما فی النوازل والخلاصۃ والبزازیۃ والبحر والدر والمحیط والھندیۃ وغیرھا من الاسفار الغر سمع وطاعت بھی مصدر ہی ہیں اور مناط صحت وہی تقدیر ماضی ہے یا اعتبار تراضی وہ دونوں یہاں حاصل تو حکم عدم نکاح محض باطل فتح القدیر میں ہے لما علمنا ان الملاحظۃ من جھۃ الشرع فی ثبوت الانعقاد ولزوم حکمہ جانب الرضی عدینا حکمہ الی کل لفظ یفید ذلک بلا احتمال مساو للطرف الاٰخر الخ رد المحتار میں ہے قولہ او بالسمع والطاعۃ متعلق بمحذوف دل علیہ المذکور ای زوجت او قبلت متلبسا بالسمع والطاعۃ لامرک ولا یحصل السمع والطاعۃ لامرہ الا بتقدیر الجواب ماضیا مرادا بہ الانشاء لیتم شرط العقد بکون احدھما للمضی بحر الرائق میں زیر قول کنز انما یصح بلفظ النکاح والتزویج وما وضع لتملیک العین فی الحال فرمایا یرد علی المصنف الفاظ ینعقد بھا النکاح غیر الثلثۃ (وعد اشیاء کثیرۃ الی ان قال) ومنھا بالسمع والطاعۃ لو قال زوجی نفسک منی فقالت بالسمع والطاعۃ فھو نکاح کما فی الخلاصۃ ومنھا ما فی الذخیرۃ لو قال ثبت حقی فی منافع بضعک بالف فقالت نعم صح النکاح اھ والجواب ان العبرۃ فی العقود للمعانی حتی فی النکاح کما صرحوا بہ وھذہ الالفاظ تؤدی معنی النکاح واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷: ۶۔ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ دونوں شخص چند شخصوں کے روبرو اس کے مقر ہوں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہوگیا ہے یا زید علیحدہ ایک وقت میں اور ہندہ علیحدہ ایک وقت میں چند اشخاص کے روبرو فرداً فرداً یہ ظاہر کریں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہوگیا ہے اور پھر خط کتابت میں ہندہ

زید کو وہی القاب آداب جو بی بی خاوند کو لکھتی ہے استعمال کرے تو کیا سمجھا جائیگا اور شرعاً کیا حکم دیا جائیگا۔

الجواب

تصادق مرد و زن کہ مرد کہے یہ میری منکوحہ ہے عورت کہے یہ میرا شوہر ہے عند الناس ثبت نکاح ہے مگر اگر غلط اقرار کیا ہو تو عند اللہ ہرگز نفع نہ دیگا وہ زانی و زانیہ ہوں گے اور سخت عذاب جہنم کے مستحق اور اولاد ولد الزنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸ ۱۶۔ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں تجھکو بعد تین چار ماہ کے طلاق دیدونگا آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح جائز ہے اور طلاق دینا اُس پر لازم نہیں فان النکاح لا یبطل بالشروط الفاسدۃ بل ھی التی تبطل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹ ۱۸۔ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

حال یہ ہے کہ حامد اور محمودہ دونوں میں ایسا رشتہ تھا کہ محمودہ اُس کے سامنے آسکتی تھی اور یہ دونوں ایک مدت تک صغر سنی میں ایک ہی جگہ رہتے سہتے تھے ۱۸۹۶ء میں حامد کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور برضامندی فریقین (یعنی حامد اور محمودہ) کے والدین کے حامد کی نسبت محمودہ سے ہوگئی اور مراسم نسبت ادا ہونے کے بعد ایک تاریخ نکاح مقرر ہوگئی لیکن اس تاریخ مقرر پر حامد کو کہ وہ گورنمنٹ کا ملازم تھا اتفاق سے رخصت نہ ملی اور تاریخ مقررہ پر نکاح نہ ہوسکا اُس کے بعد کچھ جھگڑے ایسے درپیش ہوگئے کہ دوسری تاریخ مقرر ہونے سے پہلے حامد اپنی ملازمت سے علیٰحدہ ہوا اس کے بعد جب حامد کے والدین نے تاریخ مقرر کرنا چاہی تو محمودہ کے والدین نے یہ عذر پیش کیا کہ حامد اب بے نوکر ہے اس لیے ہم نکاح نہیں کرنا چاہتے حامد اور محمودہ دونوں بالغ ہیں محمودہ تاریخ نسبت سے حامد سے پردہ کرتی ہے جب یہ حال محمودہ کو معلوم ہوا تو اُس نے اپنی والدہ سے صاف صاف کہدیا کہ میں دوسرے امیر گھر جانا پسند نہ کرونگی خواہ کچھ ہی کیوں نہو جس سے نسبت ہوئی اُس سے نکاح ہوجانا چاہیے۔ محمودہ کے باپ واقعی امیر کبیر ہیں اور حامد ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہے محمودہ کے باپ یہ کوشش کرتے ہیں کہ محمودہ کا کسی امیر اور مالدار سے نکاح کردیں اور محمودہ کی رضامندی پر کوئی توجہ

نہ کی جائے اِس لیے محمودہ یہ چاہتی ہے کہ قبل اس کے کہ یہ جبر اُس پر کیا جائے وہ حامد کے ساتھ اپنا نکاح کر لے مگر اس نکاح کا حال اُس کے والدین کو نہ معلوم ہو اور حامد بھی یہی چاہتا ہے۔ تو علمائے دین محمدی سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ محض اگر گواہان اور وکیل کی موجودگی اور علم میں قاضی صاحب نکاح پڑھا دیں اور از روے شریعت ایجاب و قبول کا اطمینان کر لیں تو یہ نکاح خفیہ جائز ہے اور کسی طرح ناقص تو نہیں فقط

الجواب

بالغہ جو بے رضائے ولی بطور خود اپنا نکاح خفیہ خواہ علانیہ کرے اُس کے انعقاد و صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ شوہر اس کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشے یا مال یا چال چلن میں عورت سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اُسکا نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار و بدنامی ہو اگر ایسا ہے تو وہ نکاح نہوگا فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان مال[1] میں کفاءت کو صرف اسقدر کفایت کہ وہ شخص اگر پیشہ ور ہو تو روز کا روز اتنا کماتا ہو جو اُس عورت غنیہ کے قابل کفایت روزانہ دے سکے اور پیشہ ور نہیں تو ایک مہینہ کا نفقہ دے سکے اور مہر جس قدر معجل ٹھہرے اُس کے ادا پر قدرت بہرحال درکار ہے فی الدر المختار تعتبر الکفاءۃ فی العرب والعجم مالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شھر لو غیر محترف والا فان کان یکتسب کل یوم کفایتھا لو تطیق الجماع پس اگر حامد اس قدر مال رکھتا ہے اور مذہب و نسب و حرفت و روش میں بھی محمودہ سے ویسا کم نہیں کہ اُس سے نکاح باعث عار پدر محمودہ ہو جیسا کہ صورت سوال سے یہی ظاہر ہے کہ باپ پہلے اُس سے نکاح پر راضی تھا اب صرف نوکری نہ رہنے کا عذر کرتا ہے تو اس صورت میں بر تقدیر صدق مستفتی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے حامد و محمودہ کے ایجاب و قبول کر لینے سے جائز و صحیح ہو جائیگا نفس نکاح میں نقصان نہوگا ماں باپ کو ناراض کرنے کا وبال محمودہ پر ہو تو جدا امر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۳۰] ضلع پشاور تحصیل صوابی ڈاک خانہ یار حسین موضع یعقوبی سید عید شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی والدہ اور ہمشیرہ عمرو کے مکان پر بطور مہمانداری کے آئیں و سوئیں تھیں عمرو نے زید کی والدہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے اپنی بیٹی تم کو دی ہے جس سے اُس کا منشا یہ تھا کہ زید سے اس لڑکی کا نکاح کرینگے زید کی والدہ نے اُس کے جواب میں عمرو کو دعائیں دیں اور قبول زبان سے نہیں کیا بعد کو زید نے ایک چھوٹا سا زیور بطور نشانی کے بنا کر عمرو کی بیٹی کے واسطے بھیجا اور جس وقت

عمرو نے اپنی بیٹی کا تذکرہ زید کی والدہ سے کیا اُس وقت زید کی والدہ اور زید کی ہمشیرہ اور عمرو کی بیوی تھی یہ تین عورتیں موجود تھیں اور سوائے عمرو کے اور کوئی مرد گھر میں موجود نہ تھا نہ اُس ایجاب کا قبول صراحۃً ہوا نہ ذکر مہر ہوا اور نہ گواہ موجود تھے پھر عمرو کے انتقال کے بعد عمرو کے لڑکے نے اُس نابالغہ کا عقد خالد سے کیا اور ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے لیکن عقد مع گواہ اور ذکر مہر کے ہوا ہے تو اس صورت میں عقد خالد کا صحیح ہوا یا نہیں اور زید مدعی اس بات کا ہے کہ نکاح مجھ سے صحیح ہے بینوا توجروا

الجواب

زید کا دعوے محض غلط ہے اُس سے نکاح ہرگز صحیح نہ ہوا وان فرض ان کلام عمرو مع ام زید کان ایجابا وان دعاءھا لہ قام مقام القبول للدلالۃ الرضا وان بعثہ حلیا للعرس کا نہ اجازۃ لعقد الفضولی فعلی فرض کل ذلک لا وجہ للصحۃ فی الوجہ المذکور لعدم شاھد من الذکور درمختار میں ہے شرطہ حضور شاھدین حرین اوحر وحرتین مکلفین بحرالرائق میں ہے فلا ینعقد بحضرۃ العبید والصبیان خالد کا عقد صحیح ہوا لان الاقدام علیہ فسخ للفاسد ان قلنا بالفرق بینہ وبین الباطل فی النکاح کما ھو قضیۃ فی وجہۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱ مرسلہ مولوی سید ظہور احمد صاحب از بتھو شریف ضلع گیا ۲۵۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

ایک شخص کا نکاح بحضور دو شخص کے عورت کی اجازت سے ہوا اور وہ دونوں شخص چُپ رہے تو ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں اور وکیل بالنکاح ایک شخص ثالث ہے اور وہ شخصین ناکح کو جانتے ہیں لیکن ناکح نہیں جانتا ہے اور عورت نے وکیل بالنکاح وہ دو شخص کے سامنے پردہ سے اپنے نکاح کی اجازت دیا اور وکیل نے یوں کہا کہ فلاں عورت کو اس قدر مہر پر آپکو دیا نہ نکاح کا لفظ کہا ہو اور نہ زوجیت کا۔

الجواب

نہ ناکح کا شاہدین کو پہچاننا ضرور نہ شاہدین کا وقت عقد کچھ بولنا ضرور نہ خاص لفظ نکاح یا زوجیت ضرور نہ صرف فلاں عورت کہنے میں محذور جبکہ تنہا اسی قدر سے اُس کی معرفت ہو جائے شاہدین کا معا لفظین ایجاب و قبول کو سُننا اور اتنا سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے اور لفظ نکاح و تزویج ہونا یا کوئی اور لفظ جو تملیک عین کاملہ فی الحال کے لیے وضع کیا گیا اور شاہدین کے نزدیک عاقدین اعنی زوج و زوجہ کا تمیز ہو جانا خواہ بحضور و رویت واشارہ یا بغیبت و تسمیہ مجردہ یا مع نسبت وغیرہ متمیزات میں اس قدر ضرور ہے اور شک نہیں کہ

کسی مرد کو اتنے مہر پر عورت کا دیا جو انتفیہ معنی نکاح ہے تو صورت مستفسرہ میں اگر باقی شرائط مذکورہ مجتمع تھے نکاح درست ہوگیا و المسائل کلہا مصرحۃ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳ مرسلہ سید ظہور احمد صاحب مذکور الصدر ۳ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

ناکح کو تین مرتبہ قبول کرنا شرط ہے یا ایک بار اور گھبراہٹ کی وجہ تین بار تین طرح کہا کبھی یہ کہ قبول ہے کبھی میں نے قبول کیا کبھی قبلتُ ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں اور یہ بحضور شاہدین ہے اور عورت سے ایجاب درست طور پر ہوا یا نہیں۔

الجواب

نکاح خواہ کسی عقد میں تین بار قبول اصلا ضرور نہیں ایک ہی بار کافی ہے اور تین بار تین طرح الفاظ قبول ادا ہونا کچھ مضر نہیں ہاں اگر گھبراہٹ میں بجائے قبول بعض الفاظ رد و انکار ادا ہوں تو یہ دیکھا جائیگا کہ پہلے لفظ قبول کہا تھا تو نکاح ہوگیا کہ بعد تمامی عقد رد و انکار مانع انعقاد نہیں اور پہلے لفظ انکار نکلا تو وہ ایجاب رد ہوگیا اب جو اس کے بعد اُس نے لفظ قبول کہا یہ اس کی طرف سے ایجاب ہوا اگر اسی مجلس میں اُدھر سے لفظ قبول متحقق ہوا منعقد ہوجائیگا ورنہ باطل ہوجائیگا اور اگر متعدد الفاظ میں لفظ رد کوئی نہ تھا ہاں ایسے الفاظ تھے کہ قبول نہ ٹھہریں تو وہ خواہ پہلے ہوں یا پیچھے جبکہ مجلس بدلنے سے پہلے ایک لفظ بھی قبول صحیح کا ادا ہوگا نکاح ہو جائیگا لان اللغو غیر شرط والمجلس یجمع المتفرق اور ایجاب عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے دونوں درست ہیں عقود میں ایجاب و قبول کچھ متعین نہیں عاقدین میں جس کی طرف سے الفاظ عقد پہلے صادر ہونگے اُن کا نام ایجاب رکھا جائے گا اُن کے جواب میں دوسرا جو کہے گا وہ قبول قرار پائے گا مثلاً عورت نے مرد سے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں قبول کیا یہ ایجاب ہوا اگرچہ بلفظ قبول ہے مرد نے اس کے جواب میں کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا یہ قبول ہوا اگرچہ بلفظ قبول نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴ از موضع بنجھو ضلع گیا مرسلہ جناب مولوی سید محمد ظہور احمد صاحب ۱۶ شوال ۱۳۲۴ھ

جناب مولانا صاحب السلام علیک استفتا یہ ہے کہ اگر وکیل بالنکاح یا شاہدین نکاح غیر مقلد یا وہابی ہوں تو ایسے شخص کی وکالت یا شہادت درست ہوسکتی ہے یا نہیں اور نکاح درست ہوگا یا نہیں اگر ایسے لوگ وکیل یا شاہد ہوں۔

الجواب

سیّد صاحب وعلیک السلام وہابی وغیرمقلد کی ضلالت جبکہ حدکفر تک نہ پہنچی ہو نادر ہے اور بہ غیرمقلد وہابیوں میں نادر ہے اور جیسے طائفہ رشیدیہ پیدا ہوا مقلد وہابیوں میں بھی کتنے اسمعیلیوں کی طرح یہی حالت ہوگئی اُن میں غالبًا کوئی نہوگا جن پر بحکم فقہائے کرام لزوم کفر نہو اور بہت تو صریح التزام کی حد پر ہیں نسال اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ) جب تو نکاح میں اُن کا شاہد ہونا اصلامخل نہیں اور اگر حدکفر پہ ہو تو وکالت جب بھی جائز ہے کہ مرتد کو وکیل کرسکتے ہیں یعنی اُس کی وکالت صحیح ہوجائے گی اگرچہ اُس سے میل جول اختلاط حرام ہے ہندیہ میں ہے تجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا اوکذا الوکان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ کذا فی البدائع رہی شہادت عوام میں دو شخص جن کو گواہی نکاح سے نامزد کیا جاتا ہے اگر وہ دونوں مرتد وہابی تھے مگر جلسے میں اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان ہیں جنھوں نے معًا ایجاب وقبول سُنا اور سمجھا جب تو نکاح صحیح ہوگیا لوجود الشھود وان کان من سموا شھودا مرتدین اور اگر صرف یہی حاضر وسامع وفاہم تھے یا اور جتنے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں ایک نصاب مسلمانوں سے پورا نہیں تو نکاح صحیح نہوا فاسد محض ہوا لان من شرائط الصحۃ الشھود ولا شھادۃ لمرتد کما فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴

عورت مرد اگر باہم ایجاب قبول کرلیں اور کسی کو اطلاع نہو تو یہ نکاح ہوجائیگا۔

الجواب

بے حضور دو گواہ نکاح فاسد ہے حدیث میں فرمایا الزوانی اللاتی ینکحن انفسھن بغیر بینۃ زناکار ہیں جو اپنی جانوں کو نکاح میں دیتی ہیں بغیر گواہوں کے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵ مسئولہ محمد یوسف از جبلپور ۱۳۔ ذی القعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی غیرمقلد کسی مقلد کا نکاح بموجب شرع مصطفوی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑھا دے تو اُس کا پڑھایا ہوا نکاح جائز ہے یا حرام اور جو اس نکاح سے اولاد پیدا ہو وہ حرامی تو نہوگی بینوا توجروا۔

الجواب

اگرچہ نکاح خواں شرع مطہر میں کوئی چیز نہیں اگر کوئی ہندو مشرک زوجین کو ایجاب و قبول روبروئے گواہان کرادے اور شرائط صحت متحقق ہوں نکاح ہوجائیگا مگر یہاں ایک نکتہ جلیلہ ہے جسے وہی سمجھتے ہیں جو موفق من اللہ تعالیٰ عزوجل ہیں وہ یہ کہ اگر ہندو مشرک پڑھائیگا تو کوئی کلمہ گو اُسے معظم دینی بلکہ مسلمان بھی نہ جانیگا بخلاف ان کلمہ گویان کفر دردل کے کہ عوام اُن کو خالص مسلمان جانتے ہیں حالانکہ ان پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ وتصریحات فقہیہ حکم کفر لازم ہے کما فصلناہ فی الکوکبۃ الشہابیہ و فی النہی الاکید وغیرہما ولدی مزید اور ان میں بہت تو کھلم کھلا ضروریات دین کے منکر اور قطعاً اجماعاً مرتد کافر ہیں اور نکاح خوانی کے لیے لوگ اُسے بلاتے ہیں جسے اپنے نزدیک صالح اور معتبر جانتے ہیں تو اگر زوجین میں سے کسی نے اُن کے کفریات پر مطلع ہوکر پھر اُن کو نیک اور صالح سمجھا تو اُن پر بھی وہی حکم نقد وقت ہوگا کما صرح بہ فی الشفاء والاشباہ وغیرھما ایسی صورت میں بحکم فقہا اصلاً مطلق نکاح نہ ہوگا لہٰذا احتیاط فرض ہے اگر ایسا واقع ہولیا یعنی اُس کی گمراہیوں پر مطلع ہوکر پھر اُسے معظم و متبرک سمجھکر نکاح خوانی کے لیے بلایا تو بعد توبہ و تجدید اسلام تجدید نکاح لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶ از نگلہ مرہر و ڈاک خانہ بیلا ؤدہ ضلع میرٹھ مسئولہ محمد ذاکر علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام ہیں کمر سے لیکر سُرین تک جُڑی ہوئی ہیں سر ایک ہے اور باقی عام اعضا الگ الگ علٰحدہ علٰحدہ وہ اپنی مادری زبان تلنگی میں اچھی طرح گفتگو کرسکتی ہیں عمر اُن کی بارہ سال ہے یہ قصہ سکندر آباد دکن کا ہے میں نے اس کو اخبار وطن لاہور جلد ۸ ع ۲۳ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۱۳ میں دیکھا ہے لکھا ہے کہ یہ ہندو ہیں ان کے والدین کو ان کے ذریعہ سے کافی آمدنی ہے درصورت صحیح ہونے اور مسلمان ہونے ان کے کے ان کی صورت نکاح کیا ہے اگر کیا جائے تو دو بہنیں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں اور کہا جائے کہ دوسے کیا جائے تو بیحیائی لازم آتی ہے اور یہ دونوں لڑکیاں علٰحدہ نہیں ہوسکتیں حکم اس مسئلہ کا مفصل مدلل ارقام فرمائیے اور روایت فقہا بھی تحریر کیجیے بینوا توجروا

الجواب

ظاہراً یہ اخباری گپ ہے ایسے عجائب اگر نادراً پیدا ہوتے ہیں تو عادۃً زندہ نہیں رہتے اگر بارہ برس سے ایسا اعجوبہ ملک میں موجود ہوتا تو جب ہی سے تمام اخبار اُس کے ذکر سے بھرجاتے دیار و امصار میں شہرت

ہوئی نہ کہ اب بارہ سال کے بعد درج اخبار ہوا اور بالفرض اگر صحیح بھی ہو اور وہ دونوں مسلمان بھی ہو جائیں تو شریعت مطہرہ نے کوئی مسئلہ لاجواب نہ چھوڑا بھلا یہ صورت تو بہت بعید ہے فرض کیجیے جو عورت ابتدائے بلوغ سے معاذ اللہ جذام و برص میں مبتلا ہو اور اس کے ساتھ ایسی کریہہ المنظر کہ اسے کوئی قبول نہ کرتا نہ کہ بحالت جذام اس کے لیے کیا صورت ہوگی اسے شرع کیا حکم دے گی ہاں اسے عفت و صبر کا حکم فرماتی ہے اور روزوں کی کثرت اس کا علاج بتاتی ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ جو نکاح کی طرف کوئی راہ نہ پائیں وہ بچے رہیں جبتک اللہ اپنے فضل سے انھیں بے پرواہ کردے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں یا معشر (ف۱) الشبان من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء اے گروہ جوانان تم میں جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کہ نکاح پریشان نظری و بدکاری سے روکنے کا سب سے بہتر طریقہ ہے اور جسے ناممکن ہو اس پر روزے لازم ہیں کہ کسر شہوت نفسانی کردینگے یہی حکم و علاج اس اعجوبہ خلقت کے لیے ہوگا اس کی نظیر وہ سوال ہے کہ جہاں (ف۲) عرض تسعین کی نسبت کیا کرتے ہیں جہاں چھ۶ مہینے کا دن اور چھ۶ مہینے کی رات ہے کہ وہاں رمضان کے روزے کیسے رکھیں حالانکہ وہاں انسانی آبادی کا نام نہیں کہ اسی (ف۳) درجے عرض سے آگے لوگوں کا گذر بھی نہیں کہ ہمیشہ کی ہر آن برف باری نے وہاں سمندر کو دلدل کر رکھا ہے نہ پانی رہا کہ جہاز گزرے نہ زمین ہو گیا کہ آدمی چلیں بلکہ ستر (ف۴) درجے سے آبادی کا پتہ نہیں وہاں جبکہ چھ چھ مہینے کے دن رات ہیں بلکہ قطب (ف۵) شمالی میں چھ۶ مہینے نو دن کا دن اور نو دن کم چھ مہینے کی رات اور قطب جنوبی میں بالعکس اس لیے کہ اوج آفتابی شمالی اور حضیض جنوبی ہے اور اس کی رفتار اوج میں سست اور حضیض میں تیز ہے پھر یہ نہار (ف۶) ولیل تنجمی ہے عرفی لیجیے تو نصف قطر آفتاب اور حصہ انکسار بڑھکر مقدار نہار میں اور بہت سے دن بڑھ جائیں گے اور نہار شرعی کے لیے اٹھارہ درجے کا انحطاط لیجیے تو کئی مہینے مقدار نہار میں شامل ہوکر رات بہت کم رہجائے گی اور وہاں قمر وغیرہ کسی کوکب کا طلوع و غروب حرکت شرقیہ فلکیہ سے نہیں بلکہ صرف اپنی حرکت خاصہ سے جب (ف۷) منطقہ سے شمالی ہوگا قطب شمالی میں طلوع کریگا اور جبتک شمالی رہے گا طالع رہے گا پھر جب جنوبی ہوگا غروب کریگا اور جبتک جنوبی رہے گا غارب رہے گا اور اس ظہور و بطون کے لیے کوئی تعیین نہیں کہ قمر اس وقت اجتماع میں ہو یا بین تربیع میں ہو یا شکل ہلال میں تو سال کے بارہ دن رات

جو تم نے پائے اُن میں حساب انتظام اہلہ وشہور نا مقدر اور اگر حکما صورت تقدیر واندازہ لیجیے بھی جس طرح دربارۂ ایام طوال دجال نمازوں کے لیے ارشاد ہوا تو وہی قرآن عظیم جس نے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ فرمایا اُسی نے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ارشاد کیا یعنی جنھیں روزے کی قدرت نہ ہو اُن پر بدلہ ہے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کا کھانا اور جن کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو وہ حصول استطاعت کا انتظار کریں اور اپنے رب سے انابت واستغفار کہ وہی قرآن کریم فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا خدا کسی کو اُس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷: از خیر آباد محلہ میاں سرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ سید فخر الحسن صاحب ۳ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

خطبۂ نکاح کا کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے یا بیٹھکر اور کس طریقہ سے مسنون ہے۔

الجواب

اگرچہ خطبہ میں مطلقاً افضل قیام ہے کہ آواز بھی دور پہنچتی ہے اور باعث توجہ حاضرین بھی ہوتا ہے اور اس امر میں سب خطبے مشترک ہیں ہاں جو خطبہ سواری پر ہوتا ہے جیسے خطبۂ عرفہ وہاں قیام مرکب قائم مقام راکب ہے مگر خطب نافلہ بیٹھکر بھی ثابت ہیں ابن جریر عن سماك بن حرب قال سمعت معروا اوابن معرور التیمی قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ وصعد المنبر فعد دون مقعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بمقعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اوصیکم بتقوی اللہ واسمعوا واطیعوا من ولاہ اللہ تعالٰی امرکم۔ اور خطبۂ نکاح نفل ہی ہے تو بیٹھکر بھی مضائقہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۸: از سلون ضلع رائے بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

جناب مولانا صاحب مجدد مأتہ حاضرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی من لدیکم۔ کیا مسلک ہے آپ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے تزوّجتُ اور ہندہ نے قبلتُ دو گواہوں کے سامنے کہدیا اور دونوں ان الفاظ کے معنے نہیں سمجھتے بلکہ گواہ بھی نہیں سمجھے آیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائیگا یا نہیں شرح وقایہ اور فتاوے قاضی خاں اور فتاوے ظہیریہ اور رد المحتار اور درمختار میں ایسا نکاح جائز لکھا ہے بلکہ درمختار میں اسی پر فتوے ہے اور دلیل اس کی کل کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ مضمون لفظ کا علم اور اُس کا سمجھنا اُن امور میں معتبر ہے جن میں نیت اور قصد کی ضرورت ہو اور جن امور میں جد وہزل برابر ہوں اُن میں معنے سمجھنے کی ضرورت

نہیں لہٰذا نکاح محض بتلفظ نَکَحْتُ وَقَبِلْتُ بلا فہم معنے منعقد ہو جائیگا جیسا کہ قاضی خاں وغیرہ میں ہے لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یعتبر فیما یستوی فیہ الجد والھزل انتھے میرے خیال میں یہ دلیل صحیح نہیں عبارت قاضی خاں کی فلا یعتبر (ای العلم بمضمون اللفظ) فیما یستوی فیہ الجد والھزل ہرگز قابل تسلیم نہیں ہزل میں مضمون لفظ کا علم اور معنے کا سمجھنا ضروری ہے بغیر فہم معنے ہزل غیر ممکن ہے اس واسطے کہ استعمال لفظ وارادہ غیر معنے حقیقی ومجازی کا نام ہزل ہے اور اُس میں شرط ہے کہ قبل عقد متعاقدین آپس میں ذکر کرلیں کہ یہ عقد بطریق ہزل ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے الھزل ان یراد بالشئی غیر ما وضع لہ بغیر مناسبۃ بینھما والجد ما یراد بہ ما وضع لہ او ما صلح لہ اللفظ مجازا اھ نورالانوار میں ہے وشرط الھزل ان یکون صریحا مشروطا باللسان بان یذکر العاقد ان قبل العقد انھما یھزلان فی العقد ولا یثبت ذلک بدلالۃ الحال اس صورت میں جبکہ عاقدین بالکل سمجھتے ہی نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنے ہیں اور کس موقع میں استعمال کیے جاتے ہیں تو ہزل کیسے ہوسکتا ہے قطع نظر اس کے ہزل میں اگرچہ ہازل نفس حکم سے راضی نہیں ہوتا لیکن اُس کے اسباب سے راضی رہتا ہے جیسا کہ نورالانوار میں ہے وانہ ینافی اختیار الحکم والرضاء بہ ولا ینافی الرضاء بالمباشرۃ الخ اور یہاں عاقدین جانتے ہی نہیں کہ یہ الفاظ کیسے ہیں اور ان کے کیا معنے ہیں تو رضا بالاسباب بھی مفقود ہے لہٰذا اس صورت کو ہزل میں داخل کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ دوسری دلیل مجوزین کی یہ ہے کہ اگرچہ متعاقدین معنے نہیں سمجھتے لیکن اُن کا جہل معتبر نہوگا اور نکاح منعقد ہو جائیگا لان الدار دار الاسلام فلا یکون الجھل فی احکام الشرعیۃ عذرا اس جگہ دعوی ودلیل میں صراحۃ تخلف ہے دلیل کا منشا تو یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں جہل معتبر نہیں یہ ضرور قابل تسلیم ہے لیکن یہ اس امر کو مستلزم نہیں کہ زبان عربی سے جہل بھی غیر معتبر ہو احکام شرعیہ منحصر بزبان عربی نہیں عاقدین احکام نکاح کو زبان غیر عربی مثلاً فارسی اُردو وغیرہ میں جانتے ہوں اور زبان عربی سے واقف نہیں تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جاہل بالاحکام ہیں جہل بالاحکام اور جہل باللسان کو متحد جانکر دونوں کو غیر معتبر کہنا صحیح نہیں ہوسکتا لہٰذا اجب عاقدین کو کسی طرح اس کا علم نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنے ہیں اور کس موقع پر اس کا استعمال ہوتا ہے تو اُن کے تلفظ سے نکاح نہیں ہوسکتا فصول عمادی میں ہے انہ لا یصح عقد من العقود اذا لم یعلما معناہ اھ فتاوے حمادیہ میں بھی مثل اس کے لکھا ہے شمس الاسلام اوزجندی سے کسی نے اس مسئلہ کو پوچھا فرمایا نہ منعقد ہوگا لان المرأۃ فی ھذہ بمنزلۃ الطوطی والصبی الذی لا یعقل صاحب فتاوے بزازیہ کی بھی یہی رائے ہے درمختار کے

فتوے کو ردالمحتار میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اب آپ کے نزدیک اگر یہ نکاح جائز ہے تو شبہہ مذکورہ بالا کا جواب مدلل طور سے ارقام فرمایئے اور اگر ناجائز ہے تو یہ فرمایئے کہ مجوزین کی دلیل بالکل سُست ہے یا نہیں۔ تیسری دلیل میں نے ان لوگوں کی نہیں دیکھی اگر آپکی نظر سے گزری ہو تو مطلع فرمایئے۔ یہ بھی میں جانتا ہوں کہ آپ بہت عدیم الفرصت ہونگے مگر خدا نے وارث الانبیا آپکو کیا ہے سائل اور کس سے اپنے شبہے رفع کرے۔ والسلام۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر کی رائے میں دونوں دلیلیں اعتراض سے بری اور دونوں قول اپنے اپنے محل پر صحیح ہیں دلیل اول کی برارت تو واضح تر۔ امام اجل قاضی خاں نے فتاوے خانیہ امام ظہیر الدین مرغینانی نے فتاوے ظہیریہ امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں اُسے افادہ فرمایا اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر محقق زین نے بحرالرائق میں اُس پر تعویل کی اُس میں صورت مذکورہ کو ہزل نہ کہا بلکہ ایک مقدمہ دلیل پر مسئلۂ ہزل سے استدلال فرمایا ہے تقریر کلام یہ ہے کہ یہاں اگر انعقاد نکاح سے مانع ہو تو یہی کہ معنے معلوم نہیں اور ایسا ہو تو علم معنے شرط ہو لیکن وہ شرط نہیں کہ اُس کا اشتراط ہو تو قصد ہی کے لیے اور یہاں قصد درکار نہیں دیکھو ہزل میں معنے مقصود نہیں ہوتے اور نکاح صحیح ہے اسی مطلب کو تجنیس میں بایں عبارت ادا فرمایا لو عقدا عقد النکاح بلفظ لا یفھمان کونہ نکاحا ھل ینعقد اختلف المشائخ فیہ قال بعضھم ینعقد لان النکاح لا یشترط فیہ القصد انتہی دوسری دلیل اُس پر اعتراض اشتباہ معنی سے ناشی ہے فقیر بعون القدیر اُسے ایسے نہج سے بیان کرے جس سے دلائل واحکام سب کا انکشاف ہو جائے

۳۸ فاقول وباللہ التوفیق یہاں دو چیزیں ہیں لفظ کا مفہوم کہ لغوی شرعی عرفی حقیقی مجازی کی طرف مقسوم اور اُس کا حکم کہ غرض غایت مقصود ثمرہ وغیرہا سے موسوم ان دونوں پر لفظ کے معنے مضمون حتے کہ موضوع لہ کا بھی اطلاق آتا ہے اگرچہ اول کے بعض اقسام میں وضع نوعی ہے امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ نے اصول میں فرمایا الھزل اللعب وھو ان یراد بالشیئ ما لم یوضع لہ وھو ضد الجد وھو ان یراد بالشیئ ما وضع لہ امام جلیل عبدالعزیز بخاری اُس کی شرح کشف کبیر میں فرماتے ہیں لیس المراد من الوضع ھھنا وضع اللغۃ لا غیر بل وضع العقل والشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان او مجازا والتصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ

معناه اصلاً وادّين بالتصرف غير موضوعه الشرعي وهو عدم افادته الحكم اصلاً فهو الهزل وتبيين بما ذكرنا
الفرق بين المجاز والهزل فان الموضوع العقلي للكلام وهو افادة المعنى في المجاز مراد وان لم يكن الموضوع
له اللغوي مراداً وفي الهزل كلاهما ليس بمراد وهو معنى ما نقل عن الشيخ ابي منصور رحمه الله تعالٰی ان
الهزل ما لا يراد به معنىٰ معنی بمعنی اول کا علم اصلاً ضرور نہیں ولہذا اگر عورت نے زوجت نفسی منك بالف
اور مرد نے قبلت کہا اور دونوں زبان عربی سے محض ناآشنا تھے مگر اتنا اجمالاً معلوم تھا کہ یہ الفاظ عقد نکاح کے لیے
کہے جاتے ہیں باتفاق علما نکاح ہوگیا خانیہ میں ہے رجل زوج امرأة بلفظة العربية او بلفظ لا يعرف معناه
او زوجت المرأة نفسها بذلك ان علما ان هذا اللفظ ينعقد به النكاح يكون النكاح عند الكل یونہیں اگر
ناآشنایان عربی نے بعت اشتریت بقصد بیع وشرا کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقد بیع کے ہیں ضرور بیع ہوجائیگی
اگرچہ تفسیر الفاظ سے ناواقف ہوں کہ بعد علم حکم بقصد حکم ان الفاظ کا تکلم دلیل مراضاۃ ہے اور ایسی مراضاۃ ہی ان
عقود میں کفیل اثبات ہے ہدایہ میں ہے المعنی هو المعتبر في هذه العقود ولهذا ينعقد بالتعاطي في النفيس والخسيس
هو الصحيح لتحقق المراضاة تو ثابت ہوا کہ مسئلہ دائرہ میں معنی بمعنی دوم ہی مراد ہے کہ اول بالاجماع مراد نہیں تو اس کل
جمل مناط نزاع نہیں ہوسکتا بعض اکابر نے کہ الفاظ عربی اور عاقدین کے ہندی یا ترکی ہونے سے تصویر فرمائی وہ
بحسب عادت فقہا ہے کہ مظنۂ غالبہ شئے کو قائم مقام شئے کرتے ہیں کما لا یخفی علی من مارس کلماتهم العلية وقد
ذکرنا طرفا منها في فتاوٰنا غالب یہی ہے کہ آدمی الفاظ زبان غیر مفہوم کے مقاصد پر بھی مطلع نہیں ہوتا ولہذا امام فقیہ النفس
نے وان لم يعرف معنى اللفظ پر قناعت نہ کی کہ اول کی طرف ذہن نہ جائے بلکہ اناوہ مراد کے لیے ولم يعلما ان
هذا اللفظ ينعقد به النكاح بڑھایا اور امام برہان الدین نے اصل مقصود لفظ لا يفهمان کو نہ لکھا پر اقتصار فرمایا
امام ابن عابدین نے منحۃ الخالق میں کلام خانیہ سے یہی اخیر فقرہ مقصودہ نقل کیا اول ترک کردیا حیث قال
قال في الخانية وان لم يعلما ان هذا اللفظ ينعقد به النكاح فهذه جملة مسائل الخ اسی قدر نے دلیل دوم سے
رفع اعتراض کردیا ثم اقول پھر جس طرح علم معنی بمعنی اول اصلاً ضرور نہیں بمعنی دوم دیانۃً مطلقاً ضرور ہے قال تعالٰی لاتقربوا کمہ
ومن بلغ اگرچہ یہ بلوغ حکم حکما ہو جیسے دار الاسلام میں ہونا اور سیکھنے کا تیسّر کہ پھر نہ جاننا اپنی تقصیر ہے ولہذا جہل کو
عوارض مکتسبہ سے شمار فرماتے ہیں کہ ازالہ پر قادر ہوکر باقی رکھنا گویا آپ اس کا حاصل کرنا ہے یہی منشا ہے کہ نشہ کی طلاق
واقع ہے اگرچہ ایقاع کو عقل ضرور اور نشہ اس کا مزیل مگر والسبب اس کا ارتکاب خود اس کا قصور اصول امام بزدوی
میں ہے الجهل في دار الحرب من مسلم لم يهاجر يكون عذرا في الشرائع حتى لا تلزمه لانه غير مقصر وكذلك

الخطاب فی اول ما نزل فان من لم یبلغہ کان معذورا انما اذا انتشر الخطاب فی دار الاسلام فقد تم التبلیغ
ممن جہل بعد فانما اتی من قبلہ تقصیرہ فلا یعذر کمن لم یطلب الماء فی العمران وتیمم وکان الماء موجودا
فصلی لم یجز۔ یہی معنے ہیں اُس قول کے کہ دار الاسلام میں جہل عذر نہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ اگر ہمارے بلاد
میں کوئی جاہل سا جاہل اپنی غیر مدخولہ عورت سے کہے تجھے طلاق ہے عورت فوراً نکاح سے باہر ہو جائے گی اور
بے حاجت عدت اُسے اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے نکاح کرلے اور اُس کا یہ مسئلہ نہ جاننا کہ غیر مدخولہ مطلقاً طلاق
سے بائن ہو جاتی ہے اُسے مفید نہ ہوگا کسی ناخواندہ ہندی یا بنگالی کو اگر کوئی سکھائے کہ اپنی عورت سے کہہ ترا ازنی
ہشتم یا طلقتک فالحقی باھلک اور وہ نہ جانتے کہ یہ کلمات طلاق کے ہیں عند اللہ طلاق نہ ہوگی کہ یہ جہل بالحکم
جہل باللسان سے ناشی ہوا اور جہل باللسان تقصیر نہیں فارسی سیکھنا اور عربی سیکھنا ہر شخص پر فرض نہیں اسی لیے
امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا لا بد من القصد بالخطاب بلفظ الطلاق عالما بمعناہ او النسبۃ الی الغایۃ
کما یفید ہ فروع الخ یعنی علم بمعنی دوم طلاق میں بھی ضرور ہے اگر وہ صورت پائی جائے کہ اُس کے جہل میں معذور
ہو جیسے جہل بالحکم بوجہ جہل باللسان تو دیانۃً طلاق نہ ہوگی نہر الفائق میں ہے ارادانہ شرط للوقوع قضاء ودیانۃ
فخرج ما لا یقع بہ لا قضاء ولا دیانۃ لکن کر رمسائل الطلاق وما یقع بہ قضاءً فقط کمن سبق لسانہ لانہ لا یقع فیہ
دیانۃ اھ قلت فقولہ قضاءً ودیانۃ ای معاای وسرطلان یقع دیانۃ ایضاً کما یقع قضاءً وتوید ونہ فافہم
البتہ قاضی دعوی جہل نہ مانے گا اور حکم طلاق دیگا جبتک دلائل واضحہ سے اُس کا عذر روشن نہ ہو جائے۔ لہذا درمختار
میں فرمایا تلفظ بہ (ای بالطلاق) غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساھیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط بخلاف الہازل
واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ھزلہ بہ جدا۔ فتح اس تقریر سے مستنیر ہوا کہ جن اکابر نے صورت
مسئولہ میں انعقاد نہ مانا وہ حکم دیانت ہے اور جن ائمہ نے مانا وہ حکم قضا ہے لاجرم امام فقیہ النفس نے صاف فرما دیا
ان لم یعرف معنی اللفظ ولم یعلم ان ھذا اللفظ ینعقد بہ النکاح فھذہ جملۃ مسائل الطلاق والعتاق والتدبیر
والنکاح والخلع والابراء عن الحقوق البیع والتملیک فالطلاق والعتاق والتدبیر واقع فی الحکم ذکرہ فی
عتاق الاصل فی باب التدبیر واذا عرف الجواب فی الطلاق والعتاق ینبغی ان یکون النکاح کذلک لان العلم
بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یشترط فیما یستوی فیہ الجد والھزل بخلاف البیع ونحو ذلک ہاں مشائخ
اوزجند نے اہل تلبیس کا مکر رد کرنے کو مطلقاً عدم انعقاد اختیار فرمایا یعنی قضاءً بھی حکم نہ دینگے بحر الرائق میں ہے لو لقنتہ
لفظ الطلاق فتلفظ بہ غیر عالم بمعناہ وقع قضاء لا دیانۃ وقال مشائخ اوزجند لا یقع اصلا صیانۃ لاملاک

الناس عن الضیاع بالتلبیس کما فی البدائع کذا فی البزازیۃ تاتارخانیہ پھر منحہ میں ہے حکی عن القاضی الامام محمود الاوزجندی عمن لقنتہ امرأتہ طلاقا فطلقھا وھو لا یعلم بذلک قال وقعت ھذہ المسألۃ باوزجند فشاورت اصحابی فی ذلک واتفقت آراؤنا انہ لا یفتی بوقوع الطلاق صیانۃ لاملاک الناس عن الابطال بنوع تلبیس ولو لقنتھا ان تخلع نفسھا منہ بمھرھا ونفقۃ عدتھا واختلعت لا یصح وبہ یفتی وجیز امام کردری میں ہے لقنت المرأۃ بالعربیۃ زوجت نفسی من فلان ولا تعرف ذلک وقال فلان قبلت والشھود یعلمون اولا یعلمون صح النکاح قال فی النصاب وعلیہ الفتوی وکذا الطلاق وقال الامام شمس الاسلام الاوزجندی لا لانہ کالطوطی وسیاتی وعلیہ التعویل اُسی میں ہے لقنہ الطلاق بالعربیۃ وھو لا یعلم قال الفقیہ ابو اللیث لا یقع دیانۃ وقال مشایخ اوزجند لا یقع اصلا صیانۃ لاملاک الناس عن الابطال بالتلبیس وکذا لو لقنت الخلع وھی لا تعلم وقیل یصح والمختار ما ذکرنا اھ ملتقطا رہا نکاح میں گواہوں کا سمجھنا اُس میں تحقیق وتوفیق یہ ہے کہ معنے بمعنے اول کا سمجھنا ضرور نہیں بمعنی دوم کا سمجھنا دیانۃ وقضاءً ہر طرح لازم ہے یعنی اتنا جانتے ہوں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے یہ الفاظ ایجاب وقبول ہیں اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانیں نہ اُس زبان سے آگاہ ہوں درمختار میں ہے شرط حضور شاھدین فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر ردالمحتار میں ہے قال فی البحر جزم فی التبیین بانہ لو عقدا بحضرۃ ھندیین لم یفھما کلامھما لم یجز وصححہ فی الجوھرۃ وقال فی الظھیریۃ والظاھر انہ یشترط فھم انہ نکاح واختارہ فی الخانیۃ فکان ھو المذھب لکن فی الخلاصۃ لو یحسنان العربیۃ فعقدا بھا والشھود لا یعرفونھا الاصح انہ ینعقد ووفق الرحمتی بحمل الاشتراط علی اشتراط فھمھما انہ عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فھم معانی الالفاظ بعد فھمھما ان المراد عقد نکاح اھ **قلت**[21] قد کان سنح للعبد الضعیف قبل ان اراہ لاشک انہ حسن جدا وفی وجیز الامام الکردری تزوجھا بالعربی وھما یعقلان لا الشھود قال فی المحیط الاصح انہ ینعقد وعن محمد تزوجھا بحضرۃ ھندیین ولم یمکنھما ان یعبرا لم یجز فھذا النص علی انہ لا یجوز فی الاول ایضا اھ اقول[22] فی قول محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یمکنھما ان یعبرا اشارۃ الی ما ذکرنا اذ لا حاجۃ الا الی التعبیر الذی یطلب من الشھود عند اداء الشہادۃ ولیس علیھما ان یعیدا الالفاظ التی تلفظا بھا ولا ان یعبروھا بمرادفاتھا وترجمتھا بل لو شھدوا ان فلانا تزوج فلانۃ کفی فھذا ھو التعبیر المحتاج الیہ ویکفی لہ ان یفھما انہ عقد نکاح وان لم یعرفا تفسیر الکلام لفظا لفظا وایضا[23] اشتراط ھذا ھو المحقق للمقصد الذی شرع لہ الشرع شرط الشھود فی ھذا العقد منفردا عن سائر العقود فاسقاطہ الغاء للمقصود

واشتراط فہمہا لالفاظ زیادۃ مستغنی عنہا فعلیہ فلیکن التعویل و بہ یحصل التوفیق وباللہ التوفیق
ثم لم یظھر لی معنی قول البزازی فی الاول ایضا فما ھو الا الاول بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ اگر دو گواہ یہ نہ سمجھے کہ یہ عقد نکاح ہے تو نکاح مطلقاً نہ ہوا اگرچہ زن و مرد خوب سمجھتے اور انشائے نکاح ہی کا قصد رکھتے ہوں اور اگر دو گواہ اُس قدر سمجھ لیے اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانتے ہوں تو اگر عاقدین بھی اتنا جانتے ہوں کہ ان الفاظ سے نکاح ہوجاتا ہے تو بالاجماع نکاح ہوجائیگا اگرچہ اُس زبان سے دونوں وہ اور گواہ سب ناآشنا ہوں اور اگر عاقدین میں دونوں یا ایک کو معلوم نہ تھا کہ یہ الفاظ نکاح ہیں تو جہاں احکام اسلام کا چرچا نہیں وہاں یہ جہل عذر ہے اور جہاں چرچا ہے اور وہ الفاظ کسی غیر زبان کے نہ تھے جس سے اسے آگاہی نہ ہو تو نکاح ہوجائیگا اور یہ عذر مسموع نہیں اور اگر غیر زبان کے تھے اور فی الواقع اُس نے اسے عقد نہ سمجھا تو عنداللہ نکاح نہوگا رہا قاضی اُسے نظر کامل چاہیے اگر ظاہر ہو کہ واقعی فریب کیا گیا اور دھوکا دیا گیا تو بطلان نکاح کا حکم دے ورنہ صحت کا ھذا ما عندی وارجو ان یکون ھو الفقہ المنین والقول الجامع الناصع المبین زن فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو ہاں اگر اپنے افعال خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تا قدر قدرت انسداد نہ کرے تو دیّوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب مگر یہ حکم اُس کی اس بے غیرتی پر ہے نفس نکاح پر اس سے اثر نہیں حق سبحنہ وتعالیٰ نے محرمات گنا کر فرمایا واحل لکم ما وراء ذلکم رہی آیہ کریمہ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرك وحرم ذلك علی المومنین اس کا حکم منسوخ ہے قالہ سعید بن المسیب وجماعۃ یا نکاح سے یہاں جماع مراد ہے کما قالہ حبر الامۃ عبداللہ بن عباس وسعید بن جبیر ومجاھد والضحاك وعکرمۃ وعبدالرحمن بن زید بن اسلم ویزید بن ھارون والتفصیل فی فتاونا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹ مسئولہ عبدالرحیم خاں یکم رجب ۱۳۲۹ھ

نکاح کے وقت ولی کی بات قبول کی جائے گی یا لڑکی کے زبانی الفاظ جو وہ کہتی ہے اور ولی کس کو بنانا چاہیے۔ نکاح میں ضروری الفاظ اور لازمی کیا کیا ہیں اور اُن کا طریقہ کیا ہے۔

الجواب

لڑکی بالغہ ہے تو اُس کا اپنا ایجاب یا قبول ہونا چاہیے اگرچہ بواسطہ وکیل۔ اور نابالغہ ہے تو اُس کے ولی کا ولی کسی کے بنانے کا نہیں ہوتا بلکہ وہ شرع مطہر نے ترتیب وار مقرر کیے ہیں سب میں پہلا ولی بیٹا ہے پھر باپ پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا علی ہذا القیاس

دادا پردادا کی اولاد کا جو مرد عاقل بالغ قریب تر ہوگا وہی ولی ہے اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر ماں ہے اسی طرح بترتیب اصحاب فرائض پھر ذوی الارحام اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر حاکم اسلام۔ نکاح میں ضروری الفاظ ایجاب وقبول ہیں جن سے عقد سمجھا جائے نہ وعدہ مثلاً مرد عورت سے کہے میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا عورت کہے میں نے قبول کیا یا عورت کا وکیل کہے میں نے فلاں عورت بنت فلاں ابن فلاں کو دادا تک نام لے اگر صرف باپ کے نام سے پوری تمیز نہ ہو جائے یا عورت سامنے بیٹھی ہے تو کسی کے نام لینے کی حاجت نہیں اشارہ کرکے کہے اس عورت کو تیرے نکاح میں دیا مرد کہے میں نے قبول کیا اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان عاقل بالغ آزاد ان دونوں کی گفتگو کو معاً سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے بس اسی قدر ضروری ہے اس کے سوا خطبہ پڑھنا سنت ہے اور کلمے پڑھانا ایک اچھی بات ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۴۰] از ریاست رامپور محلہ پیلا تالاب مرسلہ مولوی شفاعت رسول صاحب سلمہ قادری برکاتی رضوی ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضور پر نور کا دربارہ متعہ کے کیا ارشاد ہے اوائل اسلام میں جائز تھا پھر حرام کر دیا گیا آیا اس کی حرمت حدیث سے ثابت ہے یا اقوال صحابہ سے۔

الجواب

متعہ کی حرمت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ارشادوں سے ثابت ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال شریفہ سے ثابت ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ قرآن عظیم سے ثابت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے والذین ہم لفروجہم حفظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ہم العادون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۴۱] از موضع میونڈی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب مورخہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی آشنائی ایک طوائف سے ہے اور اس سے فعل حرام کرتا ہے اور اس سے کئی اولاد پیدا ہو چکی ہیں اب طوائف مذکور کا یہ ارادہ ہے کہ میرا نکاح اس زید آشنا سے ہو جاوے تاکہ میں فعل حرام سے بچ جاؤں اور زید کی بھی کچھ منشا پائی جاتی ہے لیکن زید کے گھر والے اس نکاح کے منکر ہیں اور زید پر اس بات کا دباؤ ڈالتے ہیں کہ اگر تو نے اپنا نکاح طوائف سے کیا تو تم کو برادری سے خارج کر دیں گے اس واسطے کہ ہمارے خاندان کو دھبہ لگتا کیونکہ ہم شریف ہیں اور نہ اس کی اولاد کا ہم لوگ اپنی برادری میں بیاہ شادی کر سکتے ہیں یہ نکاح ٹھیک نہیں اب علمائے دین فرماویں کہ یہ نکاح کرنا کیسا ہے

آیا سنت میں داخل ہے یا خلاف سنت اور زید اس نکاح کے کرنے سے دائرہ اسلام اور برادری میں داخل رہا یا نہیں اور منکر اس نکاح کے کس درجہ میں شمار کیے جائیں اور جو اس نکاح پر اعتراض کریں اور بُرا کہیں وہ کس درجہ میں شمار ہیں فقط جناب اعلیٰ حضرت قبلہ کے مع آیت وحدیث مہر دستخط کے امیدوار ہیں بینوا توجروا

الجواب

نکاح سنت ہے مگر رنڈی سے نکاح سنت نہیں بلکہ اس کے جائز ہی ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے پھر ایک جائز بات جس سے فتنہ ونفرت پیدا ہو اور آپس میں پھوٹ پڑے ناجائز ہوجاتی ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں بشروا ولا تنفروا واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۴۲ از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادربخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسائل کہ (۱) اگر زنے بیوہ شود دویم بار نکاح کردن لازم است یا میخواہد کہ من نکاح نمی کنم کہ می گوید کہ بنشینم رواست یا نہ خواہ جوان باشد یا درمیان سالہ باشد یا پیرزن بود ہرچہ حکم شرع باشد تحریر فرمایند (۲) چوں پدر در زندگی خود دختر را بکودکے درعقد نکاح آورد کہ صغیرست در خانہ خود دختر نشستہ ست محض ایجاب وقبول کردہ پدرش بمرد دختر را دو سہ سال منقضی گردید کہ بالغہ است و کودک تاحال خورد آیا شرعاً اکنوں بر برادران گناہ ست یا نہ یا حوالہ آں خورد بکنند ایں چنیں کار برائے پدر مرحوم چگونہ باشد وچہ گناہ۔

الجواب

(۱) پیرزن را خود جبر بر نکاح نتواں کرد وجوان نیز اگر برنفس خود اطمینان دارد واتباع رسم باطل ہنود نمی کند از قید نکاح دیگر آزاد ماند نش می رسد کما دل علیہ حدیث ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وبیناہ فی اطائب التھانی آرے اگر برخود اطمینان ندارد نکاح واجب ست واللہ تعالٰی اعلم (۲) قاصرہ را انکاحیکہ پدر کرد فسخ نتواں نمود گو با غیر کفو ولغبن فاحش در مہر باشد صبی اگر مراہق شدہ زنش را بخواہد باو سپردن لازم ست واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۴۳ از مقام گائیگھاٹ ڈاک خانہ ہلدی ضلع بلیا مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب ۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت گنگی یہاں ایک ماہ سے آئی ہے اس کے ساتھ اس کا ایک لڑکا چار یا پانچ برس کا ہے اس کے قبل یہ عورت یہاں سے دس میل پر ایک گاؤں ہے وہاں پندرہ مہینے سے تھی جب وہاں آئی تو ادھر ادھر پتا لگایا گیا مگر یہ پتہ نہیں لگا کہ یہ عورت کہاں کی ہے اور اس کا شوہر مرگیا ہے

یا زندہ ہے اور لاپتہ ہو گیا یا طلاق دیدیا اب اُس کو ایک شخص نے نکاح کرنے کے لیے رکھا ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر اس کا شوہر زندہ رہتا تو لڑکے کو نہ چھوڑتا اب اُس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نکاح نہیں ہو سکتا فان المانع معلوم والمزیل مجهول وماثبت بیقین لا یزول الا بیقین مثلہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴ ازملیح آباد ضلع لکھنؤ مرسلہ محمد یوسف خانصاحب ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حنفی المذہب بحلف کچہری میں بیان کرتا ہے کہ اُس نے ایک مسماۃ کے ساتھ عقد کے وعدہ پر متعہ کر لیا اب ایسا شخص مذہب حنفی کے اندر داخل رہا یا نہیں اور سُنّی حنفی لوگوں کو نماز میں اُس کی امامت یا جماعت جائز ہے یا نہیں اور اُس کا یہ فعل شرعاً کیا قرار دیا جا سکتا ہے اور ایسی حالت میں اُس کی بیعت ارادت جو ایک بزرگ کے ہاتھ پر کی تھی قائم رہی یا نہیں اور ایسے شخص کے افعال واقوال شرعاً معتبر ہونگے یا نہیں اور حنفی سُنّی لوگ بعد اس کے مرنے کے اُس شخص کی تجہیز وتکفین و نماز جنازہ پڑھنے کے شرعاً ذمہ دار ہیں یا نہیں۔

الجواب

متعہ بنص قطعی قرآن عظیم و اجماع ائمہ اہلسنت بلاشبہہ باطل و حرام قطعی ہے قال تعالٰی فمن ابتغی وراء ذٰلک فاولٰئک هم العادون شخص مذکور اُس کے ارتکاب اور کچہری میں اعلان سے فاسق معلن ہوا اُس کی امامت ممنوع اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون۔ غنیہ میں ہے بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلٰوة وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر الی فسقه اور جب ایک بدبودار چمڑے کے لیے اُس نے حرام قطعی کا ارتکاب کیا اور بیباک اتنا کہ کچہری میں اُس کا خود اعلان کیا تو اُس کے قول فعل کا کیا اعتبار رہا بلکہ معاذ اللہ مرتے وقت اُس کے سلب ایمان کا خوف ہے تاتارخانیہ و رد المحتار وغیرہما میں ہے حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عهد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذهبه فیقرأ خلف الامام ویرفع یدیه عند الانحطاط ونحو ذٰلک فاجابه فزوجه فقال الشیخ بعد ما سئل عن هذه واطرق راسه النکاح جائز ولکن اخاف علیه

ان یذھب ایمانہ وقت النزع لانہ استخف بمذھبہ الذی ھو حق عندہ و تنبیہ کہ لاجل جیفۃ منتنۃ بلکہ متعہ کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی سوا اس کے کہ جس سے کیا وہ رافضہ ہوا ور رافضیہ حال[ف۱] سے نکاح بھی باطل ہے نہ کہ متعہ تو یہ حرام در حرام ہوا ظہیریہ و ہندیہ و حدیقہ ندیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے احکامھم احکام المرتدین بالجملہ وہ شرعاً سخت سزا کا مستوجب ہے مگر ارتکاب[ف۲] حرام کے باعث کافر نہ ہوا کہ اس کی بیعت فسخ ہوجاتی یا اس کے مرنے پر مسلمان اس کی تجہیز و تکفین و نماز کے ذمہ دار نہ رہیں بلکہ بسبب کبیرہ حنفیت سے بھی خارج نہ ہوگا اگر اسے حرام جان کر کیا ہو ہاں اگر حلال جانا تو حنفیت کیا سنیت سے خارج ہوگیا فلا یخرج عن الاسلام لمالھم فیھا من الشبھۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ[۳۵] از موضع لڈوا مہوا ڈاک خانہ بکھر بازار ضلع بستی مرسلہ گل محمد میاں صاحب ۱۳۔ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ساکن مہداول میں اپنی سگی بھتیجی عاقل بالغ کو ایک شخص ساکن امرڈوبھا کے حوالے کردی چونکہ اس لڑکی کا باپ مدت سے انتقال کرگیا اور لڑکی کا چچا اس کا مربی تھا وہ لڑکی جس شخص کے حوالے کردی اس کو کہا گیا کہ تم اپنے گھر جا کر اس لڑکی سے نکاح کرلو جمعہ کے روز روبرو گواہان معتبران کے نکاح کرلیا گیا بعد چند یوم کے چچا کو اس کے عزیزوں نے بہکا دیا انھوں نے جھگڑا اٹھا کر کے ایک مولوی بلایا مولوی صاحب نے یہ حکم دیا جمعہ کی نماز ادا کرنے کے پہلے نکاح جائز نہیں ہوتا ہے اس واسطے ہم لوگ یہ عریضہ آپکی خدمت میں روانہ کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ سچ ہے کہ جمعہ کے روز نکاح ناجائز ہے براے مہربانی یہ مسئلہ لکھکر کے روانہ فرماویں۔

الجواب

اس شخص کا یہ کہنا محض غلط اور شریعت پر افترا ہے۔ نکاح ہر دن جائز ہے ہاں[ف۳] اگر اذان جمعہ ہوگئی تو اس کے بعد جبتک نماز نہ پڑھ لی جائے نکاح کی اجازت نہیں کہ اذان ہوتے ہی جمعہ کی طرف سعی واجب ہوجاتی ہے قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع پھر بھی اگر کوئی بعد اذان نکاح کریگا گناہ ہوگا مگر نکاح جائز و صحیح ہوجائیگا کما فی الھدایۃ فی البیع ان الکراھۃ لمجاور واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ[۳۶] از اجمیر شریف ڈگی بازار مرسلہ سید زاہد حسین صاحب مالک و منیجر پریس اعلان الحق ۱۴۔ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص یا چند اشخاص نے خصوصًا یہ کہدیا ہو کہ فلاں شخص خواص منکوحہ سے ہے جو خواص باعصمت وعفت لکھی گئی ہو تو کیا وہ اولاد جائز ہے اور وہ جدی ورثہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں کیا ایسی اولاد کی شرافت و نجابت میں کوئی شک وشبہہ ہے۔ خواص و کنیزک میں کیا فرق ہے اور اُن کی تعریف کیا ہے۔

الجواب

خواص و کنیزک میں کوئی فرق نہیں وہ عورت کہ بملک شرعی کسی کی ملک ہو اُس کی کنیز ہے پھر اگر دوسرے کی کنیز سے اُس کی اجازت سے اس نے نکاح کیا نکاح صحیح ہوا اور باپ اگر شریف و نجیب ہے تو اولاد بھی شریف و نجیب ہے کہ شرعًا نسب باپ سے لیا جاتا ہے قال اللہ تعالےٰ وعلی المولودلہ رزقھن۔ ہاں ہندوستان میں دربارہ کفارت اُسے کم مانیں گے کہ یہاں کنیز کی اولاد کو کم درجہ سمجھتے ہیں اور اگر اپنی کنیز شرعی ہے تو اُس سے نکاح باطل ہے اور بلا نکاح حلال ہے اگر کوئی ممانعت شرعیہ نہو بہر حال مولا کے جو اولاد اُس سے ہو صحیح النسب ہے اور ترکہ پدری پانے کی مستحق ہے جبکہ مولا نے اقرار کیا ہو کہ یہ میری اولاد ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب ۹۔ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جاہل لوگوں میں رواج ہے کہ اگر کوئی شخص مر گیا اور بعد عدت اس عورت نے برادری کے مرد سے نکاح کرنا چاہا تو اس مرنے والے کے لواحقین نے کچھ روپیہ نکاح کرنے والے سے نقد لیکر اس عورت کو نکاح کرنے دیا روپیہ کی تعداد دو سو سے تین سو تک لیتے ہیں اگر ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ روپیہ لینا جائز نہیں تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تو پنچان کی رسوم ہے۔ اگر یہ رسوم نہ ہو تو تمام عورتیں بیوہ کسی غیر مرد کے ساتھ بھاگ جاویں گی اور کوئی عورت برادری میں نکاح نہیں کریگی اب سوال یہ ہے کہ تمام وجوہات سوچ کر جیسے قرآن شریف اور حدیث شریف فقہ شریف سے ثابت ہو ارشاد فرماویں تاکہ اُس پر عمل کیا جاوے۔

الجواب

یہ روپے حرام اور رشوت ہیں ان کا لینا دینا دونوں حرام اور ان کے کھانے والے حرام خوار۔ پنچوں کی رسم سے شریعت کا حرام حلال نہیں ہوسکتا مسلمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸: از ریاست رامپور مسئولہ سید احمد میاں صاحب برادر زادہ مولانا سید محمد عاشق صاحب علیہ الرحمہ ۶ رمضان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد کا نکاح مسماۃ حیات النساء بیگم عرف رضیہ بیگم پردہ نشین بنت زید سے قرار پایا تھا حسب قاعدہ شہود واسطے حصول اجازت واذن مسماۃ کے پاس گئے اور بعد حصول اجازت شہود نے قاضی کے روبرو جلسہ عام میں شہادت اس صورت سے ادا کی کہ سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید نے اپنے نکاح کا اختیار عمرو وکیل کو دیا چنانچہ قاضی نے باجازت عمرو وکیل بتعداد مہر مثل خالد کے ساتھ نکاح پڑھا دیا آیا شرعاً نکاح مسماۃ مذکورہ کا خالد مذکور کے ساتھ صحیح ہوا یا نہیں کیونکہ شہود نے بجائے نام حیات النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید کے سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید شہادت میں ادا کیا۔ سعادت النساء بیگم بنت زید کوئی نہیں ہے اور نہ سعادت النساء کا عرف رضیہ بیگم ہے اس صورت کی غلطی سے نکاح منعقد ہوا یا نہیں۔

الجواب

یہ طریقہ نکاح مخترع اہل ہند ہے وکیل بالنکاح مجاز توکیل نہیں شہادت کہ اُن گواہوں نے دی باطل گئی نہ اُس کا کچھ اعتبار ہے قاضی جس نے ایجاب کیا اگر اُس نے ایجاب صحیح لفظوں سے کیا جن سے کم از کم دو حاضران جلسہ جامعان شرائط شہادت کے نزدیک منکوحہ متمیز ہوگئی نکاح فضولی منعقد ہوگیا کہ رضیہ کی اجازت پر موقوف رہا اور اگر اس نے بھی ایجاب میں وہی لفظ سعادت عرف رضیہ بنت زید کہے تو نکاح باطل ہوا کہ ان تینوں لفظوں کی مصداق وہاں کوئی عورت نہیں عالمگیریہ میں ہے لرجل بنتان کبری عائشۃ وصغری فاطمۃ اراد ان یزوج الکبری وعقد باسم فاطمۃ ینعقد علی الصغری ولو قال زوجت ابنتی الکبری فاطمۃ لاینعقد علی احدٰھما کذا فی الظھیریۃ ولوالجیہ میں ہے لاینعقد علی احدٰھما لانہ لیس لہ ابنۃ کبری بھذا الاسم اھ ونحوہ فی الفتح عن الخانیۃ ولا تنفع النیۃ ھھنا ولا معرفۃ الشھود بعد صرف اللفظ عن المراد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹: از شہر میرٹھ اندر کوٹ مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب عرف ننھے ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) اہل التسنن واہل التشیع میں باہم عقد ہوسکتا ہے یا نہیں یعنی لڑکا فرقہ شیعہ کا ہو اور لڑکی مذہب اہلسنت والجماعت کی ہو ان دونوں میں باہمی نکاح مذہب اہلسنّت کے

عقائد کے موافق صحیح ہوگا یا نہیں (۲) اگر کچھ عرصہ کے بعد لڑکی اہل تشیع ہو جاوے تو نکاح رہے گا یا نہیں۔

الجواب

عوام آن تبرائی روافض کو اہل تشیع کہتے ہیں ان سے مناکحت حرام قطعی و باطل محض اور قربت زنائے خالص ہے اگرچہ مرد سُنّی اور عورت اُن میں کی ہو نہ کہ عکس کہ اشد غضب اللہ کا موجب ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ (۲) اگر وقت نکاح سُنّی تھے پھر مرد معاذ اللہ اُن میں کا ہو گیا تو نکاح فوراً فسخ ہو گیا خواہ عورت نے بھی وہی مذہب اختیار کر لیا ہو یا نہیں لان ردۃ الرجل فسخ فی الحال بالاجماع ولا نکاح لمرتد مع احد ولو مرتدۃ مثلہ کما فی الدر المختار والفتاوی العالمگیریۃ وغیرھما اگر عورت صغیرہ تھی اور ہنوز خلوت نہ ہوئی تھی تو ابھی اور ہو چکی تھی تو بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے اگر شوہر اسلام بھی لے آئے اُس پر کچھ اختیار نہیں رکھتا لان المنفسخ لا یعود اور اگر عورت معاذ اللہ اُن میں کی ہو گئی اور مرد سُنّی رہا تو نکاح تو فسخ نہ ہوا علیٰ ما فی النوادر وحققنا الافتاء بہ فی ھذا الزمان فی فتاونا مگر مرد کو اُس سے قربت حرام ہو گئی جبتک اسلام نہ لائے لان المرتدۃ لیست باھل ان یطأھا مسلم ولا کافر اور احد ان مسائل کی تحقیق رسالہ رد الرفضہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از نگینہ مرسلہ عبد الرشید صاحب سوداگر و سب ایجنٹ بر ہما آئل کمپنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی عورت کا نکاح کسی ایسے شخص سے ہو جس کی ایک عورت اور بچے ہوں اور وہ شخص معاش اس قدر کافی رکھتا ہو کہ اُن سب کی پرورش کے لیے نہایت کافی ہو مرد میں کسی قسم کا نقص نہ ہو عورت بوقت نکاح بالغ ہو مہر ایک ہزار روپیہ ہو نکاح مکان منکوحہ پر ہو جس کو عرصہ تین سال پانچ ماہ ہوئے ہوں شوہر نے بعد عقد پندرہ بیس مرتبہ مختلف اوقات کئی کئی یوم قیام کیا۔ کیا عورت منکوحہ کو فسخ نکاح کا دعویٰ کرنے کا حق ہے بیان منکوحہ حسب ذیل ہے۔ میری پیدائش ایک ماہ بعد انتقال والد ہوئی میں نے آغوش مادر میں پرورش پائی اور ہنوز والدہ کے پاس رہی میری والدہ نے اُس شخص کے ساتھ عقد کر دیا شخص مذکور نے یہ دھوکا دیا کہ نہ میرے بیوی ہے نہ بچے میری والدہ کے انتقال کو دو ماہ کا عرصہ ہوا میں والدہ کی وجہ سے مجبور تھی اب میں خود مختار ہوں بیان شوہر میں نے بچے بیوی ہونے کا اقرار کیا اور چھپایا نہیں اس کا علم منکوحہ اور اُن کے جملہ رشتہ داران کو ہے جس کی بابت تحریریں شوہر کے پاس ہیں ایسی حالت میں منکوحہ عورت کے صرف بیان پر کہ میرے شوہر کے پاس اور بیوی بچے موجود ہیں اور شوہر نے دھوکا دیا نکاح میری لاعلمی میں ہوا کیا حکم شرع شریف ہے۔

الجواب

عورت کے عذرات باطل ہیں برسوں سکوت ومعاملہ زناشوئی کے بعد یہ مہملات پیش کرتی ہے مال کی زندگی کیا باعث مجبوری تھی نہ بی بی بچّوں کا عذر قابل سماعت نہ مجبوری مانع جواز نکاح اُس پر فرض ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے اس شیطانی خیال سے باز آئے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۱ از شہر بریلی محلہ کٹرا اگلی حکیم وزیر علی مسئولہ ولایت احمد صاحب ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولایت احمد کا عقد قریشی بانو جس کی عمر قریب بیس سال سے زائد ہے اُس کے ساتھ ہوا لیکن مسماۃ مذکورہ کی اجازت لینے کے لیے نہ وکیل صاحب گئے اور نہ گواہان گئے اور نہ مسماۃ مذکورہ سے اجازت باقاعدہ طور پر لی گئی صرف مسماۃ کے والد کی اجازت سے عقد پڑھا دیا گیا ایسی صورت میں عقد ہوا یا نہیں اور مسماۃ مذکورہ ولایت احمد کی زوجیت میں رہتی ہے اور قریب ایک ماہ کے حمل بھی ہے حالانکہ والد مسماۃ سے کہا گیا کہ مسماۃ سے اجازت لینا چاہیے انھوں نے جواب دیا ہمارے یہاں ضلع بدایوں میں یہ ہی قاعدہ ہے۔

الجواب

بالغہ کا عقد کہ بے اُس کے اذن کے ہو بالغہ کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر جائز کردے جائز ہوجاتا ہے رد کردے باطل ہوجاتا ہے رخصت ہوکر شوہر کے یہاں جانا بھی اجازت ہے اذا کان غیر مسبوق بالرد خصوصاً یہاں تو حمل موجود ہے لہذا عقد نافذ ہوچکا اب اعتراض کی گنجائش نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲ از ریاست رامپور محلہ زیارت حلقہ والی مرسلہ اکرام اللہ خاں صاحب عرف چندا میاں ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح اپنی برادری میں ایک عورت سے بایں صورت ہوا کہ گواہان نے مسماۃ مذکورہ کا نام ہندہ عرف خولہ بنت عمرو جلسہ نکاح میں لیکر ادائے شہادت کی اس سے عورت مذکورہ کی تعریف وتعیین کماحقہ نزد جلسہ ہوگئی اور کوئی شبہہ واشتراک نزد زید و قرابت داران زید جو موجود تھے باقی نہیں رہا اور ایجاب وقبول ہوکر نکاح ہوگیا اور گواہان نکاح عورت مذکورہ کے قریبی رشتہ دار تھے جن کی گودوں میں عورت مذکورہ نے پرورش پائی ہے اب والدہ مسماۃ کہتی ہیں کہ نکاح صحیح منعقد نہیں ہوا اس لیے کہ نام عورت کا جلسہ نکاح میں غلط لیا گیا ہے اُس کا نام کلثوم ہے چنانچہ مہر میں اُس کا نام کلثوم کندہ ہے حالانکہ سوائے مہر کے ہر جگہ نام اُس کا ہندہ ہے حتی کہ تنخواہ جو مقررہ گورنمنٹ ہے اُس کی وصولیابی کی رسیدوں

میں بھی یہی نام ہندہ لکھا جاتا ہے اور نیز گورنمنٹی چٹھی میں بھی یہی نام درج ہوتا ہے اور جو عرائض گورنمنٹ میں قبل اس سے دی گئی ہیں اُن میں بھی یہی نام تحریر ہے اور عمرو کے انتقال کے بعد جو درخواست باستحقاق وراثت دی گئی ہیں اُن میں بھی یہی نام ہے غرضکہ عورت مذکورہ کے دونوں نام ہیں ایسی حالت میں یہ نام غلط قرار دیکر نکاح کو غیر صحیح شرعاً مانا جائیگا یا یہ کہ عورت کے نام دونوں اور چونکہ ان دونوں میں سے ہندہ بہ نسبت کلثوم کے زیادہ مشہور کر اس لیے اُس سے کافی طور سے تعریف وتعیین عورت مذکورہ کی بوقت نکاح سمجھی گئی اس بنیاد پر نکاح صحیح شرعی منعقد ہوگیا۔ امید کہ جواب صاف صاف مرحمت فرمائیے بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ اُس عورت کا نام ہے (نہ جس طرح عورتوں کو ہندہ سلمٰی مردوں کو زید عمرو سے تعبیر کرتے ہیں) اور اس نام اور صرف ذکر پدر بے ذکر جد سے حاضرین میں دو گواہان صالح شہادت نکاح مسلمہ نے اُسے پہچان لیا تو نکاح صحیح ہوگیا اُس کے دس نام اور بھی ہونا کچھ مضر نہیں لان المقصود التعریف لاتکثیر الحروف واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳

از بچھم گاؤں ضلع ٹپرا بنگال مرسلہ سید عبدالاغفر صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر معتمد ومعتبر یک گواہ مذکر سے بالغہ عورت کا نکاح درست ہوگا یا نہیں یعنی ایک گواہ سے نکاح درست ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ایک گواہ سے نکاح نہیں ہوسکتا جبتک دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ مسلم نہوں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۴

از گوپال ناگر پرگنہ پیلی بھیت مسئولہ نثار احمد صاحب ۱۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے بھائی مرحوم عمرو کی بی بی ہندہ سے بعد انقضائے میعاد عدت نکاح کی درخواست کی اُس نے انکار کیا اور نہایت ناخوشی ظاہر کی تو زید کے رشتہ داران نے جبراً اذن لینا چاہا ہندہ نے رونا شروع کیا اور کہا کہ میں ہرگز رضامند نہیں تم جبر کرتے ہو اس وجہ سے کہ میرا کوئی عزیز ہمدرد یہاں موجود نہیں اُن لوگوں نے کہا کہ رونا بھی اذن میں شامل نکاح پڑھا کر مٹھائی تقسیم کردی بعد ایک ماہ کے ہندہ اپنے والدین کے یہاں کسی حیلہ سے چلی آئی اور جانے سے انکار ہے کہ میں نے اذن نہیں دیا فرضی نکاح پڑھا گیا میں ہرگز نہیں جاؤں گی تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اگر اس نکاح کے بعد ہندہ نے زید کے ساتھ خلوت وصحبت بلاجبر واکراہ کی تو نکاح جب نافذ نہ تھا اب نافذ ہوگیا اور اگر خلوت کرنے دی یا وہ بھی بالجبر ہوئی تو ہندہ کی ناراضی سے وہ نکاح باطل محض ہوگیا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۵ از موضع میراں پور مسئولہ سید عاشق حسین ولد محمد حسین ۲۱ شعبان ۱۳۳۹ھ

علمائے دین ونائبان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ وقت نکاح کے وکیل کس طرف کا ہونا چاہیے اور شاہد کس طرف کے ہوں اور ایک دینار سرخ سلطانی کس قدر روپیہ کا ہوتا ہے اور کتنے درجوں پر منقسم ہے اور تعداد کیا کیا ہے۔

الجواب

وکیل کسی طرف کا ضرور نہیں اور دونوں طرف سے ہوسکتے ہیں خواہ ایک طرف سے ہو جدھر سے چاہیں اور شاہد وہ دو مرد یا ایک مرد دو عورت عاقل بالغ آزاد مسلم ہیں کہ ایجاب وقبول معاً سنیں اور نکاح ہونا سمجھیں وہ کسی کی طرف کے نہیں ہوتے یہ جو رسم ہے کہ دو گواہ معین کرتے ہیں بے اصل ہے جتنے حاضران جلسہ اس صفت کے ہیں سب خود ہی شاہد ہیں کوئی انہیں مقرر کرے یا نہ کرے۔ دینار شرعی ساڑھے چار ماشہ بھر سونے کا تھا اور سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں مختلف تھے دینار شرعی دس درم تھا کہ یہاں کے دو روپے پونے تیرہ آنے اور کچھ کوڑیاں ہوا۔ غالباً نکاح کے درجوں سے سائل کی مراد مہر کے درجے ہیں مہر کا اقل درجہ وہی دس درم بھر چاندی ہے اور اکثر کے لیے حد نہیں جتنا باندھے اور مہر حضرت بتول زہرا چار سو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوئی اور مہر اکثر ازواج مطہرات پانسو درم کہ یہاں کے ایک سو چالیس روپے ہوئے اور مہر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وعنہن جمیعاً میں دو روایتیں ہیں چار ہزار درم کہ گیارہ سو بیس روپے ہوئے یا چار ہزار دینار کہ گیارہ ہزار دو سو روپے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶ از فتحپور محلہ قضیانہ مکان میر خیرات علی تحصیلدار مسئولہ محمد صادق ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ بازاری عورت ہے اور وہ زید کے پاس بلانکاح مدت تک رہی زید نے بلاعلم و اطلاع ہندہ کے قاضی کے سیاہہ میں اپنا ہندہ کے ساتھ نکاح درج کرادیا اس کے بعد ہندہ کی ماں ہندہ کو لینے کی غرض سے آئی اس وقت زید نے ہندہ سے کہا تو نہیں جاسکتی تیرے ساتھ میرا نکاح ہوگیا تب ہندہ کی ماں نے ہندہ سے کہا کہ ہمارا زیورا اور کپڑا ہم کو دیدے تو مجھ سے حیلہ کر رہی ہے تیرا نکاح ہوگیا ہے اس پر ہندہ نے جواب دیا کہ زیورا اور کپڑا نہ دوں گی اگر تم کہتی ہو کہ نکاح ہوگیا تو ہم کہتے ہیں ہوگیا اگرچہ واقعی نکاح نہیں ہوا اس کے کچھ عرصہ بعد

ہندہ زید کے پاس سے فرار ہوگئی تب زید نے کچہری فوجداری میں عورت کے بھگا لیجانے کا دعوی کیا خارج ہوگیا اس کے بعد طلب زوجہ کا دار القضا میں دعوی کیا قاضی صاحب نے بعد لینے ثبوت وتردید کے دعوی ڈگری کیا جس کو آٹھ برس کا عرصہ ہوا تو آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں جبکہ واقعی عورت سے اجازت نہیں لی گئی اور وہ دوسرے کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں اور یہ عورت بعد مفروری عرصہ دس بارہ سال سے زید کے ساتھ حرام کررہی ہے۔

الجواب

زید کا بے اطلاع ہندہ سیاہہ میں اس کے ساتھ اپنا نکاح ہونا درج کرادینا نکاح نہیں نہ ہندہ کا کہنا کہ اگر تم کہتی ہو کہ نکاح ہوگیا تو جو کچھ ہونا تھا ہوگیا کسی طرح حد نکاح میں آسکتا ہے تو ہندہ ضرور بے نکاحی تھی۔ رہی دار القضا کی ڈگری اس کی تفصیل معلوم ہونی ضرور دعوی کہ اس میں ہوا شرائط شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں ثبوت کیا گزرا اور وہ قوانین شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں حکم کس نے دیا اور وہ قاضی عند الشرع تھا یا نہیں اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہے ہندہ بدستور بے نکاحی ہے زید کو اس پر کوئی دعوے نہیں پہنچتا واللہ تعالی اعلم۔

(اس کے بعد پھر وہیں سے سوال آیا جو مع جواب منقول ہے)

یہ واقعہ حیدرآباد دکن کا ہے وہاں حکومت کی طرف سے عدالت قضا قائم ہے جس میں طلاق خلع نکاح ترکہ مہر طلب زوجہ کے مقدمات حسب قانون شرع شریف دائر ہوتے اور فیصل ہوتے ہیں مگر قاضی صاحب جنھوں نے اس مقدمہ کو فیصل کیا ہے غیر متشرع تھے یعنی داڑھی منڈی ہوئی لباس کوٹ پتلون مگر ساتھ ہی اس کے سفارش ورشوت سے قطعی اجتناب رکھتے تھے اور گواہان جیسے فی زمانا حالت ہے اور ناکح صاحب بھی بہت معمولی طور پر پڑھے ہوئے ہیں لہذا اس صورت واقعہ پر مسئلہ بالا کا کیا جواب ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وہ قاضی منجانب سلطنت اسلامیہ فصل قضایا پر مقرر ہے اگر اس کے یہاں دعوی بروجہ صحیح شرعی ہوا اور ثبوت بروجہ شرعی گزرا اور قاضی نے ثبوت نکاح کا حکم دیا تو نکاح ثابت ہوگیا ہندہ بغیر موت یا طلاق دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔ کما فی الهداية وتنویر الابصار وغیرهما من معتمدات الاسفار وجعله المحقق علی الاطلاق فی فتح القدير وقد قال امير المؤمنين علی كرم الله تعالی وجهه الكريم شاهداك زوجاك والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۵۷ از ریاست جاورہ۔ لال امی۔ مسئولہ ممتاز علی خاں اہلکار حساب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی صحیح ولدیت زید ہے مگر بوقت نکاح بکر قائم کرکے ایجاب وقبول ہوا ہے تو ایسا نکاح درست ہوا یا نہیں نیز اُس کا اصلی باپ یعنی زید زندہ موجود ہے بروقت نکاح نہ اُس سے اجازت لی گئی نہ اُسے اطلاع دی گئی صورت مسئولہ میں اگر نکاح نہیں ہوا تو کیا ہندہ اپنی منشا کے موافق اپنے کفو میں نکاح ثانی کرسکتی ہے ایام عدت کی قید ہے یا نہیں ہندہ بالغہ ہے بینوا توجروا

الجواب

اگر ہندہ اُس جلسۂ نکاح میں حاضر نہ تھی اور اُس کی طرف اشارہ کرکے نہ کہا گیا کہ اس ہندہ بنت بکر کا نکاح تیرے ساتھ کیا بلکہ ہندہ کی غیبت میں یہ الفاظ کہے گئے تو ہندہ کا نکاح نہ ہوا نہ اُسے طلاق کی حاجت نہ عدت کی ضرورت جس سے چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے کہ نکاح تو ہندہ بنت بکر کا ہوا اور یہ ہندہ بنت بکر نہیں۔ ہاں اگر بکر نے اُسے پرورش یا بیٹی کیا تھا اور وہ عرف میں ہندہ بنت بکر کہی جاتی ہے اور اس کہنے سے اُس کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہوگیا اب بغیر طلاق ہندہ کو مخلص نہیں درمختار میں ہے غلط وکیلھا بالنکاح فی اسم ابیھا بغیر حضورھا لم یصح عالمگیری میں ہے قال امرأته عمرة بنت صبیح طالق وامرأته عمرة بنت حفص ولا نیة له لا تطلق امرأته فالکان صبیح زوج ام امرأته وکانت تنسب الیه وھی فی حجرہ فقال ذلك وھو یعلم نسب امرأته الا یعلم طلقت امرأته واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۸ از میرٹھ صدر بازار محلہ سوتی گنج مرسلہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی تعلیم یافتہ مدرسہ منظر اسلام بریلی۔ امام مسجد سوتی گنج ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

چہ می فرمایند دریں مسئلہ کہ در ملک ہند علما فتوی دادند کہ بعد منگنی دختر دیگر جائے نکاح کردن می تواند حقیر ناجائز پندارد چراکہ ایجاب وقبول از جانبین ثبوت شود از جانب بچہ گویند کہ دید و از جانب دختر گویند دیدیا دوے چکا یا سگائی کرچکا ایں الفاظ برائے وضع عقد ست اگر ایں طور گویند کہ دینگے تو خیر۔ جناب مولانا عجیب افسوس کہ دیوبندی خذلھم اللہ دین او خراب و مسلمانان را نیز بیخ کنی کردند اگر ایں فتوے غلط باشد از ایشاں ہزاراں نطفۂ زنا در عالم منتشر شدہ تدارک ایں عمل بفرمایند۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ لفظ سگائی کرچکا خود ظاہر است سگائی نسبت و وعدۂ عقد را گویند نہ عقد را

ودیدیا ودے چکا ازانجاکہ مجلس مجلس وعدی باشد نہ مجلس عقد ہمیں بر وعدہ محمول می شود نہ بر عقد در شرح امام طحاوی و فتح القدیر و درمختار و ردالمحتار ست لو قال ھل اعطیتنیہا فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح وچہ گونہ نکاح شود حالانکہ شرط او حضور دو گواہ ست کہ فہمند کہ ایں نکاح ست فی التنویر والدر وشرط حضور شاھدین فاھمین انہ نکاح علی المذھب بحر وایں جا اگر ہزار حاضر باشند ہیچ کس نکاح نہ فہمد کہ منگنی نزد ایشاں چیزے از مقدمات نکاح ست نہ نکاح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۹ از چونیاں ضلع لاہور مسئولہ ضیاء الدین انچارج اصطبل گورنمنٹی ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حسب ہدایت والد خود جس نے اس کی ہدایت کی تھی کہ اپنی فلاں دختر کا ناطہ اپنے فلاں برادر حقیقی کو دینا تب سے راضی ہوگیا چنانچہ اپنے والد کی موجودگی اور چند مسلمانوں کی مجلس میں اپنے برادر حقیقی کو مخاطب کرکے کہا میں نے اپنی فلاں نام والی دختر نابالغہ کا ناطہ تمہارے فلاں بالغ کو دیا والد پسر نے قبول کرلیا آیا ہر دو فریقوں کے ایجاب و قبول سے یہ نکاح منعقد ہوگیا یا نہیں اگر ہوگیا تو اب والد دختر اس دختر کا اور جگہ نکاح کرسکتا ہے بغیر طلاق کے اور ولی اور گواہان و نکاح خواں نکاح ثانی کے واسطے حکم شرعی کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ناتا دینا عرف میں منگنی کرنے کو کہتے ہیں اور منگنی نکاح نہیں اس صورت میں جب تک عقد نکاح نہ ہو والد دختر دوسری جگہ اس کا نکاح کرسکتا ہے اور نکاح خواں وغیرہ پر کوئی الزام نہیں اور اگر کہیں کے عرف میں ناتا کرنے نکاح کردینے کو بھی کہتے ہیں تو وہاں دیکھا جائے گا کہ وہ مجلس جس میں یہ الفاظ ادا ہوئے عقد نکاح کے لیے تھی یا منگنی کے لیے اگر منگنی کے لیے تھی تو وہی حکم ہے کہ نکاح نہ ہوا اور والد دختر کو اختیار ہے اور اگر نکاح کے لیے تھی اور حاضرین میں سے کم از کم دو شخصوں نے کہ اس نکاح کے گواہ ہوسکتے ہوں وہ ایجاب و قبول سُنے اور سمجھے کہ یہ نکاح ہورہا ہے تو نکاح ہوگیا اب دوسری جگہ اس کا نکاح نہیں ہوسکتا والد دختر اور نکاح خواں اور گواہانِ نکاح ثانی جن جن کو معلوم تھا کہ اس کا نکاح پہلے ہوچکا ہے سب مبتلائے حرام ہوں گے درمختار میں ہے ھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۰ از دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مسئولہ سید عبدالکریم صاحب قادری رضوی ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب قبلہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامت برکاتہم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شریف زادہ نے ایک عورت کو جو قوم کی چماری تھی مسلمان باقاعدہ کیا اور اس سے نکاح کیا اور اپنے مکان میں لے گیا جب اہل برادری کو معلوم ہوا کہ اس نے خاندان قادریہ اور سادات کے بٹا لگا دیا کہ چماری کو مسلمان کرکے نکاح پڑھ لیا اور پردہ میں بٹھالیا وہ عورت ڈیڑھ سال سے بیوہ تھی تمام اہل برادری اور تمام مسلمانوں اور ہندوؤں نے اس عورت کو بے پردہ کیا اور بے عزتی کی اور غیر محرموں نے مارپیٹ بھی کی اور اُسے تھانہ میں پہنچا دیا اب سوال یہ ہے کہ اس عورت نومسلمہ کے ساتھ ایسا کرنے کی اللہ ورسول جل وتعالےٰ وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اجازت دیتے ہیں یا نہیں اور جو لوگ اس میں شریک ہوئے وہ کس گناہ کے مرتکب ہیں یا جس نے مسلمان کرکے اُسے اپنے نکاح میں لایا وہ گنہگار رہے اور اس سے ترک موالات کرنا برادری سے خارج کرنا اُس کا حقہ پانی بند کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور وہ عورت کفو میں کب آسکتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

مسلمان کرنا باعث اجر عظیم ہے اور اُس سے نکاح کرکے پردہ میں بٹھانا بھی کار خیر ہے اور اس بنا پر اُسے برادری سے خارج کرنا ظلم ہے اور اُس مسلمہ عورت کے ساتھ جو زیادتی اور مارپیٹ اور بے پردگی کی گئی سب حرام اور سخت حرام اور ظلم شدید ہے اور ایسا کرنے والے حق العبد میں گرفتار ہیں اور اللہ ورسول اُن سے ناراض وبیزار ہیں جل وعلا وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ بالغ مرد کے لیے کفاءت کچھ شرط نہیں واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۶۱ از رامہ تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدعی کے تین شاہد شہادت دیتے ہیں کہ والد دختر نابالغہ نے سفر سے ایک خط اپنے بھائی کو لکھا کہ میری دختر نابالغہ فرحان بی بی کا ناتا یا نکاح جس جگہ تمہاری مرضی ہو کردو ہم لوگ اُس کاغذ کے سامعین ہیں بعدہٗ اُس وکیل والد کے ایک لڑکے نابالغ سے کہہ کر جس کا کوئی عصبہ زندہ نہیں ہے کنایہ نکاح کے طور پر کر دیا تھا اور لڑکے معلوم کی طرف سے اُس کے ماموں نے اُس کے لیے قبول کر لیا ہے اور ہم نے یہ نکاح ہی سمجھا ہے یہ تقریر شاہدین مدعی کی بتمامہ ہے اب والد دختر معلومہ کا سفر سے بالکل منکر ہے اور گواہ اُس کے بھی منکر ہیں تقریر بالا سے یا کہتے ہیں کہ ناتا ہوا ہے نہ نکاح حالانکہ وکیل فوت ہو گیا ہے اور کاغذ بھی ہو گیا ہے۔ بینوا توجروا۔

قیمت کاغذ دی جائے گی

الجواب

بالتفصیل صاف لکھیے ایجاب کس نے کیا قبول کس نے کیا ایجاب کے کیا لفظ تھے قبول کے کیا لفظ تھے لڑکی کا چچا جس کو اُس کے باپ نے وکیل کیا تھا اُس نے خود پڑھایا تھا یا کسی سے پڑھوایا تھا یا کسی نے بطور خود پڑھا دیا تھا اور وہ وکیل والد اُس جلسے میں موجود تھا یا نہ تھا اور جب والد لڑکے کا موجود تھا تو لڑکے کی طرف سے ماموں نے کیوں قبول کیا والد پسر کے کہنے سے یا بطور خود اور والد پسر نے اس پر کیا کہا اور جب وہ الفاظ کنایہ سے تھے تو ان لوگوں نے کس قرینہ سے نکاح ہونا سمجھا اور دختر کا والد کس بات سے منکر ہے اُس وکیل کرنے سے یا خط پہنچنے سے اور وہ خط ڈاک میں آیا تھا یا آدمی کے ہاتھ اور یہ جو مدعی کے تین گواہ ہیں ان کے سامنے پڑھا گیا یا ان کے سامنے والد دختر نے لکھا تھا اور یہ گواہ ثقہ پرہیزگار ہیں یا کیسے۔ ان سب باتوں کے مفصل جواب آنے پر جواب ہوسکے گا۔ قیمت کاغذ کی نسبت پہلے آپ کو لکھ دیا گیا کہ یہاں فتوے اللہ کے لیے دیا جاتا ہے بیچا نہیں جاتا آئندہ کبھی یہ لفظ نہ لکھیے فقط

۱۲۱ مسئلہ از رامہ تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی ڈاک خانہ جاتلی مرسلہ محمد جی صاحب ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

باپ نے اپنے برادر کو خط لکھا کہ میری دختر نابالغہ کا ناتہ یا نکاح جہاں تمھاری مرضی ہو کردو مکتوب الیہ نے باجازت باپ کے ایک جگہ اُس نابالغہ کا نکاح کردیا ایجاب کے لفظ یہ ہیں "دختر معلومہ فلاں لڑکے کو میں نے دی ہے" اور نابالغ لڑکے کی جانب سے قبول اُس کے ماموں نے کیا ہے۔ اور تین گواہ کہتے ہیں کہ وہ خط ہم نے خود سُنا ہے کہ باپ نے برادر کو اجازت نکاح دختر نابالغہ معلومہ دی ہے اور ہم نے مجلس میں ذکر نکاح کا سُنا ہے اور نکاح کے وقت باپ سفر میں تھا اور خط بھی گُم ہوگیا ہے۔ اور بعد نکاح چند روز بعد مکتوب الیہ فوت ہوگیا۔ اب باپ سفر سے آیا ہے وہ کہتا ہے میں نے برادر کو کوئی اجازت نہیں دی اور اس کے گواہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل نہیں ہوئی لیکن یہ گواہ باپ کے بہت فاسق ہیں اور تین گواہ جو بالا مذکور ہیں وہ فاسق نہیں ہیں۔

الجواب

جبکہ باپ اُس خط کے لکھنے سے منکر ہے تو اُسے کسی شہادت کی حاجت نہیں شہادت اس کی ہونا چاہیے تھی کہ ہمارے سامنے اُس نے یہ خط لکھا اس پر کوئی شہادت نہیں گواہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خط سُنا یہ شہادت کچھ معتبر نہیں لہذا اجازت دینا ثابت نہیں باپ کے انکار سے وہ نکاح باطل ہوگیا جبکہ وہ حلف سے کہدے کہ وہ خط میں نے نہ لکھا تھا نہ میں نے بھائی کو اجازت دی تھی۔ لان الخط یشبہ الخط ولا حجۃ

الا البینۃ اوالاقرار اوالنکول واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۳ ازبنارس محلہ پترکنڈہ مرسلہ جناب مولنا مولوی عبدالحمید صاحب پانی پتی زید کرمہ ۲۷ شعبان ۱۳۳۶ھ

علمائے دین ان مسائل میں کیا فرماتے ہیں (۱) نابالغ لڑکے اور لڑکی سے ایجاب وقبول کرانے سے نکاح صحیح ہوتا ہے یا نہیں (۲) یہاں دستور ہے کہ نکاح خواں نابالغ کے باپ یا کسی اور ولی سے اجازت لے کر دو گواہوں کے ساتھ نابالغہ دُلھن کے پاس آتے ہیں اور اُس کو پہلے کلمہ شہادت وآمنت باللہ پڑھا کر کہتے ہیں کہ تمھارا نکاح بعوض ــہ مہر کے فلاں لڑکے مسمی فلاں سے ہوتا ہے تم نے قبول کیا کہو ہاں قبول کیا اسی طرح تین بار کہلاتے ہیں اس کے بعد نابالغ دولھا کے پاس آتے ہیں اور وہی سب کلمات پڑھا کر کہتے ہیں کہ فلاں کی لڑکی مسماۃ فلاں بعوض ــہ مہر کے تمھارے نکاح میں آتی ہے تم نے قبول کیا کہو ہاں قبول کیا اسی طرح تین بار کہتے ہیں غرض دونوں جانب قبولیت ہوتی ہے ایجاب کا پتہ نہیں شرعًا یہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور اس مجلس میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دُلھن یا دولھا نابالغان کے وہ سب باپ اور ولی موجود نہیں رہتے بلکہ وہ اپنے اور کاموں میں مشغول رہتے ہیں اس طریقہ میں شرعًا جو جو خرابی اور نقص ہو اُس کی تصریح فرمائیں اور شرعًا جو طریقہ نکاح مسنون کا ہو ارشاد فرمائیں۔

(۳) اگر ولی خطبہ مسنونہ پڑھنے یا صرف ایجاب وقبول کرنے پر قادر ہو تو غیر سے ایجاب وقبول کرانا کیسا ہے (۴) نکاح خواں کو اُجرت لینا اور دینا کیسا ہے (۵) اگر اُجرت نکاح اپنے مصرف میں نہ لائے بلکہ مسجد کے تیل اور چٹائی میں صرف کرے تو جائز ہے یا نہیں (۶) نوشہ کے سر پر پگڑی رکھنے کے واسطے اُس کے پھوپا یا بہنوئی کو بلاتے ہیں جب تک یہ نہیں آتے دوسرا پگڑی نہیں رکھ سکتا جب یہ آتے ہیں تو بغیر دس پانچ روپے لیے نہیں رکھتے جب کم ہوتا ہے تو لینے پر انکار اور زیادتی پر اصرار کرتے ہیں جب حسب مرضی پالیتے ہیں تو رکھدیتے ہیں اور بعض پھوپا یا داماد قبل لینے کے رکھدیتے ہیں اُس کے بعد جو ملا لے لیا اور بعض کچھ اصرار کرکے اور زیادہ لیتے ہیں آیا شرعًا یہ لینا دینا کیسا ہے۔ اور اس کو ضروری حق سمجھنا اور اُس پر اہتمام واصرار کرنا کیسا ہے (۷) شرعًا ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور اُس کی مدت کَے روز تک ہے (الف) پہلے دعوت کرنا پھر بارات اور رخصتی کرکے دُلھن لانا یہ ولیمہ ہے یا نہیں (ب) نابالغ کی رخصتی کے بعد چونکہ زفاف نہیں ہوتا تو بعد دُلھن لانے کے دعوت کرنا ولیمہ مسنون ہے یا نہیں۔

(ج) اگر ولیمہ بارادہ ادائے سنت نہ کرے بلکہ خیال نام آوری وبرادری سے سرخروئی مقصود ہو اور یہ کہتا ہے کہ چونکہ دس دفعہ بھائی لوگ کے یہاں کھا آئے ہیں لہذا برادری کو کھلانا ضرور ہے چاہے ہمارے پاس ہو یا نہ ہو یہ

دعوت کیسی ہے اور مستطیع غیر مستطیع دونوں کا حکم فرمائیے۔

الجواب

نا بالغ لڑکے اور لڑکی جن کا تلفظ کلام سمجھا جائے اور وہ الفاظ و معنی کا قصد کرسکیں اُن کا ایجاب و قبول خود ہو یا دوسرے کی تلقین سے صحیح ہے پھر اگر با جازت ولی ہے نافذ بھی ہے ورنہ اجازت ولی پر موقوف جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

نمبر۲۔ اس کا جواب جواب سوال اول میں آگیا اور ان عقود میں جو کلام پہلے ہے وہ ایجاب ہے اگرچہ بلفظ قبول ہو اور جو بعد کو ہو وہ قبول اور جب باذن ولی ہو تو ولی کا وہاں موجود ہونا ضرور نہیں اور بلا اذن ہو تو اُس کی اجازت پر موقوف رہے گا اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولیا خود ایجاب و قبول کریں یا اُن کی اجازت سے اُن کے وکیل نابالغوں سے کہلوانے کی کوئی حاجت نہیں۔

نمبر۳۔ کوئی حرج نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔ نمبر۴۔ جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم نمبر۵۔ جب جائز ہے تو مسجد میں دینا اور بہتر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ نمبر۶۔ یہ ایک مخترع رسم ہے اسے ضروری سمجھنا ناجائز اور اگر اصرار حد ناگواری تک ہو تو حرام ورنہ آپس کے معاملات ہیں جن پر شرع سے منع وارد نہیں واللہ تعالٰی اعلم نمبر۷۔ شب زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت کرنا ولیمہ ہے رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں یونہی بعد رخصت قبل زفاف اور ریا و ناموری کے قصد سے جو کچھ ہو حرام ہے اور جہاں اسے قرض سمجھتے ہیں وہاں قرض اُتارنے کی نیت میں حرج نہیں اگرچہ ابتداً یہ نیت محمود نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۵ از سلطان پورہ ہکر اسٹیٹ مسئولہ مرتضٰی خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آفس ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قاضی ہے مگر وکالت کرتا ہے اُس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

وکالت کا پیشہ جس طرح آج کل رائج ہے شرعاً حرام ہے ایسے شخص کو قاضی کرنے کی اجازت نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۶ از سلطان پور اودھ محلہ پرتاب گنج مرسلہ حافظ عبدالحمید و عبدالغنی صاحبان ۱۴ رمضان ۱۳۳۰ھ

زید نے پسر بکر سے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بموجودگی خود کیا اور ہندہ کئی بار اپنی سسرال بھی گئی پھر مخاصمت کی وجہ سے رخصتی تین سال سے بند کردی ہندہ اپنے والد زید کی وجہ سے مجبور ہے اب زید نے ایک دعوٰی فسخ نکاح کا اپنی لڑکی کے نام سے دائر کیا ہے کہ میرا نکاح نابالغی کی حالت میں ہوا زید کا بیان ہے کہ لڑکی کا نکاح میری عدم موجودگی میں ہوا ہے

کیونکہ میں شادی کا سامان مہیا کرکے کسی ضرورت سے ہفتہ عشرہ کے لیے کسی دوسرے شہر کو چلا گیا تھا بی بی نے میری بے اجازت نکاح کر دیا اس پر کچہری میں زید نیز اہل محلہ نے حلف اٹھایا حالانکہ دعوی اس بنا پر خارج ہو گیا کہ بکر کے وکلانے اس بات کو ثابت کر دیا کہ زید خود موجود تھا اور زید کی اجازت سے قاضی نے نکاح پڑھایا۔ لہذا زید و معین زید کا شرعاً کیا حکم ہے اور ایسے جھوٹے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا۔

الجواب

حدیث میں ہے کلا تزول قدما شاھد الزور حتی یوجب اللہ له جھنم جھوٹا گواہ وہاں سے اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالی اس کے لیے جہنم واجب کر دیتا ہے گواہوں کا تو یہ حال ہے اور زید پر ان سب کے برابر وبال ہے کہ وہی ان کو جھوٹی شہادت پر باعث ہوا۔ پھر انھوں نے عورت کو شوہر سے جدا کرنا اور منکوحہ کو غیر منکوحہ ٹھہرانا چاہا یہ دوسرا کبیرہ ہے۔ غرض یہ سب لوگ فاسق معلن ہیں ان کو امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۶۷ مسئولہ سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور کسگران۔

جو شخص وہابیہ سے میل جول اور باہمی شادی بیاہ رکھتا ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ وہابی ہے اس کے یہاں شادی بیاہ کر سکتے ہیں جبکہ یہ معلوم ہے کہ وہابیہ سے اس کا میل جول ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

وہابیہ سے میل جول رکھنے والا ضرور وہابی ہے وہابیہ کو گمراہ بد دین نہیں جانتا تو خود گمراہ بد دین ہے اور اس کے ساتھ مناکحت ہو ہی نہیں سکتی اور اگر ان کو گمراہ بد دین جانتا اور کہتا ہے پھر بھی ان سے میل جول رکھتا ہے تو سخت فاسق بیباک ہے اس کی مناکحت سے احتراز چاہیے واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۶۸ از موضع میر کلی پور ڈاکخانہ لاہر پور ضلع سیتا پور مسئولہ محمد حسین صاحب طالب علم ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک شادی کا پیام دیا اور اس میں یہ اظہار کیا کہ لڑکا لاہر پور کا ہے وہ لڑکا قصبہ ہرگام لوپر کا تھا مزید برین نوشہ کے تعین علم میں اختلاف رہا لڑکی تو یہ کہتی ہی کہ میرا نکاح عبدالرحمن بن کلو کے ساتھ پڑھا گیا اور قاضی کا بھی یہی قول ہو مگر گواہ لعل محمد بن منول بتلاتے ہیں اور وکیل لعل محمد بن کلو کا مدعی ہے اور وہ لڑکا جو نوشہ بنکر آیا تھا وہ در اصل ہرگام کا تھا اور اس کا نام لعل محمد بن منول تھا اس صورت میں نکاح کس کے ساتھ ہوا اور اس میں شرعی کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

رائج یوں ہے کہ عورت یا اُس کے ولی سے اذن لیکر دولھا سے خطاب کرتے ہیں کہ فلاں کی فلاں لڑکی اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دی وہ کہتا ہے میں نے قبول کی اس صورت میں جس سے خطاب کیا گیا اور اُس نے قبول کیا اُسی کے ساتھ نکاح ہوا کہیں کا رہنے والا ہو اور اُس کا کچھ بھی نام ہو پھر اگر بالغہ عورت یا نابالغہ کے ولی نے اُسی کے لیے اجازت دی تھی جب تو یہ نکاح نافذ ہو گیا اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو ورنہ فضولی کا نکاح ہوا عورت یا اُس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا اگر جائز کیا جائے جائز ہو گیا رد کیا جائے باطل ہو گیا یہ تو نکاح ہونے نہ ہونے کا حکم ہے رہا یہ کہ نکاح ہوا اور مرد نے دعوی کیا کہ میرے ساتھ اس کا نکاح ہوا اور اُس عورت کے وکیل اور گواہوں کے بیان میں اختلاف ہوا کسی نے کسی کے ساتھ نکاح ہونا بیان کیا دوسرے نے کسی کے ساتھ دو گواہ شرعی عادل قابل قبول دعوی مدعی کے مطابق گواہی دیدیں گے دعوی ڈگری کردیا جائیگا عورت و وکیل کچھ کہا کریں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹ از نوشہرہ تحصیل جامپور ضلع ڈیرہ غازیخاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص کہتا ہے کہ میری اپنی عورت کے ساتھ تن بخشی ہے آیا شرعاً تن بخشی کوئی چیز معتبر ہے یا نکاح۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تن بخشی پر قناعت صریح زنا ہے اور اگر اُسے حلال جانے تو کافر انما کان ذلك من خصائصه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال تعالیٰ خالصة لك من دون المؤمنین واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرا مسئلہ

ایک شخص نے دعائے خیر جلسہ عام میں کہدی کہ میں نے لڑکی اپنی اس شخص مثلاً زید کو دی بعدہٗ وہ یعنی باپ لڑکی کا مر گیا اُس کے وارثان نے اُس لڑکی کا عقد نکاح دوسرے شخص کو کردیا آیا دعائے خیر جائز ہے یا وارثان کا نکاح جائز ہے۔

الجواب

دعائے خیر سے اگر وعدہ سمجھا جاتا ہے تو وارثوں نے جو یہ نکاح کیا جائز ہے اور اگر اُسی وقت نکاح کردینا مقصود ہوتا ہے اور زید نے اُسی جلسہ میں قبول کیا اور دو گواہوں نے سنا اور نکاح ہونا سمجھا تو نکاح ہو گیا تھا دوسرا نکاح باطل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از رامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ تاج محمود صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید کے بارے میں تین افراد شہادت دیتے ہیں کہ مدعی علیہ نے والد لڑکے کو بولا ہے کہ میں نے اپنی دختر نابالغہ فلانی تمہارے فلانے لڑکے کو دیدی ہے اس نے قبول لڑکے معلوم کے لیے کرلی ہے اور اس مجلس میں نہ ذکر نکاح کا ہوا نہ خطبہ پڑھا گیا نہ ذکر مہر کا ہوا اس کے علاوہ مدعی علیہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ارادہ ناطہ کا کیا ہے نہ نکاح کا اب یہ نکاح ہوگا یا خطبہ یا ناطہ (۲) قرینہ نکاح کا خطبہ اور ذکر مہر کا ہر دو ہو دینگے یا فہم شہود نکاح کا لفظ کافی ہوگا یا نیت والی دختر پر ہے۔

الجواب

(۱) خطبہ پڑھا جانا یا ذکر مہر ہونا کچھ شرط نکاح نہیں وہ مجلس اگر عقد کے لیے تھی عقد ہوگیا اور اگر مجلس وعدہ تھی اور حاضرین نے اس سے وعدہ ہی سمجھا تو وعدہ ہوا نکاح نہ ہوا فی الدرالمختار ان المجلس للوعد فوعد وللعقد فعقد واللہ تعالٰی اعلم (۲) نکاح بالفاظ صریحہ میں نیت شرط نہیں الفاظ ایجاب وقبول ہونا اور دو شاہدوں کا سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے کافی ہے ذکر مہر نہ ضرور نہ قرینہ اور خطبہ اگرچہ ضروری نہیں مگر قرینہ نکاح ہی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از پنڈ گھیب ڈاکخانہ خاص ضلع اٹک مسئولہ مولوی غلام محی الدین امام و مدرس جامع مسجد ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت عاقلہ بالغہ بعض غیر تعلق داروں بلکہ ان ذوی الارحاموں (جن کا ولایت نکاح میں کوئی حق نہیں) کے ورغلانے بہکانے پر کچہری میں جاکر درخواست پیش کرے کہ میں جوان ہوں اور اپنے حسب منشاء نکاح کرنا چاہتی ہوں اور میرے والی مثلاً باپ یا کہ بھائی یا دیگر عصبوں سے مجھے روکتے ہیں سرکار کو اطلاع دیتی ہوں کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں جہاں طبیعت ہو نکاح کراؤں والیوں کی رکاوٹ مجھے نہ ہو اور کچہری گورنمنٹ اُسے اجازت دیدے اور وہ جہاں چاہے نکاح کرالیوے والی خوش ہوں یا ناراض اگر اسی موقعہ پر ان ورغلانے والوں اور ذوی الارحاموں کو کوئی مولوی کہے میاں یہ تمہارا نکاح اچھا نہ ہوگا باپ یا دیگر والی کو تم ضرور مجلس نکاح میں بلاؤ تو وہ کہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ جوانہ خود مختار ہے کسی والی کا کوئی ایک ذرہ تک تعلق نہیں ہم ابھی کرتے ہیں پھر جس مولوی نے توڑا تو دیکھا جائیگا مولوی کیا کریگا جب کچہری نے اجازت دیدی۔

الجواب

یہ حالت غالباً اُس صورت میں ہوتی ہے کہ عورت جس سے نکاح کرنا چاہتی ہے وہ غیر کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم کہ اُس سے نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہو ایسا نہ ہو تو اس درجہ بے حیائی کیوں اختیار کرے اور اس صورت میں نکاح باطل محض ہے جبتک ولی پیش از نکاح اُسے غیر کفو جانکر بالتصریح اجازت نہ دے درمختار میں ہے (ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلا) وھو المختار للفتوی لفساد الزمان) اولیاپر لازم ہے کہ جب کفو پائیں تزویج میں جلدی کریں کہ ایسے وقائع ننگ و بے حیائی کا دروازہ نکھلے حدیث میں ہے یا علی لا تؤخر ثلاثا الصلاۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ١٣٣ شیخ سلامت اللہ قصبہ تلہر محلہ عمر پور ضلع شاہجہانپور پارچہ فروش ١٧ جمادی الاخری ١٣٣٩ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی کتنی عمر تک نکاح ناجائز ہوتا ہے اور کتنی عمر ہو تو جائز ہوتا ہے۔

الجواب

نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں اگر اُسی وقت کے پیدا ہوئے بچے کا نکاح اُس کا ولی کردیگا نکاح ہوجائے گا ہاں پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہوسکتا اذ لا ولایۃ علی الجنین لاحد کما فی غمز العیون واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ١٣٤ مسئولہ عبدالعزیز صاحب از شہر محلہ کنکوئیاں ٢٩ جمادی الاخری ١٣٣٩ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام اس صورت سے پیدا ہوئیں کہ دونوں کے کولہوں کی ہڈیاں جُڑی ہوئی تھیں اگر وہ ہڈی کاٹ دی جاتی تو اُن کے مرجانے کا خوف تھا اب دونوں جوان ہوئیں اُن کی شادی کس طرح کی جاسکتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جھوٹ اور بے اصل بات قائم کرکے شریعت کو تکلیف دینی سخت بیہودگی ہوتی ہے کیا سائل اُن لڑکیوں کو پیش کرسکتا ہے۔

مسئلہ ١٣٥ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ٢٩ رجب ١٣٣٩ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون نکاح خوانی جائز ہے یا نہیں واحد علی خاں کی لڑکی نام جس کا تمکو معلوم ہے بالعوض مہر مؤجل مبلغ دوسو روپیہ سکہ انگریزی کے بوکالت فلاں اور بشہادت فلاں فلاں علاوہ نان نفقہ کے بیچ عقد نکاح تمھارے کے دی گئی تمکو قبول ہے قبول کیا میں نے۔

الجواب

جائز ہے جبکہ واحد علیخاں معروف ہو یعنی حاضرین سے دو گواہ پہچانیں کہ فلاں شخص ہے ورنہ اُس کے باپ دادا کا بھی نام لیا جائے اور بوکالت فلاں وشہادت فلاں اور علاوہ نان نفقہ کے کہنا ایک زائد بات ہے جس کی حاجت نہیں اور دی گئی کی ہوگا

مسئلہ مسئولہ جناب مولوی انوار الحق صاحب تحصیل چونیاں ضلع لاہور بروز یکشنبہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ ہندہ کے باپ کے چچا کا بیٹا جو ہندہ مذکورہ کا ولی تھا وہ چونیاں میں رہتا تھا اور اُس کی والدہ نے اس مقام سے سات کوس کے فاصلہ پر ولی مذکور کی عدم موجودگی میں ہندہ کا نکاح پڑھا دیا۔ اب جب ولی مذکور نے اپنی ناراضگی ظاہر کی تو نکاح والدہ کی اجازت سے جو ہوا تھا وہ کس واسطے باطل ٹھہرا۔ حالانکہ در مختار کی اختیار کردہ عبارت کے بعد لکھا تھا کہ واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیہ اور صاحب بزازیہ نے اسی قول کو اقرب الی الفقہ کہا ہے اور ردالمحتار میں ذخیرہ سے ہے کہ ھو الاصح وفی البحر عن المجتبٰی والمبسوط انہ الاصح وفی النھایہ واختارہ اکثر المشائخ وصححہ ابن الفضل انتھٰی ان عبارتوں سے جب معلوم ہوتا ہے کہ ولی عصبہ اقرب کی غیبت میں ولی بعید کو نکاح پڑھانے کا اختیار ہے تو والدہ کا نکاح کیا ہوا کس واسطے باطل کیا گیا فقط ۔

(۲) مجلس خطبہ میں ناکح نے روبرو گواہان کے ہندہ کے باپ عمرو کو کہا کہ تو نے اپنی لڑکی بکر کے لڑکے زید کو دی اُس نے کہا دی پھر بکر کو کہا کہ تو نے عمرو کی لڑکی ہندہ اپنے لڑکے زید کے واسطے قبول کی اُس نے کہا قبول کی یا حضرت اس ایجاب اور قبول سے ہندہ کا نکاح ہوا یا کہ نکاح کا وعدہ ہوا۔

الجواب

(۱) فی الواقع اقوال اس میں مختلف ہیں اور تصحیحیں بھی مختلف ہیں اور اصح التصحیحین یہی ہے جو درمختار میں ہے مگر درمختار کا یہ مطلب نہیں کہ سات کوس کے فاصلہ پر مالم ینتظر الکفو الخاطب صادق آجائے تفقہ فقط کتاب سے عبارت دیکھ لینے اور لفظی ترجمہ سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد وعباد پر نظر رکن اعظم تفقہ ہے اسی درمختار میں ہے من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل ہمارے بلاد میں نکاح ابکار کی حالت معلوم ہے مہینوں پیام سلام رہتے ہیں اگر بیٹی والوں کی مرضی بھی ہو تو جلد قبول کر دینے کو عیب جانتے ہیں یہ اُن کے یہاں مثل دائر وسائر ہے کہ بیٹی کا معاملہ کچھ بازار کا سودا نہیں ابھی نہ جوتیاں ٹوٹیں نہ چادریں پھٹیں ابھی سے اقبال کر دیا جائے اور ایسا تو کوئی بھی کفو خاطب نہیں کہ ولی اقرب سات کوس پر بیٹھا ہے اور وہ اُس سے اجازت لینے تک کا انتظار نہ کرے ہاں یہ وہی کریگا جسے معلوم ہوگا کہ ولی اقرب اس پر رضا نہ دیگا ایسی تعجیل معتبر کر لینے میں ولایت قربیٰ کا ابطال اور حکم شرع کا نقض ہے بلکہ عند الانصاف یہ روایت مفتیٰ بہا تو روایت مسافت قصر سے بھی تنگ تر ہے ریل نے مسافت قصر کو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت کر دیا کونسا خاطب ہے کہ اتنی دیر کا

انتظار نہ کرے گا وبقیۃ التفصیل فی فتاوی الفقیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر وہ مجلس وعدہ کی تھی اور وعدہ ہی مفہوم ہوا تو وعدہ ہی ہوا نہ نکاح ورنہ نکاح قال ھل اعطیتنیھا فقال نعم ان المجلس للوعد فوعد وان للعقد فعقد درمختار وغیرہ اس کی بنا وہاں کے رواج وتفاہم عرف پر ہے کما اشرنا الیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئولہ لال محمد خیاط از پھپھوند ضلع اٹاوہ بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا۔ پھر اُسی مرد نے اُسی عورت کے ساتھ بحالت حمل نکاح کیا بعد نکاح اُس کے ساتھ مباشرت کی اس صورت میں نکاح رہا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ عورت بے شوہر تھی یا شوہر مرگیا یا طلاق دیدی تھی اور یہ حمل شوہر کا شرعاً نہیں قرار پاسکتا تھا یعنی اس کی موت اور طلاق سے دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا تو ان سب صورتوں میں نکاح صحیح ہوگیا پھر اگر وہ حمل اسی زانی کا تھا تو اسے بعد نکاح پاس جانا بھی جائز تھا اور دوسرے کا تھا تو نہیں بہرحال اس مباشرت سے نکاح میں کوئی خلل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ضلع چھپرہ سارن ڈاکخانہ عدائی باغ بازار موضع چکدارہ مسئولہ شاہ حبیب احمد صاحب بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کو مع دو شاہد کے وکیل معین چند اشخاص کے مقابلہ اجازت دی کہ میری لڑکی جو فلاں نام کی ہے اُس کا نکاح ولید سے دس ہزار روپیہ اور دو دینار سرخ پر کردو اب وکیل معین وقت ایجاب بجائے دس ہزار روپیہ کے دس ہزار درہم کا الفاظ زبان پر لایا شاہد نے روکا کہ درہم چھوڑو روپیہ کہو وکیل معین نے یہ کہا کہ درہم روپے کو کہتے ہیں اور دینار اشرفی یہاں پر درہم ودینار دونوں جمع ہے لہٰذا اہل زبان کے نزدیک مستعمل روپیہ واشرفی ہے اس پر شاہدان واہل مجلس تمام ساکت رہے اور وکیل معین نے بایں الفاظ ایجاب وقبول کرایا کہ بنت فلاں بعوض مہر دس ہزار درہم سکہ رائج الوقت اور دو دینار سرخ تمہاری زوجیت میں دیا تم نے قبول کیا تین مرتبہ ایجاب وقبول کرا کے زبان سے کہدیا کہ تم کو کمی و بیشی کرنے کی مجاز وحق نہیں ہے درہم سے دس ہزار روپیہ میری مراد ہے اور سکہ کا وہ مری قصد ہے جو اس وقت

کا روپیہ ہے جو رائج ہے اگر اس کے خلاف وکیل معین کریگا تو اُس کے نزدیک نکاح باطل ہوگا اب فریق ثانی دوسرے روز مع نوشہ و ہم جلیس اُس کے وفریق اول میں یہ قصہ ہے کہ کتاب دیکھی جاتی ہے کہ لغت میں درہم کے معنے پیسہ ہے لہذا دو سو روپیہ سے بھی کم نکاح ہوا اور کوئی جہلا فریقین یہ کہتا ہے کہ نکاح باطل ہوا بیان فرمائیے اجر و ثواب پائیے فقط

الجواب

نکاح صحیح ہوگیا اور دس ہزار روپیہ اور دو دینار مہر ہوا درہم پیسہ کو نہیں کہتے روپے ہی کو کہتے ہیں ہاں اگر اُسے مطلق رکھتا تو درہم شرعی کا احتمال ہوتا جس کا وزن تین ماشے ایک رتی ⅕ رتی کا ہے اب کہ اُس نے سکہ رائج الوقت کہدیا احتمال قطع ہوگیا اور یقیناً یہی روپیہ مراد رہا جو سوا گیارہ ماشہ کا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مقام سیپری علاقہ راجہ ضلع بریلی تحصیل آنولہ تھانہ سرولی۔ روز چہارشنبہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

مسئولہ ننھے خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرح متین اس باب میں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت خواہ باہر کی پھرنے والی یا طوائف سے نکاح کرلے تو وہ جائز یا ناجائز اور بعد نکاح کے بے پردہ عورت باہر جاوے تو نکاح رہا یا نہیں یا اس فعل پر اس کو طلاق دیدے اور مہر ادا کردے تو پھر کوئی حق اُس کا ذمہ زوج کے رہا یا نہیں اور نکاح میں ایجاب قبول باہم کرلے اور گواہ وکیل نہ ہو تو نکاح جائز یا ناجائز اگر بعد نکاح کے اُس عورت کا فعل ناجائز عرصہ ایک یا دو یوم کے معلوم ہو تو زوج اس کو طلاق دیدے اور مہر ادا کردے تو طلاق ہوجاوے گی یا نہیں اور بروقت نکاح تعداد مہر کم از کم کتنی ہونی چاہیے۔

الجواب

نکاح زن بے پردہ و بازاری سے بھی جائز ہے اور عورت کے بے پردہ نکلنے سے نکاح نہیں جاتا اور بعد طلاق مہر دینا لازم ہوتا ہے اور عدت تک کا نفقہ پھر عورت کا کوئی حق مرد پر نہیں رہتا نکاح میں وکیل کی ضرورت نہیں نہ خاص ایسے دو شخصوں کی ضرورت ہے جن کو گواہ سے نامزد کیا جائے ہاں یہ ضرور ہے کہ دو مرد عاقل بالغ یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ (اور مسلمان عورت کے نکاح میں اُن دونوں تینوں کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے) معاً ایجاب و قبول سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہورہا ہے وہی لوگ شرعاً گواہ ہیں اگرچہ وہ لوگ گواہی کے لیے نامزد نہ کیے جائیں بغیر اس کے نکاح نہیں ہوسکتا طلاق اُسی دن دیں خواہ جب دیں واقع ہوجائیگی

مہر کم از کم دس درم بھر چاندی ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے بھر یا یہاں کے روپے سے دو روپے پونے تیرہ آنہ اور ایک پیسہ کے پانچویں حصے کے برابر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۸۰] مسئولہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محمود آبادی امام رسالہ پلٹن بریلی چھاونی ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

۱۔ ماہ محرم الحرام و صفر المظفر میں نکاح کرنا منع ہے یا نہیں اگر ہے تو کیوں۔

۲۔ زید کی لڑکی ہیبہ (ربیبہ) کا نکاح زید کے سگے بھائی بکر سے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

۱۔ نکاح کسی مہینے میں منع نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۔ جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ[۸۱] بروز شنبہ ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

ایک عورت کا مرد فوت ہوگیا ہے مگر اُس کی عدت پوری نہیں ہوئی اُس کا نکاح پڑھنا جائز ہے اگر کوئی پیش امام یا قاضی عدت کے اندر نکاح پڑھا دے تو وہ نکاح ہوگا یا نہیں اور اُس نکاح پڑھانے والے کے نکاح میں کچھ فساد ہوگا یا نہیں دیا اُس کا نکاح پڑھانے والے پیش امام کے لیے کچھ کفارہ آتا ہے یا نہیں اور اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ صورت دیگر یعنی پیش امام نے ایک عورت کا نکاح عدت کے اندر پڑھا دیا اور پھر دوسرے روز اُس نے دو مسلمان کے روبرو اقرار کیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی خدا کے لیے معاف کرو انھوں نے اُس کو کہا کہ پیش امام صاحب آپ کا خود نکاح باطل ہوگیا ہے تو اُس نے کہا کہ اچھا میں نکاح دوبارہ چوری سے پڑھا لونگا مگر برائے خدا مجھکو اب معاف کرو آیندہ کو ایسا نہ کرونگا مگر پھر اُس کو کسی دوسرے مولوی صاحب نے کہدیا کہ تم کہدو مجھکو خبر نہ تھی میں نے بے خبری میں نکاح پڑھا دیا تو اُس کے لیے شرع شریف کا کیا حکم ہے تو ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور جس نے اُس کو ایسا جھوٹ کہنا سکھلایا کہ تم کہدو کہ مجھکو خبر نہ تھی تو اُس سکھانے والے کے واسطے کیا حکم ہے اور جو لوگ اُس مجلس نکاح میں حاضر تھے اُن کا نکاح درست ہے یا کچھ خلل ہوا اور ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور ایسے نکاح پڑھانے والے کو کچھ کفارہ دینا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

عدت میں نکاح تو نکاح نکاح کا پیام دینا حرام ہے جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھا یا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا مگر اُس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اُس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہوگیا بہرحال اُس کو امام بنانا ناجائز ہے ... بہرحال شہرکیا

پڑھانے والوں کا ہے جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اُس پر کچھ الزام نہیں اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جانکر تو سخت گنہگار ہوا اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا اور جس شخص نے امام کو جھوٹ بولنے کی تعلیم دی وہ سخت گنہگار ہوا اُس پر توبہ فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۳ مسئولہ نور احمد ٹھیکہ دار از مقام پیلی بھیت چندی لکھرڑہ پار روز شنبہ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی دو تین روز کے بعد دوسرے شخص نے نکاح کر لیا ابھی عدت گزری نہیں ہے آیا اُس کا نکاح ہوا یا نہیں اگر نکاح نہیں ہوا تو تین برس تک اُس نے حرام کیا اور حرام کا مرتکب ہوا اب ہم برادری والے اُس پر جُرمانہ ڈالنا چاہتے ہیں شریعت اس میں اور کیا حکم لگاتی ہے اور ہم لوگ کون ہے اُس کو سزا دیں جو حکم شریعت کرے اُس کو ہم سزا دیدیں آیا اُس کو برادری سے علیحدہ کر دیں یا کچھ لوگوں کو کھانا کھلوا دیں اس کا حکم حضور جلد روانہ فرما دیجئے کیونکہ یہاں پر جھگڑا پڑا ہوا ہے فقط

الجواب

وہ نکاح نہیں ہوا حرام محض ہوا اُن مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں نہ ہوں تو برادری والے اُن دونوں کو قطعاً برادری سے خارج کر دیں اُن سے بول چال میل جول نشست و برخاست سب یک لخت ترک کر دیں اس کے سوا یہاں کیا سزا ہو سکتی ہے اور جبراً کھانا ڈالنا جائز نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۴ مسئولہ عبداللطیف خاں دُکاندار پیلی بھیت محلہ ڈوری لال بروز یکشنبہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ جس کا ایک لڑکا تھا اُس نے اپنا نکاح زید سے کیا اور جو لڑکا عورت بیوہ یعنی اب زوجہ زید اپنے ہمراہی لیکر آئی تھی اُس کا نام بکر ہے۔ زوجہ زید فوت ہو گئی اور کوئی اولاد زید سے نہیں ہوئی اور نہ کوئی اولاد زید کی تھی مذکور نے اپنا نکاح کسی عورت کے ساتھ کیا جب بکر سے کوئی اولاد نہیں ہوئی بکر نے اپنی زوجہ کو نکال دیا اور طلاق دیدی بعد انقضائے مدت عدت کے زید نے اُس کے ساتھ نکاح کیا آیا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جائز ہے وہ اس کی بہو نہیں کہ بکر اُس کا بیٹا نہیں اس کی زوجہ کا بیٹا ہے قال تعالٰی وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم وقال تعالٰی واحل لکم ما وراء ذلکم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵ از شاہجہانپور بروز شنبہ بتاریخ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن فی ہذہ الصورۃ ایہا العلماء الکرام - اول ہندہ کی نسبت اس کی رضا و رغبت سے زید کے ساتھ ہوئی پھر ہندہ کی والدہ نے اس کا نکاح بکر کے ساتھ ہندہ کو اطلاع دیے بغیر کر دیا اور ہندہ سے یہ کہدیا کہ اگر تجھ سے کوئی نکاح کے متعلق دریافت کرے تو یہ کہدینا میری ماں کو اختیار ہے جب ہندہ کو اپنے نکاح کی اطلاع ہوئی جو بکر کے ساتھ کیا گیا تھا تو اس نے اس کو قبول نہیں کیا اور اپنی رضامندی سے اپنا نکاح زید کے ساتھ پڑھوالیا (اور اس لڑکی کے سوائے ماں اور بہنوں کے اور کوئی نہ تھا اور عمر لڑکی کی سترہ سال کی تھی) یعنی بالغ تھی - سوال یہ ہے ان صورتوں میں ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ صحیح ہوا یا زید کے فقط

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ ہندہ وقت نکاح بکر بالغہ تھی اور ماں نے بے اُس کی اجازت کے اُس کا نکاح کیا جس کی خبر پاکر اُس نے اسے قبول نہ کیا اور اپنا نکاح زید سے کر لیا تو نکاح بکر باطل محض ہوگیا اور اگر ہندہ کے کوئی مرد دادا پردادا کی اولاد کا کہ ولی نکاح ہو سکے نہیں یا زید جس سے ہندہ بالغہ نے برضائے خود نکاح کر لیا ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشے وغیرہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ ہندہ کا اُس سے نکاح ولی ہندہ کے لیے باعث ننگ و عار ہو یا اگر وہ کفو نہیں تو ولی نے پیش از نکاح اُسے ایسا جانکر اُس سے نکاح ہندہ کی صریح اجازت دیدی تو ان صورتوں میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح اور لازم ہوگیا اور اگر زید مذکور کفو نہیں اور ہندہ کے ولی نے پیش از نکاح اُسے غیر کفو جانکر صریح اجازت نہ دی تو ہندہ کا نکاح زید سے بھی باطل محض ہوا والمسائل کلہا منصوص علیہا فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۵ از ڈاکخانہ سندیلہ حاجی محلہ منتھوا ضلع ہردوئی مرسلہ محمد عبدالوکیل صاحب ظفر روز شنبہ ۶ جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ احد الفریقین سنی المذہب ہے اور دوسرا فریق شیعہ امامیہ طرزین رکھتا ہے کیا ان دو اشخاص کے باہم عقد مناکحت شرعًا جائز ہے اور یہ کہ اُن سے پیدا شدہ اولاد ثابت النسب ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح اصلا نہوگا والمسالۃ فی الہندیۃ وغیرہا وقد فصلنا ہا غیر مرۃ فی فتاونا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶ از گونار یاست گوالیار مقصود علی گرداور بروز شنبہ بتاریخ ۶ جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ

بحضور واقفان طریقت و عالمان مکانت شریعت پیشوائے دین احمدی و رہنمائے احکامات محمدی مدظلہ بعد آداب نیازمند

دست بستہ گزارش ہے کہ میں عقد تزویج سلطان احمد خاں میں عرصہ ایک سال کا ہوا آئی اُس کا بھائی سلیمان خاں ۶ ماہ تک میرے والدین کے پاس رہا اُس کی بدچلنی و اوباشی سے میرے والدین نے اُس سے کہا کہ چلن اپنا سنبھالو کاش میں ایسا چلن تمہارا خیال کرتا اپنی عورت کو تمہارے سامنے کی آنے کی اجازت نہ دیتا اُس نے کہا میں ابھی جاؤں والد نے کہا جاؤ سلام وہ چلا گیا میری والدہ کو والد نے یہ حکم دیا کہ آج سے تم جس وقت اس کا مونھ دیکھو گی نکاح سے خارج سمجھنا میرا شوہر اُس کو لایا میری والدہ نے پردہ کیا میرے شوہر نے مجھ سے کہا کہ میرے بھائی کو تمہارے والدین نے علیحدہ کیا میں آج سے تمکو علیحدہ کرتا ہوں تمہارا مجھ سے کچھ واسطہ نہیں میں روتی ہوئی اندر آئی وہ چلے گئے صبح کو کریم خاں کو شوہر کے پاس بھیجا بلوایا تو کہا میں چھوڑ چکا اب کیا واسطہ اب اگر کعبہ بھی اُس طرف ہو تو سر نہ جھکاؤں گا گواہوں کے روبرو کہدیا اُس دن سے قریب چھ ماہ کے منقضی ہوئے بالکل میں متروکہ پڑی رہی اب اُس کی ہمشیر نے آکر اول یہ تجویز کیا کسی صورت سے گھر میں لاوے پھر کہا طلاق کا قصور ہو گیا ہے اُس کی تجویز اس طرح کر لیں گے کہ ہم اپنے دوسرے بھائی سے نکاح کرا کر طلاق دلا کر پھر تیسرا نکاح پڑھا لیویں گے کسی کو کچھ معلوم نہ ہوگا یہ میں نے منظور نہیں کیا اور نوٹس زر مہر کا دیا تو اب دعوی رخصت کا کرتا ہے لہذا دست بستہ ملتجی ہوں کہ میرا عقد سلطان احمد خاں سے قائم رہا یا ساقط ہوا زرمہر مؤجل کی میں حقدار ہوں یا نہیں ایام عدت میرے ختم ہو چکے یا باقی ہیں۔ میں شوہر سابقہ سے اب تعلق از دواج سابقہ کا رکھوں تو جائز ہے یا نہیں عنداللہ جواب باصواب سے آگاہی بخشی جائے کہ جس سے دین محمدی کے احکام میں کوئی قصور اس عاصیہ سے نہ سرزد ہو اس کا اجر حضور کو اللہ تعالٰی دیگا یہ ریاست ہندوستانی ہے کوئی اس قدر لیاقت نہیں رکھتا جو شرعاً حکم دے ذیسرا ج کا برتاؤ ہے۔

الجواب

بیان مذکور اگر واقعی ہے تو عورت پر طلاق بائن ہوگئی اور نکاح سے نکل گئی اور تین طلاقیں نہ ہوئیں کہ حلالہ کی حاجت ہو جس کے واسطے سلیمان خاں سے نکاح ہو کر طلاق دلائی جائے زن و شوہر کی اگر ایک مکان میں تنہائی ایک جائی ہو چکی ہے تو کل مہر واجب الادا ہوگیا اور عورت پر روز طلاق سے تین حیض کی عدت لازم ہوئی تین حیض اگر شروع ہو کر ختم ہوگئے تو عدت سے نکل گئی ورنہ ابھی نہیں اور اگر ابھی صرف نکاح ہوا ہے اور ایک مکان میں زن و شوہر کی تنہائی نہ ہوئی تو نصف مہر ساقط ہوگیا اور نصف واجب الادا اور عدت اصلاً نہیں اس طلاق کے بعد عورت اگر چاہے تو سلطان احمد خاں سے دوبارہ نکاح ہو سکتا تھا مگر وہ کلمہ جو اُس نے کہا کہ اگر اُدھر کعبہ بھی ہو تو سر نہ جھکاؤنگا

اسے علمائے کلمۂ کفر لکھا ہے لہذا اگر وہ اب توبہ کرے اور تجدید اسلام تو اس کا اس سے نکاح ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۷ از جناب عثمان ایوب حاجی آدم جی حاجی یعقوب صاحب جبان ضلع بلاسپور سی پی۔ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

ماقولکم ایہا العلماء الحنفیون رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ اگر زید ایک جماعت کثیرہ کے روبرو بکر سے اس کی دختر کو مانگا اور کہا کہ میں آپ کی دختر کو اپنے پسر کے واسطے مانگنے والا آیا ہوں اور بکر نے بھی بسمع وطاعت قبول کر لیا اور کپڑے وزیورات زید نے حاضر کیے اور بعد قبول وتقسیم شیرینی وغیرہ کے دختر کا بھیجنا بھجانا بھی خاطب کے یہاں برابر ہوتا رہا درمیان میں کسی قدر شکر رنجی کے باعث بکر دختر موصوفہ کو دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے پر آمادہ ہے پس سائل سوال کرتا ہے کہ صورت مذکورۃ الصدر میں ایقاع نکاح ہوا یا نہیں کیا صورت بالا میں بکر دختر موصوفہ کو کسی دوسرے کے نکاح میں دے سکتا ہے یا نہیں بینوا بالدلیل وتوجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

جبکہ وہ جلسہ منگنی کا تھا نہ نکاح کا تو صرف ان الفاظ سے کہ سوال میں مذکور ہوئے نکاح منعقد نہ ہوا اُسے دوسری جگہ نکاح کر دینے کا اختیار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸ از نظام علیخاں ولد امام علیخاں پرگنہ سہسوان ضلع بدایوں بھوانی پور خورد ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

ایک شخص ہمارے یہاں موضع بھوانی پور خورد میں پیش امام تھا اس کی بیوی انتقال کر گئی اور اس کی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا ہے جو کہ اس کی سوتیلی ساس تھی یعنی اس کی بیوی کی سگی ماں نہ تھی اب اس کی بابت ہم کو فتوے کی ضرورت ہے حضور کو تکلیف دیتے ہیں کہ اس مسئلہ کو خوب صحیح طور سے ہم کو آگاہ کیجیے گا نکاح درست ہے کہ نادرست ہے وہ کون آیت کلام پاک میں ہے کہ جس سے ناجائز ہے اور وہ کون آیت ہے کہ جس سے جائز ہے اور کون کون پارہ میں ہیں اور کون کون رکوع میں ہیں۔

الجواب

زوجہ کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے کہ سوتیلی ماں ماں نہیں ہوتی قال اللہ تعالیٰ ان امھتھم الا الّٰئی ولدنھم وقال تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذلکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹ مسئولہ منشی محمد حسین صاحب جے پوری از شاہجہانپور ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ بتوسط کنور جگندرپال سنگھ بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ ڈپٹی کلکٹر

کیا فرماتے ہیں اس میں کہ زید کی نانی دو بہنیں ہیں۔ اصلی نانی کی لڑکی تو زید کی اصلی خالہ ہوئی اس سے تو نکاح ہو ہی

نہیں سکتا۔ لیکن نانی کی دوسری بہن کی لڑکی سے جو زید کی رشتہ میں خالہ ہے زید کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔ قال تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰ از گیا فرحت باغ کوٹھی الیسری پرشاد سنگہ رئیس گیا مسئولہ مظہر الحق صاحب ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اپنے حقیقی ساڑھو کی لڑکی سے عقد و مناکحت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ساڑھو کی لڑکی اگر سالی کے بطن سے نہیں تو اُس سے نکاح مطلقاً جائز ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اور اگر سالی سے ہے یعنی اپنی زوجہ کی بھانجی تو جبتک زوجہ اُس کے نکاح میں ہے اُس کی بھانجی سے نکاح حرام ہے ہاں عورت کو طلاق دیدے اور عدت گزر جائے یا عورت مرجائے اُس وقت اُس کی بھانجی سے نکاح جائز ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۱ مسئولہ مولوی عزیز الحسن صاحب قادری رضوی برکاتی پھپھوند ضلع اٹاوہ بتاریخ ۳ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ نبوی

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے جامع بین الاختین کیا اور اولادیں دونوں سے ہیں۔ پس از روئے شرع اقدس یہ اولادیں اور بیویاں جائز قرار پائیں گی یا نہیں اور پانے ترکہ زید کی مستحق ہونگی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اگر دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا دونوں حرام اور اگر آگے پیچھے کیا تو پہلی کا نکاح بے خلل دوسری کا حرام پھر جب دوسری سے قربت کی پہلی سے قربت بھی حرام ہوگئی جبتک اسے جدا کرکے عدت نہ گزر جائے اولاد بہرحال ولد الحرام ہیں جیسے وہ نطفہ جو حالت حیض میں ٹھہرا اگرچہ ولد الزنا نہیں۔ زید کا ترکہ ان سب اولاد کو ملیگا ہاں دونوں سے معاً نکاح کیا تو دونوں زوجہ ورنہ پچھلی ترکہ نہ پائے گی یہ سب اس صورت میں ہے کہ دونوں سے نکاح کیا ہو اور اگر زوجہ نکاح میں ہے اور سالی سے زنا کیا تو زوجہ سے قربت بھی حرام نہ ہوگی نہ اُس کی اولاد ولد الحرام ہوگی سالی سے جو بچے ہونگے ولد الزنا ہونگے اور زید کا ترکہ نہ پائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۲ مرسلہ میاں محمد غوث صاحب ضلع اٹک ڈاکخانہ حضرو بتاریخ ۵ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لا تنکح المرأۃ علی عمتہا والمرأۃ علی خالتہا نسائی وغیرہ بینوا توجروا۔

جواب

صریحاً نص سے پایا جاتا ہے۔ احل لکم ما وراء ذالکم کا لایہ۔ تو حل ثابت ہوگئی اور حدیث میں کلامی لاینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی۔ تو تطبیق کی کچھ حاجت نہ رہی جب ناسخ ٹھہری تو حرمت اٹھ گئی حل پر حکم پایا گیا۔

الجواب

لا تنکح المراۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا حدیث صحیح مشہور ہے مع ہذا وہ مخالف قرآن نہیں بلکہ آیہ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین کی تفسیر ہے کہ اختین سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے علاوہ بریں کریمہ واحل لکم ما وراء ذلکم عام مخصوص منہ البعض ہے قال اللہ تعالٰی ولا تنکحوا المشرکت حتی یومن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم حدیث کلامی لا ینسخ کلام اللہ محض بے اصل ہے خود صحاح احادیث کثیرہ میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھو ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے فکرا اپنی مسند پر تکیہ لگائے یہ کہے ہم نہیں جانتے جو قرآن میں حلال پائیں گے اُسے حلال کہیں گے اور جو قرآن میں حرام پائیں گے اُسے حرام کہیں گے الا وانی اوتیت القران ومثلہ معہ۔ سُن لو مجھے قرآن دیا گیا اور قرآن کے ساتھ اُس کا مثل اور الا وان ما حرم رسول اللہ مثل ما حرم اللہ سن لو بیشک جسے رسول اللہ نے حرام کیا وہ ایسا ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کیا خود رب العزۃ تبارک وتعالٰی قرآن عظیم میں کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ کافر حرام نہیں جانتے اُن چیزوں کو جنہیں اللہ اور اللہ کے رسول نے حرام کیا اور مسلمانوں سے فرماتا ہے ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا جو کچھ رسول تمکو عطا فرمائیں اُس کو لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۹ مرسلہ عنایت اللہ خاں صاحب موضع سسونہ ضلع رامپور، رجب المرجب ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغ کے والدین نے اپنی برادری میں ایک لڑکے نابالغ سے نسبت یعنی منگنی کر دی کچھ عرصہ کے بعد لڑکی کا باپ فوت ہوگیا اُس کی ماں نے بوجہ تنگی معاش بلا نکاح اُس لڑکے نابالغ کے باپ کو بلا کر رخصت کر دیا جس کے ساتھ نسبت ہو چکی ہے اُس نے اپنے مکان پر لیجا کر نکاح اپنے پسر نابالغ کے ساتھ پڑھوا لیا اب کچھ عرصہ کے بعد اُس کی ماں لڑکی کو رخصت کرا لائی اور دوسری جگہ نکاح کر دیا جس کو اب پانچ یا چھ سال ہو چکے اب وہ شخص جس سے پہلے نکاح ہوا تھا دعویدار ہے کہ میرے ساتھ رخصت کرائی جاوے میری منکوحہ ہے۔ ماں لڑکی کی پہلے نکاح سے انکار کرتی ہے اور لڑکی بھی پہلے نکاح سے بے خبری بیان کرتی ہے۔ رخصت کرنے کا اور اُس کی منگنی کا ماں اقرار کرتی ہے جس سے اُس وقت

اجازت نکاح قرینہ سے پائی جاتی ہے گو کہ اب انکار کرتی ہے لہذا ایسی صورت میں بموجب شرع شریف جو حکم ہو صادر فرمایئے کہ نکاح اول کا صحیح رہا یا دوسرے کا کیونکہ بموجودگی ولی صرف رخصت کر دینا اجازت نکاح ولی کیجانب سے کسی فضولی کو نکاح کرنے کے لیے کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ وہ نکاح یعنی نابالغی میں ہوا تھا اور دوسرا نکاح بالغ ہونے پر اس پر عورت بھی راضی ہے۔

الجواب

جس نابالغ کا کوئی عصبہ ہو یعنی اُس کے دادا پردادا کی اولاد کا قریب تر مرد ہو وہ اُس کے نکاح کا ولی ہے اُس کے ہوتے ماں کو بھی اختیار نہیں وہ نکاح کہ لڑکے کے باپ نے پڑھوالیا اجازت ولی پر موقوف تھا عصبہ ہو تو وہ ورنہ ماں اگر ولی کی اجازت ہو گئی تھی اور لڑکا اس کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں کسی بات میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس سے نکاح ولی کے لیے باعث ننگ و عار ہو تو پہلا نکاح صحیح ہو گیا اور دوسرا باطل ہے ورنہ دوسرا صحیح ہو گیا اور پہلا باطل ہے لان البات اذا طرء علی موقوف ابطلہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴

مرسلہ عبدالسلام صاحب پوسٹ ماسٹر ڈاکخانہ دوسہ راج جے پور ۹ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین صورہائے مندرجہ ذیل میں۔ ۱ لڑکی کَے برس کی عمر میں بالغ شمار ہوتی ہے اگر بالغہ برضائے خود کسی کے ساتھ نکاح کرے تو وہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں۔ ۲ زید نابالغ العمر ۱۱ سال جو ہندہ اور خالد کے حقیقی تایا کا لڑکا ہے وہ بولایت بکر کے جو زید کا چار پشت کے فاصلہ سے چچا ہوتا ہے۔ ہندہ بعمر ۱۸ سال اور حقیقی برادر ہندہ سے خالد بعمر ۱۵ سال کے ولایت کا بمقابلہ ہندہ و خالد کے حقیقی نانی کے مدعی ہے۔ شرعاً زید کا یہ دعوے صحیح ہے یا نہیں یعنی ہندہ اور خالد کی ولایت اس صورت میں حقیقی نانی کو پہنچتی ہے یا زید نابالغ تایا زاد بھائی کو یا بکر کو جو چار پشت کے فاصلہ سے چچا ہوتا ہے۔

الجواب

۱ لڑکی کم از کم نو برس میں اور زیادہ سے زیادہ پندرہ برس کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے اس بیچ میں جب آثار بلوغ ظاہر ہوں بالغہ ہے ورنہ پندرہ سال پورے ہونے پر حکم بلوغ دیدیا جائیگا اگرچہ آثار بلوغ کچھ نہ ظاہر ہوں۔ بالغہ بے اذن ولی خود اپنا نکاح کر سکتی ہے مگر کفو میں یعنی جس سے نکاح کرے وہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں اس سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ نکاح ہونا اس کے ولی کے لیے باعث ننگ و عار ہو اگر غیر کفو سے برضائے خود نکاح کریگی اور ولی رکھتی ہے اور اس نے پیش از نکاح غیر کفو جانکر بالتصریح اجازت نہ دی تو نکاح اصلاً نہ ہوگا

ہاں اگر کوئی ولی نہیں رکھتی یا ولی نے پیش از نکاح شوہر کو غیر کفو جانکر بالتصریح اجازت دی تو اس سے بھی نکاح صحیح ہو جائیگا۔

ع۲ خالد کی جبکہ عمر پندرہ سال کامل ہے تو وہ شرعاً بالغ ہے اور اپنے نفس کا خود ولی ہے کسی ولی کا محتاج نہیں اور ہندہ کہ اٹھارہ سال عمر رکھتی ہے اس پر ولایت جبریہ کسی کو نہیں کہ خود بالغہ ہے اور ولایت غیر مجبرہ اس کے بھائی کو ہے اس کے ہوتے نانی یا بکر کوئی چیز نہیں اور زید نابالغ کو دوسرے کا ولی بننا جنون ہے نابالغ کسی کا ولی نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵ مرسلہ جناب شاہ علی محمد صاحب پیشاب مدرس سررشتہ تعلیم ریاست ہلکر اندور بھی بازار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک کمسن لڑکی کا نکاح اس کے دادا نے ایک نہایت ہی کمسن لڑکے زید سے کر دیا۔ ہندہ اس وقت بالکل بالغہ ہے مگر زید نابالغ کم از کم پانچ برس اس کی بلوغت کو درکار ہیں ہندہ اور زید میں زن وشوہر کا تعلق ہونا کیا معنے بلکہ ہندہ کی آج تک اپنے میکہ سے رخصتی ہی نہیں ہوئی ہے۔ زید کے یہاں زید کے والد کی حین حیات سے جس کا انتقال یکایک ہو گیا اور گو مشتبہ مگر ابتک نامعلوم کسی نہ کسی وجہ سے اس سانحہ کی خبر زید کے چچا تک کو نہ دی گئی تھی ایک پردیسی نوجوان ملازم چلا آتا ہے زید کے والد مشتبہ جوانمرگ کے بعد اس ملازم نے زید کے مکان میں وہ رسوخ حاصل کیا کہ سیاہ سفید وہی کرتا ہے اور اس کے چوبیس گھنٹہ اس مکان میں رہنے سے جہاں کوئی دوسرا بالغ مرد بطور رکن خاندان کے نہیں رہتا ہے زید کے خاندان کو ایک زمانہ حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور درپردہ مورد اتہام ہے۔ زید کے چچا نے سانحہ مذکورہ بالا سے متعجب ہو کر اس ملازم کے گزشتہ چال چلن کی نسبت جو تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ابتدا سے یہ ایک آوارہ چلن شخص ہے حتی کہ اس کے والدین نے بھی اس کو مکان سے نکال دیا تھا اس کے بعد وہ عرصہ تک ناٹکوں میں ناچتا رہا گاتا بجاتا رہا۔ اس تحقیق کے بعد متاثر ہو کر زید کے چچا نے جو زید کا جائز طور سے سرپرست ہے زید کی والدہ سے درخواست کی کہ اس ملازم کو مکان سے علیحدہ کر دیا جائے۔ مگر زید کی والدہ نے یہ جواب دیا کہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چاہے کچھ بھی ہو۔ نہ ملازم مجھ سے نہ میں ملازم سے جدا ہو سکتی ہوں۔ ان تمام وقوعات سے ہندہ بخوبی واقف ہے۔ وہ سسرال جانے سے خود کی عصمت دری اور آبروریزی کے خوف کے علاوہ اپنی جان معرض خطرہ میں سمجھتی ہے۔ اس لیے سسرال ہرگز نہیں جانا چاہتی بلکہ اپنے خاندان کے حفظ آبرو کے لحاظ سے تفریق کے بعد دوسرا نکاح کر لینا چاہتی ہے اس صورت میں ہندہ کے لیے کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ہندہ کا اگر باپ نہیں اور دادا نے نکاح کر دیا اور ہندہ وقت نکاح نابالغہ تھی گو اب بالغہ ہے یا بالغہ تھی اُس سے اذن لیکر نکاح کیا یا نے اُس کی اجازت کے نکاح کیا مگر بعد وصول خبر اُس نے اجازت دی یا دادا آپ اذن لینے آیا تھا اور ہندہ نے سکوت کیا تو ان سب صورتوں میں نکاح منجانب ہندہ لازم ہو گیا اس کا فسخ ناممکن ہے تفریق ہو تو موت یا طلاق سے اور نابالغ کی طلاق باطل ہے نہ اُس کی طرف سے اُس کا کوئی ولی طلاق دے سکے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱۲ برس ہوئے کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا لیکن ہندہ نے بوقت نکاح زبان سے ایجاب نہیں کیا تھا نہ انکار کیا بلکہ سکوت اختیار کیا ایک دوسری عورت نے جو عروس کے پاس موجود تھی وکیل سے یہ کہدیا کہ ہندہ منظور کرتی ہے۔ ہندہ کا بیان ہے کہ اُس وقت میں بالکل خالی الذہن تھی نہ میرے دل میں اقرار تھا نہ انکار کا خیال بلکہ دوسرے خیالات رنج وغم ونئی زندگی شروع ہونے کے ترددات میں مبتلا تھی دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ نکاح شرعًا درست ہوا یا نہیں اور اگر نہیں تو زید وہندہ کو مواخذہ عقبے سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے بینوا توجروا مزید عرض ہے کہ جواب جلد مرحمت ہو کیونکہ ہندہ مواخذہ عقبے کے خیال سے نہایت خائف وترساں ہے فقط

الجواب

ہندہ سے اذن لینے کے لیے کون آیا تھا وہ سب سے قریب تر ہندہ کا ولی یا اُس ولی کا بھیجا ہوا یا کون تھا ہندہ کی رخصت ہوئی یا نہیں قبل رخصت ہندہ کے کسی قول یا فعل سے اس نکاح کی خبر سُنکر اظہار رغبت یا نفرت ہوا یا نہیں ان تمام باتوں کی تفصیل پر جواب دیا جائیگا انشاء اللہ تعالٰی۔

جوابات امور مستفسرہ

ہندہ کے والد کے چچا زاد بھائی یعنی ہندہ کے رشتہ کے تایا اذن لینے گئے تھے۔ یہ یاد نہیں کہ اس وقت کس نے انھیں اس کام پر متعین کیا تھا بالعموم ایسے بزرگ خاندان جن سے لڑکی پردہ نہ کرتی ہو بھیجے جاتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہندہ کا باپ اُس شہر میں موجود نہ تھا اُس نے ہندہ کے ماموں کو اس نکاح کے مراسم وتقریبات ادا کرنے کے لیے بذریعہ خط مامور کیا تھا یہ کہا جا سکتا ہے اذن لینے کے لیے ہندہ کے ماموں ہی نے وکیل کو متعین کیا ہوگا درحقیقت یہ یاد نہیں ہے۔ رخصت اس ہفتہ میں ہو گئی کوئی امر ہندہ کی رغبت ورضامندی کے خلاف نہ اُس وقت نہ آج تک بارہ برس گزرنے

کے بعد تک کوئی امر ایسا ظہور پذیر نہ ہوا جس سے ہندہ کی نارضامندی ظاہر ہو بلکہ کمال اتحاد سے زن وشو بسر کرتے ہیں یہ سوال صرف ہندوکے اس توہم کی بنا پر پیدا ہوا ہے کہ مبادا نکاح صحیح نہ ہوا ہو اور عند اللہ مواخذہ باقی رہے اس کا اطمینان مقصود ہے۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہی ہو تو اگرچہ از انجا کہ اذن لینے والا ولی اقرب نہ تھا ہندہ کا سکوت اذن نہ ٹھہرے اور وہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور ہندہ کی اجازت پر موقوف رہا مگر جبکہ پیش از رخصت ہندہ سے کوئی قول وفعل ایسا واقع نہ ہوا جس سے ہندہ کا اس نکاح سے ناراض ہونا سمجھا جاتا اور ہندہ برضا ورغبت رخصت ہو کر شوہر کے یہاں آئی تو وہ نکاح موقوف نافذ وتام ہو گیا اس میں کوئی اندیشہ مواخذہ کا نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۸و۹۹: از گونڈل کاٹھیا واڑ مسئولہ جناب سیٹھ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب رضوی تاریخ ۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ روز شنبہ

یہاں پر یہ رواج ہو چلا ہے کہ وقت نکاح وکیل کے ہمراہ ۲ گواہ نہیں جاتے ہیں اور قاضی وکیل کی وکالت اور حجت شرعیہ کی شہادت سے نکاح پڑھا دیتا ہے آیا یہ امر عند الشرع محمود ہے یا مردود نیز اس ترکیب سے مذہب حنفی میں نکاح صحیح ہو جائیگا یا نہیں وکیل کو اپنے ساتھ دو گواہ کا رکھنا اور ان شاہدوں کو عورت کی اجازت سننا ضروری ہے یا نہیں اگر اس طرح نہ کرکے بر طریق ان مروجہ پر مدام عمل کرنے پر سب گنہگار ہیں یا نہیں۔

الجواب

وکیل کے ساتھ شاہدوں کی حاجت کچھ نہیں اگر واقع میں عورت نے وکیل کو اذن دیا اور اس نے پڑھا دیا نکاح ہو گیا ہاں اگر عورت انکار کریگی کہ میں نے اذن نہ دیا تھا تو حاکم کے یہاں گواہوں کی حاجت ہو گی یہ تو کوئی غلطی نہیں ہاں یہ ضرور غلطی ہے کہ وکیل ہوتا ہے کوئی اور نکاح پڑھاتا ہے دوسرا مذہب صحیح وظاہر الروایۃ میں وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا اس میں بہت دقتیں ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوے میں ہے لہذا یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے اسی کے نام کی اجازت لی جائے یا اذن مطلق لے لیا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰: نوشہ کا وقت نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

الجواب

خالی پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج ومعمول ہیں سب ناجائز وحرام واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱: ولیمہ شریف کا کھانا کھلانا شریعت مطہرہ کے کس حکم میں داخل ہے اس کا تارک کیسا ہے نیز جس شہر کے لوگوں میں سے

کوئی بھی بعد نکاح ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ پہلے نکاح کے اول روز جس طرح کے رواج ہے کھلا دیتا ہو تو اُن سب لوگوں کے لیے شریعت نبوی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم شریف کیا ہے۔

الجواب

ولیمہ بعد نکاح سنت ہے اُس میں صیغۂ امر بھی وارد ہے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا اولم ولو بشاۃ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی دُنبہ یا اگرچہ ایک دُنبہ دونوں معنے محتمل ہیں اور اول اظہر ارکان سنت ہیں مگر یہ سنن مستحبہ سے ہے تارک گناہگار نہوگا اگر اُسے حق جانے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹ از ضلع ہزاری باغ ڈاکخانہ چتر پور مقام چتر پور مسئولہ محمد عبدالرحمٰن صاحب روز پنجشنبہ تاریخ ۲۲ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی نے بحالت شیرخوارگی اپنے بیٹے عمرو کے اندر مدت رضاعت کے بکر کو دودھ پلایا بعدہ زید کی بی بی سے تین لڑکے مسمیان محمد سعید و محمد فاضل و محمد سلیم تولد ہوئے تو اب بکر کی لڑکی سے محمد سلیم جو برادر حقیقی عمر کا ہے نکاح جائز ہے یا نہیں بحوالہ و بدرج عبارات کتب معتبرہ حنفیہ ارشاد ہو۔

الجواب

بکر کی لڑکی زوجہ زید کی اگلی پچھلی سب اولاد کی حقیقی بھتیجی ہے اور باہم مناکحت حرام قطعی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰ مسئولہ جناب عبدالستار بن اسمعیل صاحب از شہر گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ یکشنبہ ۹ شعبان ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اپنی لڑکیاں اس ملک میں ہزار دو ہزار روپیہ لیکر کفو یا غیر کفو سے نکاح کر دیتے ہیں اس میں بعض وقت عمر کا بھی خیال نہیں رکھتے یعنی جو شخص زائد رقم دے اُس سے نکاح کر دیتے ہیں آیا ایسی رقم کا لینا والدین کے حق میں مباح ہے یا نہیں اگرچہ والدین غریب ہوں اور اس طرح پر رقم لیکر غیر کفو یا بڑی عمر والے کے ساتھ نکاح کر دینا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

مال کے سبب اپنی اولاد کا نکاح غیر کفو سے اُس کے حق میں بدخواہی ہے اور یہ روپیہ رشوت میں داخل ہے فتاوے خیریہ میں اس جزئیہ پر بحث فرمائی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱ مسئولہ عابد خاں معرفت منشی خدابخش صاحب ٹھیکدار صدر بازار۔ بریلی۔ دوشنبہ ۱۰ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کہ زید بکر کا چچازاد بھائی ہے اور رضاعی بھی زید کے صرف ایک

حقیقی چھوٹا بھائی ہے اور بکر کے ایک چھوٹا بھائی ہے اور ایک بہن جو کہ حقیقی ہیں اور بکر کی بہن دونوں بھائیوں سے چھوٹی ہے تو زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے جائز ہے یا نہیں چونکہ زید اور بکر دونوں آپس میں رضاعی بھائی ہیں۔

الجواب

بکر نے اگر زید کی ماں کا دودھ پیا ہے تو زید اور اُس کا بھائی بکر کے بھائی ہوئے نہ کہ خواہر بکر کے اور اگر بکر نے زید کی ماں کا دودھ پیا ہے تو زید خواہر بکر کا بھائی ہوا نہ کہ زید کا بھائی بہر حال زید کے بھائی اور بکر کی بہن میں نکاح جائز ہے لقولہم تحل اخت اخیہ رضاعًا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲و۱۰۳ مسئولہ عنایت حسین خاں محرر تھانہ دوسہ علاقہ ریاست جے پور ملک راجپوتانہ ۱۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

۱؎ کیا نابالغ لڑکی برضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں ۲؎ بالغہ برضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو وہ نکاح درست ہی یا نہیں اور اگر ولی نے قبل از نکاح غیر کفو میں نکاح کرنے سے منع کر دیا ہو اور پھر بھی کسی طرح پوشیدہ یا زبردستی کسی غیر کفو کے ساتھ لڑکی نے نکاح کرلیا ہو تو اُس کے ولی کو اُس نکاح کے تنسیخ کا اختیار ہے یا نہیں۔

الجواب

۱؎ ہرگز نہیں ہاں ولی کے اذن سے کرسکتی ہے جبکہ سمجھ وال ہو یا بطور خود کرے اور ولی بعد اطلاع اُسے جائز کر دے تو جائز ہو جائیگا رد کر دے تو باطل ہو جائیگا درمختار میں ہے الولی شرط صحۃ نکاح صغیر الخ اقول الوجہ تقدیر النفاذ فان الموقوف من الصحیح غیر انہ اراد بالصحۃ النفاذ علی التبادر واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲؎ شرع میں غیر کفو وہ ہے کہ نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اُس کے ساتھ عورت کا نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہو ایسے شخص سے اگر بالغہ بطور خود نکاح کرلے گی نکاح ہوگا ہی نہیں اگرچہ نہ ولی نے منع کیا ہو نہ اُس کے خلاف مرضی ہو یہ نکاح اُس صورت میں جائز ہو سکے گا کہ ولی نے پیش از نکاح اُس غیر کفو بمعنی مذکور کی حالت مذکورہ پر مطلع ہو کر دیدہ و دانستہ صراحۃً بالغہ کو اُس کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہو ان میں سے ایک شرط بھی کم ہو تو بالغہ کا کیا ہوا وہ نکاح باطل محض ہوگا اور ولی کو اُس کے فسخ کرنے یا اُس کا فسخ چاہنے کی کیا حاجت کہ فسخ تو جب ہو کہ نکاح ہو لیا ہو یہ تو سرے سے ہوا ہی نہیں درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفوٴ بعدم جوازہ اصلاً واللہ تعالیٰ اعلم ہاں عوام کے محاورہ میں غیر کفو اُسے کہتے ہیں جو اپنا ہم قوم نہ ہو مثلاً سید و شیخ یا شیخ اور پٹھان یا پٹھان

اور مثل ایسا غیر کفو اگر اُس شرعی معنی پر غیر کفو نہ ہو تو بالغہ کا بے اذن ولی بلکہ بنا راضی ولی اُس سے نکاح کرلینا جائز ہے اور ولی کو اُس پر کوئی حق اعتراض نہیں درمختار میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴ آگرہ چھاؤنی انجن گودام جی آئی پی ریلوے بابو محمد نیاز خاں اسٹورس کلرک روز چہارشنبہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بعد سلام سنت اسلام و محبت مشام آنکہ معلوم ہو کہ حضور کو میں تکلیف دیتا ہوں کہ اس مسئلہ میں علما کیا فرماتے ہیں میرے ایک عزیز کا عقد ایک مسماۃ کے ساتھ ہوا اور اُس مسماۃ کے والدین نے لڑکی کی رخصت ۵ ماہ کے بعد کی مگر اس درمیان میں ایک نقص مسماۃ کے بعد ۳ ماہ کے خفیہ ظاہر ہوا ہے کہ مسماۃ کو سفید کوڑھ و برص کہتے ہیں وہ ہے اور اُس مسماۃ کے والدین سے دریافت کرنے پر اب ظاہر کیا ہے کہ کچھ شکم کا داغ ہے اول نکاح کے ظاہر نہ کیا اگر مسماۃ کو رخصت کرکے نہ لایا جائے اپنے گھر پہ تو وہ مہر کی مستحق ہوسکتی ہے یا نہیں۔ اور لڑکا اپنا خرچہ اُس کے والدین سے لے سکتا ہے یا نہیں فقط

الجواب

نکاح صحیح و تام ہوگیا دو باتوں سے ایک فرض ہے یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا اچھی طرح چھوڑ دینا۔ اگر قبل خلوت طلاق دی جائے گی آدھا مہر ساقط ہوجائے گا نصف واجب الادا ہوگا شادی میں جو اُٹھا دیا خرچ کر دیا اُس کا تاوان کسی پر نہیں ہاں جو زیور یا کپڑے چڑھاوے میں دیے ہوں اور عورت کو اُن کا مالک کر دینے کی وہاں رسم نہ ہو یہ تملیک نہ سمجھی جاتی ہو نہ تملیک کی ہو تو اُن اشیا کے واپس لینے کا شوہر کو اختیار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ از جبلپور پریس انجمن محمد یوسف یکشنبہ ۱۹ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص حنفی المذہب نے اپنا نکاح قاضی شافعی المذہب یا اہل حدیث غیر مقلد سے بموجب قاعدہ احناف پڑھوایا پس اُس کا نکاح جائز ہوا یا نہیں اور بصورت ناجائز ہونے نکاح حسب خیال مؤلف فتح المبین تجدید نکاح کی ضرورت ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اگر کوئی واقعی شافعی المذہب ہے تو شافعیہ مثل ہمارے اہلسنت ہیں اس میں تو کوئی حرج ہی نہیں جبکہ اُس نے نکاح اپنے طور پر نہ پڑھایا ہو کہ وہ مذہب حنفی میں صحیح نہیں اور غیر مقلدین صرف تارک تقلید نہیں بلکہ اُن کا مذہب بہت عقائد کفریہ پر مشتمل ہے جس کی قدرے تفصیل الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے نکاح پڑھوانا ایک تو بطور رسم ہوتا ہے جیسے نکاح خواں قاضی مقرر ہوتے ہیں یوں پڑھوایا اور اُس نے حنفی مذہب کے طور پر صحیح پڑھا یا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں

اور ایک نکاح پڑھوانا بطور تعظیم ہوتا ہے کہ اُس کو معظم اور متبرک سمجھکر اُس سے پڑھواتے ہیں اگر یوں پڑھوایا اور اُس کو غیر مقلد نہ جانتا تھا کہ وہابیہ میں تقیہ بکثرت ہے تو یوں بھی تجدید نکاح کی ضرورت نہیں جبکہ اُس نے صحیح طور پر پڑھایا ہو اور اگر غیر مقلد جانکر اُسے معظم و متبرک سمجھا اور اُس سے نکاح پڑھوایا تو نہ فقط تجدید نکاح بلکہ تجدید اسلام کی بھی حاجت ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶ از راجپوتانہ کوٹہ محلہ رامپورہ متصل مسجد مومنان عبدالصمد ملازم بینڈ باجہ دوشنبہ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد شافعی ہیں یا نہیں اور ہندہ بالغہ نو ماہ سے بیوہ ہے اور دو بچے بھی رکھتی ہے اپنی والدین کی بلا رضامندی و عدم موجودگی کے برضامندی و رغبت خود بلا خوف و ترغیب کے زید حنفی سے خود قاضی کے مکان پر جاکر ہمراہی چند آدمی نکاح پڑھ لیا۔ پھول و شیرینی و نئے کپڑے وغیرہ پہنے نہیں گئے دو گواہ اور ایک وکیل اور قاضی نے ایجاب قبول ارکان نکاح پورے طور پر ادا کر دیے کیا یہ نکاح ناجائز ہے۔ اور بعد نکاح زید و ہندہ نے مثل زن و شوہر کے ہم بستری کی اور صرف تین دن ہندہ زید کے پاس رہی اور اب ہندہ نکاح سے منکر ہے اور اپنے بچاؤ کے لیے کہتی ہے کہ غیر مقلد ہوں اور شافعی مذہب میں بغیر ولی کے نکاح ناجائز ہے اس کے برخلاف قاضی و دو گواہ و وکیل حلفیہ نکاح ہونا بیان کرتے ہیں قاضی حلف سے یہ بیان کرتا ہے کہ ہندہ نے نکاح کے پیشتر اُس کے دریافت کرنے پر کہا تھا کہ میں سنت جماعت یعنی حنفی ہوں اس کا یقین ہونے پر قاضی نے نکاح پڑھایا کیا ہندہ کا کہنا نکاح کے ناجوازی کے لیے صحیح ہے بینوا توجروا۔

الجواب

غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہل بدعت و اہوا و اہل نار ہیں طحطاوی علی الدر المختار میں ہے فمن کان خارجا من ھؤلاء الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار ہندہ نے جس سے نکاح کیا اگر وہ ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اُس سے ہندہ کا نکاح اولیائے ہندہ کے لیے باعث ننگ و عار ہو تو بیشک نکاح صحیح و لازم ہو گیا ہندہ کے انکار سے اب مسٹ نہیں سکتا اگرچہ ہندہ واقع میں شافعیہ ہوتی خلاصہ و درمختار میں ہے اذا سئل ما قول الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابوحنیفۃ کذا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷ از ضلع پرتاب گڑھ مانک پور ظہور حسام چہار شنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۴ھ

زید محض غریب آدمی ہے جائداد وغیرہ کچھ نہیں رکھتا صرف پیشہ طبابت وغیرہ سے کام چلتا ہے اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مہر سوا لاکھ روپے سے کم نہ ہو گا عمرو جس کو لڑکی منسوب ہے وہ اُس سے بھی زیادہ غریب

ہے غربت کی وجہ سے عمرو اس قدر دین منظور نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں محض غریب آدمی ہوں سوالاکھ روپے میں نے کبھی دیکھا بھی نہیں ہے اس قدر مہر میں ہرگز قبول نہ کرونگا غرضکہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زیادتی اگرچہ غیر مستحسن ہے لیکن حیثیت کا کچھ لحاظ رکھنا ضروری ہے یا نہیں شارع علیہ السلام نے حیثیت زوج کا کچھ لحاظ کیا ہے ایسی صورت میں کہ عمرو کی حیثیت سے کہیں زیادہ ہے نکاح سوالاکھ مہر پر کیسا ہوگا اور اگر ہوگیا تو حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ اگر مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہوئی تو زنا ہوگا اور لڑکے حرامی اُس کے خلاف ہوگا یا نہیں اور نکاح جائز ہوگا یا نہیں فقط

الجواب

حیثیت کا لحاظ رکھنا مناسب ہے مگر نکاح ہر طرح ہو جائیگا اگرچہ نان شبینہ کے محتاج پر تمام خزاین دُنیا کے برابر مہر باندھا جائے مہر نکاح میں اصل نہیں ولہذا نفی مہر کے ساتھ بھی نکاح صحیح ہے مہر مثل لازم ہوگا اور جب رقم معین کردی اگرچہ کسی قدر کثیر تو وہ ضرور ذمہ پر لازم ہوگی الشان اگرچہ بادشاہ ہفت اقلیم ہو اُس کی حیثیت محدود ہے ذمہ کی وسعت محدود نہیں اگر محتاج محض ہو حدیث میں فرمایا المال غاد ورائح وہ کہ جنھیں روٹی نصیب نہ تھی آنکھوں دیکھتے والی ملک ہوگئے البتہ ضرور ہے کہ طرفین اُسے دین سمجھیں اور شوہر نیت ادا رکھے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض مفلس تھے نکاح کیا مہر کثیر کی درخواست کی گئی قبول فرمالی اور فرمایا علی اللہ وعلی رسولہ المعول اللہ اور اُس کے رسول پر بھروسہ ہے یعنی وہ عطا فرمادینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا خود قرآن عظیم میں فرماتا ہے ولو انھم رضوا ما اتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ رٰغبون اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہوتے اللہ و رسول کے دیے پر اور کہتے اللہ ہمیں کافی ہے اب ہمیں دیتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے بیشک ہم اللہ ہی کی طرف روئے نیاز لاتے ہیں ایسی حالت میں کوئی الزام بھی نہیں بلکہ نکاح نیت صحیحہ اور حاجت صادقہ کے ساتھ کیا گیا ہے تو حسب وعدہ صادقہ حدیث صحیح اللہ عزوجل ادائے دین کا ضامن ہے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار خطبہ میں مغالات فی المہور یعنی حیثیت سے زیادہ مہر باندھنے پر انکار شدید فرمایا حاضرین میں سے ایک بی بی اُٹھیں آیہ کریمہ وآتیتم احدٰھن قنطارا تلاوت کی جس میں سونے کا ڈھیر عورت کے مہر میں مقرر کرنا جائز فرمایا گیا فوراً امیر المؤمنین نے انکار سے رجوع فرمائی اور بکمال تواضع فرمایا اللھم کل احد افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال ہاں یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو اگرچہ اُس کی حیثیت سے کتنا ہی کم ہو اسی کو حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ حشر میں زانی و زانیہ اُٹھائے جائینگے یہ اُس حدیث میں بھی نہیں کہ وہ شرعاً زانی و زانیہ ہیں اور اولاد حرامی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸ از بریلی محلہ ذخیرہ چہار شنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وعمرو آپس میں حقیقی بھائی ہیں زید کے لڑکے نے زوجہ عمرو کی چھاتی اتفاقیہ درانحالیکہ وہ سورہی تھی اور چار پانچ ماہ کی تو حاملہ بھی تھی یعنی پہلا حمل تھا اپنے موتھ میں لے لی زوجہ عمرو کا بیان ہے کہ جس وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے لڑکے کو دیکھا کہ میری چھاتی اپنے موتھ میں لیے ہوئے اس طرح موتھ چلا رہا ہے جیسے بچے دودھ پیتے ہیں یہ مجھکو نہیں معلوم کہ میرے اس وقت دودھ تھا یا نہیں یا مجھکو کوئی اثر دودھ کا معلوم ہوا یا نہیں میں نے لڑکے کو فوراً اپنی چھاتی سے علیحدہ کردیا اس واقعہ کو عرصہ قریباً سترہ اٹھارہ سال کا ہوا اس صورت میں از روئے شرع زید کے لڑکے مذکور کا عمرو کی کسی لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں اور نیز یہ کہ یہ مدت قلیل حمل کی عورت حاملہ کے اتر آنے دودھ کی ہے یا نہیں زوجہ عمرو کی عمر اس وقت ۱۸ سال اور زید کے لڑکے کی عمر ایک سال کی تھی بینوا توجروا۔

الجواب

جبتک دودھ کا کوئی قطرہ جوف میں جانا معلوم وثابت نہ ہو حرمت ثابت نہ ہوگی درمختار میں ہے یثبت به ان علم وصوله بجوفه من فمه او انفه لا غير فلو التقم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن فی حلقه ام لا لم يحرم لان فی المانع شکا ولوالجیه دودھ اترنے کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں عورت کے مزاج کی قوت اور خون کی کثرت پر ہے کبھی بعد ولادت بھی نہیں اترتا اور کبھی کو آری کے اتر آتا ہے درمختار میں ہے الرضاع المص من ثدی آدمیة ولو بکرا یہ معاملہ عمر بھر کے حلال حرام اور اولاد کے حلالی اور حرامی ہونے کا ہے عورت پر فرض ہے کہ جو بات واقعی ہو ظاہر کردے اخفا نہ کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹ مسئولہ محمد اسحاق حسب مکان قادر بخش دفعدار محلہ شاگرد پیشہ ریاست جاورہ ملک مالوہ چہار شنبہ ۲۹ شوال ۱۳۳۴ھ

مخدوم ومکرم جناب مولنا مولوی مفتی احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ التماس ہے کہ میں حضور عالی کو امور ذیل کے لیے تکلیف دیتا ہوں امید ہے کہ معاف فرماوینگے۔ مسماۃ ہندہ کا نکاح بعمر گیارہ سال سوتیلے والد کی اجازت سے زید کے ہمراہ ہوا بعد نکاح ہندہ چند یوم زید کے گھر رہکر والدین کے گھر چلی آئی اور وہاں سے بغیر اجازت زید ہندہ والدین کے ہمراہ چالیس کوس دور جاکر سکونت اختیار کی اور قریباً ایک سال ہندہ کو اپنے والدین کے گھر رہتے ہوئے ہوگیا۔ زید نے اب آکر رخصت زوجہ کا دعوے کیا چونکہ اب ہندہ تیرھویں سال میں ہے اور اپنا بالغہ ہونا کہتی ہے اور بوقت نکاح نابالغہ تھی نکاح فسخ کرنا چاہتی ہے کہ میں نابالغہ تھی اور میرا نکاح سوتیلے

والد کی اجازت سے ہوا ہئں فسخ کراونگی ایسی صورت میں شرع شریف کیا حکم دیتا ہے۔

الجواب

سائل کو چند امور کا جواب دینا چاہیے اول ہندہ کا کوئی ولی ہے یا نہیں مثلاً جوان بھائی یا چچا یا چچا کا بیٹا یا دادا یا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد (۲) اگر ہے تو وہ وقت پر موجود تھا یا نہ تھا اگر تھا تو خبر نکاح سن کر کچھ کہا یا نہیں اور اگر کہا تو کیا کہا (۳) ہندہ کس مہینے اور وقت میں بالغہ ہوئی کیا گھنٹہ منٹ تھا (۴) وہ کب سے دعوے فسخ کرتی ہے اس کو کتنے دن ہوئے کس مہینے تاریخ وقت میں اس دعوی کا لفظ منہ سے نکالا (۵) جس سے نکاح ہوا وہ مذہب چال چلن پیشہ میں موافق ہے یا کم وبیش ہے تو کیا اور کسقدر (۶) ہندہ کا نکاح یا رخصت اس کی ماں کی مرضی سے ہوئی یا بلا مرضی ان سوالوں کا جواب آنے پر جواب دیا جائیگا۔

جواب سوالات

(۱) ہندہ کا کوئی ولی مرد جیسا ارشاد ہوا زندہ نہیں۔ ازواج میں ماں ہندہ کی حیات ہے (۲) اس وقت کوئی زندہ نہ تھا (۳) ہندہ یکم شوال ۱۳۴۳ھ روز سہ شنبہ کو بالغہ ہوئی بوقت ظہر قریب ڈھائی بجے کے گھڑی نہ تھی کہ منٹ دیکھے جاتے (۴) بالغہ ہونے کے دن یعنی یکم شوال ۱۳۴۳ھ روز سہ شنبہ تین بجے دعوے کا لفظ منہ سے نکلا۔ (۵) زید مذہب میں اہلسنت حنفی مسلمان ہے نسب اچھا ہے پٹھان اور چال چلن اور پیشہ میں بھی موافق (۶) ہندہ کا نکاح سوتیلے والد کی اجازت سے ہوا و نیز رخصت حالانکہ ماں کی مرضی نہ تھی مگر خاوند کے کہنے سے اور زبردستی کی۔

الجواب

اگر یہ بیانات واقعی ہیں اور ہندہ کی ماں نے کہ صورت مذکورہ میں وہی ولی شرعی ہے اس کے نکاح کی اجازت نہ دی نہ بعد کو جائز کرنے کا کوئی لفظ کہا نہ کوئی فعل ایسا کیا کہ دلیل اجازت ہو تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا والدۂ ہندہ کی اجازت پر موقوف تھا اگر قبل بلوغ ہندہ اس کی والدہ نے اس نکاح سے ناراضی اور اس پر انکار ظاہر کر دیا تو جبھی وہ نکاح باطل ہو گیا اب ہندہ کو طلب فسخ کی حاجت نہیں اور اگر والدہ ہندہ اب تک ساکت رہی تھی انکار نہ کیا تھا اگرچہ ناراض تھی تو ہندہ کے بالغہ ہوتے ہی وہ نکاح موقوف اب خود اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا جب اس نے اس پر ناراضی ظاہر کی باطل ہو گیا اور کسی دعوے کی ہندہ کو حاجت نہیں اور اگر والدہ ہندہ قبل بلوغ ہندہ اسے قولاً یا فعلاً جائز کر چکی تھی اور وہ جائز کرنا شوہر کے جبر و اکراہ شرعی سے تھا جب بھی ظاہر یہی حکم ہے کہ وہ اجازت اجازت نہ ہوئی اور اگر بخاطر شوہر تھا اگرچہ خود ناراض تھی تو اجازت یقیناً صحیح ہو گئی اور نکاح نافذ ہو گیا

اب ہندہ کو صرف خیار بلوغ رہا اس لیے کہ حسب بیان سائل شوہر ہندہ ہندہ کا کفو ہے اس صورت میں ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً فسخ کرنا تھا اس نے بالغہ ہونے کے آدھے گھنٹے بعد دعوے کیا تو یہ دعویٰ نامسموع ہے اور نکاح لازم ہو چکا اب ہندہ کے لیے اس میں کوئی چارہ کار نہیں وبعید غایۃ البعد انھا لم تعلم بالنکاح الا بعد البلوغ حین ادعت الفسخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰ مسئولہ عبدالعزیز صاحب جمعدار انجنیری کوٹہ راجپوتانہ نیا پورہ چہارشنبہ ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

قاضی شہر کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص پابند شریعت شرع شریف کے مطابق نکاح پڑھا دے یا دیگر مسلمان نکاح پڑھا دے اور اس کا اندراج رجسٹر قاضی شہر میں نہ ہو تو کیا وہ ناجائز ہے اس کا جواب بھی دیجیے فقط

الجواب

یہ نکاح خواں قاضی نہ شرعاً ضرور ہیں نہ ان کے رجسٹر کی شرعاً حاجت ہاں اندراج میں مصلحت ہے باقی جس سے چاہیں پڑھوائیں کوئی روک نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱ از کوہ شملہ ویلر نگل لاج مرسلہ کفایت حسین صاحب روز یکشنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

مخزن علوم معدن فنون علمائے دین شرع متین جناب مولوی صاحب قبلہ دام ظلکم یہ مسئلہ حضور کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ خالہ زاد دو بھائی ہیں ایک کی بی بی دوسرے بھائی کے لڑکے سے یعنی اپنے بھتیجے سے فعل ناجائز کرتی تھی سامنے شوہر کے جبکہ شوہر فوت ہوگیا تو اسی بھتیجے کے ساتھ عقد کرلیا تو وہ عقد جائز ہے یا ناجائز ہے۔

الجواب

شوہر کے بھتیجے سے بعد وفات شوہر وانقضائے عدت نکاح جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲ از کاٹھیاواڑ مقام اڑتیانہ مرسلہ امین احمد صاحب پنجشنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

ایک شخص نے نکاح کیا اس کا ارادہ یہ ہے تھوڑی یا زیادہ مدت بعد اس کو طلاق دینا یہ نکاح ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر نکاح میں کسی مدت کی قید نہ لگائے صرف دل میں ارادہ ہو کہ سال بھر یا ایک مہینے یا ایک ہی دن کے بعد طلاق دیدوں گا تو نکاح میں کوئی حرج نہیں ہاں بلاوجہ شرعی بسبب محض طلاق دینا منع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳ مرسلہ حاجی سید نعیم الدین صاحب مقام امام گنج ڈاکخانہ سندرگنج ضلع رنگپور بنگال ۲ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی یتیمہ مظلومہ مسماۃ بہ الف بعمر صغیرہ نابالغہ ۱۱یا ۱۲

سال کی اُس کے چچا حقیقی کی عین موجودگی میں تہراً و جبراً اہل قریہ بطمع رشوت ایک عمر رسیدہ شخص سے ہندہ الف کا عقد نکاح کردیا اور چچا حقیقی یتیمہ کا بخیال فتنہ منع کرنے سے قاصر رہا اور لڑکی یتیمہ سے بھی جبراً اذن لیا اور لڑکی قبل سے انکار کرتی تھی اور بوقت اذن بھی انکار کرتی رہی لہذا آج تک انکار کرتی ہے بعد عقد و نکاح چھ ماہ کے درمیان کئی بار مصنوعی شوہر کے مکان آمدو رفت کیا لیکن جبراً لہذا ایک وقت کچھ کھا کر مرنے پر آمادہ ہوگئی تھی اس وجہ سے وارثان مظلومہ خصتی کرا کے اُس کے نانا کے مکان مقیم کیا ہے عرصہ چار سال سے زیادہ ہوا اور اس وقت عمر لڑکی الف کی قریباً ۱۶ یا ۱۷ سال کی ہے اور ایک سال سے بالغ کامل ہے اب شخص عاقد و عقد دہندہ وارثان الف پر متعدد شر ہے اور رخصتی چاہتا ہے لڑکی جانے سے انکار کرتی ہے احتمال ہے رخصتی کرنے سے لڑکی جان بہلاک ہو اس لئے دست بستہ عرض ہے کہ یہ ولایت و اذن یتیمہ کا صحیح ہوا یا نہیں اور عقد و نکاح صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں اور ایسے عاقد و عقد دہندہ و عقد پڑھانے والوں پر کچھ حد شرع ہوسکتا ہے یا نہیں امید کہ فی سبیل اللہ یتیمہ مظلومہ پر ترحم فرمایا جائے اور ان سب اموروں کی بشرط توفیق رفیق تحقیق حقیق خلاصہ بیان قابل اطمینان جواب باصواب صاف صاف مفصل بعبارت اردو و کتب مدلل بدلائل شرعیہ احمدیہ حنفیہ مزین بمہر و دستخط تحریر صحیح عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمایا جائے اور کار خیر و ثواب عظیم میں داخل ہوجائیے اور مجھ کو مصیبت سے نجات دلائیے بینوا توجروا۔

الجواب

حقیقت کا علم اللہ عزوجل کو ہے اگر یہ بیان واقعی ہے کہ الف اُس وقت نابالغہ تھی اور اُس کے چچا نے نہ اُس وقت اجازت دی نہ اُس سے پہلے نہ خبر نکاح سُن کر کوئی قول و فعل دلیل اجازت اُس سے صادر ہوا اور الف کی رخصت اور چند بار شوہر کے یہاں جانا یہ بھی اُس کی بلا اجازت کے ہوا اور اُس وقت تک اُس نے کوئی کلمہ اُس نکاح کے رد کا بھی نہیں کہا نہ الف کے ہنوز کوئی اولاد ہوئی تو ان سب شرائط کے ساتھ وہ نکاح الف کے بالغہ ہونے تک چچا کی اجازت پر موقوف تھا اور بعد بلوغ الف خود الف کی اجازت پر موقوف ہوا اب اگر یہ بیان واقعی ہے کہ بعد بلوغ الف سے کوئی قول و فعل مثبت اجازت صادر نہ ہوا بلکہ اُسے اس نکاح پر انکار ہے تو ناراضی ظاہر کرتے ہی وہ نکاح کہ موقوف تھا رد ہوگیا الف کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اگر خلوت صحیحہ واقع ہوچکی ہو جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے اور اگر خالی جانا آنا ہوا اور ایک مکان میں تنہا تھوڑی دیر کے لیے بھی نہ ہوئے تو عدت کی بھی حاجت نہیں اور عاقد اُسے اگر اپنے تصرف میں لایا تو شرائط مذکورہ کے ساتھ مرتکب حرام ہوا کہ نکاح موقوف[1] میں قبل اجازت وطی حرام ہے اور وہ وطی کہ الف کی نابالغی[2] میں واقع ہوئی دلیل اجازت نہیں ہوسکتی اگرچہ اُس کی اجازت

سے ہو عقد پڑھانے والا اگر اس بدنیتی میں شریک تھا تو وہ بھی گنا ہگار ہی ورنہ عقد ہو توف فی نفسہ جرم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱ مرسلہ حاجی ولد میا نصاحب از ضلع گونڈا ریاست بلرامپور بازار چوک ۸ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ہندہ سے جو زنا سے حاملہ تھی دیدہ و دانستہ حالت حمل میں نکاح کیا بعد اس کے چند آدمیوں نے مجبور کر کے ایک جلسہ میں تین طلاقیں دلوادیں یہ نکاح اور طلاق جائز و درست ہوا یا نہیں بر تقدیر اول وضع حمل کے بعد جدید نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جو عورت معاذ اللہ زنا سے حاملہ ہو اُس سے نکاح صحیح ہے خواہ اُس زانی سے ہو یا اُس کے غیر سے فرق اتنا ہی کہ زانی جس کا حمل ہے وہ اُس سے قربت بھی کر سکتا ہے اور غیر زانی اگر نکاح کرے تو تا وضع حمل قربت نہیں کر سکتا لئلا یسقی مائہ زرع غیرہ درمختار وصح نکاح حبلی من زنا تنویر لا بصار عدت زن شوہر دار پر ہوتی ہے جب شوہر مرے یا طلاق دے اور ذات زوج کا حمل زوج ہی کا ٹھہرتا ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاہر الحجر آیہ کریمہ میں اولات الاحمال سے یہی مراد ہے صدر کلام میں خاص صورت طلاق ارشاد ہوئی ہے اور اُسی کی تفصیل فرمائی گئی ہے یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ حدیث مذکور بطلان نکاح حبلی من زنا پر ہرگز دلیل نہیں بلکہ اگر دلیل ہی تو صحت نکاح پر کہ فرمایا فرق بینھما معہذا ممکن ہے کہ وہ تفریق ارشادی ہو یعنی ایسی عورت رکھنے کے قابل نہیں غرض صورت مستفسرہ میں عورت کا نکاح بیشک صحیح تھا اب اگر یہ شخص اُس سے قربت کر چکا اُس کے بعد طلاق دی یا قربت نہ کی تھی تو ایک لفظ میں تین طلاقیں دیں مثلاً یہ کہ تو تین طلاق سے مطلقہ ہے تو ان دونوں صورتوں میں طلاق مغلظہ ہوگئی اور بغیر حلالہ اُس سے نکاح نہیں کر سکتا اور اگر ہنوز قربت نہ کی تھی اور متفرق لفظوں میں تین طلاقیں دیں مثلاً تجھ پر طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو طلاق بائن ہوئی مغلظہ نہ ہوئی بے حلالہ اُس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲ تا ۱۱۵ مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ سانگو ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۳ صفر ۱۳۳۵ھ

(۱) یہ کہ بیوگان کا عقد مابین ایام عدت سہواً ہو جائے تو یہ درست ہے کہ نہیں یا بعد گزر جانے ایام مذکورہ نکاح کیا جائے تو اُس میں کس کی اجازت درکار ہوگی عورت خود اپنے اختیار سے نکاح پڑھ سکتی ہے یا اُس کے رشتہ دار یا کسی اور شخص موجودہ کی اجازت درکار ہوگی (۲) ایسی عورت جس کا خاوند مر جائے اُس کا نکاح اُس کے جیٹھ سے ہو سکتا ہے یا نہیں اور وہ کیسی حالت میں اور کس وقت کن شرائط پر۔

الجواب

عدت میں نکاح باطل و حرام محض ہے سہواً ہو خواہ قصداً رہا بعد عدت نکاح اگر عورت نابالغہ ہے تو اجازت ولی مطلقاً درکار ہے اور اگر بالغہ ہے تو دو صورتیں ہیں جس سے نکاح کیا چاہتی ہے اگر وہ اس کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اس سے اُس کا نکاح اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار ہو جب تو یہ خود اختیار رکھتی ہے اجازت ولی کی حاجت نہیں اور اگر غیر کفو ہے اور عورت کا کوئی ولی شرعی نہیں جب بھی اُسے اپنے نفس کا اختیار ہے اور اگر ولی شرعی ہے مثلاً بیٹا یا باپ یا دادا یا دادا پردادا کی اولاد کا کوئی مرد بترتیب فرائض تو جبتک وہ پیش از نکاح اُسے غیر کفو جانکر اُس نکاح کی اجازت صراحۃً نہ دیگا عورت کے کیے نکاح نہ ہوسکیگا باطل محض ہوگا یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وبہ یفتی لفساد الزمان درمختار۔ بعد عدت جیٹھ سے نکاح جائز ہے جبکہ کوئی مانع مثل رضاعت یا مصاہرت یا جمع محارم نہ ہو اور نکاح کی تمہی شرطیں ہیں جو ابتدائی نکاح میں ہوتی ہیں کوئی نئی شرط نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶ از بلاسپور سی پی مرسلہ جناب حاجی آدم جی حاجی یعقوب صاحبان ۱۶۔ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں بعض علما کہتے ہیں اگر جلسہ منگنی میں الفاظ ایجاب و قبول ہوں تو بھی نکاح ہوگا اور شرط نکاح پائی گئی تو یہی جلسہ جلسہ نکاح ہوگا جیسا کہ درمختار و خلاصہ میں ہے اور بعض مولوی کہتے ہیں وہ جلسہ جلسہ نکاح نہ ٹھہریگا۔ اور الفاظ ایجاب و قبول و شواہد اس جلسہ منگنی میں غیر معتبر ہوگا۔ کون قول حق ہے اور برتقدیر قول بعض مولوی صاحب عبارت خلاصہ کے کیا معنے ہونگے۔

الجواب

عبارت خلاصہ کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں وہ اس امر میں ہے کہ ایجاب اگر نامتعین کیلیے واقع ہو تو نکاح صحیح نہیں اور متعین کیلیے واقع ہوا تو صحیح اور اس مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ اُن الفاظ کو دیکھا جائے اگر وہ ایجاب و قبول کیلیے متعین ہیں تو نکاح ہوجائیگا اگرچہ جلسہ منگنی کا ہو اور اگر خطبہ و عقد میں متردد ہیں تو جلسہ کا اعتبار رہیگا جلسہ منگنی کا ہے تو منگنی ٹھہرائینگے اور نکاح کا ہے تو نکاح درمختار میں ہے وکذا اھل سیتنبھا ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷ مرسلہ محمد اقبال و نور محمد صاحبان امام مسجد تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی مسئلہ ذیل میں ایک لڑکے کی ایک جگہ منگنی ہوئی تھی نکاح سے پیشتر کچھ عرصہ کے بعد لڑکے اور لڑکی کے والدین کے درمیان کسی خانگی امر کی وجہ سے ناموافقت پیدا ہوگئی جس سے لڑکی والے نکاح دینے سے منکر ہوگئے لڑکے کے والد نے کسی طرح لڑکی کو ورغلا کر چوری بوقت رات لڑکی کے میکے سے نکال لیا اور فرار کرکے لے آیا لڑکی چونکہ بالغ ہے اُس نے خود بخود شہر گوجرانوالے جاکر باوجود لڑکی کے والدین کی نارضامندی اور عدم موجودگی کے اپنے لڑکے سے نکاح کرالیا۔ اس سے طرفین میں بہت سا فساد برپا ہوگیا جس کی نوبت پھر یوں

تک پہنچی۔ یہ امر دینی مصلحت کے برخلاف ہوتا ہے امید ہوسکتی ہے کہ ایسی دست درازی آیندہ بھی ایسی کارروائی اور فتنوں کی بانی ہو۔ جس کا انسداد واجب امر ہے کیا ایسے رخنہ انداز آدمیوں کے لیے شریعت میں کوئی سزا مقرر ہے مفصل حال سے آگاہی فرمائیں فقط

الجواب

بلاشبہہ ایسے لوگ مفسد و فتنہ پرداز اور آبروریز فتنہ انگیز مستحق عذاب شدید و وبال مدید ہیں معاذ اللہ اگر ایسی جرائیں روا رکھی جائیں تو ننگ و ناموس کو بہت صدمہ پہنچیگا کم سے کم اس میں شناعت یہ ہے کہ بلاوجہ شرعی ایذائے مسلم ہے اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی یہ نکاح جس سے ہوا اگر وہ عورت کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اُس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہے جب تو یہ نکاح کہ زن بالغہ نے بے رضائے ولی خود کیا سرے سے ہوا ہی نہیں باطل محض ہے درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وبہ یفتی لفساد الزمان اور اگر کفو ہے تو والدین کو ناراض کرکے عورت کا بطور خود نکاح کرلینا خصوصًا وہ بھی اس طور پر جاکر عورت کے لیے سخت محرومی و ناراضی الٰہی کا باعث ہے اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو اب بھی نکاح نہ ہوا کہ اُن کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح باطل ہے یہ کیا تھوڑی شناعت ہے کہ ایک امام برحق کے نزدیک عورت بے نکاحی ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸: بریلی خواجی محلہ مرسلہ عظیم اللہ صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ بجبر کرایا گیا حالانکہ زید کی منشا ہرگز نہ تھی جسکے چند شاہد موجود ہیں بوقت ایجاب قبول کرنے زید نے ہوں مثل عورات کے کہا اور رخصت نہ ہونے پائی کہ زید اپنے مکان کو چلا گیا اور اس سے قبل بھی تاریخ مقرر پر زید اپنے گھر سے فرار ہو گیا تھا تو اس صورت میں نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ ہوا یا نہیں مُہر سے مزین فرمایا جائے۔

الجواب

نکاح ہو گیا اگرچہ قبول میں صرف (ہوں) جبرًا کہا ہو فان الاکراہ ان تحقق لم یعمل فیما یستوی فیہ الجد والھزل کالنکاح والطلاق والعتاق فکیف ما لیس باکراہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹: مرسلہ محمد رحیم بخش عبدالحمید از قصبہ فخر نگر ضلع گوڑگانوہ ۱۱ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جبکہ بے ریش تھا اُس کی نسبت (یعنی سگائی) ہندہ سے ہوئی تھی اور زید ہندہ کے مکان پر کسی وجہ سے رہتا تھا یا پورانی رشتہ داری کی وجہ سے رہتا تھا۔ ہندہ کی پھوپی نے ہندہ کو گود لیا ہوا تھا۔ یعنی ہندہ کی پھوپی لاولد یا بانجھ تھی۔ ہندہ کے گھر میں سوائے ہندہ کے زید سے کوئی پردہ نہیں کرتا تھا ہندہ کی پھوپی نے زید کے ساتھ اس قدر محبت بڑھائی جو کہ شفقتِ مادری سے زیادہ تر نظر آتی تھی۔ آخرکار زید سے سوال ہم بستری کا کیا چونکہ اُس زمانے میں زید بالکل بے خبر تھا یعنی خدا اور رسول اور نماز و روزہ سے بالکل بے خبر تھا غرض دونوں کے باہم ناجائز دوستی کئی سال تک رہی یہاں تک کہ زید اور ہندہ کے والدین نے شادی کردی۔ چونکہ میاں بیوی میں کمال درجہ الفت اور محبت ہوئی اور ہندہ کو پھوپی سے کچھ تعلق نہ رہا۔ اب چونکہ شادی کو تقریباً اٹھارہ سال گزر گئے اور تین بچے بھی ہوگئے۔ آج تک زید کو اس بات کا خیال تک نہ آیا۔ اب زید ایک بزرگ سے شرف بیعت ہوکر خدا اور رسول کی اطاعت میں کمربستہ ہے اور اسی طرح ہندہ بھی پابندِ شرع ہے اور وہ بھی شرف بیعت ہوچکی ہے باوجود زید کو ہمیشہ کتب احادیث و فقہ سے کام رہتا ہے لیکن یہ مسئلہ آج تک اُس کی نظر سے نہیں گزرا اور نہ کسی سے ذکر سُنا نہ اس بات کا خیال تھا اب زید کتاب اکسیر ہدایت کا مطالعہ کررہا تھا اُس میں باب النکاح پر نظر پڑی اُس میں یہ عبارت لکھی پائی کہ پھوپی بھتیجی یکجا نکاح میں حرام ہیں۔ جب سے زید نے یہ عبارت پڑھی دیوانہ اور پاگل سا ہوگیا ہے۔ کیونکہ نہ عورت یعنی بیوی کو چھوڑنے کا یارا ہے اور نہ خدا و رسول کے حکم کے برخلاف ہوکر رہنے کی طاقت ہے۔ اگر اُس کو چھوڑنا چاہیے یا طلاق دینا چاہیے تو اُس کے والدین یہ دریافت کرینگے کہ ہماری لڑکی کی کیا خطا ہے اور جُدائی بھی نہایت شاق گزرے گی مبادا کوئی اور آفت پیدا ہو۔ زید کی بدکرداریوں کی آج تک کسی کو خبر نہیں ہوئی اب یہ رسوائی کیونکر لی جاوے۔ اب تمام کیفیت زید و ہندہ کی آنجناب میں ظاہر کردی امیدوار ہوں کہ آپ حکم شریعت سے بلا کسی لحاظ و مروت کے حکم فرماویں۔ اور اگر اس گناہ کا کوئی کفارہ ہوسکتا ہو تو وہ بھی بتلا دیا جاوے۔ اور اگر زید اور ہندہ میں جُدائی کرانے کا حکم ہو تو تین لڑکیاں جو پیدا ہوچکی ہیں اُن کو کیا کیا جاوے۔ اور مہر ہندہ کا مبلغ مابیس بندھا ہے وہ ادا کرنا ہوگا یا نہیں حالانکہ ہندہ نے شب عروس کو مہر اپنا معاف کردیا تھا۔

الجواب

وهو الذی یقبل التوبة عن عباده و یعفو عن السیأت اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے والحمد للہ رب العلمین جو گناہ ہوا اُس سے توبہ کرے استغفار کرے باقی جو توہمات

دربارۂ منکوحہ پیش آئے محض بے معنے ہیں کسی عورت سے زنا کرنا اُس کی بھتیجی بھانجی کو حرام نہیں کرتا نہ ان کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ خلاصہ و درمختار وغیرہما میں ہے وطئ اخت امرأتہ لاتحرم علیہ امرأتہ اکسیر ہدایت میں جو لکھا اُس کا یہ مطلب ہے کہ پھپی بھتیجی دونوں ایک شخص کے نکاح میں ہونا یہ حرام ہے مثلاً بھتیجی نکاح میں ہے تو جبتک وہ نکاح میں رہے یا اگر اُسے طلاق دیدے تو طلاق کی عدت جبتک نہ گزرلے اُس وقت تک اُس کی پھپی سے نکاح حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰ مرسلہ سید عبداللہ صاحب ڈاک خانہ پچھم گاؤں ٹپرہ۔ بنگال ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک مرد گواہ کے مقابل بالغہ نو مسلمان عورت کو کوئی نکاح کیا تو درست ہے یا نہیں از روئے مہربانی جواب عنایت فرماکر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہو دیں اور مجھکو سرفراز فرمادیں۔

الجواب

نکاح کے لیے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہ ہونا لازم ہے صرف ایک مرد کے سامنے ایجاب و قبول کرلینے سے نکاح نہیں ہوسکتا وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱ مسئولہ ببراکلو از موضع کرن پورہ ڈاک خانہ سیوان ڈویژن ضلع سارن چھپرا ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں

برادر — ہمشیرہ

سجاد میاں عمر تخمیناً ۲۱ یا ۲۲ برس — دولھا و دلہن — مساۃ مولودن عمر تخمیناً ۱۳ یا ۱۴ برس — [illegible]

مساۃ زیتون دختر ہمشیرہ غفار پسر برادر غنی خاں موجودکی اولادیں

شادی گولاوٹ یعنی بریں شرط پر میاں سجاد مذکور نے اپنا نکاح مساۃ زیتون مذکور دختر غنی خاں سے کیا اور سجاد مذکور اپنے ہمشیرہ مساۃ مولودن کا نکاح ساتھ غفار پسر غنی خاں سے کیا اور تاریخ شادی روانگی و آمد بارات کا بعد نکاح مذکورین کے تاریخ دوسرا مقرر تھا کہ اس درمیان میں جب تین روز سجاد کنے سے بارات جانے کو باقی تھا تب ہی مساۃ زیتون اپنے باپ کے گھر سے باہر نکل گئی تب بعدہ غفار مذکور کی بارات بھی سجاد کنے نہیں آئی۔ و اب درمیان اُس گھرانے اور اس گھرانے کے تکرار رنجا رنجی تطویل کلامی پیش ہوگیا۔ سجاد کا مقولہ ہے کہ جب زیتون میرے گھر میں نہیں آئی تھی تب الحال بوجہ نقص شرط نکاح بدلین کے وہی اُس خاندان کی بدچلنی وغیرہ ظاہر ہوجانے سے ہرگز ہم اپنی ہمشیرہ مولودن کو اُس خاندان میں نہیں جانے دیا نہ اب آنے دینگے اور نکاح مذکورین بوجہ شرط شکنی و عہدشکنی کے

باطل ہوگیا خدانخواستہ سماۃ مولودن کی جان کو کوئی نقصان پہنچ جاوے تو عجب نہیں بسبب اس کے جواب پر فتوی اس کا حضور ارقام فرمادیں والسلام۔

سجاد میاں برادر مولودن ہمشیرہ ان لوگ کے والدین فوت کر گئے۔

الجواب

نکاح میں کوئی شرط بدل کی نہ تھی اور ہوتی بھی تو نکاح شرط فاسد سے فاسد نہ ہوتا اور یہ بھی نہ سہی تو شرط نکاح زیتول نہ رہ ہو گیا بہر حال مولودن غفار خاں کی منکوحہ ہے اور سجاد کو اس کے روکنے کا کوئی حق نہیں سجاد اپنی منکوحہ زیتول کو تلاش کر کے اپنے قبضہ میں رکھے اور نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے مولودن کے نکاح پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۲ از بدایوں مولوی محلہ کوچہ مولوی انوار حسین صدر اعلیٰ مکان بخش والا مرسلہ حبیب اللہ صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۵ھ

سماۃ ہندہ دختر سماۃ خالدہ بیوہ ہے اس کے دو بچے نابالغ ہیں زید پدر شوہر متوفی ہندہ کا بچوں کو کھانے کو دیتا ہے مگر غیر کافی ہندہ و خالدہ اپنی محنت کر کے بشمول زید بسر کرتے ہیں زید یہ چاہتا ہے کہ ہندہ اس کے دوسرے لڑکے سے جس کی بیوی و اولاد موجود ہے عقد نکاح باندھنے پر رضامند ہو جائے مگر ہندہ و خالدہ رضامند نہیں دیگر اعزائے ہندہ عقد ثانی کو برا خیال کرتے ہیں اور اگر ہندہ کی جوانی پر خیال کر کے رائے عقد کی دیتے ہیں تو ایسے شخص سے جس سے ہندہ و خالدہ کو اطمینان نہیں ہوتا اب خالدہ ایک شخص ثالث سے جس سے ہندہ بھی رضامند ہے اور ایک جگہ رہتے ہیں اس طرح عقد کرنا چاہتی ہے کہ دو ایک شخص عزیز بغیر آدمی کے جس سے عقد کرنا چاہتی ہے واقف ہوں اور خود واقف ہو تاکہ ہندہ برے خیال و افعال سے بچی رہے اور اولاد کی بابت نزاع پیدا نہ ہو تو اس طرح عقد ہو گیا ہے یا نہیں۔ بخیال مزید احتیاط شخص ثالث جس سے عقد نکاح پر رضامند ہے ہندہ کو خطبہ نکاح پڑھکر ایجاب و قبول ہندہ سے کرا سکتا ہے یا عقد نکاح باندھنے کے واسطے شخص غیر کی ضرورت ہے۔

الجواب

نکاح پڑھانے کے لیے دوسرے شخص کی حاجت نہیں صرف مرد و زن ہوں اور ایک مرد و عورتیں عاقل بالغ مسلم کہ معاً دونوں مرد و زن کا ایجاب و قبول سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے مگر ہندہ اگر ولی نہیں رکھتی یعنی دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ جب تو اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے ورنہ اگر یہ شخص جس سے نکاح کیا چاہتا ہے ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشے کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اس سے نکاح ہونا ولی ہندہ کے لیے باعث

تنگ و عار ہو جب بھی ہندہ مختار ہے۔ اور اگر کفو نہیں تو جبتک ولی پیش از نکاح اُسے غیر کفو جانکر صراحۃً اجازت
نکاح نہ دیگا نکاح ہوگا ہی نہیں اگرچہ ہزار اعلان کیا جائے علیہ الفتوی درمختار وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ از بہار پور بریلی مسئولہ جناب مولوی نواب سلطان احمد خانصاحب مورخہ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

عرض در خدمت والیان شریعت محمدی وحامیان دین متین احمدی علمائے مقلدین مذہب حنفی یہ ہے کہ ایک شخص میر امام الدین
نامی نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ کا نکاح عبدالقدوس نامی کے ساتھ کر دیا۔ نکاح کا ایجاب وقبول ایک لئیق شخص نے کرایا۔
بستی کے سب لوگ حاضر تھے مگر قاضی صاحب جلسہ میں موجود نہ تھے تو یہ نکاح جو غیر قاضی سے پڑھایا جائز ہوا یا نہیں
اور ان دونوں قاضیوں کو کیا اختیارات ہیں اور اگر کسی شخص نے کسی خاص وجہ سے قاضی کو شادی میں دعوت نہیں
دی تو اس پر کیا الزام آتا ہے۔ اور قاضی کا حق نکاح خوانی اس کو دینا چاہیے یا نہیں جبکہ غیر قاضی سے نکاح پڑھوایا
بینوا بیانا وافیا اجرکم اللہ اجرا کافیا۔

الجواب

قاضی کوئی شرط نکاح نہیں۔ آدمی جس سے چاہے پڑھوائے چاہے مرد وزن دو گواہوں کے سامنے خود ایجاب وقبول
کرلیں اس نام کے قاضی کے لیے شرعاً کچھ اختیارات نہیں نہ وہ اُجرت کا مستحق جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا نہ قاضی کو
دعوت نہ دینے میں کوئی الزام یہ نکاح خوانی کے قاضی اسماء سمیتموھا ما انزل اللہ بھا من سلطٰن واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

مسئلہ ۱۲۴ از بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ حکیم ریاض الدین صاحب رضوی ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت بیوہ جو کہ اُس کے چھوٹے بھائی کی زوجہ تھی اُس سے نکاح
کیا اور اُس کے ساتھ میں ایک دختر نابالغ تھی اُس دختر کا نکاح اُس کے سوتیلے باپ جو اُس کا پہلے تایا تھا اُس نے
اپنی ولایت سے نابالغہ کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ کر دیا لیکن لڑکی نکاح سے تاہنوز اپنے شوہر کے یہاں نہیں گئی اب
ناکحین بالغ ہوئے تو ناکح اپنی منکوحہ کو اپنے گھر بلاتا ہے اور منکوحہ اُس کے گھر جانے سے انکار کر رہی ہے اور کہتی ہے کہ
تیرا چال چلن ٹھیک نہیں ہے میں تجھ سے نکاح توڑ دونگی تو اس صورت میں لڑکی اپنا نکاح فسخ کرسکتی ہے یا لڑکے کو
مجاز ہے کہ زبردستی اُسے لیجائے اور ولایت اُس کے سوتیلے باپ کی درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

سوتیلا باپ ہونا تو کوئی وجہ ولایت نہیں ہاں چچا ہونا سبب ولایت ہے اگر اُس سے مقدم اور کوئی ولی نہ تھا اور
یہ لڑکا جس سے اُس نے اُس لڑکی کا نکاح کیا مذہب نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس سے اُس لڑکی کا

نکاح باعث ننگ و عار ہو تو نکاح ہو گیا مگر اُس لڑکی کو اختیار تھا کہ بالغہ ہونے ہی فوراً اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے جب تو اُسے فسخ کرنے کا اختیار رہے اور اگر ذرا دیر لگائی تو اب نکاح لازم ہو گیا اختیار فسخ نہ رہا اور اگر وقت نکاح ہی اُس لڑکے میں امور مذکورہ میں کوئی کمی تھی جس کے سبب اُس لڑکی کا نکاح باعث ننگ و عار ہو جب تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از دلیل گنج پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ منشی محب اللہ صاحب ضلعدار پنشنر ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

وقت نکاح جو ایجاب و قبول کرائے جاتے ہیں اس میں اکثر اشخاص ایک دوسرے کے برخلاف اعتراض کرتے ہیں۔

(۱) زید کی لڑکی کہ نام اس کا تمکو معلوم ہے اور بالفعل اس نام کی اور کوئی لڑکی اس گھر میں موجود نہیں ہے بعوض مہر شرعی اس قدر روپے اور اس قدر دینار سرخ سلطانی سکہ رائج الوقت سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح تمھارے کے آئی اور دی میں نے قبول کی تم نے (۲) باقی عبارت سب وہی ہے صرف بجائے لفظ سوائے کے علاوہ استعمال کرتے ہیں (۳) میں سب عبارت وہی ہے صرف بجائے سوائے یا علاوہ کے لفظ مع استعمال کرتے ہیں (۴) بعض شخص صرف یہ کہتے ہیں کہ بیچ نکاح تمھارے کے آئی اور دی میں نے اور بعض صرف لفظ آئی کہتے ہیں اور بعض شخص صرف لفظ دی کہتے ہیں اس میں کونسا لفظ استعمال کرنا چاہیے۔ اب اعتراض اس لفظ پر ہے کہ جب لفظ سوائے نان نفقہ کہا گیا تو نان نفقہ دولہا کے ذمہ عائد نہ ہوا بلکہ صرف روپیہ مہر کا عائد ہوا جیسے کوئی شخص کہے کہ فلاں فلاں شے فلاں شخص کو دی گئی سوائے پگڑی کے یعنی پگڑی نہیں دی گئی اسی طرح لڑکی بالعوض اس قدر مہر کے نکاح میں دی گئی سوائے نان نفقہ کے یعنی اُس لڑکی کا نان نفقہ دولہا کے نکاح میں نہیں آیا۔ یہی اعتراض لفظ علاوہ کے کہنے سے بھی پیدا ہوتا ہے اور جب لفظ مع نان نفقہ کہا جاتا ہے تو معترض لوگ رجوع کرتے ہیں تعداد مہر کی طرف اور کہتے ہیں کہ بالعوض اس قدر مہر شرعی مع نان نفقہ کے کہنے سے نان نفقہ مہر میں شامل ہو گیا یعنی جب عورت نان نفقہ پائے تو وہ مہر میں مجرا دیا جائے اور تعین مہر کا روپیہ اس نان نفقہ کے حساب سے جب سب پاچکے تو پھر عورت نہ نان نفقہ پانے کی مستحق رہی اور نہ زر مہر کی گویا وہ بے نان نفقہ اور مہر کے نکاح میں رہی اپنے کھانے پینے کا انتظام عورت خود کرے معزز فرمایئے کہ ہر سہ الفاظ سوائے علاوہ مع کے استعمال کے نکاح درست ہو گا اور نان نفقہ بذمہ مرد عائد رہے گا یا نہیں اور کون سے لفظ کے استعمال سے نان نفقہ عائد ہو گا اور کون سے سے نہیں۔

الجواب

یہ سب اوہام بھی ہیں اور ان کی بحث فضول بھی اوہام تو یوں ہیں کہ جو رقم ذکر کی جاتی صرف مہر کے لیے مقصود ہوتی ہے

اور علاوہ اور سوا اور مع یہ سب مہر کی صفتیں ہوتی ہیں یعنی وہ مہر کہ نان نفقہ سے علاوہ یا اُن کے سوا یا اُن کے ساتھ ہے علاوہ اور سوا کے یہ معنے کہ اس کا وجوب اُن کے وجوب پر زائد ہے اور مع کے یہ معنے کہ یہ اور وہ وجوب میں شریک ہیں یہی مراد ہوتی ہے اور یہی مفہوم اور ان سے بحث فضول یوں کہ نان و نفقہ و مہر ایسی چیز نہیں کہ اگر بالقصد اُن کی نفی بھی کیجائے تو منتفی ہوجائیں یا نکاح میں کچھ خلل آئے نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا بلکہ وہ خود شرطیں ہی باطل ہوجاتی ہیں اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر کچھ نہ ہوگا جب بھی مہر شرعاً لازم ہوگا مہر مثل دینا آئیگا اور اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان نفقہ کچھ واجب نہوگا جب بھی اپنی صورت وجوب میں ضرور واجب ہوگا کہ قبل وجوب اسقاط مہمل ہے حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ما بال اقوام یشترطون بشروط لیست فی کتاب اللہ من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فھورد وان کانت مأئۃ شرط شرط اللہ احق واوثق با اینہمہ اگر ایسی عبارت چاہیں جس میں یہ ادہام پیدا نہوں تو یوں کہیں بعوض اتنے مہر کے کہ نان و نفقہ کا وجوب اُس کے علاوہ ہے تیرے نکاح میں دی اور آئی سے دی بہتر ہے کہ یہ انشا میں صریح ہے واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶ از مقام ہنگن گھاٹ محلہ نشان پورہ ضلع وردھا مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب مورخہ ۲۵ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

جناب مولانا صاحب مدظلہ السلام علیکم۔ مندرجہ ذیل میں شرع شریف کا کیا حکم ہے تحریر فرمائیں اللہ آپ کو اجر نیک عطا کرے زید نے عمرو کی لڑکی سے نکاح کیا نکاح کے وقت کسی قسم کی شرط وغیرہ نہ تھی لڑکی رخصت ہوکر گھر آئی چندروز کے بعد لڑکی کا والد لڑکی کو اپنے مکان میں لے گیا اور اب زید سے اس بات کا طالب ہے کہ وہ ایک اسٹامپ اس مضمون کا تحریر کردے کہ میں لڑکی کو اپنے وطن میں نہ لیجاؤں گا بلکہ اُس کے والدین کے پاس اس شہر میں رکھوں گا۔ اور اگر زید اسٹامپ نہ لکھیگا تو لڑکی کی طرف سے میرا جواب ہے کہ اب میں لڑکی کو رخصت نہ کرونگا دریافت طلب امور یہ ہیں کہ کیا عمرو کا یعنی لڑکی کے باپ کا یہ عذر معقول ہے اور وہ ایسی حالت میں لڑکی کو روک سکتا ہے۔

الجواب

اگر مہر کل یا بعض پیشگی دینا قرار نہ پایا تھا یا قرار پایا تھا اور وہ ادا ہوگیا تو لڑکی کے باپ کا یہ عذر بیجا ہے اور وہ اُسے نہیں روک سکتا قال اللہ تعالٰے واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم واللہ تعالٰی اعلم ہاں اگر کوئی صورت خاص ہو کہ سفر بہت طویل ہے اور وہاں تنہائی میں لڑکی کو ضرر رسانی کا ظن غالب ہے تو اس کے ثبوت پر بے نسبت بندو

کائی وہاں لیجانے کی اجازت نہ دینگے قال اللہ تعالیٰ ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن (ف۱) وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام (ف۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷: مرسلہ شیخ فضل احمد صاحب درزی بازار کٹرہ متصل کارخانہ ہیز کرسی یعقوب خاں مورخہ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے متین دریں مسئلہ کہ ایک عورت کے شوہر نے اپنی زوجہ کو طلاق دی عدت گزرنے نہ پائی تھی کہ عورت نے دوسرے شخص کے پاس جاکر کہا کہ تم میرے ساتھ نکاح کرلو ورنہ میں حرام کرانے پر تیار ہوں اُس نے یہ خیال کرکے کہ عورت حرام کرانے سے خراب ہوجائے گی اور اُس عورت کو سمجھایا کہ تیری عدت گزر جاوے بعدہ نکاح کرلینا مگر عورت نے کسی طرح نہ مانا لہذا اُس شخص نے مجبوراً اُس عورت سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ دیگر یہ کہ عرصہ آٹھ ماہ سے یہ عورت اسی شخص کے پاس ہے جس کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا۔ بایں وجہ شفقت ومحبت دونوں میں حد اعتدال سے زیادہ ہوگئی کہ تھوڑی دیر کے واسطے بھی نگاہ سے اوجھل ہونا ایک کا دوسرے کو ناگوار خاطر ہوتا ہے۔ لہذا دوسرا نکاح اگر اُس عورت کے ساتھ ناجائز ہو تو کس صورت سے جائز ہو۔ اور خود بھی زوج وزوجہ بھی پریشان ہیں کہ کیونکر نکاح ہو اور اکثر اوقات ہم بستر بھی ہوئے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وہ نکاح نہ ہوا زنائے خالص ہوا اُن مرد وزن پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہوجائیں مرد اُسے چھوڑ دے پھر اگر پہلے کی طلاق کے بعد ابھی تین حیض نہ آئے ہوں تو انتظار فرض ہے یہاں تک کہ تین حیض شروع ہوکر ختم ہوجائیں۔ اور اگر ختم ہوگئے ہیں اور یہ دوسرا اُس سے نکاح چاہتا ہے تو چھوڑنے کے بعد فوراً کرسکتا ہے اور اگر عورت کسی تیسرے سے نکاح چاہے تو یہ دوسرا جس دن چھوڑے اُس کے بعد تین حیض شروع ہوکر ختم ہونا لازم ہے اس سے پہلے تیسرے سے نکاح نہیں کرسکتی درر میں ہے للطلقة اذا تزوجت فی عدتھا فوطئھا الثانی فرق بینھما تداخلتا عندنا ویکون ما تراہ من الحیض محتسبا منھما جمیعا واذا انقضت العدة الاولی ولم تکمل الثانیة فعلیھا اتمام الثانیة خانیہ وبحر وردالمحتار میں ہے اذا تمت عدة الاول حل للثانی ان یتزوجھا لا لغیرہ مالم تتم عدة الثانی بثلاث حیض من حین التفریق واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸: ازموضع بھوٹا بھوٹی بسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ جناب حاجی اسمٰعیل میاں ابن حاجی امیر میاں صدیقی حنفی قادری

(۱) زید سوال کرتا ہے کہ خدا نے مرد کو حکم دیا دو دو تین تین چار چار اور عورت کو کیوں نہیں ملا کہ تم دو دو تین تین چار چار مرد کرو۔ (۲) ایک شخص زانی عورت کافرہ کو اسلام قبول کرواکے نکاح کیا اب وہ عورت حاملہ ہے مگر اُسی مرد سے جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے آیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں زید کہتا ہے کہ اگرچہ حاملہ اسی سے ہو جب بھی نکاح جائز نہیں اور شاہد وحاضرین محفل کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے

مجموعہ خانی جلد ثانی صـ۳۹ در ہدایہ وکافی آوردہ است عورتے حربیہ در دارالاسلام آمد براں عورت عدت لازم نشود خواہ اسلام در دار حرب آوردہ باشد خواہ نیاوردہ باشد وایں قول امام اعظم ست رحمۃ اللہ علیہ ونزدیک امام ابویوسف وامام محمد رحمہما اللہ تعالٰی عدت لازم شود وباتفاق علماء برکنیزکے کہ در تاخت گیرند عدت لازم نیست فاما استبراء لازم ست واگر حربیہ کہ در دار اسلام آمدہ است وحاملہ تاآں زماں کہ فرزند نزاید نکاح نکند دیگر روایت از امام آنست کہ نکاح درست ست اگر حاملہ باشد فاما نزدیکی باآں عورت شوہر نکند تاآں زماں کہ فرزند نزاید چنانچہ عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او روا است ونزدیکی کردن روا نیست تاآں زماں کہ فرزند نزاید واگر یکے از میان زن وشوہر مرتد شد فرقت میان ایشاں واقع شود فاما طلاق واقع نشود ایں قول امام اعظم وامام ابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی ونزدیک امام محمد اگر مرد مرتد شدہ است فرقت واقع شدہ است بے طلاق پس اگر مرد مرتد شدہ است وبازن نزدیکی کردہ باشد تمام مہر برا و لازم شود واگر نزدیکی نکردہ است نیم از مہر لازم شود ونفقہ نیز لازم نشود واگر خود از خانہ مرد بیروں آمدہ باشد واگر خود از خانہ مرد بیروں نیامدہ باشد نفقہ برمرد لازم شود۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے ان اللہ لایأمر بالفحشاء بیشک اللہ عزوجل بے حیائی کا حکم نہیں فرماتا ایک عورت پر دو مردوں کا اجتماع صریح بے حیائی ہے جسے انسان توانسان جانوروں میں بھی جو سب سے خبیث تر ہے یعنی خنزیر وہی روا رکھتا ہے۔ حرمت زنا کی حکمت نسب کا محفوظ رکھنا ہے ورنہ پتا نہ چلے کہ بچہ کس کا ہے اگر عورت سے دو مردوں کا نکاح جائز ہو تو وہی قباحت کہ زنا میں تھی یہاں بھی عائد ہو۔ معلوم نہ ہوسکے کہ بچہ کس کا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم۔ جسے زنا کا حمل ہو والعیاذ باللہ تعالٰی اور وہ عورت شوہر دار نہ ہو اُس سے زانی وغیر زانی ہر شخص کا نکاح جائز ہے فرق اتنا ہے کہ غیر زانی کو اُس کے پاس جانے کی اجازت نہیں جبتک وضع حمل نہ ہولے اور جس کا حمل ہے وہ نکاح کرے تو اُسے قربت بھی جائز۔ درمختار میں ہے صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ اذالشعر ینبت منہ ولو نکحہا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا۔ زید کا قول محض غلط ہے اور اُس کا کہنا اگرچہ حاملہ اُسی مرد سے ہے جب بھی نکاح جائز نہیں شریعت پر افترا ہے بلکہ صحیح ومفتی بہ یہ ہے کہ اگرچہ حمل دوسرے کا ہو جب بھی نکاح جائز ہے اور اُس کا کہنا کہ شاہد یہ حاضران محفل کے نکاح ٹوٹ جاتے ہیں افترا پر افترا ہے مجموعہ خانی سے جو عبارت اُس نے نقل کی ہے صراحۃً اُس کے خلاف ہے کہ اگر عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او روا است ونزدیکی کردن روا نیست تاآنکہ نزاید اور وہ جو اُسی سے نقل کیا کہ حربیہ کہ در دارالاسلام آمدہ است وحاملہ تانزاید نکاح نکند یہ اُس میں ہے کہ حربی کافر کی حاملہ عورت دارالاسلام میں آکر مسلمان ہوگئی نہ کہ حمل زنا میں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹: از بریہاڑ ڈاکخانہ چیگا ناگ محلہ بیڈناگ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی۔ فی الفتاوی قاضی خاں وان ترک الجمعۃ ثلث مرات یصیر فاسقا کذا ذکر فی بعض المواضع وبہ اخذ شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ تعالٰی وذکر فی بعض المواضع انہ یبطل العدالۃ انتھی وان ترک الصلوۃ بالجماعۃ ولم یستعظم ذلک کما یفعلہ العوام بطلت عدالتہ وان ترکھا متاولا بان کان یضلل الامام او یفسق لایبطل عدالتہ ولایقبل شھادۃ من کان معروفا بالکذب انتھی وفی الدر المختار لاتقبل شہادتہ لا بتاویل بدعۃ الامام اوعدم مراعاتہ اھ جب ان لوگوں کی عدالت باطل ہوگئی تو بوقت نکاح وطلاق شہود بنانے سے نکاح وطلاق صحیح ہوگا یا نہیں چونکہ درالمختار میں ہے شہود عادل عندالشافعی شہود عادل شرط ہے اور رجعت کرنے کے بارہ میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے واشھدوا ذوی عدل منکم اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لانکاح الابولی وشاھدی عدل اس عبارت مرقومہ اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق کو نکاح وغیرہ میں شہود بنانا معتبر نہیں ہے جب معتبر نہیں ہے تو ثانیۃً تجدید نکاح کرنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

بلاشبہہ بلاعذر شرعی ترک جمعہ اور ترک جماعت کی عادت موجب فسق وسقوط عدالت وو جہ رد شہادت ہے مگر نکاح میں جو شاہدین کی شرط ہے یہ وقت ادائے شہادت نہیں کہ عدالت کی حاجت ہو بلکہ وقت تحمل شہادت ہے اور اس میں عدالت کچھ ضروری نہیں۔ حنفی مذہب میں تصریح ہے کہ شاہدین نکاح اگر فاسق بھی ہوں حرج نہیں درمختار میں ہے ولو فاسقین او محدودین فی قذف حدیث میں جو ارشاد ہوا لانکاح الابولی وشاھدی عدل نفی بمعنی نہی ہے اور نہی منافی صحت نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ نہی ارشادی ہے کہ بالغہ کے نکاح میں ولی بھی شرط نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۰: از شمس آباد ضلع کیمل پور علاقہ اٹک مرسلہ مولٰنا قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

بحضور لامع النور موفر السرور قامع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہلسنت والجماعہ مجدد مأتہ حاضرہ زید مجدہم۔ بعد نیاز بے آغاز حضور نے فرمایا تھا کہ کتب خانہ فیض نشانہ میں عینی ہدایہ نہیں لہٰذا دو ورق بقدر حاجت ارسال خدمت فیضدرجت ہیں مسئلہ خطبہ ونکاح بغیر کفو میں اس ملک کے علماء سخت مختلف ہیں بعض کتب عربیہ فارسیہ قلمی غیر مشہورہ میں لکھا ہے کہ تقسیم فواکہ وشکر یا فاتحہ خوانی بلا ایجاب وقبول یا وعدہ کہ میں تمکو اپنی بیٹی دونگا یا اس

ارادہ پر کوئی تحفہ خوردنی یا پوشیدنی لے لیا تو یہ بھی مثل ایجاب و قبول کے موجب انعقاد نکاح ہو گیا اور حدیث تحرم خطبۃ علی خطبۃ اخیہ سے ان عبارتوں کو اور بھی تاکید دیتے ہیں اور عینی ہدایہ کی عبارت کتاب النکاح میں لان الخطبۃ التزوج اُن کے مدعا کی پوری مثبت ہے اُن کے نزدیک ایجاب و قبول لفظی یا کوئی قول و فعل اُس پر دال ہو موجب نکاح ہے اگرچہ فتاوے مہدیہ وغیرہ کی عبارتیں اُن کو بارہا دکھائی گئیں مگر وہ لوگ قاصر الفہم اپنی ہٹ سے باز نہیں آتے اور اس کا نام احتیاط فی الفروج رکھا ہے۔ حضور نے ایک بار فرمایا تھا کہ قلم ناسخ کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور صحیح عبارت لان الخطبۃ للتزوج معلوم ہوتی ہے حضور کی یہ دُر فشانی نہایت اوفق و اوجہ ہے مگر عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ خطبہ کے متعلق کل مالہا و ماعلیہا مع ازالہ اوہام و ابانۃ مرام ابحاث کے ساتھ بقدر چار یا پانچ ورق کے بزبان عربی حضور ارشاد فرمائیں دوسری عبارت عینی کی وعنہ فی الرجل یشرب الشراب ادھوحا ئک یفرق بینہما وفی البسیط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان انتھٰی اور عبارت تو اس سے پہلے صاف ہے ھما کے مرجع ہی میں شبہہ ہے اگر اس قاعدہ اکثریہ پر کہ اصل مرجع میں مذکور قریب ہے قریب کے دو قول لیے جائیں جو کہ ایک شارب و حائک کا دوسرا شیعہ والا ہے تو اگرچہ شیعہ قول کا بطلان ظاہر ہے کہ ظاہر روایت میں بغیر تراضی اولیا بھی نکاح درست ہے باوجود ثبوت اعتراض للولی اور بروایت نوادر نادرست ہے لفساد الزمان فلم یکن ممتنعا مگر شارب الشراب یا حائک سے اگر اعلیٰ قوم کی عورت نے بغیر تراضی اولیا کے نکاح کر لیا تو ظاہر روایت ہی کی رو سے تو تفریق کی جائے گی جیسا کہ کل متون و شروح و فتاوے میں مذکور ہے پس اس کے بطلان کی وجہ کیا ہے سروجی حنفی مذہب کا ہے یا کہ غیر۔ اور کس طبقہ کا ہے اور اس کی عبارت کا صاف مطلب کیا ہے ملک خراسان کے اکثر حصص میں اکثر علمائے احناف اس کے قائل ہیں کہ سیدزادی کا نکاح ہر شخص شریف و رذیل کے ساتھ درست ہے ولی راضی ہو یا خفا اور فقہ کی کل کتابوں سے اغماض کر کے صرف دو عبارتوں پر مصر ہیں ایک آیت سورۂ احزاب کے اول رکوع میں النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم الخ کہ تحریم ازواج مطہرات کی رسول اللہ و ازواج کی بنات و اخوات و خالات کی طرف متعدی نہیں جیسا کہ مدارک و خازن و احمدی و روح البیان وغیرہ میں ہے اور دوسری عبارت قال السروجی الخ جو کہ ابھی عینی سے نقل ہوئی اُن کو جواب دیا گیا ہے کہ ظاہر روایت و نوادر سے یہ عبارت مخالف نہیں کیونکہ ظاہر روایت میں بھی درست ہے مع اعتراض ولی اور نوادر میں جو نادرست ہے تو وہ بوجہ فساد زمانہ ہے فلا تعارض ولا تصادم اس کے متعلق بھی حضور لامع النور کچھ تحریر فرمائیں۔

الجواب

بملاحظہ شریفہ مولٰنا المبجل المکرم ذی المجد والفضل والکرم مولٰنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب دامت معالیہ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عبارت بنایہ ص۱۰۲ بہت صاف ہے اوپر کی روایت سے موازنہ کرکے اس روایت کا مطلب واضح ہوتا ہے امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دو روایتیں ذکر کیں اول لابد من اعتبار الکفاءۃ ولا یسقط الا بتراضی الولی والمرأۃ یہ ہمارے مذہب کے موافق ہے حتی کہ روایت حسن مفتٰی بہا کے بھی کہ اس میں بھی اگر بالغہ برضائے ولی قبل النکاح عالما بعدم الکفاءۃ غیر کفو سے نکاح کرے گی صحیح ونافذ ہوگا اور حق اعتراض بھی نہ رہے گا۔ دوسری وعنہ فی الرجل یشرب الشراب او ھو حائک یفرق بینھما یہ مطلق ہے وہ استثنائے تراضی یہاں نہیں یہاں بھی وہ استثناء ہو تو دونوں روایتیں ایک ہو جائیں لاجرم اس کے اطلاق کا یہ حاصل کہ لحاظ کفاءت حقا للشرع لازم تراضی زن وولی سے بھی ساقط نہ ہوگا اور اگر سب کی رضا سے ایسا نکاح ہو قاضی جبراً علیہم تفریق کردیگا جیسے ہمارے یہاں اگر بنت ممسوسہ بشہوت سے برضائے زن واولیا نکاح کرے یفرق بینھما یہی حکم روافض نے دربارہ علویات دیا کہ دوسرے سے اگرچہ قرشی ہو علویہ کا نکاح اگرچہ برضائے کل ہو ممتنع ہے ان دونوں قولوں کو امام سروجی فرماتے ہیں باطلان اور وہ بیشک باطل ہیں اگر بالغہ برضائے ولی حائک سے نکاح کرے لا یفرق بینھما اور علویہ بالغہ قرشی غیر علوی سے نکاح کرے اگرچہ بے رضائے ولی یا غیر قرشی سے برضائے ولی لا یمتنع امام سروجی[ف۱] ابوالعباس احمد قاضی مصر متوفی ۷۱۰ھ صاحب غایہ شرح ہدایہ اجلہ علمائے حنفیہ سے ہیں۔ اُس وقت تو فقیر نے قیاس سے گزارش کیا تھا کہ الخطبۃ للتزوج ہوگا اب کتاب کا ورق کہ جناب نے بھیجا دیکھکر یقین کرتا ہوں کہ بیشک لام ہی ہے کاتب نے اس کتاب کو نسخ نہ کیا مسخ کیا ہے اسی لیے میں نے نہ خریدی خطبہ کا غیر نکاح ہونا ایسا روشن ہے جیسے صبح کا غیر شمس ہونا حاشا یہ احتیاط فی الفروج نہیں بلکہ احتیال فی الفروج ہے کہ منگنی ہوتے ہی منکوحہ بنالیں ولا یقول بہ جاھل فضلا عن فاضل کس قدر کثرت وافرہ سے نصوص ملیں گے جو خطبہ وتزوج کی مباینت ثابت کرینگے ؎

ولیس یصح فی الاعیان شیئ ٭ اذا احتاج النھار الی دلیل

حدیث[ف۲] تحرم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ سے اس کی تائید جہل شدید ورنہ حدیث[ف۳] یحرم السوم علی سوم اخیہ سے نفس سوم کو عقد بیع کرلیں گے بنایہ کی پہلی عبارت ولا ینبغی ان تخطب المعتدۃ ش لان الخطبۃ للتزوج ونکاح المعتدۃ لا یجوز تو ظاہر ہے کیا نکاح معتدہ کو لا ینبغی کہا جاتا اُس کی تحریم تو محرمات میں گزری یہاں کاتب نے لان چھوڑ دیا ہے متن نے دو مسئلے بیان فرمائے ایک خطبہ صریحہ اسے منع فرمایا شارح اُس کی دلیل بتاتے ہیں کہ خطبہ تو بغرض تزوج

ہی ہے اور تزوج معتدہ حرام دوسرا خطبہ بالکنایہ اسے جائز فرمایا کہ لاباس بالتعریض فی الخطبۃ یعنی خطبہ ہو مگر نہ الفاظ صریحہ میں بلکہ کنایہ تو حرج نہیں کیا کوئی مسلم بلکہ کوئی عاقل اس کے یہ معنے لے سکتا ہے کہ معتدہ سے نکاح بالکنایہ جائز ہے حاش للہ۔ دوسری عبارت ای لا یجوزان یقول لہا صریحا ارید ان انکحك او اتزوجك او اخطبك لان الخطبۃ للتزوج کما ذکرنا جس میں کاتب نے ای کا ان، اور للتزوج کا التزوج لکھا ہے اس میں اُن صاحبوں کو غالباً یہ دھوکا لگا کہ اخطب کو منصوب پڑھا اور انکح پر معطوف اور ارید کے تحت میں داخل مانا کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے خطبہ کرنا چاہتا ہوں یوں سمجھ لیا کہ خطبہ تزوج ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اخطب مرفوع حکائی اور اُس کا عطف ارید پر ہے یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے نکاح کیا چاہتا ہوں نہ یہ کہنا جائز کہ میں تجھے خطبہ کرتا یعنی پیام نکاح دیتا ہوں پھر اس کے صریح ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ خطبہ تزوج ہی کے لیے ہوتا ہے تو اخطبك کے معنے بعینہ وہی ہوئے کہ ارید ان انکحك آیہ کریمہ مثل امہات تحریم ابدی عام کے لیے ہے یہ بیشک ازواج مطہرات سے خاص ہے ورنہ ختنین کریمین سے تزویج بنات مکرمات نہو سکتی اس سے یہ لازم سمجھنا کہ غیر ازواج مطہرات میں حل مطلق ہے سخت جہل ہے کہاں تحریم مطلق کی نفی کہاں حل مطلق کا اثبات یعنی سالبہ کلیہ کا نقیض موجبہ کلیہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶ از موضع بین ضلع پٹنہ مرسلہ جناب سید مظفر حسین صاحب مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بالغہ لڑکی ہندہ کی نسبت عمرو سے مقرر کیا اور بکر کو وکیل بالنکاح اور ناکح مقرر کرکے خط لکھ بھیجا کہ ہندہ کا نکاح عمرو سے اکیس ہزار روپیہ دین مہر پر کردو ان تمام باتوں کی اطلاع ہندہ کو ہے اگرچہ اجازت ہندہ سے بموافق دستور ہندوستان نہیں مانگا گیا اور ہندہ کی کسی حرکات و سکنات سے نارضامندی اور ناراضگی بھی ظہور میں نہ آئی بکر نے اکیس ہزار دین مہر پر عمرو سے ہندہ کا نکاح کرکے زید کے پاس خط لکھ بھیجا کہ فلاں تاریخ عمرو سے ہندہ کا نکاح اکیس ہزار پر کردیا آپ لڑکی کو خبر کردیجیے زید نے اپنی لڑکی کو اطلاع دلوایا تو لڑکی نے قبول کرلیا نکاح ایسی صورت میں قبول ہوا اور تجدید کی ضرورت تو نہیں ہے بینوا توجروا۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح صحیح و تام نافذ و لازم ہوگیا اگر کوئی مانع شرعی مثل فساد مذہب وغیرہ نہو تجدید کی کچھ حاجت نہیں فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ کما فی الخیریۃ وغیرہا واللہ تعالٰی اعلم۔

فہرست جلد اولیٰ کتاب النکاح فتاویٰ رضویہ

صفحہ — مضمون

۲- خطبۃ الکتاب
۳- ناچ رنگ باجے گاجے جہاں ہوں وہاں نکاح کا حکم۔
۴- زوجین سے اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ ناچ حلال ہے تو کیا حکم ہوسکیگا۔
〃- ایک شخص دونوں طرف نکاح یعنی ایجاب وقبول کہاں کس حالت میں کیسے کیسے متولی ہوسکتا ہے۔ اور کس کس صورت میں نہیں اس مسئلہ کے متعلق تمام احکام وخلافیات، علمائے کرام وتصحیحات ائمۂ اعلام کا ایضاح تام۔
۵- گواہوں کے سامنے منکوحہ کا متمیز ہونا ضروری ہے۔
〃- اگر مجلس نکاح میں عورت نقاب ڈالے حاضر ہو تو اس کی طرف اشارہ کافی ہے۔
〃- بحالت غیبت زن اس کی اتنی تعریف لازم جس سے گواہ اس کی تمیز کرلیں۔ اگر صرف اس کے نام لیے تو اس کی نام کافی ورنہ باپ کا نام اور یہ بھی کافی نہ ہو تو دادا تک کا نام درکار۔
〃- اگر بیان رشتہ کفایت کرے تو اسی قدر کافی۔
〃- مکان میں اگر عورت تنہا ہو اور شاہد اس کی گفتگو سنیں اگرچہ اسے نہ دیکھیں نکاح ہوجائیگا۔
۷- بعد نکاح علم ہوا کہ عورت کسی عیب سے قابل جماع نہیں تو نکاح ہوگیا حق فسخ حاصل نہیں۔
〃- جو عورت ومرد ایک مکان میں بطور زن وشوہر رہتے اور زن وشوہر مشہور ہوں وہ زوج وزوجہ تصور کیے جائیں گے۔
۸- رسالہ عباب الانوار ان لا نکاح بمجرد الاقرار
عورت کہے یہ میرا شوہر ہے مرد کہے یہ میری بی بی ہے کیا فقط اس سے نکاح ہوجائیگا جبکہ شاہدین کے سامنے کہیں۔
۱۰- نکاح میں جد وہزل برابر ہیں اگر زن ومرد بطور ہزل بکراہ ایجاب وقبول کریں نکاح منعقد ہوجائیگا اگرچہ دلیں ارادۂ نکاح نہ ہو۔
۱۲- ایسے الفاظ سے جن میں اخبار وانشا دونوں کا احتمال ہو بہ نیت انشا نکاح صحیح ہوگا جبکہ شہود کو علم ہو کہ مقصود انشائے عقد ہے۔
〃- الفاظ اگر اخبار کے لیے متعین ہوں تو اگرچہ عقد کی نیت ہو منعقد نہ ہوگا۔
۱۵- شہود کا الفاظ ایجاب وقبول کے لفظی معنی سمجھنا ضرور نہیں اتنا ضرور ہے کہ نکاح ہونا سمجھیں۔
〃- صحت نکاح کے لیے ذکر مہر شرط نہیں بے ذکر مہر بلکہ بشرط عدم مہر بھی ہوجاتا ہے۔
۱۶- رسالہ ماحی الضلالہ فی انکحۃ الهند وبنجالہ
ہندوستان وبنگالہ میں جو طریقے رائج ہیں کہ اجازت کسی کے لیے لی جاتی ہے نکاح خواں کوئی ہوتا ہے یا شرم سے عورت شرم کے سبب اجازت دیتی ہی نہیں پاس بیٹھنے والیاں اس کی طرف سے ہوں کردیتی ہیں وغیرہ وغیرہ اس بارے میں۔
۱۷- سکوت دوشیزہ سے صرف ولی اقرب کے لیے اجازت ہوتی ہے ولی ابعد کے لیے بھی نہیں ہوسکتی۔
۱۷- جب تک وکیل بالنکاح ماذون مطلق یا بالصراحت دوسرے کو وکیل کردینے کا مجاز نہ ہو اور کو وکیل نہیں کرسکتا۔
۱۸- نکاح فضولی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اُسے باطل جاننا باطل ہے۔
〃- اجازت نکاح جس طرح قول سے ہوتی ہے یونہی قول کو دلالت حال سے بھی اور اس کی چند مثالیں۔
۲۰- بکر وثیب کا فرق صرف دربارہ سکوت ہے کہ بکر کا ثبوت اذن ہے ثیب کا نہیں۔
〃- وکیل کا وکیل اگر وکیل اول کے سامنے پڑھاوے اور وہ جائز کردے تو نکاح نافذ ہوجائیگا۔
۲۱- وکیل نکاح محض سفیر ہے حقوق نکاح موکل کی طرف راجع ہوتے ہیں۔
۲۲- نکاح کے طریق رائجہ میں جو دقتیں ہیں اُن کا بیان اور اُن سے بچنے کے تین طریقے۔
〃- قبل نکاح اگر کفر صریح کیا اور بے توبہ نکاح کیا تو نکاح باطل اور اولاد ولدالزنا۔
۲۳- اپنے کلمات کفر کے صدور پر جن سے قائل کو کافر نہ کہیں تجدید اسلام وتجدید نکاح کا حکم ضرور ہوگا۔ مگر اولاد ولدالزنا نہ ہوگی۔
۲۴- زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اُس نے کہا دی تو کیا حکم ہے۔
〃- نابالغہ کے باپ سے کہا تو اپنی لڑکی میرے نکاح میں دیدے اُس نے کہا دی تو کیا حکم ہوگا۔
۲۵- مجلس منگنی میں اگر کہا تو نے اپنی بیٹی مجھے یا فلاں کو دی اس نے کہا دی تو منگنی ہوگی اور مجلس نکاح میں تو نکاح۔
〃- ایجاب وقبول میں دیا اور کیا کہا نکاح ہوگیا اگرچہ میں نے دیا۔ میں نے قبول کیا نہ کہا۔
۲۶- ایجاب وقبول کے لیے اتحاد مجلس ضرور ہے ایجاب قبول غائب پر موقوف نہیں رہ سکتا بلکہ باطل ہوجائیگا۔
〃- کوئی کسی سے کہے کاش تو میرا نکاح فلاں سے کردیتا اور وہ کردے تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوگا۔
۲۸- کسی سے کہے میرا نکاح کردے یا عورت سے کہے تو میری بی بی ہوجا یا مجھ سے نکاح کرلے تو یہ توکیل ہے یا ایجاب۔
〃- وکیل بالنکاح لڑکی کے باپ سے کہے تو اپنی بیٹی فلاں کو دیدے اور وہ کہے میں نے اُسے ہبہ کی نکاح ہوگا جب تک وکیل قبول کی میں نے نہ کہے۔
〃- عاقدین کے کلام سے جو مقدم ہو وہ ایجاب ہے اور جو مؤخر ہو وہ قبول۔
۲۹- بے اذن آقا غلام نکاح کرلے اور مولی خبر پاکر طلاق کا حکم دے تو یہ حکم طلاق اس نکاح موقوف کی اجازت ہوگا۔
۲۹- فضولی اگر کفو سے نکاح کردے اور عورت خبر پاکر خاموش ہو رہے تو یہ سکوت اجازت ہوسکے گا۔ اظہار نفرت سے رد ہوجائیگا۔
۳۰- اگر گھر میں عورت تنہا ہو اور شاہدوں کے سامنے کہے کہ میں نے اس گھر میں جو عورت ہے اس سے نکاح کیا عورت کہے کہ میں نے قبول کیا نکاح ہوگیا اگرچہ شاہد عورت کو نہ دیکھیں۔
〃- عورت پردے میں ہو کوئی اس سے مجلس میں نکاح کی
〃- اگر عورت مجلس نکاح میں نقاب ڈالے حاضر ہو تو شاہدوں کا اُسے پہچاننا ضرور نہیں۔
〃- قبول فوراً ضرور نہیں اگر مجلس نہ بدلے۔
۳۱- نابالغ کا فقط ایجاب وقبول کرلے نکاح ہوجائیگا اور اگر وکیل ہو اور خود ایجاب یا قبول کرے جب بھی۔
〃- مرتد یا نابالغ اگر بزعم ولایت اپنے بیٹے بیٹی یا بہن بھائی یا کسی نابالغ نابالغہ کا نکاح پڑھائے تو کس صورت میں باطل محض ہوگا۔
〃- مرتد سے نکاح پڑھوانے کا حکم۔
۳۲- باپ نے کہا مکان خرید دو تو نکاح کردوں گا شوہر نے کہا پہلے نکاح کردو پھر خرید دونگا باپ نے نکاح ورخصت کردی عورت نے کوئی شرط نہ کی مکان بھی مجہول رہا۔ یہ نکاح بے شرط ہوا یا معلق اور شوہر کا اقرار معلق بالشرط باطل ہے یا نہیں اور یہ نکاح بے خلل ہے یا کیسا۔
〃- فضولی اگر ایسا عقد کرے جس کے لیے کوئی اجازت دینے والا نہ ہو تو وہ محض باطل ہے۔
〃- شرط فاسد جو عقد سے پہلے ہو اس سے کوئی عقد فاسد نہیں ہوتا۔
۳۳- شرط فاسد سے نکاح نہیں فاسد ہوتا خود وہی باطل ہوتی ہیں۔
۳۵- نابالغ کا اقرار وانکار کچھ نہیں اجازت اس کے ولی کی درکار۔
〃- بالغہ اگر آواز سے اجازت لیتے وقت روئے تو یہ رد ہے۔
〃- نکاح کے لیے کن باتوں کی حاجت ہے۔
۳۶- ولی صغیر کہے (فلاں ہے) نے اپنی فلاں لڑکی میرے فلاں لڑکے کے نکاح میں دے دی ہے اور ولی صغیرہ کہے ہاں میں نے دیدی ہے اس سے نکاح ہوگا یا نہیں۔
〃- در مختار کی عبارت لکن انما منن وجلت وجئتک خاطبا الخ اس سے منگنی نکاح ہوسکتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو اس کا کیا مطلب۔
〃- نکاح وتزویج یہ دو لفظ عقد نکاح میں صریح ہیں اور عطا وہبہ وصدقہ وغیرہ کنایہ۔
ان الفاظ سے بھی نکاح ہوجاتا ہے جبکہ گواہ نکاح ہونا سمجھیں یا قرینہ سے یہ معلوم ہو کہ ان سے نکاح مراد ہے۔
۳۶- باپ سے کہا تو نے اپنی لڑکی مجھے دی ... شادی کی ...
لیے تو نکاح۔
۳۹- نکاح خواں اور شہود کا بنا ہونا ضرور نہیں۔
〃- عقد کرنے والا دیندار متقی مسائل نکاح سے واقف ہونا چاہیے۔
〃- نکاح بالاعلان ہونا اور ایجاب وقبول سے پہلے خطبہ، مسجد میں نکاح ہونا اور جمعہ کے دن ہونا اور نکاح خواں عالم باعمل ہونا مستحب ہے۔
۴۰- نکاح خواں کلمات ایجاب دو ... کوئی نہ سُنے تو نکاح نہ ہوگا۔
〃- بعد نکاح اگر شہود ... نکاح دوبارہ ... لازم ہوگا یا نہیں۔
۴۱- اس شرط پر نکاح کا حکم کہ ایک مدت معین تک ...
۴۲- ایک برس یا ایک ماہ ... کے لیے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا یہ متعہ کی صورت ہے۔
〃- ایسی عورت سے نکاح ... جس کے فرج ... بول ... اور کوئی علامت مردی ... نہ ہو صرف پستان ظاہر ہوں۔
〃- متعہ حرام ہے۔
〃- خیار عیب کو نکاح میں کچھ دخل نہیں۔
〃- پستان ظاہر ہونے سے خنثیٰ مشکل کا عورت ہونا معلوم ہوتا اور اشکال دفع ہوجاتا ہے۔
۴۳- کوئی طوائف اپنے آشنا کے ساتھ گھر میں رہے اور غیروں سے پردہ کرے تو کیا وہ ہم خانہ رہنے سے زوجہ متصور ہوگی۔
〃- عنین (نامرد) کا نکاح درست ہے یا نہیں۔
۴۴- عمرو نے کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی زید نے کہا بہتر ہمکو منظور ہے آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہوگئی اس سے نکاح ہوا یا نہیں۔
۴۵- کسی کی منگیتر کو پیغام نکاح دینا مکروہ ہے۔
〃- مخطوب منہ کا اپنے اقرار سے پھرنا اور خاطب اول کو زبان دیکر دوسرے سے تصد ترویج مذموم وبیجا وقابل مواخذہ ہے۔
۴۶- اگر کسی عذر شرعی سے منگنی کرکے دوسرے سے نکاح کردے تو قباحت نہیں۔
〃- شوہر پدر لازم کہ وہ کرے جو اولاد کے حق میں بہتر ہو۔
۴۷- والد ہندہ کو زید کفو سے نکاح منظور نہ تھا زید نے بغیبت والد ہندہ بہ سکوت دگریہ ہندہ برضائے مادر وتائی نکاح ظاہر کیا ہندہ نے صاف کہدیا کہ مجھے بے رضائے والد یہ نکاح پہلے منظور تھا نہ اب ہے تو کیا حکم ہے۔
〃- ہندہ اور اس کے والد کو مجبور کرنے کے لیے جواز نکاح کے لیے اقرار ہندہ کی شہادت گزارنا اور کچہری سے رخصت کرالینا اس خیال سے کہ گھر لیجاکر نکاح کرلیں گے کیسا ہے اور گھر لیجاکر جو نکاح بالجبر ہوگا کیسا ہوگا۔

۴۸ - شبہ رضاعت جہاں ہو کہ پہلے عورت کہے کہ میں نے اُسے دودھ پلایا ہے اب کہے کہ نہیں پلایا ہے تو اس صورت میں فتویٰ کیا ہوگا اور تقویٰ کا کیا حکم ہوگا۔

۴۹ - نکاح بجبر و اکراہ بھی ہو جاتا ہے مگر ایسا کرنا ظلم ہے۔

۵۰ - زید و ہندہ دو گواہوں کے سامنے باہم ایجاب قبول ایسا کریں کہ گواہوں کو مطلقاً سماعت و علم نکاح نہ ہو اور زید نکاح سے منکر ہو جائے اور حاکم شرع کے روبرو شاہد بھی اپنی لاعلمی ظاہر کریں تو یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں اور حاکم شرع مہر دلائیگا یا نہیں۔

۵۱ - نوشہ سے کتنا مرتبہ قبول کی چاہیے یا نہیں۔

〃 عاقدین بالغین کو قبل از عقد کلمے اور صفت ایمان مجمل و مفصل پڑھانا ضرور ہے یا نہیں۔

۵۲ - عاقدین بالغ ہیں پسر کا ولی چار ماہ کی مہلت چاہتا ہے اگر مہلت دی جائے تو گناہ ہے یا نہیں۔

〃 نکاح میں اور نماز میں اور نماز جنازہ میں سہل انگاری نہ کرنی چاہیے۔

〃 فقط لفظ قبول سے نکاح ہوتا ہے یا نہیں۔

۵۴ - عقود میں معانی کا اعتبار ہے یہاں تک کہ نکاح میں بھی۔

۵۵ - تصادق مرد و زن ثبوت نکاح ہے اور اگر جھوٹ کہا تو زنا اور اولاد ولد الزنا۔

〃 اگر اس شرط پر نکاح کیا کہ تین چار ماہ بعد طلاق دیدیگا تو طلاق دینا لازم نہیں۔

۵۶ - بے رضائے ولی اگر بالغہ بطور خود شہود کے سامنے خفیہ نکاح کرلے اس کے انعقاد و صحت کے لیے کیا درکار ہے۔

۵۷ - صرف عورتوں کی شہادت سے نکاح نہیں ہو سکتا یونہی غلاموں اور بچوں کی شہادت سے۔

〃 وقت عقد شاہدین خاموش رہیں تو کیا حکم ہے اور کیا شاہدوں کا ناکح کو پہچاننا ضرور ہے۔

۵۸ - کیا تین بار قبول شرط ہے یا ایک بار اور گھر آ کر تین بار تین طرح کہے کبھی قبول ہے کبھی قبول کیا کبھی قبلت تو کیا حکم ہے۔

〃 نکاح میں وکیل یا شاہد غیر مقلد یا وہابی ہے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں۔

۵۹ - عورت مرد اگر باہم ایجاب و قبول کرلیں اور کسی کو اطلاع نہ ہو تو یہ نکاح ہو جائیگا یا نہیں۔

〃 اگر کوئی عورت غیر مقلد بموجب شرع نکاح پڑھائے تو نکاح ہوگا یا نہیں اور جو لوگ نکاح میں گواہ بنائے گئے وہ قابل شہادت نہیں مگر مجلس عقد میں اور لوگ بھی ہیں جو گواہ ہو سکتے ہیں تو نکاح کے یہ گواہ ہونگے۔

۶۰ - دو لڑکیاں تمام کمرتے سرین تک جڑی ہوئی ہیں سر ایک ہے باقی اعضا الگ الگ ہیں ان کا نکاح کس طرح ہو سکتا ہے۔

〃 وہابی سے نکاح نہ پڑھوانا چاہیے۔

۶۱ - جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے اور جو نہ کر سکتا ہو وہ روزہ رکھے۔

۶۲ - خطبۂ نکاح کھڑے ہو کر پڑھا جائے یا بیٹھ کر کس طرح مسنون ہے۔

〃 اگر زن و مرد کسی غیر زبان کے الفاظ ایجاب و قبول بے معنے الفاظ جانے کہیں اور گواہ بھی اُن الفاظ کے معنے نہ جانیں تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں۔ فتاوی قاضی خاں وظہیریہ و درمختار و ردالمحتار پر شبہہ اور اُس کا جواب۔

۶۷ - ثبوت نکاح کے لیے گواہان نکاح کا صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ فلاں نے فلاں سے نکاح کیا ہے یہ ضرور نہیں کہ عاقدین کے وہی الفاظ کہیں یا جو اُن الفاظ سے قریب ہوں۔

۶۸ - وقت نکاح لڑکی کے ولی کی بات قبول کیجائیگی یا لڑکی کی۔

۶۹ - متعہ حرام ہونے کا قرآن عظیم سے ثبوت۔

〃 رنڈی سے نکاح کا کیا حکم ہے۔

۷۰ - بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق سوال و جواب۔

〃 عورت گونگی ہے اور اُس کے شوہر کا حال معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا اُس سے نکاح کا کیا حکم ہے۔

۷۱ - جس نے متعہ کرلیا ہو وہ حنفی رہا یا نہیں۔

۷۲ - روافض سے نکاح باطل ہے۔

〃 جمعہ کی نماز سے پہلے نکاح جائز ہوتا ہے یا نہیں۔

۷۳ - آپنی کنیز شرعی سے نکاح باطل ہے۔ خواص و کنیز میں فرق ہے یا نہیں۔ دوسرے کی کنیز سے اُس کی اجازت سے نکاح جائز ہے۔ شریعت میں نسب باپ سے ہے وہ شریف ہے تو بیٹا بھی۔ کنیز سے جو اولاد ہو صحیح النسب اور ترکہ کی مستحق ہے۔

〃 کچھ لیکر نکاح کر دینا حرام اور وہ روپیہ رشوت ہے۔

۷۴ - حیات النساء عرف رضیہ کی بجائے گواہوں نے نکاح خواں سے سعادت النساء عرف رضیہ کہا تو نکاح منعقد ہوا یا نہیں۔

〃 اہلسنت و روافض میں باہم نکاح منعقد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور کچھ روز بعد لڑکی رافضیہ ہو جائے تو نکاح رہے گا یا نہیں۔

〃 زید جس کے بڑی لڑکی عائشہ چھوٹی فاطمہ ہے وہ وقت نکاح بجائے عائشہ فاطمہ کہے تو فاطمہ سے عقد ہو جائے گا اور اگر یوں کہے کہ میں اپنی بڑی لڑکی فاطمہ کا نکاح کرتا ہوں تو کسی سے نہ ہوگا۔ اور نیت اور معرفت شہود یہاں کافی نہ ہوگی۔

۷۵ - عورت نکاح کے تین سال بعد کہتی ہے کہ میں اپنی والدہ کے سبب مجبور تھی اب اُن کے بعد خود مختار ہوں شوہر نے دھوکا دیا کہ اُس کے بیوی بچے نہیں ہیں نکاح میری لاعلمی میں ہوا۔ کیا اس صورت میں اُسے فسخ نکاح کا دعویٰ پہنچتا ہے۔

〃 مرتد و مرتدہ کا نکاح عالم میں کسی سے نہیں ہو سکتا نہ آپس میں نہ کافر کا فرسے۔

۷۶ - باپ نے بالغہ کا نکاح بے اُس سے اجازت لیے کر دیا اور رخصت بھی ہو گئی اب کیا حکم ہے۔

〃 عورت کے چند نام ہیں ایک وقت عقد لیا گیا تو نکاح ہوا یا نہیں۔

۷۷ - ایک گواہ سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

〃 زید نے اپنی بھانجی سے بجبر اذن نکاح لینا چاہا وہ انکار کرتی رہی پھر رونا شروع کیا رونے کو اذن ٹھہرا کر نکاح کرلیا نکاح ہوا یا نہیں۔

۷۸ - وکیل کس طرف کا ہونا چاہیے اور شاہد کل کتنے۔

〃 ہندہ بازاری عورت ہے زید نے بلا علم و اطلاع ہندہ قاضی کے سیاہہ میں اپنا ہندہ سے نکاح درج کرا دیا پھر جب ماں ہندہ کو اطلاع ہوئی اُس نے ہندہ سے اپنا زیور کپڑا مانگا کہ تیرا نکاح ہو گیا ہے ہندہ نے کہا تم کہتی ہو کہ نکاح ہو گیا ہے تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا ہندہ زید کے یہاں سے فرار ہو گئی زید نے طلب زوجہ کا دعویٰ دائر کیا قاضی نے اُس کا دعویٰ ڈگری کیا تو یہ نکاح درست ہو گیا یا نہیں۔

۸۰ - ہندہ بنت زید کو ہندہ بنت بکر کہا گیا نکاح ہوا یا نہیں۔

〃 منگنی کے بعد دوسرے سے نکاح کا حکم۔

۸۱ - باپ نے کہا میں نے اپنی فلاں لڑکی کا نکاح تمہارے فلاں بالغ سے کر دیا والد پسر نے قبول کیا تو نکاح ہوا یا نہیں۔

۸۲ - ایک سید نے ایک چماری کو مسلمان کر کے نکاح کرلیا تو وہ گنہگار رہا یا نہیں اور اُس سے ترک موالات اور برادری سے نکالنا کیسا ہے۔

۸۳ - باپ نے برادر کو خط لکھا کہ میری دختر نابالغہ کا نکاح جہاں تمہاری مرضی ہو کر دو اس نے اُس کا نکاح کر دیا اور نابالغ کی جانب سے اُس کے ماموں نے قبول کیا اور گواہ کہتے ہیں کہ وہ خط ہم نے خود سنا ہے اب باپ منکر ہے تو کیا حکم ہے۔

۸۴ - ایجاب و قبول نابالغین سے کرایا جائے تو نکاح ہوگا یا نہیں۔

〃 دونوں طرف سے تبرلیت ہو تو نکاح کا کیا حکم ہے۔

〃 نکاح مسنون کا کیا طریقہ ہے۔

〃 اگر ولی خطبہ مسنونہ پڑھنے یا ایجاب و قبول پر قادر ہو تو غیر سے ایجاب و قبول کرانا کیسا ہے۔

〃 نکاح خواں کو اُجرت لینا دینا کیسا ہے۔

〃 اگر اُجرت اپنے صرف میں نہ لائے کار خیر میں صرف کرے تو کیا حکم ہے۔

〃 نوشہ کے سر پر گواہی رکھنے کے لیے اُس کے پھوپھا یا بہنوئی آتے ہیں دوسرا نہیں رکھ سکتا اور وہ بے روپیہ لیے نہیں رکھتے روپیہ کم ہوتا ہے تو اصرار کرتے ہیں یہ لینا دینا شرعاً کیسا ہے اور اسے ضروری حق جاننا اور اصرار کرنا کیسا ہے۔

〃 ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور اُس کی مدت کتنی ہے۔

〃 اگر ولیمہ بخیال سنت نہ کرے بلکہ برائے نام آوری تو کیا حکم ہے۔

۸۵ - زید پیشہ وکالت کرتا ہے اور قاضی ہے تو کیا حکم ہے۔

۸۶ - منکوحہ کو غیر منکوحہ ٹھہرانا اور زوجین میں تفریق کرنا کبیرہ ہے۔

〃 جو وہابیہ سے ملتا جلتا ہو اُس کے یہاں شادی بیاہ کا کیا حکم ہے۔

〃 ایک شخص نے ظاہر کیا کہ اسر نویکا ہے اور بیرنا ہوا کہ وہ برگام کا ہے اور نام میں اختلاف ہوا لڑکی کہتی ہے کہ میرا نکاح عبدالرحمن بن کلو سے ہوا اور قاضی بھی یہی کہتا ہے مگر گواہ لعل محمد بن منوں بتاتے ہیں اور وکیل لعل محمد بن کلو اس صورت میں نکاح کس سے ہوا۔

۸۷ - تن بخشی کوئی چیز معتبر ہے یا نکاح۔

〃 ایک شخص نے دعائے خیر جلسۂ عام میں کہہ دیا کہ میں نے اپنی لڑکی فلاں کو دی اس سے نکاح ہوا یا نہیں۔

۸۸ - خطبہ پڑھا جانا یا ذکر مہر شرط نکاح نہیں۔

〃 نکاح بالفاظ صریحہ میں نیت شرط نہیں۔

۸۹ - جبکہ ولی پیش از نکاح غیر کفو کو غیر کفو جانکر بصراحت اجازت نہ دے نکاح باطل محض ہے۔

〃 نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں یہاں تک کہ ایک دن کے بچے کا۔

〃 ایک مضمون بکاح خوانی سے سوال۔

〃 پیٹ کے بچہ کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

۹۰ - والدہ نے ولی کی غیبت میں نکاح پڑھا دیا اور وہ واپس آ کر اُس سے ناراض ہے تو کیا حکم ہے اور عبارت درمختار و اختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ کا کیا مطلب ہے۔

۹۱ - زانی نے بحالت حمل نکاح کیا تو کیا حکم ہے۔

〃 زید نے وکیل سے کہا کہ میری لڑکی کا عقد بعوض ہزار روپے اور دو دینار کر دو وکیل نے وقت عقد دس ہزار درہم کہے نکاح ہوا یا نہیں۔

۹۲ - باہر پھرنے والی یا طوائف سے نکاح کیسا ہے۔

۹۳ - محرم اور صفر میں نکاح منع ہے یا نہیں۔

〃 زید کی ربیبہ کا نکاح اُس کے سگے بھائی سے جائز ہے۔

〃 عدت کے اندر نکاح باطل و حرام ہے۔

۹۴ - زوجہ کے بیٹے کی بی بی سے نکاح کیسا ہے۔

۹۵ - ہندہ کی ماں نے اُس کا نکاح بے رضامندی ہندہ بکر سے کیا ہندہ نے اُسے منظور نہ کیا اور اپنا نکاح زید سے کر لیا تو کیا حکم ہے۔

۹۶ - زید نے بکر سے کہا کہ میں آپکی دختر کو اپنے پسر کے واسطے مانگنے والا آیا ہوں اُس نے قبول کیا اور کھانا اور کپڑے زید نے حاضر کیے تقسیم شیرینی کے بعد عورت خاطب کے یہاں آ گئی نکاح ہوا یا نہیں۔

〃 سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے۔

۹۸ - ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔

〃 اپنے حقیقی سالے کی لڑکی سے نکاح کیسا ہے۔

〃 زید نے جمع بین الاختین کیا تو بیبیاں کیسی ہیں اور اولاد کیسی ہے اور ترکہ پانے کی مستحق ہیں یا نہیں۔

۹۹ - حدیث لا تنکح المرأة على عمتها الخ کا یہ کریمہ واحل لکم ما وراء ذلکم ناسخ ہے یا نہیں۔

〃 بحالت نابالغی لڑکی کی ماں نے جس لڑکے سے نسبت ہو چکی تھی اُس کے باپ کو بلا کر لڑکی کو رخصت کر دیا اُس نے اپنے مکان پر نکاح پڑھوا لیا اب بلوغ کے بعد ماں نے لڑکی کا دوسرا نکاح کر دیا جس سے عورت بھی راضی ہے کونسا نکاح صحیح ہوا۔

۱۰۰ - لڑکی کے برس میں بالغ ہوتی ہے۔

۱۰۱ - ایک جوان لڑکی جس کے دادا نے بحالت نابالغی ایک نابالغ سے نکاح کر دیا تھا جس کے بلوغ

کوئی پانچ چھ سال سے مدور مکہ میں ہے اور لڑکے کے مکان پر
ایک پیسہ بھی خرچ نہیں بھیجا جس سے لڑکی اپنی عصمت در رنج
کرو دیکھنے کا خوف ہے اس لیے وہ وہاں جانے سے
انکار کرتی ہے اور شوہر کے بعد دوسرا نکاح چاہتی ہے
کیا حکم ہے۔
۱۰۲- ہندہ کا عقد نابالغی ہوئے ہوا تھا اس نے
اذن نہ دیا تھا ساکت رہی پاس بیٹھنے والی عورت
نے کہا کہ ہندہ نے اذن دیدیا ہندہ کہتی ہے کہ میرے
دل میں اس وقت نہ نکاح تھا نہ اقرار تو کیا حکم ہو۔
۱۰۳- وکیل کے ساتھ شاہدوں کی کچھ حاجت نہیں
" بکر نے مسلم کی اذن کیا دو وہ ہیں یا ہے تو
مسلم سے بکر کی لڑکی کا نکاح کیسا ہے۔
" ایسے زنخے کا جو مہر و بیر اور دیہ لیکر کفو یا غیر کفو سے
نکاح کر دیتے ہیں یہ نکاح کیسا ہے اور وہ ظالم کیسی
" زید بکر کا رضاعی بھائی ہے زید کے چچا
بیٹا کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے کیسا ہے۔
۱۰۵- نابالغہ اگر کچھ دولی بیاہ بطور خود نکاح کرے
بعد بلوغ اسے جائز رکھے تو جائز ہوگا۔
۱۰۶- نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کو برص ہے
تو وہ مہر کی مستحق ہے یا نہیں اور شادی کا صرفہ اُس کے
ذمہ یا دلہن سے لیا جا سکتا ہے یا نہیں۔
" شافعی حنفی مذہب پر صحیح طور پر نکاح پڑھنے تو کچھ
حرج نہیں۔
" غیر مقلد کو غیر مقلد جانتے ہوئے اُسے بزرگ جان کر
نکاح پڑھوانے تو تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم۔
۱۰۷- ہندہ زینب نے لیسر سندی ... بطور خود
زید حنفی سے نکاح کیا باہم صحبت بھی ہوئی اب وہ
نکاح سے منکر ہے اور کہتی ہے کہ میں غیر مقلد ہوں
اس نکاح کا کیا حکم ہے۔
" مہر میں حیثیت کا لحاظ ضروری ہے یا نہیں اور
حیثیت سے زائد مہر پر جو نکاح ہو وہ نکاح ہو جائیگا
" بالغہ شافعیہ سنی حنفی سے بے رضائے ولی اگر
نکاح کرے تو نکاح لازم ہوگا اگرچہ شافعیہ کے یہاں
بے ولی نکاح نہیں۔
۱۰۸- سنی سے کہتے ہی کثیر مہر پر نکاح ہو جائیگا۔
اگرچہ مقرر ہے کہ نہ دیں جائیں اور ادا کی نیت ہو۔
۱۰۹- اگر پسر زید نے زوجہ عمر کی چھاتی
جبکہ دو چار پانچ ماہ کی حاملہ تھی اور حمل بھی پہلا
تو منہ میں ڈالی اس وقت دودھ ہونا معلوم
نہیں تو اس لڑکے کا عمر کی لڑکی سے نکاح ہوگا
یا نہیں۔
" ہندہ نابالغہ کا نکاح اُس کے سوتیلے باپ نے کیا
اب ہندہ بالغہ ہے کہتی ہے میں اس نکاح کو فسخ کرا دوں گی
کیا حکم ہے۔
۱۱۱- نکاح قاضی سے نہ پڑھوانا دوسرے مسلمان
سے پڑھوانا کیسا ہے۔
" شوہر کے بھتیجے سے نکاح جائز ہے
" اس ارادہ پر نکاح کیا کہ اتنی مدت بعد طلاق دیدیگا
حرج نہیں۔
۱۱۲- نکاح موقوف میں قبل اجازت وطی حرام ہے۔

۱۱۳- نابالغہ سے وطی اگرچہ اُس کی رضا سے ہو اجازت
نہیں ٹھہر سکتی۔
" عورت سے بحالت حمل زنا نکاح و قربت کا حکم۔
" بیوہ کا نکاح عدت کے اندر ہوا ہو تو کیا حکم ہے۔
" جیٹھ سے نکاح درست ہے یا نہیں۔
۱۱۴- ایجاب اگر نا متعین کے لیے ہو تو نکاح نہ ہوگا اور
متعین کے لیے ہو تو صحیح ہوگا۔
" جلسہ منگنی میں اگر وہ الفاظ ایجاب و قبول کے لیے
متعین ہیں تو نکاح ہوگا اور اگر الفاظ مردد ہیں تو
باعتبار جلسہ منگنی ہی ہوگی۔
" منگنی کے بعد لڑکی کے والد نے انکار کیا لڑکی بالغہ ہو
لڑکے کا والد لڑکی کو میکے سے فرار کرلے گیا اور اپنے
یہاں نکاح کر لیا کیا حکم ہے۔
۱۱۵- زید ہندہ سے نکاح پر رضامند نہ تھا مجبوراً
بجائے قبول کہا نکاح ہوا یا نہیں۔
۱۱۶- زید ہندہ سے نکاح کرنے سے پہلے اُس کی
پھوپھی سے زنا کرتا رہا پھر ہندہ سے نکاح ہوا تو کیا
حکم ہے۔
۱۱۷- سجاد کا نکاح عبد الغفار کی ہمشیرہ اور اُس کا سجاد
کی ہمشیرہ سے ہوا۔ زینتن ہمشیرہ عبد الغفار رخصت سے
پہلے فرار ہو گئی اس لیے سجاد اپنی ہمشیرہ مولودن کو
رخصت نہیں کرتا کہتا ہے کہ بوجہ فقدان شرط نکاح بدلین
و شرط شکنی باطل ہو گیا کیا یہ صحیح ہے۔
۱۱۸- عورت اگر ولی نہ رکھتی ہو مختار ہے جس سے
چاہے اپنا نکاح کرلے اور اگر ولی رکھتی ہو تو کفو سے
کرنے میں مختار ہے۔
۱۱۹- سر چچا نے نابالغہ کا نکاح کیا اب وہ بعد بلوغ
کہتی ہے کہ تیرے چال چلن خراب ہیں میں نکاح
توڑ دونگی کیا حکم ہے۔
۱۲۰- بعض تربون کہتے ہیں کہ بعوض مہر اتنے روپے اتنے
دینار سکہ رائج الوقت سوائے نان نفقہ کے اور کوئی
بجنسے سوا علاوہ اور کوئی بجائے ان کے تع اور کوئی
بیچ نکاح تھوڑے کے آئی اور دی ہیں نے سکتے ہیں اور
بعض صرف آئی اور بعض صرف دی کہتے ہیں کونسی عبارت
استعمال ہو۔ اور سوا نان نفقہ کہنے سے شوہر کے ذمہ نان
نفقہ ہوا یا نہیں یہ ہیں علاوہ کہتے ہیں اور تع کہنے سے
نان نفقہ مہر میں شامل ہوگا یا نہیں۔
۱۲۱- نکاح و رخصت کے بعد اب خسر کہتا ہے کہ ایک
استامپ لکھو کہ میں لڑکی کو کبھی اپنے وطن نہ لیجاؤں گا
ورنہ میں اب رخصت نہ کرونگا۔ کیا خسر ایسا کر سکتا ہے
۱۲۲- ایک عورت نے ایک شخص سے کہا کہ زمانہ عدت
میں مجھ سے نکاح کرلو ورنہ میں حرام کراؤنگی اُس نے
اُسے بہت سمجھایا نہ مانی مجبوراً نکاح کر لیا کیا حکم ہے
" خدا نے مردوں کو دو دو تین تین چار چار عورتیں
حلال فرمائیں عورت کے لیے یہی حکم کیوں نہیں ہوا۔
" کافرہ سے بعد قبول اسلام نکاح کیا وہ ناکح سے حاملہ
بھی ہے نکاح ہوا یا نہیں۔ زید کہتا ہے یہ نکاح نہ ہوا
اور شاہدین و حاضرین محفل کا نکاح بھی ٹوٹ گیا۔ مجموعہ
خانی کی عبارت پیش کرتا ہے۔
۱۲۳- مطلب حدیث لا نکاح الا بولی و شاھدی عدل

۱۲۴- خطبہ منگنی و نکاح سنت ہے یا نہیں اور
حدیث نحو الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ کا کیا مطلب
ہے اور اس سے منگنی کے نکاح ہونے پر استدلال صحیح
ہے یا نہیں اور کیا بنایہ کی عبارت لان الخطبۃ
التزوج صحیح ہے عینی کی عبارت وعنہ فی الرجل
یشرب الشراب الی قولہ قال السرخسی
وھما قولان باطلان کا کیا مطلب ہے ھما کا مرجع
کیا ہے اور سرخسی کون ہیں کیسے ہیں۔
۱۲۶- اپنے مسلمان بھائی کی منگیتر کو پیام دینا
ممنوع ہے۔
۱۲۷- زید نے اپنی بالغہ لڑکی کے نکاح کا وکیل بکر کو کیا
اور بکر بھیجا کر اکیس ہزار روپے مہر پر عمرو سے اُس کا نکاح
کر دو اس نے کر دیا اور زید کو اطلاع دیدی بالغہ کو اس
سب کی اطلاع تھی زید نے اُسے نکاح ہو جانے کی
خبر دی اُس نے قبول کر لیا کیا حکم ہے۔

فہرست مسائل ضمنیہ

ولی

۱۳- مرتد کسی کا ولی نہیں ہو سکتا نہ مسلم کا نہ کافر کا
نہ مرتد کا۔ اور نابالغ بھی ولایت کا صالح نہیں۔
۸۹- پیٹ کے بچے پلے کسی کی ولایت نہیں۔
۱۰۵- بالغہ بے رضائے ولی اپنا نکاح کر سکتی ہے
یا نہیں۔

کفاءت

۲۹- کفو کی تعریف۔
۵۶- مال میں کفاءت کے لیے کتنا مال چاہیے۔
۸۰- بالغ مرد کے لیے کفاءت کچھ شرط نہیں۔

مہر

۷- تاکد مہر میں خلوت بمنزلہ وطی ہے۔ جبکہ کوئی مانع
وطی نہ ہو۔
۳۳- ایک ہزار روپیہ اور کچھ ہدیہ دینا
مہر قرار پایا۔ ہدیہ نہ دیا۔ تو مہر مثل واجب ہوگا۔
اور ہدیہ اگرچہ مجہول ہو۔ مگر وجود میں آنے سے جہالت
جاتی رہے گی۔
۷۸- مہر اقل درجہ دس درم چاندی ہے۔ اکثر کی حد نہیں۔
" مہر حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
" مہر اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن
" مہر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

رضاع

۴۹- ثبوت رضاعت کے لیے ایک عورت
کا بیان کافی نہیں پھر بھی احتیاط مستحب ہے۔
۱۰۹- ثبوت رضاعت کے لیے ضرور ہے کہ
بوقت مصی میں دودھ کا قطرہ جانا معلوم ہو۔
" دودھ اترنے کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں۔
کنواری کے دودھ اتر سکتا ہے۔

صلاۃ

۶۶- آبادی میں بے پانی تلاش کیے تیمم کرکے
نماز پڑھ لی۔ اگر وہاں پانی ملے۔ نماز نہ ہوئی۔
۶۷- فاسق معلن کی امامت ممنوع اُس کے
پیچھے نماز گناہ۔ اور اعادہ واجب۔

صوم

۶۱- عرض نسیبن میں روزے کا کیا حکم ہے۔
۶۲- جو روزے نہ رکھ سکے کیا کرے۔
" جو نہ روزے پر قادر ہو۔ نہ فدیہ پر وہ کیا کرے۔

حج

۶۲- خطبہ عرفہ میں قیام مرکب قائم مقام رکب ہے۔

طلاق

۹- طلاق کے جھوٹے اقرار سے قضاءً طلاق ہو جائیگی۔
عند اللہ نہ ہوگی۔
" شوہر نے ایک طلاق دی تھی پوچھنے پر کہا تین۔ دیانۃً
ایک ہے اور قضاءً تین۔
" بے نیت انت طالق کہے۔ طلاق ہو جائیگی۔ اور
اگر اس کلمہ سے طلاق عن الوثاق یا طلاق سابق سے
اخبار کی نیت ہو۔ تو دیانۃً نہ ہوگی۔
" کنایات میں نیت ضرور ہے۔
۱۳- مرد نے بہ نیت طلاق کہا۔ تو میری بی بی نہیں یا
طلاق ہو گئی
" اگر کوئی اپنی بی بی کو کہے میں نے اس سے نکاح نہیں
کیا۔ اور طلاق کا ارادہ کرے۔ طلاق نہ ہوگی۔
۱۴- اگر بے نیت انشاء طلاق کہا۔ تو میری بی بی
نہیں۔ طلاق نہ ہوگی۔
۲۷- اگر کوئی کہے جس عورت سے میں نکاح کروں
اُس پر طلاق۔ خود کریگا طلاق ہو جائے گی۔ اور اگر
دوسرے سے کہا کہ کاش میرا نکاح تو فلاں سے کر دیتا
اُس نے کر دیا تو نہ ہوگی۔
۴۴- عنین اور اُس کی بی بی میں تفریق کی صورت۔
۶۵- نشہ میں طلاق ہو جاتی ہے۔
۶۶- غیر مدخولہ ایک طلاق سے نکاح سے باہر
ہو جاتی ہے۔
" فارسی یا عربی نہ جاننے والے کو طلاق کے الفاظ
فارسی یا عربی سکھائے۔ اور معنے نہ بتائے اور اُس
نے وہ الفاظ عورت سے کہے۔ عند اللہ طلاق نہ ہوگی۔
" دل لگی مذاق میں طلاق کا حکم۔
۷۵- ارتداد مرد سے نکاح فی الحال فسخ ہو جاتا
ہے۔ بخلاف ارتداد زن۔
۸۰- زید نے اپنی بی بی کو کہا۔ ہندہ بنت بکر کو
طلاق۔ اور وہ بنت عمرو ہے تو اگر نیت نہ تھی۔
طلاق نہ ہوئی۔ ہاں اگر یہ صورت ہو کہ بکر اُس کا سوتیلا
باپ ہو۔ اور وہ اُس کی طرف نسبت کی جاتی ہو
تو ہو جائے گی۔ خواہ اُس کے نسب سے زید واقف
ہو یا نہ ہو۔
۱۱۱- بے وجہ بے سبب طلاق دینا منع ہے۔
۱۱۳- غیر مدخولہ کو اگر ایک لفظ میں تین طلاقیں
دیں مغلظہ ہو گئی۔ اور علیحدہ علیحدہ تو نہیں۔

خلع

۶۸- اگر عورت کو اپنے الفاظ سکھائے اور
کہلوائے جس سے مہر و نفقہ عدت کے عوض خلع ہو

[illegible] کو مجبور کیا۔

ایمان

۱۳۳ – جس نے کسی بیعت ... [illegible]
[illegible] ... اس کو کافر نہ کہیں۔

بیوع

۱۰ – بیع کا جھوٹا اقرار بیع نہیں۔
۱۲ – کسی نے کسی سے جھوٹی بیع کیا اس نے غلط اقرار کیا۔ تو بیع تعاطی ثابت ہوگی۔ ... [illegible] لزوم ... [illegible] نہیں۔
۲۲ – عقد فضولی باطل نہیں۔ اجازت پر موقوف ہے۔
۳۳ – اگر عاقدین پہلے کوئی شرط فاسد کرلیں مگر وقت عقد اس کو ذکر نہ کریں۔ تو اس شرط فاسد سے قبل العقد عقد باطل نہ ہوگا۔
" بیع شرط فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے۔
۴۳ – بیع ... [illegible]
۴۴ – ایک شخص ... [illegible]
۴۵ – بیع ... [illegible]
۴۶ – کسی کے ... [illegible]

اجارہ

۳۴ – اجارہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے۔
۳۵ – اجارہ ... [illegible] فسخ کر دیا جائیگا۔

کفالت

۴۲ – کفالت ... [illegible]

وکالت

۱۸ – ... [illegible]
۲۱ – ... [illegible]
۲۷ – کسی کو کسی تصرف ... [illegible] وکیل نہیں۔
۲۸ – ... [illegible]
۳۰ – ... [illegible]
۴۲ – ... [illegible] ہو جاتی ہے۔

قسمت

۳۳ – قسمت ... [illegible]

صلح

۱۲ – ... [illegible]

۱۲ – عورت پر نکاح کا دعوی ہوا اور وہ منکر ہو پھر ... [illegible]
" بعض دین پر صلح صحیح ہے۔ اور باقی کے دعوی سے قضاءً براءت بھی ہو جائے گی نہ دیانۃً اسی لیے جب وہ موقع پائیگا باقی لے سکیگا۔

اقرار

۱۰ – کسی کے لیے مال کا جھوٹا اقرار کیا تو وہ مقرلہ کی ملک نہ ہوگی۔
" اگر کسی عورت پر کسی نے جھوٹی نکاح کرے عورت انکار کرے پھر وہ شخص اسے کچھ دیکر اس سے ... [illegible] صلح کرلے کہ وہ نکاح کا ترک کرے۔ اب عورت اقرار کرے۔ تو یہ اقرار ... [illegible] لازم ... [illegible] کے سامنے ہوا ہو۔
۳۴ – اقرار تعلیق ... [illegible] صالح نہیں۔ اور وعدہ صالح ہے۔
" اصطلاح شرع میں کسی حق ثابت کی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں۔ ... [illegible] بات کی خبر دینا اقرار ... [illegible] نہیں۔

حظر والاباحۃ

۳ – ... [illegible]
۴ – شیطان ... [illegible] ایک بدتر طریقہ۔
" امر بالمعروف و نہی عن المنکر ... [illegible]
" ... [illegible] گناہ ہے۔
" امر بالمعروف و نہی عن المنکر ... [illegible] نکاب ... [illegible]
۱۴ – ... [illegible] نکاح ... [illegible] جائز ہے۔
" مشرک سے استعانت نہ چاہیے ... [illegible]
۳۲ – ایفائے وعدہ ... [illegible]
" وعدہ جب شرط پر معلق ہوگا۔ تو پورا اگر ... [illegible] لازم ... [illegible] ہوگا
۳۴ – ایفائے وعدہ ... [illegible] نہیں کر سکتا۔
" وعدہ جو معلق ہو ... [illegible] واجب ہے۔ ... [illegible] گناہ ہے۔
" کرایہ کے مکان کو کسی کے ہاتھ بیچا۔ مشتری کرایہ ... [illegible]
" ... [illegible] جب تو ... [illegible]
" ... [illegible] وصول کرنا ... [illegible] نہیں کیا جا سکتا۔
" ... [illegible] روپیہ لیکر دوسرے کے حق میں دست بردار ہو جائے اور وعدہ کرلے کہ تو میرا روپیہ واپس کر دیگا تو میں تیری ... [illegible] واپس کر دونگا۔ اس سے ... [illegible] کرنا لازم نہ ہوگا۔
۴۸ – ظلم سبب لعنت ہے۔
۴۹ – مسلمان کی کوئی چیز ... [illegible] کھا لینا ناجائز ہے۔
" ناحق ایذا مسلم حرام اور اللہ و رسول کو ایذا دینا ہے۔
" ظلم و گناہ پر اعانت حرام ہے۔
۵۰ – ارتکاب مکروہ تنزیہی معصیت نہیں۔
" جان رکھنا فرض ہے۔ مکروہ سے بچنے کو جان دینا ناجائز ہے۔

۵۰ – جو بیٹی جان و مال و دین و مذہب و اہل و عیال کی حفاظت میں مارا جائے شہید ہے۔
۵۱ – ... [illegible] کی شان میں ... [illegible] نہیں
۵۲ تجدید ایمان امر محمود ہے۔
۵۹ – ... [illegible] سے میل جول حرام ہے۔
۶۵ – جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور ابھی دار الاسلام کی طرف نہ آیا۔ اس پر شرائع اسلامیہ کا لزوم نہیں۔
۷۱ – تبدیل مذہب (مثلاً حنفیت سے شافعیت اختیار کرنا) پر سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔
۷۳ – ارتکاب حرام سے ... [illegible] ہوتا ہے حنفیت سے خارج۔
۱۰۳ – نوشہ کے سہرا باندھنا باجے گاجے سے جلوس ہونا کیسا ہے۔
" ولیمہ کا حکم اور اس کے تارکین کا۔
۱۰۴ – کچھ لیکر نکاح کر دینا رشوت ہے۔
۱۰۶ – بعد تفریق شادی کا تاوان نہیں لیا جا سکتا۔
۱۰۷ – اس زمانہ میں مذاہب حقہ اربعہ سے جو کسی مذہب کا پابند نہیں بدعتی و ناری ہے۔
۱۱۸ – عبد الغفار عبد الغنی وغیرہ نام ہوتے ہیں اور لوگ غفار غنی کہتے ہیں یہ سخت بری عادت ہے اس سے احتراز لازم۔
۱۲۲ – عورتوں پر تنگی کرنا انھیں ضرر پہنچانا قرآن عظیم سے ممنوع ہے۔
" حدیث کا ارشاد کہ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ ضرار۔

سیر

۱۳ – نابالغ عاقل اگر کفر کرے یا مطلع ہو کر اسے پسند کرے کافر مرتد ہے۔
۹۶ – توہین کعبہ معظمہ کفر ہے۔

قضا

۱۰ – حکم قاضی رافع خلاف ہے۔ قضا جس طرح ظاہر نافذ ہوتی ہے یو ہیں باطناً بھی۔
۴۴ – مسئلہ عنین میں تحکیم ثالث بدلنا جائز ہے۔ اور ثالث کو حسب شرائط الطلب تفریق جائز۔

شہادت

۴۸ – جھوٹی شہادت اکبر کبائر بت پوجنے کے برابر ہے۔
" جھوٹی شہادت دینے والا وہاں سے ہٹنے سے پہلے مستحق نار ہوتا ہے۔
" مرتد شاہد نہیں ہو سکتا۔
۱۲۴ – ترک جمعہ و جماعت کی عادت موجب فسق و مسقط عدالت و وجہ رد شہادت ہے۔

حدود و تعزیرات

۳۴ – زنا کی تہمت لگانے والا اگر چار گواہ عادل پیش نہ کرے تو اسی کوڑوں کا مستحق اور ہمیشہ کو مردود الشہادۃ۔
۵۱ – شبہہ نکاح سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

شتی

۴۲ – خطبہ میں مطلقاً قیام افضل ہے۔
۴۴ – جد و ہزل کا فرق۔

۷۸ دینار شرعی کی مقدار۔
" دس درم کے دو روپے پونے تیرہ آنے کچھ کوڑی بال ... [illegible]

تفسیر

۹۸ – آیہ الزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک ... [illegible] ہے۔ یا نکاح سے جماع مراد ہے۔
۹۹ – کریمہ و احل لکم ما وراء ذلکم عام مخصوص ... [illegible] آیہ ولا تنکحوا المشرکت الآیۃ اس کی مخصص ہے۔

فوائد حدیثیہ

۹۹ – حدیث کلامی لا ینسخ کلام اللہ ... [illegible]
" حدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا ... [illegible] صحیح مشہور ہے وہ مخالف قرآن نہیں بلکہ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین کی تفسیر ہے۔

فوائد فقہیہ

۵۲ – مجرد احتمال وجوب کے لیے کافی نہیں۔ وجوب کے لیے غلبۂ ظن درکار ہے۔
۱۲۴ – نہی منافی صحت نہیں۔
" نہی ارشادی ہے۔

رسم المفتی

۵ – قال قاضی خان الخصاف کان کبیرا فی العلم ... [illegible] الاقتداء به۔
۱۱ – التعلیل دلیل التعویل۔
" الاقوی دلیلا احق تاویلا۔
" العمل بما علیہ الاکثر۔
" علیہ الفتوی اوبہ یفتی آکد من الفاظ الفتوی۔
" التی علیہا المتون ہی المعتمدۃ روایۃ الرکون۔
۱۴ – توفیق جلیل من حضرۃ المصنف بین ما اختارہ الامام فقیہ النفس و بین ما صححہ عامۃ الائمۃ
۱۸ – روایۃ الاصول اذا صححت سقطت کل روایۃ سواہا۔
۲۱ – شرع کو تنوع و تیسیر پسند ہے تضییق ناپسند۔ جہاں چند روایات ہوں علماء کو ادھر جھکنا چاہیے جس میں مسلمانوں کو تنگی نہ ہو۔
۶۵ – ... [illegible] غالبہ ... [illegible] مقام ... [illegible]
۱۲۶ – ترجمہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ۔

ہیأت

۶۱ – اسی درجہ عرض کے آگے گزر کیوں نہیں ہو سکتا۔
" ستر درجہ سے آگے آبادی نہیں۔
" قطب جنوبی و شمالی میں روز و شب کی مقدار اور اس کی وجہ۔
" نہار نجومی و عرفی و شرعی کا فرق۔
" قطبین جنوبی و شمالی میں طلوع۔ زہرہ کواکب کب کب اور کس طرح اور غروب کب کب کس کس طرح ہوتا ہے۔ اور کب تک طالع رہتے ہیں اور کب تک غارب۔

ردّ وہابیہ

۵ – وہابی ذرا ذرا سی بات کو کفر و شرک و بدعت و ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں۔ اور اسلام و مسلمین کا قدر اپاس و لحاظ نہیں کرتے۔
۱۰۸ – صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا وہابیہ پر شدید تازیانہ۔
" سیف اللہ سے وہابیہ کی گردن اڑ گئی۔

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ

الحمدللہ۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے مبارک فتاویٰ العطایا النبویہ ﷺ کی کتاب النکاح کا دوسرا حصہ

بتصحیح واضافہ فوائد از فقیر مصطفےٰ رضا قادری برکاتی۔ رضوی غفرلہ

طابع وناشر

المجدد احمد رضا اکیڈمی

مکتبہ رضویہ
فون
۲۱۶۴۶۴
۲۶۲۷۸۹۷

امجدیہ
فون
۴۲۸۶۶۲

ملنے کا پتہ۔ دارالعلوم امجدیہ فیروز شاہ اسٹریٹ آرام باغ کراچی نمبر ۱۔

باہتمام:۔ قاری رضا المصطفےٰ اعظمی خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۹ رجب سنہ ۱۳۰۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دودھ پلایا اب زید کا نکاح اپنی نواسی لیلےٰ بنت سلمیٰ سے کیا چاہتی ہے آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ہرگز جائز نہیں کہ جب زید نے اپنی دادی کا دودھ پیا تو وہ اُسکی ماں ہوئی اور جب وہ اُسکی ماں ہوئی تو اُسکی ساری اولاد خواہ اس دودھ سے پہلے پیدا ہوئی ہو یا بعد سب اس کے بہن بھائی ہوئے اور جب وہ سب بہن بھائی ہیں تو اُن کی بیٹیاں اس کی بھتیجیاں بھانجیاں ہیں پس لیلےٰ بھی کہ سلمیٰ بنت ہندہ کی دختر ہے زید کی بھانجی ہے اور زید اُس کا ماموں اور ماموں بھانجی کا نکاح کہیں حلال نہیں فتاوی عالمگیریہ میں ہے یحرم علی الرضیع ابواہ

من الرضاع واصولهما وفروعهما حتی ان المرضعۃ لو ولدت قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھما اولاد اخوتہ واخواتہ اھ ملخصا اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ بعض مدعیان علم کا یہ خیال کہ سلمٰی اور لیلٰی زید سے پہلے پیدا ہوئی تھی تو دودھ میں شرکت نہ ہوئی نہ سلمٰی اس کی بہن نہ لیلٰی اس کی بھانجی ٹھہری محض جہالت فاحشہ ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از خیرآباد مرسلہ مولوی حسین بخش صاحب رضوی یکم ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بکر کی بیٹی بیاہی ہے اور بکر نے دوسری عورت سے نکاح کیا بعدہ بکر مرگیا اب زید چاہتا ہے کہ اپنی سوتیلی خوشدامن سے نکاح کرے یہ نکاح موافق حاشیہ عینی کے جائز ہے یا نہیں اور زن مذکورہ قولہ تعالٰی وامھات نسائکم میں داخل ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح مذکور بیشک جائز ہے قال اللہ عزوجل وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ علما قاطبۃ متون وشروح وفتاوی میں محرمات صہریہ زوجات اصول وفروع اصول وفروع زوجات بتاتے ہیں نہ زوجہ اصول زوجہ وعدم الذکر فی امثال المقام ذکر العدم کما لایخفی اور سوتیلی لفظ امہات میں ہرگز داخل نہیں ورنہ آیۂ تحریم میں حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ کے بعد وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ کیوں فرمایا جاتا علما تصریح فرماتے ہیں کہ سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں اگر سوتیلی ماں بھی ماں ہوتی تو یہ عورتیں اس کی نانی بہن خالہ قرار پاتیں علامہ خیرالدین رملی فرماتے ہیں لاتحرم بنت زوج الام ولا امہ ولا ام زوجۃ الاب ولا بنتھا اصل یہ ہے کہ ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہذا اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از نرسنگہ پور کندیلی متصل جامع مسجد مرسلہ مولوی یقین الدین صاحب ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ نصیبن اپنے خاوند زید کی موجودگی میں بکر سے پھنسی ہوئی تھی زید اپنے روزگار کی وجہ سے دوسرے شہر میں رہتا تھا مگر اپنی زوجہ نصیبن کو دو برس تک کچھ خرچ نہ بھیجا چنانچہ نصیبن علانیہ بکر کے گھر میں آگئی اس کے ایک لڑکا بھی زید سے ہے نصیبن کو بکر کے یہاں پڑے ہوئے عرصہ دس برس کا گزرا اب بکر چاہتا ہے کہ اس سے نکاح کرے زید نے طلاق نہیں دی ہے مگر ہاں زید کی مرضی ہے کہ مسماۃ کچھ دے تو طلاق دیدوں۔ بکر درصورت طلاق نہ دینے زید

کے نصیبن سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ عورت بے اذن شوہر گھر سے نکل جائے تو نکاح سے نکل جائے محض غلط ہے قال اللہ تعالیٰ والّٰتی تخافون نشوزھن فعظوھن الآیہ تخافون تعلمون ومن النشوز الخروج بلا اذن معاذ اللہ اگر ایسا ہو تو نکاح کی گرہ زنانِ ناقصات العقل والدین کے ہاتھ میں ہو جائے جو عورت چاہے بے ارادہ شوہر سہل طور پر قید نکاح سے آزادی حاصل کرلے حالانکہ اللہ عزوجل نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی ہے قال عزوجل بیدہ عقدۃ النکاح یعنی الزوج فی قول علی وسعید بن المسیب وسعید بن جبیر وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی طرح عیاذاً باللہ عورت کے فسق وفجور سے بھی نکاح نہیں جاتا قال اللہ تعالیٰ والّٰتی یأتین الفاحشۃ من نسائکم سماھن مع ذلک نساءھم وقال جل وعلا والذین یرمون ازواجھم الآیہ الی قولہ تبارک وتعالیٰ ویدرؤا عنہا العذاب الآیہ پس جبکہ زید نے ہنوز طلاق نہ دی نصیبن بدستور اس کے نکاح میں باقی ہے اور بکر خواہ کسی کو ہرگز اس سے نکاح حلال نہیں اگر کر بھی لیا تاہم جیسے اب تک وہ دونوں مبتلائے زنا رہے یونہیں اس نکاح بے معنے کے بعد بھی زانی وزانیہ رہیں گے اور یہ جھوٹا نام نکاح کا کچھ مفید نہ ہوگا قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء پس چارہ کار یہی ہے کہ بکر ونصیبن فوراً جدا ہو جائیں اور اللہ عزوجل کے غضب سے ڈر کر اپنے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں پھر نصیبن زید کے پاس رہنا نہ چاہے تو اسے اختیار ہے کہ زید کو طلاق کے بدلے مال دیکر خواہ بغیر مال ویسے طلاق حاصل کرے قال المولیٰ سبحنہ وتعالیٰ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ جب زید طلاق دیدے تو اب تین حیض کامل گزرنے کے بعد نصیبن کو حلال ہوگا کہ بکر خواہ غیر بکر جس سے چاہے نکاح کرلے قال سبحنہ وتعالیٰ والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء بکر ونصیبن اگر اس حکم الٰہی پر گردن رکھیں فبہا اور اگر نہ مانیں اور اسی حالت پر رہیں یا بے طلاق حاصل کیے آپس میں نکاح کرلیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی بی بیاں انھیں یکسخت چھوڑ دیں نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ خود ان کے پاس بیٹھیں قال عزوجل واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عالم حیات زوجہ میں حقیقی سالی یا رشتہ کی سالی سے نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

تا حیات زوجہ جبتک اُسے طلاق ہو کر عدت نہ گزر جائے اُس کی بہن سے جو اُس کے باپ کے نطفے یا ماں کے پیٹ سے یا دودھ شریک ہے نکاح حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین اور ان کے سوا زوجہ کی رشتہ کی بہنیں مثلاً چچا ماموں خالہ پھپی کی بیٹیاں اُس کے شوہر پر ہر وقت حلال ہیں کل ذلک مصرح بہ فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بھتیج بہو اور بھانج بہو سے نکاح درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں سے درست ہے قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذٰلکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶ ۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۲ھ از لکھنؤ محلہ علی گنج مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین جواب اس مسئلہ کا کہ ایک شخص نے اپنی سالی کی لڑکی کو واسطے اپنے لڑکے کے نکاح کے پرورش کیا تقدیر ربی سے لڑکا انتقال کر گیا بعدہ خود پرورش کنندہ کی بی بی فوت ہو گئی اب پرورش کنندہ نے اپنی شادی اُس لڑکی پرورش کردہ شدہ سے کر لی یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

قطعاً جائز ہے قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذٰلکم ظاہر ہے کہ بیٹے کے لیے نیت نکاح ہونے سے وہ بیٹے کی منکوحہ نہ ہو گئی جو حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم میں داخل ہو سکے حلائل جمع حلیلہ ہے یعنی وہ عورتیں تم پر حرام ہیں جو بذریعہ نکاح تمہارے صلبی بیٹوں کے لیے حلال ہو چکیں یہاں نہ ابھی بیٹے سے نکاح ہو نہ یہ عورت اُس کے لیے حلال ہوئی باپ پر کیونکر حرام ہو سکتی ہے اور اگر پرورش کے خیال سے ایسا کہا جائے تو بھی محض غلط قرآن عظیم نے یوں فرمایا ہے وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بہن فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم تمہاری گود کی پالیاں تمہاری اُن عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم ہم بستر ہو چکے اگر تم نے اُن عورتوں سے ہم بستری نہ کی ہو تو اُن کے ساتھ نکاح میں تم پر کچھ گناہ نہیں دیکھو قرآن مجید تصریح فرماتا ہے کہ اپنی منکوحہ کی دختر اپنی گود کی پالی بھی حلال ہے جبتک منکوحہ سے خلوت نہ کی ہو اختیار رکھتا ہے کہ منکوحہ کو چھوڑ کر یا اُس کے مرے پر اس سے نکاح کر لے تو سالی کی بیٹی پرورش کرنے سے کیوں حرام ہونے لگی

یہ ہندوانہ خیالات ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر کا نکاح عمرو کے ساتھ کر دیا عمرو نے طلاق نہیں دی زید نے کچھ روپیہ بکر سے لیکر نکاح بکر کے ساتھ کر دیا اور بکر نے بھی طلاق نہیں دی زید نے اور شخص ثالث کے ساتھ کچھ روپیہ لیکر نکاح کر دیا اس صورت میں یہ نکاح جائز ہو گئے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

یہ نکاح نہ ہوئے محض زنا ہوئے قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء عورت اب جس کے پاس ہے اُس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو اپنے پاس سے جُدا کر دے اور نکال دے اور عورت پر فرض قطعی ہے کہ اُس سے جُدا ہو جائے اپنے خاوند عمرو کے پاس آئے اور یہ روپیہ کہ زید نے بکر اور اُس شخص ثالث سے لیا بالکل حرام قطعی اور رشوت بلکہ زنا کی خرچی تھا زید پر فرض ہے کہ یہ روپیہ جس جس سے لیا ہے اُنسے واپس کرے زید اور وہ شخص ثالث اور وہ عورت تینوں میں سے جو شخص ان احکام کی تعمیل نہ کرے مسلمان اُسے اپنی صحبت سے نکال دیں اور اُس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا ترک کریں قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک بیٹا ہے اور ہندہ کی ایک بیٹی زید کا بیٹا ہندہ سے نکاح کیا چاہتا ہے اور زید ہندہ کی بیٹی سے اس صورت میں یہ دونوں نکاح ہو سکتے ہیں یا نہیں کتاب اللہ سے فرمایئے بینوا توجروا۔

الجواب

یہ دونوں نکاح حلال ہیں قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذٰلکم ظاہر ہے کہ پسر زید کے لیے ہندہ اگر ہو گی تو باپ کی ساس ہو گی وذلک اذا تقدم نکاح زید اور باپ کی ساس حلال ہے جبکہ وہ اپنی نانی نہو فی ردالمحتار قال الخیر الرملی لا تحرم ام زوجۃ الاب اور زید کے لیے ہندہ کی بیٹی اگر ہو گی تو بہو یعنی زوجہ پسر کی بیٹی ہو گی۔ وھذا اذا سبق نکاح ابن زید اور بہو کی بیٹی حلال ہے جبکہ وہ اپنی پوتی نہو فی ردالمحتار اما بنت زوجۃ ابنہ فحلال واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از اوجین مرسلہ میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی سالی حقیقی سے صحبت کی اور عمرو نے سالی کے ساتھ نکاح تو زید وعمرو کی عورت اولین پر طلاق عائد ہوتی ہے یا نہیں کیونکہ قرآن مجید و فرقان حمید میں ان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف وارد ہے اس مسئلہ میں جو حکم شرعاً ہو جدا گانہ بالتشریح بحوالہ عبارت کتب بیان فرمائیں۔

الجواب

بموجودی زوجہ سالی سے نکاح حرام ہے اور اُس پر فرض ہے کہ اسے ہاتھ نہ لگائے اور فوراً چھوڑ دے اور زنا تو ہر حال حرام ہی ہے مگر سالی سے نکاح یا زنا کرنے سے زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی نہ آیت کا یہ مطلب ہے نہ سالی سے زنا کے سبب زوجہ سے جماع حرام ہو درمختار میں ہے فی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لاتحرم علیہ امرأتہ نہ سالی کے ساتھ فقط نکاح کرنے سے جماع زوجہ ممنوع ہو جائے جب تک سالی سے جماع واقع نہ ہو ہاں اگر بعد نکاح سالی سے جماع کر لیا تو اب زوجہ سے بھی جماع حرام ہو گیا یہاں تک کہ سالی کو چھوڑ دے اور اُس کی عدت گزر جائے اُس وقت زوجہ سے جماع جائز ہوگا یونہی اگر بے نکاح سالی سے جماع کیا مگر دیدہ و دانستہ زنا نہ کیا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے جماع واقع ہوا تو بھی زوجہ سے جماع حرام ہو گیا جب تک اس جماع شبہہ کے سبب سالی پر جو عدت لازم آئی ہے ختم نہ ہو جائے فی ردالمحتار فی مسئلۃ نکاح المرأۃ علی اختہا الثانی باطل ولہ وطی الاولی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لو وطیٔ اخت امرأۃ بشبہۃ حیث تحرم امرأتہ ما لم تنقض عدۃ ذات الشبہۃ ح عن البحر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب قبلہ پنجم شوال ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا عقد بولایت اپنے ہمراہ بکر کر دیا کہ جس کو عرصہ ایک سال کا گزرا زید کی زوجہ کو سفر درپیش آیا واسطے حفاظت ونگرانی بکر کو ہمراہ کر دیا زوجہ زید نے ہمراہی اپنے داماد بکر کے مع ایک خادمہ سفر گاڑی پر کیا شب کو سرائے میں بکر نے بارادہ فاسدہ ونیت خراب اپنی خوشدامن کی چارپائی پر آکر زبردستی کہا کہ میں پاؤں دابوں ہر چند منع کیا لیکن زبردستی پاؤں دبانے شروع کر دیے اور شکم پر ہاتھ پھیر کر قریب تھا کہ کمر بند کھول ڈالے اور اپنا ازار بند اول کھول لیا تھا نہایت مشکل وزبردستی سے بکر کو چارپائی سے علیحدہ کیا گیا دوبارہ پھر قریب تین بجے شب کے بکر نے آکر چارپائی پر بیٹھ کر ارادہ دست درازی

کا کیا زوجہ زید کی آنکھ کھل گئی اور وہ چیخ کر غل مچانے لگی کہ جس سے گاڑیبان اور خادمہ نے چونک کر چراغ سے دیکھا تو بکر تھا عذر بدتر از گناہ کرنے لگا کہ میں کتا مارنے آیا تھا یہ بات زوجہ زید یقین اور خوب مضبوطی سے از روئے مباہلہ وقسم شرعی کہتی ہے کہ بکر نے اول مرتبہ میرے شکم پر ہاتھ پھیر کر میرے ازاربند کھولنے کی نیت سے دست درازی کی تھی اور اپنا ازاربند کھول رکھا تھا اور اس وقت بکر کے دست و پا میں رعشہ سخت تھا اگر میں ناراض ہو کر زبردستی بکر کو چارپائی سے علیحدہ نہ کرتی تو بیشک میری عصمت بکر خراب کر ڈالتا اور اسی ارادہ سے دوبارہ پھر بکر آکر میری چارپائی پر بیٹھا اگر گاڑیبان وخادمہ چراغ لیکر نہ آتے اور نہ دیکھتے تو بکر ہرگز اپنے ارادہ سے باز نہ آتا زید کو بعد دریافت اس حالت کے اپنی دختر ہندہ کے عقد میں شک پڑ گیا اور کہا کہ میں اب رخصت نہ کرونگا تو اب جس حالت میں دونوں ولی اصلی یعنی والدین ہندہ زید مع زوجہ بکر سے بباعث اس حرکت کے ناراض ہیں تو نکاح ہندہ کا بکر سے باقی رہگیا یا ٹوٹ گیا اگر ٹوٹ گیا تو عقد ثانی اس کا خواہ بکر سے یا اور جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں کیونکہ دختر زید یعنی ہندہ نابالغ ہے اور ولی یعنی والدین اس کے بکر سے ناراض ہیں تو ایسی حالت میں مسئلہ شریعت کیا ہے اور اب معاملہ ہندہ و بکر کیا ہونا چاہیے اور زوجہ زید جوان ہے جس سے یہ حرکت بکر نے کی فقط بینوا توجروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ اپنی منکوحہ کی ماں کے جسم کو بنظر شہوت کسی جگہ ہاتھ لگانے سے گو نکاح زائل نہیں ہوتا مگر عورت ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے اور اس شخص پر واجب ہوتا ہے کہ اسے چھوڑ دے لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مس بحالت شہوت ہو یعنی ہاتھ لگانے کے وقت ہی معاً نعوظ (یعنی عضو تناسل کا قائم ہونا) پیدا ہو یا پہلے سے نعوظ تھا تو ایسی حالت میں زائد ہو جائے ورنہ اگر جس وقت مس کیا نعوظ نہ تھا جب مس ختم ہو چکا اس کے بعد پیدا ہوا یا نعوظ پہلے سے تھا اور مس کرنے میں کچھ زیادہ نہ ہوا بدستور رہا تو حرمت نہ ہوگی فی الدر المختار العبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا بعدھما وحدھا فیھما تحرک آلتہ او زیادتہ بہ یفتی وفی رد المحتار قولہ او زیادتہ ای زیادۃ التحرک ان کان موجودا قبلھما قولہ بہ یفتی قال فی الفتح وفرع علیہ مالو انتشر وطلب امرأتہ فاولج بین فخذی بنتھا خطاء لاتحرم امھا ما لم یزدد الانتشار اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ مس برہنہ جسم پر ہو یا کسی ایسے باریک کپڑے پر سے کہ عورت کے جسم کی حرارت اس کے ہاتھ کو پہنچنے سے مانع نہ ہو جیسے اس زمانہ میں جالی یا تنزیب کی کرتیاں ورنہ اگر ایسا سنگین کپڑا حائل تھا کہ جسم زن کی

گرمی ہاتھ کو محسوس نہ ہونے دے تو حرمت نہیں اگرچہ مس بہ نظرِ شہوت واقع ہوا ہو فی الدر المختار واصل
ممسوسۃ بشھوۃ ولو لشعر علی الراس بحائل لا یمنع الحرارۃ فی رد المحتار فلو کان مانعا لا تثبت الحرمۃ
کذا فی اکثر الکتب وکذا لو جامعھا بخرقۃ علی ذکرہ نیز ایک شرط حرمت یہ ہے کہ یہ حرکت انزال کی طرف
مودی نہ ہو اگر انزال ہو گیا حرمت نہ ہوئی فی الدر المختار ھذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ
یفتی ابن کمال غرض مس بالنظر کے سبب حرمت مصاہرت ثابت ہونے میں یہ شرطیں ہیں زوجہ زید کا بیان
جسقدر سوال میں مذکور اُس سے کچھ نہیں کھُلتا کہ صورت واقعہ میں یہ متحقق تھیں یا نہیں تین بجے شب کے
واقعہ میں بکر کا صرف اُس کی چارپائی پر آکر بیٹھنا اور دست درازی کا ارادہ کرنا بیان کرتی ہے مجرد ارادہ کوئی
چیز نہیں اور واقعہ اول شب میں بھی کچھ نہیں کہتی کہ بکر کا پاؤں دبانا کپڑے پر سے تھا یا برہنہ پاؤں پر اور
شکم پر ہاتھ پھیرنا بھی کچھ خواہی نخواہی اس میں نص نہیں کہ برہنہ پیٹ پر ہاتھ پھیرا نہ یہ معلوم کہ اُس وقت زوجہ
زید کی کرتی کیسے کپڑے کی تھی تو اُس کے فقط اتنے بیان پر حکم حرمت نہیں ہوسکتا جبتک صاف صاف تمام
شرائط کا متحقق ہونا نہ ظاہر ہو۔ لہذا فقیر اس مسئلہ کے جواب میں صرف اسقدر حکم دے سکتا ہے کہ اگر بکر نے زوجہ
زید کے پاؤں یا پیٹ خواہ کسی جسم پر برہنہ یا حائل نرم کے ساتھ بطور شہوت ہاتھ لگایا کہ اس حرکت کی حالت
ہی میں اُسے نعوظ پیدا ہوا یا پہلے سے تھا تو اسی حالت میں بڑھ گیا اور انزال واقع نہ ہوا تو بیشک ہندہ
ہمیشہ ہمیشہ بکر پر حرام ہو گئی کہ کبھی کسی طریقہ سے اُسے ہاتھ نہیں لگا سکتا اور اگر ان شرائط میں کچھ کمی تھی
تو ہندہ بدستور اُس کے لیے حلال ہے پھر جس حالت میں حکم حرمت دیا جائیگا اُس کا بھی یہ حاصل ہرگز نہیں کہ
نکاح بالفعل ٹوٹ گیا یہ محض خطا ہے بلکہ اُس وقت حکم صرف اس قدر ہوگا کہ ہندہ بکر پر حرام ابدی ہو گئی
بکر پر فرض کہ اُسے چھوڑ دے اگر نہ چھوڑے گا سخت گنہگار ہوگا اور ہندہ کے حق میں بھی گرفتار ہوگا قال اللہ تعالٰی
فامساك بمعروف او تسریح باحسان واذ قد فاتہ الامساك بالمعروف لزمہ التسریح باحسان
مگر جبتک وہ ترک نہ کرے یا حاکم شرع تفریق نہ کردے نکاح بیشک باقی ہے دوسری جگہ ہرگز ہندہ کا نکاح
جائز نہیں ہاں بعد متارکہ یا تفریق حاکم شرع پدر ہندہ کو اختیار ہوگا کہ بکر کے سوا جس سے چاہے نکاح کردے
فی الدر المختار بحرمۃ المصاھرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لھا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ
والوطء بھا لا یکون زنا وفی رد المحتار ای وان مضی علیھا سنون کما فی البزازیۃ وعبارۃ الحاوی الا بعد
تفریق القاضی او بعد المتارکۃ اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۱: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ جناب سید امیر حیدر صاحب قبلہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح بولایت خود وشوئے خود بکر سے کیا بعدہ بوجہ نااتفاقی باہمی یہ خیال ہوا کہ یہ نکاح کسی شکل سے توڑا چاہیے کہ دوسری جگہ نکاح ہوسکے ہندہ سفر کو گئی ہمراہی میں بکر اور ایک خادمہ اور ایک نابالغہ چھوکری اور گاڑیبان جس سے پردہ نہ تھا گئے سرائے میں کھانا کھا کر جو بچا ہندہ نے اپنے سرہانے رکھوالیا چارپائی پر ہندہ اور نیچے فرش پر خادمہ و بکر و چھوکری سوئے ۱۲ بجے شب کے خادمہ مع چھوکری پیشاب کو گئی بکر غافل سوتا تھا ہندہ نے آواز سخت پکارا کہ جلد ہوشیار ہو مجھے خوف معلوم ہوتا ہے بکر پاس گیا اور فرش پہ بیٹھنے کا ارادہ کیا کہا میری چارپائی پر بیٹھ جاؤ وہ ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اتنے میں خادمہ آگئی تو بکر سے بسہولت کہا اب تو جا کر سورہ بکر اپنی جگہ پر سو رہا ۲ بجے شب کے بکر حقہ پینے اٹھا مکان میں کتا جاتا معلوم ہوا حقہ گاڑیبان کو دیکر اندر گیا اندھیرا تھا چارپائی کو ٹھوکر لگی ہندہ نے خادمہ اور گاڑیبان کو پکارا بکر نے فوراً کہا میں ہوں کتا مارنے آیا ہوں کہ کھانا خراب نہ کرے سب سو رہے صبح کو ہندہ نے خادمہ سے کہا بکر نے میرے ساتھ بدنیتی کا ارادہ کیا کہا کب کہا جب تو پیشاب کو گئی تھی کہا مجھے ایسی کیا دیر ہوئی تھی اور تم نے جبھی کیوں نہ کہا میں بکر سے پوچھتی ہوں اسے سخت قسم دیدی پھر ہفتہ بھر ساتھ رہے کچھ ظاہر نہ ہوا مکان پر آکر ہندہ نے بہتان باندھا خادمہ اور گاڑیبان بقسم محض لاعلمی بیان کرتے ہیں اور بکر بھی اپنی بے قصوری کی صدہا قسمیں کھاتا ہے آیا تنہا بیان ہندہ قابل وثوق ہے اور نکاح بکر قائم رہا یا کیا بینوا توجروا۔

الجواب

تنہا ایک عورت کا بیان اصلاً قابل سماعت نہیں قال اللہ تعالٰی واشھدوا ذوی عدل منکم نکاح بکر یقیناً قائم ہے۔ حتی علی فرض صدقھا ایضا لان المذھب عندنا ان حرمۃ المصاھرۃ لاترفع النکاح وانما تفسدہ فلابد من متارکۃ من زوج او تفریق من قاض کما فی رد المحتار عن النھر عن الزیلعی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از رائپور علاقہ جیپور ڈاکخانہ نڈاون مرسلہ منشی فرزند حسن صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو جس شخص کا حمل ہو قبل وضع حمل اسی سے یا غیر سے نکاح کرنا اسے جائز ہے یا نہیں بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

حمل اگر حلال کا ہے (یعنی وہ جس میں شرعاً نسب ثابت ہو) تو قبل از وضع اس کا نکاح کسی غیر سے نہیں ہو سکتا قال اللہ تعالٰی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ہاں شوہر سے جس کا حمل ہے نکاح جائز اس کی صورت یہ کہ بعد حمل رہنے کے شوہر نے طلاق دیدی تو اگرچہ ہنوز وضع حمل نہ ہوا اس سے نکاح ہو سکتا ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ نہ ہو جس میں حلالہ کی ضرورت پڑتی ہے فی الدرالمختار ینکح مبانتہ بما دون الثلاث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع لا مطلقۃ بالثلث حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ اور اگر زنا کا حمل ہے (جس میں بچہ شرعاً مجہول النسب ٹھہرتا ہے) تو زانی و غیر زانی جس سے چاہے بے وضع حمل نکاح کر سکتی ہے کہ زنا کے پانی کی شرع میں اصلا حرمت و عزت نہیں مگر فرق اتنا ہے کہ اگر خود زانی ہی سے نکاح کر لیا جس کا حمل رہا تھا تو اسے صحبت کرنی بھی جائز ہو جائے گی اور غیر سے نکاح ہوا تو جب تک وضع حمل نہ ہو لے وہ ہاتھ نہیں لگا سکتا فی الدرالمختار صح نکاح حبلی من زنا لا من غیرہ وان حرم وطأھا ودواعیہ حتی تضع ولو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا اھ ملخصا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۱۳ از آنولہ ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ بیوہ میں ناجائز طور کی ملاقات تھی زید اس سے ارادہ نکاح رکھتا تھا ہندہ کی بیٹی سلمٰی نابالغہ کو جس کی عمر نو برس کی ہے اس کے چچا نے اپنی بیٹی ظاہر کرکے زید سے نکاح کر دیا مگر ہنوز رخصت واقع نہ ہوئی اب زید کو معلوم ہوا کہ یہ اسی ہندہ کی بیٹی ہے جس سے قبل اس نکاح کے زید کا ناجائز تعلق رہ چکا ہے اس حالت میں اس نکاح کی نسبت کیا حکم ہے اور زید بعد اس نکاح کے ہندہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ زید اس نکاح سے پہلے ہندہ کو ناجائز طور پر ہاتھ لگا چکا تھا تو اس کا یہ نکاح کہ ہندہ کی بیٹی سے کیا گیا محض ناجائز و حرام ہوا اس پر فرض ہے کہ فوراً اس سے دست بردار ہو اور بعد اس کے وہ ہندہ سے نکاح کر سکتا ہے فان نکاح البنات وان کان یحرم الامھات لکن اذا کان صحیحا ولا یصح النکاح مع بنت ممسوسۃ لحرمۃ المصاھرۃ درمختار میں ہے احترز عن النکاح الفاسد فانہ لا یوجب بمجردہ حرمۃ المصاھرۃ بل بالوطء او ما یقوم مقامہ من المس بشھوۃ والنظر بشھوۃ الخ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۱ ازموضع دربھنگہ ڈاکخانہ روسڑا بازار مقام موتی پور مرسلہ ملا شبیر علی صاحب ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مریدہ از روئے شرع پیر پر حرام ہے یا حلال اور ازواج مطہرات حضرت خدیجہ و حضرت عائشہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرید تھیں یا نہیں اس نکاح کی حرمت وحلت جو کچھ ہو بحوالہ حدیث وفقہ صاف تحریر کریں بینوا توجروا

الجواب

پیر کو اپنی مریدہ سے نکاح قطعاً حلال ہے اسے ممنوع جاننا کتاب وسنت واجماع امت وقیاس چاروں دلائل شرع سے محض باطل وبے اصل ہے قرآن عظیم سے یوں کہ مولٰے عزوجل نے حرام عورتیں گنا کر فرمایا واحل لکم ماوراء ذلکم ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں تو لاجرم مریدہ بھی کہ اُن محرمات میں ذکر نہ فرمائی اس حکم حلت میں داخل رہی سنت سے یوں کہ نبی سے زیادہ پیر ومرشد کون ہے خصوصاً ہمارے حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم کہ حضور تو تمام جہان کے پیر ہیں پھر حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے اپنی امتی بی بیوں ہی سے نکاح فرمایا جن میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ وحضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اعلیٰ درجہ کی مریدہ اور اعلیٰ درجہ کی بیبیاں ہیں باتفاق علماء ثابت کہ جب اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت عامہ کو ظاہر فرمایا سب سے پہلے حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شرف ارادت سے مشرف ہوئیں بعض جاہلوں کی سمجھ میں یوں نہ آئے تو یہ تو مانیں گے کہ حضرات شیخین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے افضل واکمل مرید تھے اولیاء کرام فرماتے ہیں تا جہان ست نہ ہیچو مصطفٰے صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پیرے بود نہ ہیچو ابوبکر صدیق مریدے وہ جاہلانہ خیال کہ پیری ومریدی کا رشتہ بعینہ مثل رشتہ نسب کے ہے اگر سچا ہوتا تو مریدہ اپنی بیٹی ہوتی مریدوں کی بیٹیاں پوتیاں ہوتیں یونہیں حضرات ختنین عثمٰن غنی وعلی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نکاح بنات مطہرات حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کیونکر ہوسکتا کہ اس تقدیر پر صاحبزادیاں بہنیں ہوتیں مگر جہل وسفاہت کے مفاسد اس سے بھی زائد ہیں۔ اجماع امت سے یوں کہ آجتک تمام عالم میں کوئی عالم اس نکاح کی حرمت کا قائل نہ ہوا فقہائے جملہ مذاہب کی کتابیں موجود کسی نے مریدہ کو محرمات سے نہ گنا۔ قیاس سے یوں کہ رشتہ اُستاذی وشاگردی بھی مثل رشتہ پیری ومریدی ہے پیر واُستاذ دونوں بجائے باپ کے مانے جاتے ہیں خود حدیث میں فرمایا

انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم رواہ احمد و ابوداؤد والنسائی وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ پیری ومریدی بھی خود ایک استادی وشاگردی ہے اگر یہ خیال باطل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگرد عورت سے بھی نکاح حرام ہوتا اور عورت کو علم سکھانا نکاح جاتے رہنے کا باعث ہوتا کہ اب وہ اس کی بیٹی ہوگئی حالانکہ قرآن وحدیث سے زوجہ کو شاگرد کرنا اور اپنی شاگرد عورت کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت قال اللہ تعالٰے یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ ظاہر ہے کہ گھر والوں کو دوزخ سے بچانا بغیر مسائل سکھائے متصور نہیں کہ بچنا بے عمل اور عمل بے علم میسر نہیں تو قرآن مجید صاف حکم فرماتا ہے کہ اپنی عورتوں کو علم دین سکھاؤ اور اس پر عمل کی ہدایت کرو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں رجل کانت لہ امۃ فغذاھا فاحسن غذاءھا ثم ادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا وتزوجھا فلہ اجران یعنی جو کوئی کنیز رکھتا ہے اُسے کھلائے اور اچھا کھلائے پھر ادب سکھائے اور بہتر سکھائے اور علم پڑھائے اور خوب پڑھائے پھر اُسے آزاد کرکے اپنے نکاح میں لائے وہ شخص دوہرا ثواب پائے رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ جاہلوں کی جہالت کہ مریدہ سے نکاح ناجائز بتائیں اور زن وشو دونوں کو بے تکلف مرید بنائیں وہ دونوں اگر باپ بیٹی تھے یہ دونوں سگے بہن بھائی ہوئے غرض اس نکاح کو ممنوع جاننے والا شریعت مطہرہ پر کھلا افترا کرتا اور حلال خدا کو حرام ٹھہراتا ہے اس پر توبہ فرض ہے اللہ تعالٰے ہدایت بخشے آمین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵ ۱۳ شعبان معظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فی زماننا جو عقیدہ مروجہ شیعہ رکھتے ہیں علی الخصوص شیعہ لکھنؤ کے اُن کی دختر سے نکاح سُنی کا درست ہے یا نہیں اور اولاد اُس کی مستحق ترکہ پدری کی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

آج کل عام رافضی تبرائی خذلھم اللہ تعالٰی عقائد کفریہ رکھتے ہیں اُن میں کم کوئی ایسا نکلے گا جو قرآن مجید میں کچھ گھٹ جانا نہ مانتا اور حضرت امیر المومنین مولے المسلمین علی مرتضٰی وباقی ائمہ اطہار کرم اللہ تعالٰی وجوھھم کو حضرات علیہم انبیائے سابقین علٰی نبینا الکریم وعلیہم افضل الصلاۃ والتسلیم سے افضل نہ جانتا ہو اور یہ دونوں عقیدے

کفر خالص ہیں مجتہد لکھنؤ نے اپنے مُہری فتوے میں ان دونوں ملعون عقیدوں کی صاف تصریح کی جو ان میں خود یہ اعتقاد بالفرض نہ بھی رکھتا ہو تاہم اُس سے یہ امید نہیں کہ مجتہد کا فتوے دیکھ کر اُسے کافر جاننا درکنار خود بھی اُس پر اعتقاد نہ لے آئے اور ایسے عقیدے والے کو اُس کے عقیدے پر مطلع ہو کر جو کافر نہ جانے خود کافر ہے من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر تو آج کل تبرائی رافضیوں میں کسی ایسے شخص کا ملنا جسے ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں شاید ایسا ہی دشوار ہوگا جیسے جبشیوں زنگیوں میں چمپئی رنگت کا آدمی یا سپید رنگ کا کوا ایسے رافضیوں کا حکم بالکل مثل حکم مرتدین ہے کما صرح به فی الظهیریة والهندیة والحدیقة الندیة وغیرها من الکتب الفقهیة پس دختر رافضیان جو ایسے ہی عقائد کفریہ رکھتی ہو اُس سے سُنّی یا غیر سُنّی کسی کا نکاح نہیں ہو سکتا کہ مرتدہ اصلاً محل نکاح نہیں کما نص علیه فی الدر المختار والعالمگیریة وعامة الاسفار اُس سے جو اولاد ہوگی قطعاً ولد الزنا ہوگی اور ترکہ پدری سے مطلقاً محروم کہ ولد الزنا کے لیے شرعاً کوئی باپ ہی نہیں قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم للعاهر الحجر اور اگر دختر مذکورہ خود ایسے عقائد نہیں رکھتی بلکہ مسلمان ہے تو مسلمان کا نکاح اُس سے ہو سکتا ہے اولاد صحیح النسب ہوگی اور ترکہ پدری کی مستحق واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

مسئلہ [۱۶۱] ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعان مروجہ کی اولاد حرامی ہے یا حلالی اگر حرامی ہے تو عند الشرع حرامی عورت کا نکاح سُنّی مرد سے ہو جائیگا یا نہیں اور اُس کی اولاد بطنی میں کچھ نقصان واقع ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ان میں مرد یا عورت جس کا عقیدہ کفریہ ہو اولاد حرامی ہے اذ لا نکاح لمن تدین بالکفر فلا اصلاً حتی مع مثله فی الارتداد کما نص علیه الائمة الامجاد ہاں اگر زن و شوہر دونوں عقائد کفریہ سے پاک ہیں تو اولاد حلالی ہے اور حرامی عورت رافضیہ کا نکاح سُنّی سے ہو سکتا ہے جبکہ وہ خود عقیدہ کفریہ نہ رکھتی ہو اس صورت میں اُس کی اولاد بطنی میں کوئی نقصان نہیں اور اگر وہ خود بھی اپنے ماں باپ کی مثل کوئی عقیدہ کفریہ رکھتی ہے تو خود بھی نطفۂ حرام ہے اور اُس کی اولاد بھی حرامی خواہ رافضی سے ہو یا سُنّی سے اور اُس سے کسی کا نکاح اصلاً ممکن نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ [۱۶۲]

ایک شخص کا حمل ایک عورت کو رہا اور بعد معلوم ہونے حمل کے وہ عورت چاہتی ہے کہ راز فاش نہ ہو تا بین حمل عقد درست ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

درست ہے اگرچہ غیر زانی سے ہو مگر وطی و دواعی اُسے روا نہیں جبتک وضع نہ ہو اور جو زانی سے نکاح کرے تو یہ بھی روا ہاں تا وقت وضع اصلاً نکاح ناروا اُسی صورت میں ہے کہ حمل زنا سے نہ ہو کما فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸ از بنی تال تحصیل کٹھلہ تعلقہ مجہولا موضع جمور مرسلہ سکندر شاہ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا ہنوز ہندہ اُس کے گھر میں موجود ہے کہ ہندہ کی دوسری بہن سے بھی زید نے نکاح کرلیا اور دونوں عورتیں اُس کے گھر میں موجود ہیں کسی کو طلاق نہیں دی ہے وہ دونوں بہنیں زید پر حلال ہیں یا حرام دونوں بہنیں ایک بطن سے ہیں اور باپ ہر ایک کا جدا گانہ تھا بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورہ میں زید کا اپنی سالی سے نکاح حرام قطعی ہوا قال اللہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین اُس پر فرض ہے کہ فوراً اُسے چھوڑ دے پھر اگر ابھی سالی کے ساتھ صحبت نہیں کی جب تو ہندہ اُس کے لیے حلال ہے اور اگر اُس سے صحبت کرلی تو اب اپنی منکوحہ ہندہ کے پاس بھی جانا حرام ہوگیا جبتک سالی کو چھوڑ کر اُسکی عدت نہ گزر جائے جب اسے چھوڑے گا اور اس کی عدت گزر جائے گی اُس وقت ہندہ کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا ہندیہ میں ہے ان تزوجھما فی عقدتین فنکاح الاخیرۃ فاسد ویجب علیہ ان یفارقھا ولو علم القاضی بذلک یفرق بینھما فان فارقھا قبل الدخول لا یثبت شیئ من الاحکام وان فارقھا بعد الدخول فلھا المھر ویجب الاقل من المسمی ومن مھر المثل وعلیھا العدۃ ویثبت النسب ویعتزل عن امرأتہ حتی تنقضی عدۃ اختھا کذا فی محیط السرخسی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۹ ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہوا اور مرد و عورت ہر دو حنفی مذہب کے ہیں تو عورت دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا کس قدر مدت تک انتظار کرے علمائے مذہب حنفیہ کے اسمیں کیا حکم دیتے ہیں بینوا توجروا

الجواب

اتنی مدت کہ مرد کی عمر سے ستر برس گزر جائیں یعنی اگر اب تک زندہ ہو تو ستر برس کا ہو مثلاً تیس سال کی عمر میں مفقود ہوا تو عورت چالیس برس انتظار کرے اور پچاس کی عمر میں تو بیس برس وعلی ہذا القیاس۔
اس مدت گزرنے پر قاضی اُس کی موت کا حکم کرے بعد حکم عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کرے فتح القدیر میں ہے عندی الاحسن سبعون لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین فکانت المنتھے غالبا جواہر اخلاطی میں ہے انہ احوط واقیس اُسی میں ہے وعلیہ الفتوی درمختار میں ہے فی واقعات المفتیین لقدادی افندی معزیا للقنیۃ انہ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ تنویر میں ہے بعدہ یحکم بموتہ فتعتد عرسہ للموت ردالمحتار میں ہے ای عدۃ الوفاۃ بہت سن رسیدہ مرد نوعمر عورتوں سے نکاح کرتے ہیں وہاں ایسی صورتیں واقع ہوتی ہیں کہ مرد ستر برس کا اور عورت جوان ہو مثلاً پچاس چھپن برس کی عمر میں پندرہ برس کی عورت سے نکاح کیا اور مفقود ہو گیا تو جب اُس کی عمر سے ستر برس گزریں گے عورت تیس پینتیس برس کی ہو گی اس عمر کی عورت بیشک نکاح کے قابل ہے اور نہ ہو تو حکم شرع کے لیے ہے نہ اپنی خواہش نفس کے لیے قرآن عظیم صاف فرما رہا ہے والمحصنٰت من النساء پھر اُس کے خلاف کی طرف راہ کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰ از کلکتہ امام باغ لین نمبر ۱۴ مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد چچا مرنے کے چچی سے نکاح درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو کون دلیل ہے بینوا توجروا۔

الجواب

درست ہے دلیل اُس کی قول اللہ عزوجل واحل لکم ما وراء ذلکم ہے کہ حرام عورتوں کو شمار فرما کر ارشاد ہوا ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ حرام عورتوں میں چچی کو نہ شمار فرمایا نہ شرع میں کہیں اُس کی تحریم آئی تو ضرور وہ حلال عورتوں میں ہیں واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ ۲۱ از آمود ضلع بھڑوچ گجرات کلاں مرسلہ سید غلام سرور ۲ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا نام مسمی عبداللہ ہے

اس کی ہمشیرہ کا نام مساۃ نورن تھا۔ مساۃ نورن کا نکاح مسمی ہدایت اللہ کے ساتھ ہوا مسمی ہدایت اللہ کے نطفہ و شکم مساۃ نورن سے دو فرزند پیدا ہوئے مساۃ نورن مرگئی بڑے فرزند کا بھی انتقال ہوگیا چھوٹا فرزند زندہ ہے مسمی عبداللہ مذکور کے دو دختر ہیں بعد مرنے اپنی بہن مساۃ نورن کے اپنی بڑی دختر کا نکاح ہدایت اللہ موصوف سے کردی دوسری دختر جو چھوٹی مسمی عبداللہ کی ہے ہدایت اللہ فرزند سے نکاح پڑھا دیا جاتا ہے اول تو ہدایت اللہ کا عبداللہ سالا ہوا اور فرزند کا ماموں ہوا عبداللہ کا ہدایت اللہ بہنوئی ہوا اور لڑکا ہدایت اللہ کا عبداللہ کا بھانجا ہوا جب عبداللہ کی دختر باپ کے نکاح میں آئی فرزند کی سوتیلی والدہ ہوئی سوتیلی ماں کی بہن حقیقی خالہ ہوئی اور ہدایت اللہ کا عبداللہ خسر ہوا فرزند کا عبداللہ نانا ہوا نکاح جائز ہے یا نہیں مع مُہر نام کتاب عبارت عربی ترجمہ اُردو خلاصہ تحریر فرمائیے اس کا اجر اللہ آپکو عطا کریگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فرزند ہدایت اللہ کا نکاح دختر عبداللہ سے جائز ہے عبداللہ اُس کا ماموں ہے نانا نہیں سوتیلی ماں کا باپ نہ اپنا نانا نہ سوتیلی ماں کی بہن اپنی خالہ سوتیلی ماں کی حقیقی ماں یا بہن یا بیٹی سب سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ اپنے باپ کی ساس یا سالی یا دختر زن ہے ردالمحتار میں ہے لاتحرم ام زوجۃ الاب ولا بنتھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲ ازالہ آباد محلہ دوندے پور مکان صوبیدار رضا صاحب مرحوم مرسلہ مولوی محمد عبید اللہ صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

بگرامی خدمت سامی منزلت جامع الکمالات العلمیۃ والعملیۃ حاوی الفنون الاصلیۃ والفرعیۃ مخدوم معظم مطاع مفخم نیاز کیشان جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت فیوضہم از نیازمند عبید اللہ سلام مسنون خضوع وخشوع مشحون دو قطعہ استفتا ابلاغ خدمت والا ہیں دو باتوں کے لیے بکمال ادب گزارش کرکے توجہ وجیہ کا امیدوار ہوں ایک یہ کہ یہ دونوں مسئلے معرکۃ الآرا ہو رہے ہیں فتوی بکمال تحقیق وتدقیق مبرہن ومدلل خوب بسط وتفصیل سے لکھے جائیں۔ دوم یہ کہ ان کی ضرورت اشد ہے دوسرے فتووں پر انھیں کو مقدم فرمایا جائے صورت سوال یہ ہے: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مساۃ ہندہ زوجہ اولیٰ کو اپنے گھر سے نکال دیا اور دوسری عورت سے نکاح کیا چند شخصوں نے سبب نکال دینے کا زید سے پوچھا زید نے کہا میں نے

اس کی ماں سے زنا کیا تھا اب معلوم ہوا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اس لیے اس کو نکال دیا بعدہ زوجہ ثانیہ کو طلاق دیکر زوجہ اولے ہندہ کو اپنے مکان میں لاکر رکھا اور اقرار زنا سے انکار کیا قاضی بلدہ کے سامنے شہادت اقرار زنا کی پیش ہوئی تو صورت مذکورہ میں اس شہادت اقرار زنا سے حرمت مصاہرت شرعًا ثابت ہوگی یا نہیں اور ہندہ زید پر حرام ہوگئی یا کیا ایک عالم صاحب نے فرمایا کہ اقرار زنا پر شہادت معتبر نہیں ہے اس شہادت سے زنا ثابت نہیں ہوتا تو حرمت مصاہرت کیسے ثابت ہوگی تحریر میں جلدی فرمائی جائے کہ اس مسئلہ میں بہت سے علما مختلف ہیں **سوال دوم** اگر اقرار یہ کیا ہو کہ میں نے اس کی ماں سے قبل اس کے نکاح کے زنا کیا تھا تو کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہہ صورت مستفسرہ میں حکم شرع میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی ہندہ زید پر حرام ابدی سمجھی جائے گی فان البینة کاسمھا مبینة جب شہادت شرعیہ سے زید کا اقرار بالزنا ثابت تو اس کے رد کی طرف کیا سبیل کہ ثابت بالشہادت بمنزلہ ثابت بمشاہدہ ہے اس گواہی سے ثبوت زنا نہ ہونا مطلقًا ابطال شہادت یا تکذیب شہود یا رد مشہود بہ کی بنا پر نہیں کہ اس سے نفس اقرار بھی ثابت نہ ہو ف۱ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر پھر علامہ زین مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں ان شہد رجلان او رجل وامرأتان علی اقرار المقذوف بالزنا یدرؤ عن القاذف الحد وعن الثلثة ای الرجل والمرأتین لان الثابت بالبینة کالثابت بالمعاینة فکانا سمعنا اقرارہ بالزنا ثابت ہوا کہ شہادت اقرار اگرچہ مثبت زنا ہونے کی اصلا صلاحیت نہ رکھے کہ اثبات زنا میں شہادت زنان و شہادت ف۲ دو مرد زنہار مسموع نہیں مگر مثبت اقرار بیشک ہے کہ اس کے لیے نصاب کامل ہے نیز بحر میں ہے ف۳ لو شہد رجلان انہ زنی وآخران انہ اقر بالزنا فانہ لایحد قال فی الظہیریة ولایحد الشہود ایضا وان شہد ثلثة بالزنا وشہد رابع علی الاقرار بالزنا فعلی الثلثة الحد اھ لان شہادة الواحد علی الاقرار لاتعتبر فبقی کلام الثلثة قذفا دیکھو شہادت واحد و شہادت رجلین میں تفرقہ فرمایا کہ اول باطل وبیکار اور ثانی معتبر و مثبت اقرار حالانکہ اثبات زنا سے دونوں برکنار بلکہ اس شہادت سے ثبوت زنا نہ ہونے کی اور دو وجہیں ہیں ۱ اولا وہ اقرار جو ان سے ثابت ہوا بیرون مجلس قضا تھا اور دار القضا سے باہر کا اقرار مثبت زنا نہیں ہوتا۔ ف۴ نقایہ علامہ شمس قہستانی میں ہے الاقرار لم یعتبر عند

غیر الامام حتی لو شہدوا بذلک لم یقبل ثانیاً مشہود علیہ اگر مقر ہے تو شہادت کی کیا حاجت فانہا انما تقام علی المنکر کما فی الدر وغیرہ ولا تجامع الاقرار الا فی بضع صور مذکورۃ فی الاشباہ لیست ہذہ منہا اور منکر ہے تو اقرار سابق سے رجوع کرچکا اور اقرار بالزنا بعد رجوع[ف۱] مثبت زنا نہیں رہتا تحفۃ الفقہاء و بدائع و تبیین الحقائق و معین الحکام و جامع الرموز و بحرالرائق و غنیۃ ذوی الاحکام و ردالمحتار وغیرہا میں ہے واللفظ للعلامۃ الشرنبلالی عن الامام ملک العلماء الکاشانی لو اقر بالزنا اربع مرات فی غیر مجلس القاضی وشہد الشہود علی اقرارہ لا تقبل شہادتہم لانہ ان کان مقرا فالشہادۃ لغو لان الحکم للاقرار لا للشہادۃ وان کان منکرا فالانکار منہ رجوع والرجوع عن الاقرار فی الحدود الخالصۃ حقا للہ تعالٰی صحیح علما کی یہ تعلیلیں جیسے کہ ثبوت زنا کی نفی فرماتی ہیں یونہی ثبوت اقرار کی تقریر فرما رہی ہیں تو ناچار ماننا پڑیگا کہ شہادت مذکورہ سے زید کا اقرار مزبور ثابت ہوگیا اب یہ دیکھنا رہا کہ اثبات مصاہرت کو خاص ثبوت زنا درکار ہے یا ثبوت اقرار ہی کافی بر تقدیر ثانی اُس اقرار پر اصرار بھی ضرور یا بعد اقرار رجوع نامسموع کلمات علما باعلٰی ندا منادی کہ یہاں ثبوت زنا کی اصلا حاجت نہیں مجرد اقرار وہ بھی ایک بار بس ہے یہاں تک کہ اگر ہزل و مزاح ہی میں کہہ دیا کہ اُس شخص نے اپنی ساس کے ساتھ جماع کیا حرمت مصاہرت ثابت کردینگے پھر ہزار بار کہا کرے میں نے جھوٹ کہا تھا ہرگز نہ سنیں گے محیط وہندیہ وخلاصہ وبحرالرائق وجامع الرموز ومجموعۃ النقروی ودرمختار وغیرہا معتمدات الاسفار میں ہے والنظم للدر فی الخلاصۃ قیل لہ[ف۲] ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتہا تثبت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو ہازلا اھ خلاصہ و بحر و النقروی وغیرہا میں ہے والاصرار لیس بشرط فی الاقرار بحرمۃ المصاہرۃ یونہی اگر عورت سے بشرط دوشیزگی نکاح کیا وقت ارادۂ جماع نادختر پایا عورت نے کہا تیرے باپ نے ازالہ کیا اس نے تصدیق کردی حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی ظہیریہ وہندیہ وشمنی و درمختار وغیرہ میں ہے واللفظ للدر تزوج[ف۳] بکرا فوجدہا ثیبا (ولفظ الاولین تزوج امرأۃ علی انہا عذراء فلما اراد وقاعہا وجدہا افتضت) وقالت ابوک افتضنی ان صدقہا بانت بلا مہر والا لا شمنی ظاہر ہے کہ ان صورتوں سے ثبوت زنا محض ناممکن اخیرہ میں تو عورت کا بیان اور اس کی تصدیق کیا بکار آمد ہوسکتی ہے جہاں چار مردوں سے کم کی شہادت مردود ہو اولے میں ایک بار اقرار وہ بھی بیرون دارالقضاء وہ ہزل و مزاح کے موقع پر کیا قابلیت اثبات زنا رکھتا ہے بااینہمہ مجرد اقرار

وتصدیق پر حرمت مصاہرت کا حکم ہوگیا اور بعد اقرار انکار بیکار رہا اسی قدر تقریر بایضاح مقام وازاحت اوہام کو بس ہے بلکہ غور کیجیے تو فرع اول صورت مستفسرہ کا خاص نص ہے کہ جب اُس کے صرف اس قول کو مثبت حرمت مانتے اور رجوع وانکار کو نامسموع جانتے ہیں اور پر ظاہر کہ یہ اثبات اثبات فی القضا ہی ہے کما اشرنا الیہ وفی رد المحتار وغیرہ نصوا علیہ اور عند القاضی بعد انکار طریقہ اثبات وہی بینہ تو صاف ثابت ہوا کہ شوہر اگر بعد اقرار بالزنا انکار کرجائے اور بینہ عادلہ سے اُس کا اقرار ثابت ہو قاضی فوراً حکم حرمت کردیگا وہو المقصود۔ انھیں بیانوں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ زنا بمادر زن پیش از نکاح زن اور اس کا عکس دونوں کا اقرار اس حکم حرمت میں یکساں کہ حرمت ابدیہ دونوں طرح حاصل اگرچہ ایک صورت میں سابقہ ہو دوسری میں طاریہ تو ہر طرح یہ اقرار اقرار بالمحرم ہے والرجل مواخذ باقرارہ۔ ہاں اتنا تفاوت ہوگا کہ اقرار زنا قبل النکاح میں شوہر حق زن میں اس دعوے اسناد الی ماقبل النکاح میں مصدق نہوگا کہ بر تقدیر عدم دخول ابطال مہر یا بحالت دخول افساد تسمیہ مہر داُس کے کہنے سے مان لیں صرف اپنے حق یعنی بطلان حل وفساد عصمت واخذ بالمتارکہ میں مصدق ہوگا لہذا حرمت غیر مستندہ ثابت کرکے نصف مسمی یا کل علی التقدیرین لازم کردینگے بحرالرائق ورد المحتار میں ہے (ف ۱) اذا اقر بجماع امہا قبل التزوج لا یصدق فی حقہا فیجب کمال المہر المسمی ان کان بعد الدخول ونصفہ ان کان قبلہ کما فی التجنیس اور یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اقرار واحد من جہۃ مقبول اور من جہۃ مردود ہو اقرار حجت قاصرہ ہے ہمیشہ اُس کی یہی شان ہوتی ہے کہ جہاں تک مقر پر اُس کا ضرر ہے ماخوذ اور جتنا دوسرے پر الزام ہے منبوذ ولہذا اگر کسی کی کنیز سے نکاح کیا اُس نے پیش از دخول اس کے پسر کا بوسہ لیا شوہر کہتا ہے بوسہ بشہوت تھا حرمت ثابت ہوگئی مگر حق اسقاط مہر میں مسموع نہوگا نصف مہر دینا آئیگا جبکہ مولے شہوت کنیز وقصد افساد کو نہ مانتا ہو ہندیہ میں ہے (ف ۲) تزوج بامۃ رجل ثم ان الامۃ قبلت ابن زوجہا قبل الدخول بہا فادعی الزوج انہا قبلتہ بشہوۃ وکذب بہ المولی فانہا تبین من زوجہا لاقرار الزوج انہا قبلت بشہوۃ ویلزمہ نصف المہر ہکذا ییب المولی ایاہ انہا قبلتہ بشہوۃ کلا یقبل قول الامۃ فی ذلک لو قالت قبلتہ بشہوۃ کذا فی المحیط اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے مرنے پر سالی سے نکاح کیا اور پہلی عورت سے ایک دختر بھی اب یہ شخص مرگیا اور سالی منکوحہ بے اولاد نے دوسرے

سے نکاح کیا اور مرگئی اب وہ جو دختر اُس شخص کی ہے جس نے اپنی سالی سے نکاح کیا تھا اور مرگیا تھا سالی کے دوسرے شوہر کو جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴ ہندہ نے زینب کا دودھ پیا ہندہ کے بیٹے کو زینب کی دختر جائز ہی یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے دھوکے میں سہو سے اپنی ہمشیرہ یا خوشدامن کا ہاتھ ازروئے شہوت کے پکڑا اس کے نکاح میں کچھ خلل ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ہمشیرہ کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح میں کچھ خلل نہ آیا اور خوشدامن کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح فاسد ہوگیا اگر اُس سے شہوت پیدا ہوئی یا پہلے سے تھی تو زائد ہوگئی اور انزال نہ ہوا عورت ہمیشہ کو اس پر حرام ہوگئی واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ایسی صورت میں کہ زید نے اپنی دختر زینب کا بکر کے ساتھ نکاح کیا اور من بعد قبل رخصت بکر کو بلاتحقیق زبانی باتوں پر نامرد ٹھہرا کر بے طلاق دلوائے بحالت حیات بکر کے زینب کا نکاح خالد کے ساتھ کردیا اور اس سے اولاد پیدا ہوئی پس ایسی صورت میں یہ نکاح ثانی بصورت جائز ہوا یا ناجائز بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں قطع نظر اس سے کہ تفریق بوجہ عنت کے لیے جو امور شرعاً درکار ہیں اُن میں سے یہاں ایک بھی نہ پایا گیا راساً بکر کا ایسا عنین ہونا ہی ثابت نہیں جس کی بناء پر زینب کو اختیار مخاصمہ ومطالبہ تفریق حاصل ہو اس لیے کہ ممکن تھا کہ وہ بالخصوص اس عورت سے نزدیکی پر قادر ہوتا جس صورت میں کہ زینب کی رخصت ہی نہ ہونے پائی اُس کے حق میں بکر کا نامرد ہونا کیسے ثابت ہوا فی العلمگیریۃ ان

کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض وذلک بمرض بہ اولضعف فی خلقتہ اولکبر سنہ اوسحر فھو عنین فی حق من لایصل الیھا کذا فی النھایۃ پس بلاشبہہ نکاح ثانی زینب کا محض ناجائز و باطل ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ [۲۷] از اٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری اٹاوہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیلےٰ وسلمےٰ دو رضاعی بہنیں ہیں لیلے سے زید نے نکاح کیا اب سلمے سے اُس کے پسر عمرو بن جمیلہ کا نکاح ہوسکتا ہے یا وہ عمرو کی سوتیلی خالہ یعنی سوتیلی ماں کی رضاعی بہن سمجھکر حرام مانی جائیگی بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں عمرو وسلمے کا نکاح جائز ہے کہ باپ کی سالی جبکہ اپنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سگی یا سوتیلی یا مادری یا رضاعی بہن نہو حلال ہے خواہ نسبی ہو خواہ رضاعی قال اللہ تعالٰی واحل لکم ماوراء ذلکم سوتیلی خالہ کہ حرام ہے اُس کے معنے حقیقی یا رضاعی ماں کی سوتیلی بہن نہ کہ سوتیلی ماں کی حقیقی یا رضاعی بہن واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ [۲۸]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے نکاح میں ایک عورت حرہ تھی دوسرا نکاح اُس نے ایک کنیز سے کیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور کنیز کا مہر اس کے ذمہ کسقدر لازم ہوگا اُس کنیز سے اُس کے اولاد بھی ہوئی اب زید نے انتقال کیا تو کنیز اور اُس کی اولاد ترکہ پاوینگے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زن حرہ پر لونڈی سے نکاح کرنا فاسد ہے فی الدر المختار [ف۱] وصح نکاح حرۃ علی امۃ ولا یصح عکسہ انتھی ملخصا اور زن منکوحہ بنکاح فاسد مستحق ارث نہیں وفی الدر المختار من باب نکاح الکافر واجمعوا انھم لایتوارثون لان الارث انما ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیہ [ف۲] ابن ملک وفیہ من کتاب الفرائض ویستحق الارث باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا اھ ہاں اگر وطی واقع ہوگئی تو مہر مسمی و مہر مثل سے جو کم ہوگا لازم آئیگا مثلاً اگر عقد پانسو روپے مہر بندھا ہے اور مہر مثل سو روپے ہے تو مہر مثل اور درصورت عکس مہر مسمی یعنی جو

عقد میں بندھا ہے واجب الادا ہوگا اور جو عقد میں کچھ نہ بندھا یا جو بندھا معلوم نہیں ہوسکتا تو مہر مثل جسقدر ہو قرار پائیگا فی الخلاصۃ الواجب^{ف۱} فی النکاح الفاسد الاقل من المسمی ومن مہر المثل ان کان ھناک تسمیۃ فی الدر المختار ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطی لابغیرہ ولم یزد مہر المثل علی المسمی ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل ولو لم یسم او جھل لزم بالغا ما بلغ الخ ملتقطا مع التلخیص اور اولاد کہ نکاح فاسد میں وقت وطی سے چھ مہینے بعد پیدا ہوئی بالاجماع ثابت النسب و مستحق الارث ہے فی الدر المختار ویثبت^{ف۲} النسب احتیاطا بلا دعوۃ وتعتبر مدتہ وھی ستۃ اشھر من الوطی والا لا یثبت وھذا قول محمد وبہ یفتی وقالا ابتداء المدۃ من وقت العقد کالصحیح ورجحہ فی النھر بانہ احوط واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۹

چہ میفرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ ہندہ زوجہ بکر کسی تقریب خانگی میں بہت سی مستورات کے ہمراہ ایک مقام پر جہاں دروازہ پر پردہ لگا تھا موجود تھی اور اُس جلسہ میں زوجہ زید بھی تھی زوجہ بکر دوپٹہ یا چادر زوجہ زید کا اتفاق سے اوڑھے تھی وقت شب تھا روشنی کافی جیسا کہ تقریبات میں قاعدہ ہے موجود تھی دریں اثنا زید وہاں آیا اور ہندہ زوجہ بکر مذکورہ بالا اپنا مونھ جو کھُلا تھا باہر پردہ کے لائی کہ زید مذکور نے اُس کا بوسہ رخسارہ پر لیا ہندہ نے و دیگر عورات نے اُس کا مواخذہ زید سے کیا اُس وقت زید نے روبرو جملہ اور پانچ سات ذکور عادل کے یہ عذر کیا کہ میں نے اپنی زوجہ کے دھوکے میں بوسہ لیا تھا بوجہ اس کے کہ زوجہ بکر یعنی ہندہ مذکورہ میری زوجہ کا چادر اوڑھے تھی اس دھوکہ اور شبہہ سے بوسہ لیا ہرگز دانستہ یہ فعل نہیں کیا پس اب ہندہ مذکورہ کے لڑکے کا نکاح زید کے ساتھ ازروئے شرع شریف کے درست ہے یا نادرست اس امر پر حکم فرما کر دستخط خاص سے جواب تحریر فرمایا جائے عنداللہ ماجور ہونگے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر ثابت ہے کہ زید نے زوجہ بکر کا بوسہ بنظر شہوت لیا تو اُس عورت کی سب اولاد ہمیشہ کے لیے زید پر حرام ہوگئی کسی طرح اُس کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر نادانستہ نکاح کرلیا ہے تو فریقین پر واجب ہے کہ اُسے فسخ کردیں ورنہ سخت گنہگار ہونگے اور اگر شوہر فسخ پر راضی نہو تو عورت

بذات خود فسخ کرسکتی ہے کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ بلکہ امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدس اللہ سرہ العزیز نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں تصریح فرمائی ہے کہ جس طرح بہو کا بوسہ لینا خواہی نخواہی بنظر شہوت قرار پائیگا یہاں تک کہ اگر وہ شخص ادعا کرے کہ یہ فعل مجھ سے بنظر شہوت نہوا تو ہرگز قبول نہ کرینگے اور حکم حرمت ابدی دینگے یہی حال بوسہ رخسار کا ہونا چاہیے کہ یہ بھی بشہوت ہی ٹھہریگا اور بوسہ لینے والے کا انکار مسموع نہوگا درمختار میں ہے وفی الفتح یترا ای الحاق الخدین بالفم اس طور پر صورت مستفسرہ میں مطلقاً حکم حرمت ہے اور اگر زید انکار شہوت کرے مسموع نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۳۰ از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ نواب پورہ مرسلہ نیاز اللہ خاں ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک اور پھر اُسی کی زندگی میں اُس کی بیٹی سے بھی حرام کیا یہاں تک کہ دس برس تک اُسے گھر میں ڈالکر پردہ میں رکھکر حرام کرتا رہا اب زنا سے توبہ کرکے نکاح میں لانا چاہتا ہے آیا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

کسی وقت کسی حال اُس سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ ماں کے ساتھ حلال خواہ حرام کسی طرح صحبت کرنے بلکہ صرف بشہوت ہاتھ لگانے یا بوسہ لینے سے بیٹی ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے اور بیٹی کے ساتھ ان معاملات سے ماں درمختار میں ہے حرم ایضا بالصہریۃ اصل مزنیتہ اراد بالزنا الوطء الحرام واصل ممسوستہ بشہوۃ والمنظور الی فرجہا الداخل وفروعہن اھ ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۳۱ از ٹانڈہ نگر یا مرسلہ نیاز محمد خاں ۱۲ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مندرجہ ذیل میں۔ مسئلہ۱۔ اُستاد کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں مسئلہ۲ شاگرد دانات سے اُستاد کا نکاح جائز ہے یا نہیں مسئلہ۳ بھتیجے کا نکاح چچا کی بی بی سے درحالیکہ محارم سے نہو جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ان سب سے نکاح جائز ہے جبکہ محارم سے نہوں قال اللہ تعالٰے واحل لکم ماوراء ذلکم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۳۲ از اٹاوہ مکان قاضی مظفر علی صاحب ڈگری نویس منصفی مرسلہ شیخ دیدار بخش صاحب ۲۳ صفر ۱۳۱۴ھ

ہندہ کا نکاح نو برس کی عمر میں ہوا تھا اُس کا شوہر جو بالغ تھا تین ماہ بعد نکاح کے نینی تال کو چلا گیا وہاں اُس نے

اپنا نکاح کیا اور زوجہ ثانیہ سے اولاد ہوئی ہندہ شوہر سے نان و نفقہ کی طالب ہوئی اُس نے کچھ التفات نہ کی تب خواہاں طلاق ہوئی طلاق بھی نہ دی ایک عرصہ کے بعد زوجہ ثانیہ اور اولاد کو بھی چھوڑ کر کہیں چلا گیا پانچ چار سال سے مفقود الخبر ہے ہندہ اب اپنا دوسرا نکاح کیا چاہتی ہے اس معاملہ میں بنظر حالات جو مسئلہ شرعی ہو مطلع فرمائیے اب عمر ہندہ پچیس سال کی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ہرگز یوں نکاح نہیں کرسکتی قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء اُس پر لازم کہ صبر و انتظار کرے یہاں تک کہ اُس کے شوہر کی ولادت کو ستر برس گزر جائیں اُس کے بعد اُس کی موت کا حکم کیا جائے فی جواہر الاخلاطی یحکم بموتہ بعد سبعین سنۃ وعلیہ الفتوی ادعائے ضرورت و عذر جوانی حرام کو حلال نہیں کرسکتا بہت کم سن لڑکیاں کہ بیوہ ہوجاتی ہیں باتباع رسم ہنود عمر بھر نام نکاح نہیں لیتیں اُس وقت ضرورت و جوانی کدھر جاتی ہے ہزاروں وہ ہیں جن کے شوہر زندہ موجود ہیں مگر اُن کی طرف سے قطعاً برگشتہ و روگرداں وہ اپنی عمر کیونکر کاٹتی ہیں یہ جو بعض کا زعم ہے کہ چار سال گزرنے پر عورت کو نکاح ثانی کا اختیار امام مالک کے مذہب میں حاصل ہوجاتا ہے محض جہل اور امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب سے ناواقفی ہے اُن کا مذہب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے حضور مستغیثہ ہو وہ بعد ثبوت مفقود روز مرافعہ سے چار سال کی مہلت دے اس کے گزرنے پر قاضی تفریق کرے اب عورت عدت کرکے نکاح کرسکتی ہے پیش از حکم قاضی شرع اگر بیس برس گزر گئے تو وہ معتبر نہیں صرح بہ علماء المالکیۃ فی کتبھم اس مسئلہ کی تفصیل جلیل فتاوائے فقیر کتاب المفقود میں ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳: از پٹنہ لودی کٹرہ مرسلہ مولانا مولوی عبدالوحید غلام صدیق صاحب بہاری ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ

حضرت مولانا اعزکم اللہ فی الدارین تسلیم ایک شیعہ عورت سے سُنّی نے نکاح کیا آیا درست ہوگا یا کیا جلد فتوے مرتب فرما کر روانہ کیجیے ضرورت شدیدہ ہے میری خاص رائے عدم جواز مناکحت پر ہے منکرین ضروریات دین کافر ہیں اور کفر کے سبب نکاح مسلمان سے کب درست ہے۔ والسلام

الجواب

فرقے شیعہ تین قسم ہیں اول غالی کہ منکر ضروریات دین ہوں مثلاً قرآن مجید کو ناقص بتائیں بیاض عثمانی کہیں یا

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالے وجہہ خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم خواہ کسی ایک نبی سے افضل جانیں یا رب العزۃ جل وعلا پر بدی یعنی حکم دیکر پشیمان ہونا پچتا کر بدل دینا یا پہلے مصلحت کا علم نہ ہونا بعد کو مطلع ہوکر تبدیل کرنا مانیں یا حضور پر نور سید المرسلین صلے اللہ تعالے علیہ وعلیہم وسلم پر تبلیغ دین متین میں تقیہ کی تہمت رکھیں الی غیر ذلک من الکفریات یہ لوگ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر مطلق ہیں اور ان کے احکام مثل مرتد فتاوے ظہیریہ وفتاوے ہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے احکامھم احکام المرتدین آجکل کے اکثر بلکہ تمام رفاض تبرائی اسی قسم کے ہیں کہ دو عقیدہ کفریہ سابقہ میں اُن کے عالم جاہل مرد عورت سب شریک ہیں الا من شاء اللہ جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو مرتدہ ہے کہ اُس کا نکاح نہ کسی مسلم سے ہوسکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اُس کے ہم مذہب سے۔ جس سے نکاح ہوگا زنائے محض ہوگا اور اولاد ولد الزنا۔ دوم تبرائی کہ عقائد کفریہ اجماعیہ سے اجتناب اور صرف سب صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم کا ارتکاب کرتا ہو ان میں سے منکران خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور انہیں برا کہنے والے فقہائے کرام کے نزدیک کافر و مرتد ہیں نص علیہ فی الخلاصۃ والھندیۃ وغیرھما مگر مسلک محقق قول متکلمین ہے کہ یہ بدعتی ناری جہنمی کلاب النار ہیں مگر کافر نہیں ایسی عورت سے نکاح اگرچہ صحیح ہے مگر سخت کراہت شدیدہ سے مکروہ ہے لما فی الحدیث عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تناکحوھم صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے ناقہ کو لعنت کی حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اُسے چھڑوا دیا کہ ملعونہ ناقہ پر ہمارے ساتھ نہ رہ پھر کسی نے اُس ناقہ کو نہ چھوا حالانکہ ناقہ فی نفسہا مستحق لعنت نہیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالے عنہما پر لعنت کرنے والے بلاشبہہ لعنت الٰہی کے مورد ہیں اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون احادیث صحیحہ کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں تو ایک ملعونہ سے محبت رکھنا کیونکر شرع مطہر کو گوارا ہوگا واللہ الہادی سوم تفضیلی کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خیر سے یاد کرتا ہو خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالے علیہم کی امامت برحق جانتا ہو صرف امیر المومنین مولیٰ علی کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالے عنہم سے افضل مانتا ہو انہیں کفر سے کچھ علاقہ نہیں بد مذہب ضرور ہیں ایسی عورت سے بالاتفاق نکاح جائز ہے ہاں کراہت سے خالی نہیں کہ بدمذہب ہے اگرچہ ہلکے درجہ کی بدعت ہے خصوصاً اگر اُس کی محبت میں اپنے مذہب پر اثر پڑنے کا احتمال ہو تو کراہت شدید ہوجائے گی اور ظن غالب تو اشد بالغ بدرجہ تحریم۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴: از احمد آباد گجرات دکن محلہ کالوپور متصل پون گلیاں مرسلہ مولوی عبدالکریم صاحب ولد عبدالغنی صاحب ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا ابھی وہ عورت زندہ سلامت اس مرد کے نکاح میں موجود ہے اب وہی مرد اس عورت کے بھائی کی نواسی سے نکاح کرنا چاہتا ہے آیا یہ جمع کرنا درمیان عورت اور اس کی بھتیجی کی بیٹی کے حلال ہے یا حرام بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا۔

الجواب

حرام ہے اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو دو عورتیں آپس میں محرم ہوں یعنی ان میں سے جس کو مرد فرض کیا جائے دوسری اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں یہاں ایسا ہی ہے کہ اگر منکوحہ اولٰی کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ دوسری اس کے بھتیجے کی بیٹی اور جس طرح بھتیجی حرام ہے یوہیں بھتیجے کی بیٹی اور اگر اس دوسری کو مرد فرض کرلے ہیں تو وہ پہلی اس کی ماں کی پھپھی ہے اور جس طرح اپنی پھپھی حرام ہے یوہیں ماں کی بحرالرائق میں ہے الاصل ان کل امرأتین لو کانت احدٰھما ذکرا والاخری انثی لم یجز للذکر ان یتزوج الانثی فانہ یحرم الجمع بینھما بالقیاس علی حرمۃ الجمع بینھما بالقیاس علی حرمۃ الجمع بین الاختین نقایہ اور اس کی شرح جامع الرموز میں ہے وحرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفروع اصلہ القریب من الاخوات لاب وام اولاحدھما وبناتھن وبنات الاخوۃ وان بعدت وصلبیۃ اصلہ البعید من عماتہ وخالاتہ لاب وام اولاحدھما وعماتھما او عمات احدھما وان علت وخالاتھما اوخالات احدھما وان علت واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵: از ضلع صاحب گنج گیا موضع کھراڈ الخانہ مخدوم پور مرسلہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے دو بیٹے حسن وحسین پیدا ہوئے بعد وفات ہندہ کے زید نے حفصہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے چند اولاد پیدا ہوئی اور حفصہ نے اپنی بیٹی زبیدہ کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دودھ پلایا پس اس صورت میں بکر کا نکاح حسن کی بیٹی زاہدہ سے موافق شرع محمدی ہوسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ زبیدہ دختر زید ہے اور یہ شیر حفصہ کہ بکر نے پیا زید ہی سے تھا اگر صورت

واقعہ یہی ہے تو بکر و زاہدہ میں نکاح حرام محض ہے کہ اس تقدیر پر بکر اپنے دادا زید کا بیٹا ہوا اور اُس کا بیٹا حسن اس کا سوتیلا بھائی اور حسن کی بیٹی زاہدہ بکر کی سوتیلی بھتیجی اور بھتیجی اگرچہ سوتیلی ہو چچا پر حرام قطعی ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں یحرم من الرضاعۃ مایحرم من الولادۃ رواہ الجماعۃ الا ابن ماجۃ عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا عالمگیری میں ہے یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولہما وفروعہما من النسب والرضاع جمیعا حتی ان المرضعۃ لو ولدت من ھذا الرجل او غیرہ قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت رضیعا او ولد الرجل من غیر ھذہ المرأۃ قبل ھذا الارضاع او بعدہ او ارضعت امرأۃ من لبنہ رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہم واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ کذا فی التھذیب تفسیر نیشاپوری میں ہے بنات الاخوۃ من الرضاعۃ کل انثی ولدھا ابن الفحل الذی منہ اللبن اھ ملخصا ہاں اگر حفصہ کے یہ دودھ زید سے نہ ہوتا تو بکر کی یہ رضاعت زاہدہ کو اُس پر حرام نہ کرتی لان الحسن وبکرا لم یشترکا فی ام ولا اب فلم یکن الحسن الا عمہ و بنت العم تحل ما لم یوجد ما یمنع الحل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶ از شہر کہنہ مسئولہ امیر حیدر صاحب ۹ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ متعہ کی حرمت کس آیت وحدیث سے اہلسنت کے یہاں ثابت ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے والذین ھم لفروجھم حفظون ۝ الا علی ازواجھم او ماملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۝ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون ۝ وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے ہوئے ہیں مگر اپنی بی بیوں یا اپنی شرعی کنیزوں پر کہ اُن پر کچھ ملامت نہیں تو جو اس کے سوا کوئی اور راہ طلب کرے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے ظاہر ہے کہ زن ممتوعہ نہ اس کی بی بی ہے نہ کنیز شرعی تو یہ وہی تیسری راہ ہے جو خدا کی باندھی ہوئی حد سے جدا اور حرام وگناہ ہے رب تبارک وتعالٰے مردوں سے فرماتا ہے محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان نکاح کرو بی بی بنا کر قید میں رکھنے کو نہ پانی گرانے اور نہ آشنا بنانے کو۔ عورتوں سے فرماتا ہے محصنٰت غیر مسافحٰت ولا متخذٰت اخدان قید میں آنیاں نہ مستی نکالتیاں نہ یار بناتیاں۔ ظاہر ہے کہ متعہ بھی مستی نکالنے پانی گرانے کا

ہے نہ قید میں رکھنے بی بی بنانے کا۔ صحیح مسلم شریف میں حدیث حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یا ایھا[ف۱] الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ عزوجل قد حرم ذلک الی یوم القیمۃ اے لوگو میں نے پہلے تمھیں اجازت دی تھی عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اور اب بیشک اللہ عزوجل نے اسے حرام فرما دیا قیامت تک۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن لحوم[ف۲] الحمر الانسیۃ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور گدھے کا گوشت حرام فرما دیا۔ جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے قال انما کانت المتعۃ فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیست له معرفۃ فیتزوج المرأۃ بقدر ما یری انه یقیم فتحفظ له متاعه وتصلح له شانه حتی اذا نزلت الآیۃ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم قال ابن عباس فکل فرج سواھما فھو حرام متعہ ابتدائے اسلام میں تھا مرد کسی شہر میں جاتا جہاں کسی سے جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت سے اُتنے دنوں کے لیے عقد کر لیتا جتنے روز اُس کے خیال میں وہاں ٹھہرنا ہوتا وہ عورت اُس کے اسباب کی حفاظت اُس کے کاموں کی درستی کرتی جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ سب سے اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھو سوا اپنی بیبیوں اور کنیزوں کے اُس دن سے ان دو کے سوا جو فرج ہے وہ حرام ہوگئی۔ حازمی کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی غزوہ تبوک میں ہم نے کچھ عورتوں سے متعہ کیا فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنظر الیھن وقال من ھؤلاء النسوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے انھیں دیکھا فرمایا یہ عورتیں کون ہیں فقلنا یا رسول اللہ نسوۃ تمتعنا منھن ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ان سے ہم نے متعہ کیا ہے قال فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ وتمعر وجھه وقام فینا خطیبا فحمد اللہ واثنی علیه ثم نھی عن المتعۃ یہ سُن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غضب فرمایا یہاں تک کہ دونوں رخسارہ مبارک سُرخ ہوگئے اور چہرہ انور کا رنگ بدل گیا خطبہ فرمایا اللہ تعالٰی کی حمد وثنا کی پھر متعہ کا حرام ہونا بیان فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷: از ملک بنگالہ شہر چاٹگام کاکس بازار مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب ۲۳ رمضان مبارک ۱۳۱۵ھ

چہ میفرمایند علمائے دین اندریں کہ نکاح کردن زوجہ برادر حقیقی صغیر خود جائز ست یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ست بالاتفاق بعد افتراق بموت یا طلاق برادر اصغر باشد یا اکبر قال اللہ عزوجل واحل لکم ماوراء ذلکم واللہ تعالٰی اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۸: از بہار محلہ محلی مرسلہ سید محمد عبدالسبحان صاحب حنفی ۲ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

دیار دوم از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ امیر آباد موضع بیر کاندب مرسلہ محمد زین العابدین صاحب ۲۵ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

حضرت اقدس قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم آداب وتسلیم عرض ہے ایک بات کا جھگڑا بہار شریف میں حضرات حنفیہ سلمہم اللہ ووہابیہ خذلہم اللہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے اس کا جواب جلد تر روانہ فرمائیے۔ زید نے اپنی ساس سے زنا کیا اور اس کی بی بی کو اس کا علم تھا تو اب زید پر وہ بی بی حرام ہوئی یا نہیں اور اگر حرام ہوئی تو ضرورت طلاق دینے کی ہے یا نہیں دوسرے وہ بی بی باوجود علم کے اپنے شوہر زید کے ساتھ رہی اور زید بھی وطی حسب دستور کرتا رہا اور بی بی سے اولاد بھی ہوئی تو وہ اولاد بعد فوت زید یا بی بی زید کے ترکہ کی مستحق ہیں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق من الطین بشرا وجعل لہ نسبا وصہرا وافضل الصلوۃ والسلام علی سید کان ختام آلہ الکرام وصحبہ العظام علی الدوام زوجہ زید اس پر حرام ہوگئی اگرچہ اسے اس واقعہ شنیعہ کا علم بھی نہ ہوتا **اقول** وباللہ التوفیق اس کی دلیل جلیل قول مولٰی عزوجل وتبارک وتعالٰی ہے وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم تم پر حرام کی گئیں تمہاری گود کی پالیاں ان عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اس آیہ کریمہ میں زن مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی اور جس طرح وصف التی فی حجورکم یعنی اس کی گود میں پلنا بالاجماع شرط حرمت نہیں مثلاً زید کسی پچیس سال کی عمر والی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پہلے شوہر سے اس کی ایک بیٹی چاردہ سالہ ہو جسے گود میں پالنا درکنار زید نے آج سے پہلے کبھی دیکھا بھی

ہو تو کیا زید کو حلال ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی سے بھی نکاح کرلے اور مادر و دختر دونوں کو تصرف میں لائے لا الٰہ الا اللہ یہ ہرگز شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں اسی طرح وصف نسائکم یعنی اُن مدخولات کا زوجہ و منکوحہ ہونا بھی بالاتفاق شرط نہیں کیا لیلیٰ وسلمیٰ ماں بیٹی دونوں جس کی کنیز شرعی ہوں اُسے حلال ہے کہ دونوں سے جماع کیا کرے مادر و دختر دونوں ایک کے پلنگ پر عیاذاً باللہ یہ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس درجہ بعید ہے حالانکہ ہرگز کنیزیں نسائکم میں داخل نہ اُن کی بیٹیوں پر ربائبکم صادق غالباً ان حراموں کو حلال بتاتے ہوئے غیر مقلد صاحب بھی شرم کریں تو ثابت ہوا کہ نکاح جس طرح بحکم تتمۂ آیت فان لم تکونوا دخلتم بھن تحریم دختر کے لیے کافی نہیں یوہیں شرط ضروری بھی نہیں یعنی نہ وہ علت ہے نہ جزء علت اب آیۂ کریمہ میں نہ رہا مگر التی دخلتم بھن یعنی اُن عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی۔ معلوم ہوا صرف اسی قدر علت تحریم ہے اور یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی لاجرم بحکم آیت اُس کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی نظیر اس کی اسی بیان محرمات میں قولہ عزشانہ وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم ہے حرام کی گئیں تم پر تمہارے اُن بیٹوں کی جوروئیں جو تمہاری پشت سے ہیں کہ جس طرح الذین من اصلابکم یعنی بیٹے کا اس کی پشت سے ہونا اخراج متبنیٰ کے لیے ہے نہ اخراج نبیرہ وبنسہ کے واسطے یوہیں وصف حلائل یعنی بیٹے کی جورو ہونا بھی ملحوظ نہیں بیٹے کی کنیز مدخولہ بھی ضرور حرام ہے اور وہ لفظ حلیلہ میں داخل نہیں اور اگر اشتقاقی معنی لیجیے یعنی جو بیٹے پر حلال ہے تو اب عموم تحریم صحیح نہ رہیگا کہ بیٹے کی کنیز مطلقاً حرام نہیں جب تک مدخولہ نہ ہو یہی حال وامھات نسائکم کا ہے کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری عورتوں کی مائیں یہاں بھی وصف زوجیت قید نہیں کہ کنیز مدخولہ کی ماں بھی بدلیل مذکور بالاتفاق حرام بعینہ اسی دلیل سے ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء میں اگر نکاح بمعنی عقد لیجیے تو عقد غیر قید اور بمعنی وطی لیجیے تو وہ ہمارا عین مذہب بالجملہ ان سب مواضع میں مطمح نظر صرف مدخولہ ہونا ہے اگرچہ بلا نکاح وبس اب دخلتم بھن میں مولیٰ عزوجل نے دخول حلال وحرام کی کوئی قید ذکر نہ فرمائی اور اُس کے اطلاق میں دونوں داخل تو جو مدعی تخصیص ہو دلیل پیش کرے اور دلیل کہاں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر قائم کیا جس نے اپنی منکوحہ سے صرف حالت حیض یا نفاس یا صوم یا اعتکاف یا احرام میں صحبت کی اُس کی بیٹی اس پر حرام نہ ہوئی قطعاً اجماعاً حرام ہوئی حالانکہ

۱۲.

یہ دخول حرام تھا بلکہ علمائے کرام نے بہت وہ صورتیں ذکر فرمائیں جن میں دخول تو دخول عورت ہی کو اس کے لیے حلال نہیں کہہ سکتے اور اُس سے وطی بالاتفاق موجب تحریم دختر موطوءہ ہوجاتی ہے مثلاً ایک کنیز دو مولی میں مشترک ہے اُن میں سے جو اس سے مقاربت کرے گا دختِ کنیز اُس پر حرام ہوجائے گی یوہیں اپنے پسر کی کنیز یا اپنی کنیز کافرہ غیر کتابیہ یا اپنی اُس عورت سے مجامعت جس سے ظہار کیا اور کفارہ نہ دیا یہ سب بالاتفاق ان عورتوں کی بنات کو حرام کردیتی ہیں حالانکہ یہ عورات سرے سے خود ہی حلال نہ تھیں ۲ **اقول** ان مسائل سے مسئلہ زن مظاہرہ تو استنادِ بالاتفاق کا بھی محتاج نہیں کہ اُس پر خود قرآن عظیم دلیل شافی ظہار بنص قرآن مزیل نکاح نہیں تو زن مظاہر بلاشبہہ نسائکم میں داخل اور بعد وطی دخلتم بھن بھی حاصل تو قطعاً اُس کی دختر کو حکم حرمت شامل زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور قبل صحبت ظہار کرلیا بعدہ مشغول بجماع ہوا اور کفارہ نہ دیا کیا اس صورت میں اسے روا ہے کہ ہندہ کی بیٹی سے بھی نکاح کرلے حاش للہ یہ شریعت محمد رسول اللہ نہیں صلے اللہ تعالی علیہ وسلم حالانکہ بعد ظہار عورت بنص قرآن اس پر حرام ہوگئی اور جبتک کفارہ نہ دے اُسے ہاتھ لگانا جائز نہ تھا تو ثابت ہوا کہ نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے اور حاصل آیت کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگرچہ بلا نکاح اگرچہ بروجہ حرام اُس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب اور یہی اکابر صحابہ کرام مثل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت علامہ صحابہ عبد اللہ بن مسعود و حضرت عالم القرآن عبد اللہ بن عباس و حضرت اقرؤا الصحابہ ابی بن کعب و حضرت عمران بن حصین و حضرت جابر بن عبد اللہ و حضرت مفتیہ چار خلافت صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوب رب العلمین صلے اللہ تعالے علیہ وعلیہم اجمعین و جماہیر ائمہ تابعین مثل حضرات امام حسن بصری و افضل التابعین سعید بن المسیب و امام اجل ابرہیم نخعی و امام عامر شعبی و امام طاؤس و امام عطا بن ابی رباح و امام مجاہد و امام سلیمٰن بن یسار و امام حماد اور اکابر مجتہدین مثل امام عبد الرحمن اوزاعی و امام احمد بن حنبل و امام اسحٰق بن راہویہ اور ایک روایت میں امام مالک بن انس کا ہے رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین ۲ **اقول** معہذا نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف قال قائلھم ؎

التارکین علی طھر نساء ھم ÷ والناکحین بشطے دجلۃ البقرا ۔ وقال آخر ؎ کبکر تحب لذیذ النکاح ÷ وتھرب من صولۃ الناکح ۔ تو کریمہ لا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم میں لا اقل محتمل تو ضرور اور امر فرج

میں شرعاً احتیاط واجب تو جانب تحریم ہی غالب بلکہ اصل فرج میں حرمت ہے۔ تو جبتک حل ثابت نہو حرمت ہی پر حکم ہوگا پھر مصاہرت میں فرق نہیں تو نفس جماع ہی اگرچہ بروجہ حرام بلانکاح ہو علت تحریم رہیگا ولعلک ان رجعت الی کلما تمھد دریت ان تقریر الدلیل علی ھذا الوجہ احسن مما قیل اذ لا یرد علیہ ما افادہ فی الفتح بل ھو اصح عندی من الکلام الاول ایضا کما یرشدک الیہ ماذکرہ ھھنا علی ھامشہ وباللہ التوفیق مخالف کے پاس اس کی حلت پر کوئی دلیل نہیں مگر حدیث لایحرم الحرام الحلال حرام حلال کو حرام نہیں کرتا مگر یہ حدیث جس طرح مخالف کی دلیل ہونے کے سخت ضعیف وساقط و ناقابل احتجاج ہے بیہقی باآنکہ انتصار شافعیت میں اہتمام شدید رکھتے ہیں اُسے حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرکے تضعیف کردی کما فی التیسیر شرح الجامع الصغیر اقول دلیل ضعف کو یہی کافی کہ ام المومنین خود قائل حرمت ہیں کما تقدم اگر خاص اس باب میں خود ارشاد اقدس حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ہوتی تو خلاف کے کیا معنے تھے لاجرم امام احمد نے فرمایا نہ وہ ارشاد اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہے نہ اثر ام المومنین بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے کما فی الفتح روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما میں عثمٰن بن عبدالرحمٰن وقاصی ہے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا امام بخاری نے فرمایا ترکوہ محدثین نے اُسے متروک کردیا امام ابوداؤد نے فرمایا لیس بشیئ کوئی چیز نہیں امام علی بن مدینی نے سخت ضعیف بتایا نسائی و دارقطنی نے کہا متروک ہے حتی کہ امام یحیی بن معین نے فرمایا یکذب جھوٹ بولتا ہے اقول یہی عثمٰن حدیث ام المومنین صدیقہ کا بھی راوی ہے روایت ابن حبان کتاب الضعفا میں یوں ہے حدثنا الحسن بن سفین نا اسحٰق بن بھلول نا عبداللہ بن نافع نا المغیرۃ بن اسمعیل بن ایوب بن سلمۃ عن عثمٰن بن عبدالرحمٰن عن ابن شہاب الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سئل رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الرجل یتبع المرأۃ حراما اینکح ابنتھا او یتبع الابنۃ حراما اینکح امھا فقال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحرم الحرام الحلال انما یحرم ماکان بنکاح حلال ابن حبان نے اسے روایت کرکے کہا عثمٰن عبدالرحمٰن ھو الوقاصی یروی عن الثقات الاشیاء الموضوعات لایجوز الاحتجاج بہ یہ عثمٰن بن عبدالرحمٰن وہی وقاصی ہے ثقات سے موضوع خبریں روایت کردیتا ہے اُس سے سند لانا حلال نہیں۔ ہاں سنن ابن ماجہ میں روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما

یرلن آئی حدثنا یحیی بن معلی بن منصور ثنا اسحٰق بن محمد الفروی ثنا عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایحرم الحرام الحلال اولاً اس میں اسحٰق بن ابی فروۃ متکلم فیہ ہیں امام عبدالحق نے احکام میں اس حدیث کو ذکر کرکے فرمایا فی اسنادہ[1] اسحٰق بن ابی فروۃ وھو متروک اس کی سند میں اسحٰق بن ابی فروہ ہے اور وہ متروک ہے نقلہ عنہ المحقق فی الفتح امام ابوالفرج نے علل متناہیہ میں فرمایا قد رواہ اسحٰق بن محمد الفروی عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحرم الحرام الحلال قال یحیی الفروی کذاب وقال البخاری ترکوہ یعنی یہ حدیث اسحٰق بن محمد فروی نے بسند خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا حرام حلال کو حرام نہیں کرتا امام یحیی بن معین نے فرمایا فروی کذاب ہے امام بخاری نے فرمایا محدثین کے نزدیک متروک ہے انتہی وانا **اقول** وباللہ التوفیق سبحٰن من لاینسی حافظین جلیلین عبدالحق وابی الفرج کو التباس واقع ہوا اسحٰق بن ابی فروہ غیر اسحٰق فروی ہیں ایک[2] اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر وتلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ سے یہی متروک ہے اسی کو امام بخاری نے ترکوہ فرمایا کما فی تذھیب التھذیب ومیزان الاعتدال وغیرھما تذہیب التہذیب میں ہے قال ابوزرعۃ وجماعۃ متروک امام ابوزرعہ اور ایک جماعت ائمہ نے فرمایا متروک ہے میزان میں ہے لم ار احدا امشاہ وقال ابن معین وغیرہ لایکتب حدیثہ میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اُسے رواں کیا یعنی اُس کی روایت کو کچھ بھی معتبر سمجھا ہو امام ابن معین وغیرہ نے فرمایا اُس کی حدیث لکھی تک نہ جائے دونوں کتابوں میں ہے نھی احمد بن حنبل عن حدیثہ وقال ابراھیم الجوزجانی سمعت احمد بن حنبل یقول لاتحل الروایۃ عندی عن اسحٰق بن ابی فروۃ امام احمد نے اُس کی حدیث نقل کرنے سے منع فرمایا ابراہیم جوزجانی نے کہا میں نے امام احمد کو فرماتے سنا کہ میرے نزدیک اسحٰق بن ابی فروہ سے روایت حلال نہیں۔ امام ترمذی نے ابواب الفرائض باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل میں حدیث القاتل لایرث بطریق اسحٰق بن عبداللہ عن الزہری عن حمید بن عبدالرحمٰن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرکے فرمایا ھذا حدیث لایصح اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروۃ قد ترکہ بعض اھل العلم منھم احمد بن حنبل ابوالفرج نے موضوعات میں حدیث الصبحۃ تمنع الرزق بطریق اسمٰعیل بن ابی عیاش عن ابن ابی فروۃ عن محمد بن یوسف عن عمرو بن

عثمن بن عفان عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرکے کہا لا الیٰ فراز بن ابی فروۃ متروک ہے امام خاتم الحفاظ نے لآلی میں اس پر تقریر فرمائی اور تعقبات میں بھی اس جرح پر جرح نہ کی۔ غرض یہ بالاتفاق متروک ہے مگر یہ قدیم ہے سنہ ۱۳۶ھ میں انتقال کیا قالہ ابن ابی فدیک یا ۱۴۴ھ میں کما قالہ ابن سعد وغیر واحد وھو الصحیح کما فی تذھیب التھذیب یحیی بن معلی نے کہ طبقہ حساویہ عشرہ سے ہیں اسے کہاں پایا وہم اس کے بھائی کے پوتے اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی فروہ بہ تبع تابعین سے بھی نہیں اُن کے تلامذہ سے ہیں رجال بخاری و ترمذی و ابن ماجہ سے امام بخاری کے استاذ ہیں ۲۲۶ھ میں انتقال کیا یہ ہرگز متروک نہیں امام بخاری نے خود جامع صحیح میں ان سے روایت کی تو وہ ان کی نسبت ترک کیونکر فرماتے ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا اور ابوحاتم وغیرہ نے صدوق کہا البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں امام نسائی نے کہا ثقہ نہیں۔ امام دارقطنی نے کہا ضعیف ہیں ائمہ محدثین امام بخاری پر ان سے روایت کرنے میں معترض ہیں امام ابوحاتم نے کہا مضطرب الحدیث ہیں آنکھیں جانے کے بعد بار ہا ہوتا کہ جیسا کوئی سکھا دیتا ویسے ہی روایت کرنے لگتے عقیلی نے کہا امام مالک سے بکثرت وہ حدیثیں روایت کیں جن پر اُن کا کوئی متابع نہیں امام ابوداؤد نے سخت ضعیف کہا امام الشان نے فرمایا آنکھیں جاکر حفظ خراب ہوگیا تھا۔ امام حافظ عبدالعظیم منذری کی ترغیب میں ہے اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن ابی فروۃ الفروی صدوق روی عنہ البخاری فی صحیحہ وقال ابوحاتم وغیرہ صدوق وذکرہ ابن حبان فی الثقات ووھاہ ابوداود وقال النسائی لیس بثقۃ میزان الاعتدال میں ہے ھو صدوق فی الجملۃ صاحب حدیث قال ابوحاتم صدوق ذھب بصرہ فربما لقن وکتبہ صحیحۃ وقال مرۃ مضطرب وقال العقیلی جاء عن مالک باحادیث کثیرۃ لایتابع علیہا وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال النسائی لیس بثقۃ وقال الدارقطنی لایترک وقال ایضا ضعیف قد روی عنہ البخاری ویوبخونہ علی ھذا وکذا ذکرہ ابوداود ووھاہ جدا تقریب میں ہے صدوق کف فساء حفظہ تذہیب التہذیب میں ہے قال البخاری مات سنۃ ۲۲۶ پر ظاہر کہ اس حدیث کے راوی یہی اسحٰق بن محمد فروی متکلم فیہ ہیں نہ وہ اسحٰق بن عبداللہ فروی متروک۔ بہرحال ایک موضع کلام تو اس کی سند میں یہ ہے ثانیاً اقول دوسرا محل کلام اسحٰق مذکور کے شیخ عبداللہ ہیں یہ ائمہ محدثین کا ان میں کلام معروف ہے امام ترمذی نے باب فیمن یستیقظ ویری بللا ولا یذکر احتلاما میں ایک حدیث ان سے روایت کرکے

فرمایا عبید اللہ ضعفہ یحییٰ بن سعید من قبل حفظہ فی الحدیث عبد اللہ کو امام یحییٰ بن سعید قطان نے نقصان حافظہ کی رو سے حدیث میں ضعیف بتایا اُسی کے ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الوقت الاول من الفضل میں ہے عبد اللہ بن عمر العمری لیس بالقوی عند اھل الحدیث وہ محدثین کے نزدیک چنداں قوی نہیں امام نسائی نے کہا قوی نہیں۔ امام علی بن المدینی نے کہا ضعیف ہیں ابن حبان نے کہا کان ممن غلب علیہ الصلاح والعبادۃ حتی غفل عن حفظ الاخبار وجودۃ الحفظ للآثار فلما فحش خطوہٗ استحق الترک صلاح و عبادت نے اُن پر یہاں تک غلبہ کیا کہ حفظ احادیث سے غافل ہوئے حدیثیں خوب یاد نہ رہیں جب خطا بکثرت واقع ہوئی ترک کے مستحق ہوگئے۔ امام احمد و یحییٰ سے ان کی توثیق کے اقوال بھی ہیں مگر قول فیصل یہ قرار پایا کہ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا ضعیف عابد فـــا ثالثاً **اقول** اس حدیث سے جواب کو وہی آیہ کریمہ و مسئلہ زن مظاہرہ کافی ظہار میں جماع حرام تھا پھر اُس نے مظاہرہ کی دختر حلال کو کیونکر حرام کردیا رابعًا یہ حدیث جس طرح ابن ماجہ نے روایت کی کہ اگر کچھ قابل ذکر ہے تو یہی اگر اس کے ضعف سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو اس میں کوئی قصہ سوال اُس حدیث متروک وساقط کی طرح فـــ نہیں صرف اتنا بیان ہے کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا یہ اپنے ظاہر پر تو یقینًا صحیح نہیں کیا اگر قلیل پانی یا گلاب میں شراب یا پیشاب ڈالدیں تو اُسے حرام نہ کردینگے ا قول کیا اگر کوئی زنا سے جنب ہو تو اُسے نماز و قراءت قرآن و دخول مسجد و طواف کعبہ کہ حلال تھے حرام نہ ہوجائیں گے کیا اگر کوئی ظالم کسی مظلوم کی بکری گلا گھونٹ کر مار ڈالے تو اُس کا یہ فعل کہ اگر اپنے مال کے ساتھ ہوتا جب بھی بوجہ اضاعت فـــ۲ مال حرام تھا اور مال غیر کے ساتھ ظلماً حرام در حرام اُس حلال جانور کو حرام نہ کردیگا کیا اگر کوئی شخص اپنی عورت کو فـــ ایک ہفتہ میں تین طلاقیں دے خصوصًا ایام حیض میں تو اس فعل حرام در حرام سے وہ زن حلال اس پر حرام نہ ہوجائے گی صدہا صورتیں ہیں جن میں حرام حلال کو حرام کردیتا ہے تو یہ اطلاق کیونکر مراد ہوسکتا ہے لاجرم تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ہو حرام حلال کو حرام نہیں کرتا ا **قول** یعنی بول و شراب نے جو آب و گلاب کو حرام کیا نہ بوجہ اپنی حرمت کے بلکہ اس جہت سے کہ یہ نجس تھے اُس سے ملکر اُسے بھی نجس کردیا اب اُس کی نجاست باعث حرمت ہوئی اور اگر کوئی شے طاہر حرام کسی حلال میں ایسی ملجائے کہ تمیز ناممکن ہو تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ حلال خود حرام ہوگیا بلکہ حلال اپنی حلت پر باقی ہے اور مخلوط کا تناول اس لیے ناجائز کہ بوجہ اختلاط اُس کا تناول حرام سے خالی نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اگر جدا ہوسکے اور جُدا

کرلیں تو حلال بدستور اپنی علت پر ہو کما لا یخفی یوہیں زنانے نماز وغیرہ کو اس حیثیت سے حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں کیا دخل بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ فرج مشتہی میں ایلاج مشتہی ہے وقس علی ذلک البواقی اب ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور حدیث ہم پر وارد نہیں یہاں بھی عورت سے زنا کرنے نے دختر زن کو اس بنا پر حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں بھی دخل نہیں بلکہ اُسی حیثیت سے حرام کیا کہ وہ وطی وادخال ہے تو دخلتم بھن صادق آیا اور دختر موطوءہ کی حرمت لایا تو اس حدیث ضعیف میں بھی مخالف کے لیے اصلا حجت نہیں وللہ الحمد۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں یہاں بعض احادیث اپنے مذہب کی مؤیدات ذکر فرمائیں از انجملہ قال رجل یا رسول اللہ انی زنیت بامرأۃ فی الجاھلیۃ افانکح ابنتھا قال لا اری ذلک ولا یصلح ان تنکح امرأۃ تطلع من ابنتھا علی ما تطلع علیہ منھا ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا کیا اُس کی بیٹی سے نکاح کرلوں فرمایا میری رائے نہیں اور نہ ایسا نکاح جائز ہے کہ تو بیٹی کی اُس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اُسکی ماں کی مطلع تھا اقول نیز اس کے مؤید ہے وہ حدیث کہ غایہ سمعانیہ میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا من نظر الی فرج امرأۃ بشھوۃ حرمت علیہ امھا وبنتھا جو کسی عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھے اُس پر اُس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہوجائیں۔ دوسری حدیث میں ہے ملعون من نظر الی فرج امرأۃ وبنتھا ملعون ہے جو کسی عورت اور اُس کی بیٹی دونوں کی فرج دیکھے۔ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی من نظر الی فرج امرأۃ وبنتھا لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ جو کسی عورت اور اُس کی دختر دونوں کی فرج دیکھے اللہ تعالٰے روز قیامت اُس کی طرف نظر رحمت نہ کرے نیز مصنف میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰے عنہما سے ہے فی الذی یزنی بام امرأتہ قال حرمتا علیہ یعنی اپنی ساس سے زنا کرنے والے کی نسبت فرمایا کہ اُس پر ساس اور عورت دونوں حرام ہوگئیں واللہ تعالٰے اعلم۔ اس حرمت[ف۱] کے پیدا ہونے سے مرد وزن کو جدا ہوجانا اور اُس نکاح فاسد شدہ کا فسخ کردینا فرض ہوجاتا ہے مگر خود بخود نکاح زائل نہیں ہوجاتا۔ یہاں تک کہ شوہر جب تک متارکہ نہ کرے اور بعد متارکہ عدت نہ گزرے عورت کو روا نہیں کہ دوسرے سے نکاح کرلے۔ اور قبل متارکہ شوہر کا اُس سے وطی کرنا[ف۲] حرام ہوتا ہے مگر زنا نہیں کہ نکاح باقی ہے ولہذا

اس وطی سے جو اولاد پیدا ہو صحیح النسب ہے، ایسے نکاح کے ازالہ کو جو الفاظ کہے جائیں طلاق نہیں بلکہ متارکہ کہلاتے ہیں اگرچہ بلفظ طلاق ہوں یہاں تک کہ اُن سے عدد طلاق کم نہیں ہوتا در مختار میں ہے بحرمۃ المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی لا یحل لہا التزوج بآخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطؤ بہا لایکون زنا ردالمحتار میں ہے قال فی الذخیرۃ ذکر محمد فی نکاح الاصل ان النکاح لایرتفع بحرمۃ المصاہرۃ والرضاع بل یفسد حتی لو وطئہا الزوج قبل التفریق لایجب علیہ الحد اشتبہ علیہ اولم یشتبہ علیہ اُسی میں ہے قال فی الحاوی الوطؤ فیہا لایکون زنا لانہ مختلف فیہ وعلیہ مہرالمثل لوطئہا بعد الحرمۃ ولاحد علیہ ویثبت النسب اُسی میں ہے فی البزازیۃ المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الابالقول کخلیت سبیلک او ترکتک ومجرد انکار النکاح لایکون متارکۃ اما لو انکر وقال ایضا اذہبی وتزوجی کان متارکۃ والطلاق فیہ متارکۃ لکن لاینقص بہ عدد الطلاق اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس حالت میں اگر شوہر نے نہ چھوڑا اور ناجائز طور پر ہندہ سے وطی کرتا رہا اور اولاد ہوئی تو وہ اولاد اپنے ماں باپ دونوں کی وارث ہے ماں کی وراثت تو ظاہر کہ اولادِ زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے کما نصوا علیہ والمسألۃ فی الدر وغیرہ اور باپ کی وراثت یوں کہ ابھی منقول ہوچکا کہ ایسی حالت کی اولاد ولد الزنا نہیں صحیح النسب ہے ہاں زن وشو آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ جناب سید نوشہ میاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ

جناب کا یہ فتوٰی جس کی نقل حاضر کیجاتی ہے علمائے رامپور کے حضور بغرض مہر پیش ہوا جناب مفتی محمد لطف اللہ صاحب نے فرمایا یہ نقل ہے اور اس میں جو لکھا ہے کہ جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو وہ مرتدہ ہے اُس کا نکاح نہ کسی مسلمان سے ہوسکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اُس کے ہم مذہب سے مجھے اس میں تامل ہے اُس کے ہم مذہب سے نہ ہوسکنے کی سند کیا ہے مولوی صاحب (یعنی جناب) اس کی سند لکھ کر مہر فرما دیں تو مجھے مہر کرنے میں عذر نہیں لہٰذا نقل فتوے مرسل خدمت ہے۔ یہ فتوٰی جناب کا تحریر فرمایا ہوا ہے یا نہیں اگر ہے تو اُس حکم کی سند کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع یہ فتوٰی فقیر ہی کا لکھا ہوا ہے اور دربارہ مرتد و مرتدہ حکم شرعی یہی ہے کہ اُن کا نکاح نہ کسی

مسلم و مسلمہ سے ہوسکتا ہے نہ کافر و کافرہ سے نہ مرتد و مرتدہ اُن سے ہم مذہب خواہ مخالف مذہب سے غرض تمام جہان میں کسی سے نہیں ہوسکتا مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے لایجوز نکاح المرتدۃ لاحد والمجوسیۃ لاتحل للمسلم وتحل لکل کافر الا المرتد اُسی میں ہے المبیض اذا تزوج مبیضۃ بشھود وولی ان کانا یظھران الکفر او احدھما کانا بمنزلۃ المرتدین لم یصح نکاحھما اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از گلگٹ چھاؤنی چونتال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب، ۸ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ وغیرہ بدمذہبوں کے ساتھ شادی کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

جو ان میں کوئی عقیدہ کفر رکھتا ہے جیسے آج کل کے عام رافضی اُس کے ساتھ تو کسی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ خود اُس کے ہم مذہب کا بھی، اور جو بدمذہب عقائد کفر سے بچا ہوا ہو اُس کے ساتھ نکاح اگرچہ باینمعنے درست کہ کرلیں تو درست ہوجائیگا زنا نہ ہوگا مگر بدمذہبوں کے ساتھ ایسا بڑا علاقہ پیدا کرلینے سے دور بھاگنا لازم زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم اُنس ومحبت والفت پیدا کرتا ہے قال اللہ تعالٰی ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اُس نے بنائیں تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوروئیں کہ تم اُن کی طرف رغبت کرو اُن سے ملکر چین پاؤ اور تمہارے آپس میں دوستی اور مہر رکھی بیشک اس میں ٹھیک نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے
اور بدمذہب سے دوستی پیدا ہونی اُس کی محبت دل میں آنی دین کو سخت نقصان دیتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں المرء مع من احب آدمی کا حشر اُس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل آدمی اپنے خالص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن الخص آیت واحادیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ بدمذہب عورت کو نکاح میں لانے وقت یہ خیال کرلینا کہ ہم اُس پر غالب ہیں

اُس کی بدشکلی ہرگز اُسے کیا نقصان دیگی بلکہ اُسے سُنی کرینگے محض حماقت ہے یہ رشتہ تو دوستی میل رغبت پیل محبت مہر پیدا کرتا ہے اور محبت میں آدمی اندھا بہرا ہوجاتا ہے حدیث میں فرمایا حبك الشیئ یعمی ویصم رواہ احمد والبخاری فی التاریخ وابوداؤد عن ابی الدرداء وابن عساکر بسند حسن عن عبداللہ بن انیس والعسکری فی الامثال عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم دل پلٹتے خیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی ہے اللہ عزوجل اپنے حفظ و امان ہی میں رکھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبها کیف یشاء رواہ احمد والترمذی والحاکم عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ ورجالہ رجال مسلم اور اپنی بیٹی دبنا تو سخت قہر قاتل زہر ہے کہ عورتیں مغلوب و محکوم ہوتی ہیں قال اللہ تعالٰے الرجال قوامون علی النساء پھر انھیں شوہر کی محبت بھی ماں سے باپ سے تمام دُنیا سے زیادہ ہوتی ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للزوج من المرأۃ لشعبۃ ما ھی لشیئ رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر وہ نرم دل بھی زائد ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں رویدك یا انجشۃ بالقواریر ناقصات العقل والدین بھی ہیں قالہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما فی الصحیح پھر یہ سب اُس صورت میں ہے۔ جہاں شوہر کا کفو عورت ہوتا مانع صحت ہو ورنہ نکاح محض باطل ہوگا کما فصلناہ فی فتاوٰنا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ سید شاہ محمد کمال صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

حضرت مولانا صاحب قبلہ۔ اگر کسی مرد نے اپنی رضاعی ساس اور رضاعی سالی کے ساتھ ایک دفعہ یا دو دفعہ زنا کیا ہو سہواً یا عمداً تو اُس حالت میں بی بی کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں اور اگر نکاح نہیں رہا تو پھر اُس بی بی سے کسی طرح نکاح یا وہی بی بی اپنے شوہر پر پھر حلال ہوسکتی ہے یا نہیں مگر قبل اس فعل کے اُس مرد کو اس مسئلے سے واقفیت نہ تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سالی اگرچہ خاص نسبتی حقیقی ہو اُس سے معاذ اللہ زنا اگرچہ بارہا ہو عورت کو اصلاً حرام نہیں کرتا فی الدر المختار فی الخلاصۃ وطئ اخت امرأتہ لاتحرم علیہ امرأتہ ہاں اگر سالی سے شبہہ اور دھوکے میں وطی واقع ہوجائے تو جب تک سالی اس وطی بالشبہہ کی عدت سے نہ نکلے مرد اپنی منکوحہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا کیلا

یلزم الجمع بین المحارم عدۃ بہ حرمت اُتنے ہی دنوں کے لیے ہوگی بعد اختتام عدت عورت بدستور حلال ہوجائے گی فی ردالمحتار قولہ لاتحرم ای لاتثبت حرمۃ المصاھرۃ فالمعنی لاتحرم حرمۃ مؤبدۃ والا فتحرم الی انقضاء عدۃ الموطوءۃ لوبشبھۃ قال فی البحر لو وطئ اخت امرأتہ بشبھۃ تحرم علیہ امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبھۃ اور ساس اگرچہ رضاعی ہو یعنی زوجہ کی رضاعی ماں یا رضاعی نانی وادی عیاذاباللہ اُس سے زنا بلکہ دواعی وطی بھی یعنی بشہوت اُس کے کسی جزو بدن کو چھوجانا اگرچہ ایسے حائل کے ساتھ کہ اُس کے جسم کی گرمی اسے محسوس ہونے سے منع نہ کرے یا بشہوت اُس کی فرج داخل پر نظر پڑجانا جبکہ یہ دواعی دواعی رہیں یعنی ان سے انزال واقع نہ ہو اگرچہ وہ زنا یا داعی زنا دانستہ ہو یا بھول کر یا دھوکے سے یا کسی کے جبر واکراہ سے بہرحال زوجہ کو حرام ابدی اور نکاح کو فاسد کردیتا ہے عورت کو فوراً چھوڑ دینا اور اُس نکاح فاسد شدہ کو فسخ کرنا واجب ہوجاتا ہے اب زوجہ کبھی اس کے لیے حلال نہ ہوگی نہ کبھی اُس سے نکاح کرسکتا ہے یہی مذہب ہمارے جمیع ائمہ اور امام احمد اور امام مالک فی احدالروایتین اور اکابر صحابہ مثل امیرالمومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس فی الاصح عنہ اور حضرت ام المومنین صدیقہ وابی بن کعب وجابر بن عبداللہ وعمران بن حصین اور جمہور تابعین مثل امام حسن بصری وامام شعبی وامام ابراہیم نخعی وامام طاؤس وامام عطا بن ابی رباح وامام مجاہد وامام سعید بن المسیب وامام سلیمن بن یسار وامام حماد بن ابی سلیمن وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے کما ذکرہ فی الفتح وغیرہ وفی الدرالمختار حرم اصل ممسوسۃ وممسوسۃ بشھوۃ ولو لشعر علی الرأس بحائل لایمنع الحرارۃ والمنظور الی فرجھا الداخل وفروعھن مطلقا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس اونظر فلاحرمۃ ولافرق فیما ذکر بین عمد ونسیان وخطاء واکراہ اھ ملتقطا وفی ردالمحتار قال فی البحر اراد بحرمۃ المصاھرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسبا ورضاعا وحرمۃ اصولھا وفروعھا علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطء الحلال واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک عورت سنیہ حنفیہ جس کا باپ بھی سنی حنفی ہے اُس کا نکاح ایک غیر مقلد وہابی سے کردینا جائز ہے یا ممنوع اس میں شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

مستفتی محمد خلیل اللہ خاں از ریاست رامپور دولت خانہ جناب حکیم اجمل خاں صاحب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الجواب

دفتر تحفۂ حنفیہ — پٹنہ محلہ لودی کٹرہ

نکاح مذکور ممنوع و ناجائز و گناہ ہے غیر مقلدین زماں کے بہت عقائد کفریہ وضلالیہ کتاب جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد میں اُن کی تصانیف سے نقل کیے اور اُن کا گمراہ و بد مذہب ہونا بروجہ احسن ثابت کیا اور حدیث ذکر کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بد مذہبوں کی نسبت فرمایا لا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم یعنی اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو اور بیاہ شادی نہ کرو۔ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ ہر کہ با بدعتیان اُنس و دوستی پیدا کند نور ایمان و حلاوت آں از وے بر گیرند اور طحطاوی حاشیۂ درمختار سے نقل کیا۔ من کان خارجا من ھذہ المذاھب الاربعۃ فی ذلک الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار جو اس زمانے میں ان چاروں مذہب سے خارج ہو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔ کثرت سے علمائے مشاہیر کی اُس پر مُہریں ہیں۔ بالجملہ اگر غیر مقلد عقیدہ کفریہ رکھتا ہو تو اُس سے نکاح محض باطل و زنا ہے کہ مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلا صحیح نہیں اور اگر عقیدہ کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تو بد مذہب سے مناکحت بحکم آیت و حدیث منع ہے حدیث اوپر گزری اور آیت یہ ہے قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ۝ نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں چھوئیگی آگ دوزخ کی ناظم صاحب ندوہ نے اپنے فتوے عدم جواز نکاح سنیہ و شیعہ مطبوعہ مطبع نظامی میں اسی آیت سے استدلال کیا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

السطر الوازر

المعتصم بذیل سیدہ ومولاہ امیر المؤمنین سیدنا الصدیق العتیق التقی عبدالوحید غلام صدیق الحنفی الفردوسی العظیم آبادی عفا عنہ ربہ ذوالایادی

فتوائے علمائے پٹنہ

اصاب من اجاب — حافظ محمد فتح الدین پنجابی (صدر مجلس اہلسنت پٹنہ مقیم مرشد آباد)

ہذا ہو الحق الصریح وما سواہ باطل قبیح۔ محمد امیر علی (مرحوم) سابق ہیڈ مولوی نارمل اسکول پٹنہ

فتوائے علمائے بہار

بسملا و محمدا و مصلیا اما بعد ما قالہ العلامۃ وافادہ الفہامۃ حق صریح و محقق صحیح جدیر بالاعتماد و حقیق بالاستناد دونہ خرط القتاد ولا ینکرہ الا اہل التعنت والعناد والبغی والفساد کتبہ خویدم الطلبہ

ابو للاصفیا محمد عبد الواحد خاں رامپوری بہاری عفا عنہ الباری

من کان من زمرۃ محمد بن عبد الوہاب ممن یتمولن عامۃ امۃ مرحومۃ بالشرک والکفر علی زعمہم الفاسد وفہمہم الکاسد فہو من الزنادقۃ والملاحدۃ فلا یجوز بہ المناکحۃ والمخالطۃ وکذلک من کان من الغیر المقلدین من یرکن الی المجسمۃ والمشبہیۃ والرافضۃ فی السور۔

حررہ محمد یوسف بہاری

اصاب من اجاب جزے اللہ المحقق المدقق وحامی السنۃ وماحی البدعۃ مولانا منظم التحفۃ خیر الجزاء واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

جناب مولانا حکیم (ابو البرکات) استھانوی بہاری

حامدا ومصلیا قد صح ما فی ہذہ الفتوے کیف لا ہی مملوۃ من الروایات الفقہیۃ المعتبرۃ والاحادیث الصحیحۃ فالمجیب مصیب بلا امتراء جزاہ اللہ سبحنہ بفضلہ الاوفی خیر الجزاء حیث صرف ہمۃ العلیا وبذل جہدہ بالنہج الاعلی فی رد الکلمات السفلے من اجاب فقد اصاب ودونہ خرط القتاد واللہ اعلم بالصواب فقط

حررہ خویدم الطلبۃ الراجی الی رحمۃ ربہ المنان السید محمد سلیمان اشرف البہاری المرادی عفی عنہ۔

حامدا ومصلیا۔ الجواب حق فماذا بعد الحق الا الضلال۔

کتبہ خادم الطلبۃ کلسار سید ناظر حسین بہاری المرادی۔

فتوائے علمائے بدایوں

المجیب مصیب محب الرسول عبد القادر قادری

لا ریب فیہ مطیع الرسول محمد عبد المقتدر قادری۔

الجواب صحیح محمد عبد القیوم قادری۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ الذی لم یرتض الطیبات الا للطیبین الاخیار وترک الخبیثین للخبیثات الا قذار والصلاۃ والسلام علی من امرنا بالتجنب عن کلاب النار وعلی آلہ وصحبہ الشاہرین سیوفہم علی رؤس المبتدعین الفجار فی الواقع صورت مستفسرہ میں وہ نکاح یا تو شرعاً محض باطل وزنا ہے یا ممنوع وگناہ سائل سنّی۔ صاحبہ معاملہ سنّی وسنیہ۔ برادران سنت ہی سے خطاب ہے اور انھیں کو حکم شرع سے اطلاع دینی مقصود کہ ایک ذرا نگاہ غور ملاحظہ فرمائیں اگر دلیل شرعی سے یہ احکام ظاہر ہو جائیں تو سنّی بھائیوں سے توقع کہ نہ صرف زبانی قبول بلکہ ہمیشہ اسی پر عمل فرمائیں گے اور اپنی کریمہ عزیزہ بنات واخوات کو ہلاک وابتلا اور دین وناموس میں گرفتاری بلا سے بچائیں گے وباللہ التوفیق۔ وہابی ہو یا رافضی۔ جو بدمذہب عقائد کفریہ قطعیہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پر نور خاتم النبیین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص

ودخل بشری کا اقرار تو ایسوں سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگرچہ صورت صورت سوال کی عکس ہو یعنی سُنّی مرد ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہے کہ مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں اُن کا حکم مثل مرتد ہے کما حققنا فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ ظہیریہ و ہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے احکامھم مثل احکام المرتدین اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت و مرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی کسی سے نہیں ہو سکتا خانیہ وہندیہ وغیرہما میں ہے واللفظ للاخیرۃ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر کبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلہم اللہ تعالٰی کہ وہ عقائد رکھتے ہیں اُنھیں امام وپیشوا یا مسلمان ہی مانتا ہے تو بھی یقیناً اجماعاً خود کافر ہے[۵] کہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے یوہیں اُن کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے وجیز امام کردری و درمختار و شفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے واللفظ للشفاء مختصراً اجمع العلماء ان من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگرچہ اُس کے پیشوایان طائفہ ہوں صاف صاف کافر مانتا ہے (اگرچہ بدمذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے) تو اب تیسرا درجہ کفریات لزومیہ کا آئیگا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی ووافی بیان فقیر کے رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ[۱۲] فی کفریات ابی الوھابیہ[۱۳] میں ہے اور بقدر کافی رسالہ سل السیوف الہندیۃ[۱۲] علی کفریات باباالنجدیۃ[۱۳] میں مذکور اور اگر کچھ نہ ہو تو تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہنا ان حضرات کا مشہور ومعروف عقیدۂ ضلالت ہے یوہیں معاملات انبیا و اولیاء اموات واحیا کے متعلق صدہا باتوں میں ادنٰی ادنٰی بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات ومستحبات پر جا بجا حکم شرک لگا دینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جن سے اُن کے دفاتر بھرے پڑے ہیں کیا یہ امور مخفی ومستور ہیں۔ کیا اُن کی کتابوں زبانوں رسالوں بیانوں میں کچھ کمی کے ساتھ مذکور ہیں کیا ہر سُنّی عالم وعامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں آج سے نہیں شروع سے اُن کا خلاصہ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہو سب مشرک۔ ردالمحتار علی الدرالمختار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے اعتقدوا[۱] انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون فقیر نے رسالہ النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے

[۵] [۱۳] [ھ]

مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین و علمائے کاملین و اولیائے عارفین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصًا وہ جماہیر ائمہ کرام و سادات اسلام و علمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اُس کے خلاف کو منکر و شنیع و باطل و فظیع بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام احمد ابوبکر جوزجانی و امام کیا ہراسی و امام ابن سمعانی و امام اجل امام الحرمین و صاحبان خلاصہ و ایضاح و جامع الرموز و بحر الرائق و نہر الفائق و تنویر الابصار و درمختار و فتاوٰی خیریہ و غمز العیون و جواہر اخلاطی و منیہ و سراجیہ و مصطفٰی و جواہر و تتارخانیہ و مجمع و کشف و عالمگیریہ و مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک گر ٹھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحٰنہ و تعالٰی اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح و معتمد و مفتٰی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے ذخیرہ و بزازیہ و فصول عمادی و فتاوٰی قاضی خاں و جامع الفصولین و خزانۃ المفتین و جامع الرموز و شرح نقایہ برجندی و شرح وہبانیہ و نہر الفائق و درمختار و مجمع الانہر و احکام علی الدرر و حدیقہ ندیہ و عالمگیری و رد المحتار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ ہیں کتب کثیرہ میں اسے فرمایا المختار للفتوٰی شرح تنویر میں فرمایا بہ یفتی یہ افتاء و تصحیحات اُس قول اطلاق کے مقابل ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا مطلقًا کافر اگرچہ محض بطور دشنام کہے نہ از راہ اعتقاد جامع الفصولین میں ہے قال لغیرہ یا کافر قال الفقیہ الاعمش البلخی یکفر القائل وقال غیرہ من مشایخ بلخ لایکفر فاتفقت ہذہ المسألۃ ببخاری فاجاب بعض ائمۃ بخاری انہ یکفر فرجع الجواب الی بلخ فمن افتی بخلاف الفقیہ الاعمش رجع الی قولہ وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخاری والمختار للفتوٰی فی جنس ہذہ المسائل ان قائل ہذہ المقالات لو اراد الشتم ولایعتقدہ کافرا لایکفر ولو اعتقدہ کافرا کفر اھ باختصار تو فقہائے کرام کے قول مطلق و حکم مفتٰی بہ دونوں کے رو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت اور یہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ جلیلہ سے مستفاد صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدہما زاد مسلم ان کان کما قال والا رجعت الیہ جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئیگا نیز صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الا حار علیہ جو کسی کو کفر یہ

پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اُس کا یہ قول اُسی پر پلٹ آئے۔ طرفہ یہ کہ ان حضرات کو ظواہر احادیث ہی پر عمل کرنے کا بڑا دعوے ہے تو ثابت ہوا کہ حدیث و فقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر حکم کفر لازم نہ کہ لاکھوں کروڑوں ائمہ و اولیا و علما کی معاذ اللہ تکفیر ان صاحبوں کا خلاصہ مذہب ابھی ردالمحتار سے منقول ہوا کہ جو وہابی نہیں سب کو مشرک مانتے ہیں اسی بنا پر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انھیں خوارج میں داخل فرمایا اور وجیز کردری میں ارشاد ہے یجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ سواھم خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں لاجرم الدرالسنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ میں فرمایا ھؤلاء الملاحدۃ المکفرۃ للمسلمین یعنی یہ وہابی ملحد بے دین کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں پھر یہ بھی ان کے صرف ایک مسئلہ ترک تقلید کی رو سے ہے باقی مسائل متعلقہ انبیاء و اولیا وغیرہم میں انکے شرک کی اونچی اڑانیں دیکھیے فقیر نے رسالہ الکمال الطامۃ علی شرک سوی بالامور العامۃ میں کلام الٰہی کی ساٹھ آیتوں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین سو حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ ان کے مذہب نامہذب پر نہ صرف امت مرحومہ بلکہ انبیائے کرام و ملائکہ عظام و خود حضور پر نور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام حتی کہ خود رب العزۃ جل وعلا تک کوئی بھی شرک سے محفوظ نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر ایسے مذہب ناپاک کے کفریات واضحہ ہوتے ہیں کون مسلمان تامل کر سکتا ہے پھر یہ عقائد باطلہ و مقالات زائغہ جب ان حضرات کے اصول مذہب ہیں تو کسی وہابی صاحب کا ان سے خالی ہونا کیونکر معقول یہ ایسا ہوگا جس طرح کچھ رافضی کو کہا جائے تبرا و تفضیل سے پاک ہیں اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیں کہ کوئی وہابی صاحب کسی جگہ کسی مصلحت سے ان تمام عقائد مردودہ و اقوال مطرودہ سے تحاشی بھی کریں یا بفرض غلط فی الواقع ان سے خالی ہوں تو یہ کیونکر متصور کہ اُن کے اگلے پچھلے چھوٹے بڑے مصنف مؤلف واعظ مدرس نجدی دہلوی بنگالی بھوپالی وغیرہم جن کے کلام میں اُن اباطیل کی تصریحات ہیں یہ صاحب اُن سب کے کفر یا اقل درجہ لزوم کفر کا اقرار کریں کیا دنیا میں کوئی وہابی ایسا نکلے گا کہ اپنے اگلے پچھلوں پیشواؤں ہم مذہبوں سب کے کفر و لزوم کفر کا مقر ہو اور جتنے احکام باطلہ سے کتاب التوحید و تقویۃ الایمان و صراط مستقیم و تنویر العینین و تصانیف بھوپالی و سورج گڑھی و بٹالوی وغیرہم میں مسلمانوں پر حکم شرک لگایا جو معاذ اللہ خدا و رسول و انبیا و ملائکہ سب تک پہنچا اُن سب کو کفر کہدے حاش للہ ہرگز نہیں بلکہ قطعاً انھیں اچھا جانتے امام و پیشوا و صلحائے علما مانتے اور اُن کے کلمات و اقوال کو باسند و مقبول سمجھتے

اور اُن پر رضا رکھتے ہیں اور خود کفریات بکتا یا ان کفریات پر راضی ہونا بُرا نہ جاننا اُن کے لیے بھی صحیح ماننا ہے کا ایک ہی حکم ہے اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام سے اُن امور کے بیان میں جو بالاتفاق کفر ہیں نقل فرمایا من تلفظ بلفظ کفر یکفر وکذا کل من ضحک علیہ او استحسنہ او رضی بہ یکفر بحر الرائق میں ہے من حسن کلام اهل الاهواء او قال معنوی او کلام له معنی صحیح ان کان ذلک کفرا من القائل کفر المحسن تو دنیا کے پردے پر کوئی وہابی ایسا نہ ہوگا جس پر فقہائے کرام کے ارشادات سے کفر لازم نہ ہو اور نکاح کا جواز وعدم جواز نہیں مگر ایک مسئلہ فقہی تو یہاں حکم فقہا یہی ہوگا کہ ان سے مناکحت اصلاً جائز نہیں خواہ مرد وہابی ہو یا عورت وہابیہ اور مرد سُنّی۔ ہاں ضرور یہ ہے کہ ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں اور ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اُسے کافر نہیں کہتے مگر یہ صرف برائے احتیاط ہے دربارۂ تکفیر حتی الامکان احتیاط اسی میں ہے کہ سکوت کیجیے مگر وہی احتیاط جو وہاں مانع تکفیر ہوئی تھی یہاں مانع نکاح ہوگی کہ جب جمہور فقہائے کرام کے حکم سے ان پر کفر لازم تو ان سے مناکحت زنا ہے تو یہاں احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے دور رہیں اور مسلمانوں کو باز رکھیں للہ انصاف کسی سنی صحیح العقیدہ معتقد فقہائے کرام کا قلب سلیم گوارا کریگا کہ اس کی کوئی عزیزہ کریمہ ایسی بلا میں مبتلا ہو جسے فقہائے کرام عمر بھر کا زنا بتائیں تکفیر سے سکوت زبان کے لیے احتیاط تھی اور اس نکاح سے احتراز فرج کے واسطے احتیاط ہے یہ کونسی شرع ہے کہ زبان کے باب میں احتیاط کیجیے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی انصاف کیجیے تو بنظر واقع حکم اسیقدر سے منقح ہو لیا کہ نفس الامر میں کوئی وہابی ان خرافات سے خالی نہ نکلے گا اور احکام فقہیہ میں واقعات ہی کا لحاظ ہوتا ہے نہ احتمالات غیر واقعیہ کا بلکہ صرح ان احکام الفقہ تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر اور اگر اس سے تجاوز کرکے کوئی وہابی ایسا فرض کیجیے جو خود بھی ان تمام کفریات سے خالی ہو اور اُن کے قائلین جملہ وہابیہ سابقین ولاحقین سب کو گمراہ و بدمذہب ماننا بلکہ بالفرض قائلان کفریات ماننا اور لازم الکفر ہی جانتا ہو اُس کی وہابیت صرف اسقدر ہو کہ باوصف عامیت تقلید ضروری نہ جانے اور بے صلاحیت اجتہاد پیروی مجتہدین چھوڑ کر خود قرآن وحدیث سے اخذ احکام روا مانے تو اسقدر میں شک نہیں کہ یہ فرضی شخص بھی آیہ کریمہ قطعیہ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور اجماع قطعی تمام ائمہ سلف وخلف کا مخالف ہے یہ اگر بطور فقہا لزوم کفر سے بچ بھی گیا تو خارق اجماع ومتبع غیر سبیل المومنین و گمراہ وبددین ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا جس طرح متکلمین کے نزدیک دو قسم پیشین کا فر بالیقین کے سوا باقی

جمیع اقسام کے وہابیہ آب اگر عورت (ف۱) سُنّیہ بالغہ اپنا نکاح کسی ایسے شخص سے کرے اور اُس کا ولی پیش از نکاح اس شخص کی بد مذہبی پر آگاہ ہو کر صراحۃً اس سے نکاح کیے جانے کی رضا مندی ظاہر نہ کرے خواہ یوں کہ اُسے (ف۲) اس کی بد مذہبی پر اطلاع ہی نہ ہو یا نکاح (ف۳) سے پہلے اس قصد کی خبر نہ ہوئی یا بد مذہب جانا اور اس ارادہ پر مطلع بھی ہوا مگر سکوت کیا صاف رضا کا مظہر نہ ہوا یا عورت (ف۴) نابالغہ ہوا ور ولی مزوج اب وجد کے سوا یا اب (ف۵) وجد ایسے جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی تزویج کسی غیر کفو سے کر چکے ہوں یا وقت تزویج (ف۶) نشے میں ہوں ان سب صورتوں میں یہ بھی نکاح باطل و زنائے خالص ہوگا کہ بد مذہب کسی سُنّیہ بنت سُنّی کا کفو نہیں ہو سکتا اور غیر کفو کے ساتھ تزویج میں یہی احکام مذکورہ ہیں درمختار میں ہے الکفاءۃ تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ نھر غنیہ میں ہے المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل تنویر الابصار و شرح علائی میں ہے لزم (ف۷) النکاح بغیر کفو ان المزوج ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لوسکران بحروان المزوج غیرھما لا یصح النکاح من غیر کفو اصلا۔ اُنھیں میں ہے نفذ نکاح (ف۸) حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا (ف۹) تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ۔ ردالمحتار میں ہے لا یلزم التصریح بعدم الرضا بل السکوت منہ لا یکون رضی وقولہ بلا رضی یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمھا ووجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لا تحل وانما تحل فی الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر کفو مع علمہ بانہ کذلک اھ ح اھ الکل مختصرا اس تفسیر منیر سے اُس شبہہ کا ایک جواب حاصل ہوا جو یہاں بعض اذہان میں گزرتا ہے کہ جب اہل کتاب سے مناکحت جائز ہے تو مبتدعین اُن سے بھی گئے گزرے غیر مقلد مسلم ہے پھر نکاح مسلم و مسلمہ میں کیا توقف۔ اہل کتاب سے مناکحت کے کیا معنے آیا یہ کہ زنِ مسلمہ کا کتابی کافر کے ساتھ نکاح حاش للہ یہ قطعاً اجماعاً اخبث حرام اور لاکھ زنا سے بدتر زنا ہے یا یہ کہ مسلمان مرد کا کتابیہ کافرہ کو اپنے نکاح میں لانا اس کے جواز و عدم جواز سے ہم انشاء اللہ تعالٰی عنقریب بحث کرینگے یہاں اسیقدر کافی کہ مسئلہ دائرہ میں عورت سُنّیہ اور مرد وہابی کے نکاح سے بحث ہے عورت کا مرد پر قیاس کیونکر صحیح آخر وہ کیا فرق تھا جس کے لیے شرع مطہر نے کتابی سے مسلمہ کا نکاح زنا مانا اور مسلم کا کتابیہ سے صحیح جانا اگر مسلمان مرد کسی کافرہ کو اپنے تصرف میں لا سکے

کیا ضرور ہے کہ سُنیہ عورت بھی بدمذہب ... میں تو اسکے عورت کے لیے کفاءت مرد بالاجماع

جس کی بنا پر احکام مذکورہ متفرع ہوئے اور مرد بالغ کے حق میں کفاءت زن کا کچھ اعتبار نہیں کہ دناءت فراش

وجہ غیظ مستفرش نہیں ہوتی فی الدر المختار الکفاءۃ معتبرۃ من جانب الرجل لان الشریفۃ تابی ان تکون فراشا

للدنی ولا تعتبر من جانبھا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش وہابی تو بدمذہب گمراہ ہے اگر کوئی

زن شریفہ بے رضائے صریح ولی بروجہ مذکور کسی سُنّی صحیح العقیدہ صالح حاکم سے نکاح کرے یا ولی غیر اب وجد اپنی

صغیرہ کو کسی ایسے سے بیاہ دے تو ناجائز و باطل ہوگا یا نہیں ضرور باطل ہے پھر یہ سُنّی صالح کیا اُن سے بھی

گیا گزرا اور نکاح مسلم مسلمہ میں کیوں بطلان کا حکم ہوا ھذا ولنرجع الی ماکنا فیہ - یہ صورتیں بطلان نکاح

بوجہ عدم کفاءت کے تھیں اور اگر ان کے سوا وہ صورت ہو جہاں عدم کفاءت مانع صحت نہیں تو پہلے اتنا

سمجھ لیجیے کہ عرف فقہ میں جواز دو معنے پر مستعمل ایک معنی صحت اور عقود میں یہی زیادہ متعارف یہ عقد جائز ہے

یعنی صحیح مثمر ثمرات مثل افادہ ملک متعہ یا ملک عین یا ملک منافع ہے اگرچہ ممنوع و گناہ ہو جیسے بیع وقت اذان

جمعہ دوسرے بمعنی حلت اور افعال میں یہی زیادہ مروج یہ کام جائز ہے یعنی حلال ہے حرام نہیں گناہ نہیں

مانعت شرعیہ نہیں بحر الرائق کتاب الطہارۃ بیان میاہ میں ہے المشایخ تارۃ یطلقون الجواز بمعنی الحل

وتارۃ بمعنی الصحۃ وھی لازمۃ للاول من غیر عکس والغالب ارادۃ الاول فی الافعال والثانی فی العقود

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ در میں نقل کیا اور مقرر رکھا درمختار میں ہے یجوز رفع الحدث

بما ذکر الخ ردالمحتار میں فرمایا یجوز ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب وھو اولی ھنا من ارادۃ

الحل وان کان الغالب ارادۃ الاول فی العقود والثانی فی الافعال درمختار کتاب الاشربہ میں ہے

صح بیع غیر الخمر) مما مر ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ

ھل یجوز فکتب لایجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل - بالجملہ جواز کے یہ دونوں اطلاق شائع

و ذائع ہیں اور ان کے سوا اور اطلاقات بھی ہیں جن کی تفصیل سے یہاں بحث نہیں اب اس صورت

خاصہ میں جواز بمعنی صحت ضرور ہے یعنی نکاح کر دیں تو ہو جائیگا اور حل بمعنی عدم حرمت وطی بھی حاصل

یعنی اس میں جماع زنا نہ ہوگا وطی حرام نہ کہلائیگا وذلک کقولہ عزوجل واحل لکم ما وراء ذلکم مع

ان فیھن من یکرہ نکاحھن تحریما کالکتابیۃ کما سیأتی فعلم ان الحل بھذا المعنی لاینافی الاثم فی الاقدام

علی فعل النکاح فافھم واحفظ کیلا تزل واللہ الموفق عبارت درمختار وغیرہ یجوز مناکحۃ المعتزلۃ لانا

لا ذکر احد امن اھل القبلۃ وان وقع الزاما فی المباحث کے یہی معنے ہیں پر ظاہر کہ نکاح عقد ہے اور ابھی
بحر الرائق وطحطاوی ورد المحتار سے گزرا کہ عقود میں غالب وشائع جواز بمعنے صحت ہے مگر وہ عدم جواز بمعنے ممانعت
واثم کے منافی نہیں فتح القدیر وغنیہ وبحر الرائق وغیرہا میں ہے یراد بعدم الجواز عدم الحل ای عدم حل ان یفعل
وھو لا ینافی الصحۃ رہا جواز فعل بمعنی عدم ممانعت شرعیہ یعنی بد مذہبوں سے سُنیہ عورت کا نکاح کردینا روا و
مباح ہو جس میں کچھ گناہ ومخالفت احکام شرع نہ ہو یہ ہرگز نہیں ارشاد مشایخ کرام المناکحۃ بین اھل السنۃ
واھل الاعتزال لا تجوز کے یہی معنے ہیں یعنی سُنیوں معتزلیوں میں مناکحت مباح نہیں فتاوے خلاصہ میں
فرمایا المسألۃ فی مجموع النوازل یہ مسئلہ مجموع النوازل امام فقیہ احمد بن موسے کشی تلمیذ امام مفتی الجن والانس
عارف باللہ سیدنا نجم الدین عمر النسفی میں ہے اُسی میں فرمایا کذا اجاب الامام الرستغفنی امام رستغفنی نے
ایسا ہی جواب ارشاد فرمایا رد المحتار میں نہایہ امام سغناقی سے ہے اُنھوں نے اپنے شیخ سے نقل کیا وہ فرماتے
تھے الرستغفنی امام معتمد فی القول والعمل ولو اُخذنا یوم القیمۃ للعمل بروایتہ ناخذ الا کما اُخذنا
یعنی رستغفنی امام معتمد ہیں قول وفعل میں اگر روز قیامت اُن کی روایت پر عمل میں ہم سے گرفت ہوئی
تو ہم اُن کا دامن پکڑینگے کہ ہم نے اُن کے ارشاد پر عمل کیا۔ وجیز امام کردری میں ہے سمعت عن بعض ائمۃ
خوارزم انہ یتزوج من المعتزلی ولا یزوج منھم کما یتزوج من الکتابی ولا یزوج منھم ولعلہ اخذ
ھذا التفصیل من کلام ابی حفص السفکردری میں نے بعض ائمہ خوارزم سے سُنا کہ معتزلی کی بیٹی تو بیاہ لے
اور اپنی بیٹی اُن کے نکاح میں نہ دے جس طرح یہودی ونصرانی کی بیٹی بیاہ لیتا ہے اور اپنی بیٹی اُن کے
نکاح میں نہیں دیتا اور امید ہے کہ ان امام نے یہ تفصیل امام ابوحفص سفکردری کے قول سے اخذ کی۔ یہ دوسرا
جواب ہے اُس شبہہ کا کہ متدعین کتابوں سے بھی گئے گزرے **ثم اقول** وباللہ التوفیق اگر نظر تحقیق
کو رخصت جولان دیجیے تو بد مذہب سے سُنیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر شرع مطہر سے دلائل کثیرہ قائم ہیں
مثلاً **دلیل اول** قال اللہ عزوجل واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ۝
اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ بد مذہب سے زیادہ ظالم کون ہے اور
نکاح کی صحبت دائمہ سے بڑھکر کونسی صحبت جب ہر وقت کا ساتھ ہے اور وہ بد مذہب تو ضرور اُس سے
نا دیدنی دیکھے گی ناشنیدنی سُنے گی اور انکار پر قدرت نہ ہوگی اور اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں
منکر ہو اور انکار نہ ہوسکے نہ کہ عمر بھر کے لیے اپنے یا اپنی [illegible] مقسورہ عاجزہ متوزہ کے واسطے اس فضیحہ

شیعہ کا سامان پیدا کرنا دلیل دوم قال تبارک وتعالیٰ ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اُس نے تمھیں میں سے تمھارے جوڑے بنائے کہ تم اُن سے ملکر چین پاؤ اور تمھارے آپس میں دوستی و مہر رکھی اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للزوج من المرأۃ لشعبۃ ماھی لشئ عورت کے دل میں شوہر کے لیے جو راہ ہے کسی کے لیے نہیں رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت گواہ ہے کہ زناشوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت والفت ورافت[1] پیدا کرتا ہے اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی اور بد مذہب کی محبت سم قاتل ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن یتولھم منکم فانہ منھم تم میں جو اُن سے دوستی رکھیگا وہ انھیں میں سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں المرء مع من احب آدمی کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے رواہ الائمۃ احمد والستۃ الا ابن ماجۃ عن انس والشیخان عن ابن مسعود واحمد ومسلم عن جابر وابو داود عن ابی ذر والترمذی عن صفوان بن عسال وفی الباب عن علی وابی ھریرۃ وابی موسی وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم دلیل سوم قال اللہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بد مذہبی ہلاکِ[2] حقیقی ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ اور صحبت[3] خصوصًا بد کا اثر پڑنا احادیث و تجاربِ صحیحہ سے ثابت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ اچھے اور بُرے ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی پھونکتا وہ مشک والا یا تجھے مفت دیگا یا تو اُس سے مول لیگا اور کچھ نہیں تو خوشبو ضرور آئے گی اور دھونکنی والا تیرے کپڑے جلا دیگا یا تجھے اُس سے بدبو آئے گی رواہ الشیخان عن ابی موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبک من سوادہ اصابک من دخانہ بُرا ہمنشین دھونکنے والے کی مانند ہے تجھے اُس کی سیاہی نہ پہنچے تو دُھواں تو پہنچیگا رواہ ابو داود والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسری حدیث صحیح صریح میں فرماتے ہیں صلے اللہ

[1] فتنہ
[2] ہب
[3] ک

تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم گمراہوں سے دور بھاگو انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالدیں رواہ مسلم چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعتبروا الصاحب بالصاحب مصاحب کو مصاحب پر قیاس کرو رواہ ابن عدی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسن لشواھدہ پانچویں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاك وقرین السوء فانك بہ تعرف برے ہمنشین سے دور بھاگ کہ تو اسی کے ساتھ مشہور ہوگا رواہ ابن عساکر عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں ماشیئ ادل علی شیئ ولا الدخان علی النار من الصاحب علی الصاحب کوئی چیز دوسری پر اور نہ دھواں آگ پر اس سے زیادہ دلالت کرتا ہے جس قدر ایک ہمنشین دوسرے پر ذکرہ فی التیسیر عقلا کہتے ہیں گوش زدہ اثرے دارد نہ کہ عمر بھر کان بھرے جانا پھر اس کے ساتھ **دوسرا** مؤید شوہر کا اس پر حاکم ہونا مجربین کہتے ہیں الناس علی دین ملوکھم **تیسرا** مؤید عورت میں مادہ قبول وانفعال کی کثرت وہ بہت نرم دل ہیں جلد اثر پذیر ہیں یہاں تک کہ اہل تجربہ میں موم کی ناک مشہور ہیں خود رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رویدك یا انجشۃ بالقواریر **چوتھا** مؤید ان کا ناقصات العقل والدین ہونا یہ بھی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کما فی الصحیحین **پانچواں** مؤید شوہر کی محبت جس کا بیان آیت و حدیث سے گزرا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حبك الشیئ یعمی ویصم محبت اندھا بہرا کر دیتی ہے رواہ احمد والبخاری فی التاریخ وابوداود **عن** ابی الدرداء وابن عساکر بسند حسن **عن** عبد اللہ بن انیس والخرائطی فی الاعتلال **عن** ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر کسی سے دوستی کرو رواہ ابوداود والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن مسلما لو اللہ عزوجل عافیت بخشے دل پلٹتے خیال بدلتے کیا کچھ دیر لگتی ہے قلب کو قلب کہتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ منقلب ہوتا ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مثل القلب مثل الریشۃ تقلبھا الریاح بفلاۃ دل کی حالت اس پر کی طرح ہے کہ میدان میں پڑا ہو اور ہوائیں اسے پلٹے دے رہی ہوں رواہ ابن ماجۃ عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہ عورتوں کا سا نرم و نازك دل اس پر یہ صحبت وسماع متصل پھر واسطہ حاکم ج

محکومی کا اور اُس کے ساتھ مہر و محبت کا غضب جاذبہ باعثوں داعیوں کا یہ متواتر ورود دماغ کہ عقل و دین سے بیٹھے
ان میں نقصان و قصور تو اس تزویج میں قطعاً یقیناً عورت کی گمراہی و تبدیل مذہب کو مَظِنّہ قویہ ہے اور یہ
خود اپنے ہاتھوں ہلاک میں پڑنا ہے کہ بنص قطعی قرآن ممنوع و ناروا ہے شرع مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے
اُس کے مقدمہ و داعی کو بھی حرام بتاتی ہے مقدمۃ الحرام حرام مقدمہ مسلمہ ہے قال اللہ تعالٰی ولا تقربوا الزنی
انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا ۹ زنا کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت بُری راہ۔ جس طرح زنا
حرام ہوا زنا کے پاس جانا بھی حرام ہوا۔ اور یہ خیال کہ ممکن کہ اثر نہ ہو محض نافہمی اور عقل و نقل دونوں سے بیگانگی
ہے داعی کے لیے مفضی بالدوام ہونا ضرور نہیں آخر بوس و کنار و مس و نظر و داعی وطی و داعی ہی ہونے کے باعث
حرام ہوئے مگر ہرگز مستلزم و مفضی دائم نہیں دلیل چہارم قال المولٰی تبارک وتعالٰی الرجال قوامون
علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض مرد حاکم و مسلط ہیں عورتوں پر بسبب اُس فضیلت کے جو
اللہ نے ایک کو دوسرے پر دی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اعظم الناس حقا
علی المرأۃ زوجھا عورت پر سب سے بڑھ کر حق اُس کے شوہر کا ہے رواہ الحاکم وصححہ عن ام المؤمنین
الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لوکنت امرا احدا ان یسجد
لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من الحق ولو کان من قدمہ
الی مفرق رأسہ قرحۃ تنبجس بالقیح والصدید ثم استقبلتہ فلحستہ ما ادت حقہ اگر میں کسی کو
حکم کرتا کہ غیر خدا کو سجدہ کرے تو البتہ عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں بسبب اُس حق کے
کہ اللہ عزوجل نے اُن کے لیے ان پر رکھا ہے اور اگر شوہر کی ایڑی سے مانگ تک سارا جسم پھوڑا ہو جس سے
پیپ اور گندا پانی جوش مارتا ہو عورت آکر اپنی زبان سے اُسے چاٹ کر صاف کرے تو خاوند کا حق ادا
نہ کیا رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن قیس بن سعد بن عبادۃ واحمد والترمذی عن انس
بن مالک وفصل الصدید احمد وابن ماجۃ وابن حبان عن عبداللہ بن ابی اوفی والترمذی
وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ واحمد عن معاذ بن جبل والحاکم عن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی
عنھم اجمعین بالجملہ شوہر عورت کے لیے سخت واجب التعظیم ہے اور بدمذہب کی تعظیم حرام متعدد حدیثوں
میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم
الاسلام جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھا دینے میں مدد کی رواہ ابن عدی و

ابن عساکر عن ام المؤمنین الصدیقۃ والحسن بن سفیان فی مسندہ وابونعیم فی الحلیۃ عن معاذ
بن جبل والسجزی فی الابانۃ عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الکبیر وابونعیم
فی الحلیۃ عن عبداللہ بن بسر والبیھقی فی شعب الایمان عن ابرھیم بن میسرۃ التابعی المکی الثقۃ
مرسلاً فالصواب ان الحدیث حسن بطرقہ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مبتدع تو مبتدع فاسق بھی
شرعاً واجب الاہانۃ ہے اور اُس کی تعظیم ناجائز علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں الفاسق العالم
تجب اھانتہ شرعا فلا یعظم امام علامہ فخرالدین زیلعی تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح المعین
پھر علامہ سید احمد مصری حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں قد وجب علیھم اھانتہ شرعا علامہ محقق سعد الملۃ
والدین تفتازانی مقاصد وشرح مقاصد میں فرماتے ہیں حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ
والاھانۃ والطعن واللعن بدمذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اُس سے بغض وعداوت رکھیں روگردانی کریں
اُس کی تذلیل وتحقیر بجالائیں اُس سے لعن وطعن کے ساتھ پیش آئیں ۔۔۔ جب یہ ثابت ہوا کہ مبتدع کو شوہر کا نواحق
بنانا گناہ وناجائز ہے ولیل ہم قال اللہ تعالٰی عزوجل ۔۔۔ والفیا سیدھا لدی الباب اُن دونوں نے ۔۔۔ کا
کے سید وسردار یعنی شوہر کو پایا دروازے کے پاس ردالمحتار باب ۔۔۔ ۔۔۔ ہے النکاح رق المرأۃ والزوج
مالک نکاح سے عورت کنیز ہو جاتی ہے اور شوہر مالک۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں
لاتقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یکن سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل منافق کو اے سردار کہہ کر نہ پکارو
کہ اگر وہ تمہارا سردار ہو تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا رواہ ابوداود والنسائی بسند صحیح
عن بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ حاکم نے صحیح مستدرک میں بافادہ تصحیح اور ۔۔۔ شعب الایمان
میں ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا قال الرجل للمنافق یا سید
فقد اغضب ربہ جو شخص کسی منافق کو سردار کہہ کر پکارے وہ اپنے رب عزوجل کے غضب میں پڑے امام حافظ الحدیث
عبدالعظیم زکی الدین منذری نے کتاب الترغیب والترھیب میں ایک باب وضع کیا الترھیب من قولہ
لفاسق او مبتدع یا سیدی ونحوہ من الکلمات الدالۃ علی التعظیم یعنی اُن حدیثوں کا بیان جن میں کسی
فاسق یا بدمذہب کو اے میرے سردار یا کوئی کلمہ تعظیم کہنے سے ڈرایا گیا ہے اور اس باب میں یہی حدیث
انھیں روایات ابی داود ونسائی سے ذکر فرمائی۔ جب صرف زبان سے اسے میرے سردار کہہ دینا باعث
غضب رب جل جلالہ ہے تو حقیقۃً سردار و مالک بنا لینا کس قدر سخت موجب غضب ہوگا والعیاذ باللہ رب العالمین

دلیل ششم یٰایہا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ اے لوگو! ایک مثل کہی گئی اُسے کان لگا کر سنو۔ ان اللہ لا یستحیی من الحق بیشک اللہ عزوجل حق بات فرمانے میں نہیں شرماتا۔ ایحب احدکم ان تکون کریمتہ فراش کلب فکرہتموہ کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اُس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے تم اسے بہت برا جانو گے رب جل وعلا نے غیبت کو حرام ہونا اسی طرز بلیغ سے ادا فرمایا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرہتموہ کیا تم میں کوئی پسند رکھتا ہے کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں برا لگا۔ سنیو سنیو اگر سنی ہو تو بگوش سنیو لیس لنا مثل السوء التی صارت فراش مبتدع کانتی کانت فراشا لکلب ہمارے لیے بری مثل نہیں جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کتے کے تصرف میں آئی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی چیز دے کر پھیر لینے کا ناجائز ہونا اسی وجہ انیق سے بیان فرمایا العائد فی ھبتہ کالکلب یعود فی قیئہ لیس لنا مثل السوء اپنی دی ہوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کتا قے کرکے اُسے پھر کھا لیتا ہے ہمارے لیے بری مثل نہیں۔ اب اتنا معلوم کرنا رہا کہ بدمذہب کتا ہے یا نہیں۔ ہاں ضرور ہے بلکہ کتے سے بھی بدتر و ناپاک تر کتا فاسق نہیں اور یہ اصل دین و مذہب میں فاسق ہے کتے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب شدید کا مستحق ہے۔ میری نہ مانو سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث مانو ابو حاتم اپنے جزء حدیثی میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اصحاب البدع کلاب اہل النار بدمذہبی والے جہنمیوں کے کتے ہیں امام دارقطنی کی روایت یوں ہے حدثنا القاضی الحسین بن اسمعیل ثنا محمد بن عبد اللہ المخرمی ثنا اسمعیل بن ابان ثنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اہل البدع کلاب اہل النار یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔ ابو نعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اہل البدع شر الخلق والخلیقۃ بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر سب جانوروں سے بدتر ہیں علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا الخلق الناس والخلیقۃ البہائم لاجرم حدیث میں انکی مناکحت سے ممانعت فرمائی عقیلی و ابن حبان حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تؤاکلوھم ولا تناکحوھم بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو اُن کے ساتھ پانی نہ پیو نہ کھانا کھاؤ اُن سے شادی بیاہ نہ کرو **دلیل ہفتم** کتا پید سے

نکاح کا جواز بمعنی عدم ممانعت وعدم گناہ صرف کتابیہ ذمیہ میں ہے جو مطیع الاسلام ہوکر دارالاسلام میں مسلمانوں کے زیرحکومت رہتی ہو وہ بھی خالی از کراہت نہیں بلکہ بے ضرورت مکروہ ہے فتح القدیر وغیرہ میں فرمایا الاولی ان لایفعل ولایاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ مگر کتابیہ حربیہ سے نکاح بمعنی مذکور جائز نہیں بلکہ عندالتحقیق ممنوع وگناہ ہے علمائے کرام وجہ ممانعت اندیشہ فتنہ قرار دیتے ہیں کہ ممکن کہ اس سے ایسا تعلق قلب پیدا ہو جس کے باعث آدمی دارالحرب میں وطن کرلے نیز بچے پر اندیشہ ہے کہ کفار کی عادتیں سیکھے نیز احتمال ہے کہ عورت بحالت حمل قید کی جائے تو بچہ غلام بنے محیط میں ہے یکرہ تزوج الکتابیۃ الحربیۃ لان الانسان لایأمن ان یکون بینھما ولد فینشؤ علی طباع اھل الحرب ویتخلق باخلاقھم فلا یستطیع المسلم قلعہ عن تلک العادۃ فتح اللہ المعین میں علامہ سید احمد حموی سے ہے ولو کانت حربیۃ ولکن مکروہ بالاجماع لانہ ربما یختار المقام فی دار الحرب ولانہ فیہ تعریض ولدہ للرق فربما تحبل وتسبی معہ فیصیر ولدہ رقیقا وان کان مسلما وربما یتخلق الولد باخلاق الکفار محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بعد عبارت مذکورہ فرمایا وتکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعا لانفتاح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معھا فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر وعلی الرق بان تسبی وھی حبلی فیولد رقیقا وان کان مسلما ردالمحتار میں ہے قولہ والاولی ان لایفعل یفید کراھۃ التنزیہ فی غیر الحربیۃ ومابعدہ یفید کراھۃ التحریم فی الحربیۃ اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ جو اندیشے ائمہ کرام نے وہاں مرد اور اولاد کے لیے پیدا کیے وہ زائد ہیں یا یہ جو یہاں عورت واولاد کے لیے ہیں وہاں مرد کا معاملہ ہے یہاں عورت کا وہ حاکم ہوتا ہے یہ محکومہ وہ مستقل ہوتا ہے یہ متلونہ وہ مؤثر ہوتا ہے یہ متاثرہ وہ عقل ودین میں کامل ہوتا ہے یہ ناقصہ وہ اگر دارالحرب میں متوطن ہوگیا تو گنہگار ہوا دین نہ گیا یہ اگر اس کی صحبت میں بدمذہب ہوگئی تو دین ہی رخصت ہوا بچہ بعد شعور اپنے باپ کی تربیت میں رہتا ہے وہاں باپ مسلم ہی یہاں بدمذہب وہاں کافروں کی عادتیں ہی سیکھنے کا احتمال ہے یہاں خود مذہب کے بدل جانے کا قوی مظنہ وہاں اگر غلام بنا تو ایک دنیوی ذلت ہے آخرت میں ہزاروں غلام کروروں آزادوں [illegible] سے اعز واعلی ہونگے یہاں اگر رافضی وہابی ہوگیا تو اخروی ذلت دینی فضیحت ہے وہاں [illegible] یہاں یہ بدانجامی مظنون قوی تو وہاں وہ اندیشے اگر [illegible] یہاں [illegible] کراہت تحریمیہ تک پہنچ جاتے ہم اوپر گزارش کرچکے [illegible] حرام

ہوتے ہیں اور جب کہ وہاں اُن کے سبب کراہت تحریم مانیں تو یہاں ان کے باعث کھلی تحریم رکھی ہے یہ تیسرا
جواب ہے اُس شبہہ کا کہ یہ اُن سے بھی گئے گزرے معہذا شرع مطہر میں اگرچہ وہ مبتدع جس کی بدعت حدِ کفر کو
پہنچی آخرت میں کفار سے ہلکا رہیگا اُن کا عذاب ابدی ہے اور اس کا منقطع اور بعد موت دنیوی احکام میں بھی خفت
ہوگی مگر اُس کے جیتے جی اُس کے ساتھ برتاؤ کافر ذمی کے برتاؤ سے اشد ہے اور اس کی وجہ ہر ذی عقل پر روشن کافر
ذمی سے ہرگز وہ اندیشہ نہیں جو اس دشمن دین مدعی اسلام و خیرخواہی مسلمین سے ہے وہ کھلا دشمن ہے اور یہ
مارِ آستین اُس کی بات کسی جاہل سے جاہل کے دل پر نہ جمے گی کہ سب جانتے ہیں یہ مردود کافر ہے خدا اور رسول کا
صریح منکر ہے اور یہ جب قرآن و حدیث ہی کے حیلے سے بہکائیگا تو ضرور اسرع و اظہر ہے والعیاذ باللہ رب العلمین آمین
امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں ان کانت البدعۃ بحیث یکفر بھا
فامرہ اشد من الذمی لانہ لایقر بجزیۃ ولا یسامح بعقد ذمۃ وان کان ممالا یکفر بہ فامرہ بینہ و بین اللہ
اخف من امر الکافر لامحالۃ ولکن الامر فی الانکار علیہ اشد منہ علی الکافر لان شر الکافر غیر متعد فان
المسلمین اعتقدوا کفرہ فلا یلتفتون الی قولہ اذ لایدعی الاسلام واعتقاد الحق اما المبتدع الذی یدعوا لی
بدعتہ ویزعم ان مایدعوالیہ حق فھو سبب لغوایۃ الخلق فشرہ متعد فالاستحباب فی اظہار بغضہ
ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع علیہ وتنفیر الناس عنہ اشد یہ چوتھا جواب ہے
اُس شبہہ کا الحمد للہ آفتاب حق بے حجاب سحاب متجلی ہوا اور دلائل واضحہ سے نہ صرف
وہابی بلکہ ہر بدمذہب کے ساتھ سنیہ کی تزویج کا باطل محض یا اقل درجہ ممنوع و گناہ ہونا ظاہر ہوگیا ہاں ہمارے
بعض بھائیوں کا بعض متقشفی وہابیہ کے فریب سے دھوکا پاکر یہ عذر باقی ہے کہ یہ احکام تو اُن کے لیے ہیں جو
مذہب اہلسنت سے خارج ہیں اور وہابی ایسے نہیں فلاں فلاں وہابی تو سُنی ہیں اُس کا جواب اسیقدر بس ہے
کہ عزیز بھائیو دین حق کے فدائیو دیکھو یہ دام درسبزہ ہیں دھوکے میں نہ آئیو بھلا وہابی صاحب ہو چکا ہیں مکیں
وہاں نہ خوفِ خدا نہ خلق کی حیا۔ مگر پیارے سُنیو تم نے یہ کیونکر باور کرلیا کہ بعض وہابی اہلسنت ہیں عزیزو
کیا یہ اس کہنے سے کچھ زیادہ عجیب تر ہے کہ فلاں رات دن ہے یا فلاں نصرانی مومن ہے جب سنیت وہابیت
سے صاف مباین ہے تو اُن کا اجتماع کیونکر ممکن ہے۔ ہاں یوں کہتے تو ایک بات تھی کہ فلاں فلاں لوگ جو
وہابی کہلاتے ہیں وہابی نہیں اہلسنت ہیں۔ بہت اچھا چشم ما روشن دلِ ما شاد خدا ایسا ہی کرے اگر واقع
میں کے مطابق ہے تو ہمارا کیا ضرر اور اس فتوے پر اُس سے کیا اثر فتوے میں زید و عمرو کسی کی تعیین نہ تھی سائل نے

وہابی کی نسبت سوال کیا مجیب نے وہابی کے باب میں جواب دیا فلاں اگر وہابی نہیں سُنّی ہے اس سوال و جواب دونوں سے بری ہے فتوے کی صحت میں کیا شک پروری ہے پھر عزیز بھائیو یہ تنزلی جواب اُس کے تسلیم ادعا پر مبنی ہے ابھی امتحان کا مرحلہ باقی و دیدنی ہے زبان سے کہدینا کہ ہم وہابی نہیں گنتی کے لفظ ہیں کچھ بھاری نہیں الٓمّٓ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا و ھم لا یفتنون ۝ کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اس زبانی کہدینے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور اُن کی آزمائش نہ ہو گی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وحسبنا اللہ و نعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بہت اچھا جو صاحب مشتبہ الحال وہابیت سے انکار فرمائیں امور ذیل پر دستخط فرماتے جائیں کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائیگا چلن میں (۱) مذہب وہابیہ ضلالت و گمراہی ہے (۲) پیشوایانِ وہابیہ مثل ابن عبدالوہاب نجدی و اسمٰعیل دہلوی و نذیر حسین دہلوی و صدیق حسن بھوپالی اور دیگر چھوٹے بڑے آروی بٹالی پنجابی بنگالی سب گمراہ بددین ہیں (۳) تقویۃ الایمان و صراط المستقیم و رسالہ یکروزی و تنویر العینین تصانیف اسمٰعیل اور ان کے سوا دہلوی و بھوپالی وغیرہما وہابیہ کی جتنی تصنیفیں ہیں صریح ضلالتوں گمراہیوں اور کلمات کفریہ پر مشتمل ہیں (۴) تقلید ائمہ فرض قطعی ہے بے حصول منصب اجتہاد اُس سے روگردانی گمراہ بددین کا کام ہے غیر مقلدین مذکورین اور اُن کے اتباع واذناب کہ ہندوستان میں نامقلدی کا بیڑا اُٹھا ئے ہیں محض سفیہان ناشخص ہیں ان کا تارک تقلید ہونا اور دوسرے جاہلوں اوراہے... جاہلوں کو ترک تقلید کا اغوا کرنا صریح گمراہی وگمراہ گری ہے (۵) مذاہب اربعہ اہلسنت سب رشد و ہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اسی کا پیرو رہے کبھی کسی مسئلہ میں اُس کے خلاف نہ چلے وہ ضرور صراط مستقیم پر ہے اُس پر شرعاً کوئی الزام نہیں ان میں سے ہر مذہب انسان کے لیے نجات کو کافی ہے تقلید شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ ضالین متبع غیر سبیل المؤمنین ہیں (۶) متعلقات انبیاء و اولیاء علیہم الصلاۃ والثنا مثل استعانت و ندا و علم و تصرف بعطائے خدا وغیرہ مسائل متعلقہ اموات و احیا میں نجدی و دہلوی اور اُن کے اذناب نے جو احکام شرک گڑھے اور عامہ مسلمین پر بلا وجہ ایسے ناپاک حکم جڑے یہ اُن گمراہوں کی خباثت مذہب اور اُس کے سبب انھیں استحقاق عذاب و غضب ہے (۷) زمانہ کو کسی چیز کی تحسین و تقبیح میں کچھ دخل نہیں۔ امر محمود جب واقع ہو محمود ہے اگرچہ قرون لاحقہ میں ہو اور مذموم جب صادر ہو مذموم ہے اگرچہ ازمنۂ سابقہ میں ہو بدعت مذمومہ صرف وہ ہے جو سنت ثابتہ کے رد و خلاف پر پیدا کی گئی ہو جواز کے واسطے صرف

اتنا کافی ہے کہ خدا اور رسول سے منع فرمایا ہو (یعنی قرآن و حدیث میں نہ ہو تو اُسے منع کرنے والا خود حاکم و شارع بننا چاہتا ہے (۸) علمائے کرام حرمین طیبین نے جتنے فتاوے و رسائل مثل الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ وغیرہا رد وہابیہ میں تالیف فرمائے سب حق و ہدایت ہیں اور ان کا خلاف باطل و ضلالت حضرات بہ جنت سند کے آٹھ بابیہ ہادی حق ہیں جو صاحب بے پھیر پھار نے حیلہ وانکار بکشادہ پیشانی ان پر دستخط فرمائیں تو ہم ضرور مان لیں گے کہ وہ ہرگز وہابی نہیں ورنہ ہر ذی عقل پر ظاہر ہو جائیگا کہ منکر صاحبوں کا وہابیت سے انکار نرا حیلہ ہی حیلہ تھا سے پرچنا اور اسم سے رہنا اس کے کیا معنی منکری بودن و ہمرنگ مستاں زیستن ﴿ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ الحمد للہ کہ یہ مختصر بیان تصدیق مظہر حق و تحقیق اوائل عشرۂ اخیرہ ماہ مبارک ربیع الاول شریف سے چند جلسوں میں بدرسائے تمام اور بلحاظ تاریخ ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار نام ہوا وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولٰنا محمد وآلہ واصحابہ

اجمعین والحمد للہ رب العلمین

مسئلہ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی المذہب ہے اور ہندہ زوجہ شیعی مذہب تفضیلی ہو اور باہم کسی طریقہ پر عقد بھی ہو گیا ہے ایسی حالت میں شرعاً ہم بستری یعنی مجامعت جائز ہے اور ایسی حالت میں جو اولاد ہوگی وہ نطفہ صحیح ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

آجکل کے روافض تبرائی علی العموم کافر مرتد ہیں شاذ و نادر ان میں کوئی مسلمان نکل سکے جیسے کوے میں سپید رنگ کا کوا ایسی عورت سے نکاح محض باطل ہے اور قربت صریح زنا اور اولاد یقیناً ولد الزنا

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲ از کلکتہ مسند ریا پٹی نمبر ۱۰۹ متصل مسجد ناخدا دکان کنسٹ شیخ فخر الدین مرسلہ نظیر حسن صاحب

۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ

بعالیخدمت جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام افضالہم پس از سلام مسنون الاسلام آنکہ زید مسلے

اپنی سگی یعنی حقیقی بہن کی لڑکی کی لڑکی سے بحکم ایک عالم کے عقد کیا یہ نکاح از روئے شرع شریف کے عندالاحناف جائز ہے یا ناجائز، مفصل تحریر فرمایئے بینوا توجروا۔

الجواب

عقد مذکور زنائے محض ہے حرام قطعی ہے سخت عظیم شدید گناہ کبیرہ ہے نہ فقط حنفیہ بلکہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ تمام امت مرحومہ کے اجماع سے حرام ہے نص قرآن عظیم سے حرام ہے قال اللہ تعالیٰ حرمت علیکم امھتکم وبنتکم واخواتکم وعمتکم وخالتکم وبنت الاخ وبنت الاخت اس آیہ کریمہ میں رب عزوجل نے بنات کا لفظ تین جگہ ارشاد فرمایا کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری بیٹیاں بھائی کی بیٹیاں بہن کی بیٹیاں اگر بنات یعنی بیٹیاں پوتی نواسی کو بھی شامل تو ضرور بھائی بہن کی پوتی نواسی بھی اسی حکم حرمت میں داخل اور اگر شامل نہیں تو خود اپنی پوتی نواسی بھی حکم آیت میں داخل نہیں تو اس جاہل بیباک کے طور پر وہ بھی حلال ٹھہریگی بقولہ تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذلکم لاجرم کتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایا اور کتب فقہ میں انہیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنایا معالم التنزیل میں ہے یدخل فیھن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلن تفسیر کبیر میں ہے النوع الثانی من المحرمات البنات کل انثی یرجع نسبھا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتک النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب بالاجماع اھ ملتقطا تفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد العقل میں ہے بنات الاخ وبنات الاخت تتناول القربی والبعدی تفسیر جلالین میں ہے وبنت الاخ وبنت الاخت ویدخل فیھن اولادھم فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین میں ہے شملت العبارۃ بنت ابن الاخ وان سفل وبنت ابن الاخت وان سفل ملتقی الابحر میں ہے تحرم علی الرجل اختہ وبنتھا وبنت اخیہ وان سفلتا نقایہ میں ہے حرم اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب شرح وقایہ میں ہے وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلت فیحرم جمیع ھؤلاء اصلاح میں ہے حرم علی المرء اصلہ وفرعہ واختہ وفرعھا وفرع اخیہ درر میں ہے واختہ وبنتھا وان سفلت فتح القدیر میں ہے یدخل فی بنات الاخ والاخت بناتھن وان سفلن اختیار شرح مختار وخزانۃ المفتین میں ہے وبنات الاخ وبنات الاخوات وان سفلن فھؤلاء محرمات بنص الکتاب نکاحا ووطأ ودواعیہ

علی التابید فتاویٰ قاضی خاں وغیرہا میں ہے یحرم بنات الاخوات وان سفلن محیط سرخسی و فتاویٰ ... بحر الرائق
ولکن ابنات الاخ والاخت وان سفلن انوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے المحرمات علی التابید بالنسب
الامھات وان علت والبنات وان سفلت وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلت اس جاہل احمق
نکاح کرنے والے پر فرض ہے کہ خود فوراً فوراً اس اپنی سگی بیٹی سے جدا ہو جائے اور اس اجہل اشنع عالم ظالم پر
لازم کہ از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اپنے اس ناپاک ملعون فتوے سے توبہ کرے اپنی عورت سے نکاح از سر نو کرے
بشرطیکہ وہ بھی اُس کی ہمزبان پوری نہ ہوا علام بقواطع الاسلام میں ہے ومن ذلک (ای من المکفرات) ان یستحل
محرما بالاجماع کالخمر واللواط وتزوج محارمہ الخ خلاصہ وہندیہ میں ہے من اعتقد الحرام حلالا او علی القلب
یکفر انتہی اس زمانہ پرفتن کے ہر فتنہ و شر سے تیری پناہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۵ از نواب گنج ضلع بریلی مکان تحصیلدار ظہور الاسلام صاحب مرسلہ حضرت سید نور عالم میاں صاحب مارہروی ۵ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع شریف اساطین فرقہ اہلسنت وجماعت متبعین ملت حنفیہ اس باب میں
کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کی زندگی میں اُس کی خواہر حقیقی عینی سے نکاح کیا اور بعد نکاح خواہر زن مگر قبل
خلوت صحیحہ یا اُس سے خلوت صحیحہ کے بعد پہلی بی بی کو طلاق دیدی ان دونوں صورتوں میں یہ نکاح عند الشرع
درست و جائز ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جب ایک بہن نکاح میں ہو دوسری سے نکاح حرام قطعی ہے قال اللہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین
تو یہ نکاح ضرور حرام و ناجائز واقع ہوا اور پہلی زوجہ کو اس نکاح فاسد کے بعد پیش از خلوت خواہ بعد خلوت
طلاق دیدینا اُس حرام کو حلال اُس فاسد کو صحیح اُس ناجائز کو جائز نہیں کر سکتا علما تصریح فرماتے ہیں کہ اگر
اولا زوجہ کو طلاق دے اور ہنوز اُس کی عدت نہ گزری ہو کہ اُس کی بہن سے نکاح کرلے یہ نکاح حرام ہوگا
تو یہاں کہ پہلے اُس کی خواہر سے نکاح کرلیا بعد کو طلاق دی کیونکر حلال ہو سکتا ہے درمختار میں ہے ... یحرم
بین المحارم نکاحا وعدۃ ولو من طلاق بائن شخص مذکور پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اس دوسری کو چھوڑ دے ... بحر
اگر پہلی کی عدت گزر چکی ہے تو اُسے اختیار ہوگا کہ اس دوسری کو چھوڑ کر ابھی معاً اُس سے نکاح کرلے ورنہ ...
فرض ہے کہ اُس پہلی کی عدت گزر جائے اُس کے بعد اس دوسری سے نکاح صحیح بروجہ شرعی کرے واللہ سبحانہ تعالیٰ

مسئلہ ۲۴۶: ۵ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معاذ اللہ ساس سے زنا کے باعث جب منکوحہ حرام ہوجائے تو اُس سے پردہ بھی فرض ہوجاتا ہے یا وہ مثل محارم کے ہوجاتی ہے کہ دیکھنا چھونا تنہا مکان میں رہنا جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مذہب اصح یہی ہے کہ حرمت مصاہرت اگرچہ معاذ اللہ زنا سے ناشی ہوئی ہو عورت کو مثل محارم کے کردیتی ہے تو نظر ومس بشہوت تو قطعاً حرام ہوگئے اور بلاشہوت میں حرج نہیں جبکہ اپنے یا عورت کے لیے حدوث شہوت کا اندیشہ نہ ہو بحالتِ اندیشہ بلاشہوت بھی دیکھنا چھونا حرام ہوگا بلکہ اگر شک بھی ہو کہ شاید مجھے یا عورت کو شہوت پیدا ہو جائے تو جب بھی حکم حرمت ہے اور تنہا ایک مکان میں جانے کی تو اصلاً اجازت نہیں کہ یہ غواہی نخواہی مظنّہ شہوت ہے خصوصاً منکوحہ میں جو ایک زمانے تک اس کے نکاح میں رہ چکی اور باہم حجاب و تکلف مرتفع رہا تھا تو عند الانصاف جب منکوحہ سے معاذ اللہ حرمت مصاہرت پیدا ہو اُسے مثل اجنبیہ تصور کرتے ہی میں احتیاط ہے وباللہ العصمۃ۔ درمختار میں ہے ینظر الرجل من محرمہ ھی من لا یحل لہ نکاحھا ابدا بنسب او سبب ولو بزنا الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضد ان امن شھوتہ وشھوتھا وان لم یأمن او شک لا یحل النظر والمس کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبٰی اھ ملتقطا۔ ردالمحتار میں ہے قولہ ولو بزنا ای ولو کان عدم حل نکاحھا لہ بسبب زناہ باصولھا او فروعھا قال الزیلعی وقیل انھا کالاجنبیۃ والاول اصح اعتبارا للحقیقۃ لانھا محرمۃ علیہ علی التابید۔ اسی میں ہے قولہ او شک معناہ استواء الامرین تاتارخانیہ۔ درمختار میں ہے والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصھرۃ الشابۃ۔ ردالمحتار میں ہے قال فی القنیۃ وفی استحسان القاضی الصدر الشھید وینبغی للاخ من الرضاع ان لا یخلو باختہ من الرضاع لان الغالب ھناک الوقوع فی الجماع اھ وافاد العلامۃ البیری ان ینبغی معناہ الوجوب ھنا اھ ما فی ردالمحتار قلت فاذا کان الغالب ذلک فی الاخت رضاعا فما ظنک فی التی کانت تحتہ زمانا وقد ذاق کل عسیلۃ صاحبہ نسأل العفو والعافیۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۷: از مارہرہ مطہرہ مدرسہ درگاہ معلّٰی مرسلہ مولوی رحمۃ اللہ صاحب ۱۷ رجب ۱۳۱۷ھ

زید نے ہندہ کے ساتھ عرصہ پندرہ برس کا ہوا کہ نکاح کیا لڑکا بھی پیدا ہوا پھر زید چلا گیا اور اب تک اُس کی

خبر نہ لی نہ نان نفقہ دیا چند بار اُس کو واسطے دینے طلاق کے تحریر کیا جواب نہ دیا اب ہندہ دوسرا عقد کرنا چاہتی ہے بخیال حالات زمانہ نہ معلوم کہ کیا امر نامناسب آیندہ پیش آئے اُس وقت بجز ندامت اہل دنیا والزام شرع کچھ سود نہ ہوگا پس یہ ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جبتک موت یا طلاق نہ ہو حرام ہے قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء چارہ کار نالش ہے ورنہ صبر ورنہ یہ نکاح خود کیا حرام نہ ہوگا تو وہم آیندہ سے بچنے کے لیے قصداً حرام کاری کے کیا معنے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۸ ۔ از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھول توٹلی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب

۱۹ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں **سوال اول** سید سید شیخ شیخ پٹھان پٹھان آیا ان قوموں میں بڑے بھائی کی لڑکی اور چھوٹے بھائی کا لڑکا اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں **سوال دوم** زید و عمر و حقیقی چچازاد بھائی ہیں اب زید عمرو کی دختر کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں اور غیر حقیقی میں کیا حکم ہے **سوال سوم** آپس میں بھائی اور بہنوں سوائے نسبی اور رضاعی کے نکاح جائز ہے یا نہیں **سوال چہارم** زید کا دادا غیر حقیقی ہے اب زید اُس غیر حقیقی دادا کی دختر سے نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ان سب صورتوں میں یعنی اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا چچازاد بھائی کی بیٹی یا غیر حقیقی دادا کی اگرچہ وہ حقیقی دادا کا حقیقی بھائی ہو اور رشتے کی بہن جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک نہ باہم علاقہ رضاعت جیسے چچا ماموں خالہ پھپھی کی بیٹیاں یہ سب عورتیں شرعاً حلال ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت ومصاہرت قائم نہ ہو قال اللہ تعالٰے واحل لکم ماوراء ذٰلکم نقایہ میں ہے حرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب وصلبیۃ اصلہ البعید درمختار میں ہے حلال بنت عمہ وعمتہ وخالہ وخالتہ لقولہ تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم اھ **قلت** ویدخل فیھم اعمام ابیہ وجدہ وان علا وامہ وجدتہ وان علت وعماتھم واخوالھم وخالاتھم کما دخلن فی قولہ تعالٰی وعمّٰتکم وخٰلٰتکم کما فی التبیین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹ مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب ۶ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو بہنیں اور ایک بیٹی ہے اور اُن کا نکاح بھی ہوگیا ہے اب آیا زید کی بیٹی کو زید کے دونوں بہنوں کے شوہر سے پردہ کرنا واجب ہے یا نہیں اور بعد مرنے ایک ہمشیرہ کے اُس کے شوہر سے زید کی لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں اور اُس سے بھی پردہ اس حالت میں ہے یا نہیں اور جس بہن کا شوہر زندہ ہے اُس سے بھی نکاح درست ہے یا نہیں بینوا بالدلیل توجروا باجر الجزیل۔

الجواب

پھپھی یا خالہ یا بہن اور اسی طرح جتنی عورات عورت کی محارم ہیں اُن کی زندگی میں اُن کے شوہروں سے عورت کا نکاح اگرچہ حرام والدلیل قولہ عزوجل وان تجمعوا بین الاختین وفی الحدیث لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا مگر وہ عورت کے محارم نہیں ہوجاتے کہ اُن سے نکاح صرف اُس حالت تک حرام جبتک اُس کی پھپھی یا خالہ یا بہن یا کوئی محرم عورت اُن کے نکاح میں ہے بعد افتراق بموت یا طلاق ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح حلال ہے اور محرم وہ ہوتا ہے جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہوسکے اُس کی حرمت ابدیہ ہو جیسے باپ بیٹا بھائی بھتیجا بھانجا وغیرہم اور جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اُس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے خواہ فی الحال اُس سے نکاح ہوسکتا ہو یا نہیں اگر حرمت فی الحال عدم پردہ کے لیے کافی ہو تو چاہیے کہ زن شوہردار کا تمام جہان میں کسی سے پردہ نہ ہو کہ جبتک وہ اپنے شوہر کے عقد عصمت میں ہے کسی کو اُس سے نکاح روا نہیں قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء اسی طرح جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں موجود ہوں چاہیے کہ اُس سے کسی عورت شوہردار خواہ بے شوہر کا پردہ نہ ہو کہ جبتک ان چار میں سے کسی سے بذریعہ موت یا طلاق جدائی نہ ہو پانچواں نکاح اُسے حلال نہیں غرض یہ سب ہندی ہوسیں اور جاہلانہ رسمیں ہیں شرع مطہر میں پھپا اور خالو اور بہنوئی اور جیٹھ اور دیور اور چچا پھپھی خالہ ماموں کے بیٹوں اور راہ چلتے اجنبی سب کا ایک حکم ہے بلکہ ان سے زیادہ احتیاط لازم ہے کہ نرے اجنبی سے طبعی حجاب ہوتا ہے نہ اپنے جلد ہمت پڑسکتی ہے نہ وہ ایسے تکلف گھر میں آسکتا ہے بخلاف ان کے ولہذا حدیث میں ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ارأیت الحمو یا رسول اللہ جیٹھ دیور کا حکم ارشاد ہو فرمایا الحمو الموت یہ تو موت ہیں

والعیاذ باللہ تعالٰی اس بیان سے تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہوگیا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰ - از عثمان پور ڈاک خانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خاں صاحب ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی سُنّی المذہب کو اپنی دختر شیعی تبرائی وقاذف حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے عقد نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے اور کوئی سُنّی باوجود ناجائز سمجھنے کے بھی ایسا کرے تو اُس کی بابت شرعًا کیا حکم ہے جواب مختصر ومدلل مرحمت فرمایا جائے بینوا توجروا۔

الجواب

معاذ اللہ رافضی قاذف باجماع مسلمین کافر ملعون ہے یہاں تک کہ جو اُسے کافر نہ جانے خود کافر ہے رد المحتار میں ہے لاشك فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا الخ اُسی کے باب البغاۃ میں ہے لان ذلك تکذیب صریح القران جو شخص اپنی دختر یا خواہر ایسے کے نکاح میں دے وہ یقینًا دیوث ہے وہ اپنی بہن بیٹی کو صریح زنا کے لیے دینے والا ہے حدیث ارشاد فرماتی ہے کہ اُس پر جنت حرام ہے اللہ تعالٰی روز قیامت اُس پر نظر رحمت نہ فرمائیگا احمد والنسائی والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثۃ لاینظر اللہ الیہم یوم القیمۃ العاق لوالدیہ والمرأۃ المترجلۃ المتشبہۃ بالرجال والدیوث تین شخصوں پر اللہ تعالٰی روز قیامت نظر نہ کریگا ماں باپ کو آزار دینے والا اور مردانی عورت مردوں کی وضع بنانے والی اور دیوث ورواہ الحاکم والبیہقی فی الشعب بسند صحیح عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کا نافرمان اور دیوث اور مرد وضع عورت الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما ثلثۃ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے دیوث اور مردانی وضع کی عورت اور شرابی والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱ و ۵۲ - از موضع مذکور بوساطت نواب نثار احمد خاں صاحب بریلوی ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں

سوال اول - زید باوجود علم ہونے کے حقیقی دو بہنوں کو اپنے عقد میں لایا اور دونوں کے ساتھ اوقات بسر کرتا ہے اہل اسلام اس حرکت سے مانع ہوئے لیکن زید نے کچھ خیال نہ کیا نہ دونوں میں سے کسی کو

جدا کیا مسلمانوں نے مجبور ہو کر زید سے اجتناب اختیار کیا مگر بعض اشخاص نے زید کا ساتھ دیا تو از روئے شرع شریف مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے یا نہیں اور زید و نیز اس کے ہمراہیوں کے یہاں خورد ونوش اور سلام علیک جائز ہے یا نہیں اور زید پر کونسی عورت جائز ہے اولٰے یا ثانیہ یا دونوں ناجائز ہیں جواب مدلل مرحمت فرمائیے بینوا توجروا۔

الجواب

اولیٰ وثانیہ کہنے سے واضح ہوا کہ دونوں سے معاً نکاح نہ کیا تھا اس صورت میں ثانیہ سے نکاح حرام ہوا لقولہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین اور جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا تھا زوجہ حلال تھی اسے ہاتھ لگاتے ہی وہ بھی حرام ہو گئی اب جبتک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے زوجہ کو بھی ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں زید پر فرض ہے کہ اسے ترک کردے جب اس کی عدت بعد متارکہ گزر جائے گی اس وقت زوجہ اس کے لیے حلال ہوگی فی رد المحتار الثانی باطل ولہ وطء الاولیٰ الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولیٰ الی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لو وطی اخت امرأتہ بشبھۃ حیث تحرم امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبھۃ ح عن البحر مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔

زید سے جبتک تائب نہو ابتدا بالسلام ممنوع ہے کہ وہ فاسق معلن اور گناہ کبیرہ پر مصر ہے فی الدر المختار یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا الخ وفی رد المحتار عن فصول العلامی لا یسلم علی الشیخ المازح الکذاب واللاغی ولا علی من یسب الناس او ینظر وجوہ الاجنبیات ولا علی الفاسق المعلن ولا علی من یغنی او یطیر الحمام مالم تعرف توبتھم اور اس کے ساتھ کھانے پینے سے بھی احتراز چاہیے سنن ابی داؤد وجامع ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھتھم علماؤھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم وآکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علی لسان داود وعیسی بن مریم الحدیث جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے ان کے مولوی مانع آئے انھوں نے نہ مانا اب وہ مولوی ان کے پاس بیٹھے ساتھ کھانا کھایا پانی پیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک کے دل دوسرے پر مارے اور ان سب کو ملعون کردیا داود وعیسیٰ بن مریم علیہم الصلاۃ والسلام کی زبان پر زید کا ساتھ دینے والے اگر خاص اس گناہ میں اس کے مدد ومعاون ہوئے جب تو ظاہر کہ وہ بھی زید کے مثل بلکہ اس سے

بدتر ہیں قال اللہ تعالیٰ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان حدیث میں ہے من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام جو کسی ظالم کے ساتھ مدد دینے کو چلے اور وہ جانتا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ اسلام سے نکل جائے رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اگر اسی قدر ہو کہ زید سے باوصف اس حرکت کے راضی ہیں جب بھی بدلیل حدیث مذکور ہی اسرائیل شریک گناہ و مستحق توہین و تذلیل ہیں حدیث میں ہے الذنب شؤم علے غیر فاعلہ (الی قولہ) وان رضی بہ شارکہ یعنی گناہ کرنا ایک ہے اور اس کا وبال اوروں پر بھی پڑتا ہے کہ جو اس پر راضی ہو وہ بھی شریک گناہ ہے رواہ فی مسند الفردوس عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال دوم

سنّی کو اپنی دختر شیعی کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے اور کوئی سنّی باوجود ناجائز سمجھنے کے ایسا کرے تو اس کی بابت شرعاً کیا حکم ہے اور جو کہ سنّی و شیعہ کی قرابت زمانہ سلف سے اس وقت تک جاری ہے اس کا کیا باعث ہے آیا اس وقت میں علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہیں فرمائی یا اس وقت کے شیعہ سے اس وقت کے شیعہ میں کچھ فرق ہے اس کی وجہ مدلل زیب قلم فرمایئے کہ سائل کی خلش و معترضین کا اعتراض دفع ہو جواب مختصر و مدلل مرحمت فرمایا جائے بینوا توجروا

الجواب

آج کل کے عام رافضی منکران ضروریات دین اور باجماع امت کفار مرتدین ہیں کما حققناہ فی فتاوٰنا وفی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ علاوہ اور کفریات کے دو کفر تو ان کے عالم و جاہل مرد عورت سب کو شامل ہیں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم سے افضل ماننا اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے اور قرآن عظیم سے معاذ اللہ صحابہ کرام وغیرہم اہلسنت کا چند پارے یا سورتیں آیتیں گھٹا نا کچھ الفاظ تغییر تبدیل کر دینا اور جو قرآن عظیم کے ایک حرف ایک نقطے کی نسبت ایسا گمان کرے کافر ہے قال اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون ان کے مجتہد حال نے یہ عقائد باطلہ اور دیگر عقیدہ کفریہ صاف صاف لکھکر اپنی مہر کر دی ان میں جو کوئی خود ان عقائد کا معتقد نہ بھی ہو تو مجتہد کو کافر ہرگز نہ کہے گا بلکہ جناب

قبلہ و کعبہ ہی بنائے گا اور جو منکر ضروریات دین کو معظم و دینی جانے یا کافر ہی نہ کہے خود کافر ہے بزازیہ و درمختار وغیرہما میں ہے من شك فی کفرہ و عذابه فقد کفر لہذا جزم کیا جاتا ہے کہ آج کل رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کوؤں میں سپید رنگ والا۔ ایسوں کے ساتھ مناکحت تو حرام قطعی و زنائے خالص ہے جو اپنی بہن بیٹی ان کو دے دیوث ہے اس عقد باطل کے ذریعہ سے جو نام اس کی بہن بیٹی کو ملنے والے ہیں اُن میں ہلکے نام یہ ہیں زانیہ فاجرہ قحبہ فاحشہ روسی رنڈی بدکار جو اسے پسند کرتا ہو اس کبیرہ فاحشہ پر اقدام کرے ورنہ اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرے اور اگر بالفرض کوئی رافضی ایسا ملے جسے مسلمان کہہ سکیں تو حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہما پر صرف تبرا بھی فقہائے کرام کے نزدیک مطلقاً کفر ہے کما نص علیه فی الخلاصة والفتح والدرر وغیرہا من الاسفار الغر تو فقہا کے طور پر ہر تبرائی کے ساتھ مناکحت میں وہی احکام ہونگے اور بفرض غلط اس سے بھی محفوظ ملے تو آخر گمراہ بددین ہونے میں تو شبہہ نہیں اور ایسے کو بیٹی دینا شرعاً گناہ وممنوع ہے کما بیناہ فی رسالۃ مفردۃ فی ھذا الباب سمیناھا ازالة العار بحجر الکرائم عن کلاب النار ائمہ متقدمین سلف صالحین سے ہرگز یہ امر ثابت نہیں اور اگر نادراً شاذ کہیں وقوع ہوا ہو تو اُس کا منشا اُس کے رفض پر اطلاع نہ پانا اور رافضی کے دین میں تقیہ ہونا وامثال ذالك من الاعذار ہوگا اس وقت اور پہلے کے روافض میں اتنا فرق بھی ہے کہ اول انہیں آزادی نہ تھی عام طور پر انکار ضروریات دین کی جرأت و شادی نہ تھی رافضی تو اب پیدا ہوئے زناکاری و حرام خواری تو اُن سے بھی ہزاروں برس پہلے رائج ہے کیا علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہ فرمائی یا اس وقت کے زنا و اکل حرام سے اُس وقت کے زنا و حرام کو کچھ فرق ہے۔ حاشا علمائے دیندار ہر قرن و طبقہ و زمانہ میں منع فرماتے آئے ماننا نہ ماننا عوام کا فعل ہے اور ہدایت کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار۔ یہی حال گمراہوں سے میل جول کا ہے کہ علمائے اہل حق صحابہ و تابعین و ائمہ دین رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین قرناً فقرناً منع فرماتے آئے رسائل رد ندوہ خصوصاً فتوائے جدیدہ فقیر سمّی بہ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین ملاحظہ ہوں پھر اگر عوام نہ مانیں یا دنیا پرست مولوی ضلالت کی طرف بلائیں تو اس کا کیا علاج اور علمائے الحق پر کیا الزام والی اللہ المشتکی من ضعف الاسلام ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ۴۳ ۸ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر نے طلاق بائن دی درمیان عدت کے ہندہ نے نکاح ثانی کرلیا بعد نکاح کم وبیش ایک سال کے شوہر ثانی ہندہ کا باہر چلا گیا اور کچھ خبر گیراں نہ ہوا اب کچھ کم ایک سال کے بعد بہتر ایک ورثہ ہندہ ونیز بخواہش خود ہندہ کو اپنے پاس بلانا چاہتا ہے لیکن اب ہندہ وورثائے اُس کے یہاں بھیجنے پر رضامند نہیں اور نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح درمیان عدت کے جائز نہیں تھا اب نکاح ثالث کسی شخص دیگر سے کرنا چاہتی ہے آیا یہ نکاح بلا طلاق جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس دوسرے شخص کو وقت نکاح معلوم تھا کہ عورت ہنوز عدت میں ہے یہ جانکر اُس سے نکاح کرلیا جب تو وہ زنائے محض تھا عدت کی کچھ حاجت نہیں نہ طلاق کی ضرورت بلکہ ابھی جس سے چاہے نکاح کرلے جبکہ شوہر اول کی عدت گزرچکی ہو اور اگر اُسے عورت کا عدت میں ہونا معلوم نہ تھا (ف۱) تو طلاق کی اب حاجت نہیں مگر متارکہ ضرور ہے یعنی شوہر کا عورت سے کہنا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا عورت کا اُس سے کہدینا کہ میں تجھ سے جدا ہوگئی اس کے بعد عدت بیٹھے عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرے درمختار میں ہے لاعدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر عالما بذلک ودخل بھا وبہ یفتی۔ ردالمحتار میں ہے اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انھا للغیر الخ اُسی میں ہے (ف۲) فسخ ھذا النکاح یصح من کل منھما بمحضر الاٰخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید کذا فی البحر اُسی میں علامہ خیر الدین رملی سے ہے الحق عدم الفرق (ف۳) ولذا جزم بہ المقدسی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲ از شہر کہنہ لاڈلے میاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی حقیقی بہن کی رضیع بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حقیقی بہن کی رضاعی بہن ہونا خود یہ رشتہ موجب حرمت نہیں جبکہ اُس کے ساتھ کوئی وجہ حرمت نہ پائی جائے مثلاً اگر حقیقی بہن کی رضاعی بہن یوں ہے کہ اُس نے اُس کے ماں یا باپ کا دودھ پیا ہے تو وہ خود اس کی بھی رضاعی بہن ہوئی اور اس پر حرام ہے اور اگر یوں ہے کہ زید کی بہن نے اُس لڑکی کی ماں کا دودھ پیا یا دونوں نے تیسری عورت کا دودھ پیا جس سے زید کو کوئی علاقہ نہیں تو اس

صورت میں وہ لڑکی زید پر حرام نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ازمقام بیادرہ ایجنسی بھوپال ملک مالوہ مرسلہ محمد عاشق علی صاحب اہلکار نظامت ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سائلہ اپنی حیات میں بخواہش اولاد چاہتی ہے کہ میرا شوہر میری ہمشیرہ حقیقی بیوہ کے ساتھ اپنا عقد کرلیوے اور شوہر اُس کا رضامند ہے جو کچھ کہ حکم شرع شریف سے ہو آگہی بخشی جائے۔

الجواب

جب زوجہ مرجائے یا اُسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو اُس وقت زوجہ کی بہن سے نکاح جائز ہوتا ہے بغیر اس کے حرام قطعی ومثل زنا ہے اللہ تعالٰی فرماتا ہے وان تجمعوا بین الاختین رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فلا تعرضن علی بناتکن ولا اخواتکن واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح سالی کی لڑکی سے بعد فوت بی بی کے درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زوجہ کا انتقال ہوتے ہی فوراً اُس کی بھانجی بھتیجی سے نکاح جائز ہے لعدم الجمع نکاحا ولا عدۃ اذلا عدۃ علی الرجل کما حققہ فی العقود الدریۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مسئولہ ثناء اللہ صاحب متصل سرائے خام ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا بعد نکاح کے چھ مہینے کے واسطے سفر کو گیا داماد کو اور اپنی بیوی کو مع لڑکی کے مکان پر چھوڑ گیا بعد واپس آنے سفر کے دیکھا کہ بیوی منکوحہ اپنی کو حاملہ پایا بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ حاملہ داماد سے ہوئی تھی آیا لڑکی اُس کی داماد کے نکاح سے علیحدہ ہوگئی یا نہیں اور طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں اور مہر اُس لڑکی کا بذمہ داماد رہا یا نہیں اور زوجہ اُس کی بعد وضع حمل کے اُس کی رہی یا نہیں اور داماد کے نکاح میں اُس کی زوجہ آسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

چھ مہینے بلکہ دو سال سے ایک دن کم کے بعد واپس آکر عورت کو حاملہ پالنے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ حمل دوسرے کا ہے اور بدگمانی قطعی حرام ہے اور تحقیقاً اگر بذریعہ شہود ہے یعنی لوگوں نے گواہی دی کہ اُس کی زوجہ نے داماد سے زنا کیا تو یہ قریب بہ ناممکن ہے شہادت کے لیے عدالت درکار ہے جو یہاں گویا عنقا ہے پھر ثبوت زنا کے لیے چار مرد عادل کا مشاہدہ ضرور کہ اُنھوں نے اپنی آنکھ سے اُس کا اندام اُس کے بدن میں سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا یہ کہاں متصور۔ لوگ محض قرائن و قیاسات پر اُڑا دیتے ہیں اس پر اعتبار حلال نہیں اور وہ سب شرعاً اسّی اسّی کوڑے کے مستحق ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ اُنھیں فاسق فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ ایمان رکھتے ہو تو پھر ایسی بات زبان سے نہ نکالنا یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین تحقیقات کا تو یہ حال ہے یہ تو تہمت زنا رکھنے کا علم تھا اب ل ثبوت مصاہرت کے لیے دو گواہ بھی کافی ہیں اگرچہ صرف مس بشہوت کی گواہی دیں اور اگر کوئی گواہ نہ ہو تو عورت اور داماد اپنے حال سے خوب آگاہ ہیں اور اُن کا رب اُن سے زیادہ اُن کا حال جانتا ہے۔ اگر واقعی اُس نے بشہوت اُس عورت کے بدن کو صرف ہاتھ ہی لگایا تو جب بھی اُس کی منکوحہ ہمیشہ کے لیے اُس پر حرام ہوگئی وہ اُس کی بیٹی ہوگئی اور ساس تو اُس کی ماں تھی ہی اب وہ دونوں ماں بیٹیاں اس پر ابداً لآباد تک حرام ہیں کسی طرح کبھی اُن سے نکاح نہیں ہو سکتا اُس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کو چھوڑ دے اور اُس کا مہر ادا کردے زوجہ زید بدستور نکاح میں ہے زنا کے سبب اُس کے نکاح میں خلل نہ آیا واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲ ربیع الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے نکاح ثانی کیا اُس کے ایک لڑکی شوہر اول سے ہے اب اُس کا نکاح شوہر ثانی کے بھائی سے کرنا چاہتی ہے جو اس لڑکی کا سوتیلا چچا ہے یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اُن کا شوہر ثانی نہ اپنا باپ ہے نہ اُس کا بھائی اپنا چچا نہ سگا نہ سوتیلا۔ سوتیلا چچا وہ ہے کہ اپنے باپ کا سوتیلا بھائی ہو نہ وہ کہ سوتیلے باپ کا بھائی ہو۔ یہ نکاح حلال ہے قال تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹ ۲۰ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ زید کے پدر و مادر سے خسر اور خوشدامن کو بوجہ ناروا ناراضی پیدا ہوئی لہذا زید کی زوجہ کو خسر و خوشدامن نے طلب کیا زید اور پدر و مادر زید نے کہا کہ ناراضی فیمابین کی دور ہو جائے تو زوجہ کو بھیجیں گے اس پر بکر کے مکان سے کہ وہاں بتقریب دنیاوی زوجہ زید کی گئی تھی زبردستی جا کے خسر کے بھیجے ہوئے آدمی اور خوشدامن زوجہ کو لے گئے اب جب زید نے چاہا کہ میری زوجہ میرے گھر آئے تو خسر اور خوشدامن مجیب ہوئے کہ زید نے تو طلاق دیدی اور جھوٹے گواہ بھی بنائے اور ارادہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا خسر و خوشدامن رکھتے ہیں پس یہ نکاح ثانی بدون طلاق زوج اول کے جائز ہوگا یا ناجائز اور وطی زوج ثانی سے حرام ہوگی یا حلال بینوا توجروا

الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح ثانی محض باطل ہوگا اور زوج ثانی سے وطی زنی زنا ہوگی جتنے لوگ اس سخت شدید کبیرہ عظیمہ میں اس حال سے آگاہ ہوکر شریک ہونگے سب سخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہونگے اور اُن میں پہلے عذاب دوزخ کا استحقاق جھوٹے گواہوں کو ہوگا جن کی ناپاک گواہی ایسے ناپاک فاحشہ بات کی تمہید ہوگی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس منا من خبب امراۃ علی زوجھا جو کسی عورت کو اُس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (رواہ الامام احمد وابن حبان والبزار والحاکم وقال صحیح واقرہ عن بریدۃ وابوداود والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ وابو یعلی بسند جید والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس وفی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم جب کسی کی عورت کو شوہر سے بگاڑ دینے پر یہ حکم ہے تو معاذ اللہ عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں کرادینا کیسا اشد و اخبث ظلم ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں عدلت شھادۃ الزور بالاشراک باللہ عدلت شھادۃ الزور بالاشراک باللہ عدلت شھادۃ الزور بالاشراک باللہ ثم قرأ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور جھوٹی گواہی بت پوجنے کی برابر کی گئی جھوٹی گواہی بت پوجنے کی برابر کی گئی جھوٹی گواہی بت پوجنے کی برابر کی گئی تین بار اسے فرما کر حضور نے یہ آیت اُس کی سند میں پڑھی کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے بچو ناپاکی سے کہ وہ بت ہیں اور بچو جھوٹی گواہی سے رواہ ابوداود والترمذی

وابن ماجۃ عن حزیم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لن یزول قدما شاھد الزور حتی یوجب اللہ لہ النار ہرگز جھوٹے گواہ کے پاؤں جگہ سے ہٹنے نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کردیگا رواہ ابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر والحاکم وصحح سندہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مطلق جھوٹی شہادت کا یہ وبال ہے جس میں پیسہ دو پیسہ مال پر جھوٹی گواہی بھی داخل تو شہادت کذب سے کسی کے ناموس کو برباد کردینا کس قدر سخت موجب غضب الٰہی ہوگا والعیاذ باللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بدایوں مولوی ٹولہ مسئولہ شیخ نذر اللہ صاحب ۳۰ شوال ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے ایک عورت اُس کے نکاح میں تھی بعدہ اُس کی حقیقی بہن سے نکاح کر لیا اب وہ دونوں سگی بہنیں اُس کے پاس ہیں جب اُس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے یہ امام شافعی کے مذہب میں جائز ہے اس صورت میں اُسے امام بنانا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام قطعی ہے اس کی حرمت ایسی نہیں کہ کسی امام نے اپنے اجتہاد سے نکالی ہو جس میں دوسرے امام کو خلاف کی گنجائش ہو، نہ اس کی حرمت کسی حدیث آحاد سے ہے کہ جسے وہ حدیث نہ پہنچے یا اُس کی صحت اُسے ثابت نہ ہوئی وہ انکار کرسکے بلکہ اس کی حرمت قرآن عظیم نے خاص اپنی نص واضح صریح سے ارشاد فرمائی ہے کہ حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخوٰتکم (الی قولہ عزوجل) وان تجمعوا بین الاختین الآیہ حرام کی گئیں تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں اور تمھاری بہنیں اور یہ کہ اکھٹی کرو دو بہنیں۔ دیکھو جس طرح آدمی پر اُس کی ماں بہن بیٹی حرام ہیں اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنا اُس پر حرام ہے زید نے امام شافعی پر سخت جھوٹ بہتان افترا کیا اور اب تک تو وہ اس ناپاک فعل سے فقط حرامکار و مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب نار تھا اب اُسے مسلمانوں کے اماموں میں مختلف فیہ مان کر اُس کی حرمت قطعیہ کا منکر ہوا اور اُس کا کام سرحد کفر تک پہنچا اُس کا معاملہ بہت سخت ہوگیا اُسے امام بنانا حرام ہے اُس کے پیچھے نماز محض باطل ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے

کہ جب تک وہ اپنے اُس ناپاک فعل سے باز نہ آئے اُس دوسری کو الگ کرکے جُدا نہ کردے اپنے اُس نجس تزوّل سے توبہ نہ کرے نئے سرے سے تجدید اسلام نہ کرے جبتک اُس کے پاس نہ بیٹھیں اُس سے میل جول نہ کریں ورنہ خوف کریں کہ اُن کی آگ انھیں بھی نہ پھونک دے قال اللہ تعالیٰ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۱ مسئولہ مولوی عبد الکریم صاحب ساکن امرتسر کٹرہ حکیمان نزیل بریلی ۵ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو زوجہ تھیں زوجہ اولیٰ سے ایک بیٹا عمرو اور ثانیہ سے تین بیٹے بکر خالد ولید ہوئے عمرو کا بیٹا سعید ہوا سعید کی دختر لیلیٰ تھی لیلیٰ کی دختر سلمیٰ ہے یہ سلمیٰ عمرو کے بیٹے سعید کی نواسی عمرو کے سوتیلے بھائیوں بکر و خالد و ولید پر حرام ہے یا حلال بینوا توجروا۔

الجواب

سلمیٰ اپنی ماں لیلیٰ کے اُن سب سوتیلے داداؤں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اُس کے سگے دادا عمرو پر۔ وہ اُن سب کی بیٹی ہے اُسے اُن میں کسی کے لیے حلال جاننا نص قطعی و اجماع امت کا انکار اور موجب کفر ہے قال اللہ تعالیٰ حرمت علیکم امھٰتکم و بنٰتکم واخواتکم و عمّٰتکم وخالٰتکم و بنٰت الاخ و بنٰت الاخت اللہ تعالیٰ نے بھائی کی بیٹیوں کو حرام فرمایا ہے اور بھائی عام ہے سگا ہو خواہ سوتیلا ماں جُدا ہو خواہ باپ جُدا اور بیٹیاں عام ہیں خواہ بھائی کی اپنی بیٹی ہوں یا پوتی یا نواسی یا اُس کے بیٹے یا بیٹی کی پوتی نواسی آخر تک عالمگیریہ میں ہے اما الاخوات فالاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن تفسیر کبیر میں بیان بنت صلبی میں ہے کل انثی یرجع نسبھا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتک اُسی میں ہے القول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۲ از پورن پور ضلع پیلی بھیت ۱۴ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں زید اپنی عورت چھوڑ کر مر گیا عورت بیوہ اندر ایام عدت کے عمرو سے مرتکب زنا کی ہوئی حاملہ حل زنا کا قرار پاگیا عدت کے ایام اب گزر گئے عمرو مستدعی نکاح کا اُسی عورت سے ہے اب نکاح جائز ہے اور وطی کرنا قبل استبرا کے بھی جائز ہے

یا نہیں اور کفارہ ذمہ زانی وزانیہ کے عائد ہوتا ہے یا نہیں جواب سے مشرف فرما کر داخل اجر و حسنات ہوں بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وفات شوہر کی عدت گزر گئی تو اب عورت کو نکاح جائز ہو گیا اور وضع حمل کا انتظار زانی خواہ غیر زانی کسی کو ضرور نہیں کہ حمل جو اثنائے عدت وفات میں حادث ہوا اُس سے عدت موت کہ چار مہینے دس دن ہے نہیں بدلتی رد المحتار میں ہے فی النہر ان المعتدۃ لو حملت فی عدتھا ذکر الکرخی ان عدتھا وضع الحمل ولم یفصل والذی ذکرہ محمد ان ھذا فی عدۃ الطلاق اما فی عدۃ الوفاۃ فلا تتغیر بالحمل وھو الصحیح کذا فی البدائع فرق اتنا ہے کہ خود عمرو جس کے زنا سے یہ حمل رہا ہے وہ اب اگر نکاح کرے تو اُسے فی الحال وطی جائز ہے اور دوسرے شخص سے نکاح ہو تو نکاح صحیح ہے مگر اُسے تا وضع حمل زنا عورت کو ہاتھ لگانا ناجائز ہوگا درمختار میں ہے صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع لو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا زانی وزانیہ پر جو حد شرع مطہر نے لازم فرمائی ہے وہ یہاں کہاں مگر توبہ فرض ہے اور اللہ عزوجل کا عذاب سخت ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳ از اکبر آباد مرسلہ محمد عبدالرزاق صاحب بانی ہتی اڈیٹر رسالہ ہمدرد اسلام آگرہ ۹ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے کی شادی اپنے حقیقی بھائی کی بیٹی سے کردی یا تایا یا چچا زاد دو بھائیوں نے آپس میں اپنے لڑکے اور دوسرے بھائی کی بیٹی سے نکاح کردیا تو از روئے شرع شریف یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں اور چچا زاد بہن تایا زاد بھائی پر اور تایا زاد بھائی کی دختر چچا زاد بھائی کے پسر پر حلال ہے یا نہیں (۲) اگر جائز اور حلال ہے تو جو شخص اس حکم کو نہ مانے اور یہ کہے کہ گو یہ مسئلہ شرع شریف کا ہے لیکن ہم اس پر عمل نہیں کرتے کہ ہماری برادری اور باپ داداؤں سے کبھی ایسا نہیں ہوا تو ایسے لوگوں سے ملنا جلنا اور برادرانہ برتاؤ رکھنا کیسا ہے اور نیز ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں (۳) اگر کوئی گروہ ایسے نکاح کرنے والے کا حقہ پانی میل جول برادرانہ بند کردیں اور اس نکاح کو ننگ وناموس قومی تصور کریں تو اُن سے میل جول رکھنا چاہیے یا نہیں (۴) اگر ایسے لوگوں کی مخالفت سے ماں باپ ناراض ہوں تو باطاعت والدین گو مخالفت شرع شریف ہوجائے اُن سے میل جول رکھنا چاہیے یا اطاعت شریعت مقدم رکھے گو والدین ناراض ہوجائیں بینوا توجروا۔

الجواب

دو بھائی حقیقی ہوں خواہ عم زاد اُن میں ہر ایک کی اولاد دوسرے کی اولاد پر قطعاً یقیناً باجماعِ امت جائز و حلال ہے چچا ماموں خالہ پھپی کی اولاد کو بہن بھائی کہنا ایک مجازی بات ہے جسے ہرگز آیۂ کریمہ محارم کے کلمات اخوٰتکم یا بنت الاخ و بنت الاخت کسی اسلامی مذہب میں شامل نہیں بلکہ نصِ قطعی قرآنِ عظیم گواہ ہے کہ یہ عورتیں ہرگز بہنوں میں داخل نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک و بنت عمک وبنت عمتک وبنت خالک وبنت خالتک الآیہ اے نبی بیشک ہم نے حلال کیں تمھارے لیے تمھاری زوجات جن کے مہر تم نے دیے اور تمھاری کنیزیں جو اللہ نے تمھیں غنیمت میں دیں اور تمھارے چچا کی بیٹیاں اور پھپیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں ہاں ہنود عنود نے انھیں حقیقی بہن بھائی کی طرح سمجھا ہے جیسے متبنّی کو بزعمِ باطل بیٹا اور اُس کی زوجہ کو حقیقی بہو کے مثل جانتے ہیں مشرکانِ عرب اس پچھلے مسئلے میں مشرکانِ ہند کے ہم خیال تھے جس پر اُن سفہا نے نکاح حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر طعن و اعتراض کیے اور قرآنِ عظیم نے اُن کے شیطانی خیال اُن کے منہ پر مار دیے قال تعالیٰ فلما قضٰی زید منھا وطرا زوجنٰکھا لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیاۗئھم اذا قضوا منھن وطرا مگر عم و عمہ و خال و خالہ کی بیٹیوں کو مشرکینِ عرب بھی بہن نہ جانتے تھے ان سے مناکحت اُن میں بھی رائج تھی اور مسلمانوں میں بھی ہمیشہ رائج تھی اور اب تمام ممالکِ اسلامیہ میں شائع و ذائع ہے اُس کی سب سے اعلیٰ نظیر حضرت امام حسن مثنیٰ و حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نکاح ہے کون نہیں جانتا کہ حضرت[ف۱] امام حسن مثنیٰ حضرت امام حسن مجتبیٰ کے صاحبزادے ہیں اور حضرت فاطمہ صغریٰ حضرت امام حسین شہید کربلا کی صاحبزادی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پھر یہ اُن کے نکاح میں تھیں حضرت امام عبد اللہ محض رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں دونوں پاک مبارک والدین سے پیدا ہوئے اُنھیں محض اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دُنیا میں پہلے شخص تھے جن کے ماں باپ دونوں حضرت بتول زہرا صلے اللہ تعالیٰ علیٰ ابیھا الکریم و علیہا وسلم کی اولاد امجاد ہیں۔ باپ حضرت خاتونِ جنت کے پوتے اور ماں اُن کی پوتی صحیح بخاری شریف میں ہے لما[ف۲] مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم ضربت امرأتہ القبۃ

علی قبرہ سنۃ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے (امرأتہ) فاطمۃ بنت الحسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم وھی ابنۃ عمہ یہ نیا مسئلہ خاص مشرکین ہند کی گڑھت ہے وہ بھی ہندوستان کے بعض شہروں کے لیے بعض دیگر مثل دکن کے سکان کو شاید وہ بھی حلال مانتے ہیں۔ ہنود عنود کو تو آسان ہے کہ اُن کا امام ہوائے نفس و شیطان ہے عجب اُس سے جو دعوئ اسلام رکھے قرآن عظیم کو اپنا امام جانے اور پھر خلاف قرآن مسائل شیطان مانے والعیاذ باللہ رب العلمین غالبًا یہ ایسے ہی لوگوں کی ناپاک اوہام ہو سکتے ہیں جن کے باپ دادا ہندو تھے اسلام لائے تھوڑا زمانہ گزرا ہوا اور رہے جاہل بے شعور اور صحبت اہل علم سے دور۔ دلیں وہی اگلے خیالات بے معنے جمے ہوئے ہیں اور موروث ہونے کے باعث گویا طبیعت ثانیہ ہو گئے ہیں اب کہ حکم قرآن عظیم معلوم ہوا طبعی گھن کہ اس سے چڑھی ہوئی ہے اُس کے امتثال سے مانع آتی ہے جیسے کوئی پُرانا پُجاری برہمچاری خوبی قسمت سے مشرف باسلام ہو جائے اور اُس کے سامنے نوجوان گھبن کا نفیس عمدہ فربہ تازہ سُرخ بریاں خوشبو خوشنما نرم چکنا چٹپٹا سلونا گوشت پیش کیا جائے تو عادت قدیم کے باعث یکایک اُس کی ہمّت اس لذیذ نوالے کے لیے یاری نہ دے گی بلکہ دیکھتے ہی آنکھ بند ہو جائے گی۔ اگر فی الواقع ان لوگوں کے انکار کا صرف اسی قدر منشا ہی خوب جانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ یہ نکاح حلال ہیں ان میں کوئی قباحت نہیں اور ہنود کہ انھیں حرام سمجھتے ہیں یہ اُن کا شنیع و قبیح زعم ہے بااینہمہ اُس عادت قدیمہ کے سبب اُس سے جھجکتے بچتے ہیں جب تو کفر نہیں مگر یہ خیال ناپاک رسوم کفر کا بقیہ ہے اُن پر فرض ہے کہ اسے دل سے دور کریں اور پورے پورے اسلام میں داخل ہوں ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے یا یھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطن انہ لکم عدو مبین ○ فان زللتم من بعد ماجاءتکم البینٰت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم ○ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملئکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور ○ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے پھر اگر لغزش کرو بعد اس کے کہ تمہارے پاس آچکیں روشن آیتیں تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہی کہ آئے اُن پر اللہ کا عذاب بادل کی گھٹاؤں میں اور فرشتے اور ہو چکے ہونے والی اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام جلالین شریف میں ہے نزل فی عبد اللہ بن سلام واصحابہ لما

عظموا السبت وکرھوا الابل بعد الاسلام ادخلوا فی السلم الاسلام کافۃ ای فی جمیع شرائعہ
یعنی جب علمائے یہود مشرف باسلام ہوئے عادت قدیمہ کے باعث اونٹ کے گوشت سے کراہت
کی کہ یہود کے یہاں اونٹ حرام تھا اور تعظیم شنبہ کا عزم کیا کہ یہود میں ہفتہ معظم تھا اس پر حق سبحنہ وتعالیٰ
نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو اس کے سب احکام
مانو ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہو والعیاذ باللہ تعالےٰ اگر یہ لوگ نہ مانیں تو مسلمانوں کو چاہیے ان
سے میل چل نہ کریں خصوصاً جن سفہا نے وہ ناپاک کلمہ کہا کہ گو یہ مسئلہ شرع کا ہے مگر ہم الخ اور جنہوں نے
ایسے نکاح کرنے والے کو برادری سے خارج کر دیا وہ سخت ظالم اور شدید مجرم ہیں مسلمانوں کو ان سے
احتراز پر ضرور ہے قال اللہ تعالےٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ظالموں کی طرف میل نہ
کرو کہ تمہیں چھوئے دوزخ کی آگ اُن کے پیچھے نماز ممنوع ہے کہ وہ اس تعصب و تشدد کے باعث
فاسق معلن ہوئے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اُسے امام بنا نا گناہ کما نص علیہ
فی الغنیۃ وغیرھا وحققناہ فی النھی الاکید اس صورت میں حتی الوسع کوشش کرے کہ والدین راضی
رہیں اور ان کی مخالطت سے بھی نجات ملے ورنہ ظاہری مخالطت اس قدر کہ منجر بہ معصیت نہ ہو مجبوراً
محض والدین کے دکھانے تک بجا لائے فان ایذاءھما من اشد الکبائر و لیست مخالطتھم علی ما
وصفنا فی السوء والشناعۃ مثل العقوق ومن ابتلی ببلیتین اختار اھونھما وقد کان سیدنا
عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما حامل لواء صفین مع ابیہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ طاعۃ لہ من دون قتال مع علمہ ان الحق مع امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
وکان یعتذر عن ذلک بان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرہ بطاعۃ ابیہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اگر معاذ اللہ اس انکار کی وجہ یہ ہو کہ اس نکاح کو واقع میں حرام جانتے اور
حکم شرع کو باطل مانتے مسئلہ کفار کو صحیح و حسن سمجھتے ہیں جب تو صریح کفار مرتدین ہیں اُن سے
میل جول قطعی حرام۔ اب اس صورت میں اُن کی عورتیں اُن کے نکاح سے نکل گئیں اُن سے ہم بستری
زنا ہو گی اولاد ہوئی تو ولد الزنا ہو گی اُن کے پیچھے نماز باطل محض اُن سے میل جول میں والدین کی
اطاعت ناجائز اُن سے مخالفت و جدائی لازم اگرچہ ماں باپ ناراض ہوں رسول اللہ صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی

اطاعت نہیں رواہ البخاری ومسلم وابوداود والنسائی عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ غمز العیون میں ہے اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترک المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر اور اتنا حکم تو پہلی صورت میں بھی ہے کہ جس نے وہ الفاظ انکار کہے احتیاطاً تجدید اسلام وتجدید نکاح کرے جامع الفصولین میں ہے قال لخصمہ حکم الشرع کذا فقال خصمہ من برسم کار می کنم بشرع نے قیل کفر وقیل لا درمختار میں ہے فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۶۴ - از ملک بنگالہ ضلع پنبہ ڈاک خانہ پنگاشی موضع مختار گاتی مرسلہ مصلح الدین صاحب ۱۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقیقی بھانجہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں بادلیل عنایت ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حرام قطعی ہے وہ خود اس کی بیٹی ہے قال اللہ تعالی وبنت الاخت وھن ینتمین بنا تھا من بطنیھا ومن ابیھا ومن بنتیھا وان سفلن واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۶۵

چہ می فرمایند علمائے دین وحامی شرع متین دریں مسئلہ کہ اگر مردے از طریق اہلسنت وجماعت وزنے از طریق اہل شیعہ وباہم مرد وزن صیغہ نکاح مروجہ بطریق اہلسنت وجماعت خواندہ باشد وہنوز خلوت صحیحہ بلکہ رسم رخصت مروجہ ہندوستان نہ شدہ باشد وحالا باہم رضامندی نہ چہ حکم وارد آیا نکاح صحیح ست یا نہ بینوا توجروا

الجواب

آں زن اگر بسلامت قلب خود از عقائد مکفرہ بری ست نکاح صحیح شد وبعد نکاح عدم رضائے او را اعتبارے نے وحکما سپرد شوہر کردہ شود واگر دررنگ عامہ روافض زمانہ عقیدت مکفرہ وارد

نکاح باد باطل محض ست نہ سُنی را رسد نہ رافضی نہ یہودی نہ مجوسی ہیچکس را کان المکفر من اھل الھوی کالمرتد حکمہ حکمہ والمرتد لا ینکحھا مسلم ولا کافر اصلی ولا مرتد مثلھا کما نصوا علیہ آرے اگر وقت نکاح از کفر بری بود تا آنکہ نکاح صحیح شد وحالا ارتکاب او کنند تا از حبالہ نکاح بدر آیند ایں حیلت و مکیدہ قاسدہ اش ہم بروئے زن زنند و حکم ببقائے نکاح و وجوب تسلیم نفس کنند کما ھو المختار للفتوی علی ما حققناہ فی فتاونا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶ سولہ جناب مولوی بشیر احمد صاحب علی گڑھی مدرس اوّل مدرسہ منظر اسلام بریلی ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔

(۱) سوتیلی خالہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

خالہ سگی ہو یا سوتیلی مثل ماں کے حرام قطعی ہے قال اللہ تعالٰی وخالتکم درمختار میں ہے لا اسنفاء وغیرھن ہاں منکوحہ پدر کہ اس کی ماں نہیں اُس کی سگی بہن بھی حلال ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو قال تعالٰی واحل لکم ماوراء ذلکم مگر وہ اس کی خالہ نہیں کہ جس کی بہن ہے وہ اس کی ماں نہیں مگر مجازا اور ادعائے مجاز بے قرینہ مدفوع و نامسموع اور بفرض غلط اگر سوتیلی ماں کی بہن بھی سوتیلی خالہ ہو تو ماں کی سوتیلی بہن یقیناً سوتیلی خالہ ہے بلکہ وہی اطلاقا اکثر اور فیما اظہر تو بعض عمائد غیر مقلدین سے تحلیل حرام و تضلیل عوام کے دونوں الزام مدفوع نہیں ہو سکتے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۷

کوئی شخص اگر ساس یا سالی سے آشنائی اور صحبت کرے تو عورت اُس کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اس کی عدت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سالی سے زنا عورت کو حرام نہیں کرتا ساس کو بشہوت ہاتھ لگانے ہی سے عورت ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے کہ کسی طرح اُس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی مگر نکاح نہیں جاتا بلکہ متارکہ ضرور ہے مثلاً عورت سے کہدے میں نے تجھے چھوڑا یا ترک کر دیا متارکہ کے بعد عدت واجب ہوگی جبکہ عورت سے خلوت کر چکا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم

ایسی دو عورتوں کا ایک وقت میں نکاح میں لانا کہ اگر ایک کو مرد اور ایک کو عورت قرار دیا جائے تو صورت محرمات میں آجائیں تو درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

دو عورتیں کہ ان میں جس کو مرد فرض کریں دوسری اس پر ہمیشہ حرام ہو ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں خواہ ایک وقت میں خواہ مختلف اوقات میں جیسے ماں بیٹی کہ بعد فرض ماں بیٹا یا باپ بیٹی ہونگی اور اگر ایک کو مرد فرض کیے سے دوسری اس پر حرام ابدی ہو مگر دوسری کو مرد ٹھہرانے سے وہ پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرسکتے ہیں جیسے ساس بہو کہ ساس مرد ہو تو وہ خسر اور بہو ہیں بہو خسر پر ہمیشہ حرام ہے اور اگر بہو مرد ہو تو اب ساس سے کوئی رشتہ نہیں وہ اس کے لیے حلال ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۹ از تحصیل ستار گنج ڈاکخانہ خاص ضلع نینی تال مرسلہ الٰہی بخش صاحب کاریگر۔

ہادی دین شرع متین جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم۔ بعد سلام علیکم وست بستہ کے التماس ہے آپکی ذات مجمع کمالات ہم عاصیوں کے لیے باعث افتخار ہے اور ہر مشکل مسئلہ میں آپ سے عقدہ کشائی ہوکر کار ثواب میں داخل ہوکر کار نیک کے پابند ہو سکتے ہیں ایک عورت بیوہ نے اپنی لڑکی نابالغ کو لڑکے کی زوجیت میں دیا بعد تھوڑی مدت میں وہ لڑکی نابالغ مرگئی بعد تھوڑی مدت کے اُس عورت نے جو بیوہ پہلے سے تھی اب اُس نے اپنے داماد سے نکاح کرلیا ہے اور اب اُس نکاح سے اب ایک بچہ موجود ہے آیا یہ نکاح درست ہے یا حرام ہی۔

مسئلہ دوم

ایک شخص نے ایک عورت بیوہ سے نکاح کرلیا اُس عورت بیوہ کا جو پہلا خاوند تھا اُس سے ایک لڑکا تھا جو اب عورت کے دوسرے نکاح کرنے پر ہمراہ آیا تھا وہ لڑکا جوان ہوکر مرگیا اور اُس کی ماں بھی مرگئی اب اس جوان لڑکے کی بیوی بیوہ ہے اور اب اُس لڑکے کا باپ یعنی اب سوتیلا ہے اور یہ سوتیلا باپ اس سوتیلے لڑکے کی بیوہ بیوی کو یعنی اپنی اب سوتیلی بہو کو یعنی اب سوتیلے بیٹے کی بیوی بیوہ کو نکاح میں لایا چاہتا ہے اور حرام بھی کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بیوہ بہو حاملہ ہے اور

اُس کا حمل قریباً چار ماہ کا ہے اور اسی قدر عرصہ اُس کے خاوند کو مرے ہوئے گزرا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد مرنے اپنے سوتیلے بیٹے کے وہ شخص اپنی سوتیلی بہو کے ساتھ فعل کرتا رہا اب یہ نہیں معلوم کہ حمل بیٹے کا ہے یا باپ کا البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کا یعنی اُس کے شوہر کا ہے کیونکہ اُس کے شوہر کو مرے ہوئے بھی عرصہ چار ماہ کا گزرا ہے آیا بعد وضع حمل کے نکاح ہونا یعنی سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی سے خسر سوتیلے کا جائز ہے یا ناجائز والسلام دوسرے مسئلہ کا اصل قصہ مختصر یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی کو سوتیلا خسر اپنے نکاح میں لاسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

(جواب سوال اول) ساس پر داماد مطلقاً حرام ہے اگرچہ اُس کی بیٹی کی رخصت بھی نہ ہوئی ہو اور قبل رخصت مرگئی ہو قال اللہ تعالیٰ وامھٰت نسائکم اور نکاح حرام محض ہوا وہ بچہ ولدالحرام ہوا اُن دونوں پر کہ حقیقۃً ماں بیٹے ہیں فرض ہے کہ فوراً جدا ہوجائیں واللہ تعالیٰ اعلم

(جواب سوال دوم) جبکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اُس بیوہ کا یہ حمل اپنے شوہر کا ہو تو جبتک وضع حمل نہ ہولے نکاح حرام قطعی ہے بعد وضع حمل نکاح کرسکتا ہے لقولہ تعالیٰ وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم مع قولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئولہ مولوی محمد امانت الرسول صاحب از رام پور محلہ پیلا تالاب۔

سوتیلی ماں کو اگر باپ تین طلاقیں دیدے لڑکا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں مدلل تحریر ہو والسلام۔ بینوا توجروا

الجواب

لا الٰہ الا اللہ سوتیلی ماں حقیقی ماں کی برابر حرام قطعی ہے اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں ماں کی حرمت سے پہلے سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرمائی ہے اذ قال اللہ تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم الی قولہ تعالیٰ انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا ۰ نہ نکاح کرو اُن عورتوں سے جن سے تمہارے باپ نکاح کرچکے بیشک وہ بیحیائی اور خدا کو دشمن اور نہایت بُری راہ ہی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شہر مسئولہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب ۴ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عدت میں نکاح پڑھوا دینا چاہیے اور بیتی بعض کو شرف

جماع سے بچنے پر عمل کرتا ہے صحیح ہے یا غلط اور اس شخص کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

عدت میں نکاح حرام قطعی ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے قرآن عظیم نے عدت میں نکاح کے صریح پیام کو بھی حرام فرمایا نکاح بعد عدت کر لینے کے وعدہ کو بھی حرام فرمایا صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی پہلو دار بات ایسی کہو جس سے بعد عدت ارادۂ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو صاف صاف یہ ذکر نہ ہو کہ میں بعد عدت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں یہاں تک کہنا بھی حرام ہے تو خود نکاح کر لینا کیونکر حلال ہوگا پھر پہلو دار بات بھی عدت وفات والی سے کہنا جائز ہے عدت طلاق والی سے باجماع امت وہ بھی جائز نہیں قال اللہ عزوجل والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسھن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ واعلموا ان اللہ غفور حلیم ○ یعنی تم میں جو لوگ مریں اور عورتیں چھوڑیں وہ عورتیں چار مہینے دس دن اپنی جانوں کو روکے رہیں جب عدت پوری ہو جائے پھر جو کچھ اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اُس کا تم پر الزام نہیں اور خدا جانتا ہے کہ تمھیں اُن سے نکاح کا خیال گزریگا مگر باہم نکاح کا وعدہ خفیہ بھی نہ کر رکھو ہاں اس طریقہ معلوم پر کنایۃً کچھ کہہ سکتے ہو اور جب تک عدت پوری نہ ہو نکاح کا قصد بھی نہ کرو اور جان لو کہ اللہ تمھارے دلوں کی بات جانتا ہے تو اُس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے یعنی عذاب نہ آنے پر مغرور نہ ہو کہ وہ حلیم ہے فتح القدیر میں ہے قولہ ولا باس بالتعریض فی الخطبۃ اذا دالمتوفی عنھا زوجھا اذ التعریض لا یجوز فی المطلقۃ بالاجماع اگر کوئی شخص عدت میں نکاح پڑھا دیا کرتا اور اُسے حرام وزنا جانتا تو اتنا ہوتا کہ وہ سخت مرتکب کبائر اور زانی وزانیہ کا دلال ہوتا مگر وہ جو اُسے جائز بتاتا اور قرآن عظیم میں تحریف کرکے یتربصن کو فقط منع جماع پر عمل کرتا ہے وہ ضرور منکر قرآن مجید ہے اور اُس پر یقیناً کفر لازم اُس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اپنے اُس قول ناپاک کو جھٹلائے اور نئے سرے سے اسلام لائے اُس کے بعد اپنی عورت سے نکاح کرے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۳: از سلون شریف ضلع رائے بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

جناب مولنا صاحب مجدد مأۃ حاضرہ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ زن فاحشہ رنڈی وغیرہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو بعد توبہ یا بغیر توبہ بھی اگر بعد توبہ جائز ہے تو توبہ کی قید کیوں ہے کتابیہ سے تو بلا توبہ جائز ہوا اور اُس سے بلا توبہ جائز نہ ہو عقل سلیم خلاف حکم کرتی ہے اور اگر ناجائز ہے توکیوں والسّلام۔ بینوا توجروا

الجواب

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ زن فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو ہاں اگر اپنے افعال خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تا قدر قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب مگر یہ حکم اُس کی اس بے غیرتی پر ہے نفس نکاح پر اس سے اثر نہیں حق سبحنہ وتعالٰی نے محرمات گنا کر فرمایا واحل لکم ما وراء ذلکم رہی آیہ کریمہ والزانیۃ لاینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذلک علی المؤمنین اس میں چار تاویلیں ماثور ہیں اُن میں سے اول کی دو فقیر کے نزدیک اصح واحسن ہیں تاویل اول نکاح سے عقد ہی مراد ہے پہلے زانیہ سے نکاح حرام تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا یہ قول سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے اور بغوی نے اُسے ایک جماعت کی طرف منسوب کیا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس کی تصحیح کی کتاب الام میں فرماتے ہیں اختلف اھل التفسیر فی ھذہ الاٰیۃ اختلافا متباینا فقیل ھی عامۃ ولکن نسخت بقولہ تعالٰی وانکحوا الایامی الخ وقد روینا ہ عن سعید بن المسیب وھو کما قال وعلیہ دلائل من الکتاب والسنۃ فلا عبرۃ بما خالفہ اھ محصولہ نقلہ فی عنایۃ القاضی تفسیرات احمدیہ میں ہے ھذا ھو الذی اختارہ الفقیہ ابو اللیث وقال ان الاٰیۃ منسوخۃ او معناھا الزانی لاینکح الا زانیۃ او مثلھا اھ اقول الذی رأیت من لفظ الفقیہ فی بستانہ قال سعید بن جبیر والضحاک معناھا الزانی لا یزنی الا زانیۃ مثلہ وھکذا روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وقد قیل ان الاٰیۃ منسوخۃ لان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لاترد ید لامس فقال طلقھا فقال انی احبھا قال صلی اللہ تعالٰی

وسلم فامسکھا اھ فقوله معناها الزانی لا ینکح صوابه لا یزنی وجزم صاحب الفقیه جزم بالنسخ غیرظاهر من کلام الفقیه واللّٰه تعالٰی اعلم رغائب الفرقان میں ہے قیل انه صار منسوخا اما بالاجماع وهو قول سعید بن المسیب وزیف بان الاجماع لاینسخ ولا ینسخ به واما بعموم قوله تعالٰی وانکحوا الایامی فانکحوا ماطاب لکم وهو قول الجبائی وضعف بان ذلك العام مشروط بعدم الموانع السببیة والنسبیة ولیکن هذا المانع ایضا من جملتها اھ اقول مانسب الی الجبائی فهو۔ ع۵

مسئلہ از فرید آباد ڈاک خانہ غوث پور ریاست بہاولپور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی۔
دوازدہم محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

شرعًا قبل متارکہ وتفریق بین المحارم غیر مدخولہ سے کسی دوسرے کا نکاح درست ہے یا نہیں۔ اور قاضی شرعًا کون ہے۔ بوقت ضرورت فسخ وتفریق اس ملک ریاست بہاولپور اسلامیہ میں جو تحت قبضہ نصارٰی ہے کون حق فسخ وتفریق بالارکھتا ہے۔ علما کا ہے۔ یا گرداور قاضیان سرکار کا۔ یا محض حکام کا۔ اور حکام بعض صاحب اسلام ہیں بعض اہل ہنود ان میں کوئی امتیاز ہے یا سب اس کا حق رکھتے ہیں اس ریاست اسلامی میں دو عورات ایک شخص سے یکے بعد دیگرے نکاح کرچکی ہیں اور بحکم شرعی وان تزوجهما علی التعاقب صح الاول وبطل الثانی متارکہ یا تفریق ثانیہ کی ضرورت ہے لیکن ناکح متارکہ نہیں کرتا۔ تفریق لازمی ہے دریافت طلب یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے بینوا توجروا

الجواب

اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم کہ وہابی رافضی قادیانی نیچری وامثالہم سے نہو نائب شرع ہے مگر یہاں نہ قاضی کی حاجت نہ متارکہ شوہر کی ضرورت کہ نکاح رأسًا فاسد واقع ہوا عورت تنہا اُس کے فسخ کا اختیار رکھتی ہے شوہر سے کہدے میں نے اس حرام نکاح کو چھوڑا پھر اگر مجامعت نہ ہوئی تو ابھی ورنہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے تنویر الابصار ودرمختار میں ہے یثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها اولا فی الاصح خروجًا عن المعصیة فلا ینافی وجوبه بل یجب علی القاضی التفریق بینهما ردالمحتار میں ہے قوله فی الاصح وقیل بعد الدخول لیس لاحدهما فسخه الا بحضرة الاخر قوله یجب علی القاضی ای ان لم یتفرقا اُسی میں ہے فسخ هذا النکاح من کل منهما بمحضر الاخر اتفاقا والفرق بین المتارکة والفسخ بعید کذا فی البحر۔ اُسی میں خیریہ سے ہے الحق عدم الفرق ولذا اجزم

به المقدسی فی شرح نظم الکنز بحرالرائق میں ہے رجحنا فی باب المھر انھا تکون من المرأۃ ایضا ولذا ذکرو مسکین من صورھا ان تقول فارقتك اس مسئلہ کی تمام تحقیق ہمارے فتاوے میں ہے اور یہاں اس کی حاجت نہیں کہ عورت کے فسخ کو شمار کہیں یا نہیں اُسے فسخ کا اختیار بلاشبہہ بالاتفاق ہے دفعا للمعصیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مین پوری محلہ زیر قلعہ راجہ مرسلہ سعداللہ صاحب معمار ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ہندہ بیوہ نے زید سے تعلق ناجائز پیدا کیا اور سُنا ہے کہ چند حمل بھی ساقط ہوئے اور ہندہ نے اپنی دختر کا کہ وہ بھی صغر سنی میں بیوہ ہوگئی تھی زید کے ساتھ جس سے خود تعلق ناجائز رکھتی تھی بلا رضامندی دختر خود بجبر کردیا تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں اور اب اُس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ بلاطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے یہ نکاح حرام محض ہے زید پر فرض ہے کہ وہ اُسے چھوڑ دے زید کے چھوڑنے کے بعد عدت کے دن پورے کرکے جس سے چاہے نکاح کرلے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۷ از جے پور راجپوتانہ چاند پول بازار متصل دُکان گوبند رام فوٹوگرافر مرسلہ حافظ رحیم بخش صاحب نجاری ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حرمت مصاہرت کے لیے عورت کا مشتہاۃ ہونا ضروری ہے ھذا اذا کان حیۃ مشتہاۃ اما غیرھا یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ (رفلا) تثبت الحرمۃ بھا اصلا درمختار اور مشتہاۃ کم سے کم نوسال کی لڑکی ہوسکتی ہے تو عبارۃ ذیل بھی اویزداد انتشارا ای ان تکون منتشرۃ قبلہ حتی قیل من اتسھیت النہ وطلب امرأنہ لوطیھا فاولجھا بین فخذی بنتھا لا تحرم علیھا امھا مالم یزدد انتشارا ووجود الشھوۃ من احدھما یکفی جو شرح چلپی کے صفحہ ۳۰۹ کے متعلقہ حاشیہ پر درج ہے نوسال یا اس سے زائد کی لڑکی کے واسطے معلوم ہوتی ہے باآنکہ نو سال کی لڑکی پر بھی یہ مسئلہ عائد ہوسکتا ہے۔ یعنی حرمت مصاہرۃ ثابت ہوجائے گی یا کیا۔

الجواب

ثبوت حرمت مصاہرت کے لیے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ عامہ کتب میں تصریح ہے۔ اور وجود الشھوۃ من احدھما یکفی کے یہ معنی نہیں کہ صرف یہ مشتہی اور دختر غیر مشتہاۃ یا

عورت مشتہاۃ ہو اور لڑکا غیر مشتہی تو حرمت ثابت ہو جائے یہ کسی کا بھی قول نہیں بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ یہ مشتہی ہو اور وہ مشتہاۃ اور بالفعل شہوت ایک کی طرف سے ہو مثلاً اس کے سوتے میں مس لشہوۃ کیا کہ اسے اطلاع بھی نہ ہوئی تو حرمت ہوگئی کہ وجود من احدھما کافی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ماہم ڈاک خانہ بمبئی مرسلہ حاجی محمد سلیمان بن داؤد جی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید کا نکاح زید کی بھتیجی کی دختر سے حلال ہے یا حرام یعنی زید و بکر حقیقی دونوں بھائی ایک باپ مادر کی پشت سے ہیں اب زید کا نکاح بکر کی نواسی سے حلال ہے یا نہیں جیسا خدا و رسول کا حکم ہو قرآن مجید حدیث فقہ سے حکم صادر فرمائیں بھتیجی کی لڑکی سے اور بھانجی کی لڑکی سے اور بھتیجے کی بیٹی اور بھانجے کی لڑکی سے نکاح درست ہے اور بھتیجی و بھانجی سے تو حرام ہے مگر ان کی اولاد آل سے جائز ہے یا حرام ہے۔

الجواب

حرام قطعی ہے یہ سب اس کی بیٹیاں ہیں جیسے بھتیجی بھانجی ویسے ہی ان کی اور بھتیجوں اور بھانجوں کی اولاد اور اولاد اولاد کتنے ہی دور سلسلہ جائے سب حرام ہیں بنات پوتیوں نواسیوں دور تک کے سلسلے سب کو شامل ہے جس طرح فرمایا گیا حرمت علیکم امھتکم و بنٰتکم تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور ماؤں میں دادی نانی پر دادی پر نانی جتنی اوپر ہوں سب داخل ہیں اور بیٹیوں میں پوتی نواسی پر پوتی پر نواسی جتنی نیچے ہوں سب داخل ہیں یونہیں فرمایا و بنٰت الاخ و بنٰت الاخت تم پر حرام کی گئیں بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں ان میں بھی بھائی بہن کی پوتی نواسی پر پوتی پر نواسی جتنی دور ہوں سب داخل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ضلع بہرائچ محلہ ناظرہ پورہ بمکان سید منصب علی صاحب عرضی نویس مرسلہ سید نصیر الدین صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید مذہب سنت والجماعت نے ایک عورت شیعہ کے مطابق مذہب شیعہ صیغہ پڑھایا اور نکاح بطریق اہلسنت نہیں کیا اور مدۃ العمر دونوں اپنے اپنے مذہب پر قائم رہے ایسی حالت میں جو اولاد ہوئی وہ جائز یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

آج کل تبرائی رافضی علی العموم مرتدین ہیں اور مرتد مرد خواہ عورت سے دنیا بھر میں کسی کا نکاح

نہیں ہوسکتا بجز کہ اولاد ہوگی ولدالحلال نہیں ہوسکتی عالمگیری میں فتاوی ظہیریہ سے ہے[ف ۱] یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعة الاموات الی الدنیا الی ان قال واحکامھم احکام المرتدین۔ اسی میں مبسوط سے ہے لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمة ولا کافرۃ اصلیة وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد اس کے بعد صیغہ و نکاح کی بحث کی کچھ حاجت نہیں سنیوں کے طور پر نکاح ہوتا تو کب ہوسکتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۹ از میراں پور کٹرہ تحصیل تلہر ضلع شاہجہانپور متصل چوکی۔ مرسلہ قاضی تفضل حسین صاحب نائب

۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حاملہ عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں نیز یہ بھی تحریر فرمایئے کہ پورے آدمیوں کے نکاحوں کا کیا حال ہے۔

الجواب

عورت جسے حلال سے حمل ہو دوسرے شخص سے اس کا نکاح باطل محض ہے جبتک بچہ پیدا نہ ہولے اور اگر بے شوہر عورت اور حمل زنا کا ہے تو اس سے نکاح ہوسکتا ہے پھر اگر وہی نکاح کرے جس کا یہ حمل ہے تو وہ پاس بھی جاسکتا ہے اور اگر دوسرا شخص نکاح کرے تو جبتک بچہ پیدا نہ ہولے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ کما فی الدرالمختار وغیرہ۔ بورہ نابالغ کے حکم میں ہے اس کا نکاح ولی کی اجازت سے ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۸۰

زید نہایت بدچلن تھا اب وہ مفقود الخبر ہے اور زید کی عورت کو گزر اوقات کرنا دشوار ہے اور زید کے باپ نے اس عورت کو نظر بد سے دیکھا اور زنا کیا اس صورت میں وہ عورت اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے تاکہ اپنی گزر اوقات کرے اور اس حرام سے بچے اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

معاذ اللہ اگر یہ زنا ثابت ہو اور اس کا ثابت ہونا بہت دشوار ہے تو عورت اپنے شوہر پر ضرور ہمیشہ ہمیشہ حرام ہوگئی مگر نکاح سے نہ نکلی جبتک شوہر اپنی زبان سے اسے چھوڑنے کا کوئی لفظ نہ کہے درمختار میں ہے بحرمة المصاهرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج الا بعد المتارکة

وانقضاء العدۃ والوطء بھا لایکون زنا اسی میں ہے تجب العدۃ بعد الوطء لا الخلوۃ للطلاق لا للموت من وقت التفریق اومتارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح اھ قال الشامی خص الشارح المتارکۃ بالزوج کما فعل الزیلعی لان ظاہر کلامھم انھا لاتکون من المرأۃ اصلا مع ان فسخ ھذا النکاح یصح من کل منھما بمحضر الاخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید کذا فی البحر وفرق فی النھر بان المتارکۃ فی معنی الطلاق فیختص بہ الزوج اما الفسخ فرفع العقد فلا یختص بہ وان کان فی معنی المتارکۃ وردہ الخیر الرملی بان الطلاق لایتحقق فی الفاسد فکیف یقال ان المتارکۃ فی معنی الطلاق فالحق عدم الفرق ولذا جزم بہ المقدسی فی شرح نظم الکنز الخ وتمامہ فیما علقناہ علی البحر اھ ذکر فیہ استناد الرملی بما لیس لہ بل علیہ کما بینہ فی منحۃ الخالق وبالجملۃ فلا یثبت من کلامھم الا اختصاص الزوج بالمتارکۃ لا نیشم خلافہ اصلا۔ اقول وقول النھر ان المتارکۃ فی معنی الطلاق معناہ ان المتارکۃ فی الفاسد فی معنی الطلاق فی الصحیح فلا یمسہ ما ذکر الرملی وایدہ الشامی واما الاستشکال بقولھم کما فی الدر یثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما اھ فاقول یتراءی لی واللہ تعالٰی اعلم ان ھذا فیما اذا وقع فاسدا کما اذا نکحھا بلا شہود او بعد ما مس امھا وذلک لانہ لم یثبت لہ الید الشرعیۃ علیہا اصلا وکان لکل منھما فسخہ ازالۃ للمعصیۃ وما ذکروا ھھنا من تخصیص المتارکۃ بالزوج فھو فیما اذا طرأ الفساد فحینئذ لاتنفرد بالفسخ لانہ لیس دفعا بل رفع لید شرعیۃ ثبتت للزوج فلا بد من متارکتہ والحکمۃ فیہ ان لو جوزنا تفردھا فیہ بالفسخ لشاعت الفتن فکل امرأۃ ترید ان تفارق زوجھا تقبل ابنہ مثلا بشہوۃ فیفسد النکاح فتفسخہ متی شاءت وتنکح من شاءت وھذا باب یجب سدہ یہاں کہ شوہر مفقود ہے اور حرمت موجود ہے عورت پر لازم کہ حاکم شرع کے حضور مرافعہ کرے اور وہ ثبوت لے اگر دو گواہان عادل سے پدر زید کا زوجہ زید کے ساتھ فعل بد کا ارتکاب ثابت ہو لان ھذا ھو نصاب ثبوت حرمۃ المصاھرۃ وان لم یثبت بہ الزنا فی حق الحد تو ان دونوں مرد وزن میں تفریق کردے روز تفریق سے عورت تین حیض کی عدت کرے اس کے بعد نکاح ثانی جائز ہوسکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ [۸۱] ازشہر بریلی مسئولہ عبدالجلیل صاحب طالب علم ۲۹ رمحرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر آپس میں حقیقی برادر ہیں زید عمر میں بکر سے بڑا ہے اور بکر عمر میں چھوٹا ہے زید سے۔ زید کے پاس ایک لڑکی ہے اور اس سے زید کو ایک نواسی بھی ہے بکر کے پاس ایک لڑکا ہے اس صورت میں زید اگر اپنی نواسی سے اپنے برادر حقیقی کے لڑکے کے ساتھ نکاح کردے تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

چچا کی نواسی سے نکاح جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۸۲] ازرنگون مرسلہ جناب سیٹھ عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب قادری برکاتی رضوی
۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی سوتیلی والدہ کی سگی ہمشیرہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

سوتیلی ماں ماں نہیں قال اللہ تعالیٰ ان امھتھم الا الّٰئی ولدنھم اُس کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے قال تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۸۳] ازرامپور مرسلہ فاروق حسن صاحب ایڈیٹر اخبار دبدبہ سکندری ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ نادرۃ الوقوع میں کہ زید اپنے بیٹے عمرو کی زوجہ ہندہ سے فعل حرام کا مرتکب ہوا اب مابین عمرو و ہندہ کے نکاح باقی ہے یا نہیں اور اگر عورت خود اقرار کرے کہ زید جو میرے شوہر کا باپ ہے وہ مجھ سے بالجبر وطی کیا اور زید منکر ہے تو کیا حکم اور اگر زید و ہندہ دونوں اقرار کریں وقوع وطی کا جب کیا حکم پھر اگر وقوع وطی کو شہادات سے ثابت کیا جاوے تو شاہدوں کی شہادات کی صورت کیسی ہونی چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس فعل سے عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے مگر نکاح زائل نہیں ہوتا نہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے جبتک شوہر متارکہ نہ کرے مثلاً کہے میں نے تجھے چھوڑا اور عدت گزرے اُس کے

بعد نکاح دوسرے سے کرسکے گی درمختار میں ہے بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ عورت کا بیان کوئی چیز نہیں جبتک شوہر اُس کی تصدیق نہ کرے درمختار میں ہے لان الحرمۃ لیست الیھا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیہ اور اگر پدر شوہر بھی اقرار کرے جب بھی شوہر پر حجت نہیں لانہ یرید ازالۃ ملک ثابت بشھادۃ واحد لاسیما وھی علی فعل نفسہ وشہادۃ المرء علی فعل نفسہ لاتقبل کما نصوا علیہ قاطبۃ ہاں اگر شوہر کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو تو اُس پر واجب ہے کہ عورت کو اپنے اوپر حرام جانے اور متارکہ کردے بزازیہ پھر ہندیہ میں ہے فان وقع عندہ صدقہ وجب قبولہ یا دو شاہد عدل کی گواہی سے یہ امر ثابت ہو اگرچہ اسی قدر کہ اس کے باپ نے اُسے بشہوت مس کیا یا بشہوت بوسہ لیا کہ حرمت کو اسی قدر بس ہے تنویر الابصار میں ہے تقبل الشھادۃ علی اللمس والتقبیل عن شھوۃ فی المختار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۴ از بنڈیل اسٹیشن وڈاک خانہ ضلع ہوگلی۔ مرسلہ خفا خاں صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے خاص دادا کی پرنتنی اور جو کہ اپنے خاص دادا کی بھانجی کی لڑکی ہوتی ہے اور ایک رشتہ سے اپنی چچیری چچی ہوتی ہیں اُن سے عقد کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

پردادا کی پرنواسی۔ دادا کی بھانجی کی بیٹی۔ چچیری خواہ حقیقی چچی۔ اس میں کوئی رشتہ مانع نکاح کا نہیں۔ اُس سے نکاح جائز ہے جبکہ رضاعت وغیرہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵ از ضلع پورنیہ ڈاک خانہ فارس گنج از دوکان بخشی شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی خوشدامن سے قصداً وطی کی اب اُس کی بی بی کا نکاح اُس کے ساتھ قائم رہا یا نہیں یا پھر اُس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جس نے اپنی منکوحہ کی حقیقی ماں سے وطی کی یا اُسے قصداً خواہ کسی طرح بشہوت ہاتھ لگایا اُس کی عورت اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی کبھی نہ اُسے رکھ سکتا ہے نہ کسی حال اُس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے

اس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے تاکہ وہ اس کے نکاح سے باہر ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۵ از ٹانڈہ چھنگا ڈاک خانہ درو ضلع بریلی مرسلہ ہدایت اللہ صاحب پارچہ فروش ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مریم و مسماۃ سکینہ کی والدہ ایک ہے لیکن باپ دونوں کا علیحدہ علیحدہ ہیں اب مسماۃ مریم کی ایک دختر ہے جس کا نکاح مسماۃ مریم نے بکر کے ساتھ کر دیا ہے اب بکر اپنی زوجہ کی خالہ کو جس کا نام سکینہ ہے نکاح میں لانا چاہتا ہے نزدیک اللہ و رسول کے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سکینہ سے اس کا نکاح حرام ہے۔ ہاں جب اس کی یہ عورت مرجائے یا یہ اس کو طلاق دیدے اور عدت گزر جائے اس وقت سکینہ سے نکاح کر سکے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶ از موضع لال پور ڈاک خانہ موہن پور ملک بنگال مرسلہ منیر الدین احمد کرلوی لال پوری۔
۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اخت علاتی کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ نکاح حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

الجواب

اپنی علاتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام قطعی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۷ از موضع میوڈی ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا نکاح کسی عورت سے کیا اور اس عورت کی ایک دختر بھی پہلے شوہر کی اس کے ساتھ تھی بعد چند مدت کے اس عورت کا انتقال ہو گیا اب زید یہ چاہتا ہے کہ میں اس لڑکی کے ساتھ اپنا نکاح کر لوں تو یہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں اگرچہ بی بی گھر میں ہو یا نہ ہو اور اگر ایسا کر لیا ہو تو کیا حکم شریعت ہے ایسے لوگوں کے لیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر اس عورت سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اس کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے ورنہ حرام اور اگر کر لیا ہو تو جدا کر دینا اور جدا ہو جانا فرض قطعی قال اللہ تعالیٰ وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸ از موہنج بھوبی ڈاکخانہ امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ محمد نور جہاں صاحب ۲۷ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی عبدالرزاق نے ایک مسماۃ محمودہ عرف نور جہاں کے ساتھ نکاح کیا اور اس کے بعد اس کی بہن جو ایک ماں سے پیدا ہوئی ہیں مگر باپ دونوں کا جدا ہیں اس کا نام مسماۃ نجبن ہے نکاح کرلیا عرصہ تقریباً چھ ماہ سے زائد ہوگیا مسلمانوں نے یہاں کے اس بات کو بہت برا سمجھا اور اس سے کہا کہ ایک عورت کو دونوں میں سے طلاق دیدو مگر وہ نہیں سمجھا اس پر جملہ مسلمانوں نے اپنا رسم ترک کردیا تو وہ مجبور ہوگیا مسماۃ نور جہاں زوجہ اول سخت بیمار ہوگئی کہ اس کے پاس لوگوں کو بیٹھنا دشوار ہوگیا اس نے خواہش کی میری طلاق ہوجاوے تو افضل ہے اور مسماۃ نور جہاں اب عرصہ ایک ہفتہ سے کسی جگہ بلا اجازت شوہر گھر سے چلی گئی ہے اور ہنوز مفقود الخبر ہے اب عبدالرزاق و نور جہاں مفقود الخبر کی خواہش یہ تھی کہ ہم میں باہمی طلاق ہوجاوے اور مسماۃ نجبن سے نکاح ہوجاوے تو مناسب ہو ایسی صورت میں مسماۃ نور جہاں کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں اور نجبن سے دوبارہ نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نور جہاں کو طلاق دینے کے بعد اس کی عدت گزر جائے یعنی اسے تین حیض آکر ختم ہوجائیں اس کے بعد نجبن سے نکاح کرسکتا ہے ورنہ حرام حرام حرام واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹ از ہوڑہ محلہ بنیا پاڑہ مدرسہ دارالعلوم مرسلہ میر احسان علی صاحب مدرس ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جس نے اپنی عورت کو طلاق دیدیا ایک ہفتہ ہوا طلاق دیکر اور جس شخص سے اب نکاح ہوگا وہ عورت اسی شخص کے گھر ہے مگر وہ شخص باہر رہتا ہے اندر مکان کے نہیں جاتا کہتا ہے کہ جبتک نکاح نہ ہوگا اندر نہ جاؤں گا اور عورت کی دایہ وغیرہ سے جانچ کرایا گیا کہ حمل تو نہیں ہے معلوم ہوا کہ حمل نہیں ہے اس صورت میں اگر نکاح کردیا جاوے تو گناہ تو نہیں ہوسکتا۔ جلدی اس وجہ سے کیجاتی ہے کہ شیطان ہر وقت بہکاتا ہے اس صورت میں جلد نکاح کردیا جاوے اس پر کیا حکم ہے صرف گناہ کا خیال کرکے ایسا ہو کہ عدت کے اندر نکاح کردیا جاوے حمل نہیں ہے بینوا توجروا

الجواب

عدت کے اندر نکاح حرام حرام حرام۔ نکاح تو نکاح نکاح کا پیام دینا حرام۔ اگر نکاح ہوا اور قربت ہوئی زنا ہوگا اس سے زیادہ یہاں شیطان کا بہکانا اور کیا ہے جسے خود چاہ رہے ہو عورت کو ایام عدت شوہر ہی کے

مکان پر پورے کرنے فرض ہیں وہاں سے نکلنا حرام ہے۔ اب کہ نکل آئی ہے فرض ہے کہ فوراً شوہر کے یہاں چلی جائے اور وہیں عدت کے دن پورے کرے اگر یہاں سے وہاں تک تین دن کی راہ نہ ہو ورنہ اطمینان کی جگہ رہے اس شخص کے یہاں جبتک ہرگز نہ رہے جس سے اندیشہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰ ازمقام ٹانڈہ چھنگا ڈاک خانہ درو تحصیل کچھا مرسلہ عبداللہ صاحب نائب بجارہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم وسکینہ ہمشیر حقیقی ہیں لیکن باپ دونوں کے جدا ہیں ایک خیاط دوسرا نداف اب مریم کی ایک دختر ہے جس کا نام فاطمہ ہے اور فاطمہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوگیا ہے اب زید اپنی زوجہ کی حقیقی خالہ کو نکاح میں لاکر دونوں سے ہم بستر ہورہا ہے اس صورت میں اللہ ورسول کا کیا حکم ہے عزوجل وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا دونوں نکاح جائز ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حرام حرام قطعی حرام اس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کی خالہ کو چھوڑ دے اور جبتک اس کی عدت گزرے زوجہ کو ہاتھ لگانا بھی اس پر حرام ہے جب اس کی خالہ عدت سے نکل جائے اس وقت اسے اپنی زوجہ کے پاس جانا حلال ہوگا وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۱ از سلطان پور ملک اودھ مرسلہ عبدالخالق صاحب عرائض نویس کچہری دیوانی ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی تین شادیاں ہوئیں زوجہ اول سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس کی شادی زید کے حقیقی بھتیجے کے ساتھ ہوئی اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو زید کی حقیقی نواسی ہوئی اور زید کی تیسری شادی جو ہوئی اس سے تین لڑکے ہیں اب زید اس اپنے لڑکے یعنی زینہ کی شادی اپنے حقیقی بھتیجے کی لڑکی کے ساتھ بیاہا چاہتا ہے پس ایسی حالت میں جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

حرام حرام وہ صرف اس کے بھائی کی پوتی نہیں جو اس کے بیٹے کو حلال ہو۔ خود اس کی نواسی بھی ہے تو اس کے بیٹے کی بھانجی ہے اگرچہ بیٹا اور زوجہ سے ہے اور وہ بیٹی اور سے مگر بہرحال بھانجی ہے اور بھانجی حرام قال تعالیٰ وبنت الاخت واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲ از شہر آگرہ کلو گلی نائی منڈی مرسلہ رحیم بخش صاحب مالک کارخانہ رحیم شو فیکٹری ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جو پابند مذہب اہلسنت والجماعت تھا اس نے اپنا عقد

نکاح مسماۃ ہندہ کے ساتھ کیا جو مذہب اہل شیعہ رکھتی تھی زید نے اپنے بیٹے عمرو کا نکاح جو بطن ہندہ سے پیدا ہوا تھا بحالت نابالغی بکر کی لڑکی حلیمہ نابالغہ کے ساتھ کر دیا اور بوجہ نابالغی منکوحہ حلیمہ کی وداع نہیں ہوئی حلیمہ نجیب الطرفین اہلسنت والجماعت ہے زید بقضائے الٰہی فوت ہو گیا زید کی بیوہ ہندہ ونیز اُس کی تمام اولاد ہر طریقہ سے پابند اہل تشیع ہے عمرو اب بالغ ہو کر چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو رخصت کرا کر لیجاوے حلیمہ بھی اب چونکہ بالغہ ہے وہ اپنے عقد میں ایک غیر مذہب کے آدمی شیعہ کو منظور نہیں کرتی اور اُس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی نیز والدین حلیمہ بھی اب وداع سے انکاری ہیں اندریں صورت یہ نکاح حلیمہ کا جو بحالت نابالغی ایک شیعہ کے ساتھ ہوا تھا از روے شرع شریف جائز رہا یا باطل اور حلیمہ اپنا عقد نکاح کسی دوسری جگہ کر سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

آج کل جو لوگ شیعہ کہلاتے ہیں یعنی تبرائی رافضی اُن کے ساتھ نکاح باطل محض ہے اگر حلیمہ اور اُس کے اولیا سب راضی ہیں تو اللہ و رسول راضی نہیں حلیمہ کو حرام ہے کہ اپنے آپ کو اُس کی زوجیت میں سمجھے فتاوٰی ظہیریہ و حدیقہ و عالمگیریہ میں امثال روافض کے لیے ہے احکامھم احکام المرتدین نیز عالمگیری میں ہے لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۳ از شمس آباد ضلع کیمل پور مرسلہ مولنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید خود عرصہ تیرہ برس سے ملک افریقہ میں رہتا ہے اُس کی خوشدامن کہتی ہے کہ اُس نے میرے ساتھ فعل بد کیا ہے اس پر دو گواہ اس امر کے معائنہ کے ہیں کہ ایک کہتا ہے کہ میں نے بوقت دوپہر کے فلاں مقام میں دونوں کو عین مشغولی میں دیکھا دوسرا کہتا ہے کہ دونوں کو کپڑے پہنتے ہوئے دیکھا ہے۔ اُس موضع کے کل لوگ ہر ایک مکان کے ایک دو آدمی جن کا مجموعہ ۵۰ نفر ہوتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ قرائن قاطعہ سے ہم لوگ جانتے ہیں کہ زید اور اُس کی خوشدامن باہم بدمعاش تھے اور اُن کے ناجائز تعلق میں کوئی شک نہ تھا برابر دو برس تک دونوں کا باہم اختلاط اور انبساط رہا جب ان دو گواہوں نے اُن کو ایسی کریہ صورت میں دیکھا تب سے زید فرار کر گیا اور بایک دوسرے سے کہہ گیا کہ اب یہ میری عورت غیر مدخولہ جو کہ اس خوشدامن کی دختر ہے میرے اوپر حرام ہے

جس کو اُس کا دل چاہے دے دے اُس کی عورت اب عرصہ آٹھ دس برس سے جوان ہے اور خورد و نوش و سکونت کی اُس کو بہت تکلیف ہے اور غالب گمان ہے کہ کہیں حرامکاری میں مبتلا ہو جائے پس اگر کوئی عالم اتقیٰ و اورع اُس علاقہ کا بموجب عبارت حدیقہ ندیہ واذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور کلہا مفوضۃ الی العلماء یصیرون ولاۃ کے اُس غائب کے باپ کے روبرو یا اُس کی طرف سے کسی کو وکیل کر کے اُس پر سمع دعوی و شہادت کر کے تفریق کا حکم دیدے تو درست ہوگا یا نہیں اور اگر درست ہے تو چونکہ غائب ولایت قاضی میں نہیں لہذا اُس کی طرف سے مسخر پکڑنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے شامی جلد ۴ ص ۳۵۳ باب القضاء میں وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر الخ کے متعلق ہے وتفسیر المسخر ان ینصب القاضی وکیلا عن الغائب لیسمع الخصومۃ علیہ وشرطہ عند القائل بہ ان یکون الغائب فی ولایۃ القاضی۔

الجواب

صورت مسطورہ اگر واقعی ہے تو اصلاً نہ کسی قضا کی حاجت نہ تفریق کی ضرورت نہ مسخر درکار نہ قضا علی الغائب عورت کو اختیار ہے فی الحال جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے دو حال سے خالی نہیں یہ حرمت مصاہرت یا تو نکاح سے پہلے ہوئی یا بعد اگر پہلے ہوئی تو نکاح سرے سے فاسد ومردود واقع ہوا عورت بذات خود اسے فسخ کر سکتی ہے اگرچہ شوہر کی غیبت میں کہ وہ معصیت ہے اور اعدام معصیت سب پر واجب کما حققناہ فیما علی ردالمحتار علقناہ درمختار میں ہے (و) یثبت (لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ اور اگر وہ حرمت مصاہرت بعد نکاح واقع ہوئی تو نکاح فاسد تو ہو گیا مگر بلا متارکہ فسخ نہ ہوگا اور عورت کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہ ہوگا اور یہ متارکہ صرف شوہر ہی کر سکتا ہے کما بیناہ وبہ وفقنا فیما علی ابن عابدین علقنا درمختار میں ہے بحرمۃ المصاہرۃ لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لہا التزوج باخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لا یکون زنا اُسی میں ہے مبدؤہا ای العدۃ فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینہما او المتارکۃ ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطئہا لا مجرد العزم لو مدخولۃ یہاں کہ زید نے صاف لفظوں میں کہدیا کہ اب یہ میری عورت غیر مدخولہ میرے اوپر حرام ہے جس کو اُس کا دل چاہے دیدے تو بالاتفاق متارکہ ہو گیا اور نکاح فسخ ہو گیا قضاء قاضی کی کچھ حاجت نہیں نہ غیر مدخولہ کو

عدت کی حاجت اس وقت جس سے چاہے نکاح کرلے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴: از قصبہ ایرانوان محلہ سادات ضلع فتحپور مرسلہ سید محمد رفیع صاحب ۲۸ صفر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی فقیرے نے مسماۃ ببیا کا (جبکہ اس کی گود میں مسماۃ حفیظن اس کی لڑکی دودھ پیتی تھی) اندر ایام رضاعت کے دودھ پیا اسی مسماۃ ببیا کے دوسری لڑکی مسماۃ فہیمن پیدا ہوئی اب فقیرے مذکور کا نکاح مسماۃ فہیمن کے ساتھ کیا گیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو مسماۃ فہیمن کسی دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں اور فہیمن کو فقیرے سے طلاق حاصل کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ببیا کی اگلی پچھلی سب لڑکیاں فقیرے کی حقیقی بہنیں ہیں اور ان میں کسی سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا حرام محض ہے اس پر فرض ہے فہیمن کو فوراً چھوڑ دے اور وہ نہ چھوڑے تو فہیمن پر فرض ہے کہ فوراً اس فاسد نکاح کو فسخ کردے اور عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے درمختار میں ہے یثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵: از موضع خورد مئو ڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فوت ہونے بیوی کے بیوی کی خالہ و عمہ سے نکاح جائز ہے یا ناجائز اور لڑکی کے طلاق دینے پر یا لڑکے کے مرجانے پر بہو کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں۔

الجواب

زوجہ کے مرنے پر اس کی خالہ و عمہ سے نکاح جائز ہے قال تعالٰی واحل لکم ما وراء ذٰلکم اور بیٹا مرجائے خواہ طلاق دیدے اس کی زوجہ سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے قال تعالٰی وحلائل ابنائکم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶: از پرسونہ پرگنہ بریلی مرسلہ شیخ کریم اللہ ومنشی ۱۱ مدالدین و معین الدین وسعدی وشیخ مسیت زمیندار وبندو خاں و واحد کھیا و غلامی ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

جناب عالی گزارش ہے کہ مسمی میڈو و نور باف نے نکاح کیا تھا اس کی بی بی کے ساتھ ایک لڑکی

آئی تھی اُس کے ساتھ مسمی ہیڈ و مذکور نے حرکت ناشایستہ کی اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوا ہے اب اُس کو علیحدہ کر دیا ہے وہ اپنی خطا معاف کرانا چاہتا ہے حضور پر نور اس امر میں کیا فتوے فرماتے ہیں فقط

الجواب

اُس کی عورت اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اُس پر فرض ہے کہ فوراً اُسے چھوڑ دے اور اب کبھی اُس سے کسی طرح نکاح نہیں کرسکتا نہ کبھی کسی طرح اس لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یہ اُس کی بیٹی کی جگہ ہے اور بی بی ماں کی جگہ ہوگئی دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئیں دونوں کو فوراً جدا کردے اور سچے دل سے تائب ہو اور نماز کی پوری پابندی کرے تو اُسے ملالیں ورنہ ہمیشہ برادری سے خارج رکھیں واللہ تعالیٰ اعلم

۹۷ **مسئلہ** از پیران پٹن معرفت اسٹیشن میسانہ محلہ قصاب واڑہ مرسلہ کمال بھائی یار و بھائی۔

۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً بکر کے دو فرزند ہیں ایک کا نام زید ہے دوسرے کا عمرو زید کا نکاح ہونے سے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام فاطمہ ہے اب فاطمہ کی شادی ہونے سے فاطمہ کے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام مریم ہے اب مریم کا نکاح عمرو کے ساتھ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں اور اس میں دودھ کا تعلق کسی طرف سے اور کسی ذریعہ سے کسی کا بھی نہیں اور یہ جو دونوں فرزند بکر کے ہیں یعنی زید و عمرو ان دونوں کی والدہ الگ الگ ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زید عمرو کا بھائی ہے فاطمہ عمرو کی بھتیجی ہے مریم عمرو کی بھتیجی کی بیٹی ہے جیسے بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجی کی بیٹی حرام ہے بھتیجی بیٹی ہے اور بھتیجی کی بیٹی نواسی۔ عمرو مریم کا نانا ہے نانا کے لیے نواسی کیسے حلال ہوسکتی ہے قال اللہ تعالےٰ وبنت الاخ تم پر بھائی کی بیٹیاں حرام ہیں بیٹیوں میں نواسیاں پوتیاں بھی داخل ہیں جیسے فرمایا حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم تم پر حرام ہیں تمھاری مائیں تمھاری بیٹیاں۔ بیٹیوں میں نواسی پوتی نہ داخل ہوں تو آدمی پر خود اُس کی پوتی نواسی کہاں سے حرام ہوگی کہ قرآن مجید میں تو بیٹیاں حرام فرمائیں اور یہ محرمات گنا کر فرمایا واحل لکم ما وراء ذٰلکم ان کے سوا اور جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں۔ بالجملہ بھائی کی نواسی حرام ہونے سے انکار قرآن و اسلام سے انکار ہے نقایہ میں ہے حرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب الخ جامع الرموز میں ہے من الاخوات لاب وام او لاحدھما

دبنات الاخت وان بعدت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸: از شہر بریلی سبزمنڈی مسئولہ کبیر احمد صاحب ۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی نواسی زوجہ اول سے اور زید کا لڑکا زوجہ ثانیہ سے جس کو ایک شخص غیر نے پالا ہے کیا پسر زید زید کی نواسی کی لڑکی سے عقد کر سکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

حرام ہے وہ اس کی بھانجی کی بیٹی ہے اس کی نواسی کی جگہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۹: از فتحپور محلہ سید واڑہ مرسلہ نور خاں محرر محمد یار خاں وکیل ہائی کورٹ ۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دونوں کی عورتیں رشتہ میں سگی بہنیں تھیں زید کی بی بی کی تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں منجملہ ان کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی مرگئی اور ایک لڑکی بیوہ موجود ہے اور بکر کی بی بی کا ایک لڑکا بن بیاہا موجود ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب زید کا پہلا لڑکا پیدا ہوا ہے تو بکر کے اس لڑکے نے اپنی خالہ یعنی زید کی بی بی کا دودھ پیا تھا بعد اس کے تین اولاد کے بعد زید کی یہ لڑکی پیدا ہوئی جو اس وقت بیوہ موجود ہے اس سے بکر کے اس کنوارے لڑکے سے نکاح درست ہے یا ہو سکتا ہے جبکہ بکر کے بیٹے نے زید کی بی بی کا دودھ پیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ زید کی بی بی کا دودھ بکر کے بیٹے نے پیا ہے اور زید کی بیٹی یہ اس ہمدودھ شریکی بھائی کی تیسری اولاد کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ان دونوں کا نکاح حرام قطعی ہے وہ آپس میں سگے بھائی بہن ہیں تین یا تیس اولاد کے بعد اس لڑکی کا پیدا ہونا زید اور زید کی بی بی کو بکر کے بیٹے کے ماں باپ ہونے سے خارج نہ کرے گا نہ ان کی کسی اولاد کو پسر بکر کے بھائی بہن ہونے سے قال اللہ تعالیٰ واخوتکم من الرضاعۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰: از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ سید نثار حسین صاحب ۵ رجمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید کی زوجہ ہندہ کی ہمشیرہ زاہدہ ہے زاہدہ کے زید سے بلا نکاح لڑکا پیدا ہوا ہندہ کے ساتھ زید کا نکاح رہا یا نہیں اور زاہدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہندہ بدستور اُس کے نکاح میں ہے سالی کے ساتھ زنا حرام ہے مگر عورت کو حرام نہیں کرتا زاہدہ سے جبتک ہندہ اس کے نکاح میں ہے نکاح نہیں کر سکتا اگر ہندہ مرجائے تو اُسی وقت یا یہ اُسے طلاق دیدے تو عدت گزرنے پر زاہدہ سے نکاح کرسکے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۱ از لاہور مسجد بیگم شاہی مسئولہ مولوی احمد الدین صاحب ۶ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

زید نے ہندہ سے نکاح کیا بحالت نابالغی ہندہ زید نے اُس سے وطی کی بعد وطی ہندہ کو طلاق دیدی اُس نے عمرو سے نکاح کیا عمرو سے ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ لڑکی زید پر حرام ہے یا نہیں ماں سے محض نکاح بیٹی کو حرام کرتا ہے یا نہیں یوہیں بیٹی سے نکاح ماں کو۔ دونوں میں وطی شرط حرمت ہے یا نہیں اور وطی کے لیے کیا بلوغ مدخولہ شرط ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ بیٹی سے مجرد نکاح ماں کو حرام ابدی کرتا ہے وطی کی شرط نہیں قال تعالےٰ وامھت نسائکم اور وطی ہو تو بدرجہ اولےٰ نکاحًا ہو تو بالاجماع اور بلا نکاح ہو تو ہمارے نزدیک اور ماں سے مجرد نکاح بیٹی کو حرام نہیں کرتا جبتک وطی نہ ہو قال تعالےٰ وربائبکم الّٰتی فی حجورکم من نسائکم الّٰتی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم ہاں اگر وطی ہو تو حرمت ہمیشگی اُسی تفصیل پر کہ نکاح میں بالاجماع اور بلا نکاح ہمارے نزدیک تو وہ صغیرہ نابالغہ جس سے زید نے صحبت کی پھر طلاق دیدی اور اُس نے دوسرے سے نکاح کیا اور اُس سے اس عورت کے بیٹی پیدا ہوئی یہ بیٹی قطعًا شوہر اول پر حرام ہے کہ جب صحبت کی دخلتم بھن صادق آگیا بلوغ کی شرط نہیں ہاں اگر صغیرہ چار پانچ برس کی بچی ہو جہاں ایلاج حشفہ ممکن نہ ہو تو البتہ حرمت نہ ہوگی کہ صحبت نہ ہوگی اور مدخولہ کی ماں مطلقًا حرام ہے خواہ مدخولہ بالحلال ہو یا بالحرام اور زوجہ کی والدہ ابدًا اپنی ماں کی طرح ہے زوجہ کے مرنے یا طلاق ہو کر عدت گزرنے کے بعد بھی کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲ از موضع سندھولی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ علاوہ چچی و پھوپی و ممانی و دادی و نانی و خالہ وغیرہ کے رشتہ داروں میں کس عورت سے نکاح جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

پھوپھی اور مہربانی سے بھی نکاح جائز ہے نسبی رشتوں میں چار قسم کی عورتیں حرام ہیں ایک وہ کہ یہ جنکی اولاد سے ہے جیسے ماں دادی نانی کتنے ہی اوپر کی ہوں۔ دوسری وہ جو اس کی اولاد ہیں جیسے بیٹی پوتی نواسی کتنے ہی نیچے کی ہوں۔ تیسری وہ جو اس کے ماں یا باپ کی اولاد خواہ اولاد در اولاد جیسے بہن بھانجی بھتیجی اوران کی اور بھائیوں بھتیجوں کی اولاد کتنی ہی دور ہوں۔ چوتھی وہ کہ ماں باپ کے سوا اور جن کی اولاد سے یہ شخص ہے جیسے دادا دادی نانا نانی کتنے ہی اوپر کے ہوں اُن کی خاص اپنی اولاد جیسے اپنی پھوپی خالہ یا اپنے ماں یا دادا یا دادی یا نانا یا نانی کی پھوپی خالہ۔ ان لوگوں کی اولاد کی اولاد حرام نہیں جیسے پھوپی کی بیٹی یا خالہ کی بیٹی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ١٠٣ ازموضع سندھولی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواری لڑکی کا حمل زید سے رہ گیا اُس کے والدین نے عمرو کے ساتھ نکاح کردیا اب علمائے دین کی خدمت بابرکت میں استغاثہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ جس کا نطفہ ہے اُسی کے ساتھ نکاح جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے۔

الجواب

نکاح عمرو سے بھی جائز ہے مگر عمرو کو اُس کے پاس جانا منع ہے جبتک بچہ نہ ہولے یہ اُس صورت میں ہے کہ حمل زنا کا ہو اور اگر زنا نہ ہوا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے زید اسکے ساتھ ہم بستر ہوا تو بیشک جبتک بچہ نہ ہولے دوسرے سے نکاح جائز ہی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ١٠٤

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا پھر اُس کی بہن کو بھی گھر میں ڈال لیا۔ زید کا ہندہ سے وطی کرنا کیسا ہے اور دونوں بہنوں کی اولاد کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر دوسری کو بلا نکاح گھر میں ڈال لیا تو پہلی سے وطی بدستور جائز ہے اُس سے جو اولاد ہوگی اولاد حلال ہے اور اس دوسری سے صحبت حرام وزنا ہے اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی اور اگر دوسری سے بھی نکاح کر لیا تو جبتک اسے ہاتھ نہ لگایا پہلی سے وطی حلال ہے۔ لیکن جس وقت اس دوسری کو ہاتھ لگائے گا پہلی سے قربت بھی حرام ہوجائے گی جبتک اس دوسری کو چھوڑ دے اور اس کی عدت

گزرے اُس وقت تک پہلی بھی حرام ہے اس صورت میں دونوں عورتوں سے اس کے بعد جو اولاد ہوگی اگرچہ اسی کی ٹھہرے گی ولدالزنا نہ ہوگی مگر ولدالحرام ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ ۳ رذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

زید کے والد نے زید کی زوجہ سے زنا بالجبر کیا عورت نے زید سے کہا اس پر زید نے اپنی عورت کو طلاق دیدی جس کو عرصہ تین ماہ کا ہوگیا اس کے بعد زید سے عورت نے کہا کہ تم نے مجھ پر تہمت رکھا تھا اس لیے میں نے یہ غلط بات بیان کی زید نے عورت کو طلاق دی اب وہ اپنی اس عورت کو نکاح میں رکھ سکتا ہے۔

الجواب

اگر زید نے صرف عورت کے بیان پر اس کو طلاق دیدی تو طلاق ہوگئی مگر ہمیشہ کے لیے اس کا زید پر حرام ہونا ثابت نہ ہوا جبتک زید خود اس بیان کی تصدیق نہ کرے لیکن سائل نے بیان کیا کہ زید نے تین طلاقیں دیں زید گنہگار ہوا اور عورت سے اب بغیر حلالہ کے نکاح نہیں کرسکتا یوں اُسے رکھے گا تو حرام ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶ مرسلہ قاضی محمد ابراہیم و قاضی نیاز الدین صاحبان صدیقی صابون فروش سفید دروازہ اندر جھانسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ ایسی عورتیں جو آوارہ ہیں بے پردہ رہتی ہیں کھلے بندوں چلتی پھرتی ہیں زنا بھی اُن سے ثابت ہوا اور حمل بھی گرائے گئے ہوں یا طوائف وغیرہ تو ایسی عورتوں کا نکاح بلا استبراء رحم جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ خدا آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب

اگر وہ کسی کی منکوحہ نہیں تو بلا استبراء رحم بلکہ خاص حالت حمل زنا میں اُن سے نکاح جائز ہے مگر حمل خود اس ناکح کا نہو تو اسے قربت جائز نہیں جبتک وضع حمل نہ ہو لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ درمختار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔

ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی بی بی سے زنا کیا اور عورت اس کی مقر ہے مرد یعنی جس نے زنا کیا اُس کو تمام برادری کے لوگوں نے علیحدہ کردیا اُس سے بات چیت سب بند ہے سلام وغیرہ سب لوگ

نہیں کرنے اور مرد زانی نہ اقرار کرتا ہے نہ انکار بلکہ جب لوگ کہتے ہیں کہ تو نے بڑا بھاری گناہ کیا تو کہتا ہے کہ خطا ہوئی کیا کریں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ عورت کیا اب اپنے خاوند اصلی کے پاس رہ سکتی ہے اور اس کے لیے حلال ہے یا کہ دوسرے شخص سے نکاح کرے اور کیا اس عورت کو خاوند سے طلاق لینے کی بھی ضرورت ہے اور کیا جبتک کہ وہ طلاق نہ دے اُس وقت تک غیر سے نکاح نہیں کرسکتی بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بلا طلاق دیے غیر سے نکاح نہیں کرسکتی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ طلاق کی ضرورت نہیں وہ عورت اپنے خاوند اصلی کے لیے حرام ہوگئی اور کیا یہ عورت مہر لے سکتی ہے۔

الجواب

اگر شوہر مانتا ہے کہ ایسا ہوا تو عورت اُس پر ہمیشہ کو حرام ہوگئی کسی حیلہ سے اُس کی زوجیت میں نہیں آسکتی اس پر فرض ہے کہ اُسے فوراً جدا کر دے متارکہ کرے مثلاً کہدے میں نے تجھے چھوڑا اب اس کے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اس لیے زیادہ طلاق کی بھی حاجت نہیں اور اگر شوہر کو امر مذکور کا وقوع تسلیم نہیں تو صرف عورت کے کہنے سے ثبوت نہیں ہوسکتا اگر شوہر نے طلاق نہ دی وہ اس کی عورت ہے اور دی تو جیسی طلاق دی ویسا حکم۔ اگر تین طلاقیں دیں تو بے حلالہ اُس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ رہا مہر وہ تمام صورتوں میں مطلقاً لازم ہے مہر متاخر میں عورت کو لینے کا اختیار بعد متارکہ یا طلاق یا موت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۶ از مقام اکلترہ ضلع بلاسپور مسئولہ حامد علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی سے زنا کیا اب کیا یہ بیوی اپنے اصلی شوہر جو کہ زانی کا لڑکا ہے رہ سکتی ہے اور اگر نہیں رہ سکتی تو دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور شوہر اول سے مہر لینے کی مستحق ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ کہ زنا کیا جھوٹ بک دینے سے ثابت نہیں ہوسکتا اس کے لیے چار شاہد چاہئیں بغیر اس کے زید کا باپ اگر اقرار بھی کرے اور زید باور نہ کرے تو اُس کا اقرار زید پر حجت نہیں ہاں اگر شہادت شرعیہ سے ثابت ہوجائے یا زید اُس کی تصدیق کرے تو عورت زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی مگر ابھی نکاح سے نہ نکلی دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی جبتک زید اُسے نہ چھوڑے اور اس صورت میں زید پر فرض ہوگا کہ فوراً اُسے چھوڑ دے اس کے بعد عورت عدت کرے بعد عدت سوائے زید کے جس سے

چاہے نکاح کرسکتی ہے زید پر اس کا مہر بہرحال لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۹ از کولمبو سیلون مسئولہ عبدالقادر صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کرسکتے ہیں اور کن کن سے ناجائز مفصل تحریر فرمائیں بینوا توجروا

الجواب

وہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ دادا نانا جو اس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا پوتا نواسا ان کی بیبیوں سے نکاح حرام ہے اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے جبکہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو۔ باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے ان کی موت یا طلاق و انقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۰ از کوہ رانی کھیت کوٹھی انجنیر اسپیل مرسلہ غلام محمد صاحب ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

شیعہ مذہب کا نکاح سنی مذہب کی لڑکی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں لڑکا اور اس کا باپ شہادت دلاتے ہیں کہ ہم سنی مذہب ہیں اور اگر تم شیعہ سمجھتے ہو تو اپنے دل کے اطمینان کے واسطے ہمیں سنی مذہب کرلو اور جو ان کے ہم وطن ہیں وہ کہتے ہیں ہم لوگ شیعہ ہیں اور ان کے گاؤں میں سنی مذہب رہتے ہیں اور ان کے خاندان سے واقف ہیں کہ یہ سنی مذہب ہیں اس پر یہاں کے مسلمان کہتے ہیں کہ انھیں ہم نے ہمیشہ شیعہ مذہب کا برتاؤ کرتے دیکھا اور بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ لڑکی شیعہ مذہب میں نہیں ہیں اور ان کے والد کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے (۲) اور دو شخص نے یہ کہا کہ لڑکی کا باپ اور لڑکے کی ماں کچھ تعلق رکھتے ہیں اس پر لڑکی کے باپ نے قرآن شریف لاکر کہا اس کو اٹھاؤ۔ وہ انکار کیا اور چلا گیا اور کوئی ثبوت نہ ہوا (۳) جب برات گئی اور لڑکی کا بھائی مولانا صاحب کے پاس گیا کہ نکاح پڑھانے کو آئیں گے یا نہیں تو انھوں نے کہا میں نہیں آؤنگا تو کون آئیگا نکاح کے وقت وہ نہیں آئے اور کہا کہ جو کوئی ان کا نکاح پڑھائیگا اس کی عورت طلاق ہو جائے گی۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) رافضیوں میں تقیہ ہے بے حاجت بھی تقیہ کرتے ہیں حاجت کے وقت کا کیا اعتبار اور اشتباہ مٹانے کی کیا صورت کہ تقیہ وہ ملعون چیز ہے جس کا کرنے والا سب کچھ کہہ لیگا خالص اسلام بولیگا اور دین لعین کفر بھرا ہوگا۔ رافضیوں کی شہادت کہ یہ سنی ہے کیا معتبر ہوسکتی ہے۔ رافضی کی گواہی کچھ معتبر نہیں۔

کا ایمان لہٰذا بعض مسلمانوں کی گواہی کہ یہ شیعہ نہیں اور اور مسلمانوں کی شہادت کہ انہیں شیعی برتاؤ کرتے دیکھا یہ شہادت اثبات ہے اور وہ شہادت نفی اور شہادت نفی مقبول نہیں لہٰذا یہ نکاح ہرگز نہ کیا جائے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) ایسے خالی بیانوں سے ناجائز تعلق ثابت نہیں ہوتا واللہ تعالیٰ اعلم (۳) اس کے رافضی ہونے کے سبب جس نے نکاح پڑھانے سے انکار کیا بہت اچھا کیا اور وہ حکم جو اس نے بیان کیا اگرچہ مطلق نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جب رافضی کے ساتھ سنیہ کا نکاح جائز و حلال جانا تو خود اس کی عورت نکاح سے نکل جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱ از رانی کھیت صدر بازار مسئولہ محمد ابراہیم خاں صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک افغان نسبت کا اور اس کا لڑکا اپنے آپ کو سنت جماعت سے بتاتے اور قرآن شریف کی رو سے اپنا طریقہ سنت جماعت بتاتے ہیں اور قریب ۳۰۔۳۵ سال رانی کھیت میں رہتے ہیں اب سب لوگ ان کو رافضی مذہب کا کہتے ہیں۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ سُنّی کی لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے ہوسکتا ہے یا نہیں، یہ شخص غریب ہے سب لوگ عداوت سے رافضی کہتے گئے ہیں ان کے سب اطوار روزے زکوٰۃ نماز کے اہلسنت وجماعت کی طرح ہیں رانی کھیت کی مسجد کے مولانا نے جن کا نام عبدالرحمن ہے نکاح نہیں پڑھایا کہ رافضی کا نکاح سُنّی سے نہیں ہوسکتا عداوت سے سب مسلمان ایک ہوگئے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بلاوجہ عداوت سے سب مسلمانوں کا ایک ہوجانا معقول نہیں اور رافضیوں کا تقیہ معلوم ہے اور نکاح امر عظیم ہے احتیاط لازم ہے حدیث میں فرمایا کیف وقد قیل وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲ از لکھنؤ بنگال بنک ڈاک خانہ حضرت گنج مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب۔

مسئلہ ذیل میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کی سسرال کے رشتہ کے ماموں کا لڑکا اور زید کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اپنے حقیقی ماموں کے بیٹے سے بیٹی کا نکاح جائز ہے سسرال کے رشتہ کا ماموں تو بہت دور ہے جبکہ کوئی مانع شرعی مثل رضاعت وغیرہ نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳: از شہر اکیاب تھانہ کیوکتو ضلع کاؤپچی بازار مرسلہ مولوی سکندر علی صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ نیازیہ خیر آباد ضلع سیتاپور ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھذہ المسألۃ شخصے قاسم زنے را کہ در فرا ئش بنت بنت رضاعی مر برادر حقیقی قاسم باشد بحبالۂ نکاحش آورد وطن اوچناں بود کہ موافق مذہب خود جائز ست۔ از علما ہم استفتا نمودہ بود وایشاں بصحت نکاحش قضا نمودند پس از چندے علمائے احناف بعدم جواز نکاحش فتوے می دادند وجماعت مسلمین را باوی مجالست ومواکلتش منع می کنند تا وقتیکہ تفریق نکاحش نکند۔

جواب بنگالیان

بر تقدیر تصدیق مسئول عنہا علمائے شریعت غرا وفضلائے طریقت بیضا بالخاصہ فقہائے مذہب حنیف وعلمائے ملت منیف می نگارند کہ چوں علمائے مذہب مستمرہ شان مجتہد باشد یا مقلد ظناً یا سہواً عملے کنند وحکمے بکارے صادر نمایند وقضا بر آں تنفیذ فرمایند وپس آں دانستند ووقوف یافتند کہ ہماں عمل وفعل زنیشان بظہور پیوستہ بطبق مذہب شان نپرداختہ وبمشرب یکے از ائمہ ودیگرے کہ معدود ومحدود بسنت جماعت ست در پیوستہ پس بار دیگر تنقیض وتردید آنہا کردن روا وجائز نباشد بل ہمیں مسلک تقلید نمودہ کہ ہم خالی از تلفیق دارد ہماں عمل وفعل را لامحالہ صحیح ودرست دارند ونیز ازیں تقلید ظنی از مذہب مستمرہ خود خارج نشوند ومنسوب بداں مذہب دیگر نگردند پس مناکحت قاسم بدیں منوال ہمیں مقال صادقست کہ لاریب ولامحالہ صحیح ونافذ گردیدہ است اگرچہ با نوعی دالتقدیر مخالفت مذہب حنفی آمدہ لیکن بمسلک اہل ظواہر کمثل امام ہمام شافعی علیہ رضوان الباری وغیرہ کہ مسلوک ومشمول بسنت جماعت ست بپرداختہ ودر پیوستہ کہ علمائے احناف بظن جواز مذہب شان مظنون شدہ بنت بنت رضاعی را مر برادر حقیقی قاسم مذکور بود حکم نکاحش دادہ بودند بحالیکہ در تحت حجاب ممنوعات کلیہ حنفیہ محجوب ومستور بودہ ودر ضمن ضابطۂ ماموربہا محللات اہل ظواہر کہ ہمچوں شافعی وغیرہ ہستند مکشوف ومظہر ماندہ پس ہرگز علمائے احناف را نمی رسد کہ تفریق واقع در نکاحش کنند کہ آں مستلزم تحقیر وتنکیر سنت جماعت گردد وحقارت یکے را از سنت جماعت عنداللہ موجب ضلالت دار وکما قال العلامۃ ابن عابدین الشامی الحنفی فی ردالمحتار ناقلاً عن العلامۃ الشرنبلالی فی عقد الفرید ان لہ التقلید بعد العمل کما اذا صلی ظانا صحتہا علی مذھبہ ثم تبین بطلانہا فی مذھبہ وصحتہا علی مذھب غیرہ فلہ تقلیدہ ویجتزی بتلک الصلوۃ

علی ما قال فی البزازیۃ انہ روی عن ابی یوسف انہ صلی الجمعہ مغتسلاً من الحمام ثم اخبر بفارۃ
میتۃ فی بئر الحمام فقال نأخذ بقول اخواننا من اھل المدینۃ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا
اھ وایضا فیہ تحت قول الدر المختار واما المقلد الخ ما نقلہ فی القنیۃ عن المحیط وغیرہ وجزم
بہ المحقق فی فتح القدیر وتلمیذہ العلامۃ قاسم وادعی فی البحران المقلد اذا افتی بمذھب
غیرہ وبروایۃ ضعیفۃ اوبقول ضعیف نفذ واقوی ما تمسک بہ ما فی البزازیۃ عن
شرح الطحاوی اذا لم یکن القاضی مجتھداً وقضی بالفتوی ثم تبین انہ علی خلاف مذھبہ
نفذ ولیس لغیرہ نقضہ ولہ ان ینقضہ کذا عن محمد وقال الثانی لیس لہ ان ینقضہ ایضاً
دون امضاء الفعل کامضاء القاضی لا ینقض۔ و ولیل مذہب الظاہر کہ ملصوق بسنت جماعت ست
ومخالفت فرعی درباب رضاعت باحناف می دارند ہچوں امام ہمام شافعی وغیرہ ہستند ہمیں ست
چنانچہ شارح مسلم امام نووی در شرح آں می نگارند ولم یخالف فی ھذا الا اھل الظاھر وابن علیۃ
فقالوا لا تثبت حرمۃ الرضاع بین الرجل والرضیع ونقلہ المازری عن ابن عمر وعائشۃ (رضی اللہ
تعالی عنہما) واحتجوا بقولہ تعالی وامھتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ ولم یذکر
البنت والعمۃ کما ذکرھما فی النسب وامام ابوعیسیٰ ترمذی درجامع ترمذی شان می آرند۔
حدثنا الحسن ابن علی اخبرنا ابن نمیر عن ھشام ابن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت
جاء عمی من الرضاعۃ یستاذن علی فابیت ان اذن لہ حتی استأمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلیلج علیک ھذا فانہ عمک قالت
انما ارضعتنی المرأۃ ولم یرضعنی الرجل قال فانہ عمک فلیلج علیک ھذا حدیث حسن صحیح
والعمل علی ھذا عند بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرھم کرھوا
لبن الفحل والاصل فی ھذا حدیث عائشۃ وقد رخص بعض اھل العلم فی لبن الفحل
والقول الاول اصح رواہ الترمذی وقال الشامی ونظیر ھذہ ما نقلہ العلامۃ بیری فی
اول شرحہ علی الاشباہ عن شرح الھدایۃ لابن شحنۃ ونصہ اذا صح الحدیث وکان علی
خلاف المذھب عمل بالحدیث ویکون ذلک مذھبہ ولا یخرج مقلدہ عن کونہ حنفیاً
بالعمل بہ فقد صح عن ابی حنیفۃ امام الاعظم انہ قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی وقد

ذالك ابن عبد الرحمن ابی حنیفة وغیره من الائمة الخ وقاضی ثناء اللہ وصاحب ہدایہ ہمال مذہب اہل ظاہر نقل بالتصریح فرمودہ اند کما قال فی فتاوی قاضی خاں وقال الامام الهمام الشافعی الحرمة ثبتت من جانب الاب والفقهاء يسمون هذه المسألة لبن الفحل وقال فی الهدایة وفی احد قولی الشافعی لبن الفحل لا یحرم لان الحرمة لشبهة البعضية واللبن بعضها لا بعضه

ہرگاہ از دلائل کتب فقہائے حنفیہ مبین ومبرہن گردید کہ تزویج قاسم نامی نزد علمائے حنفی روا و درست گردیدہ وازاں مذہب حنفی بیرون نہ آمدہ باوجود آں اگر جماعت مسلمین بروے زبان طعن ولعن بکشایند پس عند اللہ ماخوذ شوند وعند الناس مستحق سزا کما هو فی کتب الفقه من اذی مسلما بقول او بفعل ولو بغمز العین عزر پس ایشاں را تا اینکہ تائب وآئب نہ شوند از مواکلت ومشاربت جماعت مسلمین خارج کردہ شوند چنانچہ وارد شدہ کہ وایاك ومجالسة الشریر فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔ والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

الراقم احقر الحقیر

محمد عظیم الدین کیوکنتوی بہار یاروی خلف الھدیٰ شیخ اکبر علی سلمہ

بانی مسجد مہتمم مدرسہ اسلامیہ محلہ وی

تحریر دیگر بہ تائید آں

آرے مذاہب ائمہ اربعہ جملگی در حق سنت وحق ہماں دائر است اگر مجتہد مطلق یا مقلد محض بمذہب شاں عملے وفعلے قضا کند بعدہ دانستہ کہ مخالف مذہب شاں وموافق مذہب دیگرے کہ معدود سنت جماعت ست بخطائے ظن شاں ملصق گشتہ فقہا احناف روا میدارند کہ بار دیگر آں را ابطال وافساد کنند تاموجب تحقیر وتنفیر بمذاہب ائمہ سنت جماعت لازم نیاید آں خطائے عظیم وسخط جسیم باشد عند اللہ تعالیٰ لہذا علما ازاں ابا و انکار فرمودند ودر تواریخ بروایت صحیح مروی شدہ کہ بارے در مجلس شریف حضرت پیران پیر غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ از کسے مذکور شدہ بود کہ امام احمد حنبل در اجتہاد پایہ چنداں ندارند لہذا در مذہب شاں جماعت قلیل دارند بمجرد استماع آں حضرت پیران پیر رضی اللہ عنہ چیں بجبیں آوردہ وغضبناک شدہ فرمودند کہ ازیں

تا شیخ عبدالقادر بمذہب احمد حنبل رضی اللہ عنہ تقلید نمودہ وپیش ازیں بمذہب امام مالک بودند سبحان اللہ ما اعظم شانہ وما اکثر شانہم وفخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم درشان ائمہ اربعہ رحمۃ من اللہ ووسعۃ من اللہ فرمودند ونقل السیوطی عن عمر ابن عبدالعزیز اختلاف ائمۃ الہدی رحمۃ من اللہ تعالیٰ علی ہذہ الامۃ کل یتبع ما صح عندہ وکلہم علی ہدی وکل یرید اللہ تعالیٰ وتمامہ فی کشف الخفا۔ پس تزویج قاسم نزد فقہائے حنفی بتصحیح آمدہ اگرچہ بالفرض مخالفت مذہبی روے دادہ وازحنفیت نیز بیرون نیامدہ کما حررہ المجیب للہ درہ واجرہ ولقد نظرت ہذا الفتوی بامعان النظر وتصفحت ہذہ المسألۃ بصفحات الکتب الفقہیۃ الحنفیہ فوجدت صحیحا مطابقا بالکتاب وموافقا للصواب واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل۔ کتبہ الحقیر الراجی الی رحمۃ ربہ الخلاق عبدالرزاق الکیوکنوی غفرلہ۔

الجواب

ایں ہمہ جہل شدید وضلال بعید وافترا برشرع مجید ست نکاح بابنت بنت الاخ بعینہ ہمچو نکاح با دختر خود ست نسبًا باشد یا رضاعًا وحرام قطعی ست باجماع ائمہ دین ونص قرآن مبین وصحاح احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین نسبت جوازش بامام شافعی خواہ بامام دیگر از ائمہ مسلمین خطاے محض ست وایں بنگالیان کہ فتوی بجوازش دادہ بودند علما نبودند بہزاراں درجہ بدتر از جہلا بودند وآناں وایشان کہ فتوی ملعونہ ایشاں را نافذ می کنند ہمہ ہا حرام خدارا حلال می نمایند ہمچو کساں را حرام وسخت حرام ست کہ تصدی بافتا کنند درحدیث فرمود من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض ہر کہ بے علم فتوی دہد ملائکہ آسمان وزمین براو لعنت کنند آں حکم جواز وایں فتواے نفاذ ہر دو ملعون ست وبرآں حاکمان وایں مفتیان توبہ فرض ست ورنہ مسلمان از مجالست ایشاں احتراز کنند ودر ہیچ امر فتوی از ایشاں خواستن حرام ست قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتخذ الناس روسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا مفتیان ختم نہ کنند اینکہ گفتہ شد خیر خواہی ایشاں بود حرام خدارا حلال گرفتن وزنائے پدر با دخترش روا داشتن نہ سہل کاریست ہر کہ براہچو ضلالت قطعیہ تنبیہ کرد ممنون حسب شکر ست نہ مستحق شکایت واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم وبرآں ناکح زانی فرض ست کہ دختر را از تصرف خود واگذارد وبرآں منکوحہ مزنیہ فرض ست کہ بپاے کہ دارد از زناے پدرش بگریزد فوراً فوراً فوراً ورنہ آناں ومزوجان آناں ومجوزان اینہا ہمہ عذاب شدید الٰہی را منتظر باشند نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم امام اجل ابوزکریا نووی کہ احد الشیخین

مذہب امام ہمام مطلبی ست و نص او ہمچو نص امام شافعی ست رضی اللہ تعالیٰ عنہم در شرح صحیح مسلم فرماید اما الرجل المنسوب ذلک اللبن الیہ لکونہ زوج المرأۃ او وطئہا بملک او شبہۃ فمذہبنا و مذہب العلماء کافۃ ثبوت حرمۃ الرضاع بینہ و بین الرضیع و یصیر ولدا لہ و اولاد الرجل اخوۃ الرضیع و اخواتہ و یکون اخوۃ الرجل اعمام الرضیع و اخواتہ عماتہ و یکون اولاد الرضیع اولاد الرجل و لم یخالف فی ہذا الا اہل الظاہر و ابن علیۃ ایں تصریح صریح ایں امام شافعیہ بہیں کہ مذہب ما و جملہ علما تحریم ست و در و خلاف نکردند جز فرقۂ ظاہریہ و ابن علیہ طرفہ آنکہ مجیب عبارت مذکورہ نووی از ہمینجا نقل کرد کہ لم یخالف فی ہذا الخ و صدر کلام کہ فرمودہ بود کہ مذہب ما و مذہب جملہ علما تحریم ست در پردۂ اخفا داشت و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را ظلما از اہل ظاہر شمرد حالانکہ ظاہریہ طائفۂ ایست مخالف ائمۂ اربعہ و سائر مجتہدین۔ شاہ عبد العزیز صاحب گفتہ اند داود ظاہری و متبعانش را از اہل سنت و جماعت شمردن درچہ مرتبہ از جہل و سفاہت ست رافضیان کہ ظاہریہ را سنی گرفتہ باقوال ایشاں بر اہلسنت اعتراض می کردند شاہ صاحب جوابش داد ند کہ فرقۂ ظاہریہ ہرگز از اہلسنت نیست ایں جہل و سفاہت شماست کہ ایشاں را سنی گرفتہ بر سنیاں طعن می کنید امام ابن حجر مکی شافعی در کف الرعاع نزایدہ علماء ان الائمۃ صرحوا بان الظاہریۃ لا یعتد بخلافہم و لا یجوز تقلید احد منہم لانہم سلبوا العقول حتی انکروا القیاس الجلی نیز فرمود و لانہم اصحاب ظاہریۃ محضۃ تکاد عقولہم ان تکون مسخت و من وصل الی انہ یقول ان بال الشخص فی الماء تنجس او فی اناء ثم صبہ فی الماء لم یتنجس کیف یقام لہ وزن و یعد من العقلاء فضلا عن العلماء ہمچناں دیگر اکابر شافعیہ تصریح بلبن فحل کردہ اند و در مذہب خود بوئے از خلاف نداد ہ اند و اجلۂ اکابر برائے ما مذہب ائمۂ اربعہ و اصحاب ایشاں و فقہائے امصار گفتہ اند امام احمد عسقلانی شافعی در ارشاد الساری فرمود فیہ دلیل علی ان لبن الفحل یحرم حتی تثبت الحرمۃ فی جہۃ صاحب اللبن کما تثبت فی جانب المرضعۃ فان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اثبت عمومۃ الرضاع و الحقہا بالنسب و ہذا مذہب الشافعی و ابی حنیفۃ و صاحبیہ و مالک و احمد و جمہور الصحابۃ و التابعین و فقہاء الامصار امام حافظ عسقلانی شافعی در فتح الباری فرماید ذہب الجمہور من الصحابۃ و التابعین و فقہاء الامصار کابی حنیفۃ و صاحبیہ و مالک و الشافعی و احمد و اتباعہم الی ان لبن الفحل یحرم امام یوسف اردبیلی شافعی در کتاب الانوار فرماید و الفحل الذی منہ اللبن ابوہ و اولادہ من المرضعۃ و غیرہا اخوتہ و اخواتہ علامہ زین الدین شافعی تلمیذ ابن حجر مکی در قرۃ العین فرماید نصیر المرضعۃ امہ و ذو اللبن اباہ و تسری الحرمۃ من الرضیع

الی اصولهما وفروعهما وحواشیهما نسباً ورضاعاً تا اینجا ہمہ نصوص کبرائے شافعیہ است وصاحب البیت ابصر بما فی البیت وصاحب الدار ادری امام اجل قاضی عیاض مالکی درشرح صحیح مسلم فرماید لم یقل احد من ائمة الفقهاء واهل الفتوی باسقاط حرمة لبن الفحل الا اهل الظاهر وابن علیة والمعروف عن داود موافقة الائمة الاربعة امام جلیل بدرالدین محمود عینی درعمدة القاری فرمایند لبن الفحل یحرم وهو قول ابی حنیفة ومالك والشافعی واحمد واصحابهم وقال القاضی عیاض لم یقل احد من الائمة الخ اینست نقول ونصوص ائمہ اجلہ ثقات اثبات ونسبتے [ف۱] کہ درخانیہ وہدایہ واقع شد معارضش نتواں بود درنقل مذہب [ف۲] غیر بارہا زلتہ رو می نماید یکے از اکابر شافعیہ تحلیل [ف۳] زنا بحربیہ در دارالحرب ودیگرے از اجلہ شافعیہ حلت [ف۴] غراب [ف۵] بحضرت امام اعظم نسبت کردہ وہر دو باطل است درہمیں [ف۶] ہدایہ حلت متعہ [ف۷] بامام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نسبت نمود حالانکہ امام مالک بروئے حد زنا می زنند کما ھو قول عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنهما اذ قال جرب علی نفسك لان فعلتها لارجمنك باحجارك بخلاف [ف۸] حنفیہ ودیگر ائمہ کہ حرام دانند وتاحد نرسانند بالجملہ جواز ایں نکاح باطل است [ف۹] ہرگز نہ مذہب امام شافعی است نہ مذہب ہیچکس از ائمہ مجتہدین متبوعین رضی اللہ تعالٰی عنهم اجمعین ابن علیہ مردے از محدثین است عداد او درمجتہدین ائمہ نیست واگر باشد منفرد [ف۱۰] است وظاہریہ [ف۱۱] خود مبتدعانند ومبتدع را در اجماع اعتبارے نیست ووفاقش ملحوظ نشود وبخلافش خللے نپذیرد لانهم لیسوا من الامة علی الاطلاق کما فی التوضیح وغیرہ لیسوا من امة الاجابة وانما هم من امة الدعوة کما فی مرقاة المفاتیح وغیرها وخود درخصوص ظاہریہ از امام ابن حجر مکی گزشت کہ مخالفت ایشاں اصلاً قابل التفات نیست پس دریں مسئلہ حکم بخلاف را زنہار مساغ نیست اولاً خلاف سنت مشہورہ است کہ ان اللہ [ف۱۲] حرم من الرضاع ما حرم من النسب ایں حدیث بالفاظ متنوعہ وروایات متظافرہ در دواوین اسلام مروی ومنقول است واز صدر اسلام تاحال میان علما متلقے بالقبول ہمیں امام ترمذی درہماں جامع فرماید والعمل علی هذا عند عامة اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وغیرهم لا نعلم بینهم فی ذلك اختلافاً وحکم برخلاف [ف۱۳] سنت مشہورہ نافذ نشود درتنویر الابصار است اذا رفع الیه حکم قاض آخر نفذه الا ما خالف کتاباً اوسنةً مشهورةً اواجماعاً ثانیاً مخالف اجماع من یعتد باجماعهم افتادہ است کما تقدم بیانه وامام شعرانی شافعی درمیزان الشریعة الکبری فرمود اتفق الائمة علی انه یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب وحکم برخلاف اجماع نفاذ نیست ائمہ ثقات اثبات از حکایات شاذہ غافل نبودند بلکہ خود ذکر نمودہ اند باز

تصریح فرمودہ کہ دریں مسئلہ جز ظاہر یہ وابن علیہ کسے را خلاف نیست چنانکہ امام قاضی عیاض مالکی و امام ابو زکریا نووی شافعی و امام محمود عینی حنفی گزشت فمن الغریب[ف۱] نسبتہ الاعراب الیہم علی ما وقع فی فتح المغیث واگر بالفرض اینجا قولے ضعیف محکی بود کما اول بہ فی الفتح لفقھی پس حکم و فتوے[ف۲] بر قول ضعیف و مرجوع خود جہل وخرق اجماع است کما فی تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم والدرالمختار ثالثاً حکم بخلاف قاضی مجتہد راست مقلد[ف۳] را روا نبود بر خلاف امام خود حکم کردن در تنویر الابصار است قضی[ف۴] فی مجتھد فیہ بخلاف رأیہ لاینفذ مطلقا و بہ یفتی و در درمختار است ۵ ولوحکم القاضی بحکم مخالف لمذھبہ ما صح اصلا بسطہ در ردالمحتار آورد واما المقلد فلا یملک المخالفۃ مجیب عبارتش از سابق ولاحق قطع کردہ آورد و خود در قدر منقول خود لفظ ادعی مذید سرا بغا اگر از ہمہ گزرند قضار شرعی چیز نیست کہ رفع خلاف می کند نہ کہ دو حرف خوانند و خود را بر مسند افتا نشانند ہر چہ خواہند بر زبان رانند و خلاف مرتفع شود و مذہب مردود و مندفع حاشا للہ لایقبل بہ جاھل فضلا عن فاضل نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیر مصطفٰی رضا قادری نوری غفرلہ

فی الواقع نکاح مذکور باطل و حرام محض ست و بر آنکس از دختر دختر برادر خودش فوراً فوراً جدا شدن فرض ست تزویج اینان جہل و تنقید او ظلم شدید۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

مسئلہ ۱۱۴۲ از موضع بہار ضلع بریلی مسئولہ عبدالرحمن خاں صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکے نے سُنا کہ میرے والد نے میری بی بی کے ساتھ زنا کیا ہے اس پر اُس کو غصہ آیا اور اپنی بی بی کو مارا اور طلاق دیکر مکان سے علیحدہ کر دیا یعنی نکال دی لڑکی نے اپنے مہر کی نالش کر دی مہر اُس کا جو کچھ تھا اُس کی ڈگری ہوگئی لڑکے کا وکیل کہتا ہے کہ طلاق اُس نے غصہ میں دی اس وجہ سے نہیں ہوئی اور لڑکی کا وکیل کہتا ہے کہ طلاق ہوگئی اس صورت میں کون سچا ہے کون۔ سے وکیل کی بات مانی جائے یعنی طلاق ہوئی کہ نہیں ہوئی۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ صحیح اور ثبوت شرعی سے ثابت ہے کہ اُس کے باپ نے اُس کی بی بی سے زنا کیا جب تو وہ عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اُس پر فرض تھا کہ اُسے فوراً جدا کردے جو طلاق دی یہ جدا کرنا ہی ہوا اور اب وہ اُسے کبھی واپس نہیں لے سکتا اور اگر امر مذکور ثبوت شرعی سے ثابت نہ ہو نہ لڑکے نے اُس کی

تصدیق کی ہو تو یہ طلاق طلاق ہوئی اور مجرد غصہ کا عذر مسموع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵ از غازی پور محلہ بربرہنہ بر مکان منشی واجد علی صاحب مسئولہ محمد ادریس صاحب ۲۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عمر ۱۶ سال بی بی جمیلہ عمر ۲۵ سال سے جو کہ رشتہ میں زید کی ممانی ہوتی ہے ہمیشہ مذاق و تفریح کرتا رہا ہو کسی وقت میں زید نے جمیلہ کا ہاتھ یا پیر پکڑ لیا ہو اور ایک مرتبہ بوسہ بھی لے لیا ہو۔ از روئے شہوت و مذاق کے۔ کچھ عرصہ کے بعد بکر جو کہ رشتہ میں زید کا باپ ہے صغرے سے جو کہ جمیلہ کی لڑکی ہے نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید از روئے شرم وحیا کے اس بات کو ظاہر نہیں کر سکتا ہے تو ایسی حالت میں نکاح ہوگا یا نہیں اگر نہ ہو تو اور کوئی صورت جواز کی نکل سکتی ہے از روئے کفارہ کے یا نہیں (۲) اور اگر نکاح کر دیا ہو اس وقت میں کیا صورت ہو سکتی ہے (۳) اور ہماری طرف ممانی اور بھاوج سے مذاق اور تفریح کرنا کچھ عیب میں داخل نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بھاوج یا ممانی سے ایسا مذاق حرام قطعی ہے اور کرنے والا اور وہ عورت دونوں فاسق اور اُن کے شوہر باپ بھائی اگر اس پر راضی ہوں دیوث ہیں اور دیوث پر جنت حرام اور صغرے سے بکر کا نکاح حلال ہے درمختار میں ہے اما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک بہن کا لڑکا ہے اور دوسری بہن کی دختر کی لڑکی ہے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں (۲) سالی حقیقی سے نکاح اُس وقت میں جائز ہے کہ اپنے بیٹے کا نکاح بھی سالی کی دختر سے کیا جائے اور بر تقدیر جائز بھی ہے تو پہلے کس کا نکاح ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) ہاں جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) جب عورت مرجائے یا اُسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو سالی سے نکاح جائز ہے اور سالی کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح مطلقاً جائز ہے خواہ پہلے اُس کا نکاح کرے یا پہلے اپنا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷ از مدرسہ رحمانیہ رایئے بریلی مسئولہ محمد ابراہیم صاحب ۲۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ زید کی دوسری زوجہ ہے اور زید کی زوجہ

اولی کے چند لڑکے ہیں اُن میں سے ایک لڑکے نے ہندہ سے کئی بار اظہار تعشق کیا اور کہا کہ ہم تم بھاگ چلیں اور کئی بار اپنا آلت منتشر ہندہ کے ہاتھ میں بلا حجاب کسی کپڑے کے پکڑا دیا کئی بار بوسہ لے لیا اور دو مرتبہ آمادہ زنا ہوگیا یہاں تک کہ ازار کھولدیا اور پوری کوشش کی کہ دخول کرے مگر ایک مرتبہ کسی نے آواز دیکر بُرا بھلا کہا اور ایک مرتبہ ہندہ پوری کوشش کرکے بھاگ نکلی ان وجوہ سے ہندہ کا پردہ عصمت چاک نہیں ہوا مگر ان سب صورتوں میں ہندہ متنفر تھی اور اس کو کبھی شہوت نہیں ہوئی اور ہر مرتبہ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو خبر دی مگر اُس نے سمجھا دیا کہ لڑکے کا معاملہ ہے بدنامی بہت ہوگی اس کا اظہار نہ کرو مگر لڑکے کو بہت بُرا بھلا کہا گیا اور ساتھ کھانا چھوڑ دیا اور مارا بھی مگر لڑکا اپنی حرکات ناشایستہ سے باز نہیں آیا اب ایسی صورت میں ہندہ زید پر حرام ہوگی یا نہیں اور اگر حرام ہوگئی تو وہ اپنا نکاح دوسرا بلا طلاق زید کرسکتی ہے یا نہیں اور اگر نکاح کرسکتی ہے تو عدت بیٹھنا ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

جبکہ پسر زید نے زن زید سے یہ افعال خبیثہ کیے کہ قطعاً بشہوت تھے تو زن زید زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اگرچہ زن زید کی طرف سے شہوت نہ ہونا تسلیم کرلیا جائے کہ مس میں ایک طرف سے شہوت کافی ہے درمختار میں ہے تکفی الشھوۃ من احدھما مگر نکاح زائل نہ ہوا زید پر لازم ہے کہ عورت سے متارکہ کرے یعنی اسے چھوڑ دے مثلاً کہے میں نے تجھے چھوڑا اُس کے بعد عورت عدت کرے اُس کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے زید یا پسر زید سے کبھی نہیں کرسکتی زید کی بیٹی کی جگہ ہوگئی اور پسر زید کی ماں کی جگہ تھی ہی۔ جبتک زید متارکہ نہ کرے اور عدت نہ گزرے دوسرے سے نکاح حرام ہے درمختار میں ہے بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ و انقضاء العدۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۸ از روضۂ حضرت مجدد الف ثانی سرہند شریف مسئولہ عبدالقادر صاحب مدرس درگاہ شریف۔ ۳۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرزائی مذہب شخص کی دختر نابالغہ سے جو عقد نکاح ہوگیا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔ دختر مذکورہ اپنے مذہب کو کچھ نہیں جانتی ہے والد اُس کا انتقال کرچکا ہے صرف اُس کی والدہ نے نکاح ایک حنفی مذہب سے کردیا ہے ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے اُس کو علیحدہ کردیا جائے یا تاوقت بلوغ رکھا جائے بینوا توجروا

الجواب

مرزائی مرتد ہیں کما ھو مبین فی حسام الحرمین اور مرتد مرد ہو یا عورت اُس کا نکاح کسی مسلمان یا کافر اصلی یا مرتد غرض انسان یا حیوان جہان بھر میں کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا عالمگیری میں ہے لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط عورت اگرچہ نابالغہ ہے سال دو سال کی بچی ناعاقلہ نہ ہوگی اور عقل و تمیز کے بعد اسلام و ارتداد صحیح ہیں تنویر الابصار میں ہے اذا ارتد صبی عاقل صح کا سلامہ سمجھ وال[ف ۱] ہونے کی حالت میں اگر اُس نے مرزائیت قبول کی یا اتنا ہی جانا کہ مرزا نبی یا مسیح یا مہدی تھا تو اسی قدر اُس کے مرتدہ ہونے کو بس ہے۔ تجربہ یہ ہے کہ یہ مرتد لوگ بہت بچپن سے اپنی اولاد کو اپنے عقائد کفریہ سکھاتے ہیں تو سائل کا کہنا کہ اپنے مذہب کو کچھ نہیں جانتی ہے بعید از قیاس ہے۔ پھر ان لوگوں سے ایسی قرابت قریبہ رکھنا بارہا منجر بہ فتنہ و فساد مذہب ہوتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی تو سلامت اسی میں ہے کہ اُس کو فوراً جُدا کر دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ[۱۱۹] از ریاست فرید کوٹ کوٹھی ملیر گنج مسئولہ علیم الدین صاحب فراش ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ غیر مقلدوں کے ساتھ تعلقات رکھنا اور اُن کے ساتھ رشتہ ناتا اپنے لڑکے لڑکی کا جائز ہے یا حرام اور اگر حرام ہے تو حنفی المذہب اپنی لڑکی کو کسی طور سے واپس لے سکتا ہے بینوا توجروا

الجواب

غیر مقلدوں سے میل جول حرام ہے اور اُن سے مناکحت ناجائز کما بیناہ فی رسالتنا ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اُس کا نکاح تمام جہان میں کسی سے نہیں ہو سکتا نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ مسلمان سے نہ انسان سے نہ حیوان سے جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط حنفی اگر اسمیں مبتلا ہوا ہو تو اپنی لڑکی اسی دعوے سے واپس لے کہ نکاح ہوا ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ[۱۲۰] از مندسور مالوہ اے۔ وی۔ ایم سکول ریاست گوالیار مسئولہ محمد عبد المجید صاحب مدرس۔ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ایک بیوہ عورت حاملہ ہوگئی اور بروقت تحقیقات پیش مسماۃ مذکورہ نے بیان کیا کہ یہ حمل خاص میرے داماد کا ہے ایسی حالت میں منکوحہ داماد مسماۃ مذکورہ کی حرام ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

فقط اُس عورت کے کہنے سے داماد پر اُس کی منکوحہ حرام نہیں ہوسکتی یا تو ثبوت شرعی ہو یا داماد اقرار کرے اُس وقت اُس کی منکوحہ پر حرام ابدی ہونے کا حکم دیا جائیگا ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱ از بستی محلہ دکھن دروازہ دُھنیا ٹولہ مسئولہ [illegible] عیدان صاحب [illegible] ۔ [illegible] صفر [illegible]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ دو برس سے مفقود ہوگئی ہے اور نہ [illegible] کچھ پتا ہے کہ زندہ ہے یا مرگئی زید اپنی بی بی کی حقیقی بہن سے چاہتا ہے کہ نکاح کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ناجائز۔ قال تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین۔ زید اگر چاہتا ہے تو زوجہ کو طلاق دے دے اور انقضائے عدت کا انتظار کرے اس کے بعد اُس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے انقضائے عدت [illegible]

فانہ متحقق فی [illegible] بالیقین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲ از احمد نگر [illegible] گنج بازار متصل مسجد شاہی مسئولہ محمد ابراہیم صاحب خطیب [illegible]

(۱) زید و عمرو حقیقی بھائی ہیں عمرو اپنے پوتے کے ساتھ زید کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں۔

(۲) زید نے چھ ماہ کی عمر میں زینب کا دودھ ہندہ کے ساتھ پیا اور ہندہ کی عمر دو سال کی تھی زینب کی تیسری لڑکی سے زید کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) یہ نکاح جائز ہے کہ حقیقی پھپھی نہیں رشتہ کی پھپھی ہے قال تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم جیسے چچا کے بیٹے کا نکاح جائز ہے حالانکہ وہ رشتہ میں اُس کی بہن ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) زینب زید کی ماں ہوگئی اور زینب کی جتنی اگلی پچھلی اولاد ہے سب زید کی بہن بھائی زینب کی کسی لڑکی سے زید کا نکاح جائز نہیں قال تعالیٰ واخواتکم من الرضاعۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳ مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی [illegible] صفر شریف [illegible]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو حقیقی بہنیں اُن کا نکاح زید داس کے حقیقی لڑکے کے ساتھ جائز ہے یا نہیں اور جن لوگوں میں ایسا جائز ہے اُن کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شرعاً جائز ہے کہ ایک بہن کا نکاح باپ اور دوسری کا بیٹے سے ہو اس میں کچھ حرج نہیں جبکہ کوئی مانع شرعی اور وجہ سے نہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴ از شاہجہانپور مسئولہ خان بہادر فصیح الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان عورت یا مرد کسی دوسرے مذہب کے مرد یا عورت سے مثلاً بدھ۔ جین۔ ہندو۔ دہریہ وغیرہ سے مناکحت کرسکتا ہے یا نہیں ایسی صورت میں کہ وہ غیر مذہب والا مرد یا عورت اسلام قبول نہ کرے اور اپنے مذہب پر قائم رہے اگر نہیں کرسکتا ہے تو اس بارہ میں احکام کلام مجید کیا ہیں براہ مہربانی اُن آیات شریفہ کو درج فرمایا جائے بینوا توجروا

الجواب

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہوسکتا کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ یہاں تک کہ اُن کی عورتیں جو مسلمان ہوں انھیں واپس دینا حرام ہے قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنٰت مھٰجرٰت فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنٰت فلا ترجعوھن الی الکفار لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن۔ اے ایمان والو جب تمھارے پاس اسلام لانے والی عورتیں کافروں کا دیار چھوڑ کر آئیں تو اُن کی آزمائش کرو اللہ خوب جانتا ہے اُن کے ایمان کو پھر اگر تمھیں آزمائش سے اُن کا ایمان ثابت ہو تو انھیں کافروں کو واپس نہ دو نہ مسلمان عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ کافر مسلمان عورتوں کے لیے حلال ہیں۔ مسلمان مرد کافرہ کتابیہ سے نکاح کرسکتا ہے قال اللہ تعالیٰ الیوم احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن آج کے دن ستھری چیزیں تمھارے لیے حلال کی گئیں اور کتابیوں کا ذبیحہ تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا ذبیحہ اُن کے لیے حلال ہے اور تمھارے لیے حلال کی گئیں پارسا مسلمان عورتیں اور عفت والی کتابیہ عورتیں جب تم انھیں اُن کے مہر دو۔ لیکن غیر کتابیہ سے مسلمان مرد کو نکاح حرام ہے قال اللہ تعالیٰ لا تنکحوا المشرکٰت حتی

یؤمن ولامة مؤمنة خیر من مشرکة و لو اعجبتکم مشرکہ یعنی غیر کتابیہ سے نکاح نہ کرو جبتک ایمان نہ لائیں اور بے شک ایک مسلمان باندی کافرہ غیر کتابیہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ کافرہ تمھیں پسند آئے یہ حکم کافران اصلی کا ہے مرتد و مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہوسکتا نہ مسلم سے نہ کافر سے نہ اصلی سے نہ مرتد سے فتاوے عالمگیریہ میں ہے لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذلك لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از بنگال مدرسہ معین الاسلام ڈاک خانہ جنگل باداہل موضع کا دکاسی ضلع جسر مسئولہ عبدالصمد صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بی بی یعنی اپنی بہو سے زنا کیا اب وہ بی بی مذکورہ اپنے شوہر کے لیے حلال رہے گی یا نہیں اور دونوں کے درمیان نکاح باقی رہے گا یا طلاق ہوگئی اگر طلاق ہوگئی تو کس قسم کی اور علت طلاق ہونے کی کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

لوگ اپنی طرف سے خیالات باطلہ باندھ لیتے یا فقط دو ایک شخصوں یا صرف عورت کے کہنے پر اتہام لگاتے ہیں اس کا تو کچھ اعتبار نہیں بلکہ شہادت عادلہ شرعیہ ہو یا شوہر تصدیق کرے اس وقت حرمت کا حکم دیا جائیگا عورت ہمیشہ کے لیے اپنے شوہر پر حرام ہوجائے گی کہ اس کے باپ کی مدخولہ ہوگئی اور باپ کی مدخولہ بیٹے پر حرام ابدی ہے قال اللہ تعالی ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم مگر طلاق نہ ہوئی نہ نکاح سے خارج ہوئی جبتک شوہر متارکہ نہ کرے مثلاً اس سے کہے میں نے تجھے چھوڑ دیا یا جُدا کیا جب یہ کہیگا اور عدت گزر جائے گی اس وقت عورت کسی تیسرے شخص سے نکاح کرسکے گی ان دونوں باپ بیٹوں پر تو ہمیشہ کے لیے حرام ہے شوہر پر فرض ہے کہ اسے متارکہ کردے کہ اب اُسے رکھ نہیں سکتا تو چھوڑنا لازم۔ قال تعالی فامساك بمعروف او تسریح باحسان درمختار میں ہے وبحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج باٰخر الا بعد المتارکة وانقضاء العدة واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۲۶ از سُوا والہ ڈاک خانہ ریڑھ ضلع بجنور مسئولہ حکیم عبدالرحمن ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ کہ زید نے اپنے لڑکے عمرو کی زوجہ سے زنا بالجبر کیا یا زنا کی نیت کی جس کا اقرار دونوں کرتے ہیں اس صورت میں یہ عورت عمرو کی مطلقہ ہوگئی یا نہیں اور کونسی طلاق واقع ہوئی

عدت بھی ہوگی یا نہیں عمرو کے لیے یہ عورت کسی طرح پھر بھی حلال ہوسکتی ہے یا نہیں۔ وقوع زنا۔ نیت زنا۔ دواعی زنا۔ تینوں میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔ یہی استفتا اس سے قبل مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دیوبند کی خدمت میں ارسال کیا تھا جس کے جواب میں بوجہ انتقال مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ انھوں نے یہ مختصر جواب دیا تھا کہ اگر عمرو اس کا مقر نہیں ہے تو اس کے حق میں اُس کی عورت حرام نہیں ہوئی انتہی چونکہ یہ فیصلہ بروئے پنچایت برادری طے ہونے والا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ کل مسئول عنہا امور کا جواب دیکھنے پر اگر حکم ہو تو برادری میں اُن سے انقطاع یا حقہ پانی بند کی سزائے مروج دے سکتے ہیں یا نہیں یا محض اُن سے جرمانہ وصول کرکے غربا و مساکین کی دعوت کرائی جائے اور وہ جرمانہ مسجد یا اور کسی نیک کام میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

محض نیت زنا سے کچھ نہیں ہوتا اور بیٹے پر اس کی زوجہ حرام ابدی ہونے کے لیے صرف دواعی بھی کافی ہیں اگر عمرو کے قلب پر ان کا صدق جمتا ہے تو لازم ہے کہ وہ عورت کو اپنے اوپر حرام سمجھے فان التحری من دلائل الشرع وقول فاسق [ف۱] معتبر اذا وقع التحری علی صدقہ۔ یوہیں اگر عمرو نے اُن کی تصدیق کی تو عورت کی حرمت ابدی کا حکم ہے لان الاقرار حجۃ ملزمۃ اور اگر نہ اس نے اُن کی تصدیق کی نہ اس کے قلب پر اُن کا صدق جمتا ہے تو عورت اس پر حرام نہ ہوئی لان الاقرار حجۃ قاصرۃ لاتتعدی الی الغیر پھر جن صورتوں میں عورت اس پر حرام مانی جائے گی ہمیشہ کے لیے حرام ہوگی۔ کسی طرح ان باپ بیٹوں کے لیے حلال نہیں ہوسکتی مگر ہنوز طلاق نہ ہوئی عمرو پر فرض ہوگا کہ اُسے چھوڑ دے اور اُس کے چھوڑنے کے بعد عورت پر عدت لازم ہوگی بعد عدت کسی تیسرے سے نکاح کرسکے گی۔

درمختار میں ہے وبحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج بآخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ اگر بصورت حرمت عمرو عورت کو رکھے تو مسلمان اُس سے میل جول چھوڑ دیں مگر جرمانہ [ف۲] لینا حرام ہے اور اُسے مسجد میں صرف کرنا اور دیوبندیوں سے فتوے پوچھنا حرام اور اُن کے فتوے پر عمل کرنا حرام اور انھیں [ف۳] مولانا یا نور اللہ مرقدہ کہنا حرام تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے نے شان الوہیت و شان رسالت میں اُن کی سخت گستاخیوں کے سبب اُن کی تکفیر پر اتفاق کیا اور حسام الحرمین شریف میں فرمایا من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر یعنی جو اُن کے

اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر والعیاذ باللہ تعالیٰ
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئولہ مولانا مولوی احمد مختار رضا صاحب میرٹھی مورخہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

(۱) جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد و مہدی مسیح موعود اور پیغمبر صاحب وحی والہام ماننے والے مسلم ہیں یا خارج از اسلام اور مرتد۔

(۲) بشکل ثانی ان کا نکاح کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ یا اُن کی ہم عقیدہ عورت سے شرعاً درست ہے یا نہیں۔

(۳) بصورت ثانیہ جس عورت کا نکاح ان لوگوں کے ساتھ منعقد کیا گیا ہے اُن عورات کو اختیار حاصل ہے کہ بغیر طلاق لیے اور بلا عدت کسی مرد مسلم سے نکاح کرلیں۔ بینوا آجرکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب

(۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو وہ تو مطلقاً کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لیے مانے قال اللہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر اُسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدد یا ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اُس کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اُس کے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ خود کافر مرتد ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) قادیانی عقیدے والے یا قادیانی کو کافر مرتد نہ ماننے والے مرد خواہ عورت کا نکاح اصلاً قطعاً ہرگز ہرگز نہ کسی مسلم کافر یا مرتد اُس کے ہم عقیدہ یا مخالف العقیدہ غرض تمام جہان میں انسان حیوان جن شیطان کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا فتاوی عالمگیریہ میں ہے لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط اُسی میں ہے وبارہ تصرفات مرتد ہی منہا ما ھو باطل بالاتفاق نحو النکاح لا یجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ ولا حرۃ ولا مملوکۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جس مسلمان عورت کا غلطی خواہ جہالت سے کسی ایسے کے ساتھ نکاح باندھا گیا اُس پر فرض فرض ہے کہ فوراً فوراً فوراً اُس سے جدا ہو جائے کہ زنا سے بچے اور طلاق کی کچھ حاجت نہیں بلکہ طلاق کا کوئی محل ہی نہیں طلاق تو جب ہو کہ نکاح ہوا ہو نکاح ہی سرے سے نہ ہوا نہ اصلاً عدت کی ضرورت کہ زنا کے لیے عدت نہیں بلا طلاق و بلا عدت جس مسلمان سے چاہے نکاح کر سکتی ہے درمختار میں ہے نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل ردالمحتار میں ہے ای فالوطء فیہ زنا لا یثبت بہ النسب

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۶ مسئلہ از قصبہ نہٹور ضلع بجنور محلہ میاں صاحب سادات اول مرسلہ سید محمد مختار احمد صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ روز چہار شنبہ

مکرم معظم بندہ جناب قبلہ مولنا صاحب زاد ظلکم۔ السلام علیکم مزاج شریف۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع نائب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ زید کی دو زوجہ زوجہ اول کا انتقال ہوگیا اس سے اُس کے ایک نواسہ زوجہ دوم کے ایک لڑکی اب زوجہ دوم کی لڑکی سے زوجہ اول کے نواسہ کا نکاح درست ہے یا نہیں گویا سوتیلی خالہ سے یعنی اپنی ماں کی سوتیلی بہن سے جو دوسری ماں سے پیدا ہو کوئی شخص اپنا نکاح کرسکتا ہے سبب یہ ہے کہ ناکح کا باپ اور منکوحہ کا باپ اور ماں دونوں علیحدہ ہیں کیونکہ بعض شخص کچھ ایسی حجت پیدا کرتے ہیں کہ چچا زاد یا تائی زاد یا خالہ زاد بہن بھائی حقیقی کا نکاح جائز ہے جبکہ ناکح اور منکوحہ کے ماں اور باپ کا ایک باپ اور ایک ماں ہیں جزئیت کس طرف سے شمار ہوتی ہے کسی ایسی عام فہم صورت میں جواب صاف اور کسی مستقل حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زوجہ دوم کی وہ لڑکی اگر زید ہی کے نطفہ سے ہے تو بلاشبہہ زید کے نواسہ پر حرام قطعی ہے اور اگر کسی دوسرے شوہر سے ہے تو جائز ہے جزئیت کے بارہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اپنی فرع اور اپنی اصل کتنی بعید ہو مطلقاً حرام ہے اور اپنی اصل قریب کی فرع اگرچہ بعید ہو حرام ہے اور اپنی اصل بعید کی فرع قریب حرام ہے اور اپنی اصل بعید کی فرع بعید حلال اپنی فرع جیسی بیٹی پوتی نواسی کتنی ہی دور ہو اور اصل ماں دادی نانی کتنی ہی بلند ہو اور اصل قریب کی فرع یعنی اپنی ماں اور باپ کی اولاد یا اولاد کی اولاد کتنی ہی بعید ہو اور اصل بعید کی فرع قریب جیسے اپنے دادا پردادا نانا پرنانا دادی پردادی نانی پرنانی کی بیٹیاں یہ سب حرام ہیں اور اصل بعید کی فرع بعید جیسے انھیں اشخاص مذکورہ آخر کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب کی فرع نہوں صورت مذکورہ میں جبکہ زوجہ دوم کی لڑکی زید کے نطفہ کی ہو تو وہ اس کے اصل بعید کی فرع قریب ہوئی زید اس کا نانا ہے وہ اس کی اصل بعید ہوا اور یہ لڑکی اُس کی بیٹی یہ اُس کی فرع قریب ہوئی لہذا حرام ہوئی اور اگر دوسرے شوہر سے ہے تو اس سے کوئی تعلق نہ ہوا لہذا حلال ہوئی چچا خالہ ماموں پھپی کی بیٹیاں اس لیے حلال ہیں کہ وہ اس کی اصل بعید کی فرع بعید ہیں یعنی دادا نانا کی پوتیاں نواسیاں جو اپنی اصل قریب سے نہیں نقایہ میں ہے حرم علی المرء اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب وصلبیۃ اصلہ البعید وہو تعالٰی اعلم۔

۱۲۷ و ۱۲۸ مسئلہ مسئولہ حافظ محمد علاؤالدین صاحب پیش امام جامع مسجد مقام بلرامپور ڈاکخانہ رانگہ ڈیہہ ضلع مان بھوم۔

(۱) جن عورتوں سے نکاح حرام ہے وہ کون کون ہیں عام فہم بیان ہو خصوصاً میرے سمجھنے کے قابل۔

(۲) جو عورت زید کے بڑے بھائی کے نکاح میں آچکی ہو بعد مرنے بڑے بھائی کے اُس عورت یعنی اپنی بھاوج سے

زید عقد کر سکتا ہے یا نہیں اس کا جھگڑا پڑا ہوا ہے اس کو خلاصہ تحریر فرمائیں فقط

الجواب

حرمت کے اسباب متعدد ہیں اول نسب جیسے ماں بیٹی بہن خالہ پھوپی بھتیجی بھانجی دوم رضاعت دودھ کے رشتہ سے یہ عورتیں دودھ پلانے والی ماں اور اُس کی بیٹی بہن اور جس نے اپنا دودھ پیا بیٹی اور جن مرد و عورت کا دودھ پیا اُن کی بہنیں خالہ پھوپی اور اپنے رضاعی بھائی بہن کی اولاد یا اپنے بھائی بہن کی رضاعی اولاد بھتیجی بھتیجیاں وغیرہا سوم مصاہرت کہ اپنے اصول مثلاً باپ دادا نانا اور اپنی فروع مثلاً بیٹا پوتا نواسہ ان کی بیبیاں یا جن عورتوں کو انہوں نے بشہوت ہاتھ لگایا ہو یونہی اپنی بی بی مدخولہ کی ماں دادی نانی چہارم شرک یعنی غیر کتابی کافرہ عورت مسلمان پر حرام ہے پنجم ارتداد جو عورت مسلمان ہو کر اسلام سے نکل جائے اُس سے نکاح حرام ہے اگرچہ وہ کتابیوں ہی کا دین اختیار کرے ششم پانچویں یعنی جب چار عورتیں نکاح میں موجود ہوں تو پانچویں حرام ہے ہفتم دو محارم میں جمع، مثلاً ایک عورت نکاح میں ہے تو جبتک وہ نکاح میں رہے اُس کی بہن پھوپی خالہ بھتیجی بھانجی سے نکاح حرام ہے ہشتم جب کوئی آزاد عورت نکاح میں ہو تو اُس کے ہوتے ہوئے کنیز سے نکاح جائز نہیں نہم جس عورت کو تین طلاقیں دے چکا جب تک حلالہ نہ ہو اُس سے نکاح حرام ہے دہم جس عورت سے لعان کر چکا جبتک اپنے نفس کی تکذیب نہ کرے اُس سے نکاح نہیں کر سکتا یازدہم وہ عورت کہ دوسرے کے نکاح میں ہے دوازدہم وہ عورت کہ دوسرے کی عدت میں ہے جزئیات بہت کثیر ہیں تفصیل کو اجزا درکار ہیں یہ چند اجمالی باتیں ہیں واللہ تعالٰی اعلم

۱؎ عدت گزرنے کے بعد کر سکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹: از دوارکا ادکھا کا ٹھیا وار مرسلہ ناتک حبیب خاں ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

مصدر بوارق معانی مظہر شوارق فیض رسانی ادام اللہ عنایتکم۔

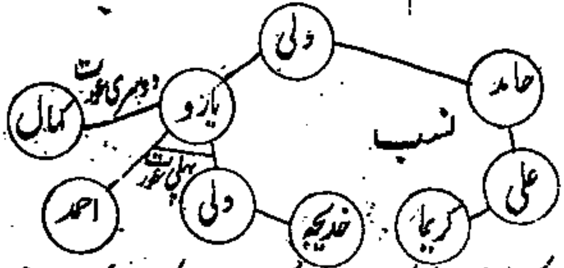
السلام علیکم۔ دست بستہ آداب۔ خیریت طرفین کا خواستگار ہوں۔

سوال۔ وہ لڑکی کہ جس نے بچپن میں میری اُمی ہمشیرہ کا دودھ ایک یا دو دفعہ نیند کی حالت میں پیا ہو کہ اُس کی اور میری والدہ ایک ہی اور والد جُدا آیا وہ لڑکی میرے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں اور اگر وہ لڑکی میرے نکاح میں آچکی ہو اور دودھ پلانے کی واردات پیچھے ظاہر ہوئی اس کے لیے کیا فتوے ہے براہ نوازش بہت جلد مطلع فرما کر فخر بخشیں۔

الجواب

جس لڑکی نے سائل کی بہن کا دودھ پیا اگرچہ اُس کے سوتے میں اگرچہ ایک ہی بار اگرچہ ایک ہی قطرہ اگرچہ وہ بہن سائل سے صرف ماں میں شریک اور باپ میں جدا تھی وہ لڑکی سائل کی بھانجی ہوگئی اور اُس سے اُس کا نکاح حرام قطعی ہے اور اگر نادانستگی میں ہوگیا اور اب بثبوت شرعی رضاعت ثابت ہوئی تو سائل پر فرض ہے کہ فوراً فوراً فوراً اُسے جُدا کردے کہ وہ اُس کی بھانجی اور مثل حقیقی دختر کے ہے پھر اگر جماع واقع ہوا تو مہر دینا آئیگا جو مہر مثل و مہر سے بیں کم ہو اور عورت اس کے چھوڑنے کے بعد تین حیض عدت کرے گی پھر جس سے چاہے نکاح کرے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۰ **مسئلہ** مسئولہ میاں قدرت اللہ صاحب چشتی ازمقام پٹن ضلع گجرات ریاست بڑودہ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ



علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ لڑکا کمال اور لڑکی کریما دونوں کے درمیان نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اس شجرہ سے واضح ہے کہ کمال اور ولی دونوں آپس میں سوتیلے بھائی ہیں باپ ایک اور ماں جدا اور کریمہ ولی کی نواسی یعنی بیٹی کی بیٹی ہے تو وہ کمال پر حرام ہے نکاح نہیں ہوسکتا قال اللہ تعالیٰ وبنٰت الاخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۱ **مسئلہ** از مارہرہ شریف مرسلہ محمد نعیم صاحب ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے اپنے لڑکپن میں جبکہ اُسکی عمر صرف دس یا گیارہ سال تھی ایک چودہ سالہ عورت سے جسکی شادی اُسی ماہ میں ہوئی تھی عورت کے رغبت کرنے اور سکھانے سے زنا کیا لیکن لڑکا نابالغ تھا۔ اب اُس عورت سے ایک لڑکی ہے اس لڑکی کا نکاح لڑکے مذکور سے جس نے اپنی نابالغی کی حالت میں اُس کی ماں سے زنا کیا تھا جائز اور درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اُس وقت لڑکے کی عمر ۱۲ برس سے کم تھی تو حرمت ثابت نہ ہوئی، وہ لڑکا اُس عورت کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے درمختار میں ہے [ف۱] لوجامع غیر مراھق زوجۃ ابیہ لم تحرم فتح ردالمحتار میں ہے [ف۲] لابد فی کل منھما من سن المراھقۃ واقلہ للانثی تسع وللذکر اثنا عشر لان ذلک اقل مدۃ یمکن فیھا البلوغ کما صرحوا بہ فی باب بلوغ الغلام وھذا یوافق مامر من ان العلۃ ھی الوطء الذی یکون سببا للولد والمس الذی یکون سببا لھذا الوطء ولایخفی ان غیر المراھق منھما لایتأتی منہ الولد واللہ تعالیٰ اعلم

فہرست باب المحرمات حصّہ ثانیہ کتاب النکاح فتاوی رضویہ

سے زمانہ اس پر مسلمانوں نے اُس سے اجتناب کیا بعض نے اُس کا ساتھ دیا تو شرفاء یہ اجتناب حق ہو یا نہیں اور زید اور اُس کے ہمراہیوں کے ساتھ کھانے پینے سلام کلام کا کیا حکم ہے اور زید پر کونسی عقوبت حلال ہے۔

۶۸۔ سُنّی کو اپنی دختر رافضی کے نکاح میں دینا کیسا ہے اور سُنّی باوجود ناجائز جاننے کے دے تو کیا حکم ہے۔ زمانۂ سلف سے اس وقت سُنّی و رافضی کے درمیان قرابت کا کیا باعث۔ آیا اُس وقت میں علما نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ یا اُس وقت کے شیعہ اور اب کے روافض میں کچھ فرق ہے۔

۶۹۔ عورت نے بعد طلاق عدت گزرنے سے پہلے دوسرے سے عقد کر لیا اب شوہر ثانی سے ناراض ہے، وہ اور اُس کے ورثا کہتے ہیں کہ نکاح عدت کے اندر ہوا تھا اس لیے جائز نہ ہوا ایک شخص ثالث سے اُس کے نکاح کا کیا حکم ہے۔

〃 کیا زید کی حقیقی بہن کی رضاعی بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے۔

۷۰۔ مسئلہ جمع بین الاختین۔

〃 بعد انتقال زوجہ اُس کی بھانجی بھتیجی سے نکاح جائز ہے۔

〃 زید لڑکی کا نکاح کرکے باہر چلا گیا داماد اور لڑکی اور اپنی بی بی کو مکان پر چھوڑ گیا چھ ماہ بعد واپس آیا تو عورت کو حاملہ پایا بعد تحقیق معلوم ہوا کہ داماد سے حاملہ ہے تو لڑکی داماد کے نکاح میں رہی یا نہیں طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں مہر لازم ہے یا نہیں اور زوجہ بعد وضع حمل زید کی رہی یا نہیں اور داماد کے نکاح میں اُس کی زوجہ آسکتی ہے یا نہیں۔

۷۱۔ سوتیلے باپ کے بھائی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

۷۲۔ زید سے اُس کے خسر و خوشدامن کسی سبب ناراض ہوئی زوجۂ زید کو بلایا زید کے ماں باپ نے کہا جب ناراضی دور ہو جائے گی بھیج دینگے۔ زوجہ زید مکان بکر پر کسی تقریب میں گئی وہاں سے خسر زید کے آدمی زبردستی اُسے لے گئے اب بلانے سے کہتے ہیں کہ زید نے طلاق دیدی ہے دوسری جگہ نکاح کر دینا چاہتے ہیں اس نکاح اور شوہر ثانی سے وطی کا کیا حکم ہے۔

۷۳۔ زید ایک مسجد کا امام ہے اُس نے جمع بین الاختین کیا اعتراض پر کہا یہ امام شافعی کے یہاں جائز ہے اُسے امام بنانا اور اُس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

۷۴۔ زید کی دو زوجہ تھیں زوجہ اولیٰ سے عمرو اور ثانیہ سے بکر خالد ولید۔ عمرو کا بیٹا سعید سعید کی دختر لیلیٰ۔ لیلیٰ کی دختر سلمیٰ یہ سلمیٰ عمرو کے سوتیلے بھائیوں پر حرام ہے یا حلال۔

〃 عدت کے اندر عورت زنا سے حاملہ ہوئی اب زانی بعد مرور ایام عدت نکاح چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں اور وطی قبل وضع کا کیا حکم ہے۔

۷۵۔ دو حقیقی یا تایا چچا زاد بھائیوں کی اولاد کا آپس میں نکاح درست ہے یا نہیں حلال ہو تو جو لوگ نہ مانیں اور کہیں کہ گو یہ مسئلہ شرع کا ہے لیکن ہم اس پر عمل نہیں کرتے ہماری برادری میں باپ دادا سے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ایسے لوگوں سے میل جول اور اُن کے پیچھے نماز کا کیا حکم اگر اُن کی مخالفت میں ماں باپ ناراض ہوں تو والدین کی اطاعت کرے یا شرع کی۔

۷۹۔ حقیقی بھانجہ کی بیٹی سے نکاح کیا اُس کا کیا حکم

〃 مسئلہ نکاح زن رافضیہ با سُنّی۔

〃 سوتیلی خالہ سے نکاح کا حکم۔

۸۰۔ ساس یا سالی سے صحبت کرے تو کیا عورت نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور اس کی عدت ہے یا نہیں۔

۸۱۔ ایسی دو عورتوں کا ایک وقت میں نکاح میں لانا کہ ایک کو مرد قرار دیں تو صورت محرمات میں آجائیں درست ہے یا نہیں۔

〃 ساس نے اپنی نابالغہ لڑکی کے مرجانے کے بعد اُس کے شوہر سے نکاح کیا کیا حکم ہے۔

〃 سوتیلے بیٹے کی بی بی سے نکاح کا حکم۔

۸۲۔ سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے۔

〃 ایک شخص عدت میں نکاح پڑھوا دیتا ہے اور بلا تفحص کہ صرف جماع سے بچنے پر عمل کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔

۸۴۔ رنڈی سے نکاح کیسا ہے جائز ہے تو بعد توبہ یا بے توبہ۔

۸۵۔ قبل متارکہ و تفریق بین المحارم غیر مدخولہ سے دوسرے کا نکاح درست ہے یا نہیں۔

〃 قاضی شرعاً کون ہے۔ یہاں کون حق فسخ و تفریق رکھتا ہے۔ } کتاب القضا

متارکہ یا تفریق ثانیہ ضرور ہے اور ناکح متارکہ نہیں کرتا تو کیا کیا جائے۔

۸۶۔ ہندہ نے زید سے ناجائز تعلق رکھا پھر اپنی بیوہ دختر کا نکاح بے رضامندی دختر بجبر زید سے کر دیا بے طلاق اب اُس کا نکاح دوسرے سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔

〃 ثبوت حرمت مصاہرت کے لیے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے۔

وجود الشہوۃ من احدہما یکفی کے معنے

۸۷۔ بھتیجی بھانجی بھتیجے بھانجے کی لڑکی سے نکاح کیسا ہے۔

〃 سُنّی نے رافضیہ سے بطور شیعہ صیغہ پڑھایا بطریق اہلسنت نکاح نہ ہوا دونوں اپنے مذہب پر قائم رہے اولاد کیسی ہوئی۔

۸۸۔ بوڑھے آدمی کا نکاح کس طرح کیا جائے۔

〃 مسئلہ زن مفقود الخبر۔

۸۹۔ تحقیق الفرق بین المتارکۃ والفسخ۔

۹۰۔ چچا کی نواسی سے نکاح کا حکم۔

〃 سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کا حکم۔

〃 خسر نے بہو سے زنا کیا بیٹے کا نکاح رہا یا نہیں بہو دعویٰ زنا کرے خسر منکر ہو تو کیا حکم ہوگا اور دونوں اقرار کرتے ہیں تو کیا اور اگر شہادت سے ثابت ہو تو کیا۔ اور شہادت کیسی ہو۔

۹۱۔ پردادا کی پرنواسی۔ دادا کی بھانجی کی بیٹی۔ چچیری چچی سے نکاح کا حکم۔

۹۲۔ زوجہ کی خالہ سے زوجہ کے ہوتے ہوئے نکاح کا حکم۔

〃 علاتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام ہے۔

〃 جس عورت سے نکاح کیا تھا اُس کی دختر شوہر اول سے نکاح کا حکم۔

۹۳۔ مسئلہ نکاح در عدت۔

۹۵۔ زید کی ساس کہتی ہے اُس نے مجھ سے زنا کیا۔ دو گواہوں نے زنا کرتے دیکھا زید یہ کہکر فرار کر گیا کہ میری عورت غیر مدخولہ مجھ پر حرام ہے جس کو چاہے دیدے اس صورت میں کیا حکم ہے۔

۹۷۔ سنفیرے نے جیا کا دودھ حفیظن کے ساتھ پیا پھر جیا کے فہیمن ہوئی نفیرے کا نکاح فہیمن سے کیسا ہے فہیمن بے طلاق کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

〃 بہو سے بعد طلاق یا موت پسر نکاح کیسا ہے۔

۹۸۔ حکم نکاح با دختر دختر برادر خود۔

۹۹۔ زید کی نواسی زوجہ اولیٰ سے اور لڑکا زوجہ ثانیہ سے ہے ان کا عقد ہو سکتا ہے یا نہیں۔

〃 بکر نے زید کی بی بی کا پہلی اولاد پر دودھ پیا تین اولادوں کے بعد زید کی جو لڑکی ہوئی اس سے اُس لڑکی کی بکر کے نکاح کا حکم۔

۱۰۰۔ زید نے ہندہ نابالغہ سے نکاح و جماع کیا پھر طلاق دیدی ہندہ نے پھر عمرو سے نکاح کیا عمرو سے اُس کے لڑکی ہوئی یہ لڑکی زید پر حرام ہے یا نہیں۔ ماں سے محض نکاح بیٹی کو حرام کرتا ہے یا نہیں یونہی بیٹی سے ماں کو۔ دونوں میں وطی شرط حرمت ہے یا نہیں اور بلوغ شرط ہے یا نہیں۔

〃 ممانی سے نکاح کا حکم۔

۱۰۲۔ عورت نے دعوے کیا کہ تیرے باپ نے مجھ سے زنا کیا اس پر شوہر نے طلاق دیدی تین مہینے ہوگئے اب عورت کہتی ہے تم نے مجھ پر تہمت رکھی تھی اس لیے یہ غلط بات کہی آیا عورت سے پھر نکاح کر سکتا ہے۔

〃 آوارہ عورتیں جو بے پردہ رہتی کھلے بندوں چلتی پھرتی ہیں جن سے زنا بھی ثابت ہوا حمل گرائے گئے ہوں یا طوائف کا نکاح بے استبراء رحم جائز ہے یا نہیں۔

〃 خسر نے بہو سے زنا کیا بہو کو اقرار ہے۔ خسر نہ اقرار کرتا ہے نہ انکار جب کہا جاتا ہے کہ تو نے بہت سخت گناہ کیا تو کہتا ہے خطا ہوئی کیا کریں کیا حکم ہے عورت مہر لے سکتی ہے یا نہیں۔

۱۰۳۔ خسر نے بہو سے زنا کیا الخ

۱۰۴۔ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن سے ناجائز۔

۱۰۴۔ لڑکا اور اُس کا باپ قسم کھا کر شہادت دلاتے ہیں کہ ہم سُنّی ہیں اور ہمیں شیعہ جانتے ہو تو اطمینان کے لیے ہمیں سُنّی کر لو۔ ان کے ہم وطن شیعہ کہتے ہیں کہ یہ سُنّی ہیں۔ یہاں کے مسلمان کہتے ہیں کہ انھیں ہم نے ہمیشہ شیعہ مذہب کا برتاؤ کرتے دیکھا اور بعض مسلمان شہادت دیتے ہیں کہ یہ لڑکے شیعہ نہیں ہیں اور ان کے والد کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے کیا حکم ہے۔

〃 دو شخصوں نے کہا کہ لڑکے کا باپ اور لڑکی کی ماں ناجائز تعلق رکھتے ہیں لڑکی کے باپ نے قرآن شریف اُٹھانے کو کہا۔ انکار کیا اور چلے گئے ثبوت نہ ہوا کیا حکم ہے۔

〃 مولانا صاحب سے پوچھا نکاح پڑھانے آئیں گے۔ کہا۔ میں نہیں آؤنگا تو کون آئیگا۔ وقت نکاح نہیں آئے اور کہا جو کوئی ان کا نکاح پڑھائیگا اُس کی عورت طلاق ہو جائے گی۔

۱۰۵۔ یہی سوال انداز بدلکر۔

〃 زید کی سسرال کے رشتہ کے ماموں کے لڑکے اور زید کی لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے۔

۱۰۶۔ اپنے حقیقی بھائی رضاعی بیٹی کی بیٹی سے نکاح کے بارے میں بعض بنگالیوں کے فتوے کا رد۔

۱۱۲۔ لڑکے نے سُنا کہ باپ نے اسکی بی بی سے زنا کیا اس پر غصہ میں بی بی کو مارا اور طلاق دیدی زوجہ نے مہر کی نالش کر دی ڈگری ہو گئی۔ وکیل زوج کہتا ہے طلاق غصہ میں دی اس لیے نہیں ہوئی اور وکیل زوجہ کہتا ہے ہوگئی کون سچا ہے۔

۱۱۳۔ زید اپنی ممانی جمیلہ سے مذاق کرتا بشہوت اُس کا کبھی بوسہ بھی لے لیا تھا اب زید کا باپ جمیلہ کی لڑکی صغریٰ سے اپنا نکاح کرنا چاہتا ہے کیا حکم ہے۔

〃 ممانی اور بھاوج سے مذاق کا حکم۔ } حظر

〃 ایک بہن کا لڑکا دوسری کی دختر کی دختر سے نکاح کر سکتا ہے۔

〃 سالی کی دختر سے اپنے بیٹے کا نکاح کیا تو سالی سے اپنا نکاح جائز ہے یا نہیں۔

〃 زید کے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کے ہاتھ میں اپنا ذکر منتشر بلے حجاب کسی کپڑے وغیرہ کے دیدیا کئی بار بوسہ لیا دو بار دخول کی کوشش کی مگر دخول نہ کر سکا ایک بار ہندہ کوشش کرکے نکل گئی ایک بار کسی کی آواز کے سبب علیحدہ ہو گیا۔ ہندہ کو شہوت کبھی نہ تھی۔ کیا حکم ہے۔

۱۱۴۔ مرزائی کی نابالغہ دختر سے عقد جائز ہے یا نہیں۔ مرزائی مر گیا ہے دختر اپنے مذہب سے بالکل ناواقف ہے۔

۱۱۵۔ غیر مقلدوں سے نکاح اور تعلقات کا حکم

۱۱۶۔ زوجہ زید کئی سال سے لاپتا ہے اب اُس کی حقیقی بہن سے زید نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔

〃 حکم عدت مفقودہ۔ } عدت

صحت نامہ کتاب النکاح باب المحرمات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۰	مَاوَرَاءُ ذٰلِکُمْ	مَاوَرَاءَ ذٰلِکُمْ	۲۶	۴	بدی	بدر	۴۱	۳	امرأته	امرأته	۷۲	۲۱	واجنبوا	واجتنبوا
؍؍	۱۰	فروع اصول	فروع واصول	؍؍	۱۷	مجبت	صحبت	؍؍	۷	انال	انزال	؍؍	؍؍	پوچھنے کی	پوچھنے کے
؍؍	۱۲	سوتیلی امہات	سوتیلی ماں امہات	۲۷	۱۱	احدیھما	احداھما	۴۳	۱۸	ہن	ہیں	؍؍	؍؍	؍؍	؍؍
۶	۱	یہ ہندوانہ	یہ محض ہندوانہ	؍؍	۱۲	×	علی حرمة الجمع	۴۴	۱۴	ارر	اور	؍؍	۲۲	؍	؍
۷	۱۵	وطی	وطء				بینھما بالقیاس	؍؍	؍؍	سل	سل	۷۴	۱۲	بنت	بنت
۷	۱۶	امرأة	امرأته	؍؍	۱۴	نبات	بنات	۴۵	۶	مصطفی	مصطفی	؍؍	۱۳	؍	؍
۸	۱۸	درالمختار	الدرالمختار	۲۸	۲۴	اخذان	اخدان	۴۷	۷	یہ ضرور	ضروریہ	؍؍	۱۴	نبات	بنات
؍؍	۲۱	لم یرد	مالم یرد	۳۳	۲	مصاہرت میں	مصاہرت میں	۴۸	۱۲	یفتے	ویفتے	۷۶	۲۰	اس لیے	اسی لیے
۱۱	۱۰	وطأھا	وطؤھا	؍؍	۴	ماذکرہ	ماذکرته	؍؍	۲۳	مسلم کتابیہ سے	مسلم کا کتابیہ سے	۷۸	۸	الناز	النار
؍؍	۲۲	احتراز	درمختار میں یہ حرمت	؍؍	۱۰	سسنے ہوئیں	سینے ہوئیں	۴۹	۱۳	ارادۃ کالاول	ارادۃ الاول	۸۰	۴	المختار	المختار الا
			بالمصاهرة بنت	؍؍	۱۲	وتاضی	وقاضی	؍؍	۲۰	خالصہ	خاصہ	۸۲	۹	اور نکاح	یہ نکاح
			زوجته الموطوءة	؍؍	۱۹	انیکحا ابنھا	اینکح ابنتھا	؍؍	۲۲	نکاحھین	نکاحھن	۹۵	۱۲	حدیقہ	حدیقہ ندیہ
			وام زوجته وجداتها	۳۴	۱	الحق	اسحق	۵۱	۶	عند	عنه	۹۶	۱۹	المتارکة	بعد للمتارکة
			مطلقا بمجرد العقد	؍؍	۱	الضروی	القروی	۵۲	۲۳	واسطَ	واسطہ	۹۷	۲۱	الله الدین	الہ دین
			الصحیح ردالمحتار میں ہے	؍؍	۴	نقلہ	نقلہ	۵۳	۷	ودائی	دواعی	۱۰۱	۱۵	جائز	جائز
			احتراز	؍؍	۱۴	تذھب	تذھیب	۵۵	۴	غیبت کو	غیبت کا	۱۰۶	۱۴	منول	منہال
۱۶	۷	نقد روی	نقد ری	؍؍	۱۳	تذہب	تہذیب	۵۷	۳	پہنچی	نہ پہنچی	؍؍	۲۳	ویجزی	ویتحری
؍؍	۲۱	ہیں	ہے	؍؍	۱۶	عن حدینه	عن حدیثه	۶۰	۱۰	بعقوله	لقوله	۱۰۷	۵	البزادیة	البزازیة
۱۷	۴	ہدایت اللہ فرزند	ہدایت اللہ کے فرزند	؍؍	۴	حاویه	حادیه	؍؍	۱۷	ہیں میں ہے	ہیں ہے	۱۰۸	۲۳	استلع	استماع
۱۹	۲۳	وہ	وہ بھی	؍؍	۵	یہ	یہ	۶۱	۶	بہن پوتی	بہن کی پوتی	۱۰۹	۱۶	أین	این
۲۰	۴	بیتہ	بیٹہ	۳۶	۲۳	تناول حرام	تناول تناول حرام	۶۲	۲۱	نسأل	نسأل الله	۱۱۰	۳	الرضیح	الرضیع
؍؍	۲۳	بھی	بھی	۳۸	۶	لرطئھا	بوطئھا	۶۸	۱۴	تمادی	تمادی	؍؍	۲۱	البخل	الفحل
۲۲	۱	یمرض	لمرض	۴۰	۵	لگتی ہے	لگتی	۶۹	۳	دورثائے اوسکے	دورثہ ہندہ اوسکے	۱۱۵	۵	بچی ناعاقلہ	ناعاقلہ بچی
۲۵	۱۴	مغفور	مغفوری	۴۱	۲	مؤیدۃ	مزیدة	۷۴	۱۴	ابن حباس	ابن عباس				

صحت نامہ حواشی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵	۱	دوحقیقی بہنوں	دو بہنوں	۴۵	۱۷	مفتی کفر ہے	مفتی پر کفر ہے	۴۷	۱۲	اس	اس سے	۴۸	۵۳	ولا نیات	من ایات
۳۲	۸	کنیر	کنیز	؍؍	۱۹	کہنا بھی	کہنے کا بھی یہی	؍؍	؍؍	موس سے	یونہیں اسے	۵۳	۶	زناوہ	زیادہ
۳۳	۱۲	ابی وقاص	بن ابی وقاص	۴۶	۱	غلامہ	علامہ	؍؍	؍؍	مایہ	یا یہ	۵۵	۱۹	ان کے ہاتھ سے	ان کے ساتھ
۳۴	۶	الاوہام	الامام	؍؍	۲	خارجی	خارجی	؍؍	؍؍	ع	صحیح	۱۱۲	؍؍	علی فخر المغیث	علی اعتراض علی
؍؍	۹	الی	ابی	؍؍	۶	تکفیر کرنا	تکفیر	؍؍	؍؍	لی	الی				فخر المغیث
۳۸	۲۰	مصاہرۃ	مصاہرت	؍؍	۱۲	مشرک اور مشرک	مشرک اور مشرک گر	۴۸	۲	مسلہ	مسئلہ	۱۱۲	؍	مرجوع	مرجوح
۴۵	۱۱	قلیع	قلیغ	۴۷	۴	موہن کلمہ	یہیں کلمہ	؍؍	۱۵	وکلو	ولی کو	۱۱۵	؍	سمجھ دال	سمجھ وال

فہرست مسائل عثمنیہ حصہ دوم کتاب النکاح باب المحرمات

صفحہ — مضمون

بیع

۴۹ - بیع الی اجل مجہول صحیح نہیں۔
〃 بیع وقت اذان جمعہ حلال نہیں۔
〃 بیع فضولی نافذ نہیں۔

قضا

۱۴ - اسلامی ریاستوں میں مسلمان حکام نائب شرع ہیں۔
۱۱۲ - مقلد کو اپنے امام کے خلاف حکم جائز نہیں اور کرے تو اصلاً صحیح نہیں۔
〃 قاضی مجتہد مجتہد فیہ میں اگر اپنی رائے کے خلاف حکم کریگا نافذ نہوگا۔

شہادات

۱۸ - ثبوت زنا میں نری عورتوں یا چار سے کم مردوں کی شہادت مردود ہے۔
۹۱ - اپنے فعل پر اپنی شہادت نامقبول ہے۔
۱۰۵ - شہادت نفی پر شہادت اثبات مقدم ہے اس کے سامنے وہ مقبول نہیں۔

اقرار

۱۸ - دار القضا میں اقرار زنا مثبت زنا ہے دار القضا سے باہر اقرار مثبت نہیں۔
۱۹ - اگر اقرار زنا کرکے رجوع کرے تو یہ اقرار مثبت زنا نہوگا۔

ذبائح

۱۱۱ - نسبت حلت غراب جانب امام اعظم باطل ہے۔

حظر والاباحۃ

۳۶ - اضاعت مال حرام ہے۔
۳۹ و ۵۱ بدمذہب سے محبت ناجائز اور اس سے دین کو نقصان عظیم ہوتا ہے بدمذہب کی محبت سم قاتل ہے۔
۴۹ - فاسد کا فسخ واجب ہے۔
۵۰ - ظالموں سے مجالست بنص قرآن عظیم ممنوع ہے۔
۵۳ - بدمذہب کی تعظیم حرام ہے۔
۵۴ - فاسق واجب الاہانت ہے۔
〃 عالم اگر فاسق ہو تو اس کی بھی تعظیم نہ کی جائے کہ فاسق کی اہانت واجب ہے۔
〃 بدمذہب سے بغض وعداوت اس سے اعراض اس کی تحقیر و تذلیل اس پر لعن وطعن کا حکم شرعی ہے۔
〃 کافر کو سردار و سرکار کہنا حرام وموجب غضب الٰہی ہے۔
۵۵ - ہبہ کرکے پھیر لینا ایسا ہے جیسا کتے کا قے کرکے پھر اسے کھا لینا۔
〃 بدمذہبوں سے مجالست مواکلت مناکحت ناجائز ہے۔
۵۶ - بے ضرورت کتابی کا ذبیحہ کھانا مکروہ ہے۔
〃 دار الحرب کو وطن بنانا گناہ ہے۔
۵۷ - بدمذہب کے ساتھ برتاؤ کافر ذمی کے ساتھ برتاؤ سے اشد ہے۔
۶۵ - روز قیامت اللہ عزوجل خلق اور دیوث

اور مردوں سے مشابہت رکھنے والی عورت کی طرف نظر رحمت نہ فرمائیگا۔
۶۵ - تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔ دیوث مردانی وضع رکھنے والی عورت۔ شرابی۔
۶۶ - فاسق معلن سے ابتدا بالسلام مکروہ ہے یونہیں بوڑھے زانی کذاب۔ لائی۔ گلیر اور اجنبیات کو گھورنے تاکنے والے اور کبوتر باز پتنگ باز سے جبکہ انکی توبہ معروف نہ ہو۔
〃 مرتکب حرام کے ساتھ بیٹھنے میل جول کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے کی نحوست۔
۶۷ - گناہ کی نحوست مرتکب کے سوا اوروں پر بھی ہوتی ہے۔
۷۲ - عورت کو شوہر سے بگاڑنا ناجائز ہے۔
۷۸ - ایذاء والدین اشد کبائر ہے۔
〃 جو دو بلاؤں میں مبتلا ہو اسے چاہیے کہ ہلکی کو اختیار کرے۔
〃 مرتدین سے میل جول میں والدین کی اطاعت حرام ہے اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں۔
۱۱۱ - نسبت تحلیل زنا بحربیہ در دار الحرب بامام اعظم باطل محض ہے۔
۱۱۶ اعتقادی زناسے پیدا ہوئی ہے تو وہ معتبر ہے تحری دلائل شرعیہ سے ہے۔
〃 جرمانہ حرام۔ اور حرام شے مسجد میں لگانا حرام۔
〃 مرتد کو مولٰنا یا نور اللہ مرقدہ کہنا حرام ہے

رہن

۴۹ - رہن میں قبضہ شرط لزوم ہے جیسے ہبہ میں۔

متفرقات

۳۵ - عورت پر سب سے زیادہ حق شوہر کا ہے۔
۵۴ - عورت کنیز ہے اور شوہر سید ومالک۔
۶۶ - امام حسن مجتبیٰ امام حسن مجتبیٰ کے صاحبزادے حضرت فاطمہ صغریٰ دختر امام حسین کے شوہر ہیں امام عبد اللہ محض انھیں دونوں پاک نفوس کے صاحبزادے ہیں۔

کلامیہ

۲۵ - اقسام ظہر و رفض خذلہم۔
۵۱ - بدمذہبی ہلاک حقیقی ہے۔
۵۵ - بدمذہب کتے سے بھی بدتر ہے۔
〃 بدمذہب جہنمیوں کے کتے ہیں۔
۵۸ - وہابی سنی کی کسوٹی۔

فرائض

۲۲ - نکاح فاسد وباطل سے توارث نہیں یعنی نہ شوہر عورت کا وارث ہو نہ عورت شوہر کی۔
۲۳ - نکاح فاسد سے جو اولاد چھ ماہ بعد ہو وہ مستحق ارث ہے۔

۳۸ - ولد الزنا بھی اپنی ماں کا ترکہ پائیگا۔

تفسیر

۳۰ - کریمہ وما جعل ادعیاءکم ابناءکم سے تحریم من نسائکم اللاتی الآیۃ کی تفسیر اور جعفر ایقانی
۳۱ - ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم میں نکاح بمعنی وطی ہمارا مذہب ہے۔
〃 کریمہ وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم کی تفسیر۔
〃 آیہ وامہات نسائکم کی تفسیر۔

فوائد حدیثیہ

۳۳ - حدیث لایحرم الحرام الحلال سخت ضعیف وساقط وناقابل احتجاج ہے۔
〃 راوی حدیث کا قول حدیث کے خلاف ہونا اُس حدیث کے ضعف کی دلیل ہے۔
۱۱۱ - حدیث ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب حدیث مشہور متلقی بالقبول ہے۔

اسماء الرجال

۳۴ - عثمان بن عبد الرحمٰن وقاصی نبیرۂ عمر بن سعد بن ابی وقاص لیس بشیٔ متروک کذاب راوی موضوعات ہے اُس سے سند لانا حلال نہیں۔
۳۴ - اسحٰق بن ابی فروہ متروک ہے یحییٰ بن معین نے اُسے کذاب کہا۔
〃 اسحٰق عبد اللہ بن ابی فروہ جو متروک ہے رجال ابی داؤد وترمذی وابن ماجہ سے ہے
۳۵ - اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبد اللہ بن ابی فروہ جو رجال بخاری وترمذی وابن ماجہ سے ہیں اور امام بخاری کے استاذ ہیں متروک نہیں مگر متکلم فیہ ہیں۔
۳۶ - عبد اللہ بن عمر عمری استاذ استاذ امام بخاری ضعیف ہیں۔
۱۱۱ - ابن علیہ ایک محدث ہیں مجتہد نہیں۔

رسم المفتی

۵۰ - الرستغفنی امام محتمل فی النقل والعمل۔
۱۰۹ - بے علم فتوے دینا حرام ہے۔
۱۱۱ - نقل مذہب غیر میں بارہا ذلت ہوتی ہے
۱۱۲ - قول ضعیف ومرجوح پر حکم وفتوی جہل وخرق اجماع ہے۔

فوائد فقہیہ

۳۶ - ضرور نہیں کہ حرام سے حلال حرام ہو۔
۴۷ - احکام الفقہ تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر۔
۴۹ - جواز بمعنے صحت عقود میں زیادہ متعارف ہے۔
〃 جواز بمعنے حلت اور افعال میں زیادہ مروج ہے۔
〃 جواز کبھی بمعنی نفاذ بھی آتا ہے۔
〃 جواز بمعنے نفاذ جواز بمعنے صحت وجواز

بمعنی حل سے اخص ہے کبھی عقد نافذ ہوتا ہے اور صحیح وحلال نہیں ہوتا اور کبھی صحیح وحلال ہوتا ہے مگر نافذ نہیں ہوتا۔

اصول فقہ

۱۱۰ - بدمذہب کی مخالفت اجماع میں قادح نہیں۔
۱۱۱ - خلاف متفرد قادح اجماع نہیں۔
〃 مبتدع امت دعوت سے ہے امت اجابت سے نہیں۔
〃 خلاف سنت مشہورہ حکم نافذ نہیں جو حکم خلاف کتاب وسنت مشہورہ واجماع ہو مردود ہے۔

تاریخ

۲۹ - گدھے کا گوشت اور متعہ غزوۂ خیبر میں حرام فرمایا گیا۔

رد وہابیہ وغیرہ

۴۵ - وہابیہ خذلہم اللہ کے نزدیک محض تقلید کی بنا پر گیارہ سو برس کے علما واولیا سب مشرک۔
〃 اُن اکابر ائمہ وعلما کے اسماء جو تقلید شخصی کو واجب اور غیر مقلدی کو منکر وشنیع باطل وفضیح فرماتے ہیں۔
〃 فقہائے کرام کے نزدیک غیر مقلدین پر حکم کفر ہر طرح ثابت۔
۴۶ - علامہ شامی وہابیوں کو خارجی فرماتے ہیں۔
〃 خوارج کی اس لیے تکفیر واجب ہے کہ وہ اپنے سوا ساری امت کی تکفیر کرتے ہیں یونہیں وہابیوں کی۔
〃 وہابی نہ صرف ساری امت کی تکفیر کرتے ہیں بلکہ انبیا وملٰئکہ وسید الانبیا اور خود اللہ تعالیٰ کو مشرک ومشرک گر ٹھہراتے ہیں یہ ساٹھ آیتوں اور تین سو حدیثوں سے ثابت۔
۴۷ - غیر مقلد نا اہل کریمہ فاسئلوا الآیہ کا مخالف اور تمام ائمہ دین سلف وخلف کے اجماع کا خارق اور متبع غیر سبیل المؤمنین گمراہ بددین ہے۔
۱۱۰ - فرقہ ظاہریہ [illegible] ائمہ اربعہ وتمام مجتہدین ہے ان کے امام داؤد ظاہری کو سنی جاننا جہل وسفاہت ہے وہ ہرگز اہل سنت سے نہیں۔
〃 منکر قیاس مسلوب العقل ہے۔

کتب وہابیہ

۴۶ - کتاب التوحید محمد بن عبد الوہاب نجدی وتقویۃ الایمان وصراط مستقیم اسمٰعیل دہلوی وتنویر العینین وتصانیف صدیق حسن خان بھوپالی وسورج گڈھی وبٹالوی وغیرہم وہابیہ میں حکم شرک ساری امت پر دیا بلکہ انبیا ورسل وملٰئکہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچا۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

الحمد للہ۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے مبارک فتاویٰ العطایا النبویہ کی کتاب النکاح کا تیسرا حصہ

باب الولی

بتصحیح و اضافہ فوائد از فقیر مصطفیٰ رضا قادری برکاتی۔ رضوی غفرلہ

مکتبۂ رضویہ
فون
۲۱۶۴۶۴
۲۶۲۷۸۹۷

طابع وناشر

المجدد احمد رضا اکیڈمی

امجدیہ
فون
۳۲۸۶۶۲

ملنے کا پتہ:۔ دار العلوم امجدیہ فیروز شاہ اسٹریٹ آرام باغ کراچی نمبر۱

باہتمام:۔ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱ از کھنڈوا ضلع نماڑ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ جس کی عمر آٹھ برس کی ہے باپ اس کا اس کی شیرخوارگی میں انتقال کرگیا پرورش اس کی ماں نے کی اور وہی اس کی وارث وکفیل ہے ایک چچا اس کا ہے وہ لڑکی کے باپ مرحوم سے تخمیناً چالیس سال سے بالکل علیحدہ ہے کسی نوع کا واسطہ وتعلق باہمی نہیں اس لڑکی کا نکاح بے اجازت والدہ وعم کے ایسے مقام پر لیجا کر پڑھا دیا جہاں ماں موجود نہ تھی پس یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

تقریر سوال سے واضح کہ اُس لڑکی کا دادا یا کوئی جوان بھائی نہیں پس صورت مستفسرہ میں اُس کا چچا ہی اُس کا ولی ہے جس کے ہوتے ماں کو بھی اختیار نہیں اور چچا کا باپ سے جُدا و بے علاقہ ہونا اُس کی ولایت شرعیہ کو ساقط نہیں کرتا کہ غایت درجہ قطع رحم ہوگا اور اُس کی نہایت گناہ اور گناہ مسقط ولایت نہیں تنویر الابصار میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ درمختار میں ہے فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام فتاوٰے خیریہ میں ہے الام لا تملک تزویج ابنۃ مع العم فتاوٰے خانیہ میں ہے الفسق لا یمنع الولایۃ پس وہ نکاح کہ بے اجازت چچا کے ہوا اُس کی اجازت پر موقوف رہیگا اگر رد کردے باطل ہوجائیگا مجمع الانہر میں ہے وقف تزویج فضولی وھو من لم یکن ولیا ولا اصیلا ولا وکیلا علی اجازۃ من لہ العقد فان اجاز ینفذ والا لا اور اجازت دے تو نافذ ہوجائیگا بشرطیکہ جس شخص کے ساتھ نکاح ہوا وہ اس دختر کا کفو ہو اور اس کے مہر میں کمی فاحش نہ کی گئی ہو ورنہ اگر کفو نہیں یا مہر میں ایسی کمی ہے تو نکاح اصلاً و صحت نہیں رکھتا نہ چچا وغیرہ ان اولیا کی اجازت سے نافذ ہوسکے کہ ایسا نکاح اگر خود چچا کے ہاتھوں کا کیا ہوتا تاہم باطل تھا پھر اُس کے جائز کیے نفاذ کیونکر پاسکتا ہے درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب و ابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے اصلا ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضا بعد البلوغ فتح القدیر میں ہے العم ونحوہ لم یصح منھم التزویج بغیر الکفؤ اور کفو کے یہ معنے کہ اُس کی قوم یا مذہب یا اعمال یا پیشے میں بہ نسبت خاندان دختر کے کوئی ایسا قصور و عیب نہ ہو جس کے سبب اولیائے دختر کو عار لاحق ہو نہ ایسا محتاج ہو کہ اگر یہ دختر بالفعل قابل جماع ہے تو نفقہ نہیں دے سکتا یا کسیقدر مہر کل یا بعض ازروئے شرط یا حسب رواج بلد معجل ہے تو فی الحال اُس کے ادا پر قادر نہیں تنویر میں ہے تعتبر (یعنی الکفاءۃ) نسبا وحریۃ واسلاما ودیانۃ ومالا وحرفۃ ملتقطا البحر میں ہے وتعتبر مالا فالعاجز عن المھر المعجل والنفقۃ غیر الکفو الخ شامی میں وغیرہ و فتح القدیر سے ہے قولہ لو تطیق الجماع فلو صغیرۃ لا تطیقہ فھو کفو وان لم یقدر علی النفقۃ لانہ لا نفقۃ لھا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ سبحنہ احکم۔

مسئلہ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ہجری قدسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صغیرہ کا باپ اُس کے نکاح کی زید کے ساتھ اپنے پسر جوان کو اجازت دیکر اپنی نوکری کے مقام پر کہ وہاں سے سات آٹھ کوس ہی چلا گیا اُس کے پیچھے وہ نکاح ہوا رخصت کے بعد باپ آیا چوتھی کی رخصت اُس کے سامنے ہوئی اور برسوں آتی گئی اب سات برس کے بعد باپ کہتا ہے میں اس نکاح سے راضی نہیں اس صورت میں باپ یا اُس صغیرہ کو بعد بلوغ حق فسخ نکاح پہنچتا ہے یا نہیں اور وہ نکاح کہ بھائی

نے کیا صحیح ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ ثابت ہو کہ پدر صغیرہ نے اپنے پسر جوان کو دختر نابالغہ کے نکاح کی زید کے ساتھ اجازت دی اور وہ نکاح حسب اجازت واقع ہوا تو اب اُسے نہ پدر صغیرہ خود فسخ کرسکے نہ صغیرہ بعد بلوغ اُس کا اختیار فسخ رکھے بلکہ وہ نکاح قطعاً صحیح ونافذ ولازم ہوگیا فان الاذن توکیل وفعل الوکیل کفعل الموکل ومن سعی فی نقض ما تم من جهته فسعیه مردود علیه تنویر میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش اوبغیر کفؤ ان کان الولی ابا اوجدا الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲ ۳ رجب المرجب ۱۳۰۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیلٰے کا باپ بکر اُس کا نکاح عمرو کفو کے ساتھ کردینے کی اجازت اپنے جوان بیٹے خالد کو دے کر بریلی سے اپنی نوکری پر پیلی بھیت کہ یہاں سے ۲۴ کوس ہے چلا گیا خالد برادر وہندہ مادر لیلٰے کو عمرو سے نکاح منظور نہ تھا اُن کی مرضی زید کے ساتھ نکاح میں تھی کہ وہ بھی مثل عمرو آپس اور برادری ہی کا ہے لہٰذا برخلاف اجازت بکر مادر وبرادر لیلٰے نے جاری کرکے لیلٰے نابالغہ دہ سالہ کا نکاح زید نابالغ ہفت سالہ سے کردیا جب پدر لیلٰے آیا خبر سُن کر سخت ناراض ہوا اور دختر کو سسرال سے بُلالیا اور پھر نہ جانے دیا اس پر سات برس کا زمانہ گزرا کہ لیلٰے بالغہ ہوگئی مگر زید ہنوز نابالغ ہے لیلٰے نے بالغہ ہوتے ہی فوراً اُس نکاح سے انکار کردیا اور دوسری جگہ اپنا نکاح کیا چاہتی ہے اس صورت میں نکاح اول فسخ ہوا اور ہندہ کو نکاح ثانی کا اختیار ملا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

چند روز ہوئے کہ یہ مسئلہ سائل کی طرف مقابل یعنی پدر زید نے فقیر سے دریافت کیا اور اُس میں صورت سوال بالکل اس کے خلاف تھی اُس نے ظاہر کیا تھا کہ پدر لیلٰے اُس کے نکاح کی اجازت خالد اپنے پسر جوان کو اسی زید کے ساتھ دے گیا تھا اور چوتھی کی رخصت اُس کے سامنے ہوئی اور لیلٰے برسوں آتی گئی اب سات برس کے بعد کہتا ہے میں راضی نہیں اس پر فقیر نے لکھا تھا کہ مضمون مذکور ثابت ہو تو بیشک نکاح صحیح ولازم ہوگیا جسے کوئی فسخ نہیں کرسکتا اب پدر لیلٰے یہ شکل اظہار کرتا ہے اور اُس کے ساتھ چند کسان برادری جو اپنے آپ کو فریقین کا رشتہ دار قریب بتاتے ہیں تفہیم اس بیان بکر کی تائید کرتے ہیں۔ غرض علم واقع حق جل وعلا کو ہے اگر یہ لوگ سچے ہیں اور صورت سوال یونہیں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نکاح برخلاف اجازت پدر ہوا تو اگر اُس نے ناراضی میں اس نکاح کے رد کرنے کا کوئی لفظ کہا تو نکاح اُسی وقت فسخ ہوگیا اور اگر کوئی ایسا لفظ نہ کہا اور نہ اس پر راضی ہوا نہ اُس نے کبھی رخصت کی اور لیلٰے نے بالغہ ہوکر انکار

کر دیا تو اب نکاح فسخ ہو گیا کہ برادر لیلٰی کو جب پدر لیلٰی نے خاص عمرو کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی تھی تو اسے بتوکیل پدر اسی قدر کا اختیار تھا ایک اُس نے مخالفت کرکے زید سے نکاح کر دیا یہ نکاح نکاح فضولی ٹھہرا درمختار میں ہے اجمعوا انہ لم یجز لو امرہ بمعینۃ فخالف اھ ملخصا یعنی الوکیل بالنکاح ردالمحتار میں ہے فی کل موضع لا ینفذ فعل الوکیل فالعقد موقوف علی اجازۃ الموکل اور نکاح فضولی بے اجازت نافذ نہیں ہوتا پس اگر لیلٰی کے باپ نے رد کیا تو جبھی رد ہو گیا اور اگر نہ رد کیا نہ اجازت دی اور لیلٰی نے بالغہ ہوتے ہی فسخ کر دیا تو اب فسخ ہو گیا فی ردالمحتار من فصل الفضولی عن جامع الفصولین یتوقف علی اجازۃ ولیہ مادام صبیا ولو بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجاز بنفسہ جاز ولم یجز بنفس البلوغ بلا اجازۃ پس لیلٰی کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے واللہ تعالٰی اعلم واعلم ان غیبۃ یکر لم تکن منقطعۃ حتی تنتقل الولایۃ الی الاٰخر فیکون تزویجہ ایاھا صحیحا نافذا ولو فسخ او زم فلا یفسخ بمجرد فسخھا بل تحتاج فیہ الی حکم القاضی کما فی الہدایۃ والدر وغیرھما من کتب الغیبۃ اما علی ما اختارہ اکثر المتاخرین وجزم بہ فی التنویر وغیرہ وقال فی التبیین ان علیہ الفتوی وھو التقدیر بمسافۃ القصر فالامر واضح واما علی ما اختارہ اکثر المشائخ وقال السرخسی ومحمد بن الفضل واصحاب الذخیرۃ والمجتبٰی والبحر انہ الاصح وصاحب الہدایۃ انہ اقرب الی الفقہ والامام قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر انہ احسن الاقاویل والزیلعی فی التبیین انہ احسن والمحقق فی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وعلیہ مشی فی الاختیار والنقایۃ والملتقی والباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتوی وفی شرح الملتقی عن الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوی ویشیر کلام النہر الی اختیارہ وفی البحر ان الاحسن الافتاء بہ وبالجملۃ کان ارجح التصحیحین وھو کونہ بحیث لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفو الذی حضر وان کان مختفیا فی نفس البلد فلان المبنی عندھم الحاجۃ الی استطلاع مفوت للکفو الحاضر لما فیہ ضرر والولایۃ للنظر فوجب سقوطھا وھھنا کلا الامرین منتف الحاجۃ الی الاستطلاع لحصول الاطلاع فانہ قد اذن فی التزویج لعمرو وفوات الکفو لوجود عمرو بل لقائل ان یقول ان لا غیبۃ اصلا لوجود التوکیل ووجود الوکیل کوجود الموکل فظن انہ تزویج نافذ صدر عن ولایۃ ظن باطل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹ ربیع الآخرہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نابالغ کا نکاح ہندہ نابالغہ کے ساتھ اُن کے وارثوں نے کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور زید یا ہندہ بعد بلوغ اُسے فسخ کرسکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ زید کا نکاح اُس کے باپ نے کیا اور باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہوتا ہے یعنی اولاد کو اُس کے فسخ کا اختیار نہیں ہوتا فی الدر المختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش بزیادۃ مھرھا او بغیر کفؤ ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار اور ہندہ کا نکاح اُس کے چچا نے کیا کہ پدر ہندہ مرچکا تھا اس حالت میں اگر زید ہندہ کا کفو نہیں یعنی اُس سے قوم یا دین یا پیشہ وغیرہا امور معتبرہ میں ایسا گھٹا ہوا ہے جس کے ساتھ نکاح ہونا باعث عار وبدنامی ہو یا یہ کہ ہندہ کا جس قدر مہر مثل تھا اُس سے بہت کم مہر باندھا گیا تو ان صورتوں میں نکاح اصلاً صحیح نہ ہوا یہاں تک کہ اگر ہندہ بالغہ ہو کر اُسے جائز رکھے جب بھی جائز نہ ہوگا فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وما فی صدر الشریعۃ صح ولھما فسخہ وھم اور اگر یہ بات نہیں بلکہ زید کفو ہے اور مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی تو نکاح صحیح ہوگیا مگر ہندہ کو اختیار ہے کہ بعد بلوغ فوراً اُس نکاح کو رد کردے اور حاکم شرع کے حضور دعوٰی کرکے فسخ کرالے فی الدر المختار وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح ولھما ای لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ بشرط القضاء للفسخ مگر از انجا کہ ہندہ بکر ہے تو بحالت بلوغ جس وقت نکاح پر مطلع ہو فوراً اور پہلے سے مطلع تھی تو بالغ ہوتے ہی معاً نکاح کو رد کردے اگر ذرا بھی دیر کی تو نکاح لازم ہوجائیگا اور اُسے فسخ کرانے کا اختیار نہ رہیگا فی الدر المختار بطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ از چھاؤنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ بعد بیوہ ہوجانے کے اپنا نکاح ایسے شخص سے چاہتی ہے جس سے اُس کے ماں باپ ہندہ سے اس امر پر راضی نہیں اب اگر ہندہ ناراضی والدین گوارا کرکے اپنا نکاح اُس سے کرلے تو آیا یہ نکاح شرعاً درست ہوگا یا نادرست بینوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ شخص جس سے ہندہ بہ ناراضی پدر اپنا نکاح بطور خود کیا چاہتی ہے ہندہ کا کفو ہے یعنی اُس کی قوم یا پیشہ یا مذہب وغیرہا میں بہ نسبت ہندہ کے کوئی ایسا قصور وعیب نہیں جس کی وجہ سے ہندہ کا اُس کی مناکحت میں آنا پدر ہندہ کے لیے موجب عار ہو تو بلاشبہہ نکاح صحیح ودرست ہوجائیگا اور والدین کی ناراضی اگرچہ ہندہ کو نقصان کرے مگر جواز نکاح میں خلل نہ آئیگا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الایم احق بنفسھا من ولیھا رواہ الائمۃ مالک واحمد ومسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وغیرھم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما

درمختار میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا ۱ھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵ رذی الحجہ ۱۳۱۶ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور زید کی اہلیہ نے انتقال کیا دو بیٹیاں چھوڑیں اور لڑکیوں کا کوئی وارث سوا ایک ماموں حقیقی کے کوئی نہ تھا ماموں نے ایک لڑکی کہ جس کی عمر تخمیناً سات برس کی تھی اُس کا نکاح اپنے بیٹے کے ساتھ کردیا جس کو اب عرصہ آٹھ برس کا ہوا اور بڑی لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کردیا اب بڑی دختر بہ اغوا اپنے شوہر کے اپنی چھوٹی ہمشیر کو بہکاتی ہے کہ تو کہدے کہ میری نابالغی میں نکاح ہوا ہے میں راضی نہیں ہوں تو میں تیرا نکاح اپنے دیور سے کرادونگی چنانچہ چھوٹی لڑکی اب اپنے ماموں سے کلمات ناراضی بیان کرتی ہے اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

سائل اظہار کرتا ہے کہ اس چھوٹی لڑکی کو بالغہ ہوئے سال بھر گزرا اور اُسے نکاح کی خبر کئی برس سے ہے اور یہ کلمات ناراضی اُس نے کوئی دو مہینے سے کہنے شروع کیے ہیں۔ اگر یہ بیان واقعی ہے تو وہ نکاح لازم ہوگیا اور عورت کو حق اعتراض اصلاً نہ رہا جبکہ اُسے پہلے سے نکاح پر اطلاع تھی تو جس آن میں بالغہ ہوئی فوراً اُسی آن میں اگر ناراضی ظاہر کردیتی تو اُسے حق اعتراض رہتا یہاں تک کہ اگر بالغہ ہوکر ایک لمحہ کو بھی دوسرے کام یا دوسری بات میں مصروف رہی تو اب اعتراض کا اختیار نہیں رکھتی یہاں نوجوان ہونے پر کئی مہینے بعد اُس نے اعتراض شروع کیا ہے یہ اصلاً قابل قبول نہیں عورت پر فرض ہے کہ اس جہالت سے باز آئے اور اُس کی بہن پر فرض کہ پرائی زوجہ کو اغوا نہ کرے ورنہ سوا گناہ کے کچھ حاصل نہو گا فی الدر المختار بطل خیار البکر بالسکوت لو عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس ۱ھ ملخصا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس منامن خبب امرأۃ علی زوجہا جو کسی عورت کو اُس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں رواہ ابوداود والنسائی وابن حبان والحاکم باسناد صحیح عن ابی ھریرۃ ونحوہ احمد وابن حبان والبزار والحاکم بسند صحیح عن بریدۃ وابویعلی والطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابن عباس والطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک لڑکی نابالغہ کہ جس کی عمر گیارہ برس کی ہے اور اُس کی ماں مرچکی ہے اور باپ اُس کا گوالیار میں نوکر ہے نانا اُس لڑکی کا باپ کی غیبت میں لڑکی کو اپنے یہاں لے گیا اور بلا مشورہ باپ کے اُس کا نکاح ایک رافضی سے کردینا چاہتا ہے جب باپ کو اطلاع ہوئی آیا اور نانا کو ممانعت کی کہ میں ایسی تقریب ہرگز

روا نہیں رکھتا بلکہ اس مضمون کا اُس نے نوٹس بھی دیدیا ہے مگر وہ اپنے ارادہ سے باز نہیں رہتا ہے لڑکی کو روک رکھا ہے اور لڑکی اور اُس کا باپ سُنّی ہیں اس صورت میں اگر نانا اُس نابالغہ کا نکاح باوجود ممانعت پدر کے اُس رافضی سے کردیگا تو صحیح ہوگا یا نہیں اور نانا کو لڑکی کے اپنے پاس بٹھا رکھنے اور باپ سے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔

الجواب

باپ کے ہوتے نانا کوئی چیز نہیں نہ بے اُس کی اجازت کے وہ نکاح کر دینے کا مختار یہاں تک کہ اگر نانا بے اجازت پدر اُس نابالغہ کا کسی سُنّی سے نکاح کردیگا اور باپ روا نہ رکھیگا تو وہ نکاح باطل ہے نہ کہ رافضی کہ آجکل عموماً مرتدین ہیں اور اُن سے سنیہ عورت کا نکاح اصلاً صحیح نہیں علاوہ بریں اس قدر میں تو شک نہیں کہ رافضی سنیہ بنت سُنّی کا کفو نہیں ہوسکتا اور غیر کفو سے جو نکاح باپ دادا کے سوا دوسرا کردیگا ہرگز صحیح نہ ہوگا نہ کہ باپ کی صریح ممانعت کی حالت میں یہ نکاح کیا جائے یہ کیونکر وجہ صحت رکھیگا پس یقیناً یہ نانا کا محض ظلم ہے اگر وہ ایسا کریگا تو ہرگز نکاح نافذ نہوگا بلکہ باطل ہوگا اور لڑکی نو برس کی عمر سے باپ ہی کے پاس رہے گی اگر ماں ہوتی تو وہ بھی نو برس کے بعد اپنے پاس نہ رکھ سکتی نہ کہ نانا یہ سب ظلم و تعدی ہے تنویر الابصار میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب درمختار میں ہے لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اُسی میں ہے ان کان المزوج غیرھما ای الاب وابیہ ولو الام لا یصح من غیر کفو اصلا اُسی میں ہے لیس فاسق کفو الصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح نھر انتہی ملخصا ردالمحتار میں ہے قولہ اصلا ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضا بعد البلوغ درمختار میں ہے الام والجدۃ احق بھا حتی تشتھی وبہ یفتی وقدر بتسع وبہ یفتی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ یکم شعبان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ باکرہ تھی اُس کے ولی نے اپنی اجازت سے اُس کا نکاح زید کے ساتھ کردیا ہندہ کو معلوم تھا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہوگا لیکن اُس نے خاص اجازت اپنی زبان سے نہیں دی اور نہ انکار کیا اس صورت میں ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ جائز ہوگیا یا نہیں اگر نہیں ہوا، تو ولی اور نکاح پڑھانے والے پر کیا کفارہ ہوگا بینوا توجروا

الجواب

اصل یہ ہے کہ زن بالغہ پر کسی کی ولایت جبر یہ نہیں اور اُس سے پیش از نکاح اذن لینا مسنون ہے اگر بے اذن لیے نکاح کیا جائے تو وہ نکاح نکاح فضولی ہے کہ اجازت زن پر موقوف رہے گا اگر جائز رکھے جائز ہو جائے اور

رد کردے تو باطل مگر زن دوشیزہ کا سکوت بھی اذن ہوتا ہے جبکہ خود ولی اقرب یا اُس کا وکیل یا فرستادہ نکاح کرنے کا اُن سے اذن لے بشرطیکہ جس کے ساتھ نکاح کا اذن لیا گیا عورت اُسے پہچانتی بھی ہو اور بغیر استیذان ولی کے مجرد اس جاننے پر کہ میرا نکاح فلاں کے ساتھ کیا جائیگا خاموش رہنا اذن نہیں کہ اذن وعلم میں زمین آسمان کا فرق ہے یہاں تک کہ اگر ولی اقرب کے ہوتے ولی ابعد اذن لے اور دوشیزہ سکوت کرے تاہم یہ سکوت اذن نہ ٹھہریگا تو جہاں اصلا استیذان نہ ہو مجرد اطلاع پر خاموشی کیونکر اذن ہوسکتی ہے درمختار میں ہے لاتجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ فان استاذنھا ھو ای الولی وھوالسنة اووکیله اورسوله فسکتت عن ردہ مختارة فھو اذن ای توکیل ان علمت بالزوج لتظھر الرغبة فیه اوعنه ولو فی ضمن العام کجیرانی اوبنی عمی لو یحصون والا لا فان استاذنھا غیر الاقرب کاجنبی اوولی بعید فلا عبرة بسکوتھا اھ ملخصا وفی ردالمحتار عن البحر عن المحیط ان زوجھا بغیر استیمار فقد اخطأ السنة وتوقف علی رضاھا اھ وفیه قوله لو یحصون عبارة الفتح وھم محصورون معروفون لھا اھ پس صورت مفسرہ میں اگر ولی اقرب نے بروجہ مذکور بندہ سے اذن لیا اور اُس نے سکوت کیا تھا جب تو یہ نکاح خود ہی جائز ونافذ ہوا کہ کواریوں کا زبان سے صراحۃً اذن دینا ضرور نہیں قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیه وسلم وصماتھا اذنھا ورنہ نکاح فضولی ہوا کہ قولاً یا فعلاً رد کردے تو رد ہوجائے اور قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اجازت دے تو جائز ہوجائے **رد قولی** یہ کہ خبر نکاح سُن کر صاف کہے میں نے رد کیا یا مجھے منظور نہیں یا میں نکاح کرنا ہی نہیں چاہتی یا اور کوئی کلمہ ان کے مثل اور **رد فعلی** یہ کہ مثلاً ہاتھ ہلادے کہ میں راضی نہیں یا اور کوئی حرکت ایسی کرے جس سے اس نکاح سے حقیقۃً نفرت وناراضی ظاہر ہو اور **اجازت قولی** یہ کہ میں راضی ہوئی یا مجھے پسند ہے یا خدا مبارک کرے یا بہتر ہوا یا اس کی مثل اور الفاظ اور **اجازت فعلی** مثلاً بلاجبر واکراہ شوہر کے یہاں رخصت ہوکر جانا یا خلوت میں اپنے پاس اُسے آنے دینا یا اُس سے مہر یا نفقہ طلب کرنا یا اور کوئی فعل کہ دلیل رضامندی ہو اور **اجازت سکوتی** یہ کہ خود ولی یا اُس کا رسول یا ایک ثقہ پرہیزگار یعنی جس کی عدالت وثاقت معلوم ہو یا دو مستور الحال یعنی جنکا کوئی فسق نہ معلوم ہو نکاح ہوجانے کی عورت کو خبر دیں اور وہ شوہر کو پہچانتی ہو اور غیر اب وجد نے نکاح کیا ہو تو مہر میں کمی فاحش نہ کی ہو اور شوہر اس کا کفو بھی ہو یعنی اُس کے دین یا نسب یا پیشہ وغیرہا میں کوئی بات ایسی نہ ہو جس کے باعث اُس سے نکاح اس کے اولیا کے حق میں عار ہو اس صورت میں عورت خبر سُن کر خاموش رہے تو یہ خاموشی بھی اجازت تصور کی جائے گی۔

غرض یہ پانچ صورتیں ہیں دو رد کی کہ اُن کے وقوع سے نکاح باطل ہوجائے گا اور تین اجازت کی کہ اُن کے

وقوع سے نفاذ پائیگا اور جب تک ان پانچ میں سے کوئی صورت واقع نہ ہو بدستور موقوف رہے گا جبتک کہ ان میں سے ایک واقع ہو مثلاً ہنوز عورت کو نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی یا خبر دو فاسقوں یا ایک اجنبی مستور الحال نے دی اور عورت خاموش ہو رہی یا خود ولی خواہ اُس کے فرستادہ نے اطلاع دی مگر عورت شوہر کو نہ پہچانتی تھی یا پہچانتی تھی مگر جس سے اب وجد کے سوا اور ولی نے نکاح کر دیا وہ کفو نہ تھا یا مہر مثل سے کمی فاحش کی تھی تو ان سب صورتوں میں یہ خاموشی نہ اجازت ہوگی نہ رد بلکہ عورت کو اختیار رہیگا چاہے جائز کر دے خواہ باطل اتقن هذا التحریر فانك لاتجده بهذا التحریر فی غیر هذا التقریر والحمد لله الهادی القدیر۔ درمختار میں ہے لو بلغها فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانه بالرد ولکن استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظهار النفرة عند فجأة السماع اھ قال ط ای فیحتمل انها نفرت من النکاح عند اعلامها به فیبطل العقد ولا یلحقه الرضا اھ قلت فاذا تبین ذلك کان ردا محققا کما لا یخفی وفی الدر ایضا زوجها ولیها او اخبرها رسوله او فضولی عدل فسکتت فهو اذن ای اجازة ان علمت بالزوج اھ قال الشامی الشرط فی الفضولی العدالة او العدد فیکفی اخبار واحد عدل او مستورین الخ قال فی الدر فان استأذنها غیر الاقرب فلا بد من القول کالثیب او ما هو فی معناه من فعل یدل علی الرضا کطلب مهرها و نفقتها و دخوله بها برضاها و قبول التهنئة و نحو ذلك اھ ملخصا و فی رد المحتار عن البحر عن الظهیریة لو خلا بها برضاها عندی ان هذا اجازة اھ و فی البزازیة الظاهر انه اجازة اھ قلت و تمام الکلام علی الافعال التی تدل علی الرضا فی فتاونا ثم فی الشامیة فی البحر اختلف فیما اذا زوجها غیر کفو فبلغها فسکتت فقال لا یکون رضا وقیل فی قول ابی حنیفة یکون رضا ان کان المزوج ابا او جدا و ان کان غیرهما فلا کما فی الخانیة اخذا من مسئلة الصغیرة المزوجة من غیر کفو اھ قال فی النهر و جزم فی الدرایة بالاول بلفظ قالوا اھ ما فی الشامی قلت و قدمه فی الخانیة وهو لا یقدم الا الاظهر الاشهر لکن قالوا یؤتی به للتبری و قد علل فی الخانیة للقول الثانی بتعلیل جلیل والتعلیل دلیل التعویل و نص فی المحیط و المبسوط و جامع قاضی خان ثم الکافی شرح الهدایة ثم الشلبی علی التبیین انه قول الامام و قد صحح فی الکفایة والکافی و الدرایة والدرر التفرقة بین الاب والجد و غیرهما بناء علی مذهب الامام رضی الله تعالٰی عنه اور بے اذن لیے ولی کا نکاح کر دینا اگرچہ خلاف سنت ہے مگر گناہ نہیں یوہیں نکاح پڑھانے والے پر کوئی الزام نہیں کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم و علمہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۹: صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نکاح لڑکی نابالغ کا جس کی عمر قریب تین سال کے ہی

ساتھ عمرو نابالغ کے جس کی عمر قریب چار سال کے ہے بولایت مادر لڑکی کے جائز ہے یا نہیں درحالیکہ باپ کے چار پانچ پشت کے لوگ چچا تاؤ وغیرہ موجود ہوں اور اب بعد بالغ ہونے کے وہ لڑکی اُس نکاح سے ناراض بھی ہے۔

الجواب

اگر وہ لڑکا جس سے اس نابالغہ کا نکاح ہوا اس کا کفو نہ تھا یعنی قوم ورَوِش ومذہب وغیرہا امورِ معتبرہ سے کسی بات میں بہ نسبت دختر ایسا نقص رکھتا تھا کہ اس دختر کا اُس کے نکاح میں دیا جانا اولیائے دختر کے لیے باعث ننگ وعار ہو تو وہ نکاح سرے سے باطل واقع ہوا۔ یونہیں اگر دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کردی گئی مثلاً مہر مثل پچاس ہزار تھا اس نکاح میں پچیس ہزار بندھا تو بھی یہ نکاح باطل محض ہوا ان دونوں صورتوں میں بعد بلوغ اگر دختر خود اجازت دے اور نکاح نہ صرف ماں بلکہ اُن سب اولیا نے ملکر کیا ہو جب بھی صحیح نہیں ہوسکتا کہ نابالغہ کے ایسے نکاح کرنے کا باپ یا دادا کے سوا کسی کو اختیار نہیں درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی لایصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا ردالمحتار میں ہے فی فتح القدیر لوکبرت واجازت لایصح لانہ لم یکن عقد اموقوفا اذ لامجیز لہ اور اگر نہ لڑکا ایسا تھا نہ مہر مثل میں اس طرح کی کمی تو صحیح ہوگیا مگر از انجا کہ باپ جدی مردوں میں سے جبتک کوئی موجود ہو ماں کو ولایت نکاح نہیں ہوتی بلکہ اُن میں جو درباب وراثت مقدم ہو وہی ولی ہوتا ہے فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبتہ فالولایۃ للام لہٰذا یہ نکاح اُس ولی کی بے اجازت صرف ماں نے کردیا تو نکاح فضولی ہوا اور اجازت ولی پر موقوف رہا اگر اُس نے خبر نکاح سُن کر رد کردیا مثلاً کہا میں اس نکاح کو جائز نہیں رکھتا یا رد کرتا ہوں یا میں راضی نہیں یا اس کے مثل اور الفاظ تو رد ہوگیا اب دختر کی رضامندی وناراضی کا بھی اعتبار نہیں کہ سرے سے نکاح باقی ہی نہ رہا اور اگر ابتدا ئً باجازت ولی واقع ہوا یا تزویج مادر کے بعد ولی نے اجازت دیدی تھی مثلاً کہا بہتر ہوا یا میں نے پسند کیا یا مجھے منظور یا ان کے مانند اور کلمات تو نکاح نافذ ہوگیا فی الدر المختار لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ پھر بھی از انجا کہ مزوج غیر اب وجد اور دختر دوشیزہ ہے اُسے اتنا اختیار دیا جائے گا کہ پہلے سے نکاح کی خبر رکھتی ہو تو اپنے بالغ ہوتے ہی اور بعد بلوغ اطلاع پائے تو خبر سُنتے ہی فوراً بے وقفہ کہہ سکتی ہے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں یا میں نے اُسے فسخ کردیا یا مجھے ناپسند ہے یا اس کے مثل اور کوئی امر کہ دلیل ناراضی ہو پس اگر بلوغ یا اطلاع پر فی الفور اُس نے یہ ناراضی ظاہر کی تو اُسے اجازت دی جائے گی کہ قاضی کے حضور دعوٰی کرکے نکاح فسخ کرالے اور اگر ایک لمحہ بھی بے عذر سکوت کیا یا کسی دوسرے کام یا کلام میں مشغول ہوئی تو اب وہ نکاح لازم ہوگیا اس کے بعد اظہار ناراضی کچھ بکار آمد نہیں درمختار میں ہے وان کان من کفو وبمھر المثل صح ولکن لھما ای لصغیر

وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس اور اگر وہ نکاح نہ ابتداءً اجازت ولی سے ہوا نہ زمانہ نابالغی دختر میں ولی نے اجازت دی نہ رد کیا بلکہ اُسے خبر ہی نہ ہوئی یا بعد خبر سکوت محض کیا یہاں تک کہ دختر بالغہ ہوئی تو اب وہ خود اجازت دختر پر موقوف ہوا پس اگر دختر نے اس اظہار ناراضی سے پہلے بعد بلوغ کوئی کلمہ اجازت کہا یا دلالۃً اُس کے کسی فعل یا حال سے رضامندی ثابت ہوئی تھی مثلاً بالغ ہوئے پر شوہر کے پاس گئی یا اُس سے کوئی برتاؤ زناشوئی کا کیا یا کسی نے فلاں کی دُلھن کہکر پکارا اس نے جواب دیا تو نکاح لازم ہوگیا اب ناراضی محض بے سود ہے اور اگر ہنوز قول یا فعل یا حال سے رضا ثابت نہ ہونے پائی تھی کہ اُس نے ایسی ناراضی ظاہر کی جس سے رد نکاح مفہوم ہوا تو بیشک نکاح باطل ہوگیا فی فتح القدیر یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجازہ بنفسہ نفذ لانھا کانت متوقفۃ ولا تنفذ بمجرد بلوغہ مستفتی ان سب صورتوں کو سمجھ کر جو صورت واقعہ ہو اس کے حکم پر عمل کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰: ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ از رامپور علاقہ جے پور ڈاک خانہ ہنڈون مرسلہ منشی محمد فرزند حسن صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طوائف قوم مسلمان نے جس کی عمر تخمیناً ۲۸ یا ۲۹ سال ہوگی زناکاری سے توبہ کرکے ایک شریف مسلمان سے اپنا نکاح کرلیا۔ اب اُس کی نائکہ کہتی ہے کہ میں ولی ہوں بے میری اجازت کے نکاح جائز نہیں اور زید کہتا ہے کہ طوائف خود فعل مختار بالغہ ہے تیری اجازت کی حاجت نہیں اور ولی واسطے ہدایت کار نیک کے ہوتا ہے زنا کے لیے ولی نہیں نابالغ کا ولی بھی فعل بد کرانے کا مختار نہیں ایسی ولایت شرعاً باطل ہے نائکہ کسی طرح ولی نہیں ہوسکتی جو لونڈی اُس نے حرام کی کمائی سے حرام کاری کے لیے خریدی وہ شرعاً لونڈی نہیں ہوسکتی بلکہ جو شرعاً ایسی ولایت کا دعوٰی کرے وہ قابل سزا ہے پس صحیح قول زید کا ہے یا نائکہ کا بینوا توجروا۔

الجواب

قول زید کا صحیح ہے اور نائکہ کا دعوٰی محض باطل و قبیح۔ ہندوستان میں جو بعض خدا ناترس محتاج اپنی اولاد قحط وغیرہ میں بیچ ڈالتے ہیں شرعاً یہ بیع کسی حالت میں جائز نہیں بلکہ باطل و محض مہمل و بے معنے ہے وہ ہرگز لونڈی غلام نہیں ہوسکتی نہ خریدنے والا اُن کا مالک ہوسکتا ہے نہ کسی وجہ سے استحقاق اُن میں رکھتا ہے کہ حُر کی بیع محض باطل ہے ہدایہ میں ہے بیع المیتۃ والدم والحر باطل لانھا لیست اموالا فلا تکون محلا للبیع[1] تو نائکہ کا دعوٰی ولایت صریح مردود و ناقابل سماعت ہے ہدایہ میں ہے الباطل لا یفید ملک التصرف[2] اور جبکہ وہ عورت

بالغہ ہے تو اپنی جان کا آپ اختیار رکھتی ہے نکاح کہ اُس نے بہدایت الٰہی زنا سے تائب ہو کر ایک شریف مسلمان سے کرلیا قطعاً صحیح ولازم ہے جو کسی کے رد کیے رد نہیں ہوسکتا فتاوٰی عالمگیری میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی اُسی میں ہے سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزۃ عن امرأۃ شافعیۃ بکر بالغۃ زوجت نفسہا من حنفی بغیر اذن ابیہا والاب لایرضی ورد ہل یصح ہذا النکاح قال نعم جب خود باپ کی نسبت یہ حکم ہے تو نانکہ کا دعوٰی کیا قابل التفات ہوسکتا ہے یہ محض جہل ناسزا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲ از پیلی بھیت محلہ ملک احمد خاں مرسلہ حافظ بشیر احمد خاں صاحب ۱۵ رجب ۱۳۱۰ھ

جناب عالی گزارش یہ ہے ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں باپ کی ولایت سے ہوا اب وہ لڑکی بالغ ہوئی وہ اپنے باپ کے فعل کو ناپسند کرتی ہے باپ کی ولایت سے نکاح جائز ہے یا ناجائز ہے فقط

الجواب

صورت مسئولہ میں حق جواب بلکہ حق جواب یہ ہے کہ باپ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح جس شخص سے کیا اگر وہ کفو ہی یعنی دین ونسب وپیشہ ومال وغیرہ میں کوئی امر ایسا نہیں رکھتا کہ اُس سے تزویج باعث عار ہو نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی تو وہ نکاح مطلقاً صحیح ونافذ ولازم ہے اگرچہ دختر ناپسند کرے اگرچہ باپ اس سے پہلے معروف بسوئے اختیار ہو کہ اس نکاح میں اُس کا حسن اختیار ظاہر تو پہلے کے سوء اختیار اس کی صحت میں مخل نہیں ہوسکتے یونہی اگر باپ وقت تزویج نشہ میں نہ تھا نہ اس سے پیشتر اپنی کسی قاصرہ کا نکاح غیر کفو سے یا مہر مثل میں کمی فاحش پر کرکے معروف بسوء اختیار ہوچکا تو بھی یہ نکاح صحیح ولازم ہے اگرچہ غیر کفو سے ہوا اگرچہ مہر مثل میں کمی فاحش کی ہو ہاں اگر دونوں امر مجتمع ہیں یعنی اس نکاح میں کفاءت بمعنی مذکور نہیں یا مہر میں کمی فاحش ہے اور ہنگام تزویج نشہ میں یا پہلے سے معروف بسوء اختیار تھا تو اس صورت میں نابالغہ کا نکاح اگرچہ بولایت پدری ہے اصلاً صحیح نہیں درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے وکذا لوکان سکران فزوجہا من فاسق اوشریر اوفقیر اوذی حرفۃ دنیئۃ لظہور سوء اختیارہ فلاتعارضہ شفقتہ المظنونۃ بحر ردالمحتار میں ہے قلت ویقتضی التعلیل ان السکران والمعروف بسوء الاختیار لوزوجہا من کفو بمہر المثل صح لعدم الضرر المحض (الی قولہ) وہذا مفقود فی السکران وسیئ الاختیار اذا خالف لظہور عدم رأیہ وسوء اختیارہ فی ذلک انتہی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳ از پیلی بھیت ایضاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا نکاح عمرو سے اُس

حالت میں کہ اوضاع و اطوار عمرو موصوف کے درست تھے اپنی ولایت سے کر دیا جب ہندہ مذکورہ رخصت کے زمانہ تک خود بلوغ کو پہنچی تو اُس نے اپنے شوہر عمرو کو محرمات وممنوعات شرعیہ کا مرتکب اور مامورات و مشروعات کا محترز پاکر اپنے باپ زید کے فعل کو قبیح سمجھا اُس تزویج کو ناجائز رکھا پس صورت مسئولہ میں ہندہ کا عمرو سے عقد منعقد رہا یا فسخ ہوا بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ ہنگام تزویج عمرو میں کوئی امران بد اطواریوں سے نہ تھا بلکہ یہ باتیں اُس نے بعد میں اختیار کیں تو عدم کفارت بعد نکاح حادث ہوئی اور ایسی عدم کفارت اصلاً مانع صحت نکاح نہیں خصوصاً تزویج پدر میں کہ آیندہ کا علم ہندہ کی قدرت سے باہر ہے وَلَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا پس اس بنا پر ہندہ کا اُس نکاح کو ناجائز رکھنا اصلاً قابل سماعت نہیں درمختار میں ہے والکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالھا بعدہ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱ ۲۳ رجب ۱۳۱۰ھ

بالغہ کا نکاح باپ خود کسی کفو سے کرے استیذان بالغہ ضرور ہے یا نہیں نہیں تو مستحب ومسنون یا مباح یا کچھ نہیں

الجواب

بالغہ پر ولایت نہیں استیذان نفاذ نکاح کے لیے ضرور ہے اگر بے استیذان نکاح کر دیگا نافذ نہو گا بلکہ اجازت بالغہ پر موقوف رہے گا اگر جائز کر یگی جائز ہو جائیگا رد کر دے گی رد ہو جائیگا کما صرحوا بہ قاطبۃ باقی واجب نہیں کہ ترک پر گناہ ہو۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۲ ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا باپ مفقود الخبر ہے اور اُس کا کچھ پتہ معلوم نہیں اور ہندہ کا ایک بھائی بالغ ہے جس کی عمر پندرہ برس کی ہے اور سبزہ آغاز ہندہ کا نکاح اُس کی ماں اور اُس کے بھائی نے کر دیا اس صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں جبکہ ہندہ نابالغہ ہے اور اُس کا باپ مفقود الخبر ہے اور ہندہ کے جوان بھائی نے اُس کا نکاح کیا تو وہ نکاح ہو گیا بشرطیکہ جس شخص سے نکاح کیا ہو وہ اُس کا کفو ہو یعنی اُس کی قوم یا پیشہ یا مذہب وغیرہ میں کوئی بات ایسی نہو کہ اُس کے نکاح سے ہندہ کے اولیا کو ننگ و عار آئے اور بشرطیکہ مہر میں ایسی کمی نہ کی گئی ہو جس کا

تحمل لوگ نہ کرتے ہوں اور اگر ان باتوں میں سے ایک بات ہوگی یعنی اُس شخص کے قوم یا مذہب یا پیشہ وغیرہ میں کوئی امر موجب ننگ وعار ہوگا یا مہر میں ایسی سخت کمی کی گئی ہو مثلاً ہندہ کا مہر مثل دس ہزار تھا اور بھائی نے پانچ ہی ہزار پر نکاح کردیا تو ان صورتوں میں وہ نکاح اصلاً نہوا والمسائل منصوص علیہا فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ نکاح دختر نابالغہ کا باوجود انکار دختر نابالغہ اور حیات ہوتے اُس کے باپ کے بے اجازت اُس کے باپ کے اُس کی ماں نے زید کے ساتھ کر دیا آیا شرعاً یہ نکاح ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ یہ نکاح مادر وبرادر بالغ نے بریلی میں کیا اور اُس کا باپ کانپور میں موجود ہے جسے ہنوز اس نکاح کی اطلاع نہ ہوئی اور جس لڑکے سے نکاح ہوا وہ اُس کا کفو ہے اگر یہ سب بیان واقعی ہیں تو دیکھا جائیگا کہ ناکح کفو اس قدر انتظار پر راضی ہوسکتا تھا کہ باپ کو خط لکھا جائے اور اُس کی اجازت منگائی جائے یا وہ اس پر راضی نہ ہوتا بلکہ اتنے انتظار پر نکاح ہی نہ کرتا اگر یہ پچھلی صورت فرض کی جائے جس کے وقوع کی امید بہت ہی ضعیف بلکہ کالمعدوم ہے کہ انتظار جواب میں یہ بات ہاتھ سے جاتی تھی تو نکاح نافذ ہوگیا بشرطیکہ مہر مثل میں کمی فاحش نہ کی گئی ہو اور اگر ایسا نہ تھا بلکہ انتظار جواب کرلیتا اور غالب ایسا ہی ہے تو یہ نکاح بشرط مذکور اجازت پدر پر موقوف ہے اگر جائز رکھے گا جائز ہوجائیگا اور باطل کردیگا تو باطل ہوجائیگا فی الدر المختار للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتوی اھ مختصرا وفی رد المحتار قال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رایہ فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب وفی البحر عن المجتبی عن المبسوط انہ الاصح وفی النھایۃ اختارہ اکثر المشائخ وصححہ ابن الفضل وفی الھدایۃ انہ اقرب الی الفقہ وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وفی شرح الملتقی من الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوی وعلیہ مشی فی الاختیار والنقایۃ ویشیر کلام النھر الی اختیارہ وفی البحر فالاحسن الافتاء بما علیہ اکثر المشائخ اھ ما فی رد المحتار قلت لاسیما فی ھذا الزمان فان العجلۃ الدخانیۃ قد جعلت مسافۃ القصر کمسافۃ ساعۃ واحدۃ بل اقل فوجب التعویل علی ما افتی بہ اکثر المشائخ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ عورت کے مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی ہو مثلاً مہر مثل سو روپے کا تھا اس نکاح میں پچاس کا باندھا تو سرے سے نکاح ہی نہ ہوا فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح بغبن فاحش واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خاں صاحب ۱۵ شعبان ۱۳۱۱ھ
چہ می فرمایند علمائے اہلسنت وجماعت دریں مسئلہ کہ مسماۃ ہندہ ورثہ شرعیہ ندارد و نہ از نطفہ زید مگر زید بسعی تمام از ایام طفلی پرورش کردہ تا بعمر دہ سالہ در رسیدہ و بسبب اطلاق پرورش زید ولی ہندہ ظاہر بعد زید منکوحہ زید نکاح ہندہ بہمراہی خیراتی خاں کردہ قرار شد و قتیکہ زید آمدہ بہ نکاحش وقوف یافتہ راضی نگشت دریں صورت بدون اجازت زید نکاح ہندہ خوردسالہ درست ست یا نہ بیان فرمایند بعبارت کتب رحمۃ اللہ علیکم اجمعین۔

الجواب

اولاً دیدہ باید کہ شخصے کہ زن زید ہندہ را بجبالہ نکاحش دادہ با ہندہ کفاءت دارد یا نے اگر ندارد و مثلاً در نسب یا حرفہ یا روش یا مذہب قصورے دارد کہ ہندہ را در نکاحش آمدن نزد اہل عرف موجب عار باشد آنگاہ ایں نکاح باطل محض افتد کہ باجازت ہیچکس روئے نفاذ نہ بیند تا آنکہ ہندہ اگر خویشتن بعد رسیدن اجازت کند ہم روئے نباید زیرا کہ تزویج باغیر کفو جز پدر یا پدر پدر کہ دریں کار بسوء اختیار معروف نباشند ہیچکس را نمی رسد کما نصوا علیہ قاطبۃ وفی جامع الصغار ولی غیر الاب والجد زوج الصغیرۃ من غیر کفو فادرکت الصبیۃ فاجازت لا یجوز واگر کفاءت دارد آنگاہ دیدنی ست کہ ہندہ ہنگام نکاح ہیچ قریبے قریب یا بعید مرد یا زن از جانب پدر یا مادر اگرچہ در غایت بعد و دوری می داشت یا نے اگر می داشت پس ہماں کس ولی نکاح اوست نکاح مذکور بر اجازت آں ولی موقوف ست خواہ ایں زید باشد یا دیگرے اگر اجازت دہد جائز شود و اگر رد کند باطل گردد و اگر با ہندہ ہیچکس را از زندگان وقت نکاح قرابتے نسبی نبود نہ زید را و نہ غیر او را آنگاہ در دیار ما کہ زیر ولایت ہیچ قاضی شرع وحاکم اسلام نیست نظر کردنی ست اگر دراں شہر عالمے از علمائے دین کہ فقیہ و صاحب فتوی و اعلم علمائے بلد باشد موجود ست پس نکاح مذکور بر اجازت او موقوف ست اگر اجازت دہد نافذ شود و اگر رد کند باطل گردد فی الحدیقۃ الندیۃ عن الفتاوی العتابیۃ اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم واگر آنجا ہیچ عالمے نیز نباشد آنگاہ ایں نکاح اصلاً انعقاد نیافت خود باطل محض ست لکونہ عقد فضولی صدر ولا مجیز فی جامع الصغار الکان فی موضع لا یکون تحت ولایۃ قاض فانہ لا ینعقد اھ وفی رد المحتار عن الفتح مالا مجیز لہ ای مالیس لہ من یقدر علی الاجازۃ یبطل کما اذا زوجہ الفضولی یتیمۃ فی دار الحرب او اذا لم یکن سلطان ولا قاض لعدم من یقدر علی الاجازۃ حالۃ العقد فوقع باطلا اھ ملخصا بے قرابت بمجرد پرورش ولایت نکاح ثابت نشود وفی جامع الصغار من یتولی صغیرا او صغیرۃ لا یملک تزویجہا پس دریں صورت اجازت و عدم اجازت زید چیزے نیست واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷: از قاضی باڑی ضلع ہردوئی ڈاک خانہ شاہ آباد مرسلہ حضرت سید امیر حیدر صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ سید سجاد حسین مرحوم نے چار لڑکیاں اور ایک زوجہ چھوڑ کر انتقال کیا بعد چند عرصہ کے ایک لڑکی فوت ہوگئی بعد اس کے زوجہ نے انتقال کیا تین لڑکیاں دو منسوبہ اور ایک نابالغہ چھوڑی بعد دو سہ ماہ کے دختر کلاں نے بھی انتقال کیا اب لڑکی نابالغ کے نکاح کی اجازت بموجب شرع شریف کے فوقیت ہمشیرہ حقیقی کو ہے یا نانی نانا کو حاصل ہے فقط۔

الجواب

اس نابالغہ کے دادا پردادا یا اُن کے باپ دادا پردادا کی اولاد پسری میں کوئی مسلمان عاقل بالغ مرد باقی ہے تو اس کے نکاح کی ولایت اُسی کو ہے اس کے ہوتے نانا نانی بہن بلکہ ماں بھی کوئی چیز نہیں اور اس طرح کے مرد متعدد ہیں تو اُن میں جو قریب تر ہوگا یعنی جو اس نابالغہ کے نسب میں بہ نسبت دوسروں کے کم واسطوں سے ملیگا وہی ولایت پائیگا اور جو برابر درجے کے ہیں وہ ہر ایک ولی ٹھہریگا مثلاً ہندہ بنت زید بن عمرو بن بکر بن خالد ہے اور سعید ورشید پسران حمید بن حامد بن خالد اور باقر ابن جعفر بن احمد بن حامد اور کبیر صغیر منیر پسران طاہر بن مظہر بن حامد مذکور ہیں تو ولایت نکاح ہندہ سعید ورشید دونوں کو یکساں ہے اور اُن کے ہوتے باقر وکبیر وصغیر ومنیر کو استحقاق نہیں ہاں اگر ددھیال میں کوئی مرد ایسا نہیں خواہ یوں کہ سرے سے کوئی مرد رہا ہی نہیں یا ہے وہ مجنون یا رفض وغیرہ بدمذہبیوں میں حد کفر تک پہنچا ہوا ہے تو اُس وقت اشخاص مذکورین سوال میں ولایت نکاح نانی کو ہے وہ نہ رہے تو نانا کو وہ بھی نہ ہو تو بہن کو اور ان سب میں بھی عقل واسلام کی شرط ضرور ہوگی یعنی اگر مذہب میں فساد ہو تو حد کفر تک نہ پہنچا ہو ورنہ مرتد کو کسی پر ولایت نہیں اگرچہ دعوٰی اسلام رکھتا ہو فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریۃ وتکلیف واسلام فی حق مسلمۃ وولد مسلم فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب ثم للجد الفاسد ثم للاخت الخ اھ ملخصا وفی رد المحتار صرح فی الجوھرۃ بتقدیم الجدۃ علی الاخت ونقل ذلک الشرنبلالی عن شرح النقایۃ للعلامۃ قاسم قال ولم یقید الجدۃ بکونھا لام اولاب اھ ملخصا وفیہ عن الخیریۃ ان الجدۃ لاب اولی من الجدۃ لام قولا واحدا فتحصل بعد الام ام الاب ثم ام الام ثم الجد الفاسد تامل اھ قال وما جزم بہ الرملی افتی بہ فی الحامدیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸: از کلکتہ اسٹریٹ ۱۶۲ دھرم تلا مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۴ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اُس کے ماموں نے درصورت نہ ہونے والد

اور چچا اور برادر اور دادا اُس لڑکی کے بموجودگی اُس کی والدہ کے کر دیا تھا اب اُس نے بحالت بلوغ اس نکاح کو منظور نہ کیا تو وہ نکاح باقی رہے گا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اگر عورت کی نامنظوری اس بنا پر ہے کہ ماموں نے جس کے ساتھ اُس کا نکاح کیا وہ اُس کا کفو نہیں یعنی اس سے قوم یا دین یا پیشہ وغیرہ امور معتبرہ میں ایسا گھٹا ہوا ہے جس سے نکاح اُس کے لیے باعث ننگ و عار ہے یا اس بنا پر کہ ماموں نے اس کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہے جب تو وہ نکاح خود ہی باطل محض ہوا جسے خود شرع مطہر نکاح نہیں ٹھہراتی عورت کی منظوری و نامنظوری کو کچھ دخل نہیں اور اگر یہ دونوں وجہیں نہیں بلکہ کسی اور سبب سے نامنظور کرتی ہے تو اس صورت میں اگر عورت نے کہ بکر تھی بعد بلوغ خبر نکاح سنتے ہی یا پہلے سے معلوم تھا تو بالغہ ہوتے ہی فوراً بلا توقف اختیاری نامنظوری ظاہر نہ کی تو نکاح لازم ہوگیا اب عورت کو اصلاً کوئی چارہ کار نہیں اور اگر فی الفور آن بلوغ میں یا بعد بلوغ نکاح معلوم ہوا تو آن استماع خبر میں معاً اپنی نامنظوری ظاہر کی تو از انجا کہ نکاح غیر اب وجد کا کیا ہوا ہے عورت کو اختیار فسخ حاصل ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ بطور خود فسخ کردے اور اُس کے حبالۂ زوجیت سے باہر ہو جائے بلکہ یہ کہ حاکم شرع کے یہاں دعوی رجوع کرے حاکم بعد تحقیقات امور مذکورہ نکاح فسخ کردے در مختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیه لا یصح النکاح من غیر کفوٴ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمهر المثل صح ولصغیر وصغیرة خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ وشرط للکل القضاء ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارة عالمة باصل النکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس وان جهلت اھ ملتقطا واللّٰہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۵۱ از شہر کہنہ ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام و فضلائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے انتقال کیا اور دو لڑکی ایک قریب ایک سال اور دوسری قریب تین سال اور بیوی اور والدہ اور تین بھائی چھوڑے ان لڑکیوں نے تا مدت سات سال زیر سایہ اپنی والدہ اور چچاؤں کے پرورش پائی قضائے الٰہی بعد سات سال والدہ نے بھی انتقال کیا چونکہ چچا اپنے اپنے تعلقوں پر تھے یہاں موجود نہ تھے خالائیں آئیں اور حیلہ و فریب کرکے لڑکیوں کو لے گئیں کہ تا آنے چچاؤں کے یہ لڑکیاں ہمارے پاس ہیں جب چچا آئیں گے فوراً روانہ کردیں گے یہاں سے لیجا کر دونوں لڑکیوں کے نکاح عدم موجودگی چچاؤں میں باختیار خود اپنے لڑکوں کے ساتھ کرلیے اس صورت میں یہ نکاح ہوئے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

آٹھ سال کی لڑکی ضرور نابالغہ ہے یونہی دس سال کی بھی جب تک حیض نہ آئے یا پندرہ سال کامل کی عمر نہ ہو جائے اور نابالغ کے نکاح کا اختیار عصبہ کو ہے عصبہ کے ہوتے ذوی الارحام کوئی چیز نہیں ہدایہ میں ہے لغیر العصبات من الاقارب ولایۃ التزویج عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی معناہ عند عدم العصبات چچا عصبہ ہے اور خالہ ذوات الارحام سے خالہ سگے چچا سے چھبیسویں درجے میں ہے کہ حقیقی چچا نہ ہو تو سوتیلے چچا کو نکاح کی ولایت ہے پھر حقیقی چچا کے بیٹے کو پھر سوتیلے چچا کے بیٹے کو پھر باپ کا حقیقی چچا پھر سوتیلا پھر باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا پھر دادا کا حقیقی چچا پھر سوتیلا پھر دادا کے حقیقی چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا پھر اور دور کا سگا چچا پھر سوتیلا پھر اس کا بیٹا پھر اس کا پھر آزاد کرنے والا پھر اس کا عصبہ یہ سب عصبات ہیں جب ان میں کوئی نہ ہو تو ماں ولی ہے پھر دادی پھر نانی پھر بیٹی پھر پوتی پھر نواسی پھر پسر کی پوتی نواسی پھر دختر کی پھر نانا پھر سگی بہن پھر سوتیلی پھر ماں کی اولاد جو باپ میں شریک نہیں۔ پھر سگی بہن کی اولاد پھر سوتیلی کی پھر اولاد مادری کی پھر پھپی پھر ماموں اور جب ان سب میں بھی کوئی نہ ہو تو خالہ۔ ان تمام درجات کی تفصیل عالمگیری و درمختار و ردالمحتار وغیرہا سے ظاہر فتاوٰی قاضی خاں میں ہے النکاح الی العصبات واقرب العصبات الی الصغیر والصغیرۃ الاب ثم الجد ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوھما علی ھذا الترتیب وان سفلوا ثم العم لاب وام اھ ملخصا درمختار میں ہے فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (وعد درجات الی ان قال) ثم للخالات پس چچا کے ہوتے جو نکاح خالہ کر دے چچا کی اجازت پر موقوف ہے اگر جائز رکھے جائز ہو جائے اور اگر رد کر دے تو باطل ہو جائے درمختار میں ہے لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۰ : از سورون ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا حامد حسن صاحب ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان بالغ لڑکی ناکتخدا کا نکاح اس کی ماں نے عدم موجودگی پدر میں اپنے عزیز و اقارب جمع کرکے اپنے بھانجے کے ساتھ کر دیا باپ بھی اس لڑکے کو جانتا ہے اور اس پر راضی بھی تھا مگر یہ کہتا تھا کہ جب تک یہ نوکر نہ ہو مت کرنا اس صورت میں یہ نکاح شرعاً درست ہوا یا نہیں اور ماں کو موجودگی باپ کے اولاد پر ایسا اختیار رہے یا نہیں۔

الجواب

نابالغ اولاد پر باپ کے ہوتے ماں کے لیے ایسا اختیار اصلاً نہیں اور بالغ اولاد پر ماں باپ کسی کے لیے ولایت جبری نہیں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الایم احق بنفسہا من ولیہا رواہ الستۃ

لا البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما درمختار میں ہے لا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ صورت مذکورہ میں جبکہ لڑکی بالغہ ہے تو اُس کا نکاح بے اُس کی اپنی اذن کے نہ ماں کے کیے نافذ ہوسکے نہ باپ کے ہاں جس عورت بالغہ کا ولی موجود ہو وہ غیر کفو سے اپنا نکاح نہ خود کرسکتی ہے نہ دوسرے کو اذن دیسکتی ہے جبتک ولی اُس شخص کے غیر کفو ہونے پر مطلع ہوکر پیش از نکاح بالتصریح اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے ورنہ وہ نکاح محض باطل ہوگا کہ پھر رضائے ولی سے بھی صحیح نہیں ہوسکتا درمختار میں ہے نفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا بلا رضی ولی بعد معرفته ایاہ اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے ھذا اذا کان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر اور کفو وہ جس کے قوم مذہب چلن پیشے وغیرہ میں کوئی ایسا عیب نہو جس کے سبب اُس کے ساتھ نکاح اولیائے دختر کے لیے اہل عرف کے نزدیک موجب ننگ وعار و بدنامی ہو نہ ایسی حالت محتاجی ناداری بے حرفگی وبے سامانی میں ہو کہ عورت کا نفقہ واجبہ نہ چل سکے یا جس قدر مہر شرعًا یا عرفًا پیشگی دینا ٹھہرا ہے نہ دے سکے درمختار میں ہے تعتبر فی العرب والعجم دیانة ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقة شہر لو غیر محترف والا فبان کان یکتسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع وحرفة اھ ملخصا پس اگر شخص مذکور ان سب نقائص سے خالی تھا اور نکاح باذن دختر ہوا تو بلاشبہہ صحیح و تام و نافذ ہوگیا جس میں ناموجودی و ناراضی پدر کچھ خلل انداز نہیں نہ اُس کا نوکر نہ ہونا مخل ہوسکتا ہے جبکہ وہ اور مال رکھتا ہو یا کسی دستکاری سے اپنے اور زوجہ کے کھانے پہننے کے قابل کما سکتا ہو یا حسب عادت بلاد اُس کے ماں باپ بہو بیٹے کی کافی خبرگیری رکھیں اور کچھ مہر پیشگی دینا ہو تو اُس کے ادا پر بھی قادر ہو درمختار میں ہے الصبی [ف ۱] کفو بغنی ابیہ او امہ بالنسبة الی المہر المعجل لا النفقة لان العادة ان الاٰباء یتحملون عن الابناء المہر لا النفقة ذخیرہ اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے مقتضاہ انہ لو جرت العادة بتحمل النفقة ایضا عن الابن الصغیر کما فی زماننا انہ یکون کفوا [ف ۲] بل فی زماننا یتحملہا عن ابنہ الکبیر الذی فی حجرہ والظاہر انہ یکون کفوا بذلک لان المقصود حصول النفقة من جہة الزوج بملک او کسب او غیرہ ویؤیدہ ان المتبادر من کلام الہدایة وغیرہا ان الکلام فی مطلق الزوج صغیرا او کبیرا الخ ہاں اگر دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی گئی ہے تو باپ کو اس پر اعتراض پہنچتا ہے جس کا حاصل اس قدر کہ مہر مثل پورا کرالیا جائے اور پورا نہ کرے تو قاضی نکاح فسخ کردے نہ یہ کہ خواہ مخواہ نکاح رد ہوجائے درمختار میں ہے لو نکحت [ف ۳] باقل من مہرہا فللولی العصبة الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار البتہ اگر امور مذکورہ بالا سے کسی امر میں ایسا خلل ہے جس کے باعث وہ شرعًا کفو نہ ٹھہرے اور باپ نے

اُس پر مطلع ہو کر اپنی رضامندی ظاہر نہ کر دی تھی تو بیشک یہ نکاح سرے سے باطل ہوا کہ اب باپ کی رضامندی سے بھی صحیح نہیں ہو سکتا اس تقدیر پر فرض ہے کہ مرد و عورت فوراً جُدا ہو جائیں اور اس نکاح کو ترک کریں پھر اگر چاہیں تو بعد اجازت صریحہ پدر از سرِ نو نکاح کر لیں واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ ۲۸ شعبان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ ہے اُس کے باپ دادا بھائی بھتیجا کوئی نہیں حقیقی چچا ہیں چچا کا نابالغ لڑکا ہے اگر یہ ولی جائز اپنی بھتیجی نابالغہ کا اپنے پسر نابالغ سے بولایت خود ایسی حالت میں نکاح کر دے کہ لڑکی زیر پرورش نانی کے ہو اُس کے پاس موجود نہو تو یہ نکاح صحیح و جائز ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

صحیح و جائز ہے جبکہ وہ لڑکا اُس نابالغہ کا کفو ہو اور نابالغہ کے مہر مثل میں صریح کمی نہ کی جائے درمختار میں ہے ان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ لا یصح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ وبمھر المثل صح الخ اھ ملخصا جبکہ یہ شخص لڑکے لڑکی دونوں کا ولی ہے تو دو گواہوں کے سامنے اُس کا صرف اتنا کہہ دینا کہ میں نے اپنی فلاں بھتیجی اپنے فلاں بیٹے کے نکاح میں اتنے مہر پر دی کفایت کرتا ہے کچھ لڑکے یا لڑکی کا حاضر ہونا ضرور نہیں نعم یجب ان لا یکون غائبا غیبۃ منقطعۃ فانہ لا یبقی ویباح علی ما صححوہ کما نقحہ فی رد المحتار درمختار میں ہے یتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول کان کان ولیا من الجانبین اھ ملخصا وفی رد المحتار کزوجت ابنی بنت اخی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲

عمرو اور زید دو حقیقی بھائی ہیں اُن میں زید ایک لڑکی نابالغ چھوڑ کر مر گیا عمرو نے اپنی بھاوج بیوہ زوجہ زید سے لڑکی نابالغ کو حیلہ کر کے اپنے مکان پر لے گیا اُس لڑکی نابالغ کا نکاح بلا اجازت اُس کی والدہ کے کسی شخص بیمار کے ساتھ اپنی اجازت سے کر دیا اب عمرو اپنی بھاوج سے متقاضی ہے کہ لڑکی کا نکاح ہم نے اپنی اجازت سے کر دیا اور رخصت نہیں کیا اب رخصت کر دو ورنہ عدالت ہوگی اس صورت میں بیوہ پوچھتی ہے کہ علماء دین و مولویان شرع متین کیا فتوے دیتے ہیں کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں فتویٰ لکھکر مہر و دستخط سے مزین فرمائیں۔

الجواب

نابالغہ کی ولایت اُس کے چچا کو ہے (بشرطیکہ کوئی جوان بھائی بھتیجا حاضر نہو) چچا کے ہوتے ماں کو اختیار نہیں

اور شوہر کی برادری سے بھی درستی نکاح میں کوئی خلل نہیں آتا ہیں اگر وہ شخص جس سے عمرو نے اپنی بھتیجی کا نکاح کردیا اُس کا کفو ہے (یعنی قوم مذہب پیشہ وغیرہ میں اُس کی بہ نسبت ایسا کم نہیں کہ اُس سے نکاح ہونا اس صغیرہ کے اولیا کو باعث عار ہو) اور مہر مثل میں غبن فاحش کی بھی نہ کی تو نکاح بیشک صحیح ہوگیا جس پر ماں کو کسی طرح اعتراض نہیں پہنچتا ہاں لڑکی جوان ہوکر اگر خود ناراضی ظاہر کرے تو حاکم شرع کے حضور نالشی ہوکر فسخ کرا سکتی ہے اور اگر وہ شخص کفو نہیں یا چچا نے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہے مثلاً مہر مثل سو روپے کا تھا اس نے پچاس روپے باندھے تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فی الدر المختار لو کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمہر المثل صح وللصغیر والصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ اھ مختصرا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۲۳]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نابالغ کا نکاح باجازت ہندہ اُس کی پھپھی کے محمودہ بالغہ کے ساتھ ہوا وقت نکاح عمر زید کی چودہ سال کی اور عمر محمودہ کی سولہ سال کی تھی زید نکاح سے چار مہینے بعد فوت ہوگیا آیا یہ نکاح صحیح اور دین مہر محمودہ کا واجب الادا ہے یا نہیں اور ہے تو کس قدر اور زید و محمودہ دونوں سُنّی المذہب ہیں بحوالہ کتاب جواب تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ زید کا ایک جوان بھائی موجود ہے پس صورت مذکورہ میں اولاً اس قدر معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ شرعاً بلوغ کا مدار خواہی نخواہی عمر ہی پر نہیں رکھا گیا کہ جبتک آدمی اتنے سال کا نہو بالغ نہ کہا جائیگا اگرچہ تمام آثار جوانی واضح وآشکار ہوں عالم میں کوئی عالم اس کا قائل نہیں بلکہ حقیقۃً لڑکوں میں مدار کار انزال واحتلام اور لڑکیوں میں حیض وغیرہ پر ہے اس لیے علما تصریح فرماتے ہیں کہ لڑکا کم سے کم بارہ ۱۲ برس اور لڑکی نو برس میں بالغ ہوسکتی ہے ہاں جب یہ امور ظاہر نہوں تو اُس وقت عمر پر حوالہ کیا گیا ہے فی الدر المختار بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ہو الانزال والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فیہما شیئ فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اہل زماننا وادنی مدتہ لہ اثنا عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ہو المختار اھ ملخصا پس ممکن کہ زید چہاردہ سالہ وقت نکاح بالغ ہو جب تو صحت نکاح و وجوب تمامی مہر میں کچھ نزاع ہی نہیں اسی طرح اگر نابالغ تھا اور نکاح باجازت

برادر واقع ہوا یا اُس وقت معمولی اجازت صرف پھپی سے لی گئی ہو اور بھائی نے جبھی یا کسی اور وقت صراحۃً خواہ دلالۃً اس نکاح کو جائز رکھا اور پسند کیا یا یہ بھی نہ ہوا مگر چند مدت بعد زید بالغ ہوگیا اور خود اُس نے یہ نکاح جائز رکھا ان سب صورتوں میں نکاح بھی نافذ اور مہر بھی کامل واجب فی الدر المختار للولی لا الانثی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا اھ و فی تنویر الابصار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ اھ و فی الدر المختار لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اھ و فی الخانیۃ نفذ باجازۃ الصبی بعد بلوغہ اھ و فی الدر المختار [ف۱] المہر یتاکد عند وطء او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدھما اھ ہاں اگر ان امور میں سے کچھ نہ واقع ہوا یعنی نہ زید بالغ تھا نہ نکاح بہ تجویز ولی واقع ہوا نہ ولی نے کسی وقت صریحاً یا دلالۃً اُس کی اجازت دی نہ زید خود لائق اجازت ہوا یہاں تک کہ مر گیا تو بیشک نکاح باطل ہوگیا لان [ف۲] الموقوف یبطل بالموت قبل الاجازۃ کما لا یخفی علی احد اور جلسہ نکاح میں ولی کا مجرد خاموش بیٹھا رہنا اجازت و پسندی پر یقین نہیں دلاسکتا بلکہ اُس کا کوئی فعل ایسا ہونا چاہیے جس سے رضامندی سمجھی جائے مثلاً دولھن کو رونمائی دینا یا دولھا کی سلامی کے روپے لینا یا مبارکباد لینا دینا وغیرہ ذلک مما یدل علی الرضا و فی رد المحتار تقدم ان البالغۃ لو زوجت نفسہا غیر کفو فللولی الاعتراض مالم یرض صریحا او دلالۃ کقبض المہر و نحوہ فلم [ف۳] یجعلوا سکوتہ اجازۃ و الظاہر ان سکوتہ ھنا کذلک فلا یکون سکوتہ اجازۃ لنکاح الابعد و ان کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحا او دلالۃ تأمل اور اس صورت میں مہر بھی لازم نہ آئیگا لان [ف۴] النکاح باطل والباطل معدوم والمعدوم لا یفید البتہ اگر ایسی صورت میں یہ ثابت ہو کہ زید نابالغ نے بعد اس عقد غیر نافذ کے محمودہ سے بالجبر قربت کی اور محمودہ اُس وقت حقیقۃً حالت جبر و اضطرار میں تھی نہ وہ حالت جوابندا بوجہ شرم و حجاب عموماً انکار ابکار کی باعث ہوتی ہے بلکہ وہ حالت جو زن عفیفہ کو مرد اجنبی کے ساتھ ہوتی ہے تو اس تقدیر پر ہندہ کا مہر مثل ذمہ زید لازم ہونا چاہیے وذلک لان [ف۵] الموقوف قبل الاجازۃ لا یحل الوطی بل ولا النظر کما صرح بہ فی احکام الخلوۃ من باب المہر من رد المحتار عن النہر عن النہایۃ و قد تبین بالموت انہا لم تکن زوجتہ ولا حد [ف۶] للشبہۃ وللصبی فیجب العقر الا ان تکون مطاوعۃ فلا یوجب لعدم الفائدۃ اذ لو لزم لرجع بہ الولی علیہا لانہا مکلفۃ وقد وقع ما وقع بامرھا لکونہا طائعۃ کما فی رد المحتار عن الشرنبلالیۃ عن الفتح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴: از کلکتہ دھرم تلا اسٹریٹ عـــــہ ۱۶۲ مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علما اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح بسبب نہ رہنے باپ دادا کے اُس کے ماموں نے

اپنی ولایت سے کر دیا تھا اب بحالت بلوغ لڑکی نے اُس نکاح کو منظور نہ کیا اور بعین حالت بلوغ دو چار آدمیوں کو بلا کر اظہار کیا کہ میں اس وقت بالغ ہوئی اپنے ولی کے نکاح کو نامنظور کر کے فسخ کیا آپ لوگ اس امر کے شاہد ہیں اور اس فسخ کی خبر اُس کے ناکح کو ہوئی اور دین مہر بھی معاف کر دیتی ہے تاہم صفائی نہیں کرتا قریب سال کے گزرا اور دربارہ مسئلہ فسخ درمختار وغیرہ میں ہے کہ فسخ کی خبر قاضی کو کرے قاضی تفریق کر دے اور اس سلطنت انگریزی میں قضایا نہیں حکم قضا یا حکام ہائی کورٹ کے تعلق ہے اور ہائی کورٹ میں خبر کے واسطے وکیل اور بیرسٹر مبلغ ایک ہزار طلب کرتے ہیں اور لڑکی مذکورہ نان نفقہ کو محتاج اور عالم شباب رکھتی ہے خوف شیطانی غالب ہے پس ایسی صورت میں کیا کرے بیان فرمائیے بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع اس فسخ کے لیے قضائے قاضی شرط ہے کما فی الدر المختار اور حاضری شوہر وقت تفریق بھی ضرور فی رد المحتار[1] الزوج لو کان غائبا لم یفرق بینہما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نھر قلت وبہ صرح الاستروشنی فی جامعہ اور ہائی کورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں دار القضاء شرعی نہیں نہ وہ حکام و قضاۃ شرع تو ایسے مسائل میں اُن کی طرف رجوع اگر آسان بھی ہو تو اصلاً مفید نہیں کہ اُن کے فسخ کیے یہ نکاح فسخ نہ ہوگا اور عورت بدستور زوجۂ شوہر رہیگی بلکہ وہاں جو عالم فقیہ سُنّی تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس قسم کے خاص دینی کاموں میں اُس کی طرف رجوع لازم ہے اور اگر وہاں یہ بھی نہ ہو تو چارہ کار یہ ہے کہ زن و شوہر اس معاملہ کو پنچایت پر رکھیں مسلمان پنچ بعد ثبوت بمواجہہ شوہر تفریق کر دے نکاح فسخ ہو جائیگا فان[2] المحکم کالقاضی فی کل مالیس بحد ولا قود ولا دیۃ علی عاقلۃ کما نصوا علیہ اور اگر شوہر پنچایت پر راضی نہو تو عورت کسی اسلامی ریاست[3] کے شہر میں جائے جس طرح یہاں ریاست رامپور وغیرہا اور وہاں قاضی شرع کے حضور (جس کی قضا کو نواب والی ملک مسلمان نے نہ اُس شہر والوں سے خاص کر دیا ہو نہ سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر حکم کے لیے مقید کیا ہو) استغاثہ کرے وہ بلحاظ قواعد شرعیہ تفریق کر سکتا ہے اور اگر شوہر بھی وہاں جانے پر راضی ہو یا قاضی کی طلبی پر اُسے جانا ضرور ہو جب تو امر آسان ہے اب اُس قاضی میں صرف اتنی شرط ہوگی کہ والی نے صرف اہل شہر کے ساتھ اُس کی قضا کو خاص نہ کر دیا ہو جیسا کہ اکثر یہی ہے کہ تخصیص نہیں کرتے وذلک لما عرف ان القضاء یتخصص بکل ما خصص بہ المقلد کما فی الاشباہ والدر وغیرھما واذا لم یخصص باھل البلد لم یشترط ان یکون المتد اعیان من اھل البلد کما فی رد المحتار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ کے باہم شادی بولایت پدران عالم نابالغی زوجین میں ہوئی بعد ایک عرصہ کے زید نابینا ہوگیا اور ہنوز وہ دونوں نابالغ ہیں اور پدر ہندہ نے وفات پائی اب مادر و عم ہندہ اُسے رخصت کرنا نہیں چاہتے اور کہتے ہیں ہم اپنی بیٹی زید کو نہیں دینگے اس صورت میں ماں کے انکار سے اُس نکاح میں خلل آیا یا نہیں اور ماں اور چچا کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح مذکور بحالہ باقی ہے اور ام و عم ہندہ بلکہ کسی کے انکار سے اُس میں خلل نہیں آتا نہ اُنھیں اختیار فسخ حاصل یہاں تک کہ اگر خود ہندہ بعد بلوغ فسخ نکاح چاہے تاہم منفسخ نہوگا فی تنویر الابصار ولزم النکاح ولو بغبن فاحش ان کان الولی ابا او جدا الخ وفی فتاوی قاضی خاں اذا بلغ الصغیر او الصغیرۃ قد زوجھما الاب والجد لاخیار لھما انتھی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر مرگیا اور ۲ دو لڑکی ایک کی عمر ۳ برس کی اور ایک کی ۶ برس کی۔ ۶ برس کی عمر کی لڑکی کو اُس کی پھپی چوری سے لے گئی اپنے گھر کو جب ہندہ کو معلوم ہوا تو وہ اس فکر میں رہی کہ جب موقع پاوے اپنی لڑکی کو لے آئے اور اپنے عزیزوں سے بھی کہہ رکھا کہ جب موقع ملے تو میری لڑکی کو میرے پاس لے آؤ حسب اتفاق وہ لڑکی ہندہ کی کسی دُکان پر گوشت لے رہی تھی اور ہندہ کا بھانجہ اُس طرف آرہا تھا اُسے گودی میں اُٹھا لایا اور ہندہ کو دیدیا جب وہ لڑکی ہندہ کے پاس آگئی تو چھ سات روز بعد اُس کی پھپی آئی اور ہندہ سے کہا میں نے اس کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کر دیا ہے اب اس کو بھیجدو ہندہ نے کہا میں ماں تھی میری بلا اجازت تم نے کیوں نکاح کیا میں اس لڑکی کو نہیں دونگی اور اس کے نکاح کا مجھے اختیار ہے اور وہ لڑکی ایک برس اپنی پھپی کے رہی اور چھ برس کی عمر میں گئی تھی اور اُس کو ماں کے پاس۔۔۔ آئے ہوئے چار پانچ برس کا عرصہ ہوا اس حساب سے اب گیارہ یا بارہ برس کی عمر ہے تو اس صورت میں وہ نکاح فاسد رہا یا قائم رہا اور ہندہ اُس کا اور جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے آیا بموجب شرع شریف کے کرسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ان لڑکیوں کا کوئی جوان بھائی بھتیجا چچا چچا کا بیٹا پوتا غرض دادا پردادا کی اولاد سے کوئی عاقل بالغ مرد نہ تھا

تو اُن کی نکاح کی ولایت ان کی ماں ہی کو تھی پھپی کو ماں کے ہوتے کچھ اختیار نہ تھا جو نکاح پھپی نے بے اجازت ماں کے کیا جبکہ ماں نے اُسے رد کردیا کہ تم نے کیوں کیا بس اس کو نہ دونگی اس کا مجھے اختیار ہے وہ نکاح باطل ہوگیا اب ہندہ کو اختیار ہے جہاں مناسب دیکھے لڑکی کا نکاح کردے فی الدر المختار ان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

مسئلہ ۲۷ ازشہر اعظم گڑھ مرسلہ خواجہ عنایت اللہ خاں صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ مساۃ محمودہ کا نکاح حامد ایک شخص ہم کفو کے ساتھ مندرجہ ذیل صورت میں ہوا ہے صرف پدر محمودہ کو یہ نکاح حامد کے ساتھ کرنا منظور نہیں تھا مگر مادر محمودہ ونیز تمام خاندان کو بہرصورت منظور تھا اس لیے یہ نکاح بہ تحریک مادر محمودہ ودیگر بزرگان خاندان بغیبت پدر محمودہ کے جبکہ وہ اپنے علاقہ پر بفاصلہ بارہ تیرہ کوس کے تھا باعلان عام منعقد کیا گیا چونکہ محمودہ عاقلہ بالغہ تھی اس لیے ایک روز قبل از انعقاد نکاح اُسکی ہم عمر ایک کتخدا لڑکی واسطے استمزاج محمودہ کے بھیجی گئی اُس سے محمودہ نے کہا کہ یہ نکاح مجھکو بدل منظور ہے یہ بھی کہا کہ اس میں یہ خوبی ہے کہ میں تم سے اور نیز تمام اعزہ سے جُدا نہونگی اور ایک ہی جگہ رہونگی دوسرے روز بروز جمعہ اُس کا عقد قرار پایا۔ ایک وکیل اور دو گواہ جس کمرہ میں محمودہ تھی واسطے دریافت رضامندی کے گئے وحسب رواج اس ملک کے سوال جواب کرکے واسطے پڑھانے نکاح کے باغ حامد میں جہاں نکاح پڑھانے والا واعزہ اور نیز شہر کے معزز وممتاز لوگ موجود تھے واپس آئے واپس آنے پر یہ معلوم ہوا کہ وکیل وگواہان نے محض مادر محمودہ سے رضامندی حاصل کی ہے اس پر حاضرین کی یہ رائے ہوئی کہ مساۃ محمودہ عاقلہ بالغہ ہے اُس سے پوچھنا ضروری امر ہے لہذا پھر وکیل وگواہان گھر میں جائیں اور خاص محمودہ سے دریافت کریں چنانچہ وکیل وگواہان ونیز چند اعزہ محمودہ کے گھر میں گئے معلوم ہوا کہ مساۃ محمودہ نماز صلاۃ التسبیح پڑھ رہی ہے وکیل نے یہ کہا کہ محمودہ جب نماز سے فارغ ہوجائے تو دریافت کیا جائے تھوڑی دیر کے بعد محمودہ نماز پڑھ چکی ایک گواہ نے محمودہ کو بایاں سلام اور ایک عزیز نے دونوں سلام پھیرتے دیکھا اور اُس جگہ قریب محمودہ کے مادر محمودہ وبہن حامد بیٹھی ہوئی تھیں بعد فراغت نماز حسب احکام شرعیہ ایجاب وقبول کے الفاظ محمودہ سے بغرض حصول رضامندی کہے گئے تو مادر محمودہ نے حسب رواج اس ملک کے وموافق رسم شرفائے اس دیار کے کہا کہ ہاں منظور ہے اور محمودہ ساکت رہی مگر وکیل نے کہا کہ محمودہ خود عاقلہ وبالغہ ہے اُس کو اپنی زبان سے ایجاب وقبول کے الفاظ کا اعادہ کرنا چاہیے اس بات پر مادر محمودہ نے ونیز اور لوگوں نے کہا کہ ہندوستان میں شریفوں کی کوئی لڑکی کنواری آج تک کبھی بولی ہے کہ یہ بولے گی بلکہ

بالعموم سکوت علامت رضامندی ہوتی ہے مگر باایں ہمہ وکیل نے بمقابلہ گواہان کے محمودہ کا نام لیکر کلمات ایجاب قبول کو پوچھا کہ محمودہ تمکو منظور ہے محمودہ اُس وقت محض ساکت رہی اور کچھ سر نگوں ہوگئی اس طور پر دوبارہ پاصرار دریافت کیا گیا تو اپنے مُنھ پر دونوں ہاتھ رکھکر اور زیادہ جُھکی تیسری دفعہ وکیل نے اسی طرح تقریر کی محمودہ کی وہی حالت سکوت وخاموشی کی رہی بعد اُس کے وکیل وگواہان باغ حامد میں آئے اور حسب اصول شرعیہ ودستور مروجہ نکاح محمودہ کا حامد کے ساتھ جماعت کثیر کے روبرو ہوگیا اور بعد نکاح مکان محمودہ میں حسب دستور سب اعزہ آئے وباہم مبارک وسلامت ہوئی اور رسوم شربت نوشی کی عمل میں آئی جس پر مادر وبہن ونانی محمودہ نے شادمانی کا اظہار کیا اور یہ واقعہ قبل از نماز جمعہ کے تھا اور شب میں آٹھ بجے والد محمودہ کا علاقہ سے مکان پر آگیا اور اُس نے ایک شور وغل برپا کیا صبح کو تمام اعزہ کو بُلاکر یہ کہا کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا اور کہنے لگا کہ مادر محمودہ یہ کہتی ہے کہ محمودہ کو یہ نکاح منظور نہ تھا اور وقت اعادہ الفاظ نکاح بغرض حصول رضامندی کے محمودہ نماز میں تھی اور جب وہ سجدہ سہو میں جانے لگی تو حامد نے اُس کا سر پکڑ لیا۔ آپ لوگ چلیں اور گھر میں دریافت کریں اعزہ گھر میں آئے اُن کے روبرو پدر محمودہ نے مادر محمودہ سے یہ پوچھا کہ آیا محمودہ کو یہ عقد منظور تھا یا نہیں آیا وہ نماز میں تھی یا نہیں بجواب اس کے مادر محمودہ نے یہ کہا کہ محمودہ نے یہ کہا تھا کہ مجھکو منظور ہے اور سجدہ سہو کی بابت مادر محمودہ نے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتی اگرچہ مکرر سہ کرر والد محمودہ مادر محمودہ سے دیر تک سجدہ سہو کی نسبت پوچھتا رہا مگر وہ انکار ہی کرتی رہی اگرچہ بیان والد محمودہ کا بالکل خلاف وقوع واقعہ کے تھا اور صریح بے اصل تھا دوپہر تک والد محمودہ اس امر پر غلو کرتا رہا کہ بوجہ مشغولی نماز کے یہ نکاح نہیں ہوا جب یہ امر بے اصل کسی طرح سے ثابت نہ ہوا کہ وقت نکاح کے محمودہ نماز میں تھی تو اُس نے بعد دوپہر کے اعزہ کو جمع کرکے یہ خواہش ظاہر کی کہ علیحدگی ہوجائے جس علیحدگی کا مطلب یہ تھا کہ طلاق ہوجائے حامد اور اعزہ حامد نے اس علیحدگی کو منظور نہیں کیا اگرچہ عرصہ تک والد محمودہ کا اس پر اصرار تھا۔ محمودہ خواندہ ہے اس اثنا میں محمودہ نے ایک رقعہ دستخطی اپنے والد کو لکھا کہ مجھے آپ کی خوشی منظور ہے مجھے سوائے نماز وروزہ کے اور کوئی چیز نہیں چاہیے مگر لفظ طلاق کا ہرگز درمیان میں نہ آنے پائے اور انھیں الفاظ کا اعادہ محمودہ نے اپنی چند ہم عمروں سے بھی کیا صورت امتزاج ماقبل نکاح وسکوت بوقت نکاح وتحریر رقعہ بعد نکاح واظہار خیال از ہم عمران سے منظوری ورضامندی محمودہ کی اس نکاح کی نسبت بخوبی ثابت ہے اور اس وقت تک یہ نکاح محمودہ کو منظور ہے۔ چونکہ یہ نکاح باپ محمودہ کی غیبت میں برضامندی محمودہ ومادر محمودہ ونیز تمام خاندان فریقین ہوا ہے تو ایسی صورت میں یہ نکاح از روئے فقہ

جائز ہوا یا نہیں بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر حامد محمودہ کا کفو شرعی ہے یعنی اُس کے نسب و مذہب و روش و پیشہ وغیرہ میں کوئی بات ایسی نہیں کہ اُس سے نکاح ہونا اولیائے محمودہ کے لیے باعث ننگ و عار ہو تو نکاح مذکور منعقد ہو جانے میں اصلاً شبہہ نہیں اگرچہ محمودہ وقت طلب اجازت نماز ہی پڑھتی ہو بلکہ اگرچہ اُس سے اصلاً اجازت نہ لی گئی ہو والد محمودہ کا ادعا کہ نکاح نہ ہوا محض باطل و بے معنی ہے عقد بے اجازت غایت یہ کہ عقد فضولی ہو پھر عقد فضولی صحیح و منعقد ہوتا اور اجازت صاحب اجازت پر اُس کا نفاذ موقوف رہتا ہے نہ کہ اصلاً باطل ٹھہرے فی الدر المختار الفضولی من یتصرف فی حق غیرہ بغیر اذن شرعی کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا کطلاق وعتاق ولہ من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا نظر بوقائع مذکورۂ سوال عقد محمودہ ایسا ہی واقع ہوا نکاح سے ایک دن پہلے ہم عمر لڑکی سے جو گفتگو آئی اور محمودہ نے پسند ظاہر کی وہ صرف رائے تھی نہ کسی شخص کو نکاح کرنے کی توکیل۔ وقت تزویج اذن لینے پر جو سکوت محمودہ نے کیا وہ بھی توکیل کے لیے ناکافی تھا کہ ولی اقرب یعنی پدر چند ہی کوس پر تھا اور اذن لینے والا جب نہ خود ولی اقرب ہو نہ اُس کا وکیل نہ اُس کا رسول تو دوشیزہ کا سکوت بھی معتبر نہیں اذن صاف درکار ہے فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار ان استاذنہا غیر الاقرب کاجنبی (المراد بہ من لیس لہ ولایۃ لکن رسول الولی قائم مقامہ فیکون سکوتہا رضا عند استئذانہ کما فی الفتح والوکیل کذلک کما فی البحر عن القنیۃ) او ولی بعید (کالاخ مع الاب اذا لم یکن الاب غائبا غیبۃ منقطعۃ کما فی الخانیۃ) فلا عبرۃ لسکوتہا بل لابد من القول کالثیب البالغۃ او ما ہو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا معہذا رسم اکثر دیار ہند یہ یوں ہے کہ وکالت و اذن زید کے نام لیتے ہیں اور پڑھانے والا عمرو ہوتا ہے یوں باوصف اذن صریح بھی عقد عقد فضولی رہتا ہے کہ جسے اذن تھا اُس نے نہ پڑھایا فی رد المحتار عن الرحمتی عن الحموی عن کلام محمد فی الاصل ان مباشرۃ وکیل الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرۃ الوکیل بنفسہ بخلافہ فی البیع اھ و فی وکالۃ غمز العیون عن الولوالجیۃ ہو الصحیح بہر حال یہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور اجازت محمودہ پر موقوف رہا اب بعد نکاح محمودہ کا رقعہ اگرچہ بنظر بعض تدقیقات علمیہ کہ عوام خصوصاً عورات کی بات اُن پر محمول ہونی مستبعد و نامقبول مدارک فقہیہ ہے رد و اجازت کا قطعی فیصلہ نہ کرے تاہم شک نہیں کہ اس سے ظاہر و متبادر یہی ہے کہ محمودہ نے اس نکاح کو جائز رکھا اگرچہ رضائے پدر کے لیے شوہر سے علیحدہ اور عمر بھر نماز روزے پر قانع رہنا قبول کرتی ہے مگر طلاق کی

ہرگز راضی نہیں اور طلاق باآنکہ مزیل نکاح ہے خود ہی سبقت نکاح چاہتی ہے نہ کہ اُس کی ناپسندی کہ بقائے نکاح کی رضامندی ہے اور اسی قدر نفاذ نکاح موقوف کے لیے کافی ہے لما مر من الدر المختار من قولہ اوماھو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا پس صورت مستفسرہ میں بشرط کفاءت مذکورہ نکاح محمودہ جائز و تام و نافذ و لازم ہے جس پر پدر وغیرہ کسی کو حق اعتراض نہیں واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹: از بھوندپوری ضلع ترائی نینی تال ۲۰ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح خالد نابالغ سے ہوا ہندہ اُس وقت نو برس کی تھی ہندہ کا باپ بھائی چچا وغیرہ کوئی ولی سوا ماں کے نہیں یہ نکاح ماں کی رضامندی سے ہوا مگر اذن ہندہ نابالغہ سے لیا اور خالد کا نکاح اُس کے باپ نے کیا مگر قبول خود خالد سے کرایا گیا بعد نکاح ہندہ نے خالد کے یہاں جانا نہ چاہا اس بنا پر اُس کے ماموں نے روک رکھا مگر پیشکار کی تنبیہ سے جو یہاں دیہات میں مثل حاکم سمجھا جاتا ہے ہندہ پندرہ برس یا اس سے کم کی عمر میں رخصت ہوکر خالد کے یہاں گئی اور چار برس وہیں رہی وقت نکاح ہندہ و خالد دونوں نابالغ سمجھ والے تھے نہ تو بالغ تھے نہ ناسمجھ بچے ہندہ پندرہ برس کی عمر میں بالغ ہوئی اب پھر اُس نے اپنی ناراضی ظاہر کی اور دوسری جگہ اپنا نکاح کیا چاہتی ہے اس صورت میں یہ اختیار اُسے ہے یا نہیں ہندہ کا بیان ہے کہ آج تک ہم بستری نہ ہوئی اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ یہاں کے لوگ بوجہ نقصان آب و ہوا کے ضعیف و کمزور بہت ہوتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ خالد ہندہ کا نسب و مذہب وغیرہا میں ہر طرح کفو ہے اور مہر اُس کے یہاں کے رواج سے زیادہ باندھا گیا لہٰذا نکاح صحیح ہوگیا ہاں اس وجہ سے کہ ہندہ کا نکاح کرنے والا اُس کا باپ دادا نہیں ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اختیار فسخ تھا اگر اُس نے حیض آتے ہی معاً ناراضی اور فسخ کی طلبگاری ظاہر کی تو نکاح فسخ کیا جائیگا اور اگر ذرا بھی دیر کی تو اب نکاح لازم ہوگیا کہ ہرگز فسخ نہیں ہوسکتا فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان من کفؤ وبمھر المثل صح ولھما خیار الفسخ بالبلوغ وبطل خیار البکر بالسکوت اھ ملتقطا اسے بہت کامل تحقیق کرنی ضرور ہے کہ معاً حیض آتے ہی عورت کا مطالبہ فسخ کرنا بہت نادر ہے خصوصاً جبکہ جاہلہ ہو اور تقریر سوال سے ظاہر اس کا خلاف ہے اور پیش از بلوغ اظہار ناراضی کوئی چیز نہیں عورت اگر اس میں فریب کرے گی اور بعد بلوغ ایک ذرا دیر بھی خاموش رہی یا کوئی اور بات کی تھی اور اب یہ ظاہر کرے گی

کہ میں نے فوراً فوراً بالغ ہوتے ہی بلا تاخیر سب میں پہلے یہی لفظ کہا تھا اور اس بناپر فسخ کا حکم لیکر دوسرے سے نکاح کرلے گی تو ہمیشہ ہمیشہ زناکاری کی بلا میں گرفتار رہے گی۔ اتنا اور بھی معلوم رہے کہ مدت کے بعد اُس کا یہ دعویٰ کہ میں نے حیض آتے ہی فوراً نکاح فسخ کردیا تھا بے گواہان عادل شرعی کے ہرگز قبول نہ ہوگا کما بینہ فی ردالمحتار واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹ از اعظم گڑھ مرسلہ خواجہ عنایت اللہ خاں صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے جو اہل کفو ہندہ سے تھا ہندہ بالغہ باکرہ کا نکاح بغیبت اُس کے باپ کے جو صرف بارہ کوس کے فاصلہ پر اپنے علاقہ پر تھا برضامندی مادر ونانی و بسکوت وگریہ ہندہ اپنے ساتھ بوکالت وشہادت تین اقرباخاص ہونا ظاہر کیا زید اب کہتا ہے کہ ہندہ نے خود اپنی زبان سے صراحت کے ساتھ میرے نکاح کو قبول کیا تھا وکیل گواہان زید حسب بیان زید شہادت دین ہندہ کہتی ہے میں نے ہرگز ہرگز نہ زبان سے اقرار و نہ کسی طرح منظوری اپنی ظاہر کیا تھا و بلا رضامندی اپنے باپ کے مجھکو یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہی باپ ہندہ کا نہ پہلے راضی تھا نہ اب راضی ہے پس ایسا نکاح و شخص عنداللہ والرسول کیسا اور ہوا یا نہیں اور سوال یہ ہے کہ زید و گواہان زید و وکیل کو ترجیح ہے یا کیا صورت کس کے مقابلہ میں کس کو ترجیح دوسرا سوال یہ ہے کہ نکاح مذکورہ بالا حسب اظہار ہندہ اگر بحالت سکوت وگریہ ہندہ بغیبت اُس کے باپ کے حسب کیفیت نارضامندی و فاصلہ مرقومہ اُس کے ہوا ہو تو ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

تقریر سوال سے واضح کہ یہ نکاح بغیبت پدر ہندہ بوجہ ناراضی پدر ہندہ عمل میں آیا ایسی حالت میں بارہ کوس کا فاصلہ کسی قول پر غیبت منقطعہ نہیں ہوسکتا مسافت قصر نہ ہونا ظاہر اور یہاں ولی ابعد کی تعجیل (بحالیکہ ماں یہاں ولی ابعد ہو بھی) اس وجہ سے نہیں کہ ولی اقرب سے مشورہ لینے میں دیر لگے گی اور اتنی دیر میں کفو حاضر ہاتھ سے نکل جائے گا بلکہ اس لیے کہ ولی اقرب کی رائے اپنے ارادہ کے خلاف معلوم ہے اور اُس کے خلاف کام کرنا منظور تو ہرگز یہ صورت ناقل ولایت بولی ابعد نہیں والا تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض ایسا ہو تو شرع مطہر نے جس حکمت سے ترتیب رکھی ہے راًساً باطل ہو جائے ہر ولی ابعد سے ابعد ہر زن بے عقل و بے خرد کو اختیار حاصل ہو کہ پدر مہربان یا برادر شفیق ولی قریب کو دو کوس بلکہ گھر سے باہر مسجد یا بازار ہی تک جائے اور وہ اُس کے خلاف رائے جس سے چاہے نکاح کردے یہ مقاصد شرع سے منزلوں دور ہے بالجملہ قول آخر میں انتقال ولایت جب ہے کہ انتظار کی دیر باعث فوت کفو ہو نہ یہ کہ بوجہ علم ناراضی قصداً انتظار نہ کیا جائے فی ردالمحتار اختلف فی حد الغیبۃ فاختار المصنف تبعاللکنز انہا مسافۃ القصر

وشبہ فی الھدایۃ لبعض المتأخرین والزیلعی للاکثر وقال وعلیہ الفتوٰی اھ وقال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفؤ الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب اھ وفی النھایۃ واختارہ اکثر المشایخ وفی شرح الملتقی عن الحقائق علیہ الفتوٰی اھ مختصرا فی الدر المختار وثمرۃ الخلاف فیمن اختفی فی المدینۃ ھل تکون غیبۃ منقطعۃ اور ولی ابعد بحالت عدم انتقال ولایت یا کوئی اجنبی کہ ولی اقرب کا وکیل و رسول نہ ہو جب بکر بالغہ سے اذن نکاح مانگے تو اُس کا سکوت معتبر نہیں بلکہ قولاً یا فعلاً صاف اظہار رضا ضرور رہے بحال سکوت نکاح فضولی ہوگا اور اجازت عروس پر موقوف رہے گا اسی طرح اگر غیر ولی اقرب نے بلا اذن بکر بالغہ نکاح کردیا پھر اُسے خبر ہوئی تو اجازت صریحہ سے نافذ ہوگا سکوت کافی نہیں فی الدر المختار ان استاذنھا الولی او وکیلہ او رسولہ او زوجھا ولیھا واخبرھا رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ اوضحکت غیر مستھزئۃ او تبسمت او بکت بلا صوت فھو اذن فان استاذنھا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ بسکوتھا بل لابد من القول کالثیب البالغۃ او من فعل یدل علی الرضا کطلب مھرھا ونفقتھا وتمکینھا من الوطی اھ مختصرا وفی الھندیۃ عن جامع المضمرات ان کان لھا ولی اقرب من المزوج لایکون السکوت منھا رضا ولھا الخیار ان شاءت رضیت وان شاءت ردت پس صورت مستفسرہ میں کہ زید نے اولاً اجازت نکاح بسکوت وگریہ ہندہ ظاہر کی اور بعد اجازت بلفظ صریح کا مدعی ہوا اگر یہ دونوں بیان وقت واحد کی نسبت ہیں مثلاً پہلے کہتا تھا کہ ہندہ سے جب اذن لیا گیا تو اُس نے سکوت وگریہ کیا اب کہتا ہے صریح اذن دیا تو اگرچہ پھر یہاں بیان سابق کے خلاف اور صاف صورت تناقض ہے لانہ اقر اولا بعدم ثبوت الملک لہ علیھا اذ لا ملک حیث لانفاذ ولذا لایحل الوطی فی الموقوف مگر یہ تناقض محل خفا میں ہے کہ زوج وقت استیذان دولھن کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا اور یہ فعل خاص دولھن کا ہے جس پر زوج کو اطلاع بذریعہ حکایت ہی ہوتی ہے ممکن کہ پہلے کسی نے غلط طور پر صرف سکوت وگریہ بیان کیا اور اس نے اُس کے اعتبار پر یہی ظاہر کیا بعدہ تحقیق ہوا کہ اذن بالفاظ صریحہ تھا بلکہ دولھنوں سے استیذان میں دیر لگتی ہے ممکن کہ جس وقت تک ناقل اول وہاں موجود تھا سکوت وگریہ ہی کیا ہو اُس کے اُٹھ جانے کے بعد مثلاً (ہوں) کہا زوج کو اول حکایت اولٰی ہی پہنچی تھی بعد کو دوسری تحقیق ہوئی ایسا تناقض شرعاً عفو ہے اشباہ میں ہے (ف۱) التناقض غیر مقبول الا فیما کان محل الخفاء غمز العیون میں ہے فی الفواکہ البدریۃ (ف۲) قد اغتفروا التناقض فی کثیر من المسائل التی یظہر فیھا عذر منھا لو قال ھذہ رضیعتی ثم اعترف بالخطاء یصدق ولہ ان یتزوجھا بعد ذلک اذا لم یثبت علی اقرارہ والعذر انہ مما یخفی

علیہ فقد یظهر بعد اقرارہ علی خطاء الناقل اھ مختصراً تو اس صورت کا حاصل یہ قرار پایا کہ مرد نکاح نافذ کا دعوی کرتا ہے اور عورت انکار اور اگر یہ بیان دو وقت مختلف کی نسبت ہیں یعنی سکوت و گریہ استیذان پیش از نکاح یا بلوغ خبر نکاح کے وقت بیان کیا تھا اور اب مدعی ہے کہ اس کے بعد دولہن نے بلفظ صریح نکاح جائز کر دیا تو یہ رد و اجازت نکاح موقوف میں اختلاف زوجین کی صورت ہے بہر حال صورت مسئولہ میں اگر جانب شوہر شہادت عادلہ کافیہ نہ ہو تو قول عورت کا قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر قسم کھالے گی نکاح باطل ٹھہرے گا اور جبکہ دعوی شوہر اجازت بالفاظ صریحہ ہے تو یہاں ہر صورت میں بینہ شوہر ہی کو ترجیح ہے اگر گواہان عادل شرعی سے اپنا دعوی ثابت کر دیگا نکاح ثابت و نافذ قرار پائے گا یونہی بحالت عدم گواہاں اگر زوجہ قسم کھانے سے انکار کریگی دعوی شوہر ثابت ہوجائیگا یہ سب حکم قضا ہے رہا واقع کا حال وہ رب العزۃ کے علم میں ہے اور دونوں اہل معاملہ اور اُن کے شرکا روافق جو جھوٹا ہوگا عند اللہ عذاب الیم شدید کا سزاوار ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی فی الدر المختار قال الزوج للبکر البالغۃ بلغک النکاح فسکت وقالت رددت النکاح ولا بینۃ لهما علی ذلک ولم یکن دخل بها طوعا فی الاصح فالقول قولها بیمینها علی المفتی بہ وتقبل بینتہ علی سکوتها لانہ وجودی بضم الشفتین ولو برهنا فبینتها اولی الا ان یبرهن علی رضاها او اجازتها قلت فرض مسألۃ فی تزویج الاب فقولہ سکت بمعنی اجزت وقولہ یبرهن علی رضاها او اجازتها ای صریحا کما بینہ فی رد المحتار وسنقرر طرفا منہ لاتضاح المقام قال رحمہ اللہ تعالٰی قولہ فالقول قولها لانہ یدعی لزوم العقد وملک البضع والمرأۃ تدفعہ فکانت منکرۃ ثم ذکر فی البحر ذکر الحاکم الشهید فی الکافی لو ادعی احدهما ان النکاح کان فی صغرہ فالقول قولہ ولا نکاح بینهما اھ قلت عللها فی الذخیرۃ بقولہ لان النکاح فی حالۃ الصغر قبل اجازۃ الولی لیس نکاحا معنی وذکر قبلہ ان الاختلاف فی الصحۃ والفساد فالقول لمدعی الصحۃ بشهادۃ الظاهر ولو فی اصل وجود العقد فللمنکر الوجود ثم ان الظاهر ان ما نحن فیہ من قبیل الاختلاف فی اصل وجود العقد لان الرد صیرہ کالایجاب بلا قبول قولہ الا ان یبرهن ای فترجح بینتہ لاستوائهما فی الاثبات وزیادۃ بینتہ باثبات اللزوم کذا فی الشرح وعزاہ فی النهایۃ للتمرتاشی وکذا هو فی غیر کتاب من ... لکن فی الخلاصۃ عن ادب القاضی للخصاف ان بینتها اولی ففی هذہ الصورۃ خلاف المشایخ وعلی وجہ ان السکوت لما کان مما تتحقق الاجازۃ بہ لم یلزم من الشهادۃ بالاجازۃ کونها بامر زائد علی السکوت الا بنص علی ذلک کذا فی الفتح وتبعہ فی البحر واستفید من التوفیق بین القولین حمل الاول علی ما اذا

صرح الشھود بانھا قالت اجزت اورضیت وحمل الثانی علی ما اذا شھدوا بانھا اجازت اورضیت لاحتمال اجازتھا بالسکوت فافھم اھ ملتقطا وفی الھندیۃ لو اقام الزوج البینۃ انھا اجازت العقد حین اخبرت واقامت البینۃ انھا ردت حین اخبرت کانت البینۃ بینۃ الزوج کذا فی السراج الوھاج رہی باپ کی نار اضی وہ صحت ونفاذ نکاح میں خلل انداز نہیں جبکہ عورت حرہ عاقلہ بالغہ اور شوہر کفو ہے فی الدرالمختار نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا اھ ملخصا وفیہ لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اھ ہاں اگر مہر مثل میں کمی فاحش واقع ہوئی ہو تو باپ کو حق اعتراض حاصل ہے یہاں تک کہ مہر مثل پورا کردیا جائے یا قاضی زن وشو میں تفریق کردے فی الدرالمختار لو نکحت باقل من مھرھا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مھر مثلھا اویفرق القاضی بینھما دفعا للعار اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۰: از مہدپور علاقہ اندور مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پدر ہندہ نے نکاح اپنی دختر کا بعمر چہار سالہ کیا تھا جب وہ ایام شعور پر فائز ہوئی تو اس شوہر کو پسند وقبول نہیں کرتی اس صورت میں نکاح اس کا جائز ہے یا منسوخ اور بعد جدائی زوجین مہر اس کا ذمہ شوہر عائد ہوتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

باپ جو اپنے نابالغ بچے کا نکاح کردے وہ مطلقاً لازم ہوتا ہے کہ نابالغ کو بعد بلوغ بھی اس پر اعتراض کا حق نہیں ہوتا اگرچہ نکاح غیر کفو سے یا مہر میں غبن فاحش کردے مثلاً دختر کو کسی رذیل قوم یا کسی ذلیل پیشے والے یا غلام یا فاسق کے نکاح میں دے یا اس کا مہر مثل ہزار روپے ہو پانسو یا سو پر نکاح کردے یا پسر کا نکاح کسی کنیز یا ذلیل قوم یا فاسقہ فاجرہ سے کرے یا عورت کا مہر مثل ہزار روپے ہو پسر کی طرف سے دو ہزار باندھ دے ان سب وجوہ میں باپ کا کیا ہوا نکاح لازم وناقابل فسخ ہے مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ ایسا نکاح خلاف شفقت پدری کرتے وقت باپ نشے میں ہو دوسرے یہ کہ اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچے کے نکاح میں ایسی ہی بے شفقتی برت چکا ہو تو البتہ یہ نکاح ناجائز ہوگا فی الدرالمختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مھرھا وزیادۃ مھرہ اوبغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا اوجدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لوکان سکران فزوجھا من فاسق اوشریر اوفقیر اوذی حرفۃ دنیئۃ لظھور سوء اختیارہ فلا تعارضہ شفقتہ المظنونۃ بحر اھ وفی ردالمحتار زوج بنتہ من فاسق صح وان تحقق بذلک انہ سیئ الاختیار واشتھر بہ عند الناس

فلوزوج بنتا اخرى من فاسق لم يصح الثاني لانه كان مشهورا بسوء الاختيار قبله بخلاف العقد الاول الخ وفيه قوله فزوجها من فاسق وكذا لو زوجها بغبن فاحش في المهر لايجوز اجماعا والصحيح يجوز بحر عن الذخيرة ثم قال وكذا السكران لو زوج من غير الكفو كما في الخانية وبه علم ان المراد بالاب من ليس بسكران ولا عرف بسوء الاختيار اھ وفي الخانية اذا زوج الرجل ابنه امرأة باكثر من مهر مثلها او زوج بنته الصغيرة باقل من مهر مثلها او وضعها في غير كفو او زوج ابنه الصغير امة او امرأة ليست بكفوله جاز في قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه وقال صاحباه رحمهما الله تعالى لايجوز واجمعوا على انه لايجوز ذلك من غير الاب والجد ولا من القاضي اھ وفي البحر الرائق ثم الخيرية ظاهر كلامهم ان الاب اذا كان معروفا بسوء الاختيار لم يصح عقده باقل من مهر المثل ولا باكثر في الصغير بغبن فاحش ولا من غير الكفو فيهما سواء كان عدم الكفاءة بسبب الفسق اولا الخ واقع اگر یہ صورتیں ہوں جن میں نکاح شرعاً جائز نہیں تو اگر ہنوز ہمبستری یعنی جماع حقیقی کا وقوع نہ ہوا مہر اصلا لازم نہیں ورنہ مہر مثل دینا ہوگا فان الوطء في دار الاسلام لایخلو عن حد او عقر کما نصوا علیہ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۳۱ ازامریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ سعید الدین خاں صاحب رئیس امریا ۲۷ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

عرض بخدمت علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغ صغیرسن کہ والد اس کا فوت ہوگیا اور دادا اور بھائی اس کا کوئی نہیں تھا اور اس کے سگے چچا نے اپنے بھائی مرحوم کی زوجہ یعنی اس لڑکی نابالغہ کی والدہ سے بغیر رضامندی والدہ اس لڑکی کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کردیا اب وہ لڑکی بالغ ہوئی تو وہ کہتی ہے کہ میرا نکاح اس شخص کے ساتھ نہیں اور نہ کرونگی۔ عرض پرداز ہوں کہ نزد خدا ورسول مقبول نکاح فسخ ہوگیا یا وہی نکاح قائم رہا اگر فسخ ہوگیا تو اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ کیا جائے ورنہ جیسا حکم ہو بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع جبکہ دختر نابالغہ کا نہ باپ ہو نہ دادا نہ جوان بھائی نہ جوان بھتیجا تو چچا ہی اس کا ولی اقرب ہے اس کے کیے ہوئے نکاح میں ماں کی رضامندی ونارضامندی کا کچھ لحاظ نہ ہوگا تنویر الابصار میں ہے الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریة وتکلیف فان لم یکن عصبة فالولایة للام الخ ہاں یہ دیکھا جائیگا کہ جس سے چچا نے نکاح کردیا اگر اس دختر کا کفو نہیں یعنی اس سے کم قوم ہے جس کے ساتھ اس کے نکاح میں ننگ وعار ہے یا ذلیل پیشہ یا محتاج یا بدمذہب یا بدرویہ ہے غرض کسی وجہ سے وہ صورت ہی کہ اس کے ساتھ

نکاح میں دختر و اقربائے دختر کی مطعونی و ذلت ہے یا مہر جو چچا نے باندھا اُس میں دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کر دی ہو کہ لوگ اپنے جو زم گرم کرالیا کرتے ہیں اُن میں یہاں تک کمی نہیں پہنچتی مثلاً ہزار روپیہ مہر مثل تھا پانسو باندھ دیا تو ان دونوں صورتوں میں وہ چچا کا کیا ہوا نکاح محض باطل ہوا دختر سچ کہتی ہے کہ میرا نکاح نہ ہوا درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیہ لایصح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلاً اور اگر ان دونوں خللوں سے خالی ہے یعنی جس سے نکاح کیا وہ وقت نکاح دختر کا کفو بمعنی مذکور تھا اور مہر مثل میں بھی ویسی کمی نہ کی گئی تو نکاح صحیح ہوگیا مگر ہندہ کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے تو بالغہ ہوتے ہی اس نکاح کو پسند نہ کرے اور دعوی کرکے فسخ کرالے تنویر میں ہے وان کان من کفؤ وبمہر المثل صح ولہما خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ دُر میں ہے بشرط القضاء للفسخ لیکن کواری لڑکی کو یہ اختیار اسی قدر ملتا ہے کہ اگر پہلے سے نکاح کی خبر ہے تو بالغہ ہوتے ہی یعنی جس وقت علامت بلوغ مثل حیض وغیرہ ظاہر ہو یا پندرہ برس کامل کی عمر ہو جائے فوراً بلاتوقف اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کردے اور اگر نکاح کی خبر بالغہ ہونے کے بعد ملی تو جس وقت خبر ہوئی فوراً اُسی وقت ناپسندی جتادے اور اگر ذرا دیر لگائی یا اس سے جدا کوئی آدھی بات کہی کچھ چپ رہی یا بیٹھی تھی کھڑی ہوگئی یا کھڑی تھی ایک قدم اُٹھا لیا اُس کے بعد ناراضی کا اظہار کیا تو ہرگز نہ سنا جائیگا اور نکاح لازم ہوجائیگا تنویر الابصار میں ہے خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس اس نابالغہ کے بارے میں اس کا دیکھ لینا ضرور ہے کہ اُس نے بالغہ ہوتے ہی فوراً ناراضی ظاہر کی ہے یا ایک لحظہ کی دیر بھی لگائی تھی تو اب اُسے نکاح سے انکار حرام ہے وہ ضرور اُس کی زوجہ ہے ورنہ اختیار دعوی رکھتی ہے واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۳۲ از مراد آباد محلہ بازار دیوان متصل مکان نواب تفضل علیخاں مرسلہ حکیم برہان الحق صاحب ۲۷ ربیع الاولی ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح کردیا اُس وقت عمر اُس کی تخمیناً سات یا آٹھ برس کی ہوگی اور پیشتر نکاح سے لڑکی کا باپ اور چچا اور تایا قضا کرگئے تھے مگر ایک بھائی تایازاد حقیقی جس کی عمر تخمیناً ۲۶-۲۷ برس کی اُس وقت تھی اب موجود ہے مگر بوقت نکاح والدہ دختر نے اپنی ولایت سے نکاح اس لڑکی کا کردیا شرعاً یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جس نابالغہ کے باپ دادا جوان بھائی بھتیجا چچا نہوں نوجوان بھائی چچازاد ہی اُس کے نکاح کا ولی ہے اُس کے ہوتے ماں کو اپنی دختر کے نکاح کردینے کا اختیار نہیں فتاوی قاضی خاں میں ہے اقرب العصبات الی الصغیر

والصغیرۃ الاب ثم الجد ثم الاخ لاب و ام ثم الاخ لاب ثم بنو ھما ثم العم لاب و ام ثم العم لاب ثم بنو ھما و عند عدم العصبۃ الام اھ مختصرا۔ پس صورت مذکورہ میں ماں کا کیا ہوا نکاح اس بھائی کی اجازت پر موقوف ہے اگر رد کر دیگا رد ہو جائیگا یا جائز کر دیگا جائز ہو جائیگا بشرطیکہ وہ نکاح کسی غیر کفو یعنی ایسے شخص سے نہ ہوا ہو جو اس دختر سے قوم یا پیشے یا مذہب وغیرہ میں ایسا کم ہو کہ اُس کے ساتھ نکاح ہونا باعث ننگ و عار ہو نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہو ورنہ وہ نکاح سرے سے باطل ہے بھائی بھی اُسے جائز نہیں کرسکتا۔ درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب و ابیہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ۱ رجب ۱۳۱۵ھ

سوال اوّل

ولی ابعد ولی اقرب کی غیبت میں اگر نکاح کر دے تو ولی اقرب درصورت خلاف مرضی اُس کے فسخ کرسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

ہاں جبکہ غیبت منقطعہ نہو فی الدرالمختار فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم

ولی غیبت کی تفاسیر میں سے کہ مدت قصر یا دشواری استطلاع رائے یا اُس بلد میں قافلہ سال بھر میں ایک مرتبہ جاتا ہو یہاں کونسی تفسیر معتمد علیہ ہے۔

الجواب

اول پر بھی فتوٰی دیا گیا اور ثالث اختیار امام قدوری ہے اور کتاب التجنیس والمزید میں کہا ہے راہ کو اختیار اکثر مشائخ و اعدل الاقاویل فرمایا کما فی مجمع الانہر اور امام سغدی نے مفقود الخبری اختیار فرمائی امام محمد سے ایک روایت بیس ایک پچیس منزل کی آئی کما فی جامع الرموز تو یہ سات قول ہیں جن میں اقوی واوثق و مذیل بآکد الفاظ فتیا صرف اول و دوم ہیں مگر اصح التصحیحین وارجح الترجیحین و ماخوذ و معتمد علیہ یہی ہے کہ جب اُس کی رائے لینے تک کفو حاضر انتظار نہ کرے اور اُس پر انتظار رکھنے میں یہ موقع ہاتھ سے جاتا ہے تو غیبت غیبت منقطعہ ہے یہاں تک کہ ولی اقرب شہر ہی میں روپوش ہو اور پتا نامعلوم یا رسائی نہیں اور انتظار باعث فوت کفو ہو تو غیبت منقطعہ سمجھی جائے گی اور ولی بعید کو جو مراتب ولایت پر اُس اقرب کے متصل ہے ولایت ہاتھ آئیگی

اور اگر اقرب ہزار کوس دور ہے اور کفو حاضر نہیں یا انتظار پر راضی تو یہ غیبت منقطعہ نہیں ولی بعید نکاح کر یگا تو نافذ نہ ہوگا بلکہ اجازت اقرب پر موقوف رہے گا فی تنویر الابصار للولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب مسافۃ القصر اھ فی رد المحتار نسبہ فی الھدایۃ لبعض المتأخرین والزیلعی لاکثرھم قال وعلیہ الفتوی اھ **قلت** وکذا قال علیہ الفتوی فی الولوالجیۃ کما فی مجمع الانھر قال القھستانی فی جامع الرموز ھو الصحیح وبہ یفتی اھ فی الدر واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتوی وثمرۃ الخلاف فی من اختفی فی المدینۃ ھل تکون غیبۃ منقطعۃ اھ قال الشامی قال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رایہ فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب اھ وفی البحر عن المجتبی والمبسوط انہ الاصح وفی النھایۃ واختارہ اکثر المشایخ وصححہ ابن الفضل وفی الھدایۃ انہ اقرب الی الفقہ وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ وانہ لاتعارض بین اکثر المتأخرین واکثر المشایخ ای لان المراد من المشایخ المتقدمون وفی شرح الملتقی عن الحقائق انہ اصح الاقاویل وعلیہ الفتوی اھ وعلیہ مشی فی الاختیار والنقایۃ ویشیر کلام النھر الی اختیارہ وفی البحر والاحسن الافتاء بما علیہ اکثر المشایخ اھ کلام الشامی **قلت** والزیلعی مع قولہ للاول علیہ الفتوی ذکر تصحیح الثانی عن شمس الائمۃ السرخسی ومحمد بن الفضل ثم قال وھذا احسن اھ وقال فی جواھر الاخلاطی وعلیہ الفتوی کما فی الھندیۃ ورأیتنی کتبت ھھنا علی ھامش رد المحتار علی قول البحر الاحسن الافتاء الخ مانصہ **قلت** لاسیما فی ھذا الزمان ان العجلۃ الدخانیۃ قد ردت مسافۃ القصر الی اقصر من مسافۃ ساعتین فکیف یبنی الامر علیھا بل وجب التعویل علی ما افتی بہ اکثر المشایخ رحمھم اللہ تعالٰی اھ ماکتبت **اقول** وشیئ اٰخر وھو ان القول الثانی یبنی الامر علی الحاجۃ والنظر ولاشک ان الولایۃ انما ھی للنظر ودفع الضرر فکان من الفقہ اثبات الولایۃ للذی یلی الاقرب عند کونہ بحیث لو وقف الامر علی رأیہ لتضررت بہ القاصرۃ وعدمہ عند عدمہ کما اذا کانت صغیرۃ جدا ولاکفو یستعجل ولاحرج فی الانتظار ففیم یفتات علی الاب الشفیق ویوکل الامر الی بعید سحیق وربما لایؤمن ان یترک النظر لھا لمصلحۃ نفسہ اولجلب حطام فظھر ان فی القول الاول سلب الولایۃ حیث یحتاج الیھا کالمختفی فی البلد واثباتھا حیث لاحاجۃ الیھا کما فی ھذہ الصورۃ ھذا ورأیتنی کتبت علی قول الدر وثمرۃ الخلاف الخ مانصہ **اقول** وحیث المدار عند اھل القول الثانی علی فوات الکفو فکما لم تعتبر مسافۃ القصر شرطا للانتقال کذلک لاتنظر الیھا عند عدم الفوات والاستعجال

فلو وجدت ولم یفت الکفؤ بانتظارہ او استطلاع رأیہ لم یجز تزویج الابعد علی الثانی خلافًا للاول فالثمرۃ غیر محصورۃ فیما قال ھذا ما ظھرلی فلیحرر اھ وھو کما تری ظاھر محررلما علمت ولما مر من عبارات الملتقی والذخیرۃ وغیرھما فان مفاھیم الخلاف معتبرۃ فی عبارات العلماء بالوفاق کما نصوا علیہ بالاطباق ثم رأیت فی مجمع الانھر فلو انتظرہ الخاطب لم ینکح الابعد فھذا عین ما فھمت وللہ الحمد واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

سوال سوم

یہ جو فقہا لکھتے ہیں کہ ولی ابعد غیبت میں اقرب کے نکاح کرا سکتا ہے یہاں ولی ابعد سے کیا مراد ہے عصبہ یا مطلق وارث گو ذوی الارحام ہیں سے ہو اگر مراد عصبہ ہے تو حدیث عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے جو مؤطائے امام محمد کے باب الرجل یجعل امر امرأتہ بیدہا میں مخرج ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنی بھتیجی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی کا نکاح عبداللہ بن زبیر سے کرا دیا باوجودیکہ عبدالرحمٰن شام میں تھے کیا جواب ہی کہ عمہ ذوی الارحام سے ہی۔

الجواب

ابعد میں افعل التفضیل اپنے باب پر نہیں بلکہ اُس سے ہر ولی بعید مراد ہے مگر نہ مطلقاً بلکہ وہی جو اُس ولی اقرب کے متصل ہو یعنی باقی تمام اولیا میں کوئی اُس سے اقرب نہو سب اُس سے نیچے ہوں یا برابر مثلاً باپ غائب اور جد و برادران و عم موجود ہیں تو ولایت جد کے لیے ہے نہ برادران و عم کے واسطے اور جد نہو تو سب برادران ہمسر کو نہ عم کو فی ردالمحتار المراد بالابعد من یلی الغائب فی القرب کما عبر بہ فی کافی الحاکم وعلیہ فلو کان الغائب اباھا ولھا جد وعم فالولایۃ للجد لا للعم اور جبکہ ذوی الارحام بلکہ مولی الموالاۃ بھی ہمارے نزدیک سلسلۂ اولیا میں داخل تو من یلی الغائب فی القرب اُنھیں بھی شامل مثلاً ولد الام ولی اقرب غائب ہے تو اُس کے من یلی فی القرب یہی ذوی الارحام ہیں اور ذوی الارحام اقرب الاولیاء الموجودین ہوں تو اُن کی غیبت میں مولی الموالاۃ من یلی ہے کما ھو قضیۃ الترتیب وھو ظاھر جدا درمختار میں ہے ثم لولد الام ثم لذوی الارحام ثم مولی الموالاۃ ثم السلطان الخ اور ردالمحتار میں اختیار سے ہے ولا تنتقل الی السلطان لان السلطان ولی من لا ولی لہ وھذہ لھا اولیاء جب ہمارے نزدیک ذوی الارحام و مولی الموالاۃ بھی سلطان پر مقدم تو بحکم ھذہ لھا اولیاء یہاں بھی لا تنتقل الی السلطان کا حکم محکم مگر صرف اس قدر کہ ذوی الارحام بھی کبھی بحالت غیبت اقرب ولایت پاتے ہیں حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے رفع شبہہ مذکورہ نہ کریگا اوپر معلوم ہو چکا کہ مطلقاً ہر بعید ولی نہیں ہو جاتا بلکہ وہی جو اُس اقرب کے بعد سب سے اقرب ہی پدر و عمہ کے درمیان تمام عصبات و تمام اصحاب فروض و بعض ذوی الارحام بکثرت اولیا ہیں حضرت حفصہ

بنت عبدالرحمن بن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے بحالت غیبت پدر اُن میں کسی کا اصلاً موجود نہ ہونا یہاں تک کہ ولایت حضرت عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ثابت ہو بہت مستبعد ہے بلکہ جواب یہ ہے کہ واقعۃ عین لا عموم لہا وقائع عین ہرگونہ احتمال کے محل ہوتے ہیں ممکن کہ حضرت حفصہ وقت نکاح بالغہ ہوں تو اُن پر ولایت مجبرہ کسی کو نہیں۔ ممکن کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تزویج کے لیے تجویز وپسند فرمایا اور اقرب الاولیاء الحاضرین کو اُن سے نکاح کردینے کا حکم کیا اور اُنھوں نے حسب حکم والا نکاح کردیا ہو تو نکاح ہوا تو ولی مستحق ہی کی ولایت سے مگر حضرت کے حکم حضرت کی رائے حضرت کی تجویز سے ہونے کے باعث حضرت کی طرف منسوب ہوا ایسی نسبتیں شائع وذائع ہیں جیسے فتح الامیر الحصن وقطع السلطان اللص وعسل علی فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب منذر بن زبیر نے حضرت عبدالرحمن کی ناراضی پاکر انھیں اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو تفریق کردیں حضرت عبدالرحمن نے اُس پر اپنی خواہر مطہرہ سے عرض کی ماکنت لاردامرا قضیتہ مجھے نہیں پہنچتا کہ اُس بات کو رد کروں جس کا آپ نے حکم فرمایا اور اگر انھا زوجت حفصۃ کے معنے یہی رکھے جائیں کہ ام المومنین نے بنفس نفیس تزویج فرمائی تو ممکن کہ ولی مستحق سے ذکر فرماکر اجازت لے لی ہو اب یہ صورت توکیل کی ہوجائے گی بہر حال کوئی مقام شبہہ واشکال نہیں یہ وہ وجوہ ہیں کہ خاطر فقیر میں آئیں اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ام المومنین کے خصائص سے شمار فرمایا کہ بوجہ اُس قرب کے جو حضرت قدسی منزلت کو حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تھا اُن کی یہ تزویج جائز رہی زرقانی علی موطا الامام مالک میں ہے قال مالک فی الموازیۃ انماکان ذلک لمثل عائشۃ لمکانھا من رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال چہارم

اُس مسئلہ میں اگر ولی البعد نے غیر برادری میں نکاح کردیا تو کیا حکم ہوگا۔

الجواب

ولی اقرب کہ غائب ہے پدر یا جد صحیح ہے ہر ایک غیر معروف بسوئے اختیار یا معروف کہ اس سے پہلے اپنی ولایت سے کسی بچے کا نکاح غیر کفو سے یا مہر مثل میں غبن فاحش کے ساتھ کرچکا ہو یا ان دونوں کا غیر۔ اور جبکہ غائب پدر ہو تو ولی ابعد جد معروف بسوئے اختیار یا غیر معروف یا کوئی اور یہ نو صورتیں ہوئیں اور ہر تقدیر پر غیبت منقطعہ ہے یا غیر۔ وہ غیر برادری خواہ برادری والا کفو ہے یا غیر یعنی نسب یا مذہب یا حرفت یا روش یا مال غرض کسی بات میں اس سے ایسی کمی رکھتا ہے کہ اُس سے نکاح اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ وعار ہے۔ نکاح

مہرِ مثل میں غبنِ فاحش کے ساتھ ہوا مثلاً دختر کا مہرِ مثل ہزار تھا پانسو باندھے یا زوجہ پسر کا پانسو تھا ہزار باندھے یا غیرہ، یہ جملہ ہشت صورتیں ہوئیں ان کے حکم کا ضابطہ بتوفیق اللہ تعالٰی یہ ہے کہ اگر غیبت غیر منقطعہ تھی اور ولی غائب پدر یا جد غیر معروفین بسوئے اختیار ہیں تو یہ نکاح مطلقاً ان کی اجازت پر موقوف اگرچہ غیر کفو وغبن فاحش سے ہو اور اگر غائب مذکور معروف بسوئے اختیار تو نکاح مطلقاً باطل محض اگرچہ غیبت پدر میں جد صحیح غیر معروف بسوئے اختیار نے کیا ہو، والوجه فی ذلك ان الغيبة اذا لم تكن منقطعة لاتكون الولاية لغيره كما قدمنا فی المسألة الاولى والاب والجد لهما التزويج بغير الكفؤ وبالغبن الفاحش اذا لم يعرفا بسوء الاختيار لا اذا عرفا به كما فی الدر المختار وغيره من الاسفار وقد قال فيه وفی متنه تنوير الابصار فی فصل الفضولی كل تصرف صدر منه كتزويج وله مجيز ای من يقدر على اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا ومالا مجيز له حالة العقد لا ينعقد اصلا اھ فاذا لم يعرفا به فهذا عقد وقع له من يملك تنفيذه توقف وان عرفا فلا فلا توقف بتزويج جد لم يعرف به بغيبة اب معروف به وان كان الجد يملكه اذا لم يعرف به فان هذا انما هو حين قيام ولايته وهو عند غيبة الاب غيبة غير منقطعة لايلى اصلا ولو من كفؤ فضلا عن غيره اور اگر ولی غائب غیر اب وجد ہے تو کفو سے بے غبن فاحش اجازت غائب پر موقوف لقيام ولايته بعدم الانقطاع اور غیر کفو یا غبن فاحش سے مطلقاً باطل لعدم المجيز اگرچہ اس ولی غائب بغیبت غیر منقطعہ کے سوا صغیر وصغیرہ کا باپ یا دادا غیر معروف بسوئے اختیار غائب بغیبت منقطعہ زندہ موجود ہو کہ غیبت منقطعہ مثل موت ہے بناء على ما صحح فی البدائع انما تنتقل الولاية عن الاقرب الى من يليه فی القرب حتى لو زوجها حيث هو لم يجز واليه يميل كلام المبسوط والهداية والفتح بل هما مصرحان به وسياتی بعض نصوصهما فی جواب الخامس وقواه الزيلعی رواية ودراية وعليه فرع فی محيط السرخسی وذكر الشامی انه الذی فی اكثر الكتب وقد قال فی النهاية والبحر فوضناه الى الابعد كما اذا مات الاقرب اھ اما على ما استظهر فی الخانية والظهيرية والتنوير والدر وعليه فرع الاسبيجابی فی شرح مختصر الطحاوی وعليه مشى فی البحر من انها لا تنتفی ولايته وانما تحدث لمن يليه فيكون كان هنا وليين مستويين كاخوين او عمين فايهما عقد نفذ فالظاهر فيما ذكرنا التوقف اذا لم يكن الاب او الجد معروفا بسوء الاختيار لانه وقع وهو له مجيز فافهم اور اگر غیبت منقطعہ تھی تو غیر کفو یا غبن فاحش سے مطلقاً باطل مگر اس صورت میں کہ غائب پدر ہو اور مزوج جد صحیح کہ نہ معروف بسوئے

اختیار ہونا اس تزویج کے وقت لئے ہیں کہ اس تقدیر پر یہ عقد نہ صرف صحیح ونافذ بلکہ لازم ہوگا جو کسی طرح رد نہیں ہوسکتا اور اگر نکاح کفو سے بے غبن فاحش ہے تو مطلقاً تام ونافذ مگر ولی مزوج اگر جد ہے تو لازم بھی ہوگیا ورنہ غیر لازم کہ قاصر وقاصرہ کو اگر پیش از بلوغ نکاح کی خبر ہے تو بلوغ ہوتے ہی ورنہ بعد بلوغ جب خبر پائیں اختیار ملیگا کہ اس پر معترض ہو کر قاضی شرع سے نکاح فسخ کرالیں والمسائل ظاهرة وفي كتب المذهب دائرة وقد قال في الخيرية قد نصوا على ان غير الاب والجد اذا زوج الصغير او الصغيرة مع وجود احدهما ان كان بغيبته وثبوت الولاية له بالغيبة المجوزة لذلك فلهما خيار البلوغ لانه زوج بالولاية اھ تنبیہ كتبت ههنا على هامش رد المحتار ما نصه وانظر هل اذا عاد الاب او الجد حتى عادت ولايته كما نصوا عليه هل يكون له ايضا الاعتراض قبل بلوغ الصغيرين ام هو لهما خاصة حتى يبلغا والظاهر هو الاول لانه لدفع ضرر خفي كما في الهداية او ضرر غير متحقق كما في الفتح فينبغي ثبوته لمن له النظر وانما النظر لدفع الضرر فلمن ذا يؤخر مع امكان الدفع قبل ان يتقرر ثم ان قلنا بحصول ذلك للاب والجد ولم يعارضا حتى بلغ الصغيران فهل يكون هذا الاعراض عن الاعتراض مبطلا لخيار الصغيرين كما لو زوج الابوان بانفسهما الظاهر لا لان النكاح اذا وقع بغيبتهما فقد نفذ غير موقوف على اجازتهما فلم ينسب اليهما ايقاعا ولا انفاذا واعراضهما عن اعتراضهما لا يوجب ابطال حق الصغيرين كما اذا لم يزد احاطا لما يتصرف في مالهما فليتأمل وليحرر اھ ما كتبت والله تعالىٰ اعلم۔

سوال پنجم ۳۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سو کوس سے زائد سفر میں گیا ہے اُس کے مکان پر اُس کی والدہ اور اُس کی دختر زینب نامی اور اُس کا پھوپی زاد بھائی خالد موجود ہیں زید نے اپنی والدہ کو لکھا کہ زینب کا نکاح بغیر میری اجازت کے نہ کرنا میں خود سفر سے آکر اپنے برادر کے پسر کے ساتھ کروں گا مگر اُس کی والدہ نے بغیر دریافت کیے زید کے اور بغیر دریافت کیے خالد کے جو موجود تھا اپنی رائے سے اپنی پوتی زینب نابالغہ کا نکاح بہت دور کے عزیزوں میں کردیا اس صورت میں زید سفر سے آنے کے بعد فسخ نکاح کراسکتا ہے یا نہیں اور خالد جو بحالت عقد اپنے مکان پر موجود تھا اور اُس کی رائے کے خلاف نکاح ہوگیا تو آیا یہ بھی زینب نابالغہ کا نکاح فسخ کراسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

خالد تو یہاں کوئی چیز نہیں نہ اُسے کچھ اختیار کہ ابن عمۃ الاب ذوی الارحام سے ہے اور دادی بالاتفاق اُن پر مقدم (فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب الی قولہ ثم ذوی الارحام) مگر تقریر سوال سے جو صورت ظاہر وہ صاف شہادت دے رہی ہے کہ یہ نکاح اُس وجہ پر واقع نہ ہوا جو شرع مطہر نے غیبت ولی اقرب میں ولی ابعد کے لیے رکھی ہے قطع نظر اس سے کہ یہاں دادی ولی ابعد ہے بھی یا نہیں (کہ ابعد وہ جو اقرب کے بعد مرتبۂ ولایت میں ہو غیبت پدر میں دادی اُس وقت ولی ابعد ہوسکتی ہے کہ دادا بھائی بھتیجا چچا چچا کا بیٹا سگے سوتیلے غرض دادا پردادا کی اولاد کا کوئی مرد عاقل بالغ کتنے ہی دور کے رشتے کا اصلا موجود نہ ہو نہ زینب کی ماں حاضر ہو کہ یہ سب مراتب ولایت میں دادی پر مقدم کما تقدم وقد حققنا تقدم الام علی ام الاب فیما علقنا علی ردالمحتار) مذہب معتمد میں بحالت غیبت اقرب ولی ابعد کو بے اجازت اقرب اپنی رائے سے صغیرہ کا نکاح کردینے کا اختیار صرف اس ضرورت سے دیا جاتا ہے کہ سردست صغیرہ کے لیے کوئی کفو خواستگار حاضر و موجود ہے اور اُسے اتنی مہلت منظور نہیں کہ ولی اقرب واپس آئے یا اُس کا جواب لیا جائے اگر اتنا انتظار کرتے ہیں تو اس دیر کے باعث کفو موجود نکاح پر راضی نہ ہوگا اور موقع ہاتھ سے نکل جائیگا فوات کفو کے سبب صغیرہ کو نقصان پہنچیگا کہ کفو ہر وقت میسر نہیں آتا کیا معلوم پھر ہاتھ نہ لگے لہذا بضرورت اُس ولی اقرب کے بعد کے درجے کا جو ولی حاضر ہے شرع مطہر اُسے اجازت دیتی ہے کہ تو کردے وجہ یہ کہ احراز کفو شرع مطہر میں سخت مہم و مہتم بالشان ہے اور کفو حاضر کا ہاتھ سے کھودینا ضرر و نقصان۔ بلکہ سرے سے نابالغ پر ولایت تزویج کی تشریع اگرچہ باپ ہی کی ہو اسی حکمت کے لیے واقع ہوئی ورنہ بچپن میں نکاح کی کیا ضرورت۔ فتح القدیر میں ہے النکاح یراد لمقاصد ولا تتوفر الا بین المتکافئین عادۃ ولا یتفق الکفؤ فی کل زمان فاثبات ولایۃ الاب بالنص لعلۃ احراز الکفؤ اذا ظفر بہ للحاجۃ الیہ اذ قد لا یظفر بمثلہ اذا فات بعد حصولہ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا یا علی ثلث لا تؤخرھا الصلٰوۃ اذا أتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا اے علی تین چیزوں میں دیر نہ کرنا نماز جب اُس کا وقت آئے اور جنازہ جب حاضر ہو اور زن بے شوہر جب اُس کے لیے کفو پائے رواہ الترمذی والحاکم عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا جاء کم الاکفاء فانکحوھن ولا تربصوا بھن الحدثان جب تمہارے پاس کفو آئیں تو لڑکیاں بیاہ دو اور اُن کے لیے حادثوں

کا انتظار نہ کرو رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یعنی دیر میں شاید کوئی حادثہ پیش آئے
کر فی التاخیر آفات چند حدیثوں میں ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اتاکم من ترضون
خلقہ ودینہ فزوجوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کا
چال چلن دین تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا رواہ الترمذی
وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ وابن عدی عن ابن عمر والترمذی والبیہقی فی السنن عن ابی حاتم المزنی
رضی اللہ تعالٰی عنہم وغیرہ ردالمحتار میں ہے الاصح انہ اذا کان فی موضع لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ
فات الکفو الذی حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب فتح القدیر میں ہے اذ لو ابقینا ولایۃ الاقرب
اَبطلنا حقہا وفاتت مصلحتہا ہدایہ میں ہے ھذا اقرب الی الفقہ لانہ لا نظر فی ابقاء ولایتہ حینئذ تو ابعد کے
لیے حصول ولایت تین شرط پر مشروط اول یہ ابعد بغیبت اقرب جس کے نکاح میں دے صغیرہ کا کفو ہو فانہ ان لم
یکن کفوا فانہ یفوت بفوتہ ولا تمس الحاجۃ دوم وہ کفو ولی اقرب کا جواب آنے تک نہ رکے ورنہ ہرگز ابعد
کو اختیار نہ ہوگا جامع الرموز ومجمع الانہر میں ہے لو انتظر الخاطب لم ینکح لا یحل منحۃ الخالق میں ہے ان رضی الخاطب
ان ینتظر الی استیذان الولی الاقرب لم یصح للابعد العقد سوم اس جلدی کرنے والے کفو کے سوا اور کوئی
کفو خواستگار نکاح ایسا حاضر نہ ہو جو جواب آنے تک انتظار پر راضی ہو فانہ حینئذ لا یفوتہا الکفو الخاطب بالفعل
انما یفوت ان فات احدھما ولیس فی ذلک ابطال حقہا ولا تفویت مصلحتہا حتی تسلب الولایۃ من قریب
شفیق الی بعید سحیق وھذا ظاہر لاسترۃ علیہ یہاں اولاً زید کا بھتیجا جس کے ساتھ تزویج زینب کا ارادہ
وہ اپنے خط میں لکھ چکا ظاہرا صریح کفو خواستگار موجود ہے یہ دوسرا جس کے ساتھ نکاح کیا گیا اگر کفو بھی تھا اور
اتنی دیر میں ہاتھ سے نکل بھی جاتا تو دوسرا تو موجود تھا تو وہ ضرورت جس کے لیے ولی ابعد کو اختیار ملتا متحقق نہ ہوئی
ولہٰذا علامہ خیر الدین رملی حاشیہ بحر الرائق مسئلہ عضل ولی اقرب میں فرماتے ہیں الولایۃ بالعضل نیابۃ انما
انتقلت للقاضی لدفع الاضرار بہا ولا یوجد مع ارادۃ التزویج بکفء غیرہ علامہ شامی حاشیہ بحر میں لکھتے
ہیں ان کان الکفء الاٰخر حاضرا او امتنع الاب من تزویجہا من الاول واراد تزویجہا من الثانی لا یکون
عاضلا لان شفقتہ دلیل علی انہ اختار لہا الانفع ثانیاً جب خط مذکور آئے اور ارادہ زید ظاہر ہو جانے
کے بعد یہ نکاح واقع ہوا تو ظاہر کہ یہ جلدی اس لیے نہ تھی کہ کفو حاضر کو اتنی مہلت نہیں زید کا جواب آنے تک
بیٹھا نہ رہے گا بلکہ قصداً اس کی رائے کے خلاف جانکر بالا بالا کارروائی کرلی گئی کہ وہ نہ آنے پائے اور اپنا مطلب ہو جائے

یہ ہرگز نہ ضرورت نہ مصلحت نہ مرادِ شرع سے اسے مناسبت بلکہ مقصودِ شرع سے صاف مناقضت شرع مطہر نے مراتب ولایت کی ترتیب اسی دن کے لیے رکھی تھی کہ جس کی عقل کامل صغیر السن پر شفقت وافر ان بیچاروں کے کام آرام کا انتظام اہتمام اُس کے ہاتھ میں دیا جائے نہ کسی کم شفقت یا ناقص العقل کے قبضے میں اگر ترک انتظار اسی کا نام رکھا جائے کہ ولی اقرب کی رائے اپنے خلاف معلوم ہے لہذا اُس سے دریافت کا انتظار نہیں کرتا کہ وہ پوچھے سے منع کر دیگا تو ایسی غیبت تو ہر وقت نقد وقت ہو سکتی ہے آخر مذہب معتمد پر غیبت منقطعہ میں سفر در کنار شہر سے باہر ہونا بھی شرط نہیں کما فی الخانیۃ والبحر والدر وغیرھا صغیرہ کا مہربان باپ کی مصلحت کا خواہاں اُس کی مضرت سے ترساں جب مسجد میں نماز کو جائے گھر میں کوئی عورت ناقصۃ العقل والدین اپنی خواہش کے مطابق جس کفو کو چاہے بیٹی دیدے اگرچہ باپ جانتا ہو کہ اس سے رشتہ میں صغیرہ کی شامت ہے تو شرع مطہر میں باپ کی تقدیم اور اُس کی رائے وشفقت پر اس قدر اعتماد عظیم (کہ اگر وہ ایک بار کفو کے ہوتے غیر کفو سے بیاہ دے تو تمام جہان میں کسی کو اختیار اعتراض نہیں کہ اُس نے کفارت سے بڑھکر کوئی مصلحت سوچ لی ہوگی فی ردالمحتار انہ لوفور شفقتہ بالابوۃ لایزوج بنتہ من غیر کفو او بغبن فاحش الا لمصلحۃ تزید علی ھذا الضرر کعلمہ بحسن العشرۃ معھا وقلۃ الاذی ونحو ذلک) سب بیکار ومعطل ہو کر رہ گئے ان ھذا البعید من الفقہ ای بعید بلکہ ایسی باگ چھوڑنے میں سخت فتنوں کا احتمال قوی ہے مثلاً زن بیخرد اپنے کسی عزیز کے ساتھ بوجہ قرابت خواہ کسی طمع سے یا دلالہ خبائث کی باتوں میں آکر کسی شخص سے دختر قاصرہ کا نکاح چاہتی ہو پدر شفیق آگاہ ہو کہ یہ بد مذہب یا کم نسب ہے یا اور کسی وجہ سے کفو نہیں وہ منع کر دے اُس کے جاتے ہی یہ ناقصۃ العقل اُس بُری جگہ لڑکی اُٹھا دے اور دعوے کرے کہ یہ کفو تھا انتظار میں فوت ہو جاتا لہذا مجھے ولایت ملی اب ...... کہیں ... یہ ہوگا کہ ذی عزت آدمی معاذ اللہ ایسے معاملات کچہری تک لیجانے عزت کرے اور قہر درویش برجان درویش کہکر خاموش رہے تو نابالغہ کو کیسا ضرر عظیم پہنچا اگر دعوے کرے تو عدم کفارت کا ثبوت دینا دشوار ہو خصوصاً مثل مذہب میں کہ بہت بد مذہب خصوصاً روافض خصوصاً ایسی جگہ تقیہ کی بڑی ڈھال رکھتے ہیں تو ایسی اجازتوں میں کیسی آفتوں کا فتح باب ہے والعیاذ باللہ العزیز الحکیم **ثالثاً** مذہب معتمد بلکہ قول مقابل پر بھی ولی اقرب کی غیبت منقطعہ میں ابعد کو ولایت دینے کا منشا صرف یہ کہ ولایت اس لیے رکھی گئی ہے کہ اُس کی رائے سے نابالغ کو نفع پہنچے اور جب وہ ایسا غائب ہے تو اُس کی رائے سے نفع معدوم لہذا جو اُس کے بعد درجہ رکھتا ہے اُس کی رائے پر رکھیں گے ہدایہ میں ہے ان ھذہ ولایۃ نظریۃ ولیس من النظر التفویض الی من لاینتفع برأیہ ففوضناہ الی الابعد

والغیبة المنقطعة ان یکون بحال یفوت الکفو باستطلاع رأیه اھ ملتقطا فتح القدیر میں ہے لا نظر فی التفویض الی من لا ینتفع برأیه لان التفویض الی الاقرب لیس لکونه اقرب بل لان فی الاقربیة زیادة مظنة للحکمة وھو الشفقة الباعثة علی زیادة اتقان الرأی للمولیة فحیث لا ینتفع برأیه اصلا سلبت الی الابعد بحرالرائق میں ہے قوله وللابعد التزویج بغیبة الاقرب مسافة القصر ای ثلثة ایام فصاعدا لان ھذه ولایة نظریة ولیس من النظر التفویض الی من لا ینتفع برأیه ففوضناه الی الابعد یہاں کہ ولی اقرب کی رائے سے انتفاع بالفعل حاصل وہ خط لکھ چکا اپنی رائے ظاہر کرچکا تو ابعد کی رائے پر رکھنے کا کیا منشا اس کی رائے تو اس لیے لی جاتی ہے کہ اقرب کی رائے سے انتفاع معدوم نہ اس لیے کہ اُس کی رائے سے جو نفع حاصل ہے اُس کے رد وابطال کے واسطے یہ سراسر عکس مقصود ہے تو نظر بحالات واقعہ صاف ظاہر کہ یہ اُس صورت سے بہت ابعد ہے جس میں شرع مطہر اقرب سے ابعد کی طرف ولایت نقل فرمائے لاجرم غیبت زید غیبت منقطعہ نہیں اور وہی بدستور ولی اقرب ہے اُس کے سوا دادی وغیرہا کسی کا کیا نکاح نکاح فضولی ہے کہ زید کی اجازت پر موقوف تو منع کرا سکنا کیا معنے زید خود اپنے قول سے فسخ کرسکتا ہے زبان سے کہدے میں نے یہ نکاح رد کیا فوراً رد و باطل ہوجائیگا محیط وہندیہ وشرح تنویر وغیرہا میں ہے واللفظ للاخیر لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته یہ سب کلام اُس حالت میں ہے کہ جس سے زینب کا نکاح ہوا زینب کا کفو ہو اور اگر کفو نہیں یعنی نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن یا مال غرض کسی بات میں ایسا کم ہے کہ اُس سے اس کا نکاح ہونا زید کے لیے باعث عار ہو جب تو حکم بلا دقت ظاہر کہ مذہب معتمد پر یہاں سرے سے غیبت منقطعہ کی پہلی ہی شرط متحقق نہ ہوئی تو ایسا نکاح قطعاً اجازت پدر پر موقوف اگرچہ باپ ہزار کوس پر ہو وہ بھی جبکہ زید اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی نکاح غیر کفو سے نہ کرچکا ہو ورنہ یہ نکاح زینب اُس کی اجازت پر بھی موقوف نہ رہا سرے سے خود ہی باطل محض ہوا لصدوره من فضولی ولا مجیز ظاہر حال صورت سوال تو یہ ہے اور اگر فرض کیجیے کہ جدہ زینب کی یہ جلدی اور جس سے نکاح ہوا اُس کی بے انتظاری اُس بنا پر نہ تھی بلکہ واقعی یہی امر تھا کہ صرف یہی کفو خواستگار ہے بھتیجا وغیرہ یا تو خواستگار ہی نہیں یا ہیں تو کفو نہیں اور یہ کفو اپنی کسی ضرورت کے باعث اس درجہ مستعجل ہے زید نے کہ خط لکھا اُس وقت کوئی کفو خواستگار نہ تھا اب اگر اُسے اطلاع ہو کہ یہ موقع ہاتھ آیا اور ایسا خواستگار پایا عجب نہیں کہ وہ بھی رضامند ہو مگر بے مہلتی کے باعث خط یا آدمی بھیجکر دریافت کرنے کا وقت کہاں انتظار میں کفو فوت ہوگا زینب کو ضرر پہنچیگا فی الواقع اگر حالت یہ تھی تو بیشک زید کی غیبت پر غیبت منقطعہ کی تعریف مذکور صادق

نظر آئے گی اور کہا جائیگا کہ اب جو ولی حاضر در جات ولایت میں اُس کے بعد ہے اُس نے ولایت پائی اب اول تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس نکاح میں زینب کے مہر مثل میں کمی فاحش تو نہ ہوئی مثلاً اُس کا مہر مثل پچاس ہزار تھا پچیس ہزار بندھے اگر ایسا ہے تو یہ نکاح مطلقاً باطل محض ہوا کہ اب باپ بھی جائز کرے تو جائز نہو گا مگر یہ کہ باپ کی غیبت منقطعہ میں زینب کا جد صحیح ولی حاضر ہو جو اس سے پہلے کوئی نکاح اپنے کسی زیر ولایت کا ایسی بے شفقتی کا نہ کر چکا ہو اور یہ نکاح دادی نے اُس کی اجازت سے کیا یا بعد وقوع اُس نے جائز رکھا اور نافذ کر دیا اور اس اجازت سابقہ یا لاحقہ کے وقت نشے میں نہ تھا تو البتہ جائز بلکہ لازم ہو گا کہ پھر کسی طرح رد نہیں ہو سکتا مگر تقریر سوال سے زینب کا دادا موجود ہونا مفہوم نہیں درمختار میں ہے لزم النكاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها وبغير كفوء ان الولی المزوج ابا اوجدا لم يعرف منهما سوء الاختيار وان عرف لا يصح النكاح اتفاقا وكذا لو كان سكران اھ وفی الخیریة ومثل الوكالة السابقة الاجازة اللاحقة اور اگر یہ نکاح اس عیب سے بھی خالی ہے یعنی مہر مثل میں کمی فاحش نہ ہوئی تو اب یہ دیکھنا ضروری ہے کہ باپ اور جد کے درمیان جسقدر اولیا ہیں جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے اُن میں سے کوئی موجود تھا یا نہیں اگر تھا تو دادی نے اُس سے اجازت لے لی تھی یا نہیں اگر نہ لی تھی تو بعد وقوع نکاح قبل واپسی پدر اُس ولی نے جائز کر دیا یا نہیں اگر کوئی ولی نہ تھا یہاں تک کہ بعد پدر دادی ہی ولی اقرب ٹھہری یا تھا تو اُس سے اجازت لے لی یا بعد وقوع قبل واپسی پدر اُس نے اجازت دیدی تو بیشک یہ نکاح صحیح و تام و نافذ ہو گا کہ باپ اُسے رد نہیں کر سکتا فی فتح القدیر لو حضر الاقرب بعد عقد الابعد لا یرد عقده وان عادت ولايته بعوده مگر یہ ولی جس نے اول یا بعد اجازت دی اگر زینب کا دادا نہیں جیسا کہ صورت سوال سے یہی ظاہر ہے تو یہ نکاح اُس کی اجازت سے نافذ سہی لازم اب بھی نہ ہوا زینب کو بعد بلوغ اختیار ملیگا کہ اگر پہلے سے نکاح کی خبر ہے تو بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً ورنہ بلوغ کے بعد جس وقت خبر ملے اُسی وقت معاً اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کر دے کہ اس صورت میں حاکم اس نکاح کو فسخ کر دیگا اگرچہ پیش از بلوغ زینب سے ہم بستری بھی واقع ہولی ہو مگر از انجا کہ زینب دوشیزہ ہے دیر لگانے کا اختیار نہو گا اگر پہلے سے خبر ہے تو بالغہ ہوتے ورنہ خبر پاتے پر بلا عذر و ضرورت ایک لمحہ کی دیر کرے گی تو اختیار ساقط اور نکاح لازم ہو جائے گا اگرچہ وہ اس مسئلہ سے ناواقف ہوا ورانجانی کے سبب فوراً مبادرت نہ کی ہو درمختار میں ہے ان كان المزوج غير الاب وابيه ولو الام من كفوء وبمهر المثل صح ولكن لصغير وصغيرة خيار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنكاح بعده بشرط القضاء بالفسخ وبطل خيار البكر بالسكوت لو مختارة عالمة باصل النكاح ولا

یمتد الی اٰخر المجلس وان جھلت به اھ ملتقطا اور اگر دادی سے بالاتر جو ولی موجود تھا باپ کے آنے سے پہلے اُس نے رد کر دیا تو باطل ہو گیا باپ کو فسخ کی کیا حاجت اور اگر ہنوز نہ اُس ولی نے اجازت دی نہ رد کیا تھا کہ زید آگیا تو اب وہ توقف اُس ولی سے منتقل ہو کر خود زید کی اجازت پر رہیگا اگر رد کر دیگا اُس وقت باطل ہو جائیگا فی الدرالمختار وتبیین الحقائق للامام الزیلعی واللفظ له وعنه فی الھندیة یبطل ولایة الابعد بمجیٔ الاقرب لاما عقد لانه حصل بولایة تامة **تنبیہ نفیس** **اقول** وباللہ التوفیق یہ تمام کلام فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے کلمات علمائے کرام کے اُس ظاہری مفاد پر مبنی کیا کہ بادی النظر میں اذہان عامہ اُس طرف جائیں اور اگر حق تحقیق وعین تدقیق چاہیے تو نگاہ مقصود شناس جزم وقطع کے ساتھ اُسی ابتدائی بات پر حکم کریگی جسے ہم نے اولا ظاہر صورت سوال بتا کر دوبارہ فرضا اُس سے تنزل کیا تھا یعنی اس غیبت کا غیبت منقطعہ نہ ہونا اور ولایت پدر کا بدستور باقی رہنا اور اگر یہ نکاح منعقد واقع ہوا تو مطلقا بلا استثنا ہر حال وہر صورت میں اجازت ولی اقرب پر توقف پاتا اور اُس کے رد کیے سے فوراً رد ہو جاتا۔ جب مذہب معتمد میں بنائے کار اس پر ٹھہری کہ ولی اقرب کے ایاب یا جواب کے انتظار میں کفو فوت ہوتا اور موقع ہاتھ سے نکلا جاتا ہو کیا معلوم پھر کفو ملے یا نہیں تو یہ بات ہمارے اعصار وامصار میں کواری لڑکیوں کے حق میں جبکہ ولی اقرب کا پتا معلوم اور وہاں تک ڈاک کی آمد ورفت بے دقت مرسوم ہو متصور نہیں ادھر تو ازمنہ سابقہ میں نہ راہیں ایسی آسان تھیں نہ ڈاک کے ایسے انتظام مدتوں میں منزلیں طے ہوتیں خط جاتا تو آدمی لیجاتا پھر تنہا کی گزر دشوار نہ ہر وقت قافلے میسر نہ ہر شخص قاصد بھیجنے پر قادر اُدھر اُن بلاد طیبہ میں نکاح کی یہ رسم کہ آج خطبہ ہوا کل نکاح ہو گیا دو ایک روز کی دیر لگی تو دوسری جگہ موجود یہاں یہ رواج کہ مہینوں میں منگنی مدتوں میں بیاہ بات ٹھہرتے ٹھہرتے سال پلٹ جائیں اگر خوش قسمتی سے دو چار مہینے کی آمد ورفت پیام سلام میں کسی کا نکاح ہو گیا تو لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ہاں چٹ منگنی پٹ بیاہ۔ پھر خطوط کی آمد ورفت وہ کہ تیسرے دن کلکتہ خط پہنچے چوتھے دن بمبئی وہ کونسا جلد باز ہوگا کہ آج پیام دے اور آج ہی نکاح چاہے ایک ہفتہ کا انتظار ہو تو نکاح ہی نہ کرے یا صبح شام دوسری جگہ نکاح ہو جائے ہندوستان کی لڑکیاں سہل نہیں ملتیں ایک ایک بڑھیا کے موہنہ سے سن لیجیے کہ میاں لڑکیاں آندھی کے بیر تو نہیں نہ جوتیاں ٹوٹیں نہ چادریں پھٹیں کیا کوئی پھٹ سے ہاں کہدیتا ہے تو مقاصد علما پر نظر شاہد عدل کہ یہاں غیبت منقطعہ وہی کہی جاسکتی ہے کہ یا تو ولی اقرب کا پتا نہ معلوم ہو آخر بے نشان کا کبتک کوئی انتظار کرے یا کسی ایسے دور دراز ملک غیر میں ہو جہاں ڈاک پر اطمینان نہ ہو خطوط جائیں اور پتا نہ چلے آدمی بھیجو تو صرف کثیر دو ایسی

صورتوں میں کفو کا یہ عذر ہوسکتا ہے کہ جب تک یہیں اور ممکن کہ زبان نہ دو تو انتظار میں وہ مدتیں گزریں کہ دوسری جگہ اُس کی ٹھیک ٹھاک ہوجائے ورنہ ہندوستان بلکہ آج کل بریلی میں بھی جو موجود اور رہتا معلوم ہے اُسکی نسبت عادۃً کوئی کفو یہ تقاضا نہ کریگا کہ ہم آٹھ دس روز کا انتظار ہرگز نہ کرینگے کرنا ہے تو آج کردو اور بالفرض کوئی زبان دینے میں جلدی بھی کرے تو یہاں کفو کی روک تھام کے لیے منگنی وہ عمدہ صیغہ ہے جس سے اُس کا اطمینان ہوجائے اور رائے ولی اقرب فوت نہونے پائے منگنی کے بعد مدتوں دونوں طرف ساز وسامان کی درستی میں گزرتے ہیں بلکہ یہاں کے رواج سے اپنی منگیتر کو بھی من وجہ گویا اپنی ناموس جانتے اور دوسری جگہ اُس کے نکاح سے بُرا مانتے اور اُس کے انتظار میں سال گزارتے ہیں منگنی کے بعد خدا جانے کتنی بار ولی اقرب کی رائے لے سکتے ہیں اُس کے جواب ملنے تک انتظار نہونا کیا معنے یہ عذر مصنوع وہیں پیش ہوگا جہاں اپنی اغراض فاسدہ سے ولی اقرب کے خلاف رائے بالا بالا کارروائی کرلی ہوگی جو شرع مطہر کے بالکل نقیض مراد ہے اور اُس کی توسیعوں میں انھیں آفات کا دروازہ کھلنا جو ابھی ہم ذکر کر آئے شاید شاذ نادر برخلاف عادت ملک اگر کہیں ایسی جلدی پائی بھی جائے تو امور نادرہ بنائے احکام فقہیہ نہیں ہوسکتے بلکہ عادت شائعہ پر حکم دینا واجب کما نصوا علیہ فی غیر ما مسألۃ منھا مسألۃ دخول النساء الحمام فی الدر المختار وغیرہ ومنھا مسألۃ جوار الحرمین فی فتح القدیر ومنھا مسألتنا ھذہ بناء علی ماکان معتادا عندھم علی خلاف ماھو العادۃ عندنا فیہ ایضا الی غیر ذلک مما لایخفی علی من خدم کلما تھم الطیبۃ بلکہ انصافًا وہ علما بھی جنھوں نے مسافت قصر اختیار فرمائی اگر ریل اور ڈاک اور یہاں کے عادات ملاحظہ فرماتے ہرگز حکم نہ دیتے۔ بریلی کا ساکن مرادآباد تک گیا اور اُس کی ولایت اپنی اولاد پر سے سلب ہوئی جس کے دن میں دو پھیرے ہوسکتے ہیں بالجملہ جب مدار کار انتظار کے سبب فوت کفو پر ٹھہرا تو اس مناط کا تحقق ضروری جب تک یہ حالت نہو غیبت منقطعہ ہرگز نہیں اس پر نظر کامل رکھنا اور اصحاب اغراض کے فریبوں سے بچنا لازم ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل ہاں کوئی بیوہ سن رسیدہ باختیار خود کسی سے شرعی نکاح خالی از رسوم کرلینا چاہے تو وہاں جلدی متصور وہ اول تو ہندیوں کی عادت نہیں اور ہو بھی تو ہماری بحث سے خارج کہ یہاں کلام قاصرہ میں ہے اور قواصر کے باب میں ضرور وہی عادت لہذا فقیر اُن صور مذکورہ بالا کے سوا یہاں غیبت منقطعہ کے حکم پر زنہار جسارت روا نہیں رکھتا یہ بعونہ تعالٰی فقہ انیق وحق تحقیق ہے وباللہ التوفیق وھدایۃ الطریق والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین امین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۸: ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۱۵ھ کلکتہ دھرم تلا اسٹریٹ مسجد ٹیپو سلطان مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک لڑکی بعمر سہ سال تھی زید نے اس کی منگنی عمرو سے کردی بعدہ زید کا انتقال ہوگیا جب لڑکی تیرہ برس کی ہوئی کوئی علامت بلوغ کی اس سے ظاہر نہیں زید کے پدر خاص نے لڑکی کی عدم موجودگی میں اس کا نکاح عمرو سے کردیا چار مہینے کے بعد زید متوفی کے چچا نے لڑکی کی موجودگی میں اس کا نکاح عقد بکر سے کردیا بخیال اس کو بالغہ ٹھہرا لئے کے مگر کوئی نشانی بلوغ کی آج تک لڑکی سے ظاہر نہیں اس صورت میں شرعاً کونسا نکاح معتبر ہے بینوا توجروا۔

الجواب

یتیمہ نابالغہ کا سب سے زیادہ ولی اقرب واقدم اس کا حقیقی دادا یعنی اس کے باپ کا باپ ہے اس کے ہوتے باپ کے چچا خواہ کسی شخص کو کچھ اختیار نہیں اس کے دادا کا کیا ہوا نکاح کسی کے رد کیے رد نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اگر وہ خود بالغہ ہوکر اس نکاح کو رد کرے ہرگز رد نہ ہوگا نہ ولی کے نکاح کرتے وقت نابالغہ کا موجود ہونا درکار ہے کہ نابالغ پر ولایت جد جبری ہے اور اس کا حاضر ہونا نہ ہونا سب یکساں تو اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ نابالغہ اس چار مہینے میں بالغہ ہوگئی اور باپ کے چچا نے اس کی موجودگی میں اس کی رضا سے اس کے بالغہ ہونے پر اس کا نکاح بکر سے کردیا جب بھی یہ نکاح محض باطل ونامعتبر ہے وہ لڑکی عمرو کی زوجہ ہے جب تک موت یا طلاق نہ ہو دوسرے سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء۔ ردالمحتار میں ہے لزم النکاح بلا توقف علی اجازۃ احد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الاب والجد الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۹: از اوجین جوبلی میر صاحب مرسلہ مرزا اختار علی بیگ صاحب وکیل ۱۹ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی اللہ بیلی حجام نے اپنی دختر زیتون کا نکاح ۱۳۰۶ھ میں مسمی احمد قوم حجام سے کہ اللہ بیلی کا ہم قوم ورشتہ دار ہے کیا وقت نکاح زیتون چار پانچ سال کی تھی اب ۱۳۱۵ھ میں جبکہ زیتون قریب ۱۳ یا ۱۴ سال کے ہوئی احمد نے رخصت چاہی اللہ بیلی نے انکار کیا احمد نے فوجداری میں نالش کی اللہ بیلی نے عذر کیا کہ داماد میرا نامرد ہے ہیجڑوں میں گاتا بجاتا ہے اگر ڈاکٹر اس کا مرد ہونا تحریر کردیں تو رخصت میں عذر نہیں ڈاکٹر نے بعد معائنہ ظاہر کیا کہ احمد کے اعضائے تناسل کو حالت تندرستی میں پایا ہنوز فوجداری سے حکم اخیر نہ ہوا تھا کہ اللہ بیلی نے دیوانی میں دعوٰی فسخ نکاح ان وجوہ پر کیا کہ وہ نامرد ہے ہیجڑوں کے افعال قبول کرکے حالت شرمناک اختیار کرلی ہے میری برابری کا نہ رہا زیتون کا نکاح نابالغی میں ہوا ہے فسخ قرار دیا جائے

احمد کو ان الزاموں سے قطعی انکار ہے جانبین سے شہادتیں اپنے اپنے موافق گزریں اگر بالفرض الزامات نامردی وغیرہ تسلیم بھی کر لیے جائیں تو ایسی صورت میں حسب استغاثہ پدر زیتون یا زیتون کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں یا خود بخود بوجوہات مظہرہ پدر زیتون نکاح فسخ ہے اور دعوی منجانب پدر زیتون بوجہ اس کے کہ عمر زیتون ۱۳-۱۴ سال کی ہے جائز ہے یا نہیں یا ایک سال قمری کی مہلت تاریخ یکجا ہونے زن وشو سے دی جائے گی اور زوجہ رخصت پر مجبور کی جائے گی یا نہیں اور ہم بستری احمد و زیتون کی کرائی جائے گی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں پدر زیتون کا دعوی اصلا قابل سماعت نہیں زنا نوں کے افعال اختیار کر لینا اگرچہ مسقط کفاءت ہے مگر کفاءت وقت نکاح درکار ہے بعد نکاح شوہر کیسے ہی شرمناک افعال اختیار کرے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا درمختار میں ہے الکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالھا بعدہ فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ رہا دعوی نامردی وہ بھی منجانب پدر زیتون اصلا مسموع نہیں کہ اگر زیتون ہنوز نابالغہ ہے جب تو یہ دعوے دائر ہی نہیں ہوسکتا کہ اس دعوے کے لیے عورت کا بالغہ ہونا شرط ہے اور اگر بالغہ ہے تو خود زیتون کا مدعیہ ہونا درکار باپ کو دعوی کا کوئی حق نہیں درمختار میں ہے فرق الحاکم بطلبھا لو حرۃ بالغۃ رد المحتار میں ہے فلو صغیرۃ انتظر بلوغھا فی المجبوب والعنین لاحتمال ان ترضی بھما بحر وغیرہ نیز درمختار و ردالمحتار میں ہے طلبھا یتعلق بالجمیع ای جمیع الافعال وھی فرق واجل وبانت ح عن النھر اور اگر فرض کیا جائے کہ زیتون نے خود ہی بعد بلوغ دعوی کیا پدر زیتون محض وکیل ہے جب بھی ہنوز کہ رخصت تک نہ ہوئی زن وشو میں ہم بستری واقع نہ ہوئی طلب فسخ کا کوئی محل نہیں حکم شرعی یہ ہے کہ عورت شوہر سے ہم بستر ہو اگر شوہر اس پر قدرت نہ پائے تو اس وقت دعوے کرے جب حاکم کو ثابت ہو کہ فی الواقع اس نے قدرت نہ پائی تو اس کے بعد حاکم شرع شوہر کو ایک سال کامل کی مہلت دے اور اس مدت میں عورت کو اس سے جدا رہنے کا کوئی حق نہیں جتنے دنوں خود اس سے جدا رہے گی مدت میں مجرا نہ ہوں گے سال گزرنے پر بھی اگر قدرت نہ پائے تو عورت پھر دعوے کرے اور حاکم پھر ثبوت قدرت نہ پانے کا لے اگر ثابت ہو جائے تو عورت کو اختیار دے کہ خواہ شوہر کے پاس رہنا پسند کرے یا اس کے نکاح سے جدا ہونا اگر عورت فوراً فوراً بلا توقف جدائی پسند کرلے تو حاکم شوہر کو طلاق کا حکم دے وہ نہ دے تو آپ تفریق کر دے اور اگر عورت ذرا بھی اختیار جدائی کے اظہار میں تاخیر کرے تو دعوے باطل اور اختیار زائل درمختار میں ہے وجد تہ عنینا اجل سنۃ قمریۃ ورمضان وایام حیضھا

منها لامدۃ غیبتها ومرضه ومرضها فان وطئ مرۃ فهما والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها وبطل حقها لو وجد منها دلیل اعراض بان - قامت من مجلسها او اقامها اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا لامکانه مع القیام اھ مختصرا۔ پس صورت مستفسرہ میں پدر زیتون رخصت کردینے اور زیتون ہم بستری پر مجبور کی جائے گی اس کے بعد اگر نامردی پائے تو طریقہ مذکورہ عمل میں لائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۰ ۲۹ رشوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بالغ ہے اور اس کا باپ دادا چچا بھائی وغیرہ نہیں ایک ماموں ہے اس نے عورت سے اذن نکاح کا نہ لیا باہر سے باہر دو گواہ کرکے نکاح کردیا یہ نکاح ہوا یا نہیں دوسری ایک عورت بالغ ہے اس کی ماں موجود ہے نہ عورت نے اذن دیا نہ اس کی ماں نے بلکہ سوتیلے باپ نے نکاح کا اذن دیا یہ نکاح ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

دونوں صورتوں میں جبکہ عورتیں بالغہ ہیں اور ان سے بغیر اذن لیے نکاح کردیے گئے تو وہ نکاح ان عورتوں کی اجازت پر موقوف رہے اگر انھوں نے خبر سن کر جائز رکھے جائز ہوگئے اور اگر رد کردیے رد ہوگئے اور اگر اب تک ساکت ہیں نہ رد کیے نہ جائز رکھے تو اب انھیں اختیار ہے چاہے جائز کردیں چاہیں باطل واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۱ از کانپور مدرسہ احسن المدارس مرسلہ محمد عبدالحلیم صاحب ۱۳ رجب ۱۳۱۶ھ

چہ میفرمایند علمائے محققین وفضلائے مدققین اندریں مسئلہ کہ باوجود برادر حقیقی مخطوبہ عم حقیقی مخطوبہ استیذان نکاح از مخطوبہ کرد ومخطوبہ بالغہ باکرہ است صامت ماند آں صموت را اذن دانستہ عم حقیقی مخطوبہ وکالۃ نکاح او را منعقد کردو یا او خلوت صحیحہ ہم گردید دریں صورت نکاح باطل خواہد شد یا چہ بینوا توجروا

الجواب

سکوت بکر کہ بجائے اذن داشتہ اند دراں صورت ست کہ استیذان خود ولی اقرب یا وکیل یا رسول او کردہ باشد کما فی الدر وغیرہ اینجا کہ استیذان ولی ابعد بحال قیام اقرب کردہ است اگر نہ بروجہ وکالت ورسالت از اقرب بود بسکوت زن اصلا کارے نکشود نکاح نکاح فضولی شدہ بر اجازت زن موقوف ماند اگر پیش ازیں خلوت یا اجازتے دیگر قولا یا فعلا یا سکوتا چنانکہ در فتاوائے خود وجوہ آنہا روشن کردہ ایم از زن قولے یا فعلے مظہر رد نکاح بمیان نیامدہ بود وایں خلوت برضائے او زوئے نمود نکاح موقوف نفاذ یافت

فی الدر المختار ان استاذنہا غیر الاقرب کولی بعید فلا عبرۃ لسکوتہا بل لابد من القول او ما ہو فی
معناہ من فعل یدل علی الرضا کتمکینہا من الوطئ و فی رد المحتار عن البحر عن الظہیریۃ لو خلا بہا برضاہا
ہل یکون اجازۃ لا روایۃ لہذہ المسألۃ وعندی ان ہذا اجازۃ اھ قال وفی البزازیۃ الظاہر
اجازۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲ از عظیم آباد پٹنہ لودی کٹرہ مرسلہ جناب مولانا مولوی قاضی عبدالوحید صاحب رحمہ اللہ تعالٰی سلخ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

عمرو نامی ایک شخص بوقت انتقال اپنے ایک لڑکی ہندہ نامی ایک بی بی زبیدہ ایک بھائی حقیقی خالد ایک بھائی علاتی بکر چھوڑا ہندہ ہمراہ اپنی مادر اور نانی کے پرورش پاتی رہی اب وہ بالغ ہے سن اس کا زائد چودہ سال سے ہے ہندہ کی ولایت کا سارٹیفکیٹ گورنمنٹ سے ہندہ کی ماں کو ملی ہے اس وقت تک ہندہ مادر و نانی کے مکان میں ابتدائے پیدائش سے رہکر پرورش و تعلیم پائی ہے خالد نے یعنی چچا حقیقی ہندہ کے براہ چالاکی و بخیال نفع معاش بلاعلم و رضامندی ہندہ و چچا علاتی و مادر و نانی وغیرہ کے ایک شخص عنبر کے مکان گیا اپنے بیٹا سے بولایت اپنے ایک شخص کو وکیل مقرر کرکے ہندہ کا عقد کردیا ہے اور کوئی خبر ہندہ کو نہیں دی گئی جس وقت ہندہ کو اخواہا خبر نکاح کی پہنچی اسی وقت اس نے نکاح کو نامنظور کیا اور بہت بیزار ہوئی علما بدلائل کتاب جواب سے سرفراز فرمائیں فقط

الجواب

شرعًا عورت کے بالغہ ہونے کے لیے پندرہ سال کامل کی عمر ضرور ہے یا اس سے پہلے حیض وغیرہ علامات کا ہونا بغیر اس کے صرف چودہ سال سے زیادہ عمر ہونا کافی نہیں۔ ہاں نو سال کے بعد سے پندرہ سال کے قبل تک جو عورت کے لیے امکان و احتمال بلوغ کی عمر ہے اگر عورت اپنا بالغہ ہونا ظاہر کرے تو بے حاجت شہادت بغیر قسم لیے اس کا قول مان لیا جائیگا جبکہ اس کے جسم و قوی کی حالت اس دعوے کی تکذیب نہ کرتی ہو اور وہ بالغہ ہونے کی وجہ بھی بیان کردے یعنی مثلاً کہے مجھے حیض آیا یا خواب میں احتلام ہوا اس سے میں نے اپنا بلوغ جانا خالی دعوے بے بیان معنے بلوغ مقبول نہیں اور اگر بدن و قوی کی حالت ظاہرہ قابلیت بلوغ نہ بتاتی ہو تو اس کا دعوٰی اصلاً مسموع نہوگا جبتک دلیل شرعی سے بلوغ ثابت نہو یہی احکام بارہ سال کے بعد سے پندرہ سال کے قبل تک پسر کے لیے ہیں فی الدر المختار بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد شیئ فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی وادنی مدتہ لہ اثنتا

عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ہو المختار فان بلغ ہذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبہما الظاہر وہو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وہبانیہ وفی الشرنبلالیۃ یقبل مع تفسیر کل بماذا بلغ بلا یمین اھ مختصرا وفی ردالمحتار عن جامع الفصولین عن فتاوی النسفی عن القاضی محمود السمرقندی ان مراھقا اقر فی مجلسہ ببلوغہ فقال بماذا بلغت قال باحتلام قال فماذا رأیت بعد ما انتبہت قال الماء قال ای ماء فان الماء مختلف قال المنی قال ما المنی قال ماء الرجل الذی یکون منہ الولد قال علی ماذا احتلمت علی ابن او بنت او اتان قال علی ابن فقال القاضی لا بد من الاستقصاء فقد یلقن الاقرار بالبلوغ کذا قال شیخ الاسلام ھذا من باب الاحتلام وانما یقبل قولہ مع التفسیر وکذا جاریۃ اقرت بحیض اھ

پس صورت مستفسرہ میں اگر وقت نکاح ہندہ کا بلوغ ثابت ہو خواہ شہادت شرعیہ خواہ ہندہ کے بیان مفصل سے جسے ظاہر حال ہندہ تکذیب نہ کرتا ہو نہ صرف اتنی بات سے کہ اُس کی عمر چودہ سال سے زائد ہے تو بیشک اُس پر چچا خواہ ماں کسی کی ولایت جبریہ نہ تھی اُس کا نکاح بے اُس کی اجازت کے نافذ نہیں ہوسکتا جب اُس نے خبر پاکر نامنظور کیا رد و باطل ہوگیا فی الدر المختار الولایۃ نوعان ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکرا وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبا وفیہ بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد اور اگر اُس وقت ہندہ بالغہ نہ تھی اگرچہ بعد نکاح معاً بلوغ ہوگیا ہو تو بلاشبہہ اُس کا ولی شرعی وہی عم حقیقی تھا اُس کے ہوتے ماں یا علاتی چچا کوئی چیز نہیں نہ سارٹیفکٹ شرعاً کچھ اثر رکھتا ہے فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام اس حالت میں یہ چچا کا بیٹا جس کے ساتھ چچا نے اس نابالغہ کا نکاح کردیا اگر نسب یا اطوار یا پیشے وغیرہ کی رو سے ایسا نقص رکھتا ہو جس کے سبب اُس کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہونا عرفاً موجب عار ہو یا چچا نے ہندہ کے مہر مثل میں کمی فاحش کی ہو مثلاً مہر مثل ہزار روپے کا تھا پانسو کا باندھا تو ان صورتوں میں وہ نکاح سرے سے مردود و باطل محض ہوا اور ان نقائص سے پاک تھا تو بیشک نکاح صحیح و نافذ ہوگیا جسے نہ ماں یا علاتی چچا کی ناراضی سے ضرر نہ قبل بلوغ ہندہ کی نامنظوری و بیزاری کا اثر ہاں بعد بلوغ اُسے اختیار ملے گا کہ نکاح سے ناراضی ظاہر کرکے حاکم شرع سے بحضور شوہر نکاح فسخ کرالے فی الدر المختار ان کان المزوج غیر الاب وابیہ لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمہر المثل صح ولصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ اھ مختصرا وفی ردالمحتار فیہ ایماء الی ان الزوج لو کان غائبا لم یفرق بینہما مالم یحضر للزوم القضاء علی الغائب نہر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

زید کا نکاح عمرو کی لڑکی کے ساتھ قرار پایا تھا اور شرائط یہ تھیں کہ شرع پیمبری نکاح و مہر باندھا جائے ہنگام نکاح پڑھانے کے کچھ حجت زیادتی مہر پر زید و عمرو کے مابین ہوئی جس پر زید مجلس سے اٹھکر مکان کو چلا گیا عمرو نے بحالت غصہ ورنج کے اسی وقت ایک مؤذن سے کہا کہ تم میری لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کردو چنانچہ بکر اُس وقت مجلس میں موجود تھا مؤذن صاحب نے جو کہ قاضی یا مولوی نہیں ہیں صرف تین کلمے پڑھائے اور ایجاب وقبول کرا دیا کوئی وکیل وگواہ نہیں تھا اور نہ مہر کی تعداد بکر کو بتائی صرف یہ کہدیا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھا جائے عمرو کی لڑکی بالغ ہے جس کی عمر پندرہ سال ہے لڑکی کی ماں نے اور نہ خود لڑکی نے اجازت نکاح کی دی تھی صرف لڑکی کے والد نے اجازت نکاح کی بحالت رنج وغصہ کے دی تھی تو ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سائل مظہر کہ اُس جلسہ میں بہت آدمی تھے تو وہی سننے والے گواہ کافی تھے نکاح ہوگیا مگر عورت جبکہ بالغہ ہے تو اگر باپ نے اُس سے اجازت خاص بکر کے ساتھ نکاح کردینے کی یا مطلق نکاح کی نہ لی تھی تو نکاح عورت کی اجازت پر موقوف رہا اگر وہ جائز کردے گی جائز ہوجائیگا اور رد کردیگی رد ہوجائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴ از کانپور نئی سڑک متصل گرجا گھر متصل مکان احسان اللہ وکیل مکان ڈاکٹر اللہ یار خاں مرسلہ خداداد خاں صاحب ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

جناب مولانا صاحب زیدت معالیکم فی الدارین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مجھے تعجب ہے کہ آجکل ندوہ کی ایسی خراب حالت کیوں ہوگئی ہیں نے وہاں کے مفتی صاحب کے نام سے ٹکٹ رکھکر ایک استفتا بھیجا مگر مطلقاً جواب نہیں دیا اُن سے اگر اُس کا جواب نہیں ہوسکتا تھا تو واپس کردینا چاہیے تھا نہ کہ دبا بیٹھنا۔ افسوس علمائوں کا نام بدنام کرنے کو جلسہ قائم کیا گیا ہی ہے بیشک سے بدنام کنندہ نکو نامی چند۔ میرا تو پہلے ہی سے ارادہ تھا کہ آپکے پاس بھیجوں مگر غلطی ہوئی کہ وہاں بھیجدیا۔ جواب بعینہ آپکی خدمت میں روانہ کرتا ہوں کہ آپ براہ نوازش جواب سے مشرف فرمائیے۔ جواب کے لیے ٹکٹ پیش خدمت ہے زیادہ حد ادب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا علاتی بھائی اُس کی عینی ماں اور ماموں کے مقابلہ میں ولی جائز ہے یا نہیں وبر تقدیر ولی جائز ہونے کے اُس کی عدم موجودگی میں بلا اطلاع ورضا لڑکی کی بالغہ کا غیر کفو کے ساتھ ماموں اور اُس کی ماں کا عقد کردینا کیسا ہے اور نیز لڑکی

کی ماں اپنے شوہر کا متروکہ دین مہر میں پا چکی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُس لڑکی کا ولی نکاح اُس کا علاتی بھائی ہے ماں یا ماموں اُس کے ہوتے کچھ استحقاق نہیں رکھتے فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام (الی قولہ) ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال الخ اھ ملتقطا شرع مطہر میں غیر کفو وہ ہے جس کے نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے باعث اس عورت کا اُس سے نکاح ہونا اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ وعار ہو اور یہاں عوام غیر قوم کو غیر کفو کہتے ہیں اگرچہ شرافت میں اپنا ہمسر ہو بلکہ بعض تو یہاں تک توسیع کرلیتے ہیں کہ اگرچہ اپنے سے برتر ہو شرع میں اس پر نظر نہیں مغل پٹھان کفو ہیں شیخ قریشی وسادات کرام کفو ہیں اپنا ہم قوم بدمذہب کفو نہیں یہاں اگر عدم کفاءت یہی محاورہ عامیہ کے طور پر تھا یعنی وہ شخص اس دختر کا ہم قوم نہ تھا مگر اُس طرح کا کوئی نقص نہ رکھتا تھا کہ شرعاً غیر کفو ہو جب تو یہ نکاح مطلقاً صحیح ومنعقد ہوگیا رضا واطلاع برادر کی حاجت نہیں دختر کہ بالغہ ہے اگر اُس سے اذن لیکر ہوا تو نافذ ہوگیا ورنہ دختر ہی کی اجازت پر موقوف رہا اگر جائز کرے گی نافذ ہوگا رد کردے گی باطل ہوجائیگا برادر وغیرہ کسی ولی سے کوئی تعلق نہیں لانقطاع الولایۃ بالبلوغ کما نصوا علیہ اور اگر عدم کفاءت بمعنی مذکور شرعی تھا تو یہ نکاح کہ بے رضائے ولی عصبہ ہوا اصلا نہ ہوا کہ اگر باجازت دختر تھا تو عورت جو نکاح غیر کفو سے بے رضائے عصبہ کرے باطل ہے اور اگر ماں یا ماموں نے بطور خود بے اذن دختر کیا تو یہ وہ عقد فضولی ہے جس کا نافذ کرنے والا کوئی نہیں کہ اختیار تنفیذ عورت کو ہوتا وہ خود ایسے نکاح پر قادر نہیں اور ہر عقد فضولی کہ وقت وقوع جس کا کوئی منفذ نہو باطل ہے ولی عصبہ بھی اپنی رضا شامل کرکے اُسے صحیح نہیں کرسکتا کہ یہاں رضائے ولی قبل عقد لازم ہے بعد عقد لغو وبیکار ہے فی الدر المختار ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فی رد المحتار ھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر فی الدر من فصل الفضولی کل تصرف صدر منہ کبیع وتزویج وطلاق ولہ مجیز ای من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا ومالا مجیز لہ حالۃ العقد لاینعقد اصلا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵ ازستار گنج ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی دختر کی منگنی کرکے زوجہ اور دختر چھوڑ کر فوت ہوا ایک دن والدہ کی غیبت میں اُس لڑکی بالغہ کو چند شخصوں نے زبردستی ایک گھر میں کردیا والدہ

نے کچہری میں دعوی کیا اُدھر کا جواب یہ ہے کہ متوفی کا ایک بھائی جو دوسرے باپ سے تھا اُس نے بلا اجازت دختر و والدہ دختر کے نکاح کر دیا پس اس صورت میں ولایت نکاح ماں کو ہی یا نہیں اور کس کس رشتے دار کو ماں کے سامنے اجازت ولایت ہی جس نے زبردستی اُس لڑکی کو گھر میں رکھا ہی اُس نے لڑکی کی والدہ کا دودھ پیا ہی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بالغہ پر ولایت جبر کسی کو نہیں ولی نکاح ہر عصبہ ہی یعنی نزدیک یا دور کتنے ہی دور کے دادا پردادا کے اولاد میں جو مرد عاقل بالغ ہو رشتے میں سگا ہو یا سوتیلا مثلاً عورت کے پردادا کے سوتیلے پردادا کی نسل میں پرپوتے کا پرپوتا جبتک ان میں سے کوئی شخص عاقل بالغ موجود ہو ماں کو اصلا ولایت نہیں اور بعد بلوغ تو ماں کو ولایت سے کوئی تعلق ہی نہیں خواہ عصبہ موجود ہو یا نہو و ان حق الاولیاء بعد ذلك انما هو فی الاعتراض ان نکحت غیر کفوء و بغبن فاحش فی مهر المثل او ابطال النکاح بغیر الکفو اذا لم یرض الولی به قبل العقد صریحا مع العلم بعدم الکفاءة و ذلك انما هو فی حق العصبة لا غیر کما نص علیه فی الدر و غیرہ دودھ شریک بھائی سے نکاح نہو سکنا خود ظاہر ہے مگر الزام اُس حالت میں ہی جب اُنھیں دودھ شریک ہونا معلوم ہو واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۶ از کانپور محلہ فراش خانہ عقب آبکاری سڑک جدید متصل کوڑہ گھر مکان حافظ زبیر حسن عطار مرسلہ سید سعید الحسن صاحب ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کے ایک بیٹی مسماۃ رضیہ شوہر متوفی سے ہی جب رضیہ کی عمر آٹھ برس ۲ مہینے کی تھی ہندہ نے رضیہ کا عقد بزمانہ نابالغی ساتھ خالد کے کر دیا لیکن بوجہ نابالغی رضیہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رخصت ہوئی بدستور اپنی ماں کے ساتھ رہی اب زمانہ عقد کو چار سال سے زیادہ عرصہ گزرا اور رضیہ بھی اب ہوشیار و بالغ ہوئی اس درمیان میں خالد نے ایک دوسری عورت کو رکھ لیا جس سے اطفال بھی پیدا ہوئے خالد کی وضع اور اطوار و چال چلن ہندہ و رضیہ کو تمام تر ناگوار ہیں اور تعلق ہونا خالد سے نہیں چاہتی کمال درجہ نفرت وانکار رکھتی ہی اور خلع چاہتی ہی بحکم شرع شریف مسماۃ رضیہ کو کیا کرنا چاہیے جس سے اُس کو خالد سے قطع تعلق ہو جائے اور عقد فضولی یہ عقد نابالغی کا قرار پائے گا یا نہیں اور تعمیل حکم خلع کا کس طریقہ سے کیا جائیگا اور مدت نابالغی ازروئے شرع شریف ہندوستان میں علی الخصوص ممالک مغربی و شمالی کے لیے کس سنہ و سال کی مقدار سے ہی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر خالد رضیہ کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا پیشے وغیرہ میں ایسا کم ہی کہ اُسکے ساتھ رضیہ کا عقد ہونا

اولیائے رضیہ کے لیے موجب ننگ وعار ہو جب تو یہ نکاح سرے سے نہ ہوا اگر یہ کہ نکاح کرنے والا رضیہ کا دادا ہو جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کسی نابالغ کا نکاح غیر کفو سے نہ کر چکا ہو یہ نکاح اُس کے اذن سے ہوا یا بعد نکاح اُس نے اپنی ولایت کی حالت میں نافذ کر دیا جائز رکھا تو نکاح صحیح ولازم ہے کہ بعد بلوغ رضیہ کی ناراضی بھی اُسے کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اگر خالد رضیہ کا کفو بمعنی مذکور ہے مگر رضیہ کے لیے کوئی ولی عصبہ مثلاً عاقل بالغ بھائی یا بھتیجا یا چچا یا چچا کا بیٹا غرض دادا پردادا کی اولاد سے کوئی مرد موجود تھا اور ماں نے بغیر اُس کے اذن کے نکاح کر دیا تو تین صورتیں ہیں اگر اُس ولی نے نکاح کی اطلاع پا کر اپنی حالت ولایت میں رد کر دیا تو اس صورت میں بھی وہ نکاح باطل ہو گیا کہ اب رضیہ کی رضا بھی اُسے نافذ نہیں کر سکتی اور اگر سُن کر اب تک ساکت رہا نہ رد کیا نہ جائز رکھا تو وہ نکاح نکاح فضولی اور اجازت ولی پر موقوف تھا جب رضیہ بالغہ ہوئی وہ اجازت خود اس کی طرف منتقل ہو آئی اب اسے اختیار ہے چاہے جائز کر دے جائز ہو جائیگا چاہے رد کر دے مثلاً کہدے میں نے اس نکاح کو رد کیا میں اس نکاح پر راضی نہیں یا مجھے یہ نکاح نامنظور ہے صرف اتنے کہنے سے رد ہو جائیگا زیادہ کسی امر کی حاجت نہیں اور یہ اختیار رضیہ کو ہمیشہ رہے گا جبتک نکاح کو جائز نہ کر دے کہ اُس کے بعد پھر اختیار رد نہیں رہتا اور اگر نکاح مذکور ولی غیر جد نے سُن کر جائز کر دیا تھا یا ابتداءً نکاح ماں نے باذن ولی مذکور کیا یا رضیہ کے لیے کوئی ولی عصبہ تھا ہی نہیں خود ماں ولی تھی جس نے نکاح کر دیا تو ان سب صورتوں میں وہ نکاح صحیح ونافذ ہو گیا مگر ازانجا کہ نکاح کنندہ غیر اب وجد اور رضیہ دوشیزہ ہے اُسے اتنا اختیار ملا کہ معاً بالغ ہوتے ہی فوراً فوراً اُس نکاح کا فسخ چاہے تو فسخ کر دیا جائیگا اگر بعد بلوغ ذرا دیر گزری اور اُس نے فسخ کا ارادہ ظاہر نہ کیا تو نکاح تام ولازم ہو گیا کہ اب اُس کی رضا وعدم رضا کو کچھ دخل نہ رہا اس صورت اخیرہ اور نیز اُس صورت سابقہ میں جبکہ نکاح دادا کے کر دینے سے لازم ہو چکا ہو رضیہ اگر جدائی چاہے تو اُس کے ہاتھ میں کوئی ذریعہ سوا خلع چاہنے کے نہیں یعنی بعوض مہر خواہ اور مال کے جس پر شوہر راضی ہو شوہر سے طلاق مانگے اگر وہ دیدیگا قطع تعلق ہو جائے گا ورنہ صبر لازم ہے فتح القدیر میں ہے الصبی اذا باع او اشتری او تزوج یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجاز بنفسہ نفذ لانہا کانت متوقفۃ ولا تنفذ بمجرد بلوغہ اھ مختصرا وفی تنویر الابصار بطل خیار البکر بالسکوت عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس وان جہلت بہ الخ وباقی المسائل مشہورۃ وفی الکتب مذکورۃ نابالغی کی حد پندرہ سال کی عمر تک ہی اس مدت سے پہلے اگر دختر کو نو[9] برس یا پسر کو بارہ[12] برس کی عمر کے بعد آثار بلوغ مثل احتلام وحیض ظاہر ہو گئے تو اُسی وقت سے حکم بلوغ ہو جائے گا ورنہ پندرہ[15] برس

کی عمر پوری ہونے پر لڑکا لڑکی دونوں مطلقاً بالغ سمجھے جائیں گے اگرچہ کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہو بہ یفتی کما فی الدر المختار وغیرہ لقصر اعمار زماننا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۷ از احمد آباد گجرات محلہ چکلہ کالوپور متصل پل گلیارہ مسئلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کی منگنی کرنے کے لیے سفر سے دوسرے شخص پر لکھا کہ میری لڑکی کی منگنی فلاں لڑکے کے ہمراہ کرنا لڑکی لڑکا دونوں نابالغ ہیں یہاں اس شخص نے جس کو فقط منگنی کی اجازت دی گئی تھی خود ولی ہو کر بعد منگنی کے نکاح بھی کر دیا اس کے والد کو خبر ہوئی کہ لڑکی کا نکاح جس کو منگنی کا اختیار دیا تھا کر دیا اس سے یہ شخص خوش ہوا اور اس کے پڑھائے ہوئے نکاح پر انکار نہ کیا اب یہ نکاح عند الشرع منعقد ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

منگنی کی اجازت نکاح کی اجازت نہ تھی فان ھذا عقد وذاک وعد وقد یخلف الوعد لینتظر الخاطب ثم ینظر ویتأنی فیہ فان وافق اجیب والا منع فلا یکون الرضا بالوعد رضا بالعقد وھذا ظاھر جدا تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور اجازت ولی پر موقوف۔ ہاں بعد سماع خبر اگر ولی نے قولاً یا فعلاً اس کی تنفیذ ظاہر کی نافذ ہو گیا صرف دل میں خوش ہونا اور زبان سے انکار نہ کرنا کافی نہیں لانہ سکوت والساکت لا ینسب الیہ قول درمختار میں ہے قبض ولی لہ الاعتراض المھر ونحوہ مما یدل علی الرضی رضا دلالۃ لا سکوتہ ما لم تلد اھ مختصرا پس اگر واقع اسی قدر ہے تو نکاح بدستور اس کی اجازت پر موقوف ہے باطل کر دے خواہ نافذ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸ ۲۲ ربیع الاول شریف سنہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیوہ نے اپنا عقد ایک شریف اپنی خاندانی سے کر لیا اس پر عمرو وبکر وخالد نے اسے اور اس کی ماں اور شوہر کو برادری سے نکال دیا اور ایذا دی اس میں کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ہندہ نے عقد ثانی بعد عدت گزرنے کے کیا اور شوہر دوم بد مذہب نہیں جس سے نکاح باطل یا گناہ ہو اور ہندہ اگر کوئی عصبہ اپنا ولی رکھتی ہے تو شوہر دوم اس کا کفو ہوگا یا اگر کفو نہیں اور ولی نے دیدہ ودانستہ پیش از نکاح صریح اجازت دیدی ہو تو ان صورتوں میں ہندہ اور اس کی ماں اور شوہر پر کچھ الزام نہیں خالد عمرو وبکر صرف بوجہ

نکاحِ ثانی انھیں ایذا دیتے ہیں ظالم و گنہگار اور حق العبد میں گرفتار ہیں اُن پر توبہ فرض ہے اگر نہ کریں تو خود یہی لوگ برادری سے نکال دینے کے قابل ہیں جو لوگ ان خالد عمرو بکر کا ساتھ دیں گے وہ بھی مستحق عذاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان گناہ اور زیادتی میں باہم مدد نہ کرو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ستایا اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹ ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی دس برس کی ہے ماں نانی چچا میں سے کس کو اس کے نکاح کا اختیار ہے اور دختر کا ایک بھائی بھی دوازدہ سالہ ہے بینوا توجروا۔

الجواب

چچا کو ہے اگر بھائی نابالغ ہو ورنہ بھائی کو۔ بارہ برس کی عمر میں بلوغ ممکن ہے اگر وہ دعویٰ بلوغ کرے مانا جائیگا کما فی الدر المختار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰ مسئولہ کرم الدین صاحب ساکن جلالپور جٹاں محلہ ساہو والی ضلع گجرات ملک پنجاب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و فضلائے اسلام مبین اس صورت میں کہ خالد نے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر اندازی دس یا گیارہ برس کی تھی رحیم بخش بالغ کے ساتھ نکاح پڑھا دیا اب بوجہ کوئی فساد کے دختر بالغہ مذکور چاہتی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے آیا شرعاً ممکن ہے کہ عقد مذکور باختیار دختر موصوفہ فسخ ہو جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

باپ دادا جو نکاح نابالغہ کا کر دیں وہ لازم ہو جاتا ہے لڑکی بعد بلوغ کے خواہ کوئی اور اُسے فسخ نہیں کر سکتا مگر صرف دو تین صورتوں میں جن کی اس وقت تفصیل کی حاجت نہیں و من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل مستفتی صاحب کو چاہیے کہ مفصل کیفیت سے مطلع کریں کہ وہ کیا فساد ہے جس کے سبب اب عورت فسخ چاہتی ہے اور اس فساد پر کب اطلاع ہوئی اور باپ بھی وقت نکاح اُس پر مطلع تھا یا نہیں وہ فساد بعد نکاح حادث ہوا یا پہلے سے تھا غرض سب حال بتفصیل تام بیان کیا جائے تو جواب دیا جائے درمختار میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا اوجدا الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱ مسئولہ شاہ معین احمد صاحب از ڈاکخانہ نگر اسٹیشن فتوحہ ضلع پٹنہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زینب کی کل ایک اولاد ہے یعنی ہندہ دختر بکر بالغہ ہے ہندہ کے باپ نے قضا کیا۔ زید ہندہ کا علاتی بھائی ہے زینب ہندہ کی ماں اور زید برادر علاتی نے ہندہ کی نسبت خالد بن بکر ساکن فلاں جگہ سے مقرر و پختہ پڑ کیا اس کی خبر ہندہ کو بخوبی ہوگئی اس طرح سے کہ ہندہ اسی مکان میں رہتی تھی اور اس کے سامنے نسبت کی گفتگو ہوئی اور اس پر ثابت ہوگیا کہ میری نسبت فلاں جگہ فلاں شخص سے ہے گو اس سے خاص کر کسی نے کہا اور پوچھا نہیں اس کے بعد رقعہ تقرری تاریخ آمد برات کا خالد بن بکر کے یہاں سے آیا اس کی اطلاع بھی ہندہ کو ہوئی چنانچہ اس روز وہ سنواری بھی گئی اور جو جو مراسم کہ قبل نکاح اس طرف رائج ہیں مثلاً مانجھ وغیرہ میں بیٹھنا اس سب کو اس نے انجام دیا اور کسی طرح کی نارضامندی نہیں ظاہر کیا یہاں تک کہ تاریخ مقررہ پر برات آئی اور احباب و اقربا اندر باہر جمع ہوئے اس کی اطلاع بھی ہندہ کو ہوئی اس وقت بھی ہندہ نے کسی طرح نارضامندی ظاہر نہیں کی زید برادر علاتی نے چند شخصوں کے سامنے عمرو کو وکیل بالنکاح مقرر کیا اور عمرو نے جہاں برات کا قیام تھا وہاں جاکر سب لوگوں کے سامنے خالد بن بکر سے ہندہ کا نکاح مہر مثل پر کرا دیا مگر اس کی اطلاع ہندہ کو عمرو وکیل نے یا زید برادر علاتی نے نہیں دیا بلکہ عورتوں میں کہدیا گیا کہ نکاح ہوگیا اور یہ بات مشتہر ہوگئی کہ نکاح ہوگیا اس کے بعد جو جو مراسم شادی اس طرف رائج ہیں ان سب کو ہندہ نے بخوبی ادا کیا اور کسی طرح کی نارضامندی نہیں ظاہر کیا یہاں تک کہ رخصتی بھی ہوئی اور نوبت استراحت کی بھی آئی ان تمام متذکرہ بالا زمانہ میں کبھی ہندہ نے اپنی نارضامندی نہیں ظاہر کی اور نہ اس وقت تک کسی طرح کی نارضامندی ظاہر کرتی ہے تو یہ نکاح صحیح ہوا یا کسی طرح کا شبہہ یا نقص رہگیا یہ شبہہ صرف اس وجہ کر پیدا ہے کہ ہندہ بکر بالغہ تھی اس سے قبل نکاح زید برادر علاتی نے یا کسی شخص نے صراحۃً استمزاج نہیں لیا اور نہ بعد نکاح صراحۃً اس کو خبر دیا گو اس کو خارجی طریقہ سے سب باتیں معلوم تھیں اور معلوم ہوئی اور نہ اس وقت تک اپنی نارضامندی ظاہر کرتی ہے بلکہ ظاہرا خوش معلوم ہوتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں یہ نکاح فضولی تھا اگر خبر نکاح سن کر ہندہ نے کوئی قول یا فعل اظہار ناراضی کا نہ کیا بلکہ عادل ثقہ سے نکاح کی خبر سن کر خاموش ہی ہو رہی یا خبر کسی عادل سے نہ سنی نہ ولی نے اسے اطلاع کرا بھیجی تو ساکت رہی یہاں تک کہ شوہر سے برضا ہم خواب ہوئی تو نکاح نافذ و تام ہوگیا فی الھندیۃ اذا امکنت الزوج من نفسھا بعد ما زوجھا الولی فھو رضا وفی الدر المختار زوجھا ولیھا واخبرھا رسولہ او فضولی

علیٰ ل فسکتت فھو اذن واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از صاحب گنج گیا مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۴ھ

علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں زید اور اس کی زوجہ ہندہ میں جنگ باغوائے مفسدان بدکاران پیدا ہوا اور ہندہ کے بطن سے ایک لڑکی زید کی جس کا نام سعیدہ تھا اور عمر گیارہ برس گیارہ مہینے کی تھی بکر نے اپنے لڑکے خالد کی منسوب سعیدہ سے چاہا زید کو منظور نہ ہوا تب بکر نے ہندہ زوجہ زید کو برہم کرایا اور ہندہ نے اسقدر فساد مچایا کہ زید کو مجبوری ہوئی بمجبوری وتاکید و بخوف حکام ضلع بخیال اس کے کہ رفع جملہ فساد وقصہ ہو جائیگا اور یہ ثابت بھی کیا گیا تھا کہ اگر یہ عقد ہوگا تو قصہ سب دفع ہوگا و صلح سے زمانہ گزریگا اس منسوب کو منظور کیا اور سعیدہ اپنی لڑکی کا نکاح خالد سے بلا اذن کر دیا لیکن خالد و سعیدہ سے آج تک ملاقات نہ ہوئی و نہ سعیدہ سے کسی قسم کی رضامندی لی گئی نہ سعیدہ کو سمجھایا گیا کہ کیا ہوتا ہے اور بعد نکاح کے خالد لندن چلا گیا اور بحیلہ تحصیل انگریزی وہاں فسق و فجور ولہو و لعب میں مبتلا ہوا چھ برس ہوا کہ خالد لندن میں ہے نہ پڑھتا ہے نہ آتا ہے اور نہ کسی قسم کی خبرگیری یا پرسش سعیدہ کی کرتا ہے زید نے بکر کو و خالد کو یعنی دونوں پدر و پسر کو لکھا کہ شادی کر لی جائے اور خالد آئے اور اپنی منکوحہ کو لیجائے مگر نہ خالد آتا ہے نہ کسی قسم کی کفالت خرچہ کی سعیدہ کی خالد یا بکر اس کے باپ کی طرف سے ہوتی ہے اور بلکہ زید سے خرچہ لندن کے قیام کا طلب کیا جاتا ہے ان حالتوں سے نکاح فسخ ہوگا یا نہیں اور سعیدہ مجاز ہے کہ اپنے باپ کے نکاح کو جو بخوشی نہیں بلکہ محض بمجبوری و بخوف حکام وقت و توقع رفع خرخشہ کیا تھا اور رفع خرخشہ بھی نہ ہوا بلکہ بعد از بسیاری جنگ کے خلع و جدائی درمیان زید و ہندہ کے ہوگئی تو ایسے نکاح کو سعیدہ توڑ سکتی ہے یا نہیں اور خالد کا کب تک انتظار کیا جائیگا نہ وہ آتا ہے اور نہ کسی قسم کی خبرگیری اخراجات کی بھی سعیدہ کی کرتا ہے بدستور سعیدہ اپنے باپ کے گھر ماں سے بھی جدا پڑی ہے اور زید کو یہ بھی خیال ہے کہ خالد ہرگز نہیں آئیگا اور آئیگا تو بوجہ طرز معاشرت بدل جانے و صحبت غیر مذاہب کے حقوق کی تعمیل پوری پوری خالد سے ادا نہ ہوگی ایسی حالت میں شریعت کیونکر سعیدہ کو مجبور کریگی اور باپ کے ایک لغو مجبوری سے عمل کے باعث وہ غریب بدقسمت سعیدہ پریشانی میں مبتلا رہے گی۔

الجواب

باہمی جھگڑے قضیے نہ حد اکراہ تک پہنچتے ہیں نہ نکاح میں اکراہ کو دخل ہے اگر ولی کسی کے جبر و اکراہ ہی سے نکاح کردے نکاح ہوجائیگا فی الھندیۃ من الاکراہ زوجھا اولیاؤھا مبرھین فالنکاح جائز نابالغہ سے اجازت لینے کی حاجت نہ باپ کے کیے ہوئے نکاح پر عورت کو بعد بلوغ حق اعتراض۔ مگر اس حالت میں کہ شوہر وقت نکاح

کفو نہ تھا اور باپ اس سے پہلے بھی کبھی اپنی ولایت سے کسی لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو غیر کفو وہ جس سے نکاح ہونا عرفاً اولیائے ہندہ کے لیے وجہ ننگ و عار ہو کہ وہ نسب یا پیشے یا مذہب یا چال چلن میں رذیل و ذلیل و بدنام ہو۔ یہاں جب یہ صورتیں نہیں نکاح بیشک نافذ و تام و لازم ہوگیا جو کسی کے رد کیے سے رد نہیں ہوسکتا یہ اس حالت میں ہو کہ سعیدہ وقت نکاح نابالغہ ہو جیسا کہ بظاہر اس کی عمر مذکور سے مترشح ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اس عمر پر بلوغ نادر ہے اور اگر بالغہ تھی کہ لڑکی نو برس کی عمر میں بھی بالغہ ہوسکتی ہے تو وہ نکاح کہ باپ نے اسکے بے اذن کیا نکاح فضولی تھا اسے خبر پہنچنے پر اختیار تھا کہ رد کردیتی مگر یہ رد اسی جلسہ خبر میں ہوسکتا تھا اگر جلسہ بدلکر رد کرے تو مقبول نہ ہوگا اور تقریر سوال سے سعیدہ کا رد کرنا اصلاً ظاہر نہیں بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ساکت رہی اور بکر کا سکوت بھی اذن ہے تو نکاح یوں بھی لازم ہوگیا جس کے رد کی طرف سبیل نہیں مگر صورت مذکورہ میں عورت کا ضرر صریح ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ف۱ فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو اور فرماتا ہے ف۲ وعاشروھن بالمعروف عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو اور فرماتا ہے ف۳ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور انہیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی لاؤ اور فرماتا ہے ف۴ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ عورت کو یوں کر چھوڑو جیسے ادھر میں لٹکتی اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ف۵ لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام دین اسلام میں نہ ضرر ہے نہ مضرت پہنچانا۔ لہذا حاکم پر واجب ہے کہ خالد پر جبر کرے کہ یا تو ہندہ کو رخصت کرائے یا طلاق دے اور اگر وہاں کی صحبت سے خالد کا دین فاسد ہوگیا کہ نیچریوں کی طرح ضروریات دین پر ہنسنے لگا تو آپ ہی نکاح جاتا رہے گا والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳: مرسلہ حاجی احمد اللہ خاں صاحب مرحوم از پیلی بھیت ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں ایک عورت ہندہ جس کی عمر ۱۳ برس کی تھی باپ اس کا فوت ہوگیا اب ہندہ کے نکاح کی اجازت اس کی ماں نے ہندہ کی سوتیلی بہن جس کی عمر تخمیناً قریب چالیس سال کے ہوگی اس بہن نے ہندہ کو بچپن سے مثل اولاد کے پالا تھا اجازت دی تھی بلکہ ہندہ نے خود بھی اقرار کیا تھا ہندہ کی ماں نے سوتیلی بہن سے یہ کہلا بھیجا تھا کہ تمکو اختیار ہے جہاں چاہو اس کا نکاح کردو ہندہ کی بڑی بہن اور بہنوئی نے اپنے کفو میں ایک شریف خاندان کے لڑکے کے ساتھ بلکہ رشتہ داری میں نکاح کردیا اب بعد دو برس کے کچھ جھگڑا عورات میں باہم کسی بات پر ہوا یعنی ہندہ کی ساس اور ہندہ کی بڑی بہن میں اس پر

مسماۃ ہندہ کی ماں اور بہن دونوں اب یہ کہتی ہیں کہ ہندہ کا نکاح اس وجہ سے کہ اُس عمر تک بالغ نہیں ہوئی تھی وقت نکاح کے ہندہ کے چچا اور بھائی موجود نہیں تھے مگر اُن کو علم تھا اور ہندہ کی ماں اور بہن میں ایک مدت سے رنج تھا آمد و رفت نہیں تھی جس پر ہندہ کی ہمشیرہ نے اُس کی والدہ سے اجازت چاہی تھی قبل از مہینہ بیس روز آگے دونوں میں صلح ہوگئی اور والدہ ہندہ کی لڑکی کو دو چار روز آگے اپنے مکان کو لے گئی تھی جب تاریخ نکاح قریب آئی تو پھر ہندہ کو اُس کی بڑی بہن جس نے کہ اُس کو پالا تھا اُس کے مکان پر بھیجدیا واسطے نکاح کے اب ہندہ کی والدہ اپنے مکان پر ہندہ کو لے گئی بڑی بہن کے مکان سے بخوشی ہندہ کی بڑی بہن کے خاوند ہندہ کے بہنوئی ہندہ کے نکاح میں گواہ تھے اور بہنوئی کے بڑے بھائی وکیل نکاح کے تھے نکاح خواں نابینا تھے تو ایسی صورت میں نکاح ہندہ صحیح قرار پائیگا یا باطل۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ہندہ وقت نکاح فی الواقع نابالغہ تھی اور اُس کے نکاح کی اجازت اُس کے جوان بھائی نے نہ دی تھی تو جو نکاح بڑی بہن نے ماں کی اجازت سے کیا بھائی کی اجازت پر موقوف رہا اگر بھائی نے نکاح کی اطلاع پاکر انکار کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا اور اگر پسند کیا اجازت دی تو نافذ ہوگیا اور اگر ہنوز کچھ نہ کہا اور ہندہ اب بھی نابالغہ ہے تو اب بھی بھائی کی اجازت پر موقوف ہے اگر جائز کردیگا نافذ ہوجائیگا اور رد کردیگا تو باطل ہوجائیگا اور اگر ہندہ کے بالغہ ہونے تک بھائی نے نہ رد کیا نہ اجازت دی اور اب ہندہ بالغہ ہوگئی یعنی اُس کی عمر پورے پندرہ سال کی ہوگئی یا اُسے حیض آنے لگا تو اب وہ نکاح خود ہندہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر جائز کردیگی جائز ہوجائیگا اور اگر رد کردیگی باطل ہوجائیگا اور اگر نکاح بھائی کی اجازت سے ہوا تھا یا بعد نکاح بھائی نے قبل بلوغ ہندہ اجازت دیدی تو نکاح نافذ تو ہوگیا مگر ہندہ کو خیار بلوغ ملیگا یعنی بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً اگر اُس نکاح سے اُس نے انکار کردیا ایک لفظ کی دیر نہ لگائی تو دعوٰی کرکے اُس نکاح کو فسخ کراسکتی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۴ مرسلہ حکیم محمد علی حسین خاں صاحب جاگیردار ریاست گوالیار صدر لشکر نیا بازار ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین سوالات مندرجہ ذیل کی نسبت (۱) لڑکی کے والد نے مظہر کو دہلی سے واسطے عقد لڑکی اپنی کے بمقام بھوپال طلب کیا اور بعد پہنچنے برات کے سرکار عالیہ میں ایک درخواست تحریر کرکے پیش کی کہ میں نے لڑکے کو بلالیا ہے سرکار عالیہ خداوندی فرماکر اس کار خیر کا اپنے روبکاری سے اہتمام فرماویں میں نے تاریخ عقد ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ یوم دوشنبہ مقرر کردی ہے (۲) سرکار عالیہ نے

یہ درخواست منظور فرماکر جملہ انتظامات ضروری کیا تب حکم نافذ فرمادیا اور صاحبزادگان دام اقبالہ اور قاضی صاحب وغیرہ کو بلوا بھی بھیج گیا (۳) لڑکی اپنے ماموں کے یہاں تھی لڑکی کے والد عقد کے دن لڑکی کو لانے کی غرض سے ماموں کے مکان پر گئے ماموں نے عین وقت پر بھیجنے لڑکی سے قطعی انکار کیا بیچارے شریف باپ نے اُس غیرت کی وجہ سے زہر کھاکر اپنی جان کو ہلاک کیا (۴) باپ ولی جائز کی اجازت تحریری بعد فوتی اُس کے یہ عقد کیا تب کچھ وقعت اور اثر رکھتی ہے یا نہیں (۵) اب ماموں لڑکی کا بوجہ نفسانیت مظہر کے ساتھ عقد کرنے سے انکاری ہے اور اسی کے قبضہ میں لڑکی ہے (۶) لڑکی کا سن گیارہ سال کچھ ماہ کا ہے (۷) ورثا میں لڑکی کے ایک چچا حقیقی اور ایک ماموں حقیقی ایک بھائی حقیقی نابالغ اور والدہ مطلقہ یہ شخص غیر کے نکاح میں ہیں (۸) لڑکی کے چچا صاحب اس لڑکی کا مظہر سے عقد کرنے پر رضامند ہیں ان کی یعنی چچا صاحب موصوف کی محض اجازت سے عدم موجودگی اور بغیر اطلاع لڑکی کے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں یا کہ لڑکی کا موجود ہونا وقت نکاح کے لازمی ہے فقط

الجواب

صورت مذکورہ میں جبتک وہ لڑکی نابالغہ ہے (یعنی اُسے حیض شروع نہ ہوا یا پندرہ سال کامل کی عمر نہ ہوئی) اُس وقت تک اُسکا ولی نکاح اُس کا چچا ہے اور لڑکی کے بلوغ سے پہلے اُس کا بھائی بالغ ہوجائے تو ولایت چچا سے بھائی کی طرف منتقل ہوجائے گی بہرحال ماموں یا ماں کو اُس کے نکاح کا کچھ اختیار نہیں تنویر الابصار و درمختار میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم للاخت ثم لولد الام ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال دختر کی نابالغی میں چچا یا بالغ ہوکر بھائی اگر اُس کا نکاح ایسے شخص سے کردیگا جو اس لڑکی کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اُس کے ساتھ اس دختر کا نکاح باعث ننگ و عار ہو نہ دختر کے مہر مثل میں کمی فاحش کرے مثلاً لاکھ روپیہ مہر مثل ہو یہ پچاس ہزار باندھ دیں جب ان دونوں نقصانوں سے خالی ہو تو چچا یا بھائی کا وہ کیا ہوا نکاح نافذ و صحیح تام ہوگا نہ لڑکی سے اذن لینے کی اُنکو حاجت نہ اطلاع دینے کی نہ وقت نکاح لڑکی کے وہاں موجود ہونے کی یہ سب بے ضرورت امور ہیں درمختار میں ہے للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا اُسی میں ہے لو زوجھا الاقرب حیث ھو جاز النکاح ماں یا ماموں کو اس نکاح پر اصلا اعتراض نہیں پہنچ سکتا ہاں لڑکی کہ دوشیزہ ہے اگر بالغہ ہوتے ہی معاً کہدے گی کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں یا اول سے اُسے اطلاع نکاح نہ تھی تو بعد بلوغ جس وقت خبر پائی فوراً نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے تو اس صورت میں البتہ خود اُسکو اختیار ہوگا کہ حاکم شرع کے حضور رجوع کرکے چچا یا

بھائی کا کیا ہوا نکاح فسخ کرالے۔ درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیہ ان کان من کفو وبمہر المثل صح ولہما ای لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ ویبطل خیار البکر بالسکوت لو عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس ہاں چچا یا بھائی جس سے نکاح کردیں اگر وہ بمعنی مذکور دختر کا کفو نہ ہو اگرچہ ہم قوم ہو یا مہر مثل میں کمی فاحش کریں تو سرے سے نکاح ہوگا ہی نہیں درمختار میں ہے ان کان المزوج غیرہما لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا[۱] واللہ تعالٰی اعلم۔

باپ کی اجازت تحریری کی عبارت محتاج نظر ہے دیکھا جائے کیا لکھا اور اب اس کا کیا اثر ہے اور اس کی چنداں حاجت بھی نہیں کہ ولی شرعی موجود ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵: مسئولہ محمد صبور صاحب ولد منشی محمد ظہور حسن صاحب مرحوم مغفور ساکن بریلی محلہ پل قاضی ۱۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ عورت نے ایسے رنڈوے شخص کے ساتھ نکاح کیا کہ جس کے دو لڑکے زوجہ اولٰی سے تھے اب ان زن وشو سے ایک دختر پیدا ہوئی بعدہ اس شوہر ثانی کا انتقال ہوگیا ازاں بعد اس بیوہ عورت نے پھر اپنا نکاح کرلیا اب وہ لڑکی جو شوہر ثانی سے پیدا ہوئی تھی نابالغ ہے کہ جس کا نکاح اس عورت اور حال کے تیسرے شوہر نے ایک نابالغ لڑکے کے ساتھ بموجودگی اس کے والدین کے کردیا کہ جس کے اندر ابتدار قرار داد نسبت میں قبل از نکاح دوسرے شوہر کے دونوں لڑکوں کا بھی مشورہ رضامندی تھا لیکن وقت نکاح کے یہ دونوں لڑکے موجود نہ تھے اب یہ دونوں لڑکے اس نکاح سے نارضامند ہیں آیا یہ نکاح جائز طریقے سے ہوا یا ناجائز طور پر اور اب قابل رہنے کے ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شوہر دوم یعنی پدر دختر کے دونوں لڑکے کہ زوجہ اولٰی سے ہیں اگر بالغ ہیں تو وہی اس دختر کے ولی ہیں۔ اگر ان دونوں یا ان میں ایک نے پیش از نکاح عورت کے شوہر سوم یا خود عورت کو اس دختر کا نکاح اس نابالغ کے ساتھ کرنے کی اجازت دی تھی اور وہ نابالغ اس دختر کا کفو تھا یعنی نسب وغیرہ میں ایسا کم نہ تھا جس کے سبب اس سے نکاح اس دختر کے اولیا کے لیے باعث ننگ وعار ہو تو یہ نکاح صحیح وجائز ونافذ واقع ہوا اور بلاوجہ صحیح شرعی اب ان لڑکوں کی ناراضی معتبر نہیں فان من سعی فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ ہاں دختر کو اختیار ہوگا کہ اگر پسند نہ کرے تو بالغہ ہوتے ہی معاً انکار کردے نکاح فسخ کرادیا جائے گا لانہ غیر اب وجد اور اگر لڑکوں نے ان کو نکاح کردینے کی اجازت نہ دی تھی اگرچہ وقت مشورہ اپنی رضامندی

ظاہر کی تھی تو یہ نکاح کہ دختر کی ماں اور اُس کے شوہر سوم نے بے اجازت اولیا کیا اجازت اولیا پر موقوف رہا اُن لڑکوں نے خبر نکاح سُن کر اگر کوئی کلمہ رضا کہہ دیا یا کوئی فعل کہ رضا پر دال ہو کیا تو نکاح نافذ ہوگیا اور اب ان کی نارضامندی بلا وجہ صحیح شرعی معتبر نہیں بلکہ وہی بحال بلوغ دختر کو اختیار انکار رو دعوی فسخ ہوگا اور اگر کوئی قول و فعل رضا کا بعد نکاح اُن سے صادر نہ ہوا تھا کہ اُنھوں نے اُسے رد کر دیا تو نکاح رد ہوگیا اور اب یہ دختر اُس سے محض اجنبیہ ہے اور اگر وہ لڑکا اس عورت کا کفو نہیں یعنی کوئی ایسی کمی رکھتا ہے جس سے اُس کے ساتھ نکاح اولیائے دختر کے لیے باعث بدنامی و مطعونی ہو تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں اگرچہ خود لڑکوں نے کیا ہوتا اگرچہ دختر بعد بلوغ اُس پر راضی ہوتی لانہ یفتی فی غیر الکفو بعدم الصحۃ اصلا لفساد الزمان واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶ از بدایوں براہم پور مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پدر ہندہ نابالغہ کو بکر نے از راہ فریب یہ یقین دلایا کہ خالد اُس کا ہم قوم اور شریف الخاندان ہے اور اس طرح زید کو اس امر کی ترغیب دی کہ وہ اپنی نابالغہ دختر ہندہ کا نکاح خالد نابالغ سے کرے چنانچہ خالد کے ساتھ زید نے ہندہ اپنی دختر نابالغہ کا عقد کرا دیا ہندہ بعد عقد خالد کے اموں زاد ہمشیر کے گھر جس کے زیر پرورش خالد بیان کیا گیا تھا رہی صغیرہ ہندہ کو اب علم اس بات کا ہوا کہ خالد اس کا ہم قوم و کفو نہیں ہے بلکہ ولد الحرام ذلیل قوم ہے تو ہندہ نے خالد کو اپنا شوہر نہیں جانا اور نہ اُس کے پاس آئی گئی اور معاہدہ نکاح جو فریب ہوا تھا بوقت بلوغ فسخ کر دیا یہ انفساخ مطابق شرع محمدی ہو سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

ہاں صورت مستفسرہ میں نکاح فسخ کیا جائیگا یعنی ہندہ کو اختیار دعوے اور بعد دعوی حکماً فسخ ہوگا فتاوٰی قاضی خاں و فتح القدیر و بزازیہ و ردالمحتار وغیرہ میں ہے (ف۱) زوج بنتہ من رجل ظنہ مصلحا لایشرب مسکرا فاذا ھو مدمن فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح ان لم یکن ابوھا یشرب المسکر ولا عرف بہ وغلبۃ اھل بیتھا مصلحون فالنکاح باطل بالاتفاق اھ ردالمحتار میں ہے معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرۃ لان المسألۃ مفروضۃ فیما (ف۲) اذا لم ترض البنت بعد ما کبرت کما صرح بہ فی الخانیۃ والذخیرۃ وغیرھما وعلیہ یحمل ما فی القنیۃ زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ حر الاصل وکان معتقا فھو باطل بالاتفاق اھ وعلم من عبارۃ القنیۃ (ف۳) انہ لا فرق فی عدم الکفاءۃ بسبب الفسق اوغیرہ حتی لو زوجھا من فقیر او ذی حرفۃ ولم یکن کفوالھا لم یصح افادہ فی البحر درمختار میں ہے الفرقۃ (ف۴) ان من قبلھا ففسخ وان من قبلہ فطلاق وشرط

للکل القضاء کالاتمانیۃ خانیہ میں ہے لایکون التسمیۃ نعدام الکفاءۃ الابعد القاضی لانہ مجتہد فیہ امر واللہ تعالٰی

مسئلہ مسئولہ خان بہادر مولوی محمد خلیل اللہ خاں ڈاک خانہ گولہ ضلع کھیری

سماۃ ہندہ نے انتقال کیا اور اولاد دختری سے دو لڑکیاں چھوڑیں وقت انتقال سماۃ مذکورہ کی لڑکیوں نے اپنے حقیقی ناناکی پرورش ہر قسم کی اس وقت تک پائی دختران کی عمر سن بلوغت کو پہنچی ہے والد لڑکیوں کا اپنے وطن میں موجود ہے اور کسی قسم کی امداد پرورش دختران مذکور نہیں کرتا والد دختران مذکور کا شادی کا انتظام کرتا ہے تو والدہ منع آتا ہے والد شریک شادی دختران مذکور بوجہ اس کے کہ صرف شادی سے علیحدہ رہے نہیں ہوتا ہے تو ایسی حالت میں حقیقی نانا بحیثیت ولی کے نکاح کر سکتا ہے اگر نکاح دختران مذکور کا حقیقی نانا ایسی حالت مذکورہ میں کر دے تو کیا مناسب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

لڑکیاں جبکہ بالغہ ہوگئیں اُن پر ولایت جبریہ کسی کی نہ رہی اُن کی رضا سے جو نکاح اُن کا ہو صرف دو حالت میں ولی یعنی اُن کے باپ کو اُن پر اعتراض کا حق ہوگا اول یہ کہ جس سے نکاح کیا جائے وہ اس دختر کا کفو یعنی نسب یا مذہب یا چال چلن یا پیشہ وغیرہ کسی بات میں اُس سے اتنا کم ہو کہ اُس سے نکاح ہونا پدر دختر کے لیے باعث ننگ و عار ہو اس صورت میں تو جبکہ باپ پیش از نکاح اُس شخص کو غیر کفو جانکر صراحۃً اجازت نہ دے نکاح ہوگا ہی نہیں محض باطل ہوگا۔ دوم یہ کہ دختروں کے مہر میں کمی فاحش کی جائے مثلاً اُس کا مہر مثل ہزار روپے ہو اور پانسو باندھا جائے اس صورت میں باپ کو اعتراض کا حق ہوگا یہاں تک کہ شوہر مہر پورا کر دے اور جب ان صورتوں سے پاک ہو یعنی جس سے نکاح کیا جائے وہ نسب و مذہب وغیرہ میں دختر سے ایسا کم بھی نہ ہو کہ اُس سے نکاح ہونا پدر دختر کے لیے باعث مطعونی و بدنامی ہو اور مہر مثل میں بھی کمی فاحش نہ کی جائے تو لڑکیوں کی اجازت سے نانا کا ایسا کیا ہوا نکاح صحیح و تام و نافذ و لازم ہوگا جس پر پدر دختران کو کوئی اعتراض نہیں پہنچتا درمختار میں ہے لایجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اُسی میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی وله اذا کان عصبۃ الاعتراض فی غیر الکفو ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا اُسی میں ہے لونکحت باقل من مھرھا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مھر مثلھا او یفرق القاضی بینھما دفعا للعار۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از موضع ساندھن ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ محبوب احمد صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ہندہ نابالغہ کے فوت ہونے پر ہندہ کے شرعی وارث موجود ہیں مگر وہ ولی بننے سے انکار کرتے ہیں ہندہ کی

ماں حقیقی جس نے اب عقد ثانی کر لیا ہے وہ یا اُس کا شوہر ثانی ولی بن سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

ولی بننا نہ بننا اپنا اختیاری نہیں جس کو شرع مطہر نے ولی کیا وہ ولی ہے اُس کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا ہاں اگر صورت یہ ہے کہ کفو موجود ہے اور ولی بلا وجہ شرعی اُس کے نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے اور اُس انکار میں کفو کے فوت ہونے کا اندیشہ صحیح ہے تو جو ولی ابعد ہے اگرچہ ماں ہو اگرچہ نکاح کر چکی ہو وہ وہاں کے عالم دین سنی صحیح العقیدہ کے صوابدید سے نابالغ کا نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۹ از افضل گڑھ ضلع بجنور محلہ قاضی سرائے مرسلہ راغب الدین صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے ہندہ سے نکاح کیا ایک دختر پیدا ہوئی جب عمر دختر کی تین سال کی ہوئی زید نے ہندہ کو طلاق دی وہ دختر بھی ہندہ کے پاس رہی بعد ختم ہونے عدت کے ہندہ نے اپنا نکاح بکر سے کیا جب دختر کی عمر قریب نو سال کے ہوئی تب اُس کا نکاح ہندہ اور بکر نے ایک سے کر دیا وہ شخص بالکل اسلام سے واقف نہیں نہ روزہ رمضان شریف نہ نماز کبھی ادا کرتا ہے اب عمر دختر کی پندرہ سال ہے وہ پابند صوم وصلاۃ ہے اور کلام مجید اور دو چار کتاب مسائل کی جانتی ہے وہ اُس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی اور ولی اصل زندہ ہے اُس نے اجازت نکاح نہیں دی یہ نکاح عندالشرع درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اتنے گول سوال کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا نکاح بکر و ہندہ نے کیا اُس وقت لڑکی نو برس کی تھی معلوم ہونا چاہیے کہ بالغہ تھی یا نابالغہ نو برس کی لڑکی بھی بالغہ ہو سکتی ہے اُس نکاح کی خبر زید کو کب پہنچی اور اُس نے اُس وقت یا اُس کے بعد کیا کہا وہ لفظ لکھے جائیں رخصت کس کے اختیار سے ہوئی شوہر کے یہاں سے باپ کے یہاں بھی آنا جانا رہا یا نہیں لڑکی اگر اُس وقت نابالغہ تھی تو کب بالغہ ہوئی اُس کو کتنا زمانہ گزرا پھر وہ جو شوہر کے یہاں نہیں رہنا چاہتی یہ کتنے زمانہ سے ہے اور یہ کراہت صرف قلب سے ہے یا زبان سے بھی کچھ کہا کہا تو کیا لفظ کہے اور کب کہے شوہر سے اُس کے کوئی اولاد بھی ہوئی یا نہیں اب سب باتوں کا مفصل جواب ملنے پر حکم لکھا جا سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۰ از چھاؤنی ملتان مرسلہ کریم بخش صاحب خانساماں ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حسین بخش خانساماں کی دختر کی شادی پیر بخش خانساماں از کوہ سپاٹو ضلع شملہ عرصہ گیارہ ۱۱ بارہ ۱۲ برس کا

ہوا کہ جس وقت برخورداری کی نسبت پیر بخش خانساماں کے ساتھ بند وبست کیا گیا تھا تو اس وقت پیر بخش خانساماں کی پہلی زوجہ جو کہ شادی کی ہے سبب نہ اولاد ہونے کے دوسری شادی کا انتظام کیا دختر حسین بخش کے ساتھ پیر بخش اقرار گھر دامادی کا کیا جو رجسٹر مسجد کوہ سہاڑ ضلع شملہ میں موجود ہے اور پیش امام مسجد کے جنہوں نے نکاح پڑھایا تھا وہ بھی اسی وقت موجود ہیں جس وقت نکاح وغیرہ سے فارغ ہوئے تو دوسرے دن پیر بخش نے جھگڑا کرنا شروع کیا کہ میری زوجہ میرے ہمراہ بھیجدو لڑکی کے والدین نے پنچ کی روسے انکار کیا کہ چند عرصہ تم ہمارے ہمراہ رہو جب تمہاری بی بی کی رضا تمہارے ساتھ جانے کی ہوئے جاؤ اس شخص نے اصرار کیا کہ میرے ہمراہ ابھی بھیجدو یعنی شروع سے جھگڑا یہاں کئی ایک ماہ ان کا جھگڑا رہا چند عرصہ کے بعد جو کہ زوجہ پیر بخش کا چھوٹا بھائی تھا اس نے فیصلہ کیا کہ پیر بخش کی زوجہ پیر بخش کے ہمراہ کر دیا بعد عرصہ کے لڑکی حمل سے ہوئی تو اپنی ماں کے پاس آئی لڑکی پیدا ہوئی جو اس وقت ۱۳-۱۴ برس کی ہے جس وقت لڑکی ۲ ماہ کی ہوئی تو زوجہ پیر بخش اپنے خاوند کے ساتھ چلی گئی بسبب نا اتفاقی ان دونوں عورتوں میں جھگڑا رہا چھ ماہ کے بعد زوجہ پیر بخش پھر اپنے والدین کے پاس آگئی پھر ان کا اتفاق کر دیا گیا پھر زوجہ پیر بخش اپنے خاوند کے ہمراہ چلی گئی عرصہ تین ماہ بعد پھر واپس بھیجدی پیر بخش کے پھر بعد کو لڑکا پیدا ہوا جو کہ عمر گیارہ بارہ برس کا ہے نہ تو اس شخص نے کھانا کپڑا دیا نہ اپنے بچوں کو لے گیا چار دفعہ پنچایت میں فیصلہ ہوا کہ جو کچھ زر بچوں کی پرورش کرنے میں ہوا وہ ادا کر دو اور اپنے بال بچوں کو لیجاؤ مگر یہ شخص پنچوں میں بھی اقرار کر گیا وہ پورا نہ کیا نہ جواب دیا یعنی بہتیرا کچھ اس شخص کو سمجھایا گیا لیکن اس عرصہ ۱۱-۱۲ برس میں کوئی خیال نہ کیا پچھلے سال لڑکی کے ماموں نے منگنی بھی کر دی اس وقت بھی کوئی خیال نہ کیا بلکہ خود جا کر لڑکی کے ماموں نے کہا کہ یا تو تم لڑکی کی شادی کرو اگر تم لڑکی کی شادی نہیں کر سکتے تو تم لادعوی ہو کوئی جواب نہیں دیا اب لڑکی کے ماموں نے چاہا کہ شادی کر دی جائے تو پیر بخش نے اپنے خسر کے نام نوٹس دی کہ تم لڑکی کی شادی نہ کرنا ورنہ ہم کچہری میں دعویٰ کریں گے آپکی زیر باری ہوگی اس لڑکی کا ماموں ملتان گیا پیچھے نوٹس دی اس ۱۱-۱۲ برس کے اندر ایک پیسہ اپنے بال بچوں کو نہیں دیا گواہ موجود ہیں۔ یہ فیصلہ آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے کہ آپ شریعت کی روسے فتوے عنایت فرمائیں۔

الجواب

لڑکی بالغہ ہے یعنی اُسے ماہواری عارضہ آتا ہے جب تو نکاح میں خود لڑکی کی اجازت کافی ہے بشرطیکہ کسی غیر کفو سے نکاح نہ ہو یعنی ایسے سے نہ ہو جو مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہو جس سے نکاح اس دختر کا پیر بخش کے لیے باعث ننگ و عار ہو اور اگر لڑکی نابالغہ ہے تو ضرور اُس کے باپ کی اجازت درکار ہے بے اُس کی اجازت کے

اگرماں یا ماموں یا کوئی نکاح کردیگا تو پیر بخش کی اجازت پر موقوف رہے گا وہ جائز کردیگا جائز ہوجائیگا رد کردیگا باطل ہوجائیگا ہاں اگر کفو کے ملتے ہوئے پیر بخش نکاح میں تاخیر کثیر کرے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو نہ آپ نکاح کرے نہ دوسرے کو اجازت دے تو اس وقت پیر بخش سے اُتر کر نابالغہ کا جو ولی ہوگا مثلاً دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا غرض دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ کہ باپ کے بعد اس سے قریب تر کوئی نہ ہو اُسے اختیار ہوگا کہ لڑکی کا نکاح کسی...کفو بمعنی مذکور سے کردے اور اس وقت باپ کو اعتراض کا کوئی حق نہ ہوگا اگر دادا پردادا دور نزدیک کی اولاد قریب وبعید میں کوئی ایسا مرد نہ ہو اُس وقت ماں کو اختیار ملیگا درمختار میں ہے ان لم تکن عصبۃ فالولایۃ للام اُسی میں ہے یثبت للابعد التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعًا خلاصہ ردالمحتار میں ہے بامتناعہ عن التزویج من کفوٴ بمھر المثل اما لو امتنع عن غیر الکفوٴ اولکون المھر اقل من مھر المثل فلیس بعاضل ط یہاں ضرر سے مراد یہ ہے کہ کفو ملتا ہو اور اُس کے ساتھ اس نابالغہ کا نکاح کسی وجہ سے خلاف مصلحت نہ ہو مہر مثل بھی پورا دینے کہتا ہو اور بلاوجہ باپ نہ مانے اور نکاح نہ کرے نہ کوئی دوسرا کفو موجود ہو جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس حالت میں اور جو اولیا ہم نے شمار کیے اُن میں سے جو قریب تر ہو اُس سُنّی دیندار عالم کی رائے سے جو وہاں سب سے زیادہ فقیہ ہو اس کفو موجود سے مہر مثل یا اُس سے زائد پر نکاح کردے وذلک لانھم اختلفوا فی المراد بالابعد الذی یثبت لہ التزویج بعضل الاقرب فذھب فی شرح الوھبانیۃ ان المراد الابعد من اولیاء النسب وبہ جزم فی البحر ونقلہ فی الدر ثم استدرک علیہ بما فی القھستانی عن الخیانی لولم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفوٴ اھ قال ش ای خوف فوتہ ثم نقل عن رسالۃ العلامۃ الشرنبلالی کشف المعضل فیمن عضل نصوصًا وافرۃ منطا فرۃ علی ان المراد بالابعد القاضی ولا قاضی ھھنا فقد تدارکنا بما ذکرنا من جمیع النظرین واللہ المستعان واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱ از موضع بکر یا ڈاک خانہ بانکی ضلع ڈالٹن گنج مرسلہ سید منہاج الحق صاحب رضا احراری ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ہندہ کے شوہر نے قضا کیا اور عمرو سے بیوہ کا ناجائز تعلق ہوا بعد خبر پانے کے بکر جو ہندہ کا چچا ہے بسا سرزنش گھر میں بند رکھا اور کچھ دنوں باہر نکلنے نہ دیا اور بزور اپنے لڑکے زید سے جس کی بی بی موجود ہے بے رضامندی جو بخوف ہلاکت ہندہ نے قبول کیا نکاح کردیا وکیل نکاح واقعہ معلومہ نے بمقابلہ شاہدین اجل جو چچا زاد بھائی بیوہ کے ہیں رضامندی اجازت عقد نکاح چاہی بخوف جان ہندہ نے قبول کیا اور اذن دیا بعد دو چار ماہ کے موقع وقت پاکر عمرو کے

یہاں چلی آئی اور ہنوز اُس کے مکان میں موجود ہے ہندہ سے بمقابلہ چند گواہان پوچھا گیا حلفاً بیان کیا کہ ہمکو ہرگز ہرگز منظور نہ تھا جبر سے بکر وغیرہ کے جو دھمکی ہلاکت دیا تھا اقبال کیا بعدہٗ ہم دونوں کو یعنی ناکحین کو لوگوں نے ایک مکان میں بند کر دیا چنانچہ خلوت صحیحہ بھی اُسی قاعدہ مسطورہ صدر سے ہوا پس صورت مستفسرہ میں امیدوار جواب با صواب کا ہوں۔ ایسا نکاح جائز ہوسکتا ہے یا نہیں کیونکہ ہندہ نے اقرار زبانی کیا دلی حالت کسی کو معلوم نہیں صورت مذکورہ بالا میں طلاق کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں حسب بیان وخواہش ہندہ بغیر طلاق عمرو سے نکاح بلا بعد طلاق وعدت۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر واقعی اکراہ ومجبوری کی صورت نہ تھی صرف دھمکی تھی اور اسے بھی صحیح طور پر اندیشۂ جان نہ تھا جب تو وہ اذن صحیح ہوگیا اور اگر اُس وقت واقعی اکراہ تھا اور شوہر کے پاس جانا بلا اکراہ ہوا تو اگر پہلے نہ بھی تھی اب ہوگئی ان دونوں صورتوں میں نکاح صحیح ہوگیا اور بغیر موت یا طلاق شوہر وانقضائے عدت دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر جانا بھی باکراہ تھا اور جیسا کہ ہندہ کا بیان ہے خلوت بھی باکراہ ہوئی تو یہ مسئلہ شدید الاشکال ہے کتابوں میں اس کا جزئیہ کہیں نہیں علامہ خیر الدین رملی کی نظر حاشیہ بحر الرائق میں صحت توکیل کی طرف گئی اور حاشیہ منح الغفار میں عدم جواز کی طرف علامہ شامی نے کتاب الاکراہ میں اول کی طرف میل فرمایا اور آخر میں بھی لکھا کہ الحاصل ان المحل محتاج الی زیادۃ التحریر وھذا غایۃ ماوصل الیہ فھمنا القاصر واللہ تعالٰی اعلم فقیر نے اُس پر اپنی تعلیقات میں اُن کی ابحاث سے جواب دیئے اور تعلیقات کتاب الطلاق میں اولا وجوہ جواز لکھکر اُنھیں رد کیا اور عدم جواز کی ترجیح بیان کی اور آخر میں یہی لکھا کہ بالجملۃ فالمحل محل اشتباہ ولا بدّ من تحریر فوق ذلک واللہ تعالٰی اعلم ایسی شدید مشتبہ حالت میں بھی احتیاط یہی ہے کہ بلا طلاق ومرور عدت نکاح ثانی کی جرأت نہ کی جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲ از شہسرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

نابالغ کے نکاح میں اُس کے ولی سے ایجاب کرانے کی نوبت پہنچے گی تب تعین مہر بحیثیت ولی کے ہوگی پس بعد بلوغ اقبال سے وہ نابالغ اُس مہر کے ناراض ہوا اور انکار کرے تو کیا حکم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وہ ولی جس نے نابالغ کا نکاح کیا اس کا باپ یا باپ نہ ہونے کی حالت میں دادا ہے ایسا جو اس سے پہلے کوئی

نکاح اپنی ولایت سے مہر میں ایسے فرق کثیر سے یا غیر کفو سے نہ کرچکا ہو نہ اس نکاح کے وقت نشہ میں ہو جب تو نکاح صحیح اور یہی مہر لازم ہوگیا نابالغ کو کسی وقت کوئی حق اعتراض نہیں اور اگر نکاح کرنے والا اب وجد کے سوا اور کوئی ولی ہے یا اب وجد ہیں اور اس وقت نشہ میں تھے یا اس سے پہلے بھی کوئی نکاح اپنی ولایت سے ایسا کرچکے تھے اور مہر میں مہر مثل سے فرق کثیر ہے مثلاً پسر کا نکاح ہے اور عورت کا مہر مثل دس ہزار تھا انھوں نے پندرہ ہزار بندھوایا یا دختر کا نکاح ہے اور مہر مثل دس ہزار تھا انھوں نے پانچ ہزار بندھوایا تو اس صورت میں نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت ہے اور اگر فرق فاحش نہیں مثلاً پسر کے نکاح میں دس ہزار کا گیارہ ہزار یا دختر کے نکاح میں دس ہزار کا نو ہزار تو نکاح ہوگیا پھر اگر وہ ولی جس نے نکاح کیا غیر اب وجد ہے تو صغیر صغیرہ کو خیار بلوغ ملیگا جو غیر اب وجد کے نکاح کرنے میں مطلقاً ملتا ہے اگرچہ مہر مثل میں کوئی کمی بیشی نہ ہوئی ہو صغیرہ اگر بکر ہے تو بالغہ ہوتے ہی فوراً یا اس کے بعد علم نکاح ہو تو علم پاتے ہی معاً اگر اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کریگی تو دعوے کرکے قاضی سے فسخ کراسکے گی اور صغیرہ اگر ثیب ہے یا صغیر کا نکاح ہے تو انھیں بعد بلوغ مطلقاً اختیار اعتراض رہے گا جبتک صراحۃً اپنی رضا ظاہر نہ کریں یا کوئی فعل ایسا نہ کریں مثل بوسہ و کنار جو رضا پر دلیل ہو درمختار میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها وزيادة مهره او بغير كفوء ان كان الولي المزوج ابا او جدا لم يعرف منهما سوء الاختيار وان عرف لا يصح النكاح اتفاقا وكذا لو كان سكران وان كان المزوج غيرهما لا يصح النكاح من غير كفوء او بغبن فاحش اصلا وان كان من كفوء وبمهر المثل صح ولهما خيار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنكاح بعده وبطل خيار البكر بالسكوت عالمة بالنكاح ولا يمتد الى آخر المجلس وخيار الصغير والثيب اذا بلغا لا يبطل بالسكوت بلا صريح رضاء او دلالة كقبلة ولمس ولا بقيامهما عن المجلس لان وقته العمر فيبقى حتى يوجد الرضا اھ ملتقطا فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے اذا زوج الرجل ابنه بامرأة بالاكثر من مهر مثلها او زوج ابنته الصغيرة باقل من مهر مثلها او وضعها في غير كفو او زوج ابنه الصغير امة او امرأة ليست بكفوء له جاز في قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى وقال صاحباه رحمهما الله تعالى لا يجوز واجمعوا على انه لا يجوز ذلك من غير الاب والجد ولا من القاضي عالمگیری میں ہے لو زوج ولده من غير كفء بان زوج ابنه امة او ابنته عبدا او زوج بغبن فاحش بان زوج البنت ونقص من مهرها او زوج ابنه وزاد على مهر امرأته جاز عند ابي حنيفة تبيين وعندهما لا تجوز الزيادة والحط الا بما يتغابن الناس فيه قال بعضهم فاما اصل النكاح فصحيح والاصح ان النكاح باطل عندهما كافي والخلاف فيما اذا لم يعرف سوء اختيار الاب اما اذا عرف فالنكاح باطل اجماعاً

وکذا اذا کان سکران السراج الوھاج اھ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳ از مندیاہو ضلع جونپور محلہ قضیانہ مرسلہ حافظ کریم بخش صاحب ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

زید نے قضا کی اُس کا ایک حقیقی بھائی جو مدت دراز سے علیحدہ رہتا ہے اور مرحوم سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتا تھا زندہ ہے زید کی ایک لڑکی جو اب قریب بلوغ ہے اور اُس کی شادی برادری میں، اررجب المرجب کو ہونے والی ہے اس لڑکی کی ایک سوتیلی ماں ہے جس نے اس کی پرورش کی اور شادی بھی کرتی ہے زید کے حقیقی بھائی سے اُس نے اس کی شادی کے متعلق مدد چاہی کہ تمام اہل برادری کے سامنے اُس نے انکار کیا کہ میں نہ اس شادی میں شریک ہونگا نہ مجھ سے کسی قسم کا واسطہ ہے جہاں چاہیں شادی کریں مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس لیے سخت پریشانی ہے کہ اُس کی بیوہ سوتیلی ماں نے کل انتظام شادی کا کرلیا ہے خدانخواستہ اگر وہ عین وقت مخل ہو تو اُس بیوہ کا سخت نقصان ہوگا گو امید نہیں ہے کہ وہ ایسا کرے کیونکہ اُس نے سب اہل برادری کے سامنے اپنی بے تعلقی بیان کرتا ہے مگر احتیاطاً ضرورت ہے کہ علما کی بھی سند موجود ہو لڑکی کا ولی اُس کی بڑی بہن کا شوہر ہوسکتا ہے اُس کی بڑی بہن کا انتقال ہوچکا ہے اور دوسری بہن مع شوہر موجود ہے اور سوتیلی ماں کے چار لڑکے اُس کے باپ کے نطفہ سے موجود ہیں جن میں سے دو کی عمر ۱۶-۱۴ سال کی ہے اور ایک سوتیلی ماں ہے اور تمام اہل برادری ہیں ان میں اس کا ولی کون ہوسکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں اُس نابالغہ لڑکی کے نکاح کا ولی نہ اُس کا حقیقی چچا ہوسکتا ہے نہ بہن نہ بہنوئی نہ ماں بلکہ لڑکی کا سوتیلا بھائی کہ ۱۶ سولہ سال کا ہے اُس کے نکاح کا ولی ہے اور دوسرا کہ ۱۴ سال کا ہے اگر وہ بالغ ہے تو وہ بھی۔ ہے درمختار وغیرہ میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب لہٰذا لڑکی کا نکاح کفو میں مہر مثل یا زائد پر جوان سوتیلے بھائی کی اجازت سے ہونا چاہیے اگر ماں حقیقی بھی ہوتی تو اُس کا کیا ہوا نکاح بھی اس بھائی کی اجازت پر موقوف رہتا اور جبکہ اس بھائی کی اجازت سے ہو یا بعد نکاح قبل رویہ اُسے جائز کر دے اور نکاح میں مہر مثل سے کمی فاحش نہ کی گئی ہو اور جس سے نکاح ہوا وہ کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح ان بھائیوں کے لیے وجہ عار و بدنامی ہو تو وہ نکاح صحیح ہوجائے گا اور چچا اُس میں کسی طرح خلل انداز نہیں ہوسکتا ہاں لڑکی کو اختیار ہوگا کہ بالغہ ہوتے ہی اگر فوراً اُس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے تو دعوے کرکے فسخ کراسکے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۴ ازبلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ سید محمد تقی صاحب قادری ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی عمر چار، پانچ سال کی تھی کہ اس کے ماں باپ نے قضا کی اور ہندہ اس کی حقیقی نانی نے پرورش کیا جبکہ ہندہ کی عمر آٹھ نوسال کی ہوئی تو اس کی حقیقی نانی نے ہندہ کا عقد اپنے دوسرے نواسے کے ساتھ کردیا گو ہندہ کے بھائی حقیقی تھے مگر اس موقع پر موجود نہ تھے جبکہ اس کا عقد اس کی نانی نے کیا تھا لہذا شادی ہونے کے بعد سے پانچ چھ برس کامل تک ہندہ کو نہ اس کے شوہر نے روٹی کپڑا دیا اور نہ اس کے ساس سسر نے بدستور سابق ہندہ اپنی نانی کے پاس رہی اور اس نے اس کو روٹی کپڑا دیا جبکہ ہندہ کی عمر چودہ سال کچھ ماہ کی ہوئی اور اس کو پہلا ایام ہوا اس وقت ہندہ مع اپنی نانی کے اپنے محلہ کے ایک گھر میں آئی اور اس نے دو مرد اور تین عورتوں کے روبرو کہا کہ میری شادی میری نانی نے جس کے ساتھ کی تھی اس سے میں رضامند نہیں ہوں اور میں اس کے ساتھ اپنی عمر کسی طرح بسر نہیں کرسکتی ایسی حالت میں وہ نکاح ہندہ کا رہا یا ٹوٹ گیا نمبر ۲ اس کے پانچ ماہ بعد ہندہ کا دوسرا نکاح ہندہ کی رضامندی سے دوسرے شخص کے ساتھ کردیا گیا جبکہ وہ بالغ ہوچکی تھی اس صورت میں یہ نکاح جائز سمجھا جائیگا یا نہیں۔ اگر ہندہ کا پہلا شوہر عبدالغنی لڑائی فساد سے اپنی عورت کو لینا چاہے وہ ان تمام امورات کو مدنظر رکھکر ہندہ کو لے سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

جس سے ہندہ کا پہلا نکاح ہوا اگر وہ ہندہ سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم تھا کہ اس کے ساتھ ہندہ کا نکاح ہونا برادران ہندہ کے لیے باعث ننگ وعار وبدنامی ہو تو وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں یفتی بعدم الصحۃ فی غیر الکفو لفساد الزمان درمختار وغیرہ اور اگر ایسا نہ تھا تو وہ نکاح صحیح ومنعقد ہوگیا لصدورہ من فضولی ولہ مجیز ہندہ اگر بالغ ہوتے ہی ناراضی ظاہر کرتی اس نکاح کو فسخ کراسکتی اب کہ دیر لگائی وہاں سے دوسری جگہ جاکر وہ الفاظ کہے اب نکاح لازم ہوگیا بے موت یا طلاق شوہر اول اس سے جدا نہیں ہوسکتی دوسرا نکاح جو کیا باطل محض ہے اس پر فرض ہے کہ فوراً اس سے جدا ہوجائے درمختار میں ہے بطل خیار البکر بالسکوت مختارۃ عالمۃ بالنکاح ولا یمتد الی اٰخر المجلس واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۵ از موضع سموال ڈاک خانہ سیگنتر ریاست جموں ضلع میرپور ملک پنجاب براستہ جہلم مرسلہ حافظ مطیع اللہ صاحب ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں مثلاً زید کی لڑکی نابالغہ کا بعد وفات زید لڑکی کی والدہ نے کسی جگہ

ناتا یعنی ہلاک کر دیا اور اُن بنے لڑکی مذکورہ کو کسی قدر زیور اور کپڑا دیا اپنے زعم میں اُنھوں نے لڑکی اپنی منکوحہ سمجھ لی بعد گزرنے دو تین سال کے والدہ لڑکی کے پاس گئے تاکہ شادی کر دیوے اُس نے کہا مجھے فرصت نہیں پھر چلے گئے دوبارہ جن کے ذریعہ سے منگنی کی تھی بھیجکر سوال کیا۔ پھر والدہ لڑکی نے انکار کیا منگنی والوں نے کہا زیور وغیرہ واپس کرو ہم اس سے رہے غرض وہ اپنے زیورات وغیرہ لیکر واپس چلے آئے اور دعوی ناتا چھوڑ دیا اب لڑکی بالغ ہے اور اُس کی والدہ مرگئی ہے دوبارہ ناتے والے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم نے ناتا نہیں چھوڑا اور نہ ہم نے زیور لیا وکیل نے لیا ہوگا۔ آیا بروقت منگنی نابالغ کا اُس کی والدہ یا چچا یا برادر نے کر دیا اُس کو بموجب شریعت اختیار فسخ ہے بحکم ولہما الخیار فی غیر الاب والجد لیکن بروقت بلوغ قاضی کے نزدیک بیان دیوے اور قاضی حکم فسخ کرے چونکہ اس ولایت میں کوئی قاضی نہیں تو کیا اس ملک میں عالم علما فسخ کرسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

محض منگنی کوئی چیز نہیں اور اُن کا منکوحہ سمجھ لینا باطل ہے جبکہ ایجاب قبول نہ ہوا ہو اس صورت میں فسخ کی کیا حاجت کہ نکاح ہی نہ تھا جسے فسخ کیا جائے ہاں اگر ایجاب وقبول ہوگیا تھا تو بیشک صورت مذکورہ میں نابالغہ کو خیار فسخ ہے اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً اُسی مجلس میں انکار و اعتراض کرے تو دعویٰ فسخ کرسکتی ہے۔ اعلم وافقہ اہل بلد بحضور زوج فسخ کرے اور اُس کی تنفیذ بذریعہ کچہری کرالے۔ اور اگر مجلس بلوغ میں سکوت کیا تو اب دعوی فسخ نہیں کرسکتی نکاح لازم ہوگیا جبکہ کفو سے ہوا ہو یعنی زوج زوجہ سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہو کہ اُس سے اس کا نکاح اولیا کے لیے عرفاً باعث ننگ و عار ہو کہ اس صورت میں غیر اب وجد کا کیا ہوا نکاح باطل محض ہوتا ہے جب سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت والمسائل کلہا مصرحۃ بہا فی عامۃ زبر المذھب کالدر المختار وغیرہ ومسألۃ العالم فی الحدیقۃ الندیۃ عن فتاوی الامام العتابی وقد فصلنا الکل فی فتاونا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶ از شہر بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ حمید اللہ صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی عمر ۱۴ سال کی ہے اور اُس کے والد نے خط اپنی بیوی کے نام اس مضمون کا بھیجا ہے کہ جس طرح چاہو کرو تمھیں اختیار ہے ماں نکاح کرنا چاہتی ہے اور والد اس کے یہاں موجود نہیں ہیں عدم موجودگی میں والد کے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر ثابت ہو کہ یہ خط اُس کا ہے تو ماں کو اختیار ہے اگر لڑکی نابالغہ ہو اور بالغہ کی خود اپنی اجازت معتبر ہوتی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۷ - از کوٹیلی ڈاک خانہ خاص ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالحلیم شاہ صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو تین شادی محل اولٰی مرحوم سے دو لڑکا ایک لڑکی اور محل ثانی لاولد مرحوم محل سوم قائم سے دو لڑکا اور ایک لڑکی زید نے محل اولی کی اولاد کو اپنی حیات میں علیحدہ کر دیا جو کہ زید کو بد میان اولاد محل اولی کے کوئی سروکار نہیں بلکہ سننے میں آتا ہے کہ زید نے محل اولٰی والی اولاد کو عاق کیا تھا اور زید محل سوم کے ساتھ مع اولاد کے رہتے تھے زید نے اپنی حیات میں محل سوم کی لڑکی کی نسبت بکر کے لڑکے سے کی تھی یعنی نسبت شادی کی مقرر ہوئی تھی چونکہ عمر لڑکی کی دس برس کی تھی بعد مقرر کرنے نسبت مذکورہ کے زید نے قضا کیا بعد قضا کرنے زید کے ایک سال بعد مسماۃ محل سوم نے اپنی لڑکی کی شادی بولایت خاص بکر کے لڑکے کے ساتھ کر دی اُسی درمیان میں محل اولٰی والی اولاد سے جو کہ عاق شدہ ہے اُس سے معاملہ حقداری کا ساتھ محل سوم مسماۃ کے تھا بعد شادی ہونے تھوڑے زمانہ کے اور اُٹھ جانے معاملہ حقداری کے محل اولٰی والی اولاد نے محل سوم والی مسماۃ کو اپنی رائے میں یعنی میل میں لے آئے اب محل اولی والی اولاد کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ عقد ناجائز ہوگا کیونکہ اس لڑکی کا وارث میں ہو سکتا ہوں یعنی اس کا ولی میں ہونگا بلکہ اس لڑکی کو اپنی سسرال سے لاکر اپنے گھر میں رکھ لیا ہے اور دوسری شادی کرنے پر لڑکی کی آمادہ ہے آیا یہ عقد جو کہ مسماۃ محل سوم والی نے بولایت اپنے کیا ہے کیا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

فی الواقع بھائی اگرچہ سوتیلا ہو اُس کے ہوتے ماں کو ولایت نہیں جو نکاح ماں نے کیا اور کسی جوان بھائی کا اذن نہ تھا تو بعد نکاح کسی جوان بھائی نے جائز کیا اُسے جو جوان بھائی فسخ کرے فسخ ہو جائیگا اور عاق کر دینا شرعاً کوئی چیز نہیں نہ اس سے ولایت زائل ہو درمختار میں ہے لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۸ از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ محبوب حسن صاحب ولد قاضی محمد یوسف صاحب ۲۱ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہاجرہ خاتون عرف بنو دختر راحت حسین مرحوم کا جس کی عمر اس وقت پندرہ برس چھ ماہ ہے اُس کی ماں نے بسا زا اپنے بھائی اولاد حسین اور بھانجے قطب الحسن (قطب الحسن کو

ہاجرہ کی بڑی بہن بیاہی ہے) جبکہ مکان پر کوئی شخص از ذکور موجود نہ تھا اپنی بہن کے لڑکے عزیز الحسن سے جو قطب الحسن مذکور سے چھوٹے ہیں بوکالت اپنے بھائی حقیقی اولاد حسین مذکور و بگواہی بندہ حسن جو قطب الحسن و عزیز الحسن مذکور کے عمزاد ہیں و بگواہی احمد حسین جو قطب الحسن کے قریبی رشتہ دار ہیں نکاح پڑھوا دیا۔ بیان ہاجرہ خاتون جو کہ بموجودگی ممتاز حسین و فرحت حسین و صولت حسین کلام پاک پر ہاتھ رکھکر بیان کیا میرے سامنے قبل نکاح کے واقع کے چند مرتبہ میری بہن زوجہ قطب الحسن نے عزیز الحسن سے میرا نکاح کیے جانے کا تذکرہ کیا مگر میں نے قطعی انکار کیا اور میرے اس انکار کی خبر قطب الحسن و عزیز الحسن اور اُن کی والدہ اور میری ماں اور بہنوں کو کماحقہ ہو چکی تھی اب بوقت نکاح جب مجھ سے اذن طلب کیا گیا میں بوجہ لحاظ و شرم بآواز بلند اس مجمع میں انکار نہ کر سکی مگر انکاری سر ہلایا اور ادنی ہونھ جو انکار تھا کیا میری آواز نکلتے ہی میری بہنوں اور خالہ و ماں نے غل و شور مچا دیا کہ ہو گیا ہو گیا میں عزیز الحسن کے ساتھ نکاح کیے جانے کو نہ قبل اس واقع کے نہ اُس وقت اور نہ اب رضامند ہوں مجھپر خدا اور اُس کے رسول کی پھٹکار ہو جو اس میں ایک لفظ بھی غلط کہتی ہوں۔ بیان گواہ بندہ حسن جو تحریر کرا لیا گیا ہے۔ بتاریخ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء بوقت ۵ بجے شام قطب الحسن مجھکو قاضی ٹولہ بغرض نکاح عزیز الحسن کے لے گئے وہاں پر جاکر مجھکو معلوم ہوا کہ تم گواہ ہو کہ مسماۃ بنو دختر راحت حسین مرحوم ہے جب اندر گیا تو معلوم ہوا کہ لڑکی روتی تھی اور اُس کو ایک عورت پکڑے تھی اُس میں ایک آواز روتی ہوئی نکلی جس پر اُس کی والدہ اور ہمشیرہ نے کہا کہ ہو گیا۔ میں لڑکی کی آواز کو ٹھیک طریقہ پر انداز نہیں کر سکا کہ کس کی آواز ہے چونکہ میں تھوڑے فاصلہ سے تھا اس لیے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ آواز اقرار سے تھی یا انکار سے۔ فرحت حسین یعنی لڑکی کے چچا بھی وہاں موجود نہ تھے اور نہ پشتیز کی اُن کی گفتگو کا کوئی ذکر میرے سامنے ہوا تھا کہ وہ کیوں نہ شریک ہوئے۔ دستخط بندہ حسن۔ بیان گواہ احمد حسین جو تحریر کرا لیا گیا ہے۔ میں واسطے نکاح مسماۃ بنو دختر راحت حسین کے گیا تھا وہاں جاکر مجھکو گواہ بنایا گیا میں نے اندر جاکر اُس کی والدہ سے دریافت کیا اُس نے اقرار کیا اور اجازت نکاح کی دی پھر میں نے لڑکی سے اذن طلب کیا وہ پردہ میں تھی اندر سے اوں کی آواز آئی پھر نکاح پڑھوا دیا گیا فرحت حسین بوقت نکاح موجود نہ تھے۔ دستخط احمد حسین۔ وکیل صاحب مسمی خاطی اولاد حسین علیل تھے اور اس کے بعد زیادہ علیل ہو گئے اور انتقال ہو گیا کوئی بیان تحریری حاصل نہ ہو سکا۔ قاضی صاحب نے جنھوں نے کہ نکاح پڑھایا ہے مکان پر پایا اُس موقع پر قسم ذکور سے کسی کو نہ پاکر قطب الحسن سے کہا کہ ایسا نکاح پڑھوا کر مجھکو کسی مقدمہ میں ماخوذ تو نہ کراؤ گے جو کوئی مرد مکان پر موجود نہیں ہے جس کا جواب قطب الحسن نے یہ دیا کہ کسی مرد کی کچھ ضرورت نہیں ہے لڑکی خود بالغ ہے قاضی صاحب نے لڑکی سے ایجاب قبول کرا دیا۔ اندر کا

کچھ حال اُس وقت قاضی صاحب کو نہ بتایا گیا۔ بعدکو قاضی صاحب کو گواہان اور وکیل صاحب کے بیانات سے طرح طرح کے شکوک عدم جواز نکاح کے پیدا ہوئے جس کی وجہ سے ضرورت فتوے لینے کی ہوئی بمعروضہ احقر۔ اب وہ لوگ طرح طرح کے دباؤ رخصت کے ڈالتے ہیں اور لڑکی بالکل قطعی انکار کرتی ہے حتی کہ جان دینے پر آمادہ مگر وہاں رخصت کیسے جانے کو منکر ہے۔ معاملہ مذکور بالا کو غور فرما کر حکم شرع شریف سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب

اللہ واحد قہار عالم الغیب والشہادہ ہے یہ معاملہ حلال حرام اور وہ بھی خاص شرمگاہ کا ہے جس کی حرمت سخت اشد ہے اگر واقع میں ہاجرہ بالغہ نے اذن دیدیا تھا اگرچہ دباؤ سے اگرچہ جبراً تو نکاح صحیح ہوگیا اور اب اُسے انکار کا کچھ اختیار نہیں اگر نہ مانے گی اور دوسری جگہ نکاح کرے گی زنا ہوگا زنا زنا۔ اور اگر واقع میں اُس نے انکار کیا تھا اور اُسے اذن بنا کر ہوگیا ہوگیا اُڑا یا تو حرام حرام سخت حرام ہے کہ اُسے عزیز الحسن کی زوجہ سمجھا جائے پہلی صورت میں ہاجرہ اور دوسری میں عزیز الحسن وغیرہ اس کے ساعی مستحق لعنت الٰہی وعذاب شدید ہونگے باقی جو شہادتیں مذکور ہوئیں ثبوت اذن کے لیے محض ناکافی ہیں اُن کی بناپر ہاجرہ کہ اذن سے منکر ہے مجبور نہیں کی جاسکتی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۹ از پیلی بھیت محلہ شیخ چاند متصل سرائے پختہ مرسلہ حافظ ولایت احمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح چچا حقیقی کی ولایت سے جو اُس کے علم میں نابالغہ تھی بعدم موجودگی ہندہ ومادر ہندہ زید نابالغ کے ساتھ بولایت دادا حقیقی زید عرصہ پانچ سال کا گزرا ہوا تھا دو سال سے زید بالغ ہے اب رخصت کرانا چاہتا ہے تو مادر ہندہ سے معلوم ہوا کہ ہندہ وقت نکاح کے بالغہ تھی ماں ہندہ کی رخصت نہیں کرتی ہے اور کہتی ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہے مادر ہندہ کے بیان کی تصدیق کرلی گئی کہ صحیح ہے۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ ہندہ بالغہ تھی اور اُس سے اذن نہ لیا گیا اور چچا نے نابالغہ سمجھ کر بے اذن لیے خود پڑھا دیا تو یہ نکاح اجازت ہندہ پر موقوف رہا اس پانچ برس کے عرصہ میں اگر اُس نے اگرچہ اپنی ہم عمر لڑکیوں میں کوئی کلمہ اس کی اجازت کا کہا ہے جائز ہوگیا رد کا کہا ہے رد ہوگیا اب تک کچھ نہیں کہا ہے تو اب اگر رد کردے گی رد ہوجائیگا جائز کردے گی جائز ہوجائیگا یہ خوب یاد رہے کہ اعتبار سب میں پہلی بار کا ہے نکاح کی اطلاع کے بعد سب میں اول اگر کلمہ رد کہا ہے رد ہوگیا اُس کے بعد ہزار بار اجازت دے بیکار ہے اور سب میں اول اگر کلمہ اجازت کہا ہے جائز ہوگیا اُس کے بعد لاکھ بار رد کرے بے اثر ہے اللہ واحد قہار سے ڈرے یہ معاملہ حلال حرام نکاح وزنا کا ہے جو بات واقعی ہو

ظاہر کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از قصبہ اوریا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) زید کی بیوی معہ بیٹی ہندہ کے اپنے والد کے گھر زید کی رضامندی سے گئی زید کا خسر جو چچا بھی ہوتا ہے اس نے اپنے خاندان کے لڑکے بکر کے ساتھ زید مذکور کی لڑکی ہندہ سے عقد کردیا بلا اطلاع زید اور ہندہ ابھی نابالغ ہے وہ عقد جائز ہوا یا نہیں اس عقد کو کون اور کتنے عرصہ تک فسخ کرسکتا ہے (۲) اگر ہندہ بالغ ہے اور وہ اپنے شوہر کے گھر رہی اور اس کے ہمراہ اپنے والد زید کے گھر آئی اور چندے قیام بکر یعنی ہندہ کے شوہر کا رہا اس کے بعد وہ ملازمت پر چلا گیا اس صورت میں یہ عقد درست ہوا یا نہیں جبکہ ہندہ بالغ ہے (۳) زید کے جائے قیام سے زید کی سسرال فاصلہ پر ہے جہاں پر ہندہ کا عقد بکر کے ساتھ ہوا تھا جس وقت زید کے ملنے والوں نے زید سے یہ سوال کیا کہ تم یہاں پر موجود رہے اور وہاں پر عقد بلا اجازت جبکہ ہندہ نابالغ تسلیم کیا جاوے کیونکر ہوا اس وقت زید مذکور نے یہ جواب دیا کہ ہم اجازت دے آئے تھے کہ آپ عقد کردیں اور ہم کو صرف اطلاع دیں تاکہ ہم اس خوشی میں میلاد شریف کریں ایسی صورت میں اجازت صحیح ہوئی یا نہیں اور عقد جائز ہوا یا نہیں (۴) کچھ واقعات ایسے ہیں جس سے زید کی رضامندی کا پتہ چلتا ہے مثلاً زید کے مکان پر تنہا آیا بکر شوہر ہندہ کا اور قیام کیا اور زید اس کو یعنی داماد کو اکثر مجالس و بازار میں ہمراہ لے گیا دریافت کرنے پر بھی کہا کہ یہ داماد ہے اس کے چند یوم کے بعد وہ داماد اپنی ملازمت پر چلا گیا جس کو عرصہ ۴ یا ۵ سال کا ہوا اسی قدر عرصہ عقد کو۔ جس وقت وہ ملازمت پر گیا تھا اول تو خط و کتابت بھی رہی سنا گیا ہے اب زید کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ نہیں معلوم کہاں پر ہے نہ خط آتا ہے اور نہ کچھ خرچ کی خبر لیتا ہے اول تو ہم کو یعنی زید کو اس لڑکے بکر کے ساتھ عقد اپنی لڑکی ہندہ کا منظور نہیں تھا خیر اگر ہو بھی گیا تھا تو جبراً قہراً منظور کیا اب تک اس کا راستہ دیکھا یعنی داماد کا جس کو عرصہ ۴ یا ۵ سال کا ہوگیا ان واقعات سے یہ عقد صحیح ہوا یا نہیں جبکہ ہندہ نابالغ تھی (۵) بعض کا یہ قیاس ہے کہ ہندہ اس وقت بالغ تھی جب عقد ہوا اور یہ واقعات جو اوپر مذکور ہیں زید یعنی ہندہ کا جائز ولی باپ کے ساتھ پیش آئے وہ عقد جائز ہوا یا نہیں۔ (۶) اب زید کی نیت میں خلل آیا اور وہ اب نمبر ۳ کے مضمون سے انکار کرتا ہے کہ میں نے ہرگز نہیں کہا کہ اجازت دیدی تھی لیکن نمبر ۴ کے مضمون سے نہیں انکار کرسکتا کیونکہ یہ چشم دید واقعات ہیں نمبر ۱ کی عبارت کو تسلیم کرکے سنا گیا ہے کہ فتوے منگایا مگر کسی کو دکھلایا نہیں ہے کہ اس میں کیا سوال کیا ہے اور آج چار پانچ سال کے بعد ہندہ کا عقد فسخ کرکے اپنے طور پر اور اس کا عقد ایک اور شخص سے کردیا ہے محض اس بنا پر کہ وہ جائز ولی

نہیں سنتے میں ولی جائز ہوں مجھکو اختیار ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ۵ سال تک تو خاموش رہا زید اور بنمبر ۳ کے واقعات اُس داماد بکر کے ساتھ پیش آئے کیا ایسی حالت میں یہ عقد اب ۵ سال کے بعد فسخ ہو سکتا تھا یا نہیں اور عقد ثانی ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کیا یہ حرام ہے اور اولاد بھی حرامی ہوگی (۷) ہم لوگ زید کے ساتھ ربط ضبط رکھیں یا نہیں اگر میل جول قائم رکھیں تو گناہگار ہونگے یا نہیں جبکہ اس نے شرع کے خلاف کام کیا۔ (۸) بعد میں تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ ہندہ کی رخصت نہیں ہوئی اور نہ وہ اپنے شوہر کے گھر گئی اور نہ اس کے ہمراہ شوہر مذکور آیا لیکن شوہر ہندہ کا مکان پر زید کے آیا اور قیام کیا اور زید مذکور نے اپنے ملنے والوں سے کہا یہ داماد ہے اور سب کو دکھلایا بنمبر ۲ کو اس معاملہ سے علیحدہ تصور کرکے بقیہ کُل نمبروں کا جواب دیجیے اور نمبر ۲ کا جواب بھی علیحدہ سے دیجیے دوسرا واقعہ خیال فرماکر۔

الجواب

(۱) جبکہ ہندہ نابالغہ ہے یہ نکاح اجازت زید پر موقوف رہا اگر جائز کر دیگا جائز ہوجائیگا رد کر دیگا باطل ہوجائیگا زید اگر سکوت محض کرے کوئی قول یا فعل ایسا نہ کرے جس سے اُس نکاح کا جائز یا رد کرنا ثابت ہو یہاں تک کہ ہندہ بالغہ ہوجائے تو اُس وقت اُس کا رد یا جائز کرنا خود ہندہ کے اختیار ہوجائیگا (۲) درست ہوگیا اگر بکر ہندہ کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہ ہو کہ ہندہ کا اُس سے نکاح زید پدر ہندہ کے لیے باعث ننگ و عار ہو (۳) اجازت صحیح ہے عقد جائز ہوگیا (۴) جبکہ ہندہ نابالغہ تھی اور باپ نے اُسے منظور کیا اور بکر کو اپنا داماد کہا نکاح نافذ ہوگیا (۵) ہندہ اگر بالغہ تھی اور نکاح اُس کے اذن سے ہوا یا بعد نکاح اُس نے قولا یا فعلا جائز کر دیا مثلاً بغیر رد کے بخوشی رخصت ہوکر گئی تو نکاح نافذ ہوگیا جبکہ بکر ہندہ کا کفو ہو اور اگر ہندہ سے کوئی قول و فعل اجازت کا اب تک صادر نہ ہوا تو نافذ نہ ہوا اگرچہ اُس کے باپ سے کچھ واقعات پیش آئے ہوں (۶) اگر ہندہ نابالغہ تھی اور نمبر ۳ کا مضمون ثابت ہو تو وہ نکاح تام و لازم ہو چکا زید کو کوئی اختیار اُس کے فسخ کا نہ رہا یہ نکاح ثانی باطل ہوا اس میں قربت حرام ہوگی اور اولاد ولد الحرام۔ اور اگر ہندہ بالغہ تھی اور وہ کسی قول یا فعل سے نافذ کرچکی تھی جب بھی وہی جواب ہے جبکہ بکر ہندہ کا کفو ہو اور اگر نافذ نہ کرچکی تھی اور رد کرکے نکاح ثانی کیا تو حرج نہیں اگرچہ بکر اُس کا کفو ہو اور اگر ہندہ نے نافذ کیا لیکن بکر اُس کا کفو نہ تھا تو نکاح صحیح نہ ہوا اگرچہ بعد کو زید بھی راضی ہوگیا ہو لان شرط صحتہ رضا الولی قبل النکاح مع العلم بانہ غیر کفو کما اوضحہ فی رد المحتار اس صورت میں اُس غیر صحیح نکاح کو چھوڑ کر اگر نکاح ثانی کر لیا حرج نہ ہوا اور یہی نکاح ثانی صحیح ہوا اگر شرائط صحت کا جامع ہو اور اولاد ولد الحلال وھو تعالٰی اعلم۔

(۷) اوپر کے جوابوں سے معلوم ہوا کہ زید کس صورت میں گنہگار ہے اور کس میں نہیں۔ اگر صورت وہ ثابت ہو جس میں اس نے ایسے حرام کا ارتکاب کیا تو اس سے میل جول ترک کرنے میں گناہ نہیں بلکہ مناسب ہے اور نہ ترک کریں اور گناہ کو گناہ جانیں اور اس کے سبب اُسے بُرا سمجھیں جب بھی حرج نہیں ہاں جو سمجھے کہ میرے ترک کے سبب زید کو توبہ کرنی ہوگی وہ ضرور ترک کرے (۸) صورت واقعہ میں استفتا کا یہ طریقہ نہیں ہوتا بات پوری تحقیق شدہ پر فتوی لینا چاہیے بہرحال جواب ہر نمبر کا ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۱ از شہر سلطان پور محلہ پرتاب گنج مرسلہ حافظ عبدالغنی و عبدالحمید صاحبان ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بکر کے لڑکے خالد کے ساتھ اپنے کفو میں اور مہر بھی بلحاظ اپنے کفو کے کردیا اور زید نے کئی مرتبہ ہندہ کو رخصت بھی کیا اور بکر نے زید سے اقرار بھی لے لیا تھا کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تب میں اُس کا نکاح اپنے لڑکے خالد سے کروں گا ورنہ نہیں۔ لہذا زید نے اقرار کیا کہ ہندہ بالغ ہے اُس کے بعد نکاح ہوا اب بعد ان واقعات کے بوجہ دنیاوی مخاصمت کے ہندہ بذریعہ نوٹس کے اطلاع دیتی ہے کہ میرا نکاح حالت نابالغی میں ہوا تھا اب میں حد بلوغیت اور خود مختاری کو پہنچ گئی ہوں مجھکو والدین کے کیے ہوئے نکاح کے فسخ کا حق حاصل ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسماۃ مذکورہ کو حق فسخ حاصل ہے یا نہیں۔ اور اوس کے فسخ کرنے سے یہ نکاح جو باپ نے کیا ہے فسخ ہوگا یا نہیں۔

الجواب

ہندہ کو اصلاً نکاح مذکور کے فسخ کا اختیار نہیں نہ اُس پر کچھ اعتراض کرسکتی ہے اگر وہ نابالغہ ہی تھی جیسا اُس کا بیان ہے تو باپ کے کیے ہوئے نکاح پر نابالغہ بعد بلوغ معترض نہیں ہوسکتی درمختار میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفو ان کان الولی المزوج ابا او جدا المعروف منہما سوء الاختیار الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۲ از پیلی بھیت مرسلہ واحد اللہ صاحب ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید شدت مرض میں تھا اُس حالت میں اُس کے حقیقی بھائی نے اُس سے اُس کی کمسن لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ کرنے کی اجازت لے لی اور نکاح کردیا زید تین روز کے بعد انتقال کرگیا اب لڑکی کی عمر سات برس کی اور لڑکے کی ۲۴ برس کی ہے تو یہ نکاح ہوگیا یا نہیں مگر غرض یہ ہے کہ لڑکا لڑکی کا کفو نہیں کہ وہ ذلیل عورت کی نسل سے ہے لڑکی کے باپ کا بھی انتقال ہوگیا۔

الجواب

شدت مرض صحت اجازت کو مانع نہیں ھذا القدر ماذکرہ السائل فنجیب علیہ ولا نزید مایکون تعلیما ان کا غیر کفو ہونا اولاد کو غیر کفو نہیں کردیتا کہ نسب باپ سے ہے نہ کہ ماں سے قال تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن اور بالفرض کفارت نہ بھی ہو تو باپ ایک بار غیر کفو سے بھی نکاح کرسکتا ہے لہذا صورت مستفسرہ میں وہ نکاح صحیح ولازم ہوگیا جس کے فسخ کا کسی کو بھی اختیار نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳ از ریاست رامپور محلہ پیش عنایت خاں مدرسہ عزیزیہ مرسلہ محمد سفیر الرحمٰن صاحب بنگالی ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی بالغہ ہے اور سن بھی چودہ برس کا ہے اس کے باپ نے جس لڑکے کے ساتھ اس کی شادی مقرر کردی ہے وہ ہونے والا شوہر نہ کہ باپ کے ذکر کرنے سے بلکہ اور کسی طریقہ سے لڑکی کو معلوم ہے کہ میری شادی اس شخص کے ساتھ مقرر کرادی ہے اور وہ دوسرے شہر میں رہتا ہے جب باپ عقد پڑھانے کو لڑکی کے مکان کو چلا نہ اس وقت لڑکی سے اجازت لی اور نہ کچھ کہا بلکہ ویسے ہی وہاں جاکر مجلس میں کہہ دیا کہ میں نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دی یہ نکاح نافذ ہوا یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر بالغہ نے پہلے اجازت نہ دی تھی نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہا جائز کردے گی جائز ہوجائیگا جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو رد کردے گی باطل ہوجائے گا اگرچہ کوئی مانع شرعی نہ ہو درمختار میں ہے لا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دادا جمال الدین شاہ مرحوم ایک درویش شخص تھا چنانچہ اس نے اپنی عمر زہد و عزلت میں ایک جگہ میں بسر کردی اور زید کا باپ فریدالدین مرحوم ایک متورع اور عالم شخص تھا اور زید خود بھی بحمدہ تعالٰی ایک متقی اور عالم اور صوفی اور خوش حال اہل وعیال کے تین چار برس کے نفقے کا مالک شخص ہے اور مکان مملوک رکھتا ہے اور زید کی بیوی ہندہ ایک پابند صوم وصلٰوۃ اور تالیہ قرآن پاک اور قاریہ اوراد و وظائف عورت ہے اور زید کی لڑکی زینب بھی ایک صوم وصلٰوۃ کی شائق اور اوراد و وظائف کی جانب راغب اور کذب وغیرہ امور نامشروع سے محترز بہت نیک اور سیدھی لڑکی ہے اسی وجہ سے زید باوجود زینب کی نسبتیں متعدد جگہ سے آنے کے زینب کے بلوغ کے بھی سات آٹھ بلکہ اور زیادہ سال بعد تک کسی شریف عالم متقی شخص کی تلاش میں تھا اور ان نسبتوں کو بوجہ ان میں سے کسی کے موافق مرضی نہ ہونے کے منظور نہیں کیا تھا کہ یکایک عمرو کہ جس کی بابت

چار پانچ سال پیشتر خالد سے بات چیت ہوئی تھی اور خالد نے اُس کا بہت متقی ہونا ظاہر کیا تھا چنانچہ کہا تھا کہ میں نے ایک حلقہ مسمے حلقہ حبیب جاری کر رکھا ہے جس میں ایک خاص طریقہ سے درود شریف پڑھا جاتا ہے اُس کا عمرو سرحلقہ ہے) آگیا اور اُس نے زید و ہندہ کو یہ دھوکا دیکر کہ میں اخبار شائع کرتا ہوں اُس میں دو سو روپیہ ماہوار نفع ہے اُس میں سے پچاس روپیہ ماہوار اپنی والدہ کو اُن کے خرچ کے لیے دیتا ہوں حالانکہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جس مقام میں اخبار شائع کرتا تھا وہاں کئی سو روپیہ کا قرضدار تھا اور کرایہ ریل تک پاس نہ تھا دوسرے شخص کے کرایہ سے زید کے شہر تک آیا تھا اور اپنی والدہ کو ایک حبّہ بھی ماہوار نہ دیتا تھا اور اب جو زید کے شہر سے اپنے وطن میں جاکے رہا ہے کسی طرح سے کچھ نہیں کماتا کمال عسرت میں ہے ایک مہینہ تو کیسا ایک ہفتہ کی بھی قوت کا مالک نہیں۔ اور نیز یہ فریب دیکر کہ میرے رہنے کی موروثی پختہ حویلی ہے حالانکہ کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اور وہ کرایہ بھی اُس کی والدہ اپنی محنت مزدوری سے ادا کرتی ہے اور نیز یہ فریب دیکر کہ میں عالم ہوں میں نے حدیث شریف کی سند فلاں عالم سے حاصل کی حالانکہ یہ بالکل غلط کہ فارسی عربی کی ابتدائی کتابوں کی بھی لیاقت نہیں رکھتا اور نیز اپنے تقوے وورع کا فریب دیکر کہ میں مشائخ وقت میں سے فلاں کا خلیفہ طریقت ہوں حالانکہ نماز پنجگانہ کا بھی پابند نہیں بلکہ لونڈے بازی وغیرہ امور شنیعہ کا عادی اور اشد فاسق ہے چنانچہ عقد کے پانچویں یا چھٹے روز شب کے وقت ایک لونڈے سے پکڑا گیا پس اُس کی صبح ہی کوچ کیا تو آج عرصہ قریب ڈیڑھ سال کے ہوتا ہے نہ ایک پیسہ خرچ بھیجا اور ایک ہفتہ کے وعدہ پر ماڈ۵ روپیہ قرض لے گیا تھا نہ ایک پائی اُس کا دیا زید کی لڑکی زینب بالغہ کے ساتھ عقد کر لیا پس عقد کے بعد یہ سب حالات معلوم ہوئے تب سے زینب اور زید اور ہندہ عمرو سے سخت متنفر ہیں اور زینب اُس کے یہاں جانا اور زید و ہندہ اُس کے یہاں جانے دینا ہرگز منظور نہیں کرتے تو یہ تو ظاہر ہے کہ عمرو مالاً اور دیانۃً زینب کا کفو ہرگز نہیں اور درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ صورت مرقومہ میں عام اس سے کہ خلوت صحیحہ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو درمختار کی اس عبارت کے بموجب بطلان نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے یا نہیں اور اگر اس عبارت کے بموجب حکم بطلان نہیں دیا جاسکتا تو کسی اور عبارت کے مطابق زینب اور اُس کے اولیاء کو حق فسخ حاصل ہے یا نہیں اور اگر ہے تو فسخ کی کیا صورت ہے۔

الجواب

نکاح مذکور اصلا محتاج فسخ نہیں۔ فسخ تو وہ ہو جو منعقد ہوا ہو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں باطل محض ہے ظاہر ہے کہ زینب عاقلہ بالغہ ہے اُس کا نکاح بے اُس کے اذن کے نفاذ نہیں پاسکتا لانقطاع الولایۃ بالبلوغ درمختار

اگر یہ نکاح بے اُس کی اجازت کے ہوا اور اُس نے خبر پاکر رد کر دیا تو اگر کفو سے ہوتا جب بھی رد و باطل ہو جاتا لانہ نکاح فضولی عالمگیریہ میں ہے لایجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتہا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوہاج اور اگر اُس کے اذن سے ہوا تو خود زینب کا کیا ہوا ہے کہ غیر کفو سے کیا فتاوی خیریہ میں ہے تزویجہ لہا باذنہا کتزوجہا بنفسہا وہی مسئلۃ من نکحت غیر کفوء اور اگر بلا اذن کیا تھا اُس نے بعد کو اجازت دی جائز رکھا تو اب بھی زینب ہی کا کیا ہوا ہے فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ خیریہ وغیرہا عامۃ الکتب بہر حال یہ وہ نکاح ہے کہ زن عاقلہ بالغہ نے غیر کفو سے کیا کہ فاسق ہرگز صالحہ بنت صالح کا کفو نہیں درمختار میں ہے لیس فاسق کفوًا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاہر نہر عامہ شروح میں ہے لایکون الفاسق کفوا لبنت الصالحین فتح مجمع میں ہے لایکون الفاسق کفوًا لصالحۃ اُسی میں ہے قال بعض المشایخ رحمہم اللہ تعالٰی الفاسق لایکون کفوا لبنت الصالحین معلنا کان اولم یکن وھو اختیار الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل فتاوٰی امام فقیہ النفس میں ہے لایکون الفاسق کفوا لبنت الصالحین نیز ایسا شخص کہ روزانہ کماتا ہو ایک [illegible] جو عورت کا مالک [illegible] ہو نفقہ درکنار کفو نہیں ہو سکتا اگرچہ عورت بھی فقیرہ ہو درمختار میں ہے تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر محترف ردالمحتار میں ہے شمل مالو کانت فقیرۃ بنت فقیر اعکما صرح بہ فی الواقعات معللا بان المہر والنفقۃ علیہ فیعتبر ہذا الوصف فی حقہ اور بالغہ کہ اپنا نکاح غیر کفو سے کرے باطل محض ہے جبکہ ولی رکھتی ہو مگر اس صورت میں کہ ولی نے پیش از نکاح اُسے غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت دیدی ہو ان تین شرطوں سے ایک بھی کم ہوگی نکاح اصلا نہ ہوگا درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفوء بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ ردالمحتار میں ہے یصدق بنفی الرضا بعد المعرفۃ وبعدمہا وبوجود الرضا مع عدم المعرفۃ ففی ہذہ الصور الثلاث لاتحل وانما تحل فی الرابعۃ وہی رضی الولی بغیر الکفوء مع علمہ بانہ کذلک اھ اُسی میں ہے لابد حینئذ لصحۃ العقد من رضاہ صریحا وعلیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لایفید فلیتأمل اھ وکتبت علیہ جزم بہ فی الخیریۃ تبعا للبحر والوجہ فیہ ماسننذکرہ الخ یہاں رضائے ولی غیر کفو جان کر نہ تھی بلکہ کفو سمجھ کر لہذا اصلا معتبر نہیں۔ شرط انعقاد نہ پائی گئی اور نکاح باطل محض ہوا زینب پر فرض ہے کہ اُس سے فوراً جدا ہو جائے اگرچہ خلوت ہو چکی ہو اور زید وہندہ پر حرام ہے کہ اُسے عمرو کے یہاں بھیجیں کہ وہ نرا اجنبی بلکہ اُس سے بدتر ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰ از کلکتہ بھوانی پور ڈاک خانہ بھوانی پور رسہ روڈ نمبر ۱۰۹ مرسلہ شیخ حاجی نادر علی صاحب قصاب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ایک لڑکی کی شادی چھ مہینے کی عمر میں ہوئی اور لڑکے کی عمر اُس وقت پانچ برس کی تھی تب دونوں کی شادی ہوگئی اور اب لڑکی کی عمر اس وقت چودہ برس کا ہے اور لڑکا یا لڑکی کے کوئی وارث ابھی تک کوئی طرح کا لڑکی کی خبر نہیں لینے گئے اور لڑکی خدا کے فضل سے تین قسم کے علم سے بھی واقف اچھی طرح سے ہے اور لڑکا بالکل جاہل ہے کچھ علم سے تعلق نہیں اور نہ لڑکے کی طرف سے کوئی شخص لڑکی کا پرسان حال ہوئے ہی سب وجوہات سے اب لڑکی کہتی ہے کہ ہم اول شوہر کو طلاق دیکر نکاح ثانی کرینگے۔ لڑکی اول شوہر کو طلاق دیکر نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں اور طلاق اُس پر واجب ہوگا یا نہیں اس مسئلے کو حضور ارشاد فرماویں تاکہ لڑکی اگر نکاح ثانی کرے اور لڑکا کی طرف سے کوئی کارروائی مقدمہ وغیرہ کا کرے تو ہم کو اس مسئلہ کو پیش کرنا ہوگا خوب کوشش کرکے بلکہ جو فرماویں خرچ وغیرہ کے لیے تو غلام خدمت کے لیے حاضر ہے۔

الجواب

یہاں فتوے پر کوئی خرچ نہیں لیا جاتا نہ اس کو اپنے حق میں روا رکھا جاتا ہے طلاق دینا عورت کے اختیار نہیں نہ وہ شوہر کو طلاق دے سکتی ہے نہ اُس کے دیے طلاق پڑسکتی ہے قرآن عظیم میں فرمایا بیدہ عقدۃ النکاح حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ الساق ہاں اس کی تفصیل معلوم ہونی چاہیے کہ لڑکی کا نکاح چھ مہینے کی عمر میں اُس کے باپ نے کیا یا دادا نے یا اور کسی ولی نے اور باپ کے سوا جس کسی نے کیا اُس نے قریب تر کوئی ولی تھا یا نہیں۔ تھا تو کون تھا اور اُس نے قبل نکاح یا بعد نکاح خبر سُن کر کیا کہا لڑکی کو پہلا عارضہ ماہواری کس سال کس مہینے کون تاریخ کس منٹ پر آیا اور اس نکاح سے ناراضی کا اظہار اُس نے کس سال کس مہینے کس دن تاریخ کس منٹ پر کیا لڑکی کی قوم کیا ہے اور لڑکے کی کیا۔ لڑکا مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں بہتر یا برابر یا کتنا کمتر ہے یہ سب باتیں ایمانًا سچی سچی بتائی جائیں تو جو صورت واقعہ ہو اُس کا جواب دیا جائیگا فقط

مسئلہ ۵۱ از جاورہ مرسلہ مولوی محمد صاحب علی صاحب امام مسجد چھیپیان ۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا والد زید قریبًا ایک ہزار میل کی مسافت پر تھا والدہ اور چچا بکر نے رضامند ہوکر ہندہ کے والد کی تحریری اجازت حاصل کرکے مفتی شہر کو بتا کر خود نکاح خالد کے ساتھ کر دیا نکاح کے ڈھائی مہینے بعد زید اپنے مکان پر آیا چنانچہ خالد نے اپنے خسر کی دعوت کی اور زید نے جلسہ دعوت میں نکاح

کی رضامندی ظاہر کی ساڑھے چار ماہ تک رسومات عیدی ودیگر رسومات دامادی خسری خالد کے ساتھ رکھے اب باہمی رنجش ہونے پر خالد نے زید سے اپنی زوجہ رخصت کرنے کو کہا زید کہتا ہے میں نے خط نہیں لکھا تھا یعنی نکاح کرنے کی اجازت اپنے بھائی بکر کو نہیں دی تھی اور نکاح فسخ کرنا چاہتا ہے تو کیا اس خط کے انکار سے باوجودیکہ بعد آجانے کے ساڑھے چار ماہ تک رسومات مذکورہ برتے گئے نکاح فسخ ہو سکتا ہے ہندہ کی عمر وقت نکاح بارہ۱۲ برس کی تھی اور اب ۱۲½ برس ہے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں انکار خط اُسے کچھ مفید نہیں انکار خط سے اتنا ہوا کہ اجازت سابقہ ثابت نہ ہوگی اور غایت درجہ نکاح نکاح فضولی ٹھہریگا اگر یہ صورت غیبت منقطعہ کی نہ لی جائے علی ما فصلناہ فی فتاوٰنا مگر نکاح فضولی بعد اجازت نافذ ولازم ہے اور اجازت لاحقہ مثل وکالت سابقہ کما فی الفتاوی الخیریۃ وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از علی گڑھ محلہ بیرم بیگ مدرسہ عربی عائشہ خاتون مرسلہ محمد صدیق حسین صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بھتیجی کا نکاح اُس کی نابالغی میں کر دیا جس وقت وہ بالغ ہوئی اُسی وقت اُس لڑکی نے اُس نکاح اور شوہر کے مکان جانے سے انکار کیا اب اُس لڑکی کا نکاح باقی رہا یا نہیں اور دوسری جگہ اُس کا نکاح ہو سکتا ہے اور مہر لازم آویگا بینوا توجروا

الجواب

یہ معاملہ حلال وحرام بلکہ نکاح وزنا کا ہے اللہ سے ڈریں اور جو واقعی بات ہو اُس کے حکم پر عمل کریں غلط بیان پر فتوی لینا حشر میں نفع نہ دیگا نہ زنا کو حلال کر دیگا غیر اب وجد نے جو نکاح کفو سے کیا ہو اُس کا حکم یہ ہے کہ نابالغہ بعد بلوغ معًا بلا تاخیر انکار کر سکتی ہے اور ذرا بھی دیر لگائی تو نکاح لازم ہوگیا انکار کا اصلاً اختیار نہیں اور یہاں فور محض بلا تاخیر بہت نادر ہے اللہ واحد قہار سے ڈر کر زنا کو نہایت بدتر خبیث سمجھ کر دیکھیں اگر نابالغہ نے جس گھنٹے منٹ سکنڈ میں اُسے پہلا حیض آیا فوراً فوراً معاً معاً اُسی وقت اُس نکاح سے انکار کیا تو البتہ وہ دعوی کرکے اُس کو فسخ کرا سکتی ہے بشرطیکہ کفو سے ہوا ہو اور اگر چچا نے غیر کفو سے کیا جو مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں وقت نکاح ایسا کم تھا کہ اُس سے نکاح اس کے لیے باعث ننگ وعار ہو تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا ضرورت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ یکم ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سعیدہ بی بی کا عقد اول موضع گوراس میں بشیر الدین کے ساتھ ہوا ایک لڑکی پیدا ہوئی جب لڑکی تقریب ڈیڑھ سال کے ہوئی سایۂ پدری سے سر جدا ہوا اب بیوہ اپنی لڑکی کو لیکر باپ اور بھائیوں کے یہاں آرہی سوا چار برس کے بعد نکاح ثانی موضع کرگنواں میں عبدالصمد سے ہوا خاوند دیگر کا ایک لڑکا کہ جس کی عمر چھ سال کی تھی بیوی سابق سے تھا بصد سختی و تشدد و بہزار زجر و توبیخ بی بی سے اذن لیکر اپنے لڑکے کا عقد بیوی ثانی کے ہمراہ جو لڑکی آئی تھی جس کی عمر چھ سال کی تھی جبریہ کرادیا گیا لڑکی کا نہ کوئی چچا حقیقی نہ بھائی صرف چچازاد چچا اور چچازاد بھائی اور دو پھوپھیاں حقیقی اور نانا اور ماموں حقیقی ہیں اور وہاں موجود نہ تھے اور نہ اطلاع جب لڑکی سن بلوغ کو پہنچی اور اس کا اظہار ہوا فوراً پکار اٹھی یعنی منٹ بھی پورا نہ ہونے دیا کہ مجھکو اس شوہر کے یہاں کسی نوع جانا منظور نہیں اور ہرگز ہرگز نہ جاؤنگی دن کے سات یا آٹھ بجے کا واقعہ ہے معزز اشخاص شاہد ہیں۔

الجواب

سوال میں یہ فقرہ کہ فوراً پکار اٹھی حکم شرعی سننے کا نتیجہ ہے اور آگے اس کی تفسیر کہ یعنی منٹ بھی پورا نہ ہونے دیا اُسے پھر بگاڑ دیا فانہ ان بقی تمام الدقیقۃ ثانیۃ او ثانیتین صدق انھا لم تتم ولکن این الفور یہ معاملہ حلال و حرام نکاح و زنا کا ہے بات بنا کر کچھ حکم لے لینا زنا سے نہ بچائیگا۔ پھر اگر تمام شرائط شرعیہ متحقق ہو بھی لیں تو عورت کے کہے سے نکاح فسخ نہیں ہوجاتا بلکہ اُس کو دعوی کا اختیار ملتا ہے حاکم مجاز کے یہاں دعوے کرے وہ تحقق شرائط شرعیہ کا گواہان عادل سے ثبوت لے جب ثبوت ہوجائے تو حاکم نکاح فسخ کرے ویسے نہیں ہوسکتا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از لاہور سید مٹھا بازار انارکلی مدرسہ تعلیم القرآن معرفت مولوی احمد الدین صاحب مرسلہ جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

بجناب مستطاب حضرت عالم اہلسنت و جماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید فضلہم بعد نیاز مندی عقیدت مندانہ درمختار باب الولی میں ہے وللولی الاعتراض فی غیر الکفوء مالم تلد لئلا یضیع الولد طحطاوی و ابو المکارم حاشیہ شرح وقایہ و بنایہ علی الہدایہ و حاشیہ شلبی علی الزیلعی و ہندیہ میں لکھا کہ بعد ولادت بھی بنا بر ظاہر الروایات ولی کو اعتراض ہے فسخ کے لیے اور امام حسن رحمۃ اللہ تعالٰی کی روایت مفتی بہا پر ابتداءً ہی سے بطلان نکاح کا حکم باقی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت حق اولیا کی مسقطہ نہیں اور یہی خادم الاقدام کا مقصود بھی ہے اس بارہ میں حضور کو تکلیف تو ہوگی مگر حضور کے توکل اوقات ہی اسی کام کے لیے وقف ہیں ثبوت تفریق و اعتراض بعد الولادۃ کے لیے حضور سے جہاں تک توثیق ہوسکے بہتر ہے بشرطیکہ خادم کا اعتقاد خدام عالی شان کے اعتقاد سے مطابق ہو ورنہ خیر

خادم نے ثبوت تفریق کا دعویٰ کیا ہے بوجہ ان ولدیت اور دوسری جانب کے مولوی لوگ اس کے عدم پر ہیں آج ۲۶ر اس مہینے انگریزی اور آیندہ دسمبر مہینے کی ۸ر لاہور میں جج کے پاس مقرر ہے فقیر کو بھی جانا ہوگا سیدزادی کو ایک مرد غیر سید غیر قریشی نے نکاح کر لیا ہے اور مقدمہ بازی میں اُس کا بچہ بھی ہوگیا ہے دوسری جانب کے مولوی کہتے ہیں کہ علویات کا نکاح مع تراضی اولیا یا بلا تراضی باطل کہنا شیعہ کا مذہب ہے اور بنایہ کی عبارت سے مستند ہیں وفی البسیط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان اس قولان باطلان سے کون سے دو قول مراد ہیں یہ عبارت تفسیر طلب ہے۔ عفوفیض النور اس عریضہ کا جواب اس پتہ پر ارشاد فرمائیں ۸ر تاریخ سے اگر ایک دو روز اول جواب پہنچے تو فقیر اس تحریر منیر کو جلسہ علما میں پیش کردے امید تو پختہ ہے کہ علما بھی مان لیں گے ورنہ حاکم فیصلہ تسلیم کرلیگا۔ ایسی حالت میں کہ مقدمہ ہوتے ہوتے اولاد پیدا ہوگئی اور چند روز میں مرگئی تو اب بھی حق اعتراض للاولیا ہے یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بملاحظہ مولنا المکرم ذی المجد والکرم والفضل الاتم مولنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب اکرمہ اللہ تعالٰی وتکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے ۲۷ر محرم سے یکم ربیع الاول شریف تک بخار کے دورے ہوئے جن میں بعض بہت شدید تھے اب تین روز سے ببرکت دعا جناب بخار تو نہیں آیا مگر ضعف بدرجہ غایت ہے اسی حالت حمی میں پہلے سوال سامی کا جواب حاضر کردیا تھا اور رسالہ دربارۂ ذبیحہ پہلے جبل پور جانے اور اب اس بخار کے دوروں کے سبب نہ ہوسکا طالب عفو و دعا ہے بنایہ اور ابوالمکارم میرے پاس نہیں شلبی علی الزیلعی وہندیہ میں بعد ولادت بھی بقاء حق اعتراض صرف شیخ الاسلام سے نقل کی ہے اور اس کی طرف کوئی میل اُن کی عبارت سے نہیں پایا جاتا اکابر ومشاہیر کا جزم اُسی پر ہے کہ مالم تلد زیلعی میں تھا الا اذا سکت الی ان تلد فیکون رضادلالۃ اس پر شلبی نے کہا وعن شیخ الاسلام ان لہ التفریق بعد الولادۃ ایضا ام کمال منقول عنہ کمال کی عبارت یہ ہے لایکون سکوت الولی رضا الا ان سکت الی ان ولدت فلیس لہ ح التفریق وعن شیخ الاسلام ان لہ التفریق بعد الولادۃ ایضا ہندیہ میں پہلے شرح جامع صغیر قاضی خاں سے نقل کیا لا یبطل حقہ فی الفسخ وان طال الزمان حتی تلد پھر نہایہ سے نقل کیا اذا ولدت منہ فلیس للاولیاء حق الفسخ حکم اس میں بھی یہی لکھا ہے آگے استدراکاً قول شیخ الاسلام ذکر کیا اور طحطاوی میں تو اس قول کا ذکر تک نظر نہ آیا بلکہ ایک عبارت شارح سے ایہام ہوتا تھا کہ اگر ولی کو خبر نکاح نہ ہو تو بعد ولادت بھی معترض

ہوسکتا ہے اس پر اعتراض کردیا متن میں تھا الا لاعتراض مالم تلد اسے شارح نے یوں بنا یا مالم یسکت حتی تلد اھ محشی نے فرمایا الاولی حذف ما فی الشرح لانہ یفھم ان ذلك عن علم فلو کان عن غیر علم یکون له الاعتراض وان ولدت والعلة تنفی ذلك فالاولی ابقاء المصنف علی ظاھرہ فتامل روافض کے نزدیک کوئی قرشی غیر علوی علویہ کا کفو نہیں، اور ہمارے نزدیک قریش بعضھم اکفاء بعض میرے پاس بنایہ نہیں کہ دوسرا قول معلوم ہو۔ یہ صورت کہ یہاں واقع ہوئی کہ ولی دعوی تفریق کرچکا اُس کے بعد ولادت ہوئی اختلاف سے برکراں ہے مسقط حق تفریق سکوت حتی تلد تھا وہ نہ پایا گیا کہ قبل ولادت دعوی دائر ہوچکا پھر ان تکلفات کی ضرورت کیا ہے جبکہ مفتی بہ مطلقاً فساد و عدم انعقاد ہے والسلام

مسئلہ ۸۰: از شہسرام ضلع شاہ آباد محلہ شاہ جمعہ مرسلہ شیخ عبدالواحد صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت کیا اور ایک زوجہ زینب اور دو دختر نابالغہ ہندہ و کلثوم ایک باپ خالد کو چھوڑا تو اُن دونوں دختران نابالغہ کا ولی کون شخص ہوگا۔

الجواب

اُن دختران کے مال و نکاح سب کا ولی اُن کا دادا خالد ہے اگر اُن کا باپ کسی کو اپنی اولاد یا جائداد کی غور پرداخت و نگہداشت سپرد نہ کرگیا ہو ورنہ وہ وصی ولی مال دختران ہوگا اور نکاح کا ولی بہرحال خالد درمختار میں ہے ولیه ابوہ ثم وصیه بعد موته ثم وصی وصیه ثم بعدھم جدہ الصحیح وان علا الخ اُسی میں ہے الولی فی النکاح العصبة بنفسه علی ترتیب الارث ولیس للوصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیه الاب بذلك علی المذھب واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۸۱: از بریلی محلہ چھوٹا دروازہ مسئولہ فخرالدین صاحب ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک شخص رنڈوا ہے اُس نے نکاح ثانی کیا بعدہ اُس شخص کے پہلے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا جو اُس کی سوتیلی خالہ ہے یہ جائز ہے یا نہیں (۲) وہ لڑکی عرصہ ۱۴ سال سے دوسرے لڑکے کو والدین نے دی ہوئی ہے موافق رواج کے روبرو گواہوں کے والدین نے دی ہے مگر جو رخصتی کے وقت نکاح ثانی ہوتا ہے وہ باقی ہے (۳) جبکہ لڑکی کے والدین زندہ ہیں اور لڑکی کواری ہے تو بغیر رضامندی والدین کے کیا وہ غیر شخصوں کو ولی بنا سکتی ہے اپنے نکاح میں (۴) قاضی جس کو پورا علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین حقیقی زندہ ہیں اور موجود ہیں تو وہ بلا دریافت اُس کے والدین اُن کی بے علمی میں غیر شخص کو ولی مقرر کرکے لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے اگر نہیں تو ایسے قاضی کے واسطے کیا حکم ہے۔

الجواب

(۱) سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے کچھ حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) وُہ نکاح کہیں نہیں ہوتے پہلی گنی ہوئی ہے وہ نکاح نہیں ہوتا بات زبان پھیر کر کہنا کچھ مفید نہیں دُوسال سے دی ہوئی ہے وہ جلسہ نکاح کرنے کے لیے تھا یا منگنی کا اور کیا لفظ طرفین نے کہے تھے پوری بات بیان کی جائے (۳) لڑکی اگر بالغ ہے تو اُسے خود اپنے نکاح کا اختیار ہے اور نابالغہ ہے تو وہ باپ کے ہوتے کسی کو ولی نہیں بنا سکتی واللہ تعالیٰ اعلم (۴) بالغہ کا نکاح اُسکی اجازت سے پڑھا جاسکتا ہے اگرچہ والدین کو علم نہ ہو ہاں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس سے یہ نکاح ہو وہ بالغہ کا کفو ہو یعنی مذہب نسب چال چلن پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح ہونا لڑکی کے باپ کے لیے باعث ننگ و عار ہو ورنہ نکاح نہ ہوگا۔ اور اگر نابالغہ ہے تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا قاضی نے بدنیتی نہ کی تو الزام نہیں ورنہ الزام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۳و۸۴ از شہر محلہ گندہ نالہ مسئولہ عبدالودود ولیڈر صاحب ۲۷ جمادی الاولی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بالغ لڑکی اگر نکاح کے وقت بوجہ شرم وحجاب اپنی زبان سے ایجاب و قبول کے الفاظ ادا نہ کرے صرف یہ ہو کہ اس کے عزیز و قریب مستورات جو اس کے گردوپیش موجود ہیں وہ کہدیں کہ ہاں لڑکی کو منظور ہے اور بالعموم اکثر نکاحوں میں اسی طرح کی صورت واقع ہوا کرتی ہے لڑکیاں بوجہ شرم وحجاب خود نہیں بولتی ہیں ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں اور اُس کا اقرار سکوتی ایجاب وقبول کے قائم مقام سمجھا جائیگا یا نہیں۔
(۲) لڑکی بالغ ہے مگر یتیم ہے اس کی ماں نے اس کا نکاح کیا متوفی باپ کے بھائی یعنی چچا تائے موجود نہ تھے آیا اُن کی عدم موجودگی نکاح کے جواز پر شرعاً کچھ مؤثر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر ولی اقرب مثلاً باپ وہ نہ ہو تو دادا وہ نہ ہو تو بھائی وہ نہ ہو تو بھتیجا وہ نہ ہو تو چچا وہ نہ ہو تو چچا کا بیٹا اگر خود جاکر بالغہ دوشیزہ سے اذن لے یا اپنی طرف سے کسی کو اذن لینے کے لیے اُس کے پاس بھیجے اور وہ طلب اذن پر سکوت کرے تو یہی اذن ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصماتھا اذنھا اور اگر نہ ولی اقرب خود گیا نہ اپنی طرف سے کسی کو اذن لینے کے لیے بھیجا بلکہ اور شخص بے اس کے بھیجے بطور خود اُس سے اذن لینے گیا تو اُس کا سکوت اذن نہ ہوگا اگرچہ یہ اذن لینے والا کیسا ہی قریب رشتہ دار ہو جبکہ ولی اقرب نہ ہو مثلاً باپ کے ہوتے ہوئے دادا یا حقیقی بھائی اپنی طرف سے اذن لینے جائیں ضرور ہوگا کہ عورت خود ہاں کہے اپنی زبان سے اذن دے پاس بیٹھنے والیوں کا یہ ظلم ہوتا ہے کہ وہ نہ ہوکا بیٹے کو

ہوں ہاں کر دیتی ہیں اس صورت میں جو نکاح ہوگا وہ نکاح فضولی ہوگا جبکہ کفو کے ساتھ ہو دختر کی اجازت پر موقوف رہیگا اگر خبر سُن کر اُس وقت یا بعد کو بے اظہار نفرت جائز کر دے جائز ہو جائیگا رد کر دے رد ہو جائیگا اگر اپنے کسی قول یا فعل سے صراحۃً دلالۃً اب تک رد نہ کیا ہو تو بخوشی رخصت ہو کر جانا اذن ہے اس وقت نکاح نافذ ہو جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم

بند ۲ چچا کے ہوتے ماں اگر یتیمہ بالغہ کا نکاح یتیمہ سے اذن لیکر کر دے یا بعد نکاح وہ دختر اذن قولاً یا فعلاً دیدے تو نکاح صحیح ونافذ ولازم ہے چچا تھا یا بھائی کسی کو گنجائش اعتراض نہیں جبکہ نکاح کفو سے کیا ہو یعنی وہ شخص مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے میں ایسا کم نہیں جس کے ساتھ اس دختر کا نکاح اس کے ولی کے لیے باعث ننگ وعار وبدنامی ہو اگر ایسا ہے تو نکاح ہوگا ہی نہیں اور اگر یتیمہ نابالغہ ہے کہ حقیقۃً یتیمہ وہی ہوتی ہے تو اگر ماں نے غیر کفو بمعنی مذکور سے نکاح کر دیا تو ہوا ہی نہیں اور کفو سے کیا تو چچا وغیرہ جو ولی اقرب ہو اُس کی اجازت پر موقوف رہے گا رد کر دے گا رد ہو جائیگا جائز کر دیگا جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۴ از شہر محلہ گندہ نالہ مسئولہ عبد الودود لیڈر صاحب ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

ما قولکم رحمکم اللہ واید کم بنصرہ فی یتیمۃ بلغت من عمرھا خمسۃ عشر سنین زوجتھا امھا برضاھا باحد من الاکفاء ولکن لم یحضروا مجلس النکاح اولیاء الیتیمۃ المذکورۃ کالاعمام وغیرھم وما استشیروا فی ھذا الباب وتولت فی امر النکاح امھا وحدھا لانھا کانت وحدھا کفیلۃ لبنتھا الی الاٰن ھل جاز النکاح ام لا۔

الجواب

ان بلغت قبل ھذہ العلامۃ کحیض اوتمت لھا قبل اذنھا بالنکاح خمس عشرۃ سنۃ کوامل وکان النکاح من کفو لیس فی دینہ ولا نسبہ ولا خلقہ ولا حرفتہ ما یتعیر بہ اولیاؤھا عرفا جاز النکاح فان وقع بعد اذنھا اورضیت بہ بعد وقوعہ قبل ردہ تم ولزم ولیس لھا ولا لاحد من اولیائھا الا عتراض علیہ وان کان من غیر کفوء بالمعنی المذکور فھو باطل رأسا فان اذنت واجازت اوبنفسھا تولت وان کان من کفوء ولم تبلغ بعد توقف علی اجازۃ الولی ان اجاز جاز وان ابطل بطل وان سکت الاولیاء حتی بلغت اٰل الامر الیھا فلتمض اولترد والمسائل ظاھرۃ و فی الکتب دائرۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۵ از اجمیر شریف محلہ لاکھن کوٹھری مرسلہ مولٰنا مولوی مشتاق احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ معینیہ اجمیر معلّے۔ یکم رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بالغہ لڑکی کی والدہ اور بھائیوں نے ایک

میراثی کو رشتہ کرنے کے واسطے بھیجا کہ فلاں قبیلہ میں رشتہ کرادو۔ اُس قبیلہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ نہ کرنا میراثی نے کچھ روپیہ رشوت کا لیکر دوسری جگہ رشتہ کر دیا بعد ازیں لڑکی اور والدہ اور بھائیوں کو اطلاع ہوئی اُنھوں نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ رشتہ والوں سے کہدو کہ ہم نہیں رشتہ کرتے اور پھر لڑکی کے بھائی بھی گئے منع کرنے کے واسطے آخر کار وہ باز نہ آئے اور میراثی نے چند ایام اپنی طرف سے مقرر کرکے برات منگوائی برات آنے پر لڑکی اور والدہ بھائی نکاح سے سراسر انکار کرتے رہے حتی کہ پانچ چھ ایام اسی طرح گزر گئے چونکہ برات کے ساتھ چند رؤسا تھے انھوں نے گرد نواح کے سب رؤسا جمع کیے اور کہا کہ جس صورت سے ہو سکتا ہے ہمیں نکاح دلادو سب رؤسا نے جمع ہو کر لڑکی کے بھائیوں کو ایک مقدمہ جعلسازی میں پھانس دیا وہ بیچارے غریب عاجز ہو کر کہنے لگے کہ اچھا نکاح ٹھہرادو جب لڑکی سے اذن لینے کے واسطے گئے اُس نے انکار کر دیا پھر ایک شخص نے لڑکی کو جبراً خاموش کر دیا اور بہلی میں بٹھا کرلے گئے بوقت وداع لڑکی کے بھائیوں نے لڑکی سے پوچھا تجھکو کپڑا وغیرہ دیں لڑکی نے انکار کیا اور کہا کہ میرا نکاح ہی نہیں ہے تم کس واسطے دیتے ہو بعد آنے کے وہ اب تک انکار پر مصر ہے عرصہ پانچ سال کا ہوا۔ یہ نکاح عند الشرع ہوا یا نہیں۔

الجواب

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اور اُس نے اذن نہ دیا بلکہ صاف انکار کر دیا اور بالجبر رخصت کے وقت بھی تصریحاً کہا کہ میرا نکاح ہی نہیں ہے اور جب سے اب تک انکار پر مصر ہے تو نکاح مذکور باطل و مردود محض اور ان جبر کرنے والوں کا ظلم خالص ہے بھائیوں نے بجبر نہ سہی بخوشی اجازت دی ہوتی یا خود نکاح کر دیا ہوتا بالغہ کے انکار سے وہ بھی فوراً باطل ہو جاتا نہ کہ اُن کی اجازت بھی جبر سے یوہیں اگر بعد نکاح انکار کے بعد بالغہ خود بھی راضی ہو جاتی مفید نہ ہوتا کہ باطل شدہ نکاح رضا سے صحیح نہ ہو سکے گا نہ کہ وہ اب تک انکار پر مصر ہے غرض اس باطل نکاح کو نکاح سمجھنا جہل بعید و ظلم شدید ہے علمگیریہ میں ہے لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنھا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتھا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوہاج درمختار میں ہے بخلاف ما لو ردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۷ از بمبئی بھنڈی بازار روڈ پوسٹ ۹ معرفت خلیفہ احمد اللہ صاحب مرسلہ جمیل محمد خاں صاحب دہلوی ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

ایک بالغہ شیعہ لڑکی نے برضا و رغبت خود بلا اجازت والدین ایک سنی المذہب افغانی النسب سے چار گواہ اور ایک وکیل کی موجودگی میں قاضی کے سامنے بمعرفت قاضی نکاح کیا منکوحہ کے والدین بوجہ شیعہ ہونے کے اُس کا یہ نکاح فسخ کرانا چاہتے ہیں اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس لیے نکاح کے فسخ کرانے کا استحقاق ہیں

حاصل ہے۔ دوسرے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ نکاح ہم کفو سے نہیں ہوا لہذا ہمیں فسخ کا اختیار ہے وکیل جو مجلس نکاح میں لڑکی کی جانب سے مقرر ہوا تھا وہ اس بات کا تو اقرار کرتا ہے کہ نکاح ہوا ہیں وکیل بھی بنا مگر لڑکی کے ایجاب و قبول کی آواز نہیں سُنی۔ قبل از نکاح لڑکی نے گواہان کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میں سنت جماعت حنفی مذہب اختیار کر چکی ہوں۔
نکاح کے گواہ موجود ہیں اور وہ مقر ہیں کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا ایجاب قبول کی آواز ہمارے کانوں تک آئی اور قبل از نکاح لڑکی نے کہا کہ میں سنت جماعت ہو چکی ہوں۔

الجواب

بالغہ پر ولایت جبر یہ کسی کی نہیں خصوصًا اس حالت میں کہ وہ سُنیہ ہے اور باپ رافضی عدم کفاءت کی وجہ کوئی سائل نے نہیں لکھی اگر صرف بربنائے تخالف مذہب ایسا کہا جاتا ہے تو سُنی لاکھوں درجے رافضی سے اعلیٰ ہیں اور مُغل پٹھان باعتبار قوم ہم کفو ہیں اُس کے باپ کا اعتراض باطل ہے اور اُسے کوئی اختیار فسخ نہیں نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الایم احق بنفسہا اللہ عزوجل فرماتا ہے لن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ کوہ رانی کھیت متصل جامع مسجد مسئولہ عبدالرحمٰن خاں صاحب خانساماں ۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص اہلسنت وجماعت نے ایک رافضی کی بیوی سے کہا کہ تو مجھ سے مل تو اُس رافضی کی عورت نے کہا کہ اس شرط پر ملونگی اگر تو اپنی بیٹی کی شادی میرے بیٹے سے کرے اُس شخص مذکور نے اس شرط کو قبول کیا اور مدت دراز تک زنا کاری رہی اور ابھی تک موجود ہے اب وہ لڑکی اہلسنت کی جوان ہوگئی ہے اور شخص مذکور اُس کی شادی اُس رافضی سے کرنے کو تیار ہے اور اُس لڑکی سنیہ کا نانا موجود ہے وہ بھی منع کرتا ہے اور تمام اہلسنت وجماعت منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں مگر شخص مذکور کہتا ہے کہ جائز ہے اب اس صورت میں یہ لڑکی اپنے نانا کو مل سکتی ہے یا نہیں اور یہ نکاح جائز ہے یا ممنوع شرعًا اس میں گناہ ہوگا یا نہیں۔

الجواب

یہ نکاح حرام قطعی اور زنائے خالص ہے عالمگیری میں ہے لا یجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ لا حرۃ ولا مملوکۃ جبکہ وہ لڑکی جوان ہے اور باپ اُسے معاذ اللہ زنا کے لیے دینا چاہتا ہے تو نانا وغیرہ دیگر اولیا پر لازم ہے کہ لڑکی کو اُس کے قبضۂ تصرف سے نکال کر فورًا لڑکی کی رضا سے کسی سُنی صحیح العقیدہ کفو کے ساتھ اُس کا نکاح کردیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸ از مقام گھو-گھو-ڈاک خانہ اسٹیٹ ضلع دیناجپور ڈاک خانہ خاص مسئولہ حاجی سید نور الحسن صاحب بہاری - ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغہ جس کے دو نابالغ بھائی حقیقی ہیں اور ایک حقیقی ماں اور ایک حقیقی چچا اور ایک حقیقی ماموں ہیں لڑکی نابالغہ اور دونوں بھائی نابالغ اور اس کی ماں یعنی ان چاروں کی کفالت بعد فوت باپ وشوہر۔ بھائی شوہر کا وبھائی ماں کا یعنی ماموں حقیقی وچچا حقیقی کر رہا ہے ماموں وچچا حقیقی اور دو بھائی نابالغ حقیقی پردیس میں چچا وماموں کے ساتھ ہیں ماموں وچچا وبھائی کی عدم موجودگی میں غیر اقربا اور لڑکے کی ماں نے بہکا کر لڑکی کی ماں کو راضی کرکے چچیرے چچا کی اجازت سے نکاح کر دیا اس نکاح سے ماموں اور چچا دونوں سخت ناراض ہیں اور کفالت کرنے سے دست بردار ہیں لڑکی ہمیشہ سے جب سے اپنی ماں کے ساتھ اپنے حقیقی چچا کے مکان میں رہتی ہے شوہر مجازی سے کوئی تعلق نہیں ہوا صرف عقد ہوا ہے رسم بارات وغیرہ باقی ہے نکاح جائز ہوا یا نہیں اگر ناجائز ہوا تو دوسرے کے ساتھ یا شوہر اول کے ساتھ دوبارہ جائز ہوگا یا نہیں۔

الجواب

یہ شخص جس سے نکاح ہوا اگر لڑکی کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اُس سے نکاح ہونا اولیائے دختر کے لیے باعث ننگ وعار ہے جب تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں نہ جبتک لڑکی نابالغہ ہے کسی ایسے شخص سے کوئی اُس کا نکاح کر سکتا ہے اور اگر جس سے نکاح ہوا وہ کفو ہے یعنی کسی بات میں ویسا کم نہیں تو یہ نکاح لڑکی کے حقیقی چچا کی اجازت پر موقوف رہا اگر اُس نے جائز کر دیا اگرچہ ناراضی کے ساتھ مثلاً کہا خیر نکاح تو ہو گیا مگر ہم کفالت سے دست بردار ہیں تو نکاح نافذ ہو گیا چچا یا ماموں کسی کو اختیار نہیں کہ دوسری جگہ نکاح کر دے ہاں لڑکی کو اُس پر اعتراض کا حق ہوگا اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً فوراً اپنی ناراضی کا اظہار کرے اور اگر چچا نے خبر سُن کر رد کیا تو رد ہو گیا چچا کو اختیار ہے جس کفو سے چاہے نکاح کر دے اگرچہ اسی شوہر سے غرض اُن الفاظ پر مدار ہے جو چچا نے خبر نکاح سُننے پر پہلی پہل کہے ایما تاوہ پورے الفاظ بے کم وبیش وتبدیل معلوم ہونا ضرور ہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹ از موضع آچورہ ڈاک خانہ بہاری ضلع فرید پور ملک بنگال مسئولہ حاجی عبدالغنی صاحب ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی لڑکی بالغہ ہندہ نے بلا اجازت زید کے اپنے کفو بکر کے ساتھ نکاح کیا زید سُن کر نہایت ناخوش ہو کر بکر کے مکان سے حیلہ وبہانہ کرکے ہندہ کو اپنے مکان میں لے آیا پھر ہندہ سے کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں ہوا اس لیے کہ میں تیرا باپ ہوں بلا اجازت باپ کے نکاح صحیح نہیں اس حال

ہیں ایک سال سے زیادہ گزر گیا پھر زید نے ہندہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نکاح ثانی صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں تو جو اولاد عمرو سے ہوئی اُس کا اور زید کا شرع شریف میں کیا حکم ہے زید امام ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر نکاح ثانی صحیح ہے تو بکر پر مہر مثل لازم ہے یا نہیں بینوا توجروا ۔

الجواب

پہلا نکاح عورت نے جس سے کیا تھا اگر وہ کفو شرعی تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم نہ تھا کہ اُس کے ساتھ عورت کا نکاح ہونا عورت کے باپ کے لیے باعث ننگ و عار ہو تو وہ پہلا نکاح صحیح ہو گیا اور یہ دوسرا نکاح باطل ہوا عورت کا باپ اور یہ دوسرا شوہر دونوں سخت کبیرہ کے مرتکب ہیں اور بچہ جو پیدا ہوا وہ پہلے ہی شوہر کا ہے اس صورت میں زید کو امام کرنا گناہ ہے جبتک توبہ نہ کرے اور اگر پہلا نکاح عورت نے جس سے کیا وہ بمعنی مذکور کفو شرعی نہ تھا تو وہ پہلا نکاح باطل ہوا دوسرا نکاح صحیح ہوا بچہ اس دوسرے شوہر کا ہے زید و عمرو پر کوئی الزام نہیں اُن کے پیچھے نماز اس وجہ سے ممنوع نہیں۔ پہلا نکاح جس سے ہوا تھا اگر وہ قربت کر چکا ہے تو اُسے مہر مثل دینا آئیگا یعنی ایسی عورت کا جتنا مہر ہو جو مہر بندھا تھا اُس کا لحاظ نہ کیا جائیگا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ از موضع اٹریا ضلع بریلی مسئولہ قمر الدین صاحب یکم صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ تھی اور بالغہ تھی کیونکہ اُس کے ایک لڑکا پیدا ہو چکا تھا اُس رانڈ نے عقد ثانی کے واسطے ایک شخص کو جو اُسی کی ذات کا تھا اور جوان بھی تھا اور علم دار بھی تھا اور روٹی کپڑے سے خوش تھا تجویز کی مگر اُس جوان کے واسطے اس رانڈ کا والد نکاح کرنے کو راضی نہ تھا زید نے کچھ لالچ پا کر اُس شخص کی طرف سے جس کے ساتھ رانڈ کا والد راضی تھا بریلی سے تعویذ اور مٹھائی لیجا کر کھلایا تا کہ اس کا خیال اُس جوان کی طرف ہو جس سے اُس کا والد راضی تھا اور زید نے مٹھائی کھلاتے وقت اُس شخص کا نام لیا کہ وہ رانڈ جس سے راضی تھی کہ تم کو میں اُس شخص کی طرف سے مٹھائی کھلاتا ہوں جس سے کہ تم راضی ہو اس کے بعد میں اُس رانڈ کا نکاح اُس شخص کے ساتھ زبردستی کرا دیا کہ جس سے وہ رانڈ ناراض تھی اور زبردستی چند آدمی پکڑ اُس شخص کے یہاں پہنچا آئے یہ نکاح درست ہے یا نہیں اور زید کو انجمن کی طرف سے صدر بنایا ہے اب اس زید کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں کیونکہ انجمن والوں نے زید کو صدر ممبر بنایا تو اُن کو یہ قصہ معلوم نہیں تھا اور یہ نکاح زبردستی زید ہی کی کوشش سے ہوا تھا بینوا توجروا ۔

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ عورت کو اذن دیتے وقت بتا دیا گیا تھا کہ یہ نکاح دوسرے سے ہوتا ہے جس سے وہ راضی نہیں لیکن کسی نے ہاتھ پکڑے کسی نے پاؤں اور اس سے جبراً اذن دلوایا صورت مذکورہ میں نکاح صحیح ہو گیا کہ نکاح و طلاق میں اکراہ کو دخل نہیں جس طرح خوشی سے ہو جاتے ہیں یوہیں جبر سے بھی حدیث میں ارشاد ہوا ثلٰث جدھن جد و ھزلھن جد النکاح والطلاق والعتاق باقی رہا یہ کہ مجبور کرنا شرعاً کوئی وجہ الزام رکھتا ہے یا نہیں ممکن کہ نہ رکھتا ہو بلکہ عورت کی خیر خواہی عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں اور باپ سے زیادہ اولاد پر کون مہربان ہے سوا اللہ و رسول کے ظاہر یہی ہے کہ جہاں وہ چاہتی تھی اس میں شر تھا اور جہاں باپ نے چاہا اس میں خیر تو ایسے احتمال قوی کی حالت میں اس جبر کو وجہ الزام نہیں ٹھہرا سکتے جیسے مریض کو بالجبر دوا پلانا لہٰذا اس وجہ سے امامت زید میں کوئی خلل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۱ از شہر کہنہ محلہ صوفی ٹولہ مسئولہ طفیل احمد صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح اس کے والدین نے ایک لڑکے کے ہمراہ جو کہ ایک بیوی مع دو بچوں کے چھوڑ چکا ہے اور لڑکی کا خالہ زاد بھائی ہوتا ہے لڑکی کے اقربا (نانا یا۔ پھوپا۔ بھائی وغیرہ) کو بغیر جمع کیے غیر محلہ میں دھوکہ سے لیجا کر سرائے خام کے ایک طالب علم سے اس طرح پر پڑھوایا کہ ماموں جو کہ دونوں (لڑکی اور لڑکے) کا ہوتا ہے وکیل بنا (اور گواہ اول دونوں کا خالو ہے اور گواہ دوم لڑکے کا تایا زاد بھائی ہوتا ہے) جب ماموں اذن لینے گیا تو اس نے جواب نہ دیا پھر مکرر اصرار کرنے پر بھی جواب نہ دیا تو ماموں نے اس کے ایک طپانچہ مارا کہ جس کے سبب سے وہ رونے لگی اور ماموں نے باہر آکر نکاح پڑھوا دیا۔ لڑکی جانے پر رضا مند نہیں ہے کیونکہ وہ اگلی بیوی کا حال دیکھ چکی ہے۔ تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سائل نے بیان کیا کہ لڑکی کی عمر وقت نکاح دو مہینے اوپر پندرہ سال کی تھی اگر یہ بیان اور صورت سوال واقعی ہے تو وہ نکاح فضولی ہوا اجازت لینے والے اور گواہوں کا رشتہ دار ہونا تو کوئی مخل نہیں اور بکر کا رونا بھی اذن میں شامل کیا جاتا ہے مگر نہ وہ رونا کہ طپانچہ مارنے سے ہو وہ ہرگز دلیل اجازت نہیں ہو سکتا تو عقد نہ ہوا مگر عقد فضولی اور لڑکی کی اجازت پر موقوف رہا اگر اس نے اظہار اجازت سے پہلے اظہار ناراضی کیا نکاح رد ہو گیا اور شوہر کو اس پر کوئی دعوی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲ از حیدر آباد دکن قصبہ نارائن پیٹھ جی۔ آئی۔ پی ریلوے کرشنا مسئولہ سید اکرم علی عرف مطلوب شاہ صاحب مدرس فارسی عربی مدرسہ سلطانیہ درجہ اول ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ عاقلہ بالغہ حرہ مکلفہ۔ باکرہ نے بلا اجازت ولی جائز

اپنا عقد دو گواہان شرعی کے روبرو اپنے ایک ہم کفو سے کرلیا پس یہ نکاح از روئے مذہب حنفی ہوا یا نہیں اگر ہوا تو کیا ولی جائز فسخ کرکے بلا طلاق وخلع ہندہ کا عقد کسی مالدار سے جبراً کرنا چاہتا ہے اگر کردے تو اس کا وبال کس پر ہوگا اور یہ فعل اُس کا کس حد تک جائز ہے۔ کیا رواج عرف عام وقانون شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہوسکتا ہے اور ولی جائز کا جھوٹا حلف ہندہ کے مقابلہ میں معتبر ہوگا یا ہندہ کا قول بینوا توجروا۔

الجواب

شرعاً کفو کے معنے یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہو اگر وہ اس معنے پر کفو ہے تو حرہ مکلفہ کا برضائے خود بے اجازت ولی اُس سے نکاح نافذ ولازم ہے ولی اُسے ہرگز فسخ نہیں کرسکتے اگر بلا طلاق اُس کا نکاح دوسری جگہ کردینگے باطل محض ہوگا اور اُس میں قربت زنائے خالص جس کا وبال مرتکب انزدیج پر ہوگا عالمگیریہ میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی درمختار میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی اور اگر اس معنی شرعی پر کفو نہیں اگرچہ ہم قوم ہو جسے عوام میں کفو کہتے ہیں مثلاً مذہب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اُس عورت کا اُس سے نکاح ولی زن کے لیے باعث عار وبدنامی ہے تو زن مکلفہ کا بے اجازت ولی اُس سے نکاح باطل ومردود محض ہے درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا رواج عرف قانون کوئی چیز شرع مطہر پر مرجح نہیں قال اللہ تعالٰی ان الحکم الا للہ وقال تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون ۝ سائل نے کچھ نہیں لکھا کہ عورت اور اُس کے ولی میں کس بات کا اختلاف ہے جس کا جواب دیا جائے کہ اُن میں کس کا قول معتبر ہے کہیں اس کا قول معتبر ہوگا کہیں اُس کا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۳ ضلع ہوگلی ڈاک خانہ تیلن پاڑہ باڑی عجب میاں مسئولہ سلطان احمد خاں صاحب مرزاپوری ۴ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی بعمر بارہ برس کی ہے اُس کا عقد کرنے کو اُس کا باپ ایک مرد نابالغ سے کرنے کو وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کرینگے اور رسم دینا وہی بھی کردیا گیا کہ لڑکا لڑکی کے واسطے کپڑا اور مٹھائی وغیرہ اور دس پانچ برادری کے لوگوں کو ساتھ لیکر گیا لڑکی کے باپ نے برادری کے روبرو سب سامان لیا اور اقرار کیا کہ فلاں تاریخ میں نکاح کردونگا کہ درمیان میں لڑکی کا باپ بیمار ہوگیا اور زیادہ علیل ہوگیا سو وہ مکان پر چلا گیا جس کو عرصہ چھ ماہ کا ہوگیا لڑکی اور اُس کی ماں یہیں پر رہ گئے اور اب بھی موجود ہے جب سے لڑکی کا باپ مکان گیا وہی لڑکا برابر خرچ وغیرہ کا بھی بار اٹھاتا ہے اب وہ لڑکا لڑکی کی ماں سے بہت زور کرتا ہے کہ میرا نکاح

کردو عورت کئی مرتبہ خط بھی مکان پر لکھا مگر کچھ جواب نہیں آیا کہ زندہ ہے یا مرگیا۔ لڑکی کی ماں پہلے راضی نہ تھی مگر جب لڑکے نے کہا کہ اگر تم نکاح نہیں کرتی ہو تو جو کچھ روپیہ میرا اتنے عرصہ میں خرچ ہوا اُس کو دو ورنہ ہم نالش کرینگے سو اب لڑکی کی ماں نکاح لڑکی کا کرنے پر راضی ہے اور کہتی ہے کہ ہم راضی ہیں نکاح پڑھوا لو اور یہ کہا کہ شوہر میرا کہہ گیا تھا کہ ہم مکان سے واپس آکر جب شادی کریں گے اس وجہ سے ہم نہیں راضی ہوئے تھے سو اب اُن کا کچھ پتہ نہیں ہے ہیں خوشی سے کہتی ہوں کہ قاضی کو بلاکر ایجاب وقبول کر کرا لو اور لڑکی بھی اپنے بُرے بھلے کو پہچانتی ہے سو وہ بھی رضامند ہے اور عرصہ چھ ماہ سے اُسی مرد کے ہمراہ گویا رہتی ہے جو باتیں حق حق تھیں اُس کو لکھکر علمائے دین کے حضور میں پیش کر دیا جو کچھ حکم شریعت مطہرہ کا ہو بیان فرمائیں اور ذیل میں جو علامت انگوٹھہ کا ہے وہ اُن برادریوں کا ہے جن کے سامنے لڑکی کے والد نے اقرار کیا اور کپڑا وغیرہ لیا اُن لوگوں کے سامنے یہ سوال لکھا گیا اور دستخط لیا گیا لہذا عدم موجودی اُس کے والد کے نکاح ہونے یا نہ ہونے سے یا جس طرح اور جس قاعدہ سے نکاح ہو اس مسئلہ کو حضور تحریر کریں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

لڑکی اگر نابالغہ ہے تو اُس کے نکاح کے لیے ولی کی ضرورت ہے ولی اُس کا باپ ہے۔ بے اجازت پدر کسی کو لڑکی کے نکاح کرنے کا اختیار نہیں۔ اور پہلے اُس کا راضی ہونا اور وعدہ کرنا اجازت کے لیے کافی نہیں کہ اُس نے کسی کو وکیل نہیں کیا اب اُس سے اجازت لی جائے اگر اُس کا پتا نہ چلے تو لڑکی کا جوان بھائی اُس کا ولی ہے وہ نہ ہو تو بھتیجا وہ نہ ہو تو چچا کا بیٹا اسی طرح جو عصبہ ہو اور اگر عصبات میں کوئی نہ رہا ہو تو البتہ اُس وقت ماں کو ولایت ہوگی اور اُس کی اجازت سے نکاح ہوسکے گا اور اگر لڑکی بالغہ ہے یعنی اُسے ماہواری عارضہ آچکا ہے تو خود اُس کی اپنی اجازت کافی ہے مگر بحال باپ کے سوا جو دوسرا شخص اُس کا نکاح کرے یا بالغہ ہو کر خود کرے یہ ضرور ہوگا کہ جس سے نکاح کیا جائے وہ اس لڑکی سے مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اُس سے نکاح ہونا لڑکی کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار ہو ورنہ نکاح ہوگا ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹: از بیلی بھیت محلہ غفار خاں مسئولہ حکیم سعید الرحمٰن خاں صاحب ۲ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رفیق بیگم کا نکاح اُس کی نابالغی میں جبکہ اُس کا باپ دادا زندہ نہ تھے اُس کے چچا نے اپنے پسر کے ساتھ کر دیا نابالغہ مذکورہ نے بالغ ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ اُس نے نکاح مذکور کو نامنظور وناپسند کر کے فسخ کر دیا اور بذریعہ نوٹس رجسٹری شدہ شوہر کو جو ہنوز نابالغ ہے اور اُس کے والد کو بھی اطلاع دیدی۔ نوٹس یہ لکھکر واپس آیا بعد ازاں رفیق بیگم نے دیوانی میں نالش کی اور حسب ذیل استدعائے

دادرسی کی۔

"استقرار اس امر کا فرما دیا جائے کہ جو نکاح مدعیہ کا اُس کی نابالغی میں ہوا تھا اور جس کو مدعیہ نے بعد بلوغ شرعی کے مسترد کر دیا ہے مدعیہ بوجوہ مصرحہ عرضی نالش نکاح مذکور کی فسخ اور کالعدم ہو جانے کی وجہ سے پابند نہیں ہے اور اب مدعیہ زوجہ مدعاعلیہ کی نہیں ہے" ہنوز اُس نالش کا فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ رفیق بیگم فوت ہو گئی ایسی حالت میں نکاح مذکور وقت وفات رفیق بیگم کے قائم و برقرار متصور ہوگا یا فسخ و مسترد اور شوہر کو ترکہ رفیق بیگم کا پہنچیگا یا نہیں۔

الجواب

رفیق بیگم کی اخیر سانس تک نکاح برقرار تھا وہ اپنے شوہر کی زوجیت ہی میں مری شوہر اُس کے نصف ترکہ کا وارث ہوگا اور نصف مہر بھی اُس پر سے ساقط ہو گیا نصف مہر بحق دیگر ورثا دیگا خیار بلوغ سے عورت کو یہ حق نہیں ہوتا کہ اپنا نکاح خود فسخ کرلے نہ اُس کے فسخ کیے فسخ ہو سکتا ہے بلکہ اُسے صرف دعویٰ فسخ کا اختیار ملتا ہے بعد دعوے قاضی شرع کے فسخ کیے سے فسخ ہوگا اگر قبل فسخ مر جائے تو زوجیت ہی میں مرے گی رد المحتار میں ہے قولہ فیفسخہ القاضی فلا تثبت ھذہ الفرقۃ الا بالقضاء لانہ مجتھد فیہ وکل من الخصمین یتشبث بدلیل فلا ینقطع النکاح الا بفعل القاضی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵ ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈھرکی ڈاک خانہ خیرپور ڈھرکی خاص دربار معلےٰ قادریہ چونڈی شریف از طرف ابوالنصر فقیر سرور شاہ ۱۷ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی۔ شخصے بعین حیات پدر خود بلا رضامندی و شمولیت وے نکاح خواہر صغیرہ بمعاوضہ بازو بجائے کردہ پدرش بعد خبر یافتن انکار کرد۔ و بعد چند مدت راضی شدہ بازو معاوضہ را در نکاح پسر خود گرفت و بازانکار کرد۔ آیا از انکار اول نکاح باطل شد یا نہ۔ محض اقبال بعد انکار تجدید ایجاب و قبول فائدہ دار دیا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب

نکاح نابالغہ کہ برادرش بے اجازت پدر کرد نکاح فضولی بود بر اجازت پدر موقوف چوں پدر باستماع خبر انکار کرد فوراً باطل شد و باطل را عود نیست باز راضی شدن پدر بکار نیاید تا از سر نو ایجاب و قبول پیش شہود نہ کنند۔ در درمختار ست بلغہا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد در ردالمحتار ست لان نفاذ التزویج کان موقوفا علی الاجازۃ وقد بطل بالرد در بحرالرائق ست الاجازۃ شرطہا قیام العقد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶ از ضلع بلاسپور امام مسجد الکترا۔

ایک بڑھیا کی لڑکی تھی اس کی برادری والے بلا رضا مندی شادی کرنے لگے بڑھیا مذکور نکاح کے وقت نامناسب رہنے پر دوسری کوٹھری پر روتی تھی اور یہ خبر ہی نہیں کہ میری لڑکی کا کیا ہو رہا ہے لڑکی کی عمر پانچ یا چھ سات سال کی تھی اس لڑکی کو یہ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہو رہا ہے یا کیا ہوا اس لڑکی مذکور کے وارث سوائے بڑھیا ماں کے کوئی اس کے باپ دادا کی شاخ میں بھی نہ تھے بلکہ بلا وارث والوں نے نکاح طفلیت میں پڑھایا تو کیا یہ نکاح صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں سوائے اس کے جو لوگ نامناسب نکاح بنایا ہوا داماد نکاح بے کیے تو بڑھیا مذکور غریب بیوہ منہاری بیچنے والی بچی کو کوئی گذر کرتی تھی بعض وقت یہ بنا ہوا داماد دو تین بار گیا تو بڑھیا بطور مہمان نوازی کے کھلاتی پلاتی بطور برادرانہ لیکن کچھ بڑھیا کی بچی سے سروکار بات چیت دیگر حرکات سے پاک رکھتی تھی جاتے وقت بڑھیا جب روکتی تھی تو بنا ہوا داماد برائے نام کا داماد دکھلے ہوئے الفاظ میں یہ صاف صاف کہتا تھا کہ مجھ کو کیوں روکتی ہے میں نہ رہوں گا اور نہ کسی کو چاہتا ہوں اور یا نہ رکھونگا پس یہ ہے کہ مطلق ایک تو نکاح ہی درست نہیں ہوا اور جو بنا ہوئے داماد والوں کی طرف سے نکاح بھی مغالطۃً ثابت کریں تو جب وہ ایسا الفاظ کھلا ہوا سے کہے کہ نہ رکھونگا نہ چاہتا ہوں تو بھی نکاح والے کا نکاح ساقط ہو جاتا ہے تو اب لڑکی کا نکاح بڑھیا بالغی میں پڑھا دے تو اولاد بھی ہوتی تو جو اولاد مسلمان ہوں فقط

الجواب

دوسرا سوال مہمل ہے اتنی باتوں کا جواب لکھا جائے تو اس کا جواب ہو (۱) اس لڑکی کے دادا پر دادا نزدیک دور کی اولاد میں کوئی مرد اس نکاح کے وقت تھا یا نہیں بے تحقیق کوئی نہ تھا نہ کہہ دیا جائے کہ تحقیق کے بعد نکلتے ہیں۔ (۲) اگر ایسا کوئی مرد تھا تو اس نے نکاح کی خبر سن کر کیا لفظ کہے (۳) اگر ایسا کوئی مرد نہ تھا تو ماں نے نکاح ہو جانے پر کیا لفظ کہے اور اس کے بعد کیا لفظ کہے یا کچھ نہ کہا (۴) جب وہ شخص آتا تھا تو ماں اس کی خاطر داماد کی سی کرتی تھی یا عام مہمانوں کی سی (۵) لڑکی کو اب ماہواری عارضہ آتا ہے یا نہیں اس کی عمر اب کیا ہے عارضہ ماہواری آتا ہے تو کب سے آتا ہے (۶) ماں کو اس نکاح سے وجہ ناراضی کیا تھی (۷) لڑکی کو اگر عارضہ ماہواری آیا تو فوراً اس کے آتے وقت اس نکاح کے بارے میں کچھ کہا یا کتنی دیر بعد کچھ کہا یا کچھ نہ کہا اور اگر عارضہ ماہواری اب تک نہ آیا اور لڑکی کی عمر پندرہ برس کی ہوگئی تو جس وقت عمر پندرہ کی ہوئی تھی اس وقت یا اس کے دیر کے بعد لڑکی نے اس نکاح کے بارے میں کیا کہا تھا یا کچھ نہ کہا (۸) یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جس سے نکاح ہوا اس کی قوم کیا ہے اور لڑکی کی کیا قوم ہے اور اس کا چال چلن کیسا ہے اور اس کا مذہب کیا ہے کیا پیشہ کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶: از لکھنؤ چھتر منزل کلب مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب قادری رضوی ۱۶ رجب ۱۳۳۹ھ پنجشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کسی وجہ سے اپنا نکاح پڑھانے نہیں جا سکتا تو اپنے پیر بھائی کو اپنا ولی بنا لیا تو ولی نکاح پڑھا کر لا سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اسے ولی نہیں وکیل کہتے ہیں کسی کو اپنا وکیل کر دے کہ میری طرف سے ایجاب قبول کر آؤ نکاح پڑھانے والا اس سے کہے کہ فلاں بن فلاں کی سب سے بڑی یا سب سے چھوٹی لڑکی (یا جس طرح تعین ہو) میں نے تیرے موکل فلاں بن فلاں بن فلاں کے نکاح میں اتنے مہر پر دی وکیل کہے میں نے اپنے موکل مذکور کی طرف سے اس کے لیے قبول کی۔ یا وکیل خود عورت یا اس کے وکیل یا نابالغہ ہے تو اس کے وکیل سے کہے کہ میں نے تجھے یا فلانہ بنت فلاں بن فلاں کو کہ تیری موکلہ ہے یا جس کا تو ولی ہے اپنے موکل فلاں بن فلاں بن فلاں کے نکاح میں لیا عورت یا اس کا وکیل یا ولی کہے میں نے قبول کیا نکاح ہو جائیگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۷: از تلہر ضلع شاہجہان پور محلہ عمر لوپ مسئولہ شیخ سلامت اللہ صاحب پارچہ فروش ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کتنی عمر میں لڑکی کا نکاح جائز اور کتنی عمر ہو تو ناجائز یعنی لڑکا سن بلوغ بحکم شرع کتنی عمر میں ہوتا ہے کتنی عمر مدت سال کی ہو تو نکاح جائز ہوتا ہے جبکہ اس کا کوئی حقیقی شخص وکیل مطلق نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جب آثار بلوغ ظاہر ہوں لڑکے کو احتلام لڑکی کو حیض اس وقت سن بلوغ ہے۔ اور اگر آثار نہ ہوں تو پندرہ برس پوری عمر ہونے پر حکم دیا جائے گا۔ اگر لڑکی نو برس کامل یا لڑکا بارہ برس کامل کا ہو چکا ہے اور وہ دعوی بلوغ کریں اور ان کی ظاہری حالت اس دعوے کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کا قول مان لیا جائے گا جب تک ان صورتوں میں سے کسی صورت پر بلوغ ثابت نہ ہو وہ بغیر اذن ولی کے اپنا نکاح نہیں کر سکتے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۸: از نصرت پرگنہ پڑادہ ریاست علاقہ ٹونک محلہ سلطان پورہ مسئولہ ابراہیم حسین صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ۱۴ سال سے علیحدہ رہتا ہو عورت حاملہ تین ماہ کی ہو اسی حمل سے لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی ۱۴ سال تک اپنی ماں کے پاس پرورش پائی باپ نے کسی قسم کی امداد نہیں دی نہ کبھی لڑکی کو بلوا کر دیکھا ایسی صورت میں جوان لڑکی چودہ سال کی بالغ ہو گئی ہے لڑکی نے اپنی خوشی اور اس کی والدہ نے اپنی اجازت سے لڑکی کا نکاح کر دیا باپ موجود نہ تھا نکاح بھی ہم قوم سے ہوا یعنی غیر قبیلہ میں نہیں ہوا یہ نکاح جائز

الجواب

ہندہ کا اگر باپ نہیں اور دادا نے نکاح کر دیا اور ہندہ وقت نکاح نابالغہ تھی گواب بالغہ ہے یا بالغہ تھی مگر اس سے اذن لیکر نکاح کیا یا نے اُس کی اجازت کے نکاح کیا مگر بعد وصول خبر اُس نے اجازت دی یا دادا آپ اذن لینے آیا تھا اور ہندہ نے سکوت کیا توان سب صورتوں میں نکاح منجانب ہندہ لازم ہو گیا اس کا فسخ ناممکن ہے تفریق ہو تو موت یا طلاق سے اور نابالغ کی طلاق باطل ہے نہ اُس کی طرف سے اُس کا کوئی ولی طلاق دے سکے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۱۲ برس ہوئے کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا لیکن ہندہ نے بوقت نکاح زبان سے ایجاب نہیں کیا تھا نہ انکار کیا بلکہ سکوت اختیار کیا ایک دوسری عورت نے جو عروس کے پاس موجود تھی وکیل سے یہ کہدیا کہ ہندہ منظور کرتی ہے۔ ہندہ کا بیان ہی کہ اُس وقت میں بالکل خالی الذہن تھی نہ میرے دلمیں اقرار تھا نہ انکار کا خیال بلکہ دوسرے خیالات رنج وغم ونئی زندگی شروع ہونے کے ترددات میں مبتلا تھی دریافت طلب یہ ہی کہ آیا یہ نکاح شرعًا درست ہوا یا نہیں اور اگر نہیں تو زید وہندہ کو مواخذہ عقبے سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے بینوا توجروا مزید عرض ہی کہ جواب جلد مرحمت ہو کیونکہ ہندہ مواخذہ عقبے کے خیال سے نہایت خائف وترساں ہے فقط

الجواب

ہندہ سے اذن لینے کے لیے کون آیا تھا وہ سب سے قریب تر ہندہ کا ولی یا اُس ولی کا بھیجا ہوا یا کون تھا ہندہ کی رخصت ہوئی یا نہیں قبل رخصت ہندہ کے کسی قول یا فعل سے اس نکاح کی خبر سنکر اظہار رغبت یا نفرت ہوا یا نہیں ان تمام باتوں کی تفصیل پر جواب دیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

جوابات امور مستفسرہ

ہندہ کے والد کے چچا زاد بھائی یعنی ہندہ کے رشتہ کے تایا اذن لینے گئے تھے۔ یہ یاد نہیں کہ اس وقت کس نے انھیں اس کام پر متعین کیا تھا بالعموم ایسے بزرگ خاندان جن سے لڑکی پردہ نہ کرتی ہو بھیجے جاتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہندہ کا باپ اُس شہر میں موجود نہ تھا اُس نے ہندہ کے ماموں کو اس نکاح کے مراسم وتقریبات ادا کرنے کے لیے بذریعہ خط مامور کیا تھا یہ کہا جا سکتا ہے اذن لینے کے لیے ہندہ کے ماموں ہی نے وکیل کو متعین کیا ہوگا درحقیقت یہ یاد نہیں ہی۔ رخصت اس ہفتہ میں ہو گئی کوئی امر ہندہ کی رغبت ورضامندی کے خلاف نہ اُس وقت نہ آج تک بارہ۱۲ برس گزرنے

کے بعد تک کوئی امر ایسا ظہور پذیر نہ ہوا جس سے ہندہ کی نارضامندی ظاہر ہو بلکہ کمال اتحاد سے زن و شو بسر کرتے ہیں یہ سوال صرف ہندہ کے اس توہم کی بنا پر پیدا ہوا ہے کہ مبادا نکاح صحیح نہ ہوا ہو اور عند اللہ مواخذہ باقی رہے اس کا اطمینان مقصود ہے۔

الجواب

اگر صورت واقعیہ یہی تو اگرچہ از انجا کہ اذن لینے والا ولی اقرب نہ تھا ہندہ کا سکوت اذن نہ ٹھہرے اور وہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور ہندہ کی اجازت پر موقوف رہا مگر جبکہ پیش از رخصت ہندہ سے کوئی قول و فعل ایسا واقع نہ ہوا جس سے ہندہ کا اس نکاح سے ناراض ہونا سمجھا جاتا اور ہندہ برضا و رغبت رخصت ہو کر شوہر کے یہاں آئی تو وہ نکاح موقوف نافذ و تام ہو گیا اس میں کوئی اندیشہ مواخذہ کا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸۰ و ۹۸۱: از گونڈل کاٹھیاواڑ مسئولہ جناب سیٹھ عبدالستار بن اسمعیل صاحب رضوی تاریخ ۷ رجب ۱۳۳۴ھ روز شنبہ

یہاں پر یہ رواج ہو چلا ہے کہ وقت نکاح وکیل کے ہمراہ دو گواہ نہیں جاتے ہیں اور قاضی وکیل کی وکالت اور حاضرین کی شہادت سے نکاح پڑھا دیتا ہے آیا یہ امر عند الشرع محمود ہے یا مردود نیز اس ترکیب سے مذہب حنفی میں نکاح صحیح ہو جائیگا یا نہیں وکیل کو اپنے ساتھ دو گواہ کا رکھنا اور ان شاہدوں کو عورت کی اجازت سننا ضروری ہے یا نہیں اگر اس طرح نہ کرکے برطریق ان مروجہ پر مدام عمل کرنے پر سب گنہگار رہیں یا نہیں۔

الجواب

وکیل کے ساتھ شاہدوں کی حاجت کچھ نہیں اگر واقع میں عورت نے وکیل کو اذن دیا اور اس نے پڑھا دیا نکاح ہو گیا ہاں اگر عورت انکار کریگی کہ میں نے اذن نہ دیا تھا تو حاکم کے یہاں گواہوں کی حاجت ہوگی یہ تو کوئی غلطی نہیں ہاں یہ ضرور غلطی ہے کہ وکیل ہوتا ہے کوئی اور نکاح پڑھاتا ہے دوسرا مذہب صحیح وظاہر الروایۃ میں وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کرسکتا اس میں بہت دقتیں ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوے میں ہے لہذا یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے اُسی کے نام کی اجازت لی جائے یا اذن مطلق لے لیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲: نوشہ کا وقت نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

الجواب

خالی پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول ہیں سب ناجائز و حرام واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳: ولیمہ شریف کا کھانا کھلانا شریعت مطہرہ کے کس حکم میں داخل ہے اس کا تارک کیسا ہے نیز جس شہر کے لوگوں میں سے

ناشزہ کہا جائیگا یا نہیں اور اُسے زید کے یہاں نہ جانے اور اپنے نفس کے بچانے کا اختیار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں نہ ہندہ ناشزہ نہ زید کو اُس پر دسترس نہ زنہار اُسے قدرت دینگے کہ ہندہ کو اپنے یہاں بلائے نہ ہرگز ہندہ کو اجازت دینگے کہ بطور زوجیت اُس کے یہاں جائے بلکہ شرعًا دونوں پر واجب کہ اس نکاح فاسد و واجب الفسخ سے دست برداری کریں اور زید نہ مانے تو ہندہ پر لازم کہ بطور خود فسخ کردے صرف اسی کے فسخ کیے سے فسخ ہوجائے گا اور یہ بھی نہ کرے تو حاکم پر واجب کہ اُن میں تفریق کردے اور ہندہ کے لیے مہر مثل آتنا کہ مہر مسمّے پر زیادہ نہو زید پر لازم آئے گا وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ نکاح غیر ولی یعنی ماں نے کہ چچا کے ہوتے اُسے ولایت نہیں بے رضائے ولی باذن ہندہ کیا تو درحقیقت یہ زن بالغہ کا بطور خود نکاح کرنا ہوا کہ بسبب اذن ولایت متحقق ہوئی اور فعل وکیل بعینہٖ فعل موکل ہے فی الخیریۃ سئل فی بکر بالغۃ زوجہا اخوہا لامہا من غیر کفو باذنہا اجاب اذا زوجہا باذنہا کتزوجہا بنفسہا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفؤ بلا رضا اولیائہا اھ ملخصا اور روایت مفتٰی بہا مختار للفتوٰی یہ ہے کہ بالغہ ذات الاولیا جو اپنا نکاح غیر کفو سے کرے وہ اُسی وقت صحیح ہوسکتا ہے کہ ولی شرعی پیش از نکاح صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر کرے اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ شخص کفو نہیں ورنہ اگر عدم کفاءت پر مطلع نہ تھا یا تھا مگر پیش از نکاح اُس نے تصریحًا اظہار پسند و رضا نہ کیا تو ہرگز نکاح صحیح نہیں اگرچہ ولی مذکور نکاح کے وقت ساکت بھی رہا ہو اگرچہ باوجود اطلاع اصلا انکار نہ کیا ہو اگرچہ بعد وقوع نکاح صاف صاف تصریح رضامندی بھی کردی ہو اگرچہ اُس کی رخصت وغیرہ خود ہی کی ہو یہ سب باتیں بیکار ہیں اور اُس نکاح کی کہ شرعًا صحیح نہ ہوا اصلاح نہیں کرسکتیں۔ فان الرضی اللاحق انما ینفع فی الموقوف دون الفاسد درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوٰی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ اسی طرح فتح القدیر و فتاوٰی خانیہ و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر وغیرہا میں ہے وفی رد المحتار ھذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وھذا اذا کان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ اُسی میں ہے السکوت منہ لایکون رضی کما ذکرنا درمختار میں ہے یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطء فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمتہ وطئہا ولم یزد علی المسمّٰی ویثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما اھ ملخصا واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲ از سہسوان ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے غیر شہر سے سہسوان میں آکر اپنے آپ کو سُنّی اور قوم کا سید ظاہر کیا عمرو نے کہ شیخ انصاری ہے اپنی لڑکی لیلیٰ جس کی عمر وقت نکاح بارہ تیرہ برس کی تھی بیان زید سے دھوکا کھا کر اُسے بیاہ دی وہ لڑکی اور اُس کا باپ سب اہلسنت وجماعت ہیں ہنوز رخصت بھی نہ ہوئی تھی نہ لیلیٰ نے زید کی صورت دیکھی تھی کہ زید چلا گیا اور جب سے اصلاً خبر نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا اسے کوئی دو برس کا زمانہ ہوا اب جو اُس کا حال دریافت ہوا تو وہ رافضی نکلا اور شراب خواری و قمار بازی اس کے علاوہ ہے جب سے یہ کیفیت معلوم ہوئی تو لیلیٰ اور اُس کا باپ عمرو اور اُس کی ماں سب ناراض ہیں اور لیلیٰ جس کی عمر چودہ پندرہ برس کی ہے اپنا نکاح اور شخص سے کیا چاہتی ہے جو مذہب کا سُنّی اور اعمال کا نیک ہو اس صورت میں شرع شریف لیلیٰ کے حق میں کیا حکم دیتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰھم العفو والعافیۃ۔ روافض ہیں جو ضروریات دین سے کسی امر کا منکر ہو مثلاً قرآن عظیم کو بیاض عثمانی کہے اس کے ایک لفظ ایک حرف ایک نقطے کی نسبت گمان کرے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام یا اہلسنت خواہ کسی شخص نے گھٹا دیا بڑھا دیا بدل دیا یا حضرت جناب امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی کو انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کل یا بعض سے افضل بتائے قطعاً کافر ہے اور اُس کا حکم مثل مرتدین کے والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ فتاوے عالمگیری میں ہے یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا (الی ان قال) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظہیریۃ آج کل عام روافض اسی قسم کے ہیں اُن کے عالم جاہل چھوٹے بڑے تحریراً تقریراً علی الاعلان ان کفریات کا اعتراف کرتے اور اُن کے معتقد کو مومن کامل جانتے اور اپنا پیشوا و مجتہد مانتے ہیں تو اگر اُن میں بعض بالفرض خود معتقد نہ بھی ہوں تو یوں کافر ہوئے شفا شریف میں ہے نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام او وقف فیھم او شک او صحح مذھبھم وان اظھر الاسلام واعتقدہ الخ واقرہ علیہ العلامۃ الخفاجی فی نسیم الریاض اسی لیے کہا جاتا ہے کہ روافض زمانہ میں کسی ایسے کا ملنا جسے ایک ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں کبریت احمر کے ملنے سے کچھ زیادہ ہی دشوار ہے۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے یہ مسئلہ اپنے فتاوے میں مشرحاً بیان کیا اور بار بار دلائل لوگوں سے بطلان مناکحت پر فتوی دیا اکابر و مشاہیر علمائے عصر اس افتا میں فقیر سے موافق ہیں ہاں جو اس درجہ کا نہ ہو ضروریات اسلام سے کسی شئے کا انکار نہ کرتا ہو نہ اُن کے منکروں کو مسلمان جانتا ہو اگرچہ اپنی خباثت سے تبرائے ملعونہ شنیعہ مغضوبہ تک پہنچے صحیح مذہب معتمد مشرب پر بدعتی فاجر ہے نہ مرتد کافر کما حققہ ابی وسیدی مقتدی امام المحققین قدس سرہ الملکین فی فتاواہ۔ پس اگر زید مذکور جس کے ساتھ لیلیٰ کا نکاح ہوا درجہ اول کا رافضی تھا

اور مثل ایسا غیر کفو اگر اُس شرعی معنی پر غیر کفو نہ ہو تو بالغہ کا بے اذن ولی بلکہ بنا راضی ولی اُس سے نکاح کر لینا جائز ہے اور ولی کو اُس پر کوئی حق اعتراض نہیں درمختار میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰: از گرد چھاؤنی انجن گودام جی آئی پی ریلوے بابو محمد نیاز خاں اسٹورس کلرک روز چہارشنبہ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بعد سلام سنت اسلام و محبت مشام آنکہ معلوم ہو کہ حضور کو میں تکلیف دیتا ہوں کہ ایک مسئلہ ہیں علما کیا فرماتے ہیں میرے ایک عزیز کا عقد ایک سماۃ کے ساتھ ہوا اور اُس سماۃ کے والدین نے لڑکی کی رخصت ۵ ماہ کے بعد کی مگر اس درمیان میں ایک نقص سماۃ کے بعد ۳ ماہ کے خفیہ ظاہر ہوا ہے کہ سماۃ کو سفید کوڑھ و برص کہتے ہیں وہ ہے اور اُس سماۃ کے والدین سے دریافت کرنے پر اب ظاہر کیا ہے کہ کچھ شکم کا داغ ہے اول نکاح کے ظاہر نہ کیا اگر سماۃ کو رخصت کرکے نہ لایا جائے اپنے گھر پر تو وہ مہر کی مستحق ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور لڑکا اپنا خرچہ اُس کے والدین سے لے سکتا ہے یا نہیں فقط

الجواب

نکاح صحیح و تام ہوگیا دو باتوں سے ایک فرض ہے یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا اچھی طرح چھوڑ دینا۔ اگر قبل خلوت طلاق دی جائے گی آدھا مہر ساقط ہوجائے گا نصف واجب الادا ہوگا شادی[ف۱] میں جو اُٹھا دیا خرچ کر دیا اُس کا تاوان کسی پر نہیں ہاں جو زیور یا کپڑے چڑھاوے میں دیئے ہوں اور عورت کو اُن کا مالک کر دینے کی وہاں رسم نہ ہو یہ تملیک نہ سمجھی جاتی ہو نہ تملیک کی ہو تو اُن اشیا کے واپس لینے کا شوہر کو اختیار ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱: از جبلپور پریس انجمن محمد یوسف یکشنبہ ۱۹ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص حنفی المذہب نے اپنا نکاح قاضی شافعی المذہب یا اہل حدیث غیر مقلد سے بموجب قاعدہ احناف پڑھوایا پس اُس کا نکاح جائز ہوا یا نہیں اور بصورت ناجائز ہونے نکاح حسب خیال مؤلف فتح المبین تجدید نکاح کی ضرورت ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اگر کوئی[ف۲] واقعی شافعی المذہب ہے تو شافعیہ مثل ہمارے اہلسنت ہیں اس میں تو کوئی حرج ہی نہیں جبکہ اُس نے نکاح ایسے طور پر نہ پڑھایا ہو کہ وہ مذہب حنفی میں صحیح نہیں اور غیر مقلدین صرف تارک تقلید نہیں بلکہ اُن کا مذہب بہت عقائد کفریہ پر مشتمل ہے جس کی قدرے تفصیل الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے نکاح پڑھوانا ایک تو بطور رسم ہوتا ہے جیسے نکاح خواں قاضی مقرر ہوتے ہیں یوں پڑھوایا اور اُس نے حنفی مذہب کے طور پر صحیح پڑھا یا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں

اور ایک نکاح پڑھوانا بطور تعظیم ہوتا ہے کہ اُس کو معظم اور متبرک سمجھکر اُس سے پڑھوانے ہیں اگر یوں پڑھوایا اور اُس کو غیر مقلد نہ جانتا تھا کہ وہابیہ میں تقیہ بکثرت ہے تو یوں بھی تجدید نکاح کی ضرورت نہیں جبکہ اُس نے صحیح طور پر پڑھایا ہو اور اگر غیر مقلد جانکر اُسے معظم و متبرک سمجھا اور اُس سے نکاح پڑھوایا تو نہ فقط تجدید نکاح بلکہ تجدید اسلام کی بھی حاجت ہے واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶ از راجپوتانہ کوٹہ محلہ رامپورہ متصل مسجد مومنان عبدالصمد ملازم بینڈ باجہ دوشنبہ شوال المعظم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد شافعی ہیں یا نہیں اور ہندہ بالغہ نوماہ سے بیوہ ہے اور دو بچے بھی رکھتی ہے اپنی والدین کی بلا رضامندی وعدم موجودگی کے برضامندی ورغبت خود بلا خوف وترغیب کے زید حنفی سے خود قاضی کے مکان پر جاکر ہمراہی چند آدمی نکاح پڑھ لیا۔ پھل وشیرینی ونئے کپڑے وغیرہ پہنے نہیں گئے دوگواہ اور ایک وکیل اور قاضی نے ایجاب قبول ارکان نکاح پورے طور پر ادا کردیے کیا یہ نکاح ناجائز ہے۔ اور بعد نکاح زید وہندہ نے مثل زن وشوہر کے ہم بستری کی اور صرف تین دن ہندہ زید کے پاس رہی اور اب ہندہ نکاح سے منکر ہے اور اپنے بچاوے کے لیے کہتی ہے کہ غیر مقلد ہوں اور شافعی مذہب میں بغیر ولی کے نکاح ناجائز ہے اس کے برخلاف قاضی ودوگواہ ووکیل حلفیہ نکاح ہونا بیان کرتے ہیں قاضی حلف سے یہ بیان کرتا ہے کہ ہندہ نے نکاح کے پیشتر اُس کے دریافت کرنے پر کہا تھا کہ میں سنت جماعت یعنی حنفی ہوں اس کا یقین ہونے پر قاضی نے نکاح پڑھایا کیا ہندہ کا کہنا نکاح کے ناجوازی کے لیے صحیح ہے بینوا توجروا۔

الجواب

غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہل بدعت واہوا واہل نار ہیں طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے فمن کان خارجا من ھؤلاء الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار ہندہ نے جس سے نکاح کیا اگر وہ ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اُس سے ہندہ کا نکاح اولیائے ہندہ کے لیے باعث ننگ وعار ہو تو بیشک نکاح صحیح ولازم ہوگیا ہندہ کے انکار سے اب مٹ نہیں سکتا اگرچہ ہندہ واقع میں شافعیہ ہوتی خلاصہ ودرمختار میں ہے اذا سئل ما قول الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابوحنیفۃ کذا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷ نوضلع پرتاب گڑھ مانک پور ظہور حسام چہارشنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۳ھ

زید محض غریب آدمی ہے جائداد وغیرہ کچھ نہیں رکھتا صرف پیشہ طبابت وغیرہ سے کام چلتا ہے اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مہر سوالاکھ روپے سے کم نہ ہوگا عمرو جس کو لڑکی منسوب ہے وہ اُس سے بھی زیادہ غریب

سے نہ کرچکا ہو ورنہ ناجائز ہوگا فی الدرالمختار لزم النکاح بغیر کفوء ان کان الولی ابا اوجدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا اھ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازشہر کہنہ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر ہندہ عاقلہ بالغہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کیا عمرو کی نسبت اُس وقت شبہہ ہوا تھا کہ شاید رافضی ہو اس پر اُس سے پوچھا گیا اُس نے صاف انکار کیا اور اپنے آپکو سُنّی بتایا اور سنت صفائی کے ساتھ اپنے سُنّی ہونے کا اطمینان دلایا یہاں تک کہ ہندہ کے معمولی اذن ورضا سے نکاح ہوگیا ہندہ رخصت ہوکر عمرو کے یہاں گئی کچھ عرصہ کے بعد جب ماہ محرم آیا اور زید نے ہندہ کو اپنے یہاں بُلایا اُس وقت عمرو کا رافضی ظاہر ہوا اُس نے ہندہ کا زیور وغیرہ سب اُتار کر ایک نیلا چھتڑا رافضیوں کا سا اُڑھا کر ہندہ کو بھیجدیا اور تحقیق ہوا کہ عمرو رافضی ہے جب سے زید نے ہندہ کو اُس کے یہاں جانے نہ دیا اب علمائے اہلسنّت سے فتوے طلب ہے کہ اس صورت میں عمرو رافضی اور ہندہ سُنّیہ کا نکاح صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

قطع نظر اس سے کہ آج کل عام رافضی ضروریات دین کے منکر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں جن سے کسی کا نکاح اصلا کسی طرح نہیں ہوسکتا بفرض باطل اگر یہ شخص اُس حد کا نہ بھی ہو نہ اُن منکران ضروریات دین اور اُن کے مجتہدین کو مسلمان جانتا ہو تاہم اس قدر میں شک نہیں کہ رافضی سُنّی کا کفو نہیں ہوسکتا درمختار میں ہے وتعتبر یعنی الکفاءۃ فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ الخ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ طحطاوی حاشیہ درمختار میں زیر قول شرح تزوجتہ علی انہ حر اوسنی اوقادر علی المھر والنفقۃ فبان بخلافہ فرمایا فقد الکفاءۃ بالرق فی الاول وفی الدین فی الثانی وفی المال فی الثالث اور جبکہ ہندہ عاقلہ بالغہ تھی اور نکاح اُس کے اذن سے واقع ہوا تو حقیقۃً وہ ہندہ کا خود اپنا نکاح کرنا تھا کہ بالغہ پر سے ولایت منقطع اور فعل وکیل فعل مؤکل ہے خصوصًا نکاح میں کہ یہاں تو وکیل سفیر ومعبّر محض ہوتا ہے اور تقریر سوال سے ظاہر کہ زید ولی ہندہ کو اُس وقت تک عمرو کا رافضی ہونا معلوم نہ تھا عمرو نے براہ فریب اُسے مغالطہ دیا اور وہ اسے سُنّی سمجھ کر نکاح پر راضی ہوا تو حاصل اس صورت کا یہ ٹھہرا کہ عورت نے اپنا نکاح غیر کفو سے کیا اور ولی کو

پیش از نکاح اُس کے غیر کفو و رافضی ہونے پر اطلاع نہ تھی ایسی صورت میں ظاہر الروایۃ تو یہ ہے کہ عورت اور اُس کے ولی دونوں کو اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار رہے درمختار میں ہے تزوجتہ علی انہ سنی فبان بخلافہ کان لہا الخیار فلیحفظ انتہی ملخصاً اُسی میں ہے اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار ولو الجیہ فلیحفظ مگر روایت صحیحہ ومفتٰی بہا پر نکاح اصلاً نہ ہوا فتاوٰی خیریہ میں ہے سئل فی بکر بالغۃ زوجھا اخوھا من غیر کفوٴ باذنہا اجاب تزویجہ لہا باذنہا کتزوجہا بنفسہا وھی مسئلۃ من نکحت غیر کفوٴ بلا رضاء اولیائہا فنی کثیر بعدم انعقادہ اصلاً وھی روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ ففی المعراج معزیا الی قاضی خاں وغیرہ والمختار للفتوی فی زماننا روایۃ الحسن اھ ملخصاً درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ ردالمحتار میں ہے قولہ بلا رضی نفی علی المقید الذی ھو رضی الولی والقید الذی ھو بعد معرفتہ ایاہ فیصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمہما وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لا تحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلک اھ پس صورت مستفسرہ میں حکم یہ ہے کہ عمرو وہندہ کا نکاح اصلاً منعقد نہ ہوا نہ وہ اس کا شوہر ہے نہ یہ اُس کی زوجہ نہ اسے اُس کے یہاں بھیجا جانا روا نہ اُس کو اس پر کسی قسم کا اختیار یا دعوٰی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵: از دیور نیا مسئولہ عنایت حسین صاحب ۸ شوال ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے سالے کے ساتھ ہی کر دیا اور اُس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ شخص جملہ منہیات میں مبتلا ہے جیسے شراب خواری اور جوا بازی اور زناکاری اور چوری کرتا ہے تمام اور عارضہ سوزاک اور آتشک وغیرہ کا موجود ہے اور علاوہ اس کے غیر کفو بھی ہے اور تارک الصلٰوۃ ہے اور خویش دامن وغیرہ اُس کی صالحین میں سے ہیں اور اُن کو اس تقریب سے نہایت خفت اور ذلت اور عار معلوم ہوتی ہے آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

سائل مظہر کہ یہ لڑکی وقت نکاح نابالغہ ویتیمہ تھی اور اس کے کوئی بھائی بھی نہیں چچا نے جس سے نکاح کیا وہ پیش از نکاح بھی ایسا ہی بدروِیّہ وبداطوار تھا اگر یہ بیان واقعی ہے تو نکاح مذکور اصلاً نہ ہوا فی الدر المختار ان المزوج غیر ھما ای غیر الاب وابیہ لا یصح النکاح من غیر کفوٴ اصلاً وما فی صدر الشریعۃ صح ولہما فسخہ وھم

اُسی میں ہے وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوءً الصالحۃ اوفاسقۃ بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاہر نہر انتہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ سیدزادی کا نکاح اُس کے چچا نے گیارہ برس کی عمر میں بے اطلاع باپ کے اُن کی غیبت میں زید پٹھان سے کردیا آیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

پٹھان سیدزادی کا کفو نہیں ہوسکتا تو یہ نکاح کہ بے اطلاع پدر تھا عام ازانکہ ہندہ اُس وقت بالغہ ہو خواہ نابالغہ اس نکاح پر راضی تھی خواہ ناراض مطلقاً محض باطل واقع ہوا یہاں تک کہ اب اگر اُس کا باپ بھی جائز رکھے تو درست نہیں ہوسکتا زید وہندہ کو باہم قربت ناروا اور ہندہ اب بالغہ ہو تو اُسے ورنہ اُس کے ولی کو اختیار ہے کہ بے طلاق لیے جس سے چاہے نکاح کردے زید ہرگز مزاحم نہیں ہوسکتا کہ مذہب مفتٰی بہ پر وہ محض اجنبی ہے فی ردالمحتار عن الکافی للامام الحاکم الشہید قریش بعضہم اکفاء لبعض والعرب بعضہم اکفاء لبعض ولیسوا باکفاء لقریش ومن کان لہ من الموالی ابوان اوثلثۃ فی الاسلام فبعضہم اکفاء لبعض ولیسوا بالکفاء للعرب اھ وفی الدرالمختار یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ اھ وفی ردالمحتار عن البحر الرائق اذا کان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ولیٔ ہندہ کو کہ سیدزادی ہے دھوکا دیکر اپنی قوم اور اپنا اور اپنے باپ کا مشہور نام اور اپنی ماں کا کنیز غیر شرعی ہونا چھپاکر بذریعہ تحریر وتقریر اپنے آپ کو شیخ یا سید اور ڈھائی بسوہ حقیت کا مالک ظاہر کرکے ہندہ سے نکاح کرلیا اور اُس ملک فرضی کو مہر ہندہ قرار دیا بعد خلوت صحیحہ ہندہ کو معلوم ہوا کہ نہ زید کا وہ نام نہ قوم نہ زمین بلکہ وہ کنیزک غیر شرعی سے پیدا ہے اب ہندہ ناراضامند ہوکر فسخ نکاح چاہتی ہے آیا صورت مستفسرہ میں نکاح مذکور کو خود فسخ یا اُس کے فسخ کا دعوٰی کرسکتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ نابالغہ ہے اور یہ نکاح اب وجد نے نہ کیا یا اُنھیں نے کیا مگر اس بارہ میں اُن کی

بے احتیاطی پہلے بھی ہوئی تھی یعنی کبھی اور بھی اپنی کسی بیٹی پوتی کا غیر کفو دنی القوم یا محتاج سے نکاح کر چکے ہوں تو یہ نکاح اصلاً صحیح نہ ہوا۔ اگر ہندہ کے لیے دور و نزدیک کہیں کوئی ولی مرد عصبہ عاقل بالغ حر مسلم مثلاً باپ دادا بھائی بھتیجا اپنا چچا یا اپنے باپ یا دادا کا چچا یا ان میں کسی کی اولاد ذکور عام ازاں کہ اب وجد کے سوا یہ سب سگے ہوں یا سوتیلے موجود ہے اور یہ نکاح اُس کے بے اطلاع ہوا یا مطلع تھا مگر اُس نے صراحۃً نکاح کی اجازت نہ دی اگرچہ سکوت کیا ہو اگرچہ مجلس عقد میں موجود رہا ہو یا صراحۃً اجازت و رضامندی بھی ظاہر کی بلکہ خود متولی نکاح ہوا مگر وہ ان حالات باطنہ زید پر وقوف نہ رکھتا تھا تو ان سب صورتوں میں مذہب مفتی بہ پر وہ نکاح محض باطل وکالعدم بلکہ شرعاً فی الحقیقۃ منعدم ہے اگرچہ بعد وقوع نکاح وعلم بحالات زید ولی ہندہ صراحۃً کہہ دے کہ میں ایسی حالت پر بھی اس نکاح پر راضی اور اسے جائز رکھتا ہوں تاہم کچھ حاصل نہیں کہ جو شرعاً باطل ہے کسی کی رضامندی سے نہیں ہوسکتا اس تقدیر پر تو فسخ کی خود کیا حاجت کہ جب عقد ہوا ہی نہیں تو فسخ کیا کیا جائے فی الدر المختار یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ اھ فی رد المحتار لا یلزم التصریح بعدم الرضی بل السکوت منہ لا یکون رضی کما ذکرنا فلا بد لصحۃ العقد من رضاہ صریحا وعلیہ فلو سکت قبلہ ثم رضی بعدہ لا یفید فلیتامل اھ وفیہ یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ وبعدمہا وبوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لا تحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلک اھ اور اگر ہندہ کے لیے اس قسم کا کوئی ولی نہیں یا جو ہیں وہ کل یا بعض یا درصورت تفاوت درجہ صرف ولی اقرب پیش از نکاح با وجود وقوف بحالات زید صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر کرچکا ہو تو بشرطیکہ ہندہ بالغہ ہو صحت نکاح میں کچھ شبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ ۴ رمضان مبارک ۱۳۱۳ھ

ماقولہم رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ پٹھان کے لڑکے اور سید کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ لڑکی جوان ہے اور اُس کا باپ زندہ دونوں کو معلوم ہے کہ یہ پٹھان ہے اور دونوں اس عقد پر راضی ہیں باپ خود اُس کے سامان میں ہے جب صورت یہ ہے تو اس نکاح کے جواز میں اصلاً شبہہ نہیں کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ یعقوب علیخاں صاحب ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ہندہ بعمر چار سالہ ہوا تھا اور اُس وقت عمر اُس کے زوج بکر کی پانچ سال تھی جب بکر سن تمیز کو پہنچا تو مردی سے خارج ہے اور ہمراہی ہیز رقص کرتا ہے تو نامردی اور اُن حرکات زشت کے باعث والدہ ہندہ عار وکسر شان سمجھکر دختر کے بھیجنے میں منکر ہے اور اب دختر کی عمر چودہ سال ہے شوہر کو پسند وقبول نہیں کرتی تو اس صورت میں دربارہ جواز و عدم جواز نکاح کیا حکم ہے اور بعد تفریق دین مہر اُس کا ذمہ شوہر عائد ہوتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگرچہ مخنثوں کے ساتھ رقص کرنا بیشک زوال کفارت کا باعث ہے کہ ایسے شخص سے رشتہ ضرور موجب ننگ وعار ہے مگر کفارت کا اعتبار ابتدائے نکاح کے وقت ہے اگر اُس وقت کفو ہو پھر کفارت جاتی رہے تو اُس کا لحاظ نہ ہوگا فی الدر المختار والکفاءۃ اعتبارھا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالھا بعدہ فلوکان وقتہ کفوثم فجر لم یفسخ ظاہر ہے کہ خصلت شنیعہ بکر میں بعد نکاح پیدا ہوئی تو اس وجہ سے ابتداً اُس کے نکاح پر اعتراض نہیں بلکہ یہ دیکھا جائیگا کہ آیا جس وقت نکاح ہوا اُس وقت بھی بکر کفو ہندہ تھا یا نہیں اور مہر ہندہ میں اُس کے مہر مثل سے کمی فاحش ہوئی یا نہیں اور نکاح ہندہ کے باپ یا اُس کی عدم ولایت کی حالت میں دادا نے کیا یا ان کے غیر مثلاً ماں بھائی چچا وغیرہم نے اور ان میں سے کسی نے کیا تو بحالت ولایت خود کیا مثلاً باپ وغیرہ جو اس سے اقرب تھے شرعاً قابل ولایت نہ تھے خواہ اُن کی ولایت نہ رہی تھی یا بحال عدم ولایت کیا تھا کہ دوسرا ولی اقرب موجود تھا پھر اس تقدیر پر ولی اقرب نے سُن کر جائز کر رکھا یا رد کر دیا یا ہنوز ساکت ہے غرض صورتیں بہت ہیں اور ان سب کا حکم شرعی یہ کہ صغیرہ کا نکاح جب غیر اب وجد نے کیا ہو اگر مہر مثل میں کمی فاحش نہ کی یا زوج اُسی وقت مثلاً بوجہ کم قوم ہونے کے کفو نہ تھا تو وہ نکاح سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتا اگرچہ یہ غیر ہی اُس وقت ولی اقرب ہوا اور اگر اُس وقت کفارت بھی اور مہر میں بھی کمی فاحش نہ ہوئی تو بحال عدم ولایت نکاح اجازت ولی اقرب پر موقوف رہتا ہے اگر اُس نے جائز کر دیا نافذ ہو گیا رد کر دیا باطل ہو گیا ساکت ہے تو ابھی اُسے اختیار ہے کہ رد کر دے خواہ نافذ اور اگر وہ ساکت ہی رہی یہاں تک کہ صغیرہ سن بلوغ کو پہنچی تو اب اُسے خود اختیار ہوگا کہ اُس نکاح موقوف کو رد یا نافذ کر دے اور بحال ولایت نکاح منعقد و نافذ ہوتا مگر صغیرہ کو خیار بلوغ ملتا ہے یعنی اختیار رد دیا جاتا ہے کہ اگر نکاح کا حال اُسے پہلے سے معلوم ہے تو جس وقت بالغہ ہو یعنی علامت بلوغ مثل حیض ظاہر ہو یا پندرہ برس کی عمر ہو جائے اور اگر پہلے سے معلوم نہیں تو بعد بلوغ جس وقت نکاح کی خبر ہو کہدے کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں اس صورت میں حاکم مطلقا

نکاح فسخ کر دیگا اگرچہ شوہر نامرد و مخنث نہ بھی ہو مگر اس خیار میں کواری لڑکی کو حکم ہے کہ بالغہ ہوتے ہی یا بعد بلوغ خبر پاتے ہی فوراً فوراً بلا توقف اپنی ناراضی ظاہر کرے اگر ذرا دیر لگائے گی یہ خیار جاتا رہے گا اگرچہ شوہر نامرد و مخنث سہی اور جو لڑکی شوہر رسیدہ ہو اُسے اختیار وسیع ملتا ہے کہ بعد بلوغ یا بالغہ ہونے پر اطلاع کے بعد جب چاہے ناراضی ظاہر کرے نکاح فسخ کردیا جائیگا جبتک کہ وہ صراحۃً زبان یا کسی فعل مثلاً بوسہ لینے یا نان و نفقہ مانگنے سے رضامندی ظاہر نہ کرے اور جب باپ دادا نکاح کریں تو صغیرہ کو اس راہ سے اصلاً اختیار فسخ نہیں ہوتا اگرچہ کفاءت نہ ہو یا مہر مثل میں کمی فاحش ہو بشرطیکہ نکاح خود باپ دادا نے پڑھایا یا شوہر و مقدار مہر معین کرکے کسی کو وکیل کیا یا جس نے چاہا بلا اجازت پڑھا دیا مگر جب باپ یا دادا ولی اقرب کو خبر ہوئی تو با وصف علم عدم کفاءت و غبن فاحش اُسے نافذ کردیا کہ ان صورتوں میں بھی وہ نکاح باپ دادا کا بذاتِ خود ہی کیا ہوا ٹھہریگا اور صغیرہ کو اصلاً اختیار اعتراض نہ ملے گا مگر یہ کہ باپ یا دادا اس تزویج یا توکیل یا تنفیذ کے وقت نشے میں ہوں یا اس سے پہلے بھی اپنے کسی بچے کا نکاح غیر کفو یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کرچکے ہوں تو یہ نکاح اُن کا کیا ہوا بھی صحیح نہیں ہوتا فی الدر المختار لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج بنفسه ابا او جدا لم یعرف منهما سوء الاختیار وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران وان کان المزوج غیر الاب وابیه ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفؤ و بمهر المثل صح ولکن لصغیر و صغیرة خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ بشرط القضاء للفسخ و بطل خیار البکر بالسکوت لو مختارة عالمة باصل النکاح ولا یمتد الی آخر المجلس وان جهلت به و خیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالة علیه کقبلة ولمس اھ ملتقطا وفیه عن النهر لو عین (ای الاب او الجد) لوکیله القدر (ای قدر المهر) صح اھ موضحا وفی رد المحتار وکذا لو عین له رجلا غیر کفؤ کما بحثه العلامة المقدسی اھ وفیه عن البحر عن المحیط ان الجواز ثبت باجازة الولی فالتحق بنکاح بالشرط اھ وفی التنویر والدر (للولی الابعد التزویج بغیبة الاقرب) فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته (مسافة القصر) واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفؤ الخاطب جوابه وعلیه الفتوی اھ مختصرا وفی فتح القدیر لو بلغ قبل ان یجیزه الولی فاجاز بنفسه نفذ لانها کانت متوقفه الخ پس اگر نکاح ہندہ میں صورت واقعہ وہ تھی جس میں نکاح سرے سے صحیح ہی نہوا یا صحیح ہوکر بسبب رد ولی اقرب باطل ہوگیا جب تو ظاہر ہے کہ بکر کو ہندہ پر

کوئی دعوی نہیں پہنچتا نہ وہ اس کی زوجہ نہ یہ اُس کا شوہر اور جب کہ ہنوز رخصت نہیں ہوئی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہی مہر اصلا لازم نہیں بلکہ ایسی حالت میں اگر فی الواقع مرد نامرد ہو اس صورت میں مہر لازم ہونے کی کوئی شکل ہی نہیں کہ نکاح غیر صحیح ہو تو مہر جماع سے لازم ہوتا ہے اور نامرد قابل جماع نہیں اور اگر صورت وہ ہو جس میں نکاح ہنوز اجازت صاحب اجازت پر موقوف ہو تو اگر پدر ہندہ کی جانب سے قبل اس انکاح کے اجازت ورضا متحقق نہ ہوئی تھی تو اب اس انکار سے رد ہوگیا اور اگر یہ انکار اس طور پر ہے کہ نکاح کو تو رد نہیں کرتا مگر رخصت کرنا نہیں چاہتا تو اب یہ ولی ہندہ یا بحال بلوغ خود ہندہ کے ہاتھ کی بات ہے رد کر دیں رد ہو جائیگا اور جبکہ جماع نہ ہوا مہر کچھ نہیں کما یأتی لکونہ فسخا اور اگر صورت وہ تھی جس میں ہندہ کو خیار بلوغ ملے اور وہ اس خیار کو حسب شرائط مذکورہ استعمال میں لا چکی یا ہنوز اُس کا وقت نہیں آیا کہ ہندہ ابھی نابالغہ ہے تو جب وقت آئے استعمال میں لائے تو بھی ہندہ کو نجات کامل ہے وقت حاصل کہ فقط اُس کا یہ اظہار ناراضی کرنا ہی حکم فسخ کا منشا ہو جائیگا اور حاکم مجرد اسی بنا پر نکاح فسخ کر دیگا اور اب بھی مہر اصلا عائد نہ ہوگا کہ نکاح فسخ سے گویا بے ہوا ہو جاتا ہے فی رد المحتار المہر کما یلزم جمیعہ بالدخول کذا بموت احدھما قبل الدخول اما بدون ذلک فیسقط ولو الخیار منہ لان الفرقۃ بالخیار فسخ للعقد والعقد اذا انفسخ یجعل کانہ لم یکن کما فی النہر ہاں اگر صورت وہ تھی جس میں ہندہ کو خیار بلوغ سرے سے نہ ملا یا ملا تھا اور از انجا کہ ہندہ کو آری ہے جسے خیار وسیع نہیں ملتا بوجہ سکوت ساقط ہوگیا تو اب بالفعل ہندہ خواہ اُس کے باپ کو اصلا کوئی حق اعتراض وانکار حاصل نہیں نکاح صحیح وتام ہو چکا اور اُن حرکات شنیعہ کا بکر میں پیدا ہو جانا مبطل یا وجہ ابطال نکاح نہیں اور ابھی کہ ہندہ کی رخصت نہ ہوئی نامردی بکر کا دعوی قابل سماعت نہیں کہ عورت کے حق میں نامرد وہ ہوتا ہے جو خاص اُس عورت کی فرج داخل کے اندر ذکر حشفہ تک غائب کرنے پر قادر نہ ہو اور یہ باختلاف زمان مختلف ہو سکتا ہے ممکن کہ کوئی شخص ایک عورت کی فرج میں ادخال نہ کر سکے اور دوسری پر قادر ہو جائے تو اُس دوسری کے حق میں نامرد نہ ہوگا فی الھندیۃ عن النھایۃ ان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض وذلک لمرض اولضعف فی خلقتہ اولکبر سنہ او سحر فھو عنین فی حق من لا یصل الیھا بلکہ اگر تسلیم ہی کر لیں کہ بکر ہندہ کے حق میں بھی نامرد ہے تاہم اس بنا پر رخصت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ نامردی مبطل نکاح نہیں ہوتی بلکہ بعد دعوی وثبوت عدم مجامعت مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جاتی ہے اور عورت ہرگز اختیار نہیں رکھتی کہ ان دونوں کو اُس سے جُدا رہکر گزار دے بلکہ دن

خود جدا رہے گی مدت میں اتنے روز اور بڑھا دیے جائیں گے فی رد المحتار وجدته عنینا اجل سنة ورمضان وایام حیضها منها وکذا مجبه وعنینه لومدة مجها وغیبتها اجیب زوجہ کے حق میں نامردی بثبوت شرعی ثابت ہونے کے بعد بھی عورت ہنوز خود مختار نہیں ہوتی جبتک مدت یک سال گذرنے پر بھی عدم جماع ثابت ہوکر تفریق نہ ہوجائے تو پیش از رخصت ایسے خیالات کی بنا پر خود مختاری ہرگز صحیح نہیں بلکہ چارہ کار وہی حاکم شرع کے حضور دعوی نامردی اور بعد ثبوت بکارت اُس کے حکم سے مہلت یکسالہ ملنی اور بعد مرور میعاد حاکم شرع کو بقائے بکارت ثابت ہونے پر ہندہ کے فوراً تفریق مانگنے پر خود بکر یا وہ نہ مانے تو حاکم شرع کا تفریق کر دینا ہے اُس وقت طلاق بائن ہوجائے گی اور اگر بکر نے ہندہ سے خلوت ہی نہ کی تو نصف مہر اور خلوت کی اور اوخال ذکر پر قدرت نہ پائی تو کُل مہر لازم آئے گا فی الھندیة ان اختارت الفرقة امر القاضی ان یطلقها بائنة فان ابی فرق بینهما هکذا ذکر محمد رحمه الله تعالٰی فی الاصل کذا فی التبیین والفرقة تطلیقة بائنة کذا فی الکافی ولها المهر کاملا وعلیها العدة بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بها والا فلا عدة علیها ولها نصف المهر ان کان مسمی والمتعة ان لم یکن کذا فی البدائع والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک شخص اجنبی عمرو کے مکان پر رہتا تھا عمرو نے وارثان ہندہ کو بہکا کر اور دھوکا دیکر زید کا نسب سیّد بتایا اور نکاح کرا دیا بعد چند مدت کے معلوم ہوا کہ سیّد نہیں نور باف ہے اب وارثان ہندہ کو شرم معلوم ہوتی ہے اور بہت اہانت ہے کہ سیّد اور نور باف کا نکاح بہت عار ہے لہذا وارثان ہندہ کو فسخ کرنا فی زماننا جائز ہے یا نہیں زید بعد ظاہر ہونے حال کے وہاں سے چلا گیا وقت رخصت زوجہ سے قسم کھا کر کہا میں اس قریہ میں تاحیات نہ آؤنگا پھر اسی مضمون کا خط لکھ بھیجا اب اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں کچھ حاجت فسخ نہیں کہ وہ نکاح سرے سے خود ہی نہ ہوا سائل مظہر کہ ہندہ بالغہ ہے اور بروایت مفتی بہا پر ولی والی عورت کے لیے کفارت شرط صحت نکاح ہے یا ولی اقرب پیش از عقد عدم کفارت پر دانستہ اپنی رضا ظاہر کر دے بعد عقد راضی ہوجانا بھی نفع نہیں دیتا فی رد المحتار

تقدیر الکفاءۃ للزوم النکاح علی ظاہر الروایۃ ولصحتہ علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی اھ وفی الدر المختار
یفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی فلا تحل بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ
اھ مختصرا وفی رد المحتار ھذا اذا کان لہا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ بحر یہاں جبکہ
وہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکا دیا گیا دونوں امر سے کچھ متحقق نہ ہوا اور نکاح باطل محض رہا بعد ظہور حال زید
کی وہ قسم وتحریر سب مہمل ہے جس پر ہندہ کے لیے کوئی حکم حرمت مترتب نہیں ہوسکتا اما مسألۃ الھندیۃ
انتسب لہا الزوج نسبا غیر نسبہ فان ظہر دونہ وھو لیس بکفو فحق الفسخ ثابت للکل ومسألۃ الدر
عن الولوالجیۃ نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ھو عبد لا خیار لہا بل للاولیاء ولو زوجوہا برضاہا
وشرطوا الکفاءۃ او اخبرھم بہا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار
فظاہر ان کل ذلک مبتنی علی الظاہر من صحۃ العقد وثبوت الاعتراض کیف وقد نقل المسألۃ
فی الخانیۃ عن الاصل اما علی المختارۃ للفتوی فلا صحۃ اصلا کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازالہ آباد چوک مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب سوداگر ۲۳ صفر ۱۳۱۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ان العالم العجمی کفو للسیدۃ ام لا بینوا بالسند الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

نعم اذا کان دینا متدینا لان فضل العلم فوق فضل النسب قال اللہ تعالٰی یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم
والذین اوتوا العلم درجٰت وقال تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ۔ فی وجیز الامام
الکردری العجمی العالم کفء للعربی الجاہل لان شرف العلم اقوی وارفع وکذا العالم الفقیر للغنی الجاہل
وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفو للجاہل القرشی والعلوی اھ وفی الفتح والنہر وغیرہما عن جامع الامام قاضیخان
العالم العجمی یکون کفؤا للجاہل العربی والعلویۃ لان شرف العلم فوق شرف النسب اھ وفی النہر والدر
جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ والوجہ فیہ ظاہر الخ وفی رد المحتار عن الخیر الرملی عن مجمع الفتاوی
عن المحیط العالم یکون کفؤا للعلویۃ لان شرف الحسب اقوی الخ قال وذکر ایضا یعنی الرملی انہ جزم
بہ فی المحیط والبزازیۃ والفیض وجامع الفتاوی والدر الخ وتمام تحقیقہ فیہ وفی الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ
قد قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما للعلماء درجات فوق المؤمنین بسبعمائۃ درجۃ ما بین
کل درجتین مسیرۃ خمسمائۃ عام وھذا مجمع علیہ وکتب العلم طافحۃ بتقدم العالم علی القرشی

ولم یفرق سبحنہ وتعالٰی بین القرشی وغیرہ فی قولہ تعالٰی ہل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون اھ ملتقطا
قلت وانما قیدنا بکونہ دینا متدینا [ف] لانہ ہو العالم حقیقۃ واما اصحاب الضلال فشر من الجہال فان الجہل المرکب اشنع
واخنع وصاحبہ فی الدارین احقر واوضع صغارہم کالانعام بل ہم اضل وکبارہم کالکلاب لابل اذل اخرج الدارقطنی قال
حدثنا القاضی الحسین بن اسمعیل نا محمد بن عبداللہ المخرمی نا اسمعیل بن ابان ثنا حفص بن غیاث
عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم اہل البدع [ف۲] کلاب اہل النار واخرجہ عنہ ابوحاتم الخزاعی فی جزئہ الحدیثی بلفظ اصحاب البدع کلاب
اہل النار ولابی نعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اہل البدع
شر الخلق والخلیقۃ قال العلماء الخلق الناس والخلیقۃ البہائم نسأل اللہ السلامۃ والعفو والعافیۃ ثم اقول
یجب التقیید ایضا بما اذا لم یکن [ف۳] من المتناہین فی الدناءۃ المعروفین بہا کالحائک والدباغ والخصاف والحلاق ونظرائہم
فان المدار علی وجود العار فی عرف الامصار کما صرح بہ العلماء الکبار قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر الموجب
ہو استنقاص اہل العرف فیدور معہ اھ وفی ردالمحتار قد علمت ان الموجب ہو استنقاص اہل العرف
فیدور معہ فعلی ہذا من کان امیرا او تابعا لہ وکان ذا مال ودبدبۃ وحشمۃ بین الناس لاشک
ان المرأۃ لاتتعیر بہ فی العرف کتعیرہا بدباغ وحائک ونحوہما وان کان الامیر او تابعہ اکالا
اموال الناس لان المدار ہنا علی النقص والرفعۃ فی الدنیا اھ مختصرا ولاشک [ف۴] ان العلویۃ فی بلادنا
لاتتعیر بالافاغنۃ والمغول المتحلین بحلیۃ العلم والفضل فانہم فی انفسہم یعدون ہنا من الشرفاء الانجاب فاذا
انضاف الی ذلک فضل [ف۵] العلم جبر نقص نسبہم بالنسبۃ الی العلوی بخلاف الحاکۃ والحلاقین وامثالہم فان التعیر
بہم لایزول بعلمہم اللہم الا اذا تقادم العہد وتناساہ الناس وظہر لہ الوقع فی القلوب والعظم فی العیون بحیث لم
یبق العار لبنات الکبار وذلک قلیل جدا فی ہذہ الامصار بل لایکاد یوجد عند الاعتبار ومن عرف المدار
عرف ان الحکم علیہ یدار فافہم واعلم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: مرسلہ حاجی موسٰی عربی ۳ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ سادات کرام بیبیوں سے غیر قوم غیر سید مثل شیخ مغل پٹھان
وغیرہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کرسکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہوسکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اُس سے بھی مطلقاً نکاح ہوسکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اُس غیر قریشی کے ساتھ اُس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کرچکے ہیں تو اب اُن کے کیے بھی نہ ہوسکے گا اور اگر بالغہ ہو اور اُس کا ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اُس غیر قریشی سے اپنا نکاح کرسکتی ہے اور اگر اُس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا پردادا اُن کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اُس نے پیش از نکاح اُس شخص کو غیر قریشی جانکر صراحۃً اُس نکاح کی اجازت دیدی جب بھی جائز ہوگا ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا ان تمام مسائل کی تفصیل درمختار و ردالمحتار وغیرہما کتب معتمدۂ مذہب اور فقیر کے فتاوے میں متعدد جگہ ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴: از رسالپور مرسلہ سید محمد شاہ صاحب ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

ایک شخص کا فرمان ہے کہ سید یعنی آل نبی کی دختر ہر ایک کو پہنچ سکتی ہے یعنی ہر مسلمان سے عقد جائز ہے دوسرے نے جواب دیا کہ اگر چار روپیہ کش مسلمان ہوجائے تو بھی جائز ہے تو اُس کا جواب دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔

الجواب

شخص مذکور جھوٹا کذاب اور بے ادب گستاخ ہے سادات کرام کی صاحبزادیاں کسی مغل پٹھان یا غیر قریشی شیخ مثلاً انصاری کو بھی نہیں پہنچتیں جبتک وہ عالم دین نہ ہوں کہ اگرچہ یہ قومیں شریف گنی جاتی ہیں مگر سادات کا شرف اعظم و اعلٰی ہے اور غیر قریش قریش کا کفو نہیں ہوسکتا تو رذیل قوم والے معاذ اللہ کیونکر سادات کے کفو ہوسکتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالغہ سیدانی خود اپنا نکاح اپنی خوشی و مرضی سے کسی مغل پٹھان یا انصاری شیخ غیر عالم دین سے کرے گی تو نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں جبتک اُس کا ولی پیش از نکاح مرد کے نسب پر مطلع ہوکر صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے اور اگر نابالغہ ہے اور اُس کا نکاح باپ دادا کے سوا کوئی ولی اگرچہ حقیقی بھائی یا چچا یا ماں ایسے شخص سے کردے تو وہ بھی محض باطل و مردود ہوگا اور باپ دادا بھی ایک ہی بار ایسا نکاح کرسکتے ہیں دوبارہ اگر کسی دختر کا نکاح ایسے شخص سے کرینگے تو اُن کا کیا ہوا بھی باطل ہوگا کل ذٰلک معروف فی کتب الفقہ کالدر المختار وغیرہ من الاسفار وقد فصلنا القول فیہ فی فتاوٰنا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴ ازمدرسہ تحصیلی نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ مدرس اول مدرسہ مذکور ۲۲ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ جو غیر کفو تھا لاعلمی میں کردیا بعد بلوغ زوجہ اور علم غیر کفو ہونے زوج کے زوجین میں نااتفاقی ہے اور ہندہ بھی بعد علم کے نہایت ناراض ہے اور دختر کی مفارقت چاہتی ہے مگر خالد محض ایذارسانی کی وجہ وہ اُس کو طلاق نہیں دیتا اس صورت میں یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں اور زوجہ مذکورہ کو نکاح ثانی کرلے کا اختیار ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

سائل نے بعد استفسار اظہار کیا کہ عورت پٹھان ہے اور خالد قوم کا دُھنا اور اُس نے اپنے آپکو پٹھان ظاہر کرکے براہ فریب نکاح کرلیا منکوحہ مذکورہ کا وقت نکاح باپ دادا کوئی نہ تھا ہاں جوان بھائی موجود تھا مگر کسی وجہ سے جلسہ نکاح میں شریک نہ ہوا نہ ماں نے اُس سے اجازت لی۔ پس بصورت مستفسرہ میں شرعاً یہ نکاح ہوا ہی نہیں فسخ کسے کیا جائے دختر ہندہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے درمختار میں ہے ان کان المزوج غیر الاب وابیه ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفؤ اصلا وما فی صدر الشریعة صح ولهما فسخه وهم ردالمحتار میں زیر قول شارح تعتبر الکفاءة للزوم النکاح فرمایا ای علی ظاهر الروایة ولصحته علی روایة الحسن المختارة للفتوی درمختار میں ہے لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے انهم قالوا کل عقد لا مجیز له حال صدوره فهو باطل لا یتوقف فتح القدیر سے ہے لا مجیز له ای ما لیس له من یقدر علی الاجازة یبطل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵ ازسنبھل ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

زید پہلے ٹھاکر تھا اب اپنے والدین وعیال واطفال کو چھوڑ کر مشرف باسلام ہوگیا زید کی خواہش ہے کہ نکاح کرے زید کا کُل خاندان اُس سے برعکس ہے بی بی کو مسلمان ہونا قبول نہیں پس ایسی حالت میں سوالات ذیل ازروئے شرع شریف حل طلب ہیں زید کی عمر اب ۲۲ سال ہے (۱) زید مشرف باسلام ہونے کے بعد کون قوم شمار کیا جائے اگر شیخ تو کون شیخ کیونکہ شیخ بہت قسم کے ہیں (۲) کس قوم کی لڑکی کے ساتھ زید کا نکاح ہوسکتا ہے فی الحال سب اقوام انکار کرتی ہیں شرع شریف کی رو سے کس قوم پر استحقاق ہے (۳) اب زید کی اولاد ماں کی قوم پر مانی جائے گی یا باپ کی ذات پر (۴) شرع شریف کی رو سے رذالت اور شرافت قوم پر منحصر ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

مسلمان ہونے سے دونوں جہان کی عزت حاصل ہوتی ہے مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جس قوم و قبیلہ کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اُسی قوم و قبیلہ کی طرف نسبت کیے جاتے ہندوانی قوموں میں چار " میں شریف گنی جاتی ہیں اُن میں چھتری یعنی ٹھاکر دوسرے نمبر پر ہیں ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی رہی ولہذا انھیں رجپوت کہتے ہیں تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا کہ اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ جب تمھارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اُس کی خاطر کرو۔ خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندہ خدا بہدایت الٰہی بالکل ٹوٹ کر ہم میں آ ملا ہم ہیں کا ہو گیا اُس کا کس قدر اعزاز و اکرام اللہ سبحنہ کو پسند ہوگا۔ اسلام کی عزت کی برابر اور کیا عزت ہے اس نے تو اُسے اور بھی چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگا دیے اگر کوئی چمار مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اُسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المومنون اخوۃ اور فرماتا ہے فاخوانکم فی الدین پھر جو کسی معزز قوم کا اسلام لائے اُسے کیونکر حقیر سمجھا جائے شیخ کسی قوم کا نام نہیں ہندوستان میں مسلمانوں نے تین قومیں خاص شریف قرار دیں اور اُنھیں سید یا میر اور خاں اور بیگ کے خطاب دیے کہ ان سب لفظوں کے معنے عربی و فارسی و ترکی میں سردار ہیں باقی تمام شرفا مثل اولاد امجاد خلفائے کرام و بنی عباس و انصار کو ایک لقب عام دیا شیخ کہ یہ بھی بمعنی بزرگ ہے ان کے سوا جو قومیں رہ گئیں کہ بادی عرف میں رذیل سمجھی جاتی ہیں اُنھوں نے جب یہ دیکھا کہ میر و خاں و بیگ تو خاص خاص اقوام کے لقب ہیں اُن میں گنجائش نہیں اور شیخ ایک عام لفظ ہے جس میں باقی سب داخل تو اسی کو سمائی والا خطاب پاکر سب قوموں نے اپنی بھرتی اُسی میں کر دی دھنا جولاہا جس سے پوچھیے اپنے آپکو شیخ بتائیگا مگر حقیقۃً شیخ کی اصطلاح صرف اُنھیں شریف قوموں یعنی صدیقی فاروقی عثمانی علوی جعفری عباسی انصاری و امثالہم کے لیے ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُستاذ امام عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ تھا کہ جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو اس کی ولا اُس کے لیے ہے فی ردالمحتار عن البدائع عند عطاء ہو مولی للذی اسلم علی یدہ اور ولا ایک رشتہ ہے مثل رشتہ نسب کے حدیث میں ہے الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب اخرجہ الحاکم والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس کی ولا جس

قوم کے لیے ہو وہ انھیں میں گنا جاتا ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مولی القوم من انفسھم رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مذہب کا ایک حدیث بھی پتا دیتی ہے من اسلم علی یدیہ رجل فلہ ولاءہ جس کے ہاتھ پر کوئی شخص ایمان لائے تو اُس کا رشتہ ولاء اُسی سے قرار پا ئے اخرجہ الطبرانی فی الکبیر وابن عباس والدارقطنی والبیھقی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عجب نہیں کہ اس حدیث کا منشا بھی یہی ہو کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من اسلم من اھل فارس فھو قرشی اہل فارس سے جو اسلام لائے وہ قرشی ہے رواہ ابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کہ قریش نے فارس فتح کیا اُس کے لوگ ان کے ہاتھوں پر مشرف باسلام ہوئے۔ اس مذہب کی بنا پر جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گا بطور رشتہ ولاء اُسی قوم میں گنے جانے کے قابل ہو گا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) زید جبکہ خود اپنی ذات سے مسلمان ہوا تو اُسے دربارۂ نکاح کفو وہمسر ہونے کا حق اُسی عورت پر پہنچتا ہے جو خود مسلمان ہوئی ہو جس لڑکی کا باپ مسلمان ہوا اور اُس کے اسلام کی حالت میں یہ لڑکی پیدا ہوئی خود مسلمان ہونے والا اُس کا بھی کفو نہیں فی الدر المختار اما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما فمسلم بنفسہ غیر کفو لمن ابوھا مسلم ومن ابوہ مسلم غیر کفو لذات ابوین لان تمام النسب بالجد اھ مختصرا اور اس کے سوا پانچ صورتیں اُس کے نکاح کی اور ہیں اول یہ کہ عورت عاقلہ بالغہ جس کا کوئی ولی نہ ہو برضائے خود اس سے نکاح کرے دوم ایسی عورت کا ولی بھی پیش از نکاح اُسے نومسلم جان کر اُس کے ساتھ نکاح کرنے پر صراحۃً اپنی رضا ظاہر کر دے سوم نابالغہ کا باپ یا یتیمہ کا دادا اس کے ساتھ نکاح کر دے جبکہ اس سے پہلے کسی نابالغہ کا نکاح اپنی ولایت سے کم قوم یا کسی طرح کے غیر کفو میں نہ کر چکا ہو چہارم مجہول النسب لڑکی کو حاکم اسلام اپنی ولایت سے اس کے نکاح میں دیدے پنجم یہ شخص علم دین حاصل کرلے مسلمانوں میں اس کی علمی فضیلت اوروں کی نسبی شرافت یا اسلامی قدامت کے ہم پلہ ہو جائے عار عرفی باقی نہ رہے اُس وقت یہ شخص ہر قوم وقبیلہ کا کفو ہو سکتا ہے (۳) اولاد ہمیشہ باپ کی قوم پر ہوتی ہے قال تعالیٰ وعلی المولود لہ رزقھن (۴) شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقوی رکھتا ہے۔ ہاں دربارۂ نکاح اس کا ضرور اعتبار رکھا ہے۔ باپ دادا کے سوا کسی ولی کو اختیار نہیں کہ نابالغ لڑکی کا نکاح کسی غیر کفو سے کردے جس سے اس کی شادی عرف میں باعث ننگ وعار

اگر کردیگا نکاح نہوگا عاقلہ بالغہ عورت کو اجازت نہیں کہ بے رضامندی صریح اولیا اپنا نکاح کسی غیر کفو سے کرلے اگر کرے گی نکاح نہوگا والمسائل معروفۃ فی کتب المذھب جمیعا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ازکوپا گنج ڈاک خانہ کوپا گنج محلہ پورہ چندن ضلع اعظم گڑھ مکان مولوی آلہی بخش صاحب مرسلہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت داشتہ رکھا یعنی ہندہ کو جو خالد کی منکوحہ تھی اور خالد نے طلاق نہیں دیا اور جس زمانے سے زید نے ہندہ کو اپنے پاس رکھا اُس کے بطن سے کئی ایک لڑکے لڑکی پیدا ہوئے زید لڑکے لڑکی کی شادی چاہتا ہے لوگ کہتے ہیں حرامی ہیں پس حدیث شریف میں ایسی لڑکے لڑکیوں کے بارہ میں کوئی وعید وارد ہے یا اُس فعل کا عذاب ثواب اُن کے ماں باپ کو ہوگا بینوا توجروا

الجواب

سائل نے محاورے کے مطابق لفظ ثواب بھی لکھدیا جس طرح کسی حکایت پر کہتے ہیں عذاب و ثواب برگردن راوی حالانکہ اُس کا محل وہاں ہے کہ اُس امر میں دونوں باتوں کا احتمال ہو حرام میں ثواب کی کیا گنجائش یہ لفظ خطائے شدید ہے آئندہ احتراز لازم۔ زنا کا عذاب صرف زانی وزانیہ پر ہے اولاد زنا پر اُس کا وبال نہیں قال اللہ تعالیٰ لاتزروازرۃ وزراخری حدیث میں ہے لیس علی ولد الزنامن وزر ابویہ شیئ ولدالزنا پر اپنے ماں باپ کے گناہ سے کچھ نہیں رواہ الحاکم عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث صحیح میں اولاد زنا کی نسبت اس قدر وارد ہے کہ ولد الزنا شر الثلثۃ حرام کا بچہ اپنے ماں باپ سے بھی بدتر ہوتا ہے رواہ الامام احمد وابوداود والحاکم والبیہقی فی السنن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ بھی وہی حرکات اختیار کرے خود دوسری حدیث میں اس مطلب کی تصریح ارشاد ہوئی کہ ولد الزنا شر الثلثۃ اذا عمل بعمل ابویہ حرامی اپنے ماں باپ سے بھی بدتر ہے جبکہ اُن کی طرح وہی کام کرے رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند حسن یا یہ معنے کہ یہ عادتوں خصلتوں میں غالباً اُن سے بھی بدتر ہوتا ہے جبکہ علم وعمل اُس کی اصلاح نہ کریں کہ بُرے تخم سے بُری ہی کھیتی پیدا ہوتی ہے ع شمشیر نیک زآہن بد چون کند کسے۔ اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ فرخ الزنا لایدخل الجنۃ زنا کا چوزہ جنت میں نہ جائیگا رواہ ابن عدی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند ضعیف یعنی غالباً اُس سے وہ افعال صادر

ہونگے جو سابقین کے ساتھ دخول جنت سے روکیں گے بالجملہ یہ مطلب کسی طرح نہیں کہ اُن کے گناہ کا عذاب اس پر ہو یا بے گناہ کیے یہ کسی وعید کا مستحق ہو مگر امر نکاح میں شرع مطہر نے کفارت کا بھی لحاظ فرمایا ہے دختروں کے لیے مطلقاً بالغہ ہوں خواہ نابالغہ اور پسروں کے لیے جبکہ نابالغ ہوں کما حررہ فی ردالمحتار مستند المافی البدائع وحققناہ بما فی البحر والخیریۃ والخانیۃ والتبیین والکافی والسراج الوھاج الھندیۃ کما ذکرناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار اور شک نہیں کہ جس کا ولدالزنا ہونا مشہور ہو اُس سے دختر حلال کا نکاح عرفاً باعث ننگ وعار وانگشت نمائی ہوتا ہے اور یہی معنے عدم کفارت کے ہیں فی الشامیۃ عن الفتح ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ تو بحالت عار کسی عورت کا نکاح ولدالحرام کے ساتھ نہیں ہوسکتا اگر کیا جائیگا نکاح اصلاً نہ ہوگا مگر دو صورت میں ایک یہ کہ دختر نابالغہ کا نکاح باپ یا دادا اپنی تزویج سے کرے اور وقت نکاح نشے میں نہ ہو نہ اس سے پہلے اپنی ولایت سے کسی دختر کا نکاح غیر کفو سے کرچکا ہو دوسرے یہ کہ زن بالغہ برضائے خود کرے اور اُس کے لیے کوئی ولی ہو تو وہ پیش از نکاح باوصف اس اطلاع کے کہ وہ شخص ولدالحرام ہے تصریحاً اپنی رضا ظاہر کردے والمسائل مفصلۃ فی الدر وغیرہ یونہیں اگر پسر کے نکاح میں دختر حرام کا دینا وہاں کے عرف میں باعث بدنامی وعار ہو تو نابالغ پسر کا نکاح بھی ایسی دختر سے اصلاً نہ ہوگا سوا اُسی صورت پدر وجد بشرط مذکور کے علی ما تحرر فی ما قررنا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴ از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالرسول محب احمد صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

زید نے کہ صدیقی شریف متقی ہے خالد اور عمرو کے کہنے سے کہ خالد تیرا کفو ہے اور شریف خاندان ہے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ کردیا اب بعد نکاح معلوم ہوا کہ خالد کے یہاں ہمیشہ سے پیشہ حرامکاری چلا آتا ہے اُس کے خاندان کے اکثر لوگ پیشہ زناکاری کرتے ہیں اور اسی قسم کی اُن کی اولادیں ہیں مگر اب خالد نے اپنی بہنوں کا نکاح لوگوں کے کہنے سُننے سے شرعی طور پر کردیا فقط اب زید ایسی حالت میں کیا کرے کہ اُس نے خالد کو اُس کے اخبار پر اپنا کفو سمجھ کر ہندہ نابالغہ کا نکاح کردیا تھا آیا یہ نکاح شرعاً جائز ولازم ہے یا نہیں اور زید کو اس وقت حق فسخ حاصل ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں زید کو حق فسخ حاصل ہونے میں تو اصلاً کلام ہو ہی نہیں سکتا ولوالجیہ ودرمختار میں ہے اذا اشترطوا الکفاءۃ او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انہ غیر کفو کان لھم الخیار

کلام اس میں ہے کہ فسخ کی حاجت بھی ہے یا نہیں بہت کتب میں تصریح ہے کہ ایسا نکاح محض باطل ہے اور جب باطل ہے تو سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا ضرورت ہے فتاوٰی قاضی خان وفتاوٰی بزازیہ ونوازل امام فقیہ ابو اللیث وفتح القدیر شرح ہدایہ وردالمحتار علی الدرالمختار وغیرہا میں ہے واللفظ للوجیز زوج بنتہ من رجل ظنہ مصلحا لایشرب مسکرا فاذا ھو مدمن فقالت بعد الکبر لاارضی بالنکاح ان لم یکن ابوھا یشرب المسکر ولاعرف بہ وغلبۃ اھل بیتھا مصلحون فالنکاح باطل بالاتفاق اھ وقال فی النوازل فالنکاح باطل لانہ انما زوج علی ظن انہ کفؤ اھ قنیہ میں ہے زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ حرالاصل وکان معتقا فھو باطل بالاتفاق مگر ذخیرہ میں اس بطلان کو بطلان آئندہ یعنی بطلان بصراح لفسخ کے ساتھ تفسیر فرمادیا ردالمحتار میں ہے ما مر عن النوازل من ان النکاح باطل معناہ انہ سیبطل کما فی الذخیرۃ لان المسألۃ مفروضۃ فیما اذا لم ترض البنت بعد ما کبرت کما صرح بہ فی الخانیۃ والذخیرۃ وغیرھما وعلیہ یحمل ما فی القنیۃ الخ عالمگیریہ میں ہے رجل زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل علی ظن انہ صالح لایشرب الخمر فوجدہ الاب شریبا مدمنا وکبرت الابنۃ فقالت لاارضی بالنکاح ان لم یعرف ابوھا بشرب الخمر وغلبۃ اھل بیتہ الصالحون فالنکاح باطل ای یبطل وھذہ المسألۃ بالاتفاق کذا فی الذخیرۃ وانما الخلاف بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ رحمھم اللہ تعالٰی فیما اذا زوجھا من رجل عرفہ غیر کفؤ فعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی یجوز لان الاب کامل الشفقۃ وافر الرای فالظاھر انہ تأمل غایۃ التأمل ووجد غیر الکفؤ اصلح من الکفؤ کذا فی المحیط اور نظر بقواعد ظاہر یہی ہے کہ شوہر کی طرف سے ولی کو دھوکا دیے جانے کی صورت میں مطلقا بطلان کا حکم ہو ردالمحتار میں ہے الظاھر ان ... لایصح العقد اصلا کما فی الاب الماجن والسکران مع ان المصرح بہ ان لھا ابطالہ بعد ... وھو فرع صحتہ فلیتأمل اھ **اقول** فرع مذکور کی اصل کتاب الاصل اعنی مبسوط امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے اور وہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اور ظاہر الروایۃ میں بالغہ کا غیر کفو سے بلا رضائے ولی نکاح کرلینا صحیح ہے ولی کو اختیار فسخ ہے اور مختار للفتوٰی روایت حسن ہے کہ وہ نکاح ہوتا ہی نہیں اور فساد زمانہ کے باعث جو وجہ علماء نے وہاں فرمائی یہاں بھی بلاتفاوت جاری ہے تو حکم عبارات مذکورہ میں تاویل نہ کرنا اور دھوکے کی صورت میں نکاح کو سرے سے باطل ٹھہرانا بلاشبہ وجہ وجیہ رکھتا ہے لا اقل اختیار فسخ ہونے میں شک نہیں درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم

جائزہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے لانہ لیس کل ولی یحسن المرافعۃ والخصومۃ ولا کل قاض یعدل ولو احسن الولی وعدل القاضی فقد یترک انفۃ للتردد علی ابواب الحکام واستثقالا لنفس الخصومات فیتقرر الضرر فکان منعہ دفعا لہ فتح اسی طرح اور کتب میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸ از پکھریرا ارائے پور ضلع مظفرپور محلہ نور الحلیم شاہ شریف آباد مرسلہ مولوی شریف الرحمٰن صاحب مرحوم
۴ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید حرامی ہے مگر مسلمان دیندار ہے شرعاً اس کے لڑکا لڑکی سے نکاح والے اپنے لڑکا لڑکی کا عقد کرسکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح میں کفائت معتبر ہے اور کفائت کا مدار عرف پر ہے اگر ان سے رشتہ عرفاً باعث ننگ و عار ہو تو احتراز کیا جائے خصوصاً دختر میں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹ مسئولہ اختر حسین خاں از بریلی محلہ شاہ آباد۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک یتیم نابالغہ سید زادی لیکر پالی اور اسی نابالغی میں اس کا نکاح ایک پٹھان سے کر دیا اور اس کا بالغ بھائی تھا اسے اطلاع بھی نہ دی بوجہ نابالغی رخصت نہ ہوئی اب وہ شخص مفقود الخبر ہے اور لڑکی بالغہ ہو گئی اس صورت میں وہ اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ بیانات واقعی ہیں تو وہ نکاح اصلا نہوا۔ لڑکی کو اختیار ہے جس اچھی جگہ چاہے اپنا نکاح کرلے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰ از شہر بریلی محلہ براہم پور مسئولہ محمد عرف کمال اللہ شاہ صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس باب میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے بعد دینے طلاق کے اپنی دختر نابالغہ کو طلب کیا اس نے دینے سے انکار کیا اس وقت زید بارادہ سفر دور دراز کے مجبور ہوا اور تنبیہ کر دیا کہ خبردار اس کا نکاح خلاف رائے میری کے نہ ہونا چاہئے مساۃ مذکورہ نے عدم موجودگی زید کے اس دختر نابالغہ کا نکاح خلاف رائے زید کے کر دیا وہ شوہر دختر مثل عورات بازاری کے رقص کرنے والا ہے اور پابند صوم وصلاۃ نہیں شرابخوار ہے اب وہ دختر بفضلہ تعالٰی بالغہ ہے اس نے دفتر شکایات اس شوہر کا اپنے باپ زید سے بیان کیا کہ میرا نکاح

اُس شخص کے ساتھ جائز ہوا یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

سائل نے بیان کیا نکاح ہوئے تین برس ہوئے اور عورت کی عمر اُس وقت گیارہ سال تھی اور نابالغہ تھی اور مرد کی عمر ۲۰ سال تھی اور بھی سے ناچنے کا پیشہ رکھتا تھا اور اسی وجہ سے باپ نے اُس کے ساتھ نکاح کرنے کو منع کر دیا تھا باپ اندور چلا گیا۔ اس کے پیچھے عورت نے نکاح کر دیا اور باپ کو کوئی خبر نہ ہوئی۔ لڑکی تین مہینے سے بالغہ ہو گئی اب کوئی ایک ہفتہ ہوا اُس کا باپ اندور سے آیا تو اب لڑکی نے اُس سے شکایت کی اس سے پہلے اُس نے بھی کچھ نہ کہا۔ اگر صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح مذکور باطل محض ہو گیا ابتداء میں جب نکاح واقع ہوا ہے اجازت پدر پر موقوف تھا۔ لانہ وان کان من غیر کفو والمزوج غیر اب وجد لکنہ عقد فضولی صدر ولم یجزہ ولی بعد لان الاب الذی یجوز لہ التزویج من غیر کفو۔ جبکہ اس مدت میں عورت بالغہ ہو گئی تو اب وہ نکاح خود اُس کی اجازت پر موقوف ہو گیا اور اس نے بعد بلوغ مدت سکوت کیا تو اُس کی طرف سے اجازت ہو گئی تو اب یہ ایسا ہوا کہ بالغہ نے اپنی رائے سے ایسے شخص کے ساتھ نکاح کر لیا اور ایسا شخص ضرور غیر کفو ہے اور اُس کے ساتھ بالغہ کا اپنی رائے سے نکاح کر لینا باطل محض ہے درمختار میں ہے ویفتی بعدم الصحۃ فی غیر کفؤ لفساد الزمان لہذا یہ نکاح باطل محض ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱ از سیرہ ضلع ہوشنگ آباد محلہ مانپورہ مسئولہ حافظ شاہ افضل خاں صاحب ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں براہ کرم جواب سے مع دلائل نقلی کے مشرف و ممتاز فرمائیں (۱) ایک عورت ہے جو نسبی سیدہ ہے اُس سے کسی شخص نے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کیا تو اُس کو لوگ کافر کہتے ہیں تو کیا شخص مذکور کافر ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ (۲) عورت بالغہ جو نسباً سید ہے باکرہ ہو یا ثیبہ یا مطلقہ کسی شخص سے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہو گا یا نہیں (۳) مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اور اگر وہ نکاح جائز ہوا تو جو اولاد کہ اُس سے پیدا ہو گی وہ نسباً سید کہلائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) حاشا للہ اسے کفر سے کیا علاقہ کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہیے کہ بلا وجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کہ بطن پاک حضرت بتول زہرا

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہیں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دیں اور اُن سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور امیر المومنین عرفاً سادات سے نہیں (۲) سیدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہو جائیگا اگرچہ سید نہ ہو مثلاً شیخ صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کریگی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ انصاری یا مغل۔ پٹھان سے مگر جبکہ وہ معزز عالم دین ہو (۳) جب باپ سیّد نہ ہو اولاد سیّد نہیں ہو سکتی اگرچہ ماں سیدانی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ مولوی احسان علی صاحب طالبعلم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ ہوگئی اور فی الحال کوئی کفو نہیں ملتا کہ جس کے یہاں نکاح ہو غیر کفو ملتے ہیں یعنی کم حیثیت والے یا لڑکی کے والدین سے زائد حیثیت کے ملتے ہیں مگر ذاتاً کامل اچھے نہیں مثلاً لڑکے کے آبا و اجداد اچھے تھے لیکن اُن کی جورو طوائف تھی بعد نکاح اُس سے یہ لڑکا ہوا تو دونوں میں کس کے یہاں کرنا بہتر ہے یا کفو کا انتظار کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفائت نہیں کفو وہ نہیں ہے جس کے ساتھ اُس عورت کا نکاح اُس کے اولیا کے لیے باعث ننگ و عار ہو باپ اگر شریف القوم ہے اور طوائف سے بعد توبہ اُس نے نکاح کیا تو اس سے بچّہ کی نسب پر حرف نہیں آتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸ از ریاست جاورہ۔ لال اہلی۔ مسئولہ ممتاز علی خاں صاحب اہلکار محکمہ حساب ۲ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو یہ یقین دلاکر کہ تمھارا نکاح شوہر محمود جو نجیب الطرفین اور تمھارا کفو ہے کرایا گیا لیکن ہندہ کو بعد نکاح ثابت ہوا کہ شوہر یعنی محمود غیر کفو ہے اب ہندہ اور اُس کے عزیز و اقارب اپنے کفو میں غیر کفو کا داخل ہونا عار سمجھتے ہیں اور ہندہ ایسے غیر کفو کو خود بھی شوہر بنانا عار و ننگ خاندان سمجھتی ہے نیز اُس کا اصلی باپ یعنی زید بھی اس تعلق غیر کفوی سے ناراض ہے بس ایسی حالت میں نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں یا غیر کفو ہونے کی حالت میں نکاح فسخ ہی مانا جائے ہندہ بالغہ ہے۔

بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ ہندہ بالغہ ہے اور نکاح غیر کفو سے ہوا اور زید پدر ہندہ نے قبل نکاح اُسے غیر کفو جانکر اُس سے نکاح

ی اجازت نہ دی تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں شیخ کی کیا حاجت درمختار میں ہے ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازہ اصلا بلا رضا ولی بعد معرفتہ ایاہ۔ مگر غیر کفو کے معنے شرعاً یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اُس کے ساتھ اس کا نکاح اس کے اولیا کے لیے واقعی باعث ننگ وعار ہو نہ کہ بعض جاہلانہ خیالات پر۔ بعض عوام میں دستور ہے کہ خاص اپنے ہم قوم کو اپنا کفو سمجھتے ہیں۔ دوسری قوم والے کو اگرچہ اُن سے کسی بات میں کم نہ ہو غیر کفو کہتے ہیں اس کا شرعاً لحاظ نہیں جیسے شیخ صدیقی ہو وہ شیخ فاروقی کو اپنا کفو نہ جانے یا سیّد ہو اور وہ شیخ صدیقی یا فاروقی یا اور قریشی کو اپنا کفو نہ سمجھے حالانکہ حدیث میں قریش بعضهم اکفاء بعض ردالمحتار میں ہے فلو تزوجت هاشمیة قرشیا غیر هاشمی لم یرد عقدها واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از لکھنؤ محلہ سبزی منڈی مکان بگن وٹن عقب مکان ابراہیم صاحب عینک ساز مرحوم مرسلہ عبدالمجید صاحب ۲۸ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام رحمہم اللہ علیہم اس مسئلہ میں کہ لڑکی نابالغہ کی شادی بغیر حکم یا بے اجازت اس کے والد کے کسی غیر کفو شخص کے ہمراہ اُس لڑکی کی ماں کردے تو جائز ہے۔ اور جبکہ اس کی ماں کو بھی دھوکا دیا گیا ہو یعنی جو شخص اُس لڑکی کے ساتھ شادی کر رہا ہے اور اپنے آپ کو حلفاً نہایت شریف شخص بتا رہا ہے لیکن دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخص نہایت پنچ ذات کا شخص ہے تو ایسی حالت میں اس لڑکی کی ماں ناراض ہو کر اور باپ بھی ناراض ہو کر اس لڑکی کا نکاح فسخ کرا سکتا ہے یا نہیں آیا ان دونوں یعنی لڑکی کے والدین کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ اپنی لڑکی کو بغیر طلاق دلوائے ہوئے دوسرے شریف النسب شخص سے نکاح کرا سکتے ہیں یا طلاق دلوانے کی ضرورت ہوگی فقط بینوا توجروا۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ نابالغہ کی شادی اُس کی ماں نے خصوصاً ایسے شخص سے کردی خواہ دانستہ یا دھوکے سے اور والد کا اذن نہ اجازت تو اس صورت میں بدرجہ اولٰی یہ نکاح سرے سے بے ثبات محض ہوا باپ کو نکاح فسخ کرانے کی اُس حالت میں بھی حاجت نہ تھی کہ نکاح کفو سے ہوا ہوتا اُس کا رد کر دینا ہی کافی ہوتا تو یہاں بدرجہ اولٰی اُس کا صرف اتنا کہہ دینا بس ہے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں وہ رد ہو جائے گا اور والد کو اختیار رہوگا کہ بغیر طلاق دوسری جگہ نکاح کر دے لانہ عقد فضولی صدر دولہ مجیز فتوقف علٰی

اجازتہ فیرتد بردہ اور اگر والد اس سے پہلے اپنی کسی دختر کا نکاح غیر کفوء سے کرچکا ہو تو اب اُس کی اجازت سے بھی جائز نہ ہوسکتا سرے سے ہوا ہی نہیں لانہ عقد فضولی صدر ولا مجیز لہ لکون الاب عرف بسوء الاختیار فیبطل رأسا کما فی الدر وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵: از شہر بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۳۰ شوال ۱۳۳۵ھ

صاحبان علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔

زید نے اپنے آپ کو قوم کا پٹھان خاندانی ظاہر کیا اور بکر سے کہا کہ تم اپنی دختر کا نکاح میرے ساتھ کردو بکر نے اپنی دختر کا نکاح زید کے ساتھ کردیا بعد نکاح ہوجانے کے بکر کو معلوم ہوا کہ زید قوم کا پٹھان نہیں ہے دعوٰی کا دیگر نکاح کیا اور وہ قوم کا فقیر تکیہ دار قبرستان ہے کہ جس سے میرے خاندان میں حقارت ہوگی اور سبب بدنامی ہوگی بکر نے اپنی دختر کو رخصت کرنے سے انکار کیا اور بعد نکاح کے رخصت نہیں کی اور بکر قوم کا سید ہے۔

الجواب

دختر بالغہ تھی یا نابالغہ۔ کیا عمر تھی۔ عارضہ ماہواری آتا تھا یا نہیں وقت نکاح دختر سے اذن لیا تھا یا نہیں سب حال مفصل لکھا جائے کہ سوال کا جواب ہو فقط

عالیجاہا وقت نکاح دختر کی عمر ۱۳ سال دو ماہ کی تھی عارضہ ماہواری آتا تھا اذن لڑکی سے لیا گیا تھا لیکن اُس نے جواب دیا کہ میں کچھ نہیں جانتی اس پر مجبوراً اُس کی چچی نے اجازت دی اجازت لڑکی کے باپ کی نہیں بلکہ صرف لڑکی کا باپ اور بھائی بھی دونوں گواہ تھے۔ فقط

الجواب

صورت مستفسرہ میں ظاہر ہے کہ زید کسی طرح سادات تو سادات کسی مغل پٹھان کا بھی کفو نہیں ہوسکتا اور لڑکی بالغہ تھی اور اُس نے اذن لینے پر لفظ یہ کہے کہ میں کچھ نہیں جانتی ظاہر ہے کہ یہ صاف اذن نہیں بلکہ اُس سے معاملہ میں اپنا دخل نہ دینا بحسب منطوق مستفاد ہوتا ہے اور کبھی بحسب توبیخ دوسروں کے اختیار پر چھوڑنا بھی مفہوم ہوتا ہے یعنی مجھے بحث نہیں تم جیسا جانو کرو برتقدیر دوم یہ نکاح دختر کی اجازت سے قرار پائیگا اور بالغہ کہ ولی رکھتی ہے اپنا جو نکاح غیر کفو سے کرے جبکہ پیش از نکاح غیر کفو جانکر ولی نے صراحۃً اجازت نکاح نہ دی ہو وہ نکاح باطل محض ہوتا ہے کما فی البحر والدر والفتح وغیرہ فی ردالمحتار اس تقدیر پر تو یہ نکاح اصلا ہوا ہی نہیں اور برتقدیر اول نکاح فضولی تھا اور ضرور ہے کہ بعد نکاح دختر کو نکاح ہوجانے کی خبر عادۃً پہنچی اب دو حال سے

خالی نہیں یا تو اُس نے خبر سُن کر اُس نکاح فضولی کو جائز کیا اگرچہ یوہیں کہ خبر سُنکر مسکرائی یا خاموش رہی یا جائز نہ کیا بلکہ اپنی ناراضی کا اظہار کیا بر تقدیر دوم ظاہر ہے کہ وہ نکاح کہ اجازت دختر پر موقوف تھا اُس کے اظہار ناراضی سے مردود و باطل ہوگیا بر تقدیر اول پھر یہ نکاح با جازت دختر ٹھہرا لان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ وقد صرح بہ فی الخیریۃ فی مثل الجزئیۃ اور بالغہ جو ولی رکھتی ہے بے اجازت صریحہ ولی بعد علم بعدم کفاءت جو نکاح غیر کفو سے کرے باطل ہے تو اس طرح باطل ہوگیا غرض صورت مذکورہ میں جس پہلو پر دیکھا جائے یہ نکاح باطل محض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۶: قصبہ کست ڈاک خانہ بندھیاچل ضلع مرزاپور مرسلہ محمد زکریا صاحب ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی محمد یحیٰی نے انتقال کیا اور شاہ عبدالکریم والد اور اپنی والدہ اور برادر حقیقی حافظ محمد زکریا اور ہمشیرہ اور زوجہ مساۃ احمدی بی بی اور دختر مساۃ محمودہ بی بی زوجہ اولٰی اور دختر مساۃ راغبیہ بی بی زوجہ ثانیہ یا احمدی بی بی کو چھوڑا شاہ عبدالکریم نے بولایت خود مساۃ محمودہ بی بی کا عقد مولوی محمد یحیٰی مرحوم کے ننہالی رشتہ دار کے فرزند سے کردیا اور شاہ عبدالکریم کا انتقال ہوگیا قبل انتقال ہونے کے شاہ عبدالکریم مرحوم مساۃ احمدی بی بی زوجہ مولوی محمد یحیٰی مرحوم و حافظ محمد زکریا اپنے فرزند کو بلاکر وصیت کیا کہ مساۃ راغبیہ بی بی جس کی عمر تخمیناً ڈیڑھ سال کی ہے اُس کا عقد تمہارے بیٹے عبدالسلام کے ساتھ بولایت جائز اپنے کئے دیتا ہوں اگر تم اس کے خلاف کروگے تو مواخذہ عقبٰی تمہارے ذمہ ہوگا۔ اب اُس لڑکی مساۃ راغبیہ بی بی کا عقد جس کی عمر تخمیناً تیرہ خواہ چودہ سال کی ہے مساۃ احمدی بی بی اور اُس کے نانا شاہ عبدالعزیز ایک ایسے شخص کے ساتھ جو سب انسپکٹری اور تارک الصلاۃ داڑھی منڈواتا ہے اور رشوت خوری اور اُس کے خاندان سے اور مولوی محمد یحیٰی مرحوم کے خاندان سے اور مساۃ احمدی بی بی کے خاندان سے کبھی کوئی رشتہ داری اور قرابت نہیں رہی اور نہ کچھ واسطہ کرنا چاہتے ہیں حافظ محمد زکریا مانع ہے کہ حق ولایت شرعاً مجھ کو حاصل ہے اور لڑکی نابالغ ہے قانوناً اٹھارہ برس بلوغ کا رکھا گیا ہے اور یہ سب انسپکٹر غیر کفو ہے اور خلاف شریعت محمدیہ کے اُس کے افعال و حرکات ہیں اور تبرائی رافضیوں سے اُس کی رشتہ داری اور اُس کی محفلوں اور مجلسوں میں وہ شریک ہوتا ہے اس لیے اُس سے نکاح ناجائز اور بدون اجازت ولی یعنی مربی اُس کا نکاح اُس کی ماں اور نانا وغیرہ نہیں کرسکتے آیا شرعاً ولی جائز کون ہے۔ آیا شرعاً غیر کفو سے اور کفو اور غیر کفو کی تعریف شریعت محمدیہ میں کیا تعریف ہے۔ آیا ایک مسلمہ کا نکاح ایسے شخص سے جو تارک الصلاۃ ہو اور خلاف

شریعت نبویہ کے کام کرتا ہو جائز ہے آیا وصیت پر عمل جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا۔

الجواب

سوال سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالکریم نے اپنے انتقال سے پہلے اپنی نابالغہ پوتی راضیہ کا نکاح حافظ محمد زکریا کے بیٹے سے کہ غالبًا وہ بھی اس وقت نابالغ ہوگا کیا آگے سوال میں یہ کچھ مذکور نہیں کہ محمد زکریا نے اُسی جلسہ میں الفاظ قبول کہے یا نہیں اور اس وقت دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں جلسہ میں حاضر اور شاہ عبدالکریم و حافظ محمد زکریا کے ایجاب و قبول کو سننے والے اور اس گفتگو کو عقد نکاح سمجھنے والے موجود تھے یا نہیں اگر حافظ محمد زکریا نے اُسی جلسہ میں اپنے بیٹے کے لیے کہا کہ میں نے قبول کیا اور دو گواہوں نے سُنا اور سمجھا تو راضیہ کا اُسی وقت نکاح ہوگیا اب اگر اس کا وہ شوہر موجود ہے تو دوسرے سے نکاح ہوسکتا ہی نہیں اور اگر یہ صورت نہ تھی اور سوال سے ظاہر یہی ہے کہ نہ تھی کہ محمد زکریا اپنے ولایت کے دعوے سے اس نکاح سے مانع ہے یہ نہیں کہتا کہ اس کا نکاح تو میرے بیٹے سے ہوچکا تو اب دو صورتیں ہیں اگر راضیہ کے اولیا اور گھر والے صالحین و متبع شرع ہوں اور ایک ایسے شخص کے ساتھ کہ فاسق معلن ہے راضیہ کا نکاح اُن کے لیے باعث ننگ و عار ہے یا وہ نسب وغیرہ کسی اور بات میں ایسی کمی رکھتا ہے تو وہ راضیہ کے لیے کفو نہیں شریعت مطہرہ میں بلوغ ظہور آثار پر ہے عورت کم از کم نو برس کی بالغہ ہوسکتی ہے جبکہ اُسے عارضہ ماہواری آنا شروع ہوا اور اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو جب پندرہ برس پورے کی عمر ہو جائے بالغہ ہو جائے گی راضیہ کی عمر پندرہ سے کم ہے تو اگر اُسے عارضہ ماہواری آتا ہے بالغہ ہے ورنہ نابالغہ اگر نابالغہ ہے جب تو شخص مذکور سے کہ غیر کفو ہے اُس کا نکاح ہوسکتا ہی نہیں محمد زکریا کہ اُس کا ولی ہو اگر وہ بھی کریگا باطل محض ہوگا نہ کہ احمدی یا شاہ عبدالعزیز کہ ولی ہی نہیں اور اگر بالغہ ہے تو اُس پر ولایت جبر یہ کسی کو نہیں بے اُس کی اجازت کے کفو سے بھی نکاح نہیں ہوسکتا اور غیر کفو سے وہ خود بھی نہیں کرسکتی جبکہ اُس کا ولی اس سے نکاح پر راضی نہیں اگر کریگی تو باطل محض ہوگا غرض اُس شخص کے غیر کفو بمعنی مذکور ہونیکی حالت میں بنا راضی محمد زکریا یہ نکاح کسی طرح نہیں ہوسکتا خواہ راضیہ بالغہ ہو یا نابالغہ اور اگر وہ اس معنے پر غیر کفو نہیں یعنی راضیہ کے خاندان والے بھی اسی قسم کے افعال رکھتے ہیں اور نسب و مذہب وغیرہ میں بھی کوئی ایسی کمی نہیں کہ یہ رشتہ اولیائے راضیہ کے لیے باعث ننگ و عار ہو اس صورت میں اگر راضیہ کو عارضہ ماہواری آتا ہے تو وہ خود اپنے نفس کی مختار ہے اگر اُس کے ماں یا نانا نکاح کردیں گے اور وہ اجازت دے دیگی صحیح و نافذ ہوگا اور محمد زکریا کو کوئی اختیار

اعتراض نہو گا اور اگر راضیہ راضی نہ ہو گی تو محمد زکریا کے کیے بھی نافذ نہیں ہو سکتا نہ کہ احمدی و عبدالعزیز کے اور اگر اُسے عارضہ ماہواری نہیں آتا تو اب اختیار محمد زکریا کو ہے اگر احمدی و عبدالعزیز بے اجازت محمد زکریا نکاح کر دیں گے اجازت محمد زکریا پر موقوف رہے گا اگر وہ رد کر دیگا باطل ہو جائے گا جائز کر دے گا جائز ہو جائے گا والمسائل کلها مشهورة وفی عامة الاسفار مذکورة واللہ تعالیٰ اعلم۔

باقی مسائل باب الولی

مسئلہ ۲۱ مرسلہ سید امداد علی صاحب مختار عام ساہوان ٹھاکر دوارہ از مراد آباد محلہ پیرزادگان ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت محمد یہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی لڑکی اپنے نانا کی زیر پرورش ابتدا سے ہے باپ نے روز اول سے اُس سے تعلق قطع کر رکھا ہے اور مطلق کسی بات کی خبر نہیں لیتا ہے مرض دُکھ درد رنج راحت وغیرہ کو نہیں پوچھتا ایسی حالت میں ان لڑکیوں کا نانا عقد کر دے تو جائز ہو گا یا نہیں حال یہ ہے کہ وہ لڑکی جس کا عقد کرنا چاہتا ہے تیرھویں سال میں ہے اگر کوئی صورت جواز ہو تو بیان فرمائیے کیونکہ جب باپ کسی حالت کا شریک نہیں تو لڑکی کے عقد کی کیا سبیل کی جائے اور یہ بیان فرمائیے کہ لڑکی کس سن پر بالغ ہوئی اور بردے فقہ اُس کی کیا کیا شرائط اور نشانیاں ہیں بینوا توجروا۔

الجواب

باپ کے ہوتے نانا کو ولایت نہیں ہو سکتی باپ کا بے علاقہ رہنا اُس کی ولایت کو زائل نہیں کرتا ولم یذکر فی السؤال صورۃ العضل وفیها الولایۃ للقاضی دون اب الام کما حققه المولی الشرنبلالی فی کشف المعضل لڑکی کم سے کم نو برس کامل اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال کامل کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے اس بیچ میں آثار بلوغ پیدا ہوں تو بالغہ ہے ورنہ نہیں آثار بلوغ تین ہیں حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا۔ باقی بغل میں یا زیر ناف بال جمنا یا پستان کا اُبھار معتبر نہیں تنویر میں ہے بلوغ الجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فحتی تتم خمس عشرۃ سنة وادنی مدته لها تسع سنین۔ رد المحتار میں ہے لا اعتبار بنبات العانة والثدی فذکر الحموی انه لا یحکم به فی ظاهر الروایة وکذا النقل الصوت کما فی شرح النظم الهاملی ابو السعود وکذا شعر الساق والابط والشارب وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲ از مبارکپور ڈاکخانہ خاص محلہ راجہ پورا ضلع اعظم گڑھ مرسلہ نثار احمد صاحب درزی

زید بیمار ہوا اپنی حالت بیماری میں اپنی لڑکی کو اُس کے ماموں کے سپرد کیا لڑکی کا سن پندرہ برس کا تھا پھر لڑکی کا والد قضا کر گیا اور دادا بھی موجود ہے اور لڑکی اب تک اپنے ماموں کے یہاں پرورش پاتی ہے بعد کچھ روز کے لڑکی کے دادا نے کہیں نکاح کر دیا یعنی کفو میں اس نکاح کو نہ تو اُس کا ماموں جانتا ہے نہ لڑکی جانتی ہے بعد کچھ روز کے لڑکی نے سُنا تو کہا ہم کو نکاح منظور نہیں ہے اور لڑکی کا ایک چچا بھی موجود ہے وہ بھی نکاح

فہرست باب الولی والکفاءۃ حصہ ثالثہ کتاب النکاح فتاوی رضویہ

صفحہ — مضمون

منظور ہے [illegible] نہ یہی کہتا ہے کہ بوجہ مشغولی نماز نکاح نہ ہوا پھر باپ نے چاہا کہ علیحدگی ہو جائے محمودہ نے ایک رقعہ اپنے والد کو لکھا کہ لفظ طلاق ہرگز درمیان میں نہ آنے پائے، ایسی صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہیں۔

۲۹ - ہندہ نابالغہ جس کا کوئی ولی سوائے ماں کے نہیں اس کا نکاح باجازت نابالغہ برضامندی والدہ خالد نابالغ سے ہوا قبول نابالغ سے کرایا گیا۔ پھر ہندہ نے خالد کے یہاں جانا نہ چاہا۔ پیشکار کی تنبیہ سے رخصت ہوئی چار برس وہیں رہی اب پھر ناراضی ظاہر کرتی ہے اور دوسری جگہ نکاح چاہتی ہے ہمبستری نہیں ہوئی ہے کیا حکم ہے۔

۳۰ - زید نے ہندہ باکرہ کا نکاح بغیبت والد ہندہ جو بارہ کوس پر تھا برضامندی مادر و نانی و بسکوت و گریہ ہندہ اپنے ساتھ ہونا ظاہر کیا اب کہتا ہے کہ ہندہ نے بصراحت خود قبول کیا وکیل و گواہان نے حسب بیان زید شہادت دی ہندہ کہتی ہے میں نے ہرگز منظور نہ کیا تھا نہ اب ہے کیا حکم ہے۔

۳۱ - استیذان اجنبی بلکہ ولی بعید پر سکوت اذن نہیں۔

۳۲ - باپ نے لڑکی کا چار سال کی عمر میں نکاح کر دیا بعد بلوغ لڑکی کو پسند و قبول نہیں اس کا مفصل جواب۔

۳۳ - چچا نے نابالغہ بھتیجی کا نکاح کر دیا بلوغ پر لڑکی کہتی ہے کہ میرا نکاح اس شخص کے ساتھ نہیں اور نہ کروں گی۔ نکاح یوں فسخ ہو گیا یا نہیں

۳۵ - ماں نے نابالغہ کا نکاح حقیقی تایا زاد بھائی کے ہوتے خود کر دیا کیا حکم ہے۔

۳۶ - رسالہ تجویز الرد عن تزویج الابعد

" - ولی ابعد بغیبت ولی اقرب اگر نکاح کر دے تو ولی اقرب آ کے فسخ کر سکتا ہے یا نہیں۔

" - غیبت کی تفاسیر ہیں اور یہی تفسیر معتمد علیہ [illegible]

۳۸ - ولی ابعد سے کون مراد ہے [illegible] وارث گو ذوی الارحام سے۔ اگر عصبہ مراد ہے تو مؤطا سے امام محمد کی حدیث [illegible] ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ انہوں نے اپنی بھتیجی بنت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کا نکاح عبداللہ ابن زبیر سے کر دیا اس کا کیا جواب ہے۔ پھوپی تو ذوی الارحام سے ہیں۔

۳۹ - ولی ابعد نے اگر غیر برادری میں نکاح کر دیا تو کیا حکم ہوگا۔

۴۰ - بحالت غیبت منقطعہ ولی اقرب، ولی اقرب وہ ہوگا جو مرتبہ میں اس کے بعد ہو۔ بحالت غیبت غائب ولی نہیں وہ اگر پردیس میں نکاح کر دیگا نہ ہوگا۔

۴۱ - باپ دادا سفر میں تھے دوسرے ولی نے نکاح کر دیا واپسی پر انہیں حق اعتراض ہونا چاہیے۔

" - زید سو کوس سے زائد سفر پر گیا ہے۔ زید نے اپنی والدہ کو لکھا کہ میری دختر کا نکاح بے میری اجازت کے نہ کرنا میں واپس آ کر اپنے برادر زادے سے کروں گا مگر والدہ نے بے دریافت کیے زید اور اس کی پھوپی زاد بھائی سے کہ خالد جو موجود تھا نکاح کر دیا زید [illegible] نابالغہ کا نکاح فسخ کر سکتا ہے یا نہیں۔

۴۲ - ابن عم الاب [illegible] اور دادی ان پر بالاتفاق مقدم [illegible]

" - ماں دادی پر مقدم ہے۔

" - ولی ابعد کو بحالت [illegible] ولی اقرب کب اختیار [illegible] ہونا چاہیے۔

" - احراز کفو [illegible] بالشان ہے۔

" - نابالغ پر شفقت [illegible] کی حکمت۔

۴۳ - [illegible] ولایت کی تین شرطیں۔

۴۴ - [illegible] غیبت منقطعہ ہیں سفر [illegible] شرط نہیں۔

۴۵ - زید نے اپنی نابالغہ دختر کی منگنی عمرو سے کر دی [illegible] لڑکی تیرہ برس کی ہوئی مگر علامات بلوغ ظاہر نہ ہوئی تھی [illegible] باپ نے لڑکی کی [illegible] سے کر دیا پھر [illegible] لڑکی کی [illegible] کوئی نشانی بلوغ کی [illegible] ظاہر نہیں کیا حکم ہے۔

" - باپ [illegible] بالغہ کا [illegible] اپنے ہم قوم سے کیا شوہر [illegible] انکار کیا [illegible] ہوئی نوجوان [illegible] بجا تا ہے اگر [illegible] مرد بنا [illegible] ابھی [illegible] باپ نے [illegible] فسخ نکاح کر دیا کہ وہ نامرد [illegible] احوال سے حالت [illegible] الزام [illegible] نکاح فسخ کیا جا سکے گا۔

* [illegible] ماموں نے بالغہ کا نکاح [illegible] کے اور اولیا موجود [illegible] بالغہ کر دیا کیا حکم ہے۔

" - سوتیلے باپ نے بیوہ بالغہ اور بے مشورہ والدہ بالغہ نکاح کر دیا کیسا ہے۔

" - بالغہ کے بھائی کے ہوتے چچا نے بالغہ سے استیذان کیا اس کی خاموشی کو اذن قرار دیکر اس کا نکاح کر دیا۔ زوجین میں خلوت صحیحہ بھی ہوئی یہ نکاح کیسا ہوا۔

۵۲ - حقیقی چچا نے بخیال نفع معاش براہ چالاکی بے علم و رضامندی مادر [illegible] ہندہ کا عقد اپنے بیٹے سے کر لیا ہندہ بالغہ ہے اس کی عمر اندازاً چودہ سال ہے اور [illegible] جہیز [illegible] کیا کیا حکم ہے

۵۴ - ایک نکاح خوانی میں [illegible] زید [illegible] سے اٹھ گیا عمرو نے [illegible] مؤذن سے کہا تم میری لڑکی کا نکاح بکر سے کر دو بکر مجلس نکاح میں موجود تھا مؤذن نے صرف تین کلمے پڑھا کر ایجاب و قبول کرا دیا کوئی وکیل و گواہ نہیں ہوا مہر کی تعداد بکر کو بتائی یہ کہا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھا لڑکی بالغ ہے اس سے اجازت نہ لی گئی کیا حکم ہے۔

" - لڑکی کا علاتی بھائی ماں اور ماموں کے مقابل ولی جائز ہے یا نہیں بے اجازت برادر علاتی ماں اور ماموں بالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کر دیں تو کیا حکم ہے۔

۵۵ - باپ دختر کی منگنی کر کے فوت ہو گیا بوساطت والدہ دختر چند اشخاص نے بجبر اس دختر بالغہ کو ایک [illegible] ماں نے دعوی دائر کیا جواب دعوی ہوا کہ متوفی کے بھائی نے جو دوسرے باپ سے ہے بے اجازت دختر و والدہ دختر نکاح کر دیا۔

۵۶ - ہندہ [illegible] رضیہ کا [illegible] نابالغی [illegible] عقد کر دیا رخصت نہ کی تھی چار سال بعد رضیہ بالغہ ہوئی اس عرصہ میں خالد نے دوسری عورت کو رکھ لیا خالد کی وضع و اطوار و چال چلن رضیہ اور ہندہ کو ناگوار ہیں کمال نفرت ہے خالد سے تعلق نہیں چاہتی [illegible] اور طلاق چاہتی ہے رضیہ کیا کرے جو خالد سے قطع تعلق ہو [illegible] عقد فضولی قرار پائے گا یا نہیں۔

۵۷ - نابالغ نے نکاح کیا باپ یا چچا یا جد [illegible] اجازت ولی پر موقوف رہے گا اگر قبل اجازت ولی بالغ ہو گیا تو خود اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا۔

۵۸ - ایک باپ نے [illegible] کسی کو [illegible] لکھا کہ میری نابالغہ لڑکی کی منگنی فلاں نابالغ لڑکے سے کر دینا۔ اس نے بعد منگنی خود ولی بن کر نکاح بھی کر دیا۔ والد [illegible] ہوا [illegible] انکار نہ کیا کیا حکم ہے۔

" - ہندہ بیوہ [illegible] اپنے خاندان سے [illegible] کر لیا عمرو و بکر خالد نے اس پر [illegible] اور اس کی ماں کو برادری سے نکال دیا اخراج کیا حکم ہے۔

۵۹ - لڑکی دس سال کی ہے ماں نانی چچا ہیں کس کو اس کے نکاح کا اختیار ہے ایک بھائی بھی دوازدہ سالہ ہے۔

" - خالد نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح رحیم بخش بالغ سے کر دیا اب بوجہ فساد دختر بالغہ چاہتی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے کیا شرعاً یہ ممکن ہے۔

۶۰ - ہندہ بکر بالغہ ہے اس سے قبل نکاح زید برادر علاتی یا کسی نے صراحۃً استیذان نہ کیا اور نہ بعد نکاح صراحۃً اسے خبر دی گو اسے خارجی طور سے سب باتیں معلوم تھیں اور تمام رسمیں اس نے کیں کسی وقت اظہار نارضامندی نہ ہوا اور نہ ایجاب ظاہر کرتی [illegible] بلکہ خوش معلوم ہوتی ہے کیا حکم ہے۔

۶۱ - بکر نے اپنے لڑکے خالد کی نسبت سعیدہ دختر زید سے چاہی زید کو منظور نہ ہوئی بکر نے ہندہ زوجہ زید کو برہم کر دیا ہندہ نے [illegible] دکھایا کہ زید نے مجبوری بخوف حکام ضلع بخیال اس کے کہ رفع جلد فساد ہو جائیگا منظور کر لیا اور سعیدہ سے بے اذن لیے اس کا نکاح خالد سے کر دیا خالد و سعیدہ سے آج تک ملاقات نہ ہوئی بعد نکاح خالد لندن چلا گیا وہاں فسق و فجور میں مبتلا ہوا وہ کسی قسم کی خبر گیری سعیدہ کی نہیں کرتا نہ وہاں سے آتا ہے نہ اس کا باپ بکر اس کے خرچہ کی کفالت کرتا۔ ہو ایسی صورت میں سعیدہ مجاز ہے یا نہیں کہ اپنے باپ کے کیے نکاح کو جو بخوشی نہیں بلکہ بمجبوری و بخوف حکام و بامید رفع شر خشنہ کیا تھا اور رفع شر خشنہ ہوا بھی نہیں توڑ دے خالد کا کب تک انتظار کیا جائیگا۔

" - ولی اگر بحالت جبر و اکراہ نکاح کر دے ہو جائے گا۔

۶۲ - ہندہ نابالغہ کا باپ مر گیا ماں نے اس کی سوتیلی بہن کو جس نے بچپن سے اولاد کی طرح پالا تھا اس کے نکاح کی اجازت دیدی سوتیلی بہن نے نکاح کر دیا وقت نکاح ہندہ کے چچا اور بھائی موجود نہ تھے مگر انہیں علم تھا کیا حکم ہے۔

۶۳ - لڑکی کے باپ نے لڑکے کو [illegible] عقد کا [illegible] برات [illegible] تاریخ عقد مقرر ہوئی لڑکی ماموں کے یہاں تھی باپ بیٹے [illegible] وقت پر ماموں نے بھیجنے سے انکار [illegible] باپ شرم سے زہر کھا کر مر گیا اس کی تحریری اجازت موجود ہے لڑکی نابالغہ ہے اس کا چچا عقد پر رضامند ہے کیا چچا کی محض اجازت سے بے اطلاع و خبر نکاح ہو سکتا ہے

۶۵ - بیوہ نے جس سے نکاح کیا اس کے دو لڑکے زوجہ اولیٰ سے ہیں [illegible] دختر اس سے ہوئی شوہر ثانی کے انتقال کے بعد بیوہ نے تیسرا خاوند کیا بیوہ اور شوہر سوم نے اس دختر نابالغہ کا نکاح ایک نابالغ سے کر دیا ابتدا اقرار داد نسبت میں شوہر دوم کے دونوں لڑکوں کا بھی مشورہ تھا مگر وقت نکاح یہ دونوں نہ تھے اب یہ دونوں اس نکاح سے نارضامند ہیں کیا حکم ہے۔

۶۶ - زید پدر ہندہ نابالغہ کو بکر نے فریب سے

کو خالد اُس کا ہم قوم ہے زید نے خالد سے عقد کر دیا رخصت ہوئی تو معلوم ہوا کہ خالد ولد الحرام ذلیل قوم ہے صغیرہ اُسے اپنا شوہر نہیں جانتی نہ اُس کے پاس آئی جو معاہدہ نکاح جو مرتب ہوا تھا بوقت بلوغ اُس نے فسخ کر دیا کیا حکم ہے۔

رر - کسی کو صالح جانکر جو نشہ کی چیز نہیں استعمال کرتا اُس سے اپنی بیٹی کا عقد کر دیا پھر معلوم ہوا کہ وہ اُس کا عادی ہے لڑکی نے بعد بلوغ کہدیا میں اس نکاح سے راضی نہیں کیا حکم ہے۔

رر - اپنی بیٹی کسی کے نکاح میں اُسے صحیح اصلی جانکر دی اور وہ تھا آزاد شدہ تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہوگا۔

۶۷ - لڑکیاں بعد موت والدہ اپنے نانا کے زیر پرورش رہکر بالغہ ہوئیں والد اپنے وطن میں ہے لڑکیوں کی کسی قسم کی امداد نہیں کرتا نانا شادیوں کا انتظام کرتا ہے تو والد مانع ہوتا ہے اور خود بوجہ صرف نہیں کرتا کیا نانا ولی ہوکر نکاح کر سکتا ہے۔

رر - نابالغہ کا باپ فوت ہوگیا اُس کے شرعی وارث موجود ہیں مگر ولی بننے سے انکار کرتے ہیں نابالغہ کی ماں جس نے عقد ثانی کر لیا ہے وہ یا اُس کا شوہر ثانی ولی بن سکتے ہیں یا نہیں۔

۶۸ - زید کے ہندہ سے ایک دختر ہوئی پھر زید نے ہندہ کو طلاق دیدی دختر ہندہ کے پاس رہی ہندہ نے بکر سے نکاح کر لیا جب دختر تقریباً نو سال کی ہوئی تو بکر وہندہ نے اُس کا نکاح کر دیا جس سے نکاح کیا وہ اسلام سے بالکل ناواقف ہے نہ روزہ رکھتا ہے نہ نماز پڑھتا ہے اب دختر پندرہ سال کی ہے نماز روزے کی پابند پڑھی لکھی ہے وہ اُس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی ولی اصلی زندہ ہے اُس نے اجازت نکاح نہیں دی۔ کیا حکم ہے۔

۶۹ - لڑکی ۱۳ - ۱۴ سال کی ہے اُس کا باپ نہ کھانا کپڑا دیتا ہے نہ لیجاتا ہے بہت کچھ اُسے کئی دفعہ سمجھایا مگر کوئی خیال نہ کیا۔ ماموں نے کہا یا تو تم لڑکی کی شادی کرو نہیں کرتے تو لادعوے ہو جاؤ جواب نہ دیا۔ ماموں نے جب چاہا کہ شادی کر دی جائے تو اُس شخص نے اپنے خسر کو نوٹس دیا کہ تم لڑکی کی شادی نہ کرنا ورنہ ہم دعویٰ کریں گے۔ کیا حکم ہے۔

۷۰ - ہندہ بیوہ کا عمرو سے ناجائز تعلق ہوا ہندہ کے چچا بکر نے یہ خبر پاکر بزور اپنے لڑکے زید سے بے رضامندی ہندہ ہندہ کا نکاح کر دیا وکیل نے ہندہ سے اجازت چاہی بخوف جان ہندہ نے اذن دیا دو چار ماہ بعد موقع پاکر عمرو کے یہاں بھاگ آئی ہندہ نے حلفاً بیان کیا کہ مجھے ہرگز ہرگز منظور نہ تھا بکر وغیرہ کے جبر سے جو دھمکی ہلاکت کی تھی اقبال کیا ہے مجھے اور زید کو لوگوں نے ایک مکان میں بند کر دیا خلوت صحیحہ بھی بجبر ہوئی کیا ایسا نکاح جائز ہے طلاق کی حاجت ہوگی یا نہیں۔

۷۱ - ولی جو مہر باندھے نابالغ بعد بلوغ اُس مہر سے راضی نہ ہو انکار کرے تو کیا حکم ہوگا۔

۷۲ - زید مرگیا اُس کا ایک بھائی جو مدت دراز سے علیحدہ ہے کسی قسم کا کوئی تعلق مرحوم سے نہیں رکھتا تھا۔ زید کی لڑکی جو قریب بلوغ ہے اُس کی شادی ہونے والی ہے لڑکی کی سوتیلی ماں جس نے اُس کی پرورش کی ہے شادی کر رہی ہے اُس نے زید کے بھائی سے شادی کے متعلق مدد چاہی اُس نے کہا میں اس شادی میں شریک نہ ہونگا نہ مجھے کوئی واسطہ۔ جہاں چاہیں کریں لڑکی کے دو سوتیلے بھائی جن کی عمر سولہ سال ہے موجود ہیں کیا حکم ہے۔

۷۴ - ماں باپ مرگئے نانی نے پرورش کیا آٹھ نو سال کی عمر میں نانی نے لڑکی کا نکاح نواسے کے ساتھ کر دیا دختر کے حقیقی بھائی موقع پر موجود نہ تھے ہندہ کو جب پہلی بار حیض ہوا وہ مع اپنی نانی کے اپنے محلہ کے ایک گھر میں آئی اور دو مرد تین عورتوں کے سامنے کہا جس کے ساتھ میری نانی نے میری شادی کی تھی میں اُس سے رضامند نہیں ہوں اُس کے ساتھ اپنی عمر بسر نہیں کر سکتی یہ نکاح رہا یا نہیں۔ ہندہ نے دوسرا عقد کر لیا کیا حکم ہے۔

رر - بعد وفات پدر ماں نے نابالغہ کا کہیں ناتا کر دیا لڑکی کو کسی قدر زیور اور کپڑا چڑھایا گیا۔ ناتے والے اپنے زعم میں اُسے نکاح سمجھتے ہیں دو تین سال بعد منگنی والوں نے شادی کا تقاضا کیا ماں نے انکار کر دیا اُنھوں نے ناتا توڑ دیا اور چڑھاوا واپس لے لیا لڑکی کی ماں کے مرنے کے بعد کہتے ہیں ہم نے ناتا نہیں توڑا کیا حکم وللھا الخیار فی غیر الاب والجد لڑکی کو حق فسخ ہے۔

جہاں قاضی نہ ہو گیا وہاں اعلم علمائے اہل بلد سے فسخ کرا لیا جائے۔

۷۵ - لڑکی چودہ سال کی ہے باپ نے اُس کی ماں کو خط لکھا کہ جس طرح چاہو کرو تمھیں اختیار ہے کیا باپ کی عدم موجودگی میں ماں نکاح کر سکتی ہے۔

۷۶ - زید نے اپنی پہلی بی بی کے بچوں کو عاق کر دیا تیسری بی بی سے دختر ہوئی اُس کی بکر سے نسبت کرکے فوت ہوگیا لڑکی دس سال کی تھی ماں نے بولایت خود بکر سے شادی کر دی پہلی بی بی کا عاق لڑکا کہتا ہے میں ولی ہوں۔ دوسری جگہ شادی کرنا چاہتا ہے۔ کیا حکم ہے۔

رر - عاق کرنا شرعاً کوئی چیز نہیں نہ اُس سے ولایت زائل ہو۔

رر - ہندہ نے اپنی بالغہ لڑکی کا خود عقد اپنے بھانجے سے کر دیا۔ لڑکی کا بیان ہے کہ میرے سامنے عقد سے پہلے چند بار میری ہمشیرہ نے عزیز الحسن سے میرے نکاح ہونے کا ذکر کیا۔ میں نے قطعی انکار کیا۔ میرے انکار کی خبر عزیز الحسن اور میری ماں بہنوں وغیرہ سب کو ہوئی اب بوقت نکاح جب مجھ سے اذن لیا گیا میں بوجہ شرم بآواز بلند مجمع میں انکار نہ کر سکی۔ مگر انکاری سر ہلایا اور اوں ہونھ کہا جو انکار تھا میری بہنوں اور ماں اور خالہ نے غل شور مچا دیا کہ ہوگیا ہوگیا میں نے رونا شروع کیا نہ اب ہوں کیا حکم ہے۔

۷۸ - حقیقی چچا نے بولایت خود ہندہ کو نابالغہ جانتے ہوئے بعدم موجودگی ہندہ و مادر ہندہ زید نابالغ سے نکاح کر دیا پانچ سال بعد زید بالغ ہوکر رخصت کرانا چاہتا ہے مادر ہندہ کا دعویٰ ہے کہ وقت نکاح ہندہ بالغہ تھی اس لیے رخصت نہیں کرتی مادر ہندہ کے بیان کی تصدیق کر لی گئی کیا حکم ہے۔

۷۹ - نانا نے اپنی نواسی ہندہ نابالغہ دختر زید کا عقد اپنے خاندانی لڑکے بکر سے بے اطلاع زید کیا جائز ہوا یا نہیں اس عقد کو کون اور کتنے عرصہ تک فسخ کر سکتا ہے۔

(۲) ہندہ اگر بالغہ ہو تو جبکہ وہ اپنے شوہر کے گھر رہی اور اُس کے ہمراہ اپنے والد کے گھر آئی اور بکر چند روز مقیم رہا اس صورت میں یہ عقد درست ہوا یا نہیں (۳) ہندہ درصورتیکہ نابالغہ ہو۔ جبکہ زید کے ملنے والوں نے اُس سے پوچھا کہ تم یہاں رہے اور تمھاری بے اجازت وہاں نکاح ہوگیا یہ کیونکر ہوا تو زید نے کہا کہ ہم اجازت دے آئے تھے کہ آپ عقد کر دیں اور ہمیں صرف اطلاع کر دیں۔ اس صورت میں اجازت صحیح ہوئی یا نہیں (۴) بکر زید کے یہاں تنہا آیا اور قیام کیا۔ زید اُسے اکثر مجالس اور بازار میں ہمراہ لے گیا۔ دریافت پر کہا میرا داماد ہے۔ جب بکر ملازمت پر چلا گیا تو خط کتابت بھی رہی۔ پھر جب وہ مفقود الخبر ہوگیا تو زید نے کہا ہمیں بکر کے ساتھ عقد منظور نہ تھا ہوگیا تھا تو جبراً قہراً منظور کیا۔ ان سب واقعات سے عقد صحیح ہوگیا یا نہیں۔ زید سوال ۲ کے مضمون سے منکر ہوا اور سوال ۴ کا انکار نہ کرتا ہو۔ نمبر ۱ کو تسلیم کرتا ہو پھر بھی چار پانچ سال کے بعد نکاح فسخ کر کے ہندہ کا دوسرا عقد کر دیا۔ کیا حکم ہے۔ زید کے ساتھ ربط ضبط میل جول گناہ ہے یا نہیں اگر ہندہ رخصت ہوکر بکر کے نہ گئی ہو نہ اُس کے ساتھ بکر زید کے یہاں آیا ہو لیکن بکر خود زید کے مکان پر آیا۔ قیام کیا ہو زید نے اپنے ملنے والوں سے کہا ہو کہ یہ داماد ہے سب کو دکھلایا ہو تو کیا حکم ہوگا۔

۸۱ - زید نے نابالغہ کا عقد نابالغ سے کر دیا نابالغ کے باپ نے یہ شرط کر لی تھی کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تب میں اپنے لڑکے سے اس کا نکاح کروں گا ورنہ نہیں زید نے اقرار کیا کہ وہ بالغہ ہے۔ نابالغہ اب نوٹس دیتی ہے کہ میں بالغہ ہوگئی والدین کے نکاح کے فسخ کا مجھے حق ہے کیا حکم ہے۔

رر - زید شدت مرض میں تھا اُس کے بھائی نے اُس کی نابالغہ دختر کے عقد کی اپنے لڑکے کے ساتھ اجازت لے لی زید تین دن بعد مرگیا لڑکا کفو نہیں کہ ذلیل عورت سے ہے نکاح ہوا یا نہیں۔

۸۲ - زید متقی صوفی عالم خوش حال متورع عالم کا بیٹا زاہد عزلت گزین درویش کا پوتا بکر زینب دختر زید بہت نیک اور سیدھی اور ممنوعات سے بہت محترز ہے زید نے اُس کی شادی نہ کی کسی عالم متقی کی تلاش میں تھا عمرو جو کسی طرح زید و زینب کا کفو نہیں آیا اور اُس نے اُسے دھوکا دیا کہ میں عالم ہوں اتنا اتنا مالدار ہوں ایسا ہوں ویسا ہوں اور زینب سے نکاح کر لیا بعد علم حقیقت حال زید و زینب اُس سے سخت متنفر ہیں نہ زینب جانا چاہتی ہے نہ زید بھیجنا عمرو مالاً و دیانۃً زینب کا ہرگز کفو نہیں اور درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی صورت مستفسرہ میں خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو عبارت مذکورہ کے بموجب بطلان نکاح کا حکم ہو سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو زینب اور اُس کے اولیا کو حق فسخ حاصل ہے یا نہیں۔

۸۴ - مطلقہ بطور خود بلا رضائے ولی اگر کفو سے بغیر حلالہ نکاح و ہم بستری کرے۔ حلالہ ہوگا کہ یہ نکاح ہوگا ہی نہیں۔

رر - یوہیں اگر ولی نے بھی اجازت دیدی ہو مگر ولی کو پیش از نکاح اُس کا غیر کفو ہونا معلوم نہ ہو۔

رر - غیر کفو کے ساتھ نکاح کی ولی سے اجازت طلب کی وہ ساکت رہا عورت نے کر لیا

نکاح نہ ہوا۔ اگرچہ بعد کو ولی بصراحت اجازت دیدے۔

۸۵ - لڑکے لڑکی کا بحالت نابالغی نکاح ہوا انقلاب لڑکا یا اُس کے وارث لڑکی کی خبر کسی قسم کی نہیں رکھتے۔ لڑکی تین طرح کے علم سے واقف ہے اور لڑکا نرا جاہل لڑکی اب کہتی ہے ہم اول شوہر کو طلاق دیکر نکاح ثانی کرینگے۔ کیا ارشاد ہے۔

" - ہندہ نابالغہ کا باپ زید ہزار میل پر تھا ماں اور چچا بکر نے ہندہ کے باپ کی تحریری اجازت حاصل کرکے مفتی شہر کو بنا کر خود نکاح خالد سے کر دیا۔ جب زید مکان آیا تو خالد نے اُس کی دعوت کی زید نے جلسہ دعوت میں نکاح کی رضامندی ظاہر کی مہینوں رسوم داماد ی وخسری خالد کے ساتھ رکھے اب زید خط سے انکار کرتا ہے کیا حکم ہے۔

۸۶ - زید نے بھتیجی کا نکاح نابالغی میں کر دیا جس وقت وہ بالغ ہوئی اُسی وقت اُس نکاح اور شوہر کے گھر جانے سے انکار کیا۔ نکاح باقی رہا یا نہیں - دوسری جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں - مہر لازم ہوا یا نہیں -

۸۷ - بیوہ کے ایک دختر شوہر اول سے تھی شوہر ثانی نے بعد سختی و تشدد و بہزار زجر و توبیخ بیوہ سے اپنے لڑکے کے ساتھ اُس کی اُس چھ سالہ دختر کے عقد کا اذن لیکر جبریہ نکاح کر دیا لڑکی کا چچازاد چچا اور چچازاد بھائی وقت عقد موجود نہ تھے اُنھیں اطلاع نہ ہوئی لڑکی بعد بلوغ جب اظہار ہوا فوراً پکار اُٹھی کہ مجھے اُس شوہر کے یہاں جانا منظور نہیں ہرگز نہ جاؤنگی۔ مدت بھی پورا نہ ہونے دیا کیا حکم ہے۔

" - درمختار میں ہے وللولی الاعتراض فی غیر الکفو ما لم تلد لئلا یضیع الولد طحطاوی۔ ابو المکارم و بنایہ و حاشیہ شلبی و ہندیہ میں بعد ولادت بھی برنباے ظاہر الروایۃ ولی کو اعتراض کا حق بتایا اور امام حسن کی روایت مفتی بہا پر ابتدا ہی سے بطلان نکاح کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ ولادت حق اولیا کی مسقط نہیں۔ کیا ثبوت تفریق کا دعوی صحیح ہوگا وان ولدت۔

۸۸ - بعض مولوی کہتے ہیں علویات کا نکاح مع تراضی اولیا یا بے تراضی باطل کہنا شیعہ کا مذہب ہے بنایہ کی اس عبارت سے مستند ہیں وفی البسیط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان۔ ان قولان باطلان سے کون سے دو قول مراد ہیں۔

۸۸ - مقدمہ ہوتے ہوتے اولاد پیدا ہو گئی اور چند روز میں مرگئی تو اب بھی حق اعتراض ملا و لیا ہے یا نہیں -

۸۹ - ایک شخص فوت ہوا - بی بی اور دو نابالغ لڑکیاں اور ماں باپ کو چھوڑا - دختران کا ولی کون ہوگا -

" - سوتیلی خالہ سے ایک شخص نے نکاح کیا وہ لڑکی دو سال سے اُس کے والدین نے روبرو گواہوں کے دوسرے لڑکے کو دی ہے مگر رخصت کے وقت جو نکاح ثانی ہوتا ہے وہ باقی تھا۔ کیا حکم ہے۔

" - کنواری لڑکی بے رضاے والدین غیر شخص سے نکاح کا ولی بنا سکتی ہے یا نہیں -

" - قاضی جسے علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین زندہ ہیں وہ والدین کے بے پوچھے کسی غیر شخص کو ولی مقرر کرکے لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو ایسے قاضی کے لیے کیا حکم ہے۔

۹۰ - لڑکی بوجہ شرم و حجاب ساکت رہے عزیز و قریب عورتیں جو اُس کے گرد ہوں وہ کہدیں ہاں لڑکی کو منظور ہے تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں - اور اُس کا اقرار سکوتی قائم مقام ایجاب و قبول ہوگا یا نہیں -

" - لڑکی بالغہ یتیم ہے ماں نے اُس کا نکاح کیا چچا نانا اُس کے نکاح میں موجود نہ تھے کیا حکم ہے -

۹۱ - یتیمۃ بلغت من عمرھا خمسۃ عشر سنین زوجتھا امھا برضاھا لکن لم یحضروا المجلس النکاح اولیاؤھا وما استشیروا فی ھذا الباب ھل جاز النکاح -

" - بالغہ کے ماں بھائیوں نے میراثی سے کہا کہ فلاں قبیلہ میں رشتہ کرآؤ - کسی دوسری جگہ نہ کرنا - میراثی رشوت لیکر دوسری جگہ کر آیا معلوم ہونے پر انکار کرا بھیجا اور بھائی خود بھی جاکر منع کر آئے مگر وہ لوگ نہ مانے۔ میراثی نے اپنی طرف سے دن مقرر کرکے برات منگالی - اُس میں رؤسا بھی تھے - لڑکی کی ماں اور بھائی برابر انکار کرتے رہے - رؤسا نے گرد و نواح کے اور رؤسا جمع کرکے زور ڈالا - بھائیوں کو ایک مقدمہ جعلسازی میں پھانس دیا وہ عاجز آکر بولے نکاح ٹھہرا دو جب بالغہ سے اذن لینے گئے اُس نے انکار کر دیا۔ لڑکی کو جبراً خاموش کر دیا اور ڈولی میں بٹھا لے گئے۔ اُس وقت بھی لڑکی نے کہا میرا نکاح ہی نہیں ہے اب تک انکار پر مصر ہے کیا حکم ہے -

۹۲ - بالغہ شیعہ لڑکی نے بے اجازت والدین سُنی سے نکاح کیا۔ اُس کے والدین نکاح فسخ کرنا چاہتے ہیں کہتے ہیں کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اس لیے ہمیں اختیار فسخ حاصل ہے - نیز نکاح کفو سے نہیں ہوا اس لیے بھی - وکیل نکاح - نکاح کا تو مقر ہے مگر کہتا ہے کہ لڑکی کے ایجاب و قبول کی آواز نہیں سُنی۔ گواہ آواز سُننا بھی بیان کرتے ہیں لڑکی نے گواہاں کے سامنے نکاح سے پہلے اقرار کیا میں سنت جماعت حنفی مذہب اختیار کر چکی ہوں کیا حکم ہے۔

۹۳ - شیعہ بالغہ لڑکی کا نکاح اُس کا باپ رافضی سے کرنا چاہتا ہے منع کرنے پر کہتا ہے جائز ہے کیا لڑکی اس صورت میں نانا کو ملسکتی ہے کہ وہ کسی سُنی سے نکاح کردے۔

۹۴ - ماں نے حقیقی چچا کی عدم موجودگی میں نابالغہ کا چچیرے چچا کی اجازت سے نکاح کر دیا چچا ناراض ہے صرف عقد ہوا ہے اگر ناجائز ہوا تو دوسرے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں -

" - بالغہ ہندہ بہت رنجیدہ بے اجازت زید کفو سے نکاح کر لیا زید ناخوش ہوا بکر کے مکان سے ہندہ کو حیلہ کرکے لے آیا ایک سال بعد عمرو سے ہندہ کا نکاح کر دیا پس نکاح صحیح ہوا یا نہیں عمرو سے جو اولاد ہو اُس کا کیا حکم ہے - زید کے لیے کیا حکم ہے - زید امام ہو سکتا ہے یا نہیں -

۹۵ - بالغہ ایسے شخص سے جو اُس کی ذات کا خوش حال پڑھا لکھا جوان تھا نکاح پر راضی تھی زید بالغہ کا باپ اُس سے راضی نہ تھا - بالغہ جس سے راضی نہ تھی زبردستی اُس کے ساتھ اُس کا نکاح کرا دیا اور زبردستی چند آدمی پکڑ کر اُس کے یہاں پہنچا آئے یہ نکاح درست ہوا یا نہیں - زید کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے -

۹۶ - بالغہ کا نکاح والدین نے ایک شخص کے ساتھ کیا ماموں اذن لینے گیا لڑکی خاموش رہی دوبارہ اصرار کرنے پر بھی جواب نہ دیا ماموں نے تیا پنچہ مارا لڑکی رونے لگی ماموں نے باہر آکر نکاح پڑھوا دیا - کیا حکم ہے - لڑکی جانے پر رضامند نہیں ہے -

" - بالغہ نے بے اجازت ولی اپنا عقد کفو سے کر لیا جائز ہوا یا نہیں - ولی فسخ کرکے بے طلاق یا خلع کسی مالدار سے جبراً کر دے تو وبال کس پر ہوگا - اور یہ فعل کیسا ہوگا - کیا رواج عرف عام قانون - شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہو سکتا ہے ولی کا جھوٹا حلف ہندہ کے مقابلہ میں معتبر ہوگا یا ہندہ کا قول -

۹۷ - باپ نے اپنی بارہ برس کی لڑکی کے عقد کا ایک نابالغ سے وعدہ کیا اور برادری کے لوگوں کے سامنے مٹھائی اور کپڑا لڑکی کے واسطے لڑکے سے لے لیا - اور اقرار کیا کہ فلاں تاریخ نکاح کردونگا پھر بیمار ہوکر مکان چلا گیا۔ بیٹی بی بی کو چھوڑ گیا جس کا باپ لڑکا اُٹھا لایا۔ چھ مہینے ہوگئے خط بھیجے جواب نہ آیا جانے زندہ ہے یا مرگیا ماں پہلے راضی نہ تھی مگر جب لڑکے نے کہا کہ تم نکاح نہیں کرتیں تو میں نے جو اتنک صرف کیا وہ دیدو اس پر راضی ہوئی۔ لڑکی اپنا بھلا بُرا جانتی ہے وہ بھی راضی ہو کیا حکم ہے۔

۹۸ - رفیق بیگم کا نکاح بعد موت والد چچا نے اپنے پسر سے کر دیا نابالغہ نے بالغ ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ اُس نکاح کو نامنظور کرکے فسخ کر دیا - ذریعہ نوٹس شوہر نابالغ اور اُس کے باپ کو اطلاع کر دی - نوٹس واپس آیا رفیق بیگم نے دیوانی میں نالش دائر کی - ہنوز فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ رفیق بیگم فوت ہوگئی ایسی صورت میں وہ نکاح برقرار متصور ہوگا اور شوہر کو ترکہ پہنچیگا یا نہیں -

۹۹ - شخصے بحال حیات پدر خود بلا رضامندی وے نکاح خواہر صغیرہ بجا وضہ باز دیگاے کرد و پدرش بعد خبر یافتن انکار کرد - و بعد چندمدت راضی شد باز دمعاوضہ را در نکاح پسر خود گرفت بازنہ انکار کرد - آیا از انکار اول نکاح باطل شد یا نہ -

۱۰۰ - نابالغہ جس کے باپ دادا کی شاخ میں کوئی نہ تھا صرف اُس کی ایک بُڑھیا ماں ہے برادری والے بلا رضامندی بڑھیا کی لڑکی کی شادی کرنے لگے نکاح کے وقت بُڑھیا دوسری کوٹھری میں روتی رہی - تو کیا یہ نکاح صحیح ہوا -

۱۰۱ - زید کسی وجہ سے اپنا نکاح پڑھانے نہ جائے اپنے پیر بھائی کو اپنا ولی بنائے تو ولی نکاح پڑھا کر لا سکتا ہے یا نہیں -

" - کتنی عمر میں لڑکی کا نکاح جائز اور کتنی عمر میں ناجائز - سن بلوغ بحکم شرع کتنی عمر تک ہوتا ہے کتنی عمر میں نکاح جائز ہوتا ہے جبکہ اُس کا کوئی حقیقی وکیل متعلق نہو -

" - جو اپنی بیوی سے چودہ سال سے جدا ہے عورت تین ماہ کی حاملہ ہو اسی حمل سے لڑکی پیدا ہو لڑکی ۱۴ سال تک ماں کے پاس رہی جو باپ نے کسی قسم کی امداد نہ دی جو لڑکی بالغ ہوگئی جو لڑکی کو اپنی خوشی اور والدہ کی اجازت سے نکاح کر لیا ہو باپ موجود نہو نکاح ہم قوم سے کیا ہو اس نکاح کا کیا حکم ہوگا -

۱۰۲ - ماموں نے نابالغہ کا خود نکاح کر دیا اُس کے علاتی بھائیوں کو جب خبر ہوئی تو

فہرست مسائل باب الکفاءۃ

فہرست مسائل ضمنیہ

نکاح

کے قبل اجازت مرجانے پر باطل ہوجاتا ہے۔
۱ ؍ نکاح موقوف قبل اجازت وطی بلکہ نظر بھی حلال نہیں کرتا۔
۱۰۷۔ کافر مرد سے مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

کفاءت

۴۳۔ وہ امور جن کا کفو ہونے میں اعتبار ہے۔
؍ ۔ قابل جماع عورت کا وہ کفو نہیں جو مہر معجل و نفقہ سے عاجز ہو۔
۴۸۔ فاسق نہ صالحہ کا کفو ہے نہ فاسقہ بنت صالح کا۔
۱۴۴۔ اعتبار کفاءت وقت عقد ہے بعد عقد اگر زائل ہو کچھ مضر نہیں۔
۲۰۱۔ نابالغ کے والدین غنی ہوں تو وہ بھی غنی مانا جائیگا۔
؍ ۔ شوہر اگر خود محض نادار ہو وہ اپنے ماں باپ کی غنا سے کفو ٹھہریگا جبکہ والدین اس کے مصارف برداشت کرتے ہوں۔
۵۰۔ اعتبار کفاءت وقت عقد ہے وقت نکاح کفو تھا پھر فاسق فاجر ہوگیا تو نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔
۵۵۔ مغل پٹھان کفو ہیں شیخ قریشی و سادات کرام کفو ہیں۔
؍ ۔ اپنا ہم قوم بد مذہب کفو نہیں۔
۴۶۔ بوجہ فسق کفو ہونا دراور وجوہ سے کفو نہ ہونا یکساں ہے۔ فقیر یا ایسے پیشہ والے سے جو عورت کا کفو نہ ہو نکاح صحیح نہیں۔
۴۷۔ فاسق غیر معلن بھی صالحہ بنت صالح کا کفو نہیں۔
؍ ۔ غیر محتاج جو ذی حرفت ہو وہ فقیرہ کا بھی کفو نہیں۔

مہر

۴۳۔ مہر وطی و خلوت صحیحہ و موت احد ہما سے لازم ہوجاتا ہے۔
؍ ۔ نابالغ کا بالغہ سے نکاح نکاح موقوف ہو اگر نابالغ اس سے بجبر وطی کرے مہر مثل لازم ہوجائیگا اور اگر باجازت عورت کرے تو کچھ نہیں۔

عنین

۵۰۔ عنین سے تفریق کے لیے عورت بالغہ کا دعوی ضرور ہے۔ قاضی اس کی طلب پر تفریق کریگا اگر صغیرہ ہو تو اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائیگا کہ ممکن کہ بعد بلوغ اس عنین یا مجبوب ہی سے راضی ہو۔
۵۱۔ عورت اگر عنین پائے قاضی شوہر کو ایک سال قمری کی مہلت دے۔ رمضان۔ ایام حیض محسوب کیے جائیں گے۔

یا عورت کی غیبت کی مدت۔ یا زن و شوہر کے مرض کی مدت منہا ہوگی اگر سال میں ایک بار وطی کریگا فبہا ورنہ قاضی طلب عورت پر تفریق کردیگا اگر شوہر طلاق سے منکر ہوگا۔ تفریق قاضی سے عورت بائنہ ہوجائے گی۔
عورت سے اگر دلیل اعراض پائی جائے مثلاً بیٹھی تھی کھڑی ہوگئی یا اعوان قاضی نے اُسے کھڑا کر دیا۔ یا قاضی کھڑا ہوگیا قبل اس کے کہ عورت کچھ اختیار کرے تو اُس کا حق باطل ہوجائیگا۔
۱۱۴۔ ایک عورت پر کسی وجہ سے قادر شود و سری پر ہو تو دوسرے کے حق میں عنین نہیں۔
؍ ۔ عورت شوہر کی نامردی کا دعوی کرے تو ایک سال کامل کی مہلت شوہر کو ملیگی عورت اگر کچھ روز شوہر سے جدا رہے گی اُتنے دن مدت میں اضافہ کردیے جائینگے۔

بیوع

۱۴۔ مردار اور خون اور خمر اموال نہیں انکی بیع و شرا حلال نہیں۔
؍ ۔ عقد باطل سے ملک تصرف حاصل نہیں ہوتی۔

اقرار

۱۳۱۔ اگر کوئی کہے کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر خطا کا اعتراف کرے تو سچا مانا جائیگا اور اُسے اُس سے نکاح جائز ہوگا جبکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے۔

ولا

۱۲۰۔ جو جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو اُس کی ولا اُس کے لیے ہے۔
؍ ۔ ولا مثل رشتہ نسب ایک شرعی رشتہ ہے۔

حجر

۲۲۔ لڑکے کو جب احتلام و انزال ہو بالغ ہے اور لڑکی احتلام و حیض و حمل سے بالغ ہوتی ہے کم سے کم لڑکا بارہ برس کی عمر میں بالغ ہوسکتا ہے اور لڑکی نو برس میں اور زیادہ سے زیادہ دونوں پندرہ برس کامل ہونے پر۔
۵۲۔ پندرہ سال کے اندر دختر و پسر کے دعوے بلوغ کے متعلق تفصیل تام کہ کب مقبول ہوگا اور کب نہیں قبول کے لیے کیا کیا ضرور ہے۔

سیر

۱۰۵۔ قرآن عظیم میں جو ایک نقطہ یا ایک نقطے کی کمی بیشی کا قائل ہو یقیناً کافر مرتد ہے۔
؍ ۔ غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔

۱۰۵۔ قطعی کافر کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے اگرچہ مدعی اسلام ہو۔

اکراہ

۶۱۔ باہمی جھگڑے فتنے حد اکراہ کو نہیں پہنچتے۔

حظر والاباحہ

۵۹۔ ناحق ایذائے مسلم حرام ہے وہ بحکم حدیث ایذاء الرسول ہے اور ایذاء الرسول ایذاء اللہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

قضا

۴۲۔ بحالت غیبت زوج قاضی تفریق نہیں کرسکتا۔
؍ ۔ ہائی کورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں شرعی دار القضا نہیں۔ ان حکام کے فسخ کیے نکاح فسخ نہ ہوگا۔
؍ ۔ مسلمان پنچ بمواجہہ شوہر تفریق کرسکتا ہے۔
؍ ۔ حدود و قصاص و دیت علی العاقلہ کے علاوہ تمام معاملات میں پنچ کا فیصلہ مثل فیصلہ قاضی ہے۔
؍ ۔ اسلامی ریاست میں جو مسلمان قاضی ایسا ہو جو خاص اُس شہر کے لیے ہو نہ کسی مذہب خاص پر قضا کے لیے مقید ہو وہ بھی تفریق کرسکتا ہے اگرچہ مدعی و مدعا علیہ اُس شہر کے نہ ہوں۔
۶۶۔ فرقت از جانب عورت فسخ ہے اور مرد کی جانب سے طلاق۔ اور قضا سب کے لیے شرط ہے۔

حدود

۴۳۔ شبہہ دافع حد ہے۔
؍ صبی پر حد نہیں۔

دعوی

۴۲۔ رد و اجازت نکاح موقوف میں جب اختلاف زوجین ہو تو اگر شہادت عادلہ کا فیہ سے زوج کا قول ثابت ہو تو وہ ورنہ قسم کے ساتھ عورت کا قول معتبر ہوگا عورت اگر قسم سے انکار کرے گی جب بھی نکاح ثابت ہوجائیگا۔
فضولی اگر کوئی عقد کرے اگر کوئی ایسا ہو جو اُسے جائز کرسکے تو وہ اُس کی اجازت پر موقوف ہوگا ورنہ باطل۔

شہادت

۱۳۱۔ محل خفا میں تناقض عفو ہے۔

کلامیہ

۱۰۸۔ بدمذہب فاسق سے بدتر ہے۔
۱۱۷۔ دیندار متدین عالم ہی حقیقت میں عالم ہے گمراہ پڑھا لکھا جاہلوں سے بدتر ہے۔
؍ ۔ بدمذہب اہل جہنم کے کتے ہیں۔
؍ ۔ بدمذہب تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔

فضائل ومناقب

عالم دین عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہے ہر دو درجوں کے درمیان پانچسو برس کی راہ ہے

اصول

۳۸۔ مفاهیم الاوقف معتبرة فی عبارات العلماء بالوفاق۔

رسم المفتی

۴۸۔ امور نادرہ بنائے احکام فقہیہ نہیں ہوسکتے عادت شائعہ پر حکم واجب ہے۔
؍ من لم یعرف اهل زمانه فهو جاهل۔

فوائد فقہیہ

الساکت لا ینسب الیه قول۔

فوائد حدیثیہ

۱۲۲۔ حدیث ولد الزنا شر الثلثة کا مطلب
؍ حدیث فرخ الزنا لا یدخل الجنة کا مطلب۔

شکریہ۔ فتاوے رضویہ کی اشاعت میں پہلے سے جن گرامی حضرات نے حصہ لیا ہے ہم ان کے شکرگزار ہیں خداوند عالم انھیں انکی دینی خدمت کا وہ اجر دے جو انکی کوششیں ہیں۔ نیلعاونین میں جناب اسنا مولوی سکندر علی صاحب ساکن پرنیہ کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ فتاوے رضویہ اور اعلیحضرت قدس سرہ کی دیگر مصنفات کی اشاعت میں انھوں نے جیسی بے بدل سعی فرمائی ہے وہ انھیں جیسے دین کا درد رکھنے والے سُنی عالم کا حصہ ہے۔
آپ سب کا ممنون منت
محمد حسنین رضا خاں

صحت نامہ اغلاط باب الولی والکفائۃ حصہ سوم کتاب النکاح فتاوی رضویہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۳	بموینہ	بمعینۃ
〃	۵	ہوتے ہی	ہوکر
۷	۵	براغوا	باغوا
۸	۷	شکاب	شاکب
〃	۱۳	لیس ناسق الخ	لیس فاسق الخ
۹	۱۲	تھاذنھا	واذنھاہ بانھا
۱۰	۷	ذلنا استسنو	ولنا استسنوا
〃	۸	ثلمت	ثلثت
۱۵	[illegible]	سفو	کفو خاطب
۱۴	۱۲	قرارشد	قرارشد
〃	〃	بر	بہ
〃	۱۷	عن شاری	عن الشادی
〃	۲۲	تزبہبا	تزوجہما
۱۶	۱۲	نا کوبے	نانی کو سنے
〃	۱۵	ورنر مرتد	ورنہ مرتد
۱۸	۳	بموجودگی اسکی	بموجودگی والدہ
۱۹	[illegible]	روایات اولیا امد	درجات بعض اولیا
۲۰	۱۰	التعسر	التحسر
۲۱	۹	الکان بالمزوج	الکان المزوج
۲۲	۱۰	الجاریۃ بامتہ	والجاریۃ بالاحتلام
۲۷	۲۱	لقصر اعمال	نقص اعمار
۲۸	〃	کیل الوکیل فی النکاح	وکیل الوکیل بحضرۃ الوکیل فی النکاح
۳۰	۲۱	فی شرح المنیۃ	وفی شرح المنیۃ
〃	[illegible]	ان استأذنھا	ان استأذنھا
〃	[illegible]	مستھزئۃ	مستھزءۃ
〃	[illegible]	فان استأذنھا	فان استأذنھا
〃	[illegible]	جہاں اجازت	بعد اجازت
〃	۲۰	الناقص	الناقض
〃	۲۱	منہا لو قال	منہا لو قال
۳۲	۱۰	ردت	رددت
〃	۱۶	قلت	قلت
〃	〃	حالہ الصغر	حالۃ الصغر
〃	۲۲	لہا کان	لما کان
〃	۲۳	من التوفیق	منہ التوفیق
۳۳	۲	خبرتہ	اخبرتہ
۳۴	۱	بخلاف للعقد	بخلاف العقد
۳۵	۱۰	ربیع للاولی	ربیع الاول
۳۶	۱۴	ولی غیبت	غیبت
〃	۲۲	کہ ولی اقرب	کہ اگر ولی اقرب
〃	۲۳	مراتب ولایت کہ	مراتب ولایت ہیں
۳۷	۱۲	للاول	الاول
〃	۲۰	او الجلب	اوالجلب
۴۱	۱۳	بتصرف	بتصرف
۴۴	۶	باپ کی	باپ اس کی
۴۵	۳	القاق	الفاق
〃	〃	اسلاہ	اصلاہ
〃	۱۲	ھلک	ھلاک
〃	۵	النقاع	انتفاع
〃	۶	ان لیے	اس لیے
۴۶	۱۰	زینب ہمبستری	زینب ہمبستر
۴۷	۳	اوس وقت	اوسی وقت
۴۸	۱	انتظار	انتظار
〃	۹	نقیض مراد	لنقیض مراد
〃	۱۱	زادہ	نادرہ
۵۰	۵	تزوجہ	تزوجوا
〃	۱۴	بتعلق	یتعلق
۵۱	۲	بان تقامت	بان قامت
۵۲	۱۴	الظاھرا	الظاھر انہ
		اجازتہ	اجازۃ
〃	۱۰	غیر	غیر
〃	۱۵	الا امنہ	علامتہ
۵۳	۷	من باب الاستلام	من باب الاحتیاط
۵۶	۹	کفوا رونغبن	کفوا ولغبن
۵۸	۱۴	اپنی خاندانی	اپنے خاندانی
۶۱	۲۲	مارھین	مکرھین
۶۲	۱	اس کے پہلے	اس سے پہلے
۶۵	۳	ہان چچا	ہاں چچا
۶۶	۱۳	زتیب ہوا تھا	مرتب ہوا تھا
۶۷	۵	والد دختران مذکور۔	والد والدہ دختران مذکور
〃	〃	والدہ منع آتا ہے	والد منع آتا ہے
〃	۲۳	ہندہ نابالغ کے فوت۔	والدہ ہندہ نابالغہ کے فوت۔
۶۸	۲۰	اب سب	ان سب
۷۲	۱۷	زوج للرجل	زوج الرجل
〃	〃	ابنتہ	ابنتہ
۷۲	۳	ہندہ اس کی	ہندہ کو اسکی
۸۳	۱۵	بعد یہ سب	بعد جب سے یہ سب
〃	۲۳	بالبلوع	بالبلوغ
۸۴	۱۱	معسر	معسر
〃	۱۷	بصداق	بصدق
〃	۲۰	صر یحا	صریحا
۸۵	۳	لڑکا یا لڑکی	لڑکا یا لڑکے
〃	۹	لڑکی کی	لڑکے کی
۸۸	۵	النسر وحی	النسروجی
〃	۱۵	ابوالمکام	ابوالمکارم
۸۹	۱۸	۱۲ سال	دو سال
۹۰	۴	بالغ ہے	بالغہ ہے
۹۹	۱۲	الآخر	الآخرہ
〃	۲۱	قامت	قالت
۱۰۰	۹	کہ مطلق	کے متعلق
〃	۱۰	دو	وہ
۱۰۱	۶	تعین	تعیین
۱۰۲	۸	یہ غیر کفو ہوتا ہے	یہ بھی غیر کفو ہوتا ہے
۱۰۳	۹	مرے	سرے
۱۰۵	۱۳	الاموٰت	الاموات
۱۰۶	۱۴	الروج	الزوج
۱۰۸	۱۲	دائرہ اسلام سے خارج	دائرہ اسلام سے قطعاً خارج
۱۰۹	۱۰	بعدمھما	بعد مہما
〃	۲۲	ان المزوج	ان کان المزوج
۱۱۰	۱۵	فلاہ یقیل	فلہ یقبل
۱۱۱	۹	نہیں ہوسکتا	صحیح نہیں ہوسکتا
۱۱۲	۳	والدہ ہندہ	والد ہندہ
〃	۹	کفو	کفوا
〃	۱۶	فاحش نہ کی	فاحش کی
۱۱۳	۱۷	عن النھر	عن النھر بحثا
〃	۱۸	وفیہ عن البحر	وفیہ بحثا عن البحر
〃	۱۹	بالشرط	باشرط
۱۱۵	۴	نہ ہوجائے	نہ ہوجائے
۱۱۶	۷	عن الولوالجیہ	عن الولوالجیۃ
〃	۹	مبینی	مبنی
۱۱۷	۹	یجب	یجب
۱۱۸	۵	اسکا ولی نہیں	اس کا کوئی ولی نہیں۔
۱۱۹	۱۵	لا مجیز لہ	مالا مجیز لہ
۱۲۰	۱۰	چار مسلمان	چار بھی مسلمان
〃	۱۳	کسی قوم	کسی خاص قوم
〃	۱۵	مادی عزت	دنیاوی عزت
〃	۲۱	دلا	ولا
۱۲۱	۱	میں گنا جاتا ہے	میں سے گنا جاتا ہے۔
〃	۳	ایمان لائے	اسلام لائے
〃	۱۸	قلامت	قدامت
۱۲۵	۳	الضد	الضرد
〃	۲۰	مقتبہ	متنبہ
۱۲۷	۱۵	سنہ ۱۳۲۲ھ	سنہ ۱۳۳۹ھ
۱۲۸	۷	حدیث میں	حدیث میں ہے کہ
۱۲۹	۱۵	گواہ تھے	گواہ نکاح تھے

صحت نامہ حواشی

صفحہ	غلط	صحیح
۵	بغیتہ	بغیبت
〃	دو قول ہیں ارجح یہ	دو قول صحیح ہیں ارجح یہ
〃	گرلیگا	کرلیگا
۲۱	لغیبتہ	لغیبت
۳۱	اجنبی یا ولی بعید	اجنبی یا ولی بعید
〃	تحمل خفا	تحمل خفا
〃	مسئلہ	مسئلہ
۵۸	قون یا فعال	قولی یا فعلی
۵۹	کہ وہ	کہ شدہ
۶۶	مرد کی جانب	مرد کی جانب سے
۸۴	جو اس نے غیر کفو	(جو اس نے غیر کفو کو غیر کفو جانکر دیا ہو)
۱۱۷	شرغائے ایجاب	شرطائے ایجاب۔

۱۲۸ والدہ کے موجود ہوتے ہوئے رضا واجازت والدہ ۱۲ یہ حاشیہ بھی ص۱۳۸ کا رہ گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
سیرت پر ایمان افروز کتاب

سیرت مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف :-

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی بھارت

قیمت :- روپے

مکتبہ رضویہ
شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم امجدیہ کراچی۔

۷۸۶
۹۲

فتاویٰ امجدیّہ مکمّل

چار جلدیں

تصنیف :- صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز

تعلیق :- نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ العالے

فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت کی علمی جلالت و فقہی بصیرت محتاج تعارف نہیں موصوف نے فقہ حنفی کی معتبر و مستند انسائیکلو پیڈیا (بہار شریعت) تصنیف فرما کر عالم اسلام پر جو عظیم ترین احسان فرمایا ہے۔ رہتی دنیا تک اُسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی نابغۂ روزگار شخصیت کی ایک اہم فقہی تصنیف زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے جو مسائل و احکام کے اعتبار سے ایک دوسری بہار شریعت اور دلائل و ابحاث کی حیثیت سے فتاویٰ رضویہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ سلیس اور عام فہم زبان میں توضیح و تشریح کے اعتبار سے عوام و خواص اور علماء و فضلا کیلئے بے پناہ افادیت کی حامل ہے علاوہ ازیں اس کتاب پر نائب مفتی اعظم ہند و دیگر اکابر علماء اسلام کی عالمانہ و محققانہ تعلیق و تعارف نے کتاب کی اہمیت و افادیت میں غیر معمولی اضافہ فرمادیا ہے لہٰذا ارباب علم اور دینی ذوق رکھنے والے حضرات سے التماس ہے کہ خود بھی اس گرانقدر کتاب کے مطالعہ سے مستفید ہوں اور اپنے حلقۂ احباب میں بھی اسکے مطالعہ سے استفادہ کا شوق پیدا فرمائیں

عالم بنانے والی کتاب

ہر مسلمان جانتا ہے کہ انسانی زندگی کامیاب بنانے کے لئے مذہب کی پابندی لازمی ہے اسکے بغیر کوئی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی اور جب تک احکام شریعت سے باخبر نہ ہو اور ان پر عمل نہ کرے ایمان کے مزے سے بے خبر ہے لہٰذا اگر آپ اپنے عقائد و اعمال، نماز، روزہ و دیگر عبادات و معاملات کو درست کرنا چاہتے ہیں تو **بہار شریعت** کو مطالعہ میں رکھیے، عورتوں، بچوں کو پڑھائیے، جو اس کتاب کو مطالعہ میں رکھتے ہیں ایک زبردست عالم سے کم نہیں رہتے، ہر مسلمان کے گھر میں اس کتاب کا ہونا اشد ضروری ہے، خصوصاً جہاں علماء نہ ہوں کہ ان سے مسائل دریافت کریں، وہاں اس کتاب کی بےحد ضرورت ہے اس کتاب کے اٹھارہ حصے شائع ہو چکے ہیں، جن کا خلاصہ مضمون درج ذیل ہے:۔

حصہ اوّل (۱) در بیان عقائد، حصہ دوم (۲) مسائل طہارت، حصہ سوم (۳) مسائل نماز، حصہ چہارم (۴) بقیہ مسائل نماز، حصہ پنجم (۵) زکوٰۃ و روزہ، حصہ ششم (۶) مسائل حج و زیارت و ضروریات سفر، حصہ ہفتم (۷) مسائل نکاح، حصہ ہشتم (۸) مسائل طلاق، حصہ نہم (۹) عتق و قسم و نذر و حدود و سیر (عادات و اطوار)، حصہ دہم (۱۰) لقطہ (گمشدہ مال) مفقود، شرکت، اوقاف، حصہ یازدہم (۱۱) مسائل خرید و فروخت سود، حصہ دوازدہم (۱۲) کفالت، حوالہ و قضاء و وکالت و گواہی (شہادت)، حصہ سیزدہم (۱۳) دعویٰ، اقرار، مصالحت، حصہ چہاردہم (۱۴) امانت، عاریت، مضاربت (تجارت میں شرکت) ودیعت (امانت)، ہبہ، اجارات (کرایہ داری)، حصہ پانزدہم (۱۵) اکراہ (زبردستی)، غصب، شفعہ، تقسیم، مزارعت، معاملہ، ذبح، قربانی، عقیقہ، حصہ شانزدہم (۱۶) حظر و اباحت، جائز و ناجائز، حصہ ہفدہم (۱۷) تحری (غور و خوض)، احیاء اموات (بنجر زمین کی آبادی)، شرب (آبپاشی) اشربہ (پینے کی چیزیں) شکاری جانوروں کا شکار، رہن، حصہ ہشتدہم (۱۸) جنایات، قصاص، دیت (خون بہا)، حادثات (ایکسیڈنٹ) وغیرہ، نوزدہم (۱۹) وصیت نامہ وغیرہ، بستم (۲۰) میراث کا بیان:

ملنے کا پتہ: المجدد احمد رضا اکیڈمی

و مکتبہ رضویہ، آرام باغ روڈ، کراچی ۱، پاکستان فون ۲۱۶۴۶۴، ۲۶۲۲۸۹۷

اسلامی اخلاق و آداب

صدر الشریعہ
حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ

باہتمام
قاری رضا المصطفیٰ اعظمی

دار العلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ
آرام باغ روڈ کراچی
فون: ۲۶۲۷۸۹۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

کی کتاب النکاح کا چوتھا حصہ

فتاوی رضویہ

جلد پنجم

مصنفہ

حضور پرنور عظیم البرکۃ امام اہلسنت قامع بدعت مجدد دین وملت
اعلیحضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ

طابع وناشر
المجدد احمد رضا اکیڈمی
ملنے کا پتہ:
دار العلوم امجدیہ کراچی ۵
فیروز شاہ اسٹریٹ آرام باغ
باہتمام: قاری رضاء المصطفی اعظمی
خطیب نیو میمن مسجد، بولٹن مارکیٹ، کراچی ۲
فون ۲۱۶۳۶۹۴ ، ۲۶۲۲۷۸۹۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ از مراد آباد مرسلہ محمد نبی خان صاحب یکم جمادی الآخری ۱۳۰۵ھ

سوال اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے ہندہ کا نکاح ہوا مہر نصف معجل نصف مؤجل ٹھہرا حسب رواج ہندہ کی رخصت ہوگئی کہ وطی برضائے ہندہ واقع ہوئی بعدہ زید بد اطوار نکلا اور ہندہ سے بہت ایذا و اضرار و تکلیف و آزار کے ساتھ پیش آیا ہندہ ان وجوہ سے ناراض ہوکر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور تا وصول مہر معجل اس کے پاس جانے سے انکار رکھتی ہے اس صورت میں ہندہ کو مہر معجل لینے تک حق منع نفس حاصل ہے یا نہیں اور منع کرنے سے ناشزہ ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

سوال دوم

ابسط البیان فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجل ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب ادائے مہر معجل سے پہلے وطی برضائے زوجہ وقوع ہوجائے تو اس صورت میں برخلاف مذہب امام مذہب صاحبین کو کہ منع نفس کا حق ساقط ہوجاتا ہے بوجوہ مصرحہ ذیل ترجیح دینی صحیح ومرجح اور نظر فقہی میں قرین تحقیق وتنقیح ہے یا نہیں (۱) درمختار میں ہے جب ایسے امر کی نسبت امام ابوحنیفہ اور ان کے مریدوں (یعنی صاحبین) کے اختلاف ہو تو رائے مریدوں کی غالب ہونی چاہیے (۲) امام ابوحنیفہ اور امام محمد دونوں محض ذہنی باتوں کے متفنن تھے لیکن قاضی ابویوسف کو اسی قدر علم روایات تھا اور بوجہ عہدہ قاضی القضاۃ کے موقع متعلق کرنے اصول کا حالات انسان سے حاصل تھا اور ان کے قواعد خصوصًا معاملات دنیوی وتعبیر شرع میں اس قدر مستند سمجھے جاتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ یا امام محمد کی رائے ان سے متفق ہو تو ان کی رائے از روئے ایک قاعدہ مسلمہ کے قبول کی جاتی ہے (۳) سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی کتاب مستند شرع یعنی فتاوی عالمگیری کی عبارت یہ ہے) اس سے ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے کے خلاف نہ صرف ان کے دو مشہور مریدوں بلکہ شیخ الصفار نے بھی جہاں تک کہ بحث ہم خانگی کو تعلق ہے رائے ظاہر کی ہے (۴) امام ابوحنیفہ اور ان کے دو مرید قانون حنفی میں تین استاد سمجھے گئے ہیں اور میں قاعدہ عام تصور کرتا ہوں کہ اختلاف رائے ہو تو دو کی رائے بمقابلہ تیسرے کے غالب ہوگی بموجب معمولی قاعدہ شرع کے میں رائے دو مریدوں کی بطور کثرت رائے منجملہ تین استادوں کے اختیار کرتا ہوں (۵) اس حق کے نفاذ میں کہ زوجہ کے ساتھ ہم خانگی کرے مانع یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہر معجل ادا نہ ہوا اور یہ قاعدہ محض اس مواخذے کی مشابہت پر مبنی ہے جو بائع کو مال پر تا ادائے قیمت قبل حوالگی مال کے حاصل رہتا ہے لیکن اس مواخذے میں دراصل حق ملکیت مشتری کا قیاس کرلیا گیا ہے اور جبکہ حوالگی عمل میں آجائے تو اسی وقت وہ مواخذہ ختم ہوجاتا ہے انتہی بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ المنعم علینا فی المعجل والمؤجل والصلوۃ والسلام علی من ختم دفتر الرسالۃ وسجل وعلی الہ وصحبہ وجمیع اہل دینہ ابد المعجل

جواب سوال اول

صورت مستفسرہ میں ہندہ کو حق منع نفس حاصل ہے اسے اختیار ہے جب تک مہر معجل وصول نہ کرلے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرے اس منع کیے سے ناشزہ نہ ہوگی وقایہ میں ہے لہا منعہ من الوطی والسفر بہا والنفقۃ لو منعت ولو بعد وطی او خلوۃ برضاہا نقایہ میں ہے قبل اخذ المعجل لہا منعہ من الوطء والسفر بہا ولو بعد وطی برضاہا

بلا سقوط النفقۃ کنز میں ہے لھا منعہ من الوطی والاخراج للمھر وان وطئھا تنویر الابصار میں ہے لھا منعہ من الوطی والسفر بھا ولو بعد وطی او خلوۃ رضیتھما درمختار میں ہے لان کل وطأۃ معقود علیھا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی اُسی میں ہے النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجھا ولو منعت نفسھا للمھر دخل بھا اولا اھ ملخصاً تحقیق مقام یہ ہے کہ مہر معجل لینے سے پہلے وطی یا خلوت برضائے عورت واقع ہوجانا صاحبِ مذہب امام اقدم قدوہ اعظم امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک حق منع نفس ومنع سفر کسی کا اصلاً مسقط نہیں اور عورت کو اختیار ہے جبتک ایک روپیہ بھی باقی رہ جائے نہ تسلیم نفس کرے نہ شوہر کے ساتھ سفر پر راضی ہو اگرچہ اس سے پہلے بارہا وطی برضامندی ہوچکی ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک صرف خلوت برضا واقع ہوجانا بھی حق منع نفس ومنع سفر دونوں کا مسقط ہے امام ابوالقاسم صفار علیہ رحمۃ الغفار دربارۂ سفر قول امام اور دربارہ وطی قول صاحبین پر فتوے دیتے اصل مفتی اس تفصیل کے یہی ہیں اُن کے بعد جس نے ادھر میل کیا انھیں کا اتباع کیا مثلاً امام صدر شہید شرح جامع صغیر میں ان کا مسلک نقل کرکے فرماتے ہیں وانہ حسن امام بزدوی شرح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں ھذا احسن فی الفتیا کما نقلہ عنہ فی البنایۃ وکذا الطحطاوی عن البحر عن غایۃ البیان جواہر الاخلاطی میں ہے واستحسن بعض المشایخ اختیارہ اھ اسی طرح ہندیہ میں محیط سے ہے ولفظہ بعض مشایخنا مگر اکثر اکابر ائمہ وعلما وفقہا مذہب امام کو ترجیح دیتے اور اُسی پر جزم واعتماد کرتے ہیں متون کہ خاص نقل مذہب صحیح ومعتمد کے لیے وضع کیے جاتے ہیں علی العموم اسی مذہب پر ہیں فتاوے خیریہ میں ہے بہ صرحت المتون قاطبۃ اور وقایہ ونقایہ وکنز وتنویر ودرمختار کی عبارتیں سُن چکے کہ اُنھوں نے تصریحاً مذہب صاحبین کی نفی فرمائی۔ اور جب ماتن نے باب نفقہ میں ولو منعت نفسھا للمھر فرمایا شارح نے دخل بھا اولا اور بڑھایا تاکہ اُس کی نفی بتنصیص تام ہوجائے اِسی طرح وافی ومختار میں بھی اسی پر اقتصار کیا اور درمختار میں صرف اسی مذہب پر دلیل قائم کی کما سبق نقلہ اور اقتصار وتعلیل دونوں دلیل اختیار وتعویل ردالمحتار میں ہے اقتصارہ فی المتن (یعنی تنویر الابصار) یفید ترجیحہ اھ ملخصاً ذکرہ فی کتاب القضاء مسئلۃ ولایۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین طحطاوی میں ہے الاقتصار علیہ یدل علی اعتمادہ اھ ذکرہ قبیل الوصیۃ بثلث المال عقود الدریہ میں ہے التعلیل دلیل الترجیح اُسی میں ہے ھو المرجح اذ ھو المعلل بالتعلیل اھ ذکرھما فی النکاح قبیل باب الولی علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحر میں کہ بتصریح فاضل شامی متون معتمدہ فی المذہب سے ہے قول امام کو مقدم رکھا اور اُسی پر حکم دیکر صاحبین کی طرف خلاف نسبت کیا حیث قال ھذا قبل الدخول

وكذا بعده خلافا لهما اور وہ خود دیباچۂ ملتقی[1] میں تصریح فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں میں جس قول کو مقدم لاؤں وہی ارجح ہے شارح نے فرمایا وہی مختار للفتوی ہے متن وشرح کی عبارت یہ ہے صرحت بذکر الخلاف بین ائمتنا وقدمت من اقاویلهم ماھو الارجح (المختار للفتوی) اسی طرح فتاوی قاضی خاں میں امام علامہ فقیہ النفس[2] نے قول امام کی تقدیم کی اور وہ اسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر و اظہر ہو خود اپنے فتاوے کے خطبے میں فرمایا قدمت ماھو الاظھر وافتتحت بما ھو الاشھر علماء فرماتے ہیں تو جسے یہ پہلے بیان کریں وہی قول معتمد ہے حاشیۂ طحطاویہ میں ہے اصطلاحه تقدیم الاظھر فیکون ھو المعتمد اھ ذکرہ فی کتاب الوصایا اول باب الوصی امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ[3] کی عادت مستمرہ ہے کہ استدلال کے وقت قول مختار کی دلیل اخیر میں لاتے ہیں تاکہ اقوال سابقہ کے دلائل سے جواب ہو جائے اور نقل اقوال کے وقت غالباً قول قوی کو پہلے ذکر فرماتے ہیں تاکہ اول صحیح مسئلہ سمع متعلم میں آئے درمختار میں نہر الفائق سے ہے تاخیر صاحب الھدایة دلیلھما (ای فی مسئلة کساد فلوس القرض) ظاھر فی اختیار قولھما اھ ذکرہ اٰخر باب الصرف قبیل التذنیب اسی طرح فتح القدیر میں ہے افندی زین الدین رومی نتائج الافکار حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں من عادة المصنف المستمرة ان یؤخر القوی عند ذکر الادلة علی الاقوال المختلفة لیقع المؤخر بمنزلة الجواب عن المقدم وان کان قدم القوی فی الاکثر عند نقل الاقوال اب یہاں انھوں نے مذہب امام کو پہلے نقل بھی کیا اور اسی کی دلیل کو مؤخر بھی لائے اور دلیل صاحبین کو برقرار بھی نہ رکھا تو بوجوہ عدیدہ ترجیح قول امام کا افادہ فرمایا علامہ سید جلال الملۃ والدین خوارزمی نے کفایہ حاشیہ ہدایہ میں تائید مذہب امام کو دوبالا کیا اور ایک مسئلہ متفق علیہا سے جسے صاحبین بھی تسلیم فرمائیں قول امام کو رنگ ایضاح دیا حیث قال لابی حنیفة رحمه الله تعالٰی انما منعت منه ما قابل البدل کما لو سلم البائع بعض المبیع الی المشتری لا یسقط حقه فی حبس ما بقی منه اسی طرح صدر الشریعۃ[4] شرح وقایہ و کافی شرح وافی واختیار شرح مختار و مستخلص شرح کنز وغیرہا شروح میں مذہب امام پر دلیل قائم کی اور دلیل صاحبین سے جواب دیے امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی نے فتح القدیر میں ترجیح ہدایہ اور علامہ شیخی زادہ عالم دیار رومیہ قاضی دولت علیۂ عثمانیہ معاصر مستند صاحب درمختار نے مجمع الانہر میں تقدیم ملتقی اور علامہ یوسف چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں اعتماد متن وشرح اور محقق علامہ وسیع النظر دقیق الفکر محمد بن عابدین شامی نے ردالمحتار علی الدرالمختار میں افادات درمختار کو مقرر

مسلم رکھا اور ترجیح مذہب امام میں خلاف و نزاع کی طرف بھی اشارہ نہ کیا پھر بکثرت علما اہل متون و شروح و فتاوی ان مذکورین اور ان کے غیر سے باب النفقات میں عورت کو طلب مہر معجل کے لیے بالفاظ ارسال و اطلاق منع نفس کا استحقاق بتاتے ہیں اور اصلا عدم وطی و خلوت برضا کی قید نہیں لگاتے کما یظھر بالمراجعۃ الی کتبھم بلکہ شرح وقایہ میں تو صورت مسئلہ یوں فرض کی کہ خرج وجھا بحق کما لولم یعطھا المھر المعجل فخرجت عن بیتہ اور ظاہر ہے کہ شوہر کے یہاں آنے کے بعد غالبًا وطی واقع ہی ہوتی ہے بااینہمہ حکم مطلق چھوڑا اور تقیید کی طرف مطلق التفات نہ فرمایا یہ اطلاقات بھی اسی اختیار مذہب امام سے خبر دے رہے ہیں لاجرم علامہ خیرالدین رملی استاذ صاحب درمختار نے قول امام ہی پر فتوے دیا اور مذہب آخر کا ذکر تک نہ کیا فتاوی خیریہ لنفع البریہ میں ہے سئل فی المرأۃ اذا سلمت نفسھا قبل استکمال ما شرط تعجیلہ لھا من المھر ھل لھا بعد ذلک منع نفسھا عنہ اجاب لھا منع نفسھا حتی تستکمل ذلک عند الامام وان کانت سلمت نفسھا وبہ صرحت المتون قاطبۃ آخر یہ علمائے محققین و عظمائے مدققین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین فتوائے امام صفار و اختیار بعض مشائخ سے غافل نہ تھے پھر قول امام ہی پر جزم و اعتماد فرماتے ہیں کوئی تو قول صاحبین کا نام تک نہیں لیتا اور اکثر متون کا یہی حال ہے کوئی صاف وہ الفاظ بڑھاتا ہے جس سے اُن کے مذہب کی صریح نفی ہوجائے کوئی صرف مذہب امام ہی پر دلیل قائم کرتا ہے کوئی دلیل صاحبین سے جواب دیتا ہے جنھوں نے وعدہ کیا کہ قول قوی کو مقدم لائیں گے وہ اسی مذہب کی تقدیم کرتے ہیں جنھوں نے التزام کیا کہ دلیل معتمد کی تاخیر کریں گے وہ اسی کی دلیل پیچھے لاتے ہیں غرض طرح طرح سے ترجیح و تصحیح مذہب امام کا افادہ فرماتے ہیں اور کبرائے ناظرین شروح و محشین کہ مذکور ہوئے تقریر و تسلیم سے پیش آتے ہیں ناچار ماننا پڑے گا کہ ان سب کے نزدیک معتمد و مرجح و محقق و منقح مذہب امام ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ اور قوت دلیل کہ مطالعۂ ہدایہ و کافی و اختیار و کفایہ وغیرہا سے واضح ہوتی ہے اس پر علاوہ پس جبکہ یہی مذہب امام اعظم ہے اور اسی پر متون کا اجماع اور اسی کی دلیل اقوی اور اسی قدر کثرت سے اس کے مرجحین تو وجہ کیا ہے کہ اس سے عدول کیا جائے حالانکہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقا قول امام پر فتوے دے اور قاضی عمومًا مذہب امام پر فیصلہ کرے یعنی جب کوئی ضرورت مثل تعامل المسلمین یا اجماع المرجحین علی الخلاف کے داعی ترک نہ ہو کما فی مسئلۃ جواز المزارعۃ والمعاملۃ وتعلیم القلیل من الماء تعم المسکر اور حکم دیتے ہیں کہ قول امام سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ مشائخ مذہب اُس کے خلاف پر فتوے دیں منیہ و سراجیہ و محیط امام سرخسی و فتاوی عالمگیری و بحرالرائق و نہرالفائق و فتاوی خیریہ

وتنویر الابصار وشرح علائی وحاشیہ طحطاویہ وغیرہا کتب معتمدہ میں اس امر کی تصریح ہے درمختار میں ہے یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وھو الاصح منیہ وسراجیہ بحرالرائق میں فرمایا یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافہ اور ایسا ہی فتاوٰی خیریہ میں ہے خصوصاً صورت مسئولہ میں جبکہ تقریر سوال سے ظاہر کہ زید کی طرف سے سوءِ معاشرت ہندہ کے ساتھ واقع ہوئی تو یہاں تو ایک اور فتوٰی قول امام کے موافق ہے تہذیب میں کلام امام ابوالقاسم نقل کرکے فرماتے ہیں المختار عندی فی المنع ان کان سوء المعاشرۃ من الزوج لھا المنع وان کان من جھتھا فلیس لھا المنع وفی السفر قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسی طرح فتاوٰی ابراہیم شاہی وفتاوٰی حمادیہ میں اُس سے نقل کیا ہے اس بارے میں کلام اجمالی اور قدرے تفصیل ان مباحث کی ہمارے فتوائے ثانیہ میں آتی ہے وباللہ التوفیق بالجملہ صورت مستفسرہ میں عندالتحقیق مفتی ہو قاضی کے لیے قول امام ہی پر اعتماد ہے واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق اس تقریر میں امر اوّل ایک سخت حیرت انگیز بات ہے درمختار میں اس مطلب کا کہیں پتا نہیں بلکہ اُس میں صراحۃً اس کا خلاف مصرح کتاب القضا میں فرماتے ہیں یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق پھر منیۃ المفتی وفتاوٰی سراجیہ سے نقل کیا ہو الاصح ہاں ایک قول حاوی قدسی سے یہ لائے کہ قوت دلیل پر مدار ہے پھر اُسے بھی برقرار نہ رکھا اور نہر الفائق سے نقل فرمایا الاول اضبط اور تحقیق وتوفیق وہ ہے جو ماتن نے فرمایا کہ لایخیر الا اذا کان مجتہدا یعنی جو خود مجتہد ہو وہ قوت دلیل پر نظر کرے اور ہم پر وہی ترتیب لازم کہ علی الاطلاق مذہب امام پر افتاد قضا کریں جبتک کوئی مانع قوی وعظیم نہ پایا جائے کما سنذکرہ ان شاء اللہ تعالٰی امر دوم کے جواب میں اوّلاً عبارت درمختار کہ ابھی گذری اور وہ عبارات کثیرہ کہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب لکھتا ہوں بس ہیں۔ ثانیاً کلمات علما میں نہ عموماً نہ بعد تخصیص معاملات دنیوی کہیں اس کا نشان نہیں کہ جب امام ابویوسف کے ساتھ حضرات طرفین سے ایک رائے اور ہو تو ان کی تجربہ کاری کے باعث اُس کا قول قاعدہ مسلّمہ ہے ہاں علمانے مسائل وقف وقضا کی نسبت بیشک فرمایا کہ وہاں غالباً قول ثانی پر فتوٰی ہے اس سے ہر وہ امر کہ زیر قضا آسکے مراد نہیں "ناکہ امثال صوم وصلاۃ کے سوا نکاح وبیع وہبہ واجارہ

ورہن وغیرہا تمام ابواب فقہ کو عام ہو جائے یوں تو وقف بھی اسی قبیل سے تھا پھر خاص اُسے الگ گننے کے کیا معنی نہ ہرگز عالم میں کوئی عالم اس کا قائل اور خود ہزاران ہزار کتب فقہ اس کے خلاف پر گواہ عادل کہ لاکھوں مسائل معاملات میں بھی قول امام ہی پر فتویٰ ہے اگرچہ رائے امام ابو یوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں بلکہ یہ امر خاص اُن مسائل میں اکثری طور پر ہے جنھیں فقہا کتاب القضا وکتاب الوقف میں لکھتے ہیں اشباہ والنظائر میں جہاں یہ فائدہ زیر قاعدہ المشقۃ تجلب التیسیر لکھا وہاں یہی مسائل شمار کیے حیث قال ووسع ابو یوسف رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی القضاء والوقف والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بھما یجوز للقاضی تلقین الشاھد وجوز کتاب القاضی الی القاضی من غیر سفر ولم یشترط فیہ شیئا مما شرطہ الامام وصحح الوقف علی النفس وعلی جھۃ تنقطع ووقف المشاع ولم یشترط التسلیم الی المتولی وا۹حکم القاضی وجوز استبدالہ عند الحاجۃ الیہ بلا شرط وجوزہ مع الشرط ترغیبا فی الوقف وتیسیرا علی المسلمین ثالثاً ان مسائل میں تو موافقت رائے دیگر کی بھی حاجت نہیں کما یظھر بالمراجعۃ تو کلمات علما اس قید کے بھی منافی نہیں رابعاً کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام ابو یوسف علماً امام اعظم کے ہم پلہ ہیں امام سے بے اذن لیے ان کے مجلس درس منعقد کرنے پر امام کا کسی کو پانچ سوال لے کر بھیجنا ان کا ہر مسئلے میں مختلف جواب دینا ہر جواب پر سائل کی طرف سے تخطیہ ہونا آخر متحیّر ہو کر خدمت امام میں رجوع لانا مشہور اور اشباہ والنظائر وغیرہا میں مذکور علما فرماتے ہیں جو مسئلہ امام کے حضور طے نہ ہو لیا فیا مدت تاک مضطرب رہے گا امام ابو یوسف بعض مسائل میں پریشان ہو کر فرماتے جہاں ہمارے اُستاذ کا کوئی قول نہیں اُس میں ہمارا یہی حال ہے بحر الرائق کے مفسدات الصلاۃ میں ہے لقد صدق صاحب الفتاوی الظھیریۃ حیث قال فی الفصل الثالث فی قراءۃ القرآن ان کل مالم یروعن ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالٰی فیہ قول بقی کذلک مضطربا الی یوم القیمۃ وحکی عن ابی یوسف رحمہ اللّٰہ تعالٰی انہ کان یضطرب فی بعض المسائل وکان یقول کل مسئلۃ لیس لشیخنا فیھا قول فنحن فیھا ھکذا انتھی امام ابو یوسف سے منقول ہے میں بعض مسائل میں جانتا حدیث میری طرف ہے تنقیح کے بعد کھلتا کہ امام نے جس حدیث سے فرمایا میری خواب میں نہ تھی اوکما قال رحمہ اللّٰہ تعالٰی امر سوم میں فتاوی عالمگیری کو سب کتب پر ترجیح دی گئی حالانکہ وہ ایک فتاوی ہے اور علما ارشاد فرماتے ہیں عمدہ ترین کتب مذہب متون ہیں پھر شروح پھر فتاوی عند التخالف متون سب پر مقدم ہیں اور فتاوی سب سے مؤخر پھر کیونکر روا ہو کہ سب میں مفضول کو سب سے افضل

قرار دیجیے، ردالمحتار میں ہے مافی الفتاوی اذا خالف مافی المشاهیر من الشروح لایقبل، درمختار میں ہے حیث تعارض متنه وشرحه فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا، البحرالرائق میں ہے اذا تعارض ما فی المتون والفتاوی فالمعتمد ما فی المتون کما فی انفع الوسائل وکذا یقدم ما فی الشروح علی ما فی الفتاوی اھ نقله الشامی من القضاء فی فصل الحبس، حموی شرح اشباہ میں ہے غیر خاف ان ما فی المتون والشروح ولوکان بطریق المفهوم مقدم علی ما فی فتاوی وان لم یکن فی عبادتها اضطراب، رہا امام صفار کا دربارہ ولی قول صاحبین اختیار فرمانا اُس کا جواب ہمارے فتوائے سابقہ سے مل سکتا ہے جس سے ظاہر کہ قول امام کو کتنی وجہ سے ترجیح ہے اولاً قوت دلیل جس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب ظاہر ہوگی ثانیاً کثرت مفیدان وسلمان ترجیح جن میں ایک امام برہان الحق والدین فرغانی صاحب ہدایہ ہیں جن کی جلالت شان آفتاب نیم روز وماہتاب نیم ماہ سے اظہر ایک امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام ہیں جن کی نسبت علما کی تصریح کہ پایہ اجتہاد رکھتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے بعض معاصر انھیں لائق اجتہاد کہتے حالانکہ معاصرت دلیل منافرت ہے، ردالمحتار میں ہے قدمنا غیر مرۃ ان الکمال من اھل الترجیح کما افادہ فی قضاء البحر بل صرح بعض معاصریه بانه من اھل الاجتہاد ایک امام علامہ فقیہ النفس قاضی خاں ہیں جن کی نسبت علما فرماتے ہیں ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے فی تصحیح القدوری للعلامة قاسم ان ما یصححه قاضی خان من الاقوال یکون مقدما علی ما یصححه غیرہ لانه کان فقیه النفس اور فرماتے ہیں ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے ردالمحتار میں ہے لکن علی ذکروا قالوا لایعدل عن تصحیح قاضی خاں فانه فقیه النفس ثالثاً اجماع متون جن کی عظمت مکان ابھی سُن چکے پھر اُن کا اطباق واتفاق کیسا ہوگا ولہذا بارہا دیکھا ہے کہ علمائے شروح وفتاوے کی بعض صریح تصحیحیں صرف اس بنا پر رد کردی ہیں کہ متون اس کے خلاف پر ہیں درمختار کی کتاب القسمۃ میں ہے قال فی الخانیة وعلیه الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیه المعول دیکھو امام اجل قاضی خاں سا مرجح اور علیه الفتوی سا لفظ ترجیح جسے علما آکد الفاظ تصحیح سے شمار کرتے ہیں بایں ہمہ کہا گیا کہ متون اول پر ہیں تو وہی معتمد ہے امام کے نزدیک عصبات کے بعد ولایت نکاح ماں کو ہے قہستانی شرح مختصر الوقایہ میں لکھا صاحبین کے نزدیک غیر عصبہ ولی نہیں اور یہی ایک روایت امام سے ہے پھر مضمرات شرح قدوری سے نقل کیا وعلیه الفتوی مگر محققین نے نہ مانا کہ خلاف متون ہے۔ بحرالرائق ونہرالفائق دونوں میں فرمایا ماقیل من ان الفتوی علی الثانی غریب لمخالفته المتون الموضوعة لبیان الفتوی اھ علامہ شامی نے ردالمحتار میں اسے نقل کرکے

مقرر رکھا کہ جب سے نجاست نکلے اور وقت وقوع نہ معلوم ہو تو امام ایک یا تین دن سے تنجس مانتے ہیں اور صاحبین فی الحال صاحب محیط کہ ائمہ ترجیح سے ہیں دربارۂ وضو وغسل وعجین قول امام اور ان کے ماورا میں قول صاحبین اختیار کرتے اور وہ اور امام زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں اسی تفصیل کو ھو الصحیح کہتے ہیں اور اسی پر بحر الرائق و منح الغفار و تنویر الابصار و درمختار میں جزم کیا بااینہمہ علامہ شامی اسے رد کرنے اور عدم تسلیم کی پہلی وجہ یہی لکھتے ہیں کہ مخالف لاطلاق المتون قاطبۃ حموی شرح اشباہ میں ایک مسئلے کی نسبت جس میں روایت ابی یوسف کو حاوی قدسی میں علیہ الفتوی اور اشباہ میں المصحح المعتمد کہا فرماتے ہیں مجرد دعوی الحاوی ان الفتوی علیہ لا یقتضی انہ المصحح المعتمد فی المذھب کیف واصحاب المتون قاطبۃ والشروح ماشون علی قولھما (یعنی الطرفین) ومشی اصحاب المتون تصحیح التزامی علی ان ما فی المتون والشروح مقدم ما فی الفتاوی رابعا یہی مذہب امام ہے اور علما فرماتے ہیں قول امام ہی پر اعتماد ضرور ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ کرام مذہب صاحبین کی تصحیح کریں کما یاتی آنفا انشاء اللہ تعالی امر چہارم میں جس قاعدہ کا ذکر ہوا جب سے مذہب حنفی عالم میں آیا کسی عالم نے دربارۂ اختلاف امام وصاحبین اُسے جاری نہ کیا نہ ہرگز تمام دُنیا میں کوئی اس کا قائل بلکہ سلف وخلف کا اجماع کامل اُس کے خلاف پر گواہ عادل ہزارہا مسائل میں صاحبین نے خلاف کیا پھر شرق وغرب سے کتب فقہیہ جمع کرکے دیکھیے قول صاحبین معدود ہی جگہ مفتی بہ ملیگا جہاں اختلاف زمانہ کے سبب تغیر حکم ہوا یا تعامل ودفع حرج کے مثل کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آئی علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں حصل المخالفۃ من الصاحبین فی نحو ثلث المذھب ولکن الاکثر فی الاعتماد علی قول الامام یہیں یہاں ائمہ محققین کی بعض عبارات پر اقتصار کرتا ہوں جن سے کالشمس ظاہر کہ سوا مواضع معدودہ کے قول امام ہی پر اعتماد لازم اور اُس کے خلاف کثرت رائے بلکہ فتوائے مشائخ پر بھی التفات نہیں کہ ایک آفتاب لاکھ ستاروں کو چھپا لیتا ہے اوّل سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی مستند کتاب یعنی فتاوی علمگیری میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے اذا اختلفوا فیما بینھم قال عبد اللہ بن المبارک یؤخذ بقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لانہ کان من التابعین وزاحمھم فی الفتوی تنویر الابصار میں ہے یاخذ بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق درمختار کا منیہ وسراجیہ سے نقل کرنا گزرا ھو الاصح اور یہ بھی کہ القاضی کالمفتی اور یہ بھی کہ نہر الفائق میں اسی کو اضبط کہا اسی کی کتاب ادب المقال میں تصحیح کی کما فی الحاشیۃ الطحطاویۃ اسی پر امام محقق علی الاطلاق نے جزم فرمایا اور بعض مشائخ جو کہیں قول صاحبین پر افتا کر دیتے ہیں

اُسے بلا وجہ قوی محض نامقبول ٹھہرایا حاشیہ شامیہ میں ہے سار المحقق ابن الہمام فی بعض المشائخ حیث افتوا بقول الامامین بانہ لایعدل عن قول الامام الا لضعف دلیلہ۔ بحرالرائق[۱۰] میں ہے [ف] قد صححوا ان الافتاء بقول الامام فینتج من ھذا انہ یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافہ اھ نقلہ العلامۃ الطحطاوی اول القضاء۔ فتاوٰی خیریہ[۱۱] کی کتاب الشہادات مسئلہ شہادۃ الاعمٰی میں ہے [ف۲] المقرر ایضا عندنا انہ لایفتی ولایعمل الا بقول الامام الاعظم ولایعدل عنہ الی قولہما او قول احدہما او غیرہما الا لضرورۃ (من ضعف دلیل او تعامل بخلافہ) کمسئلۃ المزارعۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولہما لانہ صاحب المذہب والامام المقدم ؎ اذا قالت حذام فصدقوھا ÷ فان القول ما قالت حذام۔ بعینہ اسی طرح بحرالرائق کی کتاب الصلاۃ بحث اوقات میں تصریح فرمائی اور اُس سے ردالمحتار[۱۲] وحاشیہ طحطاویہ[۱۳] میں نقل کرکے مقرر رکھا امام المحققین شیخ الاسلام برہان الدین صاحبِ ہدایہ[۱۴] کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں الواجب [ف۳] عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال۔ مسئلہ [ف۴] وقتِ عشا میں جو قول صاحبین کو دُرر میں مفتی بہ بتایا علامہ نوح افندی نے اُس پر فرمایا لایجوز الاعتماد علیہ لانہ لایرجح [ف۵] قولہما علی قولہ الا بموجب من ضعف دلیل او ضرورۃ او تعامل او اختلاف زمان ولم یوجد شیئ من ذلک فالعمل علی قولہ اھ نقلہما العلامۃ الطحطاوی فی مبحث اوقات الصلاۃ۔ پھر یہ ضعفِ [ف۶] دلیل جسے علمائے عدول فرماتے ہیں اس کے معنی بھی سمجھ لیجئے یہ وہ ہے کہ اعاظم ائمہ مجتہدان فتوی اُس کے ضعف پر تنصیص کریں نہ وہ جسے ہم و تو اپنے اذہانِ قاصرہ سے ضعیف سمجھ لیں کہ اول تو یہ دلائل جو مصنفین لکھتے ہیں کیا معلوم کہ امام کی نظر انھیں پر تھی اور ہو بھی تو ہم کیا اور ہمارا ضعیف سمجھنا کیا ؎ گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش ÷ نظام مملکت خویش خسرواں دانند۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں انہ قد یظہر قوۃ لہ بحسب ادراکہ ویکون الواقع بخلافہ او بحسب دلیل ویکون لصاحب المذہب دلیل آخر لم یطلع علیہ انتہی۔ اب مجھے اس تحقیق انیق کے بعد اصلا ضرورت نہ رہی کہ امر پنجم کی طرف توجہ کروں میرا یہی کلام ہرگونہ دلائل کے جواب میں بس ہے معہذا جو کچھ اُس میں بیان ہوا اُسی دلیل سے ماخوذ ہے جو ہدایہ و شرح وقایہ و کافی و اختیار و مستخلص وغیرہا میں مذہب صاحبین پر ظاہر کی گئی اور اُس کے ساتھ ہی انھیں کتابوں میں اُس کا نفیس جواب بھی دے دیا جہاں تک میری نظر ہے کوئی کتاب مستند ایسی نہ ملے گی جس میں یہ تقریر مسطور اور اُس کا جواب نہ مذکور ہو میں یہاں صرف درمختار کے وہ مختصر لفظ جو اُنھوں نے امام صدر الشریعۃ وغیرہ سے اخذ کرکے لکھے نقل کرتا کافی سمجھتا ہوں۔ دلیلِ امام میں فرماتے ہیں کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض

لا یوجب تسلیم الباقی اس مرام نفیس کی توضیح وتلخیص یہ ہے کہ بیع عین پر وارد ہوتی ہے وہ ایک بار سپرد ہوکر کیا باقی ہے کہ محبوس ہو بخلاف نکاح کہ عورت کے گوشت پوست پر وارد نہیں منافع بضع پر ہے اور وہ متجدد تو بعض کی تسلیم کل کی تسلیم نہیں نہ بعض پر رضا سے کل پر رضا لازم تو بعبارۃ اخری شرع نے حق حبس دیا ہے نہ اختیار استرداد اور مبیع میں تجدید منع بشکل استرداد ہی معقول اور نکاح میں منفعت ماضیہ کی واپسی محال تو نہ ہوگا مگر حبس منفعت آئندہ ولہذا اگر بیع میں بھی (ف۱) چند چیزیں ایک عقد میں بیچیں اور بعض بخوشی دیدیں بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو کہ یہاں بھی بوجہ تعدد اقباض بعض اقباض کل نہیں کفایہ میں ہے لوسلم البائع بعض المبیع الی المشتری لا یسقط حقہ فی حبس ما بقی منہ پس فرق واضح ہوگیا اور استدلال ساقط ہیں یہاں تطویل کلام نہیں چاہتا کہ یہ امر تو علما پہلے ہی طے فرماچکے مگر شاید اتنا کہنا بیکار نہ ہو کہ خود امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی بیع ونکاح کے اس مسئلے میں زمین آسمان کا فرق رکھتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے نزدیک مہر مؤجل کے لیے بھی عورت کو حق منع حاصل اور ثمن مؤجل (ف۲) ہو تو استحقاق حبس بالاجماع زائل وہ فرماتے ہیں حق حبس بیع میں اصل عقد کا اقتضا نہیں اور نکاح میں بحالت اطلاق نفس عقد کا مقتضٰی ہے ولہذا (ف۳) شوہر پر تقدیم تسلیم مطلقاً لازم اگرچہ مہر اشیائے متعینہ سے ہو جیسے عبد یا دار یا ثوب اور بیع میں مشتری پر تقدیم اُسی حالت میں ضرور کہ مبیع عین ہو اور ثمن دین جیسے درہم ودینار امام سغناقی نہایہ میں کہ ہدایہ کی پہلی شرح ہے تقریر مذہب ابی یوسف میں فرماتے ہیں قال ان موجب النکاح عند الاطلاق تسلیم المہر عینا کان او دینا فحین قبل الزوج الاجل مع علمہ بموجب العقد فقد رضی بتاخیر حقہ الی ان یوفی المہر بعد حلول الاجل وبہ فارق البیع لان تسلیم الثمن اولا لیس من موجبات البیع لامحالۃ الا تری ان البیع لوکان مقایضۃ (ف۳) لا یجب تسلیم احد البدلین اولا فلم یکن المشتری راضیا بتاخیر حقہ فی المبیع الی ان یوفی الثمن وجعل الفتوی علی قول ابی یوسف اسی طرح فتح القدیر وغیرہ شروح ہدایہ میں ہے پھر باوجود اس قدر تفرقوں کے کیونکر مانا جائے کہ نکاح میں یہ حکم محض مشابہت بیع ہی پر مبنی ہے کہ اُس کے احکام سے کہیں تفاوت نہ کرسکے یہ مسئلہ ایک مبسوط رسالے کے قابل تھا وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ واللہ ولی الہدایۃ منہ البدایۃ والیہ النہایۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازسہسوان ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے صرف نکاح کرکے چلاگیا رخصت ...

دوسرے کی صورت دیکھی دو برس بعد ہندہ نے اس پر نالش کی کہ رخصت کرائے یا طلاق دے وہ کچہری میں آیا اور حاکم کے سامنے طلاق نامہ لکھ دیا پدر ہندہ نے کل مہر ہندہ بے اجازت ہندہ معاف کردیا ہندہ اس معافی کو نامنظور کرتی اور اپنا نصف مہر مانگتی ہے اس صورت میں ہندہ پر عدت لازم ہے یا نہیں اور اس کا دعوٰی مہر صحیح ہے یا نہیں اور باپ کے معاف کیے سے مہر معاف ہوگیا یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کے مہر معاف کردینے کا اختیار نہیں نہ ہرگز اس کے معاف کیے معاف ہوسکے فان البنت ان کانت بالغۃ فلا ولایۃ للاب علیہا اصلا وان صغیرۃ فالولایۃ للنظر ولا نظر فیما تمحض للضرر کتب المذہب طافحۃ بھذا پس اگر زید نے بلا شرط معافی مہر طلاق دی تھی تو بیشک ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوئی جس کے سبب وہ زید کے نکاح سے نکل گئی اور از انجا کہ ہنوز خلوت نہ ہوئی تھی عدت کی بھی حاجت نہیں فی مجمع الانہر (ف۱) طلق غیر المدخول بہا بانت لا الی عدۃ اھ ملتقطا اور اسی لیے نصف مہر ہندہ زید پر واجب الادا جس کے دعوٰی کا اسے ہر وقت اختیار اذ لاحالۃ تنتظر بعد الافتراق بموت او طلاق اور اگر اس نے یوں کہا تھا کہ میں نے ہندہ کو اس شرط پر طلاق دی کہ مجھے مہر معاف ہوجائے تو صورت مسئولہ میں نہ مہر معاف ہوا نہ طلاق پڑی اذا فات الشرط فات المشروط اس تقدیر پر دعوٰی مہر میں وہی حکم ہوگا جو عورت کو بحالت زوجیت دیا جاتا ہے کہ مہر معجل ہو تو فی الفور لے سکتی ہے اور کچھ مدت مقرر ہوا ہو تو میعاد معلوم تک نہیں مانگ سکتی اور کچھ نہ ٹھہرا ہو تو اس شہر کے رواج پر چھوڑیں گے یعنی ایسی حالت میں جو وہاں کا عرف ہو اسی پر عمل ہے فی النقایۃ (ف۲) المعجل والمؤجل ان بینا فذاک والا فالمتعارف واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷: ۳ ربیع الاول ۱۳۲۲ ہجری از سہسوان مرسلہ حافظ علی محمد صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح اس کی رضاعی بہن کے ساتھ بوجہ لاعلمیت کے ہوا اور وہ اس کے تصرف میں بھی رہی تو اس صورت میں زید پر دین مہر واجب الادا ہے یا نہیں۔

الجواب

صورت مسئولہ میں پورا مہر مثل واجب ہے اگرچہ مہر مسمی سے زائد ہو ردالمحتار و طحطاوی علی الدر المختار میں زیر قول شارح ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطء ولم یزد علی المسمی لرضاہا بالحط فرمایا ھذا وفی الخانیۃ (ف۳) لو تزوج محرمہ لاحد علیہ عند الامام وعلیہ (ف۴) مہر مثلہا بالغا ما بلغ اھ فہی مستثناۃ الا ان یقال ان

نکاح المحارم باطل لافاسد الخ ای فلا استثناء خانیہ میں اوس کی امثلہ میں فرمایا نحو الام والبنت والاخت والعمۃ والخالۃ او تزوج بامرأۃ ابیہ او ابنہ الخ فذکر محرمات الصہر ایضا فافاد شمول محرمات الرضاع بالاولی وقال فی ردالمحتار تحت قولہ شبہۃ العقد لوطء محرم نکحھا مانصہ اطلق فی المحرم فشمل المحرم نسبا ورضاعا وصہریۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب یکم ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

چہ میفرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ تعداد مہر شرع محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چہ مقدار ست بینوا توجروا

الجواب

مہر را در شرع مطہر جانب کمی حدے معین ست یعنی دہ درہم اما جانب زیادت ہیچ تحدید نیست ہرچہ کہ بستہ شود ہمانقدر بحکم شرع محمدی لازم آید صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم قال اللہ تعالٰی واٰتیتم احدٰھن قنطارا پس تعیین نتواں کرد کہ ہمیں قدر مقدار مہر شرعی ست نہ غیراو آرے ایں لفظ در بسیارے از عوام اہل حرفہ ایں بلاد شائع وذائع است ما نا کہ او را مقابل رسم شرفاء ومتمولان ہند نہادہ باشند آناں در مہور مغالات وافراط را از حد گزرانیدہ بر گردن کم مایہ پنجہ پنجاہ ہزار و صد ہزار وازاں ہم فزونتر بار می نہادند اینان بتقلیل گرائیدہ مہر کمی سہل الحصول می بستند وایں را بمقاصد شرع مطہر نزدیکتر دانستہ مہر شرع محمدی میگفتند تا رفتہ رفتہ تسمیہ وتعیین از میان برخاستست ودر بسیارے از عقود ایشاں ہمیں لفظ بر زبانہا ماند اگر پرسی چہ قدر مہر بستہ شد گویند شرع محمدی دگر ہیچ وچوں ایں لفظ اصطلاح خاص ایشاں ست واجب ست در فہم مرادش رجوع ہم بایشاں کردن فانہ یجب ان یحمل کلام کل عاقد وحالف وموص وواقف علٰی عرفہ کما فی ردالمحتار وغیرہ پس اگر مراد ومتعارف ایشاں یا گروہے از ایشاں ازیں لفظ ہماں اقل مقادیر مہر ست دراں گروہ دہ درم لازم آید وقومے را کہ مقصود ومفہوم مہر سرادق عفت فلک رفعت کنیزاں درگاہ طہارت پناہ حضرت بتول زہرا صلوات اللہ وسلامہ علٰی ابیہا الکریم وعلیہا باشد آنجا چارصد مثقال سیم کہ بسکہ وقت یکصد وشصت روپیہ است واجب شود وکسانیکہ خود وزد ہان ایشاں نیز از معنی ایں لفظ خالی ست ہمیں سخنیست کہ بر زبان رانند ومفہوم ومراد نخود ندانند (ومی ترسم کہ غالب ہمچنیں باشد) تا آنگاہ ظاہر آنکہ مہر مثل لازم گردد اذ ھو الاصل اذ ھو العدل فلا عدول عنہ الا عند صحۃ التسمیۃ وقد فسدت لمکان الجہالۃ فوجب المصیر الی الاصل ور اجع الہدایۃ

وغیرھا من الکتب المعللۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر معرا بیان تعجیل وتاجیل سے قبل از موت وطلاق واجب الادا فی الحال ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں نہ عموماً وجوب ادا فی الحال ہے نہ کلیۃً عدم بلکہ مدار عرف وعادت پر ہے اگر عرف یہ ہے کہ قبل از موت وطلاق ادا کردیتے ہیں تو فی الحال ادا لازم ہے ورنہ نہیں فی مختصر الوقایۃ والمعجل والمؤجل ان بینا والا فالمتعارف وفی شرحھا والمختار ھذا فان المتأخرین اختاروا ھذا بناءً علی المتعارف واللہ اعلم بالصواب وعندہ تعالٰی ام الکتاب

مسئلہ از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب یکم جمادی الاولٰی سنہ ھ

چہ میفرمایند علمائے شریعت پناہ دریں مسئلہ کہ اگر زن فاسقہ گردد ومرد بوجہ فسق او طلاقش دہد مہر ساقط شود یا نے وبچہ کار تمام مہر عورت دور می شود وبچہ کار نصف میماند بینوا بیانا شافیا اجرکم اللہ تعالٰی اجرا وافیا۔

الجواب

مہر بنفس عقد زناشوئی واجب شود وبوطی یا خلوت صحیحہ یا موت احد الزوجین تاکد وتقرر یابد کہ بعد وقوع یکے ازینہا بہیچ وجہ پارہ ازاں بے ادا یا ابرا ساقط نگردد اگرچہ زن معاذ اللہ فسق وفجور ورزد یا عیاذًا باللہ مرتدہ شود فی الدر المختار یتاکد عند وطء او خلوۃ صحت او موت احدھما فی رد المحتار افاد ان المھر وجب بنفس العقد لکن مع احتمال سقوطہ بردتھا او تقبیلھا ابنہ او تنصفہ بطلاقھا قبل الدخول وانما یتاکد لزوم تمامہ بالوطء ونحوہ (الی قولہ) قال فی البدائع واذا تاکد المھر بما ذکر لا یسقط بعد ذلک وان کانت الفرقۃ من قبلھا لان البدل بعد تاکدہ لا یحتمل السقوط الا بالابراء کالثمن اذا تاکد بقبض المبیع اھ آرے اگر پیش از وقوع چیزے از مؤکدات ثلثہ مذکورہ زن معاذ اللہ ارتداد کند یا با پدر یا پسر شوہر یعنی اصل یا فرع شوہر زنا نماید یا بشہوت پدر یا پسر شوئے را بوسہ دہد یا دست بذکر آناں رساند یا ذکر شاں را بشہوت نظر کند یا ضرہ صغیرہ خود را شیر دہد یا احد الزوجین بخیار بلوغ فسخ نکاح اختیار کند یا در عقد فاسد پیش از وطی حقیقی متارکہ شود دریں صور ہمہ مہر ساقط گردد واگر شوہرے

معاذ اللہ مرتد شود یا با مادر یا دختر زن یعنی اصل یا فرعش زنا کند یا بشہوت مادر یا دختر زن را بوسہ چیند یا مساس کند یا در فرج اندرونی آنہا بیند دریں صور نیمۂ مہر سقوط پزیرد وغیر ایں صور صورتہائے دیگر نیز ہست کہ اگر در جملہ انہا بتفصیل کلام وتحقیق احکام وتنقیح مرام پردازیم رسالۂ مستقلہ می باید نوشت

فی الدر المختار یجب نصفہ بطلاق قبل وطء او خلوۃ فی رد المحتار لو قال بکل فرقۃ من قبلہ تشمل مثل ردتہ وزناہ وتقبیلہ ومعانقتہ لام امرأتہ وبنتہا قبل الخلوۃ قہستانی عن النظم اھ وفیہ عن البحر عن القنیۃ طلقہا قبل الدخول او جاءت الفرقۃ من قبلہا یعود نصف المہر فی الاول والکل فی الثانی الی ملک الزوج الخ وفی التنویر للموطوءۃ کل مہرہا ولغیرہا نصفہ لو ارتد ولا شیئ لو ارتدت اھ وفی الدر المختار لو ارضعت الکبیرۃ ضرتہا الصغیرۃ حرمتا ولا مہر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجیئ الفرقۃ منہا وللصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول اھ ملخصا وفی رد المختار فی النکاح الفاسد بعدم الشہود مثلا مہر المثل ان یکن دخل اما اذا لم یدخل لا یجب شیئ اھ ملتقطا وفی الدر المختار لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر الخ وفی الشامیۃ قولہ ویلزم کل المہر لان المہر کما یلزم جمیعہ بالدخول ولو حکما کالخلوۃ الصحیحۃ کذلک یلزم بموت احدہما قبل الدخول اما بدون ذلک فیسقط ولو الخیار منہ لان الفرقۃ بالخیار فسخ للعقد والعقد اذا انفسخ یجعل کأنہ لم یکن کما فی النہر اھ ہذا واعلم ان من العلماء من قرر لہ ضابطۃ وہی ان کل فرقۃ جاءت من قبل الزوج قبل الدخول فانہا تنصف المہر وکل فرقۃ اتت من قبلہا تسقط وہو الذی یبتنی علیہ ما ذکر الشامی عن القہستانی عن النظم ومنہم من استثنی منہا خیار البلوغ لما مر انہ وان کان منہ لا ینصف بل یسقط وہو الذی اختارہ فی الدر المختار ولکن ردہما فی الذخیرۃ بما اذا ملک الزوجۃ قبل الدخول بشراء مثلا حیث ینفسخ النکاح ویسقط المہر کلہ مع انہا فرقۃ جاءت من قبلہ وحقق الضابطۃ بان کل فرقۃ جاءت من قبلہ وہی طلاق فانہا تنصف، کل ماجاءت وہی فسخ فانہا تسقط وردہ فی البحر بردۃ الزوج حیث تنصف کما علمت مع انہا فسخ جاء من قبلہ ثم قال فالحق ان لا یجعل لہذہ المسألۃ ضابط بل یحکم فی کل فرد بما افادہ الدلیل اھ ہذا ہو الذی حمل العبد الضعیف علی الاقتصار علی ذکر بعض الصور و عدم التعرض لضابط ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

مسئلہ از اٹاوہ قریب کچہری منصفی مرسلہ مولوی علی حبیب صاحب علوی ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ
ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس صورت میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح شرعی دو ہزار روپے مہر پر بکر بالغ کے ساتھ
کیا قضارا دختر مذکورہ بعد نکاح کے ایام نابالغی میں زید کے گھر مرگئی اب زید پدر و دیگر وارثان شرعی متوفاۃ
مذکورہ کو دعوی مہر مذکور کا بکر شوہر دختر متوفاۃ پر شرعًا پہنچتا ہے تو کس قدر کا بحوالہ کتب معتبرہ فقہ حنفی جواب مرحمت
ہو گو اس مسئلہ کا جواب اصول سے بہت صاف دیا جاسکتا ہے مگر مستفتی کو اصرار ہے کہ بحوالہ کتاب اس
صورت خاص میں حکم دیا جائے میرے پاس جو کتابیں ہیں اُن میں باوصف تلاش یہ صورت خاص نہ ملی چونکہ
آپ کا کتب خانہ بہت بڑا ہے اور نظر آپ کی اکثر کتب پر بہت وسیع ہے اس واسطے صورت مسئلہ
تحریر کی جاتی ہے جواب سے جس قدر جلد مشرف فرمائیے گا ممنون ہونگا۔ بینوا توجروا

الجواب

اگرچہ موت احد الزوجین کے سبب مہر کا متأکد ہوجانا اور تمام و کمال لازم آنا یونہیں علی وجہ الاطلاق جمیع کتب
مذہب متون و شروح و فتاوے میں مبین جس میں بالغ و نابالغ و دخول و عدم دخول کی اصلاً کوئی تقیید و تخصیص
نہیں اور صرف اسی قدر جواب مسئلہ میں قطعًا بس تاہم اگر یہ صورت خاص معینہ ہی درکار ہے کہ عورت نابالغہ ہو
اور ولی اس کا نکاح ایک مہر پر کردے اور وہ قبل بلوغ شوہر نادیدہ مرجائے تو یہ جزئیہ بھی بہت کتب میں
صاف صاف مصرح اور حکم اس کا وہی کہ بوجہ موت کل مہر لازم بلکہ علماء نے اس صورت میں اس کی تصریح
فرمائی کہ ولی مزوج غیر اب وجد ہو جہاں نکاح لازم نہیں ہوتا اور بعد بلوغ صغیر و صغیرہ کو اختیار طلب فسخ دیا
جاتا ہے تو شاید کسی کو عدم تأکد کا توہم ہوتا نہ کہ تزویج پدر کہ قطعًا لازم و ناقابل فسخ ہے یہاں کسی کو بھی اس کا
وہم گزرنا اصلاً معقول نہیں ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے للولی انکاح الصغیر والصغیرۃ فان
مات احدھما ورثہ الاٰخر بلغا اولا ویجب المہر کلہ وان مات قبل الدخول اھ ملتقطا قلت[۲] ومعلوم
ان ضمیر مات الی احدھما الشامل للزوج والزوجۃ کما لایخفی درمختار میں ہے یتوارثان فیہ (یعنی الصغیر
والصغیرۃ) ویلزم کل المہر تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے و توارثا قبل الفسخ لان النکاح صحیح والملک
بہ ثابت فان مات احدھما فقد انتہی النکاح سواء مات قبل البلوغ او بعدہ لان الفرقۃ بینہما
لاتقع الا بقضاء القاضی فیتوارثان ویجب المہر کلہ وان مات قبل الدخول الخ پس صورت مستفسرہ میں
کل مہر مسمی ذمہ بکر لازم ہوا جس میں نصف یعنی ایک ہزار روپے کا وہ خود وارث ہے بقیہ ورثہ ہزار روپے

کا اس پر دعویٰ کر سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹ ۲۰۔ رمضان مبارک ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر کی زوجہ منکوحہ کو اس کی غیبت میں بھگا کر لے گیا اور اس سے زنا کرتا ہے اور واسطے برائت الزام تعزیرات ہند کے دعویٰ دلا پانے دین مہر شرعی زوجہ بکر کی جانب سے بصیغہ دیوانی دائر کراکر بیان کرایا کہ مجھ کو بکر نے طلاق دیدی میرا مہر شرعی بکر زوج میرے سے دلایا جائے اس صورت میں از روئے شرع شریف زوجہ ہندہ مفرورہ کو وصولیابی مہر کا استحقاق ہے یا نہیں اور مہر ہندہ کا مؤجل ہے اور کوئی میعاد معین قرار نہ پائی اور بکر نے طلاق بھی نہیں دی بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو عورت کو ہرگز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں کہ جب مہر مؤجل بندھا اور میعاد کی کوئی شرح بیان میں نہ آئی کہ سال بھر بعد ادا کیا جائیگا یا دس برس تو شرعاً اس کی میعاد موت یا طلاق قرار پائی ہے فتاوٰی عالمگیری میں ہے لا خلاف لاحد ان تأجیل المهر الی غایة معلومة نحو شهر او سنة صحیح وان کان لا الی غایة معلومة فقد اختلف المشائخ فیه قال بعضهم یصح وهو الصحیح وهذا لان الغایة معلومة فی نفسها وهو الطلاق او الموت الا یری ان تأجیل البعض صحیح وان لم ینص علی غایة معلومة کذا فی المحیط فتاوٰی قاضی خان میں ہے رجل تزوج امرأة بالف علی ان کل الالف مؤجل ان کان للاجل معلوما صح التاجیل وان لم یکن لا یصح وذکر الرحیم التأجیل یؤمر الزوج بتعجیل قدر ما یتعارفه اهل البلد لا یؤخذ منه الباقی بعد الطلاق او بعد الموت کلا یجبره القاضی علی تسلیم الباقی کلا یحبسه پس میعاد سے پہلے دین کا مطالبہ ہرگز روا نہیں نہ ایسا دعویٰ مسموع ہو سکے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از سجول ضلع بہرائچ مرسلہ شیخ عبد العزیز صاحب تاجر لٹھا ۷۔ رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلا وجہ شرعی اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دیدی جب ہندہ کے ولی یعنی خالد اس کے باپ نے زید سے مہر طلب کیا تو زید مدعی اس امر کا ہوا کہ میرا مہر دس درم کا تھا اور صورت یہ واقع ہوئی ہے کہ تعداد مہر کی نہ ہندہ اور اس کے ولی کو یاد ہے اور نہ قاضی نکاح خواں اور نہ وکیل کو یاد ہے اور نہ یہ امر یاد ہے کہ وقت نکاح کون کون گواہ مقرر ہوئے تھے لیکن اس قوم میں ادنے ادنے عورتوں کا بھی مہر کم درجہ پانچسو روپے اور دو دینار سرخ اکثر ہیں اور دس درم

مہر جیسا کہ دعویٰ زید کا ہے اُس قوم میں کسی کا نہیں بلکہ غالباً اُس شہر میں بھی جہاں یہ دونوں طلاق دہندہ اور مطلقہ رہتی ہے شاید کسی کا بھی نہو اور اسی اعتبار سے کہ اکثر عرف قوم میں ادنے درجہ پانچسو روپے اور دو دینار سُرخ ہے خالد ولی ہندہ مدعی اور طالب پانچسو روپے اور دو دینار سُرخ کا ہے پس ایسی شکل میں ہندہ بقول اپنے زوج طلاق دہندہ کے دس درم پائے گی یا بموجب عرف اپنی قوم کے حسب دعوی اپنے اور اپنے ولی خالد کے پانچسو روپیہ اور دو دینار سُرخ پانے کی مستحق ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عبارت سوال سے واضح کہ یہ طلاق بعد رخصت وخلوت زن وشو واقع ہوئی پس اگر واقع ایسا ہی ہے توصورت مستفسرہ میں زوج وزوجہ میں جو اپنے دعوے پر گواہان عدول شرعی قائم کردیگا اُسی کے موافق فیصلہ کردیا جائیگا اور اگر دونوں اپنے اپنے مطابق گواہ شرعی دیدیں تو عورت کے مہر مثل پر نظر کرینگے اگر وہ پانچسو روپے دو دینار سُرخ یا اس سے زائد ہو تو دس درم کی ڈگری ہوگی اور اگر دس درم ہو تو پانچسو روپے اور دو دینار سُرخ کی اور اگر دس درم سے زائد اور پانچسو روپے دو دینار سے کم ہو تو جتنا مہر مثل ہو اُسی قدر دلایا جائیگا اور اگر اُن میں کوئی اپنے دعوے پر گواہ نہ لاسکے تو بھی مہر مثل کو دیکھیں گے اگر پانچسو روپے دو دینار یا اس سے زائد ہوا تو عورت سے قسم لیں گے واللہ میرا نکاح اس کے ساتھ دس درم پر نہ ہوا اگر قسم کھالے گی تو پانچسو روپے دو دینار سُرخ کی ڈگری ہوگی اور قسم سے انکار کرے گی تو دس درم پائے گی اور اگر مہر مثل دس درم ہوا تو مرد سے قسم لیں گے واللہ میں اس عورت کو پانچسو روپے دو دینار پر اپنے نکاح میں نہ لایا اگر قسم کھالے گا دس درم کی ڈگری ہوگی اور انکار کیا تو پانچسو روپے دو دینار دینے ہونگے اور اگر دس درم سے زائد اور پانچسو روپے دو دینار سے کم ہو تو مرد وزن دونوں سے قسم ہائے مذکورہ لیں گے اور اولی یہ کہ شوہر سے ابتدا کریں اگر وہ قسم سے انکار کرے پانچسو روپے دو دینار دلائیں اور قسم کھالے تو عورت سے قسم لیں اگر وہ انکار کرے دس درم پائے اگر وہ بھی کھالے تو مہر مثل دلائیں فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار ان اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح (ای قبل الدخول او بعدہ وکذا بعد الطلاق فی والدخول رحمتی) فالقول لمن شهد له مهر المثل بیمینه وای اقام بینة قبلت سواء شهد مهر المثل له اولها اولا ولا وان اقاما فبینتها مقدمة ان شهد له وبینته ان شهد لها لان البینات لاثبات خلاف الظاهر وان کان مهر المثل بینهما تحالفا ولا ولی البداءة بتحالفه (لانهما کل لزمه دعوی الاخر) فان حلفا او برهنا

قضی بہ ای بمہر المثل) اھ ملتقطا قلت۳ و فی عبارۃ الدر ھھنا تقصیر نبہ علیہ الشامی والمسئلۃ فی الخانیۃ والھندیۃ و غیرھما واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازبریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۱۳۔ رمضان مبارک سنہ ۱۳۱۰ھ

مہر ازواج مطہرات حضور سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کس قدر تھا اور مہر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کا کسقدر مع تعداد درہم ودینار وتطبیق سکہ رائج الوقت ارشاد ہوا ور وزن درہم و دینار موافق وزن اس وقت کے کیا ہے بینوا توجروا

الجواب

مہر ازواج مطہرات وبنات مکرمات حضور پُرنور سید الکائنات علیہ وعلیہن افضل الصلوات واکمل التحیات کا مہر اقدس پانچسو درہم سے زائد نہ تھا مسلم فی صحیحہ عن ابی سلمۃ قال سئلت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کم کان صداق النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالت کان صداقہ لازواجہ ثنتی عشرۃ اوقیۃ ونش قالت اتدری ما النش قلت لا قالت نصف اوقیۃ فتلک خمسمائۃ درھم احمد والدارمی والاربعۃ عن امیر المومنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ماعلمت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نکح شیئا من نسائہ ولا انکح شیئا من بناتہ علی اکثر من ثنتی عشرۃ اوقیۃ مگر ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفین خواہر جناب امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ ان کا مہر ایک روایت پر چارہزار درہم کما فی سنن ابی داود دوسری میں چارہزار دینار تھا کما فی المستدرک صححہ الحاکم واقرہ الذھبی ولا یخالف ھذا ما مر من حدیثی ام المومنین وامیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہما فان ھذا الامھار لم یکن من رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بل من ملک الحبشۃ سیدنا النجاشی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر اقدس چارسو مثقال چاندی علی ماذکر فی المرقاۃ الجازم بہ عن روضۃ الاحباب والمواھب (فـ۱) درہم شرعی کا وزن ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ چاندی ہے کما حققنا فی الزکوۃ من فتاوٰنا اور (فـ۲) دینار ایک مثقال یعنی ۴ ماشہ سونا یہی وزن سبعہ ہے یعنی سات مثقال وزن میں برابر دس درہم کے فی تنویر الابصار کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل اور باعتبار (فـ۳) قیمت ایک دینار شرعی دس درہم کا تھا فی ردالمحتار فی الھدایۃ کل دینار عشرۃ دراھم قال فی الفتح ای یقوم فی الشرع بعشرۃ کذا کان فی الابتداء

ف ١
یہاں کا روپیہ ۱۱ ماشہ ۲ سرخ ہے تو درہم اُس کا ۲۶/۱۲۵ ہے کہ مجنس کرنے سے درہم ۱۲۶ روپیہ ۳۵۰ ہوا تو درہم روپے کا ۱۲۶/۳۵۰ یعنی ۹/۲۵ ٹھہرا جس کا حاصل یہ کہ ۹ روپے برابر ۲۵ درہم کے یا ایک روپیہ برابر ۲ ۷/۹ درم کے و لہٰذا نصاب فضہ کہ دو سو درم ہے اس روپے سے ۷۲ آتی ہے ۲۰۰ درم کے ۷۲ ہوئے اور چار سو مثقال کے ایک سو ساٹھ روپے دس درم اقل مقدار مہر ہے ۳ روپے ۹ ۳/۵ پائی یعنی دو روپے پونے تیرہ آنہ اور پانچواں حصّہ پیسے کا چار ہزار درم کے یہاں کے سکہ سے ایک ہزار ایک سو بیس روپے ہوئے اور ہر دینار دس درم کا ہے لہٰذا چار ہزار دینار کے گیارہ ہزار دو سو روپے۔ اس حساب سے ظاہر ہوا کہ زمانہ اقدس رسالت میں سونے کی قیمت ساڑھے سات روپے تولہ سے بھی کم تھی کہ جب دینار یعنی ساڑھے چار ماشہ سونا دس درم یعنی دو روپے ۱۲ آنے ۹ ۳/۵ پائی کا تھا تو بحساب اربعہ ایک تولہ سونا ۷ روپے ۵ ۳/۵ پائی کا ہوا یہ برکات دنیا تھیں علاوہ برکات دینیہ کے جن کا شمار اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں کرسکتا وان تعد وا نعمۃ اللہ لا تحصوھا والحمد للہ رب العالمین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲: از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنی کا جھانپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ
عورت کا مہر سوا دس ہزار روپے کا ہے مرد نے نان نفقہ بند کرلیا ہے عورت نے مہر کا دعوٰی کیا ہے اس صورت میں مہر اُسے دلایا جائیگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر مہر پیشگی یعنی شوہر کے پاس جانے سے پہلے دینا قرار پایا تھا یا کوئی میعاد معین ٹھہری تھی کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائیگا اور وہ مدت گزر گئی جب تو عورت ابھی دعوٰی کرسکتی ہے اور فوراً دلایا جائیگا اور اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوئی تھی تو وہاں اُس شہر کے عرف و عادت پر عمل ہوگا اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ ایسی صورت میں عورت جب طلب کرے ادا کیا جاتا ہے تو دعوٰی قابل سماعت ہے مہر ابھی دلایا جائے اور اگر عرف یہ ہے کہ ایسی حالت میں جب مرد و عورت میں کسی کا انتقال ہو یا مرد طلاق دیدے اُس وقت مہر کا مطالبہ ہوتا ہے تو اُسی وقت ملیگا اُس سے پہلے دعوٰی نہ سُنا جائیگا نقایہ میں ہے المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف ہمارے شہروں کا عرف یہی ہے تو یہاں عورت کو پیش از طلاق یا موت مطالبۂ مہر کا اختیار نہیں ایسے ہی عرف کے سبب ردالمحتار کتاب القضا میں ہے حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳: ۱۳ شعبان معظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بوقت نکاح تصریح مہر معجل ومؤجل نہیں ہوئی تو کس وقت میں مہر ذمہ شوہر واجب الادا ہوگا۔

الجواب

جب طلاق یا زن وشوہر میں کسی کی موت واقع ہو اُس وقت واجب الادا ہوگا اُس سے پہلے عورت مطالبہ نہیں کر سکتی ھو المتعارف فی بلادنا فی ردالمحتار عن ظلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لامن وقت النکاح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴ از بڑودہ پہلی پلٹن تیسری کمپنی مکان شیخ امام صوبہ دار مرسلہ رحمت بی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

شرع محمدی حنفیہ مذاہب کا اس سوال کے جواب میں کیا حکم ہے میرا مہر سات سو روپے کا تھا میں نے اپنے شوہر کو معاف کر دیا میں نے نیک کام کیا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بیشک نیک کام کیا اور اُس میں بڑے ثواب کی امید ہے ان شاء اللہ تعالٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من نفس عن غریمه او محی عنه کان فی ظل العرش یوم القیمة جو اپنے مدیون کو مُہلت دے یا معاف کر دے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہو رواہ الامام احمد ومسلم عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه والامام البغوی فی شرح السنة عن ابی قتادة رضی اللہ تعالٰی عنه وقال ھذا حدیث حسن اگلی اُمتوں میں ایک گنہگار آدمی اپنے مدیونوں سے درگزر کیا کرتا تھا جب وہ مرا اللہ تعالٰی نے اُس کے گناہوں سے درگزر فرمائی رواہ الشیخان عن حذیفة رضی اللہ تعالٰی عنه اور اُسے جنت میں جگہ بخشی رواہ عنه وعن ابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنھما مولٰی تعالٰی نے فرمایا جب یہ اپنے مدیون سے درگزر کرتا تھا تو مجھے تو زیادہ لائق ہے کہ درگزر فرماؤں رواہ مسلم عن ابی مسعود وعنه وعن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہما کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ صغیرہ نابالغہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کرنا چاہا وقت نکاح کے وکیل نکاح نے تعداد مہر کی مبلغ دس ہزار روپے اور دو دینار سرخ ظاہر

کی اس پر عمرو کی طرف سے لوگوں نے کہا کہ تعداد مہر کی بہت ہے عمرو کی حیثیت اتنی بھی نہیں کہ دسواں حصہ اس کا ادا کر سکے تعداد مہر کی کم کرنا چاہیے وکیل نکاح نے جواب دیا کہ تعداد مہر کم کرنے کا مجھکو اختیار نہیں ہے مگر یہ مہر ایسا نہیں ہے جو دونوں کی زندگی میں لیا دیا جائے جبکہ اُس مہر پر نکاح ہو گیا اور ہندہ باپ کے گھر سے آکر عمرو کے گھر دو تین مہینے رہی مگر بوجہ صغیرہ ونابالغہ ہونے ہندہ کے عمرو کو استمتاع وطی نہیں ہوا بعدہٗ زید ہندہ کو بلا مرضی عمرو کے اپنے گھر لے گیا اور اب عمرو کے گھر نہیں آنے دیتا ہے اور دعوی بعض مہر کا بہ ترک بعض مہر کے منجانب ہندہ کے بولایت اپنے بوجہ نابالغی ہندہ کے کرتا ہے پس اس صورت میں مہر عمرو سے دلایا جائیگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

مہر میں جب نہ یہ شرط کی جائے کہ کُل یا اسقدر پیشگی لیں گے جسے معجل کہتے ہیں نہ اُس کے ادا کے لیے کوئی میعاد معین کی جائے مثلاً سال دوسال یا جو قرار پائے جسے مؤجل کہتے ہیں تو وہ عرف بلد پر رہے گا جس شہر میں عام طور پر یہ رواج ہو کہ مثلاً نصف یا ربع یا کسی قدر بلا تصریح تعجیل کے بھی پیشگی لیتے ہیں وہاں اُتنا پیشگی دینا ہوگا اور جہاں عرف یوں ہے کہ بے موت یا طلاق لینا دینا نہیں ہوتا وہاں جبتک زوجین میں کسی کا انتقال یا طلاق واقع نہ ہوا اختیار مطالبہ نہ دینگے مختصر الوقایہ میں ہے المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف ہمارے بلاد میں عام مہور بیان تعجیل وتاجیل سے خالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اُس کے لزوم ادا کو موت یا طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے پس صورت مسئولہ میں اگر وکیل نکاح اس مضمون کی تصریح بھی نہ کرتا کہ یہ وہ مہر نہیں جو زندگی میں لیا دیا جائے تاہم پدر ہندہ بحالت نابالغی اور خود ہندہ بعد بلوغ تاوقتیکہ موت یا طلاق نہو عمرو سے کسی جز و مہر کا مطالبہ نہ کر سکتے ردالمحتار میں ہے حق طلبہ انما یثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من وقت النكاح یہاں کہ وکیل نکاح نے وقت نکاح اس مضمون کی صاف تصریح کر دی بدرجۂ اولی کسی کو اختیار مطالبہ نہیں واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا کہ زنا سے حاملہ تھی نکاح غیر زانی نے کہ ... اُس کے حمل سے اطلاع نہ تھی ہو گیا آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور یہ عذر مرد کا کہ میں نے باکرہ

سمجھکر نکاح کیا تھا نہ حاملہ اسقاط مہر کے لیے کافی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اب نکاح کرنے کی ضرورت نہیں مگر جس صورت میں حمل اس مرد سے نہیں رہا تو اُسے قبل از وضع حمل مباشرت اور اُس کے دواعی اس عورت کے ساتھ جائز نہیں درمختار میں ہے وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ ای الزنا لثبوت نسبہ ولو من حربی او سیدھا المقر بہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع اور یہ عذر کہ میں سنے باکرہ سمجھکر نکاح کیا تھا نہ حاملہ مہر کو ساقط نہ کریگا کہ بکارت عورت کی طرف سے معتبر نہیں۔ کتاب مذکور میں ہے لا تعتبر من جانبھا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش وھذا عند الکل فی الصحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از محلہ ذخیرہ مسئولہ مولوی برکات احمد صاحب وکیل دیوانی۔

مولانا صاحب دام عنایتکم۔ سلام مسنون کے بعد عارض ہوں ایک مسئلہ شرعی بتا دیجیے وہ یہ ہے کہ مہر کب واجب ہوتا ہے اگر معجل ہو تو کس وقت اور مؤجل ہو تو کس وقت خلوت صحیحہ وجوب مہر کے واسطے ضروری ہے یا نہیں اور خلوت صحیحہ کس کو کہتے ہیں اُس کی تعریف کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مہر معجل وہ مہر یا پارہ مہر کا ہے جس کا ادا کرنا فوراً قرار پایا ہو خواہ از روئے شرط کہ نفس عقد نکاح میں تعجیل مذکور ہو یا عقد کے بعد شرط تعجیل ٹھہری ہو خواہ از روئے عرف جبکہ وہ شرط صریح کے مخالف نہ واقع ہو یہ مہر فوراً واجب الادا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے ادا سے پہلے شوہر عورت کو بے اُس کی رضا کے ہاتھ نہیں لگا سکتا بلکہ رخصت نہیں کرا سکتا اور مؤجل وہ جس کے لیے کوئی میعاد معین قرار دی گئی ہو مثلاً ایک سال دس سال یا جسقدر ٹھہرائیں یہ اُس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آجائے اُس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی جامع الرموز میں ہے المھر المعجل والمؤجل ان بینا ای بین فی العقد ان کلہ او بعضہ یکون معجلا او مؤجلا فذلک المبین واجب اداؤہ علی ما بین اور اگر مؤجل کہا اور کوئی میعاد اصلاً نہ بیان کی تو وہ طلاق یا موت تک مؤجل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی واجب الادا ہوگا اس سے پہلے مطالبہ کا عورت کو اصلاً استحقاق نہیں ردالمحتار میں ہے من اول الفروع المذکورۃ فی کتاب القضاء قبیل باب التحکیم مسئلۃ عدم سماع الدعوی

بعد مرور کذا سنة لو مات زوج المرأة او طلقها بعد عشرین سنة مثلا من وقت النکاح فلہا طلب موخر المہر ولا حق طلبہ انما ثبت لہا بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح اسی طرح جس پارہ مہر یا کل مہر کی نسبت تعجیل وتاجیل کا کچھ ذکر نہ آیا وہ بھی موت یا طلاق تک موجل ٹھہریگا کہ ایسی صورت میں مدار عرف بلد پر ہے اور یہاں عام عرف شائع فی البلاد یہی ہے کہ جس مہر کی تعجیل مشروط نہ ہوئی اُسکا مطالبہ تا وقت فرقت نہیں کیا جاتا نقایہ میں ہے المعجل والموجل ان بینا فذاک والا فالمتعارف اور خلوت صحیحہ یہ ہے کہ زن وشو تنہائی کے مکان میں جہاں کسی کے آنے جانے یا نظر پڑنے سے اطمینان ہو یوں متفق ہوں کہ اُن کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا نہو جو ان کے افعال کو سمجھ سکے نہ اُن میں کسی کو مقاربت مانع شرعی یا حسی ہو مثلاً مرد یا عورت کی ایسی کم سنی جس میں صلاحیت قربت وقابلیت صحبت نہو یا شوہر کی ناسازی طبع یا عورت کا حیض یا نفاس یا ایسے مرض میں ہونا جس کے سبب وقت وقوع فعل قربت سے اُسے مضرت پہنچے یا اُن میں کسی کا نماز فرض یا ماہ رمضان میں روزہ فرض سے مشغول ہونا کل ذلک فی الخانیة والدر المختار وحواشیہ اور خلوت صحیحہ وجوب مہر کی شرط نہیں وجوب مہر تو عقد نکاح سے ہوتا ہے ہاں خلوت سے مہر متاکد ہو جاتا ہے بایں معنی کہ اگر پیش از وطی وخلوت صحیحہ طلاق دیتا تو نصف مہر لازم آتا اب کہ خلوت واقع ہوگئی کل لازم آئیگا نقایہ میں ہے یجب نصفہ بطلاق قبلہ ای قبل خلوة الصحیحة اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ہندہ سے نکاح ہوا اور خلوت صحیحہ برضائے زوجہ واقع ہوگئی اور مہر مؤجل قرار پایا تھا اب ہندہ مطالبہ کرتی ہے اور زید کے پاس نہیں جاتی اور زید درصورت نہ آنے ہندہ کے مہر دینے سے منکر ہے اس صورت میں یہ مطالبہ صحیح اور بوجہ نہ آنے ہندہ کے مہر ساقط ہوجائیگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

کوئی جزو مہر کا بعد وقوع خلوت صحیحہ ذمہ شوہر سے ساقط نہیں ہوسکتا اور تمامی مہر کا ادا کرنا زید پر لازم مگر ہندہ کو بوجہ تاجیل و وقوع خلوت برضائے زوجہ بالاتفاق مطالبہ مہر و منع نفس کا اختیار حاصل نہیں امام ابویوسف سے کہ مہر مؤجل میں تجویز منع منقول ہے قبل از تسلیم نفس و وقوع وطی یا خلوت صحیحہ

برضائے زوجہ پر محمول ہے کہ وہ بعد از تسلیم مہر معجل میں بھی اختیار منع نہیں دیتے حالانکہ وہاں بوجہ تعجیل حق منع ومطالبہ مؤکد ہو چکا ہے پس مؤجل میں کہ ایسا نہیں بالاولی نہ دینگے فی الھدایۃ وللمرأۃ ان تمنع نفسھا حتی تاخذ المھر ای المعجل ولو کان المھر کلہ مؤجلا لیس لھا ان تمنع نفسھا لاسقاطھا حقھا بالتاجیل کما فی البیع وفیہ خلاف ابی یوسفؒ وان دخل بھا فکذٰلک الجواب عند ابی حنیفۃ وقالا لیس لھا ان تمنع نفسھا انتہی ملخصا ومثلہ فی غیرھا من کتب الفقہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۹ ۲۵ محرم ۱۳۱۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بغیر اجازت شوہر کے کئی مرتبہ اپنے میکے چلی گئی اور اپنے شوہر سے اکثر لڑتی رہتی ہے اور ایکدفعہ اُس نے اپنے شوہر کو مارا بھی اگر شوہر مہر اُس کا ان وجوہ کے سبب نہ دے تو مواخذہ ہوگا یا نہیں اور اُس کو اپنے گھر رکھے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

وہ عورت فاسقہ ہے سخت گنہگار ہے مگر ان حرکات کے سبب مہر ساقط نہ ہوگا رکھنے نہ رکھنے کا مرد کو اختیار ہے مگر اگر نہ رکھنا چاہے تو طلاق دیدے یہ جائز نہیں کہ نکال دے اور طلاق بھی نہ دے اور خبر گیری بھی نہ کرے ہاں وہ خود ہی نکل جائے تو اس پر نان نفقہ واجب نہیں جبتک واپس نہ آئے لا نفقۃ لناشزۃ ولا نفقۃ للناشزۃ وقال تعالٰی فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰ از لکھنؤ محمود نگر اصح المطابع مرسلہ مولوی محمد عبدالعلی صاحب مدراسی ۱۱ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایجاب وقبول مہر فاطمی پر بلا تصریح وتعیین دراہم وسکہ وغیرہ ہو یعنی بروقت نکاح صرف مہر فاطمی کا لفظ کہا جاوے یہ نہ کہا جائے کہ مہر فاطمی یہ ہے جس کی اس قدر دراہم شرعی یا سکہ رائج الوقت ہوتے ہیں نکاح قبول کرتا ہوں تو اس صورت میں مہر فاطمی ہی رہے گا یا مہر مثل کی طرف عود کر جائیگا بوجہ اختلاف روایات کے جو دربارہ مہر جناب فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وارد ہیں بینوا توجروا

الجواب

مہر فاطمی ہی رہے گا ذخیرہ پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے واللفظ للبحر لیس من صور عدم التسمیۃ ما لو تزوجت بمثل مھر امھا والزوج لایعلم مقدار مھر امھا فانہ جائز بمقدار مھر امھا الخ مہر قدس

حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہا الکریم وعلیہا وسلم میں اگرچہ روایات بظاہر مختلف ہیں مگر بتوفیق اللہ تعالیٰ اُن سب میں تطبیق بروجہ نفیس ووفیق حاصل ہے **فاقول** وباللہ التوفیق اس بارے میں روایات مسندہ معتمدہ تین ہیں **اوّل** یہ کہ مہر مبارک درم ودینار نہ تھے بلکہ ایک زرہ کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین مولی المسلمین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو عطا فرمائی تھی وہی مہر میں دی گئی اخرج ابن سعد فی طبقاتہ اخبرنا خالد بن مخلد ثنا سلیمٰن ھو ابن بلال ثنی جعفر بن محمد عن ابیہ اصدق علی فاطمۃ درعا من حدید وعن حازم عن حماد بن زید عن ایوب عن عکرمۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لعلی حین زوجہ فاطمۃ اعطھا درعک الحطمیۃ قال الحافظ فی الاصابۃ ھذا مرسل صحیح الاسناد ابوداود فی سننہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لما تزوج علی فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعطھا شیئا قال ما عندی شیئ قال این درعک الحطمیۃ احمد فی مسندہ من طریق ابن ابی نجیح عن ابیہ عن رجل سمع علیا یقول اردت ان اخطب الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنتہ فقلت واللہ مالی من شیئ ثم ذکرت صلتہ وعائدتہ فخطبتھا الیہ فقال وھل عندک شیئ قلت لا قال فاین درعک الحطمیۃ التی اعطیتک یوم کذا وکذا قلت ھو عندی قال فاعطھا ایاھا ابن اسحٰق فی السیرۃ الکبری حدثنی ابن ابی نجیح عن مجاھد عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ انہ خطب فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھل عندک من شیئ قلت لا قال فما فعلت الدرع التی سلحتکھا یعنی عن مغانم بدر **دوم** چارسو اسی درم تھے اخرج الائمۃ احمد فی المناقب وابوداود وابوحاتم الرازی وابن حبان فی صحیحہ کلھم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعضھم اتم سیاقا من بعض قال جاء ابوبکر ثم عمر یخطبان فاطمۃ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فسکت ولم یرجع الیھما شیئا فانطلقا الی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یأمرانہ بطلب ذلک قال علی فنبھانی لامر کنت عنہ غافلا فقمت اجر ردائی حتی اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت تزوجنی فاطمۃ قال عندک شیئ فقلت فرسی وبدنی قال اما فرسک فلا بدلک منھا واما بدنک فبعھا فبعتھا باربع مائۃ وثمانین درھما فجئتہ بھا فوضعتھا فی حجرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقبض منھا قبضۃ فقال ای بلال ابتع بھا لنا طیبا وامرھم

ان یجهزوها فجعل لها سریر مشروط ووسادۃ من ادم حشوها لیف وقال لعلی اذا اتتک فلا تحدث شیئا حتی اٰتیک فجاءت مع ام ایمن حتی قعدت فی جانب البیت وانا فی جانب وجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحدیث وفی الخمیس فی روایۃ خطبہا فزوجہا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی اربعمائۃ وثمانین درہما الخ وفیہ قیل انہ باع الدرع باثنتی عشرۃ اوقیۃ وکل اوقیۃ اربعون درہما وکان ذلک مہر فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سوم چارسو مثقال چاندی اخرج الحافظ رضی الدین ابو الخیر احمد بن اسمٰعیل القزوینی الحاکمی وابو علی الحسن بن شاذان عن انس ایضا رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث طویل قال فیہ فی خطبۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم ان اللہ تعالٰی امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی بن ابی طالب فاشہدوا انی قد زوجتہ علی اربعمائۃ مثقال فضۃ ان رضی بذلک علی ثم دعا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بطبق من بسر ثم قال انتہبوا فانتہبنا ودخل علی فتبسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی وجہہ ثم قال ان اللہ عزوجل امرنی ان ازوجک فاطمۃ علی اربعمائۃ مثقال فضۃ ارضیت بذلک فقال قد رضیت بذلک یارسول اللہ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع اللہ شملکما واعز جدکما وبارک علیکما واخرج منکما کثیرا طیبا قال انس فو اللہ لقد اخرج منہما الکثیر الطیب ورواہ ابن عساکر نحوہ من طریق محمد بن شہاب بن ابی الحیاء عن عبد الملک بن عمر عن یحیی بن معین عن محمد بن دینار عن ہشیم عن یونس بن عبید عن الحسین عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما وذکرہ محمد بن طاہر فی تکملۃ الکامل لابن عدی کما نقلہ الحافظ فی لسان المیزان ان کے سوا جو اقاویل مجہولہ ہیں کہ پانسو درم مہر تھا یا چالیس مثقال سونا نقلہما فی الرمانیۃ عن بعض حواشی شرح الوقایہ یا اُنیس مثقال ذہب ذکرہ فی المرقاۃ انہ اشتہر بین اہل مکۃ قال ولا اصل لہ سب بے اصل ہیں اما ما حاول القاری من توجیہ ہذا المشہور بقولہ اللہم الا ان یقال ان ہذا المبلغ قیمۃ درع علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فاقول لا یلتئم لما علمت انہا بیعت باربعمائۃ وثمانین درہما وتسعۃ عشر مثقالا من الذہب لا تبلغ بسعر ذلک الزمن المبارک الا مائۃ وتسعین درہما اذ کل دینار مثقال وکل دینار بعشرۃ دراہم نعم یجوز ان یکون ہذا النقد یربعض الاسعار الواقعۃ فی البلدۃ الکریمۃ فی بعض الازمنۃ المتأخرۃ واللہ تعالٰی اعلم ولکن اما حاول ہو رحمہ اللہ تعالٰی

من الجمع بین تعدد یری الدراھم والمثاقیل بان عشرۃ دراھم سبعۃ مثاقیل مع عدم اعتبار الکسر
فاقول لایتجہ ایضا فان اربعمائۃ مثقال فضۃ علی ھذا خمسمائۃ واحد وسبعون درھما وکسر
واربعمائۃ وثمانون درھما ثلثمائۃ وستۃ وثلثون مثقالا فالکسر فی الاول ازید من النصف فلا
یحذف وفی الثانی اقل فلا یبرء فمع علی انہ لا معنی لاسقاط الزیادۃ فی الدراھم والقصر علی
ثمانین بل لو کان لقیل خمسمائۃ کما لایخفی فلیتأمل لعل لکلامہ وجھا اخر اب بتوفیقہ تعالی توفیق سنیئے
پہلی دو روایتوں میں وجہ تطبیق ظاہر ہے کہ مہر میں زرہ دی کہ چار سو اسی کو بکی اب چاہے زرہ کہیئے خواہ
اتنے درم حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ طبری نے دونوں روایت میں اسی طرح توفیق کی ذخائر العقبی
فی مناقب ذوی القربی میں فرماتے ہیں اختلف فی صداقھا رضی اللہ تعالی عنہا کیف کان فقیل
کان الدرع ولم یکن اذ ذاک بیضاء ولا صفراء وقیل کان اربعمائۃ وثمانین وورد ما یدل لکلا القولین
ویشبہ ان العقد وقع علی الدرع وانہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اعطاھا علیا لیبیعھا فباعھا واتاہ
بثمنھا فلا تضاد بین الحدیثین اھ ملخصا اور یہ ظاہر کہ روایت مسندہ ثانیہ کے الفاظ ہی خود اس تطبیق
کے شاہد ہیں ولہذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں کلام طبری نقل کرکے فرمایا ھذا الجمع مدلول
الحدیث السابق اور روایت ثالثہ سے ان کی توفیق یوں کہ حدیث زرہ کو ہمارے علمائے کرام نے مہر
معجل پر محمول فرمایا جو وقت زفاف اقدس ادا کیا گیا **قلت** ویشھد لہ ایضا الحدیث المذکور حیث
ذکر انہ جاء بالدراھم فامر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بشراء الطیب وان تجھز وقال لعلی ما
قال فان ذلک انما کان حین زفت لا حین العقد کما لایخفی مولانا علی قاری مرقاۃ میں زرہ کی نسبت
فرماتے ہیں دفعھا الیھا مھرا معجلا امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر پھر علامہ علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں
ان العادۃ عندھم کان تعجیل بعض المھر قبل الدخول حتی ذھب بعض العلماء الی انہ لایدخل
بھا حتی یقدم شیئا لھا نقل عن ابن عباس وابن عمر والزھری وقتادۃ تمسکا بمنعہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم علیا فیما رواہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما ان علیا رضی اللہ تعالی عنہ لما تزوج بنت رسول اللہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم اراد ان یدخل بھا فمنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حتی یعطیھا شیئا فقال یا رسول اللہ لیس لی شیئ فقال اعطھا درعک
فاعطاھا درعہ ثم دخل بھا لفظ ابی داؤد رواہ النسائی ومعلوم ان الصداق کان اربعمائۃ درھم وھی فضۃ الخ **قلت** وحدیث ابی
داؤد کما تری نص صریح لا یقبل التاویل لان الاعطاء کان حین البناء ومعلوم

ان ابناءکان بعد مدۃ اشھر من حین العقد ثم الروایۃ الثالثۃ مصرحۃ بان العقد وقع علی
اربعمائۃ مثقال فضۃ ولیس فی الروایات الاولی مایصرح بصدور العقد علی الدرع ومن مارس
الاحادیث علم ان الرواۃ ربما یختصرون الاشیاء فلا بد من رد المحتمل الی المنصوص والجمع
متعین مہما امکن فکیف وھو واضح جلی ثم قول المحقق معلوم ان الصداق کان اربعمائۃ درھم
استشکلہ فی المرقاۃ ای لمخالفتہ لحدیثی المثاقیل والدراھم جمیعا اقول ولا اشکال فان الدراھم
کانت مختلفۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعھد ابی بکرن الصدیق الی زمن
امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما فمنھا ماکان زنۃ مثقال ومنھا دون ذلک ثم ان عمر
ھوالذی ردھا الی وزن سبعۃ فی ردالمحتار عن الطحطاوی عن منح الغفار اعلم ان الدراھم
کانت فی عھد عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ مختلفۃ فمنھا عشرۃ دراھم علی وزن عشرۃ مثاقیل وعشرۃ
علی ستۃ مثاقیل وعشر علی خمسۃ مثاقیل فاخذ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من کل نوع ثلثا کی لا تظھر الخصومۃ فی الاخذ والعطاء
فالمجموع سبعۃ ولذا کانت الدراھم العشرۃ وزن سبعۃ اھ ملخصا وفی خزانۃ المفتین برمز ظ فتاوی
الامام ظھیرالدین ان الاوزان فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعھد ابی بکر
رضی اللہ تعالٰی عنہ کانت مختلفۃ فمنھا ماکان الدرھم عشرون قیراطا ومنھا ماکان عشرۃ
قراریط وھوالذی یسمی وزن خمسۃ ومنھا ماکان اثنی عشر قیراطا وھوالذی یسمی وزن ستۃ
فلما کان فی زمن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ طلبوا منہ ان یجمع الناس علی نقد واحد فاخذ من کل
نوع الخ ومن الدلیل علی ذلک ان المحقق جعل الدرع ما عجل من المھر وقد بیعت باربعمائۃ
وثمانین فکیف یکون المعجل من اربعمائۃ اربعمائۃ وثمانین پس حاصل یہ قرار پایا کہ اصل مہر کریم جس پر
عقد اقدس واقع ہوا چارسو مثقال چاندی تھی ولہذا علمائے سیر نے اس پر جزم فرمایا مرقاۃ میں ہے
ذکر السید جمال الدین المحدث فی روضۃ الاحباب ان صداق فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کان
اربعمائۃ مثقال فضۃ وکذا ذکرہ صاحب المواھب الخ زرہ برسم پیشگی وقت زفاف دی گئی کہ
بحکم اقدس چارسواسی درم کو بکی وبہ ظھر ما فی قول العلامۃ المحب الطبری یشبہ ان العقد وقع
علی الدرع وانما حقہ ان یقال ان المعجل کانت الدرع ولعل حاملہ علیہ ذھولہ عن حدیث
المثاقیل المصرح بان العقد انما وقع علیھا لا علی الدرع ولا علی الدراھم ولذا المزید کرہ الا قولین

کمادأیت مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے اور یہاں کا روپیہ سوا گیارہ ماشے تو چار سو مثقال کے پورے ایک سو ساٹھ روپے ہوسے ۵ ماشہ فاحفظہ فلعلک لاتجد ھذا التحریر فی غیر ھذا التحریر واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱ از پیلی بھیت محلہ بشیر خاں مسئولہ احمد حسین خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ ۲۳ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسلمان سے ایک مسلمان کا نکاح ہوا اس کے بعد نکاح کنندہ کو معلوم ہوا کہ اس عورت کے باپ سے مجھکو رشتہ شیر خوارگی ہے یعنی میری ماں نے اس کے باپ کو دودھ پلایا ہے اور اس زمانہ میں بوجہ عدم واقفیت ہم بستری بھی ہوگئی ایسی صورت میں نسبت جواز نکاح کے کیا حکم ہوگا اور مہر کی نسبت کیا حکم فرمایا جائیگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ امر مذکور معلوم وثابت ہولیا تو ظاہر ہوا کہ وہ عورت اس شخص کی بھتیجی ہے اور نکاح ناجائز و فاسد فی ردالمحتار یحرم من الرضاع اصولہ وفروعہ وفروع ابویہ وفروعھم اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے ترک کردے اور اس سے جدا ہو جائے زبان سے کہدے کہ میں نے تجھے چھوڑا یا تیرے نکاح کو ترک کیا فی ردالمحتار فی البزازیۃ المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الا بالقول کخلیت سبیلک او ترکتک الخ اور از انجا کہ ہم بستری یعنی مجامعت واقع ہولی عورت کے لیے مہر مثل تمام وکمال لازم آیا اگرچہ مہر مسمی سے زائد ہو نکاح فاسد میں ضرور یہ حکم ہے کہ جب مہر کچھ معین کیا گیا ہو تو لازم تو مہر مثل ہی آئیگا مگر مہر قرار یافتہ سے زیادہ نہ دلایا جائیگا مثلاً ہزار روپیہ مہر ٹھہرا تھا تو اگر مہر مثل ہزار یا ہزار سے زائد ہے تو ہزار ہی دلائے جائیں گے اور مہر مثل ہزار سے کم ہے تو صرف اسی قدر دلائیں گے ہزار تک نہ بڑھائیں گے لیکن بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں از انجملہ نکاح محارم کہ نادانستہ وقوع میں آیا وہاں بعد وطی مہر مثل پورا لازم آتا ہے اگرچہ مسمی سے زائد ہو مسمی کا کچھ لحاظ نہ کیا جائیگا اور یہاں یہی صورت واقع ہے کہ وہ اس کی بھتیجی اور محرم رضاعی ہے فی تنویر الابصار یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطء لابغیرہ ولم یزد علی المسمی واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ ۲۲ ۵ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح ایام نابالغی میں زید کے ساتھ ہوا اور نکاح کے روز سے ایک لمحہ کو بھی ہندہ زید کے گھر نہیں گئی اور نہ ہم صحبت ہوئی اس صورت میں ہندہ مہر

چاہئے تو پاسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

سائل مظہر کہ زن وشوہر نے انتقال کیا اور اُن میں ایک کا مرجانا بھی مہر کو موکد کرتا ہے پس صورت مذکورہ میں کُل مہر ہندہ ترکہ زید پر لازم ہے جبکہ وہ نکاح لازم واقع ہوا جیسا کہ اب وجد نے کیا یا نافذ غیر لازم تھا اور پیش از رد احدالزوجین کا انتقال ہوگیا فی الدر المختار یتاکد عند وطء او خلوۃ صحت او موت احدھما الخ اور اگر نکاح منعقد ہی نہوا تھا جیسے غیر اب وجد نے نابالغی ہندہ میں غیر کفو سے یا مہر مثل میں کمی فاحش کے ساتھ نکاح کر دیا کہ شرعاً ایسا نکاح باطل ہے یا موقوفاً منعقد ہوا اور ہنوز نافذ نہ ہونے پایا تھا کہ اُن میں ایک نے انتقال کیا جیسے بحالت ولایت پدر اُس کے غیر نے بے اُس کی اجازت نکاح کر دیا اور ہنوز باپ نے جائز نہ کیا تھا کہ احد الزوجین نے وفات پائی تو اس صورت میں اصلاً کچھ مہر وغیرہ نہ ملیگا فی رد المحتار المھر کما یلزم جمیعہ بالدخول والخلوۃ کذلک بموت احدھما قبل الدخول اما بدون ذلک فیسقط لان العقد اذا انفسخ یجعل کان لم یکن نہر اھ مختصرا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۲۳] ۱۵۔ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اُس عورت کو مرد کے قابل نہ پایا اُس کے جسم میں ہڈی ہے ایک زمانے کے بعد زید نے اُسے طلاق دیدی اب اُس کا مہر دینا واجب ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں آدھا مہر دینا آئے گا درمختار میں ہے یجب نصفہ بطلاق قبل وطء او خلوۃ اُسی میں ہے (الخلوۃ بلا مانع حسی کرتق) التلاحم (وقرن) عظم (وعفل) غدۃ (کالوطء فی تاکد المھر) اھ ملتقطا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ [۲۴] از ریاست ریواں محلہ گھوگھر مرسلہ عبداللہ خاں صاحب چابک سوار ۱۰۔ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ ہندہ کو باشتباہ زنا اپنے مکان سے نکال دیا چار ماہ سے زائد ہوتا ہے کہ نان نفقہ مطلقاً نہ دیا قریب ایک ماہ کے ہوتا ہے جلسہ واحد میں تین طلاق دیے مگر نہ روبرو عورت کے بلکہ دوسرے اشخاص کے۔ دین مہر عورت کا مبلغ قرار

پایا تھا شوہر نے قطعہ مکان مالیتی ؏ بعوض دین مہر رجسٹری کرا کر دخل دیدیا تھا اب بے دخل کرکے نکال دیا اپنے دیے ہوئے زیورات کا مسماۃ سے بجبر و اکراہ بنالش کچہری دعویدار ہے۔ پس صورت مسئولہ میں آیا مرد مجاز ہے کہ علاوہ دین مہر کے جو اشیا از قسم زیورات وغیرہ عورت کو بنوا دیا تھا جبراً واپس لے سکتا ہے یا نہیں جواب بحوالہ کتب معتبرہ مع ترجمہ عبارات عربی جلد مرحمت فرمایا جائے بینوا توجروا

الجواب

تین طلاقیں ہوگئیں عورت کے روبرو ہونا کچھ شرط نہیں قطعہ مکان کہ بعوض دین مہر دیا تھا ملک عورت ہے عورت بذریعہ نالش واپس لے سکتی ہے۔ علاوہ مہر جو اشیا مثل زیور وغیرہ زید نے ہندہ کو دیں اگر گواہان عادل شرعی یا اقرار زید سے ثابت ہو کہ وہ چیزیں زید نے ہندہ کو ہبہ کردی تھیں تو زید اُن کی واپسی کا اختیار نہیں رکھتا فتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیری میں ہے اذا ف۱ وھب احد الزوجین لصاحبہ لا یرجع فی الھبۃ وان انقطع النکاح بینھما یوہیں جن چیز کی نسبت بثبوت شرعی ثابت ہو کہ اُن بلاد میں شوہر اپنی زوجہ کو یہ شے بطور ہبہ ہی دیتے ہیں عرفاً عورتیں بتملیک شوہر اُس کی مالک سمجھی جاتی ہیں اُس میں بھی زید کو اختیار واپسی نہیں علما فرماتے ہیں المعہود ف۲ عرفا کالمشروط نصا مگر جبکہ اس قسم دوم کی چیزیں زید گواہان شرعی سے ثابت کردے کہ میں نے دیتے وقت جتا دیا تھا کہ برتنے کے لیے دیتا ہوں تجھے مالک نہیں کرتا تو البتہ وہ چیز ملک شوہر سمجھی جائے گی اور وہ بالجبر واپس لے سکتا ہے علما فرماتے ہیں الصریح ف۳ یفوق الدلالۃ اسی طرح زیور کپڑا وغیرہ ہر وہ چیز کہ شوہر نے دی اور تملیک صراحۃً خواہ عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہوئی اُس میں بھی قول شوہر کا معتبر ہے جبراً واپس لے سکیگا اور بلا تملیک شوہر عورت کے برتنے پہننے استعمال کرنے سے ملک عورت ثابت نہیں ہوسکتی البتہ گھر میں پہننے کے کپڑے جن کا دینا بحکم نفقہ شوہر پر واجب ہوچکا ہو وہ دیگر اگر دعوے کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہ کیا تھا تو اس میں شوہر کا قول معتبر نہ ہونا چاہیے عقود الدریہ میں ہے قال فی البحر فی البدائع ثم اقرت ف۴ بالملک لزوجھا ثم ادعت الانتقال الیھا لا یثبت الانتقال الا بالبینۃ اھ فلا بد من بینۃ علی الانتقال الیھا منہ بھبۃ او نحو ذلک ولا یکون استمتاعھا بمشریٰ لہ ورضاہ بذلک دلیلا علی انہ ملکھا ذلک کما تفھمہ النساء والعوام وقد افتیت بذلک مراراً اھ وینبغی تقییدہ بما لم یکن من ثیاب الکسوۃ الواجبۃ علی الزوج اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۵: از کٹرہ ڈاک خانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جاہل نے بدون طلاق اپنی زوجہ کی رضاعی بہن سے نکاح کرلیا جب اُس کو معلوم ہوا کہ جمع بین الاختین حرام ہے تب اُس نے ثانیہ کو طلاق دینا چاہا ثانیہ نے کہا اگر مجھکو طلاق دینا چاہتے ہو تو میرا مہر ادا کرو تو اس صورت میں بسبب ناجوازی نکاح زوجہ ثانیہ کے زوجہ ثانیہ کے حق میں صرف تفریق ہی معتبر ہے یا اُس پر طلاق واقع ہوگا اور مہر زوجہ ثانیہ زوج پر باوجود عدم جواز نکاح لازم آئے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ایک بہن جب نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح نکاح فاسد ہے متارکہ یعنی چھوڑ دینا جدا کردینا واجب ہے اور وہ طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے یہاں تک کہ اگر الفاظ طلاق کہیگا جب بھی متارکہ ہی ٹھہریگا طلاق میں شمار نہوگا پھر اگر اس دوسری سے حقیقۃً وطی یعنی خاص فرج داخل میں بقدر حشفہ ایلاج ذکر کرچکا تھا تو مہر مثل و مہر مسمٰی سے جو کم ہو لازم آئیگا ورنہ کچھ نہیں اگرچہ خلوت بلکہ بوس و کنار بشہوت بلکہ غیر فرج داخل میں ادخال کرچکا ہو۔ فی الدر المختار یجب مہر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی[1] فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود بالوطء فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئہا ولم یزد علی المسمّی ولو کان دون المسمّی لزم مہر المثل اھ باختصار وفی رد المحتار قولہ کشھود ومثلہ تزوج[2] الاختین معا ونکاح الاخت فی عدۃ الاخت قولہ فی القبل فلو فی الدبر[3] لا یلزمہ مہر خلاصہ وقنیہ فلا یجب بالمس والتقبیل بشھوۃ شیئ بالاولٰی کما صرح بہ ایضا بحر اھ ملتقطا وفی الدر من العدۃ الخلوۃ فی النکاح الفاسد لا توجب العدۃ والطلاق فیہ لا ینقص عدد الطلاق لانہ فسخ[4] جوھرۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از جنگل کوکرہ ڈاک خانہ گولا ضلع کھیری مرسلہ عبدالرحمن خاں صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح بعوض دس درہم مہر کے کیا تو ایسی صورت میں کہ ملک ہند میں رواج درہم کا نہیں ہے بجائے دس درہم کے دس درہم چاندی کافی ہوگی یا تعداد اُس کی روپے آنے سے پوری کرنی ہوگی اگر روپے آنے مہر کے تجویز کیے جائیں گے تو کسقدر ہوں گے اور کم سے کم کتنا مہر ہوسکتا ہے بینوا توجروا

الجواب

چاندی کافی ہے سکّہ ہونے کی کچھ ضرورت نہیں کم سے کم مہر دس ہی درہم ہے یعنی دو تولے

ساڑھے سات ماشے چاندی اُس تولے سے جس کے حساب میں یہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشہ کا ہے نہ روپیہ بھر کا تولہ جو بعض بلاد میں معروف ہے مہر خواہ اس قدر چاندی ہو یا چاندی کے سوا اور کوئی شے اتنی ہی چاندی کی قیمت کی فی الدر المختار اقلہ عشرۃ دراھم فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل مضروبۃ کانت اولا ولو دینا اوعرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد فی رد المختار فلو سمی عشرۃ تبرا اوعرضا قیمتہ عشرۃ تبرالا مضروبۃ صح وزن کے اعتبار سے دس درم کے دو روپے ایک اٹھنی ایک چوانی اور ۹ ۳/۵ پائی ہوئے یعنی کچھ کم دو روپے تیرہ آنے اگر روپے اٹھنی چوانی دے تو اسی قدر دینا ہوگا لان الجنس لا معتبر فیہ للقیمۃ اور چاندی کے علاوہ اور کوئی چیز دے تو دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی کی قیمت معتبر ہوگی مثلاً چاندی ۱۲/ تولہ ہو تو ایک روپے ساڑھے پندرہ آنے کی قیمتی شے کافی ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید سے بتعین ۲۵۰۰۰ ؍ مہر کے ہوا زید کو مہر میں اضافہ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں اگر ہے تو اُس کے لیے کیا شرائط لازم و ضروری ہیں۔

الجواب

شوہر کو ہر وقت زوجہ کے مہر میں زیادت کرنے کا اختیار ہے اور اب مہر یہی قرار پائیگا جو بعد اس زیادت کے مقرر ہوا اور اُس کے لیے تجدید نکاح کی حاجت نہیں بلا تجدید بھی زیادت کر سکتا ہے نہ گواہوں کی ضرورت تنہائی میں باہم اضافہ کر لینا صحیح ہو جائیگا نہ زیادت جنس مہر سے ہونی لازم خلاف جنس بھی صحیح ہے مثلاً روپے مہر تھے اب کوئی جائداد اضافہ کر دی وہ روپے اور یہ جائداد سب کا مجموعہ مہر ہو جائیگا نہ اگلے مہر کا باقی ہونا شرط اگر ادا کر دیا یا معاف ہو چکا ہے تو اُس کے بعد بھی زیادت روا ہے صحت زیادت کے لیے صرف تین شرطیں درکار ہیں دو بالاتفاق ایک تو اس زیادت کا معلوم و معین ہونا مثلاً یہ کہا کہ میں نے تیرے مہر میں کچھ بڑھا دیا تو یہ زیادت باطل، دوسرے اُسی جلسہ میں عورت کا اُسے قبول کر لینا اگر عورت نے قبول نہ کیا یا بعد مجلس بدلنے کے قبول کیا زیادت صحیح نہ ہوگی تیسری شرط مختلف فیہ بقائے نکاح ہے اگر بعد زوال نکاح بموت زوجہ یا طلاق بائن یا انقضائے عدت بعد طلاق رجعی زیادت کی تو ایک روایت پر صحیح نہ ہوگی نہر الفائق میں اسی کو ظاہر الروایۃ قرار دیا درمختار میں ہے زید علی ما سمی فانھا تلزمہ بشرط قبولھا فی المجلس

او قبول ولی الصغیرۃ ومعرفتہ قدرھا وبقاء الزوجیۃ علی الظاہر نھر ردالمحتار میں ہے افاد انھا صحیحۃ ولو بلا شہود او بعد ھبۃ المھر والابراء منہ وھی من جنس المھر او من غیر جنسہ بحر وفی انفع الوسائل لا یشترط فیھا لفظ الزیادۃ بل تصح بلفظھا وبقولہ راجعتک بکذا ان قبلت ولکن ابتجدید النکاح وان لم یکن بلفظ الزیادۃ علی خلاف فیہ وکذا لو اقر لزوجتہ بمھر وکانت قد وھبتہ لہ فانہ یصح ان قبلت فی مجلس الاقرار وان لم یکن بلفظ الزیادۃ اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸ ۶- شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے مہر معجل سے ششم حصہ بکر شوہر نے بوقت نکاح ادا کردیا اب ہندہ کو بقیہ پانچ حصوں کا مطالبہ قبل افتراق زن وشو پہنچتا ہے یا نہیں اور اگر رخصت بلا خلوت صحیحہ واقع ہولی ہو تو دعوی کا اختیار رہا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بالاتفاق ہندہ کو قبل افتراق بموت یا طلاق بقیہ مہر معجل کا دعوی اور جب تک تمام وکمال وصول نہ کرلے شوہر کے گھر جانے سے باز رہنا اور اپنے نفس کو شوہر سے روکنا پہنچتا ہے اور اصل مذہب یہ ہے کہ اگر خلوت بلکہ قربت برضائے زوجہ واقع ہولی تو اس کے بعد بھی زوجہ کو ہر وقت اختیار دعوی ومطالبہ ومنع نفس حاصل ہے جب چاہے رُک جائے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دے اور اُس کے گھر جانے سے انکار کرے جب تک پورا مہر معجل نہ لے لے درمختار میں ہے لھا منعہ من الوطیٔ ودواعیہ والسفر بھا ولو بعد وطیٔ وخلوۃ رضیتھما لان کل وطأۃ معقود علیھا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی لاخذ ما بین تعجیلہ من المھر کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلھا عرفا بہ یفتی اُسی میں ہے لھا السفر والخروج من بیت زوجھا للحاجۃ وزیارۃ اھلھا بلا اذنہ ما لم تقبض المعجل واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹ ۲۶- محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

مہر کی تعداد شرع پیغمبری کیا ہے اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر کیا تھا بینوا توجروا

الجواب

مہر شرعی کی کوئی تعداد مقرر نہیں صرف کمی کی طرف حد معین ہے کہ دس درم یعنی تقریبًا ۲ ۷ روپے

یزہ آنے سے کم نہو اور زیادہ کی کوئی حد نہیں جس قدر باندھا جائے لازم آئے گا حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر اقدس چارسو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے روپے سے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰ از فرید پور ضلع بریلی مرسلہ قاضی محمد نبی جان صاحب ۲۷۔ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے مہر شرعی پر نکاح کیا مگر اب وہ طلاق دیتا ہے بوجہ نافرمانی کے اور وہ تخمین مبلغ ۲۵۰ روپے کا قرضدار ہے اور قرض سودی ہے وہ اُس کے مہر سے کس صورت سے ادا ہووے اور کتنا مہر دیوے بموجب حکم خدا و رسول سے تحریر فرمائیے۔

الجواب

مہر شرعی جو لوگ یہ سمجھکر باندھتے ہیں کہ سب سے کم درجے کا مہر جو شریعت میں مقرر ہے تو اس صورت میں دو تولے ساڑھے سات ماشے چار رتی چاندی دینی آئے گی اور جو یہ سمجھکر باندھتے ہوں کہ جو مہر حضرت خاتون جنت کا تھا تو ڈیڑھ سو تولے چاندی آئے گی یعنی انگریزی روپے سے ایک سو ساٹھ روپے بھر اور جس کی سمجھ میں کچھ معنی نہیں خالی ایک لفظ بول دیتے ہیں تو وہاں مہر مثل لازم آنا چاہیے یعنی اس عورت کے ددھیال میں جو عورت اس کی ہم عمر اور صورت شکل اور کواری یا بیاہی ہونے میں اور اُن باتوں میں جن سے مہر کم بیش ہوجاتا ہے اس عورت کی مانند ہو اُس کا جو مہر بندھا ہو وہ دینا آئے گا اور جو اپنوں میں ایسی عورت نہ ہو تو ہیگانوں سے دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱ ۲۸۔ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

سوال اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ساتھ عمرو کے عوض مہر پانچ ہزار روپے اور دو دینار سُرخ کے کردیا تھا اور یہ بات قرار پاگئی تھی اور وکیل نکاح نے تصریح کردی تھی کہ مہر نہ تو اس وقت نقد لیا جائیگا اور نہ رخصت کے وقت اور نہ کوئی وعدہ ادائے مہر کا ہے اور ہنوز رخصت نہیں ہوئی ہے تو ہندہ مذکورہ یا اُس کے باپ کو کس وقت میں طلب کرنے جزو یا کُل مہر کا اختیار حاصل ہوگا اور اس مہر کو کونسا مہر کہا جائے گا بینوا توجروا

الجواب

ایسے مہر کا مطالبہ بعد موت زوج یا زوجہ یا طلاق ہو سکتا ہے اس سے قبل نہیں۔ یہ نہ معجل ہے کہ قبل رخصت دینا قرار نہ پایا نہ مؤجل کہ کوئی اجل یعنی میعاد مقرر نہ کی گئی بلکہ عرفاً موخر ہے ردالمحتار میں ہے لو مات زوج المرأة او طلقها بعد عشرین سنة من وقت النکاح فلها طلب موخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم ۴۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر موجل کے کیا معنے ہیں اور غیر موجل کے کیا معنے ہیں اور معجل جس کا حرف ثانی عین مہملہ ہے کیا معنے ہیں اور ان کا حکم کیا ہے بینوا توجروا اور دینار شرع کتنے روپے کا ہوتا ہے۔

الجواب

مہر موجل وہ جس کے لیے کوئی میعاد مقرر کی ہو مثلاً دس برس بعد یا جائے گا اور غیر موجل وہ کہ تعیین و تقرر میعاد نہ ہو فان کان مع نفی الاجل کان معجلا والا فلا اور معجل وہ جس کا قبل رخصت ادا کرنا قرار پایا ہو موجل کا مطالبہ میعاد آنے پر ہو سکتا ہے اس سے پہلے اختیار نہیں اور معجل کو عورت فوراً مانگ سکتی ہے اور جب تک نہ ملے رخصت سے انکار کا اسے اختیار ہے اور جو نہ معجل ہو اور نہ موجل وہ بحکم عرف طلاق یا موت تک موخر ہے اس سے پہلے اختیار مطالبہ نہیں۔ فی النقایة المعجل والموجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف واللہ تعالیٰ اعلم دینار شرعی دس درم شرعی کا ہوتا ہے دس درم انگریزی روپے سے دو روپے تیرہ آنے ہوتے ہیں پانچواں حصہ پیسہ کا کم کما حققنا فی الزکاۃ من فتاونا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۵

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی لڑکی کا نکاح تھا اور قاضی صاحب نے نکاح پڑھا دیا کلمہ و دعا قنوت اور دونوں امنت باللہ پڑھا کر اقرار پڑھایا تھا اور فاتحہ کے لیے جب حاضرین محفل پڑھنے کو ہوئے تب ایک قاضی دیگر جگہ کے تھے وہ اس نکاح میں گواہ تھے لڑکی کی طرف سے اور درجہ دوم شرع پیغمبری قائم کیا گیا تھا تو نکاح پڑھانے والے قاضی نے کہا کہ مجھ کو اس کی تعداد معلوم نہیں ہے کہ کتنی تعداد ہے وہ جو قاضی گواہ تھے اس نکاح کے وہ کہنے لگے ۶۵ روپے درجہ دوم کی ہیں خلاصہ کردیوں تاکہ محفل میں اور لوگوں کو معلوم ہو جائے پڑھانے والے نے کہا کہ میں درجہ اوّل

درجہ دوم درجہ سوم درجہ چہارم کی تعداد مجھکو معلوم نہیں ہے تمام درجہ تعداد روپیہ کے آگاہی ہوجائے۔

الجواب

شریعت میں مہر کی کم سے کم تعداد مقرر ہے کہ دس درہم سے کم نہو جس کے اس روپے سے کچھ کوڑیاں کم دو روپے تیرہ آنے بھر چاندی ہوئی یعنی دو روپے بارہ آنے ۹ پائی بھر اس کے سوا شریعت میں مہر کا کوئی درجہ مقرر نہیں فرمایا ہے یہ ان فاصیتوں کی گڑھت ہے ۵۵ روپے کا کوئی درجہ مہر کا نہیں ہے۔ اکثر ازواج مطہرات کا مہر پانسو درم تھا کہ یہاں کے روپوں سے ایک سو چالیس ہوئے اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا جس کے ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی ہوئی اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار ہزار درم یا دینار تھا جس کے گیارہ سو بیس یا گیارہ ہزار دوسو روپے ہوئے مہر معین کر دینا چاہیے فقط شرع پیغمبری یا اُس کا فلاں درجہ کہنا بیوقوفی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر میں تجھکو طلاق دوں تو سو روپے مہر کے ادا کروں اور اگر مجھ سے خود طلاق چاہے گی تو تجھکو مبلغ تین روپے میں دونگا اور کچھ نہ دونگا اب خود ہندہ درخواست طلاق کی زید اپنے شوہر سے روبرو وکیل اور روبرو گواہان نکاح مسمیان عظیم اللہ اور رحمٰن کے حسب درخواست ہندہ کے زید نے ہندہ کو طلاق دیدی آیا ہندہ اس صورت میں سو روپے پانے کی مستحق ہوگی یا تین روپے پانے کی بینوا توجروا۔

الجواب

نہ تین روپے نہ سو روپے بلکہ اُس عورت کا مہر مثل دیکھا جائے وہ اگر سو روپے یا سو سے زائد ہو تو سو روپے دیے جائیں اور اگر تین روپے یا بالفرض تین روپے ۱۳ ۲ تین آنے کم ہوں کہ یہاں تک کمی کی گنجائش ہے تو تین روپے دیے جائیں اور اگر تین روپے سے زائد اور سو روپے سے کم ہوں تو پورا مہر مثل دیا جائے درمختار میں ہے نکحہا علی الف ان اقام بہا وعلی الفین ان اخرجہا فان اقام بہا فلہا الالف لرضاہا بہ والا فمہر المثل لایزاد علی الفین و ینقص عن الف لاتفاقہما علی ذلک بخلاف ما لو تزوجہا علی الف ان قبیحۃ والفین ان جمیلۃ فانہ یصح لقلۃ جہالۃ الی اخرہ مختصرا اقول وفیما نحن فیہ الجہالۃ اشد من الصورۃ الاولی فثمہ احد الشرطین حاصل والثانی علی الخطر

وھھنا کان کل علی الخطر لجواز ان لایقع شیئ منھا ولایطلون ولایسأل فتمکنت الجھالۃ فتفسد التسمیۃ فوجب مہر المثل مطلقاً واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵: از لاہور مسئولہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۲۳ شعبان ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت منکوحہ کو کسی قبالہ میں یہ عبارت لکھدی (جو کچھ تقریبات شادی وغمی خانگی اور خاندانی میں تھوڑا یا بہت صرف ہوگا اُس کے سرانجام کا صرفہ میرا ہے اور آمدنی تنخواہ ودیہی جاگیر سے کچھ علاقہ نہیں) پس تحریر کے بعد قبالہ نویس خود یا بعد وفات قبالہ نویس کے اُس کی اولاد اس شرط کی وفا نہ کرے بلکہ زوجہ مذکورہ کو جو کچھ دیا جائے وہ اُس کے دین مہر وغیرہ میں شمار کیا جائے اور شرعاً کیا حکم ہے آیا قاضی شریعت اس شرط کی ایفا پر قبالہ نویس یا اُس کے اولاد کو مجبور کرسکتا ہے یا نہیں اور وہ دیا ہوا اُس کے دین مہر میں محسوب ہوسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

فی الواقع اُس وعدہ کی وفا پر شرعاً جبر نہیں کما نص علیہ فی الاشباہ والنظائر وجامع الفصولین شوہر نے جو کچھ دیا اگر دینے کے وقت مہر کے سوا اور کسی وجہ کا نام لیا جس پر وہ جانب شوہر سے ہبہ وعطیہ قرار پاسکے جب تو اوسے مہر میں محسوب کرنیکا اختیار نہیں یوہیں نان ونفقہ واجبہ کو اُس میں محسوب نہ کرسکے گا اگرچہ دیتے وقت نام نفقہ نہ لیا ہو بلکہ وہ نفقہ ہی ٹھہریگا یوہیں اور اشیا جو از روئے عرف ہدیہ قرار پاتی ہیں اور یہ جو ان تینوں صورتوں سے جُدا ہے اُس میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر بقسم کہدے گا کہ میں نے مہر میں دیا تھا مہر میں محسوب ہوگا یوہیں بعد شوہر اولاد شوہر جو کچھ بھیجے اور ظاہر حال بسبب عرف ورسم قوم منافی ارادہ مہر نہو نہ اُنھوں نے صراحۃً غیر مہر کسی اور وجہ کے لیے اُسے نامزد کیا ہو تو اُن کا قول بھی معتبر ہے لان المملک ادری بجھۃ التملیک کما فی عقود الدریۃ وغیرھا درمختار میں ہے لوبعث الی امرأتہ شیئاً ولم یذکر جھتہ عند الدفع غیر المھر کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ من المھر لم یقبل لوقوعہ ھدیۃ فلا ینقلب مھرا فقالت ھو ھدیۃ وقال من المھر فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لھا فی غیر المھیأ للاکل ولھا فی المھیأ لہ لان الظاھر یکذبہ ولذا قال الفقیہ المختار انہ یصدق فیما لایجب علیہ کخف وملاءۃ لافیما یجب کخمار ودرع اھ مختصرا ردالمحتار میں ہے قال فی الفتح والذی یجب اعتبارہ فی دیارنا ان جمیع ما ذکر من الحنطۃ واللوز والدقیق والسکر

وشملہ المحیط فیما یکون لو فیما قول المرأۃ دون المتعارف فی ذلک کلہ ان یرسلہ ھدیۃ والظاھر معہا
دمعہ ولا یکون القول قولہ الا فی نحو الثیاب والجاریۃ وذکرتائیدہ فی البحر وتقییدہ عن النہر
واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶: مسئولہ مولوی عبدالغنی صاحب از حسن پور ضلع مرادآباد محلہ چاہ کنکرہ۔ ۲۴ رمضان ۱۳۱۲ھ

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومتوجہان شرع متین دربارہ مہر معجل وموجل۔ مہر معجل کے کیا معنے ہیں اور منکوحہ کو کس وقت زرمہر کا مجاز وصول کرنے کا ہے اور کوئی سبب ہے یا نہیں اور اس کی کچھ تعداد ہے یا نہیں۔ مہر مؤجل کے کیا معنی اور کس وقت منکوحہ کو زرمہر وصول کرنے کا مجاز ہے اور اس کی کوئی تعداد بھی ہے یا نہیں اور کوئی سبب ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

مہر تین قسم ہے معجل کہ پیش از رخصت دینا قرار پالیا ہو اس کے لیے عورت کو اختیار ہے کہ جبتک وصول نہ کرلے رخصت نہ ہو اور اگر رخصت ہوگئی تو اُسے اب بھی اختیار ہے کہ جب چاہے مطالبہ کرے اور اُس کے وصول تک اپنے نفس کو شوہر سے روک لے اگرچہ رخصت کو بیس برس گزر گئے ہوں دوسرا مؤجل جس کی میعاد قرار پائی ہو کہ دس برس یا بیس برس یا پانچ دن کے بعد ادا کیا جائیگا اس میں جبتک وہ میعاد نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں اور بعد انقضائے میعاد ہر وقت مطالبہ کرسکتی ہے تیسرا مؤخر کہ نہ پیشگی کی شرط ٹھہری ہو نہ کوئی میعاد معین کی گئی ہو۔ یونہی مطلق ومبہم طور پر بندھا ہو جیسا کہ آج کل عام مہر یونہیں بندھتے ہیں اس میں تاوقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں مہر معجل ومؤجل کے لیے شرع مطہر نے کوئی تعداد معین نہ فرمائی جتنا پیشگی دینا ٹھہرے اس قدر معجل ہوگا باقی کی کوئی میعاد قرار پائی تو اتنا موجل ہوگا ورنہ مؤخر رہے گا ہاں اگر کسی قوم یا شہر کا رواج عام ہو کہ اگرچہ تصریح نہ کریں مگر اس قدر پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلا قرارداد صریح بھی اتنا معجل ہوجائے گا باقی بدستور مؤجل یا مؤخر رہے گا درمختار میں ہے لہا منعہ من الوطئ ودواعیہ ولو بعد وطء وخلوۃ رضیتہما لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ او اخذ قدر مایعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی ان لم یؤجل او یعجل کلہ فکالمشروط ردالمحتار میں ہے لو مات زوجہا او طلقہا بعد عشرین سنۃ مثلا من وقت النکاح

فلها طلب مؤخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۳۷

حضور اول یہ بتا دیجئے کہ بلا تعیین مہر نکاح ہوگا یا نہیں اگر لفظ شرعی مہر کہا جائے اور کوئی تشریح نہ کی جائے تو کس قدر مہر سمجھا جائیگا بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح بلا تعیین مہر بلکہ نفی مہر کے ساتھ بھی صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل دینا آتا ہے یوہیں مہر شرعی کہنے سے بھی جبکہ ان کی اصطلاح میں اُس سے کوئی خاص مقدار مثلاً اقل درجہ مہر یا مہر حضور بتول زہرا رضی اللہ تعالی عنہا مراد نہو ورنہ جوان کی اصطلاح معروف ہے وہی لازم آئے گا واللہ تعالی اعلم۔

سوال دوم ۳۸

مہر شرعی جو نیات صالحات کا لکھا ہے چار سو مثقال چاندی کا آج کل کے سکّہ سے کس قدر روپے ہوتے ہیں

الجواب

چار سو مثقال چاندی مہر حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالی عنہا تھا یہاں کے سکے سے ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی واللہ تعالی اعلم۔

سوال سوم ۳۹

مہر ازواج مطہرات کا پانچ سو درم کا سوائے بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کے کہ دو ہزار اوقیہ یا پانچ سو دینار کا لکھا ہے سکّہ مروجہ سے کسقدر ہوتے ہیں وزن درم اور اوقیہ اور مثقال اور دینار کی صراحت فرمادیجئے۔

الجواب

پانچ سو درم کے اس سکہ رائجہ سے ایک سو چالیس روپے ہوتے ہیں درم شرعی تین ماشے ایک رتّی اور پانچواں حصہ رتی کا اور مثقال کہ وہی وزن دینار شرعی ہے ساڑھے چار ماشے۔ ایک اوقیہ چالیس درم ہے واللہ تعالی اعلم۔

سوال چہارم ۴۰

اقل درجہ دس درم شرعی کی سکہ مروجہ سے کے روپے ہوتے ہیں۔

الجواب

دس درم کے اس سکہ سے دو روپے تیرہ آنے ایک پیسے کا پانچواں حصہ، دو سو درم کے پورے چھپن روپے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال پنجم

آج کل جو حیثیت سے زیادہ مہر باندھا جاتا ہے جس کے ادا کی کوئی صورت حالت موجودہ سے نہیں ہے دل میں یہ خیال کر لینا کہ کچھ دینا تو نہیں پڑتا ہے صرف زبانی جمع خرچ ہے قبول کر لو ایسے خیال سے کوئی نکاح میں تو نقص نہ آئے گا۔

الجواب

نکاح میں کوئی نقص نہیں مگر ایسا خیال عنداللہ سخت قبیح و شنیع ہے یہاں تک کہ حدیث میں ارشاد ہوا جو مرد و عورت نکاح کریں اور مہر کے دینے لینے کی نیت نہ رکھیں یعنی اُسے دَین نہ سمجھیں وہ روزِ قیامت زانی و زانیہ اُٹھائے جائیں گے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ششم

وہ کونسی صورت طلاق کی ہے کہ ایک جوڑی کپڑے پانے کی زوجہ مستحق ہے۔

الجواب

نکاح جب بلا تعین مہر ہوا اور عورت کو قبل خلوت طلاق دی جائے تو ایک جوڑا واجب آتا ہے جس کی قیمت پانچ درم شرعی سے کم نہ ہو اور عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو ان دو حدوں کے اندر اگر مرد و زن دونوں غنی ہوں اعلیٰ درجہ کا واجب ہوگا اور دونوں فقیر تو ادنیٰ اور ایک فقیر ایک غنی تو اوسط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ تسیح الدین صاحب ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید کی بی بی ہندہ کو اُس کے میکے والوں نے محض جھوٹی خبر پر کہ ہندہ کو سسرال والے زہر دیدیں گے روک رکھا ہے اور اُن کا یہ ارادہ ہے کہ ہندہ کا دین مہر وصول کرکے ہندہ کی شادی دوسری جگہ کر دیں آیا قبل طلاق دینے شوہر کے ہندہ کے دین مہر کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں اور اُس کا دوسری جگہ نکاح کر دینا جائز ہے یا نہیں اور اُسے روک رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ ہندہ کا مہر سوا لاکھ روپے ہے جس میں نصف معجل ہے اور نصف غیر معجل مگر معجل میں زمانے کی کوئی حد نہیں ہے۔

الجواب

آدھا مہر یعنی ساڑھے باسٹھ ہزار روپیہ جب تک ادا نہ کرے زید کو ہندہ کے بلانے کا کوئی اختیار نہیں اور میکے والے ہندہ کو روک سکتے ہیں قبل طلاق اگر نکاح کر دیا جائیگا حرام و زنا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴ ازمراد آباد محلہ مقبرہ مرسلہ حاجی کریم بخش صاحب ۱۵۔ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زوج نے زوجہ کے نام کچھ زمین مہر معجل میں دیدی اور غیر معجل مہر شوہر کے ذمہ ہے زوج سے لڑکی تولد ہوئی یا لڑکا تولد ہوا اب زوج زوجہ سے ناراض ہے اور طلاق دیتا ہے اب وہ معاملہ برادری کے پنچوں میں ہے اگر پنچ مہر معجل واپس کرلیں اور غیر معجل بھی نہ دلائیں اور کچھ روپے مسماۃ کو دیکر رضامند کرلیں اور زوج سے طلاق دلوادیں تو ایسے پنچوں پر کیا حکم ہے اور زوجہ سے مہر معجل واپس کرنے کا کچھ گناہ ہے یا نہیں اور پنچوں کو کس بات کا لحاظ رکھنا لازم ہے اور اگر پنچ کسی کی رعایت کرکے فیصلہ کریں تو کیا کچھ گناہ ہے۔

سوال دوم ۲۴۵

جو معاملات برادری کے متعلق طے ہوں اور شریعت سے باہر ہوں تو کیا گناہ ہے۔

الجواب

یہ معاملہ رضامندی پر ہے جبکہ وہ جانے کہ باہم نباہ نہ ہوگا تو زوجہ اپنی خلاصی کے لیے کل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس دے اور اس کے سوا اور روپے بھی دے سب جائز ہے قال تعالیٰ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ ہاں اگر پنچوں نے اُسے ناجائز طور پر دبایا تو گنہگار رہے اور عورت کے حق میں گرفتار جن معاملات میں شریعت مطہرہ نے اپنے حق کے لیے کوئی حکم خاص فرمایا ہے اُس کا اتباع مسلمانوں پر فرض کسی کی رضامندی اس کی مخالفت کو جائز نہیں کرتی جیسے سُود کہ اگر لینے دینے والا دونوں راضی ہوں جب بھی حرام قطعی ہے اور جن امور میں شرع نے اپنے حق کے لیے کوئی حکم نہ فرمایا جو ممانعت ہے وہ بندہ کے حق کے سبب ہے ان میں اگر صاحب حق راضی ہوجائے تو ممانعت نہ رہے گی جیسے پرایا مال جبراً لینا حرام اور اس کی خوشی سے حلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۶ ازشہسرام ضلع گیا مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۳۔ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

نہر الصناف تعین مہر میں کہ معجل و مؤجل و مثل ہے معجل میں کلام نہیں الا مؤجل میں کا بین کا لکھنا ضرور ہے یا نہیں ہے تو موافق شریعت کے مضمون کیا ہے۔

نمبر۲۔ مہر مثل میں ازواج مطہرات رسول علیہ التحیۃ والصلوٰۃ سے کہ امہات المومنین والمومنات ہیں افضل یا خاندانی مثل ام و عمہ عروس و والدہ۔

الجواب

مہر معجل وہ ہے جو پیشگی دینا ٹھہرے اور مؤجل وہ جس کی ایک میعاد معین قرار پائے کہ اتنے زمانے کے بعد ادا کیا جائے گا اور مؤخر وہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا نہ اُس کا کوئی وقت معین کیا گیا مہر مثل کوئی ان کی مقابل قسم نہیں مؤجل کی دستاویز لکھنی بہتر ہے قال اللہ تعالیٰ یا یھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ تفسیر احمدی میں ہے فی الزاھدی ان الاٰیۃ عامۃ فی السلم وکل دین یصح فیہ الاجل مدارک التنزیل میں ہے الامر للندب لباب التاویل میں ہے وھو قول جمھور العلماء اور مضمون میں وہی طریقہ معہودہ کافی ہے جو تمسکات میں رائج ہے کہ میں فلاں بن فلاں ساکن فلاں نے فلاں تاریخ فلانہ بنت فلاں بن فلاں سے اتنے مہر پر نکاح کیا جس کی ادا اتنے دنوں بعد قرار پائی ہے اقرار کرتا ہوں کہ مہر مذکور میعاد مذکور پر ادا کرونگا واللہ تعالیٰ اعلم

جواب سوال دوم

ازواج مطہرات کا مہر کس کے لیے مہر مثل ہو سکتا ہے اُن کے مثل کون ہے مہر مثل سے اپنے خاندان پدری کا مہر مراد ہے بہن پھوپی وغیرہ جو عمر و مال و جمال و بکارت وغیرہا میں اس کے مثل ہیں ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں امہات المومنات نہیں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں انا ام رجالکم لا ام نسائکم میں تم مردوں کی ماں ہوں تمہاری عورتوں کی ماں نہیں ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۷ از بجواڑا کاٹھیاوار مرسلہ حاجی عبداللطیف صاحب ۱۵۔ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

تجدید نکاح میں مہر کم از کم کتنا باندھنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مہر کی مقدار کم سے کم دس درم بھر چاندی ہے جس کی مقدار تقریباً دو روپے پونے تیرہ آنے بھر ہوئی باقی جو احکام مہر کے ابتدائی نکاح میں ہیں وہی تجدید نکاح میں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸ از موضع میونڈی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ...... ۷۔ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی نا کتخدا کا نکاح کسی شخص سے کر دیا اور وہ شخص بلا قربت حاصل کیے اپنی بی بی سے مرگیا اور کسی طرح کی کوئی بات چیت نہیں کی یعنی کسی طرح کا

کوئی فصل نہیں کیا اب علمائے دین فرمادیں کہ اس لڑکی ناکتخدا کا کتنا مہر اُس کے شوہر کے مال یا جائداد وغیرہ سے چاہیے نصف یا پورا اور اگر اُس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرنا چاہیں تو کتنے دنوں کے بعد کیا جائے بعض شخص کہتے ہیں کہ ایسے نکاح کی عدت نہیں ہوتی ہے کیونکہ جب اُس کے شوہر نے اُس سے قربت ہی نہیں کی تو عدت کس چیز کی کرنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ تین ماہ کی عدت کے بعد نکاح ایسے کا جائز اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ لوگ غلطی پر ہیں یا صحیح پر اور جو لوگ غلطی پر ہوں اور شریعت کو نہ مانتے ہوں اُن کے لیے کیا سزا شرع اطہر میں ہے فقط بینوا توجروا۔

الجواب

سزا پوچھنا لغو ہے آج کون کس کو سزا دے سکتا ہے جو شریعت کو نہ مانے جہنم میں سزا پائے گا جب شوہر مرجائے پورا مہر واجب ہوتا ہے اگرچہ ایک نے دوسرے کی صورت نہ دیکھی ہو اور چار مہینے دس دن کی عدت فرض ہے اس سے پہلے نکاح حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹ ازبلرام پور ضلع گونڈہ مرسلہ سکنڈ ماسٹر مڈل اسکول ۳ ۔ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

بکر اپنی لڑکا نکاح زید کے ساتھ کر دینے کے لیے چند شرائط پر تیار ہے زید جو بسلسلۂ ملازمت بیس۲۰ روپیہ ماہوار سے زائد حیثیت نہیں رکھتا ہے حسب حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے روپیہ پر اُس کا مہر شرعی ہونا جائز ہے اور حیثیت سے زائد مہر ہونے پر کیا مواخذہ ہے۔

الجواب

حیثیت سے زائد مہر نامناسب ہے کوئی گناہ نہیں جس پر مواخذہ ہو فان المال غاد ورائح واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۰ ازشہر بریلی محلہ صندل بازار مرسلہ نواب نثار احمد خاں صاحب ۸۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت فوت ہو جائے تو اُس کے ورثا شرعی سے مہر عورت مذکورہ متوفی کا اُس کا شوہر یا ورثا شوہر بخشوالیں تو شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔

الجواب

وارثان زن میں جو عاقل بالغ معاف کریگا اُس کا حصہ معاف ہوجائے گا اگر سب عاقل بالغ ہوں اور سب معاف کردیں تو سب معاف ہوجائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۱ ۲۰۔ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک فاحشہ سے توبہ کرا کے نکاح کیا بروقت عقد نکاح مہر شرع پیمبری صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مقرر ہوا تھا اور اُس کے قبیلہ کی کوئی عورت نہیں بلکہ اُن کا نکاح بھی نامعلوم اب مہر مثل معلوم نہیں ہو سکتا زید نے اُس کو قرآن مجید پڑھوایا اب بعد فوت زید کے وہ عورت زید کو سخت گالیاں دیتی ہے یہاں تک کہ ولدالزنا بھی کہہ دیتی ہے وہ لوگ کہ زندگی زید میں اُس کے سامنے نہ آتے تھے اب برابر آتے ہیں راتوں کو گھومتی ہے وکیلوں کے پاس جاتی ہے اب وہ کل اشیاء پر دعوی کرتی ہے مکان بیچنا چاہتی ہے تو اب اُس کا کتنا مہر ازروئے شرع شریف نکلتا ہے اور اُس کی گفتگو ہے کہ وہ کہتی ہے مرگیا وہ جہنمی جو مجھکو یہاں چھوڑ گیا پڑیں اُس کے لاشے ہیں کیڑے تین بھائی اور والدین اور والدا ور ایک ہمشیرہ بھی ہے۔

الجواب

اُس کے اقوال افعال کی سزا اللہ کے یہاں ہے اس سے اُس کا مہر یا حصّہ نہیں جاتا مہر شرع پیمبری سے اگر اُن لوگوں کے عرف میں اقل مقدار مہر مراد ہوتی ہے تو وہ دس درم ہے یعنی دو روپے پونے تیرہ آنے اور ۵/۱ پائی اور اگر اُن کی مراد مہر حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا ہوتی ہے تو وہ چار سو مثقال چاندی یعنی یہاں کے ایک سو ساٹھ روپے بھر اور اگر مہر ازواج مطہرات مراد ہے تو پانسو درم یعنی یہاں کے ایک سو چالیس روپے اور اگر کوئی خاص رقم اُن کے ذہن میں نہیں تو مہر مثل لازم آئے گا جو ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی یا ایک سو چالیس روپے سے زائد نہو کہ یہ قلّت ضرور مراد ہوتی ہے یہاں کے کثیر التعداد مہروں سے بھاگنے کے لیے یہ لفظ عوام نے وضع کیا ہے تو اُن سے زیادہ نہ دیا جائے گا وارث اگر کمی کا دعوی کریں تو محلف کہیں کہ ایسی عمر و شکل کی بازاری عورت کا مہر مثل اتنا ہوتا ہے یا حاکم تجویز کرے جو اُس مقدار سے زائد نہو واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۲ از ضلع رائے پور سی پی مرسلہ سردار خاں صاحب کلرک چاندی ڈویژن دفتر ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر معجل کی شرط ادا کیا ہے اور زید کا نکاح ہندہ سے بمہر معجل قرار پایا لیکن عرصہ دراز تقریباً ۵ ۲ سال کا گزرا کہ وہ مہر معجل ادا نہوا ایسی حالت میں کیا معجل موجل ہو سکتا ہے یا اُس مہر کا استحقاق جاتا رہا درصورت ضبط استحقاق آیا زید اور ہندہ کی خلوت صحیح ہوئی۔ بینوا توجروا

الجواب

ادا ہونے سے مہر کا استحقاق کبھی نہیں جاسکتا اور جو مہر معجل ٹھہرا ہے وہ ہمیشہ معجل ہی رہے گا جبتک عورت اُسے اپنی رضا سے موجل نہ کر دے پچیس برس مطالبہ نہ کرنا اُس کے حق میں فرق نہیں لاتا وہ اب بھی جس وقت چاہے اپنے مہر معجل کا مطالبہ کرسکتی ہے اور جبتک نہ ملے اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے درمختار میں ہے (ولہا منعہ من الوطی) ودواعیہ شرح مجمع (والسفر بہا ولو بعد وطئ وخلوۃ رضیتہما) لان کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی (لاخذ ما بین تعجیلہ) من المہر کلہ او بعضہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳: ازمدن پور مرسلہ عزیزالدین صاحب ۲ رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ دیہات میں ہمارے یہاں رواج ہے کہ مہر کی تفصیل نہیں ہوتی اور بعض لوگ کرتے بھی ہیں تو اس طرح کہ زیور وغیرہ مہر معجل دیتے ہیں اور بعض قاضی مہر معجل نام رکھدیتے ہیں ورنہ علی العموم نہ معجل نام رکھتے ہیں نہ موجل تو ایسی حالت میں ہندہ اپنے شوہر زید سے مطالبہ دین مہر کرسکتی ہے یا نہیں کہ پہلے میرا مہر ادا کردو تو میں اپنے والدین کے یہاں سے رخصت ہوں تمھارے گھر چلوں گی اور حال یہ ہے کہ فی الحال زید کو مہر ادا کرنے کی مقدرت بھی نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ نہ مہر معجل ٹھہرا کہ رخصت سے پہلے ادا کیا جائے نہ موجل کہ اتنی مدت معین گزرنے پر دیا جائے یا جتنا معجل ٹھہرا تھا وہ زیور وغیرہ دیکر ادا ہوچکا باقی نہ معجل ٹھہرا نہ موجل خواہ قاضی نے غیر معجل کہدیا یا کچھ نہ کہا تو اب ہندہ کو جب تک طلاق یا دونوں میں سے ایک کی موت نہ واقع ہو ہرگز مطالبہ مہر کا کچھ حق نہ تھا نہ وہ اس لیے رخصت سے انکار کرسکتی ہے اگرچہ زید کو فی الحال ادائے مہر کی لاکھ مقدرت ہو ردالمحتار کتاب القضا میں قبیل باب التحکیم ہے لومات زوج المرأۃ اوطلقہا بعد عشرین سنۃ مثلا من وقت النکاح فلہا طلب مؤخر المہر لان حق طلبہ انما یثبت لہا بعد الموت او الطلاق لامن وقت النکاح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۴: از رچھا ۸ رجب شریف یوم دوشنبہ ۱۳۳۸ھ مرسلہ رفیق احمد صاحب۔

ایک عورت سے اس کے خاوند نے کہا تو اپنا مہر معاف کردے اُس نے کہا کہ میں معاف نہیں کرتی اس کے اوپر اُس کے خاوند نے سخت پریشان کیا اور تنگ رکھا اور ساس سسر نے بھی برا بھلا کہا لہذا وہ عورت اپنے ماں باپ کے یہاں آگئی ہے اُس کا خاوند لینے آیا تو اُس نے سوال کیا کہ میں اپنا مہر جبتک نہ لونگی جبتک نہ جاؤں گی اُس کے خاوند نے کہا کہ ہم تم کو زبردستی پکڑ لیجائیں گے اور یہ بھی کہا کہ تو مہر کا کیا

کرے گی تو اُس نے کہا کہ میں مسجد بنواؤں گی اب عرض یہ ہے کہ پنچ لوگ بلا مہاد اکرائے اُس کو زبردستی لیجا سکتے ہیں یا نہیں میاں بیوی میں نا اتفاقی ہے ۔ بینوا توجروا

الجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ مہر بلا میعادی ہے لہذا قبل موت یا طلاق اُس کے مطالبہ کا عورت کو کچھ اختیار نہیں نہ اُس کی وجہ سے اپنے آپ کو شوہر سے روک سکتی ہے اُسے شوہر کے یہاں جبراً جانا ہوگا اور شوہر پر حرام قطعی ہے کہ اُس پر معافی مہر کا جبر کرے اور اگر جبر کرکے معاف کرائے گا معاف نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۵۵ از رامسہ تحصیل گوجر خاں ڈاک خانہ بھاتی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۸ ۔ شوال ۱۳۳۸ھ

ایک مرد اور زوجہ صرف اول روز ایک کوٹھے میں رہے ہیں اور دشمن گرد گرد کوٹھے کے مارنے کے لیے کھڑے رہے ہیں اور زوجین کو بھی یہ حالت معلوم تھی علی الصباح اُس مرد نے طلاق دیدی ہے مرد دخول کا مقر اور عورت منکر ہے اب یہ دخول یا خلوت صحیحہ قابل اعتبار ہے یا نہیں ۔

الجواب

اگر کوٹھی کا دروازہ اندر سے بند ہے اور مسقف ہے یا دیواریں بلند ہیں کہ دشمنوں کے گھس آنے کا اندیشہ نہیں تو خلوت صحیح ہے ورنہ نہیں ۔ ردالمحتار میں ہے تصح علی سطح کانا فوقہ وحدھما وامنا من صعود احد ھما الیھما ملتقطا صورت اگر پہلی تھی تو عورت کا دخول سے انکار بیکار ہے کہ مہر کامل بہرحال لازم ہوگیا دخول ہوا ہو یا نہیں ۔ ہاں صورت ثانیہ میں شوہر کا کہنا کہ دخول ہوا کُل مہر لازم ہونے کا اقرار ہے اور عورت کا انکار اُس کا رد ہے اور اقرار مقرلہ کے انکار سے رد ہو جاتا ہے تو صرف نصف مہر پائے گی ھذا ما ظھرلی واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۵۶ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت اللہ شاہ ساکن خاکی پور ۱۹ محرم ۱۳۳۹ھ

اگر کسی نے بی بی کے نزع کے وقت اُس سے کہا کہ میرا دین مہر معاف کیا اُس نے زبان سے بوجہ آواز بند ہوجانے کے جواب نہ دیا لیکن سر ہلا دیا تو اُس کا دین مہر معاف ہوا یا نہیں ۔

الجواب

مرض الموت میں مہر کی معافی بے اجازت دیگر ورثا معتبر نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۷ از اودے پور میواڑ ہاتھی دروازہ مدرسہ شرفیہ مسئولہ عبدالرحیم خلف مولوی شرف شاہ صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص مسمی زبیر خاں نے دو عورتیں کیں اور ہر دو عورتوں کے تین تین بچے ہیں سابق عورت کو بوجہ معمولی

لڑائی کے طلاق دیکر ایک طلاق کی تحریر لکھدی اُس میں یہ مضمون درج کیا کہ جو کہ تیرا مہر ہے اُس میں تیرے بطن کے دونوں بچے تجھ کو مہر میں دیے اور حمل سے بھی تھی بعد طلاق کے لڑکی بھی پیدا ہوئی نذیر خاں فوت ہو گیا بعد عدت کے اس عورت نے نکاح ثانی کر لیا اب یہ اس وقت بالکل بچے بالغ ہیں اور آوارہ ہیں سو یہ لڑکے جدّی حق پانے کے حقدار ہیں یا نہیں۔

الجواب

دونوں لڑکے اور وہ لڑکی اپنے باپ کے مال میں حصّہ پائیں گے اور طلاق شدہ اگرچہ حصّہ نہ پائے گی مگر مہر کی مستحق ہے اور وہ جو کہدیا تھا کہ دونوں بیٹے تیرے مہر میں دیے فضول تھا اس سے مہر ادا نہیں ہوتا ہاں اگر عورت نے یہ کہدیا ہو کہ دونوں بیٹے میرے دو میں نے مہر چھوڑا تو مہر نہ پائیگی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از کریلی گنج ضلع نرسنگ پور ڈاکخانہ تحصیل نرسنگ پور مسولہ اللہ بخش صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

زید اپنی عورت ہندہ کو عرصہ تقریباً پانچ سال سے علٰحدہ کیے ہوئے ہے ہندہ کے ماں باپ اس عرصہ مذکورہ میں چند مرتبہ اپنی لڑکی کو زید کے گھر چھوڑ آئے لیکن بوجہ عدم توجہی زید۔ زید کی ماں بہن ہندہ کو اقسام اقسام کی تکالیف دیتے ہیں جو اُس سے برداشت نہیں ہو سکتیں مزید براں نان نفقہ کی بھی کفالت نہیں کرتا نہ اُس کو رخصت دیتا کہ وہ اپنا دوسرا تدارک کرے اور مہر ہندہ کا تعدادی پانچ ہزار از قسم معجل ہے اب ہندہ اپنے ماں باپ کے یہاں ہے پس ایسی صورت میں ہندہ بذریعہ کچہری سے پانے کی مستحق ہو سکتی ہے یا نہیں اور اپنے نفس کو اُس سے علٰحدہ کر سکتی ہے یا نہیں کیونکہ زید کی نیت صرف اُس کو اور اُس کے ماں باپ کو اذیت پہنچانی ہے ورنہ اُس کا وجہ کفایت ایسا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو متوسط حالت پر نان نفقہ کی کافی طور پر امداد پہنچا سکتا ہے اس لیے عرض ہے کہ موافق شرع شریف جو ہندہ کے حق میں انسب ہو اُس سے ابلاغ فرمایا جائے۔

الجواب

مہر اگر واقعی معجل بندھا ہے تو ہندہ ہر وقت اُس کا مطالبہ کر سکتی ہے زید نہ دے تو بذریعہ نالش وصول کرے اور جب تک نہ ملے ہندہ کو اختیار ہے کہ اپنے نفس کو زید سے روکے اور اُس کے گھر نہ جائے اور اس روکنے کی وجہ سے ہندہ کا نان نفقہ زید پر سے ساقط نہ ہوگا لانھا منعت بحق فلم تکن ناشزۃ والمسئلۃ فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار ہاں یہ ناممکن ہے کہ ہندہ بغیر طلاق یا موت شوہر و انقضائے عدت دوسرے سے نکاح کر سکے قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹ از شہر محلہ برہمپورہ مسئولہ حاجی شاہ محمد عرف کمال اللہ شاہ صاحب ۲۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ معصومن زوجہ لعل محمد کے مہر کا حال اس طرح معلوم ہوا ہے کہ وہ خود کہتی ہے کہ میرا ایک سو دس روپیہ کا مہر ہے اور وکیل و گواہ نکاح مسماۃ مذکورہ کے فوت ہوگئے کوئی زندہ نہیں ہے اس کی چچازاد بہنیں چار ہیں جن میں سے تین کے مہر کی تعداد معلوم نہیں سب یہی کہتے ہیں کہ شرع پیغمبری تھا اور ایک چچازاد بہن کا مہر مبلغ پانچسو روپیہ ہونا معلوم ہوا ہے جو کہ مسمی ننھے کی زوجہ ہے ایسی صورت میں مسماۃ معصومن کا مہر کیا قائم کیا جائیگا۔

الجواب

جبکہ عورت ایک سو دس روپے اپنا مہر بتاتی ہے اور اس سے زائد بھی اس کے خاندان میں باندھا گیا ہے اور اس کے خلاف پر کوئی شہادت نہیں تو اس پر اس سے حلف لیا جائے اگر حلف سے کہدے کہ میرا مہر ایکسو دس روپے بندھا تھا تو ایک سو دس دلائے جائیں گے عالمگیری میں ہے امرأۃ ادعت علی زوجہا بعد موتہ ان لہا علیہ الف درہم من مہرہا فالقول قولہا الی تمام مہر مثلہا کذا فی محیط السرخسی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ حاجی کفایت اللہ صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ بہت محتاج ہے اور خانہ ویران بظاہر کوئی حیلۂ رزق نہیں رکھتی اس کا بھائی زید مزدوری کرکے لاتا ہے اس میں دونوں گزر کر لیتے ہیں ہندہ کے خسر نے بعد اپنی موت کے ایک مکان تقریباً ڈیڑھ سو گز وسعت کا چھوڑا جواب ٹوٹ پھوٹ گیا اس کے دو وارث ہوئے ہندہ کا شوہر اور دوسرا ہندہ کا جیٹھ ہندہ کے جیٹھ نے اپنا حصہ اپنے لڑکے کو دیدیا اب ہندہ کے شوہر کے حصے پر قبضہ کرکے بیچنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں ہندہ کا کیا حق ہے اس واسطے کہ میرے بھائی کو غائب ہوئے تقریباً تیس برس ہوگئے غالباً مر گیا کیونکہ پانچ چھ برس سے اس کی خبر نہیں اور قانون کہتا ہے کہ تین برس کے بعد دعوائے مہر نہیں چل سکتا ہے اور وکیل کہتا ہے کہ دعوائے مہر کرو تم کو ملے گا اور وکیل یہ رائے دیتا ہے کہ تمہارا دعوی چلے گا اس صورت میں کہ ہندہ کہے کہ میرے شوہر کے مرنے کی خبر تو تم نے مجھے آج دی ہے میں ابھی تک اپنے آپ کو بیوہ نہیں جانتی تھی میں جانتی تھی کہ وہ زندہ ہے اگر اب تم کہتے ہو کہ مر گیا تو آج سے تین برس تک مہر طلب کرنے کا مجھکو حق ہے ہندہ کے عزیزوں میں سے کسی کو

مہر کی تعداد یاد نہیں اس نکاح کو کما بیش چالیس برس ہوئے ہونگے ہندہ کو خوب یاد ہے کہ میرا مہر دو سَو روپے تھا اور میں سُنتی ہوں کہ میری والدہ اور پھوپی کا مہر بھی دو سَو روپے تھا اور اب میری بھتیجیوں اور میرے بھابیوں کا مہر بھی دو سَو روپے ہے اب ہندہ کے اقوال پر اُن کا حق شرعی دلانے کے لیے اہل محلہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا مہر دو سَو روپے کا تھا ان کے لیے کچہری میں اُس کا حق شرعی دلانے کے لیے یہ کہدینا جائز ہوگا یا نہیں کہ ہاں یہ دو سَو روپے تہا ان لوگوں کی گواہی پر اگر اُس کا حق انشاء اللہ تعالیٰ ملیگا تو اُس کا جینا اور مرنا با آسانی ہوجائیگا کسی وقت ناہندہ کے جیٹھ نے ہندہ کی خبر نہیں لی کہ وہ کس حالت میں ہی بینوا توجروا۔

الجواب

ہندہ جبکہ دو سَو روپے مہر بیان کرتی ہے اور اُس وقت کا کوئی گواہ نہیں اور ثابت ہو کہ یہ اُسکا خاندانی مہر مثل ہے تو وہ ضرور دو سَو روپے دلائے جائیں گے۔ گواہوں کی گواہی یہ جائز نہوگی کہ ہمارے سامنے دو سَو روپے کا مہر بندھا تھا۔ بلکہ یہ گواہی دینا کہ اس کا مہر مثل دو سَو روپے ہے۔ یہی گواہی اُس کی ڈگری کے لیے کافی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱ حفیظ اللہ خاں صاحب محلہ ٹکور قصبہ چنار پوسٹ آفس چنار ضلع مرزاپور۔ ۱۸ جمادی الاخرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سال بھر اور تین ماہ پردیس رہا بعدہ جب اپنے مکان پر واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اُس کی بیوی کو آٹھ مہینے کا حمل ہے موقع سے وہ شخص مذکور طلاق دینے پر آمادہ ونیار ہے ایسی حالت میں بعد طلاق کے وہ عورت کچہری مجاز میں مہر کا دعویٰ کرسکتی ہے یا نہیں اور شرعاً مہر پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس وجہ سے اُس کا طلاق پر آمادہ ہونا محض نادانی ہے شریعت میں حمل کی مدت دو برس کامل ہے اتنی مدت تک بچہ پیٹ میں رہ سکتا ہے اور دایہ وغیرہ کی یہ شناخت کہ آٹھ مہینے کا ہے کچھ معتبر نہیں بہرحال اگر طلاق دیگا مہر واجب الادا ہوگا اور اگر مرد کی جھوٹی بدگمانی بالفرض صحیح ہو جب بھی عورت مہر کی مستحق ہے کہ معاذ اللہ زنا سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲ لاپتہ۔ ۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اُس کی

حیات میں اُس کی چھوٹی بہن کے ساتھ نکاح کیا نکاح دوم جائز ہے یا ناجائز۔ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی وہ کیسی ہوگی اور زید کا متروکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں اور یہ دونوں عورتیں مہر پانے کی مستحق ہیں یا نہیں۔

الجواب

زوجہ جبتک زوجیت یا عدت میں ہے اُس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے قال تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین اُس سے جو اولاد ہوگی شرعًا اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں اُسے ولد حرام بمعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔ جبتک اس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی اُس وقت تک کے جماع سے جو اولاد پہلی سے ہوئی ولد حلال ہے اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو وہ بھی شرعًا اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں۔ دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید سے ہوئیں زید کا ترکہ پائیں گی کہ نسب ثابت ہے ہاں زوجہ ثانیہ ترکہ نہ پائے گی کہ نکاح فاسد ہے۔ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں۔ پہلی مطلقا اور دوسری اُس صورت میں کہ حقیقۃً اُس سے جماع کیا ہو فقط خلوت کافی نہیں پھر پہلی اپنا پورا مہر پائے گی اور دوسری مہر مثل اور جو مہر بندھا تھا ان دونوں میں سے جو کم ہو وہ پائے گی درمختار میں ہے یجب مھر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود ومثلہ تزوج الاختین معاء نکاح الاخت فی عدۃ الاخت اھ (ش) بالوطء لا بغیرہ کالخلوۃ ولم یزد علی المسمی لرضاھا بالوطء ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل ہدایہ باب نکاح الرقیق میں ہے بعض المقاصد فی النکاح الفاسد حاصل کالنسب و وجوب المھر والعدۃ درمختار میں ہے یستحق الارث بنکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعًا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از رامپور مدرسہ انوار العلوم مسئولہ جلال الدین پٹھان ۱۶ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مدعیہ نے اپنے گواہان سے یہ ثابت کیا کہ میرا دین مہر ایک لاکھ روپے کا تھا۔ فریق ثانی نے گواہان سے اس امر کا ثبوت پیش کیا کہ ہندہ کا دین مہر دس ہزار روپے کا تھا۔ صورت مسئولہ میں گواہان کس فریق کے معتبر ہونگے یا زیادتی کے بینوا توجروا

الجواب

اگر شوہر زندہ اور نکاح قائم ہے یا طلاق بعد خلوت ہوئی ہے یا شوہر مر گیا اور عورت کی نزاع اُس کے

ہوا دونوں سے ہے ان سب صورتوں میں دیکھا جائے کہ عورت کا مہر مثل دس ہزار خواہ کم ہے یا ایک لاکھ خواہ زائد یا دس ہزار سے زیادہ ایک لاکھ سے کم ہے۔ پہلی صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہیں لاکھ روپے کی ڈگری ہوگی دوسری صورت میں فریق ثانی کے گواہ معتبر ہیں دس ہزار دلائے جائیں گے۔ تیسری صورت میں جتنا مہر مثل ہے اُتنے کی ڈگری دینگے۔ یہ سب اس حال میں ہے کہ دونوں کے گواہ قابل قبول شرع ہوں اور وجہ شرع پر شہادت ادا کی ہو اور اگر اُن میں ایک ہی فریق کے گواہ ایسے ہیں تو مطلقاً انھیں کا اعتبار ہوگا خواہ لاکھ کے ہوں یا دس ہزار کے۔ دوسرے فریق کی شہادت کالعدم ہوگی اور اگر دونوں فریق کی شہادت شرعاً کالعدم ہو تو پہلی صورت میں فریق شوہر سے حلف لیں گے کہ لاکھ روپے مہر نہ بندھا تھا اگر قاضی کے حضور حلف سے انکار کر دیگا لاکھ کی ڈگری ہوگی اور حلف کر لیگا تو دس ہزار کی۔ اور دوسری صورت میں ہندہ سے حلف لیں گے کہ دس ہزار مہر نہ بندھا تھا اگر قاضی کے سامنے حلف سے انکار کر دے گی دس ہزار پائے گی اور حلف کرلے گی تو لاکھ۔ اور تیسری صورت میں دونوں فریق پر حلف رکھیں گے جو قاضی کے یہاں حلف سے انکار کر دے گا دوسرے کا دعوی ثابت ہو جائے گا اور اگر دونوں حلف کرلیں گے مہر مثل دلایا جائیگا اور اگر زن وشوہر میں طلاق قبل خلوت کے بعد اختلاف ہوا تو مطلقاً قول شوہر حلف سے معتبر ہے۔ جس طرح بعد موت زوجین اُن کے ورثہ میں اختلاف ہو تو مطلقاً وارثان شوہر کا قول معتبر ہے درمختار میں ہے (ان اختلفا) فی المهر (فی قدره حال قیام النکاح فالقول لمن شهد له مهر المثل) بیمینه (وای اقام بینة قبلت) سواء (شهد له او لها او لا ولا وان اقاما فبینتها) مقدمة (ان شهد له وبینته ان شهد لها وان کان بینهما تحالفا فان حلفا او برهنا قضی به وان برهن احدهما قبل برهانه) لانه نور دعواه اھ اقول قوله وان کان بینهما مسألة مستأنفة غیر داخلة تحت قوله وان اقاما جمع فیه ما اذا برهن احدهما او کلاهما او لا احد فبین احکام الصور الثلاث وقد اختار قول ابی بکر الرازی الذی صححه قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر والسغناقی فی النهایة وجزم به فی الملتقی وقدمه فی الهدایة والتبیین وغیرهما ان لا تحالف الا اذا کان المهر بینهما فسقط کلما اعترض العلامة الشامی انه کان علیه خلاف قوله تحالفا لانه اذا برهنا لا تحالف وان قوله وان برهن احدهما یغنی عنه قوله قبله وای اقام بینة قبلت الخ فلله دره ما امهره وقول الکرخی انهما یتحالفان مطلقا سواء شهد المهر له او لها او لا ولا وصححه فی المبسوط والمحیط و جزم به فی الکنز فی باب التحالف اقول لکن الاول هو المذکور فی الجامع الصغیر کما فی ش فترجح به

بعد تکافؤ النصین خلافا لما فی البحر انہ لم یرمن رجح الاول فلذا جعلنا علیہ المعول وباللہ التوفیق۔ بدائع وہندیہ میں ہے ولو اختلفا بعد الطلاق بعد الدخول او الخلوۃ فکما لو اختلفا حال قیام النکاح ولو کان قبل الدخول والخلوۃ والمہر دین فاختلفا فی الالف والالفین فالقول قول الزوج وتینصف ما یقول الزوج ولم یذکر الخلاف وذکرہ الکرخی وحکی الاجماع وقال نصف الالف فی قولہما اھ وصححہ فی البدائع وشرح الطحاوی ورجحہ فی الفتح تبیین الحقائق وعالمگیریہ میں ہے فان مات الزوجان ووقع الاختلاف بین الورثۃ فی مقدار المسمی فالقول قول ورثۃ الزوج۔ ردالمحتار میں ہے فیلزمہم ما اقروا بہ بحر ولا یحکم بمہر المثل لان اعتبارہ یسقط عند ابی حنیفۃ بعد موتہما درر اھ لکن ھو فی نسختی بمہر المثل اقول والاولی اسقاط الباء واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ریاست جاورہ لال املی مسئولہ ممتاز علیخاں صاحب اہلکار محکمہ حساب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے لیے مہر کا ہونا لازم ہے جو عموماً متعین ہوتا ہے مہر کی نقد او دھار بھی ضروری ہے اگر عورت چاہے تو کیا سب مہر کو مثل نقد یا مثل اپنے مطالبہ یا قرضہ کے حاصل کرسکتی ہے اس کی حسب ذیل تشریح فرمادی جائے (الف) مہر معجل کی یہ تعریف ہے کہ تاوقتیکہ زوجہ تمام و کمال مہر معجل وصول نہ کرے اُسے اختیار ہے کہ خواہ وہ زوج کے گھر جائے یا نہ جائے یا اُس سے بات چیت کرے یا نہ کرے پس اگر زوج نے دھوکے سے منجملہ مہر معجل جو زیور ہندہ کو دیا تھا وہ نکاح کے بعد جب دُلھن گھر گئی واپس لے لیا پس اب زوج بھی اُس کا مقروض سمجھا جائے گا یا نہیں اور زوج نے منجملہ مہر معجل کے پانسو روپیہ کا مکان حسب منشاء زوجہ خود خرید کر دینے کا تحریری اقرار کیا تھا تو کیا ہندہ اب مہر معجل پانے کی مستحق ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا جبتک اُسے مہر معجل نہ پہنچے اُسے زوج کے گھر جانا چاہیے یا نہیں اگر اُسے اختیار ہے تو کیا جبتک شوہر مہر معجل ادا نہ کردے وہ نان ونفقہ پاسکتی ہے یا نہیں (ب) مہر غیر معجل نکاح اور خلوت صحیحہ کے بعد کب سے کب تک زوجہ پاسکتی ہے کیونکہ مہر غیر معجل کے لیے کوئی زمانہ مقرر نہیں اگر بعد خلوت صحیحہ ہر وقت مہر پانے کی مستحق ہے تو جبتک اپنا مہر اتنا نہ وصول کرلے زوج کے گھر رہنے سے انکار کرسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نکاح کے لیے مہر لازم ہے بایں معنے کہ مہر کا ذکر نکاح میں ہو یا نہ ہو بلکہ مہر کی نفی شرط کرلی ہو جب بھی مہر دینا آئیگا

تعیین مہر نکاح کے لیے کچھ ضرور نہیں اگر تعیین نہ ہوگی مہر مثل دینا پڑیگا۔ مہر کہ نکاح میں مقرر کیا جاتا ہے تین قسم ہے معجل، مؤجل، مؤخر۔ معجل وہ کہ قبل رخصت دینا قرار پائے عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اُسے تمام وکمال وصول نہ کرلے شوہر کے یہاں نہ جائے اور اُس نہ جانے سے وہ نفقہ سے محروم نہ ہوگی پانسو روپیہ کا مکان اگر منجملہ مہر قرار پایا تھا تو اُس کے وصول تک بھی ہندہ اپنے آپ کو روک سکتی ہے۔ زیورات جو مہر معجل میں دیے گئے تھے وہ مہر ادا ہوگیا پھر اگر زوج نے دھوکا دیکر واپس لے لیے تو اُس سے مہر معجل اُس کے ذمہ عود نہ کرے گا اور اس کی وجہ سے عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار نہ ہوگا کہ مہر تو زیور پر قبضہ زن سے ادا ہولیا تھا اب یہ عورت کا ایک مال ہے کہ زوج نے غصب کرلیا اگر بعینہٖ باقی ہے اُس کا واپس دینا فرض ہے اور ہلاک ہوگیا تو اُس کا تاوان دے۔ اور مہر مؤجل وہ جس کے ادا کی ایک میعاد معین قرار پائی ہو مثلاً سال بھر بعد یا دس برس بعد میعاد جبتک نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں بعد انقضائے میعاد مطالبہ کرسکے گی اور میعاد آنے پر اگر شوہر دینے میں تاخیر کرے تو اُس کے لیے اپنے نفس کو نہیں روک سکتی خصوصاً جبکہ رخصت ہوچکی ہو شرح جامع صغیر امام قاضی خاں میں ہے لوکان المھر مؤجلا لیس لھا المنع قبل حلول الاجل ولابعدہ وعلی قول ابی یوسف لھا المنع الی استیفاء الاجل اذا لم یکن دخل بھا درمختار میں ہے وفی البحر عن الفتح ھذا کلہ اذا لم یشترط الدخول قبل حلول الاجل فلو شرطہ ورضیت بہ لیس لھا الامتناع اتفاقا اُس پر حاشیہ فقیر جدالممتار میں ہے اقول وعرف بلادنا ان الدخول قبل اداء شیئ منہ دالمعروف کالمشروط فلایکون لھا الامتناع اجماعا۔ مؤخر وہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا ہو نہ اُس کی کوئی میعاد مقرر کی ہو اُسکا مطالبہ نہیں ہوسکتا مگر بعد موت یا طلاق نہ اُس کے لیے کسی وقت اپنے نفس کو روک سکتی ہے فتاوٰے خانیہ میں ہے اذا لم یصح التاجیل یؤمر الزوج بتعجیل قدر ما یتعارفہ اھل البلدۃ فیؤخذ منہ الباقی بعد الطلاق او الموت ولایجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولایحبسہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از قصبہ نرہر ڈاک خانہ چڑوہ ضلع شیخا دوئی محلہ پیرزادگان مرسلہ منشی محمد علی صاحب آرم مدرس ۲۔ شوال ۱۳۳۹ھ

اس مسئلہ میں شریعت غرائے اسلام کا کیا حکم ہے ایک شخص نے آپکا نکاح ثانی کیا اور اپنی تمام جائداد کا مہر مقرر کیا جائداد علی التوریث چلی آرہی ہے جس میں ایک کھیت زمین بارانی مکان سکنی۔ آمدنی خانقاہ ہر قسم حصہ خود ایک گاؤں سے کچھ نقد رقم آتی ہے وہ رقم حصہ خود غرض سب جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مہر مقرر

کرکے اپنی بیوی کے نام ہبہ کردی۔ یہ جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیسا مہر لازم آئے گا۔ اُس کے ایک حقیقی بہن بھی ہے مگر یہاں رواج ہمشیرہ کو حصّہ کا نہیں۔ رشتہ کے بھتیجے موجود ہیں جو حسب دستور اُس کے بعد مستحق جائداد وغیرہ ہیں۔ عمر ساٹھ برس ہے جو مکان اور جائداد مہر ہوکر ہبہ ہوچکی اس کے سوا اور کوئی مکان رہنے کو اور نان نفقہ کو کوئی وجہ معاش نہیں۔ یہاں نکاح ثانی نہیں ہوتا اب کچھ کوشش جاری ہوا ہے یہی وجہ زیادتی مہر ہے ان سب صورتوں میں یہ شخص یا ہر شخص ایسا مہر مقرر کرسکتا ہے۔

الجواب

جس قدر جائداد اُس شخص کو متروکہ پدری یا مادری سے پہنچی اُس میں سے جس قدر اس کا حصّہ ہے وہ مہر میں ملک زوجہ ہوگیا اور جتنا حصّہ اس کی بہن کا ہے اگر وہ اجازت دیدے تو وہ بھی ملک زوجہ ہوگیا اور اگر وہ اجازت نہ دے تو حصّہ خواہر کی جتنی قیمت ہے وہ اسے مہر میں دینا پڑیگی عالمگیریہ میں ہے فاذا تزوجها علی هذا العبد وهو ملك الغیر او علی هذه الدار وهی ملك الغیر فالنکاح جائز والتسمیة صحیحة فبعد ذلك ینظر ان اجاز صاحب الدار وصاحب العبد ذلك فلها عین المسمی وان لم یجز المستحق لایبطل النکاح ولا التسمیة حتی لایجب مهر المثل وانما یجب قیمة المسمی کذا فی المحیط آمدنی خانقاہ جیسے نذور وغیرہا کہ فی الحال معدوم ہیں وہ داخل مہر نہ ہوئیں مگر ان چیزوں کے نکل جانے سے جائداد کے حصص موجودہ کہ مہر کیے گئے اُن پر اثر نہ پڑیگا وہ مہر میں ہوچکے نہ اس کی وجہ سے مہر مثل لازم آئے بلکہ وہی حصص موجودہ مہر میں دیے جائیں گے عالمگیری میں ہے واذا سمی فی العقد ما هو معدوم فی الحال بان یتزوجها علی ما یثمر نخیله العام او علی ما تخرج ارضه العام او علی ما یکتسب غلامه لایصح التسمیة وکان لها مهر المثل رد المحتار میں ہے لو سمی عشرة دراهم ورطل خمر فلها المسمی ولا یکمل مهر المثل بجز بھتیجے اس کے وارث ہونا یا نفقہ کے لیے کچھ پاس نہ رہنا مانع صحت مہر نہیں جو مہر میں دے چکا دے چکا اور جو کوئی ایسا مہر باندھے گا اُس کا یہی حکم ہوگا اگرچہ ایسا کرنا عقل سے بعید ہے اور وہ رواج کہ بہن کو ترکہ نہیں دیتے باطل و مردود ہے اس سے اُس کا حق ساقط نہیں ہوتا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲ از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاک خانہ جاتلی مسئولہ محمد جی صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

رئیس المحققین عمدۃ الامین محافظ الدین دام لطفہ۔ تسلیم کے بعد عرض خدمت ہے کہ (۱) اگر طالق اور مطلقہ دونوں کہتے ہیں کہ نہ ہم نے وطی کی ہے نہ ایک جگہ تنہائی میں بیٹھے ہیں اب حضور انور بتائیں کہ ان کے

کہنے پر اعتبار کرکے بغیر عدت کے نکاح کیا جائے تو کچھ نکاح خواں پر تو گناہ نہیں ہے یا ہے (۲) اگر محض عورت طالق کی دخول اور خلوت صحیحہ سے منکرہ ہے اور طالق کہتا ہے میں دخول کیا ہے یا برعکس ہو تو کس کے قول پر اعتماد کرکے بغیر عدت کے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کیا جائے یا نہیں (۳) ثبوت خلوت صحیحہ اور دخول کا گواہان سے ہوگا یا طالق مطلقہ سے سند فقہا مع عبارت کتب و اسم کتاب ارشاد ہو قیمت رقیمہ دی جائے گی بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جبکہ ظاہر حال اُن کے قول کا مکذب نہو تو اُس کا اعتبار کیا جائیگا نکاح خواں پر کوئی الزام نہوگا واللہ تعالیٰ اعلم (۲) اگر عورت خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر منکر ہو تو عورت کا قول معتبر ہے تنویر میں ہے ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لہا ردالمحتار میں ہے قولہ فقالت بعد الدخول المراد منہ الاختلاف فی الخلوۃ اور اگر عکس ہو تو قول شوہر بدرجۂ اولیٰ معتبر ہے کہ وہ مقر ہے اور عورت انکار سے متعنت۔ درمختار میں ہے والاصل ان من خرج الکلام منہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق ردالمحتار میں ہے تعنتا بان ینکر ماینفعہ بہرحال اُن میں جو کوئی خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتا ہو دوسرے کو قبل عدت نکاح پر اقدام نہ چاہیے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳) دربارۂ دخول تو ظاہر ہے کہ گواہوں کو کچھ دخل نہیں کہ وہ اُس پر مطلع نہیں اور ظاہرا خلوت صحیحہ بھی شہادت سے جدا۔ اُن کا علم اگر محیط ہوسکتا ہے تو صرف اتنی بات کو کہ ہمارے سامنے یہ دونوں تنہا مکان میں گئے اُس میں کوئی اور نہ تھا اور کواڑ بند کرلیے اس پر اگر ثابت ہوئی تو صرف خلوت۔ صحیحہ کے لیے تو یہ بھی لازم ہے کہ کوئی مانع نہ حسی ہو نہ شرعی نہ طبعی۔ اس پر شہادت نفی پر شہادت ہوگی اور وہ معتبر نہیں خصوصاً بعض موانع وہ ہیں جو شاہدوں کی اطلاع سے وراہیں معہذا اگر شوہر خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتا ہے تو وہ مقر ہے اقرار کے ساتھ شہادت کیسی۔ اور اگر عورت بیان کرتی ہے تو وہ منکرہ ہے اور گواہ منکر سے نہیں لیے جاتے بلکہ مدعی سے ہاں یہ صورت متصور ہے کہ عورت اپنے اوپر سے دفع حلف کے لیے اقرار شوہر کے گواہ دے جو شہادت دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خلوت صحیحہ ہونے کا اقرار کیا ھذا کلہ ماقلتہ تفقہا والفقیر الآن متنزہ علی جبل بعید عن وطنی وکتبی فان اصبت فمن ربی وعندہ العلم بالحق وھو حسبی واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسائل پر بفضل اللہ تعالیٰ۔ یہاں کبھی کوئی اجرت نہیں لی جاتی اور ...

سخت عیب سمجھا جاتا ہے ماأسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علیٰ رب العلمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از کانپور طلاق محال مکان ابوالضیا حکیم نورالدین صاحب مسئولہ عبید اللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) کسی قبیلہ میں یہ رسم ہے کہ عقد کے پیشتر جو کچھ شرائط متعلق عقد کرنا ہوتے ہیں نوشاہ سے بتوسط والدین یا کسی دیگر عزیز قریب کے اس طرح پر طے کرتے ہیں کہ نوشاہ بالکل خاموش بیٹھا رہتا ہے اور دوسرے لوگ جو کچھ اُس کے واسطے طے کر دیتے ہیں اُس کا وہ پابند سمجھا جاتا اور پابندی بھی کرتا ہے تو کیا زید کو جو اُسی قبیلہ کا ہے اور اس سے بھی اس رسم قبیلہ کے مطابق یہ طے کیا گیا ہے کہ وہ بعد بلوغ زوجہ کے سسرال میں رہکر نان و نفقہ کی خبر گیری کرتا رہے گا اور بعوض دین مہر جس کی تعداد ۵۰۰۰ پانچہزار پانچسو ہے جائداد غیر منقولہ بنام زوجۂ خود دوسال کے اندر خرید وادیگا یا نقد ادا کر دیگا مگر بعد عقد کے زید ان معاہدوں کے پورا کرنے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے معاہدہ میرے والد سے ہوا تھا نہ مجھ سے حالانکہ معاہدہ کے وقت زید بھی موجود تھا اور باوجود بالغ ہونے کے اُس نے معاہدہ کے کسی جز سے انکار نہیں کیا۔ تو کیا ایسی صورت میں حسب رواج قبیلہ زید ان معاہدوں کے پورا کرنے کا ذمہ دار ہے یا نہیں بینوا توجروا (۲) ہندہ کا عقد زید سے اس طرح پر ہوا کہ حسب رواج قبیلہ عقد سے چار یوم پیشتر زید سے بتوسط والدین یہ طے پایا تھا کہ مہر مؤجل باجل دوسال مقرر ہے اس طرح پر کہ چاہے دوسال کے اندر بعوض دین مہر مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ کے جائداد غیر منقولہ بنام ہندہ خرید وا دی جائے گی یا مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ نقد بابت دین مہر ادا کر دیا جائیگا مگر بروقت عقد یہ تفصیل دوہرائی نہیں گئی صرف اتنا کہا گیا کہ مہر مؤجل نقدا دی ساڑھے پانچ ہزار روپیہ تو کیا یہ مہر مطلق میں شمار کیا جائیگا یا باجل دوسال مؤجل ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) شرع مطہر کا قاعدہ عامہ ہے کہ المعروف کالمشروط جبکہ اُن لوگوں میں عام رواج یہی ہے کہ شوہر کے سامنے شرائط کیے جاتے ہیں اور وہ ساکت رہتا ہے اور اُس کا سکوت ہی قبول قرار پاتا ہے اور اُن شرائط کی پابندی کرتا ہے تو زید کہ اُنھیں لوگوں میں سے ہے اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا مگر پہلا معاہدہ بیکار ہے سسرال میں رہنا ایک وعدہ ہے جس کی وفا پر جبر نہیں اور زوجہ کو اپنے پاس رکھنا حق شوہر و حکم شرعی ہے قال تعالیٰ واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم شوہر جب چاہے اس

حق کا مطالبہ کر سکتی ہے لمکن ترکت فیمھالہا ان تعود متی تشاء اور دوسرے معاہدہ سے مہر دو برس کے لیے مؤجل ہو گا اُس پر لازم ہے کہ دو برس کے ندر ادا کر دے خواہ جائداد خرید کر یا نقد۔ اگر صرف جائداد خرید دینے کا معاہدہ ہوتا تو وہ بھی محض ایک وعدہ ہوتا زوجہ کو دو برس کے بعد مطالبۂ مہر ہی کا استحقاق ہوتا نہ بالخصوص جائداد کا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) اگر شوہر تسلیم کرے کہ عقد اُسی قرار داد کی بنا پر ہوا تھا اور مؤجل سے وہی اجل مراد تھی تو دو سال میں ادا کرنا لازم ہوگا ورنہ اطلاق لفظ اپنا عمل کریگا اور یہ مہر مؤخر رہے گا کہ قبل موت وطلاق مطالبہ کا اختیار نہوگا کہ تاجیل بوجہ جہالت اجل صحیح نہ ہوئی فتاوی امام قاضی خاں میں ہے رجل تزوج امرأۃ بالف علی ان کل الالف مؤجل ان کان للاجل معلوما صح التاجیل یؤمر الزوج بتعجیل قدر ما یتعارفہ اھل البلدۃ فیوخذ منہ الباقی بعد الطلاق او بعد الموت ولا یجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسہ عالمگیریہ میں ہے تاجیل المہر الی غایۃ معلومۃ نصھو الصحیح لان الغایۃ معلومۃ فی نفسہا وھو الطلاق او الموت کذا فی المحیط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از سرای صالحہ ضلع ہزارہ تحصیل ہری پور مرسلہ حاجی عبد العزیز خاں صاحب ۱۲ ذی الحجہ ۳۹ ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے نواسہ خالد کی منگنی میں جرگہ عام میں ایک زیور از قسم طلائی اس کے والد عمرو کو دیکر بطور ہبہ کہا کہ یہ تمھاری لڑکے کی طرف سے بطور نشانی لڑکی کو پہناتا ہوں۔ اس وقت عمرو کا لڑکا خالد نابالغ تھا اور عمرو نے وہ زیور زید سے قبول کر لیا لڑکی کے ہاتھ میں خالد کی طرف سے پہنایا گیا۔ اب وہ دونوں یعنی لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں کسی خاص وجہ سے لڑکی کی طرف سے وہ زیور وغیرہ اور پارچات واپس ہو کر طلاق ہونے پر فریقین تیار ہیں لیکن وہ زیور جو زید اپنی طرف سے نواسہ کو دیا ہے اور لڑکی کو اُس کی طرف سے پہنایا گیا تھا زید کہتا ہے کہ وہ مجھکو واپس ہوئے اور لڑکا کہتا ہے کہ میں اب بالغ ہوں مجھکو ملے اور عمرو لڑکی کا والد کہتا ہے مجھکو ملنا چاہیے اس لیے صاحبان شرع شریف سے مفصل طور پر دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا اس صورت میں اس زیور کے لینے کا شرعاً کون مستحق ہے کیا نانا یا باپ یا خود لڑکا جس کی منگنی ہوئی تھی جواب باصواب عنایت فرما کر اجر دارین حاصل فرماویں۔ بینوا توجروا اگر صورت مسئولہ میں ہبہ ہے تو نانا نواسے سے وہ زیور شرعاً واپس لینے کا حقدار ہے یا نہ۔

الجواب

ایسے زیور یا پارچہ کو ہمارے عرف میں چڑھاوا کہتے ہیں اسے دولھا کی طرف سے دولہن کو دینے میں اگرچہ عرف وعادت ناس کا اختلاف ہے بعض ہبۃً دیتے ہیں بعض عاریۃً مگر وہ جو دولھا کے اقارب دولہا کے یہاں بھیجتے ہیں اُس میں اصلاً اختلاف نہیں وہ یقیناً بطور ہبہ و امداد ہی ہوتا ہے۔ کسی حالت میں انھیں اُس کی واپسی کا دعویٰ نہیں ہوتا اولاد کی شادیوں میں جو ایسی اعانت کی جاتی ہے اُس میں اعانت کرنے والا اگر تصریح کردے کہ یہ میں نے ہبہ کی جب تو وہ اُس کی ہے اور تصریح نہ کرے تو وہ چیز اگر اولاد کے مناسب ہے تو اُن کی ہے ورنہ اگر یہ امداد کرنے والا باپ کے اقارب یا شناساؤں سے ہے تو وہ ہبہ باپ کے لیے ہے اور ماں کے اقارب سے یا شناساؤں میں ہے تو ماں کے لیے مگر یہ کہ امداد کرنے والے نے اس وقت کچھ نہ کہا اور اب وہ موجود ہے اور بیان کرے کہ میں نے فلاں کو ہبہ کیا تھا مثلاً باپ یا ماں یا اولاد کو تو اُس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے اذا اتخذ الرجل عذ بیرۃ للختان فاھدی الناس ھدایا و وضعوا بین یدی الولد فسواء قال المھدی ھذا للولد اولم یقل فان الھدیۃ تصلح للولد مثل ثیاب الصبیان اوشیئ یستعملہ الصبیان مثل الصولجان والکرۃ فھو للصبی لان ھذا تملیک للصبی عادۃ وان کانت الھدیۃ لاتصلح للصبی عادۃ کالدراھم والدنانیر ینظر الی المھدی فان کان من اقارب الاب اومعارفہ فھو للاب وان کان من اقارب الام اومعارفھا فھو للام لان التملیک ھنا من الام عرفا وھناک من الاب فکان التعویل علی العرف حتی لووجد سبب اووجہ یستدل بہ علی غیرما قلنا یعتمد علی ذلک وکذلک اذا اتخذ ولیمۃ لزفاف ابنتہ فاھدی الناس ھدایا فھو علی ما ذکرنا من التقسیم وھذا کلہ اذا لم یقل المھدی شیئا وتعذر الرجوع الی قولہ اما اذا قال اھدیت للاب اوللام اوللزوج اوللمرأۃ فالقول للمھدی کذا فی الظھیریۃ۔ باجملہ زید کی طرف سے وہ زیور ہبہ ہونے میں تو کوئی کلام نہیں اور جبکہ اُس کے لفظ وہ ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے کہ یہ تمھارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی تو یہ نواسے کو ہبہ ہوا اور وہ اُس وقت نابالغ[ف ۱] تھا اور اُس کے باپ نے قبول کرکے قبضہ کرلیا تو ہبہ تمام ہوگیا اور نواسہ اُس کا مالک ہوگیا اُس میں نہ باپ کا حق ہے نہ نانا کا نہ نانا اُسے کسی طرح واپس لے سکتا ہے کہ قرابت محرمہ مانع رجوع ہے۔ درمختار میں ہے[ف ۲] لووھب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا اومستامنا لایرجع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹: از چاندہ پار ڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی مسئولہ محمد یار علی صاحب نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے وقت لڑکی بالغہ کے والدین نے بخیال دُنیا اس قدر وسیع مہر بندھوایا کہ لڑکا بالغ اپنے والدین کی جائداد موجودہ سے کسی صورت ادا نہیں کرسکتا لڑکے نے اس خیال سے کہ اگر منظور نہ کروں گا نکاح نہ ہوگا مجبوراً محض اللہ کے بھروسے پر اپنے نزدیک نکاح جائز سمجھکر منظور کرلیا جب مکان پر ہمراہ رہنے کا دونوں کا اتفاق ہوا تو اُسی ہفتہ کے اندر لڑکی بالغہ نے بخوشی ورضامندی بغیر کسی مجبوری اور دباؤ شوہر کے سامنے اللہ کو شہید وبصیر جانکر جمیع انبیا وملائکہ کا واسطہ دلاکر معاف کردیا جب سے آج تک ایک سال کا زمانہ گزرا میاں بی بی دونوں ساتھ ہیں اب چند روز سے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ نکاح ناجائز و حرام ہوا اور یہ صحبت حرام کاری ہے لڑکا بخوف عقبیٰ اپنی برارت کے لیے ہر صورت سے راضی ہے گو کہ بی بی اُس کو بہت محبوب ہے مگر شرعی فتوے پر کاربند ہونے کو دل وجان سے تیار ہے مہر جو بندھا ہے اُس کی تعداد ایک ہزار دو اشرفی لڑکے کے والدین کی جائداد تقریباً پانچسو روپے سکہ رائج الوقت بینوا توجروا۔

الجواب

اگر لڑکے کے پاس ایک پیسے کا سہارا نہ ہوتا اور دس کروڑ اشرفی کا مہر باندھا جاتا جب بھی نکاح صحیح تھا اور معاذ اللہ اُسے حرامکاری سے کچھ تعلق نہ تھا یہ جو حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جن کا نکاح ہوا اُن کی نیت میں ادائے مہر نہیں وہ روز قیامت زانی وزانیہ اُٹھائے جائیں گے یہ اُن کے واسطے ہے جو محض برائے نام جھوٹے طور پر ایک لغو رسم سمجھکر مہر باندھیں شرعاً نکاح اُن کا بھی ہوجائے گا اور وہ بحکم شریعت زانی وزانیہ نہیں زن وشو ہیں اگرچہ قیامت میں اُن پر اُس بدنیت کا ۔۔۔۔ وبال مثل زنا ہو کہ انھوں نے حکم الٰہی کو ہلکا سمجھا یہاں کہ لڑکے نے اللہ عزوجل پر بھروسا کرکے قبول کیا تو اس صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوا پھر جبکہ لڑکی بالغہ نے بلے کسی دباؤ کے بخوشی معاف کردیا معاف ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم

الجہاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۲۵ صفر ۱۳۰۶ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا اور جہیز میں اُس کو کچھ زیور یا اسباب یا جائداد دی تو اُس مال کا مالک اُس لڑکی کے عین حیات میں اُس کا شوہر ہو سکتا ہے یا وہ لڑکی ہی مالک ہے بینوا توجروا۔

الجواب

وہ مال تمام وکمال خاص ملک عورت ہے دوسرے کا اُس میں کچھ حق نہیں فی ردالمحتار کل احد یعلم ان الجھاز ملک المرأۃ وانہ اذا طلقھا تاخذہ کلہ واذا ماتت یورث عنھا ولا یختص بشیئ منہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جو زیور اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا اُس کی مالک دختر زید ہے یا اُس کا شوہر اور اگر شوہر نے اذن زوجہ اُس میں تصرف کرے تو نافذ ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

زیور وغیرہ جہیز کہ زید نے اپنی بیٹی کو دیا خاص ملک دختر ہے شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اُس میں نہیں نہ اُس کا تصرف بے رضائے اذن زوجہ نافذ ہوسکے فی الدر المختار جھز ابنتہ بجھاز وسلمھا ذلک لیس لہ الاسترداد منھا ولا لورثتہ بعدہ ان سلمھا ذلک فی صحتہ بل تختص بہ وبہ یفتی علامہ شامی فرماتے ہیں کل احد یعلم ان الجھاز ملک المرأۃ لاحق لاحد فیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ یہ جو متعارف ان شہروں میں ہے کہ دولہا کی طرف سے جوڑہ وغیرہ دولہن کو بھیجا جاتا ہے بایں امید کہ اُدھر سے بہت زیور وغیرہ ملیگا لہذا بامید عوض جوڑے گراں قیمت سو روپے دو سو روپے کے اور دیگر اسباب قیمتی مناسب اُس کے بھیجتے ہیں اور یہ صراحت بھی ہوتی ہے

کہ اُدھر سے دوسو کا مال جائے گا تو اُس کے عوض میں چار سو کا مال ملیگا ایسا ہی دولہن کی طرف سے دولہا کے واسطے جوڑہ وغیرہ گراں قیمت بھیجا جاتا ہے پھر جب زوجین میں جُدائی ہوگئی اور زوجہ کی طرف سے طلب اپنے دیے کی ہوئی اور زوج کی طرف سے بمقتضائے ایمانداری جو کچھ اُدھر سے آیا تھا جوڑہ وغیرہ سب دیدیا اور رسید اُن اشیا کی لکھوالی اس صورت میں زوج کی طرف سے جو کچھ جوڑا وزیور وغیرہ گیا تھا واپس ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور اگر ہلاک کردے ایک شخص اُن دونوں میں سے جو دیا تھا اُس کو دوسرے نے تو اس صورت میں ہلاک کر دینے والے سے وہ دوسرا شخص جس کا مال ہلاک کیا لے سکتا ہے یا نہیں والدین زوج نے اپنے پسر کی زوجہ کو کچھ زیور وغیرہ واسطے تالیف قلوب کے بایں غرض کہ ہمارے گھر میں رہے گا اور ہر وقت ہمارے اختیار میں جس وقت چاہیں گے اُس کو دوسرے کام میں لائیں گے اور پھر جب چاہیں گے بنادیں گے جیسا کہ تاجروں میں ہے کہ بطور عاریت کے ایسا مال دیا کرتے ہیں واسطے زیبائش اپنے گھر کے نہ بطور تملیک کے اس صورت میں مالک اُس مال کے والدین ہیں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص ملک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں طلاق ہوئی تو کُل لے لیگی اور مرگئی تو اُسی کے ورثا پر تقسیم ہوگا ردالمحتار میں ہے کل احد یعلم ان الجہاز للمرأۃ اذا طلقها تاخذہ کلہ واذا ماتت یورث عنها اھ مرد بلکہ بحالت یکجائی اُن کے والدین بھی بعض اشیائے جہیز مثل ظروف و فروش وغیرہا اپنے استعمال میں لاتے ہیں اور عرفاً اس سے ممانعت نہیں ہوتی اس کی بنا ملک شوہر یا والدین شوہر پر نہیں بلکہ باہمی انبساط کہ زن و شو کے املاک میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا جیسے عورتیں بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وہ اُن کی ملک نہو گئے عقود الدریہ کتاب الدعویٰ وکتاب الفرائض میں بحر الرائق سے ہے لایکون استمتاعها بمشریه ورضاه بذلک دلیلا علی انه ملکها ذلک کما تفهمه النساء والعوام وقد افتیت بذلک مرارا یہاں سے ظاہر کہ جانب شوہر کی بری اگرچہ بامید کثرت جہیز گراں بہا بنے معاوضہ نہیں کہ اگر یہ اشیا اپنے ملک پر رکھتے اور وقت بری برائے نام بھیجدیتے ہوں کہ ہماری چیز پھر ہمارے گھر آجائے گی جب تو ظاہر کہ جانب شوہر سے کوئی تملیک نہ ہوئی اور تملیک ہی قصد کرتے اور دولہن کو اس گہنے جوڑے کا مالک جانتے ہوں تاہم معاوضہ نہوا کہ اس کے عوض میں جس شئے کی امید رکھتے ہیں یعنی جہیز وہ بھی تو ملک زوجہ ہی ہوگا اور عوض و معوض ایک ملک میں جمع

نہیں ہوسکتے ہاں کثرت جہیز کی امید پر بھاری جوڑے گہنے بھیجتے ہیں مگر نہ اس لیے کہ ہم یہ دیگر جہیز کے مالک ہوں گے بلکہ اس خیال سے کہ بسبب انبساط مذکور ہمیں بھی تمتع وانتفاع ملے گا ہمارے گھر کی زیب و آرائش ہوگی نام ہوگا آرام ہوگا وقت حاجت ہرگز نہ کار برآری کی توقع ہے کہ یہاں کی نیک بیبیاں غالباً اپنا مال خصوصاً ہنگام ضرورت اپنے شوہروں سے دریغ نہیں رکھتیں یہ وجوہ اس طمع پر باعث ہوتی ہیں کہ ادھر سے دو سو کا جائے گا تو چار سو کا آئے گا جیسے بلاد شام وغیرہ میں اسی امید پر مہر بڑھاتے ہیں فی ردالمحتار کل احد یعلم ان الجھاز ملک المرأۃ ولا یختص بشیئ منہ وانما المعروف انہ یزید فی المھر لتاتی بجھاز کثیر لیزین بہ بیتہ وینتفع بہ باذنھا ویرثہ ھو واولادہ اذا ماتت کما یزید فی مھر الغنیۃ لاجل ذلک لا لیکون الجھاز کلہ او بعضہ ملکا لہ ولا لیملک الانتفاع بہ وان لم تاذن۔

پس صورت مستفسرہ میں جہیز تو ذرہ ذرہ دینا واجب ہی تھا اور اس کی واپسی سے بری کی واپسی لازم نہیں کہ وہ اس کا عوض نہ تھی بلکہ اس کا حکم آگے آتا ہے شوہر کا جوڑا کہ ادھر سے آتا ہے بعد قبضہ قطعاً ملک شوہر ہوجاتا ہے کہ لوگ اس سے تملیک ہی کا قصد کرتے ہیں وذلک واضح لا خفاء بہ پس اگر وہ اس نے ہلاک کردیا خواہ ہلاک ہوگیا تو ادھر والے اس کا کوئی تاوان اس سے نہیں لے سکتے کہ ہلاک موہوب[ف۱] مطلقاً مانع رجوع ہے یونہی اگر جوڑا عورت کے والد یا والدہ نے اپنے مال سے بنا کر بھیجا جیسا کہ ان بلاد میں اکثر یہی متعارف ہے اور یہ شخص یعنی اُن کا محرم مثلاً بھتیجا بھانجا ہے یا نکاح پہلے ہولیا بعدہ جوڑا مال زوجہ سے برضائے زوجہ بنا کر بھیجا گیا تو ان صورتوں میں بھی واپس لینے کا اصلاً اختیار نہیں اگرچہ جوڑا سلامت موجود ہو کہ[ف۲] قرابت محرمہ وزوجیت دونوں مانع رجوع ہیں فی الدرالمختار وردالمحتار یمنع الرجوع فیھا حروف دمع خزقہ فالزاء الزوجیۃ وقت الھبۃ فلو وھب لامرأۃ ثم نکحھا رجع ولو وھب لامرأتہ لا کعکسہ ای لو وھبت لرجل ثم نکحھا رجعت ولو لزوجھا لا والقاف القرابۃ فلو وھب لذی رحم محرم منہ نسبا لا یرجع والھاء ھلاک العین الموھوبۃ وکذا اذا استھلکھا کما ھو ظاہر صرح بہ اصحاب الفتاوی رملی اھ ملتقطین فتح القدیر وغیرہ میں ہے لو بعث الیھا من مالہ فلہ الرجوع لو قائما والا فلا ولو من مالھا باذنھا فلا رجوع لانہ ھبۃ منھا والمرأۃ لا ترجع فی ھبۃ زوجھا ہاں اگر جوڑا ملک شوہر میں موجود اور باقی موانع رجوع بھی مفقود ہوں مثلاً والدین زن نے بنایا تو ان سے قرابت محرمہ نسبیہ نہ ہو یا مال زوجہ سے بنا تو پیش از نکاح بھیجا گیا ہو تو شوہر کی رضا یا قاضی کی قضا سے رجوع کا اختیار ہوگا کہ طرفین سے جوڑوں کا جانا

بحکم عرف دونوں جانب کی مستقل رسم ہے نہ ایک دوسرے کے عوض میں ولہذا اگر ایک جانب سے مثلاً بوجہ افلاس جوڑا نہ آئے تو بھی دوسری طرف والے بھیجتے ہیں تو عوض صریح کہ موانع رجوع سے ہے متحقق نہیں جو دولھا کی جانب سے بری میں ہرگز اُس جوڑے کا خیال نہیں ہوتا جو دولھا کو ملتا ہے بلکہ محض نامبری یا جہیز کثرت جہیز کی طمع پروری بہرحال یہ ہبہ معاوضہ سے خالی ہے تو بشرائط مذکورہ دولھن والوں کو رجوع کا اختیار ہوگا مگر ناخوش ہونگے حضور پُرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں العائد فی ھبتہ کالعائد فی قیئہ دیکر پھیرنے والا مثل کُتّے کے ہے کہ قے کرکے پھر کھالے رواہ الائمۃ احمد والستۃ بالفاظ شتی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما درمختار میں ہے (کرہ) الرجوع (تحریما) وقیل تنزیھا نھایہ اھ اقول والاول الذی جزم بہ فی المتن واشار الشارح الی تضعیف خلافہ فانہ ھو الصحیح الذی لامعدل عنہ لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحل للرجل ان یعطی عطیۃ فیرجع فیہا رواہ الائمۃ احمد والاربعۃ عن ابن عمر وابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم قال فی المنتقی صححہ الترمذی اس صورت میں شوہر نے اگر یہ جوڑا واپس کردیا تو رجوع صحیح ہوگئی اور اُس کی ملک سے خارج ہوگیا لتحقق الرجوع بالتراضی اور اگر موجود صورت اولی ہے یعنی قرابت وزوجیت وغیرہما کوئی مانع تو اس حال میں بھی اگر اُس نے برضائے خود جوڑا انہیں ہبہ کرنے کے ارادہ سے واپس دیا ہبہ صحیح ہوگیا فی الدر المختار اتفق الواھب والموھوب لہ علی الرجوع فی موضع لایصح رجوعہ من المواضع السبعۃ السابقۃ کالھبۃ لقرابۃ ابنہ جاز ھذا الاتفاق منھما جوھرہ وفی المجتبی لاتجوز الاقالۃ فی الھبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانھا ھبۃ اور اگر اس گمان پر واپس دیا کہ جوڑا بھی مثل جہیز ہے بعد افتراق اس کی واپسی بھی مجھ پر لازم تو یہ واپس دینا معتبر نہ ہوگا نہ وہ جوڑا ملک شوہر سے نکلیگا اُسے اختیار ہے ایسا واپس لے لے اور اُن پر لازم کہ واپس دیں لان الرجوع حیث لایصح انمایصح ھبۃ مبتدأۃ کما تقدم واذ لاھبۃ فلا صحۃ ولا عبرۃ بالظن البین خطؤہ قال فی العقود الدریۃ من کتاب الشرکۃ من دفع شیئا لیس بواجب علیہ فلہ استردادہ الا اذا دفعہ علی وجہ الھبۃ واستھلکہ القابض کما فی شرح النظم للوھبانی وغیرہ من المعتبرات اھ وفی الخیریۃ من الوقف قد صرحوا بان من ظن ان علیہ دینا فبان خلافہ یرجع بما ادی ولوکان قد استھلکہ رجع ببدلہ اھ دولھن کا گہنا جوڑا جو بری میں جاتا ہے اگر نصاً یا عرفاً اس میں بھی تملیک مقصود ہوتی ہو جیسے شکر میوہ عطر پھلیل وغیرہ میں مطلقاً ہوتی ہے تو وہ بھی بعد قبضہ منکوحہ ملک منکوحہ ہوگا ہمارے یہاں شرفا کا عرف ظاہر یہی ہے ولہذا بعد

رخصت اُس کے واپس لینے کو سخت معیوب و موجب طعن جانتے ہیں اور اگر لے لیں تو طعنہ زن یہی کہتے ہیں کہ دیکر پھیر لیا یا صرف دکھانے کو دیا تھا جب دُلھن آ گئی چھین لیا یعنی یہ اُن کی رسم معہود کے خلاف ہے اس صورت میں تو اُس کے لیے بھی بعینہٖ وہی احکام ہونگے جو دولھا کے جوڑے میں گزرے کہ بعد ہلاک دولھن سے تاوان لینے کا اصلاً اختیار نہیں جیسے شکر میوہ کا تاوان بٹ جانے کے بعد نہیں ملسکتا اگرچہ ہنوز کھانے میں نہ آیا ہو فان الخروج عن ملک الموھوب لہ ایضا من الموانع کما فی الدر و سائر الاسفار الغر یوہیں اگر وہ جوڑا گہنا بحالت قرابت محرمہ والدین شوہر یا بعد نکاح شوہر نے بنا کر بھیجا تو رجوع نامتصور ورنہ بحالت بقائے موہوب و فقدان موانع برضائے زوجہ یا قضائے قاضی واپسی گناہ کے ساتھ ممکن ہاں جہاں عرف تملیک نہو بلکہ صرف پہنانے کے لیے بھیجا جاتا اور بنانے والوں ہی کی ملک سمجھا جاتا ہو وہاں دُلہن کی ملک نہیں ایک عاریت ہے کہ بحالت بقا جس سے ہر وقت رجوع جائز و حلال اور بحال ہلاک اگر قبل افتراق زوجہ کے پاس بے اُس کے فعل کے تلف ہوگیا مثلاً چور لے گیا گر پڑا دولہن کے پہننے برتنے میں ٹوٹا بگڑا خراب ہوگیا بشرطیکہ وہیں تک اپنے استعمال میں لائی ہو جہاں تک کے پہننے پر عرفاً رضامندی سمجھی جاتی ہو تو ان صورتوں میں دولہن پر تاوان نہیں فان العواری (ف۱) لا تضمن بالھلاک من غیر تعد کما فی التنویر و غیرہ و فی الھندیۃ عن العمادیۃ اذا انتقص (ف۲) عین المستعار فی حالۃ الاستعمال لا یجب الضمان بسبب النقصان اذا استعملہ استعمالاً معہوداً اور اگر خلاف عرف و عادت بے طوری سے پہننے میں خراب کیا مثلاً بھاری جوڑے یا موتیوں کے نازک جڑاؤ گہنے راتوں کو پہنے سو رہا کی یا صرف آنے جانے میں پہننے کا عرف تھا یہ گھر میں پہنتی ہے تو نقصان کا تاوان دیگی یوہیں اگر بے احتیاطی بے پرواہی سے گما دیا یا بعد طلاق اپنے گھر لے آئی اور یہاں کسی طرح تلف ہوگیا تو قیمت دینی آئے گی لان العاریۃ کانت موقتۃ دلالۃ الی بقاء الزوجیۃ فانتھت کا نتھائھا فامساکھا بعد ذلک تعد منھا وان لم تستعمل فی جامع الفصولین لو کانت (ف۳) العاریۃ موقتۃ فامسکھا بعد الوقت مع امکان الرد ضمن وان لم یستعملھا بعد الوقت ھو المختار سواء توقتت نصا او دلالۃ الخ **اقول** ھذا ھو المنصوص علیہ فی الاصل کما فی الھندیۃ فیترجح علی ما فیھا ان من مشائخنا من قال بان ھذا اذا انتفع بھا بعد الوقت فان لم ینتفع بھا لم یضمن وھو المختار الخ فان الفتوی (ف۴) متی اختلف وجب المصیر الی ظاہر الروایۃ بل ھھنا اولی کما لا یخفی اور وہ زیور وغیرہ کہ والدین زوج اپنی بہو کے پہننے برتنے کو

بنا دیتے ہیں جس میں نصاً یا عرفاً کسی طرح مالک کر دینا مقصود نہیں ہوتا وہ بدستور ملک والدین پر رہ کر ہوگا اُس میں کچھ حق نہیں کما تقدم فی استمتاع المرأۃ بمشری الزوج اس کے احکام وہی احکام عاریت ہیں کہ مفصلاً مذکور ہوئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۔ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مسمی زید نے اپنے پسر ابو محمد کی شادی ساتھ حبیبہ بنت خالد کے بصرف زر اپنے کے کی خالد نے بطور جہیز اسباب و زیور وغیرہ دیکر زوجہ ابو محمد کو بدستور معروف رخصت کیا بعد چند روز کے زید نے اپنی خوشی سے ابو محمد اور اُس کی زوجہ کا کھانا پینا علیحدہ کیا اُس وقت اُس کی زوجہ نے اپنا مال و اسباب جو اُس کے والدین نے اُسے دیا تھا زید یعنی خسر سے طلب کیا زید نے کہا وہ مال ہمارا ہے ہم نے بالعوض اُس روپے کے جو شادی ابو محمد میں صرف ہوا رکھ لیا ہے اب فرمایئے کہ عند الشرع اُس مال و اسباب کی مالک زوجہ ابو محمد ہے یا زید والد ابو محمد ہے بینوا توجروا۔

الجواب

وہ زیور و اسباب کہ زوجہ ابو محمد اپنے جہیز میں لائی خاص اُس کی ملک ہے ابو محمد یا اُس کے باپ کا اُس میں کچھ حق نہیں اور وہ روپیہ کہ زید نے ابو محمد کی شادی میں صرف کیا بحکم عرف شائع و عام تبرع و احسان قرار پائے گا کہ زید اُس کا مطالبہ کسی سے نہیں کر سکتا اور اگر قرض بھی ٹھہرے مثلاً ابو محمد بالغ نے خود استدعا کی کہ میری شادی کے مصارف آپ میری طرف سے کر دیجئے میں واپس دونگا یا زید ہی نے اُس سے کہا کہ یہ صرف تیری طرف سے بطور قرض کرونگا اُس نے قبول کر لیا یا ابو محمد نابالغ تھا زید نے قبل صرف لوگوں کو گواہ کر لیا کہ یہ خرچ میں طرف ابو محمد سے بطور قرض اُٹھاتا ہوں میں اُس سے واپس لوں گا اور اس صورت میں صرف وہی کیا جو رسم و عادت و حیثیت کے موافق تھا کہ ان سب صورتوں میں جو اُٹھایا وہ قرض ہے مگر اُس کا تقاضا ابو محمد سے کرے زیور و اسباب کہ ملک زوجہ ہے اُس روپے کے عوض کیونکر لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید ایک زوجہ اور ایک پسر بالغ اور ایک دختر بالغہ اور دو لڑکیاں نابالغہ چھوڑ کر فوت ہوا نابالغ بہنیں اپنے جوان بھائی بکر کی پرورش میں رہیں (جب وہ بالغ ہوئیں تو بکر نے اُن کی شادیاں معمولی خرچ سے کر دیں اور جو بڑی بہن بکر کی تھی اُس کی شادی زید نے خود اپنی زندگی میں کر دی تھی اُس کی پرورش یا شادی کا خرچ بکر کے پاس سے نہ ہوا) صرف دو بہنوں کا خرچ پرورش شادی اس نے مال متروکہ مشترکہ سے کیا اس صورت میں یہ خرچ بکر کو ان دونوں چھوٹی بہنوں سے مجرا مل سکتا ہے یا نہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہاں تین چیزیں ہیں (۱) خرچ پرورش (۲) شادی کے مصارف بالائی یعنی جہیز کے سوا جو اور خرچ ہوتے ہیں جیسے برات کا کھانا خدمتیوں کا انعام سمدھیانے کے جوڑے دولھا کی سلامی سواریوں کا کرایہ برات کے پان چھالیا وغیر ذٰلک (۳) دولھن کا جہیز۔ بتوفیق اللہ تعالٰی ہر ایک کا حکم علیحدہ سنیے خرچ پرورش بیشک بحکم دیانت بحالت عدم وصی وارثان کبیر کو وارثان صغیر کی پرورش کرنا اور اُن کے کھانے پہننے وغیرہ ضروریات کی چیزیں اُن کے لیے خریدنا اور ان امور میں اُن کا مال بے اسراف وتبذیر اُن پر اٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ بچے اُن کے پاس ہوں اگرچہ یہ اُن پر وصایت وولایت مالیہ نہ رکھیں تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار وغیرہا اسفار میں ہے جاز شراء مالا بد للصغیر منہ کالنفقۃ والکسوۃ واستحسانا (الظاہر منہ) وبیع ای بیع لابد للصغیر منہ لاخ وعم وام وملتقط ھو فی حجرھم ای فی کنفھم والا لا۔ علامہ شامی قول درمختار لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی مسائل کی شرح میں بضمن مسائل استثنا ارشاد فرماتے ہیں کذا لو انفق بعض اھل المحلۃ علی مسجد لا متولی لہ من غلتہ لحصیر ونحوہ او انفق الورثۃ الکبار علی الصغار ولا وصی لھم فلا ضمان فی الکل دیانۃ اھ ملخصا اقول ولا یخالفہ بل ذنما یؤیدہ ما فی شہادات الاوصیاء من الطحطاوی

[illegible] بحصص مال و نفق الکبار
[illegible] الکانوا انفقوا بغیر
[illegible] فان ہذا اعذر وجہالوصی
[illegible] جو کہ بکر نے اُن لڑکیوں کی پرورش میں صرف کیا اگر نفقہ
مثل [illegible] تو بیشک ورنہ مجرا پائے گا [illegible] ولا یکون ضمینا
[illegible] فقبول حینئذ حکم بلا احتساب
[illegible] عمن لہ کالاذن و بل وجد
[illegible] وانت تعلم ان الملتقی انما
[illegible] فی کتاب الوصایا من العطایا النبویہ
[illegible] لا یقوم مقام وصی ابیہ
[illegible] والتفویض دلالۃ
[illegible] المفصل
[illegible] فہو بعینہ جمل فی قولہ
[illegible] اظہار اور
عقد مثل کے یہ معنی کہ [illegible] میں اپنے جیسوں پر اتنے مال والوں میں متوسط صرف نہ بے تنگی و اسراف
کس قدر ہوتا ہے اتنا مجرا پائے گا عالمگیری میں ہے نفقۃ المثل ما یکون بین الاسراف والتقتیر [illegible]
فی [illegible] مصارف شادی عبارت سوال میں
مذکور کہ دونوں [illegible] شادی جوان تھیں اور سائل نے بعد استفسار بذریعہ تحریر یہ اظہار کیا کہ
مصارف عروسی وجہیز عروس سب بکر نے محض اپنی رائے سے کیے والدہ کا انتقال دونوں قاصرہ
کی شادی سے پہلے ہوا اور ہندیں ان کی شادیوں میں عام بیگانوں کی طرح شریک ہوئیں نہ اُن سے
دربارۂ صرف کوئی استفسار ہوا نہ اُن کا کوئی اذن نہ قاصرات سے کہا گیا کہ ہم یہ صرف تمہارے حصہ
سے کرتے یا جہیز تمہارے حصہ میں دیتے ہیں اور وہ لڑکیاں ہمارے بلاد میں مصارف شادی کو آپ لوگ
سے پوچھ کر نہیں ہوتے نہ اُن سے اس امر میں کوئی اذن لیا جاتا ہے ہیں اگر بیان مذکور صحیح ہے تو جو کچھ

مصارف بالائی جن قاصرہ کی شادی میں ہوئے وہ دولہن کے حصّہ میں مجرا نہیں ہوسکتے لانا وان قلنا بوصایۃ بکر ولایۃ کما اشرنا الیہ فقد انقطعت الولایۃ بالبلوغ ردالمحتار میں غایہ سے ہے انھم (یعنی الورثۃ الکبار) اذا کانوا حضورا لیس للوصی التصرف فی الترکۃ اصلا اھ اذالخ توان مصارف میں جو کچھ بکر نے صرف کیا بہنوں کے ساتھ تبرع واحسان ہوا جسے کسی سے مجرانہ پائے گا سب صرف اسی کے حصہ پر پڑیگا خواہ ضمانًا خواہ قصاصًا دوسرے ورثہ جنھوں نے نہ خود صرف کیا نہ صراحۃً اذن دیا بری رہیں گے اگرچہ اُنھوں نے صرف ہوتے دیکھا اور خاموش رہے ہوں اذ لاینسب الی ساکت قول اشباہ میں ہے لورأی غیرہ یتلف مالہ فسکت لایکون اذنا باتلافہ خصوصًا اگر اُن میں کوئی اُس وقت نابالغہ ہو کہ نابالغ کا اذن بھی معتبر نہیں فانہ لیس من اھل التبرع ولا لاحد ان یتبرع من مالہ بزازیہ وبحرالرائق وردالمحتار وتنویر الابصار وسراج وہاج وغیرہا میں ہے الھبۃ والقرض وما کان اتلافا للمال اوتملیکا من غیر عوض فانہ لایجوز مالم یصرح بہ نصا اھ اقول ھذا افادوہ فی شریکی العنان والمفاوضۃ مع ان کلا منہما وکیل عن صاحبہ وماذون التصرف فی المال من جانبہ فکیف بالشریک شرکۃ العین فانہ اجنبی صرف عن حصۃ اخیہ لیس لہ التصرف فیہ کما نصوا علیہ حاشیہ طحطاویہ میں ہے التجہیز لایدخل فیہ الجھو والمؤن فالفاعل لذلک ان کان من الورثۃ یحسب علیہ من نصیبہ ویکون متبرعا وکذا ان کان اجنبیا اھ ملخصا دولہن کا جہیز وہ اگر بکر نے بطور ہبہ نہ دیا بقصد مجرائی دیا تو یہ ذہنی کچھ اثر پیدا نہ کریگا جبکہ باہم کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ آئی کہ یہ اشیاء تیرے فلاں حصّہ کے معاوضہ میں دیتے ہیں اس کے بعد کل ترکہ یا ترکہ کی فلاں قسم میں تیرا حصّہ نہ ہوگا نہ بالیقین یہ ہوا کہ اموال منقولہ کی ہر جنس جُدا جُدا جوڑ کر دولہن کا حصّہ نکال کر ہر چیز سے خاص جس قدر اُس کے حصّہ میں آیا بے کمی بیشی ایک ذرّہ کے اُس کے لیے جُدا کر لیا اور وہی اُس کے جہیز میں دیا ہو فضلا عن الاقتصار علی المثلیات والتحرز عن الاستبداد بالاستبداد فی القیمیات نہ اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بے تراضی ممکن یہاں تک کہ قاضی کو بھی اُس کا اختیار نہیں کما نصوا علیہ فی الکتب جمیعا تو غایت درجہ اس قدر رہا کہ بکر نے دیتے وقت اپنے دل میں سمجھ لیا کہ یہ ہم علی الحساب دیتے ہیں جو کچھ جہیز کی لاگت ہے دولہن کے حصّہ میں مجرا لیں گے صرف اتنا سمجھ لینا کوئی عقد شرعی نہیں ہوسکتا قسمت نہ ہونا تو ظاہر اور صلح وتخارج یوں نہیں کہ کل ترکہ یا اُس کی کسی قسم سے حصّہ دولہن کا ساقط نہ کیا گیا نہ دولہن کے خیال میں ہوگا کہ اب فلاں قسم ترکہ میں میرا کوئی دعوی نہ رہا اگرچہ میرا حصّہ مقدار جہیز سے زائد نکلے نہ ایسا امر بے تصریح رضامندی فقط ایک طرف کے خیال پر عقد ٹھہر سکتا ہے

فان العقد یربط ولا بد فی الربط من شیئین معہذا عندالحساب جہیز کی لاگت میں اختلاف پڑنا ممکن بلکہ مظنون تو قطع نزاع جس کے لیے صلح و تخارج کی وضع ہے حاصل نہ ہوا وما من شیئ خلا عن مقصودہ الا بطل (ف۱) وجہالۃ المصالح عنہ انما لا تمنع جواز الصلح اذا لم تفض الی منازعۃ ولا منعت درمختار میں ہے الصلح شرعا (ف۳) عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ نہایہ میں ہے جہالۃ (ف۴) تفضی الی المنازعۃ تمنع جواز الصلح اھ ملخصین رہی بیع وہ اگر بتصریح ایجاب و قبول بھی ہوتی مثلاً بکر کہتا ہے میں نے یہ جہیز بعوض اُن اشیائے متروکہ کے جو بمقدار مالیت جہیز تیرے حصّہ میں آئیں بیع کیا اور دولہن قبول کرتی تاہم فاسد ہوتی کہ نہ جہیز کی لاگت بیان میں آئی نہ یہ معلوم کہ اُس کی مالیت کی کتنی چیزیں اور کیا کیا اشیا حصّہ عروس میں آئیں گی یہاں کہ اس قدر بھی نہ ہوا بلکہ کوئی تذکرہ درمیان نہ آیا صرف بکر نے ایک امر سمجھکر جہیز سپرد کیا یہ بھی خبر نہیں کہ اُس وقت قلب عروس میں کیا نیت تھی اسے کیونکر کوئی عقد شرعی قرار دے سکتے ہیں ومعلوم انہ لیس من عقد یتم بالنیۃ بل لا بد من شیئ یظہر القصد القلبی ویکون دلیلا علی الرضا النفسی فتح القدیر میں ہے (ف۵) رکنہ الفعل الدال علی الرضا بتبادل الملکین من قول او فعل اھ ثم المظہر قد یکون نصا وھو اللفظ المفرد للایجاب والقبول وقد یکون دلالۃ کالمساومۃ واخذ المثمن بعد بیان الثمن فی بیع التعاطی وحیث لا حاجۃ الی البیان للعرف العام کالخبز مثلا حیث یکون لہ قیمۃ معلومۃ لا تختلف ففتح البائع الدکان وجلوسہ للبیع واعدادہ للخبز لذلک دلیل علی البیع واخذ المشتری علی الشراء اما ھھنا فان فرضت دلالۃ من بکر فلا دلالۃ اصلا من قبل العروس ولئن سلمت ایضا فالتعاطی (ف۶) ھھنا من احد الجانبین وھو وان جاز عند البعض وبہ یفتی وھو ارجح التصحیحین فلا بد فیہ عند مجیزہ من بیان البدل والبدل ھھنا کما علمت مجہول فلم ینعقد البیع اجماعا فتاوٰی عالمگیری میں ہے الشرط (ف۷) فی بیع التعاطی الاعطاء من الجانبین عند شمس الائمۃ الحلوانی کذا فی الکفایۃ وعلیہ اکثر المشائخ وفی البزازیۃ ھو المختار کذا فی البحر الرائق والصحیح ان قبض احدھما کاف لنص محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ان بیع التعاطی یثبت بقبض احد البدلین وھذا ینتظم الثمن والمبیع کذا فی النہر الفائق وھذا القائل یشترط بیان الثمن لانعقاد ھذا البیع بتسلیم المبیع وھکذا حکی فتوی الشیخ الامام ابی الفضیل الکرمانی کذا فی المحیط پس واضح ہوا کہ جہیز دینے میں کسی عقد شرعی کی حقیقت تو خفیفت صورت بھی نہ تھی تو یہ دینا اصلا کوئی اثر تبدل ملک پیدا نہ کریگا بلکہ وہ مال جس کی ملک تھا

بدستور اُسی کی ملک پر رہے گا اب معرفت مالک درکار ہے جو چیزیں عین متروکہ تھیں مثلاً زیور برتن کپڑے وغیرہا کہ مورثوں نے چھوڑے بعینہ جہیز میں دیے گئے وہ جیسے سب وارثوں میں پہلے مشترک تھیں اب بھی مشترک رہیں گی اور جو اشیا بکر نے خرید کر دیں وہ سب مطلقاً ملک بکر تھیں اور اب بھی خاص اُسی کی ملک پر ہونگی اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں لما علم من ان الشراء اذا وجد نفاذا علی الشاری نفذ غایت یہ کہ مال مشترک سے خریدنے میں بکر باقی ورثہ کے حصص کا ذمہ دار رہے گا کما نقلنا فی مواضع من فتاوٰنا عن ردالمحتار پھر اس قسم یعنی مملوکات بکر پر دولھن کا قبضہ قبضہ امانت ہوگا لحصولہ بتسلیط المالک پس جس چیز کو دولھن نے استہلاک نہ کیا بغیر اُس کے فعل کے چوری وغیرہ سے ہلاک ہوگئی اُس کا تاوان دولھن پر نہ آئے گا اور جو اُس کے فعل و تعدی سے تلف ہوئی اُس کی قیمت بکر کے لیے دولھن کے ذمہ واجب ہوگی لان الامین ضمین اذا تعدی اور جو باقی ہو وہ بعینہ بکر کو واپس دے اور قسم اول یعنی عین متروکہ سے جو کچھ جہیز میں دیا گیا اُس پر دولھن کا ہاتھ دست ضمان ہوگا یعنی کسی طرح اُس کے پاس ہلاک ہوجائے مطلقاً تاوان آئے گا وذلک لان بکرا قد تعدی علی حصص الشرکاء بتجہیز الاخت من مال مشترک و تسلیمہ الیہا جہاز اللبس وتستحل و بالتصرف تستقل وکل ید مترتبۃ علی ید ضمان ید ضمان پس باقی جنھوں نے اذن نہ دیا مختار رہیں گے کہ جو کچھ ہلاک ہوا چاہیں اپنے حصہ کا تاوان بکر سے لیں لانہ الغاصب چاہیں دلھن سے لانہا کغاصبۃ الغاصب فتاوٰے خیریہ میں ہے الید المترتبۃ علی ید الضمان ید ضمان فلرب البہیمۃ ان یضمن من شاء الخ اور وہ بکر یا دولھن جس سے ضمان لیں اُسے دوسرے پر دعوٰی نہیں پہنچتا اما بکر فلانہ الغاصب وانما قبض العروس بتسلیطہ واما العروس فلانہا قبضت لنفسہا لا لبکر ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے وھب الغاصب المغصوب او تصدق او اعار وھلک فی ایدیہم وضمنوا للمالک لا یرجعون بما ضمنوا للمالک علی الغاصب لانہم کانوا عاملین فی القبض لانفسہم بخلاف المرتہن والمستاجر والمودع فانہم یرجعون بما ضمنوا علی الغاصب لانہم عملوا لہ الخ اور جو کچھ باقی ہوں وہ دولھن سے واپس لے کر فرائض کہیہ پر تقسیم ہوجائیں یہ سب احکام اُس صورت میں تھے کہ بکر نے جہیز بطور ہبہ نہ دیا ہوا اور بیشک اس امر میں کہ ہبہ کی نیت تھی یا مجرائی کی بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا لانہ الدافع فہو ادری بجہۃ الدفع کما فی الاشباہ وجامع الفصولین والفتاوی الخیریۃ وغیرہا کتاب وقد نصوا علیہ فی مسائل کثیرۃ اقول ولیس فی تجہیز الاخوۃ الاخوات اذا کن ذوات مال شریکات فی ما بایدی الاخوۃ

من التركة ثم قال يعني بالهبة بخلاف الاباء والامهات في بلادنا وكيف يكون الظاهر قصد التبرع مع بقاء العواجب بل الظاهر انهم يريدون الاكتساب اليهن من الصلة ثم اسی طرح اگر بکر نے دل میں نیت ہبہ کی مگر دولھن نے ہبہ جانکر قبضہ نہ کیا بلکہ مثلاً اپنے حصّہ کا معاوضہ یا حصّے میں مجرائی سمجھکر لیا تو بھی بعینہ یہی احکام ہونگے کہ اس صورت میں دولھن کی طرف سے قبول ہبہ نہ پایا گیا فان القبول فرع العلم وهي اذا لم تحسبه هبة كيف يتصور انها قبلت الهبة۔ بحرالرائق میں ہے وكذا بقوله اذنت للناس جميعا في ثمر نخلي من اخذ شيئا فهو له فبلغ الناس من اخذ شيئا يملكه كذا في المنتقى وظاهره ان من اخذه ولم يبلغه مقالة الواهب لا يكون له كما لا يخفى اهـ اقول ومثله ما في الهندية عن الخلاصة رجل سيب دابته فاصلحها انسان ثم جاء صاحبها واخذ وقال قلت حين خليت سبيلها من اخذ فهي له او انكر فاقيمت عليه البينة او استحلف فنكل فهي للاخر سواء كان حاضرا اسمع هذه المقالة او غائبا فبلغه الخبر اهـ ووجهه ظاهر فانه اذا علم بمقالة الواهب فيكون الاخذ على جهته الايجاب ويقوم القبض مقام القبول بخلاف ما اذا لم يعلم فانه لم يتحقق القبول قطعا وهو مدار ثبوت الملك للموهوب له قطعا سواء جعل ركنا كما نص عليه في التحفة والبدائع والكافي والكفاية والتبيين والبحر ومجمع الانهر والدرالمختار وابي السعود وغيرها من كتب الكبار وهو ظاهر الهداية وملتقى الابحر وغيرهما من الاسفار الغر او شرطا كما نص عليه في المبسوط والمحيط والهندية وغيرها وافاد في البدائع انه الاستحسان وان الاول قول زفر وعلى كل فاتفق القولان على انه لا تملك فيها بدون القبول وهو الذي نص عليه في الخانية وغيرها وقد حققنا المسئلة بتوفيق الله تعالى على هامش ردالمحتار بما لا مزيد عليه تو اس حالت میں بھی وہ اشیا بدستور ملک اصل مالک پر رہیں گی خواہ بکر ہو یا سب شرکاء، اور احکام سالفہ عود کریں گے ہاں اگر بکر کا ارادہ ہبہ قولاً یا فعلاً یا دلالۃً کسی طرح ظاہر ہوا جس کے سبب دولھن نے اُسے ہبہ ہی سمجھکر قبضہ کیا تو البتہ ایجاب و قبول دونوں متحقق ہوگئے فان القبض بوجه الايجاب قبول وان ناقصا كما في مشاع يقسم ويستوي الكل في الدلالة على الرضا كما لا يخفى ولوالجیہ میں ہے القبض في باب الهبة جار مجرى الركن فصار كالقبول پس جو اشیاء بکر نے خرید کر جہیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دولھن اُن کی مالک ہوگئی اور بکر پر اُس مال مشترک میں اور ورثہ کے حصص کا تاوان آیا جن کے

بے اذن یہ شراء واقع ہوا یہاں تک کہ خود اُس دولہن کے حصے کا بھی جس نے جہیز پایا فان البدل وان اوصلہا وصل لکن الشراء نفذ علی بکر فوقع الملک لہ وتم الضمان ثم العطاء للعروس ہبۃ علیحدۃ من مال نفسہ فلا ینفع بہ ضمان قسط العروس اور جو کچھ عین ترکہ سے ہبہ کیں تو ہبہ باقی ورثہ کے حق میں نافذ نہ ہوا اذ لا اذن منہم ولا ولایۃ علیہم تو اُن کے حصے تو ہر حال دولہن کے ہاتھ میں مضمون رہے اور ضمان کا وہی حکم کہ انھیں اختیار ہے چاہیں بکر پر ڈالیں یا دولہن پر جس پر ڈالیں دوسرے سے مجرا نہ پائیگا کما قدمنا عن البزازیۃ رہا بکر کا اپنا حصہ جہیز میں جو مال قابل تقسیم تھا یعنی اُس کے حصے کیجیے تو وہی انتفاع اُس سے مل سکے جو قبل از تقسیم ملتا تھا جب تو بکر کے حصے میں بھی ہبہ صحیح نہ ہوا لانہا ہبۃ مشاع فیما یقسم اس صورت میں مال مذکور بدستور شرکت جمیع ورثا پر رہے گا اور جو کچھ دولہن کے ہاتھ میں کسی طرح ہلاک ہوگا اُس میں حصہ بکر کا تاوان خاص دولہن پر پڑے گا فتاوے خیریہ میں ہے لا تتم ہبۃ المشاع الذی یحتمل القسمۃ ولا یفید الملک فی ظاہر الروایۃ قال الزیلعی ولو سلمہ شائعا لا یملکہ فیکون مضمونا علیہ اھ ملخصا وتمامہ فیہما وفی رد المحتار اسی طرح اگر مال ناقابل تقسیم ہو مگر دولہن نہ جانے کہ اس میں بکر کا حصہ کس قدر ہے جب بھی ہبہ صحیح نہ ہوگا اور بعد ہلاک وہی حکم ہے کہ بکر کا تاوان دولہن پر آئے گا بحر الرائق میں ہے یشترط فی صحۃ ہبتہ المشاع الذی لا یحتملہا ان یکون قدرا معلوما حتی لو وہب نصیبہ من عبد ولم یعلمہ ...... بہ لم یجز محیط امام سرخسی میں ہے واذا علم الموہوب لہ نصیب الواہب ینبغی ان تجوز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی نقلہما فی الفتاوی الہندیۃ جامع الفصولین میں فتاوے امام فضلی سے ہے اذا ہلکت افتیت بالرجوع للواہب ہبۃ فاسدۃ لذی رحم محرم منہ اذ الفاسدۃ مضمونۃ علی ما مر اور اگر دولہن کو معلوم تھا تو اس قدر میں ہبہ صحیح ونافذ وتام ولازم ہوگیا اور ان اشیا میں دولہن اپنے اور بکر دونوں کے حصص کی مالک ہوگئی باقی ورثہ کے حصے بدستور دست عروس میں حکم ضمان پر ہیں جن کا حکم بارہا گزرا اور اول سے آخر تک سب صورتوں میں جو مشترک چیزیں دولہن کے ہاتھ میں تلف ہوئیں اُن میں دولہن اپنے حصہ کا تاوان کسی سے نہیں لے سکتی کہ اُس کا مال اُسی کے ہاتھ میں ہلاک ہوا اور بکر نے اُس کے حصے پر کوئی تعدی نہ کی فانہ انما سلم الملک لید من ملک فما ہلک فی یدہا فعلیہا ہلک ہذا کلہ من اولہ الی اخرہ مما فیض علی قلب الفقیر من فیض القدیر واخذتہ تفقہا من کلمات العلماء اعظم اللہ اجورہم یوم الجزاء فما اصبت فمن اللہ تعالٰی ولہ الحمد علیہ وما اخطأت فمن قصور نفسی وانا اتوب الیہ

الفن هذه اتقانا کبیرا فان المسائل مما تمس الیه الحاجة کثیرا فاغتنم هذا التفصیل الجمیل والحمد لله علی فیضه الجلیل واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم

فصل دوم

مسئلہ ٢٦١ تا ٢٦٤: از بجانتھ پارا رائے پور ممالک متوسط مرسلہ شیخ اکرم حسین صاحب متولی مسجد و دبیر مجلس انجمن نعمانیہ
٢٨ ربیع الآخر ١٣١٤ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً

فیض النسا بیگم مدعیہ بنام حسام الدین داروغہ جنگل مدعا علیہ	دعوی واپس پانے سامان جہیز ہر قسم کپڑے و زیورات وغیرہ متروکہ لڑکی متوفیہ مسماۃ فیض النسا بیگم نے اپنی سوتیلی لڑکی خدیجہ بی بی کی شادی حسام الدین کے ساتھ کردی ڈیڑھ برس بعد وہ لڑکی مرگئی اور اُس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا بعمر ایک سال بعد چار مہینے مرنے ماں کے وہ لڑکا مرگیا فیض النسا بیگم کا دعوی

ہے کہ کُل سامان جہیز زیور وغیرہ جو وقت شادی خدیجہ بی بی مرحومہ کو جہیز دی تھی واپس ملے اور صرفہ سامان جہیز وغیرہ میں اپنے پیسے سے کرنے کے سبب میں واپس پانے کی حقدار ہوں۔ سامان جہیز واپس ملنے کا رواج ملک مدراس میں جاری ہے۔ جواب حسام الدین یہ ہے کہ زیورات متوفیہ کے حکم سے اُسی کے دوا معالجہ میں رہن رکھکر خرچ ہوا مجھکو اس قدر وسعت نہ تھی کہ اس قدر عرصہ دراز کی بیماری میں اس کثیر صرفہ کے بار کا تحمل ہوسکتا اس کے علاوہ اور بھی بہت سا میرا ذاتی خرچ ہوا ہے متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے مرتے وقت زندہ تھا ماں کی جائداد کا لڑکا مالک ہوا اور بعد مرنے لڑکے کے میں باپ اُس کا وارث ہوں۔ متوفیہ کی سوتیلی ماں کا کوئی حق نہیں ہے۔ عالمان دین اور مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں۔ (١) ملک مدراس میں متوفیہ لڑکی کا جہیز واپس لینے کا رواج ہو فرمائیے شرع میں کیا حکم ہے (٢) شرع میں رواج ملک کو مداخلت ہی کیا (٣) جہیز میں جو سامان لڑکی کو دیا جاتا ہے وہ کیا عاریۃً سمجھا جائے گا یا تملیکاً (٤) شرح وقایہ جلد سوم میں ہبہ واپسی کا حکم ہے کیا ہبہ جہیز الشئی کا

ہبہ ہے حسب دعویٰ مدعیہ (۵) جو شے منجانب مدعیہ خاص مدعا علیہ یعنی داماد کو وقت شادی کے ملی ہے اُس کے واپس پانے کا کیا مدعیہ کو حق ہے (۶) جو جہیز یا سامان مدعا علیہ نے وقت شادی اپنی بی بی کو دیا اُس پر بھی حق واپس لینے مدعیہ کا ہے یا نہیں (۷) متوفیہ کے حکم سے زیورات وقت بیماری رہن رکھکر صرف ہوا اُس کے چھوڑانے کا کون ذمہ دار ہے بینوا توجروا۔

الجواب

جواب سوال اول تا چہارم

حکم شرع مطہر کے لیے ہے عرف ورواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں ان الحکم الا للہ ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرمائی ہے خواہ یوں کہ اگر یہ شے معروف ورائج ہو جائے تو اُس کے لیے حکم یہ ہے ورنہ یہ جس طرح وقف منقول کہ اشیائے منقولہ میں جس کا وقف معروف ہو جائز ورنہ نہیں یا استصناع یعنی بے طریق سلم معدوم چیز اُجرت دیکر بنوانا اس میں جن اشیا کے بنوانے کا رواج ہو جائز ورنہ نہیں یا شرط فی البیع کہ جو شرط مفسد معروف ہو جائے محتمل ہے ورنہ نہیں الی غیر ذلک مما صرحوا بہ فی الکتب خواہ یوں کہ حکم فی نفسہ حاصل اور عرف اُس کی صورت کا بتانے والا مثلا مرتہن کا شے مرہون سے انتفاع اگر باذن راہن بے شرط ہو جائز ورنہ حرام اب اگر عرف ورواج ہو کہ بے طمع نفع بمرہون قرض نہیں دینے جیسے ہمارے زمانہ میں تو مطلقا حکم حرمت دیا جائیگا کما فی الشامی عن الطحطاوی وقد افتیت بہ مرارا یہاں عرف نے بتا دیا کہ صورت صورت شرط ہے نہ یہ کہ قرض و رہن خالص واقع ہوئے اور اُس کے بعد راہن نے برضائے خود مرتہن کو اجازت انتفاع دی ایسی ہی جگہ المعروف کالمشروط والمعہود عرفا کالمشروط لفظا کہتے ہیں کتب فقہیہ میں دونوں صورتوں کی مثالیں بکثرت موجود یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ والدین اپنے مال سے دولہن کو جہیز دیتے ہیں اور یہ دینا ہبہ و عاریت دونوں کو محتمل تو بنظر اصل حکم مطلقا انھیں کا قول معتبر ہونا چاہیے تھا فان الاصل ان الدافع ادری بجہۃ الدفع وایضا اذا احتمل امران تعین الاقل اذ ھو المتیقن والی ھذا نظر الامام شمس الائمۃ السرخسی فاختار ان القول للاب مطلقا مگر عرف بلاد متبع قصد و مراد ہوتا ہے جہاں عرف غالب تملیک ہو وہاں دعویٰ عاریت نامقبول اور جہیز دینا تملیکات ہی پر محمول جبتک گواہان شرعی سے اپنا عاریۃً دینا ثابت نہ کریں اور جہاں عرف غالب عاریت ہو یا دونوں رواج یکساں وہاں آپ ہی اُن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا

اور ایسی جگہ جہیز دینا تملیک نہ سمجھا جائیگا مشیا علی الاصل المامر لعدم ما یحمل علی العدول عنہ یہی صحیح و معتمد ومختار للفتوٰی ہے بل ھو التوفیق[ف] بین الاقوال فاذا حقق فالیہ المآل درمختار میں ہے جھز ابنتہ ثم ادعی ان ما دفعہ لہا عاریۃ وقالت ھو تملیک اوقال الزوج ذلک بعد موتہا لیرث منہ وقال الاب[ب] او ورثتہ بعد موتہ عاریۃ فالمعتمد ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ واما ان مشترکا کمصر والشام فالقول للاب اُسی میں ہے بہ یفتی بحرالرائق میں ہے فی فتح القدیر والتجنیس والذخیرۃ المختار للفتوی ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ کما فی دیارنا وان کان مشترکا فالقول قول الاب عقود الدریہ میں ہے حیث کان العرف مشترکا فالقول للام مع یمینہا و قد ذکروا[ف۲] ان کل من کان القول قولہ یلزمہ الیمین الا فی مسائل اوصلہا فی شرح الکنز الی نیف وستین مسألۃ لیست ھذہ منہا وافتی قارئ الہدایۃ[۱] القول قول الاب والام انہما لم یملکاہا وانما ھو عاریۃ عندکم مع الیمین اھ مختصرا پھر عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہوسب کی مراعات واجب مثلاً شرفا میں عرف تملیک ہے کم درجہ کے لوگوں میں مشترک تو صرف شرفا ہی کی جانب سے تملیک سمجھی جائے گی یا حسب[ف۴] حیثیت ایک مقدار خاص تک جہیز دینے کا عرف ہوا ور زیادہ ہو تو عاریت تو جب اُسی مقدار تک دیا گیا ہو تملیک سمجھیں گے بحرالرائق میں ہے قال قاضی خان وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان الاب من الاشراف والکرام لایقبل قولہ انہ عاریۃ وان کان الاب ممن لایجہز البنات بمثل ذلک قبل قولہ نہرالفائق میں ہے وھذا الحری من الحسن بمکان درمختار میں ہے لوکان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول لہ اتفاقا بالجملہ یہاں مدار عرف ودولج پر ہے اوران سب اقوال وتفاصیل کا یہی منشا تو جدھر عرف لے جائے اُسی طرف جانا واجب مگر یہ کہ کوئی دلیل دیگر اُس سے صارف ہو مثلاً باپ پر بیٹی کا قرض آتا تھا وہ کہتا ہے میں نے قرض میں دیا یہ کہتی ہے اپنے مال سے کیا تو باپ ہی کا قول بقسم معتبر ہے کہ مدیون کے حال سے یہی ظاہر کہ ادائے دین کی فکر مقدم رکھے گا بحرالرائق میں ہے لوکان[ف۵] لہا علی ابیہا دین فجہزہا ابوہا ثم قال جہزتہا بدینہا علی وقالت بل بمالک فالقول للاب وقیل للبنت القرویہ میں ہے والاول اصح فانہ لوقال الاب کان لہ ملک علی مأتہ دینار فاتخذت الجہاز بہا وقالت بل بمالک فالقول للاب جامع الفتاوی وکذا فی القنیہ اھ **اقول** وباللہ التوفیق مگر اگر بحالت دین بھی عرف قاضی تملیک

ہو تو اسی پر نظر کی جائے گی کہ اب دلالت دین دلالت عرف کے معارض نہ رہی، ہدایہ میں ہے (من بعث
الی امرأتہ شیئا فقالت ہو ہدیۃ وقال الزوج ہو من المہر فالقول قولہ) لانہ ہو المملک فکان اعرف
بجہۃ التملیک کیف وان الظاہر انہ یسعی فی اسقاط الواجب (الا فی الطعام الذی یؤکل) فان القول قولہا
والمراد منہ ما یکون مہیأ للاکل لانہ یتعارف ہدیۃ فاما فی الحنطۃ والشعیر فالقول قولہ لما بیناہ اھ فانظر
کیف رجح دلالۃ العرف علی دلالۃ انہ مدین فالظاہر منہ السعی فی اسقاط الدین ثم زاد الشارحون فیما اطرد
العرف کیفما سار قال المحقق فی الفتح ہذا والذی یجب اعتبارہ فی دیارنا ان جمیع ما ذکر من الحنطۃ واللوز
والدقیق والسکر والشاۃ الحیۃ وباقیہا یکون القول فیہا قول المرأۃ لان المتعارف فی ذلک کلہ ارسالہ
ہدیۃ فالظاہر مع المرأۃ لا معہ ولا یکون القول لہ الا فی نحو الثیاب والجاریۃ اھ وقال فی النہر الفائق
واقول وینبغی ان لا یقبل قولہ ایضا فی الثیاب المحمولۃ مع السکر ونحوہ للعرف اھ وقال السید ابو السعود
فی حاشیۃ الکنز بعد نقلہ واقول ینبغی ان یکون القول لہا فی غیر النقود للعرف المستمر اھ وقال فی ردالمحتار
قلت ومن ذلک ما یبعثہ الیہا قبل الزفاف فی الاعیاد والمواسم من نحو ثیاب وحلی وکذا ما یعطیہا من ذلک
او من دراہم او دنانیر صبیحۃ لیلۃ العرس ویسمی فی العرف صبحۃ فان کل ذلک تعورف فی زماننا کونہ
ہدیۃ لا من المہر ولا سیما المسمی صبحۃ فان الزوجۃ تعوضہ عنہا ثیابا ونحوہا صبیحۃ العرس ایضا اھ فکل
ذلک انما ہو العرف قضی بکونہ ہدیۃ مع العلم بان الزوج مدین بالمہر فسقطت بجنبہ دلالۃ الدین
لکذلک لو ان العرف ہہنا عم وطم ولو لا الاب مدینا لہا وجب القضاء بالتملیک وکان القول
قولہا ہکذا ینبغی ان یفہم ہذا المقام واللہ الموفق وبہ الاعتصام اور شک نہیں کہ اب عامہ
بلاد عرب وعجم کا عرف غالب وظاہر وفاش ومشتہر مطلقا یہی ہے کہ جہیز جو دولہن کو دیا جاتا ہے دولہن
ہی کی ملک سمجھا جاتا ہے بلکہ جہیز کہتے ہی اُسے ہیں جو اُس وقت بطور تملیک دولہن کے ساتھ بھیجا جاتا ہے
کما سبق من قول الدر ورد المحتار والبحر والفتح والتجنیس والذخیرۃ ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ
ہمارے بلاد میں عموما شرفا و اوساط وعامہ اراذل سب کا یہی عرف ہے جہیز واپس لینے یا بیٹی کے
قرض میں محسوب کرنے کو سخت عیب وموجب طعن سمجھیں گے تو یہاں علی العموم تملیک ہی مفہوم اور
سماع دعوی عاریت بے بینہ معدوم ردالمحتار میں ہے ہذا العرف غیر معروف فی زماننا فان کل
احد یعلم ان الجہاز ملک المرأۃ وانہ اذا طلقہا تأخذہ کلہ واذا ماتت یورث عنہا اھ وفیہ

عن حاشیۃ الاشباہ للسید محمد ابی السعود عن حاشیۃ العلامۃ الشرف الغزی قال قال الشیخ الامام الاجل الشہید المختار للفتوی ان یحکم بکون الجہاز ملکا لاعاریۃ لانہ الظاہر الغالب الخ

ملک مدراس میں کہ واپس لینے کا رواج ہے اگر مثل عامہ بلاد دنیا وہاں بھی جہیز تملیکا ہی دیتے اور تملیک کا اُس سے قصد کرتے ہیں اور یہ واپسی بعد موت عروس اس بنا پر ہوتی ہے کہ اُسے ہبہ ف۱ تاحین حیات سمجھتے ہیں جب تو وہ مثل دیگر بلاد ہبہ کاملہ ہوجاتا ہے اور حین حیات کی شرط لغو و باطل بعد موت عروس ترکہ عروس قرار پاکر وارثان عروس پر منقسم ہوگا درمختار میں ہے جاز العمری للمعمر لہ ولورثتہ بعدہ لبطلان الشرط شوہر وغیرہ دیگر ورثۂ عروس پر واپسی کا جبر ہرگز نہیں ہوسکتا نہ اُس کا اصلا استحقاق فان موت احد العاقدین من موانع الرجوع ہبہ میں واپسی جہاں ہو بھی سکتی ہے تو اُسی وقت تک کہ واہب وموہوب لہ دونوں زندہ ہوں جب اُن میں کوئی مرجائے تو اُسی شرح وقایہ وغیرہ تمام کتب میں تصریح ہے کہ اب رجوع نہیں اور اگر وہاں تملیکا نہیں دیتے بلکہ عاریت مقصود ہوتی ہے تو بیشک یہ واپسی حق وبجا و مطابق شرع مطہر ہے اگرچہ دلھن کی حیات ہی میں واپس لے فان علی الید مااخذت حتی تؤدیہ وان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلہا یہاں تک چار سوال پیشین کا جواب تھا سائل نے کلیۃً سوال کیے لہذا اُن کے جواب میں ان مسائل کی حاجت ہوئی ورنہ مسئلہ نقض النساء بیگم سے اس بحث کو علاقہ نہیں۔ یہ حکم کہ بحالت ف۲ عدم عرف تملیک مدعی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو کہ میں نے اپنے مال سے عاریۃً جہیز دیا لہذا واپسی کا مستحق ہوں عامۂ کتب مذہب میں باپ کے لیے مذکور ہے اور بحکم عرف حقیقی ماں کو بھی اُس سے لاحق کیا گیا واقعی ماں باپ اپنے ہی مال سے اولاد کا جہیز تیار کرتے ہیں تو اُن کی طرف سے ہوتا بحکم ظاہر خود ثابت نہ رہا دعوی عاریت وہ بحال عدم دلیل تملیک انھیں اصول پر واجب القبول بخلاف اجنبی کہ اُس کا یہ دعوی خود دعوی سے ہرگز متجاوز نہیں یہانتک کہ علامہ بحر نے بحر میں حقیقی ماں اور دادا کے لیے بھی اس حکم کے ہونے میں تردد فرمایا اور جبکہ اُن کی تلمیذ علامہ غزی نے متن تنویر میں ماں کو مثل پدر ہونے پر جزم کیا علامہ طحطاوی کو حقیقی نانی دادی کے مثل مادر ہونے میں تردد ہوا فقال تحت قولہ والام کالاب فی تجہیزھا انظر ھل الجدۃ مثلہا علامہ ابن وہبان نے اپنی رائے سے دیگر اولیا کو اسی حکم میں شامل کرلینے کی بحث کی علامہ ابن الشحنہ نے اُس میں نظر کردی کہ علامہ شرنبلالی نے نقل فرماکر مقرر رکھی اور شک ف۳ نہیں کہ یہ الحاق بحث

محل تأمل ہے جبتک والدین کی طرح عرف عام وفاش سے ثابت نہ ہوجائے کہ سب اولیا بھی اپنے ہی مال سے جہیز دیتے ہیں بلکہ ہمارے بلاد میں تنہا ماں کے مال خاص سے بھی تجہیز ہونا ہرگز معروف نہیں جہیز مطلقًا مال پدر سے ہوتا ہے یا بعض اشیا ماں بھی شامل کردیتی ہے مگر خاص مال مادر سے ہو مگر جبکہ باپ مال نہ رکھتا ہو یا اُس سے جُدا ہو کر ماں نے بطور خود دختر و بج کی ہو تو ان دو صورتوں کے علاوہ ماں کا دعوی اختصاص (ف۱) بھی ضرور محتاج بینہ ہونا چاہیے کہ ظاہرًا اُس کے لیے شاہد نہیں کما لایخفے واللہ تعالٰی اعلم وھذا بحمد اللہ **تحقیق شریف** فتح بہ المولی القوی اللطیف علی عبدہ الذلیل الضعیف الفخر بہ نظر العلامۃ عبد البر واتجہ بہ کلام البحر فلنسق لک کلامھم لیتجلی عندک الامر قال ابن وھبان فی منظومتہ ؎ ومن فی جھاز البنت قال اعرتہ ؛ یصدق والاشھاد یشرط اظھر - ثم قال فی شرحھا ینبغی ان یکون الحکم فیما اذا جھزتہ الام وولی الصغیرۃ اذا زوجھا کما مر لجریان العرف فی ذلک کذلک ای انھم انما یجھزون من اموالھم فکان الظاھر شاھدا لھم قال الشارح العلامۃ قلت وفی الولی عندی نظر اھ وھکذا نقلہ الشرنبلالی فی تیسیر المقاصد واقر قال فی الدر (الام) وولی الصغیرۃ (کالاب) فیما ذکر اھ قال ط قولہ فیما ذکر ای فی اعتبار العرف وھذا الحکم فی الام والولی بحث لابن وھبان قال العلامۃ عبد البر وفی الولی عندی نظر ای فان الغالب من حالہ العادیۃ بخلاف الابوین لمزید شفقتھما لکن حیث کان العرف مستمرا ان الولی یجھز من عندہ فلا نظر اھ **اقول** (ف۲) لیس منشأ النظر ثبوت الحکم بعد تسلیم العرف وانما الشان فی جریان العرف فالایراد علی قول ابن وھبان لجریان العرف فی ذلک کذلک وبہ ظھر (ف۳) انہ ما کان ینبغی تفسیر قولہ ماذکر باعتبار العرف فان العرف اذا ثبت اینما ثبت فھو القاضی الماضی القول لاتفرقۃ فی ذلک بین اب وام وغیرھما بل المراد فیما ذکر من قبول دعوی العاریۃ من مالہ وکذلک (ف۴) لیس تفسیر النظر ماذکر بل النظر انا لانسلم ان الغالب من حالہ التجھیز من مالہ ثم اعلم ان العلامۃ البحر بعد ما افاد حکم الاب کما تقدم قال فی البحر صغیرۃ (ف۵) نسجت جھازا بمال ابیھا وابیھا وسعیھا حال صغرھا وکبرھا فماتت امھا فسلم ابوھا جمیع الجھاز الیھا فلیس لاخوتھا دعوی نصیبھم من جھۃ الام اھ ثم قال وبھذا یعلم ان الاب او الام اذا جھز بنتہ ثم ماتت فلیس لبقیۃ الورثۃ علی الجھاز سبیل لکن ھل ھذا الحکم المذکور فی الاب یتأتی فی الام والجد فلو جھزھا جدھا ثم ماتت وقال ملکی وقال

زوجها ملکها صارت واقعة الفتوی ولم ار فیها نقلا صریحا اھ قال فی منحة الخالق قال الرملی
الذی یظهر ببادی الرأی انهما ای الام والجد کذلك اما الام فلما قدمه من قول القنیة
صغیرة[ف۱] لیحت جهازا من مال امها وابیها الخ واما الجد فلقولهم الجد کالاب الا فی مسائل
لیست هذه منها تأمل اھ[۲] اقول ماکان هذا البحر الطام الحبر التام لیذکر فرع القنیة فی هذه
الاسطر العدیدة ویفرع علیه بنفسه ان الاب او الام اذا جهز بنته فلیس لوارث علی الجهاز
سبیل ثم یتردد متصلا به فی الحاق الام بالاب فی کون التجهیز منها ظاهرا فی التملیك حتی یرد
علیه بما قدم من قول القنیة وهل یتأتی مثله الا ممن لایکاد یفهم مایخرج من رأسه فکیف
یحمل علی مثله کلام مثل هذا الجلیل النبیل ولذا لما[ف۲] لم یتضح الامر عند العلامة السید الطحطاوی
اسقط لفظ الام من کلام البحر واقتصر علی قوله هل هذا الحکم المذکور فی الاب یأتی فی الجد[۳]
لکن العلامة الشرنبلالی فی غنیته لم یستبعده فقال قال صاحب البحر هل هذا الحکم المذکور
فی الاب یتأتی فی الام والجد صارت واقعة الفتوی ولم ار فیها نقلا صریحا اھ وقال العلامة الشامی
تردد فی البحر فی الام والجد الخ وقال الرملی ماسمعت فانما[ف۳] الامر ما فتح المولی سبحنه وتعالی ان لا
تردد فی الحاق الام بالاب فی کون التجهیز منها تملیکا لمکان العرف وانما تردد رحمه الله تعالی فی
قبول دعوی التجهیز من مال نفسها عاریة فان الاکثر ان الجهاز انما یکون من مال الاب و[۷]
لا مساس لفرع القنیة بما هو فیه ولا ما قدم من قوله بهذا یعلم ان الاب اذا لام الخ ینافیه
وکذا[ف۴] لا نظر ههنا الی کون الجد کالاب الا فی مسائل فان هذا امر لا یؤخذ الا من العرف وانما
قبلنا دعوی الاب لما علمنا من العرف الفاشی ان الجهاز یکون من ماله فکان الظاهر شاهدا له
فان ثبت مثله فی الجد فذاك والا فلا الحاق ولا اشتراك هکذا ینبغی التحقیق والله ولی التوفیق
فاغرب[ف۵] من هذا ما ذکر بعده فی منحة الخالق من قوله قلت وجزم فی متن التنویر ان الام کالاب
فی تجهیزها وعزاه فی شرح المنح الی فتاوی قارئ الهدایة وفی شرحه الدر المختار معزیا الی
شرح الوهبانیة وکذا ولی الصغیرة ولا یخفی شموله الجد وغیره اھ[۱] اقول نعم لا یخفی ولکن البحر
انما یقول لم ار فیها نقلا صریحا[ف۶] وبحث ابن وهبان لیس من النقل فی شیئ والعبد الضعیف فی
عجب من سوق الدر المسألة مساق المنقول مع علمه بانه بحث منه وقد بحث فیه الشارحون

وقد علمت مما قدمنا ان بحثهم حسن وجیه فالحمد للّٰه علی حسن التنبیه۔ بالجملہ جب حقیقی دادی نانی حقیقی دادا حقیقی ماں میں علمائے کرام نے تردد فرمایا تو سوتیلی ماں کہ محض اجنبیہ ہے کیونکر اس حکم پدر میں شریک ہوسکتی ہے اجنبی کے لیے صورت مستفسرہ میں یہی حکم لکھتے ہیں کہ اُس کا دعوی بے گواہان مسموع نہ ہوگا درمختار میں ہے الام وولی الصغیرة کالاب فیما ذکر وفیما یدعیه الاجنبی بعد الموت لایقبل الا ببینة شرح وھبانیة اور یہاں گواہوں سے اثبات عاریت کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ باپ ماں یا اجنبی جس کے ذمے اقامت بینہ کا حکم ہو گواہان عادل شرعی سے شہادت دلائے کہ میں نے یہ جہیز عروس کو دیتے وقت شرط کرلی تھی کہ عاریۃً دیتا ہوں دوسرے یہ کہ دولہن کا اقرارنامہ بتصدیق شہود عدول پیش کرے جس میں اُس نے اقرار کیا ہو کہ یہ یہ جہیز مجھے فلاں نے اپنی مِلک سے عاریۃً دیا ہے بحرالرائق میں ہے قال فی التجنیس والولوالجیة والذخیرة والبینة الصحیحة ان یشهد عند التسلیم الی المرأة انی انما سلمت هذه الاشیاء بطریق العاریة او یکتب نسخة معلومة ویشهد الاب علی اقرارها ان جمیع ما فی هذه النسخة ملك والدی عاریة فی یدی منه الخ **اقول** وباللّٰه التوفیق یہاں دو مرحلے ہیں اول اس کا اثبات کہ یہ جہیز میں نے اپنے مال سے دیا ان بلاد میں باپ اس کے ثابت کرنے میں گواہوں کا محتاج نہیں لما تقدم من جریان العرف بلکہ دولہن یا اُس کے ورثہ اس کے منکر ہوں تو وہ گواہ دیں کہ یہ جہیز باپ نے اپنے مال سے نہ دیا دولہن کی مِلک سے بنایا بخلاف اجنبی کہ اُسے اولاً یہی ثابت کرنا ضرور ہوگا لعدم ظاهر یشهد له فی ذلك وانما البینة علی کل من یدعی خلاف الظاهر پھر اگر یہ امر بینہ یا اقرارِ عروس یا تسلیم ورثہ سے ثابت ہو تو دوسرا درجہ ثبوت عاریت کا ہے یہاں اگر عرف عام یا مشترک سے عاریۃً دینا ثابت یا محتمل ہو تو ظاہرا اجنبی بھی مثل پدر بعد ثبوت اول اس ثبوت دوم میں محتاج اقامت بینہ نہیں کہ جب عاریۃً دیتے ہیں تو اجنبی کا قصد عاریت ہرگز خلاف ظاہر نہیں بلکہ بلحاظ اجنبیت وہی اظہر ہے ولا بینة علی من شهد له مع انه قد ثبت انه الدافع فهو ادری بجهة الدفع مع ما تقدم من ان الاصل هو المتعین فی ما احتمل تو جبتک صراحۃً کوئی دلیل تملیک نہ پائی جائے بحال عموم یا اشتراک عرف عاریت اجنبی کا اس فعل پر اقدام خواہی نخواہی قصد تملیک پر محمول نہ ہونا چاہیے اور اگر عرف عام تملیک ہو کہ جہیز دینا مالک کرنا ہی سمجھا جاتا ہو جیسا ہمارے بلاد میں ہے کہ اقارب اجانب جو

تجہیز کریں تملیک ہی کرتے ہیں اگر کوئی کسی لڑکی کو پال لیتا یا ویسے ہی کسی یتیمہ کا نکاح کرتا ہے تو جو کچھ جہیز میں دیتا ہے یقیناً تملیک ہی کا ارادہ کرتا ہے چند روزہ عاریت دیکر واپس لینے کا اصلا وہم بھی نہیں گزرتا تو ایسی حالت میں اس ثبوت دوم یعنی دعوی عاریت میں اجنبی بھی آپ ہی محتاج گواہان ہوگا لما علمت ان المعہود عرفا کالمشروط نصا اسی طرح اگر جہیز دیئے ایک زمانہ ممتد گزر جائے دولہن برتتی استعمال کرتی تصرف کرتی رہے اور اس کی جانب سے بے مانع غیبوبت وغیرہ سکوت مطلق رہے طلب واپسی ظاہر نہو پھر ایک مدت مدیدہ خصوصاً موت عروس کے بعد دعوی کرے کہ میں نے تو عاریۃ دیا تھا مجھے واپس ملے تو اب بھی اُس کا یہ دعوی خلاف ظاہر و محتاج بینہ ہے والدین واولاد کا معاملہ دوسرا ہے اُن میں ایک دوسرے کے مال سے مدۃ العمر متمتع رہتے تو باہم گوارا ہوتا ہے عرفا اجانب سے متوقع نہیں کہ اتنی مدت تک اپنا مال دوسرے کے ایسے تصرف واستعمال میں چھوڑے رہیں اور اپنی ملک ہونا زبان پر نہ لائیں وھذا کما قال فی الملتقط من زفت الیہ امرأتہ بلاجہاز فلہ مطالبۃ الاب بما بعث الیہ من الدنانیر والدراھم ولو سکت بعد الزفاف زمانا طویلا لیس لہ ان یخاصمہ بعدہ اھ مختصرا وفی رد المحتار قال الشارح فی کتاب الوقف ولو سکت بعد الزفاف زمانا یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصم بعد ذلک وان لم یتخذ لہ شیئ اھ ح واشار بقولہ یعرف الی ان المعتبر فی الطول والقصر العرف اھ وفیہ عن البزازیۃ لانہ لما کان محتملا وسکت زمانا یصلح للاختیار علم ان الغرض لم یکن الجہاز اھ قلت وقد نصوا ان من رأی احدا یتصرف فی شیئ زمانا ثم ادعی انہ لہ ولم یکن ثم مانع من دعواہ لم تسمع قطعا للحیل وقد بیناہ فی العقود الدریۃ من فتاونا قرۃ العیون میں ہے لوجہزھا الاجنبی ثم ادعی انہ عاریۃ بعد موتھا لا یقبل قولہ الا ببینۃ لان الظاھر انہ لا یجہزھا ویترکہ فی یدھا الی الموت الا بمالھا بخلاف الاب والام فانہما یجہزانہا بمال انفسہما لکن یکون ذلک تملیکا تارۃ وتارۃ عاریۃ ولذا قال شارح الوھبانیۃ وفی الولی عندی نظر ای فی جعلہ کالاب والام لان الظاھر فی غیرھما انہ لا یجہزھا الا بمالھا اھ اقول ھذا کلام مقدر زف خطہ من الحسن وھو ینحو منحی ما قدمت من التحقیق واللہ تعالی ولی التوفیق ولعلک تفطنت مما القینا علیک سابقا ان لاحظ للموت غیر قید وقد احسن السید العلامۃ الطحطاوی حیث

قالی قد ذکرا المصر فی باب المہران الام کالاب وان حکم الموت کحکم الحیات اھ ھذا کلہ ماظہر لی والعلم بالحق عند ربی والحمد للہ رب العٰلمین ۔

بہرحال مسئلہ فیض النسا بیگم میں حکم یہی ہے

کہ اُس کا یہ دعویٰ یوں قابل سماعت نہیں اولاً اُس کی بنائے دعویٰ پر نظر لازم آیا واپسی بخیال ہبہ تاحین حیات چاہتی ہے (جس طرح لفظ کپڑے وزیورات وغیرہ متروکہ لڑکی متوفیہ سے اس کا کچھ پتہ چلتا ہے جبکہ عرضی دعوے میں فیض النسا بیگم کے لفظ یہی ہوں کہ عاریت کو مستعیر متوفی کا ترکہ نہیں کہتے) جب تو دعویٰ سرے سے باطل ومردود کہ بعد موت موہوب لہ اختیار واپسی مفقود اور اگر بزعم عاریت طالب واپسی ہے تو یہ دعویٰ کہ بعد مرور مدت خصوصاً بعد موت عروس ہوا بہرکیف محتاج شہادت ہے اُنھیں دو طریقہ مذکورہ سے کسی طریقہ پر گواہاں عادل شرعی سے ثبوت دے کہ یہ جہیز بدیں تفصیل خدیجہ بی بی کو میں نے اپنے مال خاص سے عاریۃً دیا اگر گواہ دے دے فبہا اور نہ دے سکے تو حاکم یا حکم شرعی شوہر خدیجہ وغیرہ ورثہ سے قسم لے کہ واللہ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ جہیز مال فیض النسا بیگم سے خدیجہ بی بی کے پاس عاریۃً تھا اگر وہ قسم کھالیں تو مقدمہ بحق وارثان خدیجہ ورنہ بحق فیض النسا بیگم فیصل ہو طحطاوی علی الدر المختار میں ہے قولہ وفیما یدعیہ الاجنبی ای من انہ اعار المتوفی ھذا الشیٔ لا یصدق الا ببینۃ ولہ ان یحلف الوارث ان انکر علی العلم کما ھو الحکم فی نظائرھا اھ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

جواب سوال پنجم

بھی تقریرات سابقہ سے واضح اس دعویٰ کے ثبوت میں کہ یہ اشیا وقت شادی حسام الدین کو فیض النسا بیگم نے اپنے مال سے دیں فیض النسا بیگم محتاج گواہان ہے اگر یہ امر شہادت یا اقرار مدعا علیہ سے ثابت ہو تو دربارہ تملیک وعاریت وہی عرف وغیرہ دلائل پر نظر ہوگی اگر نصاً یا عرفاً کسی طرح دلالت تملیک ثابت ہو (جس طرح ہمارے بلاد میں رواج عام ہے کہ دولھن والوں کی طرف سے سلامی وغیرہ میں جو کچھ کپڑے یا نقد یا دیگر اشیا دولھا کو دیتے ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں بلکہ یہاں عاریت بتانا جہیز دختر کو عاریت کہنے سے زیادہ موجب ننگ وعار سمجھتے ہیں) تو وہ دینا ہبہ سمجھا جائے گا اور فیض النسا بیگم اگر عاریت کہے گی تو بغیر اُن طرق ثبوت کے مسموع نہ ہوگا اور اگر دلالت تملیک متحقق نہیں تو فیض النسا بیگم کا قول عاریت بقسم قابل قبول ہوگا پھر اگر اُس مال کا ہبہ ہونا ثابت ہو تو اُس میں سے جو کچھ تلف ہو گیا

خواہ حسام الدین کے اپنے فعل سے یا بلا قصد یا اُس نے کسی کو دے دیا یا بیچ ڈالا تو اُس کی واپسی ممکن نہیں فان ہلاک الموہوب وخروجہ عن ملک الموہوب لہ کلاھما من موانع الرجوع اور جو بدستور اُس کے پاس موجود ہے اور کوئی مانع موانع رجوع سے نہیں تو فیض النسا بیگم بہ تراضی یا بقضائے قاضی واپس لے سکتی ہے مگر گنہگار رہو گی کہ ہبہ میں رجوع سخت مکروہ وممنوع ہے بغیر اُس کے بطور خود رجوع نہیں کر سکتی اور اگر عاریت ہونا ثابت قرار پائے تو جو جہیز موجود ہے اُسے بطور خود واپس لے سکتی ہے اگرچہ حسام الدین نے کسی کو دیدیا یا بیع کر دی ہو فان العواری مردودۃ وتصرف الفضولی بالرد یبطل اور جو تلف ہو گیا اگر بے فعل حسام الدین تلف ہوا مثلاً چوری گیا جل گیا ٹوٹ گیا اور اُس میں حسام الدین کی طرف سے کوئی بے احتیاطی نہ تھی تو اُس کا تاوان نہیں لے سکتی فان العاریۃ امانۃ لا تضمن الا بالتعدی اسی طرح جو کچھ حسام الدین کے پہننے برتنے میں تلف ہوا نقصان ہوا اُس کا بھی تاوان نہیں جبکہ اُس نے عادت وعرف کے مطابق اُسے برتا استعمال کیا ہو فانہ کان بتسلیط منہا وما کانت العاریۃ الا للاستعمال ہاں جو کچھ حسام الدین نے قصداً خراب کیا یا اُس کی بے احتیاطی سے ضائع ہوا یا عرف وعادت سے زیادہ استعمال کرتے میں ہلاک ہو گیا اُس کا تاوان حسام الدین سے لے سکتی ہے لحصول التعدی فصول عمادی میں ہے اذا انتقص عین المستعار فی حالۃ الاستعمال لا یجب الضمان بسبب النقصان اذا استعملہ استعمالا معہودا واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال ششم

جو مال حسام الدین نے وقت شادی خواہ بعد شادی اپنی بی بی کو دیا اُس کی واپسی سے فیض النسا بیگم کو کچھ علاقہ نہیں ہو سکتا کہ اگر حسام الدین نے عاریۃً دیا تھا تو وہ خود اُس کا مالک ہے اور اگر زوجہ کو مالک کر دیا تھا تو بعد مرگ زوجہ اُس کے پسر و شوہر کو پہنچ کر پھر حسام الدین کے پاس آیا فیض النسا بیگم کا اُس میں کوئی حق نہ تھا نہ ہے وھذا ظاہر جدا واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

جواب سوال ہفتم

اس سوال کا جواب اسی تحقیق جوابات سابقہ پر مبنی ہے زیور جہیز اگر بنظر احکام مذکورہ ملک خدیجہ بی قرار پائے تو وہ ایک چیز ہے کہ بحکم مالک رہن رکھی گئی ہنوز مدیونہ ہے اور مرتہن دائن وارث فک رہن کرائیں گے یا بہ تراضی باہمی وہی شئے دین مرتہن میں دیدینگے یا زیور دین میں بیچا جائیگا

کچھ ہوگا یہ اُن کا باہمی معاملہ ہے جس سے فیض النسا بیگم کو کوئی تعلق نہیں اور اگر زیوروں کا ملک فیض النسا بیگم اور خدیجہ بی بی کے پاس عاریت ہونا ثابت ہو تو نظر کرینگے کہ یہ رہن رکھنا بے اجازت فیض النسا بیگم تھا یعنی نہ اُس سے اذن لے کر رہن رکھا نہ اُس نے بعد رہن اس تصرف کو جائز کیا جب تو اُسے اختیار ہے کہ رہن فسخ کرکے اپنی چیز مرتہن سے واپس لے لے مرتہن اپنا دین ترکہ خدیجہ بی بی سے لیتا رہے ردالمحتار میں ہے لانه تصرف فی ملکه علی وجه لم یؤذن له فیه فصار غاصبا وللمعیر ان یاخذه من المرتهن ویفسخ الرهن جوهرة اور اگر اُس سے پوچھکر اُس کی مرضی کے مطابق رہن رکھا (اگرچہ صورۃ حاضرہ میں ظاہرا اس کی امید نہیں) یا بعد رہن اُس نے اس تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کردیا تو رہن صحیح و نافذ ہوگیا اب فیض النسا بیگم جبتک دین مرتہن ادا نہو شئے مرہون واپس نہیں لے سکتی ہاں یہ اختیار رکھتی ہے کہ اگر ورثہ خدیجہ بی بی فک رہن میں دیر لگائیں تو خود مرتہن کو اُس کا دین دیکر اپنی چیز چھڑا لے اور جو کچھ مرتہن کو دے ترکہ خدیجہ بی بی سے واپس لے عالمگیریہ میں محیط امام سرخسی سے ہے لو اراد المعیر افتکاکه لیس للراهن والمرتهن منعه ویرجع علی الراهن بما قضی لانه مضطر فی قضائه لاحیاء حقه وملکه درمختار میں ہے لو رهن دار غیره فاجاز صاحبها جاز ردالمحتار میں ہے ویکون بمنزلة ما لو اعارها لیرهنها واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۳ از رامپور چھپیس گڈھ بجیانتھ بارہ مرسلہ منشی محمد قاسم صاحب حوالدار پیشی ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مقدمہ ذیل میں فیض النسا بیگم انجمن نعمانیہ رامپور میں دادخواہ تھی کہ میں نے اپنی سوتیلی لڑکی مسماۃ خدیجہ بی بی کی شادی مسمی حسام الدین سے کردی اور لڑکی مذکور نے رحلت کی اب مجھے حسب رواج ملک لینے کے جو کچھ مال متاع بنام جہیز اپنی لڑکی کو دی ہوں حسام الدین سے واپس دلایا جائے چونکہ بوقت دینے اسباب جہیز اپنی لڑکی کو مطابق رسم ورواج عادت عالم کے نہ تو نیت تملیک کی کی جاتی ہے نہ ہبہ و عاریت کی بلکہ یوں ہیں بلا کسی نیت کے جو کچھ دینا منظور ہو وقت رخصت دولھا دولھن کے ہمراہ اُن کے کردیا کیے جاتا ہے غرض جو رواج عام خاص و عام میں پشتہا پشت سے جاری ہے حسام الدین سے واپس دلاکر دادرسی فرمائی جائے انتہی ارباب انجمن فیصلہ مقدمہ ہذا کا صرف اپنی ہی معلومات پر منحصر نہ فرما علمائے دین سے بھی فتوی کا

استناد عاکیا چنانچہ فتوی علمائے دیوبند کا آخر فیصلہ فتوی روایات فقہ ۱۸۲ بارہ میں یہ ثابت ہوتا ہی کہ شرفا میں مطلقا تملیک سمجھا جاتا ہے اور بغالب ظن عرف میں یہی ہے کہ کوئی شخص اسباب شادی دیکر واپس نہیں لیتا لیکن بااینہمہ عرف وہاں کا یہی ہے کہ واپس لیا جاتا ہے اور ہبہ و تملیک نہیں ہوتا فیض النسا بیگم اُس کو واپس لے سکتی ہے انتہی فتوی ندوۃ العلما جس جگہ میں یہ عرف ہو کہ اشیائے جہیز بطور تملیک دیا جاتا ہے جیسا کہ بلاد ہندوستان میں بھی یہی رواج ہے تو اُس مقام میں اشیا لڑکی کی ملک ہو جائے گی اور لڑکی کے ماں باپ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ واپس کرلے ہاں جس مقام میں رواج عاریۃ دینے کا ہے وہاں اشیائے جہیز ملک لڑکی کی نہونگی اور ماں باپ کو اختیار ہوگا کہ واپس کرے فیض النسا بیگم کو چاہیے کہ گواہوں سے اسباب جہیز دینا اپنے مال سے ثابت کردے اُس کے بعد حسب رواج کا۔ بند ہو انتہی فیض النسا کے اپنے مال سے دینے پر صدہا گواہ موجود ہیں۔ فتوی جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی۔ سوال انجمن نعمانیہ رائے پور۔ سوال۔ شرع میں رواج ملک کو بھی مداخلت ہے کیا۔ جواب۔ مولانا صاحب حکم شرع مطہر کے لیے ہے عرف و رواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں ہاں بعض احکام کو شرع اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے خواہ یوں کہ اگر بہت معروف و رائج ہو جائے تو اُس کے لیے یہ حکم ہے خواہ یوں کہ حکم فی نفسہ حاصل اور یہ اُس کی صورت کا بتانے والا ہے یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ والدین اپنے مال سے دولھن کو جہیز دیتے ہیں اور دینا ہبہ و عاریت دونوں کو محتمل اور اُن کا تعین عرف پر محمول جہاں عرف غالب تملیک ہو وہاں دعوی عاریت نامقبول اور جہیز دینا تملیک ہی پر محمول جبتک گواہان شرعی سے اپنا عاریت دینا ثابت نہ کریں اور جہاں عرف غالب عاریت ہو یا دونوں رواج یکساں ہوں وہاں اُن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ایسی جگہ جہیز دینا تملیک نہ سمجھا جائیگا الخ جناب من فتوی جناب کا فائز انجمن نعمانیہ ہو کر کے عرصہ دو سال کا ہوا ہوگا اس عرصہ دراز میں اکثر اوقات پیش نظر یعنی جناب رکن اعظم انجمن جناب مولوی حکیم مسمی ابوسعید صاحب کے بھی رہا یقین ہوا کہ مولوی صاحب اُن فتووں کے مطالب مقاصد ظاہر روایات کے موافق و مطابق بخوبی سوچ و سمجھ گئے ہونگے آخر الامر بروز جلسہ جمعہ جناب کا بھی فتوی مولوی صاحب پڑھا اور جملہ اول جناب کے فتوے کا یہ تھا "حکم شرع مطہر کے لیے ہے" مولوی صاحب نے جملہ مذکور کا خلاصہ اس طرح بیان فرمایا کہ جو حکم شرع کا ہے وہ پاک ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں علاوہ بریں مولانا ممدوح کے فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ

رواج ملک کو شرع میں کچھ دخل نہیں و نہ فیض النسا بیگم موافق دعوی اپنے اشیاء جہیز پانے کی کسی طرح حقدار ہو سکتی ہے بلکہ دعوی اُس کا شرعاً مردود اور رواج ملک مطرود کیونکہ رواج ملک بمقابلہ شرع کے ایک بیہودہ بات ہے غرض ارباب انجمن نے مولوی صاحب کے لاطائل بیان کو عدم موقفیت مسائل فتوی سے بلا غور و تأمل مان لیا انتہی۔ الناس بندہ محمد قاسم ع مل صاحب انصاف سے انصاف طلب ہے اگرچہ یہ ناچیز حسب مقدور انجمن نعمانیہ میں بہت کچھ ردیا مگر نہ رونے کا اثر ہوا نہ گانے کا چونکہ تاریخ ملاحظہ فتوی سے تا آخر یہی کہتا رہا کہ مقدمہ مذکور میں جو رواج ملکی کا ذکر ہے ہر فتوی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رواج حکم میں عین شرع محمدی ہے اور جس پر حکم شارع علیہ السلام کا موجود نہیں فیض النسا بیگم موافق فتوی علمائے دین کے مال و اسباب جہیز کا موافق شرع محمدی کے واپس لینے کی مستحق ہے جیسے مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی اپنے فتوے میں لکھتے ہیں **قولہ** ہمارے بلاد میں رواج عام ہے کہ دولھن والے اپنی طرف سے سلامی وغیرہ میں جو کچھ کپڑے و نقد دولھا کو دیتے ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں وہ دینا ہبہ سمجھا جائے گا۔ غرض بندہ جناب کے مسئلہ کا خلاصہ ممبران انجمن کو اس طرح سمجھا و سوجھا دیا کہ ہندوستان میں ہزارہا بندہ خدا اس طرح کے بھی ہیں کہ جنھوں نے عمر خود میں کبھو نام تملیک کا سُنا نہ ہبہ و عاریت کا بلکہ خاص رواج ملک کے بلا نیت تملیک و ہبہ و عاریت کے جو کچھ دینا ہے بیٹی داماد کو دیا کرتے ہیں مگر اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ یہ جو اسباب نشادی ہم بیٹی داماد کو دیتے ہیں وہ سب خاص مِلک انھوں ہی کی ہے پس اس قدر سمجھنا انھوں کا حکم تملیک کا رکھتا ہے پس اسی کا نام شرع محمدی ہے پس اُس رواج عام کی تعمیل ہر فرد بشر پر کیا معنے بلکہ حاکم پر بھی واجب ہے پس اسی طرح اہل بدر اس اگلی بلا نیت تملیک و ہبہ عاریت کے اسباب جہیز دیا کرتے ہیں مگر دینے کے وقت اُن کی نیت یہ ہوا کرتی ہے کہ بعد فوت لڑکی کے وہ سب مال و اسباب واپس لیا کریں گے اور دولھا بھی سمجھ لیا ہے کہ مجھے ضرور ہی واپس دینا ہوگا پس یہ طرفین کے سمجھ لینے کا نام شرع محمدی میں معاہدہ ٹھہرا پس اُس کے واپس لینے میں کون امر شرعی مانع ہے پس بموجب رواج شرعی کے ایک بڑے زبردست فاضل و مفتی مسمی صوبیدار شیخ حسین صاحب نے بمجرد فوت ہوتے ہی اپنی بہو کے اُس کا سب مال و اسباب جہیز کا واپس کر دیا اور اس مال کے استعمال کو واسطے اپنے حلال نہ جانا او. اس معاملہ کو ممبران انجمن

بخوبی جانتے ہیں بمقابلہ سمجھ اپنے نہ تو خدا کی مانتے ونہ رسول خدا کی تو پھر علما فضلا کی کب ماننے لگے غرض اگر کوئی ہندوستانی مدراسی عورات کو شادی کرے بعد موت اُس عورت کے موافق رواج ملک کے اُس کو سب واپس دینا ہوگا چونکہ پابندی رواج ملک کی اُس پر واجب ہوگی برخلاف رواج ملک اپنے کے غرض فیض النسا بیگم کا اسباب جہیز دینا لڑکی اپنی کو موافق رواج ملک کے طرفین کی رضامندی سے شرعاً معاہدہ ٹھہرا جو حقیقت میں نظیر عاریت کی ہوسکتی ہے غرض فتوے سے علمائے دین کے صرف دو بات ہے اولاً یہ کہ جس ملک میں رواج تملیکاً کا ہے وہاں ملک لڑکی کی ہوگی اُس میں ماں باپ واپس لے نہیں سکتے اور جہاں رواج عاریۃً دینے کا ہے وہاں ماں باپ واپس لے سکتے ہیں اور ملک مدراس میں موافق رواج قدیم کے بمجرد فوت ہونے لڑکی کے جو کچھ اسباب جہیز میں دیا گیا ہے واپس لیا کرتے ہیں نہ وہاں کوئی تملیک کو پوچھتا ہے ونہ عاریت کو خواہ شوہر متوفیہ کا عربی ہو یا سندھی ویا ہندوستانی بلا عذر رواج ملک کے واپس کر دیتا ہے انتہی التماس فیض النسا بیگم موافق رواج ملک اپنے کے اور مطابق فتوی علمائے دین کے جو آگے لکھ چکا ہوں اپنے داماد ہندوستانی سے پاسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا ثانیاً فیض النسا بیگم کی نسبت جو کچھ حکم مناسب ہو مختصر طور سے دو چار سطر کافی ہیں باقی جناب کے فتوے کا پہلا مسئلہ جو رواج اسباب جہیز وغیرہ کی نسبت ہے آگے اس استفتا کے لکھا ہوں جس کا پہلے جملہ حکم شرع مطہر کے لیے ہے اس تمام مسئلہ کا خلاصہ سہل سلیس عبارت موافق عام فہم کے جس میں عربی و فارسی عبارت ولغات نہ ہو براہ نوازش تحریر فرمائیں عین بندہ نوازی ہوگی امید کہ جواب بھی اسی کاغذ میں مرحمت ہو تا اعتبار میں بندہ کے فرق نہ ہو۔

الجواب

فتوائے فقیر کا وہ مطلب کہ رکن اعظم انجمن نے بیان کیا محض غلط ہے نہ اُن الفاظ سے کسی طرح اُس کا وہم گزر سکتا ہے سائل نے ان لفظوں سے سوال کیا تھا کہ شرع میں رواج ملک کو مداخلت ہے کیا ان کے جواب میں اگر ہاں کہا جاتا تو ایک برے معنی کو موہم ہوتا کہ شرع کے حکم میں اس کے غیر کو مداخلت ہے اور اگر (نہ) کہا جاتا تو معنی غلط مفہوم ہوتے کہ عرف کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں حالانکہ صدہا احکام شرع مطہر نے عرف پر دائر فرمائے ہیں لہذا ان لفظوں سے جواب دیا گیا کہ حکم شرع مطہر کے لیے ہے یعنی اصل حاکم شرع شریف ہے عرف ورواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں کہ خلاف شرع

یا بے حکم شرع عرف وغیرہ اپنے آپ کوئی حکم لگا سکیں ان الحکم الا للہ حکم کا مالک بس ایک اللہ ہے۔ ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرمائی ہے کہ جہاں جیسا عرف ہو شرع اُس کا لحاظ فرما کر ویسا ہی حکم دیتی ہے تو اصل حکم شرع ہی کے لیے ہوا اور اُسی کے معتبر رکھنے سے وہاں عرف کا اعتبار ہوا یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ شرع نے یہاں عرف و رواج ملک پر مدار رکھا ہے اگر جہیز دیکر دولھن کو اُس کا مالک سمجھتے ہیں تو تملیک ہوگئی اور اگر واپس لے لیتے ہیں تو عاریت رہی اُس فتوے کے صاف معنے یہی تھے نہ یہ کہ یہاں رواج ملک مطلقاً مردود و بے اعتبار ہے اُسی فتوے میں صراحۃً یہ لفظ موجود تھے بالجملہ یہاں مدار عرف و رواج پر ہے اور ان سب اقوال و تفاصیل کا یہی نشا توجہ دھر عرف لیجائے اُسی طرف جانا واجب الخ سائل نے سوالات کلی طور پر کیے تھے کہ شرع میں رواج کو دخل ہے یا نہیں جہیز جو لڑکی کو دیا جاتا ہے عاریت سمجھا جائے گا یا نہیں اس وجہ سے جواب میں اُن تفصیلوں تحقیقوں کا افادہ ضرور ہوا اب کہ آج کے سوال میں خاص مسئلہ فیض النسا بیگم سے سوال اور تصریحاً بیان ہے کہ یہاں تملیک مقصود نہیں ہوتی اور عموماً واپس لیتے ہیں اور گواہ موجود ہیں کہ فیض النسا بیگم نے یہ جہیز اپنے ہی مال سے دیا اس کا جواب اسی قدر ہے کہ اس صورت میں ضرور فیض النسا بیگم جہیز واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے جبکہ اُس کی طرف سے کوئی دلیل تملیک نہ پائی گئی ہو کہ جبکہ وہاں مطلقاً عموماً بعد موت عروس واپسی جہیز کا رواج ہے تو ظاہراً یہ رواج حقیقی ماں باپ کے سوا اوروں میں بھی دائر و سائر ہوگا کہ جو شخص اپنے مال سے عروس کو جہیز دے بعد موت عروس واپس لے کہ جب حقیقی ماں باپ ہمیشہ واپس لیتے ہیں تو اور لوگ بدرجہ اولی واپس لیتے ہوں گے تو اس عرف واپسی بعد الموت میں فیض النسا بیگم بھی داخل ہوئی ہاں غیروں کے لیے یہاں محل نظر اتنا ہی تھا کہ جہیز اپنے مال سے دینا ثابت ہو اُس کی نسبت سائل بیان کرتا ہے کہ صدہا گواہ موجود ہیں تو اب فیض النسا بیگم کو اختیار واپسی ملنے سے کوئی مانع نہ رہا وذٰلک کلہ ظاھر لمن حقق النظر فی فتونا الاولی ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۶ از انجمن بریلی ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن اسلامیہ بریلی نے ایک یتیمہ کا نکاح کیا بعد نکاح کے معلوم ہوا کہ یتیمہ عورت نہیں اس وجہ سے شوہر نے نہیں رکھا اور سامان جہیز جو انجمن سے یتیمہ کو دیا گیا تھا

وہ واپس آیا آیا وہ جہیز حق انجمن کا ہے یا یتیمہ کو ملنا چاہیے۔

الجواب

بیان تفصیلی سوال آرندہ سے معلوم ہوا کہ یتیمہ عورت تو ضرور ہے مگر مرد کے قابل نہیں عورت نہونے سے سائل کی یہی مراد ہے صورت مستفسرہ میں وہ جہیز خاص ملک یتیمہ ہے انجمن کا اُس میں کچھ حق نہیں کہ جہیز ان بلاد بلکہ عامۂ امصار کے عرف عام میں تملیکاً دیا جاتا ہے اور عورت اُس کی مالک مستقل ہوتی ہے مرد کے قابل نہونا کچھ مانع ملک نہیں فی رد المحتار کل احد یعلم ان الجہاز ملك المرأة اھ **اقول** تحقیق مقام یہ ہے کہ انجمنوں میں جو روپیہ چندے سے جمع ہوتا ہے اگرچہ ملک چندہ دہندگان سے خارج نہیں ہوتا کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی کتاب الوقف من فتاوٰنا مگر صدر انجمن جس کے حکم سے یہ سب کام ہوتے ہیں تمام تصرفات جائزہ انجمن میں چندہ دینے والوں کا وکیل مجاز ہے اسباب جہیز کہ اُس نے خرید اگرچہ یہاں کسی شے معین کی خریداری پر توکیل نہیں نہ وقت شرا یہ نیت ظاہر کہ چندہ دینے والوں کے لیے خریدتا ہوں مگر جبکہ زرچندہ سے قیمت دی گئی تو اشیائے خریدہ بھی اُن سب کی ملک ہوئیں بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ بکار انجمن برائے انجمن خریداری نیت للموکلین ہے کہ انجمن اُن کی ہیأت مجموعی سے عبارت ہے فی الدر المختار لو وکلہ لشراء شیئ بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء اوشراہ بمال الموکل اھ ملتقطا اب جس طرح وہ وکیل بالشرا تھا وکیل بالھبہ بھی ہے تو یہ ایک ہبہ ہے کہ جماعت کی طرف سے بنام یتیمہ واقع ہوا اور ایسا ہبہ مطلقاً جائز ہے اگرچہ شے موہوب قابل قسمت بھی ہو لان القابض واحد فلا شیوع فی الدر المختار وھب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع یہ اُس صورت میں ہے کہ یتیمات کا نکاح کرنا اُنھیں مالِ انجمن سے جہیز دینا اغراض مشتہرہ معلومۂ انجمن میں داخل ہو جس سے اس امر میں بھی مالکان چندہ کی طرف سے توکیل صدر حاصل ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ بلااذن مالکین یہ تجہیز صدر نے بطور خود کی تو اب وہ اس شرائے سامان میں فضولی ہوگا اور شرا جبتک نفاذ پائے مشتری پر نافذ ہوتا ہے اور اس صورت میں وقت شرا چندہ دہندوں کی طرف اضافت نہونا خود ظاہر تو تمام سامان ملک صدر ہوا اور اُس کی طرف سے یتیمہ کے لیے ہبۂ تامہ ہوگیا یوں بھی صورت مذکورہ میں مال ملک یتیمہ ہوگا حق انجمن سے اصلا علاقہ نہیں ہاں انجمن کے روپے کا تاوان صدر پر آئیگا لحذہ فیہ واتلافہ فیما لم یوذن بہ درمختار میں ہے

لو اشتری لغیرہ نفذ علیه اذا لم یضفه الی غیرہ فلو اضاف بان قال بع هذا لفلان فقال بعته لفلان توقف بزازیه وغیرها اھ باختصار واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی جس وقت شادی ہوئی تو اُس کے والدین نے حسب دستور جوڑے زیور وغیرہ چڑھایا اور بعد نکاح ہونے کے لڑکی کے والدین نے کچھ زیور اور جوڑے وغیرہ جہیز میں دیا بعدہٗ کچھ زیور نکاح کے بعد بنوا دیا زید نے۔ اور کچھ کپڑا وغیرہ بھی علاوہ معمولی کپڑے کے اور اُس عورت نے وقت مرنے اپنے شوہر کے اور اب تک مہر بھی معاف نہیں کیا بلکہ مرتے وقت اُس کے پاس بھی نہیں گئی اور زید کے نام کچھ جائداد وغیرہ نہیں ہے اس صورت میں اُس مال کا مالک کون ہوگا اور مہر کا ادا کرنا کسی کے ذمّے عائد ہوگا یا نہیں اگر عائد ہوگا تو کس کے ذمّے ہوگا۔

الجواب

جو کچھ زیور کپڑا برتن وغیرہ عورت کو جہیز میں ملا تھا اُس کی مالک خاص عورت ہے اور جو کچھ چڑھاوا شوہر کے یہاں سے گیا تھا اُس میں رواج کو دیکھا جائیگا اگر رواج یہ ہو کہ عورت ہی اُس کی مالک سمجھی جاتی ہے تو وہ بھی عورت کی ملک ہوگیا اور اگر عورت مالک نہیں سمجھی جاتی ہے تو وہ جس نے چڑھایا تھا اُسی کی ملک ہے خواہ والد شوہر ہو یا والدہ یا خود شوہر۔ اور جو زیور زید نے بعد نکاح بنوایا اگر عورت کو تملیک کردی تھی یعنی یہ کہدیا تھا کہ میں نے یہ زیور تجھے دے ڈالا تجھے اُس کا مالک کر دیا اور قبضہ عورت کا ہوگیا تو یہ زیور بھی ملک زن ہوگیا اور اگر کہا کہ تجھے پہننے کو دیا تو شوہر کی ملک رہا اور اگر کچھ نہ کہا تو رواج دیکھا جائیگا اسی طرح زیور بنا دینے کو اگر عورت کی تملیک سمجھتے ہیں تو بعد قبضہ عورت مالک ہوگی ورنہ ملک شوہر پر رہا۔ عورت کا مہر ذمہ شوہر ہے اگر شوہر کا کچھ مال مثلاً یہی زیور کہ اُس نے بنا دیا تھا اور عورت کی ملک اُس میں ثابت نہ ہولی تھی یا اور جو چیز ملک شوہر پائے اُس سے وصول کرلے اگر ملک شوہر کچھ نہ ملے تو شوہر کے والدین وغیرہما سے کچھ مطالبہ کسی وقت نہیں کرسکتی جبکہ اُنھوں نے مہر کی ضمانت نہ کرلی ہو اُس کا معاملہ عاقبت پر رہا اور افضل یہ ہے کہ شوہر کو معاف کردے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از ملک بر ہما شہر اکیاب تھانہ منگڈوج پوسٹ آفس ناکپورا بازار ضلع رامپور ہیل مسئولہ ناظر علی صاحب

داد وستد معتاد و معروف کہ در مصالح انتظام مناکحت و مصاہرت مروج و مالوف ست از روئے شرع شریف جائز است یا نہ اگر چیزے ولفظے بنا بر عرف دیار خود از خاطب و ناکح گرفتہ می شود خواہ بشرط باشد یا بغیر شرط چنانکہ در دیار بنگالہ و بہار از قدیم الایام دستور ست کہ از خطاب و ناکح قبل عقد نکاح بطور ساچق لوازمہ شادی و نکاح کہ مراد از برگ تنبول و پوپل و جفراسن و شکر وغیرہ ذالک باشد وخرچہ ضیافت احباب طرفین می گیرند جائز خواہد شد یا نہ و بعضے علمائے بنگالہ و بہار می گویند کہ بایں طور گرفتن جائز نیست زیرا کہ رشوت ست و در ارقام رشوت داخل پس قول ایشاں صحیح ست یا نہ بینوا بالسند الکتاب توجروا من اللہ الوہاب فی یوم الجزاء والحساب۔

الجواب

رشوت آنست کہ در بعض اقوام اراذل شائع ست کہ دختر یا خواہر خود را بزنی ندہند تا چیزے بمعاوضہ از خاطب برائے خود نگیرند و نیز آنست کہ کسے مولیہ خود را بزنی دادہ باشد و بشوئی نسپرد تا چیزے برائے خود نگیرد وفی البزازیۃ الاخ ابی ان یزوج الاخت الا ان یدفع الیہ کذا فدفع لہ ان یاخذہ قائما اوھا لکا لانہ رشوۃ اھ وفی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار اخذ اھل المرأۃ شیئا عند التسلیم بان ابی ان یسلمہا اخوھا او نحوہ حتی یاخذ شیئا فللزوج ان یسترد لانہ رشوۃ اما آنچہ بر وجہ صلہ و ہدیہ و معونہ متعارف شدہ است تا در ضیافات و امثالہا صرف کردہ شود نہ ہمارانہ رشوۃ ست نہ حرام فی الخیریۃ رجل خطب من اخ اختہ ودفع لہا شیئا یسمی ملاکا وودا ھم ایضا من عادۃ اھل الزوجۃ اتخاذ طعام جاء ان اذن لہم باتخاذہ واطعامہ للناس صار کانہ اطعم الناس بنفسہ طعامالہ وفیہ لا یرجع تمام تحقیق ایں مسئلہ در فتاوے فقیر مذکور ست واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از کھاتہ نگر یا مرسلہ سید ضیاء الدین احمد صاحب ۹۔ محرم شریف ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد نعیم خاں نے اپنے بست سالہ لڑکے عبدالرحیم خاں کا نکاح ایک لڑکی سے کیا اور قبل عقد حسب رواج کچھ زیور طلائی و نقرئی اُس لڑکی کو چڑھایا رخصت نہ ہونے پائی تھی کہ عبدالرحیم خاں انتقال کر گیا لڑکی اپنے والدین کے گھر رہی شوہر کو بالکل دیکھا بھی نہیں ایسی حالت میں وہ زیور والد متوفی کو قابل واپسی ہے یا نہیں اور یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ ایسے موقع پر اکثر زیور عاریت لے کر بھی چڑھا دیتے ہیں اور بعد رخصت واپس لیکر دیدیتے ہیں

یہ شخص بہت قلیل المعاش اور معمولی شخص تھا اس کے والدین اس قدر حیثیت نہیں رکھتے کہ اس قدر کثیرالیت کے زیور کو اپنے پسر کی زوجہ کو بعد رخصت بھی بخش دیں ہو بہ سمجھ لینے اور اُن کے یہاں رواج عام بھی خانگی ایسا ہی ہو رہا ہے کہ اگر ایسا چڑھاوا چڑھایا تو بعد رخصت واپس لے لیا اگر ذی مقدور ہوئے اور حاجت نہ ہوئی تو چھوڑ دیا فقط

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُس کی واپسی ضروری ہے لانہ لاھبۃ نصا ولا دلالۃ ولو اشترک العرف لم یدل علی التملیک وکان الدافع ادری بجھۃ الدفع فلیف وقد دل علی التملیک من اخفاء ذات الید وھذا منھمکا ذکروا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸ مسئولہ عبدالرحیم خاں بکم رجب ۱۳۲۹ھ

(۱) شادی کے قبل جس کو چڑھاوا کہتے ہیں جو کہ دولھن کو کچھ زیورات وکپڑا وغیرہ پہنایا جاتا ہے وہ کیسا ہے؟

الجواب

جائز ہے پھر اگر اُس سے مقصود دولھن کو مالک کر دینا ہوتا ہو تو بعد قبضہ دولھن مالک ہو جائے گی ورنہ جس نے چڑھایا اُس کی ملک رہے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جسکو لگن کہتے ہیں ایک پیتل کی تھالی ہوتی ہے جسمیں کچھ روپیہ کپڑا وغیرہ دولھن کی طرف سے رکھکر دولھا کے مکان پر آتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں اور اس کا مالک کون ہے۔

الجواب

جائز ہے اور دولھا بعد قبضہ اُس کا مالک ہو جاتا ہے کہ اس میں یہی عرف عام ہے اور گہنے میں رواج مختلف واللہ تعالیٰ اعلم۔

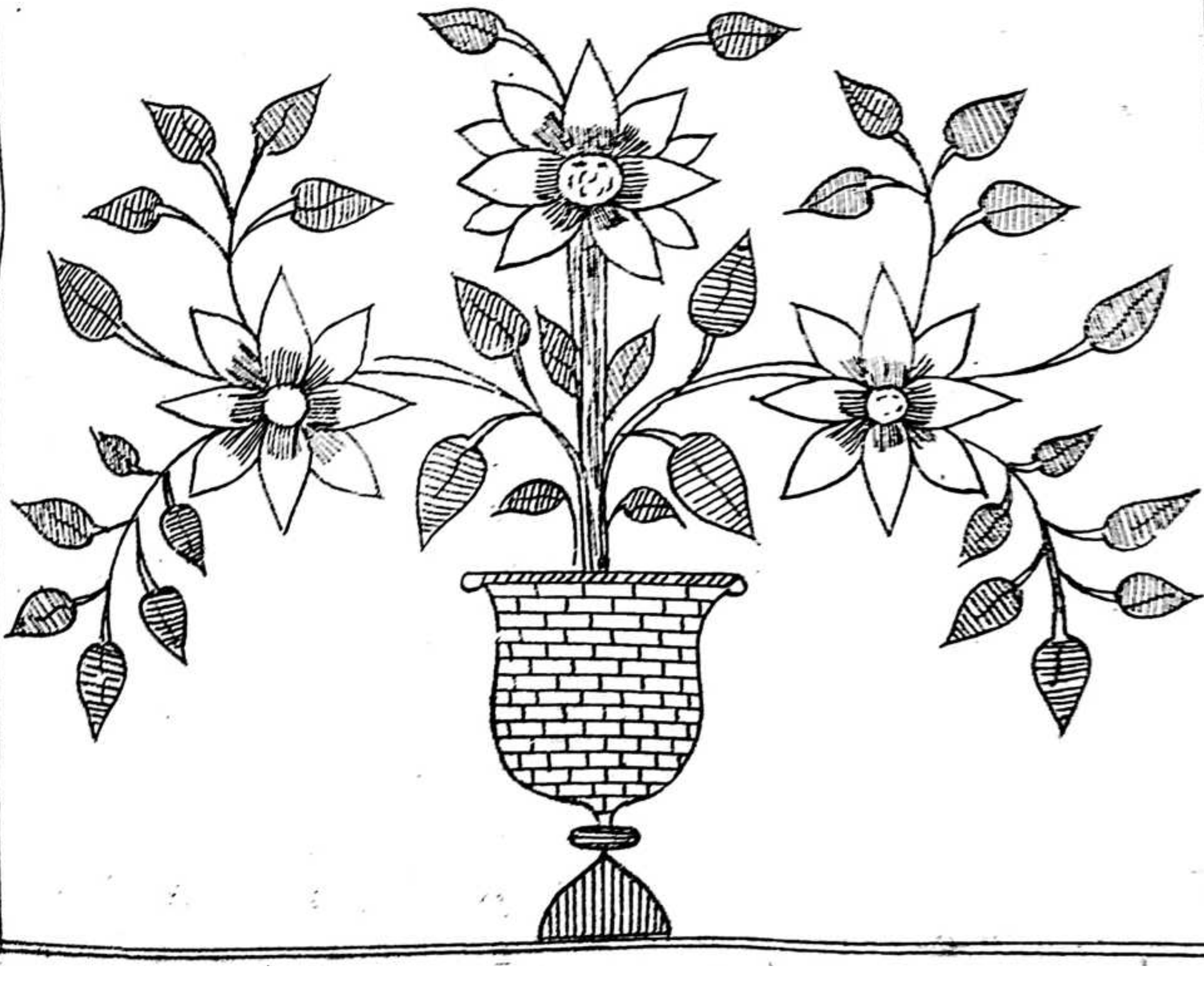
مسئلہ ۱۹ از بلہاری احاطہ مدراس مرسلہ محمد نصیرالدین صاحب مدرس درسی حنفی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

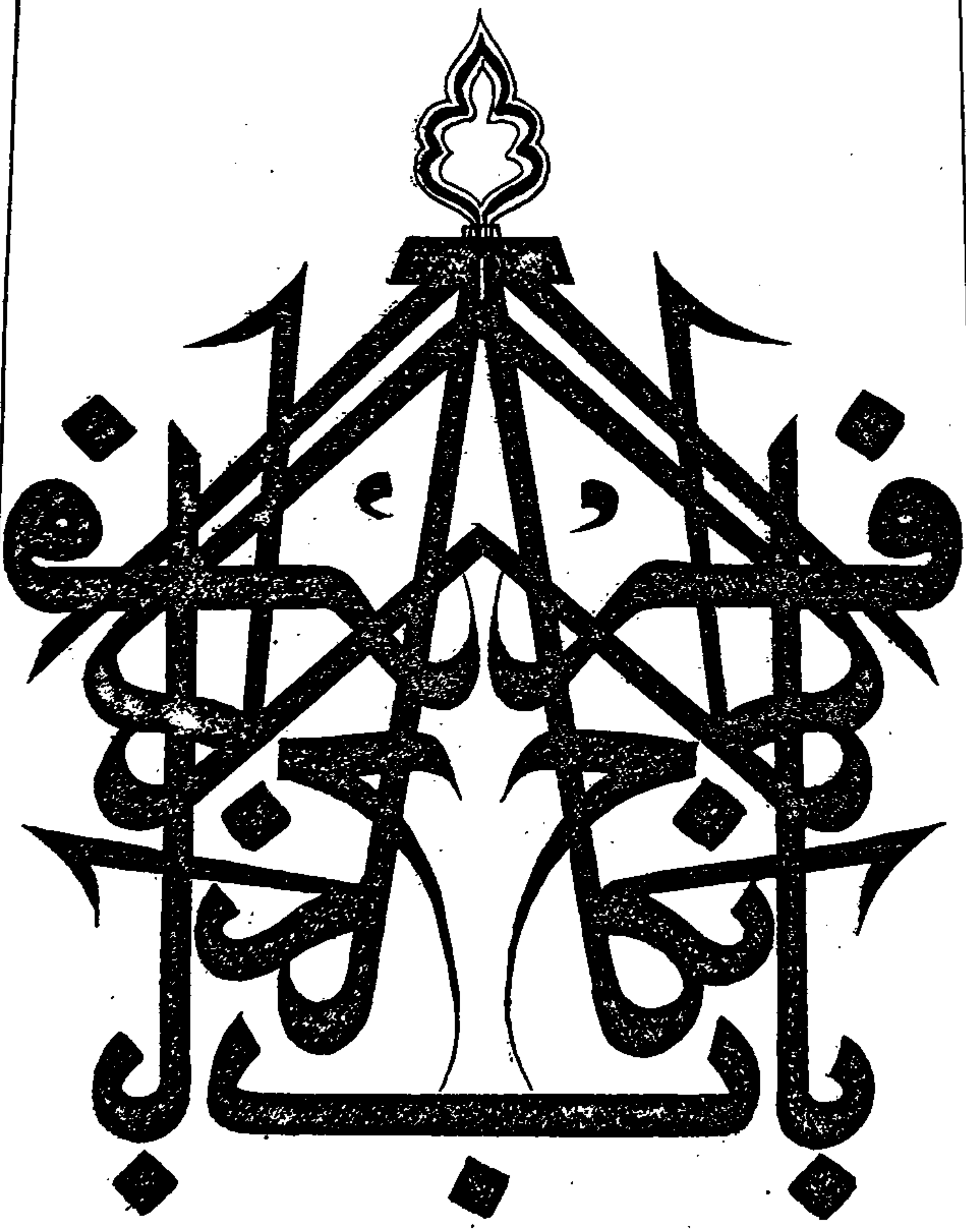
زید بچپن سے اپنے باپ کے ساتھ ایک ہی دوکان میں بیوپار کرتا رہا (یعنی اپنے باپ کے ماتحت تھا اور کام بھی کرتا تھا) اور اپنے باپ ہی کے گھر میں تھا مذکور زید کی شادی باپ عمرو نے ہی کیا اب زید نے انتقال کیا مرحوم زید کی عورت اپنا جہیز اور اپنا مال وزر اور وہ مال جو نسبت کے وقت اس کو دیے ہیں (عرف میں جس کو چڑھاوا کہتے ہیں) اور اپنا مہر اپنے خسر سے طلب کر سکتی ہے یا نہیں اور اس کی عدت

میں نان ونفقہ کس کے ذمہ ہے بینوا توجروا

الجواب

جہیز توسب عورت کا ہے اُس میں کسی کا حق نہیں ردالمحتار میں ہے کُلّ احدٍ یعلم ان الجہاز ملك المرأة وحق لاحدٍ فیه اور چڑھاوے کا اگر عورت کو مالک کر دیا گیا تھا خواہ صراحۃً کہدیا تھا کہ ہم نے اس کا تجھے مالک کیا یا وہاں کے رسم و عرف سے ثابت ہو کہ تملیک ہی کے طور پر دیتے ہیں جب تو وہ بھی عورت ہی کی ملک ہے ورنہ جس نے چڑھایا اُس کی ملک ہے باقی مال وزر جو اپنے باپ کے یہاں سے لائی یا شوہر یا شوہر کے باپ نے بطور تملیک اُس کو دیا یعنی ہبہ کر کے قبضہ دیدیا وہ بھی عورت ہی کی ملک ہے اور اگر گھر کے خرچ کے لیے دیا اور مالک نہ کیا یا بطور امانت اس کے پاس تھا تو شوہر یا اُس کا باپ جس کا تھا اُسی کا ہے مہر کا مطالبہ شوہر پر ہے اگر اُس کا ذاتی کوئی مال ہو اُس سے وصول کرے شوہر کے باپ پر دعوی نہیں کر سکتی جبکہ اُس نے کفالت نہ کی ہو عدت طلاق کا نفقہ ہوتا ہے عدت موت کا نفقہ ہی نہیں جس کا وہ کسی سے مطالبہ کر سکے اپنے پاس سے کھائے واللہ تعالیٰ اعلم۔





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱: از شاہجہاں پور محلہ بارہ دری مرسلہ عبداللہ خاں صاحب ۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید نے قادیانی مذہب اختیار کر لیا اور اُس کی عورت بدستور اپنے اصلی مذہب حنفی پر قائم رہی گو زید نے مذہب قادیانی گوارا کرنے میں اپنی عورت کو مجبور نہیں کیا لہٰذا ایسی حالت میں کہ جب ما بین زن و شوہر کے اختلاف مذہب ہو گیا از روئے حکم شرع شریف کے بحالت طرز معاشرت درمیان زن و شوہر جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں عورت فوراً نکاح سے نکل گئی اُن میں باہم کوئی علاقہ نہ رہا مرد محض بیگانہ ہو گیا اب اُس سے قربت زنائے خالص ہو گی تنویر الابصار میں ہے وارتداد احدھما فسخ فی الحال واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲: از ریاست بھوپال گیا بنگلہ چیف سکریٹری صاحب مرسلہ مجتبٰی علیخاں صاحب ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت قوم نصارٰی یا مجوس ہے اور وہ عورت مسلمان نہیں ہوئی ہے وہ اپنے مذہب پر قائم ہے ایک شخص کہ وہ مسلمان ہے اور وہ شخص اُس کے ساتھ عقد کرنا چاہتا ہے اور وہ عورت مسلمان نہیں ہوئی تو اُس کے ساتھ نکاح جائز ہے یا مسلمان ہوئے تو جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

عورت مجوسیہ سے مسلمان نکاح نہیں کر سکتا اگر کریگا باطل ہو گا۔ یونہیں نصرانیہ سے ایک قول پر اور دوسرے قول پر نصرانیہ سے نکاح اگرچہ ہو جائیگا مگر ممنوع و گناہ ہے۔ پہلے قول پر اُس سے بچنا فرض ہے اور دوسرے قول پر واجب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳: از خیر آباد ڈاکخانہ خاص محلہ شیخ سرائے ضلع سیتا پور مرسلہ امتیاز علی صاحب ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ دونوں مسلمان حنفی المذہب زن و شوہر ہیں ہندہ سیدہ ہے مگر جاہل بیوقوف تند مزاج ہے اور زید شیخ کچھ لکھا پڑھا اور سخت مزاج غصہ ور ہے اور ہر دو معزز اور ایسے خاندان کے ہیں جو اپنے مذہب کے پابند و مطیع اور مسائل شریعت سے واقف

ہیں جس میں ایک دوسرے کے حقوق کے بھی مسائل شامل ہیں زید چاہتا ہے کہ ہندہ پرورش اطفال وخدمت خود وخاطر مدارات اعزا واحباب وامور خانہ داری ومہمان نوازی تابمقدور کرے اگر کوئی کام زید کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو زید ہندہ سے سختی سے پیش آتا ہے اور اکثر سخت مگر مہذب الفاظ کہتا ہے ایسے کاموں میں وسط رمضان مبارک میں زید ہندہ سے خفا ہوا اور ہندہ سے کہا کہ میں نے تم کو بارہا نصیحت کی اور پھر اپنے اور تمھارے گھر والوں میں فضیحت کی مگر کچھ سود مند نہ ہوا اب صرف اذیت کا درجہ باقی ہے جس کو اگر میں چاہوں تو مجھکو پہنچانے کا حق ہے اور یہ شرعی احکام ہیں مگر میں بوجہ شرافت اس کو پسند نہیں کرتا ہوں اگر تم کو یہ پسند نہیں ہے اور نباہ ہونا مشکل ہے تو مجھ سے کہدو کہ میں تمکو آزاد کردوں یعنی طلاق دیدوں کیونکہ شریعت کی یہ تعلیم ہے بعد کو تم اپنا کرلینا جیسا تم کو اچھا معلوم ہو میں اپنا کرلونگا اس میں کوئی عیب نہیں ہے اس پر ہندہ نے غصہ میں آکر یہ کہا کہ (چولھے میں جائے ایسی شریعت یا مری پڑے ایسی شریعت پر) زید کو فقرہ اول یاد ہے کہ ہندہ نے کہا تھا ہندہ اس سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے فقرہ نمبر ۲ کہا تھا اور کہتی ہے کہ مجھ سے غصہ میں روزمرہ کی بول چال کے مطابق یہ الفاظ نکل گئے اس سے میری غرض یا نیت اسلام سے خارج ہونے کی نہ تھی نہ تحقیر شریعت لہذا مفصلہ ذیل امور کا جواب برائے خدا ورسول بحوالہ کتب جلد مرحمت فرمایئے (۱) کیا فقرۂ مذکورہ بالا سے ہندہ مرتد ہوگئی اور اسلام سے خارج ہوئی (۲) اگر مرتد ہوگئی تو کیا نکاح فسخ ہوگیا اور ہندہ درجۂ طلاق میں گئی (۳) کیا زید اب بلا طلاق دیے ہوئے ہندہ سے تعلق ترک کرسکتا ہے اور کوئی مواخذہ اس سے نہ ہوگا (۴) کیا بحالت مرتد ہونے کے اور نکاح فسخ ہونے پر مہر سابقہ کلیۃً یا اس کا کوئی جز اس پر واجب الادا ہی یا بالکل سوخت (۵) کیا ایسی صورت میں ہندہ بعد تجدید ایمان بلا اجازت زید دوسرا نکاح کرسکتی ہے (۶) کیا ہندہ کا نفقہ ایسی صورت میں زید پر واجب الادا ہے (۷) اگر ہندہ نے تجدید ایمان کرلیا تو کیا زید وہندہ باہم دگر تجدید نکاح پر شرعاً مجبور ہیں اور اگر نہ کریں تو کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا (۸) صورت حال میں اگر زید تجدید نکاح پر تیار ہو تو مہر سابقہ تعداد پر معین ہوگا یا اب تعداد جدید فریقین کی رضامندی پر معین ہوگی (۹) صورت حال میں کیا ہندہ زید کی مرضی کے موافق کم مہر پر مجبور کی جاوے گی اور تعداد مہر کم سے کم کیا ہوسکتی ہے۔

الجواب

ہندہ سے پہلا فقرہ کہا ہو خواہ دوسرا ہر طرح اُس کا ایمان جاتا رہا کہ اُس نے شرع مطہر کی توہین کی مگر ہندہ ف۱ نکاح سے نہ نکلی نہ ہرگز اُسے روا ہے کہ بعد اسلام کسی دوسرے سے نکاح کرے لان الفتوی علی روایۃ النوادر لاجل فساد الزمان کما بیناہ فی فتاوٰنا ہاں بعد اسلام ف۲ زید سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی احتیاطا لاصل المذہب زید اگر اُس سے ترک تعلق چاہے تو طلاق دے ہندہ کا نفقہ زید پر نہیں جب تک اسلام نہ لائے کہ وہ اپنے فعل سے زید پر حرام ہوگئی ہے ولا نفقۃ لمرتدۃ مگر مرتدہ ف۳ ہونے سے مہر مؤجل ساقط نہیں ہوتا تمام و کمال بدستور زید پر واجب ہے تجدید نکاح میں مہر جدید برضائے فریقین معین ہونا یا پہلی تعداد کا لحاظ کچھ ضرور نہیں بلکہ ہندہ سب سے کم مہر پر مجبور کی جاسکتی ہے جس طرح ف۴ نکاح پر مجبور کی جائے گی درمختار میں ہے تجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی ردالمحتار میں ہے فلکل قاض ان یجدد بمہر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا مہر کی اقل مقدار دس درم ہے کہ یہاں کے دو روپے تیرہ آنے سے کچھ کم ہے یعنی ۲ ر ۱۲ ر ۹ ۳/۵ پائی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از نذر محمد خاں صاحب امام جامع مسجد ملاجی صاحب ڈاکخانہ خاص نگانہ ضلع رہتک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ کسی ہندو کی لڑکی نابالغ بغیر اجازت والی کے کہیں سے لے آوے اور بغیر مسلمان کیے نکاح پڑھا دیوے جائز ہے یا کہ نہیں اور اگر جائز ہے تو جس نے نکاح پڑھایا ہے اُس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا کہ نہیں اور اُس پر کیا جرم ہے اور اسی طرح سے مسلمان نابالغ لڑکی سے بغیر اجازت والی کے دوسرا کوئی نکاح پڑھا دیوے تو پھر والی اُس کو توڑ سکتا ہے یا کہ نہیں اور پڑھانے والے پر کیا الزام ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

نابالغہ کا نکاح بے اجازت ولی نافذ نہیں ہوسکتا ولی اُسے فسخ کرسکتا ہے اور ہندو کی لڑکی سمجھ وال کہ اسلام و کفر جانتی ہے اگر کفر اختیار کرے تو خود مشرک ہے۔ اور سمجھ وال نہ ہو تو اپنے باپ کے اتباع سے مشرک ہے بہرحال اُس سے نکاح باطل ہے اگرچہ باجازت ولی ہو ہاں اگر سمجھدار ہونے کی حالت میں ایمان لے آئے اُس کے بعد باجازت اُس کے کسی ولی مسلم ورنہ اذن حاکم اسلام سے نکاح کیا جائے تو صحیح ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از لکھنؤ محلہ گڑھیا کمال خاں مسئولہ مولوی عابد حسین صاحب عباسی ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رافضیہ عورت سے نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز نیز اگر دھوکہ سے کوئی شخص کسی رافضیہ عورت سے نکاح کرلے مثلاً زید کو یہ نہیں معلوم ہے کہ عورت کا مذہب سنّی ہے یا شیعہ اور زید سے پوشیدہ بھی رکھا جائے اور بعد کو معلوم ہوجائے اور منکوحہ توبہ بھی نہ کرے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

رافضیہ سے نکاح باطل محض ہے اُس وقت معلوم ہو یا نہو بہرحال اُس پر فرض ہے کہ اُس سے جُدا ہوجائے وہ محض اجنبیہ ہے اصلاً قابلیت نکاح نہیں رکھتی جبتک اسلام نہ لائے عالمگیریہ میں ہے وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از بنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب شب ۵ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک ہندو قوم کھٹک نے اپنی عورت کو اپنے مذہب کے موافق طلاق دیدی تخمیناً چار ماہ کے بعد عورت مذکورہ مسلمان ہوئی اپنی خوشی و رضامندی سے اور جس جلسے میں مسلمان ہوئی اُسی جلسہ میں نکاح بھی ہوا نکاح کیسا ہوا اور اس میں عدت کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں نکاح صحیح ہوگیا کافر کے لیے عدت تو اصلاً نہیں ردالمحتار میں ہے لا عدۃ من الکافر عند الامام اصلا فلا تثبت الرجعۃ للزوج بمجرد طلاقھا وقیل تجب والاصح الاول کما فی القہستانی عن الکرمانی ومثلہ فی الغایۃ وذکر فی الفتح انہ اولی اور جب وہ طلاق دے چکا اُسے عورت سے کچھ علاقہ نہ رہا کہ بعد اسلام زن اُس کے اسلام یا انکار کا انتظار کیا جائے اور یہاں بوجہ عدم حکومت اسلام تین حیض گزرنے تک اُس کے اسلام نہ لانے کو قائم مقام انکار ٹھہرا کر حکم فرقت دیا جائے درمختار میں ہے لو اسلم احد المجوسیین فی دارالحرب وملحق بھا لم تبن حتی تحیض ثلثا قبل اسلام الاٰخر اقامۃ لشرط الفرقۃ (وھو مضی ھذہ المدۃ) مقام السبب (وھو الاباء) لان الاباء لا یعرف الا بالعرض وقد عدم العرض لانعدام الولایۃ ومست الحاجۃ الی التفریق لان المشرک لا یصلح للمسلم واقامۃ الشرط عند تعذر العلۃ جائز فاذا مضت ھذہ المدۃ صار مضیھا بمنزلۃ تفریق القاضی بدائع (ش) ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بھا یہاں نفس طلاق سے فرقت پہلے ہی ہوچکی اور حدیث ہے نہیں لہذا انتظار کی اصلا حاجت نہیں عورت اگرچہ طلاق ہوتے ہی

فوراً مسلمان ہوجائے مسلمان ہوتے ہی فوراً نکاح کرسکتی ہے ہدایہ میں ہے لابی حنیفۃ انھا ای العدۃ اثر النکاح المتقدم وجبت اظہارا لخطرہ ولاخطر بملک الحربی ولھذا لا تجب علی المسبیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب المعاشرۃ

مسئلہ[۱] از مسجد جامع میرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ سراج الحق صاحب امام جامع مذکور و شیخ بدو دربان ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی ھذہ المسألۃ ھل یجوز لزید عند الاختلاط ان یقبل خد منکوحتہ وثدییھا وان یمص ثدییھا وان یدخل ثدییھا فی فمہ شھوۃ وتلذذاً سواء کانت ذات لبن ام لا وسواء کانت مراھقۃ ام بالغۃ فبینوا حکم کل شق منھا بالادلۃ والتفاصیل۔

الجواب

فائدہ

یجوز للرجل التمتع بعرسہ کیفما شاء من قرنھا الی قدمھا الا ما نھی اللہ تعالیٰ عنہ وکل ما ذکر فی السؤال لا نھی عنہ اما التقبیل فمسنون مستحب یؤجر علیہ ان کان بنیۃ صالحۃ واما مص ثدیھا فکذلک ان لم تکن ذات لبن وان کانت واحترس من دخول اللبن حلقہ فلا باس بہ وان شرب شیئاً منہ قصداً فھو حرام وان کانت غزیرۃ اللبن وخشی ان لو مص ثدیھا یدخل اللبن فی حلقہ فالمص مکروہ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن رتع حول الحمی اوشک ان یقع فیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

السؤال[۲] الثانی

وکم مدۃ یجوز لہ السفر حال کونہ مجرداً عنھا۔

الجواب

ف۱ السفر ان کان بضرورۃ تقدر بقدرھا ولا یعین لہ حد وقد امر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بتعجیل القفول بعد قضاء الحاجۃ والسفر قطعۃ من العذاب یمنع احدکم طعامہ وشرابہ ومنامہ فاذا قضی احدکم نھمتہ فلیعجل اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اما اذا کان بلا ضرورۃ ولم یستصحبھا معہ فلا یمکث اکثر من اربعۃ اشھر بذلک امر امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی الحدیث قصۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲ از حیدرآباد دکن معرفت پوسٹ ماسٹر مرسلہ حسام الدین صاحب ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمر و زید کے خالو ہوتے ہیں اور اُن کا وطن قدیم ایٹھی خطہ اودھ ہے اُن کی تعلقات ملازمت حیدرآباد میں ہوئے زید اصل باشندہ کاکوری ضلع لکھنؤ کا ہے اور اُس نے خطہ متوسطہ میں ملازمت انگریزی اختیار کی۔ تعارف و قرابت سابقہ کی وجہ سے زید کا نکاح عمرو کی دختر کے ساتھ حیدرآباد میں ہوا اور کوئی شرط کسی قسم کی آمد و رفت وغیرہ کی نسبت نہیں ہوئی بعد نکاح عمرو نے اپنی دختر کو زید کے ساتھ متعدد مرتبہ زید کی جائے ملازمت مختلف اضلاع خطہ متوسطہ پر اُس کے ہمراہ روانہ کردیا حتی کہ زید کی صلب سے ہندہ دختر عمرو کے تین اولادیں ہوئیں۔ نکاح کو چھ سال بعد مسماۃ ہندہ اور خود والد ہندہ کو یہ عذر ہوا کہ زید کے ساتھ سفر دور و دراز جائے ملازمت زید پر جانا منظور نہیں کیونکہ اُن کا بیان ہے کہ زید کو شرعاً ایسا حق نہیں کہ وہ ہندہ کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے مطالبہ مہر باعث انکار سفر نہیں قابل دریافت یہ امر ہے کہ ایسی حالت میں زید کو اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی جائے ملازمت و سکونت پر لیجانے کا شرعاً حق ہے کہ نہیں اگر ہندہ عذر اذیت و تکلیف دہی پر جانے سے انکار کرے اور اس عذر کو ثابت نہ کرسکے یا ثبوت پیش کردہ اگر سمجھا جائے تو زید بعد ادخال ضمانت معتبر ہندہ کو اپنے ساتھ لے جانے کا مجاز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ مرد جہاں رہے اپنی عورت کو اپنے ساتھ رکھے قال اللہ تعالٰی واسکنوھن من حیث سکنتم اور ساتھ ہی یہ حکم ہے کہ عورت کو ضرر نہ پہنچائے اُس پر تنگی نہ کرے قال اللہ تعالٰی ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن جبکہ مہر معجل نہ تھا یعنی پیش از رخصت دینا قرار نہ پایا تھا تو عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا کوئی اختیار نہیں نہ اُسکا باپ اُسے شوہر سے جُدا کرسکتا ہے ہاں اگر شوہر کی طرف سے عورت کو ضرر رسانی و بلاوجہ شرعی ایذا دہی بروجہ کافی ثابت ہو تو اُسکا بندوبست کیا جائے اگرچہ کچہری کے ذریعہ سے ضمانت داخل کرنے سے ظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ زید کوئی ایسا کفیل معتمد پیش کریگا جو زید کو ایذا رسانی سے مانع ہوسکے اور عمرو و ہندہ کو اوس پر اعتبار ہو یا یہ معنے ہیں کہ کوئی ضامن دیا جائے گا کہ اگر زید ایذا رسانی کرے تو اتنا روپیہ جرمانہ

کا بھرے اور وہ نہ دے تو ضامن دیگا۔ اگر معنی اول مراد ہیں تو صحیح و قابل قبول ہیں اور معنی دوم مراد ہیں تو یہ شرعاً ناجائز و باطل ہے مالی جرمانہ نہیں ہوسکتا لانہ منسوخ والعمل بالمنسوخ حرام واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از قادری گنج ضلع بیربھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

جماع کے وقت شوہر کا اپنی بی بی کی فرج دیکھنا تاکہ لذت پوری پوری حاصل ہو یا شوہر کا اپنی بی بی کی شرمگاہ کو مس کرنا اور عورت کا اپنے شوہر کے آلۂ تناسل کو مس کرنا تاکہ آلۂ تناسل ایستادہ ہو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

زوجین کا وقت جماع ایک دوسرے کی شرمگاہ کو مس کرنا بلاشبہہ جائز بلکہ بہ نیت حسنہ مستحسن و موجب اجر ہے کما روی عن نص سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگر اس وقت رویت فرج سے حدیث میں ممانعت فرمائی اور فرمایا فانہ یورث العمی وہ نابینائی کا سبب ہوتا ہے علماء نے فرمایا کہ محتمل ہے کہ اس کے اندھے ہونے کا سبب ہو یا وہ اولاد اندھی ہو جو اس جماع سے پیدا ہو یا معاذ اللہ دل کا اندھا ہونا کہ سب سے بدتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

القسم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوجہ کو بے وجہ شرعی ایذا دینا اور رعایت مساوات دو زوجہ میں نہ کرنا اور دونوں کو مکان واحد میں جبراً رکھنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

ہر چند اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی الرجال قوامون علی النساء بما فضل بعضھم

علی بعض وبما انفقوا من اموالھم یہاں تک کہ حدیث میں آیا اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کا حکم کرتا عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے مگر عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذا دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ اُن کے [ف۱] ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور اُن کی بدخوئی پر صبر اور اُن کی دلجوئی اور جن باتوں میں مخالفت شرع نہیں اُن کی مراعات شارع کو پسند ہے جناب رسالت مآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات کی دلجوئی کرتے اور فرماتے [ف۲] ان من اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ اور فرماتے [ف۳] خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [ف۴] وعاشروھن بالمعروف امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں [ف۵] واعلم انہ لیس من حسن الخلق معھا کف الاذی عنھا بل احتمال الاذی منھا والحلم عند طیشھا وغضبھا اقتداء برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کے حق اُن پر مقرر فرمائے اُن کے حق بھی مردوں پر مقرر کیے [ف۶] ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف از انجملہ کھلانے پہنانے وغیرہما امور اختیاریہ میں اُنھیں برابر رکھنا واجب ہے فی الدر المختار یجب وظاھر الآیۃ انہ فرض نھر ان یعدل ای ان لایجوز فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ یہاں تک کہ اگر فرق کریگا قیامت میں ایک [ف] طرف جھکا اُٹھیگا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من کان لہ امرأتان فمال الی احدیھما دون الاخری جاء یوم القیمۃ واحد شقیہ مائل اور اُنھیں مکان واحد میں جبراً رکھنا جائز نہیں بلکہ ہر ایک کو مکان علیحدہ کا مطالبہ شوہر سے پہنچتا ہے فی الدر المختار فلکل من زوجتیہ مطالبتہ ببیت من دار علیحدۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رعایت مساوات دو زوجہ میں مرد پر واجب ہے یا نہیں اور اگر ایک اُن میں قوم طوائف سے ہو تو کچھ فرق کیا جائے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

مرد پر اپنی دو زوجہ حرہ کو کھلانے اور پہنانے اور پاس رہنے وغیرہا امور اختیاریہ میں برابر رکھنا واجب ہے اور اس امر میں طوائف وغیر طوائف شریف ورذیل میں کچھ فرق نہیں کہ آیت قسم مطلق ہے فی الدر المختار یجب وظاھر الآیۃ انہ فرض نھر ان یعدل ای ان لایجوز فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ و فی الملبوس والماکول والصحبۃ یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیامت کو ایک طرف جھکا اُٹھیگا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من کان لہ امرأتان فمال الی احدھما دون الاخری جاء

یوم القیمۃ واحد شقیہ مائل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱: از کچھہ ایوں ضلع مراد آباد مکان حکیم غلام علی صاحب مرسلہ حکیم غلام احمد صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عدل بین الزوجین میں کھانے کی کیا صورت ہے آیا جو چیز ایک زوجہ کو کھانے کو دی وہی دوسری کو بھی دے اگرچہ از قسم مکلفات ہو یا فقط معمولی غذا میں بلکہ مثلاً ایک کو دوسری زوجہ سے خفیہ دودھ پلایا یا ثمار فصل کھلائے تو اُسی قدر دوسری کو بھی دینا ضرور ہے یا یہ مستحب ہے اگر دوسری کو بھی دینا ضرور ہے تو صورت ذیل میں کچھ فرق ہے یا نہیں مثلاً ایک ۲ زوجہ نے زوج سے کسی چیز کی فرمائش کی چونکہ اُس کی طبیعت اُس چیز کے کھانے کو چاہتی تھی بایں وجہ خفیۃً دوسری زوجہ سے اس کی فرمائش کو پورا کردیا تو دوسری کو بھی شے مذکورہ کا کھلانا بذمہ زوج ضرور ہے یا نہیں اگر ضرور ہے تو اُس میں کچھ فرق ہے یا نہیں کہ اگر دوسری زوجہ بھی اس شے کی فرمائش کرتی تو اُس کو بھی پورا کرتا اور اگر زوج اپنی خواہش طبیعت سے کچھ شے ۳ ایک زوجہ کو کبھی کوئی شے دوسری زوجہ کو کھلاتا ہے مگر برابری نہیں ہے کہ جس قیمت اور جس لذت کی وہ شے ہے دوسری کو وہ نہیں ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں ایک ۴ یہ صورت ہے کہ ایک زوجہ کھانا کھانے وقت زوج کو کھانا پکا کر لاتی ہے دوسری نہیں آتی ہے خاطراً اُس کو ہر ترکاری سے قدرے قدرے کھلایا تو اس میں زوج گنہگار ہوا یا نہیں اور خفیہ میں یہ مصلحت ہے کہ دونوں زوجہ میں بغض نہیں پڑتا ہے اور زوج سے دونوں خوش رہتی ہیں کیونکہ ایک کی دوسری کو خبر نہیں جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب

کھانا دو قسم ہے ایک اصل نفقہ جو زوجہ کے لیے زوج پر واجب ہے دوسرا اُس سے زائد مثل فواکہ وپان والائچی وعطایا وہدایا قسم اول میں برابری صرف اُس صورت میں واجب ہے جب دونوں عورتیں مالی حالت فقر وغنا میں یکساں ہوں ورنہ لحاظ حال زوج کے ساتھ غنیہ کے لیے اُس کے لائق واجب ہوگا اور فقیرہ کے لیے اُس کے لائق مثلاً زوج اور ایک زوجہ دونوں امیر کبیر ہیں کہ اپنے یہاں اُن کی خوراک باقرخانی ومرغ پلاؤ ہے اور دوسری زوجہ فقیرہ ہے کہ جوار باجرے کی روٹی کھاتی اور آپ پیسنی پکاتی ہے ان دونوں کے نفقہ میں مساوات واجب نہیں ہوسکتی پہلی کے لیے وہی بریانی اور مزعفر لازم ہے اور دوسری کے لیے گیہوں کی روٹی اور بکری کا

گوشت پہلی کے لیے خادم بھی ضرور ہوگا دوسری آپ خدمت کرلے گی پہلی کریب اور زربفت پہنے گی دوسری گزی تنزیب اور ساٹھن بہت ہے پہلی کے لیے مکان بھی عالیشان درکار ہوگا دوسری کے لیے متوسط۔ اور قسم دوم میں مطلقاً برابری چاہیے جو چیز جتنی اور جیسی ایک کو دے اتنی ہی اور ویسی ہی دوسری کو بھی دے۔ دودھ چائے میوے پان چھالیا الائچی برف کی قفلیاں سُرمہ مہندی وغیرہ وغیرہ تمام زوائد میں مساوات رکھے کہ وہاں فرق اصل وجوب میں تھا یہ اشیا واجب نہیں ان میں ایک کو مرجح رکھنا اُس کی طرف میل کرنا ہوگا اور میل ممنوع ہے فرمائشوں کا حال بھی یہیں سے واضح ہوگیا اگر اُس نے وہ فرمائش اپنے اصل نفقہ کے متعلق کی ہے اور وہ اُس کی مستحق ہے اور دوسری مستحق نہیں تو اس پر لازم نہ ہوگا کہ دوسری کو بھی وہی چیز دے اور نفقہ سے زائد شے کی کی تو برابری درکار ہوگی کہ وہ بعد فرمائش بھی عطیہ کی حد سے خارج نہیں وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکل بنیك نحلت مثل ھذا قال لا قال لا تشھدنی علی جورفاذا کان التفضیل فی العطایا جورا ومیلا فی البنین ففی الازواج اولٰی و احری اور چھپا کر دینے سے دونوں کی رضا سمجھنی غلطی ہے بلکہ جسے چھپا چھپا کر دیگا وہ جان لیگی کہ میری جگہ اس کے قلب میں زائد ہے وہ دوسری کو دبانے کی جرأت کرے گی اور یہ تخم فساد کا بونا ہوگا تنویر الابصار و درمختار میں ہے یجب ان یعدل ای لا یجوز فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس والماکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبۃ بل یستحب۔ ردالمحتار میں ہے قال فی البحر قال فی البدائع یجب علیہ التسویۃ فی الماکول والمشروب والملبوس والسکنی والبیتوتۃ وھکذا ذکر الولوالجی والحق انہ علی قول من اعتبر حال الرجل وحدہ فی النفقۃ واما علی القول المفتی بہ من اعتبار حالھما فلا فان احدھما قد تکون غنیۃ والاخری فقیرۃ فلا یلزم التسویۃ بینھما مطلقا فی النفقۃ اھ ورأیتنی کتبت علیہ ما نصہ یقول العبد الضعیف غفرلہ یبقی لہ محمل ان اراد الاول ان تستوی المرأتان یسارا واعسارا وحرلا محل للتفاضل بینھما بل تجب التسویۃ فی الماکول والمشروب والملبوس والسکنی ایضا کالبیتوتۃ مطلقا والیہ الاشارۃ بقولہ فلا یلزم التسویۃ بینھما مطلقا فی النفقۃ علی ان مطلقا ناظر الی المنفی دون النفی فیکون محصلہ سلب الاطلاق لا اطلاق السلب فانہ غیر سدید والثانی ان یراد ما یزاد علی النفقۃ من الھدایا والعطایا فلاھما لم من ایجاب التسویۃ بینھما فیھا بل ھو الظاھر نفیا للمیل المنھی عنہ اھ ماکتبتہ وارجوا ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر محلہ ربڑی ٹولہ مسئولہ احسان علی صاحب زردوز ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ کی چند اولادیں ہوئیں ان میں سے صرف ایک بچہ چند سال کا دائم المریض حیات ہے اس ہندہ کو مرض ایسا سخت لاحق ہے کہ ہر بار سخت تکلیف اور مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور مس ہر بار وقت ولادت بھی تجویز کرتی ہے کہ یہ عورت ضرور مر جائے گی مگر شافی مطلق بر حق ہر بار بعد تکلیف بسیار و خرچ کثیر کے اچھا کر دیتا ہے چنانچہ حال میں بعد ولادت وصحت کے۔ ہندہ نے اپنی جان بچانے اور ہر بار غم و صدمہ سے بچنے کے لیے عہد کیا کہ اب میں اپنے زوج سے جماع نہ کروں گی تاکہ اسباب نطفہ نہ واقع ہو اور اپنے زوج سے کہا کہ تم کو صبر نہ آوے تو دوسری شادی کر لو اور جو مقدرت ہو تو مجھے نان و نفقہ بھی نہ دو پس شوہر نے کہا کہ اگر شرع شریف تجھکو اس امر کی اجازت دے تو مضائقہ نہیں میں صبر کر لوں اور جو شرع اس عہد کی اجازت نہ دے تو میں اپنے حقوق اور منافع اور تیرے حقوق کو تلف ہرگز نہیں کر سکتا لہذا تحریر فرمائیں کہ شرعاً کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ایسی صورت میں شوہر ہندہ کے کہنے پر عمل کر سکتا ہے دوسری شادی کر لے اور ہندہ سے جدا رہے جبتک ہندہ راضی ہو اور نان نفقہ ہندہ کو بھی ضرور دے اگر ہندہ اس کے یہاں رہے اور اگر ہندہ اپنا نفقہ ساقط کرے تو اختیار ہے کہ نہ دے جبتک ہندہ پھر از سر نو مطالبہ پر نہ آئے اور اگر ہندہ اپنے والدین کے یہاں چلی جائے اور شوہر کے بلانے پر نہ آئے تو آپ ہی اس کا نفقہ ساقط ہے جبتک واپس نہ آئے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از کانپور طلاق محال مطب حکیم نور الدین صاحب مسئولہ عبید اللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نابالغہ ۱۲ سال کی جو مجامعت کی متحمل نہیں ہو سکتی ہے اس کا ولی اسے شوہر کے یہاں جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

جب بارہ سال کی ہو ضرور متحمل ہو سکتی ہے مگر کسی صورت نادرہ میں کہ بہت کمزور نازک ہو اور مرد دیو قامت قوی الجثہ کہ واقعی عدم تحمل مظنون ہو تو اس صورت میں بیشک روک سکتا ہے اور عند الاختلاف اس کا فیصلہ رائے قاضی سے ہو گا وہ دیکھکر تجویز کریگا کہ عورت تحمل کر سکتی ہے یا نہیں رد المحتار میں ہے قد صرحوا عندنا بان الزوجۃ اذا کانت صغیرۃ لا تطیق الوطی لا تسلم الی الزوج حتی تطیقہ منہ واصحیحوا انہ غیر مقدر بالسن بل یفوض الی القاضی بالنظر الیھا من سمن او ھزال وقد مناعن التاترخانیۃ

ف ان البالغۃ اذا کانت لاتحتمل لایؤمر بدفعہا الی الزوج ایضاً فقولہ لاتحتمل یشمل ما لوکان لضعفہا اوھزالہا اولکبر آلتہ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

متفرقات

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ از سورون ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا حامد حسن صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف سنہ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرو ایک شخص جس کی ایک لڑکی جوان ہے اور بہت جگہ سے پیغام نسبت کے اس کے پاس آئے لیکن اس نے سب کو جواب دیا اور زید کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی نسبت کردی بعد چند عرصہ کے عمرو مذکور نے زید کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی نسبت چھوڑ کر دوسری جگہ یعنی بکر کے لڑکے سے کردی اب یہ نسبت جو آخر جگہ پر بکر کے لڑکے سے کی گئی ہے درست وجائز ہے یا نہیں یا کہ اول عمرو کے لڑکے سے کہ جس کے ساتھ اس نے پہلے نسبت کردی تھی اس کی اجازت اور رضامندی لینا چاہیے اور اگر عمرو کا لڑکا اجازت نہ دے تو بکر کے لڑکی کے نکاح میں تو کوئی نقص شرعی باقی نہیں رہا مفصل طور پر جواب مرحمت فرمایئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نسبت صرف ایک اقرار ووعدہ ہے اور ایک جگہ نسبت کرکے چھوڑ دینا خلف وعدہ جس کی تین صورتیں ہیں اگر وعدہ سرے سے صرف زبانی بطور دنیاسازی کیا اور اسی وقت دل میں تھا کہ وفا نہ کریں گے تو بے ضرورت شرعی وحالت مجبوری سخت گناہ وحرام ہے ایسے ہی خلاف وعدہ کو حدیث میں علامات نفاق سے شمار فرمایا کما بیناہ فی رسالتنا اتباع الحذاق بمسالک النفاق وھو محمل ما فی الاشباہ من ان خلف علی الوعد حرام الخ اور اگر وعدہ سچے دل سے کیا پھر کوئی عذر مقبول وسبب معقول پیدا ہوا تو وفا نہ کرنے میں کچھ

حرج کیا ادنیٰ کراہت بھی نہیں جبکہ اُس عذر و مصلحت کو اس وفائے وعدہ کی خوبی و فضیلت پر ترجیح ہو خصوصاً
امر نکاح میں کہ عمر بھر کے ساتھ کا سامان اور سخت نازک معاملہ ہے خصوصاً بیچاری شریف زادیوں کے لیے خصوصاً
بلاد ہندوستان میں پس اگر نسبت کے بعد کوئی حرج و نقصان ظاہر ہو نسبت چھوڑالی جائے ورنہ اپنی زبان پالنے
کے لیے ایک بے کس بے زبان کو عمر بھر مضرت میں پھنسانا ہوگا خصوصاً جبکہ ضرورت دینی ہو مثلاً معلوم ہوا کہ جس سے
نسبت قرار پائی رافضی وہابی یا اور کسی قسم کا بدمذہب ہے کہ اس صورت میں نسبت چھوڑ دینا شرعاً لازم
قال تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین وللعقیلی عن انس عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم لا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تؤاکلوھم ولا تناکحوھم لڑکی والوں کو تو لحاظ مصالح و احتراز
مفاسد زیادہ اہم ہے لڑکے والے بھی اگر ترک میں مصلحت سمجھیں ترک کر دیں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ضباعہ بنت عامر قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیام دیا انھوں نے قبول کیا پھر حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مصلحت پیش آئی ترک فرمایا فی المواھب وشرحھا للعلامۃ الزرقانی السادسۃ ضباعۃ
اسلمت قدیما بمکۃ وھاجرت وکانت من اجمل نساء العرب خطبھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ابنھا سلمۃ
بن ھشام فقال یارسول اللہ ماعنک منع فاستأمرھا قال نعم فاتاھا فقالت اللہ فی رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تستأمرنی انی ابتغی ان احشر مع ازواجہ ارجع الیہ فقل لہ نعم قبل ان یبدو لہ
فقیل للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھا کبرت فلما عاد ابنھا وقد اذنت لہ سکت عنھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فلم ینکحھا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اھ ملخصا اور اگر کوئی عذر و مصلحت نہیں بلا وجہ نسبت چھوڑائی جاتی ہے
تو یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے وھو محمل ما فی رد المحتار من ھنا نعلم ان خلف الوعد مکروہ لا حرام و
فی الذخیرۃ یکرہ تنزیھا لانہ خلف الوعد ویستحب الوفاء بالعھد یہ بات اس تقدیر پر بیجا و خلاف مروت
ہے مگر حرام و گناہ نہیں حضور پر نور سید العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس الخلف ان یعد الرجل
ومن نیتہ ان لا یفی رواہ ابویعلی فی مسندہ عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن اس
صورت میں یہ کراہت جب ہی دفع ہوگی کہ پہلے جہاں نسبت کی تھی وہ بخوشی اجازت دیدیں یہ تو
نسبت چھوڑانے کا حکم تھا رہا دوسری جگہ نکاح کرنا اُس میں کسی طرح کوئی خلل نہیں خواہ یہاں تینوں صور
مذکورہ سے کوئی صورت واقع ہو کہ نسبت بہرحال صرف وعدہ ہی وعدہ تھی کوئی عقد تو نہ تھی کہ اب
بے موت یا طلاق دوسری جگہ نکاح نہ ہوسکے ہاں جبتک وہاں سے نسبت نہ چھوٹ نہ جائے دوسروں کو

پیام دینے کی ممانعت ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ حتی ینکح او یترك اخرجه الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ یہ جدا بات ہے مگر نکاح بے نسبت چھوڑے بھی کر دیا جائیگا تو نکاح میں کچھ نقص نہیں کما لا یخفی واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ موضع علاقہ جاتگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے ہیں حلال ہی یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ روپیہ دینے والا اس لیے دیتا ہے کہ اس کے لالچ سے میرے ساتھ نکاح کر دیں جب تو وہ رشوت ہی اس کا دینا لینا سب ناجائز و حرام فی الھندیۃ انفق علی طمع ان یتزوجھا قال الاستاذ قاضی خان الاصح انہ یرجع علیھا زوجت نفسھا اولم یتزوج لانہا رشوۃ اھ ملخصا یونہی اگر اولیائے عورت نے کہا کہ اتنا روپیہ ہمیں دے تو تجھ سے نکاح کر دینگے ورنہ نہیں جیسا کہ بعض دہقانی جاہلوں میں کفار ہنود سے سیکھ کر رائج ہے تو یہ بھی رشوت و حرام ہے فی الھندیۃ خطب امرأۃ فی بیت اخیھا حتی یدفع الیہ دراھم فدفع وتزوجھا یرجع بما دفع لانھا رشوۃ کذا فی القنیۃ اور اگر یہ صورتیں نہیں بلکہ ایک رسم ہے کہ نکاح سے پہلے دولھا کی طرف سے کچھ روپیہ دولھن کی طرف جائے جیسے ہمارے بلاد میں گہنا اور جوڑا جاتا ہے جسے چڑھاوا کہتے ہیں اگر نکاح ہو جائے تو ہو جائے ورنہ وہ مال واپس دیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں اور اس کا حکم وہی ہے کہ اگر نکاح نہ ٹھہریگا تو واپس دیا جائیگا فی الھندیۃ سئل عن محمد عمن ارسل الی اھل خطیبتہ دنانیر ثم اتخذ ولہ ثیابا کما ھو العادۃ ثم بعد ذلك یقول ھو نقدتہا من المھر ھل یکون القول قولہ فقال القول قول الباعث قیل لہ لو دفع الیھم دنانیر فقال انفقوا البعض الی اجرۃ الحائك والبعض الی ثمن الشاۃ للشراء والبعض الی الجوزقۃ کما ھو العادۃ ثم فعلوا ذلك ثم زفت الیہ ثم بعد ذلك یدعی الی بعثت الدنانیر لاجل المھر یقبل قولہ قال اذا صرح بالقول لایقبل قولہ فی التعیین وسئل ابو حامد عن رجل خطب لابنہ خطیبۃ وبعث الیھا دراھم ثم مات الاب وطلب سائر الورثۃ المیراث من ھذا المال المبعوث فقال ان تمت الوصلۃ بینھما فھو ملك لابنہ وان لم تتم فھو میراث وانکان الاب حیا یرجع الی بیانہ وسئل والدی عمن بعث الی الخطیبۃ سکرا وجوزا ونورا وتمرا وغیرھا ثم بدا لھم فترکوا المعاقدۃ ھل

لهذا الخاطب ان یرجع علیهم باسترداد ما دفع فقال ان فرق ذلك علی الذی یأذن له اذا دفع لیس له حق الرجوع وان لم یأذن له فی ذلك فله ذلك کذا فی التتارخانیة اھ قوله فهو ملك لابنته

اقول انت تعلمان هذا ایضا ادعی الی العرف فان کان العرف ان یرید بذلك تملیك العروس فهو ملکها لا ملك الزوج کما لا یخفی والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علیخان صاحب ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

رسالہ اطائب التہانی فی النکاح الثانی ۱۳۱۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد کے لائق ہے وہ اک پاک ذات جس نے پیدا کی یہ ساری ممکنات، اور حبیب اپنے کو بس پیدا کیا جس سے عالم میں ہوئی نور و ضیا۔ محمد یعقوب علیخاں خلف پیر محمد خاں مرحوم نظامی چشتی قادری، خدمت فیض موہبت میں عرض پرداز ہے کہ یہ فتوی نوشتہ مولوی عبدالرحیم صاحب دہلوی نظر احقر سے گزرا اُس کے مضمون سے اکثر ساکنان ہند اہل اسلام پر گناہ درکنار کفر عائد ہوتا ہے اس واسطے عبارت فتوی خدمت شریف میں روانہ کرکے طالب جواب ہوں کہ تسکین خاطر کی جائے ان اللہ لایضیع اجر المحسنین۔ خلاصہ فتوی یہ ہے کہ جانو اے مسلمانو کہ نکاح بیوہ کا ثابت ہے قرآن مجید و حدیث شریف سے فرمایا اللہ تعالٰی نے وانکحوا الایامی منکم یعنی نکاح کرو بیوہ عورتوں کا اور فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی یعنی نکاح کرنا میری سنت ہے اور جس نے موٹھ پھیرا میرے طریقہ سے یعنی انکار کیا سو وہ مجھ سے نہیں پس جو لوگ اس سے انکار کریں یا عیب اور برا جانیں یا کرنے والوں پر طعن کریں حقیر جانیں ذات سے نکالیں یا نکاح کرنے والوں کو روک دیں نہ کرنے دیں یا ایسی فساد کی بات اٹھا دیں جس سے حکم خدا اور سنت رسول جاری نہ ہو اور کافروں کی رسم قائم رہے یا جاہلوں کے کہنے سننے کا خیال کرکے خدا اور رسول کا حکم قبول نہ کریں سو یہ سب قسم کے لوگ کافر ہیں عورتیں اُن کی نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں نماز روزہ کچھ قبول نہیں کھانا پینا ان لوگوں کے ساتھ ہرگز درست نہیں جب تک کہ توبہ نہ کریں۔ اس واسطے کہ اُن سب صورتوں میں انکار حکم خدا اور تحقیر سنت لازم آتا ہے اور یہ ظاہر کفر ہے جیسا کہ تمام کتابوں میں لکھا اور آیت مذکور کی تفسیر میں آیا ہے کہ جو کوئی عیب جانے دوسرے نکاح کو وہ بے ایمان ہے پس سب مسلمانوں کو واجب ہے کہ جن لوگوں کے گھر میں بیوہ عورت لائق نکاح کے ہو اُن کو سمجھا دیں اور نصیحت کردیں اور جو نہ مانیں تو تعزیر دیں اور جو تعزیر کا قابو نہ چلے تو اُن کے گھر کا کھانا پینا بولنا سلام علیک کرنا سب چھوڑ دیں

اور اپنی شادی غمی میں اُن کو نہ بلائیں اور نہ اُن کے جنازے پر جاویں اگر ایسا نہ کریں گے تو یہ بھی اُن کے ساتھ دُنیا و عاقبت کے وبال میں گرفتار ہونگے سوائے بھائیو نکاح رانڈوں کا کردو اور جو نہ مانے اُس سے ملنا چھوڑ دو اور ذات سے ڈالدو نہیں تو تمہارے بھی ایمان جانے کا خوف ہے مکہ کے سوا سو بزرگوں نے یہ فتوے بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اب بھی جو لوگ نہ مانیں گے دُنیا میں نہ لے عزت اور تباہ ہو جائیں گے اور آخر کو بے ایمان مرینگے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی سال ۱۲۸۰ھ میں عشا کے وقت ہزار آدمیوں نے دیکھا کہ ایک سُرخی بڑی شدت کی مدینہ مبارک کی طرف نمودار ہوئی اور بڑی دیر تک رہی پھر تمام آسمان میں پھیل گئی اس ہیبت کی تھی کہ اُس کی طرف دیکھا نہ جاتا تھا مکہ شریف میں تمام بزرگوں نے فرمایا کہ بڑا بھاری غضب ہونے والا ہے سو ایک بزرگ کو خواب میں الہام ہوا کہ یہ سُرخی ہندوستان کی بیوہ عورتوں کا خون جمع ہوکر جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کرنے آیا تھا سو عنقریب اُن مسلمانوں پر غضب آنے والا ہے جلد نکاح کردیں ورنہ بھاری وبا آئے گی اور قحط پڑیگا کہ اکثر یزید کی طرح غارت ہو جائیں گے الٰہی سب مسلمانوں کو ہدایت کر اور غضب سے بچا آمین یا رب العلمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اللھم ھدایۃ الحق والصّواب

الجواب

اس مسئلہ میں جاہلان ہند دو فرقے ہوگئے ہیں ایک اہل تفریط کہ نکاح بیوہ کو ہنود کی طرح سخت ننگ و عار جانتے اور معاذ اللہ حرام سے بھی زائد اُس سے پرہیز کرتے ہیں نوجوان لڑکی بیوہ ہوگئی اگرچہ شوہر کا مونھ بھی نہ دیکھا ہو اب عمر بھر یوں ہی ذبح ہوتی رہے ممکن ہے کہ نکاح کا حرف بھی زبان پر لا سکے اگر ہزار میں ایک آدھ نے خوف خدا و ترس روز جزا کرکے اپنا دین سنبھالنے کو کہ حدیث میں آیا من تزوج فقد استکمل نصف دینہ فلیتق اللہ فی النصف الباقی جس نے نکاح کیا اُس نے اپنا آدھا دین پورا کرلیا باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیھقی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکاح کرلیا اُس پر چار طرف سے لعن و تشنیع کی بوچھار ہے بچاری کو کسی مجلس میں جانا بلکہ اپنے کنبے میں مونھ دکھانا دشوار ہے کل تک فلاں بیگم یا فلاں بانو لقب تھا اب دوخصمی کی پکار ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ بُرا کرتے اور بیشک بہت بُرا کرتے ہیں باتباع کفار ایک بیہودہ رسم ٹھہرالینی پھر اُس کی بنا پر مباح شرعی پر اعتراض بلکہ بعض صورتیں ادائے واجب سے اعراض کیسی سخت جہالت

اور نہایت خوفناک حالت ہے پھر حاجت والی جوان عورتیں اگر روکی گئیں اور معاذ اللہ بشامت نفس کسی گناہ میں مبتلا ہوئیں تو اس کا وبال ان روکنے والوں پر پڑیگا کہ یہ اس گناہ کے باعث ہوئے رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں مکتوب فی التوراۃ من بلغت لہ ابنۃ اثنی عشرۃ سنۃ فلم یزوجھا فاصابت اثما فاثم ذلک علیہ اللہ عزوجل توراۃ شریف میں فرماتا ہے جس کی بیٹی بارہ برس کی عمر کو پہنچے اور وہ اس کا نکاح نہ کردے اور یہ دختر گناہ میں مبتلا ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہے۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن امیر المؤمنین عمر الفاروق وعن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہما بسند صحیح جب کوآری لڑکیوں کے بارہ میں یہ حکم ہے تو بیاہیوں کا معاملہ تو اور بھی سخت کہ دختران دوشیزہ کو حیا بھی زائد ہوتی ہے اور گناہ میں تفضیح کا خوف بھی زائد اور خود ابھی اس لذت سے آگاہ نہیں صرف ایک طبعی طور پر ناواقفانہ خطرات دلمیں گزرتے ہیں اور جب آدمی کسی خواہش کا لطف ایک بار پاچکا تو اب اس کا تقاضا رنگ دگر پر ہوتا ہے اور ادہر نہ ویسی حیا نہ وہ خوف و اندیشہ اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین دوسرے اہل افراط کہ اکثر واعظین وہابیہ وغیرہ جہال متشددین ہیں ان حضرات کی اکثر عادت ہے کہ ایک بیجا کے اٹھانے کو دس بیجا اس سے بڑھکر آپ کریں دوسرے کو خندق سے بچانا چاہیں اور آپ عمیق کوئیں میں گریں مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر مشرک بے ایمان ٹھہرا دینا تو کوئی بات ہی نہیں ان صاحبوں نے نکاح بیوہ کو گویا علی الاطلاق واجب قطعی و فرض حتمی قرار دے رکھا ہے کہ ضرورت ہو یا نہو بلکہ شرعاً اجازت ہو یا نہو بے نکاح کیے ہرگز نہ رہے اور نہ صرف فرض بلکہ گویا عین ایمان ہے کہ ذرا کسی بنا پر انکار کیا اور ایمان گیا اور ساتھ لگے آئے گئے پاس پڑوسی سب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ کیوں پیچھے پڑکر نکاح نہ کردیا اور اگر بس نہ تھا تو پاس کیوں گئے بات کیوں کی سلام کیوں لیا بات بات پر عورتیں نکاح سے باہر جنازہ کی نماز حرام تمام کفر کے احکام ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ھلک المتنطعون ہلاک ہوئے بیجا تشدد کرنے والے رواہ الائمۃ احمد ومسلم وابوداود عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ وانا اقول وباللہ التوفیق حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نکاح ثانی مثل نکاح اول فرض و واجب سنت مباح مکروہ حرام سب کچھ ہے صور و احکام کی تفصیل سنیے (۱) جس عورت کو اپنے نفس سے خوف ہو کہ غالباً اس سے شوہر کی اطاعت اور اس کے حقوق واجبہ کی ادا نہ ہوسکے گی اسے نکاح ممنوع و ناجائز ہے

اگر کرے گی گنہگار ہو گی یہ صورت کراہت تحریمی کی ہے (۲) اگر یہ خوف مرتبۂ ظن سے تجاوز کر کے یقین تک پہنچا جب تو اُسے نکاح حرام قطعی ہے حکم ایسی عورتوں کو نکاح اول خواہ ثانی کی ترغیب ہرگز نہیں دے سکتے بلکہ ترغیب دہی خود خلاف شرع و معصیت ہے کہ گناہ کا حکم دینا ہو گا یہ عورتیں یا اُن کے اولیا اگر نکاح سے انکار کرتے ہیں تو گناہ سے انکار کرتے ہیں اُنھیں انکار سے پھیرنے والا جاہل و مخالف شرع (۳) جنھیں اپنے نفس سے ایسا خوف نہو اُنھیں اگر نکاح کی حاجت شدید ہے کہ بے نکاح کیے معاذ اللہ گناہ میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہے تو ایسی عورتوں کو نکاح کرنا واجب ہے (۴) بلکہ بے نکاح معاذ اللہ وقوع حرام کا یقین کلی ہو تو اُنھیں فرض قطعی یعنی جبکہ اُس کے سوا کثرت روزہ وغیرہ معالجات سے تسکین متوقع نہو ورنہ خاص نکاح فرض و واجب نہو گا بلکہ دفع گناہ جس طریقہ سے ہو حکم ایسی عورتوں کو بیشک نکاح پر جبر کیا جائے اگر خود نہ کریں گی وہ گنہگار ہونگی اور اگر اُن کے اولیا اپنے حد مقدور تک کوشش میں پہلو تہی کرینگے تو وہ بھی گنہگار ہونگے ایسی جگہ ترک و انکار پر بیشک انکار کیا جائے مگر کتنا صرف اُتنا جو ترک واجب و فرض پر ہو سکتا ہے نہ یہ جاہلانہ جبرو تی حکم کہ جو انکار کرے کافر جو روک دے کافر جو نہ کرنے دے کافر فرائض ادا نہ کرنے یا اُن کی ادا سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا جبتک ایسے فرض کی فرضیت کا منکر نہو جس کا فرض ہونا ضروریات دین سے ہے پھر ترک واجب و فرض پر جس قدر انکار و تشدد کر سکتے ہیں وہ بھی یہاں اُس وقت روا ہو گا جب معلوم ہو کہ اس عورت سے اطاعت و ادائے حقوق واجبہ شوہر کا ترک متیقن یا مظنون نہیں کہ ایسی حالت میں تو فرضیت و وجوب درکنار عدم جواز و حرمت کا حکم ہے پھر یہ بھی ثابت ہو کہ اس عورت کی حالت حاجت اُس حد تک ہے کہ نکاح نہ کرے گی تو گناہ میں مبتلا ہو جانے کا یقین یا ظن غالب ہے کہ بغیر اس کے وجوب اصلاً نہیں اور جب کسی خاص عورت کے حق میں یہ امور بر وجہ شرعی ثابت نہ ہوں تو مسلمان پر بدگمانی خود حرام اور محض اپنے خیالات پر تارک فرض و واجب ٹھہرا دینا بیباک کا کام پھر امر حاجت میں عورت کا اپنا بیان مقبول ہو گا کہ حاجت نکاح امر خفی و وجدانی ہے جس پر خود صاحب حاجت ہی کو ٹھیک اطلاع ہوتی ہے جب وہ بیان کرے کہ مجھے ایسی حاجت نہیں تو خواہی نخواہی اُس کی تکذیب کی طرف کوئی راہ نہیں ہو سکتی عمر وغیرہ کا مظنہ سب جگہ ایکسا نہیں ہوتا مزاج عقل حیا خوف اشتغال احوال ہموم افکار صحبت اطوار صدہا اختلافوں سے مختلف ہو جاتا ہے جس کی تفصیل اہل عقل و تجارب پر خوب روشن ہے درمختار میں ہے یکون واجبا عند التوقان (المراد شدة الاشتیاق

کما فی الزیلعی ای بحیث یخاف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج اذ لایلزم من الاشتیاق الی الجماع الخوف المذکور بحر) فان تیقن الزنا الا بہ فرض نہایۃ (ای بان کان لایمکنہ الاحتراز من الزنا الا بہ لان مالایتوصل الی ترک الحرام الا بہ یکون فرضا بحر وقولہ لایمکنہ الاحتراز الا بہ ظاہر فی فرض المسألۃ فی عدم قدرتہ علی الصوم المانع من الوقوع فی الزنا فلو قدر علی شیئ من ذلک لم یبق النکاح فرضا او واجبا عینا بل ہو او غیرہ مما یمنعہ من الوقوع فی المحرم) وہذا ان ملک المہر والنفقۃ والا فلا اثم بترکہ بدائع (وہذا الشرط راجع الی القسمین اعنی الواجب والفرض وزاد فی البحر شرطا اٰخر فیہما وہو عدم خوف الجور والظلم قال فان تعارض خوف الوقوع فی الزنا لو لم یتزوج و خوف الجور لو تزوج قدم الثانی فلا افتراض بل یکرہ افادہ الکمال فی الفتح ولعلہ لان الجور معصیۃ متعلقۃ بالعباد والمنع من الزنا من حقوق اللہ تعالٰی وحق العبد مقدم عند التعارض لاحتیاجہ وغنی المولٰی تعالٰی اھ) ویکون مکروہا (ای تحریما بحر) لخوف الجور فان تیقنہ (ای الجور) حرم اھ ملخصا مزیدا من ردالمحتار ما بین الخطین اقول ویؤید تعلیل البحر حدیث ابن ابی الدنیا وابی الشیخ عن جابر بن عبداللہ وابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والغیبۃ فان الغیبۃ اشد من الزنا ان الرجل قد یزنی ویتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لایغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ (۵) اگر حاجت کی حالت اعتدال پر ہو یعنی نہ نکاح سے بالکل بے پروا ہی نہ اُس شدت کا شوق کہ بے نکاح وقوع گناہ کا ظن یا یقین ہو ایسی حالت میں نکاح سنت ہے مگر بشرطیکہ عورت اپنے نفس پر اطمینان کافی رکھتی ہو کہ مجھ سے ترک اطاعت اور حقوق شوہر کی اضاعت اصلا واقع نہ ہوگی (۶) اگر ذرا بھی اس کا اندیشہ ہو تو اُس کے حق میں نکاح سنت نہ رہے گا صرف مباح ہوگا بشرطیکہ اندیشہ حد ظن تک نہ پہنچے ورنہ اباحت جدا اس سے ممنوع و ناجائز ہوجائے گا کما سبق درمختار میں ہے یکون سنۃ مؤکدۃ فیأثم بترکہ (مع الاصرار) حال الاعتدال (ای الاعتدال فی التوقان ان لایکون بالمعنی المار فی الواجب والفرض وہو شدۃ الاشتیاق وان لایکون فی غایۃ الفتور کالعنین ولذا فسرہ فی شرحہ علی الملتقی بان یکون بین الفتور والشوق وفی البحر والمراد حالۃ عدم الخوف من الجور وترک الفرائض والسنن فلو خاف فلیس معتدلا فلا یکون سنۃ فی حقہ کما افادہ فی البدائع وترک الشارح قسما سادسا ذکرہ فی البحر عن المجتبٰی وہو الاباحۃ ان خاف العجز عن الایفاء

بمواجبه اه ای خوفا غیر راجح والا کان مکروها تحریما لان عدم الجور من مواجبه اھ ملتقطا منہما مبینا من ابن عابدین حکم بحالت سنیت بیشک نکاح کی ترغیب بتاکید کی جائے اور اُس سے انکار پر سخت اعتراض پہنچتا ہے اُسی قدر جتنا ترک سنت پر چاہیے اور درصورت اباحت نہ نکاح پر اصلا جبر کا اختیار نہ اُس سے انکار پر کچھ اعتراض و انکار کہ مباح کو شرع مطہر نے مکلف کی مرضی پر چھوڑ اہے چاہے کرے یا نہ کرے پھر انصاف کی میزان ہاتھ میں لیجیے تو عورتوں کے حق میں سنیت نکاح بھی بہت ندرت سے ثابت ہوگی ہزار میں ایک ہی ایسی نکلے گی جس کے لیے سنت کہہ سکیں کیا کسی عورت کی نسبت خود وہ یا اُس کے اولیا یا یہ تشددوالے حضرات پورے طور پر ضامن ہوجائیں گے کہ اس سے نافرمانی شوہر یا اُس کے کسی حق میں ادنے تقصیر واقع ہونے کا اصلا اندیشہ نہیں ایسی بے معنی ضمانت وہی کرسکتا ہے جسے نہ مردوں کے حقوق عظیمہ پر اطلاع نہ عورات کی عادات ونقصان عقل ودین پر وقوف کیا **حدیث** صحیح میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد نہ سنا کہ رأیت النار فلم ار کالیوم منظرا قط افظع ورأیت اکثر اھلھا النساء میں نے دوزخ ملاحظہ فرمائی تو آج کی برابر کوئی چیز سخت وشنیع نہ دیکھی اور میں نے اہل دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھیں فقالوا یارسول اللہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ یعنی حضور اس کا کیا سبب ہے قال بکفرھن فرمایا اُن کے کفر کے باعث قیل یکفرن باللہ عرض کی گئی کیا اللہ عزوجل سے کفر کرتی ہیں قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتی ہیں لو احسنت الی احدٰھن الدھر ثم رأت منک شیئا قالت ما رأیت منک خیرا قط اگر تو اُن میں کسی کے ساتھ عمر بھر احسان کرے پھر ذرا سی بات خلاف مزاج تجھ سے دیکھے تو کہنے لگے کبھی تجھ سے کوئی بھلائی نہ دیکھی رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما **حدیث ۲**۔ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالی علیہ وسلم ان المرأۃ خلقت من ضلع اعوج لن تستقیم لک علی طریقۃ فان استمتعت بھا وبھا عوج وان ذھبت تقیمھا کسرتھا وکسرھا طلاقھا عورت ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے ہرگز کسی راہ پر تیرے لیے سیدھی نہ ہوگی اگر تو اُس سے نفع لے تو اُس کی کجی کے ساتھ نفع لے اور سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے اور اُس کا توڑنا طلاق دینا ہے رواہ مسلم

والترمذی عن ابی ہریرۃ ونحوہ احمد وابن حبان والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہما حاصل یہ کہ پسلی ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہ ہوگی عورت بھی بائیں پسلی سے بنی ہے نہ نبھے تو طلاق دیدے مگر ہر طرح موافق آئے یہ مشکل ہے **حدیث ۳**۔ ایک بی بی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی

یارسول اللہ میں عورتوں کی فرستادہ ہوں حضور کی بارگاہ میں جن عورتوں کو خبر ہے اور جنھیں خبر نہیں سب میری اس حاضری کی خواہاں ہیں اللہ عزوجل مردوں عورتوں سب کا پروردگار و خدا ہے اور حضور مردوں عورتوں سب کی طرف اس کے رسول اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا کہ فتح پائیں تو دولتمند ہو جائیں اور شہید ہوں تو اپنے رب کے پاس زندہ رہیں رزق پائیں اور ہم عورتیں ان کے کاموں کا انتظام کرنے والیاں ہیں تو ہمارے لیے وہ کونسی طاعت ہے جو ثواب میں جہاد کی برابر ہو فرمایا طاعۃ ازواجھن والمعرفۃ بحقوقھم وقلیل منکن من یفعلہ شوہروں کی اطاعت اور ان کے حق پہچاننا اور اس کی کرنے والیاں تم میں تھوڑی ہیں رواہ البزار والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حدیث ۴۔ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاملات والدات مرضعات رحیمات باولادھن لولا ما یأتین الی ازواجھن لدخل مصلیٰتھن الجنۃ حمل کی سختیاں اٹھانے والیاں جننے کی تکلیف جھیلنے والیاں دودھ پلانے والیاں اپنے بچوں پر مہربانیں اگر نہ ہوتی وہ تقصیر جو اپنے شوہروں کے ساتھ کرتی ہیں تو ان کی نماز پڑھنے والیاں سیدھی جنت میں جائیں اخرجہ الامام احمد وابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ توسنیت ورکنار اکثر عورتوں کے لیے اباحت ہی ثابت رہے یہی بڑی بات ہے پھر ان کے انکار پر اعتراض اور نکاح پر اصرار کی کیا سبیل نہ کہ اعتراض بھی معاذاللہ تاحد اکفار اور اصرار بھی ہم پہلوئے اکراہ و اجبار **ولھذا** احادیث میں وارد کہ حقوق شوہران کی شدت سُن کر متعدد بیبیوں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے عمر بھر نکاح نہ کرنے کا عہد کیا اور حضور پُر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا مگر جاہل واعظین خصوصاً وہابیہ ہمیشہ خدا اور رسول سے بڑھکر چلا چاہتے ہیں جل جلالہٗ وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **حدیث ۱**۔ کہ ایک زن خثعمیہ نے خدمت اقدس حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ حضور مجھے سُنائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں زن بے شوہر ہوں اُس کے ادا کی اپنے میں طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ یوہیں بیٹھی رہوں فرمایا فان حق الزوج علی الزوجۃ ان سألھا نفسھا وھی علی ظھر قتب ان لا تمنعہ نفسھا ومن حق الزوج علی الزوجۃ ان لا تصوم تطوعا الا باذنہ فان فعلت جاعت وعطشت ولا یقبل منھا ولا تخرج من بیتھا الا باذنہ فان فعلت لعنتھا ملئکۃ السماء وملئکۃ الارض وملئکۃ الرحمۃ وملئکۃ العذاب حتی ترجع تو بیشک شوہر کا حق زوجہ پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اسی

سواری پر اُس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے اور مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ اُس کے بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عبث، بھوکی پیاسی رہی روزہ قبول نہ ہوگا اور گھر سے بے اذن شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فرشتے زمین کے فرشتے رحمت کے فرشتے عذاب کے فرشتے سب اُس پر لعنت کرینگے جبتک پلٹ کر آئے یہ ارشاد سُن کر اُن بی بی نے عرض کی لاجرم لا اتزوج ابدا ٹھیک یہی کہ میں کبھی نکاح نہ کرونگی رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث ۲ کہ ایک بی بی نے دربار دُربار سید الابرار صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی میں فلاں دختر فلاں ہوں فرمایا میں نے تجھے پہچانا اپنا کام بتا عرض کی مجھے اپنے چچا کے بیٹے فلاں عابد سے کام ہے فرمایا میں نے اُسے بھی پہچانا یعنی مطلب کہہ۔ عرض کی اُس نے مجھے پیام دیا ہے تو حضور ارشاد فرمائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے اگر وہ کوئی چیز میرے قابو کی ہو تو میں اُس سے نکاح کرلوں فرمایا من حقہ لو سال منخراہ دما او قیحا فلحستہ بلسانہا ما ادت حقہ لو کان ینبغی لبشر ان یسجد لبشر لا مرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا اذا دخل علیہا بما فضلہ اللہ علیہا مرد کے حق کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ اگر اُس کے دونوں نتھنے خون یا پیپ سے بہتے ہوں اور عورت اُسے اپنی زبان سے چاٹے تو شوہر کے حق سے ادا نہ ہوئی اگر آدمی کا آدمی کو سجدہ روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ مرد جب باہر سے اُس کے سامنے آئے اُسے سجدہ کرے کہ خدا نے مرد کو فضیلت ہی ایسی دی ہے یہ ارشاد سُن کر وہ بی بی بولیں والذی بعثک بالحق لا اتزوج ما بقیت الدنیا قسم اُس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں رہتی دُنیا تک نکاح کا نام نہ لونگی رواہ البزار والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۳۔ ایک صاحب اپنی صاحبزادی کو لے کر درگاہ عالم پناہ حضور سید العلمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی میری یہ بیٹی نکاح کرنے سے انکار رکھتی ہے حضور والاصلوات اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اطیعی اباک اپنے باپ کا حکم مان۔ اُس لڑکی نے عرض کی قسم اُس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں نکاح نہ کرونگی جبتک حضور یہ نہ بتائیں کہ خاوند کا حق عورت پر کیا ہے فرمایا حق الزوج علی زوجتہ لو کانت بہ قرحۃ فلحستہا او انتثر منخراہ صدیدا او دما ثم ابتلعتہ ما ادت حقہ شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اگر اُس کے کوئی پھوڑا ہو عورت اُسے چاٹ کر صاف کرے یا اُس کے نتھنوں سے پیپ یا خون نکلے عورت اُسے نگل لے تو مرد کے حق سے ادا نہ ہوئی اُس لڑکی نے عرض کی

نہ کرو نگی حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تنکحوھن الا باذنھن عورتوں کا نکاح نہ کرو جبتک اُن کی مرضی نہو رواہ البزار وابن حبان فی صحیحہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حافظ زکی الملۃ والدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند جید او اُس کے سب راوی ثقات مشہورین ہیں انتہی سُبحٰنَ اللہ اس حدیث جلیل کو دیکھیے دختر نا کتخدا کو نکاح سے انکار باپ کو اصرار باپ حضور کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں صاحبزادی عین دربار اقدس میں قسم کھاتی ہیں کہ کبھی نکاح نہ کرونگی اس پر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اُس انکار کرنے والی پر ناراض ہوتے ہیں نہ اعتراض کرتے ہیں بلکہ اولیا کو ہدایت فرماتے ہیں کہ جبتک ان کی مرضی نہو ان کا نکاح نہ کرو کہاں یہ ارشاد ہدایت بنیاد کہاں وہ جبروتی حکم زبردستی کا ظلم کہ اگرچہ ایک بار نکاح ہو چکا اب بیوہ ہو گئی خواہی نخواہی دوبارہ نکاح پر جبر کرو اور پھر بیوہ ہو تو پھر سہ بارہ گلا دباؤ اگر مان لے تو خیر اور انکار کیے تو کافرہ ہو گئی اور ساحرہ لگے اولیا کی بھی خیر نہیں اگر وہ خواہ مخواہ نکاح نہ کردیں تو اُن پر بھی معاذ اللہ اللہ عزوجل کا غضب ٹوٹے عیاذاً باللہ تعالیٰ مثل یہود و نصاری غارت ہوں ۔ مرتے وقت ایمان جانے کا اندیشہ مزہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک ایک حکم شریعت مطہرہ کا اُنھوں نے چھوڑا دوسرے حکم فرض قطعی کے ترک کی یہ مسلمانوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ مرجائیں تو اُن کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو حالانکہ حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلوٰۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد چاہے اُس نے کتنے ہی گناہ کبیرہ کیے ہوں اخرجہ ابو داود و ابو یعلیٰ والبیہقی فی سننہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح علی اصولنا معشر الحنفیۃ دوسری حدیث میں ہے مولائے دوجہان سرور کون و مکان صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں صلوا علی کل میت ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھو اخرجہ ابن ماجۃ عن واثلۃ والد ابی الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیسری حدیث میں ہے حضور سید عالم مولائے اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں صلوا علی من قال لا الٰہ الا اللہ اخرجہ ابو القاسم الطبرانی فی معجمہ الکبیر وابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء عن عبد اللہ ابن الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما معاذ اللہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کو پس پشت ڈالنا اور اپنی طرف سے نئی شریعت نکالنا بیوہ کے نکاح نہ کرنے سے لاکھ درجے بد تر ہے جبھی تو کہا تھا کہ یہ حضرات اور کو خندق سے بچائیں اور خود گہرے کوئیں میں گر جائیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بالجملہ عند التحقیق عامہ زنان خصوصاً زنان زمانہ کن

کے حق میں غایت درجہ حکم اباحت ہے اور مباح سے انکار پر اصلاً مواخذہ نہیں خصوصاً جب اس کے ساتھ اور کوئی مصلحت بھی ترک نکاح پر داعی ہو صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب خواہر امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو پیام نکاح دیا عرض کی مالی عنک رغبۃ یا رسول اللہ ولکن لا احب ان اتزوج وبنی صغار یا رسول اللہ مجھ حضور سے مجھے بے رغبتی تو ہے نہیں مگر مجھے یہ نہیں بھاتا کہ میں نکاح کروں اور میرے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خیر نساء رکبن الابل نساء قریش احناہ علی طفل فی صغرہ وارعاہ علی بعل فی ذات یدہ عرب کی تمام عورتوں میں بہتر زنان قریش ہیں اپنے بچے پر اس کے چھٹپن میں سب سے زیادہ مہربان اور خاوند کے مال کی سب سے زیادہ نگاہ رکھنے والیاں رواہ الطبرانی عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا برجال ثقات قالت خطبنی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت فذکرہ دوسری صحیح حدیث میں ہے جب حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے انہیں پیام دیا یوں عرض کی یا رسول اللہ لانت احب الی من سمعی وبصری وحق الزوج عظیم فاخشی ان اضیع حق الزوج یا رسول اللہ بیشک حضور مجھے اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں سے زیادہ پیارے ہیں اور شوہر کا حق بڑا ہے میں ڈرتی ہوں کہ حق شوہر مجھ سے فوت ہو اخرجہ ابن سعد بسند صحیح عن الشعبی مرسلا تیسری حدیث میں ہے خطبہا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت لولدین بین یدیہا کی یہذا رضیعا ویہذا ضجیعا جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کے لیے فرمایا اپنے دو بچوں کی طرف کہ سامنے موجود تھے اشارہ کر کے عرض کی یہ دودھ پینے اور یہ ساتھ سونے کو بہت ہے رواہ عن ابی نوفل بن عقرب ایضا مرسلا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر اول حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیوہ ہوئیں امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پیام نکاح دیا انکار کر دیا پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیام دیا انکار کر دیا پھر حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیام دیا عرض کی انی امرأۃ غیری وانی امرأۃ مصبیۃ ولیس احد من اولیائی شاھدا میں رشک ناک عورت ہوں (یعنی ازواج مطہرات سے شکر رنجی کا خیال ہے) اور عیالدار ہوں اور میرا کوئی ولی حاضر نہیں حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے عذروں پر کچھ عتاب نہ فرمایا نہ یہ ارشاد ہوا کہ تم سنت سے منکر ہوتی ہو تم پر شرعی الزام ہے بلکہ عذر سن کر ان کے علاج وجواب ارشاد فرما دیے کہ تمہارے رشک کے لیے ہم دعا فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اسے دور کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا

ام المومنین ام سلمہ باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ اس طرح رہتی تھیں گویا یہ ازواج ہی ہیں نہیں صلے اللہ تعالیٰ علی بعلہن وعلیہن وبارک وسلم) اور تمھارے بچے اللہ ورسول کے سپرد ہیں اور تمھارا کوئی ولی حاضر وغائب میرے ساتھ نکاح کو ناپسند نہ کریگا رواہ احمد والنسائی وغیرہما عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح ابن ابی عاصم کی روایت میں ہے منجملہ عذروں کے یہ بھی عرض کی کہ اما انا فکبیرۃ السن میری عمر زیادہ ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انا اکبر منک میں تم سے بڑا ہوں رواہ من طریق عبد الواحد بن ایمن عن ابی بکر بن عبد الرحمن عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین نے ۵۹ھ یا ۶۱ یا ۶۲ میں وفات پائی عمر شریف چوراسی برس کی ہوئی قالہ الواقدی وکثیر من العلماء نقلہ عنہم فی الاصابۃ وھو الصواب کما فی الزرقانی اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر شوال ۴ھ ہجری میں اُن سے نکاح فرمایا ھو الصحیح کما فی الزرقانی توجس وقت اُنھوں نے ترک نکاح کے لیے عمر زیادہ ہونے کا عذر عرض کیا ہے تیس سال کی بھی نہیں ہی کوئی چھبیس ستائیس برس کی عمر تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے ابن سعد انھیں ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ اُنھوں نے فرمایا بلغنی انہ لیس امرأۃ یموت زوجہا وھو من اھل الجنۃ وھی من اھل الجنۃ ثم لم تتزوج بعدہ الا جمع اللہ بینہما فی الجنۃ جس عورت کا شوہر مرجائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اُس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُن دونوں کو جنت میں جمع فرمائے۔ اسی بنا پر اُنھوں نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تھا آؤ ہم تم عہد کریں کہ جو پہلے مرجائے دوسرا اُس کے بعد نکاح نہ کرے مگر یہ علم الٰہی میں امہات المومنین میں داخل ہونے والی تھیں حضرت ابو سلمہ نے قبول نہ فرمایا رواہ من طریق عاصم الاحول عن زیاد بن ابی مریم عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سلمی بنت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر شہید ہوئے وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں اور کہا میرے شوہر نے شہادت پائی اور لوگ مجھے پیام دے رہے ہیں میں نکاح سے انکار رکھتی ہوں کیا آپ امید کرتے ہیں کہ اگر میں اور وہ جمع ہوئے تو میں آخرت میں اُن کی زوجہ ہوں فرمایا ہاں احمد فی المسند حدثنا ابو احمد ثنا ابان بن عبد اللہ البجلی عن کریم بن ابی حازم عن جدتہ سلمی بنت جابر ان زوجہا استشہد فاتت عبد اللہ بن مسعود فقالت انی امرأۃ استشہد زوجی وقد خطبنی الرجال فابیت ان اتزوج حتی القاہ فترجو لی ان اجتمعت انا وھو

ان تکون من ازواجہ قال نعم فقال لہ رجل ما رأیناک فعلت ھذا منذ قاعدناک قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ان اسرع امتی لی لحوقا فی الجنۃ امرأۃ من احمس۔ فــــ حضرت سید سعید شہید سیدنا امام حسین صلی اللہ تعالٰی علی جدہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کی زوجہ مطہرہ رباب جن سے مری انیس کہ حضرت اصغر وحضرت سکینہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں بعد شہادت امام مظلوم رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت شرفائے قریش نے انھیں پیام نکاح دیا فرمایا کنت لا اتخذ صہرا بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں وہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں جب تک زندہ رہیں نکاح نہ کیا ذکرہ ابن الاثیر فی الکامل مرثیہ حضرت امام انام رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتی ہیں سہ واللہ لا ابتغی صہرا بصہرکم حتی اغیب بین الرمل والطین۔ خدا کی قسم میں تمھارے رشتہ کے بعد کسی سے رشتہ نہ چاہونگی یہاں تک کہ ریت اور مٹی میں دفن کر دی جاؤں ذکرہ ھشام بن الکلبی بلکہ علامہ ابوالقاسم عماد الدین محمود بن احمد فارابی کتاب خالصۃ الحقائق لما فیہ من اسالیب الدقائق میں صحابیات حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بی بی رباب نامی رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ذکر کرتے ہیں انہا کانت زوجا لرجل یقال لہ عمرو وتعاھدا انھما ایھما مات قبل الاخر لا یتزوج الذی یبقی حتی یموت فمات فاقامت مدۃ فزوجھا ابوھا فرأت فی تلک اللیلۃ عمرا انشدھا ابیاتا فاصبحت مذعورۃ وقصت علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القصۃ فامرھا ان تستأنس بالوحدۃ حتی تموت وامر زوجھا بفراقھا ففعل ذلک یعنی وہ ایک شخص عمرو نامی کی زوجہ تھیں اُن کے آپس میں عہد ہولیا تھا کہ جو پہلے مرے دوسرا تا دم مرگ نکاح نہ کرے عمرو کا انتقال ہوا رباب ایک مدت تک بیوہ رہیں پھر اُن کے باپ نے اُن کا نکاح کر دیا اُسی رات اپنے پہلے شوہر کو خواب میں دیکھا اُنھوں نے کچھ شعر اس مطلب کی شکایت میں پڑھے یہ صبح کو خائف و ترساں اُٹھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حال عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مرتے دم تک تنہائی سے جی بہلائیں اور اس شوہر کو حکم دیا کہ انھیں چھوڑ دے اُنھوں نے چھوڑ دیا نقلہ الحافظ فی الاصابۃ وقال ھی حکایۃ مشہورۃ نعم ھذا بن الخ بلکہ احادیث میں ہے خود حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُس بیوہ کی نہایت تعریف فرمائی جو اپنے یتیم بچوں کو لیے بیٹھی رہے اور اُن کے خیال سے نکاح ثانی نہ کرے حدیث ۱۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید المرسلین صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انا وامرأۃ سفعاء الخدین کھاتین یوم القیمۃ واومی بیدہ یزید بن زریع السبابۃ والوسطی امرأۃ ایمت من زوجھا ذات منصب وجمال حبست نفسھا علی یتامٰھا حتی بانوا او ماتوا میں اور چہرہ کا رنگ بدلی ہوئی عورت روز قیامت ان دو انگلیوں کے مثل ہونگے (راوی نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کرکے بتایا یعنی جیسے یہ دو انگلیاں پاس پاس ہیں یونہیں اُسے روز قیامت میرا قرب نصیب ہوگا) وہ عورت کہ اپنے شوہر سے بیوہ ہوئی عزت والی صورت والی باانیہمہ اُس نے اپنے یتیم بچوں پر اپنی جان کو روک رکھا یہاں تک کہ وہ اُس سے جُدا ہوئے یا مرگئے۔ چہرہ کی رنگت بدلی ہوئی یعنی سیاہی مائل ہونا یہ کہ نے شوہری کے سبب بناؤ سنگار کی حاجت نہیں حدیث ۲۔ ابن بشران انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما امرأۃ قعدت علی بیت اولادھا فھی معی فی الجنۃ جو عورت اپنی اولاد پر بیٹھی رہے گی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگی۔ حدیث ۳۔ ابو یعلی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انا اول من یفتح باب الجنۃ الا انی اری امرأۃ تبادرنی فاقول لھا مالك ومن انت فتقول انا امرأۃ قعدت علی ایتام لی سب سے پہلے جو دروازہ جنت کھولیگا وہ میں ہوں مگر میں ایک عورت کو دیکھوں گا کہ مجھ سے آگے جلدی کریگی میں فرماؤنگا تجھے کیا ہے اور تو کون ہے وہ عرض کریگی میں وہ عورت ہوں کہ اپنے یتیموں پر بیٹھی رہی امام عبدالعظیم منذری فرماتے ہیں اسنادہ حسن انشاء اللہ تعالیٰ **تنبیہ** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہشت میں تشریف لیجانا بار ہا ہوگا اولیت **ف۲** مطلقہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے دروازہ کھُلنا حضور والا ہی کے لیے ہوگا رضوان دار وغہ جنت عرض کریگا مجھے یہی حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں حضور پر کوئی نبی مرسل بھی تقدیم نہیں پا سکتا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین۔ یہ سب مضامین احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں جن کی بعض فقیر نے اپنے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں ذکر کیں حضور کے بعد جو اور بندگان خدا جائیں گے دروازہ کھُلا پائیں گے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے سے فتح باب فرما چکے ہونگے قال تعالیٰ جنت عدن مفتحۃ لھم الابواب **فسٹ** یہاں جو اُس عورت کا آگے ہونا وارد ہوا یہ اور بار کے تشریف لیجانے میں ہے جب اہتمام کارامت میں آمد و رفت فرماتے ہونگے نہ کہ خاص بار اول میں وباللہ التوفیق الحمدللہ اس تحقیق انیق سے مسئلہ کا حکم بھی بنہایت ایضاح منصہ ظہور پر مرتفع ہوا اور اہل تشدد کے وہ متعصبانہ احکام بھی مخذول ومندفع والحمدللہ

ہی ماورفق وعلمہ وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد وآلہ وسلم۔ یہاں تک نفس نکاح اور اُس پر اجبار اور عورت یا اولیا کی جانب سے ترک یا انکار اور اُن کے انکار پر زجر و انتہار کا حکم تھا اب رہا نکاح ثانی پر طعن۔ اقول وباللہ التوفیق ہماری تحقیق سابق سے روشن ہوا کہ نکاح ثانی مطلقاً فرض یا واجب یا سنت نہیں بلکہ عامہ زنان کے لیے نہایت درجہ مباح ہی ہے اور مباح پر طعن صرف اُسی صورت میں کفر ہوسکتا ہے کہ اُس کی اباحت ضروریات دین سے ہو اور باوصف اس کے یہ شخص اُسے شرعاً مباح نہ جانے نکاح ثانی کی اباحت تو بیشک ضروریات دین سے ہے کہ تمام مسلمین اُس سے آگاہ قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اُس پر گواہ قال اللہ تعالٰی عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن (الی قولہ تعالٰی) ثیبٰت وابکارا۔ وقال تعالٰی فلما قضٰی زید منھا وطرا زوجنکھا وقال تعالٰی فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ کریمہ وانکحوا الایامٰی میں ایم کے نکاح کر دینے کو فرمایا ایم ہر زن بے شوہر کو کہتے ہیں جس کے اطلاق میں کنواری مطلقہ بیوہ سب داخل اگرچہ ایم خاص بیوہ کا نام نہیں بالخصوص بیوہ کے لیے یہ آیتیں ہیں قال تعالٰی والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر ○ ولاجناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لاتواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتٰب اجلہ وقال تعالٰی والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف واللہ عزیز حکیم ○ ان آیات کریمہ کا جملہ جملہ جواز نکاح بیوہ پر نص صریح ہے پھر حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم واہلبیت کرام وصحابہ عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے قولاً وفعلاً وتقریراً اُس کی اباحت متواتر ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے سوا تمام ازواج مطہرات حضور سید الکائنات علیہ وعلیہن الصلوات والتحیات ثیبات تھیں کما ثبت ذٰلک فی صحیح البخاری من حدیث نفسہا ومن حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم مگر کلام اسمیں ہے کہ جاہلان ہند جو اُسے ننگ و عار سمجھتے ہیں آیا اس بنا پر ہے کہ اُسے ازروئے شریعت ہی حلال نہیں جانتے ایسا ہو تو بیشک کفر ہے مگر انصافاً عامہ ناس سے اس کا اصلاً ثبوت نہیں جس مسلمان سے پوچھیے صاف اقرار کریگا کہ شرعاً بے شک جائز ہم ناجائز و حرام نہیں جانتے بلکہ ازروئے رسم لوگوں کے نزدیک ایک ننگ و عار کی بات ہے بخیال طعن و بدنامی اُس سے احتراز ہے

ایسے خیالات پر ہرگز حکم تکفیر نہیں ہوسکتا سلفاً و خلفاً تمام لوگوں میں معاملات دنیویہ میں مصالح دنیویہ کے لحاظ سے ہی باہم ایک دوسرے پر صدہا مباحات میں طعن و سرزنش رائج ہے وہاں کیوں گیا یہ کیوں کیا فلاں سے کیوں ملا حالانکہ یہ سب امور مباحات شرعیہ ہیں یہ تو خاص خاص ہر شخص کے اپنے ذاتی معاملات میں ہیں اور اصطلاحات عامہ قوم یا شائعہ ملک میں بھی بہت باتیں مباح شرعی ہیں کہ بوجہ عرف و عادت معیوب ٹھہری ہیں کہ اس احتراز و اعتراض میں اکثر یہ حضرات مکفرین بھی شریک۔ مثلاً باپ کے سامنے اپنی زوج یا زوجہ سے ہمکلام ہونا خصوصاً نئے دلوں میں۔ یونہیں باپ یا پیر و غیرہما بزرگوں کے حضور حقہ پینا دختر و داماد جب راتکو ایک پلنگ پر ہوں اونکے پاس جانا پاس بیٹھنا بات کرنا اونکا بدستور لیٹے رہنا۔ ماں بہن بیٹی کا اپنے بیٹے بھائی باپ کے سامنے سینہ و پستان کھولے پھرنا۔ شریف عورتوں کا برقع اوڑھکر سر بازار سودے خریدنا اجنبی لوگوں سے باتیں کرنا ان میں کونسی بات شرعاً ممنوع و ناجائز ہے مگر رسم و رواج و اصطلاح عادت کیوجہ سے اب تمام اہل حیا انھیں عیب جانتے ہیں جو ایسے امور کا مرتکب ہو اوسپر طعن کریں گے کیا اس بنا پر معاذ اللہ سب مسلمان کافر ٹھہریں گے اسی قبیل کا طعن و اعتراض یہاں کے عوام کو نکاح ثانی میں ہے تو اوسپر بے تکلف حکم کفر جاری کرنا سخت حماقت اور کلمہ طیبہ پر بیباکانہ جرأت ہے والعیاذ باللہ رب العلمین صحیح حدیث سے ثابت کہ حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سالی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر کا پانی خود بھر کر لاتیں اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کے لیے بیرون شہر دو میل پر جاکر جو اہنائے خرما جمع فرماتیں اونکی گٹھری پیادہ پا اپنے سر مبارک پر اوٹھا کر لاتیں ایکبار پلٹتے ہوئے راہ میں حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع ایک جماعت انصار کرام کے ملے حضور نے انھیں بلایا اور اونٹ کو بیٹھنے کا حکم فرمایا کہ اپنے پیچھے سوار فرمالیں اونھوں نے مردوں کے ساتھ چلنے میں حیا کی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت کا خیال آیا تھا حضرت زبیر سے حال کہا فرمایا واللہ تمھارا گٹھلیاں سر پر لیکر چلنا مجھپر زیادہ سخت تھا اس سے کہ تم حضور کے ساتھ سوار ہولیتیں صحیحین میں ہے عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالت تزوجنی الزبیر وماله فی الارض من مال ولا مملوك ولا شیٔ غیر ناضح وغیر فرسه فکنت اعلف فرسه واستقی الماء واخرز غربه واعجن ولم اکن احسن اخبز وکان یخبز جارات لی من الانصار وکن نسوة صدق وکنت انقل النوی من ارض الزبیر التی اقطعه رسول الله صلے الله تعالیٰ

علیہ وسلم علی رأسی وھی منی علی ثلثی فرسخ فجئت یوما والنوی علی راسی فلقیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومعہ نفر من الانصار فدعانی ثم قال اخ اخ لیحملنی خلفہ فاستحییت ان اسیر مع الرجال وذکرت الزبیر وغیرتہ وکان اغیر الناس فعرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی قد استحییت فمضی فجئت الزبیر فقلت لقینی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی راسی النوی ومعہ نفر من اصحابہ فاناخ لارکب فاستحییت منہ وعرفت غیرتک فقال واللہ لحملک النوی کان اشد علی من رکوبک معہ قالت حتی ارسل الی ابوبکر بعد ذلک بخادم یکفینی سیاستہ الفرس فکانما اعتقنی تکفیر کرنے والے حضرات ذرا سچ کہیں اونکے یہاں کے معزز شریف شہری لوگ کیا اسے روا رکھیں گے کہ اونکی شریف خاندانی بیبیاں گھر کا پانی کوئیں سے بھر کر لائیں شہر سے دو دو کوس پر جاکر گھوڑے کے لیے گھاس چھیلیں گھاس کا گٹھا سر پر رکھکر سر بازار لائیں بہنوئی نہیں خاص اپنے حقیقی بھائی ہی کے پیچھے مردوں کے مجمع میں اونٹ پر چڑھی پھریں کیا وہ ان باتوں کو عیب نجانیں گے کیا وہ انپر طعن نہ کرینگے اگر نہیں تو زبانی جمع خرچ کی نہیں سہی ذرا کرکے دکھائیں اور اگر ہاں تو پہلے اپنی نسبت حکم بتائیں پھر اور مسلمانوں پر موںھ آئیں میں اس قسم کی بکثرت حدیثیں پیش کرسکتا ہوں مگر عاقل کو ایک حرف کافی اور نامنصف کو دفتر ناوافی بلکہ اگر نظر دقیق کیجئے تو ایک وجہ وہ بھی نکل سکتی ہو کہ کوئی شخص ان بلاد میں نکاح ثانی کو ممنوع شرعی جاننے اور اوسکی تکفیر کیطرف اصلا راہ نہ ہو وہ یہ کہ مثلاً زید زعم کرے کہ نکاح ثانی فی نفسہ اگرچہ مباح ہی مگر ان اعصار وامصار میں نکاح بیوہ پر لوگ طعنہ زن ہوکر کبیرۂ شدیدہ میں واقع ہوتے اور اوس عورت کی مذمت کرتے اور اوس سے نفرت رکھتے ہیں تو یہاں اس کا فعل مسلمانوں کے ایسے مہالک عظیمہ میں واقع ہونے اور اونپر دروازہ کبائر واتباع شیطان کھلنے کا باعث ہوگیا ہی اور جو مباح ایسے امور کیطرف منجر ہو اس عارض کیوجہ سے مباح نہیں رہتا شرعاً قابل احتراز ہوجاتا ہی نظیر اسکی عوام کے سامنے حقائق عالیہ ودقائق غالیہ کا ذکر جو اونکے مدارک وافہام سے وراہو کہ اشاعت علم فرض اور کتمان حرام مگر یہاں عوام کا فتنہ میں پڑنا گناہ میں مبتلا ہونا متوقع لہذا اونکے سامنے ایسا بیان شرعاً ممنوع حدیث میں ہی حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ لوگوں سے وہ باتیں کہو جنھیں وہ پہچانیں کیا یہ چاہتے ہو کہ لوگ اللہ ورسول کی تکذیب کریں رواہ البخاری فی صحیحہ عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ موقوفا علیہ والدیلمی فی مسند الفردوس عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث ۲ امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم ہمیں حکم ہی کہ لوگوں سے بقدر اونکی عقول کے کلام کریں۔

رواہ الامام ابوعبدالرحمن السلمی ومن طریقہ الدیلمی والحسن بن سفیٰن فی مسندہ وابوالحسن التمیمی فی کتاب العقل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **حدیث ۳** ماحدث احد کم قوما بحدیث لایفھمونہ الاکان فتنۃ علیہم تم میں کوئی شخص کسی قوم سے کوئی ایسی حدیث کہ اونکی سمجھ سے دورا ہو بیان نکریگا مگر یہ کہ وہ حدیث اونپر فتنہ ہوجائیگی رواہ العقیلی وابن السنی وابونعیم فی الریاضۃ وغیرھم عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسری روایت میں ہے لاتحدثوا امتی من احادیثی الاما تحملہ عقولہم فیکون فتنۃ علیہم میری امت سے میری حدیثیں نہ بیان کرو مگر وہ جو اونکی عقلیں اوٹھالیں کہ وہ حدیث اونپر فتنہ ہوجائیگی رواہ عنہ ابونعیم ومن طریقہ الدیلمی وفیہ فکان ابن عباس یخفی اشیاء من حدیثہ ویفشیہا الی اھل العلم تیسری روایت میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابن عباس لاتحدث قوما حدیثا لاتحملہ عقولہم اے ابن عباس لوگوں سے وہ حدیث نہ بیان کر جو انکی عقل میں نہ آئے رواہ عنہ فی مسند الفردوس **حدیث ۴** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ماانت بمحدث قوما حدیثا لاتبلغہ عقولہم الاکان لبعضہم فتنۃ توجب کسی قوم سے وہ حدیث بیان کریگا جس تک اونکی عقل نہ پہنچے وہ ضرور اون میں کسی پر فتنہ ہوجائے گی رواہ مسلم فی مقدمۃ صحیحہ **قلت** ومن ھذا الباب ماکان الامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یخفی فی بعض مجالسہ القول برویۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ لیلۃ المعراج کما ذکرہ الزرقانی وقد صح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال حفظت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الاٰخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم رواہ البخاری **نظیر ۲** عمامہ کا شملہ چھوڑنا یقیناً سنت مگر جہاں جہال اسپر ہنستے ہوں وہاں علمائے متاخرین نے غیر حالت نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا جسکا منشا وہی حفظ دین عوام ہے شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی رسالہ آداب لباس میں فرماتے ہیں فقہا ارسال شملہ براین قیاسی بسیار ست وارسال آن سنت مؤکدہ دانند وعلمای متاخرین سوائے صلوات پنجگانہ شملہ را ارسال ندار ندازبرائے طعن ومسخرہ جہال زمانہ اھ ملخصا **نظیر ۳** قرآن عظیم کی دسوں قرأتیں حق اور دسوں منزل من اللہ دسوں طرح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا اور حضور سے صحابہ نے صحابہ سے تابعین تابعین سے ہم تک پہنچا تو وہیں ہر ایک کا پڑھنا بلاشبہہ قرأت قرآن ولنور ایمان ورضائے رحمٰن ہے بااینہمہ علما نے ارشاد فرمایا کہ جہاں جو قرأت رائج ہو نماز وغیر نماز میں عوام کے سامنے وہی قرأت پڑھیں دوسری قرأت جس سے اونکے کان آشنا نہیں نہ پڑھیں مبادا وہ اوسپر

ہنسنے یا طعن کرنے سے اپنا دین خراب کریں ہندیہ میں ہے فی الحجۃ قرأۃ القرآن بالقراءات السبعۃ والروایات کلھا جائزۃ ولکنی اری الصواب ان لایقرء القراءۃ العجیبۃ بالامالات والروایات الغریبۃ کذا فی التاتارخانیہ ردالمحتار میں ہے لان بعض السفھاء یقولون مالایعلمون فیقعون فی الاثم والشقاء ولاینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی ما فیہ نقصان دینھم ولایقرأ عندھم مثل قراءۃ ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزۃ والکسائی صیانۃ لدینھم فلعلھم یستخفون او یضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ فصیحۃ ومشائخنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو وحفص عن عاصم اھ من التاتارخانیۃ عن فتاوی الحجۃ نظیر ہم قریش نے جب زمانۂ جاہلیت میں کعبہ از سرِ نو بنایا کچھ تنگی خرچ کچھ اپنی اغراض فاسدہ سے بنائے خلیل حضرت خلیل صلے اللہ تعالٰی علی ابنہٖ وعلیہ وبارک وسلم میں بہت تغیرات کردیں دو دروازۂ غربی وشرقی سے صرف ایک درشرقی رکھا اور اُسے بھی زمین سے بہت بلندی پر نکالا کہ جسے چاہیں داخلی سے مشرف ہونے دیں جسے چاہیں محروم رکھیں گز دو گز زمین جانب شمال چھوڑدی کہ عمارت بڑھانے میں خرچ زیادہ درکار تھا باآنکہ یہ صریح بدعت جاہلیت وتغییر سنّت ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تھی مگر حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے محض بغرض حفظ دین نومسلمین اوسے قائم وبرقرار رکھا کہ تغیر لیے ہدم عمارت موجودہ نہو تی خدا جانے اونکے دلوں میں کیا وسوسہ گزرے صحیحین میں ہے عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سألت النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الجدر امن البیت ھو قال نعم قلت فما لھم لم یدخلوہ فی البیت قال ان قومك قصرت بھم النفقۃ قلت فما شأن بابہ مرتفعا قال فعل ذلك قومك لیدخلوا من شاؤا ویمنعوا من شاؤا ولولا ان قومك حدیث عھدھم بالجاھلیۃ فاخاف ان تنکر قلوبھم ان ادخل الجدر فی البیت وان الصق بابہ بالارض وفی اخری ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لھا یا عائشۃ لولا ان قومك حدیث عھد بجاھلیۃ لامرت بالبیت فھدم فادخلت فیہ ما اخرج منہ والزقتہ بالارض وجعلت لہ بابین بابا شرقیا وبابا غربیا فبلغت بہ اساس ابراھیم یہ تقریر اگرچہ دعوٰی ممانعت کے اثبات سے قاصر یا ہر ا غلط ہی سہی مگر شک نہیں کہ اسے تکفیر قطعاً محال کہ اسمیں نفس اباحت کا کہ ضروریاتِ دین سے تھی انکار نہوا بلکہ اسمیں کسی ایسی چیز کا بھی انکار نہیں جسکی وجہ سے تکفیر درکنار تضلیل ہوسکے غایت یہ کہ خطا وغلط کیجیے وہ بھی بلحاظ دعوٰی ممانعت ورنہ شبہہ نہیں کہ نظائر مذکورہ ان بلاد میں نکاح ثانی سے مصلحۃً احتراز کیو جہ موجہ ہو سکتی ہیں جبکہ نوبت تا وجوب فتن نہو کما لایخفی علی اولی النھی واللہ الھادی الی صراط سوی بالجملہ تکفیر اہل قبلہ واصحاب کلمۂ طیبہ میں جرأت وجسارت

محض جہالت بلکہ سخت آفت جسمیں وبالِ عظیم ونکال کا صریح اندیشہ والعیاذ باللہ رب العٰلمین فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول وفعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع وفظیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں اگر کوئی ضعیف سی ضعیف سخیف سی سخیف تاویل پیدا ہو جسکی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اوسی کیطرف جائیں اور اُسکے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں حدیث ۱ میں ہے حضور سید العٰلمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الاسلام یعلو ولا یعلی اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا اخرجہ الرّویانی والدارقطنی والبیہقی والضیاء فی المختارۃ والخلیل کلھم عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ احتمال اسلام چھوڑ کر احتمالات کفر کیطرف جانیوالے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں والعیاذ باللہ رب العٰلمین حدیث ۲ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفوا عن اھل لا الٰہ الا اللہ لا تکفروھم بذنب فمن اکفر اھل لا الٰہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں سے زبان روکو انھیں کسی گناہ پر کافر نہ کہو لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث ۳ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلاث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ ولا یکفر بذنب ولا یخرجہ من الاسلام بعمل تین باتیں اصل ایمان ہیں داخل ہیں لا الٰہ الا اللہ کہنے والے سے باز رہنا اور اوسے کسی گناہ کے سبب کافر نکہا جائے اور کسی عمل پر اسلام سے خارج نہ کہیں رواہ ابو داؤد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۴ کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تکفروا احدا من اھل القبلۃ اہل قبلہ سے کسیکو کافر نہ کہو رواہ العقیلی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ **الحمد للہ** کلام اپنی نہایت کو پہنچا اور حکم مسئلہ نے من جمیع الوجوہ رنگ ایضاح پایا **خلاصۂ مقصود** یہ کہ عوام ہند جو نکاح بیوہ کو باتباع رسم مردود وعنود ننگ وعار سمجھتے ہیں اور کیسی ہی حالت حاجت وضرورت شدیدہ ہو معاذ اللہ حرام کے مثل اوس سے احتراز رکھتے ہیں بُرا کہتے ہیں اور بہت بُرا کرتے بیجا پر ہیں اور سخت بیجا پر خانصاحب شیخ صاحب مرزا صاحب درکنار وہ کوئی حضرت میر صاحب ہی ہوں تو کیا اونکی بیٹیاں بہنیں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص جگر پاروں سیدۃ النساء بتول زہرا صلے اللہ تعالیٰ علی ابیہا وعلیہا وسلم کی بطنی صاحبزادیوں سے زیادہ عزت والیاں بڑھکر غیرت والیاں ہیں جنکے دو دو تین تین اور اس سے بھی زائد نکاح ہوئے سبحن اللہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک مسلمانو ذرا کلمہ اپنے کی شرم کرو اور اپنے آقا اپنے مولیٰ اپنے بادشاہ عرش بارگاہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت چھوڑکر پاکوں گندوں اینٹ پتھر کے بندوں کے قدم پر قدم نہ دھرو ذرا غور تو کرو کس کی راہ چھوڑتے اور کس گمراہ کے پیچھے

رہتے ہوئے بقول دشمن بیاں دوست شکستی ببین کہ از کہ بریدی وبا کہ پیوستی. نکاح کی چھ صورتیں اور اونکے احکام مفصلاً گزرے اونھیں بغور دیکھو اور بصدق دل عمل میں لاؤ کہ دنیا وآخرت کے منافع پاؤ اور اس رسم نیک کے طعن وتشنیع سے قطعاً باز رہو کہ کہیں اس اندھے کوئیں میں گرکر نور ایمان کو خیرباد نہ کہو اور دھر اون حضرات اہل تکفیر سے التماس کہ شوق سے منکر کو اوٹھایئے بری رسم کو مٹایئے مگر ذرا اپنا بھی نفع نقصان دیکھے بھالے اپنا بھی دین وایمان رد کے سنبھالے یہ کیا موقع ہے اورں کو نصیحت اپکو فضیحت اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کی عظمت جانو تو اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سخت آفت مانو یہاں زبان قابو میں ہے جسے چاہو کافر بناؤ مشرک کہہ جاؤ مگر اوس دن کا بھی کچھ جواب بنا رکھو جب لا الہ الا اللہ کو اپنے قائلوں کیطرف سے جھگڑتا دیکھو۔ الٰہی لا الہ الا اللہ کے اوتارنے والے اہل لا الہ الا اللہ کو ہدایت فرما اور ہمیں لا الہ الا اللہ کے سچے ایمان پر دنیا سے اٹھا آمین آمین الٰہ الحق امین والحمد للہ رب العلمین وصلے اللہ تعالےٰ علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

الحمد للہ

کہ یہ شافی جواب چند خفیف جلسوں میں ۱۵ صفر ۱۳۱۲ھ کو تمام اور بلحاظ تاریخ الطائب التہانی فی النکاح الثانی نام ہوا۔ امید کرتا ہوں کہ یہ سب مباحث رائقہ ودلائل فائقہ حصہ خاصہ خامۂ فقیر اور اس مسئلہ کی توضیح اس مطلب کی تنقیح میں آپ ہی اپنی نظیر ہوں۔ والحمد للہ اولاً وآخراً وباطناً وظاہراً والصلاۃ والسلام علیٰ سید الانام محمد الحبیب وآلہ الکرام ورداً وصدراً وسراً وجہراً والحمد للہ رب العلمین واللہ سبحٰنہ وتعالےٰ اعلم

فہرست باب المہر وغیرہ حصہ چہارم کتاب النکاح فتاویٰ رضویہ

کتاب الطلاق

مسئلہ ۱: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے شریعت پناہ وطریقت آگاہ دریں مسئلہ کہ زوجہ مسمی زید کار فحش وناقصہ علانیہ می نماید وزوجہ عمرو بہ خلاف شوہر خود می باشد ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ وکار فحش پوشیدہ می کند وایں کار زشتہ او ہم پہلوئے یقین کامل ست پس بہ تشکیک یقینی شوہر شوہر او طلاق دادن خواہد درست ست یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب: درصورت مستفسرہ طلاق باجماع درست ومباح ست زیراکہ درا باحت طلاق علماء را سہ قول ست یکے آنکہ مطلقاً مباح ست گو بے سبب محض باشد مشی علیہ العلامۃ الغزی فی متن التنویر وزعم شارحہ العلامۃ العلائی انہ ھو قول العلامۃ وادعی العلامۃ البحر فی البحر انہ الحق وانہ المذھب دوم آنکہ جز بوجہ پیری زن یا آوارگی وبد وضعی او اباحت ندارد وھو قول ضعیف کما فی رد المحتار سوم آنکہ اگر حاجتے باشد مباح ست ورنہ ممنوع ہمیں صحیح ومؤید بدلائل ست صححہ العلامۃ المحقق علی الاطلاق فی الفتح واعتمد خاتم المحققین العلامۃ الشامی بما یتعین استفادتہ ایں جاکہ آوارگی زناں متحقق ست برسہ قول اباحت طلاق متفق آمد بلکہ چوں فسق وارتکاب چیزے از محرمات ثابت شود طلاق مستحب گردد فی الدر المختار بل یستحب لو مؤذیۃ اوتارکۃ صلوٰۃ غایۃ وفی رد المحتار ان ترک الفرائض غیر الصلوٰۃ کالصلوٰۃ اما واجب نیست اگر شوئے دادن نخواہد فی الدر المختار لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲: از کسراٹون پرگنہ خکن آباد ڈاکخانہ سراگنج مرسلہ سید تصدق حسین صاحب زمیندار ورئیس موضع مذکور ۱۶ رجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغہ کی شادی ایک شخص سے ہوئی جو آنکھوں سے معذور ہے عورت کی عمر اب دس برس کی ہے اس کے سسرال والے چاہتے ہیں کہ اوسے شوہر سے طلاق دلوا کر شوہر کے چھوٹے بھائی سے اس کا عقد کردیں اور عورت کی بڑی بہن بیوہ کا اس نابینا سے نکاح کریں اس صورت میں چھوٹی بہن کہ بے خطا ہے کوئی شرعی جرم اس کے ذمہ نہیں طلاق دینا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو اس کا مہر ادا کرنا پڑیگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بلاوجہ شرعی طلاق دینا اللہ تعالٰی کو سخت ناپسند ومبغوض ومکروہ ہے حدیث میں ہے ابغض الحلال

الی اللہ تعالی الطلاق مگر وہ اس کا اختیار ضرور رکھتا ہے اگر دے گا ہو جائے گی پھر اگر زوجہ سے ابھی خلوت یعنی بغیر کسی مانع کے تنہا یکجائی نہ کی یا زوجہ کہ ابھی دہ سالہ ہے قابلیت جماع اصلاً نہ رکھتی ہو جب تو نصف مہر دینا ہوگا اگر بندھا ہو اور کچھ نہ بندھا ہو تو ایک پورا جوڑا جس میں دوپٹہ پاجامہ اور عورتوں کے چھوٹے کپڑے اور جوتا سب کچھ ہو اور مرد و عورت دونوں کے حال کے لحاظ سے عمدہ نفیس یا کم درجہ یا متوسط ہو دینا آئے گا جس کی قیمت نہ پانچ درہم سے کم ہو نہ عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ ہو اگر مرد و عورت دونوں غنی ہیں تو نفیس اور دونوں فقیر تو ادنی اور ایک فقیر دوسرا غنی تو اوسط اور اگر دہ سالہ لڑکی قابل جماع ہے اور خلوت ہوچکی تو پورا مہر لازم ہوگا تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے تجب متعۃ لمفوضۃ وھی من زوجت بلا مھر طلقت قبل الوطء وھی درع وخمار وملحفۃ وقال فخر الاسلام ھذا فی دیارھم اما فی دیارنا فیزاد علی ھذا ازار ومکعب کذا فی الدرایۃ قلت مقتضی ھذا ان یعتبر عرف کل بلدۃ لاھلھا فیما تکتسی بہ المرأۃ عند الخروج اھ ش، لاتزید علی نصف مھر المثل لو الزوج غنیا ولا تنقص عن خمسۃ دراھم لو فقیرا وتعتبر المتعۃ بحالھما کالنفقۃ بہ یفتی فان کان غنیین فلھا الاعلی من الثیاب او فقیرین فالادنی او مختلفین فالوسط وما ذکرہ قول الخصاف وفی الفتح انہ الاشبہ بالفقہ قال فی البحر الارجح قول الخصاف لان الولوالجیۃ صححہ وقال وعلیہ الفتوی کما افتوا بہ فی النفقۃ اھ ش م الکل ملخص واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۳: از ملک بنگالہ موضع سیتاپور علاقہ کملا مرسلہ انوار الدین بار اول ۱۹ شعبان ۱۳۱۸ھ
وبار دوم از ڈھاکہ موضع بوگر مرسلہ مولوی حسن علی صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق حق اللہ یا حق العباد۔ بینوا توجروا۔

الجواب: طلاق کسی کا حق نہیں حق وہ جس کا مطالبہ پہنچے اور طلاق کا مطالبہ عورت کو نہیں پہنچتا بلکہ بے وجہ شرعی مطالبہ کرے تو گنہ گار ہو اور اللہ عزوجل بھی طلاق طلب نہیں فرماتا بلکہ اسے ناپسند و مبغوض رکھتا ہے تو نہ وہ حق اللہ ہے نہ حق العبد ہاں جب مرد عورت کو وجہ شرعی پر نہ رکھ سکے مثلاً نامرد ہو تو بعد وقت شرعاً اس پر طلاق دینی لازم ہوجاتی ہے قال اللہ تعالی فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف ایسی حالت میں ضرور وہ حق العبد و حق اللہ دونوں ہوجائے گی حق العبد تو یوں کہ عورت کی خلاصی اسی سے متصور۔ اور حق اللہ یوں کہ ہر حق العبد حق اللہ بھی ہے جس کے ادا کا وہ حکم فرماتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۴: از ملک بنگال ضلع سلہٹ ڈاکخانہ ایٹ کھولا موضع نارائن پور مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب
روز عرفہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں سوال اول کسی نے تین برس کے بعد ایک عورت کے طلاق پر گواہی دی

اب شرعاً گواہ مقبول ہے یا مردود اور مدت فاصلہ جو درمیان طلاق اور شہادت کے ہے مانع شہادت ہے یا نہیں اور قبل اس شہادت کے تذکرہ طلاق اور عدم تذکرہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں بینوا توجروا مع الدلائل۔ سوال دوم طلاق حق اللہ ہے یا حق العباد مع برہان قاطع بینوا توجروا۔

الجواب: طلاق بمعنی الایقاع یعنی اُس کا احداث اصلاً منجملہ حقوق نہیں حیث لامطالب لا من جھۃ العبد ولا من اللہ تعالٰی بل ابغض الحلال الی اللہ الطلاق البتہ جب اداے حق زوجہ پر قادر نہ ہو جیسے عنین وغیرہ تو طلاق حق العبد ہے حق زن کے لیے دیانۃً بھی واجب ہے اور ہر واجب دیانۃً حق اللہ سبحٰنہ تو اس حالت خاص میں طلاق حق العبد بھی ہے اور حق اللہ بھی ہے بقولہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف اوفارقوھن بمعروف اور طلاق بمعنی الوقوع یعنی بعد حدوث اُس کا ثمرہ کہ حلالاً یا مالاً تحریم فرج ہے حق اللہ عزوجل ہے ولہذہ اس پر ادائے شہادت کے لیے کسی کا مدعی ہونا ضرور نہیں یہاں تک کہ زن و مرد دونوں منکر ہوں مگر دو شاہد شرعی شہادت دیں حکم طلاق دیا جائے گا اور اُن دونوں کے انکار پر اصلاً التفات نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے یجب الاداء بلاطلب الشہادۃ فی حقوق اللہ تعالٰی کطلاق امرأۃ ای بائنا وعتق امتہ وتدبیرھا طحطاوی میں ہے وتقبل ولو انکر الزوجان ولہذا الطلاق بائن ہیں اگر شاہدین جانتے ہیں کہ زوجین بعد طلاق بھی بر وجہ ناجائز معاشرت رکھتے ہیں اور بلا عذر شرعی شہادت ایک مدت تک ادا نہ کریں فاسق ہو جائیں گے اور اب ان کی گواہی مردود ہوگی قنیہ واشباہ و درمختار میں ہے متی اخر شاہد الحسبۃ شہادتہ بلاعذر فسق فترد غمز العیون میں ہے شاھد الحسبۃ اذا اخر شھادتہ ھل المعتبر خمسۃ ایام او ستۃ اشھر فیہ خلاف ذکرہ فی القنیۃ ولم یذکرہ المصنف رحمہ اللہ تعالٰی قال بعض الفضلاء الذی یظھر ان ذکر خمسۃ ایام فی کلام القنیۃ لیس بقید بل المدار علی التمکن من الشھادۃ عند القاضی ویدل علیہ مافی الصیرفیۃ شھدا انھما کانا یعیشان عیش الازواج وکان مطلقھا منذ کذا لا تقبل لانھما صارا فاسقین بتاخیرھا الشھادۃ اھ پس صورت مسئولہ میں اگر طلاق مغلظہ تھی یا طلاق بائن تھی اور ادائے شہادت سے کوئی عذر صحیح مانع نہ تھا اور نہ کی تو گواہی مردود ہے۔ اگرچہ ہنوز تین ہی دن ہوئے ہوں نہ کہ تین برس اور اس سے پہلے تذکرہ وعدم تذکرۂ طلاق میں کوئی فرق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از بریلی محلہ نقشبندیان مسئولہ سید ولایت حسین صاحب ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملہ میں کہ زید اور اس کی خالہ کے باہم نفاق دلی ہے اور دونوں کے مکان سکنے کا صحن ایک ہے زید اپنی زوجہ کو ممانعت کرتا ہے کہ تو میری خالہ کے صحن مکان میں مت جایا کر اور میری خالہ سے مت مل اور نہ بات کر نہ کچھ لینے دینے کا واسطہ رکھ کہ وہ میری مخالف ہے اور وہ اُس کی نہیں مانتی اور اُس کے خالہ کے مکان میں جانا اور اُس سے بات کرنا اور راہ ورسم نہیں چھوڑتی اور جب زید اس بات پر اُس سے سخت کلامی کرتا ہے تو وہ برابر سخت کلامی کرتی ہے اور اپنے ماں باپ اور خالہ سے

زید کو مجبور کراتی ہے یہاں تک زید کو اور اُس کی والدہ کو تنگ کرتی ہے اور بے حرمتی کی باتیں کرتی ہے اور زید اُسکی نا فرمانی کی وجہ سے اپنی زوجہ کو طلاق شرعی دینا چاہتا ہے تو ایسی عورت نافرمان کو طلاق دینا جائز ہے یا نہیں اور اس حالت میں کہ وہ بار حمل سے ہو جیسا ارشاد ہو عمل کیا جاوے۔

الجواب:- حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے بنائی گئی ہے ٹیڑھی ہی چلے گی اور اگر تو اس سے فائدہ لینا چاہے تو اسی حال پر اس سے نفع اُٹھا اور سیدھی کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی اور اُس کا توڑنا اُسے طلاق دینا ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ مسلمان عورت سے اچھا برتاؤ رکھو کہ اگر تمھیں اُس کی ایک عادت ناپسند ہوئی تو دوسری عادت پسند ہوگی اور اللہ عزوجل فرماتا ہے عسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ۰ قریب ہے کہ تم ایک بات کو مکروہ جانوگے اور اللہ عزوجل اُس میں بہت بھلائی رکھے گا اور اگر عورت کو طلاق دیکر پھر کبھی نکاح نہ چاہے تو خیر ورنہ کیا معلوم کہ دوسری اس سے بھی بُری ملے اس لیے حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اُسکی دلجوئی اور اُسے خوش کرکے اپنی اطاعت پر لانا اور اُسکی کج خلقی پر صبر کرنا چاہیئے اور اصلاح ناممکن ہو تو طلاق دے سکتا ہے مگر ایک طلاق رجعی سے زیادہ دینا گناہ ہے فقط ایک بار اُس سے کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی پھر اگر عدت کے اندر یعنی حاملہ کے بچہ پیدا ہونے سے پہلے دل میں اُسے رکھنے کی آئی تو زبان سے کہہ لے میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا وہ بدستور اُس کے نکاح میں رہے گی ورنہ اُس سے الگ رہے یہاں تک کہ بچہ پیدا ہو جائے اُس وقت وہ نکاح سے نکل جائے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ:- از چھاؤنی فیروزپور مرسلہ عبدالعزیز خاں پنشنر یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

بخدمت اقدس حامی شرع رسول حاوی معقول ومنقول حضرت مجدد مائۃ حاضرہ جناب مولانا صاحب دامت فیوضہم۔

مودبانہ السلام علیکم کے بعد گذارش ہے کہ طلاق بہر نہج کہ باشد عورتوں کو اس کا علم ہو یا نہ ہو واقع ہو جاتی ہے مگر اس کا ایقاع بلا وجہ موجبہ شرعیہ نادرست اور حرام ہے وایقاعہ مباح عند العامۃ لاطلاق الآیات اکمل وقیل قائلہ اکمل الاصح انہ حظر الا لحاجۃ الخ درمختار۔ معاشرت نساء کے بارے میں جو آیات اور احادیث وارد ہیں اُنہیں بھی جانب عدم ایقاع اور حرمت مرجح معلوم ہوتی ہے بعد نکاح ایقاع طلاق وعدم ایقاع کل مختار ہے اور عدم ایقاع مختار اور پسندیدہ نظر اور الی الآیات والاحادیث التی وردت فی المعاشرت بالنساء بعد چند سال کے اگر آپس میں شقاق واقع ہو تو بجا آیت مطابق آیت والتی تخافون نشوزھن مصالحت کی راہ سے اختیار کی بنا بریں قرار پایا کہ میں اس عورت کو ہرگز طلاق نہ دوں گا تا زندگی اور اقرار نامہ لکھدیا اور اپنے اختیار ایقاع طلاق کو اس معاہدہ سے باطل کر دیا ہے اور بروئے اقرار نامہ کے طلاق نہیں دے سکتا کہ اس سے نقض معاہدہ لازم آتا ہے نقض معاہدہ حرام ہے واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا واقع ہوا بدیں لحاظ عورت کہ بلا وجہ موجبہ شرعیہ حرام اور محظور ہوگا لہٰذا سوال کے جواب میں طلاق دینا بلحاظ اقرار نامہ محظور وممنوع لکھا درست اور استفتاء ثانی میں عدم وقوع طلاق بعبارت عالمگیریہ سے بظاہر ثابت ہوتا ہے وہ بھی صحیح ہے کیونکہ

مسماۃ حبیب خاتون کے خاوند نے طلاق نامہ اس بنا پر لکھوایا ہے کہ اُسے خرچ نہ دینا پڑے لہذا اُس کا طلاق نامہ لکھوانا قابل سماعت نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اس کا بیان ہے کہ میں نفقہ نہیں دوں گا میں اُسکو طلاق نامہ رجسٹری بذریعہ ڈاک بھیج چکا ہوں مسماۃ حبیب خاتون نے واپس کردیا مسماۃ خاتون انکاری ہے اور کہتی ہے کہ مجھے خبر تک بھی نہیں کہ مجھے طلاق دیا گیا اور طلاق نامہ میرے پاس نہیں بھیجا گیا لہذا ملتمس ہوں کہ براہ عنایت ونوازش قدیمانہ کے دست بستہ عرض ہے کہ آپ ہر دو استفتار کو بعد ملاحظہ کے حقیقت مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کیونکہ اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے اور جناب کی ذات والاصفات پر کمال بھروسہ ہے۔

سوال ۔ جو عورت صالحہ نمازی اللہ اور رسول کی تابعدار ہے احکام شریعت کی پابند خاوند کی تابعدار ہر ایک حکم میں مع ہذا چار پانچ سال بعد کسی ناچاقی کے وقت میں روبروئے پنچایت اقرار نامہ بھی لکھدیا جس میں شرط ہے کہ تازندگی طلاق نہیں دونگا کیا وہ اپنے اس اقرار نامہ کے روسے اس عورت کو طلاق دینا جائز اور درست ہے اور شیر خوار لڑکی بھی اس کے پاس ہے۔

سوال متعلق سوال سابق اقرار نامہ

سائل نے یہ بھی تحریر کردیا ہے اس اقرار نامہ کے ضمن میں کہ نان نفقہ بابت پانچ روپیہ ماہوار دیا کروں گا خرچ نہ بھیجنے پر عورت نے حاکم کے پاس نالش کی ہے مدعا علیہ کی طلبی ہوئی اس پر جواب دعوی کے ساتھ وکیل نے طلاق نامہ لکھوا کر پیش کردیا ہے یہ طلاق نان نفقہ کے نہ لازم ہونے کے لیے پیش کیا ہے کہ میں اس کو طلاق نامہ دے چکا تھا جس سے عورت انکاری ہے کیا یہ طلاق نامہ اس کا ایسی صورت میں معتبر ہے اور نان ونفقہ اس پر واجب نہ ہوگا۔

جواب سوال اول

شیئ واحد میں حل وحظر دو جہت سے مجتمع ہونا کچھ بعید نہیں طلاق فی نفسہ حلال ہے اور ازانجا کہ شرع کو اتفاق محبوب اور افتراق مبغوض ہے بے حاجت یا ریبت محظور ہے حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع کی طرف صاف اشارہ فرمایا گیا ابغض الحلال الی اللہ الطلاق حلال بھی فرمایا اور مبغوض بھی آیۂ کریمہ میں مطلقا ارشاد ہوا یایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ اور حدیث میں فرمایا لعن اللہ الذواقین والذواقات اور فرمایا ان المختلعات ھن المنافقات اور فرمایا حلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الا منافق آیت کا وہ حکم اور احادیث کے یہ ارشادات انھیں وجہین حل وبغض پر ہیں اگر عورت پر کوئی شبہ ہو یا وہ عاصیہ ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو یا بوڑھی ہوگئی ہو اور اُسے قسم بین النساء سے بچنا ہو تو ان سب صورتوں میں طلاق بلا کراہت جائز ومباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں مستحب علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز نہ پڑھے اور یہ اداۓ مہر پر قادر نہ بھی ہو جب بھی طلاق دیدینی چاہئے کہ لان یلقی اللہ ومھرھا فی عنقہ خیر لہ من ان یعاشر امرأۃ لاتصلی کما فی الخانیۃ والغنیۃ وغیرھما بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتی ہے۔ جیسے اسکو اسکے ماں باپ عورت کو طلاق دینے کا حکم دیں اور نہ دینے میں ان کی ایذا وناراضی ہو واجب ہے کہ طلاق دیدے۔ اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو لان العقوق حرام والاجتناب عن الحرام واجب حدیث میں فرمایا وان امراک ان تخرج من اھلک ومالک فاخرج ہاں بے حاجت بلاوجہ شرعی طلاق دینا مکروہ

وممنوع ہے مگر دیگا تو پڑ ضرور جائیگی کہ وہ اُسکی زبان پر رکھی گئی بیدہ عقدۃ النکاح اس کا مرتکب مکروہ بلکہ گناہ گار ہوتا بھی اسکے وقوع کو نہیں روکتا جیسے حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم الٰہی فطلقوھن لعدتھن کی نافرمانی ہے مگر دیگا تو ضرور ہوجائیگی اور یہ گناہگار عہدنامہ کا اثر فقط اتنا ہوگا کہ بلاحاجت جو طلاق دینا مکروہ تھا اب سخت مکروہ ہوگا کہ نقض عہد بھی ہوگا مگر وقوع سے یہ بھی مانع نہیں ہوسکتا دیگا تو پڑ جانے میں شبہ نہیں اگرچہ مخالفت کا عہد بھی اس پر الزام آئیگا۔ اس عہد کا اگر حاصل یہ تھا کہ اپنے اختیار طلاق کو سلب کرتا ہے تو وہ عہد ہی مردود ہے کہ تغیر حکم شرع ہے شرع مطہر نے اسکو مالک کیا ہے اُس ملک کو باطل نہیں کرسکتا حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مابال اقوام یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فھو رد وان کانت مائۃ شرط شرط اللہ احق واوثق ردالمحتار میں ہے یقع کثیرا فی کلام العوام انت طالق تحلی للخنازیر وتحرمی علی وافتی فی الخیریۃ بانہ رجعی لان قولہ وتحرمی علی ان کان للحال فخلاف المشروع لانھا لاتحرم الا بعد انقضاء العدۃ وان کان للاستقبال فصحیح ولاینافی الرجعۃ وکذلک افتی بالرجعی فی قولھم انت طالق لایردک قاض ولاعالم لانہ لایملک اخراجہ عن موضوعہ الشرعی وایدہ فی حواشیہ علی المنح بما فی الصیرفیۃ لوقال انت طالق ولارجعۃ لی علیک فرجعیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم: طلاق نامہ دربارہ وقوع طلاق ضرور معتبر ہے اُسکے کہنے سے کہ میں طلاق دے چکا ہوں ضرور طلاق ہوجائے گی لانہ یملک انشاءہ فی الحال فلا ینازع فیما قال ہاں زمانہ کی طرف اُس کی اسناد اگر کرے کہ اتنے دن ہوئے میں اسے طلاق دے چکا ہوں تو یہ مدت نہ مانی جائیگی بلکہ اُسی وقت سے طلاق قرار پائے گی درمختار میں ہے لواقر بطلاقھا منذ زمان ماض فان الفتوی انھا من وقت الاقرار مطلقا نفیا لتھمۃ المواضعۃ۔ مگر نفقہ مفروضہ ساقط کرنے کے لیے اس کا قول معتبر نہ ہوگا اس وقت تک کا نفقہ مفروضہ دلائیں گے اور اسوقت سے مطلقہ مانیں گے اور آج سے تمامی عدت تک کا نفقہ واجب کرینگے۔ ہاں اگر عورت بھی تسلیم کرلے کہ اتنا زمانہ ہوا طلاق ہوچکی اور عدت گذر چکی تو بے شک نفقہ لازم نہ آئے گا مگر طلاق بہرحال اس وقت سے لازم ہے۔ درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے لکن ان کذبتہ فی الاسناد اوقالت لاادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولھا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فکذلک غیر انہ لانفقۃ لھا ولاسکنی لقبول قولھا علی نفسھا خانیۃ ذخیرہ امام برہان الدین محمود پھر ہندیہ میں امام خصاف رحمۃ اللہ تعالٰی سے ہے غاب عن امرأتہ سنین ثم قدم فقدمتہ امرأتہ الی القاضی وطالبتہ بالنفقۃ وقال الرجل کنت طلقتھا منذ سنۃ وقد انقضت عدتھا وجحدت الطلاق لایقبل فان شھد لہ شاھدان بذلک قبل وقضی لایعرف ذلک فانہ یامرہ بالنفقۃ علیھا فان عدلت الشھود وقد اقرت بانقضاء عدتھا بثلث حیض فی ھذہ السنۃ فلا نفقۃ لھا فان اخذت منہ شیئا ردت علیہ بدائع امام ملک العلماء میں ہے ابن سماعہ نے نقل کیا قولہ فی ابطال نفقتھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از بنارس محلہ تبرکدہ مکان بیوی صاحبہ مرسلہ مولوی ابوالخیر سید حسن صاحب ۱۳ جمادی الآخری ۱۳۲۰ھ

سیدی مولائی وماوائی مدظلہم اللہ تعالی بعد السلام علیکم کے خدمت میں عرض یہ ہے کہ حضور معتمد علیہ کلی ہیں لہذا یہ استفتاء بھیجا جاتا ہے حضور ہی کے مہر پر جواز وعدم جواز ہے اگرچہ اکثر علماء نے دستخط کیا ہے صورت سوال یہ ہے۔ چہ می فرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ زید بحضور خالد بعدم موجودگی عدم تسمیہ ہندہ یعنی زوجہ خود گفت "یک طلاق. دو طلاق. سہ طلاق میدہم یا ہمی دہم ہیچیک نہ گفتہ و بکر کہ برادر حقیقی زید ست می گوید کہ روبروئے من بلا تسمیہ و بلا حضور ہندہ می گفت طلاق میدہم طلاق میدہم طلاق میدہم عمرو میگوید کہ صباح زید پرسیدم کہ شب گزشتہ در مکان شما شور وغل چہ سبب بود گفت من طلاق دادہ ام (بلا حضور ہندہ وبلا تسمیہ و اضافت) وہندہ لفظ طلاق از جائے دیگر شنیدہ می گوید کہ زید یعنی شوہرم مرا طلاق دادہ است زید ازو انکار می سازد. دریں صورت ہندہ مطلقہ خواہد شد یا نہ حضور والا راسخ المحققین ہیں گو کہ کبھی اس حقیر کو حضور وملازمت حاصل نہ ہوئی لیکن فیوضات نامتناہی سے مستفیض ہوتا ہے اکثر فتوی حضور کے اس شہر میں آتے رہتے ہیں یہ واقعہ اس خاکسار کے بالمواجہ ہوا ہے زید نے بلا تسمیہ خطاب اضافت بحالت عدم موجودگی ہندہ لفظ طلاق وطلاق دیتا ہوں کہا ہے اور صبح کو بوقت دریافت عمرو زید نے کہا کہ میں نے جو کہا کہ میں نے طلاق دیا ہے بلا تسمیہ وبلا اضافت بطرف زوجہ اس کہنے سے زید کی مراد وہی لفظ طلاق ہے جو شب کو کہا تھا انشا نہیں خبر دے رہا ہے طلاق شب کی۔ زیادہ حد ادب

الجواب: حکم ہر دوگونہ است حکم دیانت وحکم قضا. دیانت آنکہ فیما بین العبد وربہ باشد اینجا دیگران را دخل نیست او داند وخدائے او. دریں سخن اضافت بسوئے زن نیست اگر در دل ہم قصد اضافت نکردہ باشد قطعاً طلاق نیست وذلك لان الطلاق لاوقوع لہ الا بالایقاع ولا ایقاع الا باحداث تعلق الطلاق بالمرأۃ ولا یتاتی ذلك الا بالاضافۃ ولو فی النیۃ فاذا خلیا عنہ لم یکن احداث تعلق اذ لاتعلق الا بمتعلق فلم یکن ایقاعا فلم یورث وقوعا وھذا ضروری لایرتاب فیہ مجرد تلفظ بلفظ طلاق بے اضافت بزن نہ در لفظ ونہ در قصد اگر موجب تطلیق شود ہر کسے کہ لفظ طلقت یا طلاق دادم یا می دہم بر زبان آرد زن او مطلقہ شود اگرچہ ہمیں قصد حکایت دارد ولازم آید کہ طلبہ در کتاب الطلاق ازیں گونہ صدہا الفاظ می خوانند ودر بحث وتکرار بار بار بر زبان رانند زنان ہمہ سہ طلاقہ مانند ھل ھذا الا بھت بحث در محیط وہندیہ وغیرہما است لایقع فی جنس الاضافۃ اذا لم ینو لعدم الاضافۃ الیھا اُرید بہ نیت خود عالم ہست وعالم الضمائر والسرائر جل جلالہ از وعالم اگر ارادہ طلاق ہندہ نکردہ بود ہندہ ہمچناں زن اوست وہم وقول دیگراں ہیچ زیاں نیارد آنچناں کہ مہماں قصد طلاق فتوائے مفتی بعدم طلاق سود نہ دارد واللہ علیم بذات الصدور والیہ سبحانہ ترجع الامور واما حکم قضا کہ قاضی وزن بآں کاربند ند پس تحقیق آں ست کہ قضا نیز حکم بوقوع طلاق را از تحقق اضافت ناگزیر ست کما فی کتب المذہب لایحصی عددھا ولا ینقطع مددھا ومن فقیر در تعلیقات خود برردالمحتار بعد تحقیق آں کہ اضافت در لفظ ہر چند گونہ است تحقیق نمودہ ام کہ چوں لفظ از ہمہ وجوہ اضافت تہی باشد آنگاہ بنگرند اگر ایں جا قرینہ باشد کہ بادراج ترا ارادہ اضافت ست قضا حکم بطلاق کنند نظرا الی الظاہر واللہ یتولی السرائر اگر شوہر بہ قسم

انکار آں را ارادہ کند پس اورا مصدق دارند وزن را مطلقہ نانگارند لکونہ امینا فی الاخبار عن نفسہ وقد اتی بما یحتملہ کلامہ۔ در ہندیہ از فتاوی می آرد رجل قال لامرأتہ اگر تو زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف فلم یکن مضیفا الیہا ہندیہ از محیط می نگارد سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابو نصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدین ان یطلقک قالت نعم فقال بالفارسیۃ اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی من عندی وھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ ہمچناں در خانیہ فرمود وزاد معللا لانہ لم یضف الطلاق الیہا نیز در ہندیہ از ذخیرہ نگارد سئل نجم الدین عمن قال لامرأتہ چوں تو روی طلاق دادہ شد وقال لم انو الطلاق ھل یصدق قال نعم ہم در خانیہ وبزازیہ است قال لہا لاتخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقہا ویحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول لہ واگر ہیچ قرینہ نیست آنگاہ حکم طلاق اصلا نکنند مگر آنکہ شوہر اقرار ارادۂ طلاق نماید در خلاصہ وہندیہ وجز القروی وغیرہا است سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعہا ولم یظفر بہا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع ولفظ مجموعہ چناں ست فرت ولم یظفر بہا فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والالا ودر بحر الرائق لو قال طالق فقیل من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ اھ فقد علق الوقوع علی اقرارہ انہ عناہا این ست تحقیق انیق وبہ یحصل بتوفیق اللہ تعالی التوفیق وتمام الکلام فی غیر المقام مع توضیح المسائل وتنقیح الدلائل مذکور فیما علقنا علی ردالمحتار فعلیک بہ فانک لاتجدہ فی غیرہ والحمد للہ العزیز الغفار چوں ایں معنی عالی منجلی شد حالا در مسئلہ دائر نظر باید پیداست کہ لفظ عاری از اضافت ست وسائل فاضل در نامۂ خودش وانمودہ کہ صدور ایں کلام از زید ابتداءً بود بے مکالمۂ احدے دربارۂ طلاق ہندہ حتی یتوھم وجود الاضافۃ فی سوال صدر ھذا جوابا لہ والسوال معاد فی الجواب باز آغاز اظہار سوال آنست کہ زید ہمیں یک طلاق دو طلاق سہ طلاق گفت ومی دہم وغیرہ باوے ہیچ نیامیخت پس ایں صورت از وجہ دوم اعنی عدم قرینہ مذکورہ باشد کما رایت النص فی قولہ بعد طلبہا وعدم الظفر بہا سہ طلاق اولبسہ طلاق پس اینجا قضاءً نیز حکم طلاق را خود گنجائشے نیست لانہ ح یتوقف علی اقرارہ وزید ھھنا أبٰی عنہ کما ذکر فی السوال واگر زنگ ثبوت گیرد کہ زید طلاق می دہم گفتہ بود چناں کہ بکر برادرش وانمود آنگاہ غایت آنکہ ایں صورت از صور وجہ اول باشد فان قولہ میدہم ان نفی احتمالات اخر کانت بسترہی الی ماعری عنہ کان یقول سہ طلاق یرید بہا وادنی است او دادن میخواہم او سہ طلاق راسزا وار است الی غیر ذلک مما لیس من الایقاع شیئ فلا ینفی احتمال ارادۃ غیرہا ولیس باصح من قولہ لامرأتہ لاتخرجی فانی حلفت بالطلاق بل ولا من قولہ لہا اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق بل الحق ان ھذین اللفظین المنصوص علیہما اصرح وان من قولہ طلاق میدہم من دون ذکر جاءبہ لامرأتہ ھندا ولا من غیرہ پس اینجا نیز حکم طلاق علی الاطلاق نتواں کرد

بلکہ اگر زید بقسم گوید کہ بایں سخن ارادۂ طلاق زنش نکردہ بود مصدق دارند و زن را مطلقہ شمارند کما قدمنا النصوص علیہ ہمچناں قول او بجواب عمرو کہ طلاق دادہ ام نیز از اضافت خالی است در سوال وجواب ہیچ جا ذکر زن نیست پس قضاء حکمش ہمچناں حکم الفاظ سابقہ است و دیانۃً ازاں ہم آسان تر است کہ طلاق دادہ ام صریح در اخبار است اگر ایں جا اضافت در نیت داشتہ باشد نیز طلاق نیفتد نیز الفاظ گزشتہ از اضافت منویہ عاری بود ولا مدخل لایکون الا اخبارا کاذبا والاخبار الکاذب لایرد به طلاق دیانۃ کما نص علیہ فی الخیریۃ ورد المحتار وغیرہما من معتمدات الاسفار پس در صورت منکرہ حکم قضا آن است کہ اگر ثابت ہماں بمجرد لفظ یک طلاق دو طلاق سہ طلاق بے ضمیمی دہم است کما شرح فی اول السوال آنگاہ با زید ہیچ تعرض نکنند لعدم ثبوت الطلاق اصلا واگر بعد و شاہد عدل ثبوت نہ پذیرد کہ سہ بار طلاق میدہم گفتہ بود پس زید را سوگند دہند اگر حلف کرد کہ بایں سخن طلاق زن نخواستہ ام رہائش گزارند و درانش دارند واگر نکول کند بارادۂ طلاق معترف شود طلاق رنگ ثبوت یابد۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

اقول وباللہ التوفیق لقی لعدما استبان فاعرفانک ان تتبعت فروع ترک الاضافۃ وجدتھم ربما یقولون لا یقع مالم یقل اردتھا فھذا یدل علی ان الوقوع مشروط بالقول وربما قالوا یقع مالم یقل اردت غیرھا ولم ارد طلاقھا فھذا یدل علی ان عدم الوقوع ھو الموقوف حتی لو لم یقل ذلک وقع وان لم یقل اردت طلاقھا وربما تراھم یحکمون بالوقوع من دون حاجۃ الی النیۃ مع ترک الاضافۃ حیث حدث فی کلام فی خاطب کالمرأۃ اوغیرھا واخری تراھم یسوون مع وجود الاضافۃ فی کلام المخاطب باسمھم یحکمون بالوقوع مطلقا من دون نیۃ مع عدم الاضافۃ لا فی قولہ ولا فی قول غیرہ وربما یسوون فی ھذہ الصورۃ فھذہ اختلافات یتحیر لدیھا من لم یتأمل ولم ینزل کل فرع علی ما ینبغی ان ینزل والذی تحصل للعبد الضعیف - - - - - بتوفیق المولی اللطیف جل وعلا ان الاضافۃ لابد منھا اما فی اللفظ واما فی النیۃ اذ لا طلاق الا بالایقاع ولا ایقاع الا بایجاد تعلق الطلاق بالمرأۃ ولیس ذلک الا بالاضافۃ وھذا ضروری لاشک فیہ اذ لولاہ لزم الطلاق علی کل من تلفظ بلفظ طلاق او طالق ونحوھما وان لم یرد علی ھذا ولم یرد طلاق مرأتہ وھو باطل قطعا فاشتراط الاضافۃ حق لامریۃ فیہ نعم قد توجد الاضافۃ فی اللفظ فلا یحتاج فی الحکم الی النیۃ وقد لا فیحتاج الی ظھور النیۃ اما وجود الاضافۃ فی اللفظ فاقول علی ثلثۃ انحاء الاول تحققھا صریحا فی کلام الزوج وھذا الذی ذکر الحلبی والطحاوی امثلتہ کقولہ انت طالق او طلقتک او ھذہ او زینب او بنت زید او ام عمرو او اخت بکر او امرأتی طالق الثانی تحققھا فیہ لاجل کونہ جوابا لکلام تحققت فیہ فتحقق فی الجواب ایضا لان السوال معاد فی الجواب وھذا ما فی الھندیۃ عن الخلاصۃ قالت طلاق بدست تست مرا طلاق کن فقال طلاق می کنم وکرر ثلثا طلقت ثلثا اھ وفیھا عن الذخیرۃ سئل شمس الائمۃ الاوزجندی عن امرأۃ قالت لزوجھا لوکان الطلاق بیدی لطلقت نفسی الف تطلیقۃ فقال

الزوج من نیز ہزار دادم ولم یقل دادم ترا قال یقع الطلاق اھ وفیہا عن العمادیۃ زن را گفت ترا طلاق دادم مردماں ملامت کردند گفت دیگر دادم نہ گفت و یرا ونہ گفت طلاق قال یقع اذا کان فی العدۃ اھ وفیہا عن الخانیۃ دخلت علیہ ام امرأتہ فقالت طلقتہا ولم تحفظ حق ابیہا وما تبتہ فی ذلك فقال ھذہ ثانیۃ او ثالثۃ تقع اخری ولو عاتبتہ ولم تذکر الطلاق فقال ھذہ المقالۃ لاتقع الزیادۃ الابالنیۃ اھ وفی جامع الفصولین بومز فشیبن لفوائد شیخ الاسلام برھان الدین قال ترا یك طلاق فلومعہ گفت و دیگر دادم یقع اخر لانہ جواب لذلك وبناء علیہ اھ قلت یعنی اذا ذکروا فی الملامۃ طلاق المرأۃ کی یکون معادا فی الجواب و الالم یقع بدون نیۃ کما سمعت من الخانیۃ وانما لم یذکرہ فتنین لان العادۃ ذکرمالیم علیہ فی الملامۃ کما لایخفی فانقلت الیس فی الھندیۃ عن الذخیرۃ سئل نجم الدین عمن قالت لہ امرأتہ مرا بر گ باتو باشید نیست مرا طلاق دہ فقال الزوج چوں تو روئے طلاق داد شد وقال لم انو الطلاق ھل یصدق قال نعم ووافقہ فی ھذا الجواب بعض الائمۃ اھ وفیہا عن المحیط سئل نجم الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدین ان اطلقك قالت نعم فقال اگر تو زن منی یك طلاق و دو طلاق سہ طلاق قومی، اخرجی من عندی وھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ اھ ومثلہ فی الخانیۃ معللا بانہ لم یضف الطلاق الیھا اھ فلم یحکموا بالوقوع مع وجود الاضافۃ فی کلامھا اما فی فرع الامام نجم الدین فظاھر. واما فی فرع الفقیہ ابی نصر والخانیۃ فلان قولھا نعم کان جوابا لقولہ اتریدین ان اطلقك فکانما قالت ارید ان تطلقنی قلت وباللّٰہ التوفیق المخاطب اذا اتی فی کلامہ بکلام اجنبی عن الجواب یخرج عن کونہ جوابا ویصیر کلاما مبتدأ ففی ہاتین المسئلتین انما کان جواب قولھا ان یقول طلاق دادہ شد او یك طلاق و دو طلاق و سہ طلاق ولو اقتصر علی ھذا لحکم بالوقوع من دون الحاجۃ الی نیتہ کما کان فی الفروع المتقدمۃ التی تلونا لکنہ لما زاد قولہ چوں تو روی او قولہ اگر تو زن منی لم یبق جوابا وصار کلاما مبتدأ فلم تسر اضافۃ السوال الیہ وقد نص علی ھذا الاصل العلماء کما لایخفی علی من خدم کلما تہم من ذالك ما فی ایمان الکتاب ص۱۳۱ عن الذخیرۃ قال لہ تغدمعی قال واللّٰہ لااتغدی فذھب الی ابیتہ وتغدی مع اھلہ لایحنث لان قولہ خرج جوابا لسوال المخاطب وقد امکن جعلہ جوابا لانہ لم یزد علی حرف الجواب بخلاف ما لو قال واللّٰہ لااتغدی معك لانہ زاد علی حرف الجواب ومع الزیادۃ علیہ لایمکن ان یجعل جوابا اھ ملخصا فانقلت ما الجواب عن فرع الھندیۃ عن الخلاصۃ لو قالت طلقنی فضربھا وقال لھا اینك طلاق لایقع ولو قال اینك طلاق یقع اھ فقد کانت الاضافۃ موجودۃ فی السوال وھو لم یزد فی الجواب شیئا حتی یجعل کلاما مبتدأ قلت لعلہا اخذ بھذا بعد قولھا طلقنی او رث ذلك احتمالا فی کونہ جوابا فکان من بھا علی سوالہ نحو قال اینك طلاق فی خواہی بل الظاھر من الضرب ھو الرد دون الجواب فان

الجواب بمعنی اجابة المسئول وقبول المامول وھذا معنی قولھم یحتمل جوابا وبتًّا اوجوابا وردًّا او
جوابًا محضا۔ فاذا وقع الاحتمال لم یتیقن بکونه جوابا حتی یحکم بدرایة اضافة السؤال الیه فمعنی قوله
لایقع ای مالم ینو وقوله یقع ای وان لم ینو لوجود الاضافة ح فی نفس الکلام۔ الثالث ان لایشتمل کلامه
علی الاضافة ولایکون خرج مخرج الجواب لکن یکون اللفظ خصه العرف بتطلیق امرأة بحیث یطلق
یفهم منه ایقاع الطلاق علی المرأة کقولهم الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام
فانه کما قال فی ردالمحتار صار فاشیا فی العرف فی استعماله فی الطلاق لایعرفون من صیغ الطلاق
غیره ولایحلف به الا الرجل فههنا وان لم تذکر الاضافة لفظا لکنها ثابتة عرفا والمعهود عرفا کالموجود
لفظا فمن ههنا وجدت الاضافة فی اللفظ وحکم بالوقوع من دون نیة فهذه صور تحقق الاضافة فی اللفظ
اما اذا خلا عنها بوجوهها الثلثة فلابد من وجودها فی النیة فان نوی وقع والا لا وهذا ما قال فی الهندیة
عن المحیط لایقع فی جنس الاضافة اذا لم ینو لعدم الاضافة الیها اھ هذا فیما بینه وبین ربه تعالی اما قضاء
فتنقسم هذه الصورة الی قسمین الاول ان توجد ههنا قرینة یستأنس بها علی تحقق النیة ویکون هو الاظهر
فی المقام فیحکم بالوقوع مالم یقل انی لم اردها فان قاله فلایصدق الا بالیمین فان حلف صدق لکونه
امینا فی الاخبار عما فی نفسه وتدانی بما یحتمله کلامه فهذا ما قال فی الهندیة عن الخلاصة عن الفتاوی
رجل قال لامرأته اگر تو زن منی سه طلاق مع حذف الیاء ولا یقع اذا قال لم انو الطلاق لانه لما حذف فلم یکن
مضیفا الیها اھ فان الاضافة وان عدمت بوجوهها الثلثة لکن التعلیق علی قوله اگر تو زن منی یفید تبادر
ارادة طلاق المرأة فیتوقف انتفاء الوقوع علی نفیه النیة ولایتوقف علی الوقوع علی اقراره بها وعلم
منها الفرعان المأثوران عن الامام نجم الدین وعن شیخ الاسلام ابی نصر فانهما وان خرجا عن تحقق الاضافة
لخروج الکلام عن الاجابة لکن الذی جری بینهما مع قوله فی الشرط چون تو روی واگر تو زن منی یفید ما ذکرنا فلذا
توقف عدم الوقوع علی ادعائه عدم النیة ومنه فرع البزازیة والخانیة قال لها لا تخرجی الا باذنی فانی
حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفه بطلاقها ویحتمل الحلف بطلاق غیرها فالقول له اھ وذلك
کما افاد الشامی ان العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لابطلاق غیرها فقوله انی حلفت بالطلاق
ینصرف الیها مالم یرد غیرها لانه یحتمله کلامه اھ ومنه فرع القنیة عن الامام برهان الدین محمود صاحب
المحیط رجل دعته جماعة الی شرب الخمر فقال انی حلفت بالطلاق انی لااشرب وکان کاذبا فیه
ثم شرب طلقت وقال صاحب التحفة لایطلق دیانة اھ فقول البزازی لایقع دیانة ان لم ینو وقضاءً ایضا
ان قال لم انو بدلیل نویه فالقول له وقول البرهان طلقت ای قضاءً مالم یقل انی لم اردها کما قال الشامی انه

یمکن حملہ علی ما اذا لم یقل ای اردت الحلف بطلاق غیرہا فلا یخالف ما فی البزازیۃ اھ وقول صاحب التحفۃ لایطلق دیانۃ ظاہر لان الاخبار انما کان کاذبًا اما قولی انما یصدق بالیمین فلما صرحوا بہ من انہ حیث یکون القول لہ فانما یصدق بالیمین کما صرح بہ فی التبیین وغیرہ۔ الثانی ان لاتکون ہذہ قرینۃ ذالک ویتوقف علی الوقوع اخبارہ بالنیۃ فان اقر وقع والا لا اذ لاسبیل الی الحکم بالوقوع بالشک وہذا ما قال فی الہندیۃ عن الخلاصۃ سکران ہربت منہ امرأتہ فتبعہا ولم یظفر بہا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئًا لایقع اھ وفی مجموعۃ النقروی عن البزازیۃ فرت ولم یظفر بہا فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا اھ وفی البحر لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ اھ فقد علق الوقوع علی اقرارہ انہ علی امرأتہ
فان قلت ما الفرق بین ہذہ الفروع وبین قولہ حلفت بالطلاق فان الرجل کما لایحلف عادۃ الا بطلاق امرأتہا کذالک لایقول سہ طلاق او طالق الا لہا فکان ینبغی الوقوع مالم یقل لم اعنہا **قلت** الفرق بین فان ارادۃ الحلف بالطلاق متحققۃ بصریح قولہ حلفت فیحمل علی الظاہر المعتاد مالم یصرف اما ہہنا فارادۃ الایقاع غیر متحققۃ ولعلہ فی نفسہ رطلاق ولیس بایراد سہ طلاق را سزا وار ست وایا من ہو جالس فی بیتہ فاقد تلفظ بلفظ طالق کیف یجوز الحکم بانہ ارادبہ ایقاع الطلاق علی امرأتہ ولیس فی حال ولا قال دلیل علیہ فوجب التوقیف علی اخبارہ عما فی نفسہ ہذا کلہ فیما فاض علی قلب العبد الذلیل من بحار فیض الرب الجلیل فقد التأمت الفروع جمیعا وارتفع الاضطراب ونزل کل فرع منزلہ من الصواب والحمد للہ رب العالمین **تنبیہ** بقی ہہنا فرع فی الہندیۃ عن الخلاصۃ لو قالت گراں کنیزکی بعیب باز دہ فقال بعیب باز دادمت ونوی یقع بہ الطلاق ولو قال بعیب باز دادم بغیر التاء لا یقع وان نوی اھ فان الفصل الاخیر منہ من القسم الاخیر الذی ذکرنا فکان ینبغی علی ما اصلنا لا یقع دیانۃ مالم ینو ولا قضاء مالم یخبر عن نیۃ الطلاق لا ان لا یقع وان نوی فانہ یفید انہ بدون التاء لیس من الفاظ الطلاق اصلًا کقولہ لا حاجۃ لی فیک ولا رغبۃ او لا اشتہیک وامثال ذلک وہو کما تری مشکل فلعل المعنی ان اللفظ من الکنایات ووضع التاء ایضا محتاج الی النیۃ کما لایخفی فاذا عدم التاء احتاج الی نیتین نیۃ الطلاق ونیۃ الاضافۃ ولا شک ان احدہما لا تکفی فقولہ قال بعیب باز دادمت ونوی لیس معناہ الا نیۃ الطلاق المحتاج الیہا لاجل کون اللفظ من الکنایات فہی المراد ایضًا من قرینۃ اخری بقولہ فی الفصل الاخیر وان نوی ای لو قال بغیر التاء لا یقع وان نوی باللفظ الطلاق لخلوہ عن الاضافۃ فیحتاج لابد الی شیئ اخر وہی نیۃ الاضافۃ صح فافہم وتأمل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ہذا وبما نقرر

تحریر ان کلا اعتراض علی الفاضل الشارح ولا علی العلامۃ البحر رحمہ اللہ علیہ فانھما اینا ما فی الوجیز و
الخانیۃ فانھما ایضا نصا علی عدم الوقوع و عللا بترک الاضافۃ فکما وجب حمل کلامھما علی ما تقدم
کذالک یحمل علیہ کلام ھذین الفاضلین بین ان الامامین اتیا بعدہ بما اوضح المراد من قولھما ان القول
قولہ والفاضلین اقتصرا علی ذلک فبقی کلامھما علی الایھام ولیس فی کلامھما ان الاضافۃ الصریحۃ شرط
شرط الوقوع حتی یتوجہ علیہ بقیۃ کلام الفاضل المحشی رحمہ اللہ تعالٰی نعم علل الفاضلان الشارحان
الحلبی والطحاوی بان الاضافۃ شرط ولم توجد فقولھما الاضافۃ شرط حق فی نفسہ کما قررنا ولکن لا
یصح الجزم بعدم الوجدان فان الشرط مطلق الاضافۃ نصا او عرفا او جوابا والمفقود ھھنا ھی الاضافۃ
اللفظیۃ المخصوصۃ ولیست بشرط فالاخذ ان کان فعلی المحشیین دون الفاضلین العلامتین۔ اللھم الا
فی ترک الایضاح کما علمت ھکذا ینبغی تحقیق المقام واللہ ولی الفضل والانعام ۱۲ **قولہ** وکذا المضارع
طلاق می کنم، طلاق میکنم، طلاق می کنم ثلث۔ لان سیکنم یتمحض للحال وھو تحقیق بخلاف قولہ کنم لانہ یتمحض
للاستقبال وبالعربیۃ قولہ اطلق لایکون طلاقا لانہ دائر بین الحال والاستقبال فلم یکن تحقیقا مع
الشک حتی ان فی موضع غلب استعمالہ للحال کان تحقیقا کقول الکافر اشھد ان لا الہ الا اللہ وکقولہ
الشاھد اشھد لھذا وکقول الحالف احلف باللہ ۱۲

قولہ اذا غلب فی الحال وانت علی علم بانہ یدین علی کل حال ای ولو غلب فی الحال ۱۲ خیریہ ص۳۹
فائدۃ المضارع اذا غلب فی الحال صریح قلت وصیغۃ الحال بلساننا علیحدۃ فینبغی ان یقع بھا اذا کان
صریحا من دون نیۃ ومنھا قولہ میں تجھے چھوڑتا ہوں^{عہ} بخلاف قولہ میں تجھے چھوڑے دیتا ہوں فان غالب الاستعمال
فی العزم علی الفعل دون تحقیقہ فافھم وتامل ۱۲۔ **قولہ** وجزم الزیلعی وبہ جزم فی الفتح فی شئت کما یاتی
ص۴۴ وبہ جزم فی الخلاصۃ ثم فی خزانۃ المفتین فی لفظ شئت ۱۲ اقول لکن جزم فی خزانۃ المفتین
عازیا للخانیۃ بالوقوع من دون نیۃ بخلاف قولہ اردت طلاقک حیث لایقع بالم ینو والوجہ فیہ ظاہر ۱۲
قولہ سیذکر الشارح تصحیح عدم الوقوع بہ ای ان لم ینو لان المقصود بہ الرد علی البحر فی جعلہ صریحا
اما ان نوی فیقع لکن رجعیا لا بائنا کما سیاتی ص۴۶ **قولہ** فی النھر عن الولوالجیۃ انہ کنایۃ والواقع بہ
رجعی کما سیاتی ص۴۶ ۱۲ **قولہ** وھذا بمنزلۃ الکنایۃ لکن الواقع رجعی کما سیاتی ص۴۶ ۱۲ **قولہ** و
ذکرہ ایضا فی باب الکنایات اقول سیاتی من الشارح ص۴۶ التصریح بوقوع الرجعی بہ اذا نوی

عہ سیاتی حاشیہ ... ما انصہ ان الاعتبار بالاستعمال الفعلی ۱۲۔

ویقرہ المحشی ھنالک فلا احذر ۱۲ **قولہ** من غیر حرف العطف **اقول** الاولی ان یقال ولم تبلغ التطلیقات ثلثا یشمل ما اذا کان طلقھا من قبل ثنتین ثم طلقھا اخری فانھا تبین مع عدم الاقتران بالعدد نصا ولا اشارۃ فافھم ۱۲ **قولہ** او تدل علیھا من غیر حرف العطف کقولہ انت بائن تکون انت طالق بائن رجعیۃ لان الصفۃ وان دلت علی البینونۃ لکنھا بحرف العطف ۱۲ **قولہ** ولا مشبہ بعدد کانت طالق کالف ۱۲ **قولہ** او صفۃ تدل علیھا کانت طالق کالجبل ۱۲ ص۸۰ **قولہ** فتلفظ بہ غیر عالم بمعناہ فلا یقع اصلا . . . ولا قضاء **قولہ** ص۹۰ وھی لیست الخ ای الامرأۃ ۱۲ **قولہ** والمرأۃ کالقاضی ویاتی ص۲۹۹ ۱۲ **قولہ** والفتوی علی انہ لیس لھا قتلہ ھذہ المسائل کلھا تاتی متنا وشرحا ص۹۹ **قولہ** ص۱۰۱ سنذکرہ فی باب الکنایات ص۲۲۲ وسیرجع عنہ ثمہ ۱۲ **قولہ** ص۲۲ فتامل فانہ بعید جدا ۱۲ **قولہ** بخلاف العتق لانہ مما یجب کما فی الکفارۃ والنذر بخلاف الطلاق ۱۲ **قولہ** لان حذف اخر الکلام معتاد ع فاتارخانیۃ وخانیۃ وخزانۃ المفتین ۱۲ **قولہ** فاذا کان حذف الاخر معتادا عرفا کیف وقد وضع فی الخانیۃ ص۱۲ المسئلۃ فی غیر المنادی وبغیر کسر اللام ثم علل بان حذف اخر الکلام معتاد فی العرب **فائدۃ** قال فی الخانیۃ وقال الفقیہ ابو القاسم رحمہ اللہ تعالی لو ان عجمیا قال ذلک بالفارسیۃ وحذف حرف الاخر لا یقع وان نوی لانہ غیر معتاد فی العجم ولھذا لو قال لعبدہ تو آزا ولم یذکر الدال لا یعتق وان نوی قال الصدر الشھید رحمہ اللہ تعالی لا فرق بین العربیۃ والفارسیۃ اذا نوی صحت نیتہ اھ قلت ویتقدیمہ الاول یفید انہ الاظھر الاشھر کما قد تقرر واللہ تعالی اعلم ۱۲ **قلت** ولا شک فی ظھورہ فان المدار اذا کان الاعتیاد فلا یتعدی من اعتاد **قولہ** ص۱۴ فانہ یتوقف علی النیۃ مع وقوع الرجعی کما یاتی ص۲۲۲ ۱۲ **قولہ** الصحیح فیہ عدم الوقوع ای بلا نیۃ ۱۲ **قولہ** قالوا لا یقع ما لم ینو ۱۲ قال وکذا الاست **اقول** لحدیث کذبت استاہ بنی الزرقا ۱۲ **قولہ** قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی الید ما اخذت حتی تردو قال صلی اللہ علیہ وسلم وھم ید علی من سواھم ۱۲ **قولہ** قلت قد یجاب بان المعتبر الاول الخ **اقول** العبد الضعیف لا یحصل ھذا الجواب ولا یظھر لہ مساس بالایراد فان المحقق رحمہ اللہ تعالی لا ینکر ان المدار العرف وان لم یتعورف التعبیر عن الکل عند قوم بالید بل الاصبع او الانملۃ یقع بھا لا شک اذا کان الحالف من اولئک القوم وانما الشان فی وقوع ما یقتضی الوقوع بلفظ الفرج دون الید فان النظر الی الواقع لا یفید الفرق بینھما اذ لم یشترط الفرج ایضا عن الکل کالید وقد وقع التعبیر فی الجملۃ بالید ایضا کالفرج فقول العلماء بالوقوع فی الفرج وعدمہ فی الید محتاج الی الفرق ھذا معنی الایراد والجواب لا یمسہ اصلا کما لا یخفی ولعل الامر واللہ تعالی اعلم ان التعبیر

عن الکل بالفرج کان متعارفا فی زمن الائمۃ ثم انقطع ذلک التعارف والتعبیر بالید لم یتعارف فانما ھو الآن نجاء الحکم منقولا بالفرق کما کان مقتضی التعارف اذ ذاک وان کان النظر عدم الوقوع فیھا نظراً الی العرف الحادث فلیتأمل واللّٰہ تعالٰی اعلم ۱۲ **قال** ص۴۹۱ ویقع بثلاثۃ انصاف طلقتین ثلاث لان نصف طلقتین طلقۃ ۱۲ **قولہ** ص۴۹۱ فانہ لا یقع **اقول** ان الفرض ... تعارف قوم استعمال ھذا اللفظ فی الطلاق بحیث یصیر حقیقۃ عرفیۃ عندھم فیہ فلا نسلم انہ لا یقع بہ ج ۱۲ **قال** ص۴۹۲ (ای الدر ۱۲) او بری (ولیس بشیئ ولو نوی) **اقول** لکن فی الھندیۃ ص۱۳۵ عن المحیط امرأۃ قالت لزوجھا انا بری منک فقال الزوج انا بری منک ایضًا فقالت انظر ماذا تقول فقال ما نویت الطلاق لا تقع الطلاق لعدم النیۃ اھ فافاد ان لو نوی وقع وفیھا ص۱۳۶ عن الخلاصۃ لو قال لھا از تو بیزارشدم لا یقع بدون النیۃ ولو قالت بیزارشو از من ودست باز دار از من فقال بیزارشدم یشترط النیۃ وبقولھا ھذا لا یصیر حال مذاکرۃ الطلاق اھ وفیھا آخر الباب عن التاتارخانیۃ لو قال بیزارم از زن وخواستہ آن ان نوی طلاقًا یکون طلاقا والا فلا اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین بل ھو فی الخانیۃ مکا ولا شک ان البراءۃ تصح من الجانبین بخلاف الطلاق فالظاھر ما فی ھذہ المعتبرات الستۃ وغیرھا ۱۲ **قولہ** ص۴۳۶ (ای الدر ۱۲) لان الکاف للتشبیہ فی الذات ومثل للتشبیہ فی الصفات **اقول** لیس المعنی ان الکاف للتشبیہ فی نفس الذات والمثل للتشبیہ فی الصفات الزائدات والاورد زید کالاسد بل المعنی ان الکاف یقتضی التشبیہ الذات بالذات ح لو فی صفۃ بخلاف مثل ففی الصفات کلھا قال القاری فی منح الروض ص۱۴۲ روی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالٰی انہ قال ایمانی کایمان جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام ولا اقول مثل ایمان جبرئیل لان المثلیۃ تقتضی المساواۃ فی کل الصفات والتشبیہ یکفی لہ المساواۃ فی بعضہ اھ واما المسئلۃ فتوجیھہ ان ھکذا مع اشارۃ الاصابع لا یفھم منہ عرفا الا التشبیہ فی العدد بخلاف مثل ھذا فیحتمل التشبیہ فی العدد وفی الصفۃ کالطول والشدۃ والقوۃ وھذا اذن فی غایۃ الثبات ثم الحق ان مثل ایضا لا یقتضی المساواۃ فی جمیع الصفات بل فیما بہ التماثل کما حققتہ فی شرح المقاصد من ابحاث الکثرۃ وفی شرح العقائد تحت قولہ لا یشبھہ شیئ وانما الفرق بین الکاف والمثل ان الکاف یقتضی المشارکۃ فی وجہ الشبہ ولو مع التفاوت ومثل یقتضی الشرکۃ فیما بہ التماثل علی وجہ التساوی فی ذلک الشیئ من کل وجہ ای بحیث یسد احدھما مسد الآخر ۱۲ **قولہ** ص۴۳۵ ھذا خلاصۃ ما فیھا وھو توفیق حسن تشھد بہ اسالیب کلام الامام رضی اللّٰہ عنہ ۱۲ **قولہ** ص۴۳۵ فانھا تطلق واحدۃ خانیۃ الذی رأیت فیھا آخر فصل الکنایات ھکذا لو قال انت طالق ھکذا واشار باصبع واحدۃ فھی واحدۃ وان اشار باصبعین فھی ثنتان وان اشار بثلاث فھی ثلاث،

والمعتبر فیه الاصابع المنشورة دون المضمومة فان قال عنیت الکف او المضمومتین لا یصدق قضاء وقال انت طالق
مثل هذا واشار الی ثلثة اصابع ونوی ثلثا فثلث وان نوی واحدة فواحدة اھ فلیرجع من محل اٰخر اقول
هکذا مثل قوله بثلاث اقول من این تاتی الباء وانما هو مثل ان یقول انت ثلاث فلیراجع حکمه بهذا فان وقعت
به وقعت بهذا والا، لا وهو الظاهر، والله تعالٰی اعلم قوله ص۳۰ وبعده اذا انقضت العدة بحر وفتح ۱۲
قوله ص۳۹ انظر الی ما لم یه فی الفتح فی مسئلة طالق بدون العطف ایضا ولم یرتضه حیث قال ولو امکن ان
یقال الایقاع بائن وصفا لها وطالق قرینة فاستغنی به عن النیة فلم یحتج الیها کما یحتاج الی النیة لو نوی ولم یعد
لکن فیه ما فیه اھ ولم یذکر وجهه ثم فتح الله سبحانه بوجهه ان قوله بائن یحتمل ان یکون وصفا المرأة فتقع الاخری
وان یکون صفة للطلاق فتقع الاخری وان یکون صفة فتقع واحدة بائنة فلا تثبت الاخری بالشك نعم ان نوی
بائن اخری فقد عین الاحتمال الاول فتقع ثنتان ۱۲ قوله لم یتعین تکریر الایقاع اقول وبالله التوفیق لو
حمل علی هذا لزم لحوق البائن البائن لان الثانیة بائنة فالاولی ایضا بالضرورة کما مر انفا عن الفتح والبائن عہ
لا یلحق البائن فوجب ان لا یحمل قوله بائن علی الایقاع بل یکون بیانا لان هذا طلاق یکون مجامعا للبینونة ولو بعد
حین هذا فی الواو واما ثم فمتعین فی التاخیر ولاشك ان کل طلاق رجعی بحیث یجامع البینونة ولو بعد

عہ تامل مع ما یاتی فی شرحها ص۴۰ ان المراد بالصریح ما لایحتاج الی نیة وان کان الواقع به بائنا فلعل هذه
العنایة انما هی فی الطلاق البائن اللاحق دون الطلاق الذی یلحق به ولیحرر والحق ان هذا لیس بشیء والا لامتنع
لحوق البائن الرجعی الصریح وهو خلاف الاجماع لان الرجعی کلما لحقه بائن یصیر بائنا فیکون لحوق البائن البائن
والوجه فی البطلان ظاهر فانه انما لحق الرجعی فجعله بائنا ضرورة لا انه لحق البائن بل قرر العلامة سعدی افندی
ان الرجعی لا یرجع بائنا بلحوق البائن وانما لا یظهر حکمه رجعیة فتامل فان الامر اشکل لان المحقق اجمه و
واهمل والله المستعان ۱۲ ثم فتح المولی سبحانه وتعالٰی ان الکلام فیما لم ینو ودلالة الحال انما تعمل حیث تعینت
الاضافة الی المرأة ودار اللفظ بین ارادة معنی الطلاق وعدمها وقامت الدلالة علی الارادة فارتفع المانع
من الحکم اما ههنا فقوله وبائن او ثم بائن یحتمل ان یکون وصفا للمرأة وان یکون بیانا للثمرة تحصل بالطلاق والاول یحتمل
ان یکون بمعنی الطلاق او غیره لان اللفظ کنایة والثانی یحتمل ان یکون الثمرة متصلة او منفصلة علی ان ثم للتراخی
فی الذکر فدلالة الحال وتقدم الصریح انما تعین ارادة معنی الطلاق علی احتمال ان یکون بائن صفة المرأة ولم یرتفع
احتمال کونه بیان ثمرة محتملة للاتصال والانفصال فلم تثبت الاخری ولا البینونة بالشك بخلاف بائن لانه
ان کان وصفا للمرأة فقد زال احتمال معنی غیر الطلاق بدلالة الحال وان کان بیان ثمرته فقد زال احتمال

حیث فلم یفد ھذا شیئا ۱۲ ثالثا قلنا ثم افادوا ھھنا من انہ نوی بطالق واحدۃ وبیائن اخری فبائنتان یؤیدما سحققنا من انہ اذا اراد بقولہ انت بائن بائن بائنتین فھو کما نوی وفاقا للعلامۃ البحر وخلافا للفاضل المحشی لکن فی الثانی ماتقدم ان لیس ھذا من لحوق البائن بالبائن اصلا ۱۲ **قولہ** مع الواو وثم **اقول** لایختص بھما بل یجری فی الفاء ایضا ۱۲ **قولہ** ورجح فی البحر الثانی وبہ جزم فی الصیرفیۃ کما مر ص ۱۲ **قولہ** وخطاء من افتی فی ھذہ المسئلۃ ۱۲ **قولہ** مثل قولہ ولارجعۃ لی علیک **اقول** بل یظھر لی انہ ادون منہ فان انفاذ ملک الرجعۃ لایکون الا فی البائن بخلاف عدم رد قاض ولا وال فانہ حاصل فی الرجعی ایضا فانھا ان ردت برجعیۃ لا یردہا قاض وغیرہ ۱۲ **قولہ** ص ۲۲۱ نعم لوقصد بقولہ الخ **اقول** ولا یرد ان یحرمھا وتحریم نفسہ علیھا طلاق بلانیۃ کما تقدم لان ھذا مضارع ظاھر الاستقبال کقولہ طلاق کنم اوتکونین مطلقۃ فافھم ۱۲ **قولہ** وقع بہ اخری بائنۃ مالم ینو **اقول** الاولی ان یقال بائنۃ اخری لانہ اذا نوی بھذا الطلاق والواقع بہ بائن کانت الاولی الواقعۃ بانت طالق بائنۃ ضرورۃ کما لایخفی ۱۲ **قولہ** ص ۲۲۴ لان القلیل واحدۃ **اقول** ھذا التعلیل یخالف المدعی فان القلیل ان کان ھو الواحدۃ والکثیرہ والثلاث فنفی القلیل لاینتظم الثنتین واذن الثنتان ھو المستفاد من لاقلیل ولاکثیر بل الاشبہ ان یقال ان کل ما دون الثلاث قلیل لان القلۃ والکثرۃ اعراض فی فاذا نفی القلیل انتفی ما دون الثلاث فوقع الثلاث فلا ترتفع ۱۲ **قولہ** انہ یقع واحدۃ **اقول** وھو الاوفق بالوجہ الذی ذکرنا للقول الاول فی لاقلیل ولاکثیر وذلک لان الکثیرۃ اعراض فی فینتظم ما وراء الواحدۃ فاذا قال لاکثیر فنفی ما وراء الواحدۃ فتثبت الواحدۃ فلا ترتفع بقولہ لاقلیل ۱۲ **قولہ** اثبت القلیل **اقول** فیہ نظر ظاھر فان نفی الکثیر لایستلزم ثبوت القلیل بل بینھما وسط والامکان قول القائل فی شیئ لاقلیل ولاکثیر مناقضۃ لنفسہ وھو باطل فافھم ۱۲ **قولہ** فمناط الفرق من التعبیر بالفعل الماضی اھ **اقول** لم یکن ھو مناط الفرق بل بکون الاخر وصف المرأۃ فیلغو والطلاق فیقع الثلاث وانت تعلم ان فی ھذا یستوی التعبیران فلو قال طلقتک اخر ثلاث وجعل اخرحالا عن المفعول لغا ولو قال انت طالق اخر ثلاث بنصب الاخر صفۃ المصدر المحذوف ای طلاق اخر ثلاث وقعن ۱۲ **قولہ** ص ۲۲۴ امکن وجود العدد ای والعلم بہ ۱۲ قال لست لک بزوج یذکر المسئلۃ ص ۲۲۶ ۱۲ **قال** ای نواہ خلافا لما ھو قولہ وقدمہ فی الخانیۃ لکن قال فی جواھر الاخلاطی و یقع وان نوی ھو المختار وسنذکر علی ص ۲۲۶ ای الدر ۱۲ فلیتامل ۱۲ **قولہ** لکن فی المحیط ذکر الوقوع اھ **اقول** ومثلہ نقل فی الھندیۃ عن البدائع خلافا لما نقل منھا فی البحر ومثلھا ایضا فی مجمع الانھر عن الجوھرۃ وفی فتح اللہ المعین عن الشرنبلالیۃ عن الجوھرۃ

الانفصال بالفاء وعلی کل فالبینونۃ ثابتۃ لکن علی الاول ثنتان وعلی الثانی واحدۃ فثبت البینونۃ بالیقین ولم تثبت الاخری بالشک وللہ الحمد۔ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قولہ والطلاق لایکون الا انشاء نحوہ فی ط ۱۲ قولہ وشنتین تنزھا ای دیانۃ ۱ اقول ھذہ زلۃ من قلم الفاضل المحشی وکم من فرق بین حکم الدیانۃ والتنزہ کما سنوضحہ فی مثلہ التعلیق ۲۳۲ فالوجہ ان یقال یحمل الاول علی الحکم والفتوی والثانی علی التنزہ والتقوی ۱۲ قولہ وصدقھم اخذ بقولھم ھکذا ھو فی الاشباہ ودرر لکن الذی فی الھندیۃ المصریۃ ص ۳۶۳ ج ۱ اصدقھم واخذ بقولھما اھ وھذا قول محمد حین سأل عنہ ابن سماعۃ فاقول لعل ھذا ھو الظاھر فان بعد ما کانوا عدولا ای حاجۃ الی تصدیقہ ایاھم بل کیف یکون ان یکذبھم وھم عدول قلت نعم لکن ھھنا دقیقۃ وھو ان الفرق ان العدول اخبروا بالاقل فھھنا ان کذبھم وقال بل کنت طلقت ثلاثا اخذ بقولہ اما ما ذکرت فذلک اذا کان العدول اخبروا بالاکثر فھھنا لابد وان یاخذ بقولھم اذا کان یشک نعم لو علم خطاءھم فھو فیما بینہ وبین ربہ علی ما یعلم من نفسہ واللہ اعلم۔

مسئلہ: از رانہ تحصیل گوجر خاں ضلع راسپور ڈاک خانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۰ شعبان ۱۳۳۹ھ

شمس العلماء رئیس الفضلاء خان خاناں جناب احمد رضا خاں صاحب دام لطفہ السلام علیکم۔ اگر بے اضافت طلاق دیجائے تو کیا حکم ہوگا واقع ہوگی یا نہ قاضی خاں مجتہد المسائل ہے اور شامی ناقلوں سے ہے ان کے مابین اختلاف ہو کس پر حکم دیا جائے۔

الجواب: طلاق بے اضافت میں جبکہ ایقاع مفاد ہو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر بحلف کہہ دے گا کہ زوجہ کو طلاق مقصود نہ تھی مان لیں گے یہی مفاد قاضی خاں ہے اور یہی شامی نے تحقیق کیا ان میں تخالف نہیں خانیہ میں فالقول لہ صراحۃ اسی پر دال ہے وتمام تحقیقہ فی رسالتنا فی الباب واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: سوال منقول نہیں۔

جواب بذریعہ تار برقی۔
اگر طلاق کی نیت تھی تین طلاقیں ہوگئیں۔

جواب بذریعہ ڈاک: جبکہ زید کے کلام میں عورت کی طرف طلاق کی نسبت اصلاً نہ تھی کہ تجھ کو یا فلاں عورت یا اپنی زوجہ یا دختر فلاں کو طلاق ایک دو تین نہ دیئے ہی کا کوئی ذکر زبان پر آیا کہ طلاق ایک دو تین دی یا ہوئی جس کے باعث بحسب ظاہر زوجہ ہی کو طلاق دینا مفہوم ہوتا نہ عورت ہی کے کلام میں ایسے الفاظ تھے جن کے جواب میں زید کے یہ لفظ بظاہر اس پر ایقاع طلاق سمجھے جاتے مثلاً وہ کہتی میں طلاق چاہتی ہوں مجھے طلاق دے بلکہ عورت کی طرف سے سکوت محض تھا تو جس طرح خود یہ الفاظ محض ناصاف ومحتمل ہیں ممکن کہ یہ مراد ہو کہ طلاق ایک دو تین میں نے تجھے دیں ممکن کہ یہ مقصود ہو کہ طلاق ایک دو تین کتنی چاہتی ہے جس کے باعث عند اللہ یہاں مدار نیت شوہر پر ہوا اگر ان الفاظ کے کہنے میں طلاق کی نیت تھی تین طلاقیں ہوگئیں ورنہ کچھ نہیں اسی طرح بوجہ عدم ظہور مراد عند الناس بھی بیان شوہر کی طرف رجوع ضرور ہے اگر وہ اقرار کرے کہ یہ لفظ میں نے بقصد طلاق کہے تھے تین طلاقوں کا حکم دیا جائے گا اور بے حلالہ اس سے نکاح نہ کرسکے گا۔ اس صورت میں عورت کو عدت گزرنے پر اختیار ہوگا جس سے چاہے نکاح کرلے ورنہ شک۔ واحتمال کے سبب وسا پر حکم

طلاق نہیں ہوسکتا نہ عورت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے وہ بدستور شوہر کی زوجیت میں سمجھی جائے گی فان الیقین لایزول بالشک۔ اگر واقع میں اُس نے نیت کی اور اُس نے ظاہر نہ کی تو اُس کا وبال اور اپنے اور عورت دونوں کے زنا کا عذاب شوہر پر ہوگا عورت پر الزام نہیں کہ دلوں کا مالک اللہ عزوجل ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی۔ عورت اپنے آپ کو مطلقہ نہیں سمجھ سکتی اگر دوسرے سے نکاح کرے گی حرامکار ٹھہرے گی فانھا مکلفۃ بالظاھر واللہ تعالٰی یتولی السرائر۔ ہندیہ میں محیط سے ہے لایقع فی جنس الاضافۃ اذا لم ینو لعدم الاضافۃ الیھا۔ اُسی میں خلاصہ سے ہے سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع۔ انقرویہ میں بزازیہ سے ہے فرت ولم یظفر بھا فقال بسہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا۔ بحرالرائق میں ہے لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ۔ عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے قالت طلقنی نفسی بھا وقال لھا ایناش طلاق لایقع ولو قال ایتکت طلاق یقع۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ دوسرے عالم کا جواب تو محض باطل ونا صواب تھا بحال نیت تین طلاقیں ہوں گی جن میں رجعت محال اور بحال عدم نیت ایک بھی نہ ہوگی تو رجعت کا خیال محض خیال محال اور پہلے عالم کا جواب بھی غلط تھا کہ یہاں تین طلاقیں صرف بصورت نیت ہیں نہ مطلقاً واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱: از سیرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ شیخ بدو دوبان چنگل محمد سراج الحق امام مسجد جامع ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

محمد مظفر کا اپنی والدہ سے جھگڑا ہورہا تھا اُس کی والدہ نے کہا کہ اگر اپنی بی بی کو نہ چھوڑو گے تو تم سور کھاؤ اسی طرح تین مرتبہ بولی مظفر نے کہا طلاق دیتے ہیں پھر اُس نے بلاقصد غصہ کے ساتھ اپنی والدہ کے سامنے کہا طلاق طلاق طلاق بغیر مخاطب کرتے کسی کو اب شرعاً صورت مسئولہ میں مظفر کی بی بی پر طلاق پڑے گی یا نہیں۔

الجواب: تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از مئو ناتھ بھنجن دفتر مدرسہ دارالعلوم ضلع اعظم گڑھ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

نقل اسٹامپ قیمتی عہ

جمن ابن منا میں ان کو لکھ کر دیتا ہوں کہ آپ کی لڑکی اُلفت کا خرچ عمر بھر پورا کروں گا اور بغیر علیم اللہ ستار باز کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا اگر آپ کے حکم عدولی کروں تو آپ اور سب پنچ جو چاہیں کریں سب منظور ہے کیونکہ ہمارا کوئی ماں اور باپ نہیں ہے آپ لوگ ہمارے مالک آپ ہیں تاریخ ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء اور اگر سب خلاف ہو تو اس شرط پر طلاق دیتا ہوں انگوٹھا جمن مقر (صاحب نشان) (۲) علیم اللہ ستار باز ہماری لڑکی الفت جو ہے اگر ہم قضا کرجائیں تو ہمارے گھر کا سامان اور جتنا مال ہو اور جتنی ہم پر قرض ہو سب الفت کا قرض بھی وہ سب دے اور مال وغیرہ وہ دے اور دوسرے کا تعلق نہیں باقی گواہ اور پرگذرے دستخط عبدالرحمن قوال اجمیری بالقلم خود محمد ابراہیم ابن محمد اسمٰعیل۔ یہ فتوٰی بمبئی سے آیا ہے مگر سوال بہایت مہمل یعنی اقرار نامہ کا ہے ایک روپیہ کے اسٹامپ پر اقرار نامہ تحریر ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ جمن کا نکاح اس اقرار نامہ کے چار روز بعد ہوا بعد نکاح جمن مذکور الفت کو لے کر اپنے خسر کے ساتھ رہتا تھا مگر قریب دو برس کے ہوئے

علیم اللہ اپنے سُسر کو چھوڑ کر اور بیوی اُلفت کو بھی بمبئی میں آوارگی اختیار کیا ہے اور بیوی کو نہ روٹی کپڑا دیتا ہے نہ کسی قسم کی خبر گیری کرتا ہے نوٹس بھی سماۃ الفت و علیم اللہ ستار راز کے طرف سے دیگئی مگر کچھ جواب نہیں دیتا لہذا اب سماۃ اُلفت مطلقہ ہوئی یا نہیں۔

الجواب: صورۃ مذکورہ میں طلاق کسی طرح نہیں ہوسکتی قطع نظر اُس نقص کے جو الفاظ اقرارنامہ میں ہے جس میں عورت کی طرف اضافت طلاق نہیں اور اُس میں جن کو اس انکار کی گنجائش ملتی کہ زوجہ کو طلاق مراد نہ تھی جب یہ اقرارنامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا اور اُس میں شرط نکاح کا ذکر نہیں تو اگر صاف یوں لکھا ہوتا کہ میں ایسا کروں تو الفت پر تین طلاقیں اور دیا کرتا جب بھی ہرگز طلاق نہ ہوتی: فلا ملک حینئذ ولا اضافۃ الیہ ولا الی سببہ فلغی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: موضع مانیا والہ ضلع بجنور از کفایت علی صاحب وجاہت علی صاحب ۲ شوال ۱۳۲۰ھ

حضور والا۔ بعد سلام عرض ہے کہ غلام کا بیوی اطاعت نہیں کرتی کہنا نا اثر نہیں کرتا والدین بھی ناخوش ہیں والدین کی خوشی ہے کہ طلاق دیدو تو حضور اُس کو کس طریقہ سے طلاق دی جائے خاکسار اور والدین میں ایک کوڑی مہر دینے کی طاقت نہیں مہر دو سو پانچ سو اشرفی میں نے قبول کرلیا تھا عورت معاف نہیں کرتی مگر مہر کی ایک کوڑی کا گورنمنٹ کا فذ اسٹامپ نہیں ہے کچہری سے بھی عورت کا ولی ایک کوڑی نہیں لے سکتا یہاں کے مولوی سے دریافت کیا تو یہ کہا کہ شرعاً ساڑھے بارہ روپے دینے چاہئیں بینوا توجروا۔

الجواب: اگر آپ طلاق دینا چاہیں تو عورت جب حیض سے فارغ ہو اُس کے بعد قبل جماع اُس سے ایکبار کہئے کہ میں نے تجھے طلاق دی پھر اُسے چھوڑے رہئے اور اُس سے بالکل الگ رہیے یہاں تک کہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہوکر ختم ہوجائیں اُس وقت وہ نکاح سے نکل جائے گی اور مہر اگر وہ معاف نہ کرے تو بہرحال دو سو پانچ اشرفیاں دینا لازم ہوں گی وہ کوئی شخص جاہل تھا جس نے ساڑھے بارہ روپے بتائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳: از بچھا تھ باڑہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بچھا تھ باڑہ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت کے نان نفقہ سے بے خبر تھا کہ عورت کے وارثوں میں سے کسی نے آن کر اُس سے کہا کہ اگر تو نان نفقہ نہیں دے سکتا تو طلاق دیدے چنانچہ اُسی وقت اُس آدمی کے رُوبرو طلاق دے دی تو یہ طلاق ہوئی یا نہیں کیونکہ عورت وہاں نہ تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: طلاق ہوگئی طلاق کے لیے عورت کا وہاں حاضر ہونا کچھ شرط نہیں فانہ ازالۃ لاعقد کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴: از بیلی بھیت مرسلہ شیخ فیض محمد صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

زید اپنے مکان میں تنہا مقیم تھا اُس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی لیکن زوجہ نے نہ سُنی نہ دوسرے آدمی اس وجہ سے کہ اور آدمی دوسرے مکان میں تھے پس طلاق ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: طلاق کے لیے زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سننا ضرور نہیں جبکہ شوہر نے اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے (اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی) عنداللہ طلاق ہوگئی عورت کو خبر ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ جانے۔ ہاں اگر صرف دل میں طلاق دے لی تو بالاجماع نہ ہوگی یا زبان سے لفظ تو کہے مگر ایسے کہ زبان کو صرف جنبش ہوئی آواز اپنے کان تک آنے کے بھی قابل نہ تھی تو مذہب صحیح میں یوں بھی نہ ہوگی۔ فی الدر المختار ادنی الجھر اسماع غیرہ وادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ویجری ذٰلک فی کل ما یتعلق بالنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ ووجوب سجدۃ تلاوۃ وعتاق وطلاق واستثناء فلو طلق او استثنی ولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح اھ باختصار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از بدایوں فرشوری ٹولہ مرسلہ شیخ وہاب الدین احمد صاحب ۷ رجب مرجب [illegible]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ اپنی زوجہ سے یہ الفاظ کہے کہ تو عمرو یا بکر سے نکاح کرلے اور خالد اپنے والد کو مخاطب کرکے بموجودگی والدین ہندہ یہ کہا کہ میری بیوی کا نکاح ولید سے کرادو۔ اس واقعہ سے دو تین مہینے کے بعد زید نے ہندہ کے مکان پر آن کر ہندہ اور اس کے والدین کی عدم موجودگی میں ایک شخص غیر کو مخاطب کرکے کہا کہ میں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں وہ شخص ان الفاظ کو سن کر چلنے لگا تو زید نے پھر انھیں الفاظ کا اعادہ کیا اور ہندہ اس کے ساتھ نہ بھیجی گئی۔ ہندہ حاملہ تھی اور یہی زید نے اسی روز ہندہ کے گھر کو چھوڑنے کے بعد یہ کہا کہ میں نے یہ الفاظ دھمکانے کو کہے تھے تاکہ میری بیوی کو میرے ساتھ کردیں اور میں اپنے الفاظ اب واپس لیتا ہوں واپس لیتا ہوں واپس لیتا ہوں۔ یہ واقعہ ربیع الثانی ۱۳۳۰ ہجری نبوی کا ہے۔ زید عرصہ زائد از سال سے بعارضہ مراق علیل ہے آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب: سائل نے اظہار کیا کہ زید نے ان اخیر الفاظ میں کہ میں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں کوئی لفظ عورت کی طرف اضافت کا نہ کہا تھا نہ نام نہ نسب نہ وصف نہ لقب نہ اشارہ مثلاً فلاں عورت یا فلاں کی بیٹی یا اپنی زوجہ کو یا اس کو وغیرہ وغیرہ کوئی لفظ اس قسم کا نہ تھا نہ یہ کلام کسی سوال کے جواب میں تھا جس سے اضافت پیدا ہو بلکہ ابتداءً یہی الفاظ اس نے مکرر کہے اس صورت میں زید سے قسم لی جائے اگر وہ حلف کرے کہ ان الفاظ سے اپنی زوجہ مراد نہ تھی تو حکم طلاق نہ دیا جائے گا وذٰلک لان زیدا ینکر ارادۃ الطلاق بھا کما فی السوال والاضافۃ فیکون القول قولہ بیمینہ وان کان الظاھر ارادۃ المرأۃ بذٰلک لانہ نوی محتمل کلامہ فیصدق خانیہ وبزازیہ وغیرہما میں ہے قال لھا لاتخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقھا ویحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول لہ اھ ہندیہ میں محیط سے ہے سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابو نصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدین ان اطلقک فقالت نعم فقال اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی من عندی وھو تزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ اھ یونہی اس کے پہلے لفظ کہ تو عمرو یا بکر سے نکاح کرلے

یا اس کا نکاح ولید سے کرادو محتاجِ نیت ہیں اگر بہ نیتِ طلاق کہے ایک طلاق بائن ہوئی اور بے نیتِ طلاق نہ تھی تو کچھ نہیں اور اگر یہ کہے
میں کہ ان الفاظ سے اس نے طلاق کی نیت نہ کی تھی اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر قسم کھالے گا حکم طلاق نہ ہوگا پھر واقع میں نیت
کی تھی اور جھوٹی قسم کھالی تو وبال اس پر ہے۔ ردالمحتار میں ہے فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان لو قال اذھبی فتزوجی و
قال لم انو الطلاق لا یقع شیئ لان معناہ ان امکنک وفی الذخیرۃ اذھبی وتزوجی لا یقع الا بالنیۃ وان نوی
فھی واحدۃ بائنۃ وان نوی الثلاث فثلاث۔ غرض یہاں سارا اُس حلف پر ہے اگر اُن سب الفاظ کی نسبت قسم کھالے اُن
میں کسی سے اُس نے طلاق ہندہ کی نیت نہ کی تھی تو اصلاً حکم طلاق نہ دیں گے اور اگر لفظ اول پر قسم کھانے سے انکار کرے تو ایک طلاق بائن
پڑے گی کہ برضائے زوجہ عدت میں خواہ عدت کے بعد اُس سے نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی حاجت نہیں اور اگر لفظ دوم پر جو شخص غیر کے سامنے
کہے قسم کھانے سے انکار کرے تو تین طلاقیں ہوجائیں گی بے حلالہ اُس سے نکاح نہ کرسکے گا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ زید کا مراق اس حد کو
نہ پہنچا ہو کہ وہ فاسد العقل مختل الحواس ہوگیا ہو کبھی عاقلوں کی سی باتیں کرے کبھی خاصے پاگلوں کی سی اور اگر یہ حالت ہے اور اللہ خوب
جانتا ہے تو اصلاً طلاق نہ ہوگی اگرچہ اُس نے وہ سب الفاظ بہ نیت طلاق کہے ہوں۔ درمختار میں ہے لا یقع طلاق المجنون والصبی و
المعتوہ الخ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ محلہ کمبوہ مرسلہ چودھری عبدالرحمٰن صاحب ۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔ ایک عورت اپنے خاوند سے بہت تنگ ہو اُس کا خاوند اُسے ستاتا ہو تو وہ لاچار ہو کر جواب طلب کرے
تو وہ جواب بھی ضد سے نہ دے اور حقوق بھی ادا نہ کرے، تو پھر وہ غصہ میں جواب یعنی طلاق کا ارادہ کرے اور تنہائی میں جواب دے عورت کے سامنے
تو طلاق مانی جائے گی یا نہیں دوسرے یہ کہ وہ عورت مجبور ہو کر کسی مرد سے عقد کرلے اور اس سے پانچ ماہ تک میاں بی بی کا سا واسطہ رہے
اور ایک اُس مرد سے لڑکا پیدا ہوگیا پھر اُس پہلے خاوند نے دعوٰی کیا کہ میں نے طلاق چار کے سامنے تو نہیں دی غرض یہ کہ وہ جبریہ لیا
چاہتا ہے تو وہ عورت شرعاً پہلے خاوند پر جائز رہی یا نہیں۔

الجواب: بیانِ سوال سے ظاہر یہ ہے کہ شوہر اول طلاق دینے کا مقر ہے مگر عذر صرف یہ کرتا ہے کہ طلاق خفیہ دی چار
نہ دی لہذا اپنی جہالت سے طلاق نہ ہونا سمجھتا ہے اگر ایسا ہے تو اس کا دعوٰی باطل ہے طلاق بالکل تنہائی میں دے جب بھی ہوجاتی ہے اگر
عورت نے عدت گزرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کیا صحیح ہوگیا اور پہلے شوہر کو اُس پر کچھ دعوٰی نہیں پہنچتا۔ ہاں اگر شوہر سرے سے طلاق دینے
سے منکر ہو اور عورت کا نکاح ثانی کرنا اور پانچ ماہ دوسرے کے پاس رہنا اور اُس سے لڑکا پیدا ہونا ان باتوں کی شوہر اول کو خبر نہ ہو کسی
دوسرے شہر میں ہوئی ہوں بعد اطلاع اُس نے دعوٰی کیا تو ضرور اُس کا دعوٰی قابلِ سماعت ہے اور عورت کا بیان کہ اُس نے طلاق دیدی تھی
بے گواہانِ شرعی ہرگز مسموع نہیں عورت شوہر اول کو دلادی جائے گی پھر اگر واقع میں اُس نے طلاق دے دی تھی اور جھوٹ انکار کیا تو عورت پر
فرض ہے کہ جس طرح جانے اُس سے دور بھاگے یا مہر وغیرہ دے کر طلاق لے اور اگر کچھ نہ کرسکے وبال اُس پر ہے اور عورت جب تک راضی نہ ہو مجبور
ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶: از پیلی بھیت محلہ پکھریا مسئولہ عبدالرحمن گھڑی ساز ۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے تنہا ایک گوشہ میں بیٹھ کر جس کو کسی نے نہیں سنا اپنے دل کے اندر اپنی بیوی کو طلاق دی اُس کو عرصہ پانچ ماہ کا گزرا اب وہ شخص رجوع کرنا چاہتا ہے اس کو کس طرح کرسکتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: اگر فقط دل میں طلاق دی تھی یوں کہ زبان سے کچھ کہا ہی نہ تھا یا کہا مگر فقط زبان کو حرکت تھی اتنی آواز نہ تھی کہ اپنے کان تک آنے کے قابل ہو جب تو طلاق ہوا ہی نہیں اور اگر ایسی آواز سے کہا کہ اپنے کان تک آنے کے قابل تھی اگرچہ ثقلِ سماعت یا ہوا یا کسی غل شور کے سبب اپنے کان تک نہ پہنچی تو طلاق ہوگئی اگر رجعی تھی تو عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے اور بائن تھی تو برضائے زوجہ اس سے نکاح کرسکتا ہے اور مغلظہ تھی تو بے حلالہ نکاح نہیں ہوسکتا یہ اُن الفاظ پر موقوف ہے جو اس نے کہا اور جتنی بار کہا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷: از امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ تاج الدین خاں صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسمی زید نے غصہ میں آکر اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ کو ایک شخص مسلمان و ایک عورت قوم ہنود کے روبرو طلاق دی۔ اور یہ بھی ہے کہ شخص مسلمان کے روبرو دو مرتبہ لفظ طلاق صاف طور سے اس کے حق میں کہا اور زید وہاں سے کہہ کر تین چار قدم ہٹ کر چلا اور کچھ آہستہ اس نے اپنی زبان سے کہا کہ وہ سننے میں نہیں آئے وہ عورت اہل ہنود جو وہاں موجود تھی بیان کرتی ہے کہ میں نے سنا کہ اس نے آہستہ سے بھی وہی لفظ طلاق کا کہا تھا جو پہلے دو مرتبہ کہہ چکا تھا زید کہتا ہے میں نے تیسری بار یہ لفظ طلاق نہیں کہا تھا زید ایک شخص بالکل جاہل اور امی ہے اس وقت زید و ہندہ دونوں راضی ہیں نکاح کس طرح ہو۔

الجواب: اللہ عالم الغیب والشہادہ ہے وہ ہر ایک کے دل کی جانتا ہے اللہ سے ڈرے اگر واقع میں اس نے تیسری بار بھی طلاق دی تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا اور اگر وہ منکر ہے اور سوا اس کافرہ عورت کے اور کوئی تیسری طلاق کا بیان نہیں کرتا تو کافرہ کی بات اصلاً معتبر نہیں جب تک عدت میں ہے وہ عورت کو رجعت کرسکتا ہے یعنی اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی اگر پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ ایک وہ اور دو یہ مل کر تین ہوگئیں عورت نکاح سے نکل گئی حلالہ کی ضرورت ہوگی یونہی اگر پہلے طلاق نہ دی تھی یہ دو دی ہیں تو آئندہ جب کبھی ایک طلاق دے گا جب کبھی ایک طلاق دے گا عورت بے حلالہ کے نکاح میں نہ آسکے گی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸: از رامپور مسئولہ محمد سعید

زید نے بحالت غضب اپنی زوجہ ہندہ کو یہ کہا کہ تجھ کو میں نے طلاق دیا اب اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں۔

الجواب: ایک طلاق رجعی واقع ہوگی غضب مانع طلاق نہیں بلکہ غالباً طلاق بحالِ غضب ہوتی ہے والدہش شیئ اخر بیّنہ فی الخیریۃ ورد المحتار وتحقیقہ فی فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالت غصہ میں اپنی زوجہ مدخولہ سے دو بار کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی آیا یہ کون سی طلاق واقع ہوئی اور اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بصورت مسئولہ میں دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدت کے رجعت کا اختیار ہے اور بعد انقضائے عدت عورت اگر چاہے اُس سے نکاح جدید کر سکتا ہے اور ایام عدت حرہ موطوءہ میں تین حیض کامل ہیں اور اگر بوجہ صغر یا کبر کے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ اور لونڈی میں اگر حائضہ ہو تو دو حیض ورنہ ڈیڑھ مہینہ اور طریق رجعت یہ ہے کہ مطلقہ سے ایام عدت میں یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے پھیر لیا یا روک لیا یا رد کیا یا امثال اس کے کہے یا مابین عدت مس کرے یا بوسہ لے یا جماع کرے بہتر طریق اول ہے فی تنویر الابصار وھی فی حرۃ تحیض بعد الدخول ثلث حیض کوامل وفی من لم تحض لصغر او کبر ثلثۃ اشھر وفی امۃ تحیض حیضتان وفی امۃ لم تحض نصف الحرۃ وفیما ھی اشتد امتد الملک الغائب فی العدۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰: ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

زید نے غصہ میں اپنی عورت کو طلاق دی اُس وقت ایک آدمی اور موجود تھا بعدہ جو شخص آیا اور پوچھا تو کہا میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ڈیڑھ ماہ تک علیحدہ رہے اس درمیان میں جس آدمی نے پوچھا تم کیسے علیحدہ ہو تو بار ہا یہی کہا کہ طلاق دے دی تو طلاق ہوئی یا نہیں اگر ہو گئی تو نکاح کس طور پر ہونا چاہئے۔

الجواب: اگر اس وقت ایک بار طلاق دی تھی اور باقی بار اوروں کے پوچھنے پر کہا اور وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نے ان دفعوں میں طلاق دینے کا ارادہ نہ کیا تھا بلکہ اُس کے پوچھنے پر خبر دی تھی تو صرف ایک طلاق ہوئی اگر رجعی تھی رجعت کر سکتا ہے جب تک عدت نہ گزرے ورنہ دوبارہ اُس سے نکاح کر لے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱: از شہر مسئولہ علی محمد برادر ہندہ جس کا بیان ہے ۲۷ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرا شوہر تھا وہ اور میں اور ماں بھائی ایک ہی مکان میں رہتے تھے اور روٹی کپڑے پر لڑائی ہوتی تھی تو وہ مجھ کو مارتا اور بُرا بھلا کہتا تھا تو میں اور میری ماں کچہری جا کر ایک درخواست دے دی اور جب اُس نے آ کر سُنا تو مجھ سے کہا کہ تم میرے کام کی نہیں رہیں اور میں نے تم کو طلاق دے دی طلاق دینے پر میرے مکان میں آیا تو میری ماں نے یہ کہا کہ اب تیرا یہاں کیا کام ہے تو نے تو اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اب یہاں مت آ۔

الجواب: اگر یہ بیان سچ ہے تو ایک طلاق ضرور ہو گئی لیکن عورت ابھی نکاح سے نہ نکلی ہاں اگر پہلے لفظ سے بھی کہ تم میرے کام کی نہ رہیں اُس نے طلاق کی نیت کی ہو تو دو طلاقیں ہو گئیں اور عورت نکاح سے نکل گئی رہا یہ کہ اُس نے اس لفظ سے بھی نیت کی تھی یا نہیں یہ اُس کے بیان پر ہے اُس سے قسم لی جائے اگر قسم کھا لے کہ میں نے اُس لفظ سے نیت طلاق نہ کی تھی تو اس کا قول مان لیا جائے گا اور دو طلاقیں نہ ہوں گی ایک ہی رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر اگر وہ اپنے نکاح میں پھیر لے عورت بدستور اُس کی زوجہ رہے گی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲: از ستار گنج ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے زید سے نکاح کیا مگر صحبت نہ ہوئی صبح کو بوجہ اغوائے چند اشخاص ہندہ نے نہ جانا منظور کیا۔ زید نے طلاق دے دی اس صورت میں اُسی روز شام کو نکاح ہندہ عمرو کے ساتھ جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: صورۃ مستفسرہ میں اگر زوج و زوجہ تنہائی کے مکان میں یکجا ہولیے ہوں اور انہیں کوئی مانع حقیقی ایسا نہ ہو جسکی وجہ سے وطی اصلاً نہ ہو سکے اُسکے بعد زید نے طلاق دی تو بیشک ہندہ پر عدت واجب ہے اگرچہ مباشرت نہ ہوئی فان الخلوۃ الصحیحۃ فی النکاح الصحیح مثل الوطی فی ایجاب العدۃ وصحۃ الخلوۃ ھٰھنا لعدم المانع الحقیقی وان وجد مانع شرعی کالصوم شرح نقایہ میں ہے العدۃ للطلاق بعد الدخول او الخلوۃ الصحیحۃ فانہ لو طلقھا قبل الدخول وبعد الخلوۃ الفاسدۃ والفساد لعجزہ عن الوطی حقیقۃ لم تجب العدۃ ولو لامر شرعی کصوم الفرض تجب کما فی قاضیخان وذکر فی المحیط انہ لا عدۃ بخلوۃ الرتقاء اھ ملخصاً پس اگر عدت کے دوران کہ بعد طلاق تین حیض کامل کا گزرنا ہے دوسرے سے نکاح کریگی ہرگز صحیح نہ ہوگا اور حرام محض ہوگا عالمگیری میں ہے لایجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ وکذا المعتدۃ کذا فی السراج الوھاج سواء کانت العدۃ عن طلاق او وفات او دخول فی نکاح فاسد او شبھۃ نکاح کذا فی البدائع ہاں اگر خلوت بھی نہ ہوئی اور ویسے ہی طلاق دیدی تو ہندہ پر عدت نہیں اُسے اختیار ہے کہ اُسی وقت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے سبب وجوبھا یعنی العدۃ عقد النکاح المتأکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوۃ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳: از کیمپ میرٹھ لال کورتی بازار کوٹھی خان بہادر صاحب مرسلہ شیخ میر محمد صاحب ۔ ۹ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید اور عمر (برادر منکوحہ زید) کی ایک روز کسی بات پر باہم سخت حجت ہوئی اور عمر نے زید اپنے بہنوئی سے کہا کہ مہربانی کرکے اس طرف کا ارادہ نہ کیجیے جس کا مقصد یہ تھا کہ میرے (عمرو) کے مکان پر نہ آئیے گا اس کے جواب میں زید نے غصہ کی حالت میں کہا میں اسکو طلاق دیچکا یا یہ کہا میں تو اسکو طلاق دیچکا اسی طرح تین چار مرتبہ یہی الفاظ کہے اس سے قبل اپنی زوجہ سے لفظ طلاق کبھی نہ کہے تھے کیا اس صورت میں زید کی منکوحہ پر طلاق ہوگئی یا نہیں۔

الجواب: عمرو کی مراد اسطرف سے کچھ بھی ہو جبکہ زید اپنی زوجہ کی نسبت سمجھا اور اُسے تین بار کہا میں اسکو یا میں تو اسکو طلاق دیچکا تین طلاقیں ہوگئیں زید گنہگار ہوا اور عورت بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی قال اللہ تعالٰی فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ اور غصہ کا عذر بیکار ہے طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴: مسئلہ از پالی مارواڑ متصل دروازہ جھالر باڑہ مسئولہ نبی بخش صاحب ۔ ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی رمضانی ولد گیگا نداف نے اپنی عورت جنا بنت محمد بخش قوم نداف ساکنہ پالی کو ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو حسب ذیل تین طلاقیں دیں اور نکال دیا پانچ روز بعد مولوی سید احمد علی صاحب کے پاس جاکر .... اپنا حال کہا انہوں نے جواب دیا میں شام کو فریقین کے بیان سنوں گا بعد عشاء آئے اور فریقین اور گواہوں کے بیان لیکر طلاق کا زبانی دیکر چلے گئے وہ بیانات درج ذیل ہیں بیان گواہ اول مسمی رحمان علی شاہ درویش۔ اس طلاق سے میں واقف ہوں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی اور یہ لڑکی اپنے باپ کے مکان کے چبوترے پر بیٹھی تھی تب میں نے اُس سے کہا آ بیٹی میں تجھ کو تیرے مکان پر لے چلوں تب وہ میرے ساتھ ہولی اُسوقت رمضانی نے ایک پتھر پھینکا اور کہا کہ شاہ صاحب اس کو کہاں لے جاتے ہو میں اسکو طلاق دے چکا ہوں اس کو جانے دو وہ اُسوقت اور بھی

ایک شخص میرے ساتھ تھا تب میں نے اس لڑکی کو باپ کے گھر جانے کو کہہ دیا اور میں اپنی جگہ جا بیٹھا تب رمضانی مذکور سے کہا گیا کہ بیان سچ ہے یا نہیں کہا ہاں سچ ہے۔ بیان گواہ ثانی مسمی نبی بخش ولد حسن جی بذات۔ میں ایمان سے بیان کرتا ہوں کہ یہ (رمضانی) واہی تباہی بکتا تھا میں نے کہا کہ اگر اسکو رکھنا منظور نہ ہو تو اس کو چھوڑ دے یعنی طلاق دیدے تب اُسنے کہا کہ میں اسکو کل طلاق دیچکا ہوں اور باقی رہا مہر چار روپیہ تو اسکے باپ میں مانگتا ہوں باقی اپنے برتن وغیرہ بیچ کر دیدوں گا رمضانی سے کہا گیا یہ سچ بیان کرتا ہے اسنے کہا ہاں۔ پھر ایک قرآن مجید منگوا کر اس سے کہا گیا اگر تو نے طلاق نہیں دی ہے تو قرآن شریف ہاتھ میں لیکر قسم کھالے جواب دیا میں قسم نہیں کھاتا اس عورت کو قرآن دیدو اگر قسم کھالیگی سچی ہوگی شاید وہ بھی طلاق چاہتی ہو اور چھٹکارے کے واسطے قسم کھالے تو پھر کوئی علاج ہوگا اُسنے پھر یہی جواب دیا اگر یہ قسم کھالے گی تو سچی ہو تب اس لڑکی سے کہا گیا تجھ کو اگر اُسنے طلاق دیدی ہو تو قرآن شریف ہاتھ میں لیکر قسم کھالے اُسنے دونوں ہاتھ قسم کے لیے قرآن شریف کے لیے لینے کو بڑھائے لیکن اس خیال سے کہ شاید حیض سے قرآن اُس کے ہاتھ میں دیا اور کہا تو خدا کی قسم کھا کر بیان کر کہ کس طرح طلاق دی ہو تب اُسنے قسمیہ بیان کیا کہ ہمارے بار بار لڑائی رہتی ہے اس رات کو بھی ہوئی اور اسنے کہا کہ میں تجھ کو صبح ٹھیک کرونگا جب صبح میں اُٹھی تو اس نے کہا کہ آٹا ہے یا نہیں تو میں نے کہا کہ آٹا تھوڑا ہے۔ زیادہ تو نہیں تب اسنے کہا تم نے کیوں نہیں پیسا اب میں نے کہا کہ اب پیسنے لاتی ہوں تب اُسنے کہا کہ اب کوئی ضرورت نہیں تو روٹی پکا تب اُسکے کہنے سے روٹی پکانے لگ گئی تو اُس نے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے تو چلی جا تب میں اُٹھکر اپنے باپ کے گھر چلی آئی تو تھوڑی دیر بعد چچا نے مجھ کو بلوا کر لے گئے تو ہم دونوں کو سمجھا کر بٹھا آئے تب میں نے روٹی پکائی اور ہم دونوں نے کھائی تو کیوں آئی تجھ کو طلاق ہے تو چلی جا تو پھر میں وہاں سے چلی آئی باقی شاہ صاحب، گواہ اول اور پتھر وغیرہ کا قصہ بیان کیا تب مسمی رمضانی سے دریافت کیا گیا یہ عورت سچ کہتی ہے اُس نے کہا ہاں سچ ہے فقط لہذا عرض یہ ہے کہ ان بیانوں پر طلاق ہوگئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: گواہوں کے بیان ناقص ہیں اور انمیں تین طلاقوں کا کہیں ذکر نہیں اور عورت کا قسم کھانا محض نامعتبر ہے کہ وہ مدعیہ ہے مدعی کا حلف نہیں سُنا جاتا اُس سے گواہ مانگے جاتے ہیں گواہ نہ دے سکے تو مدعا علیہ پر حلف رکھا جاتا ہے۔ رمضانی نے جو گواہوں کے بیان کی تصدیق کی اُس سے صرف طلاق ثابت ہوگی تین طلاقوں کا ثبوت نہیں کہ اس کا ذکر بیان شاہدان میں خود نہ تھا ہاں اگر ثابت ہو کہ عورت کا بیان مذکور سُنکر رمضانی نے اُس کی تصدیق کی تو بیشک تین طلاقیں ثابت ہوگئیں تصدیق بیان عورت کا اگر رمضانی کو اقرار ہے تو بہتر ورنہ اس تصدیق پر دو گواہ لینے ہونگے جو گواہی دیتا ہوں کہہ کر پوری صحیح شرعی شہادت ادا کریں اگر شہادت سے یہ تصدیق نہ ثابت ہو تو تین طلاقوں کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر اُن میں کسی گواہ کے بیان رمضانی کا تصدیق کرنا اُس سے اقرار یا دو شاہدین عادلین کے اظہار سے ثابت ہو تو ایک طلاق ہوئی اگر رجعت نہ کی اور عدت گزر گئی تو عورت نکاح سے نکل گئی اور عدت کے اندر رجعت کرلی تھی تو عورت بدستور اُسکی زوجہ مانی جائیگی اور اگر کسی گواہ کی بھی تصدیق ثابت نہ ہو تو ایک طلاق کا بھی حکم نہ ہوا لیکن عورت اگر جانتی ہو کہ اُسنے مجھے تین طلاقیں دی ہیں تو اُسپر فرض ہوگا کہ جس طرح جانے اُس سے بھاگے یا علانیہ طلاق حاصل کرے اگرچہ اپنے مہر کے بدلے اور مال دے کر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۵: از مقام دریا سرائے پرگنہ سنبھل ضلع مرادآباد مرسلہ حاجی امیر حسین صاحب ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی طلاق کی نیت دلمیں تو کی لیکن زبان سے کوئی طلاق کا لفظ نہیں

نکالا اور دو برس تک اُس نے اس سے مجامعت بھی نہیں کی لیکن ہر طرح کا ملا ملا اور خورد و نوش و ہر کل انتظامات خانہ داری کا برتاؤ برابر اُسکے ساتھ رکھا آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور بی بی کا وہی نکاح سابق قائم رہا یا پھر اُسکی تجدید کی جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نکاح سابق ہے اس جہ سے تجدید کی کوئی حاجت نہیں نری نیت سے طلاق نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ دل میں سو بار نیت کرے جب تک زبان سے لفظ نہ کہے گا طلاق نہ ہوگی بلکہ زبان کی خالی حرکت بھی کافی نہیں جب تک اتنی آواز نہ ہو کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو اپنے کان تک پہنچے زبان کو جنبش ہوئی اور آواز اتنی بھی نہ نکلی کہ اپنے کان تک پہنچ سکتی جب بھی صحیح مذہب میں طلاق نہ ہوگی تنویر الابصار و ردالمحتار میں ہے ادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ویجری ذلک فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ وعتاق وطلاق وغیرہا فلو طلق ولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح ہاں اگر آواز اتنی تھی کہ اپنے کان تک پہنچ سکتی اگرچہ کسی مانع مثلاً غل شور یا گھنٹی میں بہرے پن وغیرہا کے سبب نہ پہنچی طلاق ہو جائیگی ادنی الحد خروج صوت یصل الی اذنہ ولو حکما کما لو کان ھناک مانع من صمم او جلبۃ اصوات ونحو ذلک واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶: از راہ تحصیل گوجرخاں ڈاکخانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ تاج محمود صاحب۔ ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ایک لڑکے نے اپنے باپ سے بولا کہ تم میری زوجہ کو طلاق دے دو اُس نے طلاق دیدی ہے یہ طلاق واقع ہوسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب: نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ دوسرے کو وکیل کرسکتا ہے نہ باپ بذریعہ ولایت اُس کی طرف سے طلاق دے سکتا ہے فانہ ضرر والولایۃ للنظر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷: ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت چار ماہ کا حمل رکھتی ہے اور شوہر طلاق دے تو طلاق جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: جائز و حلال ہے اگرچہ ایام حمل میں بلکہ آج ہی بلکہ ابھی ابھی اس سے جماع بھی کرچکا ہو فی الدر المختار حل طلاقھن ای الآئسۃ والصغیرۃ والحامل عقب وطی لان الکراھۃ فیمن تحیض لتوھم الحبل وھو مفقود ھھنا مگر ایک طلاق رجعی دے اگر دو تین دے گا گنہگار ہوگا فی الدر المختار البدعی ثلث متفرقۃ او ثنتان بمرۃ او مرتین الخ یوہیں طلاق بائن ایک ہی دے جب بھی ظاہر الروایۃ میں گناہ ہے فی ردالمختار الواحدۃ البائنۃ بدعیۃ فی ظاہر الروایۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸: از پریوا ڈاکخانہ امریا ضلع پیلی بھیت مسئولہ جناب محمد بخش صاحب و ذوالفقار خاں صاحب۔ ۱۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ایک شخص نے حالت غصہ میں بسبب ملامت برادران زوجہ اپنے کے اپنی بیوی کو طلاق دی اور زمانہ طلاق میں عورت کو ۵ ماہ کا حمل تھا بعد طلاق اور پورا ہونے مدت حمل کے عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور تین چار روز زندہ رہکر مرگیا یہ طلاق جائز ہے یا ناجائز اور ایسی صورت میں جو حکم مسئلہ ہو اطلاع دیجائے اس عورت کا دوسری جگہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: عورت کو حمل ہونا مانع وقوع طلاق نہیں۔ اگر طلاق بائن تھی تو مطلقاً اور اگر رجعی تھی اور بچہ پیدا ہونے تک

نہ زبانی رجعت کی نہ زوجہ کو ہاتھ لگایا تو بعد ولادت عورت نکاح سے نکل گئی اب اُسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر طلاق رجعی تھی اور قبل ولادت قول یا فعل کے ذریعہ سے شوہر نے رجعت کرلی تو عورت بدستور اُس کے نکاح میں ہے دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹:- از موضع بلہری ڈاکخانہ صفدر گنج ضلع بارہ بنکی مرسلہ مہدی حسن صاحب۔ ۷ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص درمیان فساد باہمی کے بحالت غیظ وغضب اپنی بی بی سے تین بار یوں کہے کہ میں نے تجھے طلاق دیا میں نے تجھے طلاق دیا اور بروقت دینے کے یہ بھی اپنے دل میں ارادہ کرلیا ہو کہ میں ٹھیک ٹھیک اور صحیح عقل سے کہتا ہوں باوجودیکہ درمیان جھگڑے باہمی کے غصہ میں یہ سب باتیں وقوع میں آئیں ہوں تو اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور اگر طلاق ہوگئی تو پھر چند ساعت کے بعد غصہ فرو ہوگیا اور میاں اپنے ان افعال قبیحہ پر منفعل ہوکر بی بی کو رجعت کرنا چاہے اور بی بی بھی رجعت پر آمادہ ہو تو کس صورت سے بی بی میاں میاں پر حلال ہے فقط بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی یعنی اسکی عدت گزرے پھر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس سے ہمبستری ہو پھر وہ اُسے طلاق دے یا مرجائے اور عدت گزر جائے اس کے بعد اس شخص کو عورت سے نکاح جائز ہوگا قال اللہ تعالیٰ فان طلقھا فلاتحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاحتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتك واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۰:- از شاہجہانپور محلہ بارزئی مسئولہ حفیظ اللہ صاحب۔ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ درباب طلاق فتوی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کا کہ مجموعۃ الفتاوی جلد دوم ص۵۳ میں واقعہ ہے اور پیش خدمت نقل اس کی اخیر تحریر میں موجود ہے کیا عندالضرورت ہم لوگ اس پر عمل کرسکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا

نقل فتوی مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی قدس سرہ الولی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا کہ میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہونگے یا نہیں اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی میں مثلاً واقع نہ ہوں تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جائے گی یا نہیں۔

ھو المصوب الجواب:- اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست ہوگا مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا نظیر اس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود وعدت ممتدۃ الطہر موجود ہے کہ حنفیہ عندالضرورت قوم امام مالک پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں چنانچہ ردالمحتار میں مفصلاً مذکور ہے لیکن اولی یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفتاء کرکے اس پر عمل کرے واللہ اعلم حررہ عبدالحی عفی عنہ۔

الجواب: یہ فتوی نہیں گمراہ گری ہے اس پر عمل حرام قطعی ہے ان کے مجموعہ فتاوی میں ایں آں وزید وعمر کے فتوی بھی بھرے ہیں یہاں تک کہ غیر مقلدوں کے بھی یہ فتوی بھی کسی غیر مقلد کا ہوگا اور وہ بھی نرے جاہل اجہل کا جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک جلسہ میں تین طلاقیں ہوجانے پر جمہور صحابہ و تابعین وائمہ اربعہ رضی اللہ تعالی عنہم کا اجماع ہے ہرگز امام شافعی یا کوئی امام اسکے خلاف کے قائل نہیں اور اگر وہ یہ جانتا ہے پھر امام شافعی کو مخالف مانتا ہے تو سخت کذاب مکار ہے اور عوام کو دھوکے دینے والا امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم شریف میں فرماتے ہیں قال الشافعی ومالك وابوحنیفة واحمد وجماهیر العلماء من السلف والخلف هم الثلث یعنی امام شافعی وامام مالک وامام ابوحنیفہ وامام احمد وجمہور علمائے سلف وخلف کا یہی مذہب ہے کہ صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں معہذا اسے ضرورت ماننا صراحۃً مذہب کا ڈھانا ہے کون نہیں کہہ سکتا کہ عورت کا علیحدہ ہونا مجھ پر دشوار ہے کون نہیں کہہ سکتا کہ احتمال مفاسد ہے، احتمال کو ضرورت جاننا عجب جہالت ہے نہ کہ فقط نفس پر شاق ہونے کو تمام تکلیفات شرعیہ کا ہدم کرے گا وہ سب نفس پر شاق ہونا ضرورت ٹھہرا والضرورات تبیح المحظورات ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ مسئلہ مفقود وامتداد طہر پر اس کا قیاس کیا صریح وسواس ہے پھر رفع اختلاف کو قضائے قاضی چاہیے یہاں فتوائے شافعی کی بھی ضرورت نہیں صرف اولی ہے غرض وہ تحریر سراسر بطالت وجہالت کا خمیرہ ہے کسی طرح یقین نہیں کہ مولوی لکھنوی صاحب کی ہو اگرچہ غلطی کاتب سے انکا نام لکھ گیا ہو اور اگر واقعی انکی ہے تو اتباع حق کا ہے نہ غیر واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۳۱: از زرانہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

شمس العلماء، رئیس الفضلائے خانخاناں جناب احمد رضا خاں صاحب دام لطفہ۔ السلام علیکم اگر غضب کثرت سے ہو کہ ایسا غصہ ہو کہ کامل عقل نہ ہو اس حالت میں اگر طلاق صریح وغیرہ دیوے تو واقع ہوگی یا نہ۔

الجواب: غضب اگر واقعی اس درجہ شدت پر ہو کہ حد جنون تک پہنچا دے تو طلاق نہ ہوگی اور یہ کہ غضب اس شدت پر تھا یا تو گواہان عادل سے ثابت ہو یا وہ اس کا دعوی کرے اور اس کی یہ عادت معہود ومعروف ہو تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیں گے ورنہ مجرد دعوی معتبر نہیں یوں تو ہر شخص اس کا ادعا کرے اور غصہ کی طلاق واقع ہی نہ ہو حالانکہ غالباً طلاق نہیں ہوتی مگر بحالت غضب ردالمحتار میں خیریہ سے ہے الدهش من اقسام الجنون فلا یقع واذا کان یعتادہ بان عرف منه الدهش مرۃ یصدق بلا برهان اھ وتمام تحقیقه فی فتاوینا۔

مسئلہ ۳۲: از شہر پوربندر مقام کھاری مسجد مرسلہ مولوی محمد اسمعیل خاں صاحب ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت زینب سے حالت غصہ میں کہا زینب طلاق طلاق طلاق طلاق یعنی بے شمار طلاق جس کا اندازہ معلوم نہیں اور زید کہتا ہے کہ مجھ کو حالت غصہ میں خبر نہیں کہ میں نے کتنے دفع طلاق دیا ہے بحضور الشاہدین اور زینب کے خویش واقارب کہتے ہیں کہ زید نے تین طلاقیں شرعاً دی ہیں اور اب زید اپنی عورت زینب سے رجعت کرنا چاہتا ہے اور عورت کے وارث انکار کرتے ہیں [illegible]

حق آپ کی جانب ہے جیسا کہ حکم شریعت ہو اگر آپ جواب نہ دوگے تو غریب کا حق مارا جائے گا اور دوسرا کوئی ہندوستان میں آپ جیسا عالم نہیں آپ کا فتوٰی اطراف میں جاری ہے بینوا توجروا۔

الجواب: جبکہ زید ان الفاظ سے طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے گنتی میں سہو بتاتا ہے اگر ثابت ہو کہ یہ لفظ تین بار کہے تین طلاقیں ہو گئیں رجعت ناممکن ہے بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا قال اللہ تعالٰی فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳: از کلکتہ دھرم تلہ اسٹریٹ ۱۶۲ مرسلہ عزیز الرحمٰن صاحب پیش امام مسجد۔ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کئی آدمی مل کر ایک شخص سے کہا کہ تو اپنی اہلیہ کو طلاق دیدے پس اسکی زبان سے بلا نیت طلاق کے نکل پڑا کہ "ہاں ہاں ہاں" تو اس صورت میں اس کی اہلیہ پر طلاق ہوگا یا نہیں جواب کتب دینیہ سے ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جبکہ ان اشخاص نے اس سے طلاق زن کی درخواست کی اور اس کے جواب میں اس نے ہاں ہاں کہا طلاق اصلاً نہ ہوئی اگرچہ بہ نیت طلاق ہی کہا کہ لفظ (ہاں) جب امر کے جواب میں واقع ہو تو اس کا حاصل وعدہ ہوتا ہے یعنی ہاں طلاق دیدوں گا اور اس سے طلاق نہیں ہوسکتی اگرچہ نیت کرے کہ طلاق کے لیے نیت بے لفظ کافی نہیں ہاں اگر وہ یوں کہتے کہ تو نے اپنی اہلیہ کو طلاق دیدی تو یہ اخبار یا بتقدیر لفظ کیا استخبار ہوتا اس کے جواب میں اگر وہ ہاں کہتا ضرور وقوع طلاق کا حکم دیا جاتا کہ اب وہ تصدیق و اقرار ہے اس صورت کی تصریح کی ضرورت یہ بھی تھی کہ بعض اطراف ہند کے بلاد میں فاعل فعل متعدی کے ساتھ بھی لفظ (نے) نہیں کہتے مثلاً تو کہا یا آپ فرمائے بولتے ہیں اگر ان لوگوں کا یہی محاورہ معلومہ معروفہ ہے اور دیدی بیائے معروفہ کہا تھا اور زید نے یہی معنی سمجھ کر ہاں کہا تو حکماً طلاق واقع مانی جائیگی، اگرچہ عنداللہ طلاق نہ ہوئی جبکہ واقع میں نہ دی تھی اور جھوٹ اقرار کر دیا۔ تاج العروس میں ہے فی التھذیب قد یکون نعم تصدیقا ویکون عدۃ وحاصل ما فی المغنی وشرحہ انہ یکون حرف تصدیق بعد الخبر ووعداً بعد افعل ولاتفعل الخ۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے سئل نجم الدین عن رجل قال لامرأتہ اذھبی الی بیت امك فقالت طلاق دہ تا بروم فقال تو بروومن طلاق دادم فرستم قال لا تطلق لانہ وعد کذا فی الخلاصۃ۔ ردالمحتار میں ہے فی البحر عن البزازیۃ والقنیۃ لوارادالخبر عن الماضی کذبا لایقع دیانۃ وان اشھد قبل ذلك لایقع قضاء ایضا اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳۴: از کلکتہ امر تلہ لائن ۲۶ مسئولہ رحمت اللہ آدم غنی۔ ۲۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ثابت رہا یا طلاق ہوا ہماری بی بی سے اور ہماری والدہ سے جھگڑا ہوا اس رنجش سے ہماری والدہ دوسرے مکان پر چلی گئی ایک ہفتہ بعد جمعرات کو سب لوگ گئے بی بی سے دریافت کیا کہ ہماری والدہ رنج ہوکر چلی گئی تم ان کو راضی کرکے لاؤ بی بی نے انکار کیا میں نے بہت سمجھایا مگر وہ راضی نہ ہوئی میں نے کہا جب تک میری والدہ کو راضی نہیں کردگی ہم بھی تمھارے شریک رنج وملال کے نہیں ہونگے اس پر بی بی نے جواب دیا ہم تم کو اور تمھاری ماں کو نہیں چاہتے ہیں تم چلے جاؤ میں مکان آنے لگا بی بی نے کہا ایسے ہی کیوں جاتے ہو صفائی کرکے چلے جاؤ ہم نے جواب دیا کس کو صفائی کے لیے بلاویں اپنے دل میں ارادہ کیا کہ

روزانہ کے جھگڑے سے بہتر ہے کہ اسکو طلاق دینا ہی بہتر ہے چلے آئے بستی والوں نے پوچھا کسی کے نزدیک اسکو طلاق دیا ہمنے جواب دیا کہ اپنے دل سے طلاق اسکو دیدیا جسکو آٹھ نو مہینے کا زمانہ گزرتا ہے اُس تاریخ سے آجتک ہم سے اُس سے ملاقات نہیں ہے بعد پانچ چھ ماہ کے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم اپنی بی بی سے کیوں نہیں ملتے جواب دیا کہ ہم اُسکو طلاق دیدیا بجواب اسکے تم نے کس کے نزدیک طلاق دیا ہم نے اُس کو کسی کے سامنے طلاق نہیں دیا اپنے دل سے اُس کو ترک کر دیا بجواب اسکے ان نے کہا کہ گھر بیٹھے طلاق طلاق طلاق نہیں ہوتا ہے کسی کے سامنے طلاق دینا چاہئے اس پر اسنے کہا کہ ایسے طلاق نہیں ہوتا ہے نہ ہوا اس پر ہم نے کہا ایک طلاق دو طلاق تین طلاق کہہ کر کہا کہ اب ہوا یا نہیں ان نے کہا اب ہو گیا۔

الجواب:۔ دل میں طلاق دینے سے نہیں ہوتی جب تک زبان سے نہ کہے بل بصوت یسمع نفسہ لولا مانع کماھو الصحیح المعتمد فی کل ماھو قول کما فی الدر وغیرہ پہلے شخص کے جواب میں اگر یوں کہتا کہ اپنے دلمیں طلاق دیدی تو اس سے بھی طلاق نہ ہوتی لانہ اقرار بالباطل مگر اُسنے کہا کہ اپنے دل سے اس کو طلاق دیدی یا ایک طلاق رجعی ہوئی عبارت سوال سے ظاہر یہ ہے کہ اس گفتگو کے پانچ چھ مہینہ بعد دوسرے شخص سے گفتگو ہوئی اگر ایسا ہے اور اس پانچ چھ مہینے میں گفتگوئے شخص اول کے بعد سے ابتک عورت کو تین حیض شروع ہو کر ختم ہو چکے تو یہ تین طلاقیں نہ ہوئیں لفوات المحل بالبینونۃ عورت اُسی پہلی طلاق پر نکاح سے نکل گئی اب بلا حلالہ اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے اور اگر اس پانچ چھ مہینے میں عورت کو تین حیض آکر ختم نہ ہوے تو اب تین طلاقیں ہو گئیں بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵:۔ طلاق کتنے مرتبہ دینے سے عورت نکاح سے باہر ہو سکتی ہے۔

الجواب:۔ تین مرتبہ طلاق ہو جائے تو عورت ایسی نکاح سے باہر ہوتی ہے کہ بے حلالہ پھر اُس سے نکاح نہیں کر سکتا اور تین مرتبہ سے کم کے لئے کچھ الفاظ مقرر ہیں کہ اُن سے نکاح جاتا ہے مگر بے حلالہ نکاح پھر کر سکتا ہے اور ابھی عورت سے خلوت کی نوبت نہ پہونچی ہو تو کسی لفظ سے ایک ہی طلاق دینے سے عورت نکاح سے باہر ہو جاتی ہے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۶:۔ از اندور چھاؤنی رزیڈنسی گورنمنٹ پریس سنٹرل انڈیا مسئولہ عبدالکریم پسر سکندر خاں۔ پہلوان

۱۶ رجمادی الآخرہ سنہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص جس نے کہ اپنی زوجہ کو واقعی طلاق نہیں دی تھی کسی مقدمہ میں برسر اجلاس فریق ثانی کے سوال کے تردید میں جس نے کہ اُس کی زوجہ کا بوجہ نوع بنوع تکالیف کے اُس کے یہاں سے فرار ہونا ظاہر کیا تھا یہ جواب دیا کہ اُس کی زوجہ فرار نہیں ہوئی بلکہ میں نے اسکو طلاق دیدی تھی لیکن بعد میں تحقیقات سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور الصدر نے محض اپنی آبروریزی کے خیال سے نیز اپنی بات کو بالا رکھنے کی وجہ سے طلاق کا اظہار کچہری کے روبرو کیا تھا آیا ایسی صورت میں جیسا کہ اُسنے کچہری کے روبرو ظاہر کیا طلاق ہونا جائز ہے یا کیا (۲) شخص مذکور الصدر ہی نے ایک دعویٰ بازیابی زوجہ اپنی زوجہ کے خلاف کچہری مجاز میں دائر کیا کچہری نے بعد انفصال مقدمہ ایک نوٹس میعادی آٹھ یوم بایں مضمون بنام مدعیہ جاری کیا کہ میعاد مقررہ کے اندر مدعی اپنا

زوجہ کو اپنے مکان پر لے جائے ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکور سمجھا جائے گا کہ مدعی مذکور کی جانب سے طلاق ثلاثہ ہوگئی چنانچہ نوٹس مجریہ بعد اطلاع یابی مدعی مذکور بابت کسی اطلاع کے کہ مدعی اپنی زوجہ کو اتنے روز میں لے جائے گا موصول کچہری مجاز ہوگا بعد اختتام میعاد مذکور وکیل مدعا علیہا نے از روئے قانون مروجہ ہدایت کی کہ مدعا علیہا اب اپنا عقد ثانی کرسکتی ہے اس صورت میں اگر خلاف مدعا علیہا کسی قسم کا دعوٰی مدعی کی طرف سے ہوگا تو اس کا ذمہ دار میں ہوں لہٰذا عرض ہے کہ اس صورت میں بھی کہ جو یہاں کی گئی تحریر فرمائیں کہ از روئے شرع شریف طلاق ہوگئی یا نہیں۔

الجواب: پہلی صورت میں ایک طلاق ہوجانے کا حکم دیا جائیگا اگرچہ عنداللہ طلاق نہ ہو جبکہ جھوٹ کہا ہو کما فی الفتاوی الخیریہ فیمن اقر بالطلاق کاذبا صورت دوم میں ہرگز طلاق نہ ہوئی نوٹس میں دوسرے کا یہ لکھ دینا اور شوہر کا جواب دینا محض مہمل ہے ہرگز اس سے عورت کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہیں ہوسکتا حدیث میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۷: از شہر رجمنٹ اکاکور ۶۱ چھاؤنی مسئولہ محمد حسین صاحب سہارنپوری ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمرو کو عشق ہوگیا تھا اور ہر وقت خیال شوق رہتا تھا اور فکر متردد دل رہتا تھا اور خلش بہت تھی عمرو نے گھبراہٹ میں طلاق دیدی اس کلمہ کو دن میں بار بار جنون کی حالت میں بیان کرتا تھا۔

الجواب: فقط گھبراہٹ یا دماغ پر گرمی کا نام جنون نہیں اگر واقعی مجنون نہ تھا تو طلاق ہوگئی اگر تین بار کہی تو تین بار وہ الفاظ جو اُسنے بار بار کہے سائل نے بیان نہ کیے کہ اُن کا مفصل حکم دیا جاتا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میں لڑائی ہوئی زید نے حالت غیظ و غضب میں ہندہ کو طلاقنامہ لکھدیا اور اپنے مکان سے نکال دیا اسے مدت گزری یہاں تک کہ عدت گزر گئی اب زید کہتا ہے کہ مجھے طلاق منظور نہ تھی میں نے شدت غضب میں وہ طلاقنامہ لکھا تھا اور زبان سے کوئی لفظ طلاق نہ کہا تھا پس اس صورت میں زید کا یہ عذر قابل سماعت ہے یا نہیں ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں اور اگر ہوئی تو اب زید اُس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں اور ہندہ کا مہر زید پر واجب الادا ہوگیا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: غصہ مانع وقوع طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے تو اُسے مانع قرار دینا گویا حکم طلاق کا راساً ابطال ہے ہاں اگر شدت غیظ و جوش غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اُس سے عقل زائل ہوجائے خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے تو بیشک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہوگی پس صورت مستفسرہ میں اگر زید اس حالت تک نہ پہنچا تھا تو صرف غصہ ہونا اُسے مفید نہیں اور طلاق جس طرح قول سے واقع ہوتی ہے یونہی تحریر سے پس وہ طلاق واقع ہوگئی اور بسبب مرور عدت کے اب رجوع بھی نہیں کرسکتا ہاں اگر تین طلاقیں نہ تھیں تو نکاح جدید بے حلالہ کرسکتا ہے ورنہ حلالہ کی ضرورت ہے کما ھو الحکم المعروف اور مہر ہندہ اس صورت میں بیشک زید پر واجب الادا ہے اور اگر وہ دعوٰی کرے کہ اُس تحریر کے وقت میرا غصہ ایسی ہی حالت کو پہنچا ہوا تھا کہ میری عقل بالکل زائل ہوگئی تھی اور مجھے نہ معلوم تھا کہ میں کیا کہتا ہوں کیا میرے منہ سے نکلتا ہے تو اطمینان ہندہ کے لئے اس کا ثبوت گواہان عادل سے

دے سکے مگرچہ عنداللہ وہ اپنے بیان میں سچا ہو اور اُسے عورت کے پاس جانا دیا نتاً روا ہو مگر عورت کو بے ثبوت بقائے نکاح اوسکے پاس رہنا ہرگز حلال نہیں ہوسکتا تو ضرور ہوا کہ زید اپنے دعوٰی پر گواہ دے یا اگر معلوم و معروف ہے کہ اس سے پہلے بھی کبھی اوسکی ایسی حالت ہوگئی تھی تو گواہوں کی کچھ حاجت نہیں مجرد قسم کھا کر بیان کرے ورنہ مقبول نہیں (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۹۳ ۔ از رامپور محلہ پھول واڑہ مرسلہ محمد علی صاحب ۔ مورخہ ۷ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ طلاق کے کہ زید کی بیوی جب اپنے میکہ گئی تو علیل ہوگئی اور حاملہ بھی ہے جب کچھ فرصت ہوئی تو سسرال میں آئی شام کے ۷ بجے ماہ رمضان میں ایک دورہ گرمی یا کسی دوسری بیماری کے سبب سے لاحق ہوا اور اسوقت کی حالت خطرناک تھی زید اپنے مکان پر موجود نہ تھا کچھ عرصہ کے بعد جب زید مکان پر آیا اور اپنی زوجہ کو ایسی حالت میں دیکھا فوراً واپس گیا تاکہ حکیم صاحب کو لائے جب حکیم صاحب کے یہاں وہ جارہا تھا تو اس نے اپنی سسرال میں بھی اس واقعہ کی خبر کردی جسپر زید کے خسر اور ساس آگئے حکیم صاحب نے اپنی تشخیص سے یہ ثابت کیا کہ کسی چوٹ کی وجہ سے یہ دورہ پڑا ہے اس پر زید کے سالے نے یہ خیال کرکے کہ زید نے اسکی ہمشیرہ کو مارا ہے سخت و سست کہنا شروع کیا جسپر زید بھی وہی کہنے کے لیے تیار ہوگیا۔ نوبت بایں جارسید کہ ہاتا پائی شروع ہوگئی زید کی والدہ نے زید کے پھوپھا اور پھوپھا زاد بھائی کو آواز دی اور وہ زید کی زوجہ سے بھی یہی رشتہ رکھتے ہیں وہ فوراً آگئے اور زید کو پکڑ کر لے گئے اسوقت زید کی حالت ایک دیوانے کتے کی تھی اسکو کسی بات کا ہوش نہ تھا اسی برات میں اوس نے یہ کہا کہ جس عورت کی وجہ سے یہ بے عزتی مجھکو اُٹھانا پڑی میں نے اوسکو تین طلاق پر چھوڑا لیکن یہ کلمہ ایک مرتبہ اسکے منھ سے نکلا زید کے خسر اپنی بیٹی کو اوسی وقت لے گئے جسکو ابتک دو ماہ اور کچھ دن گذرے اسپر کیا حکم ہے اور زید نے اپنی بیوی بلانے کے لیے کہا ہے۔

الجواب:۔ تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ نکاح نہیں ہوسکتا مگر جبکہ گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو کہ واقعی وہ اوسوقت حالت جنون میں تھا یا یہ معلوم و مشہور ہو کہ اوسے جب غصہ آتا ہے عقل سے باہر ہوجاتا ہے اور حرکات مجنونانہ اوس سے صادر ہوتی ہیں اس حالت میں اگر وہ قسم کھا کر کہہ دیگا کہ اوسوقت میرا یہی حال تھا اور میں عقل سے بالکل خالی تھا تو قبول کرلینگے اور حکم طلاق نہ دینگے اگر جھوٹا حلف کرے گا وبال اوسپر ہے والمسئلۃ فی الخیریۃ وردالمحتار وغیرھما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴ ۔ ۲۸ ربیع الثانی شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی کے جبر و ظلم سے محض ناچار و مجبور ہوکر اپنی عورت کو طلاق دیدیا اور طلاقنامہ لکھدیا تو اس صورت میں طلاق پڑیگی یا نہیں بینوا توجروا

الجواب۔ طلاق بخوشی دی جائے خواہ بجبر واقع ہوجائیگی نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائیگا مگر یہ زبان سے الفاظ طلاق کہنے میں ہے اگر کسی کے جبر واکراہ سے عورت کو خط میں طلاق لکھی یا طلاقنامہ لکھدیا اور زبان سے الفاظ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑیگی۔ تنویرالابصار میں ہے

ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو مکرھا او مخطئا وفی ردالمحتار عن البحر ان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لاتطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولاحاجۃ ھنا مگر یہ سب اُس صورت میں جبکہ اکراہ اکراہِ شرعی ہو کہ اُس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو اور وہ ایذا پر قادر ہو صرف اسقدر کہ اُسے اپنے سخت اصرار سے مجبور کردیا اور اُسکے لحاظ پاس سے اُسے لکھنے ہی اکراہ کے لیے کافی نہیں یوں لکھیگا تو طلاق ہوجائیگی کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۱۔ از ڈاکخانہ رامو چکما کول ضلع چٹا کانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید مفیض الرحمٰن ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

کسی نے کوئی شخص کو جبراً نشہ پلایا وہ حالت بیہوشی میں اگر عورت کو طلاق دیدے تو کیا طلاق واقع ہوگئی۔

الجواب۔ لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر کہتے ہیں یہ جبر نہیں اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اُس نشہ میں طلاق دی بلاشبہ بالاتفاق ہوگئی۔ ہاں اگر جبر و اکراہ شرعی ہو مثلاً قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے جسکے نفاذ پر یہ اُسے قادر جانتا ہو یا یوں کہ کسی نے ہاتھ پاؤں باندھ کر منھ چیر کر حلق میں شراب ڈالدی تو یہ صورت ضرور جبر کی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اس نشہ میں اگر طلاق دے نہ پڑیگی درمختار میں ہے اختلف التصحیح فیمن سکر مکرھا او مضطرا ردالمحتار میں ہے صحح فی التحفۃ وغیرہا عدم الوقوع وفی النھر عن تصحیح القدوری انہ التحقیق واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲۔ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی کے نزدیک اگر طلاق جبراً لوائی جائے تو اگر خوفِ جان سے مجبوراً اگر کوئی عورت اپنی کو طلاق دیدیوے تو طلاق واقع ہوجاویگی یا نہیں اور اگر لفظ نفی آہستہ سے اپنی دبی زبان سے کہلیوے کہ وہ نہ سمجھے اور نہ سُنے تو بھی واقع ہوجاویگی یا نہیں مثلاً یہ کہے میں نے اپنی عورت کو طلاق نہیں دی یا لفظ استثنا ان شاء اللہ آہستہ سے کہلیوے تو کیا حکم ہے یا اور کوئی حیلہ ہوسکتا ہے یا نہیں جس سے طلاق واقع نہو۔

الجواب۔ طلاق اگر زبان سے دے کیسے ہی جبر و اکراہ سے دی ہو ہوجائیگی اور استثناء یا الحاق نفی اگر ایسی آواز سے تھا کہ خود اپنے کان تک پہنچنے کے قابل بھی نہ تھی تو وہ عنداللہ بھی معتبر نہیں طلاق ہوگئی اور اگر اپنے کان تک آواز آئی اُس مکرہ نے نہ سُنی نہ اور حاضرین نے تو قضاءً طلاق مانی جائیگی عنداللہ نہ ہوگی۔ حیلہ یہ ہوسکتا ہے کہ اُسکے اکراہ پر کہے طلاق طلاق اور نیت یہ کرے کہ مہمل مطالبہ کررہے ہو لیکن مکرہ اگر ہوشیار ہے اور بے تصریح اضافت نہ مانے تو کوئی حیلہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۳۔ از حافظ شمس الدین شاہ آباد ضلع ہردوئی محلہ گنگیا نی ۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پندرہ سال سے دیوانہ ہوگیا ہے اور اُسکی عورت ہے اُسکو اپنی عورت سے کوئی غرض واسطہ نہیں ہے اُسکا پورا نہیں کرسکتا کھانا کپڑا وغیرہ کچھ نہیں دیسکتا ہے

عرصہ آٹھ دس ماہ کا ہوا اوس سے طلاق کے واسطے کہا گیا کہ اپنی عورت کو طلاق دیدے تب اوس نے دو مرد اور ایک عورت کے سامنے طلاق دیدی تین بار اپنی زبان سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی عورت کون ہے جسکے روبرو طلاق دی دیوانہ کی ماں ہے مرد وہ کون ہیں جنکے روبرو طلاق دی ایک دیوانہ کا بھائی ہے دوسرا بھانجا ہے یہ شخص ایسا دیوانہ نہیں ہے جو بالکل ہوش و حواس نہ رکھتا ہو۔ کھاتا پیتا ہے مکان میں رہتا ہے اوسکی کوئی جائداد ایسی نہیں ہے جو اپنا گذر کرسکے اسکی عورت دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ آیا طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی بینوا توجروا برائے مہربانی جواب سے جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب۔ مجنوں کی طلاق باطل ہے وہ لاکھ دفعہ طلاق دے ہرگز نہ ہوگی نہ عورت کو دوسرے سے نکاح جائز ہوگا نہ اوسکی طرف سے اوسکا ولی طلاق دے سکتا ہے لان الولایۃ للنظر لا للضرر کھانا پینا مکان میں رہنا منافی جنوں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۴ ۔ از شہر بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ زوجہ عبدالرحمٰن صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ محبوبن کا نکاح مسمی عبدالرحمٰن سے عرصہ نوسال کا ہوا جب ہوا تھا بعد نکاح ایک سال تک باقاعدہ رہا پھر اوسکے یہاں سے چلا گیا چونکہ مکان مسماۃ محبوبن کا تھا اسواسطے وہ اکیلی مکان میں رہی محلہ والے اوسکو سمجھا کر لائے غرضکہ اسیطرح کبھی وہ چلا جاتا اور کبھی آجاتا یونہی عرصہ نوسال کا ہوا بعد نوسال کے وہ لوگ جو نکاح کے گواہ تھے اون کے سامنے کہہ گیا تین بار کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی اور کہا نہ تو میری بی بی نہ میں تیرا شوہر اب اس صورت میں نکاح جائز رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ سچ اور جھوٹ کا حال اللہ جانتا ہے یہ حلال و حرام و قبر و حشر کا معاملہ ہے بناوٹ سے حلال حرام نہ ہوجائیگا نہ اللہ تعالٰی کے یہاں بناوٹ کام دیگی جو دلوں کی چھپی جانتا ہے اگر واقع میں عورت جانتی ہے کہ وہ تین بار اوس سے یہ لفظ کہہ گیا تو عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر شوہر واپس آئے اور طلاق سے منکر ہو اور گواہوں میں دو گواہ عادل قبول شرع نہ نکلیں تو طلاق ثابت نہ ہوگی شوہر کے حلف کے بعد عورت اُسے جبراً واپس دلائی جائیگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۵ ۔ از فتحپور ضلع شجاع آباد درگاہ میں مسئولہ پیرجی محمد حنیف صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) کتنی بار طلاق دینے سے عورت فاوند پر حرام ہوسکتی ہے (۲) جو شخص اپنی زوجہ کو دس بار طلاق دے اور اوسکے ثبوت میں تین بار خاص اپنے ہاتھ سے تحریر لکھ لکھ کر لوگوں پر ظاہر کرے تو کیا وہ عورت بغیر حلالہ اوسکے لیے بغیر نکاح حلال ہوسکتی ہے (۳) ایسی مطلقہ سے انھیں شرطوں پر بغیر حلالہ کیے ایسی طلاق دینے والا خاوند صحبت کرتا رہے اور اوسکو بدستور اپنے عملدرآمد میں لاتا رہے اوسکا کیا حکم ہے اوسکی اولاد کیسی ہے

اور اوسکی جائداد کی مستحق ہوگی یا نہیں اور ایسا شخص قابل خلافت وسجادگی وخرقہ درویشی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب (۱) جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں پھر وہ عورت اوسکے لیے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالٰی فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ واللہ تعالٰی اعلم (۲) جس نے دس طلاقیں دیں تین سے طلاق مغلظہ ہوگئی اور باقی سات شریعت سے اوسکا استہزا تھیں بلا نکاح تو مطلقہ بائن بھی حلال نہیں ہوسکتی ہے اور یہ تو نکاح سے حرام محض رہیگی جبتک حلالہ نہو کہ اس طلاق کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے سے نکاح کرے اور اوس سے ہمبستر بھی ہو پھر وہ طلاق دے یا مرجائے اور بہرحال اوسکی عدت گزر جائے اوسکے بعد اس پہلے سے نکاح ہوسکتا ہے ورنہ ہرگز نہیں واللہ تعالٰی اعلم (۳) وہ صحبت زنا ہوگی اور اسے اگر مسئلہ معلوم ہے تو یہ زانی اور شرعًا سزائے زنا کا مستحق اور اولاد ولد الزنا اور ترکۂ پدری سے محروم اور ایسا شخص قابل خلافت وسجادہ نشینی نہیں وقد قال فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار انہ زنا اذا علم بالحرمۃ اور اس میں برابر ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ ہوں یا متفرق درمختار میں ہے لاحد بشبہۃ الفعل ان ظن حلہ کوطء معتدۃ الثلاث ولو جملۃ ردالمحتار میں ہے ای ولو کان تطلیقۃ الثلاث بلفظ واحد فلا یسقط عنہ الحد الا ان ادعی ظن الحل وکذا لووقع الثلاث متفرقۃ بالطریق الاولی اذلم یخالف فیہ احد لان القراٰن ناطق بانتفاء المحل بعد الثلاثۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ اور نابالغہ کا نکاح بذریعہ اون کے ولی کے ہوسکتا ہے یا نہیں (۲) زید نے اپنی لڑکی نابالغہ عمر تقریبًا دس سال کا نکاح ایک لڑکے چوبیس سالہ کے ساتھ کردیا اپنی ولایت سے درست ہے یا نہیں (۳) اگر اوس لڑکی نے کچھ اشارہ وقت لینے اقرار کے کردیا ہو تو بھی نکاح درست ہے اب عمرو نے ان تینوں صورتوں میں اپنی کسی صورت کو حاصل کرکے اپنی بی بی کو طلاق دے اوسکے باپ کے کہنے سے اور لڑکی بھی اپنی نادانی سے طلاق پر رضامند تھی طلاق ہوگئی لفظ طلاق یوں کہا طلاق دی طلاق دی طلاق دی تین دفعہ کہنے سے طلاق ہوگئی اب بعد طلاق اوسکا نکاح پھر پڑھایا جاوے تو کس شرط کے بعد نکاح جائز ہوجائیگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب - نابالغ نابالغہ کا نکاح بذریعہ ولی کے ہوسکتا ہے۔ باپ نے اپنی نو دس برس کی لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے کے ساتھ کردیا درست ہے وقد تزوج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا وھی بنت ست سنین وبنی بہا وھی بنت تسع سنین ولی جائز کے ہوتے نابالغہ کے اشارہ کی کوئی حاجت نہیں اور بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارہ یا خود زبان سے صراحت ایجاب وقبول کرنا کافی نہیں شوہر عاقل بالغ اگر اپنی زوجہ نابالغہ کو طلاق دی ہو جائیگی زوجہ کا راضی یا ناراض ہونا کچھ معتبر نہیں۔ زوجہ سے اگر خلوت صحیح خواہ فاسد ہوچکی تھی تو صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں۔ عورت پر اگرچہ نابالغہ ہو عدت لازم ہے جسے حیض نہ آیا اوسکی

اوسکی عدت تین مہینے ہے قال اللہ تعالیٰ فعدتھن ثلثۃ اشھر واللائی لم یحضن اسکے بعد اوسکا نکاح ہو سکتا ہے
فی الدر المختار العدۃ فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر بان بلغت سن الایاس ثلثۃ
اشھر ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ مطلقا ردالمحتار میں ہے المطلقۃ قبل الدخول
لا یلحقھا طلاق اخر اذ لم تکن معتدۃ بخلاف ھٰذہ اور اگر ابھی خلوت کی نوبت نہ آئی تو ایک طلاق ہوئی اور
عورت پر عدت نہیں اوسیوقت جس سے چاہے نکاح ممکن ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پنڈی ضلع منڈلہ مرسلہ ولی محمد صاحب ۸ رجمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

محمد بخش اپنی عورت کو اس ترکیب سے ایک خطبہ میں طلاق دیا کہ طلاق طلاق طلاق اور مہر بھی جو کچھ تھا ادا کر دیا اور طلاق دیے
ہوئے عرصہ ایک سال کا ہوا اور اب پھر دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں مطابق دوسرے پارہ کے جیسا کہ چودھویں رکوع
میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے مگر ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا صورت بالا میں مطابق قرآن وحدیث کے جواب مرحمت فرمایا جائے

الجواب:۔ اگر اوسنے اتنے ہی لفظ کہے کہ طلاق طلاق طلاق نہ یہ کہا کہ دی نہ یہ کہا کہ تجھکو یا اس عورت کو
نہ یہ الفاظ کسی ایسی بات کے جواب میں تھے جس سے عورت کو طلاق دینا مفہوم ہو تو طلاق اصلاً نہ ہوئی وہ بدستور اوسکی عورت
ہے دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں اور اگر اوسکے ساتھ یا اوس بات میں جسکے جواب میں یہ الفاظ تھے وہ لفظ موجود تھے جن سے
یہ مفہوم ہو کہ اوس نے اپنی عورت کو طلاق دی یا وہ اقرار کرے کہ میں نے یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے کی نیت سے کہے تھے
تو تین طلاقیں ہو گئیں بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از ڈھاکہ مرسلہ عبدالکریم میاں ۱۳ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی برادری میں کوئی بات لیکر آپس میں تنازع ہو رہے تھے اس
گفتگو میں وہ شخص کہنے لگا بھائی میں ایک پریشانی اُٹھاتا ہوں وہ یہ ہے کہ میری زوجہ کی سبب سے ہمیشہ پریشان ہوں کیونکہ
وہ عورت میری باتوں میں دخل دیا کرتی ہے لہٰذا میں شرمندہ ہوں اوسوقت اونکی زوجہ گھر میں تھی میاں جو اپنی زوجہ کی
شکایت کیا زوجہ نے از اول تا آخر سب سنا زوجہ نے جواب دیا اگر میرے سبب تمھارے تکلیف اور ناگوار ہو تو مجھے نکال دو گے
اور کیا کرو گے زوج زوجہ کا کلام سنتے ہی خفا ہو گیا اور کہا جا ایک طلاق دو طلاق تین طلاق وادم آیا اس صورت مذکورہ
میں وہ عورت تین طلاق مغلظہ ہوا یا نہیں مگر طالق نہ مخاطب زوجہ کی ہوا نہ اون کا نام لیا اور سوال میں جو لفظ جا مقولہ
طالق ہے یہ معنی امر کی مقصود نہیں ہے بلکہ اون کا کلام میں اکثر یہ لفظ بولا کرتے ہیں معنی امر کے نہیں ہوتے ہیں وجوہ
ان وجوہات کے کیا حکم

الجواب:۔ اگر "جا" سرے سے کلمہ خطاب نہ ہوتا یا حسب قول سائل یہ اوس کا تکیہ کلام ہے اس سے
خطاب کا ارادہ نہیں کرتا اور کلام متعلق کہ جواب زوجہ میں ہے اوسکے جواب میں بھی نہ ہوتا ابتداً وہ اتنا ہی کہتا کہ تین

طلاق وادم جب بھی بلاشبہہ حکم طلاق مغلظ دیا جاتا کہ طلاق دینے سے ظاہر زوجہ ہی کا ارادہ ہے ہاں از انجا کہ کلام زوجہ میں سوال طلاق نہ تھا نہ کلام زوج الفاظ ایک طلاق دو طلاق الخ' عورت کی طرف اضافت ہے اور جا احتمال مذکور سائل کے علاوہ خود کنایات سے ہے صریح الفاظ سے نہیں کہ تقدم طلاق ہوکر خود مذاکرہ ثابت ہوجائے ان وجوہ سے عدم نیت کا احتمال باقی ہے اگر زوج بحلف شرعی کہدے کہ اوس نے نہ لفظا جا بہ نیت طلاق کہا نہ طلاق وادم سے زوجہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو اوس کا قول مان لینگے اور اصلا طلاق نہ ہونے کا حکم دینگے اگر جھوٹا حلف کرے گا اپنے زنا اور زوجہ کے زنا کا سخت شدید عظیم وبال اوسکی گردن پر ہے اور اگر ان میں سے کسی بات پر حلف نہ کرے یا صرف ام دوم پر حلف نہ کرے تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی اور اگر امر دوم پر حلف کرلے کہ اس طلاق وادم سے عورت کو طلاق کی نیت نہ کی تھی لیکن یہ حلف نہ کرے کہ لفظا جا بہ نیت نہ کہا تو عورت اوسے حاکم کے یہاں پیش کرے اگر حاکم کے سامنے حلف کریگا کہ جا بھی طلاق کی نیت سے نہ کہا تو حکم طلاق نہ ہوگا اور اگر وہاں بھی اسپر حلف سے باز رہا تو تین طلاق ہوجانے کا حکم دینگے وذلک لان المطلوب فی اللفظ الثانی لعدم الحکم بالطلاق وجود الحلف بانہ لم ینوبہ الطلاق فاذا لم یوجد حکم بہ قال فی الخانیۃ والبزازیۃ قال لھا لا تخرجی من الدار الاباذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقھا و یحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول لہ اھ فی ردالمحتار وفیھم منہ انہ لو لم یقل ذلک (ای لم یحلف انہ لم یرد بہ طلاقھا بل طلاق غیرھا) تطلق امرأتہ لان العادۃ ان من لہ امرأۃ انما یحلف بطلاقھا لا بطلاق غیرھا فقولہ ینصرف الیھا مالم یرد غیرھا لانہ یحتمل کلامہ الخ وتمام تحقیقہ فیما علقناہ علیہ والمطلوب فی اللفظ الاول لحکم الطلاق بہ نکولہ عن الحلف بانہ لم ینوبہ الطلاق والنکول لایکون الاعند القاضی فاذا نکل عندہ حکم بالطلاق بہ فحصلت الاضافۃ فی کلامہ فحل اللفظ الثانی من دون حاجۃ الی اشارۃ بالنیۃ لکونہ صریحا قال فی الدرالمختار من الکنایات والقول لہ بیمینہ ویکفی تحلیفھا فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینھما مجتبی اھ قال ط ثم ش فان نکل ای عند القاضی لان النکول عند غیرہ لایعتبر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از سرائے چھیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ صاحب امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ

زید نے ہندہ کو طلاق دی دس بارہ روز بعد نکاح کرکے اوسے پھر رکھ لیا برادری نے زید کو دبایا تو کہا میں نے طلاق رجعی دی تھی وہ بھی ایام حیض میں جو گواہ دربارہ طلاق موجود تھے وہ حلفی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے تین طلاقیں دیں اور زید بھی حلفی بیان کرتا ہے کہ ہاں طلاق دی مگر یہ نہیں کہتا کہ تین دیں یا ایک مجھے یاد نہیں قول زید سے ہے کہ

عورت سے جو تکرار رہتی تھی اسلیے دھمکانے کو کاغذ تحریر کر دیا تھا اب عورت و مرد نے کاغذ دونوں چاک کر ڈالے زید کہتا ہے کہ حشر کا بوجھ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں گواہ غلط بیان کرتے ہیں برادری نے اوسے زید کو خارج کر دیا ہے اور ۲۵ جرمانہ کر دیے تو اب برادری میں اوسے ملالیں یا عورت کو الگ کراکر ملا دیں اور جرمانہ برادر کا شرعًا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: طلاق جبکہ دیجائے واقع ہو جائیگی خواہ دھمکی مقصود ہو یا کچھ اور صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتے اون سے نیت کرے یا نہ کرے طلاق ہو جاتی ہے اگر وہ تین طلاقیں دینے یا لکھنے کا مقر ہے اور عذر یہ بیان کرتا ہے کہ دھمکی مقصود تھی طلاق کی نیت نہ تھی تو بلاشک تین طلاقیں ہو گئیں اور بغیر حلالہ اوسے رکھنا زنائے محض ہے جبتک اوس عورت کو نکال نہ دے اور علانیہ توبہ نہ کرے برادری میں ہرگز نہ ملایا جائے یونہیں اگر وہ مقر نہ ہو مگر دو گواہ ثقہ متقی عادل شرعی اپنے سامنے تین طلاقیں دینے کی شہادت دیتے ہوں جب بھی تین طلاقیں ہو گئیں۔ اور حکم یہی ہے جو اوپر گذرا اگر وہ تین طلاقوں کا اقرار کرتا ہو نہ گواہوں میں دو شخص ثقہ قابل قبول شرع ہوں۔ (جواب ناقص ملا)

مسئلہ: از ملکن ضلع بریلی ۲۲ صفر ۱۳۱۹ھ مرسلہ قاضی اشفاق حسین صاحب

مع فتوائے شخصے مجہول غیر مقلد کہ تین ایک جلسہ میں ایک ہی طلاق ہے حضرت ارشاد فرمائیں کہ یہ فتویٰ صحیح ہے یا نہیں اور اسپر عمل جائز ہے یا نہیں ہمیں فقط حضرت پر اطمینان ہے جو حکم ہو اوسپر عمل کریں۔ والسلام

الجواب: مکرمی کرمفرمائے قاضی محمد اشفاق حسین صاحب اکرمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ فتویٰ جسکی نسبت فقیر کا مسلک آپ دریافت فرماتے ہیں نظر سے گزرا یہ محض غلط حکم ہے اسپر عمل حرام ہے یہ نہ صرف ہمارے ائمہ بلکہ چاروں مذہب کے خلاف ہے اسکی تفصیل علمائے کرام اپنی تصانیف میں اعلیٰ درجہ پر فرما چکے اونھیں باتوں کو جنکے جواب ہزار ہزار بار دیدیے گئے پھر پیش کر دینا حضرات وہابیہ کا قدیمی داب ہے لطف یہ ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت صریح لکھا کہ انھوں نے فتویٰ دیا اور پھر یہ حکم خدا و رسول اسکے خلاف تھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ عمرؓ نے خدا و رسولؐ کا خلاف نہ کرنا چاہا حکم خدا اور رسولؐ خود بھی جانتے تھے کہ وہ یہی ہے کیا فتویٰ اپنے گھر سے جو جی میں آئے کہدینے کا نام ہے یا خدا و رسولؐ کا حکم بتانا ان کے اگلوں نے اسی معاملہ میں امیر المومنین عمرؓ پر صریح تبرّا لکھے ہیں۔ محمد ابن اسحق بخاری کی نقل کی اور دعویٰ یہ ہم کسی کے مقلد نہیں۔ اگر مقلد نہیں ہو تو امام بخاری کی بات ماننی کس آیات حدیث نے فرض کی۔ بخاری سے پہلے جو ائمۂ کرام امام مالک و امام ہشام بن عروہ کہ تبع تابعین تھے اور امام بخاری سے علم حدیث و علم فقہ ہر بات میں بدرجہا افضل و اعلیٰ تھے اور ان کے سوا اور ائمہ نے جو قسمیں کھا کھا کر فرمایا کہ ابن اسحاق دجال کذاب ہے وہ کیوں نہ مانیے اس سے مقصود یہ کہ یہ حضرات جہاں جسکی بات مطلب کی دیکھتے ہیں اوسکا کلام وحی قرآن و حدیث ٹھہرا لیتے ہیں ورنہ پھینک دیتے ہیں کہ ہم کسی کے مقلد نہیں۔ والسلام

مسئلہ ۱۱: از بلرام پور ضلع گونڈہ محلہ پورنیا تالاب متصل یتیم خانہ۔ مرسلہ نذر محمد آتشباز ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں ایک مجمع میں دیں۔ ہندہ عرصہ پانچ ماہ تک اپنے باپ کے گھر رہی پانچ مہینے کے بعد پھر زید کے گھر چلی گئی اور عرصہ دراز تک زید کے گھر رہی ہندہ کو جب تین طلاق کا مسئلہ معلوم ہوا تو زید سے منہ موڑنا چاہا تب زید قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے ایک طلاق دی تھی اور ایک مہینہ کے بعد رجعت کرلی تھی ہندہ رجعت کی منکر ہے اور تین طلاق پر گواہ رکھتی ہے ایسے وقت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہونگے یا زید کی قسم معتبر ہوگی (۲) اگر عورت نے شہادت پیش کرکے کچہری انگریزی سے ڈگری اپنی طلاق کی حاصل کرلے تو یہ عورت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا اب تک پہلے ہی شوہر کی منکوحہ رہیگی (۳) تین طلاق یا طلاق کچہری انگریزی کی صورت میں اگر کچھ لوگ شوہر کی طرفداری کرکے عورت کو لوٹا لینا چاہیں تو کیا حکم ہے ان لوگوں کے ساتھ میل جول جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: ایسی صورت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہیں جبکہ قابل قبول شرع ہوں اور زید کی قسم پر کچھ لحاظ نہ ہوگا ہاں اگر گواہ ناقابل قبول ہوں تو زید کی قسم معتبر ہوگی پھر اگر ہندہ اپنے ذاتی یقینی علم سے جانتی ہے کہ زید نے اوسے تین طلاقیں دی ہیں تو اوسے جائز نہ ہوگا کہ زید کے ساتھ رہے ناچار اپنا مہر یا مال دیکر جسطرح ممکن ہو طلاق بائن لے اور یہ بھی ناممکن ہو تو زید سے دور بھاگے اور یہ بھی ناممکن ہو تو وبال زید پر ہے جبتک کہ ہندہ راضی نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲: از جھریا ضلع مان بھوم محلہ گوالہ ٹولی مسئولہ محمد یوسف صاحب ۲۹ رجمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ زید کا ہندہ کو تین بار طلاق دینا ایک طلاق کا حکم رکھتا ہے یا تینوں طلاق واقع ہوگئیں اور حلالہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں (۲) باوجود ممانعت زید کا نہ ماننا اور صریح لفظوں میں تین بار یہ کہنا کہ میں نے طلاق دیا ایسی صورت میں نیت پر طلاق کا مدار رہیگا یا نہیں اور زید کا یہ قول کہ لوٹانے کی نیت تھی معتبر ہوگا (۳) بہ نیت حلالہ خالد و ہندہ کو سمجھا کر راضی کرنا اور بدون اجازت ولی ہر دو کا برضا ایجاب وقبول کرلینا یہ نکاح جائز ہوا یا ناجائز (۴) اگر خالد کا نکاح درست ہے تو بغیر خالد کے طلاق دیئے بغیر صحبت کیے وعدت گزارے شوہر اوّل سے ہندہ کا نکاح کرا دینا اور میاں بیوی کی طرح دونوں کا اکٹھا رہنا کیسا ہے اور نکاح کرانے والے حضرات اور جو لوگ اس نکاح سے راضی ہیں اور ایسے آدمی سے میل جول رکھتے ہیں اون کے لئے کیا وعید اور حکم شرعی ہے (۵) بالفاظ مرقومہ بالا حلالہ کی ترغیب دلانے والے کے لئے کیا حکم شرعی ہے (۶) خلاف واقع جھوٹی باتیں کہکر حق کو ناحق بنانے اور رسم قدیم نہ ٹوٹنے اور اپنی مونچھ کر تار رکھنے کے لئے اور حلال وحرام کی پرواہ نہ کرنے والے کے واسطے حکم شرع کیا ہے (۷) لڑکی و لڑکا حد بلوغ کو کتنے برس کے بعد ہوتے ہیں اور جب بالغ دونوں ہیں تو اپنے نکاح کے مختار ہیں کہ نہیں کہ اوس میں بھی ولی کی ضرورت ہے کہ نہیں۔

الجواب: (۱) بلاشبہ باجماع ائمہ اربعہ تینوں طلاقیں ہوگئیں اور بے حلالہ وہ اوسکے لیے حلال نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالٰی فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ واللہ تعالٰی اعلم (۲) اس صورت میں لوٹانے کی نیت حکم الٰہی کو بدلنا ہے اور یہ الفاظ صریح ہیں صریح میں حاجت نیت نہیں ہوتی جس نے یہ فتوٰی دیا ہے کہ جبت

کی نیت تھی تو ایک رجعی ہوئی وہ گمراہ ہے (۳) اگر خالد ہندہ کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم نہ تھا کہ ہندہ کا اوس سے نکاح اس کمی کے سبب اولیائے ہندہ کے لیے ننگ وعار ہوا اور انھوں نے دو گواہوں کے سامنے جو سنتے اور سمجھتے تھے ایجاب وقبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا اجازت ولی کی کوئی حاجت نہ تھی اذ لا ولایۃ مجبرۃ علی البالغین کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ (۴) بحالت صحت نکاح خالد ظاہر ہے کہ بے طلاق وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتی قال تعالٰی والمحصنٰت من النساء اور اگر خالد بے صحبت کیے طلاق دے بھی دے جب بھی ہرگز شوہر اول کے لیے حلال نہیں ہوسکتی قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاحتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک جن لوگوں نے دانستہ یہ نکاح کرادیا سب زنا کے دلال ہوئے اور زید وہندہ زانی وزانیہ۔ اور اون سب کے لیے عذاب شدید ونار جہنم کی وعید ہے یوہیں وہ جو اس سے نکاح پر راضی ہوئے نکاح نہیں زنا پر راضی ہوئے والرضا بالحرام حرام وقد یکون کفرا والعیاذ باللہ تعالٰی ان سب سے مسلمانوں کو میل جول منع ہے قال تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین اون سے میل جول کرنے والے اگر اوس نکاح پر راضی یا اوسے ہلکا جانتے ہیں تو اون کے لیے بھی یہی حکم ہے (۵) اگر اوس نے زن وشو میں اصلاح اور اون کی مشکلکشائی کی نیت سے ترغیب دلائی تو اوس پر الزام نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہے (۶) جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے قال اللہ تعالٰی ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون رسم باطل کی پیروی کے لیے حلال وحرام کی پرواہ نہ کرنا کافروں کی عادت ہے قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اٰباءنا (۷) لڑکے اور لڑکی کو جب آثار بلوغ ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اوسوقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے کما فی الدرالمختار وعامۃ الاسفار بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصلا ضرورت نہیں یوہیں بالغہ کو جبکہ نکاح کفؤ سے ہو یا غیر کفؤ سے ہو تو اوس کا کوئی ولی نہ ہو۔ ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اوس غیر کفو کو غیر کفو جانکر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا فی الدرالمختار ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم الصحۃ اصلا لفساد الزمان واللہ تعالٰی اعلم اور ایک بات یہ بھی قابل بیان رہی کہ وہ جس نے استہزاءً کہا تھا جھوٹی کتاب میں جائز لکھا ہے وہ بھی سخت گنا ہگار ہوا توبہ فرض ہے مسئلہ شرعیہ استہزاء کا محل نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱: ارڈھاکہ پٹی ضلع نوگانوں ملک آسام مرسلہ عبدالسبحان صاحب۔ ۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تمیز الدین اپنی منکوحہ سراج النساء کی اپنی حقیقی بہن پر عاشق ہوکر ایک رات مولوی اسرائیل علی صاحب ومحمد اسرافیل بیوپاری اور تمیز الدین بیوپاری اور عبدالغفار خیاط کو اپنے گھر میں بلا لیجاکر کہا کہ آپ لوگ میری سالی کے ساتھ میرا عقد پڑھا دیجئے تب یہ لوگ پوچھے کہ تم اپنی بی بی کی موجودگی میں اوسکی حقیقی بہن

کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے ہو اسوقت تمیز نے کہا تین روز قبل میں اپنی بیوی کو طلاق دیدیا کسی نے ان میں سے تمیز الدین کو پوچھا تم کس طرح پر طلاق دیا وہ جواب دیا کہ میں اپنی منکوحہ کو اسطرح پر طلاق دیا کہ تمکو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق بائن دیا اسوقت اوس کا بیوی پس پردہ حاضر تھی شاہد مذکورین نے اوس سے سوال کیا تجھکو طلاق ملا وہ صاف جواب دی کہ مجھکو طلاق ملا اسکی بعد مولوی صاحب مذکور وغیرہم عقد پڑھا کر چلے آئے اور تمیز الدین کا ساس نے صبح کو اپنی چھوٹی لڑکی جسپر تمیز الدین نے عاشق ہوکر عقد کرنیکا ارادہ ظاہر کیا تھا تمیز الدین کا گھر سے اپنے گھر میں لیگئی کئے روز بعد تمیز الدین جو اپنی بیوی کو علیحدہ رکھا تھا اوس سے صحبت ہونا شروع کیا تب لوگوں نے پوچھے تم اپنی منکوحہ کو طلاق دیکر حاضران محفل میں اقرار بھی کر چکو اب حرامی کیوں کرتے ہو تب تمیز الدین نے جواب دیا موافق شرع کے میں اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دیا بلکہ ایک کاغذ میں لکھ کر الماری پر رکھا تھا اسکو میری بیوی مکان صاف کرنے کے وقت پائی اور وہ عوام الناس میں شور مچائی فی الحقیقت میں زبان سے طلاق نہیں دیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگا یا نہیں اگر واقع میں ہو تو کون روز طلاق واقع ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مذکورہ میں تمیز الدین اللہ و رسول کا سخت گنہگار اور زانی حرامکار ہے وہ صاف صاف تین طلاق کا اقرار کر چکا اب اوس سے پھرنے کا اوسے کوئی اختیار نہیں پہلی عورت اوسپر ہمیشہ کو حرام ہوگئی جبتک حلالہ نہو اون مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں اور اگر نہ مانیں تو مسلمان اون کو چھوڑ دیں کہ وہ زانی اور زانیہ ہیں رد المحتار میں ہے لو وطئ معتدتہ من الثلاث عالما بحرمتہا فانہ زنا یحد بہ اور دوسری سے جو نکاح کیا وہ بھی حرام و باطل ہے کہ بہن کی عدت میں بھی دوسری بہن سے نکاح حرام ہے درمختار میں ہے حرم الجمع بین المحارم نکاحا و عدۃ وہ لوگ کہ صرف طلاق سنکر عدت میں نکاح پڑھا آئے سب گنہگار ہوئے سب پر توبہ فرض ہے۔

مسئلہ ۱۵۴:- از لکھنؤ محلہ چار باغ بانسمنڈی مرسلہ شاہ نعیم اللہ فخری چشتی نظامی قادری سہروردی ۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

کتاب ارشاد الطالبین فقیہ سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جو بعینہٖ نقل کی جاتی ہے کہ بداں اے فرزند کہ ہر چہار مذہب حق اند و دانستن آں فرض ہست و اختلاف درمیان ایشان اختلاف برحمت ست نہ اختلاف بعداوت کہ الاختلاف راحت گفتہ اند و حنفی مذہب را نشاید کہ گوید مرا بشافعی چہ کار ست زیرا کہ در ہنگام ضرورت از مذہبے بمذہبے انتقال کردہ شود چنانکہ بحج رفتن بیادہ بمذہب امام ابوحنیفہ روا نیست پس عالمان حاجی ماشی را بمذہب مالکی سپر اند کہ در مذہب او زکوۃ نیست و چوں بعرفات حاضر شد باز بمذہب ابوحنیفہ میگردد و ایضا چوں کسے مطلقہ ثلثہ را حیلہ بکند باید کہ اورا از احکام و ارکان ایمان بپرسید اگر بداں عالم باشد باید کہ احکام و ارکان نماز بپرسید تا بے تحلیل نکاح جدید کند و اگر ہماں را نیز سیداند باید کہ اورا در مذہب امام احمد آرد کہ در مذہب او حق تعالی را بذات و صفات شناختن فرض ست اگر آنرا نمیداند نکاح جدید کند و اگر آنرا نیز نمیداند ایں ہنگام تحلیل باید کرد عبارت ارشاد الطالبین ختم۔ یہ کتاب مولوی حافظ محمد جان صاحب فرنگی محلی معلم مدرسہ مولوی عین القضاۃ صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی اونھوں نے کہا کہ جو کچھ کہ لکھا ہے

وہ درست ہے عندالضرورۃ شرعی ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے ایک جلسہ میں اگر تین طلاق دیجائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک طلاق ہوجاتی ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک طلاق نہیں ہوتی لہٰذا عندالضرورۃ دوسرے مذہب میں انتقال کرنے سے طلاق نہیں ہوگی۔ اسی طریق پر اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہوجائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ۹۰ برس کے بعد اوسکا دوسرا عقد ہوسکتا ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک چار برس کے بعد اوسکو عدت بٹھلا دیا جائے اور بعد گزرنے میعاد عدت کے اوسکا دوسرا عقد کیا جاسکتا ہے پس عندالضرورۃ شرعی جو عورت کہ پابند مذہب امام ابوحنیفہ ہے دوسرے ائمہ کے مذہب میں انتقال کرکے اس طریق پر نکاح جدید کرسکتی ہے پر انتقال کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو اوس مذہب میں فرض کرلے اور ضرورت شرعی اسے کہتے ہیں کہ مثلاً مطلقہ کا عقد نہ ہونے پر خوف ہے کہ وہ ارتکاب زنا کرے اور اسطرح سے مبتلائے گناہ ہوجاوے یا اسطرح کی کوئی اور خرابی پیش آوے لہٰذا ایسی صورت میں مطلع صاف ہے کہ مذہب امام احمد میں لاکر عقد جدید کرسکتا ہے۔ ۱ مولوی صاحب نے جو فرمایا کہ وہ عورت جو کہ پابند مذہب امام ابوحنیفہ ہے اوسکو دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے۔ مولوی حافظ محمد جان اور مولوی فقیہ سید علی کا قول کس مذہب کے اصول سے ہے اور اصل مقصد کیا ہے ۲ جو عورت کہ پابند نہ ہو کسی مذہب خاص کی رو سے کیا کرنا چاہیئے حالانکہ وہ اپنے آپکو گروہ اسلام سے سمجھتی ہے اور دعوی مذہب حنفیہ باوجود اس دعوی کے سماع بالمزامیر مذہب شافعیہ سے گروہ خاصان میں سے انتخاب کرکے اپنے اوپر روا رکھا ہم بریں بالائے طاق وہ گانا بجانا جسمیں اشتعال نفسانی ہوا و ہوس شیطانی پر ہیں اور ہر مذہب میں وہ سراسر حرام پا یا گیا اس کا بھی وہ ارتکاب کرتی ہو اور جہالت زمانہ سے رسوم گراں کا فراں برتی ہے کیسے پابندی مذہب حنفیہ ایسے پر نامزد ہوسکتی ہے دعوی پابندی مذہب خصوصیت کا باطل لہٰذا ایسی عورت کو مذہب امام احمد میں فرض کرلینا جائز ہے یا فی الواقع اتباع ضروری چونکہ یہاں خدمت میں جناب مولٰنا مولوی عبدالکافی صاحب مدظلہ العالی کے پیش کیا گیا مولٰنا صاحب موصوف نے فرمایا حضور میں مولٰنا احمد رضا خاں صاحب کے بھیجا جائے لہٰذا استدعی کہ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

الجواب: یہ جہالات ہیں اور شریعت پر جرأت اور ایک مسلمان کو خواہی نخواہی کفر میں ڈھکیلنا اور یہ چاہنا کہ جسطرح بنے اسے کافر کرلیں ائمہ دین تو یہ تصریح فرماتے ہیں کہ جاہلوں سے اگر کوئی مسئلہ ذات وصفات عقائد اسلامیہ کے متعلق پوچھو تو جواب پہلے بتا دو نہ کہ اوس سے دقیق مسائل ذات وصفات پوچھے جائیں کہ کسی طرح اُسے کافر بنالیا جائے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ ائمہ دین فرماتے ہیں جو کسی مسلمان کی نسبت یہ چاہے کہ اس سے کفر صادر ہو وہ کفر کرے یا نہ کرے یہ ابھی کافر ہوگیا کہ مسلمان کا کافر ہونا چاہا اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ جس مصیبت کے دفع کیلئے یہ بلائے عظیم اوڑھنی چاہی وہ دو وجہ سے بدستور رہی ایک تو یہ محض کذب اور جھوٹ اور شریعت پر افترا ہے کہ تین طلاق کے بعد اگر کفر کرے تو حلالہ کی حاجت نہیں اگر کفر کریگی تو دوہری حرمت ہوگئی ایک تو تین طلاق کی تھی وہ خاص اسی

کے لیے تھی اور نہ دوسری اوسکے مرتد ہونے کی ہوئی کہ اب وہ جہان بھر میں کسی مسلمان کسی کافر کسی مرتد کسی آدمی کسی جانور کے نکاح کے قابل نرہی۔ مرتدہ کا نکاح جہان بھر میں کسی سے نہیں ہوسکتا نہ مرتد کا جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا کما فی العلمگیریۃ وغیرہا اور اگر اوسے کافرہ کرکے پھر مسلمان کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اب حلالہ کی حاجت نہ رہی تو یہ بھی محض ہوس رجیم ہے حلالہ ضرور کرنا ہوگا اور بغیر حلالہ قطعًا حرام ایک تو یہ بھاری مصیبت ہوئی دوسرے وہ سب سے سخت پہاڑ ٹوٹا کہ یہ اوس کا کفر چاہنے والے اوس سے پہلے کافر مرتد ہوگئے اور اب دُنیا میں کسی سے اوس کا نکاح حلال نہ رہا اگر اب مسلمان ہوا اور یہ سمجھے کہ اب مجھے حلالہ کی حاجت نہ ہوگی تو یہ وہی ہوس ملعون ہے حلالہ ان کی دم سے بندھا ہوا ہے ہرگز پیچھا نہ چھوڑے گا تو کھایا اور کال بھی نہ کٹا اور کھا یا بھی کیسا کہ آپ بھی مرتد عورت بھی مرتد انا للہ وانا الیہ راجعون سید علی ترمذی کی کوئی کتاب ارشاد الطالبین ہیں نہیں معلوم اور ہو بھی تو حکم علی ترمذی کا نہیں محمد مدنی کا ہے صلے اللہ تعالے علیہ وسلم اوسکی تفاصیل میں کلام کثیر ہے مگر اسکے بعد زیادہ تطویل کی حاجت نہیں۔ درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۵۵: از موضع گیلانی ڈاکخانہ برگھہ ریلوے اسٹیشن لکھی سرائے۔ مرسلہ سید ضمیر الحسن صاحب ۱۲ شوال ۱۳۱۵ھ

تمامی علمائے ہند کی خدمت میں گذارش ہے کہ برابر بزرگان سے سنتے چلے آتے تھے کہ تین طلاق ایک جلسے میں دیجائے یا جلسات متفرقہ میں طلاق مغلظہ پڑیگی لیکن بالفعل لوگوں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر ایک جلسے میں تین طلاق دیجائے طلاق رجعی پڑیگی جو لوگ بیچارے مسکین عمر کی تائید کرتے ہیں گمراہ کرتے ہیں۔

الجواب [۵]: المجیب مصیب فی الواقع مذہب منصور ومشرب جمہور وقول ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم یہی ہے کہ صورت مذکورہ میں تین طلاقیں واقع ہونگی ائمہ کرام وعلمائے اعلام شکر اللہ تعالی مساعیہم بحث تمام فرما چکے اب باتباع ابن قیم ظاہری المذہب فاسد المشرب سواد اعظم امت وحق واضح کی مخالفت نہ کرے گا الا من سفہ نفسہ اور امیر المومنین غیظ المنافقین امام العادلین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی شان اجل وارفع میں کلمات گستاخی بکنے اور اون کے مؤید کو گمراہ گر کہنے والا کھلا رافضی ہے خذلہم اللہ تعالی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۵۶: از رامپور متصل مرادآباد محلہ ملا ظریف۔ مرسلہ مولوی ریاست حسین خانصاحب ۴ رمضان ۱۳۱۵ھ

بخدمت شریف جناب مولوی صاحب دامت فیوضہم بعد سلام مسنون التماس محزون اینکہ برائے جواب مسئلہ اشد ضرور ست اگر بزودی تحریر فرمودہ عنایت فرمایند از عنایت واحسان بعید نخواہد شد ومردمان بسیار دعا سازند فیصلہ دریں باب درمیان فریقین بتجریر آنجناب قرار یافتہ است وعبارت خلاصۃ التفاسیر منقولہ از تفسیر احمدی رچونکہ عدد طلاق کے جاہلیت میں مقرر نہ تھے جسقدر چاہتے طلاق دیتے یہانتک کہ ایک عورت ام المومنین عائشہ کے پاس آئی اور اپنے

[۵] [illegible]

شوہر کے بار بار رجوع کرنیکی شکایت کی یعنی طلاق دی جب عدت پوری ہونے آئی رجوع کیا پھر طلاق دی یونہیں اوسے معلق چھوڑ دیا تھا حضرت صدیقہ نے حضور میں عرض کیا حق سبحانہ وتعالیٰ نے نازل فرمایا الطلاق مرتٰن (الخ) بابت اردو قابل تسلیم فریقین دریک مسئلہ ہم قرار نیافتہ۔ اگر عبارت تفسیر احمدی مرقوم بودے قابل فیصلہ شدے اکنوں امیدوارم کہ آنحضور بتحریر عبارت کتب سرفراز نمودہ فیصلہ فرمایند والسلام

زید زوجہ خود را ایک طلاق رجعی دادہ در عدت رجوع کردہ با او دو سال زندگانی کردہ باز یک طلاق رجعی دادہ در عدت رجوع کردہ سہ سال اورا بخانۂ خود داشت بعدہ باز یک طلاق رجعی داد اکنوں زید زوجۂ مذکورہ را بلا تحلیل تیس مستعار در نکاح خود تواں آورد یا نہ بینوا توجروا

الجواب:۔ حرام ست بالنص والاجماع تا بنکاح شوہرے دیگر درآید وشہد اورا ذوق نماید واو طلاقش دہد یا بمیرد وعدتش فراغ پذیرد قال تعالیٰ الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان الی قولہ عزوجل فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ فان طلقہا فلا جناح علیہما ان یتراجعا الایۃ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا حتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتك وفی المعالم عن عروۃ بن الزبیر کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولا عدد وکان الرجل یطلق امرأتہ فاذا قاربت انقضاء عدتہا راجعہا ثم طلقہا کذلك ثم راجعہا یقصد مضارتہا فنزلت ہذہ الایۃ الطلاق مرتٰن یعنی الطلاق الذی یملك الرجعۃ عقیبہ مرتان فاذا طلق ثلثا فلا تحل لہ الا بعد نکاح زوج غیرہ اھ والمسئلۃ اوضح من ان توضح واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۵۷:۔ از ضلع تھاندیس پچھم بھاگ تعلقہ تودھا ڈاکخانہ لگر مندھا سوستان کاٹھی مقام عکلکوا۔
مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

حلالے کے بارے میں ایک شخص نے نکاح کیا اور پہلی بی بی کا حق کل نہیں دا کیا وہاں پر قاضی نہیں ہے اپنے مکان کے لوگ آپ ہی قاضی آپ ہی وکیل آپ ہی گواہ جو شخص نے پہلے نکاح کیا اوس نے خوشی سے طلاق دیا اور وہ عورت نے خوشی سے طلاق لیا بعد دس روز اوہی عورت اور وہی دھنی ایک جگہ رہنے لگے اور وہ شخص طلاق دے کر تین مہینے رکھا پھر تین مہینے بعد حلالہ کیا حلالہ کرنے والا جو شخص تھا اوسکی بی بی رضا نہیں دی رضا لینے کے واسطے اپنی بی بی کو مارا تو بی بی نے زبردستی سے رضا دی اوسکا حلالہ درست ہوا کہ نہیں ایک دوسرے آدمی نے ایک عورت لے کے بھاگ گیا اوسکی دو لڑکیاں تھیں دو برس بغیر نکاح کے اوس عورت کو رکھا بعد دو برس کے لڑکی ہوشیار ہوگئی اوس عورت کو چھوڑ کر بیٹی رکھنے لگا اوس شخص کے حرام سے ایک لڑکی ایک لڑکا پیدا ہوئے سو یہاں کے پنچوں نے جماعت سے باہر کر دیا سو اوس لڑکی سے بھی نکاح

نہیں ہوا ہے بعد بارہ مہینے کے جماعت کے آدھے لوگ اوسکو ہمراہ لے گئے اور وہی لوگ کہتے تھے اس کا منھ دیکھنا روا نہیں ہے اب وہی لوگ اسکے ساتھ کھلاتے پیتے ہیں اسکے بارے میں مسئلہ کیا کہتا ہے اور یہاں اسلام کی ٹھٹھول کرتے ہیں اور کسی کو یہ خیال نہیں ہے کہ ہم اسلام کی مسخری کرینگے تو ہمارے کیا حال ہونگے۔ اسپر حضرت رسولؐ خدا کی شریعت کا کیا بیان ہے۔

الجواب:۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہوں ایک دفعہ میں خواہ برسوں میں کہ ایک کبھی دی اور رجعت کرلی پھر دوسری دی اور رجعت کرلی اب تیسری دی دونوں صورتوں میں عورت اسپر بغیر حلالہ حرام ہے حلالہ کے یہ معنی ہیں کہ اس طلاق کے بعد عورت اگر حیض والی ہے تو اوسے تین حیض شروع ہوکر ختم ہوجائیں اور اگر حیض والی نہیں مثلاً نوبرس سے کم عمر کی لڑکی ہے یا پچپن برس سے زائد عمر کی عورت ہے اور اس طلاق کے بعد تین مہینے کامل گزر جائیں یا اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہولے اوسوقت اس طلاق کی عدّت سے نکلے گی اوسکے بعد دوسرے شخص سے نکاح بروجہ صحیح کرے یعنی وہ شوہر ثانی اس کا کفو ہو کہ مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی میں ایسا کم نہ ہو کہ اوس سے اس عورت کا نکاح عورت کے اولیا کیلئے باعث بدنامی ہو یا اگر ایسا کم ہے تو عورت کا ولی نکاح ہونے سے پہلے اوسکو یہ جان کر کہ یہ کفو نہیں ہے اوسکے ساتھ نکاح کی بالتصریح اجازت دیدے یا یہ ہو کہ عورت بالغہ کا کوئی ولی ہی نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے اور ولی نے اوسے غیر کفو جانکر نکاح سے پہلے صریح اجازت نہ دی تو نکاح ہی نہ ہوگا یونہیں لڑکی اگر نابالغہ ہے اور اوسکے نہ باپ ہے نہ دادا بھائی چچا وغیرہ ولی ہیں۔ لوگوں نے کسی غیر کفو سے اوسکا نکاح کردیا جب بھی نکاح نہ ہوگا غرض جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح طور پر واقع اور وہ اس سے ہمبستری بھی کرلے اور اوسکے بعد وہ طلاق دے اور اوس طلاق کی عدت اوسی طرح گزرے کہ یا تین حیض ہوں اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل رہ جائے تو بچہ پیدا ہونے کے بعد اسکے بعد پہلا شوہر اوس سے نکاح کرسکتا ہے ان میں سے ایک بات بھی کم ہوگی تو وہ نکاح نہ ہوگا زنا ہوگا۔ ہاں نکاح کے لیے چاہے وہ شوہر ثانی سے ہو یا پہلے سے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں کی ضرورت نہیں فقط مرد و عورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کریں نکاح ہوجائیگا نہ اسی کی ضرورت ہے کہ نکاح ثانی کرے تو پہلی بیوی سے اجازت لے یہ سب باتیں بے اصل ہیں فقط اوس طریقہ کی ضرورت ہے جو ہم نے لکھا اوسطرح پر اگر اصلا نہ ہوا مثلاً دوسرے شوہر نے جب طلاق دی اوسکے دسویں ہی دن بعد بے عدت گزرے پہلے شوہر نے اوس سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح نہ ہوا نرا حرام ہوا اوس صورت میں ضرور ہوگا کہ عورت کو اوس سے جدا کر دیا جائے اور نہ مانے تو اوسے برادری سے خارج کر دیا جائے اسیطرح وہ شخص جس نے عورت کو رکھا اب اوسکی بیٹی کو اوس نے کہتا لیکھا وہ اسپر ضرور حرام ہے اگر نکاح نہ کرے جب تو زنا ہے ہی اور نکاح کرے جب بھی حرام ہے کہ وہ اوسکی بیٹی ہو چکی۔ برادری والوں کو چاہیے کہ اگر وہ مرد و عورت جدا نہ ہوں تو اون کو برادری سے خارج کر دیں اور ان سے

سلام کلام نہ کریں اونکے پاس نہ بیٹھیں اونھیں اپنے پاس نہ بیٹھنے دیں اور وہ لوگ جو پہلے اون سے جدا ہوگئے تھے اور اب مل گئے اور اون کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں بیجا کرتے ہیں اونھیں چاہیئے اس سے باز رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرط کے یعنی اس قصد سے کہ بعد چند روز کے طلاق دیدے تاکہ زوج سابق کے واسطے بعد عدت گزرنے کے حلال ہو جائے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز۔ شرط تو یہ کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگالے یہ ناجائز و گناہ ہے اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے اور قصد یہ کہ دل میں اسکا ارادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے جائز ہے بلکہ اسے اجر کی اُمید ہے۔ درمختار میں ہے (کرہ) التزوج الثانی (تحریما) لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ (بشرط التحلیل) کتزوجتك علی ان احللك (اما اذا اضمر ذلك لا) یکرہ (وکان) الرجل (ماجورا) لقصد الاصلاح اھ مختصر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹: از کانپور بیگم گنج طلاق محل۔ مرسلہ احمد علی خاں وکیل ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک وقت حالت غصہ میں مجبور ہوکر ہندہ از وجہ کو تین بار طلاق دی نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مغلظ ہوگئی اور نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رہی تو ایسی حالت میں جو پیرو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے رجوع کرسکتا ہے یا نہیں۔ حالات مقدمہ یہ ہیں کہ زید کو ہندہ کے ساتھ محبت قلبی ہے اوس نے قصداً چھوڑ دینے کی نیت سے طلاق نہیں دی اور نہ ہندہ اپنے عدول حکم پر سمجھ سکتی ہے کہ بجبیر طلاق ہوگی کیونکہ بجائے خود نادم تھی مگر ہندہ کی بہن جو دشمن ہندہ کی ہے چند الفاظ غیرت دلانے والے جو طلاق دینے پر مبنی تھے ایسے کہ جس سے زید کو مجبوراً غیظ آگیا اور دفعتہً تین بار طلاق دیکر ہندہ کے مکان سے اوٹھ آیا اب زید و ہندہ کو سخت صدمہ ہے اور دو لڑکے یعنی ایک پسر بعمر ۹ سال اور ایک دختر بعمر ۵ سال جو ہندہ کے پاس ہیں اور ہندہ محتاج ہے پرورش بدقت کرسکتی ہے اور نیز بلا تعلیم رہنے کا خیال قوی ہے اور زید کو ایسا رنج ہے کہ نوبت بجان ہے بنظر حالات رجوع کرسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: ایک بار تین طلاقیں دینے سے نہ صرف نزد حنفیہ بلکہ باجماع مذاہب اربعہ تین طلاقیں مغلظہ ہوجاتی ہیں امام شافعی امام مالک امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ائمہ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلاً مخالف نہیں صورت مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہوگئیں ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے زید گناہگار ہوا اور عورت اوس کے نکاح سے ایسی خارج ہوئی کہ اب بے حلالہ ہرگز اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی اگر یونہیں رجوع کرلی بلا حلالہ نکاح جدید باہم کرلیا تو دونوں مبتلائے حرام کاری ہونگے اور عمر بھر حرامکاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ

مخرجا اس نے تقوی نہ کیا بلکہ خلاف حکم خدا و رسول تین طلاقیں لگاتار دینے کا مرتکب ہوا اللہ عزوجل نے اسکے لیے مخرج نہ رکھا اب حلالہ کے سخت تازیانے سے اوسے ہرگز مفر نہیں یہانتک کہ ائمہ دین نے فرمایا کہ اگر قاضی شرع حاکم اسلام ایسے مسئلہ میں ایک طلاق پڑنے کا حکم دے تو وہ حکم باطل ومردود ہے۔ وہابیہ غیر مقلدین کے اب اس مسئلہ میں خلاف اوٹھا رہے ہیں گمراہ بددین ہیں اون کی تقلید حلال نہیں فتح القدیر میں ہے ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلث وفى سنن ابى داؤد عن مجاهد قال كنت عند ابن عباس رضى الله تعالى عنهما فجاء رجل فقال انه طلق امرأته ثلثا قال فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال ايطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس فان الله عزوجل قال ومن يتق الله يجعل له مخرجا عصيت ربك وبانت منك امرأتك ثم ذكر ادلته برواية المؤطا عن ابن عباس وعن ابن مسعود وكابى داؤد عن ابن عباس وابى هريرة معا ومثله عن ابن عمر قال وروى ايضا عن عبد الله بن عمرو بن العاص واسند عبد الرزاق عن علقمة عن ابن مسعود ووكيع عن امير المؤمنين على وامير المؤمنين عثمان بن عفان وقد قدمه عن امير المؤمنين عمر واورده برواية ابن ابى شيبة والدارقطنى عن ابن عمر عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وذكره فى الأخر الكلام برواية عبد الرزاق فى مصنفه عن عبادة بن الصامت عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ورضى الله تعالى عنهم اجمعين الى ان قال قد اثبتنا النقل عن اكثرهم صريحا بايقاع الثلث ولم يظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال وعن هذا قلنا لو حكم حاكم بان الثلث بفم واحد واحدة لم ينفذ حكمه لانه لا يسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف لا اختلاف واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۶۰: از پیلی بھیت محلہ محمد واصل مرسلہ خلیق احمد صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مہلک مریض نے اپنی زوجہ کی نافرمانی کے سبب جو اسکی زوجہ نے اپنی ماں کے اشتعال کی وجہ سے اپنے زوج کو تکلیف دی اور ہر قسم کی خبر گیری شوہر سے کنارہ کش رہی اور وہ ۶۵ یا ۷ ماہ کی حاملہ تھی شخص مہلک مریض شوہر نے اپنی زوجہ کو پوسٹ کارڈ مروجہ پر حسب ذیل تحریر کے ذریعہ سے طلاق لکھ بھیجی مسماۃ فلاں بن فلاں کو واضح ہو کہ تمنے اپنی ماں کے اشتعال کے باعث جو کچھ میرے ساتھ برتاؤ کیا اور اسباب متفرق معہ بکس محمولہ پارچہ وغیرہ میرا رکھ لیا بہت اچھا کیا یہ ایک عمدہ طریقہ حصول مالیت کا ہے اسطور سے بہت کچھ جمع ہوسکتا ہے اسوجہ سے تم میرے لائق نہیں ہو۔ لہذا میں تمکو طلاق دیتا ہوں۔ مسماۃ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے طلاق دی مسماۃ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے طلاق دی مسماۃ فلاں بنت فلاں جو میرے

نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے اوسکو طلاق دی۔ عورت کے بھائی کے نام کارڈ کا پتہ اسطور سے لکھا تھا جو ناخواندہ ہی بمقام فلاں محلہ فلاں پاس فلاں پہنچکر مساۃ فلاں بنت فلاں کو ملے۔ اب چونکہ شوہر کئی ماہ بعد صحت یاب ہوا لوگ طرفین پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طور پر طلاق نہیں ہوئی اگر تحریر پوسٹ کارڈ کسی دوسرے کے نام جاتی جو اس کام کے واسطے مقرر کیا جاتا اوسکو لکھا جاتا کہ تم میری طرف سے بطور وکیل طلاق دیدو تب طلاق ہوجاتی دوسرے یہ کہ وہ عورت حاملہ تھی کسی صورت میں بھی طلاق نہیں ہوئی۔ لہذا آنجناب فیض مآب کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اس بارہ میں جو حکم شرع شریف ہو بدلائل اس سے سائل کو جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب: شخص مذکور تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے گنہگار ہوا اور عورت پر تین طلاقیں پڑ گئیں نکاح سے نکل گئی اب بے حلالہ اوس سے نکاح نہیں کرسکتا عورت کا حاملہ ہونا یا کسی کو طلاق دینے کا وکیل نہ کرنا کچھ منافی طلاق نہیں یہ محض جاہلانہ خیال ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۶: از کلوری ڈاکخانہ بھیکم پور ضلع علیگڈھ۔ مرسلہ عبدالرزاق صاحب ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید نے بذریعہ خطوط اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پہلے خط جو کہ اپنے خسر کو لکھا یہ ہے کہ میں اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہتا ہوں مگر آپ کی رائے کا منتظر ہوں اُمید کہ مجھکو اظہار خیالات کی اجازت دی جائے مگر خسر نے جواب نہیں دیا اوسپر دوسرے خط میں لکھا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہی تھی مگر قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا اب میں جرارت کرتا ہوں کہ میری شادی آپکی لڑکی سے محض والد صاحب کی خواہش تھی مجھکو منظور نہ تھی اور نہ مجھکو آپ کی صاجزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ آئندہ رکھنا چاہتا ہوں آجکی تاریخ سے آپ کی لڑکی کو طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں۔ آپ جانیں والد صاحب جانیں۔ اب اوس خط سے جس میں طلاق ہے اول میں انکار رکھا اظہار جرأت والے خط میں اقرار تھا اوسکے تین سال بعد زید کا خسر زید کے پاس گیا اور کہا کہ میری لڑکی کے ساتھ تمہارا کیا ارادہ ہے اوس نے کہا کہ میرا کچھ تعلق نہیں ہے اوس نے کہا کہ میرے ساتھ سرائے تک چلو تاکہ تمھارے بیان کا سرائے میں کوئی گواہ بھی ہوجائے چنانچہ وہ سرائے میں آیا اور دو آدمیوں کے سامنے جن کا نام مرزا محمد صدیق بیگ ساکن خورجہ ضلع بلندشہر اور دوسرے کا نام حافظ فخرالدین ساکن آنولہ محلہ بٹھا نان چنانچہ دونوں گواہوں کے بیانات ایک عالم محمد عبدالرشید صاحب سہسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول فرخ آباد کے سامنے بیان ہوئے اونھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے یعنی زید سے کہ پہلے خطوط میں بھی اپنی بی بی کو طلاق دیچکا ہوں اور اب بھی طلاق مکرر سہ کرر دیتا ہوں چنانچہ وہ دونوں خطوں کی نقل اور تینوں کاغذات کی نقل دو کاغذ بیانات گواہ اور ایک کاغذ مولوی عبدالرشید صاحب موصوف کے ہمرشتہ سوال ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صورت بالا میں زید کی بی بی کو طلاق واقعی ہوئی یا نہیں اگر ہوئی ہے تو عدت خطوط کے وقت سے شروع ہوگی یا گواہی دینے گواہان مذکور سے۔

نقل خط اوّل

قبلہ وکعبہ مدظلہ تسلیم بعد تعظیم عرصہ سے خیریت دریافت نہیں ہوئی تردد ہے اُمید کہ مطلع فرمایا جاؤں۔ نیازمند کسی قدر اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہتا ہے جو میری دانست میں ضروری ہیں لیکن بلا استمزاج رائے جرأت نہیں کرسکتا مجھے اُمید ہے کہ آپ میری اس قسم کی گذارش کو ضرور منظور فرمائیے جسکی شاہدات میری نظروں میں نہایت خوش آئندہ واقع ہیں۔ زیادہ نیاز۔ احقر ازلی سید عابد علی۔

خط دوم بعد کا

قبلۂ نعمت وکعبۂ کرامت مدظلہ العالی تسلیم بعد تکریم نیازمند قبل اسکے اظہار خیالات اپنے کی اجازت چاہی قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا نیازمند خاموش ہورہا اب جرأت کرتا ہوں عرض کرنے کی جسکو جناب منظور فرمائیں گے۔ میری شادی جناب کی دختر کے ساتھ ہوئی محض والد صاحب کی خواہش تھی مجھکو منظور نہ تھی نہ مجھکو آپ کی صاحبزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور آئندہ رکھنا چاہتا ہوں بموجب شرع کے آپ کی لڑکی کو آجکی تاریخ سے طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں آپ جانیں والد صاحب جانیں۔

بیان مرزا صدیق بیگ گواہ جن کے سامنے عابد علی نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا اقرار کیا

عابد علی نے ہمارے سامنے عبدالرزاق سے سرائے بلہور میں یوں کہا کہ میں نے تمہاری لڑکی کو ایک عرصہ گزرا کہ بذریعہ تحریر کے طلاق دیچکا ہوں تم اوسی میری تحریر پر عملدرآمد کرو اور مکرر سہ کرر کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان کے سامنے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہوچکے ہیں یہ اشارہ اُن کا ہم مسافروں کی طرف تھا

بقلم مرزا صدیق بیگ ولد مرزا اسمعیل بیگ ساکن کھورجہ ضلع بلند شہر۔ مہر

بیان حافظ فخر الدین ولد حافظ قیام الدین صاحب ساکن قصبہ آنولہ محلہ پٹھانان

عابد علی ہمارے سامنے عبدالرزاق صاحب سے سرائے بلہور میں یوں کہا کہ میں نے تمہاری لڑکی کو ایک عرصہ گزرا کہ بذریعہ اپنی تحریر کارڈ رجسٹری شدہ کے طلاق شرعی دیچکا ہوں تم اوسی میری تحریر پر عملدرآمد کرو اور اب مکرر سہ کرر کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان سے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہوچکے ہیں۔ یہ اشارہ ہم مسافران کی طرف تھا۔ العبد حافظ فخر الدین ولد حافظ قیام الدین ساکن آنولہ محلہ پٹھانان بقلم خود۔ مہر

آج تاریخ ۲۲ جولائی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ سید عبدالرزاق صاحب سکنہ کھوری میرے یہاں تشریف لائے اور تین صاحب اور اون کے ہمراہ تھے سید عبدالرزاق صاحب نے میر عابد علی اپنے داماد کا اون کی لڑکی کو بذریعہ رجسٹرڈ تحریر موجودہ کے طلاق دینا اون تینوں ہمراہیوں میں سے دو صاحبوں کو میر عابد علی مذکور سے طلاق مذکور کے اقرار زبانی کا گواہ بیان کیا۔ گواہان مذکور الصدر نے میرے سامنے بدستخط خود اپنے اپنے بیان تحریر کیے میں نے رجسٹرڈ تحریر موجودہ کا خود میر عابد علی کی تحریر ہونا اور نیز زبانی طلاق مکرر سہ کرر دینا بخوبی ثابت ہے۔ بیانات مذکورہ ہمرشتہ تحریر ہذا ہے۔

الراقم۔ خادم الاطبا والعلما ابومحمد عبدالرشید ظہور الاسلام سہسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول فرخ آباد۔ مہر و دستخط سے آج تاریخ ۲ جولائی ۱۹۱۱ء کو روانہ کیا گیا۔

فہرست اوراق [تحریر راقم ایک۔ بیان مرزا صدیق بیگ ایک۔ بیان حافظ فخرالدین صاحب ایک] کل تین اوراق

الجواب:۔ کوئی تحریر بے شہادت یا اقرار کاتب مسلّم نہیں ہوسکتی اگرچہ خط اوسی کا معلوم ہوتا ہو علما فرماتے ہیں الخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم کما فی الھندیۃ وغیرھا یہاں عابد علی اس خط سے منکر ہے تو شہادت درکار اون دو گواہوں نے جو گواہی دی ناقص و ناتمام ہے وہ اپنے بیانوں میں عابد و عبدالرزاق کہتے ہیں ملک میں اس نام کے ہزاروں ہونگے شرط شہادت یہ ہے کہ اگر وہ حاضر ہوں تو اون کی طرف اشارہ کرکے گواہی دے کہ اس عابد علی نے اس عبدالرزاق کی بیٹی اپنی زوجہ کی نسبت یہ کہا اور اگر حاضر نہ ہوں تو اون کا نسب باپ دادا تک بیان کرے کہ عابد علی بن فلاں بن فلاں نے اپنی زوجہ فلاں بنت فلاں کی نسبت یہ کہا اور صحیح یہ ہے کہ دادا کا ذکر بھی ضرور ہے کما فی العالمگیریۃ یعنی جبکہ فقط باپ کی طرف نسبت سے تمیز کامل نہ ہوجاتی ہو فان المقصود التعریف لا تکثیر الحروف کما فی جامع الفصولین والدر المختار اگر دو گواہ ثقہ عادل اگرچہ یہی دو ہوں اسطرح شہادت ادا کریں تو ضرور تینوں طلاقیں ثابت ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲:۔ از امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ مظفر علی خاں ۳۰ محرم ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ محمودہ کے حق میں مضمون طلاق مندرجہ ذیل بہ شہادت دو شخصوں کے تحریر کردیا طلاق بائنہ ہوئی یا رجعی

مضمون طلاق

میں نے محمودہ منکوحہ اپنی کو طلاق دیدی اور چھوڑ دیا اور مجھکو اب اوس سے کوئی واسطہ نہیں رہا اور زبان سے تین بار طلاق ادا نہیں کیا صرف کاغذ پر تحریر کردی۔

الجواب:۔ صورت مذکورہ میں زید سخت گنہگار ہوا عورت اوسکے نکاح سے نکل گئی اوس پر تین طلاقیں ہوگئیں اب بے حلالہ اوس سے نکاح بھی نہیں کرسکتا۔ زبان سے کہنا کچھ ضرور نہیں تحریر کافی ہے جبکہ بلا جبر و اکراہ شرعی ہو جیسا کہ یہاں ہوا اشباہ میں ہے۔ الکتاب کالخطاب لفظ اول و دوم دونوں صریح طلاق ہیں اور تیسرا فقط اگرچہ کنایہ تھا مگر تقدم طلاق نے اوسے بھی طلاق کے لیے معین کردیا۔ ردالمحتار میں ہے دلالۃ الحال المراد بھا الحالۃ الظاھرۃ المفیدۃ المقصود منھا تقدم ذکر الطلاق بحر عن المحیط اوسی میں ہے فی النھر دلالۃ الحال تعم دلالۃ المقال فتفسر المذاکرۃ بسؤال الطلاق او تقدیم الایقاع کما فی اعتدی ثلاثا اسی طرح اور مواقع میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳:۔ از شاہ گڈھ ڈاکخانہ شیر نگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیوہ سماۃ ہندہ سے بدیں شرط نکاح کیا کہ وہ اپنے ناجائز متعلق سے قطع تعلق کرلے اوس نے منظور کیا اور نکاح ہوگیا ہندہ مذکورہ نے گو اوس ناجائز متعلق سے قطع تعلق کرلیا لیکن زید نے اوس سے گفتگو کرتے دیکھ لیا اور اس غصہ میں زید نے ایک لکھے پڑھے شخص سے کہا کہ تم ایک مضمون لکھدو جس سے میں ہندہ سے دست بردار ہوجاؤں اور وہ تحریر بذریعہ رجسٹری سماۃ کے پاس بھیجدوں یہ وہ الفاظ بعینہ تھے جو ادا کیے گئے تھے لکھے پڑھے شخص نے ایک تحریر لکھی جس میں ہندہ کو تحریر کیا کہ تم نے شرط پوری نہیں کی لہذا تم میری بیوی نہیں رہیں تم کو طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں اب سماۃ ہندہ کہتی ہے کہ گو میں نے شخص متعلق سے تمھارے مرضی کے خلاف گفتگو کی ہے لیکن اب کچھ واسطہ نہیں ہے نہ اب گفتگو کروں چونکہ زید کو طلاق رجعی یا بائن کا کچھ علم نہیں تھا لیکن زید کے ذہن میں قطعًا قطع تعلق نکاح نہ تھا زید نے مضمون طلاق سن لیا تھا اب سماۃ پشیمانی کے ساتھ طالب معافی ہے اور زید بھی چاہتا ہے کہ سماۃ ہندہ مذکور میرے نکاح میں رہے واضح رائے عالی ہو کہ سماۃ ہندہ کو شخص متعلق سے گفتگو کرتے دیکھا کر او سکے دوسرے تیسرے دن تحریر رجسٹری طلاق کی بھیجی تھی اور جس روز تحریری طلاق بھیجی اوسی روز ہندہ اور زید میں گفتگو ہوکر خواہشمند بقائے نکاح ہوے ہیں کہ نکاح رہا یا نہیں۔

الجواب :- اوس نے اسکی درخواست سے لکھا اور اس نے لکھنے کے بعد سن بھی لیا اور عورت کو بھیجدیا عورت پر تین طلاقیں ہوگئیں اب بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ذہن میں ہونے نہ ہونے وغیرہ کے عذر بیکار ہیں قال اللہ تعالٰی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۴ :- از قصبہ حسن پور ضلع مرادآباد مرسلہ عطاء اللہ خاں سوداگر جنت ۱۵ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ سے عرصہ سے ناراض ہے اس کو زوجہ کی جانب بدگمانی ہے وہ عرصہ سے اس سے تقریری وتحریری ذرائع سے واقعات کو دریافت کررہا ہے اب اوس نے ایک خط اپنی زوجہ کے نام پردیس سے تحریر کیا ہے جسکی عبارت طول طویل ہے اسمیں سے بقدر ضرورت عبارت ذیل میں نقل کیجاتی ہے یہ ثابت ہے کہ یہ خط زید کا ہے کیونکہ وہ اپنے والد کو لکھتا ہے کہ میرے لڑکے کو اور میرے سامان کو زوجہ سے لیلو اور زید اپنے سالے کو بھی لکھتا ہے کہ تم میرے والد کو میرا سامان دیدو اور اپنی ہمشیرہ کے جہیز کا سامان اپنی ہمشیرہ کو دیدو اور میرے لڑکے کو بھی والد کو دیدو اسی خط میں اور بہت سی بیہودہ باتیں اپنی زوجہ کے متعلق تحریر ہیں اور کوئی اجنبی شخص ان کو نہیں لکھ سکتا اور زید کی بہت سی تحریریں انھیں قرائن کو ظاہر کرتی ہیں زید کے خط کی عبارت یہ ہے (تونے جسقدر جھوٹ سے کام لیا تیرے دل کو معلوم ہے مگر تونے اب بھی پوشیدہ حال رکھا ہے اب میں تجھ دل سے طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی میں اسوجہ سے وہاں سے چپ ہوکر چلا آیا ہوں کہ تو ڈر کے مارے نہیں بتاتی) دریافت طلب امر یہ ہوا کہ زید نے جو یہ کلمات اپنے خط میں لکھے ہیں کیا اسکی زوجہ مطلقہ ہوگئی یا نہیں اگرچہ اسکی زوجہ نے کوئی راز پوشیدہ ہی رکھا ہو یا ظاہر کیا ہو۔

الجواب: ثبوت خط کے لئے اوسکا اقرار ہو یا گواہان عادل کی شہادت اگر وہ انکار کرے اور گواہ نہ ہوں تو مجرد شناخت خط ملنے یا اون قرائن سے ثبوت نہیں ہوسکتا علما نے فرمایا ہے لایعمل بالخط اور فرمایا ہے الخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم۔ پھر وہ لفظ کہ اوس نے لکھے ہیں محتمل ہیں کہ پوشیدہ رکھی بیائے معروف یا بیائے مجہول اگر عورت کو وثوق ہے کہ یہ خط اوسی کا ہے تو جبتک وہ انکار نہ کرے اسپر کار بندی کرسکتی ہے اگر یائے معروف ہے تو تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی تھی اور یائے مجہول ہے تو اب تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات اس خط کے بعد پوشیدہ کرے لیکن اگر وہ اس خط سے منکر ہو تو عورت کو بے شہادت عادلہ بالائی وثوق کام نہ دیگا۔

مسئلہ ۶۵: از محمود آباد ضلع سیتاپور مرسلہ مولنا مولوی محمد اسمعیل صاحب حنفی سنی حنفی محمود آبادی ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا حکم فرماتے ہیں کہ زید نے ایک دن غصہ میں اپنی منکوحہ عورت کے واسطے فارغخطی تحریر کیا اور لکھا کہ میں نے طلاقیں دیں مگر زبان سے کچھ نہیں کہا اور نہ عورت نیز کسی کو اسکی بابت کچھ معلوم ہوا محض لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا مگر عورت نے کسی طرح معلوم کرلیا لہذا ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب: اگر فارغ خطی باضابطہ لکھی تھی کہ میں فلاں بن فلاں ساکن فلاں ہوں میں نے اپنی زوجہ فلاں کو تین طلاقیں دیں جیسا کہ لفظ فارغخطی سے بھی ظاہر ہے فارغ خطی باضابطہ کاغذ ہی کو کہتے ہیں تو بلاشبہ تین طلاقیں ہوگئیں عورت بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی عورت کو یا کسی کو خبر ہونا شرط طلاق نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۶: از شہر محلہ کوہاڑا پیر مسئولہ قمر الدین صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عقد نکاح کیا ہندہ کے ساتھ مگر بعدہ حسب شرائط ذیل بوجوہ خانگی ومصالح خاندانی تجویز طلاق قرار پائی اور طلاقنامہ لکھا گیا مگر حسب اندراج دستاویز مذکور کلمات شرعیہ کہ طلاق دی طلاق دی۔ طلاق دی اور جلسہ عام میں طلقت کہا وقوع میں نہیں آئی بلکہ سرپرست منکوحہ نے حکمت عملی سے زبردستی دستاویز حاصل کرلیا اور اوس نے اوسکو روک لیا نیز مخفی نہ رہے کہ بعد عقد ہنوز رخصتی کے رسم عمل میں نہیں آئی ہے آیا بعد ملاحظہ بالا وبلحاظ شرائط تحت طلاق جائز ہے یا واقعی عمل میں بموجب شرع شریف نہیں آئی۔

شرائط جو عمل میں نہیں آئیں

(۱) کھنڈوہ طلائی وزنی ۴ تولہ بوقت عقد منجانب ناکح چڑھائے گئے تھے واپس ہونگی اور نیز مبلغ عـہ روپیہ لڑکی والا بابت خرچ ناکح کو ادا کرے گا (۲) کل پارچہ پوشیدنی لڑکی والا ناکح کو واپس کرے گا جو کہ بوقت عقد چڑھایا تھا (۳) شرائط ۱و۲ کی تکمیل منجانب لڑکی والے کے ہونے کے بعد ناکح بروئے دستاویز مذکورہ طلاق دیگا اور جلسہ عام میں اوسکا اعلان کریگا (۴) شرط نمبر۳ کی تکمیل کے ساتھ معافی مہر منجانب منکوحہ لازم تھی۔

الجواب: ایسے معاہدوں میں معروف یہ ہے کہ دستاویز کا لکھنا معاہدے کی تمہید ہوتا ہے نہ کہ تنفید۔ تنفید

اونھیں شرائط پر مشروط ہوتی ہے جو معاہدے میں قرار پائے تو یہاں اگرچہ لفظاً تعلیق ہو عرفاً تعلیق ہوتی ہے والمشروط عرفا کالمشروط لفظا و لہذا اگر شوہر عورت سے کہے کہ تو مہر معاف کردے تو میں تجھے طلاق دیدونگا عورت نے کہا میں نے اپنا مہر معاف کیا شوہر نے طلاق نہ دی مہر معاف نہ ہوا کہ اگرچہ اوس نے بلا شرط الفاظ معافی کہے لفظوں میں کوئی شرط نہ تھی مگر معنیً شرط موجود تھی اور وہ نہ پائی گئی لہذا معافی نہ ہوئی اسیطرح یہاں طلاق معنیً اون شرائط سے مشروط ہے اور وہ نہ پائی گئی لہذا طلاق نہ ہوئی عالمگیریہ میں ہے امرأۃ قالت لزوجھا کابین ترا بخشیدم چنگ از من بدار فلم یطلقھا المہر باق على الزوج کذا فی الظہیریۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۷ :- از شہر کہنہ ۱۲ صفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو جسکو عرصہ قریب تین سال کے ہوا طلاق دیدی طلاق ہوجانے کا اقرار بکر نے زبانی عورت مطلقہ اور نیز عورت مذکورہ کے بھائیوں کی زبانی سُنا ہے اب بکر مذکور اپنا نکاح اوس عورت سے کیا چاہتا ہے لہذا شرع کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب :- سائل نے بیان کیا کہ عورت اور اوسکے بھائی تین طلاقیں اوتنی مدت سے ہونا بیان کرتے ہیں اور اب زید سال بھر سے غائب ہے اس صورت میں بکر کو چاہئے کہ اپنے دل کی طرف غور کرے اگر عورت اور اوسکے بھائیوں کا بیان دل پر جمتا ہو کہ یہ لوگ اسمیں سچے ہیں اور کوئی فریب نہیں کرتے تو بکر کو اختیار ہے کہ اس عورت سے نکاح کرلے جبکہ وہ اوس طلاق کے بعد عدت بھی گزرجانا بیان کرتی ہو یعنی طلاق کے وقت اگر حاملہ ہونا کہے جب تو ظاہر ہے کہ تین سال کے قریب زمانہ گذرا ضرور وضع حمل ہوکر عدت گذرگئی اور اگر حمل نہ تھا تو عورت یہ بیان کرے کہ طلاق کے بعد اوسے حیض تین بار شروع ہوکر ختم ہوچکا ہے اور اگر بکر کے دل پر ان کا سچ نہ جمے فریب معلوم ہوتا ہو تو ہرگز نکاح نہ کرے فی الھندیۃ عن الذخیرۃ لو ان امرأۃ قالت لرجل ان زوجی طلقنی ثلثا وانقضت عدتی فان کانت عدلۃ وسعہ ان یتزوجھا وان کانت فاسقۃ تحری وعمل بما وقع تحریہ علیہ اسکی ضرورت اسوجہ سے ہے کہ آجکل عادل شخص کا ملنا دشوار ہے ورنہ اگر عورت عادلہ ہو تو اوسکا صرف اتنا بیان ہی کہ مجھے طلاق ہوگئی۔ اور عدت گذرگئی جواز نکاح کے لئے کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۸ :- قاضی عبدالغنی صاحب از ڈیڈوانہ مارواڑ محلہ قاضیان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور بسبب دلی رنجش کے روبرو دو تین شخص کے حرف طلاق مکرر سہ کرر زبان پر لایا ہندہ کے پاس ایک طفل شیرخوار تھا اسوجہ سے اوس نے اوسکی پرورش کی درخواست کی جس کا زید نے اقرار کیا کہ بہر ماہوار دودھ خرچ کے دیا کرینگا چند عرصہ کے بعد ہندہ طالب مہر و نذر ہوئی اب زید نے دیکھا کہ روپیہ ہاتھ سے جاتا ہے انکار ہوگیا کہ میں نے طلاق نہیں دی اس غرض سے کہ ہندہ نہ تو کسی دوسرے سے نکاح کرسکیگی

ورنہ گھر سے خروج ہوگا۔ اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ طلاق جائز ہے یا ناجائز۔ طلاق کن کن امور سے ہوتی ہے کیا ہندہ مستحق پرورش خرچ مہر ہے۔

الجواب :۔ طلاق کے مسئلے ایسے گول لکھنے کے نہیں ہوتے ہیں حرف طلاق مکرر سہ کرر زبان پر لایا اس سے کیا معلوم ہوا کہ اوس نے کیا الفاظ کہے حرف طلاق لاکھ بار زبان پر لانے سے بھی طلاق نہیں ہوتی اور ایک ہی بار کہنے سے ہوجاتی ہے اوسکے پورے الفاظ لکھے جائیں جنہیں اصلا کم وبیش وتغیر نہ ہوا اور یہ بھی کہ اسکے گواہ کون کون لوگ ہیں کہ اوسنے یہ لفظ کہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۹ :۔ از ٹانڈہ ضلع فیض آباد مسئولہ حکیم سید حاضر علی ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

رہبر شریعت وطریقت جناب مولٰنا احمد رضا خانصاحب۔ السلام علیکم۔ ایک شخص سلیمان نے کئی آدمیوں کے سامنے طلاق دیکر طلاق نامے پر انگوٹھے کا نشان ثبت کردیا۔ اس طلاقنامہ کے وصول پر مساۃ صغرٰی بی بی بالغ کے باپ نے اوسکا عقد چھ ماہ ہوئے ایک متمول خوبصورت شخص سے کردیا اب سلیمان چند مفسدوں کے بہکانے سے کہتا ہے میں نے طلاق نہیں دیا ہے مفسدوں کا منشا ہے کہ شوہر ثانی سے ناجائز طور پر کثیر رقم وصول ہو۔ نقل طلاقنامہ یہ ہے "۱۲ ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ ہجری بروز سشنبہ منکہ سلیمان بن عبدالرزاق حافظ۔ روبرو پنچوں کے لکھوادیا ہوں کہ میری طبیعت خراب رہتی ہے میرے سر پر گرمی چڑھتی ہے تو تین تین چار چار روز ہوش نہیں رہتا اسوقت میری طبیعت بہت ٹھیک ہے اسلیے میں چار گواہی دیکر کے میری منکوحہ مساۃ صغرٰی بنت حیدر اوس کو تین طلاق دیکر اپنے نکاح سے دور کردیا اگر مجھکو کوئی دیوانہ گردانے تو واقعی دیوانہ ہوں لیکن اسوقت دیوانہ نہیں ہوں اور مساۃ مذکور کی جانب سے ولی محمد ابن امام الدین مختار ہوکر مہر عدت معاف کردیا ہے جب میں طلاق دیا ہوں ٹکٹ ار (نشان انگوٹھا سلیمان ولد عبدالرزاق حافظ)

الجواب :۔ صورت مستفسرہ میں اگر سلیمان کو اس تحریر کا اقرار ہے یا گواہان عادل سے ثابت ہو تو بیشک صغرٰی پر تین طلاقیں ہوگئیں اوسکا نکاح اگر عدت گزرنے کے بعد دوسرے شخص سے کیا گیا تو وہ نکاح صحیح ہے اور اگر عدت کے اندر کردیا کہ سوال میں انقضائے عدت کا کوئی ذکر نہیں اور طلاقنامہ میں عدت کا معاف کرنا جاہلانہ کلمہ ہے تو یہ دوسرا نکاح بھی باطل ہوا مگر سلیمان کو اب بھی صغرٰی پر کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا نہ وہ صغرٰی سے نکاح کرسکتا ہے کہ اس نکاح ثانی کے باطل ہونے کے سبب حلالہ صحیح نہ ہوا اور مختار میں ہے لاینکح مطلقۃ بالثلاث حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۰ :۔ از انبالہ چھاؤنی صدر بازار محلہ پلیدا ماں مرسلہ نتھے خاں نبیت ۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

ایک شخص نے بخوشی چار آدمیوں کے سامنے اپنی عورت کو طلاق دی اب وہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں دی۔ یہ طلاق ہوئی یا نہیں۔

الجواب :- اگر واقع میں تین طلاقیں دی ہیں عنداللہ عورت اوس پر حرام ہوگئی بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی قال اللہ تعالیٰ فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ اور اوس کا انکار اللہ عزوجل کے یہاں کچھ نفع نہ دیگا اون گواہوں پر فرض ہے کہ گواہی دیں اگر اون میں دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہوں طلاق ثابت ہوجائیگی اور اوس کا انکار دُنیا میں بھی نہ سُنا جائیگا اور اگر اُن میں ایسے گواہ نہ ہوں اور عورت کے سامنے طلاق نہ دی ہو تو عورت اوس سے حلف لے اگر وہ حلف لے کہ میں نے طلاق نہ دی تو عورت اپنے آپ کو اوسکی زوجہ سمجھے اگر اوس نے حلف جھوٹا کیا تو وبال اوس پر ہے اور اگر خود زوجہ کے سامنے اوسے تین طلاقیں دیں اور منکر ہوگیا اور گواہ عادل نہیں ملتے تو عورت جس طرح جانے اوس سے رہائی لے اگرچہ اپنا مہر چھوڑ کر یا اور مال دیکر اور اگر وہ یوں بھی نہ چھوڑے تو جس طرح بن پڑے اوسکے پاس سے بھاگے اور اوسے اپنے اوپر قابو نہ دے اور اگر یہ بھی نہ ممکن ہو تو کبھی اپنی خواہش سے اوسکے ساتھ زن وشو کا برتاؤ نہ کرے نہ اوسکے مجبور کرنے پر اوس سے راضی ہو پھر وبال اوس پر ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲ :- از گنج مرادآباد ضلع اوناؤ مرسلہ شیخ حرمت علی صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ قریب دو سال کا ہوتا ہے کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے بارے میں بکر اور عمر کو خط لکھے ہیں کہ میں نے ہندہ کو طلاق دی اوسکو اب اختیار حاصل ہے اب زید آیا اور وہ حلفیہ بیان کرتا ہے میں نے بکر اور عمر کو خط نہیں لکھے اور وہ خط ہندہ کے پاس بکر نے رکھدیے تھے اب گم ہوگئے اور اسی دریافت میں زید نے بکر سے کہا تم نے خود خواہش ظاہر کی تھی کہ ہندہ کو طلاق دو تب میں نے طلاق نہیں دی ہندہ بھی اقرار کرتی ہے کہ زید سے بکر نے خواہش ظاہر کی تھی۔ فقط بینوا توجروا باحسن الثواب

الجواب :- ایسے خطوط سے ثبوت طلاق دو امر پر موقوف یا تو شوہر اقرار کرے کہ واقعی میں نے خط یہ خط لکھا تھا یا دو مرد خواہ ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شہادت شرعیہ دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خط مذکور لکھا اشباہ وغیرہا میں ہے ان کتب علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا وثبت ذلک باقرارہ اوبالبینۃ فکالخطاب۔ پس صورت مستفسرہ میں اگر شہادت معتمدہ سے بروجہ کافی تحریر خط ثابت ہو تو الفاظ مذکورہ سوال ایک سے تین تک جتنے خطوں میں لکھنے کا ثبوت تا بقائے عدت ہو اوسی قدر طلاقیں وقت تحریر سے پڑنے کا حکم دیا جائیگا مثلاً شہادت مقبولہ سے صرف ایک خط کا ثبوت ہوا تو جسوقت اوسنے یہ خط لکھا اوسوقت سے ایک طلاق مانیں گے اور اگر ایک خط عمرو کے نام اور دوسرا عدت کے اندر انھیں الفاظ یا اون کے مثل سے بکر یا عمرو ہی کے نام لکھنا ثابت ہو تو دو اور اگر اسی طرح کے تین یا زائد خط ایک ہی شخص خواہ متعدد اشخاص کے نام لکھنے ثابت ہوں تو تین۔ کہ الفاظ مذکورہ کہ صریح ہیں ان میں ہر شخص کو لکھنا ہر بار کا لکھنا جدا طلاق سمجھا جائیگا۔ لما نصوا علیہ من ان التاسیس خیر من التاکید وان الصریح یلحق غیرہ ہاں اگر بعض خطوط میں الفاظ مذکورہ اور باقی میں اس طرح کا مضمون مسطور ہو کہ میں فلاں کو ایسا لکھ چکا ہوں یا میرے

پہلے ہی لکھ دیا ہے وامثال ذٰلک مما یتعین للاخبار عن ذٰلک السابق لایصلح للانشاء تو ان باقی خطوط کی تحریر اوسی طلاق سابق کا ذکر قرار پائیگی جدا طلاق نہ ٹھہرے گی فی الھندیۃ عن الظہیریۃ لو طلقہا ثم قال نہا طلاق دادمت یقع اخرٰی ولوقال طلاق دادہ است لایقع اخرٰی اور اگر شہادت کافیہ نہو توازانجا کہ زید منکر ہے اصلا ثبوت طلاق نہیں اگرچہ خطوط موجود اور اوسکے خط سے بالکل مشابہ ہوتے کہ شان خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں ملا صرحوابہ فی عامۃ الکتب ان الخط یشبہ الخط فلایعتبر بکر وعمر کا بیان کہ ہمیں خط لکھے اگرچہ وہ دونوں ثقہ عادل بھی ہوں اگرچہ بکر پر اوس اظہار خواہش کے سبب اس امر میں کوئی اپنی غرض وتہمت بھی نہ ہو اصلا قابل التفات نہیں کہ کوئی کسی کو اوسکے سامنے خط نہیں لکھا کرتا ڈاک میں آئے یا قاصد لایا بہرحال اون کا یہ اظہار اوسی مشابہت خط یا بیان ایلچی پر مبنی ہوگا اور یہ کوئی شہادت شرعیہ نہیں کما لایخفی علٰی ادنٰی خادم للفقہ وقد بیناہ فی رسالتنا ازکی الاہلال یہ جو کچھ گذرا دربارہ حکم قضا ہے یعنی جبتک اون دو وجہ شہادت واقرار میں کسی وجہ سے ثبوت نہو حکم طلاق نہ دیا جائیگا عورت کو حرام ہے کہ باوصف انکار شوہر ایسی مہمل خبر پر اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر کوئی کارروائی آزادی کرے۔ مردوں کو حرام ہے کہ اوسے مطلقہ ٹھہرا کر قصد تزوج کریں۔ مگر فی الواقع اگر زید اس انکار میں جھوٹا ہے تو اوس کا حساب لینے والا خدا ہے عورت اس بال سے پاک وجدا ہے خدا سے ڈرے اور حق ظاہر کرے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

مسئلہ ۱۳۲: ۔ مرسلہ حکیم علی حسین خاں از بریلی محلہ فراشی ٹولہ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حامی شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عرصہ ساڑھے تین سال سے رنڈی کے ساتھ نکاح کرلیا اور ہندہ قدیمہ زوجہ کو اذیت وتکلیف دیتا رہا حتی کہ ایک روز سال گزشتہ ۱۴ مئی ۱۹۱۶ء کو بموجودگی دو شخص ثقہ عاقل وبالغ مسلم عمرو وبکر جو کہ اوسکے قرابت دار ہیں زید نے ہندہ سے کہا کہ مجھے دو عورت کی استطاعت نہیں۔ میں اپنے پسند سے رنڈی لے آیا اور تو میرے مطلب کی نہیں میں تجھکو رکھنا نہیں چاہتا ہوں۔ تجھکو میں نے طلاق دی تو میرے پاس سے چلی جا تجھکو اختیار اپنا ہے جو چاہ سو کر مجھکو اپنا اختیار ہے کہ میں نے رنڈی سے نکاح کرلیا اب زید طلاق سے انکار کرتا ہے اور نہ بلاتا ہے اور نہ آتا ہے اور نہ روٹی کپڑا دیتا ہے اور وہ دونوں شخص مقر ہیں اور زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو خوب دق کرونگا اور ہندہ صبر وتحمل سے عاجز ہوکر نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے پس بحکم شرع شریف طلاق ہوئی یا نہیں اور الفاظ مذکورہ سے کتنے طلاق واقع ہوے اور ہندہ بعد عدت نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں شمار عدت کب سے ہوگا اور دین مہر کی مستحق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ۔ جاہلوں سے فتوٰی لینا حرام ہے مخالفان دین کی طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہے اس طلاق کو رجعی سمجھنا سخت جہالت ہے اور عدت اس وقت سے شروع سمجھانا اگر یہ طلاق بحالت حیض ہو جبکہ جب

یہ حیض ختم ہو اسکے بعد کا طہر ختم ہو جدید حیض شروع ہو اُس وقت سے عدت کا آغاز لینا دوسری جہالت ہے۔ بلکہ حکم شرعی یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں اگر بیان مذکور صحیح ہے عورت پر دو طلاقیں بائن پڑ گئیں عورت نکاح سے نکل گئی شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا فان اللفظ الخامس طلاق صریح والسادس لکونہ یحتمل السراح ان توقف علی النیۃ حتی فی المذاکرۃ فالسابع لایحتملہ وقد صارت الحالۃ بالطلاق حالۃ المذاکرۃ فوقع بلانیۃ لان البائن یلحق الصریح وکونہ بائنا عاد الاول ایضا مثلہ لاستحالۃ الرجعۃ بعد البینونۃ فطلقت تطلیقتین بائنتین عدت اسی وقت سے لی جائیگی جب سے یہ طلاق دی اگرچہ حالت حیض میں دی ہو تمام احکام عدت مثلاً عورت پر گھر سے باہر جانے کی حرمت وغیرہ اسی وقت سے ثابت ہوجائینگے نہ یہ کہ حیض جدید کے بعد آغاز ہوں ہاں صرف یہ حیض شمار میں نہ آئیگا بلکہ اسکے بعد تین حیض کامل درکار ہونگے جس وقت سے یہ طلاق پڑی عورت کا مہر واجب الادا ہوگیا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۳: از کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ محمد ابراہیم خاں وکیل سررشتہ ۲۳ رجب ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو جسکی عمر ۱۵ سال کی ہے ہندہ کے باپ عمرو کے مواجہہ میں طلاق بائن مغلظ دیدیا اس طلاق کے اندازاً ایک سال بعد زید نے کسی طرح پر ہندہ کو بہکا کر یہ کہلا دیا کہ مجھے طلاق نہیں ہوئی ہے اور زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اس صورت میں پدر ہندہ عمرو کو بروئے شریعت کیسا اختیار حاصل ہے کیا عمرو قاضی کے سامنے دعوی پیش کرکے استقرار طلاق کی ڈگری لے سکتا ہے اور اپنی لڑکی ہندہ نابالغہ کو زید کے قبضہ سے نکال سکتا ہے۔

الجواب: اللہ عزوجل ہر غیب کو جانتا ہے فی الواقع اگر زید نے ہندہ کو طلاق مغلظہ دی تھی اور اب زید وہندہ دونوں منکر ہوگئے ہیں تو اون کا انکار کچھ مسموع نہیں اون پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا ہوجائیں ورنہ زنا ہے اور دونوں کو عذاب جہنم وغضب جبار کا استحقاق ہے اگر وہ جدا نہ ہوں تو ہندہ کے باپ پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں دعوی طلاق کرکے فوراً جدائی کرالے اگر وہ نہ کرے تو جو مسلمان اسپر اطلاع رکھتا ہے اوس پر فرض ہے کہ دعوی کرکے اون میں جدائی کرادے اسمیں ہر مسلمان کو دعوی کا اختیار ہے بلکہ اگر کوئی شخص دعوی نہ کرے تو جن جن کے سامنے زید نے طلاق دی تھی اون پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں حاضر ہوکر گواہی دیں اور اگر اون میں دو گواہ قابل قبول شرع ہوں تو قاضی پر فرض ہے کہ بغیر کسی مدعی کے اون کی شہادت سن لے اور اون مرد وعورت کو جبراً جدا کردے اشباہ والنظائر میں ہے تسمع الشہادۃ بدون الدعوی فی الحد الخالص وفی الطلاق والایلاء والظہار درمختار میں ہے تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا بخلاف حقوق اللہ تعالٰی لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی موجودۃ ہاں واقع میں زید نے طلاق نہ دی اور ہندہ کا باپ جھوٹا دعوی طلاق کرکے جدا کرانا چاہتا ہے تو وہ سخت غضب اور عذاب کا مستحق ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۴: از بلرامپور ڈاکخانہ خاص ضلع گونڈہ محلہ پھاٹک جانب اتر سرائے پختہ مرسلہ نور محمد آتشباز ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک خواندہ آدمی ہے عرصہ پندرہ سولہ سال کا گزرتا ہے کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو بوجہ چند وجوہ طلاق واحد تنبیہًا دی اور بعد گزرنے پندرہ یوم کے دونوں میاں بی بی نے رضامند ہوکر رجعت کرلی اور آج تک زید کی زوجیت میں رہی اتفاقًا بعد سولہ برس کے دونوں میں نا اتفاقی بوجہ ورغلانے ایک شخص کے جو زید کی تجارت میں شریک تھا ہوگئی اور زید کے مکان سے فرار ہوگئی بعد چند روز کے واپس آئی اور سابقہ طلاق واحد کو تین طلاقوں کی مقر ہوئی چونکہ زید برادری والا آدمی ہے پنچایت میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور گواہوں نے بیان کیا مجھے یاد نہیں ہے کہ زید نے طلاق واحد دی تھی یا طلاق ثلاثہ اوسوقت پنچایت میں زید سے قسم لی گئی زید نے طلاق واحد کی قسم کھالی ہندہ پھر زید کی زوجیت میں چند روز رہی بعد ازاں ہندہ پھر فرار ہوکر اور دو گواہ بے نمازی دائمی اور شراب خوار و زانی ایک برادری و دیگر سے قوم دیگر کچہری دیوانی میں پیش کرکے مقدمہ دائر کرکے ڈگری حاصل کرلی اور اوس شخص کے مکان پر رہتی ہے جو کہ زید کا شریک تھا اور اوسی کے ورغلانے کا گمان غالب تھا پس صورت مسئولہ میں ہندہ کے گواہ مذکور کچہری کا قول معتبر ہوگا یا کہ گواہ اول پنچایتی برادران و زید کا قسم معتبر ہوگا اور اہل برادری کو زید کے شریک جہاں ہندہ رہتی ہے اور اوسی کے ورغلانے کا تمام اہل برادری کو اور زید کو گمان غالب ہے تنبیہًا خاندان ترک کردینا جائز ہے یا نہیں اور ہندہ زوجہ زید کی ہوسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب :- اگر یہ بیان واقعی ہے تو پنچایت کا فیصلہ حق تھا اوسکے بعد ہندہ کا چند روز اوسپر کاربند رہ کر اغوائے شیطان سے پھر فساد اوٹھانا اور دو فاسق گواہ پیش کرکے کچہری سے ڈگری لینا اوسے شرعًا کچھ مفید نہیں ہندہ بدستور زوجۂ زید ہے اور شریک زید پر اگر ہندہ کے اغوا کا ثبوت ہو تو اہل برادری ضرور اوسے برادری سے خارج کریں اوس سے میل جول چھوڑ دیں اوسکے پاس نہ بیٹھیں اللہ عزوجل فرماتا ہے واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ؁ اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی کی عورت کو اوس سے بگاڑے رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر وفی الاوسط کابی یعلی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵ :- از پھریرا ضلع مظفرپور محلہ نورالعین شاہ شریف آباد رائے پور مظفرپور مرسلہ شریعت الرحمٰن صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۶ھ

ہندہ کہتی ہے کہ مجھے میرا شوہر شیخ اسمٰعیل نے بیکدم پانچ طلاق دی ہے اور ایک بالغ لڑکا ایک بھاوج اور ایک غیر عورت بالغ اور ایک لڑکا بارہ چودہ سالہ گواہ رکھتی ہے اوسکی مائی کہتی ہے کہ ہاں پانچ طلاق دی ہے اور بھاوج کہتی ہے کہ پانچ طلاق دی ہے غیر عورت موجودہ کہتی ہے کہ دو دی ہے لڑکا کہتا ہے کہ تین دی ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ وہاں مساۃ مورن بھی تھی

مسماۃ ہندہ کہتی ہے کہ طلاق نہیں دی ہے اور پڑوس کے موجودہ لوگ سب بیک زبان کہتے ہیں کہ طلاق نہیں دی ہے اور اسمٰعیل شوہر ہندہ کہتا ہے کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے اور نہ دوں گا ہندہ اور ہندہ کی ماں اور بھاوج باہمی سازش سے مجھ پر تہمت جھوٹی کی ہے چونکہ میں بیمار تھا ہندہ کو اپنی خدمت کے لئے تنبیہ و مجبور کرتا تھا اس سے مجھ سے ناراض ہو کر جھوٹی تہمت مجھ پر کی ہے۔

الجواب: صورت مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں کہ اگر وہ لڑکا نابالغ ہو یا وہ خواہ بھاوج خواہ وہ دوسری عورت کہ دو طلاق کہتی ہے ثقہ عادل شرعی نہ ہو جب تو ظاہر یہاں تک کہ اگر یہ لڑکا بالغ اور یہ اور ماں اور بھاوج سب ثقہ عادل ہوں فقط وہ غیر عورت ثقہ نہ ہو جب بھی طلاق اصلاً ثابت نہ ہوگی پہلی صورت میں اسلئے کہ صرف عورتیں ہیں اور تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں اور دوسری صورت میں اسلئے کہ عدالت نہیں اور تیسری صورت میں اسلئے کہ ماں کی گواہی بیٹی کے حق میں مقبول نہیں درمختار میں ہے لاتقبل شھادۃ الفرع لاصلہ وبالعکس بحرالرائق میں ہے فی الولوالجیۃ تجوز شھادۃ الابن علی ابیہ بطلاق امرأتہ اذا لم تکن لامہ ولضرتھا لانھا شھادۃ علی ابیہ وان کان لامہ اولضرتھا لایجوز لانھا شھادۃ لامہ اور بالفرض اگر یہ لڑکا بالغ اور بھاوج اور وہ دوسری عورت سب ثقہ عادل ہوں بھی تو دو طلاقیں ثابت ہو سکتیں کہ اسی قدر پر تینوں شاہدوں کا اتفاق ہے لیکن یہ مذہب صاحبین کا ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اب بھی شہادت مقبول نہیں کہ دو اور تین میں اختلاف ہے اور اختلاف شہود موجب رد شہادت۔ ہدایہ میں ہے یعتبر اتفاق الشاھدین فی اللفظ والمعنی عند ابی حنیفۃ فاذا شھد احدھما بالف والاٰخر بالفین لاتقبل الشھادۃ عندہ وعندھما تقبل علی الالف اذا کان المدعی یدعی الفین وعلی ھذا الطلقۃ والطلقتان والطلقۃ والثلث تو ثابت ہوا کہ صورت مستفسرہ میں اصلاً طلاق ثابت نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶: از نگلا دھنی ضلع بلند شہر مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی کریم بخش صاحب مدرس ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا بیان ہے کہ میرے شوہر نے مجھکو طلاق دیدی ہے قطعی جسکو عرصہ ۶ مہینے کا ہوا اور اپنے بیان کی تائید میں اپنے دو بھائی حقیقی اور دو شخص غیر کو پیش کرتی ہے چنانچہ وہ چاروں قطعی طلاق دینا مسماۃ کو بیان کرتے ہیں اور شوہر سے جو دریافت کیا گیا تو وہ انکار کرتا ہے اس صورت میں عورت مطلقہ سمجھی جائیگی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: ان چاروں میں اگر عورت کے دونوں بھائی یا دونوں غیر یا ایک بھائی ایک غیر غرض کوئی سے دو شخص ثقہ عادل شرعی قابل قبول شہادت ہوں تو عورت ضرور مطلقہ سمجھی جائیگی شوہر کا انکار گواہان ثقہ کے حضور اصلاً مسموع نہ ہوگا بھائی کی گواہی بہن کے حق میں شرعاً قبول ہے درمختار میں ہے نصابھا للنکاح والطلاق رجلان او رجل و

اسماً ثلثاً اھ ملتقطاً فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے تجوز شہادۃ الاخ لاختہ کذا فی محیط السرخسی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از ریاست رامپور مسئولہ امراؤ دلہا مفتی غلام حیدر صاحب محلہ راج دوارہ مورخہ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کے دروازہ پر جاکر آواز بلند اپنی زوجہ کے متعلق کہا کہ میں نے فلانے کی بیٹی فلانی کو طلاق دی۔ اب شوہر کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ ایک دفعہ محض خوف دلانے کے لئے غصہ کی حالت میں کہا تھا اور گھر میں زوجہ کے دو بھائی اور والدہ اور نانی اور دروازہ پر ایک ملازم کا بیان ہے کہ ہم نے طلاق دی دی دی کا لفظ تین دفعہ سنا اور دروازہ کے باہر دو شخصوں نے بھی اسی آواز کا سنا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دی کا لفظ ایک دفعہ سنا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں تین طلاق ہوئی یا ایک طلاق رجعی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: عورت کے دونوں بھائی اور ملازم ان تینوں شخصوں میں اگر دو ثقہ عادل قابل قبول شرع ہیں تو تین طلاقیں ہوگئیں عورت بے حلالہ نکاح میں نہیں آسکتی بشرطیکہ بھائیوں نے اسے آنکھ سے دیکھا ہوا ور اسے قول مذکور کو کان سے سنا اور اگر وہ گھر ہی میں رہے اور یہ باہر ہی رہا تو محض شناخت آواز پر شہادت نہیں ایک طلاق سے زائد ثابت نہ ہوگی پھر اگر واقع میں تین بار دی کا لفظ کہا تو اوس پر فرض ہے کہ اوسے چھوڑ دے اور بے حلالہ ہاتھ نہ لگائے اگر خلاف کریگا مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید واللہ علی کل شیئ شہید واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: تحصیل کچھا نینی تال مرسلہ عبدالغنی صاحب ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو منکوحہ ہیں ہندہ، زینب۔ ہندہ نے چاہا کہ زینب زوجہ ثانیہ کو طلاق ہوجائے زید کو اہل دہ نے بہت ڈرایا دھمکایا مگر زید نے ہرگز نہ مانا زینب کو طلاق نہ دی ان مغویان دہ نے پٹواری دہ سے کہ از قوم ہنود تھا ساز کرکے طرح طرح کے نقصان مالی وجانی منجانب کچہری کے اندیشہ پیدا کردیا اور کہا تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اپنی عورت زینب کو طلاق دیدو اور یہ کلمات اوس پٹواری ہندو نے اپنی زبان سے اسطرح نکالے کہ کہو میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی زید نے پٹواری سے پورا مخوف ہوکر کہا کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دیدی تین مرتبہ اس کلمہ کا اعادہ کیا اور کرایا مگر یہ لفظ طلاق سے ثابت نہ ہوا کہ کونسی بی بی کو زید سے مرد ہنود پٹواری نے طلاق دلوائی بعد تھوڑی دیر کے جبکہ جلسہ منتشر ہوگیا پٹواری نے زید سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی کون سی بی بی کو طلاق دی زید نے کسی کا کچھ نام بھی نہیں لیا اور کسی عورت کی طرف اشارہ بھی نہ کیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور زید شوہر اور زینب زوجہ کو باہم کیا کرنا چاہیے۔

الجواب: جبکہ زید نے تین بار جدا جدا یہ لفظ اپنی زبان سے کہے کہ "میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی" اگرچہ ڈرانے دھمکانے جبر واکراہ سے اگرچہ وہ کہلوانے والا ہندو یا کوئی تھا اوس پر تین عدد طلاق ضرور لازم آئی اگر اوسکی مراد زینب تھی تو زینب پر تین طلاق ہوگئیں اور اگر ہندہ مراد تھی تو ہندہ کو تین طلاقیں ہوگئیں اور اگر دھمکانے سے وہ الفاظ زبان سے ادا کردیے اور نیت نہ زینب کی تھی نہ ہندہ کی تو اب اوس کے اختیار میں ہے جسکی طرف چاہے ڈال دے اگر زینب کو کہے گا اوسپر

تین طلاقیں ہوجائیں گی اور ہندہ کو تو اوسپر۔ تنویر میں ہے لو قال امرأتی طالق ولہ امرأتان او ثلاث تطلق واحدۃ منھن ولہ خیار التعیین۔ ردالمحتار میں ہے لا فرق فی ذلک بین المعلق والمنجز وکذا لافرق بین حلفہ مرۃ او اکثر ولہ صرف الاکثر الی واحدۃ ففی البزازیۃ عن فوائد شیخ الاسلام قال حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا او فعلہ وحلف بطلاق امرأتہ ان فعل کذا او فعلہ ولہ امرأتان فاراد ان یصرف ھذین الطلاقین فی واحدۃ منہما اشار فی الزیادات الی انہ یملک ذلک اور جبکہ وہ خالی الذہن تھا کسی لفظ سے کسی عورت کی نیت نہ کی لیکن یہ الفاظ خالی نہیں جاتے اور شرع اوسے تعیین کا اختیار دیتی ہے تو ظاہر اوسپر لازم نہیں کہ تینوں طلاقیں ایک ہی عورت پر ڈالے بلکہ ایک پر ایک اور ایک پر دو ڈال سکتا ہے اور دونوں پر یہ طلاق رجعی ہونی چاہیئے جبکہ اس سے پہلے دو والی کو ایک اور ایک والی کو دو طلاقیں نہ دے چکا ہو پھر اگر دونوں کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہے تو عدت کے اندر رجعت کرلے دونوں بدستور اوسکی زوجہ رہینگی ہاں آئندہ کبھی اگر دو والی کو ایک یا ایک والی کو دو طلاقیں دیگا تو تین ہوجائینگی اور پھر بے حلالہ اوس سے نکاح نہ کرسکیگا **اقول** والدلیل علٰی جواز التفریق ما مرعن البزازیۃ عن شیخ الاسلام عن اشارۃ محمد انہ یملک الصرف الی واحدۃ ان اراد فقط افاد انما یملک التفریق ان شاء والثلاث والاربع والاثنان فی ذلک سواء ولیس قولہ طلقت طلقت او امرأتہ طالق امرأتہ طالق امرأتہ طالق کقولہ طلقت امرأتی ثلاثا او امرأتی طالق ثلاثا فان ھذا قد افھم المغالظۃ فلا یملک التخفیف بالتفریق مع ان المروی عن الامام فیہ ایضا خیار التفریق غیر انہ تقع علی کل منھن واحدۃ بائنۃ لئلا یلغی وصف الاصل فی ردالمحتار رأیت بخط شیخ مشائخنا السائحانی عن المنیۃ لو کان لرجل ثلاث نساء فقال امرأتی ثلاث تطلیقات تقع ثلاث لکل واحدۃ وعند ابی حنیفۃ لکل واحدۃ منھن طلاق بائن وھو الاصح اھ **اقول** ای الا اذا بین وعین ما احدٰی ھن فعلیھا الثلاث فلا نعلم خلافا فیہ لمسألۃ خیار التعیین خلافا لما فہم العلامۃ الشامی اما ھھنا فکل کلمۃ علٰی حدۃ وکل تحتمل کل امرأتہ ولا ترجیح فالیہ البیان فان شاء جمع الکل علٰی حدۃ وان شاء فرق فاذا فرق فالواقع علی کل رجعیۃ اذ لا اصل ھھنا موصوفا بالبینونۃ وبہ انحل ما فی ردالمحتار و باللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۹ ۲۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو زوجہ ہیں حکمی اور بشیرن اور اوس نے دو بار یا تین بار کہا میری عورت پر طلاق اور کسی عورت کا نام نہ لیا تو اون میں کس پر اور کتنی طلاقیں پڑینگی۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت مستفسرہ میں یا تو وہ دونوں عورتیں مدخولہ ہونگی یا دونوں غیر مدخولہ یا ایک مدخولہ ایک

غیر مدخولہ اور ہر صورت میں یا تو ایک کی تخصیص کرے گا کہ میں نے اسی کو طلاقیں دی تھیں یا دونوں کو دینا بتلائے گا تو یہ چھ صورتیں ہوئیں اور بہر تقدیر لفظ مذکور دوبار کہا یا تین بار تو مجموع بارہ ہیں جن میں ہر جگہ مدخولہ کے اس لحاظ سے کہ اوسے پہلے ایک طلاق دیچکا ہے یا دو دیانہیں چاکیس بلکہ اٹھاون ہو جائینگی ان سب کا حکم چار اصل کلی سے نکل سکتا ہے **اول** زن غیر مدخولہ تفریق طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتی یعنی غیر مدخولہ کو یوں کہے کہ اوسپر دو طلاق یا اوسپر تین طلاق جب تو اوسپر دو یا تین طلاقیں ہونگے اور اگر دو یا تین یوں کہا کہ تجھپر طلاق تجھپر طلاق تو ایک ہی طلاق ہو کر نکاح سے نکل جائیگی باقی لغو جائینگی **دوم** مدخولہ بجعا و تفریقا ہر طرح تین طلاق تک کی صالحہ ہے زیادہ کی نہیں کہ تین سے آگے طلاق ہی نہیں تو جس مدخولہ کو کبھی ایک طلاق دیچکا تھا اب اوسے دو سے زائد نہیں دے سکتا اور جسے دو دیچکا اوسپر ایک سے زیادہ نہیں ڈال سکتا اگر زیادہ دیگا باقی لغو ہو جائیگی **سوم** کلام جبتک مؤثر بن سکیگا لغو نہ ٹھہرائیں گے اور ایسا دعوی جس میں کوئی حصہ کلام کا لغو جاتا ہو تسلیم نہ کریں گے۔ **چہارم** جسکے پاس دو زوجہ ہوں اور وہ بلا تعیین اپنی عورت کو طلاق دے تو اوسے اختیار ہے کہ وہ طلاق اون میں سے جسکی طرف چاہے پھیرے تعیین مطلقہ میں اوسکا بیان معتبر ہوگا جبتک اوس کے قبول میں کلام کا لغو ہونا نہ لازم آتا ہو یہ چاروں اصول جابجا کتب فقہ میں مصرح ہیں۔ پس اگر چھمی بشیرن دونوں **مدخولہ** ہیں تو اب اون میں سے جسکی تخصیص کریگا دو یا تین جتنی طلاقیں دی ہیں سب اوسی پر پڑینگی دوسری پر کچھ نہیں بشرطیکہ وہ اتنی طلاقوں کی صلاحیت رکھتی ہو مثلاً دوبار لفظ مذکور کہا تو اب جسکی تخصیص کرتا ہے اوسے دو طلاقیں کبھی نہ دی ہوں یا تین بار کہا تو اصلا نہ دی ہو ورنہ جسقدر کی اسمیں صلاحیت ہے اوتنی اوسپر باقی دوسری پر پڑینگی جبکہ اوسمیں کل باقی کی صلاحیت ہو ورنہ ایک طلاق بناچاری لغو ٹھہریگی مثلاً دوبار کہا اور چھمی کی تخصیص کی اور اوسے پہلے دوبارہ دیچکا تھا تو اس بار اوسپر ایک ہی پڑکر وہ تین طلاقوں سے مطلقہ ہو جائیگی اور اگر تین بار کہا اور اس سے پہلے ایک دیچکا تھا تو اب اوسپر دو ہی پڑکر تین ہو جائینگی اور دونوں صورتوں میں باقی ایک بشیرن پر پڑے گی اور اگر چھمی کو دو دیچکا تھا اب تین بار کہا تو اوسپر ایک پڑکر تین ہوگئیں اور باقی دو بشیرن پر پڑینگی جبکہ بشیرن کو پہلے دو نہ دیچکا ہو ورنہ ان دو باقیماندہ سے ایک ہی بشیرن پر پڑکر اوسکی بھی تین ہو جائینگی اور ایک مجبورانہ لغو جائیگی کہ اوسکے لئے کوئی محل نہیں اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو ہر ایک پر ایک ایک تو ضرور پڑیگی رہی تیسری اگر اوسکی صلاحیت کسی میں نہیں تو لغو جائیگی اور خاص ایک میں ہے تو اوسی پر پڑیگی اور دونوں میں ہے تو وہ جسے بتائیگا اوسپر ہوگی مثلاً چھمی بشیرن دونوں پہلے دو دو طلاقیں پا چکی تھیں تو اب ہر ایک پر ایک ایک پڑکر تین تین ہوگئیں تیسری بیکار اور اگر مثلاً چھمی کو دو ہوچکی تھیں اور بشیرن کو ایک تو یہ تین جو دونوں کو دیں ان میں کی دو خاص بشیرن پر پڑینگی اور چھمی پر ایک اگرچہ وہ اس کا عکس بتاتا ہو کہ میں نے چھمی پر دو ڈالیں بشیرن پر ایک اور اگر دونوں کو ایک ایک طلاق ہو چکی تھی یا ایک بھی نہ ہوئی تھی یا ایک کو ایک دوسری کو اصلا نہ ہوئی تھی تو دونوں ان تین میں سے دو کی قابل ہیں جسپر دو بتائے گا اوسپر ان میں کی دو پڑینگی اور جسپر ایک اوسپر ایک اور اگر دونوں **غیر مدخولہ** ہیں تو ایک کی تخصیص اصلا قبول نہ ہوگی کہ باقی کی لغویت لازم آتی ہے

بلکہ ہر طرح دونوں پر ایک ایک پڑیگی اور اگر تین بار کہا تھا تو تیسری عبث جائیگی اور اگر مدخولہ و غیر مدخولہ ہیں اور تخصیص غیر مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول نہ ہوگی بلکہ دو کی صورت میں دونوں پر ایک ایک پڑے گی اور تین کی صورت میں غیر مدخولہ پر ایک اور باقی دو مدخولہ پر اگر اوسے پہلے دو نہ دے چکا ہو ورنہ اوسپر بھی ایک ہی اور تیسری بیکار اور اگر تخصیص مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول ہوگی جبکہ دو کی صورت میں اوسے پہلے دو اور تین کی صورت میں پہلے ایک یا دو نہ دے چکا ہو ورنہ ایک یا دو مدخولہ پر پڑ کر باقی ایک غیر مدخولہ پر پڑ جائینگی اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو غیر مدخولہ پر ایک ہی پڑیگی اگرچہ اوسپر تین میں سے دو بتاتا ہو باقی مدخولہ پر بشرطیکہ تین کی صورت میں یہ اوسے پہلے دو نہ دی ہوں ورنہ اوسپر بھی ایک پڑیگی اور ایک عبث۔ غرض تقسیم طلاق و تخصیص غیر مدخولہ کے احکام یکساں ہونگے خانیہ میں ہے لوکان لہ امرأتان لم یدخل بھما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق بانتا وان قال اردت واحدۃ منھما لا یصدق وکذا لو قال امرأتی طالق وامرأتی طالق وکذا العتق ولوکان دخل بھما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق کان لہ ان یوقع الطلاقتین علی احدھما جو ہمارے اس بیان کو سمجھ لے وہ اس مسئلہ کے تمام باقی صدہا صور کے بھی احکام نکال سکتا ہے مثلاً دو زوجہ کی حالت میں یہ لفظ چار یا پانچ یا چھ بار کہا یا تین کی حالت میں دو سے نو تک یا چار کی صورت میں دو سے بارہ تک کہ اس سے زائد جو کچھ ہے وہ مطلقاً فضول ہوگا کما لایخفی رہا ایک ہی بار کہنا اوس کا حکم سب صور میں یہی ہے کہ جسپر چاہے ڈال سکتا ہے کہ کم سے کم ایک کی صلاحیت تو ہر زوجہ میں ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بھیکم پور۔ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ حرہ کو یہ ہدایت کی کہ فلاں رشتہ دار میرا بڑا دشمن ہے لہذا تو اوس سے مراسم اتحاد ترک کر زوجہ نے نہ مانا زید نے بموجودگی چند اشخاص زوجہ کو طلاق دی اور عدت منقضی ہو چکی ہے۔ اب زید رجوع کیا چاہتا ہے اور کہتا ہے میں نے ایک یا دو بار اس موقع پر جہاں طلاق واقع ہوئی تھی طلاق دی تھی تین مرتبہ نہیں کہا تھا۔ اشخاص موجودین موقع و زوجہ مطلقہ بیان زید کی تصدیق کرتے ہیں۔ مگر عمرو و ہندہ و صفیہ کا بیان ہے کہ جب ہم سے ملا تھا اور ہم نے اوس سے کیفیت واقعہ طلاق کو اپنے مکان پر دریافت کیا تو زید نے ہمارے سامنے تین مرتبہ یہ کلمہ کہا کہ (میں طلاق دیتا ہوں) زید بیان عمرو وغیرہ کے تصدیق نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے عمرو وغیرہ میرے مخالف ہیں اور براہ مخالفت جو مجھ سے رکھتے ہیں یہ کہتے ہیں تاکہ میری عورت مغلظہ ہو جائے اور میں عورت سے رجوع نہ ہونے پاؤں ورنہ ظاہر ہے کہ موقع طلاق پر علیحدہ تین مرتبہ کہنے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ عمرو وغیرہ نے مجھ سے کیفیت دریافت کی میں نے صورت واقعہ ظاہر کی۔ اس صورت میں زید بتجدید نکاح اپنی زوجہ سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں اور تحلیل کی ضرورت تو نہ ہوگی۔ اور اگر موقع وقوع طلاق سے علیحدہ ہو کر دوسرے مقام پر عمرو وغیرہ کے سامنے تین مرتبہ جملہ مذکورہ کہنا تسلیم کیا جائے تو وہ جملہ متصور ہوگا یا واقع کرنے والا طلاق مغلظہ کا۔ مترصد کہ بحوالہ کتاب وحدیث سے ہدایت فرمائی جائے۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت واقعہ اگر یونہی ہے تو طلاق مغلظہ ہرگز ثابت نہیں زید حرہ سے بے حاجت تحلیل نکاح کرسکتا ہے۔ عمرو وہندہ وصفیہ میں اگر ایک ہی شخص ثقہ عادل شرعی نہیں اگرچہ باقی دو بروجہ کمال عدالۃ شرعیہ رکھتے ہوں جب تو ظاہر ہے کہ نصاب شہادت کامل نہیں اور آج کل عدالۃ شرعیہ مردوں میں کم ہے نہ کہ زنان ناقصات العقل والدین کہ ان میں تو عدالۃ شرعیہ ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں کما بیناہ فی کتاب الشہادۃ من فتاوینا اسی طرح اگر ان میں کوئی شخص زید سے عداوت ظاہرہ دنیویہ اس حد پر رکھتا ہے جسکے باعث باوصف عدالت اسکے حق میں متہم ہو جب بھی حسب فتوائے ائمہ متاخرین اسکی گواہی زید کے ضرر پر مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے تقبل من عدو بسبب الدین لا الدنیویۃ فانہ لایا من من التقول علیہ اسی طرح اگر زید نے مکان عمرو پر دو جلسے من المتداین بخلاف الدنیویۃ فانہ لایامن من التقول علیہ اسی طرح اگر زید نے مکان عمرو پر وہ جملہ اسوقت کہا ہو کہ حرہ کی عدت گزر چکی ہو فان انقضاء العدۃ یجعلھا اجنبیۃ خارجۃ عن محلیۃ الطلاق اور اگر ان سب سے قطع نظر کیجئے بلکہ مان ہی لیجئے کہ زید نے جملہ مذکورہ ضرور کہا اور ایام عدت کے اندر ہی کہا اور اسقدر شک نہیں کہ یہ جملہ زمان حال بتاتا ہے نہ زمان ماضی تو حکایت طلاق سابق نہ ہوگا بلکہ جبکہ لفظا اسی قدر ہیں کہ "میں طلاق دیتا ہوں" اور اس میں کچھ نام و ذکر نہیں کہ کسے دیتا ہوں نہ بیان کوئی قرینہ واقعہ ارادہ تطلیق حرہ پر دال تو حرہ پر وقوع طلاق کا حکم نہ ہوگا جبتک زید اقرار نہ کرے کہ میں نے ان لفظوں سے اوسے طلاق دینے کا قصد کیا تھا۔ خلاصہ وہندیہ میں ہے سکران ھربت منہ امرأتہ فتبعھا ولم یظفر بھا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع۔ بزازیہ وانقرویہ میں ہے فرت ولم یظفر بھا فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا۔ بحر الرائق میں ہے لو قال طالق فقیل من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ اھ فقد علق الوقوع علی اقرارہ انہ عنی امرأتہ۔ اور اگر بالفرض وجود قرینہ بھی تسلیم کرلیں تاہم جب کلام میں عورت کی طرف اصلا اضافت نہیں تو زید کا قول کہ میں نے طلاق حرہ کی نیت نہ کی قسم کے ساتھ مان لیا جائیگا اور طلاق مغلظ کا حکم نہ ہوگا محیط وخانیہ وہندیہ میں ہے سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال لامرأتہ اتریدین ان اطلقک قالت نعم فقال اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی اخرجی من عندی وھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ۔ نیز عالمگیری میں ہے فی الفتاوی رجل قال لامرأتہ اگر زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف فلم یکن مضیفا الیھا۔ درمختار میں ہے لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لاتخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکہ الاضافۃ الیھا۔ بزازیہ وخانیہ میں ہے یقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقھا ویحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول قولہ۔ بالجملہ صورت مستفسرہ میں اگر عمرو وہندہ وصفیہ کا بیان صحیح بھی مانا جائے تاہم کسی طرح تین طلاقیں ہونا ثابت نہیں البتہ اگر واقع میں زید نے ایام عدت کے اندر انشائے طلاق حرہ کی نیت سے دوبارہ بھی جملہ مذکورہ

کہا یا اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو ایک ہی بار بہ نیت ایقاع طلاق کہا ہو تو عند اللہ حرہ پر طلاق مغلظہ ہوگئی اگر زید غلط انکار کریگا مفتی کا فتوی نفع نہ دیگا اللہ سے ڈرے اور جو امر واقع ہوا اوس پر عمل کرے۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ۸۱:۔ از صدر بریلی ۱۵ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوج کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی اور بیوی کہتی ہے کہ دی اور دونوں قسم کھاتے ہیں اور زوجہ ایک کاغذ پیش کرتی ہے کہ جس میں طلاق لکھی ہوئی ہے آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں بینوا توجروا

الجواب:۔ مرد کی قسم معتبر ہے عورت کی قسم فضول ہے جب گواہ نہیں مرد کو اقرار نہیں اوس کاغذ کو وہ اپنا لکھا مانتا نہیں۔ تو طلاق ہرگز ثابت نہ ہوگی ہاں اگر واقع میں طلاق دیدی ہے اور جھوٹ انکار کرتا ہے تو اوسکا وبال اور سخت عذاب اوسپر ہے۔ عورت خوب جانتی ہے کہ اس نے طلاق دیدی تھی تو اگر وہ طلاق رجعی تھی تو کچھ حرج نہیں اور اگر بائن تھی تو عورت کو اوس سے کہنا چاہئے کہ تو نے طلاق نہیں دی سہی از سر نو نکاح میں کیا حرج ہے اور مرد کو چاہئے کہ تجدید نکاح کرلے اور اگر عورت جانتی ہے کہ وہ تین طلاقیں دیچکا ہے تو جس طرح ممکن ہو اوس سے بھاگے نجات حاصل کرے اپنا مہر وغیرہ چھوڑنے کے بدلے اوس سے طلاق مل سکے تو یوں لے نہ ممکن ہو تو عذاب اوسپر رہیگا جبتک یہ خود اوسکے پاس جانے کی رغبت نہ کریگی واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ۸۲:۔ از شہر بریلی ذخیرہ مرسلہ کرامت حسین

ما قولکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالی کہ زید کہتا ہے کہ میں نے دو طلاق اپنی زوجہ کو دی ہیں اور زوجہ کہتی ہے کہ مجھے علم طلاق دینے کا نہیں ہے اور گواہ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی ہیں آیا قول زید کا معتبر ہوگا یا گواہوں کا مع تصحیح نقل بیان فرمائیے فقط

الجواب:۔ اگر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں نمازی پرہیزگار ثقہ عادل قابل قبول شرع گواہی شرعی دینگے تو تین طلاقیں ثابت ہوجائینگی زید کا انکار نہ سُنا جائیگا اور اگر ایسے گواہ نہیں تو زید سے قسم لی جائیگی اگر اوس نے قسم کھانے سے انکار کردیا جب بھی تین طلاقیں ثابت ہوجائینگی اور اگر قسم کھالیگا کہ میں نے صرف دو ہی طلاقیں دی ہیں تیسری طلاق نہ دی تو دو ہی ثابت ہونگی پھر اگر جھوٹی قسم کھالی تو اوس کا وبال زید پر ہوگا عورت پر الزام نہیں گواہ شرعی نہ ہوں تو قسم لینے کے لیے عورت کا گھر میں اوس سے قسم لے لینا کافی ہوگا والمسائل کلھا منصوص علیھا فی کتب المذھب کالدر المختار وغیرھا واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۸۳: محمد ارشاد علی صاحب معلم درجہ اول عربی مدرسہ عالیہ ریاست رامپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوگوں کے روبرو صرف یہ کہا کہ فلاں کو

طلاق زوجہ وغیرہ کسی کا نام نہیں لیا پھر کہا دعزیز الرحمن کے باپ کی بیٹی فلاں کو طلاق بلا ذکر نام زوجہ کے اور آس شخص کے علاوہ مطلق کی بی بی کے اور بھی کئی بیٹیاں ہیں بعد کو جب ایک شخص نے کہا یہ فلاں فلاں کیا کہتا ہے تب کہا آمنہ خاتون کو طلاق ور اس کی بیوی کا نام آمنہ خاتون ہے غرض پہلے جو طلاق مطلق اور مبہم تھی اسکو اقرار ثالث میں بالکل متعین کر کے بیان کیا ہے تو اس صورت میں اسکی بی بی پر کتنی طلاقیں واقع ہوگئیں جواب مدلل کتب فقہ سے مرحمت ہو۔

الجواب: صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں وقد فسلے لمبھم منصہ لبعض السوال واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از شاہجہانپور محمد خلیل مرسلہ مولوی ریاست علی خانصاحب شاہجہانپوری ۱۳ ذی القعدۃ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر کسی دوسرے شہر میں ہے اور اوس نے طلاق تحریر کر کے اور رجسٹری بھی حسب قانون انگریزی اسپر کرا کے بذریعہ ڈاک کے پاس اولیائے ہندہ کے ارسال کی تو اب سوال یہ ہے کہ تحریری طلاق حالانکہ اوس کاغذ پر شہادت بھی گواہوں کی لکھی یہ شرعًا معتبر ہے یا نہیں اور بحالت عدم اعتبار ہندہ کو نکاح ثانی اپنا دوسرے شخص سے کرنا یا ولی ہندہ کو ہندہ کا نکاح کسی شخص ثانی سے کرا دینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: ایسی مرسوم معہود تحریر مطلقًا معتبر و موجب وقوع طلاق ہے جبکہ بلا اکراہ ہو نص علی ذلک فی الاشباہ والبحر والدر والخانیۃ والھندیۃ وسائر الاسفار الغر تو واقع میں اگر یہ تحریر شوہر ہندہ نے برضائے خود لکھی دیانۃً ضرور طلاق واقع ہوگئی۔ رہا یہ کہ زن و اولیائے زن اسپر کہاں تک کاربند ہوسکتے ہیں اسکی تین صورتیں ہیں اگر شوہر اس تحریر کا اقرار کرتا ہے تو ثبوت طلاق ظاہر اور اگر منکر ہے تو ہرگز معتبر نہیں جبتک حجت شرعیہ قائم نہ ہو۔ فان الخط یشبہ الخط فلا یعتبر والقاضی انما یقضی بالحجۃ لا بمجرد الخط وقد حققناہ فی کتاب الصوم من فتاوٰنا واکثرنا فیہ من النقول عن الائمۃ الفحول اور اگر اقرار انکار کچھ معلوم نہیں مثلًا ہنوز اوس شہر سے واپس نہ آیا اس صورت میں اکبر رائے وغلبۂ ظن ان کے لیے حجت کاربندی ہے اگر اس خط کی صحت میں شبہ ہو تو ہندہ کو ہرگز حلال نہیں کہ اپنے آپ کو مطلقہ سمجھکر بعد عدت نکاح ثانی کرلے اور اگر اونھیں اطمینان قلب حاصل ہے کہ یہ خط اوس کا ہے تو نظر بظاہر اوس پر عمل کرسکتے ہیں شرعًا کافی لرخصۃ العمل ومغنی حاجت الاثبات میں فرق زمین وآسمان کا ہے ولہذا اگر شوہر انکار و اعتراض سے پیش آئے اونکی اکبر رائے کام نہ دیگی اور پھر ثبوت بہ حجت شرعیہ کی حاجت پڑیگی خانیہ میں ہے لو ان امرأۃ غاب عنہا زوجہا فاخبرھا مسلم ثقۃ ان زوجہا طلقہا ثلثا او مات عنہا وکان غیر ثقۃ فاتاھا بکتاب من زوجہا بالطلاق وھی لاتدری ان الکتاب کتاب زوجہا ام لا الا ان اکبر رأیہا انہ حق لاباس بان تعتد وتتزوج ہندیہ میں ہے ذکر فی کتاب الاقضیۃ ان کتب الخلیفۃ الی قضاتہ اذا کان الکتاب فی الحکم بشہادۃ شاھدین شہدا عندہ بمنزلۃ کتاب القاضی الی القاضی لایقبل الا بالشرائط التی ذکرناھا واما کتابہ انہ ولی فلانا او عزل فلانا فلیقبل عنہ بدون تلک الشرائط

ویعمل بہ المکتوب الیہ اذا وقع فی قلبہ انہ حق ویمضی علیہ وھو نظیر کتاب سائر الرعایا بالشیئ من المعاملات فانہ یقبل بدون تلک الشرائط ویعمل بہ المکتوب الیہ اذا وقع فی قلبہ انہ حق کذا ھنا اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵: از بروڈہ ملک گجرات موتی باغ بہرپا مرسلہ سید غلام سرور صاحب ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

شرع محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عالم اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ ایک شخص نے اجمیر شریف سے جاکر اپنی عورت کو بڑودہ میں بذریعہ خط ایک طلاق بنام جماعت لکھ کر روانہ کیا میری عورت کو کہہ دینا میں نے ایک طلاق اپنی عورت کو دی جماعت نے عورت کو خط سُنا دیا دو مہینے کے بعد بڑودہ میں آیا عورت نکاح میں رہی یا نکل گئی مطابق سوال کے جواب عطا فرمائیے ثواب آپ کو خداوند تعالٰی عطا فرمائے گا۔

الجواب: اگر واقع میں اوس شخص نے یہ خط آپ لکھا یا دوسرے کو عبارت مذکورہ بتاکر لکھوایا کہ میری عورت کی نسبت یہ الفاظ لکھ دے تو جس وقت اوسکے قلم یا زبان سے یہ لفظ نکلے اسیوقت سے عورت پر ایک طلاق پڑ گئی اور اوسی وقت سے عدت کا شمار ہوگا اگرچہ یہ خط بڑودہ نہ پہنچتا یا وہ خود ہی لکھ کر نہ بھیجتا یا مکتوب الیہم عورت کو نہ سُناتے کہ جو الفاظ طلاق لکھے یا بتائے جب اون میں کوئی شرط نہیں کہ یہ خط جب پہنچے یا سُنایا جائے اوسوقت طلاق ہو تو اون کا لکھنا یا بتانا ہی طلاق کا موجب ہوگیا بھیجنے پہنچنے سنانے پر توقف نہ رہا مگر اتنا کہ طلاق رجعی ہے عورت نکاح سے نہ نکلیگی جبتک عدت نہ گذر جائے۔ ایام عدت میں بے تجدید نکاح عورت سے رجعت کرسکتا ہے مثلاً زبان سے کہدے میں نے اوسے اپنے نکاح میں پھیر لیا بدستور اسکی زوجیت میں باقی رہیگی جس میں عورت کی رضامندی بھی ضرور نہیں اور اگر عدت گزر گئی تو برضائے عورت اوس سے از سر نو نکاح کرسکتا ہے کچھ حلالہ کی حاجت نہیں جبکہ اس سے پہلے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ اور اگر واقع میں یہ اوس شخص کا کام نہیں بلکہ کسی اور نے بطور خود اسکے نام سے لکھ بھیجا ہے تو طلاق نہ واقع ہوئی کہ دوسرے کی دی ہوئی طلاق جبتک شوہر نافذ نہ کرے محض بے اثر ہوتی ہے ولہذا اس خط کے ذریعہ سے لوگوں کے نزدیک طلاق اوسیوقت ثابت ہوگی جبکہ اوسے اس خط کا اقرار ہو یا انکار کرے تو گواہان عادل شرعی گواہی دیں کہ اس نے ہمارے سامنے یہ کارروائی کی بغیر اس کے صرف اتنی بات کہ خط اسکے ہاتھ کا لکھا معلوم ہوتا ہے بکار آمد نہیں ہاں اگر واقع میں یہ کارروائی اسکی تھی اور منکر ہوگیا اور گواہ نہیں تو اوسکا وبال اوسی پر ہے عورت پر گناہ نہیں مبسوط امام محمد وخلاصہ وبزازیہ واشباہ وشافی وکفایہ وردالمحتار میں ہے ان کتب علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا وثبت ذلک باقرارہ او بالبینۃ فکالخطاب فتاوٰی قاضی خاں و علمگیری میں ہے ان ارسل الطلاق فکما کتب یقع ویلزمہا العدۃ من وقت الکتابۃ وان علق بمجیئ الکتاب فما لم یجیئ الیہا لایقع اھ ملخصا خانیہ میں ہے رجل قال لغیرہ اخبر امرأتی بطلاقہا او قل لہا انہا طالق طلقت الحال کما لو قال اکتب الی امرأتی انہا طالق اھ ملخصا ہدایہ میں ہے الخط یشبہ الخط فلا یعتبر اس مسئلہ کی باقی تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵: از ملک چھتیس گڈھ شہر رائپور محلہ بیجنا تھ پاڑہ مکان منشی رحیم بخش عرضی نویس۔
مرسلہ منشی محمد اسحٰق صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۲ھ

بخدمت سراپا برکت جناب فیض مآب منبع علوم سبحانی ومعدن فیوض یزدانی جامع فروع واصول مولٰنا صاحب سلمہ اللہ تعالٰی۔ بعد از آداب کے بندہ محمد اسحٰق عرض رساں ہے کہ حضور پُر نور کا فتوٰی پہنچا کمال درجہ کی خوشی حاصل ہوئی اللہ تعالٰی آپ کو اجر عظیم بفحوائے خیر الناس من ینفع الناس عطا فرمائیگا التماس خدمت بابرکت میں یہ ہے کہ طالعور خاں اقرار کرتا ہے ایک مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ اقرار کرچکا ہے فقط اوس کا مقولہ یہ ہے کہ بیشک یہ خط تو میں نے تحریر کیا ہے اب اسکے موافق مجھے شرع سے کیا حکم ہوتا ہے اور جب یہ خط آیا تو سرمست خاں صاحب نے طالعور خاں کی زوجہ عمدہ اور اوسکے والد نجم خاں کو حرف بحرف پڑھکر سنا بھی دیا اس صورت میں یہ معلوم کرنا منظور ہے کہ از روئے شرع عمدہ کے حق میں کیا حکم ہے طالعور خاں اوسپر اپنے ساتھ نکاح کرلینے کا جبر کرسکتا ہے یا نہیں اور عمدہ کو بوجہ اسکے کہ عدت گزر چکی جس سے چاہے نکاح کرلینے کا اختیار ہے یا نہیں اور حکم وقوع طلاق میں کیا صرف پہلے خط کو دخل ہے یا اوروں کو بھی۔ بینوا توجروا

الجواب: جبکہ طالعور خاں اسی خط کے لکھنے کا مقر ہے اور سرمست خاں نے حسب درخواست طالعور خاں یہ خط اون دونوں کو حرف بحرف سُنا بھی دیا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو مستفسرہ میں عمدہ کے حق میں حکم شرع یہ ہے کہ اوسپر دو طلاقیں بائن ہوگئیں ایک تو اوسیوقت جبکہ طالعور خاں نے یہ لفظ لکھے تھے کہ آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اوسکا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کردو کہ دوسرے سے نکاح زن کی اجازت دینی بیشک کنایات طلاق سے ہے اور اس خط کی عبارت اول تا آخر نیت ازالہ نکاح میں ظاہر کما لایخفٰی علٰی کل ماھر وقد بیناہ فی ماسبق اور ان کنایوں سے طلاق بائن ہی پڑتی ہے کنز الدقائق میں ہے فی غیرھا بائنۃ وھی بائن حرام ابتغی الازواج اھ ملخصًا تو بعد تحریر خط طلاق ہوگئی اور اسیوقت سے عدت کا شمار کیا جائے فتاوی قاضی خاں میں ہے ان من الطلاق فیما کتب فی تلزمھا العدۃ من وقت الکتابۃ الخ ملخصًا اور دوسری اوسوقت جبکہ یہ خط حرف
بحرف عمدہ اور اوسکے والد کو سرمست خاں نے سُنایا کہ طالعور خاں کا لکھنا سرمست خاں سنادیتا کہ اوسپر طلاق شرعًا واجب ہوجائے طلاق معلق تھی تو جب شرط ایام عدت میں پائی گئی یہ طلاق بھی واقع ہوئی اور ازانجا کہ پہلی طلاق بائن تھی یہ دوسری بھی خواہی نخواہی بائن ہوگئی، ردالمحتار میں ہے اذا لحق الصریح البائن کان بائنا لان البینونۃ السابقۃ علیہ تمنع الرجعۃ کما فی الخلاصۃ بالجملہ عمدہ پر واجب کہ اپنے آپ کو طالعور خاں کے نکاح سے باہر سمجھے طالعور خاں کو اوسپر ہرگز جبر نہیں پہنچتا عمدہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے کہ طلاق بائن سے عورت خود مختار ہوجاتی ہے درمختار میں ہے انما تملک نفسھا بالبائن اور جبکہ پہلے ہی خط سے بائن طلاق پڑی اور عدت گذر چکی تو بعد کے خطوط کو وقوع طلاق میں کچھ دخل نہیں عالمگیری میں ہے شرطہ قیام القید فی المرأۃ من نکاح او عدۃ کذا فی المحیط السرخسی اھ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از بریلی محلہ نیم کی چڑھائی مرسلہ چودھری اشتیاق احمد ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کو بذریعۂ تحریر کے یہ اطلاع دی کہ میں نے اپنی زوجہ کو علیحدہ کردیا جس پر خالد نے یہ تحریر کردیا کہ مہربانی کرکے مطلع کیجئے کہ آپ نے اپنی زوجہ ثانیہ کو طلاق دیدی، زید نے خالد کی تحریر کے نیچے تحریر کردیا جی ہاں اور بعد اسکے اپنے دستخط کردیے کیا زید کی زوجہ ثانیہ کو اس تحریر سے طلاق واقعہ ہوگئی اور زید کو رجوع کا موقعہ نہ رہا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب: اگر زید مقر ہو یا گواہان شرعی سے ثابت ہو کہ یہ دونوں تحریریں اوسکی ہیں تو عورت نکاح سے نکل گئی رجوع نہیں کرسکتا ہاں بے حلالہ نکاح دوبارہ برضائے زوجہ کرسکتا ہے اگر اس سے پہلے کبھی اوسے دو طلاقیں نہ دیچکا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۸: از ہانسی ضلع حصار ڈاکخانہ خاص مسئولہ محمد ظہیر الدین و محمد نظیر الدین عطاران ۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین وارباب باتمکین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ کو کھانے پینے کی تکلیف دیتا تھا اس پر مسماۃ ہندہ کے والد نے بوجہ اپنی لڑکی کی تکلیف دفع کرنے کے پنچایت کو جمع کرکے فیصلہ چاہا حالانکہ زید پنچایت کے جمع کرنے پر راضی نہ تھا پنچایت نے یہ فیصلہ کیا کہ مسمی زید اپنی بیوی مسماۃ ہندہ کو مبلغ ہر ماہ دیا کرے جسکا ایک کاغذ بھی لکھا گیا بایں مضمون کہ اگر زید مذکور اپنی بیوی مسماۃ ہندہ مذکورہ رقم مجوزہ نہ دیگا تو ہندہ کو طلاق واقع ہوجاویگی جو بغرض دھمکی پنچایت نے لکھوایا تھا نہ کہ طلاق کی نیت سے، زید نے نہ کاغذ لکھنے کو کہا اپنی زبان سے اور نہ اپنے قلم سے کاغذ مذکور لکھا بلکہ ایک دوسرے شخص نے کاغذ لکھا باوجودیکہ خود زید خواندہ شخص ہے اور کاغذ پر دستخط زید نے برادری کے خوف سے کیے ہیں خود راضی نہ تھا بعد فیصلہ پنچایت مسماۃ ہندہ کو اس کا والد اپنے مکان پر لے گیا اور ہندہ مذکورہ دو ماہ تک اپنے والد کے یہاں رہی اس عرصے میں زید نے وہ رقم مجوزہ پنچایت ہندہ کو نہیں دی اور جب ہندہ بعد دو ماہ کے زید کے مکان میں آئی تو زید برابر سکونان نفقہ دیتا رہا مذکورہ بالا صورت میں جبکہ زید نے وہ رقم مجوزہ پنچایت نہیں دی ہندہ کو طلاق ہوگئی یا بمصداق الاعمال بالنیات نہیں ہوئی کیونکہ نہ اسکی طلاق دینے کی نیت تھی اور نہ پنچایت طلاق دلانا چاہتی تھی بلکہ محض دھمکی تھی بیّنوا توجروا مع عبارۃ الکتاب وبحوالۃ الفصل والباب فقط

الجواب: صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی۔ اور خود لکھنا اور دوسرے کے لکھے ہوئے کو سنکر اوسپر دستخط کرنا یکساں ہے اور خوف برادری کہ حد اکراہ تک نہ ہو کوئی عذر نہیں اگر تحریر میں یہ تھا کہ آج سے اسقدر ماہوار یعنی ماہ بماہ دیا کرے اور ایک مہینہ گزر گیا کہ اوس نے نہ دیا تو ایک طلاق رجعی ہوگی عدت کے اندر اوسے رجوع کا اختیار ہے اگر پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دیچکا ہو ورنہ تین طلاقیں ہوگئیں اور بے حلالہ نکاح نہ ہوسکیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹: از موضع بھرتول ضلع بریلی مسئولہ نظام علی صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی بدلو کا نکاح مسماۃ کامنی سے عرصہ تین برس کا ہوا ہوا تھا کوئی اولاد دیدیا نہیں ہوئی عرصہ ڈھائی سال کا ہوا کہ بدلو ملازم ہوکر ڈیرہ اسمٰعیل خاں چلا گیا خبرگیری نان نفقہ کی چھوڑ دی جب اوس کی بیوی کے ورثا نے یعنی والدہ اور خالو نے خط بنا بر خبرگیری مان نفقہ کے روانہ کیے تو اوس نے اوس کے جواب میں خط

روانہ کیا کہ میں نے سماۃ کامنی کو طلاق دی اور اوسے زوجیت سے چھوڑ دیا چنانچہ مزید احتیاط والدہ خالو سماۃ کامنی نے تھانے میں رپٹ لکھائی اور خط دکھلا دیا اور ایک تار معرفت تھانہ دار روانہ کیا تار کا جواب بذریعہ خط بیرنگ کے دیا کہ میں نے سماۃ کو طلاق دیدی پھر تیسرا خط آیا اوس میں بھی یہی لفظ تحریر ہیں کہ ہم نے سماۃ کامنی کو طلاق دیدی اب یہ طلاق شرعی ہوئی یا نہیں تیسرے خط میں یہ لفظ تحریر ہیں کہ میری طرف سے تین دفعہ طلاق ہے اب ہمارے پاس خط نہ بھیجنا اب تار پھر دیا تب بھی جواب طلاق کا دیا۔

الجواب:- اگر کامنی کو واقعی صحیح اطمینان ہے کہ یہ خطوط بدلو ہی کے لکھے ہوئے ہیں تو وہ اپنے آپ کو تین طلاقوں سے مطلقہ سمجھے اور بعد عدت نکاح کرسکتی ہے لیکن اگر وہ آیا اور اون خطوط کے لکھنے سے منکر ہوا تو بغیر شہادت گواہان عادل طلاق ثابت نہ ہوگی اور نکاح ثانی رد کردیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰:- از رنگپور مسئولہ محمد یونس ۱۱ رمضان شریف ۱۳۳۹ھ

(۱) اگر زوجین میں طلاق کی بابت اختلاف ہو خاوند منکر اور بی بی طلاق کا ثبوت دینا چاہتی ہو تو ثبوت کا کیا طریقہ (۲) جانبین میں شاہدین موجود ہوں مطلقہ کے شاہد طلاق کی گواہی دیں اور خاوند کے اس بات پر کہ مطلقہ نے بعد طلاق اون سے کہا ہے کہ خاوند نے طلاق دینا چاہا تھا مگر نہ دی تو اب کونسی بات قابل سماعت ہے بینوا توجروا۔

الجواب:- بحالت اختلاف طلاق کا ثبوت گواہوں سے ہوگا اگر دو گواہ عادل شرعی شہادت بروجہ شرعی ادا کریں کہ اس شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی طلاق ثابت ہوجائیگی پھر اگر شوہر نفی کے گواہ دیگا یا اس بات کے کہ مطلقہ بعد طلاق اس سے بولی کچھ اصلا مسموع نہ ہوگا ہاں اگر عورت گواہ بروجہ شرعی نہ دے سکے تو شوہر پر حلف رکھا جائے گا اگر حلف سے کہدیگا کہ اوس نے طلاق نہ دی طلاق ثابت نہ ہوگی اور اگر حاکم شرعی کے سامنے حلف سے انکار کریگا تو طلاق ثابت مانی جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۱:- از کوٹہ راجپوتانہ محلہ روڑ پورہ فراش پاٹن مرسلہ عبدالشکور خاں صاحب ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی بعد عرصہ دراز ہندہ نے زید پر اس مضمون سے نالش زرمہر دائر کی کہ زید نے یہ کہہ کر کہ مجھکو میری والدہ یہ وصیت کرکے مری ہے کہ اگر تو اپنی زوجہ کو اپنی زوجیت میں رکھیگا تو میں قیامت میں دامنگیر ہونگی گھر سے نکالدیا زید نے زرمہر اپنے ذمہ واجب سمجھ کر دعوی زرمہر سے اقبال کیا اور ہندہ کو اپنی زوجہ ہونا قبول کرکے سپردگی زوجہ کی خواہش کی کچہری نے زرمہر کی ڈگری دیدی ہندہ نے ایک سال دس ماہ بعد نالش زرمہر کو طلاق کی بنا پر ظاہر کرکے یعنی وصیت والفاظ مذکورہ بالا کی بنا پر نالش نان ونفقہ ایام عدت دائر کی زید اس بیان ہندہ سے قطعی انکاری ہے بلکہ کچہری میں نالش سپردگی زوجہ دائر کی ہے تو کیا ایسی صورت میں ایسے الفاظ سے طلاق ہوسکتی ہے اور کیا نالش زرمہر طلاق کی بنا پر تصور ہوسکتی ہے اور کیا زید اپنی زوجہ کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے اور کیا ہندہ ایسی حالت میں

نان ونفقہ ایام عدت پاسکتی ہے۔

الجواب: محض بیان ہندہ سے کہ زید نے اپنی ماں کی یہ وصیت بیان کرکے اوسے نکال دیا طلاق ثابت نہیں ہوسکتی جبکہ زید اوس بیان ہندہ کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اگر اتنے الفاظ خود بیان زید سے ثابت ہوں جب بھی ثبوت طلاق نہ تھے ماں کی وصیت بیان کرنا طلاق نہیں عورت کو گھر سے نکال دینا طلاق نہیں جبتک زبان سے بہ نیت طلاق نہ کہے کہ نکل جا اور نیت طلاق کا حال اوسکے اقرار سے ثابت ہوگا اگر وہ کہے میں نے بہ نیت طلاق نہ کہا اور قسم کھالے معتبر ہوگی وذلك لان اخرجی یحتمل ردا فیتوقف علی النیۃ لکل حال ویکفی تحلیفہ باللہ فی منزلہ کما فی الدر المختار بالجملہ صورت مسئولہ میں طلاق ثابت نہیں زید اوسے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے ہندہ کی نالش باطل ہے اور جب طلاق نہیں عدت کہاں کہ اوسکا نفقہ ہو نفقہ زوجیت کا ہوگا اگر شوہر کے یہاں رہیگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲: از شہر کہنہ بریلی محلہ شاہدانہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسئولہ نصر اللہ صاحب ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالت غصہ میں اپنی زوجہ کو مارنے گیا اور کہا کہ اگر تو لڑنے اور منہ زوری کرنے سے نہ مانے گی تو میں تجھکو طلاق دیدوں گا وہ نہ مانی شوہر نے کہا کہ تجھکو طلاق دی میں نے جا تجھکو طلاق دی میں نے اوسکا نتیجہ یہ ہے جا فقط اب زید رجوع کرنا چاہتا ہے بموجب شرع کے کیا حکم ہے۔

الجواب: تین طلاقیں ہوگئیں بغیر حلالہ اوسکے نکاح میں نہیں آسکتی لان رجبا) وان کان یحتمل ردا وغایۃ تقدم الطلاق ان الحال صار حال المذاکرۃ لکن ما یحتمل الرد ینوی فیہ مطلقا غیر ان ایقاعہ الطلاق یرد ارادۃ الرد وکذا قولہ (اسکا نتیجہ یہ ہے) فان الناتج من نشوزھا تطلیقہا لا الردۃ فکان خلاف الظاھر فلا یصدق فیہ قضاء والمرأۃ کالقاضی کما فی الفتح والبحر قال فی الدر المختار اذھبی وتزوجی تقع واحدۃ بلا نیۃ قال الشامی لان تزوجی قرینۃ فان نوی الثلاث فثلاث بزازیۃ اھ ثم نازعہ بان تزوجی ایضا کنایۃ فکیف یکون قرینۃ وان القرینۃ لابد لہا من التقدم وھو ھہنا متاخر اھ محصلہ۔ ولا ورود لشیئ منہما فیما نحن فیہ لتقدم الصریح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳: از بڑودھا محلہ فتح پورہ پانی گرہ مکان حمن مہاوت مرسلہ زینب بی بی بنت پیر خاں ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

علمائے شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطابق میرے سوال کے جواب میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ میرے شوہر نے روبرو چار گواہ کے عرصہ دو برس کا ہوا طلاق بائن دیا نکاح باطل ہوگیا یا نہیں اسکا اجر اللہ جل شانہ دے گا۔

الجواب: طلاق بائن دیتے ہی عورت فورًا نکاح سے نکل جاتی ہے مرد کو اوسپر کچھ اختیار نہیں رہتا عالمگیری میں ہے اما حکمہ فوقوع الفرقۃ بانقضاء العدۃ فی الرجعی وبدونہ فی البائن کذا فی فتح القدیر واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۴ :- از بمبئی محلہ کماٹی پورہ دوسری گلی مرسلہ محمد عثمٰن صاحب حنفی سنی قادری ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو ایک شخص کے سامنے کہا میں نے تجھے طلاق دیتا ہوں بعینہٖ یہی زید کی زوجہ اور خواشدامن کا کہنا ہے بعدہ ایک طلاقنامہ تحریر کیا گیا جس میں یہ عبارت درج تھی کہ اپنی بی بی زہرہ کو تلاخ کو دیا اور زید کا والد حلفاً کہتا ہے کہ میرے لڑکے نے طلاق دیتا ہوں کہا تھا اور اوسکے والد کی نسبت دو آدمیوں نے کہا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں کہتا اور زید کے والد نے یہ بھی کہا کہ یہ شخص یعنی زید جو لڑکا ہے میرا زہرہ بی کے والد کا نام نہ لیا جو جھوٹی تھا بلکہ زہرہ لعل محمد کو طلاق دیتا ہوں اور طلاقنامہ پانچ آدمیوں کے روبرو تحریر کیا گیا اون میں ایک آدمی یہ کہتا تھا کہ زید سے جب کہا گیا کہ طلاق دے تو زید نے کہا ہوں دیتا ہوں اس صورت میں طلاق بائنہ ہوئی یا رجعی یا نہیں

الجواب :- سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زید اب طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے یا منکر ہے اگر اقرار کرتا ہے تو جیسی طلاق کا وہ مقر ہے ویسی ہوگئی رجعی یا بائن یا مغلظہ اور اگر منکر ہے تو ان بیانوں سے جو سوال میں لکھے گئے اگر واقع میں ایسے ہی ہیں اصلاً کوئی طلاق ثابت نہیں اوسکا یہ لفظ کہ میں تجھکو طلاق دیتا ہوں اسکا گواہ صرف ایک مرد ایک عورت ہے اور وہ بھی اوسکی عورت کی ماں اور طلاقنامہ کے یہ لفظ سوال میں ہیں کہ اپنی بی بی زہرہ کو تلاخ کو دیا اس سے طلاق نہیں ہوتی اسکا تو اتنا حاصل ہے کہ اوسے طلاق دینے کے لیے کسی کو سپرد کیا اور اوسکے باپ کا جو بیان ہے وہ بھی مثبت طلاق نہیں کہ پہلے مرد کے ساتھ مل کر نصاب کامل ہوجائے جب عورت کی طرف اشارہ نہیں بلکہ نام لیا اور لعل محمد کی بیٹی کہا اور وہ لعل محمد کی بیٹی نہیں تو اوسکو طلاق نہیں پچھلے بیان میں اوسکی طرف اضافت نہ سوال میں ہے نہ جواب میں اور طلاقنامہ لکھتے وقت کا یہ بیان ہے تو معنی ارادہ پر محمول واضح ہے غایت یہ کہ اگر وہ پہلا اور یہ پچھلا شخص ثقہ عادل ہوں تو زید سے حلف لیا جائے اگر حلفاً کہدے کہ میرا ارادہ طلاق کا نہ تھا تو ہرگز طلاق ثابت نہیں ہاں اگر نقل طلاقنامہ میں دوسرا لفظ کو قلم سائل سے زائد نکل گیا ہے اور اوسمیں یہ لکھا ہے کہ زہرہ کو تلاخ دیا اور اس طلاقنامہ کے لکھنے کا وہ مقر ہو یا دو گواہ عادل شرعی باقاعدہ شہادت دیں تو ایک طلاق رجعی ثابت ہوگی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵ :- از شہر بریلی محلہ باغ احمد علی خاں ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو غصہ کی حالت میں طلاق کے لفظ بولا یعنی کہا حرامزادی تجھکو میں نے طلاق دیا تو میرے گھر سے نکل جا میں تجھکو نہیں رکھوں گا تو اب زید کہتا ہے ہندہ کو میں نے بیشک طلاق دیا لیکن دو طلاق دیا یا تین طلاق دیا اوسوقت میری یاد نہیں ہے مگر اوسجگہ میں اوسوقت دو عورت تھی ایک زید کی میا دوسری بہن ان دونوں عورتیں کہتی زید نے اپنی بی بی کو ایک طلاق دیا اور کہا حرامزادی میرے گھر سے نکل جا تجھکو نہیں رکھوں گا اور ہندہ زید کی بیوی بھی یہی کہتی ہے شرع شریف میں کیا حکم ہے طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور رجعی یا بائن یا طلاق۔

مغلظہ بینوا توجروا زیادہ والسّلام فقط

الجواب: جب طلاق میں شک ہو کہ دو تھیں یا تین تو دو ہی سمجھی جائینگی جبتک گواہان شرعی سے زیادہ کا ثبوت نہو فی الاشباہ والدرالمختار والعقود الدریۃ وغیرہا شك طلاق واحدۃ اواکثر مبنی علی الاقل زید نے اس لفظ سے کہ تو میرے گھر سے نکل جا اگر طلاق کی نیت کی تھی تو دو طلاقیں بائن پڑیں فان البائن یلحق الصریح والرجعی یصیر یلحوق البائن بائنا ورنہ ایک طلاق رجعی پڑی لان اخرجی مما یحتمل ردا فلا یقع بہ بلا نیۃ وان کانت الحال حال المذاکرۃ لتقدم التطلیق کما نصوا علیہ ہاں اگر یہ سارا جملہ کہ میں نے تجھکو طلاق دی میرے گھر سے نکل جا دو بار کہا اور اون میں ایک بار بھی (میرے گھر سے نکل جا) سے نیت طلاق کی کی تو تین طلاقیں ہو گئیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۹۶: محمد حسن از مدرسہ منظر اسلام بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بی بی سے بولنا اور بوسہ لینا اور جماع کرنا اور مباشرت کرنا حرام سمجھتا ہے آیا طلاق واقع ہوگا یا نہیں اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ تمام عمر تو مجھپر حرام ہے طلاق واقع ہوا یا نہیں۔

الجواب: نرے سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا جبتک زبان سے نہ کہے اور اس کہنے سے کہ تو مجھپر حرام ہے طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے نکل گئی بعد عدت اوسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر اوس شوہر سے نکاح چاہے تو عدت میں بھی ہوسکتا ہے اور بعد بھی فی ردالمحتار تحت قولہ خلیۃ بریۃ حرام بائن الخ قولہ حرام سیأتی وقوع البائن بہ بلا نیۃ فی زماننا للتعارف سواء قال علی اولا الخ وتمام تحقیقہ فیما علقناہ علیہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۷: از ڈاکخانہ سنواء قادریہ ضلع چاٹگام جونیر مدرسہ مرسلہ مولوی جمال الدین صاحب ۱۰ رمضان ۱۳۳۰ھ

(۱) اگر کسے زنے خود را دو یا یک طلاق بائن داد بعد ازاں تجدید عقد نماید پس ثانیًا مالک سہ طلاق گردد یا نہ (۲) در آن واحد سہ طلاق معًا دادن وایقاعش نمودن از کدامی آیت وحدیث ثابت مگر در حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایں حکم از کجا آوردند واجماع بروئے چرا نمودند واگر خلافش کنند حکم یک طلاق دہد مواخذہ خواہد شد یا نہ وچرا

الجواب: (۱) مالک سہ طلاق نشود ہرچہ باقی ماندہ است ہموں بدست اوست واللہ تعالیٰ اعلم (۲) خلافش نہ کنند مگر مخالف سواد اعظم وحکم عمر حکم خدا است قال اللہ تعالیٰ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین وعضوا علیہا بالنواجذ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر آنکہ عمر از کجا آورد او را انجا آوردہ کہ حق سبحانہ ہم در حق عمر فرمود لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸: از قصبہ کودر کوٹ ضلع اٹاوہ مسئولہ محی الدین احمد صاحب ۱۴؍ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور وہ اوسکے گھر سے باہر ایک ہفتہ رہی اندر ایک ہفتہ کے پھر اوس نے اوسکو اپنے گھر میں رکھ لیا اور وہ اوسکے گھر میں مثل زوجہ موجود ہے اسکے واسطے شرعی کیا حکم ہے۔

الجواب: اگر عورت کو طلاق دیکر ایک ہفتہ کے بعد پھر رکھ لیا اگر تین طلاقیں دی تھیں فاسق وزانی ہوا یونہی اگر طلاق بائن دی تھی اور دوبارہ نکاح نہ کیا حرامکار رہا اور اگر طلاق بائن تھی اور نکاح کرکے رکھا یا طلاق رجعی تھی اور بلا نکاح واپس کرلیا تو گناہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹: ۸؍ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ کے باپ اور بھائی اور ماں اور دیگر ورثا بہ نیت اس امر کے طلاق مشہور کرتے ہیں کہ جو کچھ جائداد شوہر کی ہے اوسکو چھین کر اور شوہر سے زوجیت کو چھوڑا کر بجائے دیگر اوسکا عقد ادا کریں اور زر شوہر سے نفع اٹھاویں بموجب شرع کے ایسے شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر واقع میں اوس نے طلاق نہ دی اور یہ لوگ دانستہ جھوٹ باندھ کر طلاق مشہور کرتے ہیں تاکہ عورت کو اوسکے شوہر سے چھڑا لیں تو سخت عذاب ولعنت الٰہی کے مستحق ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی قال اللہ تعالٰی ویتعلمون منہما مایفرقون بہ بین المرء وزوجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس منا من خلب امرأۃ علٰی زوجہا او عبدا علٰی سیدہ رواہ ابوداؤد والنسائی والحاکم بسند صحیح وابن حبان فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو عند احمد بسند صحیح والحاکم وقال صحیح واقرہ والبزار وابن حبان عن بریدۃ وعن الطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ابن عمر وعند ابی یعلٰی والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اگر یہ امر ان پر ثابت ہوجائے تو وہ شرعاً سخت سی سخت تعزیر کے مستحق ہیں واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۰: از بھجناتھ باڑہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بھجناتھ باڑہ ۱۳؍ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضلع رائے پور میں ایک موروثی قاضی نے اپنی بی بی کو شرعی طور پر طلاق دی اور طلاق دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا حتی کہ اوسکے کپڑے وغیرہ بھی دیدیے اور اپنے یہاں سے اوسکی ماں کے گھر بھیجا دیا بعض بعض باشندگان رائپور نے بغرض تحقیق اس بات کے کہ طلاق دی یا نہیں جلسہ کیا قاضی نے اوس جلسہ میں بھی مکرر سہ کرر ان الفاظ سے بیان کیا کہ میں نے خود شرع کے حکم کے موافق طلاق دی۔ جن لوگوں کے اس قسم کے خیالات ہیں کہ غصہ سے طلاق نہیں ہوتی انہوں نے بھی اپنے طور پر بہت کچھ سمجھایا۔ تقریباً چار برس کے بعد عورت کے وارثوں نے مہر کا دعوی کیا جب نوبت وارنٹ کی پہونچی تو قاضی اور دوسرے لوگوں نے جنکی یہ منشا تھی کہ کسی طرح سے بس آپس میں میل ہوجائے کسی

دوسری عورت کے ذریعہ اوس عورت مطلقہ کو ملادیا کچہری کا جھگڑا تو عورت کے آنے پر طے ہوا اب عدالت شرع کیا حکم فرماتی ہے آیا طلاق ہوئی یا نہیں درصورت طلاق ہونے کے کس صورت میں اپنے نکاح میں لاسکتا ہے اور یہ شخص امامت اور قضات کرسکتا ہے یا نہیں اور دوسرا شخص اسکے حکم سے نیابت کرسکتا ہے یا نہیں اور جن اشخاص نے عورت کو راضی کرنے اور ملانے میں مدد کی اونکے واسطے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:- جبکہ قاضی نے اپنی عورت کو طلاق دی طلاق ہوگئی اس میں تو اصلاً شبہ نہیں پھر اگر طلاق بائن دی تھی یا عدت گزر کر بائن ہوگئی تو بے نکاح جدید اوسی عورت سے مل جانا حرام قطعی تھا اور اگر تین طلاقیں دیچکا جب تو بے حلالہ نکاح جدید بھی ناممکن تھا اور یہ خیال کہ غصہ میں مطلقاً طلاق نہیں ہوتی محض جاہلانہ خیال ہے طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے رضامندی میں کون چھوڑتا ہے پس دو صورت سابقہ میں اگر قاضی نے بے نکاح جدید اور صورت اخیرہ میں بے حلالہ نکاح اوس عورت سے میل کرلیا تو وہ اور اوسکے ساتھی جتنے لوگ اس ملانے میں شریک و مددگار تھے سب مرتکب حرام و فاسق ہوئے فاسق امام بنانے کے لائق نہیں یہانتک کہ جو اوسے امامت پر باقی رکھے گا گنہگار ہوگا کما نص علیہا فی ردالمحتار عن الغنیۃ عن الحجۃ یہ ہیں وہ عہدہ قضائے شرعی کا بھی مستحق نہیں (کرم خوردہ ہونیکی وجہ سے عبارت ختم ہوگئی ہے ۱۲) فی الدرالمختار الفاسق لایقلد وجوبا ویاثم مقلدہ کما یفتی اھ ملخصا اور جب وہ خود ان عہدوں پر نہ رکھا جائے گا۔ دوسرے کو نائب کیا کریگا اور یہ قضائے عرف یعنی نکاح خوانی جسے لوگ عہدۂ قضا بولتے ہیں یہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہئے کہ نکاح خاص امر دین ہے اور عمر بھر صدہا احکام دینیہ اوسپر متفرع ہوتے رہتے ہیں اور فاسق کا امور دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں نہ اوسپر کسی بات میں اطمینان ولہذا قرآن عظیم میں ارشاد ہوا یا ایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا الاٰیۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۰۱:- از بھدرک ضلع بالیسر ملک اوڑیسہ مسئولہ ضمیر خاں ۲۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضمیر خاں نامی ایک شخص نے اپنی حقیقی سالی سے زنا کا مرتکب ہوا اور اسکے شوہر نے ضمیر پر کچہری میں مقدمہ دائر کیا بعد مقدمہ اسکی سالی کو اوسکے شوہر نے باقاعدہ طلاق دیدی لیکن جسوقت مقدمہ چل رہا تھا ضمیر کی زوجہ نے ضمیر کو سخت سست کہنے سے غصہ میں اپنی زوجہ کو تین طلاق دیچکا تھا جب مقدمہ سے ضمیر نے خلاص پایا اونس نے اپنی سالی سے وعدہ کیا تھا اگر میں مقدمہ سے خلاص ہوا تو تجھے اپنے مکان میں رکھوں گا لہذا اپنی سالی کی زبان بندی سے مقدمہ سے مخلص پایا اور اپنی سالی کو مکان لے آیا اوسکے بیان کے مطابق ضمیر کو کارروائی کرنے سے بستی والوں نے جبر کیا اور ایک جلسہ کرکے کہا تو چاہے چھوٹی کو نکال دے یا بڑی کو طلاق دے اور چھوٹی سے نکاح کرلے اوسوقت ضمیر نے اپنی منکوحہ کو طلاق ثلثہ دیا اور اپنی سالی سے نکاح کرلیا ایسی حالت میں کیا حکم شرع شریف ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اوسکی پہلی زوجہ کو تین طلاقیں ہوگئیں اوسکی عدت گزر جانے کے بعد نکاح کیا ہے نیز سالی کو

اوسکے شوہر نے جو طلاق دی اوسکی عدت بھی گزرنے کے بعد تو یہ نکاح صحیح ہوگیا اور اگر دونوں عدتوں میں سے کوئی عدت باقی تھی تو حرام فاسد ہوا اوسپر فرض ہے کہ اس دوسری کو بھی چھوڑ دے جب دونوں بہنوں کی عدتیں گذر جائیں اوسوقت اس دوسری سے نکاح کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۱۰۲:- از دلیل گنج ڈاکخانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر یار خاں صاحب بحافظ سید میر صاحب۔ ۱۴ رجادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جو غیر جگہ کی رہنے والی تھی اور اوسکی ماں ایک عرصہ سے یہاں آباد تھی جب اوسکی ماں بیمار ہوئی تو اوسکے دیکھنے کی غرض وہ عورت یعنی اوسکی لڑکی دلیل گنج آئی اوسکی ماں اس عرصہ میں مرگئی اوسکی دو بہنیں بھی دلیل گنج میں موجود ہیں جنکی شادی بھی یہیں ہوئی ہے بعد انتقال اوسکی ماں کے اوسکے بہنوئی کے بھائی نے اپنے گھر میں رکھ لیا کچھ عرصہ تک وہ اپنے بہنوئی کے بھائی کے یہاں رہی پھر اوسکے خاوند کو بلوایا اور چودہ روپے دیکر اوسکے خاوند سے طلاق دلوائی اب وہ بدستور اوس شخص کے یہاں موجود ہے یہ فیصلہ جن پنچوں نے کیا ہے آیا صحیح ہے اور ان شخصوں کی بابت کیا حکم ہے جنہوں نے یہ تجایت کی اور اوسکی نسبت جسکے گھر میں غیر نکاحی عورت موجود ہے اب اوسکا نکاح بعد عدت کرنیکا ارادہ ہے آیا وہ نکاح صحیح ہوگا یا غلط

الجواب:- طلاق ہوگئی بعد عدت نکاح صحیح ہوگا اور یہ جس نے بلا نکاح اوسے اپنے یہاں رکھا ہے اگر کسی امر ناجائز کا اوسکے ساتھ مرتکب ہے اگرچہ اسیقدر کہ تنہا مکان میں ایک منٹ کے لیے ساتھ ہونا تو فاسق ہے مستحق عذاب ہے اور چودہ روپے اگر بطور مالکانہ دیے گئے جیسا بعض رذیل جاہلوں میں رواج ہے تو یہ لینا دینا دونوں حرام اور وہ فیصلہ کرنے والے سب مبتلائے آثام اور اگر مرد و زن میں اتفاق کی کوئی صورت نہ تھی اور عورت نے روپے دیکر طلاق لی یا اوسکی طرف سے کسی اور نے دیے تو یہ صورت خلع میں آجائیگا اور جسکی طرف سے زیادتی ہے اوسپر الزام رہیگا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳:- از موضع آہاں ڈاکخانہ بگوال ریاست کپورتھلہ ۱۰ رجادی الاولی ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ سے تو یا دس سال سے جدا ہوگیا البتہ خط ارسال کرتا رہا اسکی منکوحہ روز نکاح سے اپنے والدین کے گھر میں رہی اب ایک سال سے زید کی منکوحہ نے بلت خود بلا دو حرکے خاوند بکر سے نکاح کرلیا اسکے نطفہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن اس کے پہلے خاوند مسمی زید کی خبر اور خط آتے رہتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہے اور اولاد اس عورت سے بکر نے جو حاصل کی طریقہ جائز ہے اور وہ اولاد شرعاً حلال ہے اور بکر امام مسجد بھی ہے اگر اس نے یہ ناجائز کام کیا تو جو شخص اسکے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے کیا وہ درست ہیں اور اگر درست نہیں تو اونھیں کیا تعزیر ہونی چاہیئے۔

الجواب:- بکر نے جو اس عورت سے نکاح کیا اگر اوسے معلوم نہ تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے تو یہ نکاح اوسکے حق میں گناہ نہوا اور اس نکاح سے اگرچھ مہینے یا زیادہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اوسے ولد الزنا نہ کہیں گے اور وہ اسی بکر کا ہے علی ما رجع الیہ الامام وعلیہ الفتوی تجنیس، خانیہ، سراجیہ، ہندیہ، وغیرہا۔ پھر اگر اوسے اب تک

نہیں معلوم تو اوسپر الزام نہیں نہ اس وجہ سے اوسکی امامت میں کوئی حرج اور اگر بعد کو معلوم ہوگیا اور عورت کو نہیں چھوڑتا تو زانی ہے اور اوسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب اور اگر وقت نکاح ہی سے اسے معلوم تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے اور دانستہ نکاح کیا تو نکاح نہ ہوا زنائے محض ہوا بہ یفتی ذخیرۃ بزازیہ فتح بحر اور اس صورت میں لڑکا زید کا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاھر الحجر بچہ شوہر کا اور زانی کو پتھر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴:۔ از رائے پور ممالک متوسط محلہ بیجناتھ پارہ مرسلہ منشی محمد اسحٰق صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو عورت مطلقہ بطلاق بائن غیر مغلظہ ہے تو اوسکا نکاح بعد عدت اوسکے زوج سے تو ہوسکتا ہے لیکن جس صورت میں کہ وہ اپنے زوج سے راضی نہ ہو بعد عدت طلاق بائن کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے عندالشرع یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ شوہر سے تو اوسی وقت نکاح ہوسکتا ہے کچھ عدت گزرنے کی حاجت نہیں ہاں دوسرے شخص سے بعد عدت گزرنے کے کرسکتی ہے جس عورت پر طلاق بائن ہو وہ فوراً طلاق پڑتے ہی خود مختار ہوجاتی ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے شوہر اول سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہوسکتی فی الھندیۃ عن البدائع اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فلہ ان یتزوجھا فی العدۃ وبعد انقضائھا الخ وفیھا عن الفتح حکمہ وقوع الفرقۃ بانقضاء العدۃ فی الرجعی وبدونہا فی البائن اھ وفی الدر المختار انھا تملک نفسھا بالبائن اھ وفی العقود الدریۃ وقع طلقۃ بائن ملکت بھا نفسھا وحیث انقضت عدتھا صارت اجنبیۃ اھ ملخصا والمسائل کلھا واضحۃ شھیرۃ معلومۃ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۵:۔ از موضع لال پور ڈاکخانہ موہن پور ملک بنگال مرسلہ منیر الدین احمد لال پوری کمرلوی ۱۱ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ شرک پر عین اعتقاد رکھے اور بتخانے میں سجدہ وغیرہ کرنے سے اپنا بی بی نکاح سے خارج ہوگیا وہ اگر توبہ کرکے مسلمان ہوجائے بی بی مذکورہ سے نکاح کرے تو حلالہ کرے یا بغیر حلالہ کے نکاح درست ہے۔

الجواب:۔ جو تین طلاق دیچکا ہو وہ یا جورو یا دونوں اگر قہار کی لعنت اپنے سر لینے کو مرتد۔ مشرک بت پرست کچھ بھی ہوجائیں وہ تین طلاقیں رہیں گی مسلمان ہوجانے کے بعد پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی بے حلالہ ہرگز ہرگز درست نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۶:۔ ۴ ذیقعدہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے طلاق زید سے دو مہینے بعد بکر سے نکاح کرلیا ۱۰ سال تک اوسکے یہاں رہی اس مدت میں چار بیٹے پیدا ہوئے زید قید ہوگیا تھا بعد قید بھی ہندہ کا دعویٰ دار نہ ہوا اب بقدر مدت کثیر کے بعد

ہندہ بے رضائے بکر خانۂ بکر سے نکلکر خالد کے یہاں چلی گئی اس صورت میں ہندہ منکوحۂ بکر ہے اور اوس پر بکر کا دعوٰی اپنے پاس رکھنے کا پہنچتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر طلاق کے بعد ہندہ کو تین حیض[1] کامل گزر چکے تھے اور اسکے بعد نکاح ہوا یعنی حیض بعد طلاق شروع ہوے ہوں اور قبل نکاح ثانی ختم ہو چکے ہوں یا وقت طلاق زید ہندہ حاملہ تھی اور بعد طلاق وضع حمل ہوگیا اگرچہ اوسدن ہوا ہو اور اسکے بعد اوس نے بکر سے نکاح کیا تو ان دونوں صورتوں میں تو بیشک نکاح بکر کا صحیح تھا اور بکر اوسے لینے کا دعوٰی کرسکتا ہے عورت جبراً اوسے ولائی جائیگی قال اللّٰہ تعالٰی الرجال قوامون علی النساء اور اگر اس دو مہینے میں نہ تین حیض کامل بعد طلاق گزرے تھے نہ وضع حمل ہوا کہ بکر سے نکاح کرلیا تو وہ نکاح ہرگز صحیح نہ ہوا قال تعالٰی والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء وقال تعالٰی ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ اس صورت میں عورت پر بکر کے پاس جانے کا جبر ہونا درکنار ان دونوں پر فرض ہے کہ باہم جدا ہو جائیں اور ترک تعلق کریں اور کہنہ مانے تو عورت بطور خود جدا ہوسکتی ہے ورنہ حاکم بالجبر جدائی کرادے فی الدر المختار یثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا اولا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلاینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

[1] [illegible] ۱۲

مسئلہ ۱۰۱: از کانپور محلہ فیل خانہ بازار کہنہ مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل مرسلہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جو کہ فتاوٰی شمس الدین وفتاوٰی ظہیری تمرتاشی میں ہے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کیا لیکن نیت میں ہے کہ بعد اتنے دنوں کے طلاق دونگا تو یہ نکاح درست ہے پس جو شخص دو چار روز یا دو چار مہینے میں طلاق دیدیا کرے اور اس قسم نکاح پر مداومت کرے اور لوگوں کو بھی اس جانب مائل کرے تاکہ وہ لوگ زنا سے محفوظ رہیں تو آیا ایسے شخص کو ثواب ملیگا یا نہیں اور مداومت کی صورت میں متعہ تو نہ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: متعہ تو ہرگز نہ ہوگا جبتک نفس عقد میں ایک مدت معینہ خواہ غیر معینہ کی حد نہ مقرر کی جائیگی۔ فی الدر المختار بطل نکاح متعۃ و مؤقت وان جھلت المدۃ او طالت فی الاصح ولیس منہ مالو نکحھا علی ان یطلقھا بعد شھر او نوی مکثہ معھا مدۃ معینۃ بحرالرائق میں ہے التوقیت انما یکون باللفظ مگر ایسے فعل کی طرف لوگوں کو ترغیب نہ کی جائے اور خود بھی اس سے احتراز چاہیئے جبتک کوئی حاجت صحیحہ شرعیہ ہر بار طلاق زوجہ کی طرف داعی نہ ہو کہ بے حاجت شرعیہ عورت کو طلاق دینا ثواب درکنار شرعاً ممنوع ہے علی ما صححہ فی الفتح وحققہ فی ردالمحتار وفیہ عنہ عن مشائخ المذھب ان الاصل فیہ الحظر لما فیہ من کفران نعمۃ النکاح والاباحۃ للحاجۃ الی الخلاص الخ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں

تزوجوا ولا تطلقوا فان اللہ لایحب الذواقین والذواقات وفی لفظ لاتطلقوا النساء الامن ریبۃ فان اللہ تعالٰی لایحب الذواقین ولاالذواقات نکاح کرو اور جبتک عورت کی طرف سے کوئی شک نہ پیدا ہو (یعنے بے حاجت صحیحہ) طلاق نہ دو کہ اللہ بہت چکھنے والے مردوں اور بہت چکھنے والی عورتوں کو دوست نہیں رکھتا یعنی جو چکھ چکھ کر چھوڑ دینے کے لیے نکاح کرتے ہیں رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ غور کیجئے تو آیۂ کریمہ محصنین غیر مسٰفحین میں بھی اس سے ممانعت کی طرف اشارہ ہے یعنی نکاح کرو عورتوں کو قید میں رکھنے نہ مستی نکالنے پانی گرانے۔ بعض صحابہ کرام مثل سیدنا امام حسن مجتبٰی ومغیرہ بن شعبہ وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہم سے جو کثرت نکاح وطلاق منقول ہے اوسی حالت حاجت شرعیہ پر محمول ہے فی رد المحتار اذا وجدت الحاجۃ المذکورۃ ابیح وعلیہا یحمل ماوقع منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن اصحابہ وغیرھم من الائمۃ صونالھم عن العبث والایذاء ا ھ وبلاسبب محفوظی زنا کا عذر بیجا ہے ایک وقت میں چار تک شرعی اجازت ہے اور اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہوسکتیں اور عقل ونقل وتجربہ سب شاہد ہیں کہ نفس امارہ کی باگ جتنی کھینچے دبتا ہے اور جسقدر ڈھیل دیجئے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے ؎

والنفس کالطفل ان تھملہ شب علٰی حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم

جب ہمیشہ خواہش نو کی عادت ڈالی گئی اور یہ ظاہر کہ چندروز رکھ کر چھوڑنے کے لیے دواماً تازہ عورت کا ملنا خصوصاً ہندوستان میں سخت مشکل ہے تو جب اسمیں کمی ہوگی نفس بدخو جسے صبر کا خوگر کیا ہی نہ تھا وہ رنگ لائیگا کہ ایک پر قناعت کرنیوالے اوسکی ہوا سے آگاہ نہیں والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱: مرسلہ محمد عبدالرحمٰن جلستانی شافعی از بنارس محلہ مدنپورہ مدرسہ امداد العلوم مسجد کلاں ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں ازروئے مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ اول ایک شخص شافعی المذہب زوجین باہم رہتے تھے شوہر کو جذام کا عارضہ ہوگیا جسکے خوف کی وجہ سے اوسکی زوجہ اپنے ماں کے یہاں چلی گئی۔ شوہر اوسکو بلاتا رہا مگر اوسکے لاحقہ عارضہ کے خوف سے اوسکی زوجہ نہ آئی یہانتک کہ شوہر اوس کا اوسی عارضہ میں فوت ہوا اس صورت میں مہر وورثہ ونان نفقہ زوج کے ترکہ سے زوجہ کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں ازروئے شرع لطیف بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایا جاوے۔ **مسئلہ دوم** بعض اشخاص زوجہ مذکورہ بالا کو زوج مرحوم کے ترکہ سے ورثاء ونان نفقہ دینے میں انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زوجہ کو کچھ پہنچتا ہی نہیں ورثہ زوجہ قرآن مجید سے ثابت ہے یا نہیں اور منکر اوسکا دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائیگا یا نہیں فقط بینوا توجروا

الجواب: زوجہ متوفی کو صورت مستفسرہ میں باتفاق ائمہ حنفیہ وشافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی مہر وترکہ قطعاً ملیگا ائمہ حنفیہ کے نزدیک تو جب وعنت یعنی آلت بریدگی یا نامردی کے سوا کوئی مرض شوہر مطلقاً سبب فسخ نکاح نہیں درمختار میں ہے لایتخیر احدالزوجین بعیب الاٰخر ولوفاحشا کجنون وجذام وبرص الخ اور ائمہ شافعیہ کے یہاں اگرچہ جنون وجذام

مستحکم ورسی متحکم سے خیار فسخ حاصل ہوتا ہے مگر اوسکے یہ معنی نہیں کہ ان امراض کے سبب آپ ہی نکاح زائل یا عورت کو بطور خود فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہو جائے بلکہ یہ معنی کہ فی الفور بلا تاخیر قاضی شرع کے حضور مطالبہ فسخ پیش کرنے کا اختیار ملتا ہے جب وہ حکم فسخ دے اوسوقت نکاح فسخ ہوتا ہے بغیر اسکے وہ بدستور زوج و زوجہ ہیں امام علامہ یوسف اردبیلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کہ اجلۂ شافعیہ سے ہیں کتاب الانوار میں فرماتے ہیں لایثبت بالبرص والجذام قبل الاستحکام وخیار العیب علی الفور ولاینفردان بالفسخ بل لابد من الرفع الی القاضی اھ ملتقطا یہاں جبکہ نہ حاکم شرع کی طرف مرافعہ ہوا نہ اوس نے فسخ نکاح کا حکم دیا بلکہ عورت بطور خود اپنی ماں کے یہاں چلی گئی تو باتفاق ائمہ نکاح قائم رہا پس بنص قطعی قرآن عظیم وہ اسکے ترکہ میں مستحق فریضۃ اللہ ہے قال اللہ تعالٰی ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین وراثت زوجہ بلاشبہہ ضروریات دین سے ہے جسپر تمام فرق اسلام کا اجماع اور ہر خاص وعام کو اوسکی اطلاع تو مطلقا اوسکا انکار یعنی یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت ہی نہیں صریح کلمہ کفر ہے ہاں اگر براہ ناواقفی عروض جذام کو خود مزیل نکاح سمجھکر اس عورت کے استحقاق وراثت سے انکار کیا تو جہل وسفاہت اور شرع مطہر پر بیباکانہ جرأت ہے کفر نہیں بالجملہ صورت مسئولہ میں عورت یقینا مستحق ترکہ ہے یونہی باتفاق مہر مسمی تمام وکمال واجب الادا ہے حنفیہ کے طور پر تو ظاہر ہے شافعیہ کے نزدیک یوں کہ شوہر قبل انفساخ نکاح مر گیا انوار میں ہے لومات المعیب قبل الفسخ تقرر المسمی ولا فسخ بلکہ یہاں تو بالفرض اگر نکاح فسخ بھی کر دیا جاتا جب بھی مہر مثل ساقط نہ ہوتا۔ عبارت سوال سے ظاہر کہ شوہر کو اس مرض کا حدوث بعد زفاف ہوا تو بحالت فسخ بھی پورا مہر لازم الادا۔ انوار میں ہے اذا فسخ فان کان قبل الدخول سقط المھر ولا متعۃ فسخ ھو او ھی وان کان بعدہ فان کان بعیب مقارن او حادث قبل الدخول وجب مھر المثل وان کان بحادث بعدہ وجب المسمی رہا نان ونفقہ وہ بعد موت شوہر زمانۂ عدت یا اوسکے بعد کا باتفاق مذہب صحیح حنفی وشافعی اصلا واجب نہیں اسکے دینے سے ورثہ انکار کرتے ہوں تو بیشک بجا ہے درمختار میں ہے لاتجب النفقۃ بانواعھا لمعتدۃ موت مطلقا ولو حاملا انوار شافعی میں ہے المعتدۃ عن النکاح الفاسد لانفقۃ لھا حاملا کانت او حائلا وکذا المعتدۃ عن الوفاۃ حاشیۃ الکمثری علی الانوار میں ہے المعتدۃ عن الوفاۃ لاتستحق النفقۃ والمؤنۃ لصحۃ الخبر بذلک اسیطرح اگر ان دنوں کا نفقہ مانگتی ہے جنمیں وہ بے اجازت شوہر اپنی ماں کے یہاں چلی گئی اور شوہر بلاتا رہا نہ آئی تو ان ایام کا نفقہ بھی بالاتفاق نہ پائیگی کہ اس چلے جانے سے وہ ناشزہ و نافرمان ہے اور ناشزہ کے لیے جبتک ناشزہ رہے بالاجماع نفقہ نہیں قرۃ العین علامہ زین شافعی میں ہے تسقط بنشوز ولو ساعۃ بمنعھا من تمتع لا لعذر وخروج من مسکن بلا اذنہ انوار میں ہے لانفقۃ للناشزۃ وان قدر علی ردھا الی الطاعۃ قہرا ولو ھربت منہ او خرجت بلا اذ

من بیتہ، فتاوی تتارخانیہ ملخصاً۔ ہاں اوس سے پہلے ایام تسلیم نفس وعدم نشوز میں اگر کسی دن کا نفقہ نہ ملا تھا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک تو اوسکا بھی دعوٰی نہیں کرسکتی کہ نفقہ اگرمفروضہ بحکم حاکم ہو موت احدالزوجین سے ساقط ہو جاتا ہو مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے نہ ملا اور بحکم قاضی شرع عورت نے قرض لے لے کر خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمہ شوہر پر دین قرار پاکر موت سے ساقط نہیں ہوتا۔ تنویر حنفی میں ہے بموت احدھما وطلاقھا یسقط المفروض الا اذا استدانت بامر القاضی البتہ ائمہ شافعیہ کے نزدیک جب ایام مذکورہ کا نفقہ نہ ملا شوہر پر مطلقاً دین ہے کہ کسی کی موت سے ساقط نہ ہوگا اتنے کا دعوٰی اون کے نزدیک کرسکتی ہے ہدایہ حنفیہ میں ہے قال الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی تصیر دینا قبل القضاء ولا تسقط بالموت لانہ عوض عندہ فصار کسائر الدیون انوار شافعیہ میں ہے ولو لم یکن لھا مدۃ صارت علیہ دینا اوسی میں ہے لوماتت فی اثنائہ بلاقبض فالدین فی ذمتہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۹: از کنگھر مرسلہ شیخ احمد بخش۔ ۵ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ ہندہ ساتھ بکر کے تیرہ برس ہوئے جب بطور زوجہ اور شوہر تعیین مہر عہ ہزار روپیہ اور دس دینار سرخ کے اوسکے مکان میں رہی آٹھ برس تک برابر رہی ہندہ کے جانے سے مکان میں بکر کے دو برس کے بعد بکر کو بیماری جذام کی شروع ہوئی جب سے چھ برس تک ہندہ سے اور بکر سے صحبت مثل زن وشوہر کے نہیں ہوئی اوسکے بعد آٹھ برس کے ہندہ کو بکر نے اپنے گھر سے نکال دیا ہندہ اپنی گزر اوقات جس طرح ممکن ہوا کرتی رہی مکان سے نکال دینے سے چھ ماہ بعد ہندہ پر بکر نے دعوٰی فراری فوجداری میں دائر کیا اوس میں ہندہ نے زوجیت سے انکار کیا اور بکر نے بجائے عہ ہزار روپیہ کے سو روپے کے مہر کا اقرار کیا کچہری فوجداری نے زوجہ ہونا قائم رکھا بعد اوسکے سال بھر بعد دلایا نے زوجہ کا دعوٰی دیوانی میں دائر کیا اوسوقت حسب تصفیہ باہمی یہ طے ہوا کہ ہندہ جہاں چاہے رہے اس عرصہ پانچ برس سے نان نفقہ نہیں دیتا ہے اور عرصہ تیرہ برس سے بوجہ بیماری صحبت نہیں ہوئی اور بکر نے ادائے مہر سے انکار کیا اور نان نفقہ نہیں دیتا ہے اور قابل صحبت کے نہیں ہے تو ایسی صورت میں کیا چارہ ہندہ کے واسطے ہونا چاہئے ہندہ خلع یا طلاق پاسکتی ہے یا کیا ہندہ نان نفقہ اور کرایہ مکان پاسکتی ہے یا نہیں کیونکہ بکر اپنی زوجہ کے ساتھ معہ اپنی دختر کے ایک کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں اور ہندہ علیحدہ ایک مکان میں بکر کے مکان سے بفاصلہ ایک جریب کرایہ پر رہتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بکر پر نان ونفقہ وسکن ہندہ کا انتظام لازم ہے جبکہ ہندہ اپنے آپکو اوسکی قید میں رکھے آوارہ گرد کا نان نفقہ نہیں ہوتا اگر ہندہ اپنی جانب سے کوئی بات مسقط نان ونفقہ نہ کرے اور بکر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم بکر کو مجبور کرے کہ نفقہ دے، ورنہ طلاق دے یا بکر راضی ہو تو ہندہ اوس سے مہر وغیرہ مال پر خلع کرلے بغیر اسکے جبتک بکر زندہ ہے اگرچہ بیمار ہے ناقابل صحبت ہوگیا ہندہ خودمختار نہیں ہوسکتی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰: از سنگ پور مرسلہ ابراہیم صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص بعارضہ جذام مبتلا ہوکر بستی سے نکل گیا مگر اپنی زوجہ کو باوجود طلبیدگی بھی طلاق نہیں دیتا عورت مذکورہ بالا خواہش نکاح رکھتی ہے دیکھا ایک شخص ہمی رستم نے اوسی عورت مندرجہ بالا سے زنا کیا جس کا وہ مقر ہے زیادہ ثبوت کی حاجت نہیں برادران اسلام نے اس جرم پر اوسکا حقہ پانی سلام وکلام ترک کردیا ہے اب وہ نادم اور توبہ کار ہے لہذا اوسکو ملانا چاہتے تو آیا وہ اس طریقہ سے شامل برادران اسلام ہوسکتا ہے فقط والسلام

الجواب: اگر وہ شخص عورت سے صحبت کرسکتا ہے اور اوسکے ادائے حق پر قادر ہے تو اوسپر واجب نہیں کہ عورت کو طلاق دے اور عورت اوس سے جدائی نہیں کرسکتی اور اگر اسکا حق ادا کرنے پر قادر نہیں تو اوسپر واجب ہے کہ عورت کو طلاق دیدے، اگر نہ دیگا گنہگار ہوگا اس صورت میں کہ طلاق اوسپر واجب ہوا ورنہ دی اگر جبراً اوس سے طلاق لے لی جائے تو ہوجائیگی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی کی عورت کو اوس سے بگاڑ دے رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر وفی الاوسط کابی یعلی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۱: از بلرامپور ضلع گونڈہ متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد صاحب ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے پیرسالگی میں ہندہ نوجوان سے نکاح کیا بعد چند روز کے ہندہ اور زید میں طرح طرح کی مخالفتیں واقع ہوئیں اور بوجہ بدکرداری زید کے ہندہ نے زید سے طلاق مانگا اس شرط پر کہ میں مہر معاف کردوں اور تم طلاق دیدو زید نے نہ مانا مجبور ہوکر ہندہ نے اپنا معاملہ حاکم تحصیل کی کچہری میں پیش کیا حاکم تحصیل نے ہندہ کو طلاق کی ڈگری دیدی اب ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں اگر عورت جوان وطاقتور ہے اور شوہر بڈھا فرتوت ہے عورت شوہر کے پاس نہیں رہنا چاہتی اور شوہر چھوڑنا نہیں چاہتا تو شرعاً کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے۔

الجواب: لا الٰہ الا اللہ بے شوہر کے طلاق دیے طلاق تحصیلدار کے دیے نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالٰی بیدہ عقدۃ النکاح دوسری جگہ نکاح کریگی تو حرام قطعی و زنا ہوگا قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء ہاں شوہر پر فرض ہے کہ اوسے اچھی طرح رکھے اوسکے حقوق ادا کرے اگر وہ اوسپر قادر نہیں تو اوسپر فرض ہے کہ اوسے طلاق دیدے قال اللہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۲: از بلرامپور محلہ پورنیا تالاب ضلع گونڈہ مرسلہ محمد تیغ بہادر خاں ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ نے اپنے شوہر زید پر بحالت نزاع کچہری دیوانی میں دعوی طلاق دائر کیا شہادت وغیرہ پیش کرکے عورت نے اپنی طلاق کی ڈگری حاصل کرلی اب یہ عورت از روئے

شرع شریف دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یانہیں اور اگر بعد طلاق حاصل کردہ شوہر اول اس سے بعد چار پانچ ماہ کے رجعت کرے تو جائز ہے یانہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: اگر واقع میں زید نے طلاق دی تھی اور ہندہ نے سچا دعوٰی کرکے ڈگری لی تو اگر طلاق بائن تھی تو بعد عدت مطلقاً اور اگر رجعی تھی تو اس شرط پر کہ زید نے عدت میں رجعت نہ کی ہو نکاح کرسکتی ہے اور اگر زید نے واقع میں طلاق نہ دی تھی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کرکے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختم عدت سے پہلے زید نے رجعت کرلی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اگر کریگی زنا ہوگا قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء حیض والی عورت کی عدت تین حیض ہیں جو طلاق کے بعد شروع ہوکر ختم ہوں والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء اگر اس چار پانچ مہینے میں تین حیض شروع ہوکر ختم نہ ہوئے ہوں تو شوہر رجعت کرسکتا ہے ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۳: از بریلی محلہ بہاری پور۔ مرسلہ غلام مرتضٰی صاحب ۱۶ شعبان ۱۳۲۹ھ

ہندہ صالحہ ہے اور اوسکا شوہر فاسق فاجر موذی معلن سودخوار ہے اور شرابی و عیاش ہے۔ ہندہ کو مارپیٹ کرتا تھا بلکہ چاقو چھری سے آمادہ رہتا تھا اور ایک بار چاقو مارا کہ جس سے گھائی دہنے ہاتھ کی کٹ گئی دوسری مرتبہ ایک چاقو مارا جس سے بائیں ہاتھ کی کلائی میں زخم پہنچا جسکے ہر دو نشان ابتک موجود ہیں اکثر عورت کو شراب پینے پر بحالت نشہ مجبور کرتا تھا چنانچہ ایک بار اسکے جبر پر ہندہ نے شراب خواری سے نفرت ظاہر کی تو اوسکے وہی گلاس مارا جس سے اوسکے چوٹ لگی اور آنکھوں میں شراب پڑی جس سے آنکھیں دکھ آئیں اور عرصہ تک تکلیف رہی اور شخص مذکور تعلق ناجائز کئی عورتوں سے رکھتا تھا ان میں سے ایک عورت سے نکاح کرلیا تھا چند روز بعد اُسے مارپیٹ کر نکال دیا شوہر کی ان حرکات ناشائستہ سے ہندہ نہایت پریشان رہتی تھی اور ان بدچلن عورتوں کو اکثر گھر میں رکھتا تھا آخر کار مجبوراً ہندہ کے والدین نے عرصہ سال سات کا ہوا اٹھا لیا اس مدت میں شوہر ہندہ نے نان و نفقہ کی کچھ خبر نہ لی اور بدچلنی اوسکی ابتک برابر ویسی ہی پرہے عرصہ ڈھائی سال کے قریب ہوا کہ ایک عورت اور کرلی ہے اسی دوران میں شوہر نے نالش دلاپانے زوجہ کے دائر کی کہ وہ بوجہ ثبوت بدچلنی کے خارج ہوگئی پھر شوہر نے اپیل بھی کی وہ بھی خارج ہوگئی ہندہ کی یہ خواہش ہرگز نہیں ہے کہ میں اوس موذی کے گھر جاؤں کیونکہ علاوہ دیگر تکالیف کے اب اندیشہ جان بھی غالب ہے اسلئے کہ نالش مذکور خارج ہوجانے سے مخالفت باہمی بہت کچھ بڑھ گئی ہے پس اس صورت میں علمائے دین سے استفسار ہے کہ شوہر سے طلاق یا دست برداری ہوسکتی ہے یانہیں۔ اور شرعاً فسخ نکاح بھی کرسکتا ہے یانہیں۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں عورت پر ہرگز جبر نہ ہوگا کہ شوہر کے یہاں جائے کہ اس میں دینی و دنیوی وجانی وجسمانی اوسکا ہر طرح کا ضرر ہے جان جانے کا اندیشہ باقی وموجود اور ضرر شرعاً واجب الدفع ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تضاروھن عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لاضرر ولاضرار فی الاسلام

اسلام میں نہ ضرر ہے نہ کسی کو ضرر دینا پس اگر کچھ لوگ صالحین واہل دین میسر ہوسکتے جنکی حمایت میں عورت کا رہنا شرعاً بھی جائز ہوا اور وہ اُسکی نگہداشت کافی طور پر کرسکیں اور شوہر اُسکے دین جسم و جاں پر تعدی نہ کرنے دیں جب تو عورت وہاں اپنے آپ کو سپرد شوہر کرتی کہ اس میں دونوں کے حق مراعات رہتے ردالمحتار میں ہے فی البحر لو قالت انہ یضربنی یؤذینی فمرہ ان یسکنی بین قوم صالحین فان علم القاضی ذلك زجرہ ومنعہ عن التعدی فی حقہا والا یسأل الجیران عن صنیعہ فان صدقوھا منعہ عن التعدی فی حقہا ولا یترکہا ثمہ وان لم یکن فی جوارہا من یوثق بہ اوکانوا یمیلون الی الزوج امرہ باسکانہا بین قوم صالحین مگر غیر لوگوں سے اس زمانے میں نہ ایسی اُمید نہ ایسے لوگ ملیں گے اور شوہر کے یہاں خوف ظاہر تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو عورت اپنے والدین کے یہاں رہے اور شوہر پر نان نفقہ لازم کیا جائے لانہا لیست بناشزۃ لان امتناعہا بحق پھر اگر اُسکے ساتھ خلوت میں اندیشہ ہو تو اس سے منع نہ کریں اور یہی صورت بہتر ہے اور اگر اب اندیشہ صحیحہ ہو اور بندوبست کافی کی اُمید نہ ہو اور فی الواقع شرابی کا بندوبست ناممکن سا ہے تو حاکم شوہر پر جبر کرے کہ عورت کو طلاق دے اللہ تعالٰی فرماتا ہے فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو جب اچھی طرح رکھنا نہیں تو اچھی طرح چھوڑنا اُس پر واجب ہوا اور ترک واجب گناہ ہے اور اس گناہ پر حاکم سزا دے سکتا ہے کما فی البحر والدر وغیرہما ان کل معصیۃ لاحد فیہا ففیہا التعزیر بغیر اسکے بطور خود فسخ نکاح کی صورت ہمارے یہاں مذہب میں نہیں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۴: از موضع گھورنی ڈاکخانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

فسخ نکاح بہر وجہیکہ بود بلا تفرقہ قاضی شرع وبشرط نبودن قاضی شرع بلا حکم حاکم وقت میتواند شد یانہ ودریں بلاد ماکہ قاضی شرع عدیم الوجود ست حکم حاکم غیر مسلم نائب مناب تفرقہ قاضی میتواند شد یانہ وبتقدیر جواز نیابت اذن ولا بدیست یانہ

الجواب: فسخ نکاح بردو گونہ است یکے آنکہ حقاً للشرع باشد مقارن ہمچو نکاح زنے برخواہرش یا اصول وفروع ممسوسہ یا آنکہ حرمت رضاعت داشتہ باشد الی غیر ذلك خواہ طاری چوں آنکہ رضاع یا مصاہرت بعد نکاح حرمت آرد یا شوہر مرتد شود والعیاذ باللہ تعالٰی درہمچو صور ہیچ حاجت قضا نیست برہریکے زن وشوواجب ست فسخ کردنش اعظاماً للشریعۃ واحداً ما للمعصیۃ نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار دوم آنکہ برائے حق زن باشد چوں خیار بلوغ وعنین وغیرہما اینجا قضائے قاضی شرط است تنہا زن یا ولی او باو مستبد نتواں شد اگر ولی بے تفریق قاضی جدا کردہ بزنے دیگر دہد حرام باشد زیراکہ حق زوج باو متعلق ست وشرع حکم بتفریق نہ فرمودہ است واصل ایں منصب شرع مطہر راست کہ کار کار دین است پس ایں تفریق نہ رسد مگر قاضی راکہ نائب شرع مطہر است چنانکہ امامت در نماز حق حکام ست فاما شرط اسلام ست واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۵: سائل مذکور الصدر

زنے راکہ شوہرش دیوانہ شدہ ازسہ چہار سال بہسپتال مقید گردیدہ است میرسد کہ بلا تفرقہ قاضی شرعی یا بلا حکم حاکم فسخ نکاح خود کند یا نہ وبلا انقضائے عدت فسخ بادیگرے نکاح خود میتواند کرد یا نہ ویا ولی او را میرسد کہ بطلب او یا بلا طلب او تفریق را وبلا تفرقہ قاضی محض بجہت مجنون شدن شوہرش نکاح او بدیگرے کردہ بدہد یا نہ وبوقت ضرورت مثلاً خوف زنا واحتیاج نفقہ وغیرہ عمل بمذہب دیگر یا بقول غیر مفتی بہ از اقوال کسے از ائمہ حنفیہ روا باشد یا نہ وبشرط جواز قول کسے دربارۂ جواز فسخ نکاح آں مجنون الزوج را بلا تفرقہ قاضی ہست یا نہ ودرصورت عدم فسخ نکاح حکم ناکح ومنکوحہ ومنکح چیست۔

الجواب: شوہر اگر مجنون گردد نزد ما ہیچ گاہ فسخ نکاح نتواں شد واگر قاضی شرع مقلد حنفی حکم بفسخ کند نیز باطل ست اذلیس للمقلد ان یخالف مذہبہ در تصحیح القدوری علامہ قاسم باز در مختار ست الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع ومجتہد خود از صدہا سال مفقود است آرے اگر قاضی شرع شافعی المذہب باشد یا حنفی مگر سلطان کہ او را بر قضا داشتہ است اذن دادہ باشد کہ مثلاً ہنگام ضرورت بقول مرجوح فی المذہب یا بمذہب دیگر قضا کنی آں گاہ قضائے او صحیح ونافذ باشد وپیداست کہ ایں تفریق اگر باشد بخاطر زن باشد نہ حقاللشرع وبالا گفتہ ایم کہ درہیچ جا اگر بے تفریق قاضی شرع ولی بزنے دیگر دہد یا زن خودش بدیگرے نکاح کند زنہار جائز نیست ناکح ومنکوحہ ہر دو بزہ کار ومنکح نیز اگر بریں حال مطلع باشد۔ بوقت ضرورت اگر صادقہ باشد عمل بقول مرجوح یا مذہب امام دیگر درآں خاص مسئلہ مبتلا برائے نفس خودش عمل میتواں کرد فاما مفتی را نمی رسد کہ باو فتویٰ دہد یا قاضی مقلد مقید بالقضا بالمذہب باو حکم تواں کرد واگر کند باطل باشد کما قدمنا وکل ذلک مصرح بہ فی الکتب المعتمدۃ وآنکہ برائے نفس خودش باو عمل کند واجب ست کہ جملہ شرائط آں قول مرعی دارد مثلاً قول امام محمد در تفریق زن مجنون شرط تفریق قاضی کہ بے لردبراں قول مرجوح ہم عمل نباشد بلکہ بہوائے نفس والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۶: از اعظم گڈھ ڈاکخانہ مبارکپور محلہ پرانی بستی متصل مکان ناظر جی۔ مرسلہ حبیب اللہ ولد بابو

۴ رجادی الاولی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نابالغی میں نکاح ہوا اور وہ بی بی میکے سے ابتک رخصت ہوکر سسرال نہیں گئی عرصہ تین برس کا ہوا کہ شوہر بیمار ہوگیا ہے اور برابر علاج بھی ہورہا ہے مگر کوئی دوا فائدہ نہیں کرتی اور نہ کوئی حکیم مرض کا پتا بتاتے کہ کون سا مرض ہے اب شوہر کی یہ حالت ہے کہ کوئی عضو کام کرنے کے لائق نہیں ہے ہر عضو سے معذور ہے نہ تو چل سکتا ہے نہ کھڑا ہوسکتا ہے اور پاخانہ پیشاب سے بالکل معذور ہے اور زبان بھی درست نہیں ہے کہ زبان سے کوئی بات صاف نکلے کہ جو کوئی سمجھ سکے بلکہ پاخانہ پھرتا ہے تو دوسرا

شخص آبدست لے دیتا ہے یہی حالت آج تین برس سے ہے اور وہ باولے کی شکل ہوگیا ہے اپنے کپڑے کا کچھ خیال نہیں کرتا ننگا مادرزاد بھی ہوجاتا ہے۔ اپنا خرچ بھی نہیں چلاسکتا اور نہ عورت کا چلاسکتا اور نہ شوہر اور نہ شوہر کے والدین نے اوس عورت کے نان نفقہ کا ابھی تک خیال کیا لڑکی کے والدین عاجز ہوکر کے آپ کے پاس یہ سوال حبیب اللہ ولد بابو نے روانہ کیا ہے ان سب حالتوں میں لڑکی کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں یہ سب حالت اور واقعہ سچا تحریر ہے

الجواب: ان وجوہ سے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا درمختار میں ہے لایتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اوس میں ہے ولا یفرق بینھما بعجزہ عنھا ای عن النفقۃ ولوقضی بہ حنفی لاینفذ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۱: از بمبئی پوسٹ ۹ پیر دلین مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب منیجر طلسمی پریس ۲۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی ۷ سال ہوئے اور اس تمام زمانہ کا خرچہ والدین پر رہا زید کوئی کام کرنا نہیں چاہتا اپنے چھوٹے بھائی کی معمولی آمدنی پر اپنا بار ڈالے ہوئے ہے اسی وجہ سے زید کے والد بھی ناخوش ہیں کہ باوجود ان کے بہت سمجھانے کے بھی کچھ کام کرنا نہیں چاہتا۔ ہندہ کے والد کے انتقال کے بعد زید کو اسکی خوشدامن نے بلاکر سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور اپنے مکان جاکر یہ خط بھیج دیا بعدہٗ ہندہ کی والدہ نے انتقال کے بعد ہندہ کے ایک رشتہ دار بھائی نے خط وکتابت کی اسلیے کہ حقیقی کوئی بھائی بھی نہیں ہے لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مندرجہ ذیل عبارات پر فسخ نکاح یا تفویض طلاق کا حکم ہوسکتا ہے یا نہیں اور بفتوائے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی بحالت عدم وصولی نان نفقہ کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

۱؎ خط خوشدامن کے نام۔ ماسوا اسکے میں تمھارا کوئی مزاحم نہیں اور نہ میں تمھارے کسی کام میں دخل دے سکتا ہوں مجھے تمھاری کسی خیریت اور خبر کی ضرورت نہیں ہے صرف اپنی لونڈیا کی وجہ سے خط بھیجتا ہوں تمھارے ہر کام کا تمکو اختیار ہے ہم کوئی نہیں ہیں کیوں دخل دیں گے جو تمھارے لوگوں کے مزاج میں آوے وہ کرو۔ بعد انتقال والدین عمر رشتہ کے بھائی نے خط بھیجا کہ اب تو خبر گیری کرو اب نہایت نازک وقت ہے۔ اسکا جواب درج ذیل ہے۔

۲؎ ذرا قرآن اور حدیث کو سامنے رکھیے اور پھر تصفیہ کیجئے گا کہ مرد پر کونسی عورت کا حق ہے اور کس وجوہات سے عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے بہت معاملات اور عادات ایسے ہیں کہ اگر مرد ان عادات کو عورت کی گوارہ کرے تو جہنمی ہوجائے وہ میری نیکبخت بیوی میں سب موجود ہیں۔ بعدہٗ یہ لکھنے پر کہ خبر گیری کرو اور اگر خبر گیری اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتے تو صاف صاف علیحدگی کے الفاظ لکھدو اگر کوئی صورت بھی منظور کرتے ہو تو میں یہ رعایت کرونگا کہ بحالت یکجائی ابتک کے حقوق ہندہ سے معاف کرادونگا اور بحالت علیحدگی مہر بھی تاکہ عنداللہ بھی آپ ماخوذ نہ رہیں۔

۳؎ جواب: آپکا تو اب یہ خیال ہے جناب قبلہ خوشدامن صاحبہ نے بعد انتقال خسر صاحب مجھکو یہاں سے بلایا اور مجھ سے بجائے اسکے کہ وہ رکھنے پر مجبور کرتیں یہ کہا کہ تم طلاق دیدو تو بہتر ہے میں خاموش اور ہا اگر میں طرح

نہ دیدیتا تو جب ہی معاملہ طے تھا مگر مجھے خیالاتوں سے واقفیت ہوگئی اور میں نے پھر وہاں رہ کر انتظار کیا کہ شاید مزاج عالی درست ہوجائے مگر ماشاء اللہ اوس مزاج مبارک نے وہ عروج حاصل کیا کہ ہمیشہ سے چہار چند سوا رنگ دکھلایا خیر مجھے کچھ شکایت نہیں ہے میں ایسے نافرمان متکبر لوگوں کی صحبت میں کبھی رہنا پسند نہیں کرتا اسواسطے کہ میں خود بدطینت ہوں اسوجہ سے بہتر ہے کہ وہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں میری بھی یہی رائے ہے لیکن یہ لکھد یجئے کہ زہرہ کا کیا حشر ہوگا یہ فیصلہ آپ کے سر ہے جو آپ کردیں اگر زہرہ کو بھی دیدیں تو آپ کی مرضی۔ میں طیار ہوں۔ اگر آپ نہ دیں تو بھی راضی ہوں بہرحال جو تصفیہ آپ کریں اس خط کے جواب پر آپ جو چاہیں گے میں لکھدوں گا

(بعدہ دوسرا خط آیا)

۴ برائے کرم جواب سے خط ہذا کے مطلع فرمائیے تاکہ جو رائے ہو اوس پر عمل درآمد کیا جائے۔ آپ سیر عمرو کے یہ لکھنے پر کہ زہرہ ابھی صغیر سن ہے اور تملوگوں کی صورت سے ناآشنا ایسی حالت میں اوسکو علیحدہ کرنا گویا زندہ درگور کرنا ہے۔ لہذا یہ معاملہ آئندہ پر رکھو اور اپنی علیحدگی کی تحریر دو چار دستخط کرا کے بھیجدو تمھارے اطمینان کو یہ لکھے دیتے ہیں کہ ہندہ کے تمام حقوق بشرطیکہ تم اپنی تحریر ایسی بھیجدو معاف ہیں (اسکا جواب یہ آیا)

۵ میں یہ نہیں چاہتا کہ فی الحال زہرہ آپ لوگوں سے علیحدہ کی جائے کیونکہ ابھی وہ صغیر ہے جبتک وہ ہوشیار نہ ہوجائے تب تک میں اوسکو وہاں رکھنا پسند کرتا ہوں جسوقت وہ مجھ تک نہ آجائیگی جبتک یہ امر دستور ہے۔ فقط

الجواب:- پہلا خط خوشدامن کے نام ہے اوس میں نہ زوجہ سے خطاب ہے نہ اوسکا ذکر۔ اگر خود زوجہ سے کہتا تمکو اختیار ہے اور تفویض طلاق چاہتا تو وہ اختیار بھی اسی مجلس پر موقوف رہتا نہ کہ ابتک مستمر درمختار میں ہے قال لہا اختاری اوامرك بیدك ینوی تفویض الطلاق فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مالم تقم او تعمل ما یقطعہ اور "اگر ہم کوئی نہیں" کی جگہ خود زوجہ سے کہتا نہ تو میری زوجہ نہ میں تیرا شوہر جب بھی طلاق صاحبین کے نزدیک مطلقاً نہ ہوتی بہ قال وفی جواہر الاخلاطی والخلاصۃ وخزانۃ المفتین ہو المختار وان نوی اور امام کے نزدیک اوسکی نیت پر موقوف رہتی قدمہ فی الخانیۃ واقتصر علیہ فی البدائع والکنز والملتقی وکان ہو الاوجہ درمختار میں ہے لست لك بزوج ولست لی بامرأۃ طلاق ان نواہ خلافا لہما ردالمحتار میں ہے قید بالنیۃ لانہ لایقع بدونہا اتفاقا لکونہ من الکنایات واشار الی انہ لایقوم مقامہا دلالۃ الحال لان ذلك فیما یصلح جوابا فقط وہو الفاظ لیس ہذا منہا خط دوم میں یہ پوچھا ہے کہ کن وجوہ سے عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اسے انشائے طلاق سے کچھ علاقہ نہیں اگرچہ اوسکے دل میں یہی کہ ہندہ میں بعض وجوہ ایسی ہوئیں جنکے سبب وہ نکاح سے باہر ہوگئی کہ طلاق لفظ سے ہے دل کا تصور کچھ نہیں اسی خط میں اوس نے کہا ہے کہ میری بی بی الخ خط سوم میں فیصلہ دوسرے کے سر رکھا ہے اور

یہ کہ جو آپ چاہیں گے میں لکھدونگا۔ یہ ایک وعدہ ہے اور وہ ایک رائے ہے کہ بہتر ہے کہ وہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں نہ یہ کہ اوسے آزاد کیا۔ خط چہارم میں طلب مشورہ ہے۔ خط پنجم میں جبتک زہرہ نہ مل جائے طلاق دینے سے انکار ہے۔ غرض ان خطوط میں کوئی حرف طلاق کا نہیں چارہ کار معززین کے دباؤ خواہ نالش سے مجبور کرنا ہے کہ نان ونفقہ دے یا طلاق۔ بغیر اسکے کوئی صورت خلاص نہیں۔ امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ بھی نفقہ نہ دینے پر تفریق نہیں کراتے بلکہ عاجز محتاج ہونے پر جو ادائے نفقہ پر قادر نہ ہو اور اگر ہو بھی تو حنفی کو اپنے امام کا اتباع واجب ہے واللہ تعالے اعلم

مسئلہ ۱۱۹:۔ از رامپور محلہ گھیر یوسف الدین خاں دیوار جنوبی انگوری باغ متصل مسجد یاکھر مطلب ۳۴۔

مسئولہ سید مختار احمد ہیتمی ڈاکٹر ۷ ار جمادی الاولی

ایک مرد مسلمان کا ایک عورت مسلمان کے ساتھ عقد شرعی ہوا۔ لیکن اب منکوحہ سے شوہر مذکور کو کوئی تعلق ظاہری و باطنی نہیں رکھتا اور ہر طرح سے منکوحہ بے پرواہ ہے ابتدائے نکاح سے ہنوز کوئی بات تخلیہ شوہریت کا بھی نہیں ہوا ہے معلوم ہوا کہ شوہر دائرہ مردانیت سے بالکل بعید ہے یعنی نامرد ہے لہذا اس قسم سے یا ایسے نامرد سے منکوحہ کا نکاح جائز ہے یا ناجائز اس عورت کو کیا عمل کرنے کی ضرورت ہے اور موافق حدیث شریف کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ نکاح صحیح ہوگیا عورت بے موت یا طلاق جدا نہیں ہوسکتی اگرچہ مرد نامرد ہو۔ ہاں چارہ کار حاکم شرعی کے یہاں دعوی ہے وہ اس ثبوت لینے کے بعد کہ مرد اسپر قادر نہ ہوا مرد کو ایک سال کی کامل مہلت دے کہ اپنا علاج کرے اس سال میں عورت مرد سے جدا نہ رہے اگر سال گزر جائے اور اب بھی قادر نہ ہو عورت پھر دعوی کرے اور حاکم پھر ثبوت لینے کے بعد عورت سے پوچھے کہ تو اپنے اس شوہر کے پاس رہنا چاہتی ہے یا اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے اگر عورت فوراً بلا تاخیر کہدے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو حاکم اون میں تفریق وجدائی کردے یہ تفریق طلاق ہوگئی اور اب بعد عدت عورت دوسرے سے نکاح کرسکیگی ورنہ نہیں یہ حکم عورت کی جانب ہے رہا مرد اوسے حکم شریعت ہے کہ جب وہ عورت کا حق ادا نہیں کرسکتا تو اوسپر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دیدے ندے گا تو گنہگار ومستحق عذاب ہوگا واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۲۰:۔ مرسلہ مولوی رحیم بخش صاحب مدرس ساکن شیر کوٹ تاجر الموڑہ۔ ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

یہاں کوہ الموڑہ پر ایک شخص امان اللہ نے اپنی دختر کا نکاح سید فضل حسین باشندہ ٹھاکر دوارہ سے کردیا۔ رخصت ہوگئی سال بھر تک عورت اپنے شوہر کے پاس رہی اور ہم بستری ہوئی۔ پھر باپ کے یہاں آئی۔ امان اللہ وسید فضل حسین میں کوئی رنجش پیدا ہوئی۔ فضل حسین اپنی منکوحہ کو ٹھاکر دوارہ لیجانا چاہا امان اللہ نے لے جانے نہ دیا بلکہ قسم قسم کے تنازع ہوگئے یہانتک کہ نوبت نالش کی آئی۔ امان اللہ نے جھوٹا طلاق کا دعوی کیا کہ بوجہ ظہور دروغ

حاکم نے خارج کر دیا. ثانیاً مقدمہ اجازت فعل مختاری قائم کیا وہ بھی خارج ہوا بعدازاں سید فضل حسین اپنے مکان پر تھا یہاں کے تھانہ دار سے کچھ مخاصمت تھی. تھانہ دار نے عناداً سید مذکور کو بریلی کے پاگل خانے میں بھیجدیا اس اثناء میں امان اللہ موقع پاکر بربنا پاگل ہونے کے مقدمہ دائرکرکے حاکم سے اجازت نکاح ثانی کی چاہی حاکم ہندو نے وجہ پاگل ہونے کی قائم کرکے نکاح ثانی کی اجازت دیدی۔ امان اللہ نے اجازت سے دس دن بعد نکاح ثانی کر دیا جسے اب کئی سال گذرے جب سید فضل حسین رہائی یاب ہوا تو آکر دادخواہ ہوا اور مقدمہ دائر کر دیا. لہٰذا علمائے دین ومفتیان شرع متین سے اس صورت میں استفسار مطلوب ہے کہ نکاح ثانی دختر امان اللہ کا بنائے مجنونیت پر جائز ہوا یا نہیں اگر ناجائز ہو تو بوجہ مرور مدت چندسال فضل حسین کا دعوی ساقط ہوا یا نہیں. بینوا توجروا

الجواب: صورت مستفسرہ میں ہندہ کا یہ نکاح ثانی کہ اوس نے زندگی شوہر میں بے وقوع طلاق دوسرے شخص سے کرلیا بالاتفاق محض ناجائز ومردود ہے. اور حاکم کی اجازت باطل ومطرود. ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جنکے ہم پیرو ہیں اور اونکے اعظم اصحاب حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مذہب پر تو اس بیہودہ نکاح کے عدم جواز اور عورت کا ابتک بدستور زوجیت شوہر اول میں ہونا آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن کہ ہمارے امام کے مذہب میں جنون شوہر کے باعث عورت کو ہرگز کسی وقت تفریق کرانے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا. اور یہی مذہب اعظم ارکان مذہب امام ابویوسف کا ہے اور اسی کو بوجوہ کثیرہ ترجیح حاصل اسی کو تمام متون مذہب مثل کنز ووافی ووقایہ ونقایہ ومختار واصلاح وتنویر وملتقی وغیرہا میں اختیار فرمایا. اسی دلیل کو عامہ شروح معتمدہ مثل ہدایہ وکافی وتبیین اختیار وفتح القدیر وغیرہ میں مرجح کیا. اسی پر اکثر فتاوی کا اطباق ہوا. اسی کو امام اجل قاضی خاں نے اپنے فتاوی میں مقدم رکھا اور وہ اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو راجح ومعتمد ہو۔ اسی کو علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحر میں تقدیم دی اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو مؤید ہو۔ اسی کو خانیہ پھر خزانۃ المفتین میں ہمارا مذہب کہا اور امام علامہ فخرالدین زیلعی نے شرح کنزالدقائق پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام نے شرح ہدایہ میں اوس عظیم وجلیل تحقیق کے ساتھ ہمارے اس مذہب کی تائید وتوصیت اور قول خلاف کی تضعیف وتزییف فرمائی کہ اصلاً گنجائش کلام باقی نہ رکھی. من شاء فلیشرف بمطالعتہما اور اکثر کتب مذہب میں تو اس پر ایسا جزم قطعی فرمایا کہ قول خلاف کا نام تک نہ لیا. میں یہاں صرف چند کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں. وقایہ ونقایہ واصلاح تینوں کتابوں میں ہے لایتخیر احدھما بعیب الاخر. کنز میں ہے لایتخیر احدھما بعیب فی الاخر. ملتقی الابحر اور اوسکی شرح مجمع الانہر میں ہے لاخیار لھا ان وجدت (المرأۃ) بہ (ای بالزوج) جنونا الخ. اختیار شرح مختار میں ہے الحاصل اذا کان باحد الزوجین عیب فلاخیار سوی الجب والعنۃ والخصاء. خزانۃ المفتین وفتاوی امام قاضی خاں میں ہے حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما وان وجدت المرأۃ زوجھا مجنونا او بہ جذام او برص لیس لھا حق المفارقۃ

تنویر الابصار اور اوسکی شرح درمختار میں ہے لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون اھ۔ نظیر کی اس اجمالی تقریر سے واضح ہوگیا کہ ہمارا یہ مذہب کتنی وجوہ کثیرہ سے ترجیح رکھتا ہے۔ **اولاً** خود یہی کہ وہ مذہب امام ہے اور مذہب امام، امام مذاہب جس سے عدول ہرگز جائز نہیں الا لضرورۃ ضعف دلیلہ او تعامل بخلافہ کما نصوا علیہ وقد اوضحناہ فی فتاونا **ثانیاً** یہی امام ابویوسف اعظم ارکان مذہب کا قول ہے۔ علما تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ارشاد امام اعظم قول امام ابویوسف مرجح ومقدم ہے۔ درمختار میں ہے یأخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفہ علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد اھ۔ **ثالثاً** اوس پر اجماع متون جنکی جلالت شان کو کوئی کتاب نہیں پہونچ سکتی کما نصوا علیہ قاطبۃ وحققناہ فی کتاب النکاح من فتاونا **رابعاً** نظافر شروح کہ بتصریح علما فتاوی پر مقدم ہیں وسیاتی عن الغمز **خامساً** اوس پر جزم واعتماد کرنیوالوں کی کثرت امداد الفتاح وردالمحتار وعقود الدریہ میں ہے القاعدۃ ان العمل بما علیہ الاکثر۔ **سادساً** اوس کے مرجح ومختار رکھنے والوں کی جلالت وعظمت جن میں مثل برہان الدین صاحب ہدایہ وامام قاضی خاں وامام محقق علی الاطلاق وغیرہم اجلۂ ائمہ اعلام ہیں۔ علما فرماتے ہیں امام قاضی خاں کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے اور فرماتے ہیں اوس سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں۔ کما فی ردالمحتار وغیرہ **سابعاً** قوت دلیل کہ بعد ملاحظۂ تبیین الحقائق و فتح القدیر آفتاب کی طرح واضح ہوجاتی ہے **اقول** فثبت بحمد اللہ ان قول الحاوی القدسی بقول محمد ھنا بہ ناخذ کما نقلہ عنہ فی الھندیۃ انما ھو کقولہ ایضا لروایۃ شاذۃ عن ابی یوسف مخالفۃ للمذھب المعتمد المجمع علیہ بین المتون والشروح والفتاوی وھی عدم کراھیۃ النفل یوم الجمعۃ عند الاستواء لان النار لاتسعر فیہ ان علیہ الفتوی کما نقلہ فی الاشباہ عن الحلیۃ عن الحاوی۔ قلت والمراد ھو ھذا اعنی حاوی القدسی فقد رأیت التصریح بہ فی الحلیۃ قال العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون مجرد دعوی الحاوی ان الفتوی علیہ لایقتضی انہ المصحح المعتمد فی المذھب کیف واصحاب المتون قاطبۃ والشروح ماشون علی قولھما یعنی الطرفین رضی اللہ عنھما ومشی اصحاب المتون تصحیح التزامی علی ان ما فی المتون والشروح مقدم علی ما فی الفتاوی اھ خیر یہاں تک تو ہمارے اصل مذہب پر بنائے سخن تھی مگر مجھے یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ نکاح مذکور کو روایت خلاف سے بھی اصلا تعلق نہیں بلکہ وہ باتفاق ہمارے تمام ائمہ کے محض ناجائز واقع ہوا۔ میں اگرچہ اسے متعدد دلائل سے ثابت کرسکتا ہوں مگر یہاں صرف چند واضح امور پر اقتصار کافی روایت خلاف کا ہرگز یہ حکم نہیں کہ جنون شوہر میں مطلقاً حاکم فوراً اجازت نکاح ثانی دیدے بلکہ جب جنون نو پیدا ہو تو لازم کہ روز مرافعہ سے مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دے اگر اس عرصے میں اچھا ہوگیا تو اب ہرگز تفریق جائز نہیں اور نہ اچھا ہوا تو عورت جب تک پھر دعوی نہ کرے

حاکم ہرگز حکم نہ دے وہ بدستور زوج زوجہ رہیں گے۔ ہاں اگر اب عورت پھر دوبارہ خواستگاری تفریق کو آئے تو قاضی اسے اختیار دے کہ چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کر یا شوہر کو، اگر اوس نے شوہر کو اختیار کیا یا بغیر کچھ کہے چلی گئی یا کھڑی ہو گئی یا قاضی کے سپاہیوں نے اوسے اُٹھا دیا یا قاضی فوراً اُٹھ کھڑا ہوا تو اب اوسے اصلاً اختیار نہ رہا وہ ہمیشہ کے لیے اوس کی زوجہ ہے کہ کبھی دعویٰ تفریق نہیں کرسکتی۔ اور اگر اوسی جلسہ میں اوسنے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اب قاضی تفریق کردے یہ تفریق طلاق بائن گنی جائیگی۔ اسکے بعد عورت ایام عدت پورے کرکے جس سے چاہے نکاح کرلے اور ضرور ہے کہ عورت درخواست قاضی مصر یا مدینہ کے حضور پیش کرے وہ سال بھر کی مدت دے اوسکے سوا دینا میں کسی کی تاجیل کی معتبر نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے قال محمد ان کان الجنون حادثا یؤجله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرأ اوسی میں ہے ان جاءت المرأة الى القاضی بعد مضی الاجل والزوج لم یصل الیها خیرها القاضی فی الفرقة کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان فان اختارت زوجها او قامت عن مجلسها او اقامها اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار بطل خیارها کذا فی المحیط وهکذا روی عن محمد رحمه الله تعالى عنه وعلیه الفتوی کذا فی التاتارخانیة ناقلا عن الواقعات ان اختارت الفرقة امر القاضی ان یطلقها بائنة فان ابى فرق بینهما هکذا ذکر محمد فی الاصل کذا فی التبیین اھ ملخصا اوسی میں ہے لایکون هذا التاجیل الا عند قاضی مصر او مدینة فان اجلته المرأة او اجله غیر القاضی لایعتبر ذلك کذا فی فتاوی قاضی خان اوسی میں ہے لاتصح ولایة القاضی حتى تجتمع فی المولی شرائط الشهادة کذا فی الهدایة من الاسلام والحریة والتکلیف الخ ظاہر ہے کہ صورت مذکورۂ سوال میں شوہر کا جنون تو پیدا ہوا کہ بفرض ثبوت ہنوز چار ہی مہینے گذرے تھے تو جواز نکاح ثانی وتحصیل فرقت کا یہ طریقہ ہرگز نہ تھا کہ حاکم اوسے نکاح ثانی کی اجازت دیدیتا بلکہ اوسپر فرض تھا کہ ثبوت کامل لے کر سال بھر کی مہلت دیتا اوسکے بعد کارروائی مذکور کرتا۔ یہاں نہ سال کی مہلت دی گئی نہ بعدہا۔ عورت نے دوبارہ دعویٰ کیا نہ بعدہ تخییر عورت نے اوسی جلسہ میں اپنے نفس کو اختیار کرنا ظاہر کیا طُرفہ یہ کہ حاکم سرے سے مسلمان بھی نہیں ایسی کارروائی اصلاً قابل اعتبار نہیں ہوسکتی نہ اوسکے سبب وہ زوجیت شوہر اول سے باہر آسکتی ہے۔ نکاح وطلاق ہم مسلمانوں کے دینی ومذہبی معاملات ہیں جن میں ہماری شریعت کے تمام احکام کی مراعات بغیر چارہ نہیں۔ اگر کوئی زن شوہر دار کو بے وقوع طلاق وافتراق اجازت نکاح دیدے تو کیا اوسے جائز ہوجائے گا کہ وہ جس سے چاہے نکاح کرلے۔ حاشا ہرگز روا نہ ہوگا نہ وہ عصمت شوہر سے باہر آئیگی۔ یہاں بعینہٖ یہی صورت واقع ہوئی طرہ یہ کہ عورت عدت بھی نہ بیٹھی اجازت سے دس ہی دن بعد نکاح ثانی کرلیا اسکے حرام ہونے میں کیا شبہ ہے۔ ہم ابھی عالمگیری سے نقل کر آئے کہ یہ تفریق طلاق بائن ہوتی ہے اور طلاق میں تین حیض کی عدت فرض قال الله تعالٰى والمطلقٰت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء۔ بالجملہ یہ دوسرا نکاح بالیقین ناجائز اور ہمارے سب ائمہ کے نزدیک

یہ دہی چیز ہے قانون حال ہیں(از دواج مکرر کہتے ہیں۔ اور کوئی سفیہ سافیہ گمان نہیں کرسکتا کہ مرور مدت سے زوجیت زائل ہوگئی اور جو شخص چاہے زوجہ غیر کو لیجائے اور دو چار برس روپوش رکھے چلئے مرور مدت سے زوجیت زائل ہوگئی اب شوہر کس بنا پر دعوی کرسکتا ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پس عورت پر واجب حتمی ہے کہ اس حرام سے باز آئے اور اپنے شوہر کے سوا دوسرے سے کنارہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱: ۲۲ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر پیدائشی عنین یعنی نامرد نکلا چنانچہ ڈاکٹر نے اوسکا ملاحظہ کیا اور سند نامرد ہونے کی دیدی دریں صورت نکاح اوسکا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے آیا زوجہ شوہر سے محتاج طلاق ہے یا نہیں اور ایسی حالت میں مستحق کسی جز مہر کی ہوتی ہے یا نہیں اور ڈاکٹری سند ثبوت نامردی کے لیے کافی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: زوج کا عنین ہونا مانع صحت نکاح نہیں زوجہ عنین مثل دیگر زنان بے طلاق ہوئے شوہر سے جدائی کا اختیار نہیں رکھتی خلوت صحیحہ اگر ہولی تو مہر تمام وکمال پائیگی فی التنویر الخلوۃ بلا مانع کالوطء ولو مجبوبا او عنینا او خصیا فی ثبوت النسب وتاکد المھر اھ ملتقطا۔ سند ڈاکٹر محض ناکافی ونا معتبر ہے قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا الایۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲: از شہر بریلی محلہ کوہاڑا پیر مسئولہ نصیر اللہ صاحب ۶ رجادی الاخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے شوہر کی ناقابلیت بیان کرتی ہے کہ چھ برس کا عرصہ شادی کو ہوا اب تک شوہر میں کوئی مردی نہیں۔ مرد کی ایسی حالت اوسکے ورثا کو بھی معلوم ہے مرد خود علاج کراتا رہتا ہے لیکن کوئی علاج مفید نہ ہوا اب عورت چاہتی ہے میرا عقد دوسرے شخص کے ساتھ ہوجائے مرد کہ اوس کے خیال سے تعرض نہیں تو ایسے مرد کے ساتھ نکاح جائز ہوا یا نہیں۔ اور اپنا ارادہ کس طرح پورا کرے آیا مرد طلاق دے یا کوئی ضرورت نہیں۔

الجواب: نکاح مذکور جائز وصحیح ہے عورت کو ہرگز روا نہیں کہ بے طلاق یا فرقت شرعیہ کے دوسرے سے نکاح کرلے اگر کرلیگی محض حرام ہوگا۔ مرد جب ہمبستری میں عورت کا حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اوس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دیدے قال اللہ تعالیٰ فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف بعد طلاق عورت عدت بیٹھے اگر مرد خلوت کرچکا ہو اگرچہ اوس پر قادر نہ ہوا ہو اوسکے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے اور اگر اب تک خلوت نہ ہوئی تو بعد طلاق فوراً جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے فی الھندیۃ من باب العنین علیھا العدۃ بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بھا وان لم یخل بھا فلا عدۃ علیھا الخ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴: از محلہ پیمائش ضلع گورکھپور مرسلہ منشی فرید احمد صاحب اہلکار ڈپٹی کرنیل ۹ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم دس برس کی تھی اور زید پندرہ کا کہ اونکے والدین نے برضا و رغبت خود ان کا نکاح کر دیا جب مریم بالغہ ہوئی تو اوسے ظاہر ہوا کہ شوہر نامرد ہے اس صورت میں وہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور مریم بے طلاق زید کے دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں اور شوہر طلاق نہ دے تو صورت خلاص کیا ہے اور دعوی پہنچتا ہے یا نہیں پہنچتا تو جرا

الجواب: صورت مستفسرہ میں نکاح قطعاً صحیح ہے لصدورہا عن اہلہ فی محلہ اور جبتک زید کی طرف سے طلاق نہ ہو وہ اوسکی زوجہ ہے دوسرے سے نکاح ہرگز جائز نہیں قال تعالٰی والمحصنٰت من النساء عقود الدریہ میں ہے سئل فی بکر صغیرۃ زوجہا ابوہا من رجل ودخل بہا ثم بلغت رشیدۃ وادعت بہ عنۃ وطلبت التفریق فما الحکم الجواب لایفرق بینہما بمجرد دعواہا انہ عنین الخ البتہ جب زید اوسپر غیر قادر اور اوسکے ادائے حق سے قاصر ہے تو اوسپر بنص قطعی قرآن طلاق دینا واجب اگر یونہیں رکھ چھوڑیگا گنہگار رہوگا قال تعالٰی فامساك بمعروف او تسریح باحسان پس اگر وہ طلاق نہ دے تو صورت خلاص یہ ہے کہ مریم و زید کسی عالم دین فقیہ متین کو پنچ کریں فی الفتاوی الخیریۃ للعلامۃ خیر الدین الرملی سئل فی العنین اذا جعل بینہ وبین زوجۃ محکمین فاجلاہ سنۃ ومضت ہل لہما ان یفرقوا بینہما اذا طلبت ام لا اجاب نعم یصح التحکیم فی مسئلۃ العنین لانہ لیس بحد ولا قود ولا دیۃ علی العاقلۃ ولہما ان یفرقا بطلب الزوجۃ واللہ اعلم اھ

قلت وہذا النص یقدم علی استظہار العلامۃ امین الدین ابن عابدین اھا بالی من جمع ان ما استظہرہ لایفیدہ کما اوضحنا فیما علقناہ علیہ فتبصر پس حکم کہ اگر اوسکے حضور دعوی کرے حکم زید سے جواب لے اگر اپنی نامردی اور مریم پر قدرت نہ پانے کا مقر ہو اوسے آج سے سال بھر کامل کی مہلت دے اور منکر ہو تو عورت ثقہ نمازی پرہیزگار مریم کو دیکھے جب وہ شہادت دے کہ واقعی مریم ہنوز بکر ہے تو زید کو سال بھر کی مہلت دیجائے اگر وہ دن ختم ماہ قمری ہو تو سال کے بارہ مہینے تیرہ ہلالوں سے لیے جائیں ورنہ تین سو ساٹھ دن شمار کرلیں اور اس مدت میں جتنے دنوں مریم یا خود زید کے مسکن میں نہ رہے یا اوسے خواہ زید کو ایسا مرض ہو جس میں مجامعت نہ ہوسکے وہ دن شمار میں نہ آئینگے اور اگر زید ہی اوسے نہ رکھے یا اوس کے پاس نہ آئے تو کچھ مجرانہ پائے گا یونہیں ایام حیض بھی مجرانہ ہونگے جب اسطرح سال گزر جائے اور زید مریم پر قدرت نہ پائے مریم پھر حکم کے پاس تفریق و ازالہ نکاح کا دعوی کرے حکم پھر زید سے جواب لے اگر معترف ہو یا بحالت انکار پھر کسی عورت معتمدہ نمازی متقیہ کی شہادت معاینہ سے ثابت ہو کہ اب بھی مریم بدستور بکر ہے تو حکم مریم سے پوچھے تو زید کو اختیار کرتی ہے یا اپنے نفس کو اگر کہے زید کو یا بغیر کچھ کہے چلی جائے یا کھڑی ہوجائے یا اوٹھا دی جائے یا حکم اوٹھ کھڑا ہو تو اب اوسکا دعوی باطل اور نکاح لازم ہوگیا اور اگر اوسی جلسہ میں کہدے میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو حکم زید کو حکم دے کہ اوسے طلاق دے کہ بحکم شرع بحکم تسریح طلاق دینی واجب ہے اگر دیدے فبہا

ورنہ حکم دیدے میں نے تم دونوں میں تفریق کردی فوراً مریم اوسکے نکاح سے نکل جائیگی جس سے چاہے نکاح کرلے پس اگر زید و مریم میں خلوت ہوچکی تو مریم پر عدت اور زید کے ذمہ پورا مہر ورنہ عدت نہیں اور آدھا مہر۔ فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار لو وجدتہ عنینا اجل سنۃ قمریۃ بالاھلۃ علی المذھب ولو اجل فی اثناء الشہر فبالایام اجماعا (کل شہر ثلثون یوما) ورمضان وایام حیضہا منہا وکذا حجہ وغیبتہ لا مدۃ حجہا وغیبتہا ومرضہ ومرضہا ویؤجل من وقت الخصومۃ فان وطئ مرۃ فبہا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا بطلبہا یتعلق بالجمیع (ای جمیع الافعال وھی فرق واجل وبانت) ولو ادعی الوطئ وانکرتہ فقالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ھی بکر خیرت فی مجلسہا (ای یخیرھا القاضی) وان اختارتہ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل اعراض بان قامت من مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار شیئا بہ یفتی لامکانہ مع القیام اھ ملتقطا۔ عالمگیری میں ہے ان اختارت الفرقۃ امر القاضی ان یطلقہا بائنۃ فان ابی فرق بینہما ھکذا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الاصل کذا فی التبیین والفرقۃ تطلیقۃ بائنۃ کذا فی الکافی ولہا المہر کاملا وعلیہا العدۃ بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بہا وان لم یدخل بہا فلا عدۃ علیہا ولہا نصف المہر ان کان مسمی والمتعۃ ان لم یکن مسمی کذا فی البدائع اھ۔ اصل حکم یہ ہے پھر اگر زید براہ شرارت واضرار زوجہ کسی کو پنچ کرنے پر راضی نہ ہو تو چارہ کار یہ ہے کہ اوس شہر میں جو عالم دین وہاں کے سب اہل علم فقہ وعلوم دینیہ میں زائد ہو مریم اوسکے یہاں بطور خود دعوٰی مذکور پیش کرے عالم موصوف زید کو بلاکر کارروائی بروجہ مذکور کرے فان اعلم البلد لا یحتاج فی زماننا فی امثال ھذا الی التحکیم کما نص علیہ المولی الفاضل سیدی عبدالغنی النابلسی فی الحدیقۃ الندیۃ عن الامام العتابی وعن السید السمہودی ثم عن المناوی رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین پھر اگر زید کو آنے میں بھی انکار ہو تو عالم ممدوح خود اوسکے پاس تکلیف کرے فی الحدیقۃ یذھب بنفسہ ویبعث من یحضرہ ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعل کلا النوعین اھ ملخصاً اور غالباً ہنوز حکم مسئلہ سے ناواقفی کے باعث اوسے عالم موصوف سے ملنے اور گفتگو کرنے میں باک نہ ہوگا بس صرف تنہا اوس سے دریافت کرلے کہ مریم تیری نامردی کی شاکی ہے آیا واقعی ایسا ہی ہے یا نہیں اگر اقرار کرے سال بھر کی مہلت دیدے اور بحالت انکار زنان ثقات کو دکھا کر بقائے بکارت کا ثبوت لیکر زید کو مہلت ایک سال کی اطلاع کردے جب بعد مرور مدت عورت پھر جدائی چاہے عالم دوبارہ زید کے پاس جائے بن پڑے تو کارروائی مذکورہ کرے مگر جب زید کو خواہی نخواہی ایذا و اضرار مریم ہی منظور ہے تو بعد سماع مہلت عجب نہیں کہ دوبارہ عالم سے نہ ملے کہ آخر جبر شرعی کی طرف تو کوئی راہ ہی نہیں اگر ایسی صورت واقع ہو تو مریم اس بار دوم کی کارروائی میں اپنے آپ کو اعانت عالم سے

غنی سمجھے اور صرف اوسقدر امداد پر جو اول بار بحکم حاکم نامردی زید ثابت ہوکر مہلت یکساں دیگئی تھی قناعت کرے اب کہ زید حاکم سے نہ ملے اور کارروائی آئندہ نہ ہونے دے ہندہ خود کہدے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور زید کے نکاح سے باہر آئی مذہب صاحبین پر اسقدر بھی کافی ہوجائیگا اور مریم اوسکے ظلم سے نجات پائیگی فی ردالمحتار تحت قولہ والا بانت بالتفریق من القاضی وقیل یکفی اختیارھا نفسھا ولایحتاج الی القضاء کخیار العتق قیل وھو الاصح کذا فی غایۃ البیان وجعل فی المجمع الاول قول الامام والثانی قولھما نھر وفی البدائع عن شرح مختصر الطحاوی ان الثانی ظاھر الروایۃ ثم قال وذکر فی بعض المواضع ان ما ذکر فی ظاھر الروایۃ قولھما انتھی **اقول** وقد نص علماؤنا ان تقلید الغیر یجوز فی مواقع الضرورۃ وقد قال اللہ تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج فما ظنک بالعمل بقول صاحبی الامام المثبت فی ظاھر الروایۃ المذیل بترجیح ما فقد صرحوا انہ لیس فی المذھب قول لاحد غیر الامام الھمام رضی اللہ تعالٰی عنہ واما ماینسب الی الصاحبین او الی احدھما فما ھو الا روایۃ عنہ مال الیھما بعض الاصحاب فنسبت الیہ کما اقسم علیہ الاصحاب بایمان غلاظ شداد کما ذکرہ فی ردالمحتار وغیرھا من الاسفار واللہ یحب التیسیر ولا یرضی بالظلم ولا ضرر ولا ضرار فی الاسلام والیہ المشتکی من اھوال المرمات واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ : ۱۱ جمادی الاخرہ ۱۳۱۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامرد ہے اوس نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی اب وہ مقدمہ جھوٹا بناکر کچہری چڑھتا ہے کہ ہم نے طلاق نہیں دی ہے کچہری سے حکم ہوا ڈاکٹر معاینہ کرے، اوسکا ملاحظہ بھی ہوا وہ نامرد ہے دو چار شخصوں نے اوسکو چڑھاکر نالش کردی ہے۔ اس مسئلہ میں کیا حکم ہے۔

الجواب : جب طلاق دیدی اور عدت گزرگئی یا طلاق بائن تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی اور وہ جھوٹی نالش کرنے سے سخت گنہگار ہوا اور اگر طلاق رجعی تھی اور عدت کے اندر رجعت کرلی تو عورت اوسکے نکاح میں ہے اور نالش میں وہ گنہگار نہ ہوا اگرچہ طلاق نہ دی کہنا نہ چاہیئے تھا واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ : ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع بلارعایت کسی کے مسائل معضلہ ذیل ہیں۔ ایک عورت جوان تیس سالہ کہ جس کا خاوند مدت دراز سے مجنون ہے اور اوسکا علاج بھی ہر قسم سے کرایا گیا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اور اوس شخص کا جنون حد کو پہنچ گیا کہ جس کو ذمہ والے جنون مطبق کہتے ہیں۔ اور نیز اس مجنون کے پاس کچھ مال واسباب بھی نہیں ہے جس سے اوس عورت کے نان نفقہ کا انتظام ہوسکے۔ ایسے مجنون کی زوجہ کو ائمہ ثلثہ سے کسی امام کے نزدیک خیار تفریق ہے یا نہیں اور

مسئلہ میں خیار تفریق کس امام کے قول پر فتوی ہے۔ اگر ضرورت کے وقت مسئلہ شرعی میں دوسرے امام کے قول پر فتوی دیا جائے اور اوس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ فقہ کی کتابوں میں مثلاً شرح وقایہ وہدایہ وشامی وغیرہ میں اکثر مسائل کے اندر صاحبین کے قول کی ترجیح امام کے قول پر ثابت کرتے ہیں۔ اور کتب فتاوی مثلاً عالمگیریہ وقاضی خاں وغیرہ میں صاحبین کے قول پر فتوی دیتے ہیں آیا یہ بات جائز ہے یا نہیں۔ جن مسائل میں قاضی کی ضرورت ہے تاکہ اوسکے یہاں دعوی کیا جائے جیسے مسئلہ عنین وغیرہ میں اور اوسکی جگہ قاضی وحاکم حکم وغیرہ نہیں ہے چنانچہ آجکل عملداری نصاری کی ہے تو اس صورت میں مفتی کا فتوی قائم مقام قاضی ہوسکتا ہے یا نہیں۔ جواب مسئلہ صاف صاف مع حوالہ کتاب کے مرحمت فرمایا جائے

الجواب : ہمارے مذہب میں جنون کی وجہ سے ہرگز تفریق نہیں ہوسکتی۔ درمختار میں ہے لایتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون الخ ردالمحتار میں ہے وقد تکفل فی الفتح برد ما استدل بہ الائمۃ الثلثۃ ومحمد بما لامزید علیہ۔ ہمارے علماء سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ جانب خیار گئے اور ہادی قدسی میں حسب عادت برخلاف عامہ متون وشروح وفتاوی اوسکی نسبت "بہ ناخذ" لکھدیا جیسا کہ اوس سے عالمگیریہ میں منقول ہوا۔ فقیر کے فتاوی میں تفصیل تام واضح کردیا گیا ہے کہ ماخوذ ومختار ومعتمد وواجب التعویل مذہب مہذب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ہے وان قول الحاوی لخلافہ بہ ناخذ قد خالف فیہ المذھب وجمھور ائمۃ المذاھب والدلیل ایضا فان الدلیل مع الامام فلا یلتفت الی خلافہ۔ بایں ہمہ اگر جنون حادث ہے پیش از نکاح شوہر مجنون نہ تھا بعد کو پیدا ہوا اور حالت ضرورت بلا مکر وفریب وبیروی نفس سچی سچی واقعی متحقق ہے تو قول امام محمد پر عمل ممکن۔ فقد اجازوا تحقق الضرورۃ الصحیحۃ تقلید الغیر بشرائط فھذا اولی بالجواز اذ لیس بحمد اللہ فی المذھب قول خارج عن اقوال الامام کما نص علیہ العلماء الکرام وذکرہ اصحاب امامنا رضی اللہ تعالی عنہ وعنھم بخلاف الایمان وشدادالاقسام لاسیما وقد دیل لما ھو اکد الفاظ الافتاء مگر قول امام محمد یہ نہیں کہ شوہر کو جنون ہوجائے تو عورت بطور خود اوس سے فرقت کرکے دوسرے سے نکاح کرلے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں لان فیہ خلافا عظیما شدیدا اقویا بل اجل واقوی فلا یترجح ھذا الجانب الا بالقضاء کما فی العنۃ بل اولی کما لا یخفی۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے حضور دعوی کرے وہ ثبوت جنون لے کر روز نالش سے ایک سال کامل کی مہلت دے اگر اس مدت میں شوہر اچھا ہوگیا فبہا اور اگر اچھا نہ ہوا اور عورت نے بعد انقضائے سال پھر دعوی نہ کیا تو وہ بدستور اوسکی زوجہ ہے اور اگر پھر رجوع لائی اور حاکم کو ثابت ہوا کہ شوہر ہنوز مجنون ہے تو اب وہ عورت کو اختیار دیگا کہ چاہے اپنے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو اختیار کیا یا بغیر کچھ کہے چلی گئی یا کھڑی ہوگئی یا کسی نے اوسے اوٹھا دیا یا حاکم خود اوٹھ کھڑا ہوا تو اب عورت کو اصلا اختیار نہ رہا

وہ بدستور ہمیشہ اس مجنون کی زوجہ رہیگی اور اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اب حاکم تفریق کردے گا اوس روز سے عورت طلاق کی قدرت بیٹھے بعدہٗ جس سے چاہے نکاح کرے۔ یہ اوس صورت میں ہے کہ قاضی کو جنون ثابت ہوا اور اوسکا مطبق ہونا ثابت نہ ہوا۔ اور اگر حاکم کو ثابت ہوجائے کہ واقعی مدتہائے دراز گذر گئیں کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا جنون اسکا مطبق یعنی ملازم وممتد ہے تو اب سال کی مہلت نہ دیگا بلکہ فی الفور عورت کو اختیار دیگا کہ چاہے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو۔ بیان ہوے۔ ہندیہ میں ہے اذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لہا کذا فی الکافی قال محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فھو کالجب وبہ ناخذ کذا فی الحاوی القدسی۔ بہرحال یہ تفریق بے حکم حاکم شرع نہیں ہوسکتی۔ جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں جو عالم دین سچا عالم تمام اہل شہر میں فقہ کا اعلم ہو ایسے امور میں حاکم شرعی ہے کما نص علیہ فی الحدیقۃ الندیۃ عن فتاوی الامام العتابی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مگر یہ لحاظ لازم ہے کہ عالم کا ایسا فیصلہ اوسکے لئے کسی قانونی دقت کا موجب نہ ہو ورنہ عالم اوس سے ضرور احتراز کرے اور یہ لوگ رامپور وغیرہ ریاست اسلامیہ میں چارہ جوئی کریں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از بہیڑی ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح اوسکے باپ نے زید کے ساتھ کیا اب کئی سال گزرے رخصت بھی ہوگئی مگر زید نامرد نکلا ہندہ اوسکے پاس بدقت تمام کچھ دنوں تک رہی ہرچند زید سے کہا جاتا ہے طلاق بھی نہیں دیتا اسوقت میں ہندہ کے واسطے چارہ کار کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب :- جبکہ زید نے ہندہ پر قدرت نہ پائی اور اوسکے اداے حق واجب میں قاصر رہا تو اوسپر شرعًا فرض ہے کہ ہندہ کو طلاق دیدے اگر نہ دیگا گنہگار رہیگا قال اللہ تعالٰی فامساک بمعروف او تسریح باحسان اگر زید خدا ناترسی کرکے طلاق نہیں دیتا تو اوسکی تدبیر شرع مطہر میں یہ ہے کہ ہندہ حاکم شرع کے حضور دعوٰی کرے حاکم زید سے جواب لے اگر وہ ہندہ پر اپنے قادر نہونے کا اقرار کرلے فبہا ورنہ حاکم کسی عورت مسلمان نیک پارسا ثقہ معتمدہ ہوشیار کو دکھاکر شہادت لے کہ ہندہ دوشیزہ ہے بعدہٗ زید کو ایک سال کامل کی مہلت دے اس سال زید ہندہ پر قادر ہوجاوے تو بہتر ورنہ عورت پھر دعوٰی کرے اور تفریق چاہے اب پھر اگر اقرار زید خواہ شہادت یک عورت مسلمہ ثقہ سے ہندہ کی دوشیزگی ثابت ہو تو حاکم عورت سے دریافت کرے کہ اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو اگر عورت شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کے اختیار میں تاخیر کرے کہ مجلس بدل جائے تو اب اوسکا دعوٰی بالکل ساقط ہوجائے گا لہذا اوسی جلسہ میں فورًا اپنے نفس کو اختیار کرلے اوسوقت حاکم زید کو حکم دے وہ اگر مان لے بہتر ورنہ

حاکم عود اون میں تفریق کا حکم دے یہ تفریق طلاق بائن ہوجائیگی بعد مرور مدت ہندہ کو اختیار رہیگا جس سے چاہے نکاح کرے فی الدر المختار لو وجدته عنینا اجل سنة قمرية فان وطئ مرة فبها والا بانت بالتفريق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها اھ ملخصا یہ ساری کارروائی قاضی شرع کے حضور ہو جسے حاکم اسلام نے فصل مقدمات پر مقرر کیا ہو فی الدر لاعبرة بتاجیل غیر قاضی البلد اگر اون کے شہر میں کوئی ایسا قاضی نہ ہو تو زید و ہندہ کسی ذی علم کو پنچ مقرر کریں اوسکے یہاں یہ کارروائیاں ہوں فی الخیریة یصح التحکیم فی مسئلة العنین لانه لیس بحد ولا قود ولا دیة علی العاقلة ولهما ان یفترقا بطلب الزوجة اگر زید کسی کو پنچ بنانے پر راضی نہ ہو تو ہندہ امور و غیرہ بلاد اسلامیہ میں جاکر ایسے قاضی شرع کے یہاں دعوی کرے جسکی قضا کو والی اسلام نے اسکے خاص اوس شہر والوں سے مخصوص نہ کردیا ہو فان القضاء یقبل التخصیص بالزمان والمکان کما فی الاشباہ وغیرها وہ احکام مذکورہ پر عملدرآمد کرے فی بحر الرائق ورد المحتار وغیرهما من الاسفار ولا یشترط ان یکون المتد اعیان عند القاضی الخ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ :- از بریلی محلہ باغ احمد علی خاں متصل بانسمنڈی مسئولہ اسحاق احمد صاحب ۲۴ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نصیبن کا نکاح زید کے ساتھ ہوا زید نامرد ہے اور نصیبن خانہ زوج میں بخوشی اپنی موجود تھی مگر والدین نصیبن مذکور چاہتے ہیں کہ مسماۃ مذکور اوس سے علیحدہ کرلی جائے آیا زید سے طلاق لینا واجب ہے یا نہیں نصیبن کے نکاح کو عرصہ ڈھائی برس کا ہوا شروع نکاح میں صرف تین مرتبہ ہمبستری کا اتفاق ہوا ازاں بعد نامرد ہوگیا اب نصیبن مذکور ناخوش ہے بنائے ناخوشی یہ ہے کہ زید کے باپ نے ایک مکان وقت نکاح اوس کے نام کردیا تھا اب جبراً واپس لیلیا اور رجسٹری کرالی۔

الجواب :- طلاق لینا واجب نہیں نہ اب بربنائے نامردی دعوی ہوسکتا ہے کہ ایک بار چھوڑ تین بار ہمبستری کرچکا ہے۔ ہاں اگر زید جانتا ہے کہ وہ اوسکے ادائے حق سے قاصر ہے تو عنداللہ اوس پر لازم ہے کہ اوسے طلاق دیدے جبکہ وہ اپنا حق جماع چھوڑنے پر راضی نہ ہو قال تعالی فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ :- از بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ امانت علی صاحب ۳ رجادی الاولی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دو جگہ اپنے نکاح کا پیام بھیجا لڑکی والوں کو تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ شخص نامرد ہے تیسری جگہ دھوکہ دیکر ایک لڑکی سے عقد کرلیا اور نامرد ثابت ہوا پس ایسی حالت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں۔

الجواب :- ہاں نکاح ہوگیا عورت اگر دعوی کریگی تو بعد ثبوت نامردی مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دیجائے گی اگر اس میں اوس عورت پر قادر ہوگیا فبہا ورنہ پھر عورت کے دعوی کرنے اور اب بھی نامردی ثابت ہوجانے پر حاکم عورت کو اختیار دیگا کہ چاہے شوہر کے پاس رہنا مانے یا جدائی اگر وہ فوراً کہے گی کہ جدائی چاہتی ہوں تو دونوں میں تفریق کردے گا

اوسوقت عورت بعد عدت دوسری جگہ نکاح کرسکیگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از پرتاب گڈھ محلہ سیدا مین۔ مسئولہ عبدالرب صاحب ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جس عورت کا مرد پانچ چھ سال سے زیادہ تک نامعلوم و بےنشان ہے تو ایسی صورت میں عورت کو اختیار ہوگا یا ہے کہ دوسرا شوہر کرلیوے امام مالک شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک قول کے فرماتے ہیں کہ جب گزرجائیں چار برس تو تفریق کرادے درمیان میں میں اون دونوں کے قاضی بعد اسکے نکاح کریں زوج ثانی سے اور غرض مستفسر کی یہ ہے کہ بر تقدیر جائز ہونے اس مسئلہ کے فسخ نکاح کی کیونکر قاضی سے کرادی جائے اس زمانۂ پرآشوب میں بباعث حکام غیر مذہب کے احکام قاضی کے بالکل مسدود ہوگئے ہیں پس ایسے وقت میں طریقہ اوسکے فسخ کرنے نکاح کے کیونکر عمل میں لائی جائیگی۔ دوسرے یہ کہ بعد فسخ کرادینے نکاح قاضی کے آیا اس کے لیے کوئی عدت طلاق یا وفات کی کرنا چاہیے کہ بدون عدت کے نکاح ثانی کرے تیسرے یہ کہ اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت بعض مسئلوں میں امام شافعی و امام مالک کے قول پر عمل کرے تو اس صورت میں اوس شخص کو ہمیشہ کے لیے کل مسئلوں میں اس امام کی تقلید لازم ہوتی ہے یا نہیں۔ چوتھے یہ کہ حنفیہ بھی اس فتوے کے موافق فتوے دے سکتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- ہمارے مذہب میں وہ نکاح نہیں کرسکتی جبتک شوہر کی عمر سے ۷۰ سال گزر کر اوسکی موت کا حکم نہ دیا جائے اوسوقت وہ بعد عدت وفات نکاح کرسکیگی یہی مذہب امام احمد کا ہے اور اسی طرف امام شافعی نے رجوع فرمائی امام مالک کہ چار سال مقرر فرماتے ہیں وہ اسکے گم ہونے کے دن سے نہیں بلکہ قاضی کے یہاں مرافعہ کے دن سے خود امام مالک نے کتاب مدونہ میں تصریح فرمائی کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گزر چکے ہوں اون کا اعتبار نہیں اوسکے ضرورت کا علاج تو اون کے یہاں بھی نہ نکلا آج تک۔ تو جتنا زمانہ گزرا بیکار رہے اب قاضی شرع اگر ہو بھی اور اوسکے یہاں مرافعہ کیا جائے اور وہ شوہر کا مفقود الخبر ہونا تصدیق کرے اوسکے بعد چار برس کی مہلت دے اور پھر اب تک مفقود رہنا تحقیق کرے اسکے بعد تفریق کرے اور عورت عدت بیٹھے یہ ممتد زمانہ بے شوہر اور بے نان نفقہ کے کیسے گزریگا مذہب بھی چھوڑا اور کال بھی نہ کٹا لہذا وہ کرے جو امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھی امرأۃ ابتلاھا اللہ تعالیٰ فلتصبر حتی یاتیھا البیان یہ ایک عورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بلا میں مبتلا فرمایا ہے اوس پر لازم ہے کہ صبر کرے یہانتک کہ شوہر کی موت حیات ظاہر ہو ضرورت صادقہ کے وقت جو کسی مسئلہ میں ائمۂ ثلثہ سے کسی امام کی تقلید کی جاتی ہے صرف اوس مسئلہ پر اوسکے مذہب کی رعایت امور واجبہ میں ضرور ہوگی دیگر مسائل میں اپنے امام ہی کی تقلید کی جائیگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے خاوند نے اپنی زوجہ کے قتل کی نیت سے چاقو مارے اور اپنی

دانست میں اوس کا کام تمام کر دیا تھا مگر تقاضائے الٰہی سے وہ زندہ بچ گئی شوہر بعد میں سزائے جرم میں دس برس کے لیے دریائے شور بھیجا گیا شوہر نے زوجہ طلاق کا کچھ نہیں کہا تھا اب زوجہ محتاج ہے اور کسب پر قادر نہیں دوسرے شخص سے وہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں وقت مقدمہ جب انگریز نے شوہر کو دریائے شور بھیجا تھا اور شوہر نے یہ بیان کیا تھا میں نے تو اوسکو بالکل مار ڈالا تھا وارثان زوجہ نے حاکم سے یہ کہا کہ اس شخص سے زوجہ کو طلاق بھی دلوا دو تو حاکم نے یہ کہا کہ تم اپنے علماء سے دریافت کرو باقی مجرم نے تو اپنی زوجہ کو اپنے ذہن میں قتل ہی کر ڈالا تھا طلاق کے استفسار وطلب کی حاجت کیا ہے اور واقعی شوہر نے زوجہ کو اس طور مارا تھا کہ اوس کا بچ جانا تعجبات سے ہے یعنی زوجہ کی آنتیں وغیرہ سب نکل کے باہر آگئی تھیں فی الجملہ صورت مستفسرہ میں ہندہ زوج کے نکاح میں ہے یا نہیں اور دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں اور جس عورت کا شوہر دائم الحبس ہوگیا وہ نکاح دوسرے سے کرسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب:- بے افتراق بموت یا طلاق دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا ہمارے نزدیک غیبت خواہ عسرت کے سبب ادائے نفقہ سے شوہر کا عجز یا تحصیل نفقہ سے عورت کی محرومی باعث تفریق نہیں بلکہ شافعیہ وغیرہم کے نزدیک بھی اس جواز تفریق کے یہ معنی کہ عورت قاضی شرع کے حضور دعوی پیش کرے اور قاضی گواہ شرعی لیکر تفریق کردے نہ یہ کہ عورت بطور خود جس سے چاہے نکاح کرلے یہ ہرگز ائمہ اربعہ سے کسی کا مذہب نہیں اسی طرح شوہر کا بقصد قتل زوجہ پر حربہ کرنا اور اپنے گمان میں اوس کا کام تمام کر دینا کسی کے نزدیک موجب افتراق نہیں کوئی جاہل سا جاہل بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ جسکی عمر تخمیناً بیس سال کی تھی فوت ہوگئی وہ بوجہ ناقابل ہونے زوجیت کے مباشرت شوہری سے مجبور رہی اندام نہانی قابل ادخال نہ تھا قدرۃً اوس میں قابلیت مباشرت نہ تھی زن وشوہر میں کبھی مجامعت نہ ہوئی نہ کوئی اولاد پیدا ہوئی پس اس زوجہ کے شوہر پر کیا کیا حقوق عائد ہوسکتے ہیں اور شوہر متروکہ منقولہ وغیر منقولہ زوجہ میں کیا حقوق شرعی رکھتا ہے یا دونوں ایک دوسرے کی مالیت میں کچھ حق نہیں رکھتے یا فلاں اسقدر رکھتا ہے اور فلاں اسقدر یا فلاں بالکل حق نہیں رکھتا اور فلاں رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں زن وشوہر کے باہمی حقوق ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے زن قابل جماع کے ساتھ صرف فرق اتنا ہے کہ اگر فرج داخل میں بقدر حشفہ ادخال ناممکن تھا اور ایسی حالت میں شوہر طلاق دیتا تو نصف مہر لازم آتا اگرچہ خلوت کرچکا ہوتا کہ وہ خلوت بوجہ مانع خلوت صحیحہ نہ تھی اور عدت جب بھی لازم آتی اور عورت کا نفقہ بھی شوہر پر لازم آتا اب کہ عورت کا انتقال ہوگیا اوسکا کل مہر ذمہ شوہر واجب الادا ہوگیا اور عورت کا نصف ترکہ شوہر کو وراثۃً پہنچے گا کہ ایسی عورت کے ساتھ نکاح شرعاً صحیح بلکہ لازم ہوتا ہے کہ شوہر دعوی فسخ نہیں کرسکتا درمختار میں ہے لایتخیر احدالزوجین

بعیب الاٰخر ولوفاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اوسمیں ہے الخلوۃ بلامانع کرتق وقرن و عقل کالوطء فی تاکد المھر ووجوب العدۃ فی الکل ولوفاسدۃ والموت ایضاً کالوطئ فی حق العدۃ والمھر اھ ملتقطا اوسی میں ہے النفقۃ تجب للزوجۃ بنکاح صحیح ولو رتقاء اوقرناء اوکبیرۃ لاتوطأ اوسی میں ہے یستحق الارث بنکاح صحیح لابفاسد وباطل واللہ تعالٰی اعلم

طلاق کنایہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ:- از بڑودہ ضلع گجرات کلاں ٹھکانہ بائیگاہ قاسم حالہ مرسلہ غلام حسین حالہ - ۱۱ رجمادی الآخری ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں عالم شریعت محمدی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا چند روز کے بعد اُسکے خاوند نے طلاق بائن دی جائز ہے یا نہیں، عورت فاحشہ ہے خاوند نے طلاق بائن دیا جائز ہے یا نہیں طلاق بائن کس کو کہتے ہیں. طلاق بائن کا کیا طریقہ ہے. طلاق بائن کس طور سے دیتے ہیں. جس وقت چاہے خاوند اپنی عورت کو طلاق بائن دے سکتا ہے یا نہیں مع مہر و نام کتاب عبارت عربی ترجمۂ اُردو خلاصہ تحریر فرمائیے۔ اس کا اجر آپ کو خداوند کریم عطا کریگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- بائن وہ طلاق جس کے سبب عورت فوراً نکاح سے نکل جائے اگر بعد نکاح ابھی وطی کی نوبت نہ پہونچی اگرچہ خلوت ہوچکی ہو تو طلاق دی جائے بائن ہی ہوگی فی التنویر والدر ورد المحتار الخلوۃ لا تکون کالوطی فی حق الرجعۃ ای لارجعۃ لہ بعد الطلاق الصریح بعد الخلوۃ بحر لوقوع الطلاق بائنا اھ بالالتقاط یوہیں جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں خواہ ایک بار میں خواہ دس برس میں تو وہ بھی بائن ہو جاتی ہیں بلکہ وہ بائن کی قسم اکبر ہیں کہ پھر بے حلالہ اس سے نکاح نہیں ہوسکتا. بائن کی تیسری صورت وہ طلاق کہ مال کے بدلے دی جائے مثلاً شوہر نے کہا میں نے بعوض ہزار روپیہ کے تجھے طلاق دی یا تیرے مہر کے بدلے طلاق دی اور عورت نے قبول کرلیا یا عورت نے کہا میں نے اپنے مہر یا فلاں قرض سے تجھے بری کیا اس شرط پر کہ تو مجھے طلاق دیدے مرد نے دیدی یا مرد نے کہا جتنے حق عورتوں کے شوہروں پر ہوتے ہیں اُن سب سے مجھے بری کر اس نے کہا بری کیا اس نے فوراً کہا میں نے طلاق دی کہ اس میں اگرچہ صراحۃً ذکر عوض نہ تھا مگر صورت حال دلیل معاوضہ ہے فی التنویر الواقع بالطلاق

علٰی مال طلاق بائن اھ وفی ردالمحتار اراد بالمال ما یشمل الابراء منہ حتی لوقالت ابرأتک عمالی علیک علی طلاقی ففعل برئ وبانت بحر عن البزازیۃ وفی الفتح اٰخر الباب قال برئتُ من کل حق یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال فی فورہ طلقتک وھی مدخول بھا یقع بائنا لانہ بعوض اھ چوتھے جو طلاق کسی قسم کی دی گئی اور بغیر رجعت ہوئے عدت گزر گئی وہ طلاق بھی بائن ہوگئی ان چاروں صورتوں میں کسی لفظ کی تخصیص نہیں سب الفاظ ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ عورت سے جماع ہولے اُس کے بعد طلاق دے اور گنتی بھی تین تک نہ پہنچے نہ مال کے بدلے طلاق ہو نہ عدت گزرے بااینہمہ طلاق دیتے ہی بائن ہوجائے اُس کے لئے الفاظ مقرر ہیں کہ ان لفظوں سے کہا تو بائن ہوگی اور ان سے کہا تو رجعی کہ عدت کے اندر رجعت کا اختیار دیا جائیگا مثلاً اگر زبان سے کہلے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو عورت نکاح سے نہ نکلنے پائیگی بدستور زوجہ رہے گی اور حکم طلاق زائل ہوگا۔ **بائن کے بعض الفاظ یہ ہیں** [1] جا۔ [2] نکل۔ [3] چل۔ [4] روانہ ہو۔ [5] اُٹھ۔ [6] گھر بیٹھی ہو۔ [7] پردہ کر۔ [8] دوپٹہ اوڑھ۔ [9] نقاب ڈال۔ [10] ہٹ۔ [11] سرک۔ [12] جگہ چھوڑ۔ [13] گھر خالی کر۔ [14] دور ہو۔ [15] چل دور۔ [16] اے خالی۔ [17] اے بری۔ بفتح با۔ [18] اے جدا۔ [19] تو مجھ سے جدا ہے۔ [20] میں نے تجھے بے قید کیا۔ [21] میں نے تجھ سے مفارقت کی۔ [22] تو جدا ہے فی الدر فنحو اخرجی واذھبی وقومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی اعزبی من الغرابۃ او من العزوبۃ یحتمل ردا ونحو خلیۃ بریۃ حرام بائن ومرادفھا کبتۃ بتلۃ یصلح سبا انت حرۃ سرحتک فارقتک لایحتمل السب والرد ففی حالۃ الرضی تتوقف الاقسام علی نیۃ۔ [23] رستہ ناپ۔ [24] اپنی راہ لے کنایات عن الذھاب۔ [25] کالا منہ کر۔ [26] چال دکھا۔ [27] چلتی بن۔ [28] چلتی نظر آ۔ [29] دفع ہو۔ دال فے عین ہو۔ [30] رفوچکر ہو۔ [31] پنجرا خالی کر۔ [32] ہٹ کے سڑ۔ [33] اپنی صورت گما۔ [34] بستر اٹھا۔ [35] اپنا سوجھتا دیکھ۔ [36] اپنی گٹھری باندھ۔ [37] اپنی نجاست الگ پھیلا۔ [38] تشریف لے جایئے۔ [39] تشریف کا ٹوکرا لے جایئے۔ [40] جہاں سینگ سمائے جا۔ [41] اپنا مانگ کھا۔ [42] بہت ہوچکی اب مہربانی فرمایئے کلھا کنایۃ عن البعد والذھاب [43] رستے بے علاقہ ہو کقولہ بتۃ بتلۃ۔ [44] منہ چھپا ہو کقولہ تقنعی تخمری استتری [45] جہنم میں جا۔ [46] چولھے میں جا۔ [47] بھاڑ میں پڑ۔ فی فتاوی الدار اذھبی الی جھنم یقع ان نوی خلاصہ [48] میرے پاس سے چل۔ [49] اپنی مراد پر فتحمند ہو۔ [50] میں نے نکاح فسخ کیا۔ [51] تو مجھ پر مثل مردار یا سؤر یا شراب کے ہے فیھا ایضا وکذا اذھبی عنی وافلحی وفسخت النکاح وانت علی کالمیتۃ او کلحم الخنزیر او حرام کالماء [52] تو مثل بنگ یا افیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے ہے (فی ردالمحتار تحت قول الدر انت علی کالمیتۃ والمراد التشبیہ بما ھو محرم العین کالخمر والخنزیر والمیتۃ فالحکم فیہ کالحکم فی انت علی حرام بخلاف ما لو قال انت علی کمتاع فلان فلا یقع وان نوی افادہ فی الذخیرۃ [53] تو مثل میری ماں یا بہن یا بیٹی کے ہے اور یوں کہا کہ تو ماں بہن بیٹی ہے تو گناہ کے سوا کچھ نہیں) فی الدر وان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی خانیۃ برا او ظھارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع ما نواہ لانہ کنایۃ

الا یتوھمنا او حذف الکاف نشاد تعیین الادنی اے البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی و یا بنتی ویا اختی ونحوہ تو خلاص ہے۔ تیری گلو خلاصی ہوئی تو خالص ہوئی فی رد المحتار انت خالصۃ حلال تدا۔ یا حلال مسلمانان۔ یا ہر حلال مجھ پر حرام۔ تو میرے ساتھ حرام میں ہے الکل فی الشامی کما یاتی صریحا وخالف فیھا المتاخرون ائمتنا المتقدمین فقالوا لا حاجۃ الی النیۃ لانہ المتعارف قلت وفی بلاد نا فقد العدم التعارف فال الامر الی ما کان علیہ قال الشامی ان المتاخرین خالفوا للعرف الحادث فیتوقف الآن علی العرف میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا اگرچہ کسی عوض کا ذکر نہ کرے فی رد المحتار عن الخانیۃ ولو قال بعت نفسک منک فقالت اشتریت یقع طلاق بائن لان بیع نفسہا تملیک النفس من المرأۃ وملک النفس لا یحصل الا بالبائن فیکون بائنا اھ اقول یہاں عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا لانہ تملیک نفسہا منہا وھی لا تملک نفسہا الا بالبائن بخلاف ما یجیئ من قولہ بعت منک طلاقک فانہ تملیک الطلاق منہا فکان تفویضا فاشترط قبولہا میں تجھ سے باز آیا۔ میں تجھ سے درگزرا فی رد المحتار عدلت عنہا تو میرے کام کی نہیں۔ میرے مطلب کی نہیں۔ میرے مصرف کی نہیں کما حققناہ علی ہامش رد المحتار مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں۔ کچھ قابو نہیں ملک نہیں۔ میں نے تیری راہ خالی کردی۔ تو میری ملک سے نکل گئی۔ میں نے تجھ سے خلع کیا۔ اپنے میکے بیٹھ۔ تیری باگ ڈھیلی کی۔ تیری رسی چھوڑدی۔ تیری لگام اتارلی۔ اپنے رفیقوں سے جا مل فی الہندیۃ والحق ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی بخلیۃ وبریۃ وبتۃ وبائن وحرام اربعۃ اخری ذکرھا السرخسی فی المبسوط وقاضی خان فی الجامع الصغیر واخرون وھی لا سبیل لی علیک لا ملک لی علیک خلیت سبیلک فارقتک ولا روایۃ فی خرجت من ملکی قالوا ھو بمنزلۃ خلیت سبیلک وفی الینابیع الحق ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی بالخمسۃ ستۃ اخری وھی الاربعۃ المتقدمۃ وزاد خالعتک والحقی باھلک ہکذا فی غایۃ السروجی اھ قلت وھو فی حدیث المستعیذۃ وفیہا ایضا وفی قولہ حبلک علی غاربک لا یقع الطلاق الا بالنیۃ کذا فی فتاوی قاضی خان والنقلی وفی البزازیۃ وفی الحقی برفقتک یقع اذا نوی کذا فی البحر الرائق مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں ھو کقولہ لا سبیل لی علیک خاوند تلاش کر فی الہندیۃ وابتغی الازواج تقع واحدۃ بائنۃ ان نواھا او ثنتین وثلث ان نواھا ھکذا فی شرح الوقایۃ مجھے تیری حاجت نہیں۔ مجھے تجھ سے سروکار نہیں۔ تجھ سے مجھے کام نہیں۔ غرض نہیں مطلب نہیں۔ تو مجھے درکار نہیں۔ تجھ سے مجھے رغبت نہیں۔ میں تجھے نہیں چاہتا یہ محض مہمل ہیں اگرچہ نیت کرے

لعلہ حق: لک۔ کذا فی الاصل والصواب الحقی باہلک ۱۲ حامد رضا غفرلہ بعدہ قابلت العبارۃ عن اصل الہندیۃ فوجدتہا کذا لیوثق بہا والحق للتعلق ۱۲ حامد رضا غفرلہ

فی الھندیۃ ولو قال لاحاجۃ لی فیك ینوی الطلاق فلیس بطلاق کذا فی السراج الوھاج اذا قال لاارید ك اولا احبك اولا اشتھیك اولا رغبۃ لی فیك فانہ لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی کذا فی بحر الرائق (میں[89] تجھ سے جدا ہوں یا ہوا (فقط میں جدا ہوں یا ہوا کافی نہیں اگرچہ بہ نیت طلاق کہے) فی الھندیۃ ولو قال انا منك بائن ونوی الطلاق یقع ولو قال انا بائن ولم یقل منك لایقع وان نوی کذا فی محیط السرخسی (میں[90] نے تجھے جدا کردیا یا میں نے تجھ سے جدائی کی، تو خود مختار ہے تو آزاد ہے) فی الھندیۃ ولو قال فی حال مذاکرۃ الطلاق بانیتك او ابنتك او ابنت منك او انت سائبۃ او انت حرۃ یقع الطلاق وان قال لم انو الطلاق لایصدق قضاء (مجھ میں[91] تجھ میں نکاح نہیں مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا) فی الھندیۃ ولو قال لھا لا نکاح بینی وبینك او قال لم یبق بینی وبینك نکاح یقع الطلاق اذا نوی کذا فی فتاوی قاضی خاں (میں[91] نے تجھے تیرے گھر والوں یا باپ[92] یا ماں[93] یا خاوندوں[94] کو دیا یا خود تجھ کو دے[95] ڈالا اور تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو کہا تو کچھ نہیں) فی الھندیۃ روی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی انہ اذا قال وھبتك لاخیك اولخالك او لعمك او لفلان الاجنبی لم یکن طلاق کذا فی السراج الوھاج ولو قال لھا وھبت نفسك منك فھو من جملۃ الکنایات ان نوی بہ الطلاق یقع والافلا (مجھ میں تجھ میں[96] کچھ معاملہ نہ رہا اور مجھ کو تجھ سے کچھ نہیں اگرچہ نیت کرے) فی الھندیۃ ولو قال لم یبق بینی وبینك شیئ ونوی بہ الطلاق لایقع وفی الفتاوی لم یبق بینی وبینك عمل ونوی یقع کذا فی العتابیۃ (میں[97] تیرے نکاح سے بری ہوں بیزار ہوں[98]) فیھما عن الخانیۃ ولو قال انا بری من نکاحك یقع الطلاق اذا نوی (مجھ سے[99] دور ہو) فیھما عنھا ولو قال ابعدی عنی ونوی الطلاق یقع (مجھے صورت نہ دکھا) ونہ بمعنٰی ابعدی عنی وفیہ نیوی کما مر انفا بخلاف استتری منی فانہ بزیادۃ منی خرج عن کونہ کنایۃ کما فی الخانیۃ ایضا قال الشامی یکون قولہ منی قرینۃ لفظیۃ علی ارادۃ الطلاق بمنزلۃ المذاکرۃ تأمل اھ ورایتنی کتبت علٰی ھامشہ مانصہ اقول ذلك بخلاف ان یقول لاترنی وجھك فانہ یکون عبارۃ عن البغض والتنفر فلا یزول الاحتمال اھ فافھم (یہ[100] کنارے ہو۔ تو نے مجھ سے[101] نجات پائی) فی الھندیۃ ومن الکنایات تنحی عنی ونجوت منی کذا فی الفتح القدیر ومثلھا الگ ہو۔ (میں[102] نے تیرا پاؤں کھول دیا لعدم التعارف فی بلادنا وما فی الخلاصۃ پای کشادہ کردم تر اتفسیر قولہ طلقتك عرفا حتی یکون رجعیا وتقع بدون النیۃ اھ فمبنی کما تری علی العرف فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام ظھیر الدین یفتی باشتراط النیۃ ویکون الواقع بائنا میں[103] نے تجھے آزاد کیا آزاد ہوجا[104] فیھا ولو قال اعتقتك طلقت بالنیۃ کذا فی معراج الدرایۃ وکونی حرۃ او اعتقی مثل

انت حرة کذا فی بحرالرائق تیری[١٠٩] تتی بند کئی۔ تو بے قید ہے فیھما ولو قال انت السراح فھو کما قال لھا انت خلیة کذا فی فتاوٰی قاضی خان۔ میں تجھ سے بری[١١٠] ہوں فیھا فی مجموع النوازل امرأة قالت لزوجھا انا بریئة منك فقال الزوج انا بری منك ایضا فقالت انظر ماذا تقول فقال ما نویت الطلاق لا یقطع الطلاق لعدم النیة کذا فی المحیط اپنا[١١١] نکاح کر جس سے چاہے نکاح[١١٢] کرے فیھما ولو قال تزوجی ونوی الطلاق اوالثلث صح وان لم ینوشیئا لم یقع کذا فی العتابیة میں تجھ سے بیزار ہوا فیھما عن الخلاصة ولو قال از تو بیزار شدم لایقع بدون النیة قلت وظاھران لیس کقوله انا منك طالق فافھمه وتثبت میرے[١١٣] لیے تجھ پر نکاح نہیں فی الخانیه وفی نحو قولك لانکاح لی علیك لایقع الطلاق الابالنیة میں نے[١١٤] تیرا نکاح فسخ کیا فیھما ولو قال لھا فسخت نکاحك یقع الطلاق اذا نوی تجھ[١١٥] پر چاروں راہیں کھولدیں اور اگر یوں کہا کہ تجھ پر چاروں کھلی ہیں تو کچھ نہیں جب تک یہ بھی نہ کہے جو راستہ[١١٦] چاہے اختیار کر فیھما ولو قال لھا اربع طرق علیك مفتوحة ونوی الطلاق لایقع الطلاق الا ان یقول اربع طرق علیك مفتوحة فخذی فی ای طریق شئت فحینئذ یقع الطلاق اذا نوی ولو قال چہار راہ بر تو کشادم لایقع الطلاق مالم ینو وفی الھندیة اذا قال لھا چہار راہ بر تو کشادہ است لایقع الطلاق وان نوی مالم یقل خذی ایما شئت عند اکثر المشائخ وانه منقول عن محمد رحمه الله تعالٰی واذا قال لھا چہار راہ بر تو کشادم یقع الطلاق اذا نوی وان لم یقل خذی ایما شئت میں[١١٧] تجھ سے دست بردار ہوا فی الخانیة چنگ باز داشتم از تو قال الفقیه ابو جعفر واحدة بائنة وغیره یقع رجعیة الاول اصح میں[١١٨] نے تجھے تیرے گھر والوں یا باپ[١١٩] یا ماں[١٢٠] کو واپس دیا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی رددتك الیھم ولایشترط قبولھم تو[١٢١] میری عصمت سے نکل گئی فی العقود صرح فی الوجیز لبرھان الائمة انه لوقال فسخت النکاح بینی وبینك ولم یبق بینی وبینك لایقع الابالنیة ولایخفی ان قوله انت خارجة من عصمتی مثله فی المعنی من الفتاوی المزبورة قلت فان الخروج عن العصمة یکون بطلاق وفسخ کطروء حرمة مصاھرة ولومن قبله فلم یتعین الطلاق وکذا الخروج عن الملك کما ھو میں[١٢٢] نے تیری ملک سے شرعی طور پر اپنا نام اتار دیا فی الخیریة سئل فی رجل قال فی حال الغضب وسؤال الطلاق لزوجة نزلت عنھا نزولا شرعیا ھل تبین بذلك ام لا اجاب لم ار من تعرض لھذا فی کلامھم لکن رأیت فروعا متعددة فی الکنایات تقتضی انه یقع بمثله الطلاق البائن اذا وجدت النیة او دلالة الحال فتعین الافتاء بالوقوع فی الحادثة واذا علمت ان ھذا یصلح جوابا لاردا او مشتمیة وتاملت فی فروع ذکرھا صاحب البحر والتتارخانیة وغیرھما قطعت بما ذکرنا

تو میرے لائق نہیں قیامت تک یا عمر بھر فی الخلاصۃ ولوقال لامرأتہ توھمہ انشائی تاقیامت یا ھمہ عمرا لایقع الطلاق بدون النیۃ تو مجھ سے ایسی دور ہے جیسے مکہ معظمہ مدینہ طیبہ سے یا دلی لکھنؤ سے فی الخلاصۃ ولوقال لھا تو از من چناں دوری کہ مکہ از مدینہ لایقع الطلاق بدون النیۃ ان سب صورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑجائیگی تو مطلقہ بائنہ ہے (بے حرف عطف) یا تو مطلقہ پس بائنہ ہے تجھ پر سب سے فحش تر طلاق شیطانی طلاق۔ بدعت کی طلاق۔ بدتر طلاق۔ پہاڑ کی مثل۔ ہزار کے مثل۔ کوٹھری بھر کے سخت یا لمبی یا چوڑی طلاق سب سے بُری سب سے کڑی۔ سب سے گندی سب سے ناپاک۔ سب سے کڑی۔ سب سے بڑی۔ سب سے چوڑی سب سے لمبی سب سے موٹی طلاق۔ کلاً تر طلاق فی الدر ویقع بقولہ انت طالق بائن او افحش الطلاق او طلاق الشیطان والبدعۃ او اشر الطلاق او کالجبل او کالف او ملء البیت او تطلیقۃ شدیدۃ او طویلۃ او عریضۃ او اسوأہ او اشدہ او اخبثہ او اکبرہ او عرضہ او اطولہ او غلظہ او اعظمہ واحدۃ بائنۃ ان لم ینوثلاثا فیہ ایضا ولو بالفاء (ای فی قولہ انت طالق فبائن) فبائنۃ ذخیرۃ تجھ پر ایسی طلاق جس سے تو اپنے اختیار میں ہوجائے فی الدر کما یقع البائن لوقال انت طالق طلقۃ تملکین بھا نفسک لانھا لاتملک الا بالبائن تجھ پر بائن طلاق فی ردالمحتار تحت قولہ لانھا لاتملک نفسھا صرح بہ فی البدائع وقال اذا وصف الطلاق بصفۃ تدل علی البینونۃ کان بائنا اھ وھذہ الصفۃ بمعنی قولہ انت طالق طلقۃ بائنۃ اھ۔ تجھ پر وہ طلاق جس میں مجھے رجعت کا اختیار نہیں آئیں بالاتفاق ہمارے ائمہ کے مذہب میں طلاق بائن ہوگی اور اگر یہ کہا: تجھ پر طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجعت کا اختیار نہیں جوہرہ میں فرمایا کہ اس میں رجعی ہوگی اور بائن ہونے کو ضعیف بتایا مگر تبیین الحقائق اور غایۃ البیان اور فتح القدیر میں فرمایا کہ اول تو ہمیں رجعی ہونا مسلم نہیں اور ہو بھی تو اس کی وجہ یہ ہے یہ ایک بحث ہے جس سے اھ [illegible]

مذہب ہمارے ائمہ کا اس صورت میں وقوع بائن ہونا ثابت نہیں ہوتا اگرچہ بحث [illegible]
[illegible] میں اسی کو

جزم فرمایا کہ یہاں وقوع بائن ہمارا مذہب ہے فی البحر عن الجوھرۃ ان قال
لی علیک یلغو ثلاث الرجعۃ وقیل تقع واحدۃ بائنۃ واد
الھدایۃ ان المذھب الثانی فانہ قال واذا
کان بائنا اھ اس کے سوا تیسری صورت
بلاشبہ رجعی ہوگی کما فی
بلکہ یوں کہا [illegible]

والشرط والوصف کقولہ انت طالق ولا رجعۃ لی علیک وانت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک وانت طالق طلقۃ لارجعۃ لی فیھا علیک الاول کلام مستقل لا یغیر ما قبلہ فلا یتغیر عن حکمہ الشرعی والثانی مغیر ویختلف النظر فیہ فمن نظر الی انہ تغییر لحکم الشرع الغاہ و اوقع الرجعی لان شرط الرجعی احق واوثق ومن شرط شرطا لیس فی کتاب اللہ فشرطہ باطل وان شرط مائۃ شرط کما ارشد الیہ الحدیث الصحیح ومن ارجعہ الی معنی الوصف اوقع بہ البائن فلم یجعلہ تغییرا بل تعبیرا کانہ یقول ان مرادی طلاق لارجعۃ لی فیہ وانت تعلم ان الاول اظہر لکن ربما یؤید ھذا ان الاعمال اولی من الاہمال واما الثالث فلا شبہۃ فیہ عندنا لما مرانہ اذا وصف الطلاق بضرب من الشدۃ والزیادۃ کان بائنا اما ما ذکرت انہ ینبغی وقوع الرجعی بلا خلاف فیما اذا قال انت طالق طلقۃ لا اراجعک بعدھا فالوجہ فیہ ان الطلاق الرجعی لایستلزم الرجعۃ فلا ینافی عدمہا انما ینافی عدم اختیارھا فحل محل العباد وبھذا القدر لایسلب منہ خیار الرجعۃ فمن جہتہ احتمال ھذا المعنی لم یکن نصا فی ارادۃ البینونۃ فلم یکن بائنا بالشک فاذا کان ھذا فی الوصف ففی الشرط اولی ھذا ما ظہر لی فلیراجع ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم۔ [۲۷] مجھ سے پردہ کر کما تقدم عن الشامی وھو قولہ استتری منی [۲۸] اے حرام [۲۹] تو حرام ہے۔ [۳۰] تو مجھ پر حرام ہے۔ [۳۱] میں نے تجھے حرام کیا۔ [۳۲] میں نے تجھے اپنے اوپر حرام کیا۔ [۳۳] میں تجھ پر حرام ہوں۔ [۳۴] میں نے اپنے آپ کو تجھ پر حرام کیا (یہاں فقط میں حرام ہوں یا میں نے اپنے آپ کو حرام کیا کافی نہیں جبتک تجھ پر نہ کہے) فی ردالمحتار قولہ حرام سیاتی وقوع البائن بہ بلا نیۃ فی زماننا للتعارف لافرق فی ذلک بین محرمۃ وحرمتک سواء قال علی اولا وحلال المسلمین علی حرام وکل حل علی حرام وانت معی فی الحرام ۲ وفی قولہ حرمت نفسی لابد ان یقول علیک ۱۵ قلت وھو کذلک بھذہ الالفاظ متعارف عندنا بخلاف ما مر من قولہ حلال اللہ او المسلمین او کل حلال فبھذہ الثلثۃ لایقع الطلاق الا بالنیۃ لعدم العرف فی زماننا [۳۵] آزاد [۳۶] طلاق کے برابر ایک طلاق شامی عن البحر وفی واحدۃ کالف واحدۃ اتفاقا وان نوی الثلث ان سب صورتوں میں بے حاجت نیت طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا۔ رجعی کے بعض الفاظ یہ ہیں۔ [۱] میں نے تجھے طلاق دی۔ [۲] اے مطلقہ بتشدید لام [۳] اے طلاق گرفتہ۔ [۴] اے طلاق دی گئی۔ [۵] اے طالق۔ [۶] اے طلاق شدہ۔ [۷] اے طلاق یافتہ۔ [۸] اے طلاق کردہ فی الہدایۃ وانت طالق ومطلقۃ بالتشدید [۹] اے طلاق دادہ فی الخیریۃ ولوقال لھا ای طلاق داد کہ یقع واحدۃ مگر اس عورت نے اگر اپنے پہلے شوہر سے طلاق پائی تھی یا یوں معنی اس نے یہ آٹھ الفاظ کہے تو طلاق نہ ہوگی

فی الخانیۃ رجل قال لامرأۃ یا مطلقۃ وکان لہا زوج قبلہ وقد کان طلقہا ذلک الزوج ان لم یتو بکلامہ الاخبار طلقت وان قال عنیت بہ الاخبار دین فیما بینہ وبین اللہ تعالٰی وھل یدین فی القضاء اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یدین۔ میں[11] نے تجھے چھوڑ دیا فی الھندیۃ ترا بہشتم فھذا تفسیر قولہ طلقتک عرفا حتی یکون رجعیا میں نے تجھے فارغ[12] خطی۔ یا فارکھتی دی فانہ بلسان کثیر من اھل الحرف الدنیۃ کالحائکین وغیرھم صریح فی الطلاق بل کثیر منہم لایعرف للطلاق لفظا غیر ھذا ومعلوم ان کلام کل حالف یحمل علی عرف خاصۃ ولایجب شیوع ذلک العرف فی الناس عامۃ کما صرح بہ المحقق حیث اطلق تجھے تیرے[13] شوہر نے طلاق دی اس کا بھی وہی حکم ہے فی الھندیۃ سئل بعضہم عن سکران قال لامرأتہ ؎

ای سرخ لیک بماہ مانند رویت بانوی من طلاق دادہ شوہیت

قال ینظر ان کانت المرأۃ ثیبا وکان لہا قبل ھذا زوج طلقہا ثم تزوجہا ھذا فانہ لایقع الطلاق بھذا اللفظ ان لم تکن لہ نیتہ الطلاق وان لم یکن لہ قبل ھذا زوج یقع الطلاق نوی اولم ینو کذا فی التتارخانیۃ تجھ[14] پر طلاق فانہ من اصرح صریح فی زماننا وسکر فنا فلایوز ماتی البحر وذلک مثل قول الدر علی الطلاق یقع بلانیۃ للعرف قال الشامی ولاینافی مایلتی من انہ لوقال طلاقک علی لم یقع لان ذلک عند عدم غلبۃ العرف الخ طلاق[15] ہوجا فی الدر ویدخل طلاق باش بلا فرق بین عالم وجاھل تو طلاق[16] ہے۔ تو طلاق[17] ہوگئی فی الدر وفی انت الطلاق او طلاق یقع واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا اونوی واحدۃ او ثنتین فان نوی ثلاثا فثلث طلاق[18] لے فی ردالمحتار خذی طلاقک فقالت اخذت فقد صحح الوقوع بہ بلا اشتراط نیۃ کما فی الفتح وکذا لایشترط قولہا اخذت کما فی البحر۔ وہ باہر جاتی تھی کہا طلاق لیے[19] جا فی الخانیۃ واذا جرت الخصومۃ بینہا وبین زوجہا فقامت لتخرج فقال الزوج سہ طلاق باخویشتن طلاق بر فقال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالٰی ان نوی الایقاع یقع وان لم تکن لہ نیۃ فکذلک لانہ ایقاع ظاھرا اپنی طلاق اٹھا اور روانہ ہو[20] فی الھندیۃ عن الخلاصۃ ولوقال لہا سہ طلاق خود بردار ورفتی یقع بدون النیۃ۔ میں[21] نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی فی الخزانۃ عن الخلاصۃ ولوقال سہ طلاق بکرانہ چادر تو بستم برو تطلق جا[22] تجھ پر طلاق (اور اگر صرف جا بنیت طلاق کہتا تو بائن تھی) فی الخیریۃ سئل فی رجل قال لزوجتہ روحی طالق ھل تطلق طلاقا رجعیا ام بائنا واذا قلتم تطلق رجعیا فما الفرق بینہ وبین ما اذا اقتصر علی قولہ روحی

تاویا بہ الطلاق حیث افتیم بانہ بائن اجاب بانہ فی قولہ روحی طالق معناہ روحی بصفت الطلاق فوقع بالصریح بخلاف روحی فان وقوعہ بلفظ الکنایۃ تجھے طلاق یا طلاق تجھکو فی الفتاویٰ عن خزانۃ المفتین ولو قال لہا تراطلاق او طلاق ترا فہی طلاق ولا فرق بین التقدیم والتاخیر و یوہیں وہ الفاظ جو کچی زبان والے کہتے ہیں مثلاً تلاق۔ تلاک۔ تلاغ۔ تلاکھ۔ تلاخ۔ تلاکہ۔ تلاخ ہزا ن بتشدید اللام ایضا بلکہ توتلے کی زبان سے تلات وعلی ھذا القیاس وکلہ ظاھر فی الطحطاوی ذکر فی البحر ان الالفاظ المصحفۃ خمسۃ وھی تلاق وتلاغ وطلاک وطلاغ وتلاک زاد فی النہر تلاع وتلال وینبغی ان یقال ان الفاء اما طاء او طاء واللام اما قاف او عین او غین او کاف اولام واثنان فی خمسۃ بعشرۃ الصریح منہا الطلاق مع القاف وما عدا ذلک مصحف اھ اقول وذکر فی الخلاصۃ رجل قال لامرأتہ تلاق ھھنا خمسۃ الفاظ وحد منہا طلاخ وتولت عن الامام ابی بکر محمد بن الفضل انہ یقع وان تعمد وقصد ان لا یقع قضاء ویصدق دیانۃ کسی نے کہا تیری عورت پر طلاق ہے کہا ہاں یا کیوں نہیں فی الدر ولو قیل لہ طلقت امرأتک فقال نعم او بلی بالہجاء طلقت بحرا مگر جب ایسی سخت آواز ایسے لہجہ سے کہا جس سے انکار وعدم اقرار سمجھا جائے فائدہ اکثر جگہ قابل لحاظ ہے فی الخانیۃ والخزانۃ وغیرھما اگر کہا تیری عورت پر طلاق نہیں کہا کیوں نہیں اور اگر کہے نہ یا ہاں تو طلاق نہ ہوگی ، اما الاول فانہ صریح فی الاذکار اما الاخر ففیہ احتمال ان اثبات النفی واثبات المنفی ای الطلاق فلا یقع بالشک اقول ولا یرد ما فی الفتح من عدم الفرق بین نعم وبلی لان مبناہ علی العرف کما قال صاحب الفتح والذی ینبغی عدم الفرق فان اھل العرف لا یفرقون بل یفھمون منھما ایجاب المنفی اھ اما فی عرفنا فمعناہ کما قلت فی رد المحتار عن البحر ان موجب نعم تصدیق ما قبلھا من کلام منفی او مثبت استفھاما کان او خبرا وموجب بلی ایجاب ما بعد النفی استفھاما کان او خبرا الا ان المعتبر فی احکام الشرع العرف حتی یقام کل واحد منھما مقام الاخر اھ تجھے طلاق ہے اور تجھے اختیار رجعت نہیں فی الشامی عن الخیریۃ عن الصیرفیۃ انت طالق ولا رجعۃ لی علیک رجعیۃ تجھ پر طلاق ہے نہ پھیرے تجھے کوئی قاضی نہ حاکم نہ عالم فی الخیریۃ سئل فی رجل قال انا وجتہ انت طالق لا یردک قاض ولا وال ولا عالم ھل یکون بائنا ام رجعیا اجاب ھو رجعی ولا یملک اخراجہ عن موضوع الشرعی بذلک تو مذہب یہود یا نصاری یا چاروں مذہب یا سب مذاہب مسلمین پر مطلقہ فی الخیریۃ قال فی منح الغفار اقول وقد ذکر فی زماننا قول الرجل انت طالق

[illegible]

علی اربعۃ مذاھب یرید بذالک ان الطلاق یقع علیھا باتفاقھم وینبغی الجزم بوقوعہ قضاء دیانۃ کما لایخفی اھ اقول ولاشبھۃ فی کونہ رجعیا لابائنا لما قدمنا سئل عن رجل قال لزوجتہ انت طالق علٰی مذھب الیھود والنصارٰی وعن رجل قال لزوجتہ انت طالق علٰی سائر مذاھب المسلمین اجاب فیھما بانہ طلاق رجعی جا[42] تجھے طلاق ہے۔ تو[43] سؤروں یا یہودیوں کو حلال اور مجھ پر حرام ہو فی الخیریۃ سئل فی رجل قال لزوجتہ روحی طالق تحلی للیھود وتحرمی علی وعمن قال روحی طالق تحلی للخنازیر وتحرمی علی اجاب بانہ رجعی لان قولہ روحی طالق صریح فیہ وقولہ تحلی للیھود وللخنازیر لغو لانہ خلاف المشروع وھو لایملکہ وقولہ تحرمی ای حرمۃ تحصل بانقضاء العدۃ اذ ھو ثابت شرعا بصریح الطلاق بعد الدخول مگر یہ اور سوئت جبکہ اس لفظ سے کہ مجھ پر حرام ہو طلاق کی نیت نہ کی ہو ورنہ دو بائن پڑینگی فی الشامی نعم لو قصد بقولہ وتحرمی علی ایقاع الطلاق وقع بہ اخرٰی بائنۃ اھ اقول ولا یرد ان تحریمھا وتحریم نفسہ علیھا طلاق بلانیۃ کما تقدم لان ھذا مضارع ظاھر الاستقبال کقولہ طلاق کنم او تکونین مطلقۃ فافھم تو[44] مطلقہ اور بائنہ یا مطلقہ پھر بائنہ ہے فی الدر ولو عطف وقال وبائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ مگر جبکہ ہر لفظ سے جدا طلاق کی نیت کی ہو تو دو بائنہ ہیں فی ردالمحتار ومفھوم التقیید بعدم النیۃ انہ اذا نوی تکریر الایقاع مع الحروف الثلثۃ او نوی بالبائن الثلاث انہ یقع ما نوی۔ عورت کے بیٹے کو دیکھ کر کہا اے[45] طلاق کے جنے۔ اسے مادر طلاقہ[46] فی الھندیۃ عن الظھیریۃ رجل من عادتہ ان یقول اذا رای صبیا ای مادر ستنی طلاقہ فسکر من الخمر فاتاہ ابنہ فظنہ صبیا اجنبیا فقال لہ ای مادرت شش طلاقہ ولم یعلم انہ ابنہ طلقت امراتہ ثلثا اھ اقول اس میں بھی وہی تفصیل چاہیے۔ جو لفظ مطلقہ وغیرہ میں گذری کما لایخفی تجھ پر پوری یا[48] آدھی یا[49] تہائی وغیرہ تجھ پر طلاق کا ہزارواں حصہ فی الدر وجزء الطلقۃ ولو من الف جزء تطلیقۃ لعدم التجزی تجھ[50] پر کم درجہ کی طلاق فی الخانیۃ ولو قال اقل الطلاق یقع واحدۃ تیرے[51] نصف پر طلاق تیرے[52] چوتہائی پر طلاق تیرے[53] ہزارویں ٹکڑے پر طلاق۔ تیری[54] روح پر طلاق۔ تیری[55] جان پر طلاق۔ تیری[56] ناک پر طلاق (اور اگر انف یا بینی پر کہے یا عربی فارسی میں انفک طالق بینی تو طلاق کہے تو کچھ نہیں برعکس اس کے اگر عربی میں عنقک طالق یا فرجک طالق کہے طلاق ہو جائے گی اور اُردو میں تیری عنق یا گردن یا فرج پر طلاق کہے تو کچھ نہیں جبکہ لفظ فرج یا اس کا اور مرادف بولے جس سے عرف ہند میں کل عورت مراد نہ لیتے ہوں اگرچہ خاص اردو ہی کا لفظ ہو وجہ یہ ہے کہ یہاں خاص وہ لفظ ہونا چاہئے جس سے اس زبان میں انسان کی ذات کو تعبیر کرتے ہوں عربی میں عنق وفرج ایسے ہی ہیں اور ہماری زبان میں عنق وگردن وخاص لفظ فرج

انف وبینی وغیرہ ایسے نہیں اور ہمارے یہاں کا یہ عام محاورہ ہے کہ فلاں شخص شہر بھر کی ناک ہے، خاندان بھر کی ناک ہے۔ عورت قوم کی ناک ہے تو ظاہراً اس میں طلاق ہوجانا چاہئے۔ اسی طرح فرج کا وہ نام جس سے کل عورت مراد لیتے ہوں فی الدرّ واذا اضاف الطلاق الیہا اوالی مایعبر بہ عنہا کالرقبۃ والعنق والروح والبدن والجسد الاطراف داخلۃ فی الجسد دون البدن والفرج والوجہ والراس وکذا الاست بخلاف الیدو الرجل والدبر والدم علی المختار خلاصۃ واضافۃ الی جزء شائع منہا کنصفہا وثلثہا الی عشرہا وکذا لواضافہ الی جزء من الجزء متحذ کما فی الخانیۃ وقع لعدم تجزیہ اھ مزیدا من ردالمحتار وفیہ ایضا کما لایقع لواضافہ الی الانف) کسی[20] سے اپنی عورت کی نسبت کہا اُسے اُس کی طلاق کی خبر دے یا مژدہ[21] دے یا اُس کی[22] طلاق کی خبر اُس کے پاس لے جا یا اُسے[23] خبر دے یا اُسے لکھ[24] بھیج یا اُس سے کہہ[25] کہ وہ مطلقہ ہے یا اُس[26] کے لیے اُس کی طلاق کی سند یا یادداشت لکھ دے ابھی طلاق ہوگئی اگرچہ یہ اُس سے نہ کہے نہ لکھے (اور یوں کہا کہ اُس سے کہہ کر تو مطلقہ ہے تو جب جاکر کہیگا اُسوقت پڑیگی ورنہ نہیں فی الخانیۃ رجل قال لغیرہ اخبر امرأتی بطلاقہا اواحمل الیہا طلاقہا او اخبرہا انہا طالق اوقل لہا انہا طالق طلقت للحال ولا یتوقف الی وصول الخبر الیہا ولا علی قول المامور ذلک ولو قال قل لہا انت طالق لایقع الطلاق مالم یقل لہا المامور ذلک ولوقال ۔۔۔ فیہا طلاقہا ولو قال اکتب لہا طلاقہا ینبغی ان یقع الطلاق للحال کما لوقال احمل الیہا طلاقہا وکما لو قال اکتب الی امرأتی انہا طالق۔ وخالف العقود فی مسئلۃ قل لہا ھی کذا فجعلہ توکیلا فراجع[1] میں تجھے طلاق دیتا ہوں فی الہندیۃ وفی المحیط لوقال بالعربیۃ اطلق لایکون طلاقا الا اذا غلب استعمالہ للحال فیکون طلاقا وفیہا عن الخلاصۃ قالت، طلاق بدست تست مرا طلاق کن فقال الزوج طلاق میکنم طلاق میکنم وکرر ثلثاً طلقت ثلثا بخلاف قولہ کنم لانہ استقبال فلم یکن تحقیقا بالتشکیک

---

[1] عبارۃ العقود وہکذا سئل فی رجل قال لآخر قل لامرأتی تکون طالقۃ بالثلث ولم یقل لہا الآخر شیئا فہل لہا تطلق مالم یقل لہا الجواب نعم لانہ توکیل کما صرح بہ فی البزازیۃ فی نوع فی الفاظہ اھ وکنت کتبت علی ہامشہ مانصہ اقول المضارع انما یحمل اذا غلب للحال ح ۔ ہو کقولہ قل لہا ہی طالق وصرح فی الخانیۃ انہا تطلق بذلک فی الحال بخلاف قولہ: قل لہا انت طالق فلا تطلق مالم یقل راجع وحرر وان کانت المسئلۃ (اعنی مسئلۃ العقود) قل لامرأتی تکونی طالقۃ (بزیادۃ الیاء وحذف النون کما ہو لغۃ شائعۃ لاسیما فی العوام حتی تکون الصیغۃ للخطاب) فالجواب صحیح بلا ریب وموافق لما فی الخانیۃ فلتراجع البزازیۃ اھ ثم من المولٰی سبحنہ وتعالٰی بالبزازیۃ فاتضح ان الامر کما فہمت وان تکون تصحیف من نکونی فسان عبارۃ البزازیۃ ہکذا قال لہا قولی انا طالق فقالت رقع وان لم تقل لا بخلاف مالو قال لآخر قل لامرأتی انہا طالق حیث تطلق قال الرجل ام لا اصلہ ماذکر فی الاصل قال لآخر اخبرہا بطلاقہا اوبشرہا او احمل الیہا طلاقہا یقع اخبرام لا ولو قال لآخر قل لہا انت طالق لا تطلق مالم یقل لانہ توکیل اھ فہو کما ترے مطابق لما فی الخانیۃ ومختص بصورۃ الخطاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب ۱۲ منہ

میں تجھے چھوڑتا ہوں فی رد المحتار عن البحر من الصریح المضارع اذا غلب فی الحال اھ قلت فکیف اذا تمحض لہ، وچھوڑنا من الصریح بلساننا ہاں اگر عزم الارادہ کی نیت پر کہیگا بایں معنی کہ تجھے طلاق دیا چاہتا ہوں تو عنداللہ طلاق نہ ہوگی فی الخیریۃ یدابی علی کل حال ولو غلب فی الحال تجھ پر دو مہینے سے طلاق ہے اور واقع میں دی تھی ابھی پڑگئی بشرطیکہ نکاح کو دو مہینے سے کم نہ ہوئے ہوں ورنہ کچھ نہیں۔ اور اگر جھوٹ خبر کی نیت تھی تو عنداللہ کچھ نہیں ہر صیغہ خبر میں جاری ہو کما فی الخیریۃ وغیرھا وفیہ ایضا قال لہا انت مطلقۃ من شہرین ویقول نویت الاخبار فی الماضی کاذبا ھل یقع علیہ الطلاق ام لا واذا قلتم یقع ھل لہ ان یردھا ام لا اجاب یقع قضاء لا دیانۃ وعلی حکم القضاء لہ حکم مراجعتہا فی العدۃ بغیر عقد وبعدہا بعقد جدید احیث لم یصدر منہ سوی ما ذکر۔ وفی الدر وکذا انت طالق امس وقد نکحہا الیوم ولو نکحہا قبل امس وقع الآن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال۔ تجھ پر دو برس تک طلاق ہے اس میں دو برس بعد پڑیگی فی الخیریۃ قال لہا انت طالق الی سنتین ولا نیۃ لہ فما الحکم اجاب یقع علیہا بعد السنتین طلقۃ واحدۃ رجعیۃ صرح بہ صاحب البحر والبزازیۃ والولوالجیۃ وغیرھم من کتب الحنفیۃ۔ تجھ پر یہاں سے عرب تک طلاق اور اگر یوں کہا کہ اتنی لمبی یا بڑی طلاق تو بائن ہوگی فی الدر وبقولہ من ھنا الی الشام واحدۃ رجعیا مالم یصفہا بطول اوکبر فبائنۃ تو فلاں عورت سے زیادہ مطلقہ ہے طلاق ہوجائے گی اگرچہ فلاں عورت مطلقہ نہ بھی ہو۔ بخلاف مالو قال بالعربیۃ انت اطلق من فلانۃ فلا تطلق الا بالنیۃ بشرط ان تکون فلانۃ مطلقۃ فقد عد فی الدر۔ قولہ انت اطلق من امرأۃ فلان وھی مطلقۃ من الکنایات التی یقع بہا الرجعی قال الشامی عللہ فی الفتح بان افعل التفضیل لیس صریحا فافھم اھ بخلاف ما نحن فیہ فان مطلقۃ صریح ولا یعتریہ الاحتمال بزیادۃ زیادۃ فما فیہ الا اثبات الطلاق وزیادۃ وقد حققناہ فیما علقناہ علی رد المحتار۔ ان سب صورتوں میں بے حاجت نیت طلاق رجعی پڑتی ہے۔ اے مطلقہ بسکون طاء فی الدر انت مطلقۃ بالتخفیف۔ میں نے تیری طلاق چھوڑ دی۔ میں نے تیری طلاق روانہ کردی۔ میں نے تیری طلاق کا راستہ چھوڑ دیا فی رد المحتار قولہ خلیت سبیل طلاقک وکذا خلیت طلاقک او ترکت طلاقک ان نوی وقع والا فلا خانیۃ تجھ پر ط ل ا ق تجھ پر طا لام الف قاف فی رد المحتار قولہ اوط ل ق ظاھر ماھنا ومثلہ فی الفتح والبحر ان یاتی بمسمی احرف الھجاء و الظاھر عدم الفرق بینہما وبینا اسمائہما ففی الذخیرۃ قال لامرأتہ المنون تاء طاء الف لام قاف انہ ان نوی الطلاق تطلق المرأۃ۔ میں نے تیری طلاق تجھے ہبہ کی۔ قرض دی تیرے پاس گروی

امانت رکھی۔ میں [11] نے تیری طلاق چاہی تیرے [12] لیے طلاق ہے۔ اللہ [13] نے تیری طلاق چاہی۔ اللہ تعالٰی [14] نے تیری طلاق مقدر کی فی ردالمحتار قولہ وغیر ذلك مثل وھبتك طلاقك بعتك طلاقك اذا قالت اشتریت من غیر بدل اقرضتك طلاقك، قد شاء اللہ طلاقك او قضاہ او شئت ففی الکل یقع بالنیۃ رجعی کما فی الفتح زاد فی البحر الطلاق لك الخ وفیہ واما ما افادہ فی البحر ایضا من ان منك او دعتك طلاقك ورھنتك فیذکر الشارح تصحیح عدم الوقوع بہ اقول ای ان لم ینو لان المقصود بہ الرد علی البحر فی جعلہ صریحا۔ میں [15] نے تیری طلاق تیرے ہاتھ بیچی عورت نے کہا میں نے خریدی اور کسی عوض مالی کا ذکر نہ ہوا (ورنہ بائن ہوگی) فی ردالمحتار عن البحر ولو قال بعت منك تطلیقۃ فقالت اشتریت یقع رجعیا مجانا لانہ صریح اھ وفی الدر وحکم الواقع بالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن۔ میں [16] نے تجھے اس عوض پر طلاق دی کہ تو اتنے دنوں کے لیے اپنا فلاں مطالبہ مجھ سے ہٹا دے فان العوض غیر مال ففی ردالمحتار بعد ذکر الطلاق علی مال بخلاف طلقنی علی ان اؤخر مالی علیك فان التاخیر لیس بمال وصح التاخیر ولہ غایۃ معلومۃ والا فلا والطلاق رجعی مطلقا بحر عن البزازیۃ کما مر میں [17] نے طلاق تیرے دامن میں رکھدی فی الخزانۃ عن الخلاصۃ ولو قال ھذا طلاق در دامنت کردم ان نوی اوکان فی حال مذاکرۃ الطلاق یقع والا فلا عدت [18] بیٹھ فی ردالمحتار تجھ [19] پر ایک فی المتون انت واحدۃ ویعرف ما توجیھا من یعرف الدلیل تجھ [20] پر دو اس میں دو طلاقیں رجعی بحالت نیت پڑیں گی فانہ منہ یعین الوجہ لان الوقوع بطلاق مضمر فکان رجعیا ویحتمل غیرہ فتوقف علی النیۃ وعد فی البحر من ھذا القسم لست لی بامرأۃ و ما انا لك بزوج حیث یقع رجعی ان نوی قلت والوقوع بہ مذھب الامام وعندھما لا وان نوی کما فی الخانیۃ وقد تقدم قول الامام لکن فی الخلاصۃ وخزانۃ المفتین وجواھر الاخلاطی والھندیۃ فی قولہ تو زن من نیی لا یقع وان نوی ھو المختار واللہ تعالٰی اعلم ان سب میں نیت کی حاجت ہے

ل اقول شاید مسئلہ دامن و مسئلہ سابقہ چادر میں فرق بوجہ اضافت وعدم اضافت طلاق ہے کہ وہاں یہ کہا تھا تیری طلاق تیرے آنچل باندھی لھذا بے نیت پڑگئی یہاں صرف طلاق کہا تیری طلاق نہ کہا لھذا نیت پر رہی ویحرر واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ

ع ہکذا فی الاصل بیاض واصل العبارۃ المطلوبۃ منہا ہی ما نقل منہا فی الذیل قولہا عدی امر بالاعتداد الذی ہو من العدۃ او من التعدی اعتدی فنعمی علیك ہدایۃ ۱۲ الفقیر حامد رضا قادری غفرلہ

اگر نیت نہیں تو کچھ نہیں اور ہے تو طلاق رجعی[1]۔ بے وجہ بے سبب طلاق دینا فی نفسہ ناپسندیدہ بلکہ شرعاً مذموم ہے۔ خصوصاً بائن کہ بے ضرورت محض بدعت وممنوع ہے۔ عورت کا معاذ اللہ فاحشہ ہونا اگرچہ سب سے بڑھ کر اجازت طلاق کی وجہ مگر بائن کی بھی کار براری ممکن کہ طلاق رجعی بطور مسنون دے اور رجعت نہ کرے خود ہی بائن ہو جائے گی وقت طلاق میں بھی یہ خصوصیت ہے کہ زن مدخولہ کو حیض یا نفاس میں طلاق نہ دے مگر خلع وغیرہ جو طلاق مال کے عوض ہو وہ اس حال میں بھی جائز ہے۔ عورت کی عمر اگر نو برس سے کم ہے یا پچپن تک پہونچ چکی یا جوان تو ہوئی مگر حیض کبھی نہ آیا یا حاملہ ہے تو ایسی عورت کو ایک مہینے میں دو طلاقیں نہ دے اور جو عورت ان چار کے علاوہ ہے اُسے ایسی پاکی میں نہ دے کہ اس میں یا اُس سے پہلے کے حیض میں یہ اُسے طلاق دے چکا یا اُن میں یا دھوکے سے دوسرا شخص اُس سے جماع کر چکا ہے طلاق میں یہ بارہ صورتیں منع ہیں پھر ان سب ممانعتوں کے یہ معنی کہ مرد ان کے خلاف سے گنہگار ہوگا ورنہ طلاق تو بہر حال پڑ جاتی ہے۔ جب تک عورت پر قید نکاح یا عدت اور مرد کے ہاتھ میں کوئی طلاق باقی ہے فی فتح القدیر اول کتاب الطلاق الاصح خطرہ الا لحاجۃ غیر ان الحاجۃ لا تقتصر علی الکبر والریبۃ اھ فی رد المحتار الضعیف عدم اباحتہ الا لکبر او ریبۃ والاصح فی الفتح عدم التقیید بذلك کما ہو مقتضی اطلاقہ الحاجۃ وبما قررناہ ظہران لا مخالفۃ بین ما ادعاہ انہ المذہب وما صححہ فی الفتح اھ وفیہ عن البحر عن الفتح الواحدۃ البائنۃ بدعیۃ فی ظاہر الروایۃ الخ فی الدر طلقۃ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطئ فیہ احسن وطلقۃ لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطئ فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فی حق من تحیض وفی ثلثۃ اشہر فی حق غیرہا حسن وسنی وحل طلاق الاٰئسۃ والصغیرۃ والحامل عقب وطئ لان الکراہۃ فیمن تحیض لتوہم الحبل والبدعی ما خالفہما وا لخلع فی الحیض لا یکرہ والنفاس کالحیض اھ ملخصا قال الشامی قولہ لا وطئ فیہ لم یقل منہ لیدخل فی کلامہ لو وطئت بشبہۃ فان طلاقہا فیہ حینئذ بدعی نص علیہ الاسبیجابی وبہذا عرفت ان کلام المصنف اولی من قول غیرہ لم یجامعہا فیہ لکن لا بد ان یقول ولا

[1] اصل میں اتنی عبارت اور زائد ہے یہ دو سو بیس الفاظ طلاق ہیں جن میں سے ایک سو تیس سے بائن پڑتی ہے نوّے رجعی۔ دونوں میں ننانوے سے بے نیت باقی سے نوی اور ہنوز ہر قسم میں زیادت کو اور الفاظ باقی اقوال بعد تکمیل الفاظ اضافہ فرمائے گئے لہذا سوی ایک سو پینتالیس غیر منوی ایک سو آٹھ یہ کل دو سو ترپن الفاظ طلاق ہیں۔ ایک سو ساٹھ سے بائن اور ترانوے سے رجعی ۱۲

حامد رضا غفرلہ

فی حیض قبلہ ولا طلاق فیہما ولم یظہر حملہا ولم تکن آئسۃ ولا صغیرۃ کما فی البدائع لانہ لو طلقہا فی طہر وطئہا فی حیض قبلہ کان بدعیا وکذا لو کان قد طلقہا فیہ وفی ہذا الطہر لان الجمع بین تطلیقتین فی طہر واحد مکروہ عندنا قولہ فی حق غیرہا ای فی حق من بلغت بالسن ولم تردما او کانت حاملا او صغیرۃ لم تبلغ تسع سنین علی المختار او آیسۃ بلغت خمسا وخمسین سنۃ علی الراجح اما ممتدۃ الطہر فمن ذوات الاقراء لانہا شابۃ رأت الدم فلا یطلقہا للسنۃ الا واحدۃ مالم تدخل فی حد الایاس قال فی الذخیرۃ عن المنتقی لاباس بان یخلعہا فی الحیض لو اراء ای منہا مایکرہ اھ وکذا الطلاق علی مال لا یکرہ فی الحیض کما صرح بہ فی البحر عن المعراج والمراد بالخلع ما اذا کان خلعا بمال قولہ والنفاس کالحیض قال فی البحر ولما کان المنع من الطلاق فی الحیض لتطویل العدۃ علیہا کان النفاس مثلہ جوہرۃ اھ ملتقطا. واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم بالصواب

فہرست

الفاظ طلاق

ان سب صورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑجائے گی

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ
۱	جا	۱۰۴	۸	دوپٹہ اوڑھ	۱۰۴
۲	نکل	〃	۹	نقاب ڈال	〃
۳	چل	〃	۱۰	ہٹ	〃
۴	روانہ ہو	〃	۱۱	سرک	〃
۵	اُٹھ	〃	۱۲	جگہ چھوڑ	〃
۶	کھڑی ہو	〃	۱۳	گھر خالی کر	〃
۷	پردہ کر	〃	۱۴	دور ہو	〃

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ
۱۵	چل دور	۱۰۴
۱۶	اے خالی	〃
۱۷	اے بَری	〃
۱۸	اے جدا	〃
۱۹	تو جدا ہے	〃
۲۰	تو مجھ سے جدا ہے	〃
۲۱	میں نے تجھے بے قید کیا	〃
۲۲	میں نے تجھ سے مفارقت کی	〃
۲۳	رستہ ناپ	〃
۲۴	اپنی راہ لے	〃
۲۵	کالا منھ کر	〃
۲۶	چال دکھا	〃
۲۷	چلتی بن	〃
۲۸	چلتی نظر آ	〃
۲۹	دفع ہو	〃
۳۰	دال فے عین ہو	〃
۳۱	رفوچکر ہو	〃
۳۲	پنجرا خالی کر	〃
۳۳	ہٹ کے سر	〃
۳۴	اپنی صورت گما	〃
۳۵	بستر اُٹھا	〃
۳۶	اپنا سوجھتا دیکھ	〃
۳۷	اپنی گٹھری باندھ	〃
۳۸	اپنی نجاست الگ پھیلا	〃
۳۹	تشریف لے جائیے	۱۰۴
۴۰	تشریف کا ٹوکرا لے جائیے	〃
۴۱	جہاں سینگ سمائے جا	〃
۴۲	اپنا تنگ کھا	〃
۴۳	بہت ہو چکی اب مہربانی فرمائیے	〃
۴۴	اسے بے علاقہ	〃
۴۵	منہ چھپا	〃
۴۶	جہنم میں جا	〃
۴۷	چولھے میں جا	〃
۴۸	بھاڑ میں پڑ	〃
۴۹	میرے پاس سے چل	〃
۵۰	اپنی مراد پر فتحمند ہو	〃
۵۱	میں نے نکاح فسخ کیا	〃
۵۲	تو مجھ پر مثل مردار ۳؎	〃
۵۳	یا مثل سؤر	〃
۵۴	یا مثل شراب کے ہے	〃
۵۵	تو مثل میری ماں کے ۵؎	〃
۵۶	یا بہن	〃
۵۷	یا بیٹی کے ہے	〃
۵۸	تو خلاص ہے	۱۰۵
۵۹	تیری گلو خلاصی ہوئی	〃
۶۰	تو خالص ہوئی	〃

۳؎ (نہ مثل بھنگ یا افیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے)

۵؎ یوں کہا تو ماں بہن بیٹی ہے تو گناہ کے سوا کچھ نہیں۔

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ
۶۱	حلال خدا	۱۰۵
۶۲	یا حلال مسلمانان	"
۶۳	یا ہر حلال مجھ پر حرام	"
۶۴	تو میرے ساتھ حرام میں ہے	"
۶۵	میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا[1]	"
۶۶	میں تجھ سے باز آیا	"
۶۷	میں تجھ سے درگزرا	"
۶۸	تو میرے کام کی نہیں	"
۶۹	میرے مطلب کی نہیں	"
۷۰	میرے مصرف کی نہیں	"
۷۱	مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں	"
۷۲	کچھ قابو نہیں	"
۷۳	ملک نہیں	"
۷۴	میں نے تیری راہ خالی کردی	"
۷۵	تو میری ملک سے نکل گئی	"
۷۶	میں نے تجھ سے خلع کیا	"
۷۷	اپنے میکے بیٹھ	"
۷۸	تیری باگ ڈھیلی کی	"
۷۹	تیری رسّی چھوڑ دی	"
۸۰	تیری لگام اُتارلی	"

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ
۸۱	اپنے رفیقوں سے جا مل	۱۰۵
۸۲	مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں	"
۸۳	خاوند تلاش کر	"
۸۴	میں تجھ سے جدا ہوں یا ہوا[2]	۱۰۶
۸۵	میں نے تجھے جدا کر دیا	"
۸۶	میں نے تجھ سے جدائی کی	"
۸۷	تو خود مختار ہے	"
۸۸	تو آزاد ہے	"
۸۹	مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں	"
۹۰	مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا	"
۹۱	میں نے تجھے تیرے گھر والوں[3]	"
۹۲	یا باپ	"
۹۳	یا ماں	"
۹۴	یا خاوندوں کو دیا	"
۹۵	یا خود تجھکو دے ڈالا	"
۹۶	مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا[4]	"
۹۷	میں تیرے نکاح سے بری ہوں	"
۹۸	بیزار ہوں	"

[1] اگرچہ کسی عوض کا ذکر نہ کرے اور عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا۔

[2] فقط میں جدا ہوں یا ہوا کافی نہیں اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔

[3] کہا میں نے تجھے تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو دیدیا تو کچھ نہیں

[4] مجھ میں تجھ میں کچھ نہ رہا سے کچھ نہیں اگرچہ بہ نیت کرے۔

مسئلہ :- از کانپور محلہ فراش خانہ عقب آبکاری سڑک جدید متصل کوڑہ گھر مکان حافظ زبیر حسن مرسلہ مولوی سید سعید الحسن صاحب - ۱۱ رجادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو بذریعہ خط یہ لکھا کہ تم مجھکو فارغ خطی دیدو اور اوس زوجہ ہندہ کے لکھنے پر شوہر زید نے یہ لکھ دیا کہ میری طرف سے تین مرتبہ فارغ خطی ہے مجھ کو تم سے کچھ مطلب نہیں جو تمھارا جی چاہے وہ کرو تو اب اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہ - اور مسماۃ ہندہ کو اب کیا کرنا چاہئے - شوہر زید کے پاس جانا درست ہے یا نہ - اگر جائے تو کیا ہے بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

الجواب :- صورت مستفسرہ میں تین طلاقیں ہوگئیں - زید کے پاس اوسے جانا حرام محض ہے - بے حلالے کے زید سے نکاح نہیں ہو سکتا - فان ھذا اللفظ من الرجل لامرأتہ لا یستعمل الا فی معنی الطلاق ولا یراد ولا یفہم منہ الا ھذا فکان من الصریح الذی لا یحتاج الی النیۃ لانہ حیث یقع جوابا لسؤالہا کما ھہنا فانہ لا یحتمل الرد کما لا یخفی ردالمحتار میں ہے مالا یستعمل فیہا الا فی الطلاق فہو صریح یقع بلا نیۃ وما استعمل فیہا استعمال الطلاق وغیرہ فحکمہ حکم کنایات العربیۃ فی جمیع الاحکام بحر - اسی طرح عالمگیریہ میں بدائع سے ہے - واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

الجواب۔ اگر یہ بات اُس نے صحیح کہی کہ میں تو پہلے خط میں فارغ خطی بھیج چکا ہوں تو اگر اُس خط میں یہ تھا کہ میں نے تجھے فارغ خطی دی تو خط لکھتے ہی ایک طلاق ہوگئی تھی اور اگر خط میں یہ تھا کہ جب یہ خط تجھے پہونچے تو تجھے فارغ خطی ہے اور وہ خط اوسے پہنچا تو اوس وقت اوسے طلاق ہوگئی تھی بہرحال اوس طلاق کے بعد اگر تین حیض عورت کو ہو چکے تھے اوس کے بعد یہ خط لکھا جس کی نقل سوال میں ہے جب تو یہ خط بیکار ہے کہ پہلے طلاق ہو چکی اور عدت گزر لی اور اوس نے رجعت نہ کی تو عورت اجنبیہ ہوگئی اوس کی طلاق کا محل نہ رہی اس صورت میں عورت جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے اور اگر اوس خط کے لکھنے یا پہنچنے کے بعد عورت کو ابھی تین حیض نہ ہوئے یا خط پہونچنے پر طلاق لکھی تھی اور وہ نہ پہونچا یا اوس نے سرے سے خط لکھا ہی نہ تھا یونہی غلط لکھدیا تو ان سب صورتوں میں اوس پر تین طلاقیں ہوگئیں بعد انقضائے عدت سوائے شوہر جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے شوہر سے بے حلالہ نہیں ہوسکتا۔ حلبی پھر شامی علی الدر المختار میں ہے انت علیّ حرام المفتی بہ عدم توقفہ علی النیۃ مع کونہ بائنا۔ نیز ردالمحتار میں ہے افتی المتاخرون فی انت علیّ حرام بانہ طلاق بائن للعرف بلا نیۃ فارغ خطی عرف میں طلاق صریح ہے کہ عورت کی طرف اوس کی اضافت سے طلاق ہی مراد و مفاد ہوتی ہے ردالمحتار میں ہے الصریح ماغلب فی العرف فی استعمالہ فی الطلاق بحیث لایستعمل عرفا الا فیہ من ای لغۃ کانت وھذا فی عرف زماننا کذلک فوجب اعتبارہ صریحا اور صحیح یہ ہے کہ طلاق لے طلاق صریح ہے محیط پھر ہندیہ میں ہے لو قال لہا داد طلاق یقع من غیر نیۃ وھو الاشبہ لان قولہ داد فی العادۃ وقولہ خذ سواء ولو قال لہا خذی طلاقک یقع من غیر نیۃ کذا ھہنا کذا فی المحیط اور دو بارہ لفظ کے طلاق جدید ہوگا نہ تاکید اشباہ میں ہے التاسیس اولی من التاکید فاذا دار اللفظ بینہما تعین الحمل علی التاسیس والذی قال اصحابنا رحمہم اللہ تعالٰی لو قال لزوجتہ انت طالق طالق طالق طلقت ثلثا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۹: ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

اگر خط مذکور میں نے کا لفظ مکرر نہ ہوتا یوں ہوتا کہ فارغ خطی ہے تو بقیہ الفاظ کی وجہ سے تین طلاقیں ہوتیں یا کیا حکم تھا۔ بینوا توجروا

الجواب۔ خط لکھنے اور پہونچنے کے احکام وہی ہیں جو گزرے اور اگر اوس میں خط پہنچنے پر طلاق لکھی تھی اور وہ نہ پہنچا تو دو طلاقیں بائن ہوئیں تو اگر اوس نے اس لفظ سے کہ تو میرے کام کی نہیں طلاق کی نیت کی تو ایک اس سے وانما احتاج الی النیۃ مع ان الحال حال المذاکرۃ کما ذکرہ مستندا الی کتاب ایمانہ لانہ یحتمل السب کما حققناہ فی جد الممتار والحالۃ حالۃ الغضب فلا تجعلہ المذاکرۃ غنیا عن النیۃ کما حققناہ فیہ مستندین من فتح القدیر۔ اور دوسری فارغ خطی سے ہے لانہ رجعی صریح فیلحق البائن اما قولہ حرام ہو چکی فھو وان صار صریحا بالعرف لایلحق البائن علی مافی الحلبی ثم الشامی حیث ولا لایرد انت علیّ حرام

لہ مسودہ میں سوال اصلی ندارد

علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیۃ مع انہ لایلحق البائن ولا یلحقہ البائن لکونہ بائنا لما ان عدم توقفہ علی النیۃ امر عرض لہ لابحسب اصل وضعہ اھ **اقول** والوجہ فیہ انہ یمکن جعلہ اخبارا فلا ضرورۃ جعلہ انشاء اور اگر اس لفظ سے کہ تو میرے کام کی نہیں اس نے نیت طلاق کی تو ایک حرام سے ہوچکی اور دوسری فارغ خطی ہے بہرحال باقی الفاظ سے کچھ نہ پڑے گی لان کل ما بعدہ کنایات بوائن فلا تلحق البائن واللفظ الثانی وان کان الواقع بہ رجعیا فقد صار بلحوقہ البائن بائنا فلا تلحقہ کنایۃ بائن لامکان جعلہ اخبارا بل لحوقہ بالثانی لحوقہ بالاول وقد کان بائنا فیمتنع کلہ کما بیناہ فی جد الممتار اور اگر وہ خط اس نے لکھا ہی نہ تھا تو تین طلاقیں ہونا چاہیئے لان اقرارہ لایتقدم فارغخطی اقرار بالطلاق فیکون طلاقا قاقتضاء والباقیان باللفظین المذکورین ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱: از مرزاپور کلکتہ مرسلہ عبدالغفور خاں ۴ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ میں اور میری بی بی میں تکرار ہوئی اوس کو مار پیٹ کیا جس گھر میں وہ تھی اوس گھر میں سے ہم باہر نکل آئے اپنے کارخانہ میں بیٹھے ہمارے لڑکے نے جو دوسری بیوی سے ہے ہم سے کہا کہ اوس کو چھوڑ دو ہم جو پیدا کریں گے تم کو دیں گے تو ہم نے کہا کہ تم کہتے ہو تو ہم اوس کو مانگتا نہیں دو مرتبہ کہا ہم اوس کو مانگتا نہیں مانگتا نہیں بیٹے نے کہا تم اوس کو فارغ خطی دے دو ہم نے کہا تم کو اختیار ہے لڑکا ہمارا فارغ خطی لکھ کر لایا یا لکھوالایا ہم نے اوس کو پڑھوایا نہیں دستخط اوس پر کر دیئے فارغ خطی زبان بنگلہ میں ہے بجنسہ بلف ہذا مرسل ہے اس صورت میں طلاق ہوا یا نہیں اب عورت چاہتی ہے کہ بے حلالہ کے نکاح ہوجائے یہ جائز ہے یانہیں بینوا توجروا۔

الجواب: بلاشبہ جائز ہے حلالہ کی اصلا ضرورت نہیں اس سوال کے ساتھ زبان وخط بنگلہ میں دو کاغذ آئے ایک از جانب زوجہ جس میں شوہر سے مہر وطلاق پانے کا ذکر ہے دوسرا از جانب شوہر جس کا ترجمہ چند معتبر مسلمان بنگالی طلبہ علم نے یہ کیا میں عبدالغفور خاں ساکن کلکتہ مرزاپور طلاق نامہ یہ ہے کہ شاہد النساء کو ساڑھے تین روپے دین مہر مطابق شریعت دین محمدی کے نکاح کیا اس وقت راضی سے مہر ادا کرکے طلاق بائنہ دی راقم عبدالغفور خاں) عبدالغفور خاں کا در خواہ دس بار کہنا ہم اوس کو مانگتا نہیں مانگتا نہیں یہ تو محض بے اثر تھا کہ اس کے معنی نفی خواہش وطلب وارادہ ہے اور ان کی نفی سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے فی الھندیۃ اذا قال لا ارید ک اولا احبک اولا اشتھیک اولا رغبۃ لی فیک فانہ لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی کذا فی البحر الرائق اور فارغ خطی کی اصل وضع اوس کاغذ کے لئے ہے جو مدیون کو بابت بے باقی وبرائت ذمہ لکھ کر دیا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اب اس پر کچھ مطالبہ نہ رہا یہ لفظ جب عورت کی طرف نسبت کیا جائے تو اوس سے مراد عورت کو لکھ دینا ہوتا ہے کہ وہ اوس کے

مطالبۂ وحقوق نکاح سے بری ہوئی جس کا حاصل طلاق نامۂ بائن تحریری تھی علاً انه هو الحقیقة العرفیة کما علمت فهو ظاهر بنفسه وان لم یکن هناك مظهر له۔ پسر عبدالغفور خاں نے جب کہ اُس سے فارغ خطی دینے کی درخواست کی اور اُس نے کہا تم کو اختیار ہے تو یہ طلاق بائن تحریری کا اُسے اختیار دینا ہوا امر دجیسے اپنی عورت کی طلاق کا اختیار دے اُس میں حکم یہ ہے کہ وہ اختیار اُسی جلسہ تک باقی رہتا ہے اگر وہ شخص بلا ضرورت خواہ کسی ایسی ضرورت کے لیے جو اس کار طلاق سے متعلق نہ تھی اُٹھ جائے یا اُٹھ بیٹھا کسی اور کام بلکہ بے علاقہ کلام میں مشغول ہو جائے تو وہ اختیار زائل ہو جاتا ہے فی الهندیة عن الخلاصة عن الصغری لو قال لاجنبی امر امرأتی بیدك یقتصر علی المجلس ولا یملك الرجوع اھ وفیها عن الخانیة لو قال لغیره طلق امرأتی فقال جعلت ذلك الیك فهو تفویض یقتصر الی المجلس الخ وفی الدر المختار فی قوله لاجنبی طلق امرأتی یصح رجوعه ولم یقید بالمجلس لانه توکیل الا اذا علقه بالمشیئة فیصیر تملیکا والفرق بینهما فی خمسة اقسام ففی التملیك لا یرجع ولا یعزل ویتقید بمجلس الخ ملخصا وفی ردالمحتار عن الفتح المبدل للمجلس ما یکون قطعا للکلام الاول وافاضته فی غیره الخ وفیه الاصح انه لابد ان یکون مع القیام دلیل الاعراض اھ وفیه الکلام الاجنبی دلیل الاعراض اھ الفاظ سوال یہ ہیں کہ فارغ خطی لکھ کر لایا یا لکھوایا جس سے ظاہر کہ پسر نے اُسی جگہ فارغ خطی نہ لکھی بلکہ وہاں سے اُٹھ کر جانے کے بعد تحریر ہوئی اب اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ کاغذ مذکور کو پسر نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اُس سے پہلے کسی غیر کام میں مصروف نہ ہوا یہ اُٹھ کر جانا بضرورت قلم یا دوات یا کاغذ لینے کے تھا کہ یہ اشیاء وہاں موجود نہ تھیں جب تو یہ تحریر اُسی اختیار کی بنا پر واقع ہوئی اور پسر کے لکھتے ہی شاہدالنساء پر ایک طلاق بائن پڑ گئی عبدالغفور خاں کا اُس تحریر کو پڑھنا سُننا کچھ ضرور نہ تھا فانه انما عمل بموجب التفویض والمفوض مملك والمملك یعمل بمشیئة نفسه من دون توقف علی رضا المملك بالکسر حتی لو رجع بعد ما ملك لم یملك الرجوع کما تقدم اور اگر یہ اُٹھ کر جانا بے ضرورت یا ضرورت تحریر سے جدا کسی اور غرض کے لئے تھا یا وہ تحریر اس نے کسی اور سے لکھوائی تو ان صورتوں میں وہ نوشتہ اُس اختیار کی بنا پر نہ ہوا بلکہ ایک فضول واجنبی کا لکھنا تھا فان المفوض الیه بفصل اجنبی یصیر اجنبیا وهو انما فوض الیه التطلیق دون التوکیل کما ان الوکیل بالطلاق لا یملك ان یوکل غیره او یجیز ما فعل غیره کما نص علیه فی الانقروی عن الخانیة اور فضولی شخص جسے شوہر کی طرف سے امر یا اذن تحریر نہیں یا نہ رہا وہ اگر عورت کی طلاق لکھ لائے تو اُس کا نفاذ اجازت شوہر پر موقوف رہتا ہے اگر وہ اُس کے مضمون پر مطلع ہو کر اُس تحریر کو نافذ کر دے مثلاً صراحۃً کہہ دے کہ میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا نافذ یا کوئی فعل ایسا کرے جو نافذ کرنے پر دلیل ہو مثلاً اُس پر اپنی دستخط کر دے یا مہر کر دے یا اپنی طرف سے عورت کے پاس روانہ کرے یا بھیجنے کو کہے تو وہ تحریر نافذ ہو جاتی اور گویا خود شوہر کی تحریر قرار پاتی ہے ورنہ نہیں۔ فی البزازیة

قبیل مسائل المجازاۃ کتب غیر الزوج کتاب الطلاق وقرأہ علی الزوج فاخذہ وختم علیہ اوقال لرجل ابعث ھذا الکتاب الیہا فھذا بمنزلۃ کتابتہ بنفسہ اھ ومثلہ فی الخلاصۃ **قلت** ولعل ھذا ھو محمل مافی الھندیۃ عن المحیط عن المنتقی وفی ردالمحتار عن التاترخانیۃ ان کل کتاب لم یکتبہ بخطہ ولم یملہ بنفسہ لایقع الطلاق مالم یقر انہ کتابہ اھ فان الاقرار کما یکون صریحا فکذلک دلالۃ اور ظاہر کہ تنفیذ کے لئے صرف مضمون پر مطلع ہونا درکار ہے اور وہ اوس میں منحصر نہیں کہ حرف بحرف اوسے پڑھوا کر سُنے بلکہ آپ پڑھ لے یا دیکھ لے یا دوسرا پڑھ دے یا اوس کا خلاصہ مضمون بتادے ہر طرح حاصل ہے۔ فقول البزازیۃ قرأہ علی الزوج غیر قید بل تصویر لاطلاع الزوج علی مافیہ فانہ لامعنی لتنفیذ مالایدری اشباہ میں ہے قال فی فتح القدیر وصورتہ ان یکتب الیہا بخطبہا فاذا بلغہا الکتاب احضرت الشہود وقرأتہ علیہم وقالت زوجت نفسی منہ اوتقول ان فلانا کتب الی یخطبنی فاشھدوا انی قد زوجت نفسی منہ ــــــــ اما لولم تقل بحضرتہم سوی زوجت نفسی من فلان لاینعقد لان سماع الشطرین شرط وباسماعہم الکتاب او التعبیر عنہ منہا قد سمعوا الشطرین بخلاف ما اذا انتفیا اور بلاشبہ قاعدہ عامہ یہی ہے کہ جو شخص کوئی کاغذ لائے اور دوسرے سے اوس پر دستخط یا مہر کرائے تو اگر وہ حرف بحرف پڑھ کر نہ سُنائے گا تو حاصل مضمون ضرور بتائے گا یا وہ نہ بتائے تو یہ مہر کرنے والا پوچھ لیگا کہ اس میں کیا لکھا ہے پس اگر ایسا ہی ہوا اور عبدالغفور خاں نے اوس کے مضمون پر مطلع ہو کر مہر کی تو اب وقت مہر سے شاہدالنساء پر طلاق پڑ گئی اور شاید اس کے خلاف ہی واقع ہوا اور بے اطلاع مضمون مہر کردی تو البتہ طلاق نہ ہوئی بالجملہ اگر یہ پچھلی صورت واقع ہے جب تو شاہدالنساء بدستور نکاح عبدالغفور خاں میں ہے اور اگر وہ پہلی دو صورتیں واقع ہوئیں تو ایک صورت پر تحریر لیپر اور دوسری صورت پر مہر کرنے کے وقت طلاق پڑی بہرحال ایک طلاق سے زائد نہ ہوئی اگر اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا تھا تو بے تکلف اوس سے نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی کچھ حاجت نہیں ھذا کلہ ماظھر للعبد الضعیف والعلم بالحق عند الخبیر اللطیف واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۱: از مانگرول بندر کاٹھیاواڑ تائی باڑی مرسلہ فتح محمد بن نور محمد جمعدار ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضرت قبلہ گاہ مولنا صاحب سلمہم اللہ تعالٰی از جانب مانگرول بندر فدوی خاکسار فتح محمد ابن نور محمد جمعدار کے از حد آداب وتسلیمات کے واضح ہو کہ میں نے میری عورت کو پڑوسی کے ساتھ تکرار کرنے میں منع کرنے سے نہ ماننے کے سبب غصہ میں طلاق فارقتی لکھ کے اوس کی والدہ کے اوس کو فارقتی بھیج دی پھر بہت پچھتایا اور ایک بچہ بھی صغیر سن روز کا ساتھ ہے اس کے بعد دونوں کو تڑپ بے حد ہے وہ رات روز رو رہے ہیں اور فارقتی لکھ کے دی ہے اور مونھ سے کچھ بھی نہیں کہا ہے

آخر اوس کے رونے پر اور میرا بچّہ چھوٹا سا تھا ہونے پر پھر گھر میں لانے کا خیال کیا ہے ہمارے یہاں کے عالموں میں مولوی احمد سے دریافت کیا تو فرماتے ہیں کہ سوا حلالہ کے درست نہیں ہوسکتی اور مولوی محمود انتقال ہوگئے اب آپ اس میں جو حکم فرمایئے سو کیا جائے گا۔

سؤال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو بباعث کسی منازعت کے حالت غصہ میں اوس کے والدین کے گھر جانے کے بعد ایک ورقہ میں مبہم بلا عدد لفظ طلاق لکھ کے یوں لکھا کہ طلاق دے کر فارقتی دیتا ہوں جواب بحوالہ کتب مرحمت فرمائیں۔

الجواب صورۃ مستفسرہ میں دو طلاقیں ہوگئیں حلالہ کی کوئی حاجت نہیں اگر اس طلاق کے بعد عدت گزر گئی ہے یعنی تین حیض شروع ہو کر ختم ہوگئے جب تو عورت کی رضامندی سے اوس کے ساتھ نکاح کرے اور اگر عدت باقی ہے تو دو صورتیں ہیں اگر فارغخطی دینا وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ یہاں کی بعض اقوام میں ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے جب تو دو طلاقیں رجعی ہوئیں کہ عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے مثلاً زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اوس کی زوجہ رہے گی بشرطیکہ اس سے پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ بیشک تین ہوگئیں اور اب بے حلالہ جائز نہیں اور اگر یہ لفظ وہاں صریح نہیں سمجھا جاتا تو دو طلاقیں بائن ہوئیں عورت نکاح سے نکل گئی مگر اوس کی رضا کے ساتھ دوبارہ اوس سے نکاح کرسکتا ہے خواہ عدت گذری ہو یا نہیں اوسی شرط پر کہ اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دی ہو یہ سب اوس صورت میں کہ فارغخطی سے اوس نے وہ کاغذ مراد نہ رکھا ہو اور اگر یہ مقصود ہے کہ طلاق دے کر یہ اوس کی سند بھیجتا ہوں تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے جبکہ پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵ - از دفتر مدرسہ رحمانیہ پیلی بھیت مرسلہ مولوی فصل حق صاحب ۸ ار شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور اوس کے سسرالیوں میں رنجش کے ساتھ گفتگو ہو رہی تھی اس درمیان میں ہندہ جو زوجہ زید تھی اس کے چھوڑ دینے کی بات چھڑ گئی اور زید سے کہا گیا کہ اس روز روز کے جھگڑے سے چھوڑ دو زید نے کہا تم کل چھڑاتی ہو میں ابھی چھوڑے دیتا ہوں۔ اس اخیر جملہ کی تین بار یا اس سے زیادہ تکرار کی ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں اور کس قسم کی طلاق پڑی بحوالہ کتب سے عبارت جواب کا جلد امیدوار ہوں۔

الجواب - تین طلاقیں مغلظہ ہوگئیں محیط و ذخیرہ و خلاصہ و ہندیہ کی تصریحات کے علاوہ ذی علم پر یہ مسئلہ بدیہیات سے ہے تو وہ اس پر حوالہ و عبارت طلب نہ کرے گا اور جاہل کا حوالہ وہ بھی مع عبارت طلب کرنا سوء ادب ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۷ - از پیلی بھیت محلہ عبد اللطیف خاں مسئولہ پیارے ۱۹ ار ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خسر اور داماد میں لڑائی ہونے پر داماد کہے کہ اگر تم کل چھوڑ والتے ہو تو میں

آج ہی چھوڑتا ہوں اس لفظ کے کہنے پر طلاق ہوئی یا نہیں۔

الجواب۔ طلاق رجعی ہوگئی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸۔ از شہر کانپور اے۔ بی روڈ۔ دوکان جناب حافظ پیربخش صاحب سوداگر مسئولہ ولی محمد صاحب ۱۷ جمادی الاخری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو رخصت کرانے کے لئے جب اپنے خسرال گیا تو اس کی خوشدامن نے کہا کہ ہم لڑکی کو رخصت نہیں کریں گے بلکہ ہم قصہ ختم کرنا چاہتے ہیں اس پر زید نے اپنی خوشدامن سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا آنا آپ لوگوں کو بہت ناگوار ہوا پھر خوشدامن نے کچھ ایسے الفاظ کہے جس سے اس کا منشا یہ تھا کہ زید اپنی زوجہ کو طلاق دیدے اس پر زید نہایت برہم ہوا اور کہا کہ اگر میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کردو اس کے جواب میں خوشدامن نے کہا کہ ہاں تو پسند نہیں ہے آیا ایسی صورت میں زید کی زوجہ کو طلاق ہوجائیگی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اگر بہ نیت طلاق تھا ایک طلاق بائن ہوگئی اور اگر بقسم کہے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی قبول کریں گے اور وقوع طلاق کا حکم نہ دیں گے عالمگیریہ میں غایہ سے ہے لوقال تزوجی ونوی الطلاق او الثلث صح وان لم ینو شیئا لم یقع ردالمحتار میں شرح جامع صغیر امام قاضی خاں سے ہے لوقال اذھبی فتزوجی وقال لم انو الطلاق لایقع شیئ لان معناہ ان امکنک۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹۔ از موضع نان ٹوڈا کیجانہ اکبرآباد۔ ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد تحسین علی صاحب یکم رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو بدچلنی اور بدکاری کے الزام لگائے اور اس سے کہا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا تو میرے کام کی نہیں ہے مگر زید کہتا ہے کہ میں نے ہرگز طلاق نہیں دی تو کیا اس صورت میں ادائے لفظ طلاق زید کی بیوی زید کے نکاح سے خارج ہوگی یا نہیں۔

الجواب۔ اگر یہ بیان واقعی ہے تو دو طلاقیں بائن ہوگئیں عورت نکاح سے خارج ہوگئی اگر پہلے کبھی اسے کوئی طلاق نہ دی تھی تو عورت کی مرضی سے اس سے دوبارہ جدید مہر کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے اور پھر کبھی ایک طلاق دیگا تو تین ہوجائیں گی اور بے حلالہ نکاح نہ کرسکے گا اور اگر اس وقت عورت اس سے دوبارہ نکاح پر راضی نہیں تو یہ اس پر جبر نہیں کرسکتا اور اگر پہلے کبھی ایک طلاق اسے دے چکا تھا تو ابھی تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا وذٰلک لان اللفظ الاول صریح والثانی کنایۃ یحتمل السب وقد صار الحال باللفظ الاول حال المذاکرۃ فوقع بہا بائن فجعل الاول ایضا بائنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰۔ از پیلی بھیت محلہ بکریا مسئولہ محمد بشیر احمد صاحب ۱۵ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید جس کی علمی لیاقت علم عربی میں قریب دستاربندی ہے اب بیوی کو

چند بار یہ الفاظ بحالت صحت نفس کہے کہ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ جہاں تمہارا دل چاہے چلی جاؤ خواہ تم دوسرا خاوند کر لو خواہ بلا خاوند رہو مگر بی بی چند بار یہ الفاظ سن کر بھی خاموش رہی تو کچھ دن کے بعد یہ کہا کہ مجھ کو افسوس ہے کہ کیسی بے حیا عورت ہے کہ میں خوشی سے اجازت چلے جانے کی دیتا ہوں اور میرا پیچھا نہیں چھوڑتی جب بی بی پر یہ ملامت ڈالی تو بی بی نے جانے کی تیاری کی تو زید نے کاغذات دیہہ زمیندار بی بی جس کا زید کارکن تھا حوالہ کردیے تو اب اس مسئلہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور بیوی اب زید سے راضی نہیں ہے اور زید سے قطع تعلق کرتی ہے۔

الجواب - یہ الفاظ کنایہ ہیں نیت پر حکم ہے اگر زید نے بہ نیت طلاق کہے ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اوس سے بلا حلالہ اوس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے جب کہ اس سے پہلے اوس عورت کو دو طلاقیں نہ دے چکا ہو اور اگر وہ قسم کھا کر انکار کردے کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق نہ کہے تھے تو طلاق نہ مانی جائیگی اگر جھوٹ قسم کھائے گا وبال اوس پر رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۱ - از آرہ مسئولہ مولوی عبدالغفور صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی بی بی منکوحہ زینب سے کہا بصورت نااتفاقی کہ ہم تمہارے ہاتھ کا کھانا نہیں کھائیں گے تب اس پر بی بی مذکورہ نے کہا کہ جب کھانا نہیں کھاؤ گے تو ہم کو صفائی دے دو تب زید نے کہا کہ صفائی دے دیا بی بی نے کہا کہ صفائی دے دیا تو پھر کہا کہ صفائی دے دیا پھر بی بی نے کہا کہ صفائی دے دیا تو پھر کہا کہ صفائی دے دیا تو بی بی نے کہا کہ تب ہم کہیں چلے جائیں تو زید نے کہا کہیں چلی جاؤ اس صورت مذکورہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوا کہ نہیں، اگر طلاق واقع نہیں ہوا تو کیا دلیل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں بینوا توجروا۔

الجواب - صورت مذکورہ میں طلاق مغلظ تو کسی طرح نہ ہوئی فان البائن لایلحق البائن کما فی المتون ہاں اگر اُن چار لفظوں میں جو زید نے کہے اگر کسی ایک لفظ یا دو تین یا چاروں سے عورت کو طلاق دینے کی نیت زید نے کی تو ایک طلاق بائن ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کی رضا سے اوس سے نکاح دوبارہ کرسکتا ہے اور اگر اصلاً کسی لفظ سے نیت طلاق نہ کی تو وہ بدستور اوس کی زوجہ ہے طلاق نہ ہوئی درمختار میں ہے اذھبی یحتمل رداً ونحو خلیۃ بریۃ یصلح سبا (الی قولہ) فی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا مبسوط امام سرخسی میں ہے وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ الحق بھذہ الالفاظ خلیت سبیلک وفارقتک ولاملک لی علیک لانھا تحتمل السب ای لاملک لی علیک لانک ادون من ان تملکی وفارقتک اتقاء شرک و خلیت سبیلک لھوانک علی فتح القدیر میں ہے یدین فی الغضب لان ھذہ الالفاظ تذکر للابعاد وحالۃ الغضب یبعد الانسان عن الزوجۃ یہ بات کہ ان میں اصلاً کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کی تھی اگر زید قسم کھا کر کہدے قبول کرلیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا وبال اوس پر ہوگا یہ قسم گھر میں عورت بھی کرسکتی ہے

درمختار میں ہے ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۴۲ ۔ از مارہرہ مطہرہ مسئولہ حافظ عبدالکریم صاحب ۲۵ محرم ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس امر کے کہ ایک شخص نے اپنی خوشدامن وخسر و نیز روبرو چند عورات دیگر کے یہ کہا کہ میں تمہاری دختر سے لادعوی ہوتا ہوں تم اس کو بلا لو ورنہ میں اس کو بے عزت کرکے نکال دوں گا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب ۔ صورت مستفسرہ میں اگر اوس نے اون لفظوں سے کہ میں تمہاری دختر سے لادعوی ہوتا ہوں طلاق دینے کا قصد کیا تھا اور بہ نیت طلاق یہ کلام کہا تھا تو طلاق واقع ہوگئی ورنہ نہیں فتاوی امام خیرالدین رملی میں ہے سئل فی رجل ضرب زوجتہ فلامہ اھلہ فقال انت مجارۃ ای ما اقربک غیرنا وطلاقا ھل تطلق بھذا القول ام لا اجاب لاتطلق ففی الخانیۃ فی قولہ لاملک لی علیک لاسبیل لی علیک خلیت سبیلک الحقی باھلک لو قال ذلک فی حال مذاکرۃ الطلاق او فی الغضب وقال لم انو بہ الطلاق یصدق قضاء فی قول ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف لایصدق ومعنی انت مجارۃ انت منتقذۃ معاذۃ مما تکرھینہ وھو قریب من معنی ھذہ الالفاظ واللہ اعلم انتھی **اقول** وانت تعلم ان مسئلتنا ھذہ اقرب الی المنصوص من مسئلۃ الخیریۃ کما لایخفی پس اگر وہ قسم کھا کر کہدے کہ ان لفظوں سے میں نے طلاق دینے کی نیت نہ کی تھی قبول کرلیں گے اور وقوع طلاق کا حکم نہ دیں گے فی الدرالمختار القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ فان ابی رافعتہ للحاکم فان نکل فرق بینھما مجتبی ہاں اگر واقع میں اوس نے نیت طلاق کی تھی اور اب جھوٹی قسم کھالی تو عند اللہ طلاق ہوگئی مگر اس کا وبال شوہر پر ہے عورت پر الزام نہیں واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۴۳ ۔ از بریلی صدر مسئولہ شیخ عبدالخالق ۱۱ محرم شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبدالخالق نے اپنی عورت کو طلاق نامہ لکھا اور اوس دستاویز میں ان الفاظ سے طلاق لکھی (میں لادعوی ہوں یہ عورت جہاں چاہے شادی کرلے) ایسی صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور اگر عبدالخالق پھر اوسے نکاح میں لانا چاہے تو ضرورت حلالہ ہوگی یا نہیں بینوا توجروا

الجواب ۔ صورت مستفسرہ میں جب کہ طلاق نامہ لکھنے کی نیت سے یہ الفاظ لکھے ہوں عورت پر ایک طلاق ہوگئی وہ نکاح سے نکل گئی اب اوس سے نکاح کرے تو صرف نکاح جدید برضائے زوجہ کافی ہے حلالہ کی کچھ حاجت نہیں اگر اس سے پہلے کبھی اوسے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴ ۔ مرسلہ حکیم احمد حسین صاحب محلہ طویلہ ۷ شوال ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ میاں بی بی میں باہم جھگڑا رہتا تھا اکثر اوسے تکلیف دیتا

اور مارتا ایک دن اوس سے زیور مانگا اوس نے انکار کیا کہا تجھے چاقو سے مار ڈالوں گا ہندہ بخوف جان والدین کے یہاں چلی آئی تو شوہر نے چوری کا الزام بھی لگایا اور تھانہ میں رپٹ کا ارادہ کیا لوگوں نے سمجھایا اوس وقت یہ گفتگو ہوئی جو لکھی جاتی ہے ناصح کیا فضیحت کراؤ گے زید وہ میری بیوی ہی نہیں رہی فضیحت کیسی ناصح دیکھو لغو باتیں نہ کرو زید جب وہ میری بلا اجازت چلی گئی میرے نکاح سے باہر ہے اور وہ میرے کام کی نہ رہی مجھ کو اوس سے کچھ غرض نہیں ناصح دیکھو کنایہ اشارہ سے بھی طلاق ہو جاتی ہے ذرا سوچ سمجھ کر کہو تم پڑھے لکھے آدمی ہو، زید مجھ کو اوس سے کچھ غرض نہیں نہ وہ میری بیوی ہے آیا اس گفتگو سے وہ عورت مطلقہ ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب - زید کا پچھلا قول کہ "نہ وہ میری بیوی ہے" مذہب مختار پر اصلاً الفاظ طلاق سے نہیں یہاں تک کہ بہ نیت طلاق بھی کہے تاہم واقع نہ ہو گی عالمگیری میں ہے لوقال لم تکن لی امرأۃ و نوی الطلاق لایقع و ان نوی ھو المختار کذا فی جواھر الاخلاطی اسی طرح "مجھ کو اوس سے کچھ غرض نہیں" یہ بھی لفظ طلاق نہیں کہ غرض بمعنی شوق مستعمل ہے کما فی القاموس یا قصد و خواہش کما فی المنتخب یا حاجت کما فی شروح النصاب اور ان اشیاء کی نفی سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق ہو اطلاق نہ ہے عالمگیری میں ہے لو قال لاحاجۃ لی فیک و نوی الطلاق فلیس بطلاق کذا فی السراج الوھاج اذا قال لا ارید ک او لا احبک او لا اشتھیک او لا رغبۃ لی فیک فانہ لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی کذا فی البحر الرائق اوسی میں ہے وجل قال لامرأتہ لا بکار نیتی و نوی بہ الطلاق لایقع کذا فی الظھیریۃ ہاں وہ میری بیوی ہی نہ رہی کنایات طلاق سے ہے عالمگیری میں ہے لو قال صرت غیر امرأتی فی رضا او سخط تطلق اذا نوی کذا فی الخلاصۃ اسی طرح یہ لفظ بھی کہ وہ میرے نکاح سے باہر ہے صریح نہیں کنایہ ہے لان الخروج من النکاح یکون بالطلاق و بکل فرقۃ جاءت من قبلہ کتقبیلہ بنتہا او من قبلہا کتقبیلہا ابنہ و غیر ذلک فلم یتعین لافادۃ الطلاق و صار کقولہ لم یبق او لیس بینی و بینک نکاح بل ھما عبارتان من معنی واحد و ھذا یتوقف علی النیۃ فکذا ذاک عالمگیری میں ہے لو قال لہا لانکاح بینی و بینک او قال لم یبق بینی و بینک نکاح یقع الطلاق اذا نوی یوں ہی وہ میرے کام کی نہ رہی بھی کنایات سے ہے کما حققناہ فی ما علقناہ علی رد المحتار مگر سوق کلام سے ظاہر ہے کہ زید نے یہ الفاظ بطور اخبار کہے نہ نیت انشائے طلاق تیسرا لفظ دوسرے پر معطوف ہے اور دوسرا پہلے کی شرح و بیان علت اور اس اخبار کا مبنی وہ غلط گمان جو عوام زمانہ میں شائع ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے چلی جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے اور ایسا اخبار و اقرار طلاق بربنائے غلط فہمی مسئلہ ہو دیانۃً اصلاً مؤثر نہیں فی الخیریۃ عن الاشباہ عن جامع الفصولین عن القنیۃ اذا اقر بالطلاق بناء علی ما افتی بہ المفتی ثم تبین عدم الوقوع فانہ لا یقع غیر بہرحال مدار کار نیت پر ہے اگر زید نے ان تینوں لفظوں میں کل یا بعض کسی سے طلاق دینے کا قصد کیا تھا

تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی کہ عورت راضی ہو تو اب یا عدت کے بعد جب چاہے بے حلالہ اوس سے نکاح کرسکتا ہے تنویر میں ہے لایلحق البائن البائن بان قال لہا انت بائن ثم قال لہا انت بائن لایقع الا تطلیقۃ واحدۃ بائنۃ اور اگر ان تین میں کسی لفظ سے طلاق دینے کی نیت نہ کی اگرچہ اخیر کے دونوں لفظ بہ نیت طلاق کہے ہوں تو اصلا طلاق نہ ہوئی وہ بدستور اوس کی زوجہ ہے اور نیت طلاق نہ ہونے میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر وہ بقسم کہدے کہ میں نے ان تینوں لفظوں میں کسی سے نیت انشائے طلاق نہ کی تھی قطعًا مان لیں گے اور اوسکھیں زوج و زوجہ جانیں گے اگر وہ اس قسم میں جھوٹا ہے تو وبال اوس پر ہے عورت پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۵ ۔ از متھرا محلہ کیشو پورہ مرسلہ حکیم توحید الحق صاحب ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید عاقل وبالغ بفہمائش دیگر مرداں و زبردستی والدین بایجاب ہندہ رضا دادہ اورا بنکاح خود در آرد وخلوت صحیحہ بوقوع نیاید کہ ہندہ پیش مادر خود باشد و ہنوز رخصت نشدہ باشد باز زید پیش دو سہ مرداں صادق وعادل بنا راضی بگوید کہ من بایجاب ہندہ برضا ورغبت خود اقرار ندادہ ام محض بفہمائش و زبردستی مرداں اقرار بلسان نمودم ایں نکاح من مسلم نشدہ باز از سرنو خواہد شد واندراں حالت ناراضی از خویش واقارب رنجیدہ بجائے سفر نماید و از ہندہ خبرے نگیرد نہ از قرائن واطوار او توقع باز آمدن ماند و در انجا از حمراو قاضی و شاہدان عند الایجاب اقرار بالجزم دہد کہ من تاکتخدا ام ہنوز نکاحم از کسے نگردیدہ ونہ از خویش واقارب ماکسے زندہ نہ مارا از کسے در وطن سروکارے ہست و نہ خواہد شد حالا ہندہ در نکاح زید ماندہ یانہ و دریں صورت چگونہ از زید آزاد گردد فقط

الجواب ۔ درصورت مستفسرہ لقطع نظر از انکہ تحقق اکراہ شرعی معلوم نیست جبر و اکراہ در بارۂ نکاح مخل صحت ولفاذ ولزوم نباشد فی الہندیۃ تصرفات المکرہ کلہا قولا منعقدۃ عندنا ومالایحتمل الفسخ منہ کالطلاق والعتاق والنکاح فہو لازم کذا فی الکافی اھ ملخصا قول او من ناکتخدا ام وہنوز باکسے نکاح نکردہ چیزے نیست زیرا کہ جحود نکاح خبر دروغ ست واثرے ندارد فی الہندیۃ ان قال لم اتزوجک ونوی الطلاق لایقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع ولو قال مالی امرأۃ لایقع وان نوی وہمچناں قول او مرا در وطن باکسے سروکارے نیست ونخواہد بود کہ سروکار نبودن بمعنی نفی غرض وتعلق قلب ست کہ عبارت از رغبت وحاجت باشد گویا گفت باکسے غرضے ندارم یا حاجتم نیست یا پروائے کسے ندارم وایںہا خود از الفاظ طلاق نیست فی الہندیۃ لوقال لاحاجۃ لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق اذا قال لا ارید ک اولا احبک اولا اشتہیک اولا رغبۃ لی فیک فانہ لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی باز علماء فرمودہ اند اگر گفت زنانے بغداد ہمہ طالق اند و زن او نیز از بغداد ست مطلقہ نشود مگر آنکہ بالتعیین نیت او کردہ باشد فی ردالمحتار ذکر فی الذخیرۃ

اولا فی نساء اھل بغداد طالق فعند ابی یوسف وروایۃ عن محمد لاتطلق الا ان ینویھا لان ھذا امر عام وفیہ ایضا عن الاشباہ عن الخانیۃ الفتوی علی قول ابی یوسف ایں جا لفظ وطن گفتہ کہ از بلدہ وقریہ عام تر ست باز تخصیص زناں ہم نہ کرد مطلق لفظ کسے گفت کہ زناں ومرداں وپسراں ودختراں ہمہ را شامل است بالجملہ درصورت مسئولہ نکاح صحیح ولازم ست وطلاق ثابت نیست چارۂ کار جز ایں چیست کہ رجوع بحکومت کردہ آید تا طلاق رسد یا حقوق زناشوئی مودی شود واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۶: از پیلی بھیت محلہ بشیر خاں متصل مکان مینہ شاہ مرسلہ نظام الدین شاہ نگر ۲۹ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت مدخولہ سے تین بار کہا میں نے تجھے آزاد کیا، اس صورت میں نکاح قائم رہا یا نہیں اور اب اوس سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: یہ لفظ کہ مرد نے عورت سے کہے اگر ان سے طلاق کے معنی مراد نہ تھے جب تو طلاق اصلاً نہ ہوئی اور اگر بہ نیت طلاق کہے تو ایک طلاق پڑ گئی عورت نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں نہ اوسے کچھ انتظار کی حاجت دونوں آپس میں راضی ہوں تو اوسی وقت پھر نئے سرے سے نکاح کرلیں ہاں اگر شوہر نے خود ہی ان میں کوئی لفظ تین طلاقوں کی نیت سے کہا تو بیشک طلاق مغلظہ ہوگئی کہ اب بے حلالہ کے اوس سے نکاح نہیں کرسکتا فی الھندیۃ لوقال اعتقتک طلقت بالنیۃ کذا فی معراج الدرایۃ اھ وفی الدر کنایتہ مالم یوضع لہ ای الطلاق واحتملہ وغیرہ ویقع البائن ان نواھا اوالثنتین وثلث ان نواہ ولا یلحق البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء بخلاف ابنتک باخری او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر حملہ علی الاخبار فیجعل انشاء اھ ملتقطا۔

مسئلہ ۱۴۷: از بدایوں مرسلہ اعلحضرت سید ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالٰی عنہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

ایک عورت سے ایک مرد اجنبی نے جبریہ زنا کیا شوہر نے سنا تو اعتبار جبر نہ کرکے یہ کلمات کہے کہ میرے کام کی نہ رہی میں نے چھوڑ دی اگر آئے گی تو ناک کاٹ لونگا جہاں چاہے چلی جائے جو چاہے سو کرے اور اس کو عرصہ سال بھر سے زیادہ گزر گیا آیا طلاق پڑی یا نہیں وہ عورت دوسرا نکاح کرے یا نہ کرے خاوند نے باوجود فہمائش بھی رجوع نہ کیا بدستور مقر اوسی بات کا ہے جو کہی تھی الفاظ طلاق صریح نہ تھے یہی تھے جو کہے فقط۔

الجواب: عورت کو چھوڑ دینا عرفاً طلاق میں صریح ہے خلاصہ وہندیہ میں ہے لو قال الرجل لامرأتہ تراچنگ باز داشتم او بہشتم او یلہ کردم ترا وپائے کشادہ کردم ترا فھذا کلہ تفسیر قولہ طلقتک عرفا حتی یکون رجعیا ویقع بدون النیۃ اور جہاں چاہے چلی جائے کنایات طلاق سے ہے کہ کلام میں تقدم طلاق صریح کے باعث وہ بھی تنقیح نیت کا محتاج

نہر الفائق التنویر کنایتہ مالم یوضع لہ واحتملہ وغیرہ فلا تطلق بہا الا بنیۃ او دلالۃ الحال فی رد المحتار المراد بہا الحالۃ الظاہرۃ المفیدۃ لمقصودۃ ومنہا تقدم ذکر الطلاق بحر عن المحیط اور جب کہ یہ بائنہ اوس طلاق صریح رجعی سے ملی وہ بھی بائنہ ہوگئی فان البائن یلحق الرجعی و بلحوقہ یبطل خیار الرجعۃ فیصیرتان بائنتین کما صرحوا بہ پس صورت مذکورہ میں عورت نکاح سے نکل گئی اوس پر دو طلاقیں بائن پڑ گئیں اگر اس مدت میں عدت گزر گئی ہو تو اوسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۸: ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

اپنی عورت کو دو مرتبہ اوس نے چھٹی دی اس کے بعد جو آدمی اوس کے محلے کے ہیں وہ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی اور اوس کا آدمی کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی اور عورت کہتی ہے کہ مجھ کو طلاق نہیں دی صرف آدمیوں کے سامنے اوس آدمی نے یہ کہا کہ چھٹی دی اور دوسرے یہ کہ جب عورت اپنے مکان کو چلی گئی تو اوس کے مکان کو آگ لگ گئی تو لوگوں نے کہا کہ آگ اوس شخص نے دی جس کی تو عورت ہے اب اس کا نام لیکر آدمی کو اور عورت کو دونوں کو چوکی پر لیے جاتے تھے اور یہ کہتے تھے یہ کہو کہ اس شخص کی ماں بہن ہیں اور اس شخص نے بوجہ خوف کے یہ بات کہدی کہ یہ عورت میری بہن ہے تو ان دونوں کو ان آدمیوں نے چھوڑا اب وہ عورت و مرد دونوں باہم راضی ہیں تو اوس کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں اور جو شخص آپ کے پاس سے فتوی لیجاوے اور اوس کے مطابق حکم نہ کرے تو اس کا کیا نتیجہ ہے بینوا توجروا عند اللہ۔

الجواب: عورت کی نسبت یہ لفظ کہنا کہ یہ میری بہن ہے نکاح میں کچھ خلل نہیں ڈالتا۔ سائل نے اظہار کیا کہ اوس شخص نے حالت غضب میں اپنی زوجہ کی نسبت دو بار یہ لفظ کہے کہ میں نے اوسے چھٹی دی اس کہنے سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ گئی وہ نکاح سے نکل گئی جب مرد و عورت دونوں راضی ہیں نئے سرے سے پھر نکاح کرلیں فی تنویر الابصار اخرجی واذہبی یحتمل ردا وحرام بائن یصلح سبا وسرحتک لا یحتمل السب والرد ففی الرضا تتوقف الاقسام علی نیتہ وفی الغضب الاولان وفی مذاکرۃ الطلاق الاول فقط اھ مختصرا جو شخص شریعت مطہرہ کے فتوی پر عمل نہ کرے گنہگار مستحق سزا و عذاب ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹: از نجیب آباد ضلع بجنور مرسلہ شیخ عبدالرزاق ۱۵ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی زوجہ سے بہ نیت طلاق ایک وقت میں تین بار کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا اس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوگی مغلظہ یا بائنہ یا رجعی فقط

الجواب: صورت مسئولہ میں عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی یعنی عورت نکاح سے نکل گئی زوج کو اوس پر کوئی اختیار جبر نہ رہا وہ عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے مگر حلالہ کی اصلا حاجت نہیں جب کہ اس بار سے پہلے کبھی دو طلاقیں اس عورت کو نہ دے چکا ہو زن و مرد اگر راضی ہوں تو شوہر عدت میں اور بعد عدت اوس سے نکاح جدید

کر سکتا ہے یہاں تین طلاق کا حکم دینا یوں غلط ہے کہ تمام متون وشروح وفتاوی میں تصریح ہے کہ کنایۂ بائنہ طلاق بائن کے بعد طلاق جدید نہیں ٹھہرتا بلکہ اوسی طلاق اول سے اخبار ہوتا ہے الا ان ینص بما لا یحتملہ درمختار میں ہے لا یلحق البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء بخلاف ابنتک باخری اور ایک ہی پڑنے کی یہ وجہ ٹھہرانا کہ الفاظ طلاق متفرقاً کہے جب اول پڑے اب عورت محل طلاق نہ رہی لہذا دوسری نہ پڑی یہ یوں جہل محض ہے یہ حکم خاص زن غیر مدخولہ کے ساتھ ہے زن مدخولہ جب تک عدت نہ گزرے تین طلاق مجموع و متفرق سب کی محل ہے کما نصوا علیہ قاطبۃ فی جمیع کتب المذھب اور یہاں مدخولہ ہے کما افصح عنہ السائل فی سوال اٰخر بلکہ ایک پڑنے کی صحیح وجہ یہ ہے جو فقیر نے بیان کی وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: ما قولکم رحمکم اللہ اس صورت میں کہ زید کے زوجہ کو کسی نے دوسرے ایک شخص کے ساتھ ایک مکان میں بند کیا جب زید کو خبر ہوئی تو اوس نے چار پانچ آدمیوں کے روبرو اپنے خسر سے مخاطب ہو کر کہا کہ چونکہ تم لوگوں نے میری زوجہ کو غیر شخص کے ساتھ ایک مکان میں بند کیا لہذا اب وہ مجھ پر حرام پس کیا حکم ہے آیا وہ زوجہ طلاق ہوگئی یا ہنوز حسب سابق اوس کی زوجہ ہے بر تقدیر تعلق زوجیت کے قائل کے ذمہ کچھ کفارہ ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: ہر چند یہ لفظ بوجہ عرف ملحق بالصریح ہے کہ بے حاجت نیت طلاق بائن واقع ہو فی ردالمحتار قولہ حرام سیاتی وقوع البائن بہ بلانیۃ فی زماننا للتعارف لا فرق فی ذلک بین محرمۃ وحرمتک سواء قال علی او لا اھ ملخصا وتمامہ فیہ مگر کلام زید (چونکہ تم نے ایسا کیا لہذا حرام ہے) اس کے یہ معنی بھی محتمل نہ کہ صرف اس بند کرنے کو موجب حرمت بتاتا ہے جیسے بہت جہال کے خیال میں ہوتا ہے کہ عورت بے اجازت شوہر باہر جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے اس تقدیر پر یہ کلام انشائے طلاق نہ ہوگا بلکہ ایک مبنائے باطل پر اقرار طلاق اور وہ محض لغو ہے فی الخانیۃ رجل طلق امرأتہ وھو صاحب برسام فلما صح قال طلقت امرأتی ثم قال انی کنت اظن ان الطلاق فی تلك الحالۃ کان واقعا قال مشائخنا رحمھم اللہ تعالٰی حین ما اقر بالطلاق ان ردہ الی حالۃ البرسام وقال قد طلقت امرأتی فی حالۃ البرسام فالطلاق غیر واقع الخ پس اگر یہی معنی مراد تھے تو نہ طلاق ہوئی نہ کوئی کفارہ لازم اور اگر بہ نیت طلاق الفاظ مذکورہ کہے تو ایک طلاق بائن ہوئی عورت نکاح سے نکل گئی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶: از بجری یاوڈاکخانہ سادات ضلع غازی پور ۷ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ مرسلہ محمد جان ابو الخیر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو مرتکب زنا سمجھ کر ناراض ہو کر

اس کے باپ کے گھر پہونچا دیا اور یہ کلام کیا کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہمارے قابل نہ رہی اور بعد دو ایک مہینہ کے نہیں معلوم کہاں چلا گیا اوس کو عرصہ سات برس کا ہوا کہ ہنوز مفقود الخبر ہے اس کے بعد اوس کے باپ نے زوجہ کے شوہر کے بڑے بھائی کو جو مالک و بزرگ خاندان ہے بلا کر یہ کہا کہ یہ عورت عزت و آبرو تمہاری ہے لیجاؤ ہمارے یہاں اس کا گزر نہیں ہوگا اوس کے شوہر کے بڑے بھائی نے انکار کیا اور یہ کہا اول تو شوہر اوس کا مکان پر نہیں ہے دوسرے یہ عورت ہمارے کام کے لائق نہیں ہے ہم نہ لیجائیں گے تم کو اختیار ہے کہ جہاں چاہو کردو اس جواب پر اوس کا باپ دوسرے نکاح کے سامان میں تھا کہ اس اثنا میں وہ عورت بطور خود ایک شخص کے ساتھ بلا نکاح چلی گئی اور اوسی مرد کے ساتھ اوس زمانہ سے بلا نکاح رہی اب اوس عورت نے اوس شخص کے ساتھ جس کے ساتھ بطور خود چلی گئی تھی نکاح کرلیا تو آیا یہ نکاح ثانی اوس کا شرعاً جائز ہوا یا نہیں اور زوج اول کا غصہ سے یہ کہنا کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہماری قابل نہیں رہی اور بعد اسکے اوس کو چھوڑ دینا اور دی ہوئی چیز واپس کرلینا حکم میں طلاق کے ہے یا نہیں اور بقرائن مذکور اس کہنے سے کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے طلاق واقع ہوئی یا نہیں حالانکہ قرائن حالیہ و دلالت حال اس امر پر موجود ہے کہ زید نے کلام بالا جو کہ یہ طلاق ہے بارادہ طلاق کہا تھا مختصر وقایہ میں ہے وکنایتہ مالم یوضع له واحتمله وغیرہ فنحو اخرجی واذھبی وقومی یحتمل رداً ونحو خلیۃ وبریۃ بتۃ حرام بائن یصلح سباً ونحو اعتدی واستبرئی رحمك انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرك بیدك سرحتك فارقتك لایحتمل الرد والسب الی ان قال وفی حالۃ الغضب یتوقف الاولان ای مایصلح رداً ومایصلح سباً علی النیۃ ان نوی الطلاق یقع به الطلاق وان لم ینو لایقع و اما القسم الاخیر وھو مالایصلح رداً ولاسبا یقع به الطلاق وان لم ینو اھ اور ظاہر ہے کہ ہم نے تجھ کو چھوڑ دیا ہم تجھے نہ رکھیں گے متحد المفاد و داخل قسم اخیر ہے بینوا توجروا۔

الجواب - ہم تجھ کو نہ رکھیں گے متمحض للاستقبال ہے والایعاد ہے اور ایسا لفظ اگر صریح بھی ہوا اصلاً مؤثر نہیں مثلاً اگر ہزار بار کہے میں تجھے طلاق دیدوں گا طلاق نہ ہوگی وھذا ظاھر جداً وفی جواھر الاخلاطی طلاق میکنم طلاق میکنم طلاق میکنم ثلاث لان میکنم یتمحض للحال وھو تحقیق بخلاف قوله کنم لانه یتمحض للاستقبال وبالعربیۃ قوله اطلق لایکون طلاقاً لانه دائر بین الحال والاستقبال فلم یکن تحقیقاً مع الشك الخ اور تو ہمارے قابل نہیں رہی اگرچہ کنایہ ہوسکتا ہے مگر وہ سب کو بھی محتمل ہے کہ اوس کی نالائقی و ناکارگی کا اظہار ہے جس طرح برادر شوہر نے بھی اس مضمون کے لفظ کہے اور جب کہ حالت غضب تھی جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر تو الفاظ صالحہ سب محتاج نیت رہیں گے بے ظہور نیت لوجہ شک حکم طلاق نہیں دے سکتے کما یظھر من عبارۃ النقایۃ التی نقل السائل والجواھر التی نقلنا اور اوسے نکال دینا کپڑے وغیرہ چھین لینا دلیل غضب ہے نہ دلیل طلاق تو بے ظہور طلاق یا وضوح موت حقیقۃً یا حکماً بمرور مدت معتدہ للمفقود و بمذہب مفتی بہ مؤیدا بالحدیث نوّے ولادت

سے ستر سال ہے عورت کو نکاح ثانی ہر گز جائز نہ تھا نہ ہے وہ اب بھی معصیت ومخالفت شرع مطہر میں مبتلا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے بحالت غضب یہ لفظ کہے مجھے[1] تجھ سے کچھ کام نہیں جس[2] سے چاہ مباشرت کر جسے[3] چاہے اپنا خاوند بنا مجھ[4] سے تجھ سے کچھ تعلق نہ رہا اس صورت میں طلاق واقع اور ہندہ اوس کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں لفظ اول یعنی مجھے تجھ سے کچھ کام نہیں الفاظ طلاق ہی سے نہیں حتی کہ اگر اوس سے نیت کرے گا تاہم واقع نہ ہوگی فی فتاوی الامام قاضی خاں[1] لو قال لاحاجۃ لی فیك ونوی الطلاق لایقع وکذا لوقال تومرابکارنیستی وکذا لوقال مالی بدلك اھ باقی الفاظ ثلثہ میں چند صورتیں ہیں (۱) اگر اوس نے کسی لفظ سے نیت طلاق نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا کہ لفظ ثالث محتمل رد وسب نہیں اور ایسے الفاظ حالت غضب میں حاجت نیت نہیں رکھتے فی الہدایۃ فی حالۃ الغضب یصدق فی جمیع ذلك لاحتمال الرد والسب الافیما یصلح للطلاق ولا یصلح للرد والشتم انتہی (۲) اور جو صرف پہلے سے نیت طلاق کی تو بشرطیکہ لفظ ثانی سے معنی حقیقی یعنی میں تو طلاق دے چکا اب تزوج کا تجھے اختیار ہے مراد نہ لیے ہوں تو دو بائنہ واقع ہوں گی لفظ اول سے بحکم نیت اور ثانی سے بدیں سبب کہ بوجہ تقدم ومقارنت نیت حالت حالت مذاکرات ہوگئی اور اس حالت میں الفاظ غیر صالحہ رد پابند نیت نہیں رہتی فی الہدایۃ لما نوی بالاولی الطلاق صار الحال حال مذاکرۃ الطلاق فتعین الباقیان للطلاق بہذہ الدلالۃ بخلاف ما اذا قال نویت بالثلاثۃ الطلاق دون الاولیین حیث لایقع الا واحدۃ لان الحال عند الاولیین لم تکن حال مذاکرۃ الطلاق وفیہا قال نویت بالاولی طلاقا وبالثانی حیضا دین فی القضاء لانہ نوی حقیقۃ کلامہ انتہی وفی الکافی شرح الوافی فی حالۃ مذاکرۃ الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام قضاء الا فیما یصلح جوابا وردا فانہ لایجعل طلاقا عند الرد فی العلمگیریۃ رہا تیسرا لفظ ہر چند وہ بھی محتاج نیت نہ تھا مگر اس سبب سے کہ دوسری طلاق سابق سے اخبار قرار دینا ممکن اور ایسی صورت میں بائن سے بائن لاحق نہیں ہوتی اوس سے طلاق واقع نہ ہوئی فی الدر المختار لایلحق البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتك بتطلیقۃ لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء (۳) اسی طرح اگر پہلی یا دوسری دونوں (۴) یا تینوں سے نیت طلاق کی تو دو ہی بائنہ واقع ہوں گی لما مر من ان البائن لایلحق البائن ما امکن حملہ علی الاخبار باقی سب صورتوں میں خواہ (۵) صرف دوسرا (۶) یا صرف تیسرا (۷) یا پہلا اور تیسرا دونوں (۸) یا دوسرا اور تیسرا جمیعا مقرون بہ نیت ہو تو ایک ہی بائنہ واقع ہوگی کما یظہر لك مما القینا علیك من الادلۃ وان لاطلاق بالثالثۃ کلما

تعزمها طلاق پس اس میں شبہ نہیں کہ ہندہ نکاح زید سے خارج ہوگئی اور تاوقتیکہ زید اوس سے نکاح جدید نہ کرے وہ اس کی زوجہ نہیں ہوسکتی فی تنویر الابصار لبائنۃ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی نسبت کہا مجھے اس سے کچھ کام نہیں میں اس کو نہیں رکھوں گا اگر اسے گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں پھر اس اندیشہ سے کہ شاید اس سے طلاق نہ ہوگئی ہو اوس سے پھر نکاح کرلیا اس صورت میں عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں اور یہ نکاح کافی ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں اوس عورت پر طلاق واقع نہ ہوئی اور پہلا ہی نکاح اوس کا بحال خود قائم ہے دوسرے نکاح کی کچھ حاجت نہ تھی یہ عبث واقع ہوا فی العلمگیریۃ رجل قال لا امساتہ مراالکار نبتی ونوی بہ الطلاق لا یقع انتہی اما قولہ میں اس کو نہیں رکھوں گا فھذا وان احتمل الجماع لان رکھنا بلغتنا یکنی بہ عن الجماع الا انہ عدۃ فلا یفید شیئا واما قولہ اس کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں فھذہ لیس من باب الایلاء فی شیئ لان گھر میں رکھنا انما ھو الایواء ای ھو التمکین من ان تسکن فی بیتہ ولا یکنی بہ عن الوطی ولا یکون یمینا ایضا حتی لو اواھا ومکنھا بعد من التمکن لا تلزمہ کفارۃ یمین لان شرب لبن العرس غایۃ ان یکون حراما وقولہ ان فعلت کذا فانا زان او سارق او شارب خمر او اکل ربوا فلیس بحالف ھکذا فی الھندیۃ عن الکافی فلا یلزمہ بذلک شیئ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس باب کے کہ زید نے حالت ناراضگی یا راضگی میں ہندہ سے جو اوس کی زوجہ ہے یہ کلمے کہے کہ میرے مکان سے نکل جا اور میں اب تجھ کو اپنے یہاں نہ رکھوں گا تو اب اور کوئی شوہر کرلے یا کسی سے آشنائی کر مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں اور اگر تو میرے کہنے سے نہ نکلے گی تو پھر میں تیری ناک کاٹ لوں گا کہ پھر تو خاوند کرنے سے بھی بیکار ہوجائے گی وہ ہندہ بخوف ناک اور بسبب یہ کلمے کہنے زید کے وہاں سے نکل کر ایک مکان میں کہ جو اوس کے اقرباؤں کا تھا چلی آئی چرچا اس کا محلہ میں پھیلا جب زید سے آکر اہل محلہ نے کہا ہندہ کے باپ نے جواب پایا زید سے کہ میری اب طبیعت اوس سے بہت ناراض ہے میں اوس کو اب اپنے پاس نہ رکھوں گا اور جس نے کہا یہی جواب پایا کہ مجھ کو اوس سے کچھ سروکار نہیں اوس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے وہاں جائے اور ایک صاحب نے کہا کہ تمہاری بے حرمتی ہوگی تو زید نے کہا کیا بے حرمتی ہوگی کیا مرد عورت کو چھوڑ نہیں دیتے ہیں کچھ بے حرمتی اور بے عزتی نہیں ہے پس یہ کلمے زید کے مثل طلاق ہوئے بیچ حق ہندہ کے یا نہیں جو حکم شرعی ہو ارقام فرماویں فقط بینوا توجروا۔

الجواب - یہ کلمات جو زید نے کہے کنایات طلاق میں سے ہیں ان الفاظ سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے یعنی زید مذکور کو اختیار ہے کہ اوس سے رجعت کرلے یا بعد انقضائے عدت نکاح کرلے درمختار میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ اذھبی و تزوجی یقع واحدۃ بلا نیۃ یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا کہ چلی جا اور دوسرا شوہر کرلے تو اس سے ایک طلاق پڑجائے گی خود شوہر کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو کتبہ محمد احسن الصدیقی الحنفی [محمد احسن صدیقی ۱۲۷۶]

الجواب - اقول و باللہ استعین۔ جواب میں الفاظ مندرجۂ سوال سے تعرض نہیں اور جس بات کا حکم درمختار سے نقل کیا یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا کہ چلی جا اور دوسرا شوہر کرلے سوال میں بہیئت کذائی نہیں اگر اخرجی اور اذھبی میں فرق نہ کیا جائے تاہم بسبب لفظ ثالث یعنی اس کلام کے کہ میں اب تجھ کو اپنے یہاں نہ رکھوں گا صورت مسئلہ کی بدل جائیگی پس دلیل جناب مجیب کی قطع نظر اس سے کہ رجعی ہونا صورت محکوم علیہا کا اوس سے ظاہر نہیں سوال سے علاقہ نہیں رکھتی کہ حکم ہیئت اجتماعیہ کا حالت انفراد کے حکم سے مغایر ہوسکتا ہے فلا یتم التقریب اصلا علاوہ بریں بعد تسلیم اس امر کے کہ یہ کلمات کنایات طلاق سے ہیں طلاق مذکور کو رجعی قرار دینا بس عجیب ہے اس لیے کہ سوا چند الفاظ کے کہ کتب فقہ میں مذکور ہیں باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور لفظ ابتغی الازواج کو وقایۃ الروایۃ میں کنایات میں ذکر کرکے کہا واحدۃ بائنۃ پس جواب صحیح یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں تین لفظ کنایات طلاق سے مذکور ہیں اول تو میرے مکان سے نکل جا کہ حاصل معنی اخرجی کا ہے بشرط نیت اوس سے طلاق بائن ہوتی ہے کما مر دوم تو اب کوئی شوہر کرلے یا کسی سے آشنائی کر اس تردید کے جزء اول کا بھی یہی حکم ہے وقد مر ایضا سوم مجکو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں یہ لفظ بھی کنایات طلاق سے ہے کہ بشرط نیت اس سے طلاق بائن ہوتی ہے فتاوی قاضی خاں میں ہے ولو قال لم یبق بینی وبینك عمل یقع الطلاق اذا نوی پس اگر بکل یا بعض الفاظ مذکورہ بہ نیت طلاق کے کہے طلاق بائن واقع ہوئی بے تجدید نکاح کے مباشرت عورت سے حرام ہے تنویر الابصار میں ہے البائن یلحق الصریح لا البائن الا اذا (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۱۵۵ - از شہر کہنہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے اپنی زوجہ سے جس کا نام ہندہ ہے اور جو کئی سال سے اوسکے نکاح میں تھی بغرض اپنی شادی دوسری جگہ کرنے کے اوس کو طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کیں اور بجبر اوس پر تہمت زنا کی لگا کر ایک پرچہ پر تحریر کیا اور پرچہ اپنے قلمدان میں رکھا اوس روز ہندہ کو سختی ایسی دی کہ زید کے وارثان نے ہندہ کے وارثوں کو خبر دی کہ تم اپنی لڑکی کو اپنے گھر لے جاؤ وہ سخت تکلیف میں ہے اس پر ہندہ کی ماں ہندہ کو اپنے گھر لے آئی اور پرچہ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے وہ بھی ہندہ اپنے ساتھ لائی اس پر ہندہ کے وارثوں نے ایک مجمع عام میں زید کو ایسے کلمات کی تحریر سے نصیحۃً فہمائش کی بجواب اس کے زید نے کہا کہ میں نے چھوڑا مجھے کچھ تعلق نہیں جو اسباب ہندہ کا نے ابھی مجھ سے لے لو ہندہ کے وارثوں نے دو شخصوں کو زید کے پاس ہندہ کا اسباب لینے کو بھیجا زید نے کل اسباب دے دیا اون لوگوں نے ہندہ کے حوالہ کردیا ہندہ نے کہا

کہ میرا زیور باقی ہے وہ بھی لاؤ وہ ہی شخص زیور لینے کو زید کے پاس گئے زید نے زیور کا وعدہ کیا کہ بیسؔ روز میں دیدونگا چنانچہ زید نے بیسویں روز روبرو چار آدمیوں کے کل زیور دیدیا اور پھر کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں اس صورت میں زید نے دومرتبہ یہ کلمہ کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں منشاء زید کا ان کلمات سے ظاہر ہے عرصہ چار سال ہوا جب سے اس وقت تک کچھ تعلق نہیں رکھا اس صورت میں شرعاً ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں ہندہ پر طلاق پڑجانے اور نکاح زید سے باہر ہوجانے کا حکم دیا جائے گا ہاں اگر لفظ جو زید نے کہے اسی قدر ہیں اور اس حالت میں وہ حلف شرعی کے ساتھ بیان کرے کہ میں نے یہ الفاظ ہندہ کی نسبت نہ کہے تھے اوسے چھوڑنا مراد نہ تھا تو وقوع طلاق کا حکم نہ دیں گے پھر اگر وہ اپنے اس حلف میں جھوٹا ہو تو اس کا وبال اور عذاب الٰہی کا استحقاق زید ہی پر رہے گا ہندہ پر الزام نہ آئے گا فی الھندیۃ عن الخلاصۃ عن الفتاوی رجل قال لامرأتہ اگر تو زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانہ لما حذف فلم یکن مضیفا الیہا اھ وفی البزازیۃ والخانیۃ فی قولہ لاتخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق انہ یحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول قولہ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۹: از قصبہ سرولی تحصیل آنولہ ضلع بریلی مرسلہ مسماۃ محمودی بنت شیخ علیم اللہ ۱۴ جمادی الاخرہ ۱۳۴۱ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسمی ولایت خاں شوہر مجھ مسماۃ محمودی نے عرصہ دراز سے مجھ کو چھوڑ دیا ہے نہ مجھ کو نان ونفقہ دیتا ہے میں بوجہ نہ ملنے نان ونفقہ کے بہت تکلیف میں ہوں لہذا میں بھی اس شخص سے بوجہ تارک الصلٰوۃ و نیز نہ دینے نان ونفقہ کے ناخوش ہوں چنانچہ ایک پرچہ نوٹس ناخوشی شوہر مذکور کا میرے پاس آیا وہ ہمرشتہ سوال ہذا ہے امید کہ برائے خدا علمائے دین بموجب شرع شریف حکم آزادگی کا ارقام فرمائیں تاکہ میں نکاح اپنا کسی شخص صالح سے کرلوں عمر میری بسر ہو عبارت نوٹس یہ ہے ایک پرچہ نوٹس آپ کا دربارہ نالشی متذکرہ نان ونفقہ دختر آپ کی کا یعنی محمودی کا آیا اوس کا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ کی لڑکی میرے گھر رہی تب تک آپ میرے خسر رہے جس روز سے کہ اوس کو میں نے آزاد کرکے معہ جملہ اسباب جہیز وغیرہ اوس کا اوس کے ہمراہ کردیا گیا اور آپ کے گھر بھیج دیا گیا مجھ سے اور اوس سے کچھ تعلق شرعاً نہیں رہا اور اوس کا کوئی سامان میرے ذمہ باقی رہا بلکہ اوس روز بہت پنچان قصبہ سرولی کے موجود تھے وہ بھی اس امر کے گواہ ہیں اگر مجھ سے اور مسماۃ مذکورہ سے کچھ تعلق ہوتا تو میں ضرور اوس کے نان ونفقہ کی فکر کرتا آپ کیوں رار تحریر کرتے ہیں اب آپ کے نوٹس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ پھر پنچان جمع کرکے میرے مکان پر لانے والے ہیں اگر آپ نے ایسا کیا تو مجھ سے اور آپ سے رنج حد کو پہنچے گا لہذا اب آپ پنچان کے جمع کرنے کا ارادہ نہ کریں اس واسطے نوٹس دیا گیا مطلع رہو از مقام دھنورہ مرسلہ ولایت خاں ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء

الجواب۔ عبارت نوٹس سے (کہ جب تک میرے گھر رہی آپ میرے خسر رہے جس روز سے اوس کو میں نے

آزاد کرکے آپکے گھر بھیج دیا) صاف اقرار طلاق ظاہر ہے اعتاق المرأۃ وان کانت من الکنایات فلا یحتمل ردا ولا سبا کما لایخفی وفی الدرالمختار انت حرۃ لایحتمل السب والرد وقال الشامی واعتقتک مثل انت حرۃ کما فی الفتح والحالۃ کما توی حالۃ الغضب فلا یفھم فی الحکم الا الطلاق والمرأۃ کالقاضی کما فی الفتح وغیرہ پس اگر گواہان شرعی سے ثابت ہو کہ یہ نوٹس اوسی کا لکھا ہوا ہے یا وہ مقر ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور وقت تحریر نوٹس سے عدت لیجائے گی اگرچہ ہندہ بھی تسلیم کرتی ہو کہ جس وقت اوس نے گھر سے نکالا تھا طلاق دے دی تھی جس کا اقرار اس نوٹس میں ہے ہاں اگر ہندہ گھر سے نکالتے وقت طلاق دینے کی مقر ہے اور اوس وقت سے تحریر نوٹس کے وقت تک اتنا زمانہ گزر گیا جسمیں عدت منقضی ہو تو عدت تو محمودی کو روز تحریر نوٹس ہی سے کرنی پڑے گی مگر اس عدت کا نفقہ شوہر سے نہ پائے گی مؤاخذۃ علیھا باقرارھا وان امرہ الشرع بالعدۃ قطعا للتزویر اور اگر محمودی اس وقت طلاق دیے جانے کی مقر نہیں تو اس عدت کے ایام کا نفقہ بھی شوہر سے پائے گی لان نفقۃ عدۃ الطلاق علی الزوج بالنص وبہ ظھر ضعف ما فی الخیریۃ مگر یہ سب اوس صورت میں ہے جبکہ اکراہ اکراہ شرعی ہو کہ اوس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو اور وہ ایذا پر قادر ہو صرف اس قدر کہ اوس نے اپنے سخت اصرار سے اوسے مجبور کردیا اور اوس کے لحاظ پاس سے اسے لکھتے ہی بنی اکراہ کے لئے کافی نہیں یوں لکھے گا تو طلاق ہوجائیگی کما لایخفی فی الخیریۃ سئل فی رجل فرض علیہ القاضی نفقۃ وکسوۃ لزوجتہ ومضت مدۃ فادعی طلاقھا منذ زمان اجاب ان کذبتہ فی الاسناد ولم تقم بینۃ کان علیھا العدۃ من وقت الدعوی ولھا فیھا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فلا نفقۃ لھا ولا سکنی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۷۔ ما قولکم رحمکم اللہ فی ھذہ المسئلۃ۔ نکاح زید با ہندہ حسب آئین شرع محمدی صلی اللہ تعالٰی وسلم منعقد گشت بعد چندروز ہندہ را خلل جن واقع گردید از دعا ودوا ہیچ افاقہ نشد سالے بہمیں حال مبتلا ماند والدین ہندہ ہندہ را بر مکان خود آوردند ووالدین زید زید را نصیحت کردند کہ انقطاع واحتراز از صحبت ہندہ باید کرد مبادا ایں بلا بر تو ہم مستولی نشود زید نوعے خیال ایں سخن نکرد وخفیہ از والدین خود آمد وشد جاری داشت وقتیکہ والدین زید ازیں آمد وشد مطلع شدند زید را تنگ گرفتند وممانعت قطعی نمودند زید را نصیحت وامتناع والدین کارگر شد واز ہندہ انقطاع کلی کرد وہمدریں اثنا بفضل الٰہی ہندہ را صحت کلی حاصل گشت مگر زید از وانقطاع دارد وتا حال بہ ہندہ رجوع نکردہ وارادہ رجوع ہم ندارد وتا سہ سال کامل نزد والدین خود قیام نمود وتا حال موجود است جملہ مصارف ہندہ متعلق والدین ہندہ ماند ووالدین ہندہ مفلوک الحال ومزدور پیشہ ہستند وزید از قرض نانے ہم با ہندہ گاہے مسلوک نگشتہ ونمی شود بارہا گفتگوئے ایں بجانبین درمیان آمد الا زید والدینش صاف جواب داد وگفت کہ (مارا از ہندہ مطلق سروکارے نیست از جانب ما ایں جواب صاف را طلاق فہمید) پس اندریں صورت

نکاح ہندہ با دیگر کس کردن جائز خواہد شد یا نہ علمائے ذوی الکرام و مفتیان ذوی الاحترام استفسار از مواہیر دستخط بجواب صاف شرعیہ مزین فرمایند بلینوا توجروا فقط مکرر اینکہ گفتگوئے او دو والدینش کہ آں برجواب صاف دادن مبنی ست جواز طلاق دادن را یا نہ فقط۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

الجواب۔ درصورت مستفسرہ طلاق براں زن واقع نشد زیرا کہ سروکار نبودن جز اظہار بے غرضی و بے پروائی افادۂ معنی دیگر نمی کند واگر شوہر مرزنش را گوید مرا با تو غرضے نیست یا پروائے تو ندارم یا تو مرا بکار نیستی یا تو مرا چیزے نباشی یا میان من و تو چیزے نماندہ است ہرگز طلاق واقع نشود اگرچہ بایں ہا ارادۂ نیت طلاق کردہ شد و پر ظاہر کہ سروکار نبودن بیش ازیں الفاظ نیست بلکہ علماء روشن گفتہ اند کہ اگر زن را گفت تو مرا بیگانہ ای لغو و مہمل باشد پس لفظ مذکور فی السوال اولی باشد باہمال فی العلمگیریہ لو قال لاحاجۃ لی الیك ینوی الطلاق فلیس بطلاق وفیہا اذا قال لا ارید ك اولا احبك اولا اشتھیك اولا رغبۃ لی فیك فانہ لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمھم اللّٰہ تعالٰی وفیہا لو قال لم یبق بینی و بینك شیئ ونوی بہ الطلاق لایقع وفی الخلاصۃ قال تو مرا بیگانہ ہستی لایقع وان نوی وفی الھندیۃ ایضا سئل ابو بکر عن سکران قال لامرأتہ بیزارم بیزارم بیزارم تو مرا چیزے نباشی الٰی قولہ اجوابہا لاتطلق وھی امرأتہ وچوں ظاہر شد کہ ایں لفظ از الفاظ طلاق نیست نہ صریح نہ کنایہ پس قول او کہ از جانب ما ایں جواب صاف را طلاق فہمند نیز لغو باشد زیرا کہ او پیش از اظہار نیت ہست پس گویا حاصل کلامش آن ست کہ چنیں گفتہ کہ بایں گفتن نیت طلاق کردم و خود اگر نیت می کرد کارگر نمی شد کما اوضحنا پس اظہار مہمل جز مہمل نباشد **قلت** ولایمکن جعلہ طلاقا مبتدأ لانہ اشارا الٰی غیر معتبر شرعا وما لم یعتبر شرعا فلیس فی وسع احد ان یجعلہ معتبرا قال فی الدر المختار لایقع طلاق النائم ولو قال اجزتہ او اوقعتہ لایقع لانہ اعاد الضمیر الٰی غیر معتبر جوہرہ اھ وقد صرح بالجزئیۃ فی الخانیۃ حیث قال قال لہا احسبی انك طالق لایقع وان نوی اھ ملخصا پس درصورت مذکورہ زنہار روا نیست کہ ہندہ با مردے دگر نکاح کند ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۶۔ ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچہری میں اپنی بی بی کی نسبت بیان کیا کہ میرا نکاح اوس سے نہیں ہوا اور اوس کی اولاد میرے نطفہ سے نہیں ہے اور حاکم نے بموجب بیان کے مقدمہ کو فیصل کر کے اوس کی بی بی اور اوس کی اولاد قرار نہ دی اور حالانکہ نکاح اوس کا درحقیقت اوسی عورت سے ہوچکا تھا اب شرعاً نکاح اوس کا جائز رہا یا نہ رہا اور اولاد اوس کی فوت ہونے کے بعد اوس کا ترکہ پائے گی یا نہ پائے گی اور بعد حنث

اوس شخص پر کفارہ یمین عائد ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: سائل مظہر کہ شخص مذکور نے انگریزی کچہری میں کسی مصلحت سے ایسا اظہار حلفی دیا پس صورت مستفسرہ میں وہ شخص جھوٹے حلف کا گنہگار ہوا توبہ استغفار کرے باقی نہ نکاح گیا نہ کوئی کفارہ آیا نہ اولاد اوس کے ترکہ سے محروم ہوئی اما بقاء النکاح فلان جحودہ لا یرفعہ والمقام ههنا متعین للاخبار لانہ فی الاظہار لاسیما مع الحلف بل اللفظ بنفسہ لا یحتمل الانشاء کما لا یخفی بخلاف قول القائل لست لی بامرأۃ فلم یکن طلاقا اجماعا عالمگیری میں ہے ان قال لھا لم اتزوجك ونوی الطلاق لا یقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع اوسی میں ہے اتفقوا جمیعا انہ لو قال واللہ ما انت لی بامرأۃ او لست واللہ لی بامرأۃ فانہ لا یقع شیئ وان نوی کذا فی السراج الوہاج اسی طرح اور کتب میں ہے و اما عدم الکفارۃ فلان المعہود فیہا کھم غیر القسم وان کان فلا کفارۃ فی غموس واما عدم انتفاء نسب الولد حتی یحرموا من ترکۃ فلعدم تحقق اللعان ومجرد النفی لا ینفی وان تصادق علیہ الزوجان درمختار میں ہے من قذف زوجتہ او نفی نسب الولد منہ او من غیرہ وطالبتہ بموجب القذف وھو الحد لاعن فان لاعنت بعدہ والا حبست تلاعن او تصدقہ فان صدقتہ لا ینتفی النسب لانہ حق الولد فلا یصدقان فی ابطالہ اھ ملتقطا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۹: ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی منکوحہ سے دو بار کہا کہ تو میرے نکاح سے باہر ہے بجائے میری ماں بہن کے ہے آیا اوس کی منکوحہ پر طلاق پڑی یا نہیں اور یہ ظہار ہے یا نہیں اور اگر طلاق ہوگئی تو رجعت ہوسکتی ہے یا نہیں اور بعد رجعت کفارہ ظہار زوج کو ادا کرنا چاہئے ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: سائل نے عند التفتیش بیان کیا کہ اوس نے ایک جگہ جانے کے لئے اپنی زوجہ کو کہا تھا اوس نے انکار کیا اوس نے اصرار کیا آخر کہا اگر نہ جائے گی تو میرے نکاح سے باہر ہوجائے گی اوس نے پھر بھی نہ مانا تو کہا تو میرے نکاح سے باہر ہوگئی تو بجائے میری ماں بہن کے ہے اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جانے کا حکم ہے لان اللفظ من الکنایات کقولہ لم یبق بینی وبینك نکاح کما فی الھندیۃ وظاہر انہ لا یصلح ردا ولا سبا والحالۃ حالۃ الغضب اور اب ظہار کا کوئی محل نہیں فان الظہار یعتمد الزوجیۃ کما فی الدرالمختار وانہ بعد البینونۃ صادق فی بیان الحرمۃ کما فی ردالمحتار تو کفارے کی حاجت نہیں اور صرف رجعت کی صورت نہیں بلکہ نکاح پھر کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰: از رچھا تھانہ بہیڑی ضلع بریلی ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے بیٹوں سے ناخوش ہوا اور ان کو علیحدہ کردیا لوگ برادری کے جمع ہوئے کہ ان کو ایک جگہ جمع کردیں باپ یعنی زید کو سمجھانا شروع کیا اسی اثنا میں زید نے اپنی بی بی کے

نسبت کہا کہ مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں خواہ یہ اپنے لڑکوں میں رہے یا کسی جگہ چلی جائے میں لا دعوی ہوں مجھ کو اس سے کچھ مطلب نہیں وہ برادری کے لوگ جو جمع تھے ان میں سے ایک شخص عمرو نے کہا کہ اے زید خاموش ہو اپنی زبان کو روک یہ کیا کہتا ہے ایسے لفظ نہیں بولتے ہیں زید نے پھر دوبارہ سہ بارہ اوسی طرح سے کہا کہ میں پھر کہتا ہوں کہ مجھکو کوئی دعوی نہیں جہاں چاہے چلی جائے مجھکو کچھ تعلق نہیں غرض جوں جوں عمرو اس کو سمجھاتا تھا ویسا ہی زید ان الفاظ کو بار بار کہتا تھا چار چھ مرتبہ اون سب کے روبرو یہ الفاظ زید نے اپنی زبان سے نکالے اب زید چاہتا ہے کہ میں بی بی کو اپنے پاس رکھوں برادری کے بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ زید نے اوس وقت غصہ میں کہہ دیا تھا کچھ حرج نہیں ہے اور چاہتے ہیں کہ میاں بی بی کا میل جول کرادیں تو فرمائیے کہ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور میاں بی بی کو خلط ملط جائز ہے یا نہیں یا جو بات عند اللہ ہو بیان فرمائیے بینوا بالصدق والصواب وتوجروا عند اللہ یوم الحساب۔

الجواب۔ مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں کے سوا باقی الفاظ کنایات طلاق سے ہیں ان کے کہنے میں اگر زید نے عورت کو طلاق دینے اور اپنے نکاح سے باہر کردینے کی نیت کی تھی تو ایک طلاق بائن ہوگئی ولا یتعدد بالتکرار لان الکنایۃ البائنۃ لا تلحق طلاقا بائنا کما فی البحر والدر وغیرھما اس صورت میں تو عورت کی رضامندی کے ساتھ اوس سے نکاح کرلے اور اگر یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے کی نیت سے نہ کہے تھے تو طلاق ہی نہ ہوئی عورت بدستور اوس کے نکاح میں ہے۔ یہ بات کہ ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی تھی یا نہ کی تھی خود زید کے بیان سے معلوم ہوگی عورت اوس سے قسم لیکر پوچھے اگر وہ قسم کھا کر کہدے کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو طلاق کا حکم نہ ہوگا فی الدر المختار ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا تو اوس کا وبال زید ہی پر ہے عورت الزام سے بری ہے اور اگر زید قسم کھانے سے انکار کردے یا صاف اقرار کردے کہ میں نے وہ الفاظ بہ نیت طلاق کہے تھے تو بغیر نکاح جدید کے ان میں میل جول نہیں ہوسکتا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱۔ از سرولی پرگنہ آنولہ ضلع بریلی محلہ رنگریزان مرسلہ مستین زوجہ وزیر بیگ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ مسماۃ مستین کو مرزا وزیر بیگ شوہر میرے نے عرصہ دراز سے ہر طرح کی تکلیف دیکر اپنے مکان سے نکال دیا ہے اور میں اپنے باپ کے گھر رہتی ہوں یہاں تک کہ میں نان شبینہ کو محتاج ہوں چنانچہ چند بار میں نے شوہر مذکور سے بابت نان ونفقہ بذریعہ تحریر طلب کیا سو اوس کے جواب میں یہ نوٹس بھیجا جو ہمرشتہ سوال ہذا ہے یقین ہے کہ ملاحظہ سے گزرا ہوگا لہذا امیدوار ہوں کہ برائے عند اللہ بموجب حکم شرع شریف کے اجازت ہو کہ میں اپنا نکاح کسی مرد صالح کے ساتھ کرلوں کہ جس سے قوت بسری میری متصور ہو فقط۔

نقل نوٹس:۔ نوٹس بنام مسماۃ مستین دختر خیراتی واضح ہو تم نے چند بار واسطے خرچ کے مجھ کو لکھا کہ مجھ کو خرچ کی سخت ضرورت ہے خوب بات ہے اگر تم بلا اجازت میرے اپنی ماں کے گھر نہ چلی جاتیں تو میں تم کو خرچ کچھ نہ کچھ دیا کرتا اگرچہ

میں پہلے ہی سے تم سے از حد ناخوش ہوں مگر اب تو میرا بالکل ہی تم سے کچھ تعلق نہیں رہا مجھ سے تم کسی قسم کی امید مت رکھنا، بلکہ تم کو اپنی ذات کا اختیار ہو چکا میں تم سے دست بردار ہوں زیادہ اور لکھوں فقط راقم وزیر بیگ از پیاس ۹ جولائی ۱۹۰۷ء۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں ایک طلاق بائن پڑنے کا حکم دیا جائے گا عورت اپنے آپ کو نکاح سے باہر سمجھے اور روز طلاق کے بعد سے تین حیض کامل شروع ہو کر ختم ہو جانے کے بعد اُسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے لان نفی التعلق من بین کنایات التطلیق وکذا دست برداری ولایحتملان الرد ولاسیما والحالۃ حالۃ الغضب فیحکم بالوقوع بل اللفظ الباقی ایضا کنایۃ عن التطلیق دون التفویض کما یعلم من یعرف اسالیب التحاور واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اور اس کا مرد یعنی خاوند اس کا میاں بی بی میں جھگڑا اور فساد ہوا اور غصہ تھا اس غصہ کی حالت میں عورت نے کہا مجھ کو طلاق دے دو اس کی میاں نے غصہ کی حالت میں تین بار کہا تو ہماری بہن ہو چکی تو ہماری بہن ہو چکی تو ہماری بہن ہو چکی ...... اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں جب غصہ اُترا تو خیال کیا کہ یہ ہم نے کیا کہا فقط۔ یہ واقعہ ہوا ہے ایک نومبر ۱۹۰۷ء کو آج پانچواں دن ہے۔

الجواب: تین طلاق کی اس صورت میں اصلاً گنجائش نہیں لانہ ان کان بائنا والبائن لایلحق البائن وظاہر انہ لیس ظہارا لعدم التشبیہ وظاہر کلامھم ان لاطلاق فیہ تامل احتیاط یہ کہ آپس میں نکاح نئے سرے سے کرلیں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳: از شاہجہانپور محلہ بارہ دری اول ۸ شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہندہ اپنی ساس کی بدمزاجی اور سخت کلامی سے اپنے والدین کے مکان پر چلی آئی زید اس کے شوہر نے جو پردیس میں ملازم ہے ایک خط بقلم خود بذریعہ ڈاک ہندہ کے باپ کے نام لکھا علاوہ اور کلمات سخت کے یہ بھی لکھا کہ اب آپ عمر بھر لڑکی کو بٹھائے رکھئے اور اب وہ کبھی نہیں بلائی جاوے گی اور اب آپ دیکھیے گا کہ مجھ کو لوگ کیسے لڑکی دیتے ہیں اور اب آپ لڑکی کو اپنے پاس رکھئے اور آپ کی لڑکی میں کیا صفت ہے اب آپ لڑکی کو بٹھائے رکھیے جب تک جی چاہے اور میرا اُس کا کچھ تعلق نہیں ہے اور اب آپ کی لڑکی کو کوئی نہیں بلائے گا اور میں والد صاحب کو لکھ دوں گا کہ آپ سے کچھ تعلق نہ رکھا جاوے اور نہ لڑکی کو بلایا جاوے اور میری اور آپ کی خط وکتابت بھی یہیں سے قطع ہوتی ہے اب آپ جواب اس کا نہ دیجئے گا میں نہیں چاہتا ایسے کلمات جو زید نے لکھے وہ طلاق تک پہنچے یا نہیں۔

الجواب: ایسے خط سے طلاق نہیں ہوسکتی جب تک زید اس کے لکھنے کا اقرار نہ کرے پھر بعد اقرار بھی حکم طلاق نہیں ہوسکتا جب تک وہ اس لفظ کے بہ نیت طلاق کہنے کا اقرار نہ کرے کہ میرا اس کا کوئی تعلق نہیں ہاں اگر وہ

ہے کہ یہ خط میں نے اور یہ الفاظ بہ نیت طلاق لکھے تھے تو ضرور ایک طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا اور اگر واقع میں اوس نے یہ لفظ بہ نیت طلاق لکھے تھے اور اب اوس کا انکار کر جاوے گا تو اوس کا وبال اوس پر ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۴: از شاہجہانپور محلہ دلدار کی متصل مسجد کوٹھی بابو سمیع اللہ خاں مرسلہ سید امجد علی صاحب ہیڈ کانسٹیبل پنشنر ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمرو ایک نوکری پیشہ ہے اور اس کی ایک لڑکی محمودہ اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ رہتی تھی عرصہ تین چار سال کا اس کی ماں سوتیلی نے اپنے حقیقی بھائی کی صلاح سے جو محمودہ کا سوتیلا ماموں ہے بلا رضامندی عمرو محمودہ کی شادی جس کی عمر ۱۴ سال تھی خالد سے جو بدچلن لامذہب آدمی ہے کر دی دس بارہ یوم میں محمودہ کو جب علم ہوا کہ یہاں پر کوئی کام مطابق شرع نہیں تب خالد کو فہمائش پابندی نماز کی کی جس پر محمودہ کو سخت و سست کہا گیا اور ہر طرح کی تکلیف خورد و نوش اور صوم و صلاۃ کی دی گئی اور آخر کار خالد نے محمودہ کو باپ کے گھر پہنچا دیا کچھ عرصہ بعد والدہ و نانی خالد کی آئیں اور خدا و رسول کو درمیان میں ڈال کر اور اقرار اس بات کا کرکے کہ اب لڑکی کو تکلیف نہ ہوگی اور اس کو ناخوش نہ رکھا جائے گا محمودہ کو رخصت کرالے گئیں دس پندرہ یوم تک محمودہ وہاں رہی مگر قسم اور اقرار کی پابندی نہ دیکھ کر وہ میکہ چلی آئی غرضیکہ اس عرصہ چار سال میں چار پانچ مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا اخیر مرتبہ خالد کے باپ نے حلف لیا اور ذمہ دار ہوا اور لڑکی کو رخصت کرالے گیا لیکن کچھ عرصہ بعد خالد نے محمودہ سے بات چیت کرنا گھر میں آنا چھوڑ دیا اور بالآخر زیور و کپڑا اتار کر یہ کہہ کر کہ اب عمر بھر کو جاؤ ہم سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں اس کو میکے میں پہنچا دیا اور ایک جماعت کثیر کے جلسہ میں جس میں چند اصحاب نمازی اور پابند صوم و صلاۃ موجود تھے کہا کہ ہم نے اب در بہ ہی پھونک دیا اور مجھ سے و محمودہ سے کوئی تعلق نہیں رہا اور جب سے اب تک کوئی خبر گیری نہ لی۔

الجواب: لوگ بہت گول سوال کرتے ہیں کچھ نہ بتایا کہ نکاح کے وقت محمودہ بالغہ تھی یا نابالغہ چودہ سال کی عمر میں دونوں باتیں محتمل ہیں اگر عارضہ ماہواری آتا ہو بالغہ ہے ورنہ نابالغہ اور یہ نہیں بتایا گیا کہ اگر بالغہ تھی تو اس کا اذن لیا گیا یا نہیں اور نابالغہ تھی تو باپ نے اوس نکاح کو سن کر کیا کہا اور یہ رخصت کس کی اجازت سے ہوئی جب تک ان باتوں کی تفصیل نہ بتائی جائے حکم متعین نہیں ہوسکتا اور ہر شق کا حکم بتانا خلاف مصلحت شرعیہ ہے تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ نکاح کو صحیح مان کر طلاق کی نسبت استفسار ہے کہ ان لفظوں سے ہوئی یا نہیں اگر وہ واقعی لامذہب ہے بایں معنی کہ زندیق دہریہ ہے کوئی دین نہیں رکھتا یا بایں معنی کہ وہابی غیر مقلد ہے جب تو نکاح ہی نہیں ہوا طلاق کیسی اور اگر بایں معنی کہا کہ دین کے احکام پر قائم نہیں ہر قسم کے لوگوں سے میل جول ہے تو اگر نکاح صحیح فرض کرلیا جائے جس کی حقیقت بغیر امور مذکورہ کے واضح نہ ہوگی تو طلاق کی نسبت اتنا جواب ہے کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں طلاق اس کی نیت پر موقوف ہے اگر بہ نیت طلاق کہے ایک طلاق بائن ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی ورنہ نہیں اور نیت

ہونے نہ ہونے میں مرد کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے کما فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۵: از رانچی محلہ اوپر بازار مرسلہ جناب عبدالرب ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

شوہر نے اپنی بی بی سے کہا کہ مجھ سے اور تجھ سے کوئی سروکار و واسطہ نہیں میں نے تجھ کو چھوڑ دیا بعد کہنے ان الفاظ کے تفرقہ و قطع تعلق کیا بعد زمانہ ڈیڑھ دو سال کے دوسرے مرد نے اس عورت سے نکاح کرنا چاہا بعض نے کہا کہ اسے شوہر نے طلاق نہیں دیا ہے شوہر سے پوچھا کہ تم نے طلاق دی ہے یا نہیں اوس نے بیان کیا کہ ڈیڑھ دو سال سے میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور کوئی واسطہ و سروکار نہیں ہے اور وہ داخل طلاق ہے اور طلاق ہی جانئے سوال یہ ہے کہ واسطہ وسروکار نہیں اور میں نے اوسی کو چھوڑ دیا ہے طلاق بالکنایہ محتاج نیت و دلالت حال کی ہے عرصہ ڈیڑھ دو برس سے باہمی تفرقہ و قطع تعلق رکھنا موافق قول ثانی امام محمد کے جو مختار سغدی ہے دلیل اوپر نیت طلاق کے ہے تیسرا جملہ داخل طلاق یا طلاق ہی جانیے صریح ہے پس وقوع طلاق مستند زمان ماضی اندر مدت ڈیڑھ دو سال کے ثابت ہے یا نہیں اور انقضائے عدت زمانہ وقوع طلاق سے عرصہ ڈیڑھ دو سال کے اندر موافق روایات فقہیہ متعلق ہے یا نہیں اور یہ دوسرا نکاح بعد ڈیڑھ دو سال کے صحیح ہوا یا نہیں زید بسند کتب معتبرہ فقہیہ ہدایہ و بحر و فتح وغیرہ ثابت کرتا ہے کہ جب وقوع طلاق باسناد مستند زمان ماضی متعلق ہے اور طلاق سبب عدت ہے تو عدت اندر ڈیڑھ دو سال کے گزر گئی نکاح دوسرا صحیح ہے بکر کہتا ہے کہ نہیں بلکہ وقت اقرار سے عدت محسوب ہوگی یہ دوسرا نکاح باطل ہے بلکہ تمتع فیما بین داخل زنا پس قول بکر کا صحیح ہے یا زید کا۔

الجواب: مجھ کو تجھ سے کوئی سروکار نہیں یہ تو الفاظ طلاق سے ہی نہیں کقولہ لاحاجۃ لی فیك لا اشتھیك کما نص علیہ فی العلمگیریۃ وغیرھا مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں یہ ضرور کنایات طلاق سے ہے کقولہ لم یبق بینی وبینك شیئ اور میں نے تجھ کو چھوڑ دیا یہ لفظ صریح ہے کما بیناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار اب اگر اوس نے ان لفظوں سے کہ مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں طلاق کی نیت کی تھی تو دو طلاقیں بائن ہوگئیں فان الصریح یلحق البائن والرجعی اذا جامعہ البائن جعلہ بائنا لامتناع الرجعۃ اور اگر اوس سے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو ایک طلاق رجعی ہوئی اگرچہ دوسرے لفظ سے بھی نیت نہ کی ہو لان الصریح لایحتاج الی النیۃ ولتأخرہ عن الکنایۃ لم یکن قرینۃ علی نیۃ الطلاق بہا عالمگیریہ میں محیط سے ہے لو قال لھا بینی فانت طالق فھی واحدۃ اذا لم ینو بقولہ بینی طلاقا فتاوی خیریہ میں ہے قال لامرأتہ فی حال الغضب زوجی طالق تقع واحدۃ رجعیۃ وان نوی الاکثر او الابانۃ اولم ینو شیئا لانہ صریح اذ الکنایۃ ما تحتمل الطلاق ولایکون الطلاق مذکورا الخ کما صرح بہ قاضی خاں فی الکنایات وھنا الصریح مذکور ردالمحتار میں ہے انہ مذکور بعدہ والقرینۃ لابد ان تتقدم کما یعلم مما مراعتدی ثلثا اوسی میں ہے لایقع بالاول شیئ لانہ لم ینو ودلالۃ الحال وجدت بعدہ اقول وفیما ذکر فی الخیریۃ نوع مخالفۃ لما مر عن المحیط والظاھر مافی المحیط

وعبارۃ الخانیۃ الکنایۃ ماتحتمل الطلاق ولایکون الطلاق مذکورا الخ اھ فانما معناہ لایکون نصا فی الطلاق کیف وقد قال فیہا لو قال انت طالق فاعتدی وقال عنیت بہ العدۃ صحت نیتہ و ان عنی بہ تطلیقۃ اخری اولم ینوشیئا فھی تطلیقۃ اخری وکذلک واعتدی او قال اعتدی بغیر حرف العطف فقد اوقع بالکنایۃ اخری عند النیۃ مع وجود الصریح وانمالم یحتج الی النیۃ لتقدم الصریح فکان من المذاکرۃ بخلاف مانحن فیہ فانہ کقولہ بینی فانت طالق واللہ تعالٰی اعلم وقت اقرار سے عدت معتبر ہونا کہ برخلاف ائمہ اربعہ وجمہور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین فتوائے متاخرین ہے صرف محل تہمت میں ہے اور وہ بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہو اگر پہلے سے معلوم ہے تو بلاشبہ بالاجماع وقت طلاق ہی سے عدت ہے یوہیں اگر پہلے سے طلاق کا ثبوت نہیں مگر جس وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو جدا کر دیا ہے تو اس صورت سے بھی فتوائے متاخرین متعلق نہیں اور یہاں یہ دونوں باتیں موجود ہیں طلاق قبل اقرار ثابت ہے اور اوس وقت سے وہ اوسے جدا بھی کرچکا تو یہاں وقت اقرار سے عدت لینا صراحۃً باطل وخلاف اجماع ہے ردالمحتار میں ہے قال فی البحر ظاھر کلام محمد فی المبسوط وعبارۃ الکنز اعتبارھا من وقت الطلاق الا ان المتاخرین اختاروا وجوبھا من وقت الاقرار حتی لایحل لہ التزوج باختھا واربع سواھا زجرا لہ حیث کتم طلاقھا وھو المختار کما فی الصغری اھ ووفق السغدی بحمل کلام محمد علی ما اذا کانا متفرقین من الوقت الذی اسند الطلاق الیہ اما اذا کان مجتمعین فالکذب فی کلامھما ظاھر فلایصدقان فی الاسناد وقال فی البحر ھذا ھو التوفیق ان شاء اللہ تعالٰی وفی الفتح ان فتوی المتاخرین مخالفۃ للائمۃ الاربعۃ وجمھور الصحابۃ والتابعین وحیث کانت لحقھم للتھمۃ فینبغی ان یتحری بہ محالھا والناس الذین ھم مظانھا ولھذا فصل السغدی بما مر اھ ملخصا واقرہ فی البحر والنھر ڈیڑھ دو سال میں اگرچہ ذوات الحیض کی مدت کا انقضا لازم نہیں فقد تکون ممتدۃ الطھر مگر شک نہیں کہ اتنی مدت انقضائے عدت کے لئے کافی ضرور ہے کہ امام کے نزدیک کم از کم دو مہینے اور صاحبین کے انتالیس دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں اور عورت کا نکاح پر اقدام انقضائے عدت کا اقرار تو صحت نکاح میں کوئی شبہ نہیں جب تک کہ عورت کا اس اقرار میں کذب شرعًا نہ ثابت ہو یوں کہ طلاق سے مثلاً ڈیڑھ برس بعد نکاح کیا اور اوس نکاح کو چھ مہینے اور طلاق کو دو برس گزرنے سے پہلے بچہ پیدا ہوا کہ اس صورت میں صاف ظاہر ہوا کہ عدت نہ گزری تھی بدائع وبحر ودرمختار وغیرہا میں ہے اقدامھا علی التزوج دلیل انقضاء عدتھا بالجملۃ قول بکر غلط محض ہے اور حاصل قول زید کا اوس وجہ پر کہ ہم نے تقریر کی صحیح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶: سائل مذکور الصدر بتاریخ مذکور۔

اسی مسئلہ کے متعلق بکر بزور طبع زید کو ترغیب عزت واحترام دنیاوی دلا کر کہتا ہے کہ تم اس مسئلہ میں اقرار شبہ کا

اقرار کرو تو ہم بمقابلہ عوام تمہاری عزت دونی کرادیویں گے اگر کوئی اعتراض کرے گا تو صد ہا غلطیاں و شبہات خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین پیش کرکے لوگوں کو سرنگوں کردیویں گے و بصورت عدم اقرار شبہ بدعتی کا حکم لگادیں گے غور فرمایا جائے کہ بمقابلہ عوام کے خواص کی غلطیاں دکھلانا ایک جزئی مسئلہ میں توہین خواص متصور ہے یا نہیں اور ہر ایک مسلمان کو بدعتی کہنا کیسا ہے۔

الجواب۔ بکر نے جو حکم لگایا تھا کہ یہ نکاح نہ ہوا اور تمتع زنا ہوگا یہ شریعت مطہرہ پر اوس کا افترا تھا اوس پر اپنی خطا کا اقرار لازم ہے اگر اصرار کرے تو وہی بدعتی ہے کہ احکام شریعت کو نہیں مانتا اور اپنے گڑھے حکم پر چلنا چاہتا ہے، رشوت تک اگر اوس کا افترا نادانستہ تھا اور اب جان کر مصر ہوگا تو قصدًا مفتری علی اللہ ہوگا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون اور فرماتا ہے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون اوس کا یہ طمع کی رشوت دینا کہ ہم تمہاری عزت بڑھا دیں گے ناپاک ومردود ہے عزت سب اللہ کے ہاتھ ہے ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا دانستہ حق کو باطل کہنا اور حق سے رجوع کرکے اوس میں اپنا شبہ بتانا موجب عزت نہیں دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کبھی رجیع عن الحق نہ فرمایا اون کا اس طرح ذکر بلاشبہ توہین ہے بکر بے ادب مختل الدین ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷ - انا ہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ عقب تھانہ مرسلہ عصمت اللہ خاں قادری ۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

مسماۃ مجیدن جس کی عمر قریب ۹ سال کے تھی اوس کا نکاح اوس کی پھوپھی کے لڑکے رحیم خاں سے ہوا۔ کبھی میل جول عورت مرد کا جیسا ہونا چاہیئے نہ ہوا اس وقت مجیدن کی عمر قریب ۱۳ سال کے ہے اوس کے شوہر نے گاؤں میں مشہور کیا کہ وہ مرد نہیں ہے نہ عورت کے قابل چند آدمی اپنے رشتہ دار اور غیر لوگوں اور اپنی ساس سے یہ کہا کہ میں کسی قابل نہیں ہوں میں جواب دیدوں گا میرے چھوٹے بھائی سے اس کا عقد کردو میری بیوی نہیں ہے بلکہ ماموں زاد بہن ہے اس پر اوس کی ساس بہت ناخوش ہوئی اب اوس سے جواب کے لیے کہا جاتا ہے وہ انکار کرتا ہے کبھی کہتا ہے میں اب مرد ہوگیا کبھی لوگوں سے کہا میں اس عورت کی ناک کاٹ لوں گا یہ عورت اوس کے گھر جانا نہیں چاہتی نہ اوس کی ماں اوس کو بھیجنا چاہتی ہے بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے آیا وہ عورت اب بلا طلاق لیے دوسری جگہ اوس کا نکاح کرسکتی ہے۔

الجواب۔ اوس کا کہنا کہ میں کسی قابل نہیں اور یہ کہ میں جواب دیدوں گا اور یہ کہ میری بی بی نہیں اور یہ کہ ماموں زاد بہن ہے ان میں سے کوئی لفظ کلمۂ طلاق نہیں البتہ اوس کا یہ لفظ کہ فلاں سے اس کا عقد کردو کنایۂ طلاق ہوسکتا ہے علی معنی زوجوھا فلانا لانی طلقتھا کما قال ش فیمن زوج امرأتہ من ... موجبھا لمن قال طلقت ان نوی ان تولہ نزوجتک امرأتی نلانۃ یحتمل ان یکون علی تقدیر ان صح تزوجیھا منک او نقصدبہ لانھا طالق منی ناذا نوی الطلاق تعین الثانی فتطلق اھ رحیم خاں سے قسم لی جائے کہ تونے اس لفظ سے طلاق کی

نیت کی تھی یا نہیں اگر قسم کھالے گا کہ میں نے اس لفظ سے طلاق مجیدن کی نیت نہ کی تھی طلاق ثابت نہ ہوگی دوسری جگہ نکاح حرام محض ہوگا اور اگر قسم کھانے سے انکار کردے گا تو طلاق ثابت ہوجائے گی اور عورت اوسی وقت سے جب سے یہ الفاظ اوس نے اپنی ساس سے کہے تھے نکاح سے باہر سمجھی جائے گی پھر اگر خلوت اصلا نہ ہوئی جب تو عورت وقت طلاق ہی سے نکاح ثانی کی محل ہوگئی اور اگر خلوت ہوئی اگرچہ جماع نہ کرسکا تو اگر جب سے اب تک عدت یعنی بعد طلاق تین حیض شروع ہوکر ختم ہوگئے تو اب ورنہ جب ختم ہوں دوسرے سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر رحیم خاں نہ ملے کہ اوس پر قسم رکھی جاتی تو طلاق ثابت نہیں نکاح کرنا حرام ہوگا قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸ — از چھپرا محلہ نئی بازار تربینہ مرسلہ حاجی عبدالرزاق صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

زید نے بارہا اپنی بی بی کو غصہ کی حالت میں کہا تم ہمارے سامنے و نظر سے دور ہوجاؤ جب وہ سامنے سے دور نہیں ہوتی اوس وقت وہ جوتا لے کر دوڑتا ہے تب وہ سامنے سے علیحدہ ہوجاتی ہے آیا طلاق عائد ہوتا ہے یا نہیں۔

الجواب — اگر اوس نے بہ نیت طلاق یہ الفاظ نہ کہے تو طلاق نہ ہوئی اور اگر ایک بار بھی بہ نیت طلاق کہے تو طلاق ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی مرد سے قسم لیجائے اگر حلف سے کہدے کہ میں نے یہ لفظ کبھی بہ نیت طلاق نہ کہے تو حکم طلاق نہ دیں گے اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اوس پر ہے یہ قسم حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں عورت گھر میں قسم لے سکتی ہے درمختار میں ہے یکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۹ — کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تقریبًا ۱۱ سال کا ہوا میری شادی کو ہوئے میرے شوہر نے مجھ کو تین چار بار اپنے مکان سے نکال دیا برادر جمع ہوئے اور مجھ کو میرے شوہر کے یہاں پہنچا دیا اور پھر چند عرصہ کے بعد میرے شوہر نے مجھ کو اپنے مکان سے باہر نکال دیا اور کہہ دیا کہ تو نکل جا آج سے مجھ اور تجھ سے کسی قسم کا کچھ تعلق نہیں اب عرصہ ۶ سال سے اپنے والدین کے مکان پر ہوں برادران نے دو شخص مقرر کیے وہ بتاریخ ۲ رشوال ۱۳۳۶ھ یوم جمعہ کو میرے شوہر کے مکان پر گئے اور انھوں نے یہ لفظ میرے شوہر سے کہے کہ تمہاری بی بی بہت سخت تکلیف میں ہے اور وہ تمہارے پاس آنا چاہتی ہے اوس پر میرے شوہر نے یہ جواب دیا کہ وہ میری بی بی تو اوسی تاریخ سے نہیں رہی جب سے وہ گئی ہے اور اوسی تاریخ سے چھوڑ چکا ہوں صرف اوس کو پریشان کرنے کے واسطے چھوڑ رکھا ہے اب کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں اپنے شوہر کی زوجیت میں رہی یا نہیں۔

الجواب — صورت مستفسرہ میں عورت پر ایک طلاق بائن ہوگئی اور وہ اس کی زوجیت سے نکل گئی اگر اوس روز سے آج تک جسے سائلہ چھ سال کا عرصہ بتاتی ہے اسے تین حیض شروع ہوکر ختم ہوگئے ہوں جیسا کہ ظاہر یہی ہے اس صورت میں اوسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے اور اگر شاید ابھی تین حیض نہ ہوئے ہوں تو جب ہوجائیں اوس وقت اوسے دوسرے سے نکاح جائز ہوگا اس لیے کہ وہ چھ برس سے طلاق دینے کا مقر ہے اور وہ دولہم

اوسی وقت سے جدا ہیں تو عدت بھی سے لیجائے گی ردالمحتار میں ہے قال فی البحر وظاھر کلام محمد فی المبسوط وعبارۃ الکنز اعتبارھا من وقت الطلاق الا ان المتاخرین اختار وا وجوبہا من وقت الاقرار حتی لایحل له التزوج باختہا واربع سواھا زجرا له حیث کتم طلاقہا وھو المختار کما فی الصغری اھ ووفق السغدی بحمل کلام محمد علی ما اذا کان متفرقین من الوقت الذی اسند الطلاق الیہ اما اذا کانا مجتمعین فالکذب فی کلامہما ظاھر فلا یصدقان فی الاسناد قال فی البحر ھذا ھو التوفیق ان شاء اللہ تعالٰی وفی الفتح ان فتوی المتاخرین مخالفۃ للائمۃ الاربعۃ وجمہور الصحابۃ والتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم وحیث کانت مخالفتہم للتہمۃ فینبغی ان یتحری به محالھا والناس الذین ھم مظانہا ولہذا فصل السغدی بما مراھ واقرہ فی البحر والنھر اھ اقول وانما اسند الامر الی اقرارہ لان قوله نکل جا یحتمل الرد کما نصوا علیه وقوله تعلق نہیں یحتمل السب کما حققناہ فی جد الممتار والحال حال الغضب فلا یحکم بالطلاق الا اذا اقر بالنیۃ وچھوڑنا من الصریح بلساننا فان کان قوله اوسی تاریخ سے الخ راجعا الی ذینک اللفظین کان اقرارا بالنیۃ فالعدۃ مذ ذاك بالاجماع وان فرض علی خلاف الظاھر صرفه عن الکلام المعروف الی کلام باطن مجہول اوجعل اقرارا کاذبا کان انشاء مسندا فالعدۃ مذ ذاك بحکم التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۲: از ریاست رامپور محلہ شاہ آباد دروازہ مسئولہ سید نادر علی صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ کو بوجہ زبان درازی مارا اوس پر اور زیادہ بدکلامی اور گفتگو ناشائستہ کرنی چاہی زید نے اور سختی کی اور یہ لفظ مجبور ہوکر منکوحہ سے کہا کہ چلی جا اس واقعہ کے وقت زید کے رشتہ کے بہنوئی موجود تھے لفظ چلی جا سن کر زید سے کہا کہ اب تمہارا نکاح کب رہا اس پر زید کو اور زیادہ غیظ بڑھا جو انتہا درجہ پر شمار کیا جائے اور کوئی نشیب وفراز کا خیال نہ کیا اسی حالت غیظ میں اپنے بہنوئی کی طرف مخاطب ہوکر چونکہ وہ اس کے پاس کھڑے تھے لفظ طلاق چند بار جس کی تعداد پورے طور پر یاد نہیں اور یہ بھی کہا کہ آزاد کیا ان لفظوں کی ادائگی زید نے متوجہ ہوکر یا مخاطب ہوکر اپنی منکوحہ سے نہ کہے بلکہ اسوقت زید کا فاصلہ اپنی منکوحہ سے آٹھ سات قدم کا تھا اور منکوحہ زید کے روبرو نہ تھی اور اس کا ایجاب وقبول نہ ہوا ایسی صورت میں نکاح جائز رہا یا باطل ہوا اور زید کی منکوحہ ۵ ماہ کی حاملہ بھی ہے لہذا یہ مسئلہ علمائے دین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ آپ صاحبان اپنی مہر ودستخط سے مزین۔

الجواب: زید نے جو لفظ طلاق طلاق چند بار کہا اگر اوس سے اپنی زوجہ کو طلاق دینی مقصود تھی تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اوس کے نکاح میں نہیں آسکتی لانه ان ثلث فذاك وان ثنی فثالثہما قوله آزاد کیا لانه لایحتمل ردا ولا سبا وقد صارت الحال حال المذاکرۃ لانه قال له لم دخوله طلاق طلاق کما ذکرہ السائل ولا اضافۃ فی السابق اضافۃ فی اللاحق کقوله طلقتك مگر اوس کے اقرار پر موقوف ہے کہ اوس

لفظ طلاق طلاق سے زوجہ کو طلاق دینی مراد تھی اقرار نہ کرے گا اون الفاظ سے حکم طلاق نہ ہوگا اگر واقع میں اوس نے نیت طلاق کی تھی اور مکر جائے گا تو وبال اوس پر رہے گا مستحق عذاب نار ہوگا عورت کے پاس جانا اوس کے لئے زنا ہوگا عورت پر الزام نہ ہوگا خلاصہ پھر ہندیہ میں ہے سکران ھرب منه امرأته فتبعها ولم یظفر بها فقال بالفارسیة بسه طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئا لایقع وجیز کردری پھر القرویہ میں ہے فرت ولم یظفر بها فقال بسه طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا پھر اگر وہ اقرار مذکور کرلے جب تو کوئی بحث ہی نہ رہی کہ تین طلاقیں ہوگئیں اور اگر اقرار نہ کرے تو یہ الفاظ خارج ہوکر دو لفظ رہے چلی جا اور آزاد کیا پہلا لفظ مطلقا محتاج نیت ہے در مختار میں ہے اذ ھی یحتمل ردا اگر قسم کھا کر کہے کہ بہ نیت تفریق زن نہ کہا تھا تو اس لفظ سے طلاق نہ مانیں گے یہ قسم مکان ہی پر کافی ہے حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا بھی زنا کا وبال اوس پر ہے در مختار میں ہے یکفی تحلیفها له فی منزله دوسرا لفظ آزاد کیا اگرچہ نہ محتمل رد ہے نہ محتمل سب اور بحالت حالت غضب ہے تو طلاق مطلقا ہوجانی چاہئے تھی در مختار میں ہے انت حرۃ لایحتمل السب والرد مگر لفظ میں عورت کی طرف اضافت نہیں تو اگر بہ حلف کہدے گا کہ عورت کی نسبت نہ کہا تھا تو طلاق کا اصلا حکم نہ ہوگا اگر جھوٹا حلف کرے گا تو اس کا پھر زنا کا وبال اور عذاب شدید کا استحقاق اوس پر ہے خانیہ بزازیہ میں ہے لاتخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفه بطلاقها ویحتمل الحلف بطلاق غیرها فالقول له بالجملہ اگر طلاق طلاق سے نیت طلاق کی اقرار کرے تو تین طلاقیں ہوگئیں ورنہ ایک طلاق بائن کا حکم ہے عورت نکاح سے نکل گئی عدت میں خواہ بعد عدت اوس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے مگر یہ کہ بحلف کہے کہ لفظ آزاد کیا اس زوجہ کی نسبت نہ کہا تھا تو اب اوس سے حلف لیں گے کہ چلی جا سے اس عورت کو طلاق بائن کا ارادہ کیا تھا یا نہیں اگر اس پر بھی حلف کرلیگا تو اصلا حکم طلاق نہ ہوگا اور اگر اس پر حلف سے انکار کرے تو قاضی کے حضور پیش کیا جائے اگر حاکم کے سامنے بھی انکار کرے تو ایک طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا عورت نکاح سے نکل گئی غصہ یا حمل یا عورت کا دور ہونا کچھ منافی طلاق نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱۱ - از شاہجہانپور محلہ مہند گرڈھی مرسلہ حافظ نذیر حسن صاحب ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو عرصہ سات برس سے چھوڑ رکھا اور اس کا اصلا خبر گیراں نہیں ہوتا ہے نہ روٹی دیتا ہے نہ کپڑا دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے کہ اوس کا دوسری جگہ نکاح کردیا جاوے اور اوس کا کوئی علاقہ بندوں سے دست گیر نہیں ہے کہ اوس کا نان نفقہ کسی طرح پر چل سکے بلکہ سخت مجبور ہے اب جو حکم صاحبان شرع متین کا ہو اوس پر عمل کیا جاوے بیان کرو اجر پاؤ اور اس مدت کے درمیان میں مسماۃ نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ اب شوہر میرا مجھ کو رخصت کرلیجاوے اور بطور اپنی زوجہ کے مجھ کو سمجھے

اس کے واسطے مسماۃ نے چند خط بھی روانہ کیے اور آدمیوں کو بھی بھیجا لیکن شوہر نے کچھ توجہ نہیں کی پھر اوس کے بعد شوہر بھی گئی پھر بھی اوس نے نہیں رکھا واپس کردیا تب مجبور ہوکر عدالت سے نان نفقہ کا دعوٰی کیا وہاں اوس نے روٹی کپڑا دینے کا اقرار کیا اوس پر بھی وہ مقدمہ خارج کیا گیا پھر اوس کے بعد مسماۃ نے کچھ عرصہ تک انتظار کیا پھر مسماۃ نے وہاں خبر بھیجی اوس پر اوس نے ایک کارڈ ایسا روانہ کیا کہ جس کو دیکھ کر عقل گم ہوگئی چونکہ ظاہر میں وہ شخص اقرار کرتا ہے اور باطن میں وہ ایسا ہے پس اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسماۃ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اور وہ شخص ضلع شاہجہانپور مقام موضع سندھولی کا رہنے والا ہے اور مسماۃ باشندہ شاہجہانپور رہتی ہے محلہ مہندر گڑھی اور جو کارڈ اوس نے روانہ کیا وہ کارڈ بھی اس میں رکھا ہے آپ اپنے دستخط اور جو علمائے سنت ہوں اون کے دستخط کرواکے روانہ کیجئے نہایت عاجز اور مسکین ہوں فقر فاقہ کرتی ہوں آپ صاحبان علمائے دین کے دستخط ہوکر فتوٰی آجاوے گا تو اور جگہ نکاح کرلوں گی اور آپ کو دعا دوں گی اور آپ کو اللہ تعالٰی اس کا اجر عظیم دے گا واسطے اللہ کے میرے اوپر رحم کیجئے۔

الجواب - کارڈ دیکھا گیا اوس میں صرف یہ لفظ ہے کہ آپ کہتے ہیں اپنی عورت کو لیجاؤ اور اوس نے مجھ پر مقدمہ چلایا اور وکیلوں کے پاس گئی اور کچہری گئی اور ہر کس وناکس سے ملی اس لیے وہ بالکل میرے کام کی نہ رہی اتنے لفظ پر جب تک طلاق کی نیت سے کہنا ثابت نہ ہو طلاق کا حکم نہیں ہوسکتا نہ ہرگز عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی اگر کرے گی تو محض حرام ہوگا اوس سے پوچھا جائے اگر وہ اقرار کرے کہ ہاں میں نے یہ لفظ بہ نیت طلاق کہا تھا تو جبھی سے طلاق ہوگئی جب سے اب تک اگر عورت کو تین حیض آکر ختم ہوگئے یا جب ختم ہوجائیں دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر وہ نیت طلاق کا اقرار نہ کرے اوس پر حلف رکھا جائے اگر حلف سے کہدے کہ میں نے ان لفظوں سے نیت طلاق نہ کی تھی تو ہرگز حکم طلاق نہ ہوگا درمختار میں ہے تحلفہ انہا فی منزلہ اور اگر حلف سے انکار کرے تو شرعی نالش کی جائے کہ اوس نے یہ الفاظ کہے ہیں اور ان سے طلاق کا احتمال ہے اگر وہ حاکم کے سامنے بھی اوس حلف سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہوجائے گی اور عورت بعد عدت دوسری جگہ نکاح کرسکے گی اور اگر وہاں حلف کرلیا تو طلاق ثابت نہ ہوگی اگر جھوٹا حلف یہاں یا وہاں کیا تو وبال اوس پر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷ - از بریلی شہر کہنہ محلہ قرولی ٹولہ مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۹ رشوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مے نوشی وقمار بازی کرتا ہے اوس نے حالت مے نوشی وہارکیا سوز شب قمار بازی میں بیوی اپنی سے روپیہ طلب کیا روپیہ دینے میں بیوی نے تساہل کیا یہ سمجھ کر کہ حالت غیر ہے اس وجہ سے تشدد ہے نیز یہ بھی خیال کیا کہ بچوں کو تکلیف نہ ہو یہ سستی کرنا اور انکار روپیہ سے کرنا اوس کو اس قدر ناگوار ہوا کہ یہ تحریر لکھ کر دیدی جو حضور کے پیش نظر ہے۔

نقل تحریر - میں مسماۃ عائشہ بیگم کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ چاہے کسی کے ساتھ عقد کرے یا بیٹھی رہے میں کچھ

عذر نہیں ہے عنایت اللہ ولد محمد مصطفٰے ساکن بریلی شہر کہنہ محلہ قرولی مورخہ ۷ جولائی ۱۹۱۹ء

الجواب: اگر یہ تحریر اوس نے بہ نیت طلاق لکھی یعنی میں نے اوسے طلاق دے کر آزاد و مختار کردیا چاہے تو دوسرے سے نکاح کرلے جب تو ایک طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اور اگر نیت طلاق سے نہ لکھی تو طلاق نہ ہوئی یہ بات کہ طلاق کی نیت نہ تھی زید کے حلف پر ہے اگر وہ قسم کھا کر کہدے گا کہ میں نے اس سے اوسے اپنے نکاح سے خارج کرنے کی نیت نہ کی تھی مان لیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے اگر زید جھوٹا حلف کرے گا وبال اوس پر ہے درمختار میں ہے والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳: از شہر بریلی کیمپ صدر مسئولہ حبیب احمد صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک شخص کی شادی ہوئے عرصہ ۹ نو سال کا ہوا شادی کرکے وہ شخص صرف پندرہ روز اپنی زوجہ کے پاس رہا بعد میں وہ سفر کو چلا گیا اور ۹ نو سال سے آوارہ پھرتا ہے جب اوس کے قیام کی خبر دہلی میں معلوم ہوئی اوس کی زوجہ اوس کے پاس گئی اوس نے کہا تو یہاں سے چلی جا ورنہ تیری ناک کاٹ لوں گا جو تیرا دل چاہے وہ تو کر میرے پاس مت آ عورت نوجوان ہے شوہر متذکرہ بالا پر کیا نکاح جائز رہا۔

الجواب: اگر اس کی نیت ان لفظوں سے طلاق کی ہونا ثابت ہوجائے حکم طلاق دیدیں گے ورنہ نہیں اوس سے پوچھا جائے کہ تو نے یہ لفظ بہ نیت طلاق کہے تھے یا نہیں اگر قسم کھائے کہ میں نے بہ نیت طلاق نہ کہے تھے تو طلاق نہ مانی جائے گی اور قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہوجائے گی جب تک یہ انکار حکم شرع کے حضور نہ ہو ہاں اگر اقرار کردے کہ بہ نیت طلاق کہے تھے تو طلاق ہوگئی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۴: از پیلی بھیت محلہ شیر محمد مسئولہ ادریس خاں عرف شریف اللہ خاں ۱۲ جمادی الاخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص ملازم فوج ہوکر پردیس جانے کے وقت اپنے والدین سے یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ میری یہ عورت میرے مطلب کی نہیں ہے میری واپسی سے قبل نہایت ایذا کے ساتھ اس کو نکال دینا میں واپس آکر دوسری شادی کرلوں گا چنانچہ اس شخص کی عورت کو مطابق استدعا کے اوس کے والدین نے اندر دو ماہ نکال دیا اور اوس عورت نے اندر ایک ماہ دوسرے شخص کے ساتھ اپنا نکاح کرلیا عورت مذکورہ دوسرے شوہر کے یہاں سے بھی بلا طلاق کے بوجہ حمل ہونے کے نکال دی گئی اب اوس عورت کو اپنے پہلے شوہر کے مکان سے نکلے ہوئے تقریبًا ایک سال گزر گیا اور اس کا شوہر بھی ملازمت فوج سے واپس آگیا اور پانچ چھ ماہ ہوئے وقت واپسی کے آج تک عورت مذکورہ کا خبرگیراں نہیں ہوا اور قبل جانے پردیس کے ایک دن اوسکے شوہر نے طلاق نامہ لکھنے کا بندوبست کیا تھا اور کچھ لوگوں کو جمع کیا تھا مگر اوس کو کسی خیال نے تکمیل طلاق نامہ سے روک دیا تھا

عورت مذکورہ کو اس کے ماں باپ بھی اپنے پاس رکھنے کے روادار نہیں ہیں اور اس کی گود میں ایک لڑکا سات سال کا پہلے شوہر کا موجود ہے کیا عورت مذکورہ اپنا نکاح کسی اور شخص سے کرسکتی ہے۔

الجواب۔ یہ لفظ کہ عورت میرے مطلب کی نہیں کنایات سے ہے اور محتمل سب ہے اور حالت حالت غضب ہے تو حکم طلاق نیت پر موقوف ہے کہ پہلا شوہر اگر یہ اقرار کرے کہ بہ نیت طلاق یہ لفظ کہے تھے تو طلاق ثابت ہوجائے گی اور بعد وضع حمل عدت گزر گئی دوسرے سے نکاح کا اسے اختیار ہوگا۔ اگر وہ نیت طلاق کا انکار کرے تو اس سے حلف لیا جائے اگر حلف کرے گا کہ اس کی نیت طلاق کی نہ تھی تو طلاق ثابت نہ ہوگی اور عورت کو دوسری جگہ نکاح حرام ہوگا اور وہ جو دوسرے سے نکاح کیا تھا وہ تو ہر حال حرام تھا کہ بلا ثبوت طلاق تھا اور اگر ثبوت بھی ہوجاتا تو عدت کے اندر تھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱: از اجمیر شریف محلہ چاہ ارٹ مسئولہ سید محمد عظیم صاحب ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عورت کا بیان ہے کہ میرے خاوند سے عرصہ دو برس سے کوئی تعلق نااتفاقیوں کے باعث نہیں تھا چنانچہ اب اس نے زبانی اور تحریر سے یہ لکھدیا ہے کہ تو ہفتہ کے اندر میرے پاس نہ آئے تو جہاں پر چاہے جا تجھے اختیار ہے تیرے دل کا اور مجھے اختیار ہے اپنے دل کا لہذا عورت نے ان الفاظ کو طلاق سمجھ کر اپنے کو بائن کرلیا لہذا فرمائیے کہ یہ طلاق ہوئی یا نہیں اور عورت بعد عدت دوسرے سے عقد کرسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس صورت میں طلاق ہونا نیت شوہر پر موقوف ہے عورت کو کوئی اختیار نہیں کہ بطور خود اپنے آپ کو مطلقہ سمجھے شوہر اگر قسم سے کہدے گا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو ہرگز طلاق نہ مانی جائیگی اور وہ بدستور اس کی زوجہ ہوگی۔ ہاں اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو حاکم شرعی کے حضور نالش کی جائے اگر شوہر اس کے سامنے بھی حلف سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت ہوجائے گی وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: از شہر بریلی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غصہ کی حالت میں اور دوران طلب طلاق میں زید نے اپنی ساس اور خسر سے کہا اگر میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کر دو یا شادی کر دو ساس نے جواب میں کہا ہاں تو پسند نہیں ہے اس سے نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ حالت حالت مذاکرہ وغضب ہے اور لفظ نہ محتمل رد نہ محتمل سب ہے لہذا طلاق ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی ھذا ما عندی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳: از جے پور کاٹھیا وار جامع مسجد مدرسہ معرفت جناب مولوی سید غلام حیدر صاحب مسئولہ مولوی جمیل الرحمٰن صاحب رضوی بریلی ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ پر سخت غصہ ہو کر بحالت غصہ یہ کہا کہ تو اپنے گھر کو جا میرے کام کی نہیں میں نے تجھ کو طلاق دی ہندہ کو آٹھ ماہ کا حمل ہے زید حلف اٹھاتا ہے کہ میں نے فقط تنبیہ کے لیے یہ الفاظ کہے تھے ہرگز ایسے الفاظ طلاق کی غرض سے نہ کہے تھے اور میں اوس وقت غصہ میں آپے سے باہر تھا اب زید و ہندہ کو کیا کرنا چاہیے اگر حلالہ لازم آتا ہو تو کوئی صورت شریعت مطہرہ نے ایسی بھی بتائی ہے کہ حلالہ نہ کرنا پڑے اور زید و ہندہ کے تعلقات قائم رہیں یا قائم ہو جائیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اگر واقعہ اسی قدر ہے عورت نے یا کسی اور نے عورت کیلئے طلاق نہ مانگی تھی جس کے جواب میں یہ لفظ اوس نے کہے نہ اوس نے ان الفاظ کو مکرر کہا بلکہ صرف ایک ہی بار کہا تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوئی لان اللفظ الاول یحتمل الرد فینوی علی کل حال والثانی یحتمل السب فینوی فی الغضب وقد حلف ویکفی حلفہ فی منزلہ کما فی الدر المختار واللفظ الثالث وان کان صریحا لایکون قرینۃ فی الاولین لان شرط النیۃ ان تتقدم کما فی ردالمحتار پس اگر اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دی تھیں نہ ایک طلاق بائن دی تھی جس کی عدت باقی ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو رجعت کر سکتا ہے مثلاً زبان سے اتنا کہدے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو وہ بدستور اوس کے نکاح میں رہے گی اور اگر وضع حمل تک رجعت نہ کریگا تو اوسکے بعد برضائے زن اوس سے دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت ہو گی حلالہ کی حاجت دونوں صورتوں میں نہیں حلالہ تین طلاقوں پر لازم ہوتا ہے اور جب لازم ہوتا ہے اوس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت نہیں وکل ماذکر فی القنیۃ من الحیل وغیرھا باطل لااصل لہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۸ ۔ مرسلہ مستقیم خاں زمیندار ۱۴ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علی محمد خاں کی بیٹی کا نکاح بھورا خاں کے ساتھ ہوا ابھی رخصت نہ ہوئی تھی کہ باہم نزاع ہو گیا برکت اللہ خاں مستقیم خاں نظیر الدین خاں صلح کے لئے گئے سب کے سامنے بھورا خاں نے کہا یہ میری زوجہ نہیں ہے میں نے اس کو پہلے چھوڑ دیا ہے اور چند مرتبہ کہا میں نے چھوڑ دی چھوڑ دی مجھ کو کچھ سروکار نہیں میری بی بی نہیں ہے اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس صورت میں عورت نکاح سے نکل گئی اوس پر ایک طلاق بائن ہو گئی آدھا مہر شوہر پر واجب الادا ہوا عورت کو عدت کی ضرورت نہیں جس وقت چاہے نکاح کرلے اگر اس شوہر سابق ہی سے عورت راضی ہو تو اس سے بھی نکاح ہو سکتا ہے حلالے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۹ ۔ مسئولہ مولٰنا حشمت علی صاحب سنی حنفی قادری رضوی لکھنوی متعلم مدرسہ اہلسنت و جماعت ۱۹ رجب شریف یوم جمعہ ۱۳۳۸ھ بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی ساس سے کہا میں تمہاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں میرے کام کی نہیں اب سوال یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ دو طلاقیں بائن ہو گئیں عورت نکاح سے نکل گئی عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر رخصت نہ ہوئی تھی تو عدت کی بھی حاجت نہیں اور اگر زید ہی سے نکاح چاہے تو اس سے بھی کرسکتی ہے عدت میں خواہ عدت کے بعد جب کہ اس سے پہلے کوئی طلاق اسے نہ دے چکا ہو کہ ایسا تھا تو تین ہو گئیں بے حلالہ نکاح نہیں ہوسکے گا وذلك لان لفظ الاول صحیح فوقع به طلاق وان لم ينو وصار الحال به حال المذاكرة واللفظ الثانی لایحتمل الرد بل السب فاستغنی عن النیة لاجل المذاکرۃ والواقع به بائن لانه من الکنایات غیر الثلاث المعلومة اعتدی واختیها فلحوقه جعل الرجعی الاول ایضا بائنا لامتناع الرجعة بالثانی فبانت بثنتین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰: ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ جا میں نے تجھے چھوڑ دیا اور چند مرتبہ اور چند آدمیوں کے سامنے یہی کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا مگر طلاق کا لفظ نہیں کہا تو طلاق ہوئی یا نہیں۔

الجواب۔ اگر تین بار کہا تین طلاقیں ہو گئیں اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا اور تین بار سے کم کہا اور عدت گزر گئی تو نکاح آپس میں دوبارہ کرسکتے ہیں اور عدت نہ گزری تو مرد کا اتنا کہنا کافی ہے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۱: از شہر بریلی محلہ ذخیرہ مسئولہ سید شرافت علی شاہ صاحب ۷ رجب مرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی اپنے میکہ میں ہے زید کے گھر سے ایک آدمی اس کو لینے گیا اس کے والدین نے نہیں بھیجا دوسرے دن زید خود گیا پھر بھی نہیں بھیجا اور نہ کوئی وجہ خاص بتلائی زید کو ناگوار ہوا اس نے کہا کہ اگر آپ نہیں بھیجتے تو آپ کی لڑکی کو جواب دیدوں گا اور آپ اس وقت دو چار آدمیوں کو بلوا لیجئے تاکہ میں اس وقت ان کی موجودگی میں جواب دے دوں اور قطع تعلق کرلوں زید کے خسر اور ساس نے جواب دیا کہ نہ ہم آدمیوں کو جمع کریں گے اور نہ جواب لینا منظور ہے زید یہ کہہ کر کہ میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا اور کل ذریعہ رجسٹری ڈاکخانہ سے دوبارہ آپ کو اطلاع دوں گا دوسرے دن اس نے یہ لکھ کر کہ میں قطع تعلق کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں رجسٹری کردی زید کے خسر نے واپس کردی زید پردیس چلا گیا وہاں سے دو ماہ کے بعد آیا اس وقت زید کے ایک عزیز نے جو کہ اس کی بی بی کا قریبی رشتہ دار تھا زید سے مل کر یہ چاہا کہ بیوی سے صلح ہوجائے زید نے اس کو یہ جواب دیا کہ میں طلاق دے چکا ہوں اب صلح کیسی وہ خاموش ہوگیا چنانچہ ایک اور آدمی سے بھی زید نے یہ کہا کہ میں اپنی بی بی کو طلاق دے چکا ہوں اب زید معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس کی

بی بی کو طلاق ہوگئی یا نہیں۔

الجواب۔ طلاق ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اگر اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دیچکا تھا تو برضائے زن اوس سے نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی حاجت نہیں اور اگر پہلے ایک طلاق بھی دیچکا تھا تو اب بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا کہ تین ہوگئیں ایک پہلے اور ایک اوس وقت اوس کا کہنا کہ میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا پھر لکھنا کہ میں قطع تعلق کرتا ہوں یہ مجموع ایک ہی ہوگی فان البائن لایلحق البائن والمنیۃ قد ظھرت اور ایک اوس کا لکھنا کہ طلاق دیتا ہوں اور رجسٹری واپس دینے سے طلاق واپس نہ ہوگی کہ بلا شرط تھی واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۲۔ از ملک متوسط شہر رائپور محلہ بیجنا تھ پارہ مرسلہ منشی محمد اسحق مولود خواں عرائض نویس ۱۹ جمادی الاخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی طالع ور خاں نے بحالت غیض وغضب ایک خطا اپنے خسر حقیقی کے نام لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے بجناب ماموں نجم خاں صاحب دام ظلہ بعد السلام علیکم واضح ہو میں نے آپ سے بارہا کہا کہ عمدہ کو یہاں سے مت لیجاؤ مگر آپ لے ہی گئے بغیر رضامندی آپنے اپنی ہی ضد کی میں بھی اوس کے اطوار سے نہایت درجہ ناخوش تھا اس چار مہینہ کے عرصہ میں کبھی میری خدمت نہ کی اطوار ناشائستہ جو اوس میں ہیں اون کا دفع غیر ممکن ہے اس سے بڑھ کر خراب عادات عمدہ میں لہذا بخوشی تمام آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اوسکا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کردو کیونکہ جس حالت میں میرا دل اوسے خوش نہیں اور اوس کا بھی مجھ سے نہیں ایسی حالت میں ایک دوسرے کی جان کے ضرور خواہاں رہیں گے ایسا نہ ہونا سبب برضا ورغبت آپ کو اجازت دیا اوس کا خرابا نہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیا تاکہ خدائے پاک مجھ کو اپنے فضل سے مرتکب گناہ نہ کرے اس خط کو بطور طلاق نامہ کے تصور فرمائیں اگر آپ اوس کا نکاح کرادیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا صرف ڈیڑھ سو روپیہ نکاح میں صرف ہوا اوس کا تو البتہ افسوس ہے کہ حج کا روپیہ خرچ ہوگیا مگر کیا علاج ہے کچھ چارہ نہیں مرضی مولی از ہمہ اولی۔ آپ اپنے دل میں بھی اس امر کا رنج نہ کریں تحریر مختصر کو کثیر تصور فرمائیں عمدہ سے اور مجھ سے اب کچھ سروکار نہ رہا جو رشتہ پہلے تھا وہی اب قائم رہے گا سرمست خاں اس خط کو حرف بحرف پڑھ کر ماموں صاحب اور عمدہ کو بھی سُنادیں تاکہ اوس پر شرعًا طلاق واجب ہو جائے کیونکہ وہ میری بلا اجازت گئی تو نکاح کے باہر ہونا اظہر من الشمس ہے فقط بندہ طالع ور خاں از مقام ساکولی۔ جس وقت یہ خط پہونچا سرمست خاں نے عمدہ اور اوس کے والد نجم خاں کو سُنا دیا بعد ایک ہفتہ کے طالع ور خاں اپنے خسر کے یہاں آئے اور کہنے لگے کہ میری زوجہ عمدہ کو میرے ساتھ روانہ کردو نجم خاں نے روبرو چند آدمیوں کے بھیجنے کا اقرار کیا پھر بعد دو گھنٹے کے طالع ور خاں لینے آئے تو معلوم ہوا

کہ نجم خاں دیہات پر چلا گیا بعد چند ماہ کے نجم خاں نے طالعور خاں سے صراحۃً کہہ دیا کہ ہم لڑکی کو کیسے روانہ کریں تم نے تو طلاق نامہ لکھ کر روانہ کر دیا، پھر بائیس ماہ کے بعد طالعور خاں نے اپنے خسر کے نام یہ خط لکھا جناب ماموں صاحب بعدہ سلام علیک واضح ہو میں نے یہاں پر کئی علماء سے دریافت کیا سب یہی کہتے ہیں کہ طلاق ہوچکی اس لیے عرض پرداز ہوں کہ آپ اپنی لڑکی کا نکاح کرا دیجئے مجھ سے کوئی واسطہ نہ رہا آپ رنجیدہ نہ ہوں امر مجبوری ہے ورنہ کوئی صورت لانے کی کیا ہوتا فقط پھر نو ماہ کے بعد خسر کو خط لکھا کہ فرنگی محل کے علماء سے خط بھیج کر فتوی طلب کیا تھا جواب آیا کہ طلاق ہوچکی مہر کے نسبت اونھوں نے فتوی دیا کہ نصف مہر دینا چاہئے مگر میں اور جوابوں کا منتظر ہوں پس عرض یہ ہے کہ صورت مرقومۂ بالا میں عمدہ پر طلاق ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کن لفظوں سے اور کس قسم کی اور کتنی طلاق متحقق ہوئی غرض عمدہ طالعور خاں کے نکاح میں رہی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

اوس خط میں آٹھ لفظ تھے (۱) بخوشی تمام اجازت دیتا ہوں کہ اوس کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کردو۔ (۲) برضا و رغبت آپ کو اجازت دیا (۳) اوس کا خراب ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیا (۴) اس خط کو بطور طلاقنامہ تصور فرمائیں (۵) اگر آپ اوس کا نکاح کرا دیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا (۶) عمدہ سے اور مجھ سے اب کچھ سروکار نہ رہا (۷) اس خط کو ماموں صاحب اور عمدہ کو سنا دیں کہ اوس پر شرعاً طلاق واجب ہوجائے (۸) وہ میری بلا اجازت گئی تو نکاح کے باہر ہونا اظہر من الشمس ہے ان میں لفظ چہارم صالح ایقاع طلاق نہیں کہ بطور طلاقنامہ تصور فرمائیں کے صاف یہ معنی کہ حقیقت میں طلاقنامہ نہیں فرضی بنایا ہے امام قاضی خاں میں ہے امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق فقال الزوج داده انگار او کرده انگار لا یقع وان نوی فانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طالق وان قال ذلک لا یقع وان نوی اھ ملخصا اوسی میں ہے لو قیل لرجل انک طلقت امرأتک فقال عدھا مطلقۃ احسبھا مطلقۃ لا تطلق امرأتہ اھ وتمام تحقیق ذلک فی فتاونا المفصلۃ لفظ پنجم ظاہراً ترک نزاع کا وعدہ ہے آگے بمعنی آئندہ او ھو تعلیق علی الانکاح ان ارید بقولہ آگے بعد الانکاح او اخبار عن النیۃ فی بعض الالفاظ السابقۃ ان ارید بہ من بعد ماکتبت ھذا لفظ ششم بھی الفاظ طلاق سے نہیں سر بمعنی خیال وخواہش اور کار بمعنی حاجت ہے سروکار نہیں یعنی غرض مطلب حاجت کام نہیں اور ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے خانیہ وبزازیہ وغیرہما میں ہے لو قال لاحاجۃ لی فیک ولو نوی الطلاق لا یقع وکذا لو قال مرا بکار نیستی وکذا لو قال ما اریدک بحرالرائق میں ہے اذا قال لاحاجۃ لی فیک او لا اریدک او لا احبک او لا اشتھیک او لا رغبۃ لی فیک فانہ لا یقع وان نوی لفظ ہشتم بھی محض لغو وغلط ہے کہ ایک باطل خیال جہاں پر نکاح سے باہر ہونا بتاتا ہے بے اجازت شوہر عورت چلی جائے تو نکاح سے باہر نہیں ہوتی اور جو اقرار غلط بنا پر ہو معتبر نہیں خانیہ میں ہے

صبی قال ان اشتریت فکل امرأة اتزوجها فھی طالق فشرب وھو صبی فتزوج وھو بالغ وظن صحۃ ان الطلاق واقع فقال ھذا البالغ آرے حرام است بر من لاتحرم امرأتہ ھو الصحیح لانہ ما اقر بالحرمۃ ابتداء وانما اقر بالسبب الذی تصادقا علیہ وذلک السبب باطل اھ ملخصا بقیہ چار الفاظ میں تین لفظ پیشیں کا حاصل اجازت نکاح دینا ہے اور وہ بیشک کنایات سے ہے فانہ ینبئ عن رفع قید النکاح واخراجھا عن عصمۃ لنفسہ کقولہ تزوجی کما فی الخانیۃ وابتغی الازواج کما فی الکنز وذھبتک للازواج کما فی الھندیۃ مگر ان تین اور ان کے ساتھ کتنی ہی کنایات بائنہ ہوں سب سے ہوگی تو ایک ہی طلاق بائن ہوگی اگرچہ سب سے نیت کی ہو فان البائن لایلحق البائن لفظ ہفتم طلاق صریح ہے مگر اس شرط پر معلق کہ سرمست خاں نجم خاں اور عمدہ کو حرف بحرف خط پڑھ کر سنا دے فان لفظۃ تاکہ تصیر ھھنا ترتب الطلاق علی الاسماع ای ربط حصول ذاک بحصول ھذا او ھذا ھو معنی التعلیق وفی الدر المختار یکفی معنی الشرط تو ان آٹھ لفظوں کا حاصل صرف دو لفظ رہے ایک کنایہ جس سے بلحاظ نیت طلاق بائن پڑے گی دوسرا صریح معلق جس سے بعد تحقق شرط طلاق رجعی ہوگی صریح کا حکم تو دیانت وقضاء دونوں میں ایک ہی ہے کہ اگر سرمست خاں نے خط مذکور دونوں کو حرف بحرف سنا دیا تو طلاق ہوگئی اور اگر ان میں ایک کو سنانے میں بھی کچھ کمی رہی جیسے حرف بحرف سنانا نہ کہیں تو نہ ہوئی مگر حکم کنایہ یہاں مختلف ہے دیانۃً حاجت نیت۔ ردالمحتار میں ہے لایقع دیانۃ بدون النیۃ ولو وجدت دلالۃ الحال فوقوعہ بواحد من النیۃ او دلالۃ الحال انما ھو فی القضاء فقط صرح البحر وغیرہ اور قضاء بوجہ قرائن سباق وسیاق وقوع طلاق کا حکم علی الاطلاق فان اللفظ وان کان مما لایصلح ردا کما فی الغرر والبحر والخانیۃ لکن قد حفتہ قرائن ترد معنی الرد کقولہ لھذا او قولہ الیسا نہ ہونا سبب وقولہ اس کا خرابانہ ہونا سبب وقولہ تاکہ خدائے پاک الخ فان ھذہ التعلیلات والتفریعات لاتلائم قصد الرد کما لایخفی ودلالۃ المقال کدلالۃ الحال ردالمحتار میں نہر الفائق سے ہے دلالۃ الحال نعم دلالۃ المقال مگر خط کی بناء پر وقوع طلاق کا حکم اسی حالت میں ہوسکتا ہے جب کہ شوہر مقر یا گواہان عادل شرعی دو مرد یا ایک مرد دو عورت سے ثابت ہو کہ یہ خط اس کا ہے ورنہ صرف مشابہت خط پر حکم نہیں اشباہ میں ہے ان کتب علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا وثبت ذلک باقرارہ او بالبینۃ فکالخطاب پس صورت مستفسرہ میں حکم قضایہ ہے کہ اگر اس خط کا طالع ور خاں کا ہونا اس کے اقرار سے ثابت نہ گواہان عادل سے جب تو اصلاً حکم طلاق نہیں اور اگر اقرار یا شہادت سے ثبوت ہے تو عمدہ پر طلاق بائن پڑ گئی اگر سرمست خاں نے عمدہ ونجم خاں دونوں کو حرف بحرف سنا دیا جب تو دو طلاقیں بائن ہوئیں فان الصریح یلحق البائن والرجعی اذ الحقہ صار مثلہ لعدم امکان اثبات الرجعۃ کما فی البزازیۃ وغیرھا ورنہ ایک ضرور ہوئی بہرحال عمدہ نکاح سے نکل گئی۔ یہی تفصیل جو حکم قضائی ہے عمدہ کو

اسی پر عمل واجب ہے فان المرأۃ کالقاضی کما فی الفتح وغیرہ اور حکم دیانت یہ ہے کہ اگر یہ خط طالعور خاں کا ہے اور اوس نے الفاظ کنایہ میں کل یا بعض سے نیت ازالۂ نکاح کی تو طلاق بائن ہوئی پھر اس کے ساتھ وہ خط سُنانے کی شرط بھی پوری پائی گئی تو دو طلاقیں بائن ہوئیں بہر حال عمدہ نکاح سے باہر ہوئی اور اگر نیت نہ کی تو سُنانے کی شرط پائی جانے کی حالت میں ایک طلاق رجعی پڑی جس میں اوسے اختیار رجعت تا ایام عدت تھا اور اگر اس شرط میں بھی کمی رہی تو اصلا طلاق نہ پڑی ہو ہیں اگر یہ خط اوس کا نہیں جب بھی طلاق نہ ہوئی اگرچہ گواہ گواہی دیں یا خود اوس نے غلط اقرار کردیا ہو فان الاقرار الکاذب لااثرلہ دیانۃ ھذا جملۃ القول والتفصیل فی فتونا المذکورۃ اور جبکہ عمدہ و طالعور خاں میں خلوت صحیحہ ہولی ہو جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر ہے کہ وہ چار مہینے شوہر کے یہاں رہی تو بعد طلاق کل مہر واجب الادا ہے نصف ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۳۔ از ملک بنگالہ ضلع سلہٹ پوسٹ آفس کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۱۷ رجب ۱۳۱۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الدین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا خاتون مسمی زینب کو طلاق دیکر ہندہ کو خطبہ کیا تب ہندہ کہے کہ اگر اس شرط پر راضی ہو تو تیرے نکاح میں آسکتی ہوں ورنہ نہیں شرط یہ ہے۔ بغیر اذن ہمارے اوس خاتون مطلقہ کو یا کسی اور غیر کو نکاح میں نہ لاویں اگر لاویں تو اختیار تین طلاق کی میرے ہاتھ رہے زید اس شرط کو قبول کیا اور ہندہ کو نکاح میں لاکر پانچ چھ مہینے رہا پھر زید نے زینب کو بہ نکاح گھر میں لایا ہندہ خفا ہو کر زینب کے ساتھ تھوڑی دیر جنگ وخصومت کے بعد اوس کے کہے کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں کہہ کر گھر سے نکل گئی اس قول ہندہ کے ساتھ گواہ بھی شرط ہے یا نہیں اور اس طرح کے اختیار کرنا صحیح ہوگا یا نہیں اور بعد آٹھ نو مہینے کے دن ہندہ نے جاکر زید سے طلاق مانگا زید نے کہا کہ جو میں نے ستّر روپے مہر بانو کو دیا تھا واپس دے دو تب طلاق دوں گا بحسب کہنے زید کے ستّر روپے جو کہ بابت مہر تھے واپس دیکر طلاق دلایا صحیح ہے یا لغو بعد اس طلاق کے ہندہ پر عدت واجب ہے یا نہیں اگر عدت کے اندر ہندہ بکر کے ساتھ نکاح بیٹھے تو وہ نکاح شرعاً حرام ہے یا حلال۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ قطع نظر اس سے کہ زید وہندہ میں جو یہ گفتگو قبل از نکاح ہوئی اس میں تعلیق صحیح شرعی و اضافۃ الی الملک کہاں تک متحقق تھی کہ اگر اوس وقت الفاظ ناکافیہ تھے تو خاص عقد نکاح میں بھی اس شرط کا ذکر آیا یا نہیں آیا تو کن الفاظ سے اور ایجاب میں تھا یا قبول میں ان تفاصیل پر نظر کے بعد یہ واضح ہوگا کہ ہندہ کو اس قرارداد کی بنا پر بر تقدیر نکاح زینب بے اذن ہندہ اپنے نفس کو تین طلاق دے لینے کا اختیار حاصل بھی ہوا یا نہیں صورت یہی فرض کر لیجئے کہ شرعاً اختیار حاصل ہوگیا تھا پھر بھی اوس کے معنی یہ ہیں کہ بعد تحقق شرط جس مجلس میں ہندہ کو نکاح زینب کی اطلاع ہوا اوس مجلس میں بے کسی کلام اجنبی کے اپنے نفس کو طلاق دے لے یہ کہہ کر چلا جانا کہ اب میں

مطابق اختیار نامہ رہ نہیں سکتی یوں طلاق نہیں اور جب اپنے نفس کو بے طلاق دیے چلی گئی مجلس بدل گئی اور اختیار جاتا رہا بلکہ اگر یہ کہنا طلاق ہی فرض کیا جائے تاہم اس سے پہلے زینب سے جنگ وجدل کلام فضول واجنبی کیا ان سے بھی مجلس بدل گئی اور اختیار نہ رہا درمختار میں ہے مایوقعہ غیرہ باذنہ انواعہ ثلثۃ تفویض وتوکیل ورسالۃ والفاظ التفویض ثلثۃ تخییر وامر بید ومشیئۃ قال لہا اختاری اوامرك بیدك ینوی تفویض الطلاق او طلقی نفسك فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃ او اخبارا وان طال یوما او اکثر مالم یوقتہ ویمضی الوقت قبل علمہا مالم تقم لتبدل مجلسہا حقیقۃ او حکما بان تعمل مایقطعہ مما یدل علی الاعراض ردالمحتار میں ہے ودخل فی العمل الکلام الاجنبی پس صورت مستفسرہ میں وہ اختیار ہرگز صحیح نہ ہوا نہ اوس وقت تک ہندہ پر کوئی طلاق پڑی ہاں جب ولی ہندہ نے طلاق مانگی اور زید نے مہر واپس لیکر طلاق دی یہ طلاق بیشک صحیح ہوئی اور اسی طلاق کے وقت سے ہندہ پر عدت لازم آئی اگر ختم عدت سے پہلے بکر وغیرہ زید کے سوا کسی سے نکاح کرے گی باطل محض وحرام قطعی ہوگا قال اللہ تعالٰی والمطلقت یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۴ — از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

ما تقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الدین۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے اگلے خاتون مسماۃ زینب کو طلاق دے کر ہندہ کو اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر بلااذن ہندہ اپنے اگلے خاتون مطلقہ کو یا اور دوسرے کسی کو اپنے نکاح میں لاوے تو ہندہ کو تین طلاق کے اختیار ہے خواہ کہ طلاق کو اختیار کرکے اپنے نفس کو چھوڑا دے یا مرضی شوہر پر رہے اب زید بلااذن ہندہ اپنے اگلی خاتون مطلقہ کو بہ نکاح گھر میں لایا اس صورت میں ہندہ کو اختیار ایقاع طلاق کے واسطے مجلس شرط ہے یا نہیں ہندہ دعوٰی کرتی ہے کہ بمجرد آتے ہی زینب کے اپنے نفس کو اختیار کرلی تھی زید اور دو عورت حاضر المجلس ہندہ سے کہتے ہیں ہندہ کوئی بات نہ کہی بلکہ گھر سے باہر گئی اور زینب سے جنگ وخصومت کی اس اختلاف میں عندالشرع گواہ معتبر ہے یا قول ہندہ معتبر مع الدلیل بیان فرمادیں اگر ہندہ اس دعوے مذکورہ کے بنا پر تین مہینے کے بکر کے پاس نکاح بیٹھے تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور باوجود اس دعوے مذکورہ کے ہندہ زید سے خلع کیا تو یہ خلع عندالشرع معتبر ہے یا نہیں معترض کہتا ہے اگر وہ دعوٰی ہندہ صحیح ہوتی تو کیوں خلع کیا ہندہ کہتی ہے بسبب خوف حاکم خلع کیا تھا نہ کہ عدم اختیار نفس کے اختلاف زوجین کی صورت میں قول زوجہ عالمگیری میں ثابت ہے جیسا کہ واذا جعل امرہا بیدہا وطلقت نفسہا وقال الزوج انما طلقت نفسك بعد اشتغالك بکلام او بعمل وقالت بل طلقت نفسی فی ذلك المجلس من غیر ان اشتغل بکلام اخر وبشیئ اخر فالقول قولہا ووقع الطلاق کذا فی

فصول الاشتروشنی انتہی اس صورت مسطورہ میں عندالشرع کس کی دلیل معتبر ہے بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں قول زوج قسم کے ساتھ معتبر ہے ہندہ جب تک گواہان عادل شرعی دومرد یا ایک مرد دو عورتوں کی شہادت سے ثابت نہ کرے کہ میں نے اوسی مجلس میں اپنے نفس کو طلاق دے لی تھی اوس کی بات ہرگز نہ سنی جائے گی نہ اوسے بکر سے نکاح کی اجازت ہوگی خلع جو کیا صحیح ہے خلع کی عدت گزرنے پر جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے اس صورت واقعہ اور صورت مسئلہ فتاوی عالمگیری میں فرق عظیم ہے وہاں شوہر کو بھی تسلیم تھا کہ عورت نے اپنے نفس کو طلاق دی مگر یہ کہتا تھا کہ اوس کا یہ طلاق دینا باطل واقع ہوا کہ بعد تبدل مجلس تھا یہ صراحۃً خلاف ظاہر ہے کہ جب عورت نے بعد تخییر طلاق کا قصد کیا تو ظاہر یہی ہے کہ ایسے ہی وقت طلاق دی جس سے اوس کا یہ قصد پورا ہو یعنی مجلس بدلنے سے پہلے تو اوس صورت میں شوہر خلاف ظاہر دعوی کرتا تھا لہذا قول عورت کا معتبر ہوا اور یہاں شوہر سرے سے ایقاع طلاق ہی کا اقرار نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ ہندہ بے طلاق دیے چلی گئی اور ہندہ دعوی طلاق کرتی ہے تو وہ زوال نکاح کی مدعیہ اور شوہر منکر ہے لہذا قول شوہر معتبر ہے اور اختیار طلاق دیے جانے سے خواہی نخواہی یہی ظاہر نہیں کہ عورت طلاق ہی اختیار کرے گی جامع الفصولین میں ہے ت (ای الزیادات) قال امرك بیدك فطلقت نفسھا فقال انما طلقت نفسك بعد الاشتغال بکلام اوعمل وقالت بل طلقت نفسی فی ذلك المجلس بلاتبدل فالقول قولھا لانہ وجد سببہ باقرارہ محم (ای مختصر الحاکم) قال خیرتك امس فلم تختاری وقالت قد اخترت فالقول قولہ شخ (ای شمس الائمۃ السرخسی) قال لقنّہ جعلت امرك بیدك فی العتق امس فلم تعتق نفسك قال القن اعتقت لایصدق اذالمولی لم یقر بعتقہ لان جعل الامر بیدہ لایوجب العتق مالم یعتق القن نفسہ والقن یدعی ذلك والمولی ینکرہ ولاقول للقن فی الحال لانہ یخبر بمالایملك انشاءہ لخروج الامر من یدہ بتبدل مجلسہ وکذالو قال اعتقتك علی مال امس فلم تقبل فقال القن قبلت فالقول للمولی وکذا ھذا کلہ فی الطلاق وفی امرك بیدك اھ ملخصا بحرالرائق میں ہے الفرق بینھما ان فی المسئلۃ الاولی اتفقا علی صدور الایقاع منھا بعد التفویض والزوج یدعی ابطال ایقاعھا فلایقبل منہ الخ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ۱۸۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے قبل نکاح یہ قرار دیا کہ اگر میں دوسرا نکاح کسی اور عورت سے کروں تو تجھ کو اختیار ہے کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے اوس شخص نے دوسرا نکاح کرلیا عورت اپنے آپ کو فوراً حسب اختیار طلاق طلاق دے لے اور شوہر اوس پر رضامند نہ ہو تو طلاق ہوگی یا نہیں اور قبل نکاح یہ شرط جائز تصور ہوگی یا نہیں۔

الجواب۔ اگر لفظ جو اوس شخص نے اوس عورت سے قبل نکاح کہے اسی قدر اور یونہی ہیں جس طرح سوال میں مذکور ہوئے تو اس صورت میں عورت کو برتقدیر نکاح ثانی کوئی اختیار طلاق دے لینے کا حاصل نہ ہوا اوس کا اپنے نفس کو طلاق دینا کافی نہیں جب تک شوہر اوس طلاق کو نافذ نہ کرے فان الملك اوالاضافة الیه لابد منه ولم یوجد او طلاق الفضولی یتوقف عندنا علٰی اجازة الزوج پیش از نکاح جو ان الفاظ سے شرط کی جائے لغو ومہمل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۶۔ از بنگالہ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اس شرط پر زینب سے نکاح کیا کہ اگر تم کو چھ مہینے تک بے خوراک وبے خبری چھوڑوں گا تو اختیار ایقاع تین طلاق کی ملک تیرے ہاتھ دے دیا اب زید نے بعد ایک سال کے اپنی منکوحہ کو خوش وراضی کرکے فی ماہ خوراک مقرر کرکے واسطے کسی کام کے سفر میں گیا اور تین گواہ بھی موجود ہیں اب بعد چند روز کے منکوحہ زید دعوی کرتی ہے کہ میری طلاق واقع . . . ہوگئی آیا یہ دعوی زینب صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ اگر الفاظ شرط کہ زید نے کہے یہی ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے تو اس میں چار صورتیں ہیں اول یہ لفظ زید نے پیش از نکاح کہے اگرچہ اوسی وقت معاً نکاح کرلیا دوم خاص ایجاب وقبول میں یہ شرط کی اور ابتدائے ایجاب اس شرط کے ساتھ جانب زید سے تھی یعنی زید نے کہا میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ میں اگر تجھ کو چھ مہینے تک الخ زینب نے کہا میں نے قبول کیا سوم شرط خود عقد میں تھی اور ابتدائے ایجاب زینب کی طرف سے مثلاً زینب یا اوس کے وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا اپنی موکلہ زینب بنت فلاں بن فلاں کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ اگر تو چھ مہینے تک الخ زید نے کہا میں نے قبول کیا یا زینب خواہ وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا موکلہ مذکورہ کو تیرے نکاح میں دیا زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر میں تجھ کو چھ مہینے تک الخ چہارم یہ شرط بعد تحقق ایجاب وقبول کی۔ پہلی دو صورتوں میں سرے سے یہ تفویض طلاق یعنی زینب کو بشرط مذکور طلاق کا اختیار دینا ہی صحیح نہ ہوا اگر بالفرض زید چھ برس بے نفقہ وبے خبر گیری چھوڑے اور زینب سو بار اپنے نفس کو طلاق دے طلاق نہ پڑے گی لان التفویض تعتمد الملك او الاضافة الیه ولم یوجد (فتاوی قاضی خاں وغیرہ میں ہے المرأة اذا کانت من الزوج کان التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأة قبلت والجواب یتضمن اعادة مافی السؤال صار کانه قال قبلت علٰی ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح اھ مختصرا) اور پچھلی دو صورتوں میں تفویض صحیح ہوگئی اب اگر زید نے بعد نکاح چھ مہینے تک بے نفقہ وخبر گیری نہ چھوڑا تو بھی زینب پر طلاق ہونے کے کوئی معنی نہیں لعدم تحقق الشرط اور اگر شرط مذکور پائی گئی

تو جس وقت چھ مہینے گزر رہے زینب کو اپنی طلاق دے لینے کا اختیار تو ضرور حاصل ہوا مگر یہ اختیار اوسی جلسہ تک رہیگا اگر مجلس بدل لی یا کوئی فعل یا قول زینب سے ایسا صادر ہو جو اپنے آپ کو طلاق دینے سے اجنبی ہو تو وہ اختیار فوراً جاتا رہا اب چاہے سو بار اپنے نفس کو طلاق دے نہ ہوگی مثلاً جس وقت چھ مہینے گزرے زینب ایک جگہ بیٹھی تھی وہاں سے کھڑی ہوگئی یا کھڑی تھی چلنے لگی یا کھانا مانگا یا کنگھی کی یا کسی سے کوئی اجنبی بات اس معاملے کے علاوہ کہی اوس کے بعد اپنے آپ کو طلاق دی ہرگز نہ پڑے گی اور اگر اوسی جلسہ میں بغیر کسی ایسے قول و فعل اپنے آپ کو طلاق دے سب سے پہلے یہی بات کی تو بیشک طلاق ہوگئی فتاوی ہندیہ میں ہے التفویض المعلق بشرط اما ان یکون مطلقا عن الوقت واما ان یکون موقتا فان کان مطلقا بان قال اذا قدم فلان فامرک بیدک فقدم فلان فالامر بیدها اذا علمت فی مجلسها الذی قدم فیه الخ اوسی میں ہے اذا قامت عن مجلسها قبل ان تختار نفسها وکذا اذا اشتغلت بعمل اخر یعلم انه کان قاطعا لما قبله کما اذا دعت بطعام لتا کله او امتشطت او اغتسلت او اختضبت او جامعها زوجها او خاطبت رجلا بالبیع والشراء فهذا کله یبطل خیارها کذا فی السراج الوهاج درمختار میں ہے والفلک لها کالبیت وسیر دابتها کسیرها حتی لا ینبدل المجلس بجری الفلک ویتبدل بسیر الدابۃ الخ **بالجملہ** صورت مستفسرہ میں زینب پر طلاق ہونے کے لئے تین امور ضرور ایک یہ کہ وہ تفویض جانب زوج سے صحیح واقع ہوئی یعنی بعد نکاح یہ اختیار دیا ہو یا وقت نکاح اس طور پر کہ ابتدائے ایجاب عورت کی طرف سے ہو دوسرے یہ کہ بعد نکاح چھ مہینے بے نفقہ وخبرگیری گزرے ہوں تیسرے یہ کہ اون کے گزرتے ہی اوسی مجلس میں بے کسی اجنبی بات کے زینب نے اپنے آپ کو طلاق دے لی ہو ان تین امور سے اگر ایک بھی کم ہے دعوی طلاق محض غلط و باطل ہے اب اگر زید ان تینوں باتوں کے وجود کا معترف ہو تو آپ ہی طلاق ثابت ہو جائے گی اور اگر اون میں بعض کا منکر ہو تو امر اول و دوم میں زینب پر گواہ دینے ضرور ہیں شہادت شرعیہ سے ثابت کرے کہ شوہر نے اوسے تفویض طلاق بروجہ مقبول شرعی کی اور چھ مہینے بے نفقہ وخبرگیری گزر گئے اگر گواہان عادل سے ثابت نہ کر سکے گی تو زید کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائیگا اور طلاق ثابت نہ ہوگی اور امر سوم میں اگر زید کو سرے سے بعد حصول شرط زوجہ کی جانب سے ایقاع طلاق صادر ہونے ہی کا انکار ہے جب بھی گواہ ذمہ زینب ہیں اور اگر ایقاع بھی زید کو تسلیم ہے تو گواہ دینا زید پر لازم ہے یعنی صحت تفویض وانقضائے ششماہی وایقاع طلاق زید کو تسلیم یا گواہوں سے ثابت ہے اور تنقیح صرف اس بات کی باقی ہے کہ اوس مدت گزرنے پر زینب نے اوسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے لی یا بعد، زینب کہتی ہے اوسی وقت میں نے طلاق دے لی تھی اور زید منکر ہے تو اس کا بار ثبوت زید پر ہے یہ گواہوں سے ثابت کرے کہ جس وقت چھ مہینے گزر رہے ہیں زینب بے طلاق دیے ہوئے کسی اور کام میں مشغول ہوگئی اگر ثابت کر دے گا طلاق نہ ہوگی ورنہ زینب کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائیگا

اور طلاق ثابت کردیں گے درمختار میں ہے قالت طلقت نفسی فی المجلس بلا تبدل وانکر فالقول لہا جعل امرھا بیدھا ان ضربہا بغیر جنایۃ فضربہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر وتقبل بینتہا علی الشرط المنفی کما سیجیئ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱: از ملک بنگالہ ضلع سلہٹ مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب ۲۱ شعبان معظم ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ عبدالکریم میاں مسماۃ ٹکنجنگ بی بی را در عقد نکاح خود آورد واز بطن مذکورہ دخترے تولد شد بعد ازاں عبدالکریم از کسے وجہ ناراضی بانوی موصوفہ را طلاق بائن داد بی بی مذکورہ ازمکان عبدالکریم بمکان دیگر رفت بعد ازاں عبدالکریم مسماۃ مائتون بی بی را نکاح کرد ونامہ بطور کابین بریں مضمون نوشتہ داد کہ بغیر تو ہیچ زن را خواہ ٹکنجنگ بی بی باشد یا زن دیگر در نکاح من نیارم اگر آرم وآں زن دیگر در بیاب چوکھٹ پائے دارد پس ترا اختیار طلاق ثلثہ است، ہر وقتے کہ باید خود را از نکاح من خارج کردہ با شوہر دیگر نکاح توانی کرد اگر در آں وقت دعوی زوجیت بکنم خلاف شریعت وقانون انگریزی خواہد شد نوشتہ بدست مائتون بی بی داد وچند کس را از مجلس مسلمین گواہ کرد پس از چند روز عبدالکریم قول خود را خلاف نمودہ بانوی اول ٹکنجنگ بی بی را بمکان خود آورد وبعد ازاں میان ہر دو زن جنگ وجدال شد ٹکنجنگ از شجاعت ودلیری خود مائتون بی بی را از مکان عبدالکریم بیرون کرد پس مائتون بی بی جبراً روزے بمکان والد عبدالکریم ماندہ بروز دیگر سخنہائے کہ ضرر خود دیر روز شدہ بود بیان کردہ گفت کہ من بمطابق اقرار نامہ سہ طلاق خود را اختیار کردہ می روم وبمکان والدین رفت بعد ازاں عبدالکریم قول خود را خلاف اقرار نامہ کردہ دعوے زوجیت کرد پس مائتون بی بی بعد چہار ماہ بخوف جنگ وجدال شوہرے خود را بمقدار روپیہ دادہ خلع کرد وعبدالکریم مائتون بی بی را سہ طلاق داد پس مائتون بی بی بعد یک روز با مرد دیگر نکاح خود کرد پس ایں نکاح جائز شد یانہ بابراہین شرعیہ دلائل قویہ باید نوشت۔ مخفی نماند کہ از سہ سال در بارہ ایں مسئلہ اختلاف ست بینوا توجروا۔

الجواب: اگر عبدالکریم آں نامہ پیش از نکاح نوشت وآنجا الفاظ ہمیں قدر بود کہ سائل ذکر نمود وبزنے گرفتن مائتون شرطا بالتصریح مذکور نبود مثلاً کہ اگر ترا نکاح کنم وباز بر تو زنے دیگر بزنے گیرم واو بخانہ ام آید پس ترا اختیار سہ طلاق ست الخ پس دریں صورت آں نامہ لغو وباطل ست وبزنے گرفتن منکوحہ اولی خواہ غیر او مائتون را ہیچ اختیار طلاق دادن خودش دست نداد وہمچناں زن عبدالکریم ماند تا آنکہ خلع کرد وعبدالکریم سہ طلاق داد ازیں وقت مطلقہ شد وعدت بروے واجب آمد پیش از مرور عدت نکاحی کہ با مرد دیگر کرد ناجائز وباطل وزنا وحرام بود از وباز ماندن فرض ست قال اللہ تعالی والمطلقت یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء۔ در ردالمحتار ست لو قال لہا تزوجتک علی ان امرک بیدک فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملک او مضافا الیہ ولم یوجد واحد منہما بخلاف ما مر فان الامر صار بیدھا مقارنا

یہ بیان کرم خوردہ ۱۲

بصیرو تھامنکوحۃ اھ نہما واگر تحریر نامہ پس از نکاح مأتون ست تفویض طلاق ثلٰثہ بجانہ آنچناں کہ دراں نامہ گفتہ است صحیح شد و بوجہ قول عبدالکریم بہر وقتیکہ باید الخ متقید بمجلس نماند فی الدر المختار من فصل المشیئۃ تقید بالمجلس لانہ تملیک الا اذا زاد متی شئت ونحوہ مما یفید عموم الوقت فطلق مطلقا پس بریں تقدیر زاں باز کہ طلاق خویش اختیار کرد از نکاح بیروں شد اگرچہ ایں معنی روزہ دوم رو نمود وذلك لان قولہ بہر وقتیکہ باید الخ توضیح للتفویض المذکور فی قولہ پس ترا اختیار ثلٰثہ است کما ہو الظاہر المتبادر للفہم ملتعارف من امثال المحاورات فہو کقولہ طلقی نفسک ان شئت کلما احببت حتی تکون تکرارا فیفید التکرار علی ما زعم وحینئذ یشمل الواحدۃ والثنتین والثلث وانمانہ علی تفویض بطلاق واحد حتی تیا فیہ اختیار الثلاث عند الامام انما ہو کلام مطلق لیشتمل کل بینونۃ بواحد انت او بالکثر فصح علی ہذا ایضا وان لم تبن الا بواحدۃ وعلی الاول بثلث قال فی ردالمحتار لا یقع بشیئ فیما اذا امرھا بالواحدۃ فطلقت ثلثا بکلمۃ واحدۃ عند الامام اما لو قالت واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ وقعت واحدۃ اتفاقا لانہ لم یتعرض للعدد لفظا واللفظ صالح للعموم والخصوص وتمامہ فی البحر اگر ایں سخن ہمچناں راست باشد کہ سائل وانمود یعنی در کلام عبدالکریم لفظ (بہر وقتیکہ باید) نیز زائد بود پس دریں حالت اگر پس آں طلاق ملتون را سہ حیض کامل آمدہ ختم شدہ بود بعد آں نکاح با شخصے دیگر کرد جائز باشد ورنہ حرام و وقوع ایں معنی بعد چار ماہ از طلاق اولیں دلیل قطعی انقضائے عدت نیست زن بحال خود عاملہ است می تواند کہ گاہے درسہ سال نیز سہ حیض تمام نشود ایں ست حکم صورت مسئولہ اما فقیری ترسم کہ ایں مسئلہ ہماں ست کہ در ۱۳۱۷ھ بار ازہمیں سلہٹ نزد فقیر آمدہ بود و سائل ایں بار نیز گفت کہ ایں فساد از سہ سال آنجا برپاست بار اول ۶ رجب ۱۳۱۷ھ بیانے کہ آمد ظاہرش آنست کہ ایں اقرار زید یعنی عبدالکریم پیش از نکاح ہندہ اعنی مأتون بود و آنجا نیز تصریح اضافت بملک یا سبب ملک نیست وقطع نظر ازاں ۶ رجب و ۱۹ شوال و ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۱۷ھ درسوالات ہر سہ بار ہیچ ذکر ایں زیادت تازہ کہ ہر وقتیکہ باید نبود بلکہ درسوال اول لفظ ہندہ ہمیں قدر نوشتہ بود کہ اب میں مطابق اقرارنامہ نہیں رہ سکتی ہوں ایں گفتہ از خانہ بروں رفت جواب دادم کہ ایں الفاظ طلاق نبود بالفرض اگر طلاق باشد پیش آنہا بازمرۂ خود جنگ وجدل سخنے فضول واجنبی بود مجلس متبدل شد واختیار طلاق از دست رفت طلاق ازاں روز شد کہ خلع کرد ازیں روز زاید در عدت واجب ست ورنہ نکاح حرام بریں جواب درسوال شوال نیز ہمیں از تقیید مجلس سوال کرد جواب رفت درسوال ذی القعدہ فزود کہ ہندہ دعوی میکند کہ بمجرد آمدن خود بخانہ ہماں وقت نفس خودم را اختیار کردہ بودم وشوہر منکر اصل ایں معنی ست میگوید کہ ہندہ ہیچ نگفت وبدر رفت دریں صورت قول کراست جواب نوشتم زید را است بعد سہ سال چہارم بار ایں سوال آمد و درو لفظے زائد است کہ تقیید مجلس را از بیخ برانداخت باین ہمہ سنی باخبر باید بود اگر ایں سوال متعلق بہمہ واقعہ است پس تبدیل کنندگان از خدا ترسند اگر بہ تعمیم و تعمیم حکمے لدھی ست آنہ عالم الغیب والشہادۃ راچہ جواب دہند فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۱:- از خیرآباد میانسرائے مدرسہ عربیہ قدیم ضلع سیتا پور اودھ۔ مرسلہ سید فخر الحسن صاحب رضوی۔ ۲۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

مسمی زاہد علی ولد عابد علی کا عقد نکاح مسماۃ کریما بنت عبدالرشید کے ساتھ باقرار امر بالید منعقد ہوا حسب ذیل نکاحنامہ تحریر ہوا۔

نقل نکاحنامہ۔ الحمد ﷲ الذی فاصلا بین الحلال والحرام وواصلا بسلك النظام وحرم السفاح عصمۃ للعالم وحفظ النسل بنی اٰدم والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد سید الانام وعلی اٰلہ البررۃ الکرام واصحابہ العظام۔ اما بعد میں سید زاہد علی ولد سید عابد علی ساکن بلدہ خیرآباد نے برضا و رغبت خود مسماۃ کریما دختر سید عبداللہ کو بعوض مہر معجل چار مثقال نقرہ جسکے ایک سو چھپن بروئے وزن روپیہ چہرہ دار رائج الوقت ہوتے ہیں اپنے عقد نکاح میں لایا اور مسماۃ کریمًا موصوفہ کو برضامندی خود بلااکراہ واجبار اعدے مضمون امرہا بیدہا پر مختار کردیا یعنی مسماۃ کریمًا ممدوحہ جب چاہیں اپنی ذات کو میرے عقد نکاح سے خارج کرکے آزاد کرلیں مجھکو کبھی کسی طرح اپنے نکاح میں رہنے کا دعوٰی نہ ہوسکے گا کیونکہ بہ مضمون امرہا بیدہا اوسوقت قطعًا ویقینًا وہ میرے عقد سے خارج ہوجائینگی لہذا یہ تحریر لکھدی کہ وقت ضرورت کام آئے فقط۔ چونکہ قبل انعقاد نکاح کے مسمی زاہد علی کی بداطواری خراب چلنی کی شکایت خارجًا مسموع ہوئی تھی جسکی بالاتفاق اکثر اہل برادری نے تکذیب کرکے نکاح کردینے پر سید عبداللہ کو مجبور کیا اور بالآخر سید عبداللہ نے بطریق مندرجہ بالا نکاح کردیا تھا اور بالآخر ہموں آش درکاسہ سامنے آیا بمقتضائے خوئے بد در طبیعتے کہ نشست۔ زود چند بوقت مرگ از دست۔ مسمی زاہد علی نے بعد چند روز کے وہی بدچلنی اختیار کی اور انجام کار کچہری سے سزایاب ہوگیا۔ مسماۃ کریمًا اگرچہ بوجہ شرم وغیرت خلقی کے کوفت وسوخت درونی کا کسی پر اظہار نہیں کرتی مگر تحلیل ہوتی جاتی ہے چونکہ کریمًا ہنوز نوعمر ونوجوان ہے سید عبداللہ ونیز دیگر اعزا کا خیال ہے کہ بشرط رضامندی مسماۃ کریمًا اوس سے طلاق مسنونہ دلاکر دوسری جگہ مناسب پر اوسکا نکاح کردیا جائے پس اس ضرورت سے ہدایت خواہ ہوں کہ ایسے الفاظ اردو کا کوئی فقرہ یا چند فقرات بتائے جائیں جسکو مسماۃ کریمًا اپنی زبان سے روبرو چند لوگوں کے ادا کرکے طلاق مسنونہ حاصل کرکے جس میں کوئی قباحت وسقم شرعی باقی نہ رہے اس طلاق مسنونہ حاصل کرنے کے متعلق جو طریقہ عمدہ ہو اور جو جو الفاظ اردو مناسب ہوں اوس سے مفصلًا وتصریحًا ہدایت فرمائی جاوے۔

الجواب:- اس تحریر میں امرہا بیدہا مختار کردیا نکاح سے خارج ہونا آزاد ہونا جتنے الفاظ ہیں سب کنایہ ہیں اور حالت حالت رضا ہے نہ غضب ہے نہ مذاکرۂ طلاق اور حالت رضا میں جملہ الفاظ نیت زوج پر موقوف رہتے ہیں کریمن اپنے آپ کو ایک طلاق دے کہ میں نے بحکم اوس اختیار عام کے جو میرے شوہر نے مجھے دیا اپنے آپ کو شوہر کی طرف سے ایک طلاق دی اسپر زاہد علی سے دریافت کیا جائے کہ تونے جو وہ الفاظ لکھے اون میں طلاق کا اختیار دینے کی تیری نیت تھی یا نہیں اگر وہ اقرار کرے فبہا اور اگر انکار کرے تو اوسپر حلف

رکھا جائے اگر حلف کرے کہ میری نیت نہ تھی تو طلاق نہ ہوگی۔ اگر جھوٹا حلف کریگا وبال اوسپر ہے اور اگر حلف سے انکار کر دیگا تو طلاق ہو جائیگی اور دونوں صورتوں میں بائن ہوگی۔ عورت نکاح سے نکل جائیگی اگر اب تک خلوت نہ ہوئی تھی تو ابھی ورنہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۹: از رامپور کوٹھی چڑیا خانہ مرسلہ حسین احمد صاحب دفعدار ۲۲ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ بنت زید کا عقد بکر کے ساتھ اس شرائط سے ہوا چنانچہ ایک اقرار نامہ بکر نے اوسیوقت بعد عقد مذکور کے لکھدیا کہ ۲ تولہ کی بالی طلائی اور ۴ ماشہ کی نتھنی اندر میعاد چھ ماہ کے بنوا دوں گا ورنہ طلاق ہے ہندہ میعاد مذکور پر اپنے باپ زید کے گھر چلی آئی اقرار نامہ پر عمر خالد وغیرہ رشتہ داران بکر کی گواہی اور بکر کے العبد انگوٹھے کے نشان موجود ہیں پس اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں۔

الجواب: اقرار نامہ کی نقل بھی ملاحظہ ہوئی اوس میں بھی یہی لفظ ہے کہ "ورنہ طلاق ہے" یہ بیان نہیں کہ کس کو طلاق ہے لہذا صورت مستفسرہ میں باعتبار ظاہر جبکہ اس نے چھ مہینے کے اندر یہ چیزیں بنوا کر نہ دیں ایک طلاق رجعی سمجھی جائیگی کہ عدت کے اندر شوہر کو رجعت کا اختیار ہوگا لیکن اگر زید قسم کھا کر کہدے کہ اوس نے طلاق ہے سے ہندہ کو طلاق دینا مراد نہ لیا تھا تو اوسکی بات مان لی جائیگی اور اصلاً حکم طلاق نہ ہوگا اگر جھوٹی قسم کھائیگا وبال اوسپر رہیگا قال لہا لا تخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقہا ویحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول لہ (ردالمحتار عن البزازیۃ) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۰: ۳۰ جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی ساس ہندہ کے یہاں رہتا تھا ہندہ نے اوس سے مکان خالی کرنے کو کہا اوس نے انکار کیا اوس نے اسکا اسباب پھینک دینا چاہا اوس نے کہا اگر میرا اسباب پھینکوگی تو میں تمھاری لڑکی کو طلاق دیدونگا اوسپر دو مرد اور ایک عورت تو یہ گواہی دیتے ہیں کہ زید نے ہمارے سامنے طلاق دیدی اور دو مرد کہتے ہیں اوس نے صرف یہ کہا کہ مال پھینکا تو طلاق دیدوں گا نہ اوس نے پھینکا نہ اس نے طلاق دی زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اس صورت میں طلاق ثابت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ان دو مردوں اور ایک عورت میں جو مدعی طلاق تھے ایک مرد کی نسبت معلوم ہوا کہ بے قید آدمی ہے یہانتک کہ نماز کا بھی پابند نہیں اور ایک مرد پہلے کہتا تھا اب وہ منکر ہے کہ میرے سامنے طلاق نہ دی میں سُنی سنائی کہتا تھا اور اوس عورت کی عدالت معلوم نہیں۔ اور ہو بھی تو ایک عورت کی گواہی سے ثبوت نہیں ہوتا اور زید نے ہمارے سامنے حلف شرعی کے ساتھ کہا کہ میں نے ہرگز طلاق نہ دی میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ مال پھینکوگی تو طلاق دیدونگا پس اس صورت میں طلاق ثابت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۱: از ضلع مظفرپور ڈاکخانہ رائے پور سب ڈویژن سیتا مڑھی مقام گوری دروازہ۔ سرفراز علیخاں۔ مرسلہ ایوب علی خاں صاحب ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

زوج زید نے عقب میں زوجہ ہندہ کے بمقابلہ بکر کے سوگند طلاق کھائی کہ ہم اپنے برادر خالد سے کار زمینداری نہ کرائیں گے اگر کرائیں تو اس کی زوجہ کو طلاق ہے بعد چند روز کے زید نے برادر موصوف سے کام مذکور کرایا اس صورت میں زوجہ ہندہ مطلقہ ہوگی یا نہیں۔ اور اگر ہوگی تو کون سے دلیل مطلقہ ہونے کی ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے اپنے کلام مجید فرقان حمید میں کسی جگہ ذکر اس قسم کی سوگند کا نہیں کیا۔ اگر بمجرد سوگند ہندہ مطلقہ ہوئی تو کون سے صورت نکاح قائم رہنے کی ہے۔ اور اس سوگند میں کفارہ ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب: صورت مستفسرہ میں زوجہ پر ایک طلاق پڑ گئی۔ اسکی دلیل اجماع ائمہ دین ہے کہ جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اس شرط کے واقع ہوجانے سے واقع ہوجائے گی۔ فی الھدایۃ اذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأتہ ان دخلت الدار فانت طالق وھذا بالاتفاق بلکہ وہ آیہ کریمہ الطلاق مرتٰن وغیرہ سے ثابت ہے فان الاٰیات ذکرت الطلاق بالاطلاق فشمل المنجز والمعلق۔ اسے سوگند یعنی یمین کہنا ایک اصطلاح علمی ہے جس کا پتا آیہ کریمہ یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الی قولہ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہاں بھی تحریم حلال ہے اور آیت میں تحریم حلال ہی کو یمین فرمایا علی ما بینہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح قبیل باب الیمین فی الدخول والسکنی **اقول** وللعبد الضعیف ھھنا کلام ذکرتہ علی ھامشہ بلکہ تعلیق طلاق پر حلف کا اطلاق حدیث میں بھی وارد ہے ابن عساکر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما حلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الا منافق مگر اس سوگند میں کفارہ نہیں کفارہ اللہ عزوجل کی قسم میں ہے نہ بمجرد سوگند طلاق واقع ہو بلکہ بعد وقوع شرط واقع ہوگی۔ نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاق رجعی کی سوگند ہے تو بعد وقوع شرط رجعت کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲: از ملک آسام ضلع جورہاٹ ڈاکخانہ گنگا بمقام سرائے۔ مرسلہ سید صفاء الدین۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں سوال اول زید نے اپنے پہلی زوجہ ہندہ کے نکاح کے قبل وعدہ کیا تھا کہ اگر بلا اجازت اس زوجہ مسمی بہ ہندہ کے نکاح ثانی کروں تو زوجہ ثانی کو تین طلاق اس صورت میں کیا حکم ہے سوال دوم زید نے بروقت نکاح اپنی زوجہ ہندہ سے یہ شرط کی کہ اگر بلا اجازت تیرے سے نکاح ثانی کروں تو مجھکو تین طلاق سوال سوم زید نے قبل نکاح کے یہ شرط کی کہ میں اگر بلا اجازت اس منکوحہ کے نکاح ثانی کروں تو میرا نکاح باطل اس صورت میں کس بی بی کو طلاق ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جواب سوال اول اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مستفسرہ میں تعلیق صحیح ہوگئی لوجود الاضافۃ الی سبب الملک وھو النکاح ولایضرکونہ قبل نکاح الاولٰی اذ لیس المعلق طلاقہا حتی یحتاج الی ملکہا او الاضافۃ الیہ او الی سببہ بل طلاق الاخرٰی وقد اضافہ الی نکاحہا در مختار میں ہے شرطہ الملک حقیقۃ کقولہ لقنہ او حکما کمنکوحۃ او معتدتہ او الاضافۃ الی الملک کان ملکت عبدا او ملکتک او نکحتک اھ ملخصا در مختار میں ہے الاضافۃ الیہ بان یکون معلقا بالملک کما مثل کقولہ ان حررت زوجتی او بسبب الملک کالنکاح اذا تزوج وکالشراء مگر قبل نکاح ہندہ اسکے لیے کچھ اثر نہیں کہ شرطیہ نکاح ہے جو نکاح ہندہ سے ثانی ہو پس اگر پیش از نکاح ہندہ کسی عورت سے بے اجازت ہندہ نکاح کریگا اوسے طلاق نہ ہوگی نہ بعد موت ہندہ اوسکا اثر باقی رہے گا کہ شرط اذن ہندہ ہے اور میت صالح اذن نہیں تو بعد موت ہندہ جس سے نکاح کریگا اسپر بھی طلاق نہ ہوگی کہ اب وہ تعلیق ہی نہ رہی فان امکان البر شرط بقاء الیمین ایضا عندنا الطرفین کما ھو شرط انعقادھا عندھما رضی اللہ تعالٰی عنہما فتح القدیر میں ہے اذا حلف لایعطیہ حتی یاذن فلان فمات فلان ثم اعطاہ لم یحنث اھ مثلہ فی رد المحتار عن البحر ہاں بقاء میں نکاح ہندہ کچھ شرط نہیں یہانتک کہ اگر ہندہ اسکے نکاح سے خارج ہوجائے اگرچہ طلاق مغلظہ سے تاہم جبتک وہ زندہ ہے اگر بے اوسکے اذن کے نکاح ثانی کریگا زوجہ ثانیہ پر تین طلاقیں پڑجائینگی فان المرأۃ لاحکم لہا علی البعل فحال الزوجیۃ وعدمہا سواء بخلاف الرجل فانہا یحتاج شرعا الی اذنہ فی خروجہا وغیرہ من امور کثیرۃ مادامت الوصلۃ باقیۃ فاذن الرجل فی مثل قولہ لاتخرج الاباذنی ینصرف الی ذلک المعہود والثابت بالشرع اما ھی فلم تحتج الی اذنہا الا بالتعلیق ولم یتصل فیہ فینتظم اذنہا مادامت حیۃ وان زال النکاح رد المحتار باب الیمین فی الضرب والقتل میں ہے لوقال لامرأتہ کل امرأۃ اتزوجہا بغیر اذنک فطالق فطلق امرأتہ طلاقا بائنا او ثلثا ثم تزوج بغیر اذنہا طلقت لانہ لم یتقید یمینہ ببقاء النکاح لانہا انما تتقید بہ لوکانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح اھ فتح ای بخلاف الزوج فانہ یستفید ولایۃ الاذن بالعقد وکذا امرب الدین کما فی الذخیرۃ پس حاصل حکم یہ کہ اگر بعد نکاح ہندہ بحالت حیات ہندہ اگرچہ بعد طلاق ہندہ بے اذن ہندہ کسی عورت سے نکاح کریگا تو نکاح کرتے ہی فوراً وہ زوجہ ثانیہ تین طلاقوں سے مطلقہ ہوجائیگی مگر اس کا اثر صرف ایک بار ہوکر ختم ہوجائے گا یعنی اوسکے بعد اگر پھر اور نکاح بے اذن ہندہ کرے گا اگرچہ بعد حلالہ اوسی زوجہ ثانیہ سے تو اب طلاق نہ ہوگی کہ تعلیق میں تعمیم نہ تھی کہ جتنے نکاح بے اذن کرے سب میں طلاق پڑے لہذا صرف ایکبار پر انتہا ہوکر آئندہ کچھ اثر نہ رہے گی فی التنویر تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال دوم اگر یہ شرط ایجاب وقبول سے پہلے کی اگرچہ اوسکے متصل بلافصل ہی ایجاب وقبول واقع ہوئے

جب تو محض باطل و بے اثر ہے لعدام الملك والاضافة جمیعًا پس اگر سو نکاح بے اجازت ہندہ کریگا ہندہ پر طلاق نہ ہوگی اور اگر بعد ایجاب و قبول کی اگرچہ فوراً بلا تاخیر تو یقینًا صحیح ہوگئی لوقوعہا فی الملك اب جبتک ہندہ اسکے نکاح یا عدت طلاق غیر مغلظ میں ہے بے اجازت ہندہ نکاح ثانی کرے گا ہندہ پر تین طلاقیں ہوجائینگی فی الدر المختار الصریح یلحق الصریح والبائن بشرط العدۃ الصریح مالایحتاج الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ او رجعیا فتح فمنہ الطلاق الثلاث فیلحقہما اھ ملخصا ہاں اگر اس نکاح ثانی سے پہلے ہندہ کو طلاقیں ایک یا دو دی اور عدت گزر گئی اور اسی حالت میں کہ وہ اسکے نکاح سے باہر ہے بے اوسکی اجازت کے نکاح ثانی کیا تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی کہ اس حالت میں وہ طلاق کی محل ہی نہیں اور اس نکاح ثانی سے وہ تعلیق ختم ہوجائے گی یہانتک کہ اب اگر ہندہ سے پھر نکاح کرے اور اسکے بعد کتنے ہی نکاح بے اجازت ہندہ کرے تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی یوں ہی اگر ہندہ کو قبل از نکاح ثانی تین طلاقیں دیدیں تو اب کسی صورت میں نکاح ثانی بے اجازت ہندہ سے ہندہ پر طلاق نہ پڑیگی اگرچہ یہ نکاح اوسوقت کرے جبکہ ہندہ بعد حلالہ اسکے نکاح میں آچکی ہو لانتہاء التعلیق بتنجیز الثلاث ہدایہ میں ہے زوال الملك بعد الیمین لایبطلہا لبقاء محلہ فبقی الیمین ثم ان وجد الشرط فی ملکہ انحلت الیمین ووقع الطلاق وان وجد فی غیر الملك انحلت الیمین لوجود الشرط ولم یقع شیئ لانعدام المحلیۃ اھ ملخصا فتح میں ہے لو طلقہا فانقضت عدتہا بعد التعلیق بدخول الدار ثم تزوجہا فدخلت طلقت ولابد من تقیید عدم البطلان بما ازال الملك بمادون الثلاث اما اذا طلقہا ثلثا فتزوجت بغیرہ ثم عادت فدخلت لاتطلق علی ما سیاتی اھ مختصرا قلت والاتی ہو قول الہدایۃ ان قال لہا ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا ثم قال انت طالق ثلثا فتزوجت غیرہ ودخل بہا ثم رجعت الی الاول فدخلت الدار لم یقع شیئ اور اگر زید نے یہ شرط نفس ایجاب و قبول میں کی تو اسکی دو صورتیں ہیں اگر پہلے زید نے کہا کہ میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر تیری بے اجازت کے نکاح ثانی کروں تو تجھ پر تین طلاق ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا تو اسکا حکم مثل صورت اولیٰ ہے یعنی شرط محض باطل و بے اثر ہے کہ جب تک ہندہ نے قبول نہ کیا تھا وہ اسکی زوجہ نہوئی تھی تو اوسکی تعلیق پر بے حصول ملك یا اضافہ بہ ملك اسے کچھ اختیار نہ تھا اور اگر پہلے ہندہ نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر بے تیری اجازت الی اخرہا تو شرط صحیح ہوگئی اور وقوع طلاق کے وہی احکام ہونگے جو اوپر گذرے کہ جب کلام اول جانب ہندہ سے تھا تو یہ تعلیق بعد تحقق ایجاب و قبول و ثبوت زوجیت متحقق ہوئی اور اسوقت اوسے اختیار کامل تھا خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و عمادیہ و بحر و نہر وغیرہا میں ہے واللفظ للامام الاجل فقیہ النفس رجل تزوج امرأۃ علی انھا طالق او علی ان امرھا فی الطلاق بیدھا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الجامع انہ یجوز النکاح

والطلاق باطل ولایکون الامر بیدھا قال الفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی ھذا اذا ابدأ الزوج فقال تزوجتك علی انك طالق وان ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منك علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق لان البداءۃ اذا کانت من الزوج کان الطلاق والتفویض قبل النکاح فلا یصح اما اذا کانت البداءۃ من قبل المرأۃ یصیر التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأۃ قبلت والجواب یتضمن اعادۃ ما فی السؤال صار کانہ قال قبلت علی انك طالق او علی ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح اھ باختصار اقول انت تعلم ان کلام المرأۃ لاعبرۃ بھا فی ھذا الباب انما جاءت الصحۃ من قبل تقدیرہ فی قبول الزوج لاجل ان السؤال معاد فی الجواب فاذا وقع فیہ تحقیقا کان اولی بالصحۃ کما یرشدك الیہ قولہ رحمہ اللہ تعالٰی قال قبلت علی انك طالق الخ وبما افاد فی الخانیۃ ظھر الفرق بین البدأتین کما اوضحناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار وان کان خفی علی العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی ردالمحتار میں ہے باب الرجعۃ لو قال لھا تزوجتك علی ان امرك بیدك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملك او مضافا الیہ ولم یوجد واحد منھما بخلاف ما مر فان الامر صار بیدھا مقارنا لصیرورتھا منکوحۃ اھ۔ قلت والحاصل ان الشرط صحیح اذا ابتدأت المرأۃ لا اذا ابتدأ الرجل ولکن الفرق خفی الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال سوم دوسری کو مگر انھیں شرائط سے جو جواب اول میں گزریں کہ پہلا وہ نکاح جو بعد نکاح ہندہ بحیات ہندہ اگرچہ بعد افتراق ہندہ بے اجازت ہندہ کسی عورت سے کریگا اوس عورت کو طلاق ہوگی اصل یہ ہے کہ یہ لفظ کہ "تو میرا نکاح باطل" مجمل ومحتمل تھا کہ اس میں بیان نہ کیا کہ کون نکاح باطل اگر بعد نکاح ہندہ یہ الفاظ کہتا یا قبل نکاح یوں کہا ہوتا کہ اگر ہندہ سے نکاح کروں اور اوسکے بعد کسی عورت سے بے اوسکی اجازت کے نکاح ثانی کروں تو میرا نکاح باطل تو اوسے اختیار تھا کہ زوجہ اولٰی یا ثانیہ جسکی طرف چاہے پھیر دے کہ دونوں اس تعلیق تطلیق کی صالح تھیں الاولی لتحقق الملك وفی الاخری کالاخری فیھما لحصول الاضافۃ فتح القدیر پھر ہندیہ میں ہے لو قال لامرأۃ ان تزوجت علیك ما عشت فالطلاق علی واجب ثم تزوج علیھا تقع تطلیقۃ علی واحدۃ منھما یصرفھا الی ایتھما شاء ۱ھ ملخصا یہاں کہ قبل نکاح ہندہ یہ لفظ کہا اور اوس میں نکاح ہندہ کی طرف وہ اضافت بھی نہیں جو یہاں کام دے یعنی تصریح الفاظ شرط کہ زن معینہ میں اسی کی حاجت ہے معنی شرط کافی نہیں کما فی الفتح وغیرہ قال فی الدر یکفی معنی الشرط الا فی المعینۃ باسم او نسب او اشارۃ الخ غرض کہ صرف نکاح ثانیہ کی طرف اضافت اور صحت تعلیق کے لئے وجود ملک یا اضافت بملک لازم تو ہندہ اس تعلیق کی اصلا محل نہیں

لاجرم زوجہ ثانیہ متعین ہوگئی بالجملہ ہندہ اس تعلیق میں اجنبیہ محض ہے بخلاف ثانیہ تو اجنبیہ کی طرف پھیرنے کی کوئی راہ نہیں لمافیہ من اہمال الکلام وھو محترز عنہ مہما امکن اعمالہ یہ تو ایسا ہوا جیسے اپنی عورت اور ایک اجنبیہ کو ملا کر کہا میں نے تم دونوں میں ایک کو طلاق دی خواہی نخواہی اوسکی عورت ہی پر طلاق پڑیگی اجنبیہ کی طرف پھیرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا کہ اوسے طلاق دینا اسکے قابو میں نہ تھا فی الھندیۃ لوضم الی امرأتہ امرأۃ اجنبیۃ وقال احدٰکما طالق اوقال ھذہ طالق اوھذہ لاتطلق امرأتہ الا بالنیۃ لان الاجنبیۃ محل لذلك خبرا وان لم تکن محلالہ انشاءً وھذہ الصیغۃ بحقیقتہا اخبار ولوقال فی ھذہ الصورۃ طلقت احدٰکما طلقت امرأتہ من غیر نیۃ ذکرہ فی طلاق الاصل اھ وانت تعلم ان التعلیق انشاء التعلیق وان الاولی لیست محلالہ لترك الاضافۃ فوجب الصرف الی المحل لابقاء العمل وھذا کلہ واضح جدا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۳:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بعوض ہزار روپیہ کے نکاح کیا اور قبل نکاح درمیان نکاح کے یہ شرط کی کہ نصف مہر یعنی پانسو روپیہ اگر عندالطلب زوجہ ادا نہ کروں تو ہندہ پر تین طلاقیں ہیں پس نکاح کے بعد ہندہ مذکور نے روپیہ طلب کیا زید نے روپیہ مذکورہ اوسوقت ادا نہ کیا اور شرط مذکورہ ایجاب میں ہوا تھا اور ایجاب جانب عورت سے اور قبول جانب مرد سے اب اس صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

الجواب: بصورت مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہوگئیں فتاوی امام قاضی خاں میں ہے تزوجہا علی انہا طالق ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی انہ یجوز النکاح والطلاق باطل قال الفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی ھذا اذا بدأ الزوج فقال تزوجتك علی انك طالق وان ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منك علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴: - از مدراس محلہ جمکنڈی سیت مکہ۔ مرسلہ مولوی عبدالرزاق صاحب، ۷ محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص حنفی نے یمین مضاف کی ہو اسطرح پر کہ اگر میں تجھ سے نکاح کرلوں تو تو طلاق ہے وطلاق ہے وطلاق ہے آیا اس کو تقلید مذہب شافعی کی جائز ہے تاکہ وطی اس عورت کی بلاتردد ہوجائے کیونکہ عندالشافعی یمین مضاف میں طلاق نہیں واقع ہوتی کمافی الدرالمختار فی المجتبٰی عن محمد فی المضافۃ لایقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہٰی وھو قول الشافعی یا نہیں۔

الجواب:- ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ یمین مضاف منعقد ہے اور ایسی صورت میں نکاح کرتے ہی فوراً طلاق بائن ہوجائے گی وہ روایت ضعیفہ کہ مجتبٰی میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے جس کا پانا

بیان کیا قطع نظر اس سے کہ زاہدی چنداں موثوق فی النقل نہیں وہ خود بھی اوسکے ضعف کا معترف ایسی روایات شاذہ ساقطہ پر فتوٰی دینا جائز نہیں ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نہ مفتی کو اس روایت پر افتا کی مجال نہ کسی کو اوس پر عمل حلال درمختار میں عبارت منقولہ سائل کے بعد ہے ھذا یعلم ولا یفتی بہ ردالمحتار میں ہے فی البزازیۃ وعن الصدر اقول لایحل لاحد ان یفعل ذلك وقال الحلوانی یعلم ولا یفتی بہ لئلا یتطرق الجھال الی ھدم المذھب اھ بحر اوسی میں ہے فلیس للمفتی بالروایۃ الضعیفۃ وکونھا افتی بھا کثیر من ائمۃ خوارزم لاینفی ضعفھا ولذا تقدم عن الصدر انہ لایحل لاحد ان یفعل ذلك وکذا ما تقدم عن الحلوانی من انہ یعلم ولا یفتی بہ فلو ثبتت ھذہ الروایۃ عن محمد وکانت صحیحۃ لنبوا الحکم علیھا ولم یحتاجوا الی بنائہ علی مذھب الشافعی فھذا یدل علی انھا روایۃ شاذۃ کما یشیر الیہ کلام المجتبٰی الخ پھر اگر مخلص چاہیے تو کچھ تقلید امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حاجت نہیں خود اپنے مذہب میں مخلص موجود ہے مثلاً صورت مستفسرہ میں اوس عورت سے نکاح کرے نکاح کرتے ہی طلاق پڑجائے گی اور از انجا کہ عورت غیر مدخولہ ہے اور اوسنے تین طلاقیں بتفریق ذکر کی ہیں کہ طلاق ہے وطلاق ہے وطلاق ہے لہذا ایک ہی واقع ہوگی فی الدرالمختار وان فرق بوصف اوخبر او جمل بعطف اوغیرہ بانت بالاولی لا الی عدۃ ولذا لم تقع الثانیۃ بخلاف الموطوءۃ حیث یقع الکل اھ پس اسوقت پھر اوس سے نکاح کرلے اب طلاق نہ پڑے گی کہ یمین ایک بار سے کھل گئی فی التنویر الفاظ الشرط ان واذا واذا ما وکل وکلما ومتی ومتی ما وفیھا تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلاث مگر اتنا ہوگا کہ عورت پر صرف دو طلاقوں کا مالک رہیگا کہ ایک تو نکاح ہوتے ہیں پڑچکی اب اگر کبھی دو طلاقیں دیگا مغلظ ہوجائیگی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی ذی علم کے سامنے تذکرہ کیے کہ میں نے یوں حلف کرلیا ہے مجھے نکاح فضولی کی حاجت ہے یا کیا اچھا ہوتا کہ کوئی شخص بے میری توکیل کے بطور خود میرا نکاح اوس سے کردے تا ذی علم مذکور خود یا کسی اور سے کہکر عورت کا نکاح اس سے کردے جب اس شخص کو نکاح کی خبر پہونچے یہ زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ کوئی فعل ایسا کرے جس سے اوس نکاح موقوف کی اجازت ہوجائے مثلاً عورت کو مہر بھیجدے یا لوگوں کی مبارکباد قبول کرے کہ اس صورت میں نکاح جائز ہوجائیگا اور طلاق اصلا واقع نہ ہوگی فی ردالمحتار عن البحر عن البزازیۃ ینبغی ان یجیئ الی عالم ویقول لہ ما حلف ویحتاج الی نکاح الفضولی فیزوجہ العالم امرأتہ ویجیز بالفعل فلا یحنث وکذا اذا قال لجماعۃ لی حاجۃ الی نکاح الفضولی فزوجہ واحد منھم اما اذا قال لرجل اعقد لی عقد فضولی یکون توکیلا اھ۔

مسئلہ ۱۹۵: از سیتاپور ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ ہندہ وشوہر میں باہم نزاع لفظی واقع ہوا اوسپر شوہر نے کہا تو میری چیز کھائے تو

لاحق ہے شوہر کی مراد اوس سے نقصان نکاح کی ہرگز ہرگز نہیں ہے غصہ میں ایک مہمل لفظ زبان سے نکل گیا اب وجہ شوہر کی دی ہوئی کوئی چیز نہ لیتی ہے نہ کھاتی ہے نہ پہنتی ہے نہ قریب آتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھکو یہ خوف ہے کہ اگر میں کھاؤنگی تو مجھپر شرعی نقصان پڑجائیگا شوہر اس امر سے قطعی انکار کرتا ہے اوسکا بیان ہے کہ غصہ میں میرے منھ سے نکل گیا ہے ہرگز میری یہ مراد نہ تھی بقسم شرعی کہتا ہے یوم عقد سے گاہے اوس نے ایسا لفظ بد موتھ سے نہیں نکالا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر الفاظ اسی قدر تھے جو مذکور ہوے جن میں کچھ ذکر نہیں کہ کون طلاق ہے کسپر طلاق ہے اور ایسی حالت میں شوہر کا بقسم بیان کہ ان الفاظ سے میں نے طلاق زوجہ کی نیت نہ کی تو صورت مذکورہ میں بموجب روایات کثیرہ فتاوی قاضی خاں وفتاوی خلاصہ وفتاوی بزازیہ وفتاوی ہندیہ وفتاوی ذخیرہ ومحیط امام برہان الدین وقنیہ وبحرالرائق ودرمختار وغیرہا ان الفاظ سے نکاح پر کوئی اثر نہ اب ہے نہ آئندہ کسی چیز کے کھانے سے پیدا ہو اور متقطر دقیق احتیاط یہ ہے کہ اگر الفاظ یہی تھے کہ میری چیز کھاوے الخ جب تو جو چیز دیجائے کھانے سے پہلے زوجہ کو شوہر ہبہ کردے کہ اب میری چیز کھانا صادق نہیں اور اگر لفظ وہ ہیں جو کرامت نامہ میں ارشاد ہوئی کہ اب اگر میری لائی ہوئی کھاوے الخ تو علاج یہ ہے کہ خود کوئی چیز نہ لائی جائے نوکر یا عزیز یا غیر اوروں سے منگوا کر دیجائے یہ احتیاط صرف کھانے میں ہے اسکے سوا پہننا بولنا قریب آنا جانا وغیرہا کسی فعل سے کوئی اثر ضرر نہیں اور اگر ایکبار سہواً خواہ قصداً ایسا واقع ہوجائے کہ خلاف شرط کھانا عمل میں آئے تو الفاظ مذکورہ سے بنظر احتیاط بھی صرف ایک طلاق رجعی کا حکم ہوگا کہ عدت کے اندر فقط زبان سے اتنا کہدینا کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا کفایت کریگا اسکے بعد وہ شرط باطل ہوجائیگی جو چاہے اور جتنی بار چاہے شوہر کی چیز اوسکی لائی ہوئی کھائے ہرگز طلاق نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۲:- از بنگالہ موضع نواکھالی ڈاکخانہ بیگم گنج۔ مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب از را میپور ۶ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

بگرامی خدمت فیضدرجت مجمع الفضائل منبع الفواضل کاشف دقائق شرعیہ واقف حقائق عقلیہ ونقلیہ محی السنۃ النبویہ مروج الاحادیث المصطفویہ صاحب التحقیقات الرائقہ زبدۃ السعادات الفائقہ اعنی جنابنا مولانا المولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب دام افضالہم۔ بعد ادائے تسلیمات فراواں وکورنشات بیکراں معروض آں خدمت یہ ہے جنابا حضور نے جو فتوائے طلاق معلق بالصلٰوۃ کی تحریر فرماکر ارسال فرمائے تھے بندہ گمگشتہ نے ملک کو بھیجدیا اور سب علمائے موافقین ومخالفین نے دیکھکر بہت خرسندیں حاصل کیں بلکہ سب علماء متفق ہوکر بسبب فرمان فتوائے موصوف کے زوج احمد سے زوجہ مغلظہ کو علیحدہ کیا تھا اور اسپر بہت دن گزر گئے مگر مولوی وجیہ اللہ جو دیوبند سے عنقریب تحصیل کرکے گھر کو گئے اوس نے زوج احمد کو کہا کہ تمہارا زوجہ مطلقہ مغلظہ نہیں ہوئی تم ہماری رائے پر چلو تو ہم فتوائے ہند کو مردود کردیں گے چنانچہ احمد علی بھی بوجہ نفع اپنے کے اور بوجہ تعلیم اپنے قول سے منکر ہوگئے یعنی جو پہلے تعمیم کے منکر اور تخصیص کے راجع اب بعد چندیں مدت اپنی نیت

ظاہر کرتے ہیں کہ نیت ہمارا اعلیٰ الابد کے لیے ہے اور مولوی وجیہ اللہ اسوقت کے نیت کے مطابق ایک فتویٰ بھی لکھا ہے وہی فتویٰ آپ کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں اور فتویٰ تحریر کرکے احمد علی کو مدعی بنا کر کچہری میں مقدمہ دائر کیے ہیں بعدہٗ اسکے فتویٰ اور آنحضور کی تحریر مبارک دونوں کچہری میں پیش ہوا اور مولوی وجیہ اللہ کو اور اس طرف کے علماؤں کو حاکم نے طلب کیے اور دونوں فتویٰ کے مطلب حاکم کو سمجھا دیے مگر مولوی وجیہ اللہ نے حضور کے فتویٰ پر اور مذہب کے قیل و قال ناشائستہ بیان کیا مگر حاکم کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہوا اور حاکم نے خود کہا کہ جناب مولٰنا شاہ احمد رضا خاں صاحب کو میں خوب جانتا ہوں اور ان کی عالت مجھے خوب معلوم ہے اور دیوبند کے علمائے لامذہب کو بھی معلوم ہے کہ میں ہند کی سیر کرنے والا ہوں۔ مولوی وجیہ اللہ نے کہا کہ صاحب زجراً اور تنبیہاً بغرض نصیحت طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی اور دلالت حال ویمین اللغو کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں ہے اگر تسلیم بھی کیا جاوے کہ طلاقیں مغلظ واقع ہوگئیں تاہم بوجہ رجعت کے اولین طلاق باطل بعدہٗ دو طلاق بلا شرط دیا ہے اسکے لیے رجعت جائز ہے اور دلیل بھی بیان کیا اسوجہ سے حاکم کے دل میں خدشہ پیدا ہوا حاکم نے اس طرف کے علماؤں کو فرمایا کہ آپ لوگ مولٰنا موصوف کے بیس دن کے اندر مولوی وجیہ اللہ کا رد جواب منگوائیے ورنہ یہ شبہ کس طرح دور ہوسکتا ہے اور حاکم نے بیس روز مقدمہ کا حکم موخر کردیے اکنوں دست بستہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ آپ ازروئے مہربانی وشفقت گزاری کے پندرہ یا سولہ روز کے اندر جواب تحریر فرمادیجئے اور ہم لوگوں کو بحر عموم سے خلاص کر لیجئے ورنہ جمیع علما کی بلکہ ملک ہند کی بھی بدنامی کی بات ہے زیادہ کیا عرض کروں۔ عرض گزار خادم عبدالمجید عفا اللہ عنہٗ۔

نقل فتوائی مولوی وجیہ اللہ دیوبندی باشندۂ بنگالہ

سوال چہ می فرمایند علمائے دین رازداران شرع متین کہ در حاضران مجلس بحضور علما وغیرہم کہ احمد علی بزبان خود اقرار نمود کہ من دائما زوجہ ام را برائے نماز خوانی تاکید وزجر می کردہ بودم وبرائے نماز خوانی چند قواعد نماز تعلیم ہم کردم لیکن بعد روز چندے بوقت مغرب مرزوجہ ام را گفتم کہ تو نماز بخواں زن مذکورہ ابا وانکار کرد وگفت کہ مرا فرصتے نیست ازیں وجہ گفتم کہ اگر تو نماز نگزاری برتو دو طلاق معلق دادم کہ بزبان بنگالہ (دو یلام) ودر لغت اردو (دیا میں) استعمال کنند بعدہٗ زن مذکورہ نماز عشا نخواند وقضا ہم نہ نگزارد ونماز فجر بخواند بعد فجر رجعت ہم کرد بعد سالے بلاشرط دو طلاق آں زوجہ مذکورہ را ایضا ہم داد واحمد علی بمحفل مذکور بحضور علما وغیرہم نیت بوقت بیان تعمیم وتخصیص ہر دو منکر بود بل قرینہ برائے تخصیص راجع اما بعد شش ماہ بجہت تعلیم مخالفین وبوجہ نفع خود بگوید کہ نیتم برائے دائم وعلی الابد ست اکنوں ازروئے شرع شریف اقرارش صحیح بود یا چہ بگوید کہ زجراً وتنبیہاً برائے تعود للصلاۃ طلاق واقع نمی شود بلکہ معنی آں وعدہ طلاق شود ووعدہ طلاق طلاق واقع نمی شود بگوید کہ قول زوج بخواں صیغۂ امر بر دلالت حال راجع لیکن فورتابت نمی شود بلکہ فور را ہیچ اعتبار نیست برتقدیر تسلیم کہ طلاقین اولین بوجہ رجعت

باطل ست کما ھو المعروف اکنوں بہرحال برائے زوج احمد علی رجعت صحیح است آیا حکمش فی الواقع ہمیں ست یا زوجہ احمد علی بہ سہ طلاق شدہ مغلظہ شد بینوا۔ بالتفصیل اندریں صورت کہ زوج احمد علی بزبان خود اقرار می کند کہ روزے بعد ادائے نماز مغرب مر زوجۂ خود را بسبب تارک الصلوٰۃ زجر و توبیخ کردگشاں کشاں تا آنکہ باعتدال طبع و استقلال مزاج بطریق زجر و تنبیہ گفت کہ تو نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق و آن زن نیت نماز و سورہ بخوبی ندانستی غرض آنکہ زن عشا نخواند بوقت فجر وضو کردہ برائے گزاردن نماز فجر استاد شوریش نیت و سورۃ تعلیم کرد و دے نماز خواند بعد دو سہ روز میانجی محلہ را طلبیدہ رجعت نمود و درصورت کذائیہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند یا چہ و بعد چند ماہ دو طلاق بلا شرط ایضاً برآں زوجۂ مذکورہ اش دادہ است آیا کہ اگر تسلیم کردہ شود کہ اول طلاقین واقع شدند بر تقدیریش بوجہ رجعت اول طلاقین باطل شد یا چہ و اکنوں رجعت کردہ از زوجۂ مذکورہ استمتاع گرفتن روا ست یا نہ بینوا۔

الجواب :- البتہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند چہ دریں صورت مطلقہ طلاق واقع نشد نہ حاجت تجدید نکاح نہ رجعت ہم واحتیاطاً امرے دیگر **قولہ** اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق۔ اولاً گوئیم کہ ایں قول تعلیق طلاق نیست بلکہ وعدۂ طلاق دادن ست زیرا کہ میان تو طلاق و طالق و ترا طلاق فرق ست در اول وصف زن ست و محمول بروے و در ثانی طلاق ایقاع زوج ست پس دریں قول فعل ایقاع زوج ضرور محذوف است در تنجیز معنی ترا طلاق ترا طلاق دادم ست و در صورت تعلیق یعنی اگر ایں کار کنی ترا طلاق معنی آں ترا طلاق خواہم دادہست چہ در تعلیق شرط و جزا ہر دو خود ند و جزا ہمیشہ مستقبل می شود ولو معنی۔ پس دریں مقام مطلب اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم دادہست و خواہم در فعل ایقاع محذوف است و پیدا است کہ اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم دادہست و خواہم در فعل ایقاع محذوف ست و پیدا است اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق خواہم داد وعدۂ طلاق دادن ست نہ تعلیق طلاق و از وعدۂ طلاق طلاق واقع نشود و ایں مطلب از خود نگرفتم بلکہ احمد علی خود میگوید کہ من بہ نیت طلاق دادن نگفتم بلکہ بطریق زجر و تہدید تنبیہاً بغرض تعود للصلاۃ گفتم و طلاق دادن در دلم مطلقاً مخطور نشد و ظاہر ست کہ وعدہ طلاق مفید ایں مدعا ست و باغراض متکلم خوب چسپاں و مقتضائے قرینہ ہم ہمچنیں ست ثانیاً گوئیم **قولہ** تو نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق تعلیق طلاق ست اگرچہ از مطلب متکلم فرسنگہا دور ست معنی آں ترا دو طلاق ہست باید دانست کہ در تعلیق طلاق معلق ہر سہ گونہ است و از ہر یک دوگونہ است جانب وجود و جانب عدم مجموعہ شش قسمت ست فعل الزوجین وجوداً و عدماً و فعل الغیر وجوداً و عدماً کما لا یخفی من شرح الوقایۃ دریں جا معلق بفعل عدمی زوجہ است یعنی نماز نخواندن و معنی التعلیق ربط حصول مضمون جملۃ ای خبرا بحصول مضمون جملۃ اخری ای الشرط فاذا وجد الشرط وجد المشروط وکذا اذا فات الشرط فات المشروط وھذا یعم الصورۃ الستۃ کلھا من غیر فراق پس ہرگاہ ایں قول تعلیق طلاق

مسلم نشست حالانکہ ایں قول مطلق ست مقید بوقت نیست وغرض متکلم نیز معتاد للصلاۃ شدن زوجہ است و تنہا پس تخصیص نماز عشا نہ فجر وغیرہ از کجا آمد و قرینہ یمین الفور ہم مفقود بل اعتبار نیست چہ قائل باعتدال مزاج و اعتدال طبع بغیر غضب بطریق نصیحت میگفت یمین الفور از کجا برخاست تا ایں قول را مخصوص باقرب الاوقات للصلاۃ گردانند پس ایں تعلیق طلاق ست پس معلق طلاق ماند چہ قاعدہ اصول ست المطلق یجری علی اطلاقہ والمقید یجری علی تقییدہ ووجود صلاۃ مطلق صادق آید بسبب وجود صلاۃ ما یعنی یک صلاۃ بطریق فرد منتشر وعدم صلوۃ مطلق صادق آید بسبب عدم جمیع افراد صلاۃ در مدت العمر وجود مطلق الصلوۃ متحقق شود بسبب تحقق وجود فرد ما و منتفی بانتفائے ذی ما هذا هو الفرق بین مطلق الشیئ والشیئ المطلق وہمین ست فرق میان موضوع مہملہ قدمائیہ و موضوع قضیہ طبعیہ و مطلق الشیئ یعنی مطلق الصلاۃ موضوع مہملہ قدما ست والشیئ المطلق یعنی الصلاۃ المطلقۃ موضوع قضیہ طبعیہ است پس درینجا معلق بعدم الصلاۃ المطلقۃ ست و آں بسبب عدم جمیع افراد نماز از زبان متکلم با تعلیق تا قبیل موت متحقق شود وعدم صلاۃ مطلق متحقق نیست زیرا کہ زوجۂ احمد علی صرف دراں روز نماز نخواند و نماز فجر خواند معتود بالصلاۃ گشت و ہویدا است کہ انتفائے عدم صلاۃ مطلق عدم عدم صلاۃ مطلق ست وعدم عدم صلاۃ مطلق وجود صلاۃ مطلق ست پس وجود صلاۃ معلق متحقق وعدم صلاۃ مطلق معدوم و فائت حالانکہ زن شرط معلق بہ بود و فوت شد فاذا فات الشرط فات المشروط وھو المدعا ایں طلاق واقع نشد آنکہ در سلک تحریر کشیدہ شد صرف گفتگو در نفس عبارت اقرار بود حالا اثبات مطلوب از کتب فقہیہ میگویند در عالمگیریہ جلد دوم ص۹۹ آورد والاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیہما الی شرط البر وعند فوات شرط البر یتعین الحنث در ما نحن شرط البر فائت نشد پس حنث متحقق نشود و ایضا منا ک مسئلہ ونحو قال ان لم تعطین ھذا الثوب ودخلت الدار لم یقع الطلاق حتی یجتمع امران دخول للدار وعدم الاعطاء وعدم الاعطاء انما یتحقق بموت احدھما او ھلاک الثوب وہمچنیں عدم الصلاۃ المطلقۃ قبیل موت زن مذکورہ متحقق تواں شد قبل آں نے وایضا فیہ ص۶۵ رجل قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصلاۃ او بعد ما صلت رکعۃ حکی ان الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوانی انہ کان یقول ان کان وقت الحلف الی وقت الحیض مقدار ما یمکنہا ان تصلی رکعتین ینعقد الیمین عند الکل وتطلق دریں عبارت قید الیوم ورکعتین موجود ست ولہذا حکمش مغایر حکم ما نحن فیہ شد فاتترقتا ولا تتشکوا وایضا فیہ ص۶۲ رجل ضرب رجلا ضربا وجیعا فقال المضروب اگر سزائے وے نکنم فامرأتہ کذا فمضی زمان ولم یجازہ قالوا ھذا لا یقع علی المجازاۃ الشرعیۃ من القصاص او الارش والتعزیر ونحوہ وانما یکون علی الاساءۃ بای وجہ یکون فان نوی الفور فھو علی الفور وان لم ینوی یکون مطلقا کذا فی فتاوی قاضی خان ایں صورت مطابق صورت ما نحن فیہ ست فرق لفظی آنکہ سزائے

وے بحکم معلق بہ فعل عدمی زن کوچ ست و در ما نحن فیہ اگر نماز نخوانی معلق بہ فعل عدمی زوج است حکم ہر دو یکے ست
کما ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق یمین ذی الفور فھو علی الفور ان لم ینو یکون مطلقا لیکن احمد علی نیت فور نکردہ نہ
قرینۂ فور یافتہ شود پس یمین مطلق باقی ماند فی شرح الوقایۃ ص۸ انت کذا ان لم اطلقك یقع فی اٰخر عمرہ
زیراکہ طلاق ندادن در آخر عمر صادق آید ورنہ ہر وقت احتمال طلاق ہست ہمچنیں نماز نخواندن در آخر عمر صادق آید
ورنہ نماز خواندن ہر وقت در مدۃ العمر محتمل ست وفی القہستانی ص۲۹ ویقع فی الاصح اٰخر العمر او قبیل
موتہ او موتھا وفی النوادر لا یقع بموتھا فی قولہ انت طالق وان لم اطلقك ہمچنیں آں اگر زن قبیل
موت نماز نخواند بروئے دو طلاق رجعی واقع شود و ما نحن فیہ چناں نیست بلکہ آں زن ازاں تاریخ تا ایندم
معودہ گشت فی قاضیخاں ص۲۲ ولو قال اذا طلقتك فانت طالق واذا لم اطلقك فانت طالق فلم
یطلق حتی ماتت طلقت ثنتین فی اٰخر جزء من اجزاء حیاتہا ایں ہمہ مثبوت مدعا ست ایضا فیہ
ص۲۱۹ رجل قال لامرأتہ ان لم اجامعك علی راس ھذا الرمح فانت طالق فما دام حییں
والرمح قائم لا یحنث وقبیل موت احدہما او ضیاع رمح حانث شود کذا ما نحن فیہ واللہ تعالٰی اعلم اگر تسلیم کردہ شود کہ
طلاقین اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین
باطل شوند وبعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت اول طلاق
باطل ست کما فی الدر المختار لو طلقہا رجعیا فجعلہ بائنا او ثلثا وفی رد المحتار قولہ قبل الرجعۃ
لانہ بعدہا یبطل عمل الطلاق فیتعذر جعلہا بائنا او ثالثا ھکذا فی الطحطاوی ازیں عبارت
خوب واضح شد طلاقین اولیین بوجہ رجعت باطل ست اکنوں برائے طلاق بلا شرط رجعت صحیح است وھو المدعی
واللہ تعالٰی اعلم المستخرج محمد وجیہ اللہ

الجواب: اللّٰہم ھدایۃ الحق والصواب رب انی اعوذ بك من ھمزات الشیطین
واعوذ بك رب ان یحضرون درصورت مستفسرہ زن احمد علی از حبالۂ نکاحش بدر رفت و نہ آنچناں کہ بمجرد
تجدید نکاح باز زن او تواں شد بلکہ تحلیل لازم ست وبے توسط شوہر دیگر حکم حرمت جازم قال اللہ تعالٰی
فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ حالاکہ احمد علی تعلیم کسے ادعائے ارادۂ عموم
میکند یعنی آنکہ اگر تو در ہمہ عمر خودت ہیچگاہ پیرامون نماز نگردی و در مدت حیات یک نماز ہم ادا نہ کنی بر تو دو طلاق
باشد حیلہ ایست کاسدہ وبہانۂ ایست بس فاسدہ کہ غیر طفلاں بیخبر و ہیچ عاقلے بجوئے نخرد و مقصود وعظ و زجر
آں می باشد کہ پابند نماز شود و ہمیں معنی در استفتا ہم عرف کہ بمنائے ایمان ست مفہوم شود نہ آنکہ در مدت العمر
یک سجدہ پسند ست اگر ترا بینم کہ مردے واز دنیا رخت بردی و ہیچ گاہ یک سجدہ اللہ نکردی آنگاہ بدم وا ییں

کہ خود از نکاح من بیرون می روی ترا دو طلاق باشد این معنی کہ اخوکہ بیش نیست، نہ نہار نہ مراد قائلاں می باشد و نہ مفہوم اہل عرف وزبان و خود احمد علی صباح آں شب بکار روائی عملی خود مراد خودش کہ آشکارا بود آشکارا تر نمود کہ چوں زن نماز عشا نگزارد بامداد آں رجعت نمود اگر قصد آں بودے کہ حالا آموزگاری دستاں سازاں ذامی نماید طلاق برکہ بود و رجعت از چہ فرمود ازیں ہمہ اغماض گزشتن وگزاشتن و بہر تحلیل فرج حرام نظر بر فریب و حیلہ گماشتن کار مسلمانی نیست و ہم ازینجا حیلہ قصد وعدہ از ہم پاشد بل ہر حیلہ کہ فسونسازے حالا تراشد عمل بامدادی احمد علی ہمہ را جان خراشد و قولہ ایں بیچارہ بعلم چہ داند فقیر سخن ازاں در ردّ معلم او می راند و ہمچناں ابطال طلاق بہ رجعت کہ ایں کلمۂ ملعونہ از زبانش ہماں تعلیم ضلال بعض ضلال برآمد ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم حکم مسئلہ در فتوائے جلیلہ سابقہ ہرچہ تمامتر روشن شدہ است اینجا تسکینًا للھواجس وتوھینا للوساوس والدسائس حرفے چند نافع و بہودمند در رد فتوائے دیوبند برنگاریم و امید توفیق از حضرت عزت عزوعلا داریم آیں طرفہ فتوی جامع الخطا والطغوی کہ اثر دیوبندیش از ہر سطرش ہویدا و جان دہماں دیوبندیاں بر حرف حرفش شیدا بملاحظہ آمد تو بادہ دیوبندیاں در تحلیل حرام خدا بتسویل نفس پُر دغا چہ ستم اعجوبہا بکار برد کہ کہن مشتاقان دیوبند را نیز رونق بازار بر تفصیل مفضی تطویل لہذا بر ماقل وکفی تعویل و حاشا روئے سخن نہ بر ہیچ ناشناسان فن بلکہ مقصود نصح عوام مومنان ست تا مباذا باغوائے کسے حرام خدا را حلال پندارند و کلمات خطا و ضلال حتی کہ تکذیب صریح کلام ذی الجلال را سہل انگارند والعیاذ باللّٰہ العزیز الرحیم ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم عزیزان اہلِ ہشیار دمے ختابُ دگی جلد شہسوار خامۂ برق بار را بجولانش آمدن دہید بحولہ تعالٰی حالا حالی شود و بیان بہ عیاں رسد کہ بیچارہ از اثر دیوبندی چساں تکذیب نص قطعی قرآن و خرق اجماع ائمہ مومنان علیہم الرضوان نمود و بطمع آنکہ مگر فرجے حرام را برائے دیگرے حلال نماید حیا در بالا برروئے خودش کشود و بصدق صدق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فیما یرویہ عنہ ابوھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عند البیہقی فی شعب الایمان من اسوء الناس منزلۃ من اذھب اٰخرتہ بدنیا غیرہ والعیاذ باللّٰہ رب العلمین ہمانا چیدہ چیدہ درتنبیہات عدیدہ مفیدہ بر چند خطایائے ایں فتوی نوجاویدہ آگاہی دہم تا غافلاں بے بہرند و غافلاں خبردار شوند و خاطیاں اگر توفیق یابند دگر رہ ہمچناں کورکورانہ نروند وباللّٰہ التوفیق ووصول التحقیق

اوّل آنکہ خرق طلاق را بہ تبدیل صورت سوال رفو خواست سوال کہ اینجا آمدہ بود لفظش آں بود کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھیگی تو دو طلاق ہے" و تعلیم سوال دیوبندی آنچناں ساخت کہ باعتدال طبع واستقلال مزاج بطریق زجر و تنبیہ گفت کہ تو نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق بجائے تو دو طلاقہ۔ ترا دو طلاق نمود تا بزعم باطل خودش اور اا ز تعلیق طلاق برآوردہ وعدۂ طلاق نماید و بدنداں طمع گرہ از کار احمد علی کشاید و ہویدا است کہ تبدیل صورت بعد اطلاع بر حکم شرعی نمی باشد مگر از راہ مکر و خدع باز حائل ما کہ دوبارہ ایں سوال فرستاد نقاب از روئے دستاں ایں ہوا پرستاں کشادہ کہ لفظ خاص احمد علی بزبان بنگالہ (دیلام) کہ صراحۃً بمعنی دادم ست نوشتہ ببساط اختراع وعدہ کمیر در نوشت

دوم فرقے کہ در تو طلاق و ترا طلاق از پیش خویش برآورد محض ایجاد بندہ است بیچارہ در انشائے تعلیق و تعلیق انشا فرق نمی داند مقصود و مفاہیم عرف اول ست نہ ثانی و معنی استقبال خود لازم ہر جزا است چنانکہ در قولش اگر چناں کنی تو طلاق معنی آنست کہ مطلقہ شوی ہم بایں انشا نہ بانشائے جدید کہ آں وقت وعدۂ ابداعش میدہد ہمچناں در قولش اگر چناں کنی ترا طلاق معنی ہماں ست کہ ترا طلاق شود ہمیں انشا نہ بانشائے موعود و طلاق آنچناں کہ صدوراً وصف مرد ست کہ ازو بمصدر مبنی للفاعل اے مطلقیت بالکسر تعبیر کنند ہمچناں وقوعاً صفت زن کہ ازو بمصدر مبنی للمفعول یعنی مطلقیت بالفتح نشان دہند پس مقدر خواہد شد بود نہ کہ خواہم داد اگر مجرد ملاحظہ آنکہ ایں صفت زن بے فعل شوے صورت نہ بندد مشعر فعل جدید موعود و مفید معنی وعدہ شود پس ایں خود در قول او اگر چناں شود تو طلاق نیز نقد وقت ست زیراکہ از طلاق بمعنی رفع کہ فعل زوج ست اورا نیز ناگزیر ست بلکہ ہیچ لفظے ازیں معنی بے نیاز نبود پس اگر ایں ملاحظہ موجب معنی وعدہ شدے ہمانا ہیچ تعلیق صورت نہ بستے مثلاً در تو طلاق نیز تواں گفت کہ معنی آنست کہ تو مطلقہ خواہی شد و مطلقہ نیست مگر آنکہ بروئے ایقاع طلاق نمودہ شود پس معنی آں شد کہ بر تو ایقاع طلاق کردہ خواہد شد و پیداست کہ ایں وعدۂ طلاق نیست بالجملہ ایں وسوسہ و تفرقہ جاہلے بیش نیست **سوم** جناب مجتہد العصر باجتہاد خودش ایں فرق بدیع ابداع نمود و ندید یا دید از چشم حق پوشید کہ در کتب مذہب تصریحاً جا بجا لفظ ترا طلاق را تعلیق قرار دادہ اند نہ وعدہ در فتاوی خلاصہ و فتاوی عالمگیریہ فرمود اگر مرا نخواہی ترا طلاق فقالت می خواہم لا تطلق ھذا تعلیق بالارادۃ وانھا امر باطن لا یوقف علیہا فیتعلق بالاخبار در فتاوی قاضی خاں و خزانۃ المفتین وغیرہما فرمودند اگر سہ ماہ را نیایم و دہ دینار بیارم ترا طلاق فجاء ولم یات بالدنانیر تطلق در فتاوی ظہیریہ و خزانہ امام سمعانی فرمود قال لہا اگر تو حرام کنی ترا سہ طلاق فابانہا ثم جامعہا فی العدۃ یحنث وتطلق ثلثا حالا مجتہد دیوبند بدیدۂ از چشم کشادہ نظر فرماید کہ آں بالا خوانیہائے وعد و تقدیر خواہم داد کجا شد **چہارم** احمد علی را دریں دستان استاد خود می گرد کہ ایں مطلب از خود نگرفتم بلکہ احمد علی میگوید حالانکہ معاملہ وارونہ است بیچارہ احمد علی اگر ازیں کید عظیم آگہی داشتے صبحگاہ چرا تخم رجعت کاشتے **پنجم** باز کہ باعتراف حق گرائید سخنے لغو و بیہودہ چاویدن گرفت کہ معلق بہ برسہ گونہ است و قسم را قسمت دانستہ میگوید مجموعہ شش قسمت است حالانکہ ایں تقسیم را در مسئلہ دائرہ دخلے اینجا و فرق حکم میان قسمے و قسمے نیست خودش ہمی سراید ھذا یعم الصورۃ الستۃ کلہا من غیر فراق ہوشمند را بایستی است کہ چوں اینجا ہر قسم را حکم یکے ست ذکر ایں تقسیم از چہ رو درمیاں آمد جز اینکہ بینندہ داند کہ جناب اجتہاد مآب را نگاہے برشرح وقایہ ہم نظر افتادہ است ولو مع عدم الفہم **ششم** شان الٰہی نظارہ کردنی ست کہ خود در ضمن باطل ناداشتہ لب بحق میکشاید و باز از خطب بہ جدب می گراید مراد فی آں بود کہ ایں تعلیق را بہ ترک دائم نماز چساں نماید تا بوقوع صلاۃ ولو مرۃ زن را تحفظ از طلاق بدست آید از ہمیں رو منطق الطیر خود را خرج نمود در مطلب را کشاں کشاں برآں منزل آورد کہ اگر از زن

احد علی یک نماز ہم پیش از مرگ واقع شد وطلاق نیست حالانکہ ایں جا خود می گوید من حیث لاشعر راہ حق می پوید کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلاۃ شدن زوجہ ست دائما سبحان اللہ ایں شتر گربگی بیں یا غرض متکلم آں بود کہ زوجہ دائما معتاد نماز شود یا آں شد کہ زن در مدۃ العمر یک سجدہ بجا آرد گو در سائر عمر خودش ہیچ روئے بقبلہ میارد ببیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا۔ **ہفتم** خود معترف شدہ کہ غرض متکلم دائما خوگر بودن زن بہ نماز ست میگوید پس تخصیص نماز عشا نہ فجر وغیرہ از کجا آمد اجتہاد وتابا ما نیز ہمیں می گوئیم کہ غرض تعود دائم ست تخصیص ہیچ نماز نیست۔ ہر نمازیکہ عمداً بلا عذر شرعی ترک دہد طلاق شود عشا باشد یا فجر چوں وقت عشا گزشت وزن نماز گزاشت واوانکرد طلاقہ شدہ **ہشتم** باعتراف آنکہ غرض متکلم تعود دائم ست ایں چانہ زنی کہ قرینہ یمین الفور ہم مفقود مگر از باب اجتہاد دیوبند خواہد بود ہلیہا نامعنی معتاد صلاۃ شدن زوجہ دائما آں باشد کہ در ہمہ عمر جز یکبار ہیچ نماز ادا نہ کند ولاحول ولاقوۃ الا باللہ **نہم** تخصیص یمین الفور بصورت غضب وبے اعتدالی طبع نیز از اجتہادات دیوبندیہ است کہ در کتب مذہب ازاں نشانے نیست در فتوائے جلیلہ سابقہ چند امثلہ اش از کتب معتمدہ مذکور است چشم مالیدہ آنجا ہبیند کہ غبار ایں تخصیص از دلش بنشیند در مثال چہارم فرمودہ اند حاکم حلف کرد اگر در شہر بدمعاشے آید وترا جز نہ دہم زن طلاقہ باشد ایں نیز از باب یمین الفور ست اینجا کدام غضب واشتعال طبع بود مگر جناب اجتہاد مآب از وجوہ تسمیہ یمین الفور یک وجہ را ملاحظہ فرمودہ گمان بردہ باشند کہ مشبہ ومشبہ بہ یکے ست ومناسبت تسمیہ لازم حقیقت شی ست وایں خود از اثر تعلیم دیوبندی دور نیست **دہم** ازیں جا تا قول او ھکذا اما نحن فیہا واللہ اعلم کہ دو ثلث تحریر او می شود اگر فتوائے جلیلہ سابقہ را بچشم عقل وفہم دیدن توانستے ازیں ہمہ یاوہ سرائیہا معاف داشتے ایں معنی کہ ظاہر مفاد لغوی لفظ تعلیق طلاق بر عدم دائم نماز ست در فتوائے جلیلہ بالفاظ جزیلہ قلیلہ اداشدہ بود باز تخصیص بالفرض بروجہے سمت ایضاح یافت کہ آفتاب حق بے حجاب سحاب تافت وخود ایں کس نادانستہ ایمان آورد کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلاۃ شدن زوجہ است دائما پس حق روشن شد وپردہ از جہالت دیوبندیہ برافتاد ودریں دو ثلث تحریر بے تحریر ہر چہ جاوید ہمہ لغو وضائع رفت کہ حاجت التفات نماند کما لایخفی علی کل عاقل فضلا عن فاضل ایں الفاظ مختصرہ فتوائے جلیلہ سابقہ را کہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہو جاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا باتقریر طویل پریشانی اینکس باید سنجید وباز تحقیق حق ناصح ناکہ مگر بحکم دلالت حال واجب ست کہ خاص قسم اول یعنی صلاۃ ملتزمہ مبرئہ مراد ہو اور اس کا انتفا ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہوا کہ جب عورت نے اس حلف کے بعد عشا نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اوس پر دو طلاقیں پڑگئیں باعتراف اینکس کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلاۃ شدن زوجہ است دائما باید دید تو وخدائے تو ہیچ پردہ بر چہرۂ حق ماندہ است حاشا ثم حاشا بشرطے آنکہ تعلیم دیوبندی عقل ترا دیوبندی یعنی بندی دیو نکردہ باشد **یازدہم** مسکین بیچارہ کہ در مدرسہ دیوبند گاہے الفاظ میرزاہد بملا جلال را

لفظ اول مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

ترجمہ شنیدہ باشد نشامت بحث منطقہ منطق بر رخت فقاہت دیوبندی لبست و مطلبے راکہ در فتوائے جلیلہ سابقہ باحسن طریقہ اصول ایضاح یافتہ بود باخس طرق معقول نامعقول خودش اثبات خواست وہاآنکہ محققین ایں تدقیق ضائع عمدۃ المدققین سید زاہد مرحوم را بوجوہ کثیرہ برو فرمودہ اند بیچارہ دست نظر قاصر از انہا کوتاہ داشتہ بر تقلید جامد سید زاہد بسندہ نمود و ندانست کہ موضوع قضیہ طبعیہ معروض کلیہ است و کلیت از معقولات ثانیہ پس قضیہ ذہنیہ باشد نہ خارجیہ و ذہنہا رائیں مرتبہ از وجود خارجی لبے نشود نہ بوجود فردے واحد نہ بوجود جمیع افراد فی الخارج بلکہ وجود فردے فی الخارج مستلزم وجود انتزاعی ایں مرتبہ ہم نتواں شد فان المنتزع تابع للانتزاع فمالم ینتزع لم یوجد ولوجد جد ما یصح الانتزاع منہ آیا نہ بینی کہ ایں مرتبہ بے لحاظ ماہیت مع الاطلاق ای فی العنوان دون المعنون صورت نہ بندد پس بلحاظ لاحظ بمجرد وجود فردی فی الخارج حاصل بل وجود ذہنی پزیرد **دوازدہم** مراد از وجود طبیعت موضوع طبعیہ وجود خارجی است او را با وجود ذہنی اول را خود اد شایاں نیست و دوم درگرد وجود فرد نبود کہ انتفاع افراد منتفی شود **سیزدہم** الشیئ المطلق کہ ملحوظ بلحاظ عموم و کلیت و اطلاق است احکام افراد بدو ساری نشود پس چرا بوجود فرد موجود یا بانتفائے افراد منتفی شود **چہاردہم** اگر بفرض باطل طبعیہ را خارجیہ گیریم پس وجود طبیعت بوجود ہر یک از افراد متعاقبہ ہماں نحو وجود ست کہ بوجود فرد اول عارض شود یا غیر آں ولو بالاعتبار اول باطل ست کہ تحصیل حاصل ست و علی الثانی چوں بوجود ہر فرد نحوے از وجود عارض شود بانتفائے آں فرد ہماں نحو وجود منتفی شود پس انتفا بانتفائے ہر فرد رو نماید و تفرقہ ایں حکم میان مطلق الشیئ والشیئ المطلق ضائع برآید **پانزدہم** ایرادات قاہرہ بریں تفرقہ بائرہ در کلمات زاہرہ ملک العلما بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ کن غرض ما لقدر ما یتعلق بالمقام ایں ست کہ احمد علی اگر زن خود را گفت اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق پس بالبداہۃ مقصود او نماز ست کہ خواندن و گزاردن و ادا نمودن و در خارج بروئے کار آوردن را شایاں بود نہ نماز کہ وجودش محض ذہنی و اعتباری باشد و قابلیت ایقاع و ادا اصلا ندارد پس محال ست انچہ گفتہ کہ مراد دریںجا الصلاۃ مطلقۃ یعنی موضوع قضیہ طبعیہ است بہ بطلانش بطلان ہمہ انچہ بر و متفرع کردہ واضح شد فان فساد المعنی فساد البناء **شانزدہم** ہنگام تحقق شرط بر عدم حنث نہ خفائے داشت کہ محتاج بہ نقل بودے فاما مجتہد دیوبند کمال سلیقہ خود را در جلوہ دادن خواست و عبارت عالمگیری الاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیہما الی شرط البر کہ ازیں محل بیعلاقہ بود بہ سند نمود مسکین اگر آں واضحہ را در محل لائق او توانستی دید کاش ہم ازیںجا بر فقرہ وعند فوات شرط البر یتعین الحنث کہ بہ تکلف متکلف بطور مفہوم مخالف با مقصود او موافق می تواں شد قناعت کردے تعلیق یمین بہ دو محل را دریں محل چہ مقام و محل **ہفدہم** آنکہ از عالمگیریہ مسئلہ ان لم تعطینی ہذا الثوب باز مسئلہ ان لم اطأک مع ہذہ المقنعۃ آورد مسکین درمیان ایں مسئلہ مسئلہ کہ ہمیں عالمگیری از محیط از فتاوائے امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ آورد از بے بصری نہ دید یا دید و از بے بصیرتی نہ فہمید یا فہمید و از راہ مغالطہ عوام قطع و برید گزید ببیں کہ در ہمیں سطور عالمگیری چہ می فرماید فی فتاوی ابی اللیث رحمہ اللہ تعالٰی اذا اراد الرجل

ان یجامع امرأتہ فقال لھا ان لم تدخلی معی فی البیت فانت طالق فدخلت بعد ماسکنت شہوتہ وقع الطلاق علیہا وان دخلت قبل ذٰلک لاتطلق کذا فی المحیط اینجا چرا نہ گوید کہ محلوف علیہ عدم دخول مطلق ست ودخول مطلق موضوع قضیہ طبعیہ ست واو منتفی نشود مگر بانتفائے جمیع افراد دخول وایں نبود مگر بعدم دخول اصلا تاحصول موت احدہما پس چوں دخول گاہے متحقق نشود اگرچہ بعد دہ سال عدم دخول مطلق منتفی گردد وشرط حنث صورت نہ بندد **ہیجدہم** بازاز علمگیریہ مسئلہ ان لم تصل الیوم رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصلٰوۃ او بعد ماصلت رکعۃ آورد کہ اگر از وقت یمین تاآغاز حیض زمانے بود کہ دو رکعت راگنجائش داد مطلقہ شود وایں مسئلہ رابظاہر منافی مسئلہ دائرہ انگاشتہ سنگ تطبیق وتوفیق برسر اجتہاد بر می دارد کہ دریں عبارت قید الیوم در رکعتین موجودست لہٰذا حکمش مغایر مانحن فیہ شد فافترقتا لاتشکوا ونمی داند کہ دریں جہت اصلانہ درمسائل افتراق نہ درحکم تغیر صلٰوۃ رکعتین فی الیوم نیز طبیعت کلیہ دارد والتفائے بانتفائے جمیع افراد شود چوں روز گزشت وہیچ فرد ازافراد صلٰوۃ دو رکعت دراں متحقق نہ شد شرط برمنتفی گشت وحنث رو نمود وتوہم آنکہ شوہر الیوم گفت وبجا آوری دو رکعت درمدۃ العمر ہیچ روزے از روزہائے عمر اینجا بسندہ کند وہمیست کہ ہیچ غیر دیوبندی راعارض نتواں شد اگرچہ درغایت جہل وغباوت باشد حاجت رفعش مگر بقیاس عقول عالیہ دیوبندیہ افتاد از رکعتیں راموجب تفرقہ دانستن طرہ براں **نوزدہم** بازبکمال ذہوشی مسئلہ اگر سزائے وے نکنم فامرأتہ کذا آورد واگرنیت فور کندیہ فورباشد ورنہ مطلق وخود دلش گفت کہ ایں صورت مطابق مانحن فیہ است واعتراف کرد کہ ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی تراد طلاق ان نوی الفور فہو علی الفور تاایں جانادانستہ بحق رجوع آورد وبازخم نامندمل راچارہ کار ہماں مکابرہ وانکار جست لیکن احمد علی نیت فورنکردہ نہ قرینہ فور یافتہ شد سبحٰن اللہ قرینہ فوراز کلام خودت پرس کہ خواہرزادہ خالہ تو بالاچہ گفتہ است کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلٰوۃ شدن زوجہ انست وانما ونیت احمد علی ہم بامداد کار بامداد احمد علی دریاب کہ چوں زن نماز عشا نگزارد وصباح رجعت نمود اگرنیت فور نبودے رجعت از کدام راہ رونمودے الحمدللہ کہ حق واضح ست فامامکابرہ راچہ علاج **بستم** بازاز شرح وقایہ وقہستانی وقاضی خاں مسئلہ انت کذا ان لم اطلقک ومسئلہ ان لم اجامعک علٰی رأس ھٰذا الرمح می آرد کہ تاآخر عمر وتابقائے نیزہ مہلت دادہ اند وہماں مقدمہ مسلمہ را کہ خود درفتوائے جلیلہ سابقہ بوضح وجوہ واحسن بیان باستناد عبارات ہدایہ وفتح القدیر رنگ ایضاح یافتہ بود بار بار ایضاح واضح می جوید وتحصیل حاصل می پوید واز نکتہ بدیعہ رفیعہ کہ بجواہلہ ئے تلخیص الجامع الکبیر وشرح التلخیص للعلامۃ الفارسی وانتقاض الاعتراض وتنویر الابصار ودرمختار وفتح القدیر وشرنبلالیہ وردالمحتار والاشباہ والنظائر وتبیین الحقائق عیاں وافادہ شدہ بود چشم می پوشد وبباطل می کوشد یارب تمرا ایں راچہ گفتہ آید مادیدہ را دیدہ کشودن سہل ست آنکہ صدبار دیدہ ودیدہ پوشید دیدہ دیدہ نادیدہ ساختہ اورا چارہ کدام۔ بارے مگر درشرح وقایہ بلکہ خود وقایہ ایں مسئلہ

بری کہ شرط الحنث فی ان خرجت وان ضربت فانت طالق ملو یدۃ خروج او ضرب عقبہ
نحوھما فورا و در قہستانی فیہ اشارۃ الی ما انفرد ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فی استنباطہ
من تمام اقسام الیمین فان سلفہ قسموھا الی المؤبدۃ لفظا و معنی والموقتۃ کذلک مثل لا
افعل کذا ولا افعلہ الیوم ثم زاد الامام تماما ما سمی بیمین الفور و یمین الحال مما ھی المؤبدۃ لفظا والموقتۃ
معنی کما مر و در قاضی خاں سکران ضرب امرأتہ فخرجت من دارہ فقال ان لم تعودی لی فانت طالق وکان ذلک
عند العصر فعادت الیہ عند العشاء قالوا یحنث فی یمینہ لان یمینہ تقع علی الفور وان قال لم انو الفور
لا یصدق قضاء وفی المرأۃ اذا تاہبت للخروج فقال الزوج ان خرجت فانت طالق فجلست
ثم خرجت بعد ذلک بساعۃ لا یحنث فی یمینہ مگر ایں بیچارگاں چہ کنند کہ تعلیم نجدیت در قرآن و
حدیث نیز بمصداق افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کار میکند ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم نجدیت و تکیم تا اینجا جہالات دیوبندیہ بود حالا ضلالات دیوبندیہ جوش زد و بیباک بے ادراک کلمۂ
گفت کہ بدریا باشو ان ست کہ اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین اولیں واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل الی قولہ
کنون برائے طلاق بلا شرط رجعت صحیح ست انا للہ وانا الیہ راجعون - ع آدمیاں گم شدند ملک گرفت اجتہاد
تعلیم دیوبندی دریں قرآن عظیم و حدیث کریم و اجماع ائمہ حدیث و قدیم ہمہ را یکسر پس پشت انداخت و بزور زبان و
زور و بہتان بمصداق ارشاد حضور سید الانبیاء علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام الی یوم القیام کہ یستحلون الحر شرمگاہ
زناں را حلال خواہند گرفت فرج حرام را حلال ساخت قال اللہ تعالی عز وجل الطلاق مرتن
فامساک بمعروف او تسریح باحسان الی قولہ تبارک و تعالی فان طلقہا فلا تحل لہ من
بعد حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی طلاق کہ بعد وے اختیار رجعت است ہمیں تا دو بارست کہ شوہر را در
ماندن زن بخوبی یا بنیکوئی اختیار ست پس اگر بعد اینہا طلاق دگر دہد زن مر او را حلال نبود تا با شوہرے دگر ہمخوابہ نشود
ائمۂ تفسیر و حدیث سبب نزول کریمہ چناں آوردہ اند کہ پیش ازیں طلاق را عددے معدود و حدے محدود نبود ہر قدر
بار شوہرے خواستے طلاقہا دادے و رجعتہا کردے و آنکہ اضرار زن خواستے طلاقش دادے تا آنکہ چوں عدتش بر سر
گزشتن آمدے رجعت کردے باز طلاق دادے باز در قرب انقضائے عدت رجعت نمودے وہمچناں کردے تا
آنگاہ کہ دلش خواستے بیچارہ زن بایں کار معلقہ ماندے نہ رائے رفتن نہ روئے ماندن۔ زن ازیں معنی بحضور
بارگاہ رسالت فریاد آورد آنگاہ آیۂ کریمہ نزول فرمود و بعد سہ طلاق اختیار رجعت نماند و کار زن بدست زن شد
امام بغوی در تفسیر معالم التنزیل فرمود قولہ تعالی الطلاق مرتن روی عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ
تعالی عنہما قال کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولا عدد وکان الرجل یطلق

[illegible]

امرأته فاذا قاربت انقضاء عدتھا راجعھا ثم طلقھا کذلک ثم راجعھا بقصد مضارتھا فنزلت ھذہ الآیة الطلاق مرتٰن یعنی الطلاق الذی یملک الرجعة عقیبه مرتان فاذا طلق ثلثا فلاتحل له الا بعد نکاح زوج اٰخر۔ امام رازی در تفسیر کبیر فرمود المسئلة الاولٰی کان الرجل فی الجاھلیة یطلق امرأته ثم یراجعھا قبل ان تنقضی عدتھا ولو طلقھا الف مرة کانت القدرة علی المراجعة ثابتة له فجاءت امرأة الی عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنھا فشکت ان زوجھا یطلقھا ویراجعھا یضارھا بذلک فذکرت عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنھا ذلک لرسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فنزل قوله تعالٰی الطلاق مرتٰن۔ در تفسیرات احمدیہ ست لما کان عدد الطلاق فی الجاھلیة غیر مقدر علی وتیرة واحدة حتی انه لو طلقھا عشرة یمکنه رجعتھا وکان یراجعھا وقت انقضاء العدة ثم یطلقھا ویراجعھا حتی ان جاءت امرأة الی عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنھا تشکو من مراجعة زوجھا ثم تطلیقھا ثم وثم ھکذا فعرضت الی رسول اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فنزل قوله تعالٰی الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنی ان الطلاق الرجعی الذی یتعلق به الرجعة مرتان ای اثنتان لازائد تان فبعد ذلک امساکھا بمعروف او تسریح کذلک وھذا امر بصیغة الخبر کانه قیل طلقوا الرجعی مرتین وھذا التوجیه المذکور فی الحسینی والزاھدی والبیضاوی والتلویح وھو الموافق لمذھب الشافعی وابی حنیفة جمیعا۔ ترمذی وابن مردویہ وحاکم بافادہ تصحیح وبیہقی در سنن از ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روایت کنند قالت کان الناس والرجل یطلق امرأته ماشاء اللّٰه ان یطلقھا وھی امرأته اذا ارتجعھا وھی فی العدة وان طلقھا مائة مرة او اکثر حتی قال رجل لامرأته واللّٰه لا اطلقک فتبینی ولا اٰویک ابدا قالت وکیف ذلک قال اطلقک فکلما ھمت عدتک ان تنقضی راجعتک فذھبت المرأة حتی دخلت علی عائشة فاخبرتھا فسکتت عائشة حتی جاء النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فاخبرته فسکت النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم حتی نزل القراٰن الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ ونیز ابن مردویہ وبیہقی از ام المومنین روایت آرند قالت لم یکن للطلاق وقت یطلق امرأته ثم یراجعھا مالم تنقض العدة وکان بین رجل وبین اھله بعض ما یکون بین الناس فقال واللّٰه لاترکنک لا ایما ولا ذات زوج فجعل یطلقھا حتی اذا کادت العدة ان تنقضی راجعھا ففعل ذلک مرارا فانزل اللّٰه فیه الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان فوقت لھم الطلاق ثلاثا یراجعھا فی الواحدة وفی الثنتین

ولیس فی الثالثۃ رجعۃ حتی تنکح زوجاً غیرہ ابوداؤد ونسائی وبیہقی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالٰی عنہما روایت دارند ان الرجل کان اذا طلق امرأتہ فھو احق برجعتھا وان طلقھا ثلٰثا
فنسخ ذٰلک فقال الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان اجلہ ائمہ مالک وشافعی وعبد
بن حمید وترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم وبیہقی از عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما آرند قال کان الرجل اذا
طلق امرأتہ ثم ارتجعھا قبل ان تنقضی عدتھا کان ذٰلک لہ وان طلقھا الف مرۃ فعمد رجل
الی امرأتہ فطلقھا حتی اذا ماجاء وقت انقضاء عدتھا ارتجعھا ثم طلقھا ثم قال واللہ لااٰویک
الی ولا تحلین ابدا فانزل اللہ الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان مسلمانان دمے
انصاف دہید تعلیم دیوبندی چساں مقصود شریعت وحکم آیت را برہم میزند وظلم وستم جاہلیت را از سر نو تازہ می کند
اگر طلاق پیشین برجعت باطل شود وبعد او شوہرے را از سر اختیار سہ طلاق بدست ماند چنانکہ ایں کس زعم نمود پس لاجرم
ہماں آتش جاہلیت بجاسہ اندر ست وانسداد ظلمے کہ خدائے خواست معاذ اللہ باطل وبے اثر۔ ہر کہ خواہد ہزار بار
طلاق دہد وہر بار رجعت کند طلاق تماشائے رادہ نارادہ شود واختیارات نامتناہیہ بدست شوہر بود ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با قرآن عظیم **بست ودوم** خاص جزئیہ مسئلہ کہ طلاق
بعد رجعت باطل نشد ومحسوب ماند در صحیحین بخاری ومسلم وعامہ کتب اسلام مصرح ست عبداللہ ابن عمر رضی اللہ
تعالٰی عنہما زوجہ خود را بحالت حیض طلاق داد وسید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر مراجعت فرمودہ باوصف رجعت
آں طلاق را محسوب داشت **فی صحیح البخاری** عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر
رضی اللہ تعالٰی عنہما قال طلق ابن عمر امرأتہ وھی حائض فذکر عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ
للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لیراجعھا قلت تحتسب قال فمہ **وعن** قتادۃ عن یونس
بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال مرہ فلیراجعھا قلت تحتسب قال ارأیتہ
ان عجز واستحمق **وعن** سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال حسبت علی
بتطلیقۃ **وفی صحیح مسلم** عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما
نحوہ وقال فی اٰخرہ قال عبیداللہ قلت لنافع ما صنعت التطلیقۃ قال واحدۃ اعتد بھا
وعن سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم عن ابیہ وفیہ کان عبداللہ طلقھا
تطلیقۃ فحسبت من طلاقھا وراجعھا عبداللہ کما امرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
وفی لفظ اٰخر قال قال ابن عمر فراجعتھا وحسبت لھا التطلیقۃ التی طلقتھا **وعن**
ابن سیرین عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم انہ امرہ ان یراجعھا

قال قلت احتسبت علیہ قال فمہ اوان عجز واستحمق **وعن** انس بن سیرین قال قلت فاعتددت بتلک التطلیقۃ التی طلقت وھی حائض قال مالی لا اعتد بہا وان کنت عجزت بلکہ عبدالحق اشبیلی در احکام وبیہقی در سنن از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کردند ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھی واحدۃ اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با حدیث کریم **بست وسوم** قال اللہ تعالٰی فان طلقہا فلاتحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ در تفسیر جلالین ست فان طلقہا الزوج بعد الثنتین در جمل فرمود ای سواء کان قد راجعہا ام لا ایں حکم کہ اطلاق آیت مراد ومتنا ول ست ہیچکس از علمائے امت را در وخلاف نیست کتب فقہ بلاخلاف مطلقا ثلاث را قبت حرمت غلیظہ گویند وزنہار در ہیچ کتابے بوئے ازیں وسوسہ تجبہ نیست کہ بعد رجعت طلاق اول درحساب نمی ماند وشوہر از سر سہ طلاق را مالک می شود عبارات ہزار در ہزار بر بطلان ایں ضلالت شاہد ست تنبیہ غافل وتعلیم جاہل را ہمیں مسئلہ دوارہ در کتب بسندست کہ در کنز[1] الدقائق وبحر[2] الرائق فرمودند (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ فی بطون فالولد الثانی والثالث رجعۃ) لوقوع الطلاق بالاول وتثبت الرجعۃ بالثانی والثالث ویقع بکل طلقۃ واخری فتحرم حرمۃ غلیظۃ در تبیین[3] الحقائق فرمود لانہا بولادۃ الاول وقع علیہا الطلاق ثم اذا جاءت بولد اٰخر من بطن اٰخر علم انہ من علوق حدث فتثبت بہ الرجعۃ وتقع طلقۃ اخری بولادتہ ثم اذا جاءت بالثالث تبین انہ کان راجعہا بوقوع الثانیۃ لما قلنا وتقع طلقۃ ثالثۃ بولادتہ فتحرم علیہ حرمۃ غلیظۃ اھ مختصرا در شرح[4] مسکین فرمود (فالولد الثانی یصیر بہ مراجعا فی الطلاق الاول (والثالث) یصیر فی الطلاق الثانی (رجعۃ) ویقع الطلاق الثالث بولادۃ الولد الثالث ولاسبیل الی الرجعۃ در تنویر[5] الابصار ودر مختار[6] فرمودند فی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ بطون تقع الثلاث والولد الثانی رجعۃ فی الطلاق الاول وتطلق بہ ثانیا کالولد الثالث فانہ رجعۃ فی الثانی وتطلق بہ ثلثا عملا بکلما در غرر[7] ودرر[8] فرمود لوقال (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ ببطون یقع) طلقات (ثلاث و) الولد (الثانی والثالث رجعۃ) در ملتقی[9] الابحر ومجمع[10] الانہر فرمودند (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ فی بطون فالثانی والثالث رجعۃ وتتم) الطلقات (الثلث بولادۃ الثالث) فتحتاج الی زوج اٰخر در وقایہ[11] وشرح[12] فرمودند فی کلما ولدت فولدت ثلثۃ ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعۃ کالثالث ودر غایۃ[13] البیان وذخیرۃ[14] العقبٰی فرمودند اعلم انہا تطلق ثلثا ویثبت نسب الاولاد من الزوج وعلیہا العدۃ بثلث حیض بعد ولادۃ الولد الثالث در اصلاح[15] وایضاح[16] فرمودند فی کلما ولدت ولدت ثلثۃ ببطون یقع ثلث

والولد الثانی رجعۃ کالثلاث امام اجل صدر شہید در شرح جامع صغیر امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمود لما ولدت الولد الثالث صار مراجعا ایضا بالوطی بعد الطلاق ووقع اخر بالولادۃ ولا رجعۃ بعد ذلک لانہ تم الثلاث در خزانۃ المفتین برمز اختیار شرح مختار فرمود یقع ثلاث والولد الثانی رجعۃ کالثالث اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با ائمہ امت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **بست و چہارم** از غایت غباوت وغوابت اوست قول او چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین باطل شوند و بعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت اول طلاق باطل است آفریں باد چہ خوش اصوات خارجہ از سوراخ فم اوست کہ دہن از آواز پُر و ذہن از معنی تہی و بیچارہ چہ کند کہ ہنوز ازیں نوع وساں منصۂ دیوبندیت را با مطلب و معنی جنت نکردہ اند۔ کدام دو طلاق پیشین ست کہ بطلاق بائن بعد تجدید نکاح باطل می شود وچوں طلاق قبل تجدید نکاح نزد تو خود در حساب نیست بطلانش بر طلاق بائن بعد تجدید چہ موقوف باشد و اگر از کسے شنیدہ است کہ بائن بہ بائن لاحق نشود ایں خود عام نیست باز عدم لحوق بطلان اول را چرا موجب شود باز مبنائش حمل بر اخبار ست در رجعی بعد رجعت اورا چہ کار ست باز اگر باشد بطلان یکے باشد نہ ہر دو و بقطع نظر از جملہ وجوہ امر جامع میان رجعت بعد رجعی وطلاق بائن بعد تجدید نکاح بعد بائن چیست مگر آنکہ بدعقلی و کج فہمی لائق بجدیت و تعلیم دیوبندی است **بست و پنجم** از استنادش بمسئلہ در مختار طلقہا رجعیا فجعلہ بائنا او ثلاثا تا عبارت ردالمحتار وطحطاوی لانہ بعدھا یبطل عمل الطلاق چہ جائے شکوے کہ ہیچ مدہوشاں و بیہوشاں در بطلان طلاق و بطلان عمل اگر فرق نکنند سزائے ایشاں فاما ہر مسلم عاقل را مسلم و معقول ست کہ برجعت عمل طلاق مرتفع می شود نہ آنکہ طلاق کردہ ناکردہ گردد و از صفحۂ واقع ارتفاع پذیرد۔ مسئلہ را بنہایت ایضاح افضاح دادہ ایم بیش ازیں اطالت در کار نیست **بالجملہ** حکم ہماں ست کہ زن احمد علی سہ طلاقہ شد و بے تحلیل بہ تحلیل مجتہدان دیوبندی حلال نشود بلکہ ایناں کہ بدعت زائغہ بطلان طلاقہائے پیشین برجعت پسیں در شرع و دین نہادند الحق کہ تحلیل حرام قطعی لب کشادند او برحکم فقہی کفرے ست حتمی۔ زن احمد علی بتحلیل ایناں حلال نشد مگر ترسند کہ ہما زنان ایناں بحکم فقہ برایناں حرام شدند ہیچ کساں را باید کہ بتجدید اسلام و نکاح پردازند و حرام خدا را برائے حطام دنیا حلال نسازند وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از جام جودھ ملک کاٹھیاواڑ جماعت اہلسنت و جماعت۔ مرسلہ آدم بن احمد صاحب

۱۱ شعبان ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک چھوٹی سی بستی میں ایک عالم مدت دس

پندرہ سال سے وعظ بیان کیا کرتا تھا ہمیشہ چند لوگ اس عالم کی گلہ وغیبت کیا کرتے تھے اتفاقاً ایکروز ناٹک والے لوگوں کی فاسق کمپنی آئی اور چند مسلمان اس چھوٹی بستی کے اس تماشے میں داخل ہوئے اور اس اثنا میں ایک سید کے مکان پر وعظ کی محفل منعقد ہوا چند لوگ ناٹک کے تماشہ گر بھی اس محفل میں شریک تھے واعظ صاحب کی نظر جب اون فاسقوں پر پڑی تو وعظ میں بہت لعن طعن کیے فجر کو فاسقوں منافقوں نے غل مچائے فساد و دنگا کرنے کی باتیں کیے ایک شخص نے اون لوگوں کی طرف سے ان کو کہا کہ تم نے رات کو جو وعظ کیا سو چند آدمی آپ سے البتہ فساد کریں گے اور آپ کو فقط نماز روزہ کے وعظ کرنا چاہیئے ورنہ ہمیشہ فساد ہوا کریگا کبھی دنگہ اس کام سے نہ ٹلیگی پس واعظ کو غصہ آیا تو یہ لفظ عین غضب میں مونھ سے نکالا کہ جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے اوسکی جورو پر طلاق ہے جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے خود کی نیت کیا تھا لیکن تین یا دو کے لفظ مونھ سے نہ نکلا اور تین کی نیت نہ تھا اور وہ مسلمان لوگ سب مل کر واعظ کے پاس عاجزی سے کہتے ہیں کہ تم وعظ کرو پس واعظ کہتا ہے کہ اگر میں وعظ کروں تو میرا زوجہ مطلقہ ہوتی ہے میں ہرگز وعظ نہ کروں گا پس یہ الفاظ سے طلاق واقع ہوتے ہیں کہ نہیں اور کونسا طلاق بائن یا کیا اور وعظ وہ کرے کہ نہیں اور جب وعظ کرے تو بائن واقع ہونے سے کیا کرے اور اگر اور قسم کی طلاق واقع ہوتی ہو تو اوسکا بھی خلاصہ لکھنا کل مسلمان اہلسنت وجماعت آپ کے جواب کے منتظر ہیں یہ الفاظ میں اگر نیت ثلاثہ کا کیا ہو تو کیا ثلاثہ واقع ہونگی کہ نہیں والسلام

الجواب: واعظ کو نہ چاہیے تھا کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعاً سخت ناپسندیدہ ہے یہانتک کہ حدیث میں آیا ما حلف بالطلاق مومن وما استحلف بہ الا منافق رواہ ابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اب کہ کہہ چکا ضرور وہاں وعظ کہنے سے عورت پر ایک طلاق رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر رجعت کر لینے سے بدستور وہ اوسکی زوجہ رہیگی۔ درمختار میں ہے جماعۃ یتحدثون فی مجلس فقال رجل منہم من تکلم بعد ھذا فامرأتہ طالق ثم تکلم الحالف طلقت اھ لان کلمۃ من للتعمیم والحالف لایخرج نفسہ عن الیمین فیحنث ہاں اگر اس قول میں تین طلاقوں کی نیت کی تھی تو تین پڑیں گی اور عورت بے حلالہ نکاح میں نہ آسکے گی درمختار میں ہے فی انت طالق یقع واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا او نوی واحدۃ او ثنتین لانہ صریح مصدر لایحتمل العدد فان نوی ثلثا فثلث لانہ فرد حکمی رہا یہ کہ اب وہاں وعظ کرے یا نہیں اگر وہ وعظ اللہ عزوجل کے لیے کرتا ہے اور طلب مال یا اپنی شہرت و ریاست مقصود نہیں اور اوسکا وعظ مطابق شرع ہے اتنا علم دین کافی ووافی رکھتا ہے جس سے اوسے وعظ کی اجازت ہو جب تو ظاہر ہے کہ ایسے بندۂ خدا ہادی راہ ہدیٰ کا وعظ کہنا ہی اوسکے اور اون مسلمانوں کے سب کے حق میں بہتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منہا فلیات

الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اوس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے رواہ الائمۃ احمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات کم ہے مثلاً علم دین کافی نہیں یا کسی غرض فاسد یا عقیدۂ فاسدہ کے باعث وعظ خلاف شرع کہے جب تو ظاہر کہ اوسکا وعظ اوسکے اور مسلمانوں سب کے حق میں بُرا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوء مقعدہ من النار رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اگر مال یا شہرت مقصود ہے تو اگرچہ مسلمانوں کے لیے اوس کا وعظ مفید ہو خود اوسکے حق میں سخت مضر ہے علما فرماتے ہیں ایسی اغراض کے لیے وعظ ضلالت اور یہود ونصارٰی کی سنت ہے۔ درمختار میں ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیھود والنصارٰی صورت ثانیہ میں اوسے وعظ کی اجازت ہی نہیں نہ کہ ایسی حالت میں کہ اوسکے سبب عورت پر طلاق ہوگی اور طلاق اللہ عزوجل کو بلاوجہ شرعی سخت ناپسند ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ابغض الحلال الی اللہ الطلاق رواہ ابوداود وابن ماجۃ والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وفی لفظ للحاکم بسند صحیح عنہ موصولا ولابی داود عن محارب بن دثار مرسلاً ما احل اللہ شیئا ابغض الیہ من الطلاق اور اگر صورت صورت اولٰی ہے جس میں وعظ کہنا اُسکے حق میں بہتر ہے تو وعظ کہے اور عورت کو رجعت کرلے اور اگر تین طلاق کی نیت کی تھی تو اگر چاہے تو یہ حیلہ ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے جب عدت گزر جائے اور عورت نکاح سے نکل جائے اوسوقت وعظ کہے پھر عورت سے نکاح کرلے اور وعظ کہتا رہے طلاق نہ پڑیگی لانہ لما ابانھا وانقضت العدۃ لم تبق محلا للطلاق فاذا حنث بعدہ نزول الجزاء المعلق ولم یصادف محلا فمضی ھملا وقد انتھی الیمین لعدم ما یدل علی التکرار فاذا تزوجھا بعد وعظ لم یحنث درمختار میں ہے تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملک طلقت والا لا فحیلۃ من علق الثلاث بدخول الدار ان یطلقھا واحدۃ ثم بعد العدۃ تدخلھا فتنحل الیمین مگر یہ صورت وقت سے خالی نہیں بعد انقضائے عدت خود مختار ہوجائے گی اور اگر وہ اس سے نکاح نہ کرے تو اسے اوس پر جبر کا کوئی اختیار نہیں۔ یوہیں یہ سب صورتیں اوس تقدیر پر ہیں کہ اس سے پہلے کبھی اوس عورت کو دو طلاقیں مجموع خواہ متفرق نہ دے چکا ہو ورنہ وعظ کہتے ہی یا قبل وعظ ایک طلاق دیتے ہی فوراً تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اب بے حلالہ کے کوئی علاج نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از ریاست رامپور محلہ باجوڑی ٹولہ متصل زیارت حافظ جمال اللہ صاحب۔ مرسلہ محمد ضمیر خاں صاحب۔ ۵ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر سے اوسکی بیوی نے طلاق طلب کی۔ عمرو نے یہ کہا کہ تو مہر بخشدے تو تین طلاق دونگا۔ عورت نے یہ کہا اگر تم مجھے طلاق دیدو تو میں نے مہر بخشدیا۔ عورت نے تین مرتبہ یہ کہا کہ اگر میرا شوہر مجھے طلاق دے تو میں نے مہر بخشدیا۔ پھر عمرو نے دو مرتبہ یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ اس واقعہ کو قریب ایک ہفتہ کے ہوا اور یہ واقعہ درمیان شوہر اور بیوی کے غصہ کی حالت میں ہوا آیا طلاق ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر عورت مدخولہ ہے دو طلاقیں ہوگئیں۔ مگر جب تک عدت نہ گزرے رجعت کرسکتا ہے مثلاً زبان سے کہدے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اوسکی زوجہ رہیگی۔ اگر اس سے پہلے کبھی کوئی طلاق نہ دے چکا ہو۔ اور اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق بائن پڑی اور عورت نکاح سے نکل گئی۔ مگر اوس کی رضا کے ساتھ عدت میں خواہ عدت کے بعد اوس سے نکاح کرسکتا ہے۔ رہا مہر وہ کسی حالت میں ساقط نہ ہوا بدستور باقی ہے۔ بزازیہ کتاب البیوع میں ہے تعلیق الھبۃ بان باطل۔ اشباہ میں ہے تعلیق التملیکات بالشرط باطل کالبیع والشراء والھبۃ والابراء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:۔ از بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاکخانہ بیگم گنج مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب شنوپوری ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھیگی تو دو طلاق ہے بعدہٗ وہ بی بی عشا کی نماز نہیں پڑھی فجر سے لیکر نماز شروع کی اور وہ شخص بعد فجر کے رجعت بھی کرلیا ہے پھر چند برس کے بعد وہ شخص اور دو طلاق بلا شرط دیا اب یہ شخص کا رجعت کرنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ دو طلاق سابق اور یہ دو طلاق مجموعہ چار طلاق ہوئی اب سہ طلاق ہوکر محرمہ ابدی ہوئی یا نہ اور سابق دو طلاق کو جب نماز پر شرط کیا اور نماز بھی نہ پڑھی یعنی عشا کی تو طلاق ہوگی یا نہ بینوا مع الدلیل۔ بعض عالم کہتے ہیں اول جو طلاق نماز پر شرط کیا تھا نہیں واقع ہوگی کیونکہ قول زوج کا اگر نماز نہ پڑھیگی مستقبل کی طرف اشارہ ہے اور مستقبل تا حیات کے لیے ہوتا ہے اور ثانی جو دو طلاق بلا شرط دیا ہے اوسکے لیے رجعت جائز ہے اور دوسرے طرف کے علماء کہتے ہیں اب رجعت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سہ طلاق ہوکر مغلظ ہوگئی ہے اسوجہ سے کہ اول جو دو طلاق شرطاً نماز پر کیا تھا تا حیات پر موقوف نہیں ہے کیونکہ زوج کی مقصود اور نیت یہ ہے کہ زوجہ کبھی نماز نہ چھوڑے ایدتا کہ حکم شرع پر کرتا ہے اگر ایک وقت نماز چھوڑیگی تو وہ امر صادق آویگی اور تیسرے کے بعض عالموں کہتے ہیں اول دو طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ طلاق رجعی کو جب شرط پر معلق کرتا ہے تو بائن ہوجاتا ہے اور بائن کے لیے درمدت نکاح جدید چاہیئے جب نکاح جدید درمدت نہ کیا اور مدت گذر گیا اب بعدہا طلاق دینا صحیح نہیں ہے فقط اول دونوں طلاق واقع ہوگی اور بعد کے طلاق کی ملک نہیں ہے۔

الجواب:۔ اللھم لک الحمد اسئلک ھدایۃ الحق والصواب۔ فقیر نے ہر سہ فریق علمائے بنگالہ وبعض علمائے رامپور کے اقوال مذکورہ اور دلائل مزبور مطالعہ کیے جہانتک اپنی نظر قاصر کا مبلغ ہے بحکم خیر الامور

اوسطہا ان میں قول وسط عدل ووسط وصحیح وبے غلط ہے۔ فریق سوم کا زعم تو محض باطل وبے اصل ہے تعلیق ربط مضمون جملہ بمضمون آخری ہے نہ کہ خبط مضمون بربط آخر ان دخلت الدار فانت طالق کہنے والے نے انت طالق کے مفاد شرعی کو دخول دار پر معلق کیا تو ہنگام دخول اُسی مفاد کا نزول ہوگا نہ کہ مفاد سے عدول۔ اور قطعًا معلوم کہ اُسکا مفاد نہیں۔ مگر طلاق رجعی یہانتک کہ اگر انت طالق کہے اور طلاق بائن کی نیت کرے جب بھی رجعی ہوگی کہ وہ تغییر حکم شرع پر قدرت نہیں رکھتا تنویر میں ہے صریحہ کطلقتك وانت طالق ومطلقۃ یقع بہا واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافہا ہدایہ میں ہے انت طالق ومطلقۃ وطلقتك یقع بہ الرجعی ولا یفتقر الی النیۃ وکذا اذا نوی الابانۃ لانہ قصد التنجیز ما علقہ الشرع بالقضاء العدۃ فیرد علیہ ہمارے علماء کرام کے نزدیک وقت حلول شرط نزول جزا یوں ہوتا ہے کہ گویا اسوقت تکلم بالجزا منجز واقع ہوا اور ظاہر ہے کہ انت طالق کا تکلم ہرگز مفید نہ ہوگا مگر طلاق رجعی کا فتح القدیر میں ہے انہ ینزل سببا عند الشرط کانہ عند الشرط اوقع تنجیزا ظاہر ان بعض علماء کو ایک عبارت درمختار نے دھوکا دیا کہ اواخر باب طلاق بالصریح میں فرمایا لو قال انت طالق علی ان لارجعۃ لی علیك لہ الرجعۃ وقیل لا جوہرۃ ورجح فی البحر الثانی وخطأ من افتی بالرجعی فی التعالیق وقول الموثقین تکون طالقۃ طلقۃ تملك بہا نفسہا اس عبارت میں جملہ وخطاء من افتی الخ کے یہ معنی سمجھ لیے کہ علامہ بحر صاحب بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے مطلقا تعلیقات میں طلاق رجعی ماننے کو خطا ٹھہرایا حالانکہ یہ محض سوئے فہم یا قلت تدبر سے ناشی ہے یہاں خاص صورت یہ زیر بحث ہے کہ جزائے معلق میں وصف مفید بینونت مذکور ہو مثلا ان دخلت الدار فانت طالق طلاقا لارجعۃ لی علیك فیہ یا ان تفعل کذا تکن طالقا طلقۃ تملك بہا نفسہا عبارت در میں وقول الموثقین بالجر زیر فی داخل ہے اور التعالیق کا عطف تفسیری بحر ردالمحتار میں ہے **قولہ** وخطاء ای نسبہ الی الخطاء وقولہ وقول الموثقین بالجر قال ح عطف تفسیر علی التعالیق قلت واصل المسئلۃ التی ذکرہا صاحب البحر وقد الف فیہا رسالۃ ایضا ھی ان رجلا قال لزوجتہ متی ظہر لی امرأۃ غیرك فانت طالق واحدۃ تملکین بہا نفسك ثم ظہر لہ امرأۃ غیرہا فاجاب فیہا بانہ بائن ورد من افتی بانہ رجعی خود علامہ بحر کی عبارت سنئے کہ در سے روشن تر ہے بحر میں فرماتے ہیں فی الجوہرۃ ان قال انت طالق علی انہ لارجعۃ لی علیك یلغو ویملك الرجعۃ وقیل تقع واحدۃ بائنۃ اھ وظاہر ما فی الہدایۃ من المذہب الثانی فانہ قال واذا وصف الطلاق بضرب من الشدۃ والزیادۃ کان بائنا وقال الشافعی یقع رجعیا اذا کان بعد الدخول لانہ وصفہ بالبینونۃ خلاف المشروع فیلغو کما اذا قال انت طالق علی ان لارجعۃ لی علیك ولنا انہ وصفہ بما یحتملہ ومسئلۃ الرجعۃ ممنوعۃ اھ قال فی العنایۃ ای لانسلم انہ لایقع بائنا بل تقع واحدۃ بائنۃ اھ وھکذا فی فتح القدیر وغایۃ البیان والتبیین فقد علمت

ان المذھب وقوع البائن وقد تمسک بہ بعض من لاخبرۃ لہ ولادرایۃ بالمذھب علٰی ان قول الموثقین فی التعالیق تکون طالقا طلقۃ تملک بھا نفسھا لایوجب البینونۃ مستندا لابانۃ لوقال انت طالق علٰی ان لارجعۃ کان رجعیا وھو خطأ وقد اوسعت الکلام فیھا فی رسالۃ اھ ملخصا نیز علامہ بحر کے اوس رسالہ میں جس کا حوالہ ردالمحتار اور خود بحرالرائق میں گزرا یہاں وقوع بائن کی علت زیادۃ لفظ تملک بھا نفسھا بیان فرمائی نہ یہ کہ نفس تعلیق موجب بینونت ہے رسالہ مذکورہ میں بعد بیان صورت واقعہ فرماتے ہیں وقع الطلاق بما مبنی علی الزیادۃ وھو قولہ تملک بھا نفسھا فیکون بائنا وان کان صریحا فی ابتداء لعدم البائن ان یکون بحروف الابانۃ او بحروف الطلاق لکن موصوفا بصفۃ تنبئ عن البینونۃ اھ ولاشک ان قولہ تملک بھا نفسھا یکون بالبائن لابالرجعی فی فتح القدیر لیس فی الرجعی ملکھا نفسھا وفی البدائع لاتملک نفسھا الا بالبائن اھ اھ یہ تنصیص مطلقا تعلیق سے بائن کا وقوع علاوہ اون دلائل واضحہ کے کہ صدر کلام میں معروض ہوئے صدہا فروع منصوصہ فی المذہب سے باطل ہے۔ اسی درمختار میں ہے علق الثلث بالوطء حنث بالتقاء الختانین ولم یجب العقر باللبث بعد الایلاج ولم یصر بہ مراجعا فی الطلاق الرجعی الا اذا اخرج ثم اولج فیصیر مراجعا ردالمحتار میں ہے قولہ فی الطلاق الرجعی ای فیما اذا کان المعلق علی الوطء طلاقا رجعیا اسی طرح بحرالرائق وہدایہ وفتح القدیر وعامہ کتب مذہب میں ہے خود رسالہ مذکورہ علامہ زین میں بعد بیان صورت واقعہ کہ زوج نے کہا تھا متی ابرأتنی من مھرک فانت طالق الخ اور اثبات بینونت بوجہ زیادت صفت متقدمہ بیان فرمایا فان قلت لم لم تجعلہ بائنا بسبب اشتراط الابراء من المھر فان الطلاق الموقع فی مقابلۃ الابراء یکون بائنا وعللہ فی التجنیس بانہ یقع بعوض وھو المھر اھ قلت فی مسئلتنا جعل الطلاق معلقا بالابراء شرطالہ لاعوضا فلذا لم نجعلہ بائنا الا ان یوجد نقل یدل علی ذلک اھ ملتقطا نیز فتح القدیر میں زیر مسئلہ آیۃ قریبا انت طالق ان لم اطلقک ارشاد فرمایا الطلاق یتحقق منہ الیاس بموتھا واذا حکمنا بوقوعہ قبل موتھا لایرث منھا الزوج لانھا بانت قبل الموت فلم یبق بینھما زوجیۃ حال الموت وانما حکمنا بالبینونۃ وان کان المعلق صریحا لانتفاء العدۃ کغیر المدخول بھا لان الفرض ان الوقوع فی اٰخر جزء لایتجزأ فلم یلہ الا الموت وبہ تبین اھ بالجملہ امر واضح اور بشدت وضوح ایضاح سے مستغنی ہے۔ رہا **فریق اول** الفاظ کہ زبانِ زوج سے نکلے یعنی اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے اگر لغۃً ان کا مفاد دیکھا جائے تو وہ اتنی ہی قدر ہے جو اس فریق نے سمجھا اسلئے کہ یہاں معلق بہ عدم یعنی نماز نہ پڑھنا ہے اور عدم متحقق نہ ہوگا مگر عورت کے آخر جزء حیات میں اگر آج سے عمر بھر کبھی کوئی نماز نہ پڑھتی تو عدم مذکور صادق آتا اور عورت کی پچھلی سانس پر طلاق نازل ہوتی یہاں کہ اوس نے صبح کی نماز پڑھی عدم معدوم

اور اوس کا نقیض موجود ہوا تو چاہیے تھا کہ یہ دو طلاقیں اصلانہ پڑتیں ہدایہ فصل اضافۃ الطلاق الی الزمان میں ہے العدم لایتحقق الا بالیاس عن الحیاۃ وھو الشرط کما فی قولہ ان لم ات البصرۃ فتح القدیر میں ہے ولو قال انت طالق ان لم اطلقك لم تطلق حتی یموت باتفاق الفقہاء ولان الشرط ان لایطلقھا وذلك لایتحقق الا بالیأس عن الحیاۃ لانہ متی طلقھا فی عمرہ لم یصدق انہ لم یطلقھا بل صدق نقیضہ وھوانہ طلقھا والیأس یکون فی اٰخر جزء من اجزاء حیاتہ مگر یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے جس سے غفلت اس فریق کے لئے باعث غلط ہوئے۔ الفاظ کا مفاد لغوی ہمارے ائمہ کے نزدیک مبنائے یمین نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے۔ درمختار میں ہے الاصل ان الایمان مبنیۃ عند الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالك رحمہ اللہ تعالٰی علی الاستعمال القراٰنی وعند احمد رحمہ اللہ تعالٰی علی النیۃ وعندنا علی العرف مالم ینو ما یحتملہ اللفظ اور اغراض ومقاصد جسقدر مفاد لفظ سے زائد ہوں یعنی عموم واطلاق بھی انہیں متناول نہ ہو ملحوظ نہیں ہوتے۔ الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لاعلی الاغراض کہ تنویر وغیرہ عامہ کتب مذہب میں ارشاد ہے اوس سے یہی مراد ہے کہ لفظ کی تناول عرفی سے اجنبی خارج وبیگانہ وزائد بات اگرچہ عرفاً مقصود حالف ہو منظور نہ ہوگی مگر اغراض مخصص ضرور ہوسکتی ہیں۔ دلالت لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصود ہوجائیگی یہ مدلول لفظ سے خروج نہیں بلکہ بعض مدلولات پر قصر ہے یہ وہ تحقیق انیق ہے جس سے کلمات ائمہ مذہب میں توفیق ہے اور فروع متکاثرہ مذہب کی شہادت متواترہ سے اوسکی توثیق ہے جس کا نفیس وروشن بیان علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے ردالمحتار میں افادہ فرمایا اور اوسکے بیان میں ایک مستقل رسالہ رفع الانتقاض ودفع الاعتراض علی قولھم الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لاعلی الاغراض تالیف کیا۔ تلخیص الجامع الکبیر للامام ابی عبداللہ صدر الدین محمد بن عباد میں ہے بالعرف یخص ولایزاد حتی خص الرأس بما یکبس طلاق الاجنبیۃ بالدخول علامہ علاؤ الدین ابو الحسن علی بن بلبان بن عبداللہ فارسی اوسکی شرح تحفۃ الحریص فی شرح التلخیص میں فرماتے ہیں۔ رجلان تساوما ثوبا فحلف المشتری انہ لایشتریہ بعشرۃ فاشتراہ باحد عشر حنث فی یمینہ ولو کان الحالف البائع لایبیعہ بعشرۃ فباعہ باحد عشر لم یحنث وھذا لان البیع بالعشرۃ نوعان بیع بعشرۃ مفردۃ وبیع بعشرۃ مقرونۃ ففی المشتری مطلق لادلالۃ فیہ علی تعیین احد النوعین فکان مرادہ العشرۃ المطلقۃ اما البائع فمرادہ البیع بعشرۃ مفردۃ بدلالۃ الحال اذ غرضہ ان یزیدہ المشتری علی العشرۃ ولم یوجد شرط حنثہ وھو البیع بعشرۃ مفردۃ فلایحنث وھذا ھو المتعارف بین الناس فیحمل الیمین علی ما تعارفوہ وقولہ فی المتن وبالعرف یخص ولایزاد جواب عن سوال مقدر وھو ان یقال البائع بتسعۃ مفردۃ

وجب ان یحنث لان المنع عن ازالۃ ملکہ بعشرۃ منع عن ازالتہ بتسعۃ عرفا والجواب ان الحکم لایثبت بمجرد الغرض وانما یثبت باللفظ والذی تلفظ بہ البائع ھو العشرۃ واسم العشرۃ لایحتمل التسعۃ لیتعین بغرضہ والزیادۃ علی اللفظ بالعرف لایجوز بخلاف الشراء بتسعۃ لان العشرۃ فی جانب المشتری تحتمل عشرۃ مفردۃ وعشرۃ مقرونۃ فتعیین احدھما بغرضہ اذ العام یجوز تخصیصہ وتقییدہ بالعرف اھ ملتقطا تنقاض الاعتراض میں ہے اعلم ان الغرض الذی یقصدہ المتکلم بکلامہ قد یکون معنی اللفظ الذی تکلم بہ حقیقۃ اومجازا وقد یکون امرا اٰخر خارجا عن اللفظ فالاول کقولہ لا اشتریہ بعشرۃ فغرض المشتری منع نفسہ من التزام العشرۃ فی ثمن ذلک المبیع سواء کانت عشرۃ مفردۃ او مقرونۃ بزیادۃ والعرف ارادۃ ذلک ایضا فھنا اجتمع الغرض والعرف فی لفظ الحالف فاذا اشتری باحد عشر حنث لانہ اراد العشرۃ المطلقۃ وھی موجودۃ فی الاحد عشر والثانی کقولہ لا ابیعہ بعشرۃ فباعہ بتسعۃ لایحنث لان غرض البائع ان یبیعہ باکثر من عشرۃ ولایرید بیعہ بتسعۃ لکن التسعۃ لم تذکر فی کلامہ لان العشرۃ لم توضع للتسعۃ لالغۃ ولاعرفا فغرضہ الذی ھو قصدہ من ھذا الکلام خارج عن اللفظ والعبرۃ فی الایمان للالفاظ لابمجرد الاغراض لان الغرض یصلح مخصصا لامزیدا اذ التخصیص من عوارض الالفاظ فاذا کان اللفظ عاما والغرض الخصوص اعتبر ما قصدہ کالرأس فی لا اٰکل رأسا فان لفظہ عام والغرض منہ خاص بما مر واعتبار ھذا الغرض لایبطل اللفظ لانہ بعض ما وضع لہ اللفظ اھ مختصرا وتمامہ فیہ یمین الفور جسے خاص فکر بلند ثریا پیوند امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے استنباط فرمایا اور دیگر ائمہ کرام قدست اسرارہم نے بحکم الفقہاء کلہم عیال علی ابی حنیفۃ اوس جناب کا اتباع کیا اوسکے مسائل اسی اصل جلیل تخصیص بالغرض پر مبنی ہیں متون وشروح وفتاوائے مذہب میں صدہا فروع اوسپر متبنی ہیں مثلا (۱) عورت باہر جانے کو ہوئی شوہر نے کہا باہر جائے تو تجھپر طلاق عورت بیٹھ گئی اور دوسرے وقت باہر گئی طلاق نہ ہوگی تنویر ودر میں ہے شرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلا فانت طالق اوان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعلہ فورا لان قصدہ المنع عن ذلک الفعل عرفا ومدار الایمان علیہ وھذہ تسمی یمین الفور تفرد ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی باظہارھا ولم یخالفہ احد فتح القدیر وغنیہ ذوی الاحکام ورد المحتار میں ہے تہیأت للخروج فحلف لاتخرج فاذا جلست ساعۃ ثم خرجت لایحنث لان قصدہ منعہا من الخروج الذی تہیأت لہ فکانہ قال ان خرجت الساعۃ وھذا اذا لم یکن لہ نیۃ فان نوی شیئا عمل بہ (۲) زید نے

عمرو سے کہا آؤ میرے ساتھ کھانا کھالو عمرو میں کھاؤں تو عورت مطلقہ ہو کل زید کے ساتھ کھانا کھایا طلاق نہ ہوگی۔ تنویر و در وکذا فی حلفہ ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ ذلک الطعام المدعو الیہ (۳) عورت کو جماع کے لیے بلایا اوس نے انکار کیا شوہر نے کہا اگر میرے پاس اس کوٹھری میں نہ آئے تو تجھ پر طلاق۔ عورت آئی مگر اوسوقت مرد کی شہوت ساکن ہوچکی تھی تو طلاق ہوگئی اشباہ و درر ان للتراخی الابقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعہا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فدخلت بعد سکون شہوتہ حنث (۴) حاکم سے حلف کیا کہ اگر شہر میں کوئی بدمعاش آئے اور میں خبر نہ دوں تو عورت طلاق ہے بدمعاش آیا اور اوس نے حاکم کو خبر نہ دی اوسوقت کہا کہ وہ معزول ہوگیا تھا طلاق ہوگئی تنویر حلفہ وال لیعلمنہ بکل داعر دخل البلدۃ تقید بقیام ولایتہ درمختار بیان لکون الیمین المطلقۃ تصیر مقیدۃ بدلالۃ الحال وینبغی تقیید یمینہ بفور علمہ تبیین الحقائق لو علم الحالف ولم یعلمہ بہ لم یحنث الا اذا مات ھو او المستحلف او عزل فتح القدیر ولو حکم بانعقاد ھذہ الفور لم یکن بعیدا نظرا الی المقصود وھو المبادرۃ لزجرہ ودفع شرہ (۵) دائن نے مدیون سے حلف لیا کہ تیرے بے اذن باہر نہ جاؤں گا یہ حلف بقائے دین تک رہیگا بعد ادا یا ابرا اذن کی حاجت نہیں تنویر و در واب ذب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول عنہ ان لایخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ (۶) قسم کھائی عورت بے میرے اذن کے باہر نہ جائیگی یہ قیام زوجیت تک محدود ہے تنویر و در حلف لا تخرج امرأتہ الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیۃ (۷) وہی مسئلہ کہ دس کو نہ بیچوں گا اور گیارہ کو بیچا حانث نہ ہوا اگرچہ گیارہ میں دس موجود ہیں کہ مراد خاص قسم کے دس یعنی تنہا بلا زیادت تھے۔ یہ سب تقییدیں اور عام کی تخصیص صرف بنظر اغراض متعارفہ ہوئی ہیں کہ یمین کی بنا ہی عرف پر ہے و ہٰذا امام ہمام ابن الہمام نے عبارت مذکورہ ہدایہ کی شرح میں (جہاں ارشاد ہوا تھا کہ عدم بے سلف کلی متحقق نہ ہوگا) فرمایا **قولہ** کما فی ان لم آت البصرۃ اعطاء نظیر والمراد ان کل شرط بأن منفی حکمہ کذلک وھو ان لایقع الطلاق او العتاق اذا علق بہ الا بالموت لما ذکرنا وزاد قید احسنا فی المبتغی بالعین المعجمۃ قال اذا قال لامرأتہ ان لم تخبرینی بکذا فانت طالق ثلاثا فھو علی الابد اذا لم یکن ثمہ ما یدل علی الفور نقضہ ومن ثمہ قالوا لو اراد ان یجامع امرأتہ فلم تطاوعہ فقال ان لم تدخلی معی فانت طالق فدخلت بعد ما سکنت شہوتہ طلقت لان مقصودہ من الدخول کان قضاء الشہوۃ وقد فات اور شک نہیں کہ ہمارے مسئلہ دائرہ میں بھی اس حلف سے شوہر کی یہ غرض نہیں کہ عورت اپنی مدۃ العمر میں کبھی کسی وقت کسی طرح دو سجدے کرلے اور بری ہوجائے بلکہ یقیناً بحکم عرف ودلالت حال اوس سے پابندی نماز مقصود ہے تو جس طرح عورت کا باہر جانا مطلق تھا لفظ شوہر میں کوئی قید نہ تھی کہ اسوقت ہو یا کبھ ہو

مگر بدلالۃ حال خاص اسوقت کا خروج معتبر ہوا جسطرح کلام عمرو میں کھانا مطلق تھا کہ آج ہو یا کل یہ کھانا ہو یا اور مگر بحکم عرف خاص اسوقت یہ کھانا زید کے ساتھ کھانا ملحوظ رہا جس طرح عورت کا کوٹھری میں شوہر کے پاس آنا عام تھا کہ اس شہوت موجودہ کی بقا میں ہو یا عمر میں کبھی کسی حالت میں ہو اور عدم متحقق نہ ہوگا مگر اخیر جزء حیات شوہر یا زن میں اور جبکہ کوٹھری میں شوہر کے پاس آئی اگرچہ زوال شہوت کے بعد تو عدم صادق نہ آیا اور بنظر مفاد لغوی لفظ لازم تھا کہ طلاق واقع نہ ہو لیکن بدلالت حال خاص وہ آنا مقصود رہا جو اس شہوت کی قضا کے لیے مطلوب تھا اور اوسی کی انتفا پر شرط متحقق اور طلاق واقع مانی گئی وقس علی ھذا اسی طرح یہاں بھی اگرچہ عشرۂ مفردہ و مقرونہ کی مانند نماز پڑھنا بھی دو قسم ہے ایک ملتزم کہ پابندی کے ساتھ ہو دوسرا اسکا غیر۔ یا دو قسم ہے ایک مبرئ ذمہ جس میں فرض نماز کا مطالبہ ذمے پر نہ رہے دوسرا اسکے خلاف اور فعل بعینہ ان لم تدخلی مذکور کی طرح حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہو جاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا مگر بحالت دلالت حال واجب ہے کہ قسم اول یعنی صلاۃ ملتزمہ مبرئہ مراد ہو اور اسکا انتفا ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلا عذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہوا کہ جب عورت نے اس حلف کے بعد عشاء نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی وہ پہلی دو طلاقیں پڑ گئیں جیسے وہاں سکون شہوت ہوتے ہی عورت مطلقہ ہو گئی تھی بلکہ اگر شوہر نے یہ لفظ اوسوقت کہے تھے کہ ہنوز وقت مغرب باقی تھا اور عورت ادا پر قادر تھی تو شفق ڈوبتے ہی دو طلاقیں ہو گئیں ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر عورت سے کہا تو نماز ترک کرے تو تجھے طلاق عورت نے ایک نماز قصداً قضا کی طلاق ہو جائیگی اگرچہ اوس قضا کو ادا بھی کرلے درمختار میں ہے قال ان ترکت الصلاۃ فطالق فصلتھا قضاء طلقت علی الاظھر ظھیریۃ یہ حکم اس لفظ میں ہے جہاں الصلاۃ معرف باللام ہے جسمیں کلام ہوگا کہ عرفاً تارک الصلوۃ کسے کہتے ہیں اور ہمارا مسئلہ دائرہ تو بحکم تحقیق مذکور ان ترکت صلاۃ بلا لام کے مثل ہے یعنی اگر تو ایک نماز چھوڑے تو طلاق ہے یہاں قضا کرنے سے وقوع طلاق میں کیا شک ہو سکتا ہے صاف بتا دیا کہ اوسکی مراد وہی صلاۃ خاصہ ملتزمہ تھی اس پر دلیل واضح اوسکا وقت صبح رجعت کرنا ہے اگر وہ معنی مراد ہوتے جو فریق اول نے زعم کیے تو پیش از وقوع رجعت کے کیا معنی تھے اور امثال مقام میں نیت شوہر اگرچہ دلالت حال کے خلاف بھی ہو وہی معتبر رہتی ہے۔ امام محقق علی الاطلاق وغیرہ علماء کا ارشاد گزرا کہ ھذا اذا لم یکن لہ نیۃ فان نوی شیئا عمل بہ تو جہاں دلالت حال و نیت دونوں متوافق ہیں نہ اوس دلالت کو مانیے نہ شوہر کی سنیے اور اپنی طرف سے ایک معنی تراش کر اوس پر عمل کیجئے کس قدر فقہ سے بعید بلکہ قابلیت التفات سے دور ہے اور اوپر واضح ہو چکا کہ یہ دونوں طلاقیں رجعی تھیں لاجرم عورت بعد رجعت بدستور ملک نکاح میں باقی اور آئندہ طلاق کی محل رہی اب کہ شوہر نے چند سال بعد دو طلاقیں اور دیں ایک تو لغو ہو گئی کہ حد شرع سے متجاوز تھی اور ایک اون پہلی دو کے ساتھ مل کر تین طلاقیں مغلظہ ہو گئیں جن سے عورت حرام ابدی تو نہیں ہو سکتی ہاں بے حلالہ اب اس شخص کے نکاح میں آنیکے قابل نہ رہی ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالی

مسئلہ: از ریاست رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا نصف مہر یعنی پانسو روپے اگر وقت طلب زوجہ ہندہ ادا نہ کروں تو ہندہ پر سہ طلاق ہیں اب بعد نکاح کے ہندہ نے زید سے نصف مہر طلب کیا زید نے اسوقت روپیہ مذکور ادا نہ کیا اس صورت میں ہندہ پر سہ طلاق ہوئیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر عقد نکاح میں ایجاب یعنی ابتدائے کلام بشرط مذکور جانب زید سے ہو مثلاً زید نے ہندہ سے کہا میں تجھے بعوض ہزار روپے مہر کے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر نصف مہر تیری طلب کے وقت ادا نہ کروں تو تجھ پر تین طلاق ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا تو صورت مستفسرہ میں اگرچہ زید نے ہنگام طلب نصف مہر ادا نہ کیا ہندہ پر اصلاً طلاق نہ ہوئی اور اگر ابتدائے عقد جانب ہندہ سے تھی خواہ شرط کلام ہندہ میں مذکور ہو مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا اگر تو نصف مہر الخ زید نے کہا میں نے قبول کیا یا کلام زید میں ہو مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنی جان تیری زوجیت میں دی زید نے کہا میں نے قبول کی اس شرط پر کہ اگر نصف مہر الخ یا ابتدائے ایجاب تو جانب زید سے تھی مگر شرط ہندہ نے قبول میں ذکر کی اور زید نے منظور کرلی مثلاً زید نے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر تو نصف مہر الخ زید نے کہا مجھے منظور ہے تو ان صورتوں میں جب نصف مہر عند الطلب ادا نہ کیا ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں والفرق نفیس حسن بیناہ فی فتاونا یہ مسئلہ خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وبحر الرائق وہندیہ ورد المحتار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از بنگالہ ضلع پاپنا ڈاکخانہ سراج گنج موضع قاضی پور مرسلہ امید علی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۱۸ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ہذہ المسئلۃ کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے کہا کلما دخلت الدار فانت طالق بعد اوسکے اوس نے ایک طلاق دی بعد عدت عورت نے دوسرے سے نکاح کرلیا بعدہ دوسرے نے بھی طلاق دیدی بعد چندروز اول سے نکاح کرلیا پھر دخول دار پایا گیا اب طلاق پڑیگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر تین بار دخول دار سے انحلال یمین یا تین طلاق تنجیزی خواہ تعلیقی خواہ مختلط سے زوال حل نہ ہولیا تھا تو یمین ضرور باقی ہے وقوع شرط سے طلاق واقع ہوگی والتفصیل یستدعی التطویل درمختار میں ہے اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لا بزوال الملک فلو علق الثلث اوما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلاث ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شیئ ولو کان نجز ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ واوقع محمد بقیۃ الاول وہی مسألۃ الہدم الخ اوسی میں ہے تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلاث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الخ رد المحتار میں ہے قولہ فلا یقع تفریع علی

قولہ فانہ یبطل بعد الثلاث وانما لم یقع لان المحلوف علیہ طلقات ہذا الملک وھو متناہیۃ کما مر اما لو کان الزوج الآخر قبل الثلاث فانہ یقع ما بقی اوسی میں قبیل باب التعلیق سے ہے اھ اقال کلما دخلت الدار فانت طالق فدخلتہا مرتین وقع علیہا الطلاق وانقضت عدتہا ثم عادت الیہ بعد زوج آخر فعندھما تطلق کلما دخلت الدار الی ان تبین بثلاث طلقات خلافا لمحمد کما ذکرہ الزیلعی الخ وانظر ما علقنا علی قولہ السابق درمختار میں ہے تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملک طلقت والا ردالمحتار میں ہے المحقق فی الفتح افاد فی باب التعلیق ان قولہم المعلق طلقات ہذا الملک الثلاث مقید بما دام مالکا لہا فاذا زال ملکہ لبعضہا صار المعلق ثلثا اھ وانظر ما کتبت علی ہامش الفتح من ہذا القول اذا جمعت ہذا کلہا عرفت بعون اللہ تعالٰی تفاصیل صور المسئلۃ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ :- از ہر دوار مسئولہ فضل حسین

ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی عورت سے یہ کہا کہ اگر تو میرے گھر آئی تو تجھکو طلاق ہے اور اگر میں تیرے ساتھ کوئی بات کروں (یعنی صحبت کروں) تو حرام کروں ان الفاظ سے طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور اوس عورت کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔

الجواب :- اس کہنے کے وقت اگر عورت شوہر کے گھر کے علاوہ اور جگہ تھی تو جب شوہر کے گھر آئیگی ایک طلاق رجعی پڑیگی اور اگر اوسوقت شوہر ہی کے گھر میں تھی تو جبتک یہاں رہیگی طلاق نہوگی جب کہیں اور جاکر وہاں سے شوہر کے یہاں آئیگی اوسوقت طلاق پڑیگی اور بہر حال طلاق رجعی ہوگی۔ عدت کے اندر اگر شوہر اتنا کہدے کہ میں نے اوسے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو وہ بدستور اسکی زوجہ آئیگی اور اوس کا نکاح دوسرے سے نہوسکیگا ہاں اگر طلاق پڑے اور شوہر اوسے اپنے نکاح میں واپس نہ لے یہانتک کہ طلاق ہونے کے بعد سے تین حیض شروع ہوکر ختم ہوجائیں تو اوسوقت عورت نکاح سے نکل جائیگی اور دوسرے سے نکاح جائز ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ :- از کلکتہ مرسلہ ابو القمر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے قسمیہ اپنی منکوحہ عورت سے کہدیا کہ اگر بغیر عذر شرعی کے تم نے کبھی نماز نہ پڑھی تو تجھکو میری طرف سے تین طلاقیں ہونگی۔ کیا ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک لفظ سے تین طلاقیں واقع ہونگی چونکہ اس قسم کا سلسلہ دراز ہے جبتک زوج اور زوجہ زندہ ہیں مدام اندیشہ میں ہیں اور اس زمانہ کے لوگ سست ہیں دین کے کاموں میں بے پرواہ ہوگئے ہیں ممکن ہے کہ کسی وقت عورت سے غفلت ہوجائے تو اوسکو طلاق پڑجاوے کیا کوئی ایسی صورت ہوسکتی ہے کہ طلاق کے واقع ہونے سے قبل کوئی ایسا حیلہ کیا جاوے کہ عورت پر طلاق نہ پڑے۔

الجواب :- چاروں اماموں چاروں مذہب کے اجماع تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں واقع ہوجاتی ہیں۔ قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بانت امرأتک وعصیت ربک انک لم

تتق اللہ فلم یجعل لک مخرجا وہابی گمراہ بددین اس میں حلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں زید نے جبکہ ایک وقت کی نماز نہ پڑھنے پر حکم طلاق مغلظ معلق کیا جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر ہے تو عورت جب کبھی بے عذر شرعی ایک وقت کی نماز بھی چھوڑیگی فوراً اوسپر تین طلاق ہوجائیں گی اور پھر بے حلالہ اوسکے نکاح میں نہ آسکے گی فان الجزاء ینزل عند نزول الشرط کما فی الھدایۃ وغیرھا اور اوسکا حیلہ ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہے اور اوسکا بتانا بھی حرام ہے یہ اوس معنی پر ہے جسپر سوال مبنی اور اگر مراد زید اور ہے تو اوسکا اوسی سے استفسار ہو فان للکلام محملین اخرین لاذکرھما کیلا یکون تعلیما والمفتی منھی عنہ بل یسأل فھو اعلم بمرادہ اوسوقت اوسکا جواب دیا جائے وجیز کردری وعقود الدریہ میں ہے احب المفتی ان لایقول یصدق دیانۃ لانہ تعلیم بل ادبہ ان یقول لایصدق قضاء واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از بیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ مولٰنا عبدالاحد صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے پدر سے کسی تذکرہ میں کہا تھا کہ اگر میری بیوی فلاں مکان میں جاویگی تو میری بیوی ہی نہ رہیگی پھر اوسکے چند روز بعد دوسرے جلسے میں زید نے پدر ہندہ سے الفاظ مذکورہ دوبارہ پھر ادا کیے کہ ہندہ اگر فلاں مکان میں جاویگی تو میری بی بی ہی نہ رہیگی بعد تھوڑے عرصہ کے ہندہ بلا رضامندی اپنے شوہر کے اوس مکان میں چلی گئی جسکی بابت زید دو مرتبہ دو جلسوں میں پدر ہندہ سے عدم رضامندی اپنی ظاہر کرچکا تھا اور اب عرصہ پانچ ماہ سے ہندہ اوسی مکان میں مقیم ہے پس اس صورت میں نکاح زید سے قائم رہا یا نہیں اور مبادا اگر نکاح ہندہ زید سے نہیں قائم رہا تو کونسی طلاق ہندہ پر پڑسکتی ہے اور کیا کوئی صورت رجعت کی از روئے شرع شریف ہوسکتی ہے۔

الجواب:- اگر زید نے وہ الفاظ دونوں بار خواہ ایک بار بہ نیت ایقاع طلاق کہے تھے یعنی یہ مطلب تھا کہ اگر وہ وہاں جائے تو اوسپر طلاق ہے تو وہاں جانے سے عورت پر ایک طلاق بائن ہوگی نکاح سے نکل گئی رجعت نہیں کرسکتا ہاں عورت کی رضا سے دوبارہ اوس سے نکاح کرسکتا ہے عدت میں خواہ عدت کے بعد بہرحال حلالہ کی حاجت نہیں اگرچہ لفظ مذکور تین بار کہا ہو اور اگر کسی بار اوس سے نیت طلاق بمعنی مذکور نہ تھی تو عورت کا وہاں جانے سے کچھ نہ ہوا اور وہ بدستور اوسکی زوجہ ہے رہا یہ کہ نیت تھی یا نہ تھی یہ بیان زید پر ہے اگر وہ بحلف کہدے کہ میرا وہ مطلب اون لفظوں سے کسی بار میں بھی نہ تھا تو طلاق اصلا نہ مانیں گے اگر زید جھوٹا حلف کرلیگا وبال اوسپر رہیگا۔ درمختار میں ہے القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از ملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتھیا۔ مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے یوں کہکر نکاح کیا کہ میں تمہاری بلا اجازت دوسرا

نکاح نہیں کرونگا اگر کروں تو طلاق مغلظہ ہوگی اب اس صورت میں شرط فوت ہوجائے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو کسے طلاق ہوگی بینوا توجروا۔

الجواب: اگر زید نے یہ الفاظ عقد نکاح سے پہلے کہے تھے یا خود نفس عقد میں یہ شرط کی مگر ایجاب یعنی ابتدائے الفاظ عقد جانب زید سے تھی مثلاً اس نے کہا میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا اس شرط پر کہ بے تیری اجازت کے نکاح ثانی نہ کرونگا اگر کروں تو طلاق مغلظہ ہو ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا جب تو بحال وقوع شرط زوجہ ثانیہ پر طلاق ہوگی اور اگر بعد نکاح الفاظ مذکورہ کہے یا نفس عقد اس شرط پر ہوا اور زید کی جانب سے قبول تھا مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر الخ یا ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ تو بے میری اجازت کے نکاح ثانی نہ کرے اگر کرے تو طلاق مغلظہ ہو زید نے کہا میں نے قبول کیا تو درصورت وقوع شرط دونوں عورتوں میں سے ایک مطلقہ ہوگی زید کو اختیار ہوگا کہ اون میں سے جس کی طرف چاہے طلاق کو پھیرے خواہ ہندہ کی طرف خواہ منکوحہ ثانیہ کی جانب فی الھندیۃ عن الفتح لو قال لامرأتہ ان تزوجت علیك ما عشت فالطلاق علی واجب ثم تزوج علیھا یقع تطلیقۃ علی واحدۃ منھما یصرفھا الی ایتھما شاء اھ قلت ففی الفصل الثانی لما وقع التکلم بالشرط بعد ثبوت النکاح لانہ یتم باللفظین فقد کانت ھند محلا للتطلیق لثبوت ملکہ علیھا فقولہ یکن طلاق مغلظ یحتملھما فیصرفہ الی ایتھما احب اما فی فصل الاول لما کان التکلم بہ قبل حصول النکاح وحیث لاتمام لہ بمجرد الایجاب لم تکن ھند محلا لہ لعدم الملك ولا اضافۃ الی نکاح ھند فتعینت الاخری اعمالا للکلام کما لو قال لامرأتہ واجنبیۃ طلقت احد کما تطلق امرأتہ من غیر نیۃ لتعینھا للانشاء کما فی الھندیۃ عن المحیط عن المبسوط وفی الدر المختار من باب الرجعۃ لو خافت ان لا یطلقھا تقول زوجتك نفسی علی ان امری بیدی زیلعی وتمامہ فی العمادیۃ اھ فی ردالمحتار حیث قال ولو قال لھا تزوجتك علی ان امرك بیدك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملك او مضافا الیہ ولم یوجد واحد منھما بخلاف مامر فان الامر صار بیدھا مقارنا لصیرورتھا منکوحۃ اھ بحر والحاصل ان الشرط صحیح اذا ابتدأت المرأۃ لا اذا ابتدأ الرجل ولکن الفرق خفی اھ کلام الشامی باختصار ورأیتنی کتبت علیہ ما نصہ **اقول** بل ھو ظاھر والحمد ﷲ فان الزوج اذا ابتدأ فقال تزوجتك علی انك طالق فقالت قبلت کان التعلیق قبل حصول الملك اذ لا ملك الا بعد تمام الرکنین ولا تعلیق علی سبب الملك فان المعینۃ یجب فیھا حقیقۃ الشرط لامعناہ کما تقدم فکان باطلا کما نقلہ عن النھر اما اذا کانت ھی المبتدئۃ انی زوجتك نفسی علی انی طالق فقال قبلت کان السؤال معادا فی الجواب فکانہ قال بعد ایجابھا قبلت علی انك طالق فوقع بعد تمام الرکنین افادہ فی الخانیۃ حیث قال لان البداءۃ اذا کانت من الزوج کان الطلاق

والتفویض قبل النکاح فلا یصح انما اذا کانت البداءۃ من قبل المرأۃ یصیر التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأۃ قبلت والجواب یتضمن اعادۃ ما فی السؤال صار کانہ قال قبلت علی انك طالق او علی ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح اھ قلت وبہ تبین حکم ما اذا ابتدأت المرأۃ من دون شرط وقبل الزوج بشرط حیث یصح الطلاق والتفویض لان کلام المرأۃ لاعبرۃ بہا فی ھذا الباب انما کانت الصحۃ فیما لو قوعہ فی قبول الزوج تقایرا لتضمن الجواب ما فی السؤال فاذا وقع فیہ تحقیقا کان اولی بالصحۃ اھ ما کتبت علیہ وبہ یظھر لك کل ماذکرنا ھھنا پھر بہر صورت منکوحۂ ثانیہ خواہ ہندہ صورتِ مذکورہ میں جس پر طلاق پڑے گی تین طلاقیں ہونگی کہ عرف میں طلاق مغلظہ اسی کو کہتے ہیں۔ اقول وحیث کان البناء علیہ فلا یرد ان انت طالق اغلظ الطلاق واحدۃ بائنۃ ان لم ینو ثلثا کما فی التنویر ثم اعلم ان الوقوع بالصفۃ عند ذکرھا کما اذا قال انت طالق البتۃ حتی لو قال بعدھا ان شاء اللہ متصلا لایقع ولو کان الوقوع علی باسم الفاعل لوقع کما فی ردالمحتار فلا یتوھم ان الاخری ینزل علیہا الطلاق وھو غیر مدخول بہا والتعلیق کالتکلم عند وجود الشرط فکانہ قال لہا حینئذ انت طالق طلاقا مغلظا فطلقت بطالق ولغا الوصف فافھم واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:- از ریاست رامپور مرسلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اورنٹیل کالج ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت سے کہتا ہے کہ تجھ پر تین شرطوں سے طلاق تو من حیث ہو قول کیا کسی چیز کی طرف اشارہ وغیرہ نہیں کیا بس تین شرطوں سے کہدیا یہ طلاق کون طلاق واقع ہوگی اور کیوں اور تین شرطوں سے کیا مراد ہے اور کیوں۔

الجواب:- ظاہر الفاظ کا مفاد یہ ہے کہ طلاق معلق بشرطِ مجہول دیتا ہے تو یہ کہنا ایسا ہوا کہ تو مطلقہ ہے اگر تین شرطیں پائی جائیں اس صورت میں طلاق اصلا واقع نہ ہوگی درمختار میں ہے وشرط صحتہ ذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو بہ یفتی اور ایک احتمال یہ بھی ممکن کہ اوس نے اپنے جاہلانہ محاورہ سے تین عدد کو تین شرطیں کہا ہو جیسے تین بار ہاتھ دھونے کو بعض جہال کہتے ہیں تینوں شرطیں پوری کرلو۔ اگر یہ اوس کا محاورہ و مقصود ہے تو تین طلاقیں ہوگئیں ردالمحتار میں ہے۔ یحمل کلام کل عاقد وحالف علی عرفہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:- از چھاؤنی برار علاقہ ریاست گوالیار متصل عقب گرلس اسکول بمعرفت منشی سید امجد علی صاحب مرسلہ عطا حسین صاحب نقشہ نویس ۵ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے والد اور ہندہ نے زید سے اسٹامپ لکھوا کر کچہری میں

رجسٹری کروالی ہے جن میں کے چند شرائط درج ہیں (۱) ہندہ تمام عمر اپنے باپ ہی کے مکان پر رہیگی (۲) جو اسوقت اولاد موجود ہے اوسکی مالک ہندہ ہوگی زید مالک نہیں ہوسکتا اور آئندہ جو اولاد ہوگی اوس اولاد کی بھی مالک ہندہ ہوگی (۳) ہندہ کی حیات میں تم دوسری شادی نہیں کرسکو گے (۴) دس روپیہ ماہوار ہندہ کے خرچ کے لیے زید کو ہندہ کے والد کے مکان پر بھیجنا ہونگے (۵) میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر کسی وقت میں تین ماہ تک بہ استثنائے حوادث زمانہ جبکو میری زوجہ تسلیم کرلیوے خرچ نہ بھیجوں یا شرط مذکور بالا میں سے کسی شرط کا ایفا نہ کروں تو میری یہ تحریر بجائے تین طلاق مغلظہ وشرع کے سمجھی جاوے یہ سب شرائط لکھنے کے بعد زید چھ ماہ تک ہندہ سے ملنے نہیں گیا اور نہ چھ ماہ تک ہندہ کے لئے خرچ بھیجا بعد چھ ماہ کے زید ہندہ کے مکان پر گیا ہندہ کے والد نے زید کو ہندہ سے ملنے دیا اور ہندہ کو زید کے ہمراہ رخصت کردیا زید ہندہ کو اپنے مکان پر لے آیا اسیطرح سے آتا جاتا رہا بعدہٗ ہندہ کا خط زید کے پاس آیا مجھکو خرچ بھیجو زید اوسوقت بوجہ قرضداری کے خرچ نہیں بھیج سکا ہندہ کے والد نے پھر ایک خط زید کو بھیجا تم نے اپنی تحریر کے موافق خرچ نہیں بھیجا تین ماہ کے بجائے چار ماہ گزر گئے اسلیے تم دونوں کو شریعت نے بالکل علٰحدہ کیا طلاق ہوچکی اب کسی طرح میل نہیں ہوسکتا تمکو نوٹس دیا جاتا ہے کہ تیرہ سو بیس روپے حق مہر یکمشت ادا کردو اوسوقت اولاد کا دعوی کرنا زید ہندہ کے والد کے پاس گیا زید نے یہ کہا جبکہ میں نے چھ چھ ماہ تک خرچ نہیں بھیجا اور ہندہ کو آپ نے میرے ہمراہ رخصت کردیا اتنے عرصہ تک خرچ نہ بھیجنے پر اوسوقت طلاق کیوں نہیں ہوئی ہندہ کے والد نے جواب دیا ہندہ نے تمکو خرچ بھیجنے کے لئے نہیں لکھا تھا اب ہندہ نے تمکو خرچ منگوانے کے لیے لکھا ہے اوسوقت سے تین ماہ رکھے گئے ہیں پھر زید نے یہ سوال کیا کہ اسٹامپ میں آپ نے یا ہندہ نے یہ نہیں درج کروایا ہے کہ خرچ منگوانے پر تین ماہ رکھے جاویں پھر زید نے ہندہ کا خط ہندہ کے والد کے روبرو پیش کیا تین ماہ گزرنے میں پانچ یوم باقی ہیں ہندہ کے والد نے زید سے کہا تین ماہ کے تیس ۳۰ روپے دیدو ۳۰ روپے دینے پر بھی تم ہندہ سے نہیں مل سکو گے اوسوقت تک جبکہ تمہاری زوجہ تمکو خرچ نہ بھیجنے پر معذور سمجھے اور علمائے دین سے دریافت کیا جاوے اگر علمائے دین ملنے کی اجازت دیدیں اوسوقت تم کو اطلاع دیدینگے تم آنکر اپنی زوجہ کو رخصت کرالیجانا اور اگر علمائے دین نے ملنے کی اجازت نہ دی اور طلاق مقرر کردی تو تمہارے تیس روپے واپس کردیے جاویں گے زید نے کہا اسوقت میرے پاس تیس روپے نہیں فی الحال دس روپے لے لیجئے مکان پر پہنچکر ۲۰ روپے اور بھیجدونگا اونہوں نے دس روپے نہیں لیے زید کو واپس لوٹا دیا ہندہ کے والد نہ تو زید کو اولاد دیتے ہیں اور نہ ہندہ سے ملنے دیتے ہیں زید میں اسقدر حیثیت نہیں ہے کہ ۱۳۲۰ روپیہ حق مہر یکمشت ادا کرسکے اب ہندہ کے والد یہ کہتے ہیں کہ علماء سے اجازت لو اگر علمائے دین ہندہ سے ملنے کی اجازت دیدیں تو پھر مجھکو کچھ عذر نہ ہوگا تمھارے ساتھ ہندہ کی رخصت کردوں گا اب عرض ہے کہ ان سب

شرائط سے طلاق ہوئی یا نہیں ہندہ کے والد نے زید کو لکھا ہے کہ جس عالم سے تم فتوٰی منگواؤ اگر وہ لکھیں کہ طلاق نہیں ہوئی تو اون کو یہ ضرور لکھدینا کہ جس کتاب سے طلاق نہیں ہوئی ہے اوس کتاب کا نام اور صفحہ کا نمبر ضرور لکھیں بینوا توجروا۔

الجواب: یہ سب جاہلانہ خرافات ہے وہ اقرارنامہ باطل محض ہے اوسمیں جتنی شرطیں لگائیں سب باطل و مردود و خلاف شرع ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما بال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان کان مائة شرط قضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی شریعت میں نہیں جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں اللہ کا حکم حق ہے اور اللہ کی شرط مؤکد رواہ البخاری ومسلم عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا اور اب باپ ہی کے یہاں رہیگی اور موجودہ اولاد کی وہی مالک ہوگی اور آئندہ اولاد کی بھی وہی مالک ہوگی اور باپ کے گھر بیٹھے نفقہ پائیگی یہ سب شرطیں خلاف شرع و مردود ہیں پانچویں شرط کہ خلاف کرے تو یہی تحریر تین طلاق سمجھی جائے یہ بھی باطل ہے غیر طلاق کو طلاق سمجھنا کیا معنی فتاوٰی قاضی خاں میں ہے امرأة قالت لزوجها مرا طلاق ده فقال الزوج داده انگار یا کرده انگار لا یقع وان نوی کانه قال لها بالعربیة احسبی انک طالق وان قال ذلک لا یقع وان نوی اھ ملخصا اوسی میں ہے لو قیل لرجل انک طلقت امرأتک فقال عدها مطلقة او احسبها مطلقة لا تطلق اھ الخ بالجملہ نہ صورت مستفسرہ میں طلاق ہوئی نہ عورت مالک اولاد ہوسکتی ہے قال اللہ تعالٰی وعلی المولود له رزقهن ہاں بحق حضانت لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس رہیگا اور لڑکی نو برس کی عمر تک پھر باپ لے لیگا شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں قال اللہ تعالٰی اسکنوهن من حیث سکنتم اگر شوہر کے پاس آنے سے انکار کریگی نفقہ پانے کی مستحق نہ ہوگی۔ عامۂ کتب میں ہے لا نفقة للناشزة مہر اگر نہ معجل تھا نہ موجل یعنی نہ رخصت سے پہلے دینا قرار پایا تھا نہ کوئی میعاد معین مثلاً سال دوسال قرار پائی تھی تو جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو اوسکے مطالبہ کا کچھ اختیار نہیں ردالمحتار میں ہے مؤخر المهر حق طلبه لها بعد الموت او الطلاق پدر ہندہ کا یہ شوشہ لگانا کہ کتاب کا صفحہ بتایا جائے اونھیں شرائط کے قبیل سے ہے جو اوسنے اقرارنامہ میں لکھوائیں اگر وہ ذی علم ہوتا اوسپر یہ احکام مخفی نہ رہتے نہ ایسا مہمل اقرارنامہ لکھواتا نہ یہ ہوتا کہ چھ مہینے گذرنے پر طلاق نہ سمجھی تین مہینے گذرنے پر طلاق ہے اور جو بے علم ہے اوسکا حوالہ و صفحہ طلب کرنا اپنے منصب سے بڑھنا ہے اور اوسے صفحہ بتانا فضول اوسے یہ حکم ہے کہ علما سے حکم دریافت کرے نہ یہ کہ صفحہ بسطر جانچے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از جبلپور محلہ بھان تلیا مرسلہ محمد نظیر داد خاں سوال نویس کچہری خفیفہ ۲۰ رجب ۱۳۱۸ھ

منکہ علاء الدین ولد شیخ رجب قوم مسلمان ساکن جبلپور محلہ گلگلا تالاب کا ہوں۔ چونکہ بوجہ دو عورتوں کے بیاہا تھا عورت میری سے آپس میں تکرار ہوا کرتی تھی سو آج کے روز روبرو گواہان ذیل یہ تصفیہ ہوا کہ میں بلاعذر کھانا کپڑا دیا کرونگا اور رات کے وقت مکان میں بھی رہا کرونگا اور بالفرض اگر میں ایک ماہ تک بلاوجہ کھانا کپڑا نہ دوں اور مکان میں رات کے وقت نہ رہوں تو روبرو گواہان یہ تصفیہ ہوا کہ عورت مذکورہ ہمارے نکاح سے باہر مثل طلاق کے ہوجاوے اور میری لگت فسخ ہوجاوے اور جو ڈگری عدالت سے ہمارے نام کی ہے وہ بھی باطل ہوجاوے اور بیاہتا عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مکان میں جو اوسکے باپ کا ہے رہے میں بھی اوسی جگہ رہوں گا اور کھانا کپڑا دونگا اس میں کسی طرح کا عذر و حیلہ نہ کرونگا عذر کروں تو جھوٹا اسواسطے یہ چند کلمہ بطریق اقرار نامہ کے لکھدیا کہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آوے۔

میری شادی علاء الدین کے ساتھ عرصہ ۲۰ سال کا ہوا ہوگئی تھی اب میرے والدین قضا کرگئے اور میرے کوئی سرپرست نہیں رہا میرے خاوند نے عرصہ ۶ سال کا ہوا کہ ایک دوسرا نکاح کرلیا اور اوسکے ہمراہ رہا کرتا ہے میری کسی طرح سے کفالت نہیں کرتا ایک مرتبہ پنچایت میں اوس نے میرے نان نفقہ کا اقرار کرکے ایک اقرار نامہ مورخہ ۷ جون ۱۸۹۹ء کو تحریر کردیا تھا اور قرار کیا تھا کہ اگر قرار پورا نہ کروں تو طلاق ہوجاوے مگر اوس نے اپنا عہد پورا نہیں کیا اور میری وہ کیفیت ہے جو سابق میں تھی اب میں اپنی گزراوقات کس طرح کروں اور میں نکاح سے باہر کیونکر ہوسکتی ہوں مجھے اوس سے کچھ اُمید نہیں۔ مورخہ ۱۵ اگست سنہ ۱۹۰۰ء۔ عرضی مسماۃ بتول ولد یحیٰی خاں

میاں نظیر داد خاں باوجود ہونے پنچایت اور تحریر اقرار نامہ کے علاء الدین مسماۃ بتول کی پرورش بالکل نہیں کرتا اور مخفی رہتا ہے۔ کیا بموجب تحریر اسٹامپ طلاق ہوگئی اگر ہوگئی ہو تو مطلع کرو اوسکا عقد ثانی کرادیا جاوے تاکہ بلا سے نجات ہو اس شخص نے کبھی کفالت نہیں کی اور نہ اُمید پائی جاتی ہے۔ مورخہ ۱۶ اگست سنہ ۱۹۰۰ء

محمد خاں۔ بخدمت مولٰنا عبدالسلام صاحب زاد فیضہ۔ چونکہ یہ مذہبی معاملہ ہے۔ میرے پاس یہ کاغذات آئے میں نے شروع سے اخیر تک دیکھا واقعی علاء الدین اپنی بیاہتا عورت سے کسی قسم کا سروکار نہیں رکھتا اور نہ اوسکی کفالت کرتا اوس نے ایک دوسرا نکاح کرلیا ہے اوسکی ہمراہی میں رہتا ہے ایسی حالت میں اوسکی زندگی پار ہونا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے آپ تحریر فرمائیے کہ یہ نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں اور عقد ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں فقط

۱۶ اگست سنہ ۱۹۰۰ء محمد نظیر داد

خلاصہ جواب۔ صورت مستفسرہ میں ثبوت کتابت اقرار نامہ ہذا بلا اکراہ۔ از علاء الدین یا از جانب علاء الدین مع تحقیق خلاف اقرار نامہ یعنی ترک نان و نفقہ زوجہ و ترک شب باشی با زوجہ تا یک ماہ معلق علیہا الطلاق مستلزم ترتب الجزاء علی الشرط یعنی وقوع طلاق کا ہے بمجرد انقضائے مدۃ معینہ بلاشک اوسکی زوجہ مذکورہ پر طلاق بائن واقع ہوگی اور وہ عورت اوسکے نکاح سے باہر ہوجاویگی فتاوی الخیریہ لنفع البریہ میں ہے لاشك اذا وجد

الغیبۃ والترك المعلق علیھما الطلاق انہ یقع لوجود الشرط الموجب للجزاء اھ الخ بعد انقضائے عدت طلاق وہ عورت عقد کرسکتی ہے۔

بجنسہ کاغذات ہذا خدمت میں عالیجناب مولانا مولوی احمد رضا صاحب بریلوی کے مرسل ہوکر گزارش کی جاتی ہے کہ بعد ملاحظہ رائے مناسب سے اطلاع بخشیں۔ المرقوم ۴ ستمبر ۱۹۰۰ء

الجواب: فی الواقع علاء الدین کا کلام مذکور جہاں تک مقتضاء نظر فقہی ہے تعلیق شرعی ہے کہ وقت وجود شرط موجب وقوع طلاق بائن وزوال نکاح وجواز نکاح ثانی زن بعد انقضائے عدت ہے جیسا کہ فاضل مجیب سلمہ اللہ القریب المجیب نے بیان فرمایا الظاھر ان لایجعل قولہ تورو بروگواہان یہ تصفیہ ہو فاصلا بین الشرط والجزاء لانہ من باب التاکید المفید والتائید المزید فلایکون اجنبیا قال فی الدر قال لھا انت طالق ان شاء اللہ تعالٰی متصلا الا لتنفس اوسعال اوجشاء اوعطاس اوثقل لسان اوامساك فم اوفاصل مفید لتاکید اوتکمیل او حد اوطالق اونداء کانت طالق یازانیۃ اوطالق انشاء اللہ صح الاستثناء بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا انشاء اللہ الخ وفی الھندیۃ رجل قال لامرأتہ انت طالق ثلاثا فاعلمی انشاء اللہ صح الاستثناء ولوقال انت طالق ثلثا اعلمی انشاء اللہ اوقال اذھبی انشاء اللہ طلقت ثلثا وبطل الاستثناء وکذا فی فتاوی قاضیخان اھ وفیھا فی فصل الطلاق قبل الدخول لوقال انت طالق اشھد واثلثا فواحدۃ ولوقال فاشھد وافثلث کذا فی الغیاثیۃ اھ ومثلہ فی ھذا الباب المذکور من ردالمحتار عن البحر من الظھیریۃ قال وحاصلہ ان انقطاع النفس وامساك الفم لایقطع الاتصال بین الطلاق وعددہ وکذا النداء لانہ لتعیین المخاطبۃ وکذا عطف فاشھد وافصار الکل کلاما واحدا تحقق شرط میں اتنے امر کا لحاظ ضرور ہے کہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دینا اور شب کو مکان میں نہ رہنا بلاوجہ مقبول شرعی ہوا ہو کہ شرط میں بلاوجہ کا لفظ مذکور ہے تو کسی وجہ قابل قبول شرع کے باعث اگر مہینہ بلکہ برس گزر گیا اور اسے نہ کھانا کپڑا دیا نہ مکان میں رہا تو طلاق نہ ہوگی یوہیں اگر دونوں شرط مذکور یعنی عدم انفاق وعدم شب باشی سے صرف ایک ثابت ہوئی مثلاً یہ تو ثابت ہوا کہ بلاوجہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دیا مگر مہینہ بھر تک رات کو مکان میں بلاوجہ نہ رہنے کا ثبوت نہ ہوسکا یا بالعکس تو جب بھی طلاق ثابت نہ ہوگی کہ یہاں دونوں شرطوں کا ثبوت ثبوت طلاق کے لئے ضرور ہے فی ردالمحتار ان لم یکرر اداۃ الشرط فلابد من وجود الشیئین قدام الجزاء اوعلیھما اواخرہ بحر ملخصا اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس مقدمے میں بالاتفاق بار ثبوت عورت کے ذمے ہے کہ مہینہ بھر تک نان ونفقہ نہ ملنے کے باب میں اگرچہ عورت محتاج گواہان نہیں بلکہ صرف اسکا بیان حلفی کافی ہے وعند قیام الزوجیۃ وکونھا مستحقۃ لینفقہ کما یشھد بہ کتابۃ الزوج لایکون الوجہ المانع الاحادثا

فیکون الظاہر مع المرأۃ المنکرۃ حدوثہ فان ادعاہ الزوج فلیثبتہ مگر صرف اسی قدر تو شرط طلاق نہ تھا بلکہ مہینہ بھر تک بلاوجہ ترک شب باشی بھی اور اس کا ثبوت گواہان شرعی سے دینا بلاشبہہ عورت پر لازم ہے فقط اوس کا بیان اگر حلفی ہو یہاں ہرگز معتبر نہیں لانہا توید بھذا اثبات الطلاق وھو ینکرہ والبینۃ علی النفی مسموعۃ فی الشروط فی الدر المختار (ان اختلفا فی وجود الشرط) ای ثبوتہ لیعم العدمی (فالقول لہ مع الیمین) لانکارہ الطلاق ومفادہ انہ لو علق طلاقہا بعدم وصول نفقتہا ایاما فادعی الوصول وانکرت ان القول لہ وبہ جزم فی التنیۃ لکن صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لہا واقرہ فی البحر والنھر وھو یقتضی تخصیص المتون لکن قال المصنف وجزم شیخنا فی فتواہ بما تفیدہ المتون والشروح لانہا الموضوعۃ لنقل المذھب کما لایخفی (الا اذا برھنت) فان البینۃ تقبل علی الشرط وان کان نفیا اھ فی ردالمحتار قولہ واقرہ فی البحر حیث قال فی فصل الامر بالید قیل القول لہ لانہ ینکر الوقوع لکن لایثبت وصول النفقۃ الیہا والاصح ان القول لہا فی ھذا وفی کل موضع یدعی ایفاء حق وھی تنکر اھ ونقل الخیر الرملی ایضا تصحیحہ عن الفیض والفصول قولہ وھو یقتضی تخصیص المتون ای تخصیصہا بکون القول لہ اذا لم یتضمن دعوی ایصال مال حملا للمطلق علی المقید اھ باختصار وفی غمز العیون صحح فی خلاصۃ الفتاوی والبزازیۃ عدم قبول قولہ فی کل موضع یدعی ایفاء حق مالی وھی تنکر فھذا یقتضی تخصیص المتون فاغتنم ھذا وجوہ شرعیہ جو یہاں قابل قبول ہوں متعدد ہیں مگر اون کے بیان سے دست کشی کی جاتی ہے کہ تعلیم نہ ہو اگر کوئی وجہ باعث ترک تھی تو علاء الدین خود بیان کردیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ :- از کلکتہ ٹرین اسٹریٹ نمبر ۹۲ مسجد سمرمد خلیفہ۔ مرسلہ عبدالرشید صاحب ۹ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۲۰ھ

مرجع خاص وعام ملاذ علمائے کرام لازالت عتبتہم کہف الانام سلام مسنون برسم فدویان عقیدت کیش بجاآوردہ گذارش یہ ہے۔ بنگالہ کے بعض دیار میں یہ دستور نوایجاد ہے کہ جب نوشہ شامل برات دولھن کے مکان پر جاتا ہے تو دولھن کے اولیا واقربا غیر مناسب شرائط سے کابین لکھواکر نوشہ کو اوس پر دستخط کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور در صورت عدم دستخط لڑکی دینے سے انکار کرتے ہیں بیچارہ نوشہ بخوف ندامت وتضیع زیورات واسباب شادی جبرًا وقہرًا اوس پر دستخط کردیتا ہے اور بعد دستخط کرنے کے باقاعدہ رجسٹری بھی کرادیتا ہے۔ حالانکہ پیشتر اس مجلس نکاح کے ان بیہودہ شرائط کا تذکرہ تک نہیں ہوتا ہے۔ منجملہ اون غیر مناسب شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ تاحین حیات منکوحہ ہذا اور کسی عورت سے ہرگز شادی ونکاح نہ کروں گا اگر کروں تو وہ دوسری عورت مطلقہ بطلاق ثلاثہ بائنہ ہوگی خواہ منکوحہ ہذا بروقت نکاح باذن دیگر میرے نکاح میں موجود ہو یا نہو۔ پس دریں صورت مسئولہ است کہ شرعا ایسی بھی صورت

کہ ناکح مذکور کو اوس منکوحہ کے عین حیات میں دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز ہو جاوے بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا عند اللہ الوھاب جواب بحوالہ کتب فقہیہ مع نقل عبارت مرحمت ہو۔

الجواب:- اگر کوئی فضولی بطور خود بے اوسکی توکیل کے اوسکا نکاح کسی عورت سے کردے اور وہ شخص اجازت فعلی سے اوسے جائز و نافذ کردے زبان سے کچھ لفظاً نہ کہے تو اس صورت میں منکوحہ ثانیہ پر طلاق اصلاً نہ ہوگی اگرچہ منکوحہ اولٰی ہنوز خود اوسکے نکاح میں موجود ہو اور فضولی یوں آپ نہ کردے تو اس قسم کے الفاظ اوس کے سامنے کہے کہ کاش کوئی فلاں عورت سے میرا نکاح کردیتا یا کیا اچھا ہوتا کہ کوئی دوست بطور خود میرا عقد اوس سے کردیتا وذلک لان ھذا الفاظ الامانی دون الانابۃ حتی یکون توکیلا اور اجازت فعل یہ کہ مثلاً عورت کو مہر جو مقرر ہوا ہے بھیجدے یا زبان سے نہ کہے کاغذ پر لکھدے کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا اور اگر فضولی خواہ کسی نے اوس عقد فضولی کی اس نے مبارکباد دی اور اسے سنکر سکوت کیا جب بھی عقد صحیح و نافذ ہوگیا اور طلاق نہ پڑے گی درمختار میں ہے زوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنہ الکتابۃ لایحنث بہ یفتی خانیۃ ردالمحتار میں ہے فی حاوی الزاھدی لوھنأہ الناس بنکاح الفضولی فسکت فھذا اجازۃ اشباہ میں ہے حلف لایتزوج فالحیلۃ ان یزوجہ فضولی ویجیزہ بالفعل غمزہ میں ہے الاجازۃ بالفعل کبعث المھر اوشیئ منہ والمراد الیھا ذکرہ الصدر الشھید رحمہ اللہ تعالٰی وقیل سوق المھر یکفی مطلقا لان المجوز الاجازۃ بالفعل وھو متحقق بالسوق بحرالرائق میں ہے ینبغی ان یجیئ الی عالم ویقول لہ ماحلف واحتیاجہ الی نکاح الفضولی فیزوجہ العالم امرأۃ ویجیز بالفعل فلا یحنث وکذا اذا قال لجماعۃ لی حاجۃ الی نکاح الفضولی فزوجہ واحد منھم اما اذا قال لرجل اعقد لی فضولی یکون توکیلا اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

عـه مسودہ میں بیاض ہے۔

مسئلہ:- از کلکتہ مولوی امداد علی لین مرسلہ مولوی محمد عبدالعزیز صاحب۔ ۲۱ شوال ۱۳۱۴ھ

بذروۂ عرض خدام برترمقام دام اقبالکم۔ پس از سلام سنت خیرالانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام۔ معروض اینکہ مسئلہ مالاینحل فی دیارنا پیشکش ملازمان می نمایم جواب شافیش عنایت فرمودہ رہین منت سازند جناب من بعضے اختلاف بدینگونہ می آورند کہ بر غیر مدخول بہا بعد از وقوع یک طلاق ثانی وثالث واقع نخواہد شد مگر ارادۂ آنکس درینجا وقوع طلاق علی الانفراد نیست بلکہ باہم واقع کردن ست وسیاق کلام بنگالہ اش ہم ہمچنیں است اکثر درینجا بعینہ ترجمۂ بنگالہ نمود۔ زیادہ حد ادب

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی۔ اندرینکہ شخصے درکابین نامۂ زوجۂ خود نوشتہ داد کہ من بلا اجازت تو و اجازت ولی معتبر تو نکاح دیگر نخواہم کرد واگر بکنم کل دین مہر تو ادا نمودہ از تو و از ولی تو اجازت گرفتہ خواہم کردہ ورنہ بر

منکوحہائے دیگر یک طلاق دو طلاق سہ طلاق واقع خواہد شد پس آں شخص یکے را ہم از شرائط مذکورہ بعمل نیاوردہ زنے را بعقد نکاح خود آورد و اینک زوجہ ثانیہ اش مطلقہ بسہ طلاق خواہد شد یا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ اصل ایں ست کہ معلق ہنگام وجود شرط فرود می آید گویا اینک بجز امنجز التکلم کردہ است وزن نامدخولہ اگرچہ محل وقوع سہ طلاق بیکبار ہست ولہذا اگر اورا گوید بر تو سہ طلاق یا اگر بایں خانہ درآئی سہ طلاق باشی درصورت اولی فوراً و در اخری ہنگام دخول خانہ سہ طلاق واقع شود بلکہ اگر سہ طلاق جداگانہ تعلیق کرد اما معطوفا بغیر حرف "ثم" و شرط را مؤخر آورد مثلاً گفت تو طلاقی و طلاقی و طلاقی اگر چناں کنی نیز بحصول شرط سہ طلاق افتد زیراکہ عطف بوا و یا فا آنہارا موصول کردہ و تاخیر شرط اول سخن را بہ تعلیق تغییر دادہ است پس مجموع معلق شد و بوقوع شرط دفعۃ فرود آمد اما غیر مدخولہ وقوع بتفریق را صلاحیت ندارد ولہذا اگر گفت ترا یک طلاق و دو طلاق و سہ طلاق یا اگر اینکار کنی تو طلاقی و طلاقی و طلاقی بتقدیم شرط یا تو طلاقی طلاقی طلاقی اگر چناں کنی بتاخیر شرط و ترک عطف ہمیں بیک طلاق بائن شود و باقی لغو رود زیراکہ درصورت اولی چوں ترا یک طلاق گفت ایں طلاق افتاد و زن از عصمت نکاح بیروں شد و عدت ہم نیست پس محلیت طلاق نماند و معطوفات باقیہ ہنگام انعدام محلیت برزماں آمد و بیکار رفت و در ثانیہ چوں شرط مقدم ست گویا ہنگام وقوع شرط چناں گفت کہ تو طلاقی و طلاقی و طلاقی و بدلیل ہمیں[عہ] یک وقوع یافت و در ثالثہ مغیر کہ در آخر کلام یافتہ شد ہمیں طلاق ثالث را از تنجیز بہ تعلیق تغییر داد کہ ماسلف بجہت ترک عطف بادمربوط نبود۔ پس ہنگام تکلم بہ کلمہ اولی یک طلاق فی الحال واقع شد و محل تنجیز دوم و تعلیق سوم نماند چوں ایں مسائل حالی شد حکم مسئلہ مسئولہ رنگ وضوح یافت کہ بر منکوحہ ثانیہ ہمیں یک طلاق واقع شود و بس۔ فی الھندیۃ ان علق الطلاق بالشرط ان کان الشرط مقدما فقال ان دخلت الدار فانت طالق وطالق وطالق وھی غیر مدخولۃ بانت بواحدۃ عند وجود الشرط فی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولغا الباقی وان کان الشرط مؤخرا فقال انت طالق و طالق وطالق ان دخلت الدار اوذکرہ بالفاء فدخلت الدار بانت بثلث اجماعا سواء کانت مدخولۃ اوغیر مدخولۃ فان ذکرہ بغیر حرف العطف ان کان الشرط مقدما فقال ان دخلت الدار فانت طالق طالق طالق وھی غیر مدخولۃ فالاول معلق بالشرط والثانی یقع للحال والثالث لغو وان اخرہ فالاول ینزل للحال ولغا الباقی کذا فی السراج اھ ملخصا۔ وفی الدرالمختار تقع بانت طالق واحدۃ وواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقھما بالشرط دفعۃ وتقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اھ۔ فی ردالمحتار قولہ لتعلقھما بالشرط دفعۃ لان الشرط مغیر فلا یقتصر اذا اتصل المغیر توقف صدر الکلام علیہ فیتعلق بہ کل من الطلقتین معا فیقعان عند وجود الشرط کذٰلک بخلاف مالو قدم الشرط فلا یتوقف لعدم المغیر۔ قولہ لان المعلق کالمنجز اھ بحر

عہ [illegible]

یصیر عند وجود شرطہ کالمنجز ولونجزہ حقیقۃ لم تقع الثانیۃ بخلاف ما اذا اخر الشرط لوجود المغیر زیلعی۔ وفی العطف بثم ان اخرہ تنجزت واحدۃ ولغا ما بعدھا وان قدم لغا الثالث وتنجز الثانی وتعلق الاول فیقع عند الشرط بعد التزوج الثانی اھ مختصرا۔ وفی البحر الرائق لو قال لامرأۃ یوم اتزوجک فانت طالق وطالق وطالق فتزوجھا وقعت واحدۃ وبطلت الثنتان ولو قال انت طالق وطالق وطالق یوم اتزوجک وقعت الثلاث کذا فی الحاوی القدسی وکذا لو قال ان تزوجتک کما فی المحیط اھ تمام تفاصیل ایں مسئلہ کہ بلحاظ آنکہ عطف بواو رفا باشد یا بثم یا ہیچ و بہر تقدیر منجز باشد یا معلق بشرط مقدم یا مؤخر و بہر وجہ زن مدخولہ باشد یا غیر آں بہیجدہ صورت میرسد و بلحاظ تفصیلات اخر صور دیگر صورت بندد از بزازیہ و فتح القدیر و بحرالرائق و ہندیہ تواں جست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ :- غلام گیلانی صاحب پنجابی از ضلع پترہ ڈاکخانہ پٹن موضع چنبک نگر معرفت تار و چودھری اوائل صفر ۱۳۲۶ھ

زوج نے قبل عقد نکاح کے کابین نامہ میں عورت کو یہ شرط لکھدی کہ میں اگر آپ سے ایک برس کی مدت تک جدا رہوں یا کسی صورت سے آپ کا خبرگیر نہ ہوں تو اگر آپ کی مرضی ہو تو ہمکو شوہر سے چھوڑ کر طلاق دے سکتی ہو انتہی۔ کابین میں بنگلہ زبان میں ایسی عبارت مہمل لکھی ہے جس کا ترجمہ بعینہا یہی ہوتا ہے۔ آیا یہ معنی ظاہری اسکا ترک کرکے عرفی موافق غرض زوجہ کے اس صورت سے لے سکتے ہیں (تم مجکو اپنی شوہری اور زوجیت سے نکالکر طلاق دے سکتی ہو) مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس کو طلاق دے سکتے ہو۔ اضافت طلاق زوجہ کی طرف نہیں ہے بنگلہ زبان میں زوج نے قصداً ایسی عبارت لکھی ہے کہ جس کا ترجمہ ایسا کچھ بنتا ہے جیسا کہ (انا منک طالق) اور اب زوجہ وقوع شرط کی مدعیہ ہے اور زوج منکر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں مدت کے اندر چند بار آیا مگر مجکو زوجہ کے اقارب نے زوجہ کے پاس جانے، ملاقات بات چیت کرنے سے روک دیا اور مکان میں داخل ہونے نہیں دیا۔ دونوں اپنے دعوے پر بینہ رکھتے ہیں۔ مگر زوج کسی مولوی کو حکم نہیں بناتا اور نہ کسی کے پاس آتا ہے تین برس گزر گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ زوج بھی اپنے الفاظ سے عرفی معنی موافق مدعائے عورت لے کر انکار وقوع شرط کا کرتا ہے ورنہ زوجہ کے دفعہ میں اوسکا اسی قدر بس ہے کہ کہدے کہ میری عبارت سے یہ نہیں نکلتا کہ عورت کو بعد وقوع شرط کے اختیار طلاق کا ہے۔ اب فقیر پر تقصیر عرض کرتا ہے کہ حضور والا ارشاد فرمائیں کہ اس عبارت سے کیا مطلب لیا جائے اور عورت کا بینہ معتبر ہوگا یا کیا کتنی طلاق دے سکتی ہے یا نہیں دے سکتی۔

الجواب :- صورت مستفسرہ میں عورت کو کسی طرح اپنے نفس کو طلاق دینے کا اختیار نہیں۔ الفاظ شرط کابین نامہ اگر اسی قدر ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے اور اضافت الی النکاح کا اس میں کہیں ذکر نہیں

کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا جب میں تجھے اپنی زوجیت میں لاؤں اوسکے بعد اگر ایسا واقع ہو تو تجھے اختیار طلاق ہے جب تو شرط کابین نامہ محض فضول و باطل ہے کہ اوسکی تحریر قبل نکاح ہوئی اور نکاح کی طرف اوس میں اضافت نہیں تو نہ ملک پائی گئی نہ اضافت ملک اور ایسی تعلیق محض باطل ہے۔ درمختار میں ہے شرطہ الملك كقوله لمنكوحة ان ذهبت فانت طالق او الاضافة اليه كان نكحتك امرأة او ان نكحتك فانت طالق فلغا قوله لاجنبية ان زرت زيدا فانت طالق فنكحها فزارت لم تطلق لعدم الملك والاضافة اليه انتهى مختصرا۔ اور اگر کابین نامہ میں اضافت الی النکاح ہے تو یہ تعلیق و تفویض صحیح ہوگئی اور اوسکا مفاد مثل انا منک طالق کے نہیں کہ لفظ "ہمکو" لفظ "چھوڑکر" سے متعلق ہے نہ لفظ طلاق سے۔ اور اس طلاق کی اضافت کلام زوج میں عورت کی طرف نہ ہونا کچھ منافی صحت تفویض نہیں کہ تفویض میں زن و شوہر دونوں میں سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔ درمختار میں ہے وذكر النفس او الاختيارة فى كلام احدهما شرط صحة الوقوع بالاجماع ويشترط ذكرها متصلا فان كان منفصلا فان فى المجلس صح والا لا فلو قال اختارى اختيارة او طلقة وقع لو قالت اخترت فان ذكر الاختيارة كذكر النفس وكذا ذكر التطليقة او ذكر ذلك فى كلام احدهما فلم يختص بكلام الزوج كما ظن انتهى مختصرا۔ مگر تفویض طلاق کہ معلق بالشرط ہو بعد وقوع شرط اوسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوع شرط کا علم ہوا مجلس بدلنے کے بعد اوسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ درمختار میں ہے التعليق بالمشية او الارادة او الرضاء او الهوى او المحبة يكون تمليكا فيه معنى التعليق فتقيد بالمجلس۔ یہاں کہ عورت مدعیہ وقوع شرط ہے اور اس نے ابتک اپنے کو طلاق نہ دی مجلس اول ختم ہوتے ہی اوسے اختیار طلاق نہ رہا۔ بہر حال صورت مسئولہ میں عورت کا دعوی اصلا قابل سماعت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ۱۳ رجمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید نے اپنی زوجہ کو بریلی سے رامپور بجھید یا کہ بوجہ رنج ہوجانے کے باہم زید و ماموں زوجہ زید کے اور ایک رقعہ بھی لکھدیا کہ میں اپنی بیوی کو بخوشی معہ زیور کے بوجہ رنجش کے رامپور کو رخصت کرتا ہوں اور آئندہ مجھکو کوئی تعلق نہ ہوگا اور دو روپیہ ماہوار لڑکی کے دودھ پلائی کے مقرر کرتا ہوں لوگوں نے زید سے دریافت کیا کہ کیا طلاق دیتے ہو زید نے طلاق سے انکار کرکے یہ کہا جسوقت میری حالت غصہ درست ہوجاوے تو پھر بلوالونگا بعد ایک ہفتہ کے جبکہ زوجہ زید رامپور چلی گئی زید نے ایک خط بنام مولوی لطف اللہ صاحب کے لکھا کہ باہم میرے اور میری زوجہ کے ماموں میں رنج ہوگیا ہے آپ صفائی کرادیں اور اون سے کہدیجئے کہ یکم تاریخ تک روانہ بریلی کردیں اور اگر نہ روانہ کریں گے تو یہ ایک

طلاق دیتا ہوں ایسے درمیان میں جو زید نے واسطے آنے میعاد اپنی زوجہ کے مقرر کی تھی رامپور میں بحضور اپنی زوجہ کے رجوع کرلیا لیکن زوجہ زید رامپور سے بریلی کو اوس میعاد مقررہ کے اندر نہیں آئی ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر ہوئی تو کس قسم کی رجعی یا بائن بعد ایک ماہ کے زید رامپور گیا زوجہ کے ماموں نے یہ کہا کہ طلاق ہوگئی ہے میں رخصت ابھی نہ کروں گا اوس پر زید نے جواب دیا کہ اگر آج ہی اس معاملہ کا فیصلہ نہ ہوگا تو تینوں طلاق پوری کردونگا یہ کہکر چلا آیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ ہوئی تو کس قسم کی واقع ہوئی رجعی بائن بعض علماء کا بیان ہے کہ یہ طلاق بوجہ معلق ہونے کے بائن ہوگئی یہ قول کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی زید کا کہنا کہ تینوں طلاق پوری کردوں گا محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی اور زید کا میعاد وقوع طلاق یعنی یکم آنے سے پہلے جاکر رجوع کرنا محض بے اثر ہے فان الرجوع لایتقدم الوقوع تو نہ رہا مگر زید کا وہ قول کہ یکم تک نہ روانہ کریں گے تو یہ ایک طلاق دیتا ہوں۔ یہ طلاق اوس شرط پر معلق تھی یکم گزر گئی اور عورت کو روانہ نہ کیا شرط متحقق ہوئی طلاق پڑگئی اور یہ طلاق یقیناً رجعی ہے تعلیق کے سبب بائن ہوجانا باطل قطعی کما قدمنا تحقیقہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از بنگالہ نواکھالی محلہ رامپور فضل الرحمن صاحب ۷ شوال ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی کو اس شرط کے ساتھ کابین نامہ لکھدیا کہ اگر تمھارے سوا کوئی دوسری بی بی کروں تو وہ ایک دو تین طلاق ہے بعد اسکے زید نے اپنی منکوحہ سے اجازت لیکر دوسری شادی کرلی مگر کابین میں اجازت وغیرہ کا ذکر مطلقاً نہیں آیا۔ صورت مذکورہ میں وہ اجازت عندالشرع معتبر ہوگی یا نہیں اور شرعاً ایسی شرط کرنا درست ہے یا نہیں اگر کرلے تو کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں نکاح ہوتے ہی زوجہ ثانیہ پر معاً ایک طلاق بائن ہوگی وہ نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ کی حاجت نہیں اگر زید چاہے تو اوس سے دوبارہ نکاح کرلے خواہ اور عورت سے نکاح کرے اب زوجہ کو طلاق نہ ہوگی اگرچہ زوجہ اولٰی اجازت بھی نہ دے اما وقوع الطلاق فلتحقق الشرط والاجازۃ لاتمنعہ واما الوحدۃ والبینونۃ فلوقوعہ قبل الدخول وتفریقہ فی الایقاع حیث لم یقل تین بل ایک دو تین اما عدم الوقوع اذا نکح اخری اوھذہ مرۃ اخری فلانحلال الیمین لعدم کلما دمایقوم مقامہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از بمبئی پیرولین پوسٹ عمرکھاڑی۔ مرسلہ منشی محمد صدیق قادریہ چشتی ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے محکمہ قضاء میں حاضر ہوکر اقرار کیا کہ آج سے آیندہ میں اگر شراب پیوں یا فتنہ وفساد کروں اور وہ پانچ اشخاص دجنکے نام اقرار نامہ میں بطور نگرانی درج ہیں) میری بدچلنی کا ثبوت پہنچادیں تو میری زوجہ مسماۃ ہندہ میرے نکاح سے باہر ہے اور میری مطلقہ ہے پس بعد عہد اقرار مذکو

کے پانچ یاسات نفر معتبر نے جو تحریر اقرارنامہ کے وقت موجود تھے زید کو برسرِ راہ حالتِ نشہ میں پایا اور زید کے والد کو ونیز مرقومہ بالا پانچ اشخاص معینہ میں سے ایک شخص کو اوسیوقت حالتِ نشہ کی خبر دی مگر زید کے والد اور شخص مذکور نے بخوف یا بپاس خاطر زید توجہ نہ کی اور اس واقعہ کے چند روز بعد زید نے اپنے والد کے ساتھ حالتِ نشہ میں فساد کیا اور گرفتار ہوکر محکمہ میں اسی بنا یعنی شراب خواری وفساد ریزی پر جرمانہ دیا بعدازاں اہل جماعت جمع ہوئے جن میں مذکور الصدر پانچ اشخاص بھی بصورت منصف موجود تھے اور زید کو تقصیروار گردانا مگر مقدمۂ مذکورۂ بالا میں زید کی ظاہری بدچلنی جو وقوع میں آئی اوسکو زبانی بیان کرنے میں بپاس رکھتے ہیں پس ان تمام صورتوں میں زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں اگر طلاق واقع ہوئی تو عدت کس روز سے شمار ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: قول زید کا حاصل یہ ہے کہ اگر اوس سے شرابخواری یا فتنہ وفساد کا صدور ہو اور ان دونوں میں سے جو کچھ ہو اوسکے ساتھ ایک اور امر ضرور ہو وہ یہ پانچ اشخاص مذکورین اوسکی بدچلنی کا ثبوت پہنچائیں ان باتوں کے جمع ہونے پر اوسکی عورت اوسکے نکاح سے باہر اور اوسکی مطلقہ ہے وذلک لانہ عطف الثانی علی الاول باو ثم الثالث بالواو فکان الشرط وقوع احد الامرین الاولین مع الثالث امام فخر الاسلام بزودی قدس سرہ اصول میں فرماتے ہیں و(ھذا اقلنا) فیمن قال ھذا حرا وھذا وھذا ان الثالث یعتق ویخیر بین الاولین لان صدر الکلام تناول احدھما عملا بکلمۃ التخییر والواو توجب الشرکۃ فیما سیق لہ الکلام فیصیر عطفا علی المعتق من الاولین کقولہ احد کما حر وھذا ہماری زبان میں کسی شے کا ثبوت پہنچانا اور کوئی شے ثبوت کو پہنچانا ان دونوں میں فرق ہے لفظ اول میں ثبوت ہوتا ہے یعنی شہادت زبانی یا حجت تحریری وارد کا پہنچانا مہیا کرنا ادا کرنا پیش کرنا اور لفظ ثبوت اپنے معنی پر ہے اور ثبوت کو پہنچانا ثابت ومدلل کرنا اوسکے ثبوت کا حکم دینا۔ پہلے لفظ کا تعلق شاہد وساعی ثبوت سے ہے اور دوسرے کا حاکم وقاضی ثبوت سے بھی غالب مراد وظاہر مفاد یہی ہے۔ اگر وہاں بھی عرف اسی طرح ہے تو وہ اشخاص جبکہ بخوف وہراس یا بہ لحاظ وپاس اوسکی بدچلنی زبان پر لانے سے بھی احتراز کرتے ہیں تو بدچلنی کا ثبوت پہنچانا اون سے واقع نہ ہوا اور وہ بھی جزءِ شرط تھا تو شرط کامل متحقق نہ ہوئی تو طلاق اصلا نہ ہوئی لان ما علق علی وجود شیئین لاینزل الا بعد وجودھما جمیعا اور اگر وہاں کے عرف ومحاورہ میں یہ فرق نہیں کسی شے کے ثابت قرار دینے کو بھی اوس شے کا ثبوت پہنچانا کہتے ہیں تو جبکہ پانچ اشخاص مذکورین نے اوسکی بدچلنی کا ثبوت مانا اور اس بناء پر اوسے تقصیروار ٹھہرایا ہو اور واقع میں اوس سے بعد معاہدہ شرابخواری یا فتنہ وفساد کا صدور بھی ہوا ہو تو ہندہ پر طلاق ہوگئی لاجتماع کلا جزئی الشرطین فینزل الجزاء اور عدت اوسی وقت سے لی جائے گی جس وقت ان پانچ اشخاص نے اوسکی بدچلنی کے ثبوت کا حکم دیا لان الوقوع بالمجموع وانما العدۃ من حین الوقوع مجرد تقصیروار ٹھہرانا

اگر بدچلنی ثابت مان کر نہو وقوع طلاق کے لیے کافی نہو گا لان الشرط ھذا الاذاک واثبات المقصیر مطلقا لایستلزم اثبات المداعارت، یوہیں اگر فی الواقع اوس سے شرانجواری وفتنہ پردازی بعد معاہدہ صادر نہوئی اور ثبوت غلط طور پر بہم پہنچایا گیا جس سے اشخاص مذکورین نے حکم ثبوت دیا تو عنداللہ اس صورت میں بھی ہندہ پر طلاق نہوگی لعدم تحقق الجزاء الاول اگرچہ محکمۂ قضا میں ثبوت شرعی کے باعث قضاۃ حکم طلاق دیں اور جبکہ ثبوت شرعی گزر گیا اور اشخاص مذکورین نے حکم ثبوت دیا ہو اور محاورہ کا وہ فرق کہ اوپر مذکور ہوا وہاں کے عرف میں نہو تو عورت پر بھی لازم ہے کہ اپنے آپ کو مطلقہ جانے لان المرأۃ کالقاضی کما فی الفتح ورد المحتار وغیرھما واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بریلی مرسلہ مولوی بشیر الدین صاحب وکیل ۱۱ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اقرار نامہ مصدقہ رجسٹری میں معاہدہ حسب ذیل اپنی منکوحہ بی بی سے کیا وہ معاہدہ جائز ہے یا نہیں اور اوس معاہدہ کا نفاذ ہوسکتا ہے یا نہیں جو کہ مسماۃ مشتری جان طوائف دختر باواللہ زوجہ منکوحہ فقیر کی ہے مسماۃ مذکور مقر سے خواستگار اجازت مسماۃ مذکور نے کی ہے لہذا بصحت نفس وثبات عقل بخوشی خاطر اپنے بلاکسی جبر ودباؤ کے اچھی طرح سمجھ کر مسماۃ مشتری جان مذکور کو اجازت دیتا ہوں کہ پیشہ ناچنے وگانے کا جس طور سے سابق دستور کرتی چلی آئی ہے بدستور جاری وقائم رکھے اور بغرض مدد کرنے ناچ وگانے کے خواہ بداؤں سکونت رکھے یا دیگر جگہ قیام کرے میں کسی وقت اور کسی حالت میں مانع اور مزاحم یا حارج نہیں ہونگا اگر میرے فعل یا ترک فعل سے کسی وقت میں مسماۃ مذکور کا نقصان یا حرج واقع ہو تو ایسی حالت میں نکاح فسخ ہوجاوے گا اور مسماۃ کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہوگی لہذا یہ اقرار نامہ بلانالش لکھدیا کہ سند رہے۔ واضح رہے کہ معاہدہ کرنے والا شریف خاندان کنچنے وغیرہ میں سے نہیں ہے اور ان الفاظ کے تحریر سے نکاح فسخ ہوجاوے گا یا نہیں اور شوہر اسے اجازت ناچنے وگانے کی اور دیگر جگہ اسے کام کے واسطے اجازت دیسکتا ہے یا نہیں اور اوسے اجازت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- ایسی اجازت حرام قطعی ہے اور اجازت دینے والا دیوث ہے اگر توبہ نہ کرے تو اوسپر جنت حرام اوسپر اللہ کی لعنت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء تین شخص جنت میں نہ جائیں گے اپنے ماں باپ کو ناحق ایذا دینے والا اور دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت رواہ الحاکم والبیھقی فی شعب الایمان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلثۃ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر تین شخص کبھی جنت میں نہ جائینگے دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی رواہ الطبرانی

فی الکبیر عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثۃ قد حرم اللہ علیہم الجنۃ مدمن الخمر والعاق لوالدیہ والدیوث الذی یقر فی اھلہ الخبث تین شخصوں پر اللہ تعالٰی نے جنت حرام فرمادی ہے شرابی اور ماں باپ کا موذی اور دیوث کہ اپنے اہل میں گندی بات برقرار رکھے رواہ احمد والنسائی والبزار والحاکم وقال صحیح الاسناد رہی طلاق اوسکا حکم یہ ہے کہ فسخ نکاح کنایات سے ہے اگر شوہر نے اس لفظ سے طلاق مراد لی ہے طلاق پڑجائیگی ورنہ نہیں درمختار میں اذھبی الی جھنم یقع ان نوی خلاصہ وکذا اذھبی عنی وافلحی وفسخت النکاح عالمگیری میں ہے لو قال فسخت النکاح ونوی الطلاق یقع یہی حال آزادی کا ہے پس صورت مسئولہ میں اگر شوہر اقرار کرے کہ یہ الفاظ اوس نے بہ نیت طلاق لکھے تھے تو بحال وقوع شرط عورت پر ایک طلاق بائن ہوجائیگی اور اگر وہ اقرار نہ کرے تو اوس سے قسم لی جائے اگر قسم کھانے سے انکار کردے تو اب بھی جبکہ شرط واقع ہوئی ہو وقوع طلاق کا حکم ہوگا اور اگر قسم کھالی کہ واللہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق نہ لکھے تھے تو حکم طلاق نہ ہوگا عورت بدستور اوسکی منکوحہ رہیگی پھر اگر وہ جھوٹ قسم کھائے گا تو اوسکا وبال اوسپر ہے عورت پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے نحو اخرجی یحتمل ردا ونحو خلیۃ یصلح سبا ونحو انت حرۃ لایحتمل السب والرد ففی حالۃ الرضا ای غیر الغضب والمذاکرۃ تتوقف الاقسام الثلثۃ تاثیرا علی النیۃ للاحتمال والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبی اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از صدر بازار چھاؤنی نیمچ محلہ بڑی منڈی۔ مرسلہ چودھری نھے سوداگر چرم ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

بکر نے شادی زید کے ساتھ اپنی دختر کی کی جسکو عرصہ ۹ سال کا ہوا بکر اور زید دونوں فقیر ہیں بوقت شادی زید کی عمر ۱۵-۱۶ سال کی تھی اور لڑکی کی قریبًا سولہ سال کی۔ شادی ہوتے ہی زید کے ہمراہ بھیجدی گئی تین ماہ بعد بکر کے یہاں آئی اور پھر چھ ماہ بعد زید کے ہمراہ بھیج دی گئی چھ ماہ بعد زید مع اپنی بی بی کے بکر کے یہاں آیا اور رہنے لگے ۴ ماہ بعد زید چلا گیا اور چوری کی علت میں گرفتار ہوگیا۔ بکر زید کو چھڑا کر لے آیا مگر آٹھ دس روز کے بعد پھر کسی کی چیز لیکر بھاگ گیا بکر پھر اوسکو لے آیا کوئی ایک ماہ رہا پھر ایک بقال کا غلہ چراکر بھاگ گیا ڈھائی ماہ بعد پھر زید آگیا اور اقرار نامہ منسلکہ تحریر کردیا کوئی دو ماہ بعد زید اپنی عورت سے مارپیٹ کرکے جبرًا زیور لیکر بھاگ گیا کوئی تین ماہ بعد ذات کی پنچایت ہوئی اور پنچوں نے پنچنامہ منسلکہ۔ زید کوئی چھ ماہ بعد پھر بکر کے پاس آکر رہنے لگا اور دو ماہ بعد لوگوں کے برتن وغیرہ لے کر بھاگ گیا۔ اوسوقت اوسکی عورت کو حمل تھا ایکسال کے بعد زید کا باپ زید کی عورت کو لینے آیا زید کی عورت نے جانے سے انکار کیا پھر زید کو بذریعہ خطوط وغیرہ بلایا گیا جسے عرصہ آٹھ ماہ کا منقضی ہوا ہے نہ زید آیا نہ خطوں کا جواب دیا۔ قریب

ایک سال کے زید کی بی بی بچے کا بار بکر پر ہے زید کی عورت زید کے پاس رہنے سے نارضامند ہے ایسی صورت میں زید کی عورت کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے۔

نقل اقرار نامہ

میں کہ سبوراشاہ ولد مدھاری شاہ فقیر ساکن موضع رسینٹ ماریہ علاقہ شاہ پور کا ہوں جو کہ میری شادی ہمراہ مسماۃ مائلی بنت کنوردی شاہ فقیر ساکن چناوی پنچ ہوئی ہے بعد شادی کے میں بخانۂ کنوردی شاہ خسر خود رہا اور موضع رسینٹ ماریہ بھی۔ بوجہ تنازع چلا گیا اب کہ میں بخانۂ کنوردی شاہ خسر خود رہکر زندگی خود بسر کرنا چاہتا ہوں لہذا اقرار کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں کہ میں تا زندگی خود بخانۂ کنوردی شاہ رہوں گا اور جو کچھ کما کر یا مانگ کر لاؤنگا وہ اپنی خسر و زوجہ و خوشدامن کو دیونگا اور زوجہ خود کو کسی طرح کی تکلیف نہ دونگا نہ ماروں گا اور نہ کوئی فعل خراب کرونگا اور بر تقدیر کہیں باہر چلا جاؤں تو اوسکی اطلاع کنوردی شاہ و زوجہ خود و اہل محلہ سے کرونگا اگر میں چناوی بخانہ خسر نہ رہوں یا کوئی خراب فعل کروں اور بدون اجازت کے چناوی سے چلا جاؤں تو کنوردی شاہ خسر میرے کو اختیار ہے کہ دوسری جگہ زوجہ میری کا نکاح کر دے میں کوئی طرح کا دعویٰ جھگڑا کچہری و پنچوں میں نہیں کرونگا بنابراں یہ چند کلمہ بطور اقرار نامہ لکھ دیے کہ سند رہے ۲۰ دسمبر ۱۹۱۳ء

العبد | گواہ | گواہ | گواہ
نشانی انگوٹھا سبورا شاہ | اللہ بخش ولد شیخ کلو چودھری | قمرالدین ولد شیخ گیا | تھن ولد منا بوپاری | رحیم بخش ولد سعدی مجاور

الجواب: جبتک طلاق ثابت نہ ہو یا وہ مر نہ جائے عورت کا نکاح دوسری جگہ نہیں ہوسکتا وہ اقرار جو اوس نے لکھا ثبوت طلاق کے لیے کافی نہیں۔ ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ اس اقرار نامہ سے میری مراد عورت کو طلاق دینا تھی یہ جو اوس نے کہا کہ ایسا کروں تو خسر کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے اوسکا نکاح کر دے اس سے مراد یہ تھی کہ ایسا کروں تو اوسے طلاق ہے تو اس صورت میں طلاق ثابت ہوجائیگی اور جبکہ وہ یہ سب باتیں کر چکا تو اوسی وقت سے عورت نکاح سے نکل گئی اور اگر وہ اقرار نہ کرے تو اوس سے قسم لی جائے اگر قسم کھالیگا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو وہ بدستور اوسکی عورت ہے دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اور اگر قسم کھانے سے انکار کریگا تو طلاق ثابت ہوجائیگی اور اگر عدت گزر گئی یا اب گزر جائے تو دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از جھالود ضلع پنچ محال گجرات احاطہ بمبئی مرسلہ شیخ عمر ولی ڈاہیا ۸ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

محمد آدم ساکن مورانے ابراہیم ساکن جھالود اوسکی لڑکی کی شادی کا پیام کیا ابراہیم نے کہا کہ مجھکو تم چند شرطیں لکھ دو تو میں تم سے شادی کر دوں محمد آدم نے قبول کیا اور کہا کہ جو شرط کرو بخوشی منظور ہے بعد اوسکے مسمی

آدم نے ایک اسٹامپ تحریر کردیا تحریر ذیل سماۃ فاطمہ بنت ابراہیم ساکن جھالود عمر ۱۶ سال محمد آدم ساکن مورا عمر ۲۶ سال میں تمھارے ساتھ برسم برادری شادی کرتا ہوں بعد شادی ہونیکے ہم اور تم بطور مرد عورت کے رہنگے بعد میں اوسکے متعلق اقرار نامہ برادری کی رسم کے مطابق زیور ۱۷۵ تولہ چاندی کے بعوض مہر دیتا ہوں اس زیور پر میرا کسی قسم کا حق نہیں ہے اور اقرار کرتا ہوں کہ اپنا وطن مورا چھوڑ کر جھالود میں سکونت کرونگا باوجود اسکے اگر میری نیت میں فرق اور تمکو مارپیٹ کرکے جھالود سے دوسری جگہ یا کوئی گاؤں یا کے جھالود سے باہر لیجاؤں تو بغیر طلاق کے طلاق طلاق طلاق واقع ہو یہ اقرار نامہ صحیح ہیں نے لکھدیا مجھے اور میرے وارثوں کو منظور ہے سوائے اسکے میں تمکو بارہ ماہ کے اندر راضی اور خوش رکھونگا اور رہوں گا اگر خلاف اسکے کروں تو تحریر بالا کے مطابق طلاق سمجھنا یہ لکھا ہوا صحیح ہے اگر بارہ ماہ تک میں تم سے جدا رہوں یا دوسری جگہ چھوڑ کر چلا جاؤں تو طلاق سمجھنا یہ لکھا ہوا درست ہے بعد تحریر دستاویز مذکور لڑکی کو سنایا گیا لڑکی نے قبول کیا ستائیس روز بعد برسم برادری بشرائط مرقومہ بالا شادی کرکے لڑکی کو رخصت کیا۔ تین سال تک جھالود میں رہی بعد تین سال کے ایک روز بلا رضامندی عورت کے جھالود سے جیبرن گاؤں میں سوار کرکے لے چلا قریب پون میل گیا ہوگا کہ اوسکے والد کو معلوم ہوا کہ لڑکی کو لے گیا اوسوقت وہ خود اور برادری کے تین چار آدمی دوڑ کر گئے اور گاڑی روک لی لڑکی سے دریافت کیا کہ تو کہاں جاتی ہے کہا کہ میں بخوشی نہیں جاتی بلکہ مجھے مارپیٹ کر جیبرن لیے جاتا ہے لڑکی سے کہا کہ گاڑی سے اوتر فورًا اوتر آئی محمد آدم سے کہا کہ تونے اقرار نامہ لکھدیا ہے اور کہاں لیے جاتا ہے جواب دیا کہ میں اپنے گاؤں نہیں لے جاتا دوسری جگہ لیجاتا ہوں یعنی خود دکان کرنے جاتا ہوں اونھوں نے کہا کہ تم نے شرط توڑدی اسلیے عورت کو طلاق ہوگئی پھر قاضی صاحب کے پاس گئے اونھوں نے کہا کہ تونے شرطی دستاویز لکھدیا ہے کہا ہاں بیشک میں نے لکھدیا ہے اور میں موری نہیں لیجاتا ہوں دوسرے گاؤں خود ہی جاتا ہوں۔

الجواب: شرط میں اپنے گاؤں کی تخصیص نہ تھی اوسکا عذر غلط ہے اوسمیں عام کہا تھا کہ جھالود سے کسی دوسری جگہ لیجاؤں لیکن شرط میں مارپیٹ کر لیجانا ہے اسکا ثبوت یا تو گواہان ثقہ سے ہو یا آدم اقرار کرے کہ ہاں مارپیٹ کر لیگیا فقط عورت کا کہنا کافی نہیں اگر گواہان یا اقرار سے مارپیٹ کر لیجانا ثابت ہو تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اوس سے نکاح نہیں کرسکتا قال اللہ تعالٰی فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ اور اگر گواہ نہوں یا وہ گواہ ثقہ شرعی نہ ہوں اور آدم مارپیٹ کرلے جانے کا اقرار بھی نہ کرے تو آدم سے اس کا حلف لیا جائے اگر حلف کرے گا کہ مارپیٹ کر نہیں لے گیا تو طلاق ثابت نہ ہوگی اور اس حلف کا حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں مکان پر بھی لیا جاسکتا ہے درمختار میں ہے یکفی تحلیفہا انہ فی منزلہ پھر اگر حلف کرلے اور عورت جانتی ہو کہ اوس نے جھوٹا حلف کیا تو عورت پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو تین طلاقوں سے مطلقہ سمجھے اور بوجہ طلاق نہ ثابت ہونے کے بذریعہ حکومت جبر نہیں کرسکتی لہذا اپنا مہر چھوڑ کر یا اور مال دیکر اوس سے علانیہ طلاق لے اگر

طلاق نہ دے تو جس طرح جانے اوس کے پاس سے بھاگ جائے اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو وہ مجبور ہے اور وبال شوہر پر ہے ردالمحتار میں ہے اذا سمعت او اخبرھا عدلان لایحل لھا تمکینہ بل تفدی نفسھا بمال او تھرب فان حلف ولا بینۃ لھا فالاثم علیہ اذا لم تقدر علی الفداء او الھرب واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از جونپور مرسلہ مولوی عبدالاول صاحب ۸ / ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے اپنی زوجہ کے کابین نامہ میں منجملہ شرائط ایک شرط یہ لکھی کہ اگر بغیر رجسٹری شدہ اجازت نامہ تم سے حاصل کیے ہوئے اور بغیر تمہارا کل مہر ادا کیے ہوئے دوسرا نکاح کروں تو منکوحہ جدیدہ کو میری طرف سے تین طلاق ہو گا اب صورت حال یہ ہے کہ زوجہ نے مہر معاف کر دیا اور اجازت نامۂ نکاح بلا رجسٹری شدہ شوہر نے حاصل کر کے دوسرا نکاح کر لیا اب شرعًا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ اجازت نامہ بلا رجسٹری شدہ ہے اور ایفائے مہر نہیں پایا گیا بلکہ زوجہ نے معاف کر دیا تو منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہو گی یا نہیں۔

الجواب :- فقیر شب ہلال ماہ مبارک سے بغرض علاج بعض اعزہ اس پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے دور کتب سے مہجور بظاہر مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں طلاق نہ ہو گی کہ ایفا سے مقصود براءت ذمہ ہے وہ حاصل اور رجسٹری کہ وقت انکار تحفظ کے لیے ہوتی ہے جب عورت نے اجازت دیدی اجازت نامہ لکھوا دیا اصل مقصود حاصل ہو گیا جیسے عورت سے کہا اگر کل مجھے فلاں چیز لا کر نہ دے یا فلاں چیز لیکر نہ آئے تو تجھ پر طلاق اوسنے چیز کسی کے ہاتھ بھیجدی طلاق نہ ہوئی جبکہ مقصود اوس شئے کا پہنچنا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از محکمۂ شرعیہ نل بازار بمبئی مسئولہ سید حسین صاحب نائب قاضی ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے ایک اقرار نامہ اپنی زوجہ کو لکھ دیا جس میں ایک شرط یہ بھی کہ اگر منمقر اپنی توبہ کا پابند نہوا اور خلاف شرع کوئی فعل کرے تو اوسی وقت میری زوجہ کو اختیار ہو گا کہ وہ بلا اجازت میری اپنے ورثہ کے یہاں یا اپنے باپ بھائی کے یہاں فورًا چلی جائے یا اوسکے ورثا بلا میری دریافت کے اوسے لیجائیں اور اس خلاف ورزی شرع شریف میں میری جانب سے میری زوجہ کو طلاق قطعی سمجھی جائے نیز میری زوجہ کو یہ بھی اختیار ہو گا کہ بموجب ہو جانے طلاق طلاق شرعی کے بعد میعاد عدت اپنا نکاح ثانی خود کر لے یا اوسکے ورثا اوسکا نکاح ثانی جہاں اوسکی خوشی ہو کر دیں مجھکو اس میں کسی قسم کا عذر نہ ہو گا اگر وہ اپنی تحریر کردہ شرط کی خلاف ورزی کرے تو طلاق ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب :- صورت مستفسرہ میں طلاق نہ ہوئی کما بیناہ فی فتاونا ونص فی الخانیۃ ان اجنبی انک طالق لیس بطلاق وفی الھندیۃ عن الخلاصۃ امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او کردہ انگار لایقع وان نوی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ : از سرائے بھنولی ڈاکخانہ شاہ گنج ضلع فیض آباد۔ مرسلہ محمد فیض اللہ صاحب۔ ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔ (۱) ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل مضمون کا لکھا گیا جسکے کل شرائط ولی ہندہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں جو کہ مضمون اقرار نامہ سے صاف ظاہر ہے اور محمد شفیع کی طرف سے کوئی شرط مقرر نہیں کی گئی ونہ اوسکو قرار داد شرط کی اجازت دی گئی حالانکہ اقرار نامہ کے ایک لفظ سے بھی محمد شفیع کو اتفاق نہیں تھا ونہ اوسکا کوئی معاون و ولی تھا کہ کچھ عذر کرتا ولی نہیں ایک زبردست واہل مقدور شخص ہے اوسنے بالجبر محمد شفیع سے دستخط کرالیا پس یہ اقرار نامہ شرعاً معتبر ہے یا کہ غیر معتبر بینوا توجروا۔

(۲) قبل تحریر اقرار نامہ ولی ہندہ جو کہ بمقابلہ محمد شفیع ہر حالت میں بدرجہا زور آور واہل مقدور تھا بکس و بے بس محمد شفیع سے بالجبر طلاق لینے پر آمادہ تھا مگر اوسوقت محمد شفیع نے کچھ گریہ وزاری سے منت وسماجت کی کہ اوسکا اثر اوسپر کارگر ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ طلاق سے تو باز رہے مگر اقرار نامہ مذکورہ ذیل پر دستخط کرالیا محمد شفیع نے اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر دستخط کر دیا کچھ دن کے بعد محمد شفیع رنگون چلا گیا اور تھوڑے عرصے تک حسب وسعت مبلغ بیس پچیس روپیہ ہندہ کو روانہ کیا مگر کچھ عرصہ تک بوجہ مجبوری خرچ روانہ نہ کرسکا البتہ خطوط روانہ کرتا رہا اور اوسکے ذریعہ سے اپنی مجبوری ظاہر کرتا رہا اور بعد کو بھی تین چار روپیہ روانہ کیا اب محمد شفیع قریب ساڑھے تین سال کے بعد رنگون سے واپس آیا اور وجہ عدم ادائگی خرچ میں یہ عذر بیان کیا کہ میں سخت جل گیا تھا اور کوئی اُمید زندگی نہ تھی چنانچہ چھ ماہ میں ہسپتال میں پڑا رہا (جلنے کا حال زبانی آیندگان آنصوبہ سے بھی سنا گیا اور اب بھی اوسکے جسم پر نشان دیکھا گیا یعنی موجود پایا گیا) اوس حالت میں مبلغ پچاس روپیہ کا قرضدار ہوگیا بعد صحت چندروز بیکار رہا اور جب کامیاب ہوا تو قرض ادا کیا بقیہ زادراہ میں صرف ہوا عدم روانگی خرچ سے ہندہ بوجہ اہل مقدور ہونے اپنے ولی کے محتاج نان نفقہ نہ تھی علاوہ اوسکے قریب دوصد روپیہ کی مالیت کا زیور جو کہ ملکیت محمد شفیع تھی اوسکے پاس موجود تھے غرضیکہ ہندہ واوسکے ولی کو نسبت نان ونفقہ وعدم روانگی خرچ کوئی شکایت نہیں ہے اور سب اوس سے رضامند ہیں پس سوال یہ ہے کہ بحالت صحت اقرار نامہ ایسی دوسری صورت میں ہندہ زوجیت سے خارج ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

نقل اقرار نامہ

میکہ محمد شفیع ولد عبدالقادر متوفی ساکن موضع سرائے بھنولی پرگنہ کچرانہ تحصیل کالو ضلع فیض آباد ام چونکہ باغوائے شیطان چنداوراتِ ناجائز مجھ سے آجتک ہوتے رہے میں نے اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ بنت محمد یسین خاں کے نان نفقہ سے بالکل غافل تھا حتی کہ میں نے آجتک ادائے ضرورت بھی اوسکی رفع نہ کی وخلاف حکم خدا ورسول

اوسکے نان نفقہ سے بالکل بے خبر تھا مگر اب میں اپنے افعال شنیعہ و سراسر غفلت و بے فکری سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لیے اقرار کرتا ہوں کہ مطابق مرضی منکوحہ وا وسکے والدین کے ہر ایک اورات کی پابندی کرتا رہوں گا و جو کچھ وہ لوگ کہیں گے اوسپر عملدرآمد کروں گا اور اپنے گھر سے غیر ملک نہ جاؤنگا حسب اتفاق اگر غیر ملک جانے کے موقع ہوا اور میں چلا جاؤں تو اپنی منکوحہ کے نان و نفقہ کی خبرگیری کرتا رہونگا اگر ایسی غفلت کروں یعنی اپنی منکوحہ کا نان نفقہ خبرگیری نہ کروں تو وہ عدم خبرگیری میری بجائے طلاق ثلاثہ کے سمجھی جاوے اور پھر مجھکو کوئی عذر نہ ہوگا۔ لہذا یہ چند کلمہ بطور اقرارنامہ کے لکھدیا تاکہ سند رہے اور عندالضرورت کام آوے۔ فقط بقلم محمد فیض اللہ ۹ رجولائی ۱۹۱۵ء

العبد محمد شفیع بقلم خود۔

الجواب:۔ فرصت غنیمت سمجھکر دستخط کر دیا جبر واکراہ نہیں مگر وہ اقرارنامہ بذاتہ خود ہی باطل ومہمل ہے اگر محمد شفیع بے کسی قریب کے آپ ہی لکھتا اور پھر بلا ضرورت غیر ملک کو چلا جاتا اور قصداً بلا عذر خبرگیری زوجہ سے دستکش رہتا اور ایک پیسہ کبھی نہ بھیجتا جب بھی اس باطل اقرارنامہ کی رو سے اصلاً طلاق نہ ہوسکتی وہ اس میں طلاق نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میری عدم خبرگیری کو بجائے طلاق ثلثہ سمجھا جائے "یہ سمجھکر" صریح باطل ہے عدم خبرگیری ایک طلاق بھی نہیں ہوسکتی نہ کہ تین طلاق کی جگہ اور باطل سمجھ کی اجازت دیں باطل جیسے کوئی کہے اگر میں نہ آؤں تو دیوار کو طلاق سمجھ لینا کیا اسکے کہنے یا کسی کے سمجھ لینے سے دیوار طلاق بن جائیگی اور جب وہ اجازت و قول و فہم سب باطل ہے اور باطل پر کچھ اثر مرتب نہیں ہوسکتا لہذا وہ اقرارنامہ مہمل ہے اور طلاق اصلاً نہوئی فتاوی امام قاضی خاں میں ہے لو قال الزوج دادہ انگار وقال تو زن ہو ا نگار لا یقع الطلاق وان کان قال لھا بالعربیۃ احسبی انک طلاق وان قال ذلک لا یقع وان نوی. واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از رام پور محلہ فرنگن محل بزریا ملاظریف مرسلہ مولوی ریاست حسین خاں صاحب ۲۲ رشوال ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند اصحاب شرع و ارباب ورع اندرینکہ شخصے بعد ایجاب و قبول نکاح خود در اقرارنامہ ایں عبارت تحریر نمود کہ منکہ یونس علی پسر حسین علی مرحوم حال ساکن ناکندیہ علاقہ تھانہ منکنڈ و ضلع ارکانم مقر در حالت صحت ذات و ثبات عقل بلا اجبار و اکراہ بخوشی خود مسماۃ مہر النساء دختر غلام علی مرحوم را بچند شرائط بنکاح خود آوردم شرط اول اینکہ مسماۃ مذبورہ را درباب تعلیم احکام شرعیہ مثل نماز و روزہ وغیرہ امور دینیہ کوشش کما حقہ بکار آرم (الی ان قال) شرط ہشتم بغیر رضا و رغبت مسماۃ مذکورہ زنے دیگر بنکاح خود نیارم اگر آرم برثانیہ سہ طلاق واقع خواہد شد۔ شرط نہم اگر از شرطے ازیں شرائط مرقومہ بالا انحراف ورزم آنگہ اختیار مسماۃ موصوفہ را است کہ بتوسل کاغذ ہذا نفس خود را از زوجیتم سہ طلاق کردہ بنکاح دیگرے در آید یا بنکاح من ماند انتہی نقل اقرارنامہ بعینہ۔ اکنوں

یونس علی مسماۃ مہرالنساء را سہ طلاق دادہ بلا رضا و رغبت مہرالنساء بزن دیگر نکاح نمود است دریں صورت مرقومہ بزوجۂ ثانیہ یونس علی سہ طلاق واقع خواہد شد یا نہ۔ جناب فیضمآب مولانا صاحب دام اقبالہم وفیضہم بعد سلام عرض اینکہ جواب سوال بزودی عنایت فرمودہ ممنون فرمایند چنانکہ نخستین ہم مرہون منت و ممتاز وارین فرمودہ بودند دریں باب نیز علما مختلف اند بعضے بطلاق ثانیہ قائلے ست و بعضے بعدمش مصر فیصلہ چیست و مفتی بہ و مختار کدام۔ نزدم کتب مختلفہ موجود نیست بناء علیہ مکلف شدم عفو فرمایند والسلام۔

الجواب:- اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ درصورت مستفسرہ قضیہ نظر فقہی تفصیل ست۔ اگر مہرالنساء گوید کہ یونس علی ایں نکاح دوم بے رضا و رغبت من کردہ است ویونس علی دریں معنی تصدیق بیانش کند زن پسیں ہم از وقت نکاح سہ طلاق شود ورنہ ہیچ طلاق و فراق نیست **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق مقام آنست کہ طلاق زن ثانیہ معلق بوقوع نکاحش متلبس باعدم رضا و رغبت مہرالنساء است۔ پس ہم وقت نکاح ایں عدم باید و تحقق شرط کہ مستلزم تحقق جزا و زوال عصمت ست تسلیم او مرہون ثبوت شرعی است کہ اقرار زوج باشد یا اظہار بینہ اما البینۃ فلانھا کاسمھا مبینۃ اما اعتراف الزوج فلانہ یملک الانشاء فلا یتھم فی الاخبار تنہا بیان مہرالنساء درحق زوجہ ثانیہ شنودن ندارد کہ بیان یک زن حجت شرعیہ نیست خاصۃ درحق ضرہ کہ محل تہمت ست و اقدام یونس علی بریں عقد بے استیذان مہرالنساء مثبت شرط نتواں شد کہ شرط عدم رضا بود نہ ترک استرضا وشتان ماہما۔ ولہذا علما گفتہ اند کہ در تعلیق بالرضا علم برضا درکار نیست مثلاً شوہر حلف بطلاق کردہ مرزنش را گوید کہ بے رضائے من بیروں نروی باز آہستہ گفت بروزن نشنید یا شنید و نفہمید و بیروں رفت طالق نہ شود کہ بے رضا نرفتہ است گو خود برضا مطلع مباش بخلاف اذن کہ او نباشد الا بقول مسموع و مفہوم تا آنکہ دلائل واضحۂ رضا نیز آنجا بکار نیاید مثلاً حلف کند بے اذن زن نیاشامم زن کاسہ بدست خود گرفتہ نوشاند و بر زبان ہیچ نگفت یا گفت و شوے نشنود یا مدہوش نشد حانث شود کہ اذن متحقق نگشت۔ پس عدم اذن در محل شرط بہ بینہ ثابت تواں کرد لان الشھادۃ علی النفی مقبولۃ فی الشروط۔ اما باثبات عدم رضا و رغبت راہے نیست زیرا کہ او صفتے قلبی ست و علمش از علوم غیبی نہایت کار شہود چنگ بدلائل خارجہ زدن ست و درہیچ مقام امارات ظاہرہ اگرچند ہرچہ تمام تر واضحہ باشد بکار نیاید۔ علماء فرمودہ اند زن را گفت اگر فلاں مومن ست تو طالقہ وفلاں را می بینیم از صلحائے امصار و اتقیائے روزگار ست او ہزار گفتہ باشد من مومنم درحق تعلیق تصدیق نباشد و طلاق نیفتد تا زوج بایں معنی اعتراف نکند زیرا کہ ایمان در دل ست و امارات از ینجا حجیت منعزل و شہادت فرد از قبول منفصل۔ بارے ایں دلائل اگر بعد وقوع ایں نکاح ثانی یافتہ شد مثلاً مہرالنساء را خبر رسید دررو ئے درہم کشید یا پیش از نکاح منع ایں معنی میکرد و بر ذکر او غضب می آورد و خود بکار نیست زیرا کہ شرط وقوع نکاح متلبسا بعدم الرضاست و دل ہر وقت بریک حال نیست۔ القلب یتقلب۔ پس عدم رضائے

سابق ولاحق دلیل عدم مقارن نتواں شد الا بہ استصحاب درسابق یا قیاس در لاحق وایں ہمہ از ظاہرست وظاہر واقع ست نہ مثبت بلکہ آں سابق ولاحق نیز خود ظاہری بیش نبود واللہ علیم بذات الصدور۔ ایں ظاہر در ظاہر شد بضعف بر ضعف راہ یافت واگر خود عین وقت ایں عقد دلائل غضب یافتہ شود علت منحصر دریں نیست اسباب غضب ہزار ست ممکن کہ یا و تطلیق خودش در غضب آوردہ باشد نہ عدم رضا بایں عقد۔ اطلاع برآنکہ وجہ غضب چیست بازنیا زباں آرد کہ آنوقت سخنان مہر النساء را دستاویز نمایند ایں باز رجوع بہ بیان زن شدہ وشہادت شہود از میاں برخاست بلے غالب عادت زنان خاصہ دریں بلاد وزماں ہمانست کہ نکاح ثانی شوہران پسند نکنند اگرچہ خود آنہا طلاقہ شدہ باشند اما ایں ظاہر باآنکہ ظاہر واز حجیت قاصرست ضعیف ترست بارہا زناں مطلقہ بلکہ معلقہ بدعا آرزو کنند کہ شوہر پنجۂ زنے بلا یا سلیطہ کج ادا گرفتار آید تا کیفر کردار خود چشد وعذابے کہ مارا کردہ است خمیازہ اش کشد ورضا بچیزے راعلم بآں چیز ہم در وقت حدوث او ضروری نیست مثلاً پدر زید را تمنا است کہ زید بمنصب وزارت رسد درغیبت پدر وزیرش کردند گفتہ نشود کہ ایں وزارت بے رضائے پدرست پس وقوع ایں عقد بے اطلاع مہر النساء نیز محقق شرط نباشد۔ بالجملہ راہ باثبات ایں شرط نیست جز باخبار مہر النساء مع تصدیق یونس علی۔ واصل کار ہماں اقرار یونس علی ست اگر یافتہ شد سہ طلاق بفور نکاح نقد وقت ثانیہ است کہ نامدخولہ محل سہ طلاق دفعی ست اگرچہ تفریق برتابد کہ احتمال تعلیقات بزمان بقائے زوجیت زوجہ اولٰی مقتصر نیست ورنہ خیر۔ حالا برخے از کلمات علما برخوانیم وانچہ گفتہ ایم بپایہ اثبات رسانیم وباللہ التوفیق۔ امام محقق علی الاطلاق در فتح القدیر باب الیمین فی القتل والضرب فرماید لوقال لامرأتہ کل امرأۃ اتزوجہا بغیر اذنک فطالق فطلق امرأتہ طلاقا بائنا او ثلاثا ثم تزوج بغیر اذنہا طلقت لانہ لم تتقید یمینہ ببقاء النکاح لانہا انما تتقید بہ لوکانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح۔ علامہ محقق زین بن نجیم در بحرالرائق فرماید الاذن یطلع علیہ بالقول بخلاف المحبۃ ہمدراں ست حقیقۃ المحبۃ والبغض امر خفی لایوقف علیہما من قبل احد لامن قبلہا ولامن قبل غیرہا لان القلب متقلب لایستقر علی شیئ۔ امام حافظ الدین محمد کردری در وجیز کتاب الایمان فصل تاسع فرماید ان اذن ولم تسمع لایعتبر عند الامام ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی وفی الصغرٰی لاتخرجی الابرضائی اوبغیر رضائی فاذنہا ولم تسمع او سمعت ولم تفہم لایحنث بالخروج بخلاف الاباذنی اوبغیر اذنی حیث یحنث لان الرضا یتحقق بلاعلمہا والاذن لایتحقق۔ ہمدراں ست لایشرب الاباذنہ فناولہ القدح بیدہ ولم یقل بلسانہ شیئا فشرب یحنث لانہ دلیل الرضا لا الاذن لاتخرج امرأتہ الابعلمہ فخرجت وہو یراہا لایحنث وان اذن لہا بالخروج فخرجت بعدہ بلاعلمہ لایحنث۔ امام اجل برہان الملۃ والدین در ہدایہ فرماید

ان کان الشرط لا یعلم الامن جہتہا فالقول قولہا فی حق نفسہا مثل ان یقول ان حضت فانت طالق وفلانۃ فقالت قد حضت طلقت ولم تطلق فلانۃ ووقوع الطلاق استحسان والقیاس ان لایقع لانہ شرط فلا تصدق کما فی الدخول وجہ الاستحسان انہا امینۃ فی حق نفسہا اذلا یعلم ذلک الامن جہتہا فیقبل کما قبل فی حق العدۃ والغشیان ولکنہا شاہدۃ فی حق ضرتہا بل ہی متہمۃ فلا یقبل قولہا فی حقہا۔ در فتح القدیر ست شہادتہا علی ذلک شہادۃ فرد واخبارہا بہ لایسری فی حقہا مع التکذیب۔ علامہ آفندی شامی در ردالمحتار فرماید قال فی البحر قید بمحبتہا لانہ لو علقہ بمحبۃ غیرہا فظاہر ما فی المحیط انہ لابد من تصدیق الزوج فانہ قال لو قال انت طالق ان لم تکن امک تہوی ذلک فقالت الام انا لا اہوی وکذبہا الزوج لاتطلق فان صدقہا طلقت لما عرف وروی ابن رستم عن محمد انہ لو قال ان کان فلان مؤمنا فانت طالق لاتطلق لان ھذا لایعلمہ الا ھو ولا یصدق ھو علی غیرہ وان کان ھو من المسلمین یصلی ویحج ولو قال لاٰخر لی الیک حاجۃ فاقضہا لی فقال امرأتہ طالق ان لم اقض حاجتک فقال حاجتی ان تطلق زوجتک فلہ ان لایصدقہ فیہ ولا تطلق زوجتہ لانہ محتمل للصدق والکذب فلا یصدق علی غیرہ اھ قال الخیر الرملی وقد علم من ھذہ الفروع انہ ان علق بفعل الغیر لایصدق ذلک الغیر علیہ سواء کان مما لایعلم الامنہ ام لا ولا بد من تصدیق الزوج فیہما او البینۃ فیما یثبت بہا من الامر الذی یعلم این عین جزئیہ مطلوبہ ماست وللّٰہ الحمد واللّٰہ تعالٰی اعلم

بابُ الایلاء

مسئلہ :۔ ۱۳ رشعبان معظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایلا کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے اور اوس سے طلاق مغلظہ پڑتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ ایلا کے یہ معنی کہ مرد اپنی عورت سے جماع کی قسم کھائے یا تعلیق کرے یعنی یوں کہے کہ اوس سے جماع کروں تو مجھ پر یہ جز لازم آئے اور یہ قسم و تعلیق یا تو مطلق ہوں مثلاً واللہ میں تجھ سے جماع نہ کرونگا یا تجھ سے جماع کروں تو مجھ پر روزہ لازم یا مؤبد یعنی صراحۃً ہمیشہ کے لیے ہوں مثلاً خدا کی قسم میں تجھ سے

کبھی صحبت نہ کروں گا یا تجھ سے کبھی صحبت کروں تو مجھ پر حج واجب ہو یا کسی خاص مدت کے لیے ہوں تو وہ مدت
چار مہینے سے کم نہ ہو مثلاً مجھے قسم ہے چار مہینے تک تیرے پاس نہ جاؤں گا یا پانچ مہینے تک تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر
دو رکعت نماز لازم اور تعلیق کی صورت میں یہ بھی ضرور کہ وہ امر جسکا لازم آنا کہے اوس میں مشقت ہو جیسے امثلہ
مذکورہ یا یہ کہ میرا غلام آزاد ہے یا تجھ پر طلاق ہے یا میرا مال خیرات ہے یا مجھ پر قسم کا کفارہ ہو وغیرہ ذلک اور
وہ شرعاً تعلیق کہے سے بھی لازم آسکتا ہو جیسے نماز روزہ حج صدقہ اعتکاف عمرہ عتق طلاق کفارہ وغیرہا نہ مثل وضو
وغسل وتلاوت قرآن وسجدۂ تلاوت واتباع جنازہ وغیرہ کہ یہ چیزیں نذر و تعلیق سے لازم نہیں ہوجاتیں اور یہ قسم
وتعلیق ایسے طور پر واقع ہو کہ بے کسی چیز کے لازم آئے اصلاً مفر نہ رہے ایسی صورت نہ نکل سکے کہ یہ اوس عورت
سے جماع کرے اور کچھ لازم نہ آئے جب یہ پانچوں باتیں جمع ہونگی تو ایلا ہوگا اور ایک بھی کم ہوئی تو نہیں مثلاً
نہ قسم کھائی نہ تعلیق خالی عہد کرلیا کہ عمر بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا یہ کچھ بھی نہیں کہ خالی عہد سے کچھ نہیں ہوتا
یا قسم وتعلیق تو ذکر کی مگر مدت چار مہینے سے کم رکھی اگرچہ ایک ہی ساعت کم۔ یہ ایلا نہ ہوا جتنی مدت کی قید لگائی
ہے اوسکے اندر جماع کیا تو بصورت قسم خاص کفارہ اور بصورت تعلیق روزہ وغیرہ جو کچھ لازم آنا کہا تھا خواہ مثل
قسم کفارہ لازم آئیگا کہ یہ حکم تو اوس قسم وتعلیق کا ہے مگر مدت بے جماع گزر گئی تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی جو
خاص حکم ایلا ہے یونہی اگر تعلیق میں دو رکعت نماز لازم آنی کہی تو ایلا نہیں کہ دو رکعت میں کچھ مشقت نہیں اگر مدت
کے اندر پاس گیا تو دو رکعتیں پڑھنی ہونگی اور مدت خالی گزر گئی تو کچھ نہیں اور اگر تعلیق میں تلاوت قرآن وغیرہ
اشیائے غیر لازمہ ذکر کیں تو محض مہمل نہ مدت گزرنے پر طلاق پڑی نہ مدت کے اندر صحبت کرنے سے کچھ لازم اسیطرح
اگر یوں کہا کہ واللہ میں اس گھر میں تجھ سے وطی نہ کرونگا یا اس شہر میں تجھے کبھی ہاتھ لگاؤں تو مجھ پر سو حج لازم
یہ بھی ایلا نہیں کہ جب اس گھر یا شہر کی تخصیص ہے تو بغیر کچھ لازم آئے مفر موجود ہے جب چاہے اوس گھر یا
شہر سے باہر لیجاکر جماع کرسکتا ہے کچھ بھی لازم نہ آئے گا بس بے جماع چار مہینے نہیں کتنی ہی مدت گزر جائے
طلاق نہ ہوگی ہاں وہ قسم یا تعلیق جھوٹی کی تو اوس کا جرمانہ اوسیطرح دینا ہوگا کہ قسم میں خاص کفارہ اور تعلیق
میں اختیار ہے چاہے وہ چیز بجالائے جو لازم مانی تھی چاہے قسم کے مثل کفارہ دے لے علٰی ہذا القیاس جس جس
صورت میں بغیر کچھ لازم آئے مفر ملتی ہو ایلا نہیں ان سب قیود واحکام کی تصریح وتفصیل درمختار وردالمحتار
میں ہے من شاء فلیراجعہما پھر جب ایلا متحقق ہو تو اوسکا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اوس عورت سے
جماع کیا تو بتفصیل معلوم قسم کا کفارہ یا وہی امر شاق جس کا لازم آنا کہا تھا لازم آئے گا اور چار مہینے گزر گئے
کہ اوس سے جماع نہ کیا یا جماع مثلاً بوجہ مرض یا حبس ناحق یا دوری مسافت کہ مدت کے اندر عورت تک
نہیں پہونچ سکتا ناممکن تھا تو زبانی رجوع نہ کیا مثلاً یوں نہ کہہ لیا کہ میں نے اپنی عورت کی طرف رجوع کی یا

اپنے اوس کہنے سے پھر گیا یا میں نے ایلا باطل کردیا تو اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی جس سے وہ خود مختار ہوجائے گی فی الدر حکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ ان بر ولم یطأ ولزم الکفارۃ او الجزاء المعلق ان حنث بالقربان فی ردالمحتار **قولہ** ولم یطأ اعطف تفسیر والمراد بالوطی حقیقۃ عند القدرۃ او ما یقوم مقامہ کالقول عند العجز فالمراد ولم یف ای لم یرجع الی ماحلف علیہ اھ وفی الدر عجز عجزا حقیقیا لاحکمیا کاحرام لکونہ باختیارہ عن وطئہا لمرض باحدہما او صغرہا او جبہ او حبسۃ او لمسافۃ لایقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء او لحبسہ لایحق ففیؤ نحو قولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتک او ابطلت الایلاء اور رجعت عما قلت ونحوہ اھ ملخصا مگر ایلا طلاق مغلظہ نہیں کہ حلالہ کی ضرورت ہو۔ عدت میں خواہ بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کرسکتے ہیں ہاں اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں دیچکا تھا تو آپ ہی حلالہ درکار ہوگا کہ اب یہ تیسری ملکر تین طلاقیں ہوگئیں یہ جدا بات ہے یا اگر ء کی قید نہ تھی بلکہ مطلق یا صراحۃً مؤبد تھا اور چار مہینے بے رجوع گزر گئے کہ ایک طلاق بائن پڑی پھر اوس سے نکاح کرلیا اور پھر چار مہینے خالی گزر گئے تو دوسری پڑیگی پھر نکاح کرلیا اور یونہیں چار مہینے گزر گئے تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اب بے حلالہ نکاح میں نہ لاسکے گا فی التنویر فی الحلف باللہ وجبت الکفارۃ وفی غیرہ وجب الجزاء و سقط الایلاء وا لا بانت بواحدۃ وسقط الحلف لو موقتا لا لو کان مؤبدا فلو نکحہا ثانیا و ثالثا ومضت المدتان بلا فیئ بانت باخریین والمدۃ من وقت التزوج فان نکحہا بعد زوج اٰخر لم تطلق وان وطئہا کفر لبقاء الیمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ :۔ ڈالور فرسٹ ایچ روڈ مکان نمبر ۱۰۱ مسئولہ ابوبکر ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے کتاب میں دیکھا ہے کوئی شخص حنفی مذہب کے موافق اپنی عورت سے کسی معاملہ میں ان بن ہوگئی اور چار حیض تک کچھ تعلق نہ رہا تو ایک طلاق ہوگی پھر پھر ایک اور حیض گزرنے سے دوسری طلاق ہوگی پھر ایک اور حیض گزرنے سے تیسری طلاق ہوگی یہ صحیح ہے یا نہیں

الجواب :۔ یہ محض بے اصل ہے اس کا پتہ نہ مذہب حنفی میں ہے نہ کسی مذہب میں اصل حکم یہ ہے کہ یہ شخص اپنی عورت سے قربت کی قسم کھائے رب عزوجل نے اوسے چار مہینے کی مہلت دی ہے اگر چار مہینے کے اندر قربت کرلیگا تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی کفارہ دینا ہوگا اور اگر چار مہینے کامل گزر جائیں گے تو ایک طلاق بائن ہوجائیگی عورت نکاح سے نکل جائیگی پھر دوسرے یا تیسرے مہینے کوئی طلاق نہ ہوگی۔ قال اللہ تعالٰی للذین یؤلون من نسائہم تربص اربعۃ اشہر فان فاءو فان اللہ غفور رحیم ۰ وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم ۰ واللہ تعالٰی اعلم

بَابُ الخُلع

مسئلہ: از ریاست رامپور محلہ مردان خاں مرسلہ سید محمد نور صاحب ۷ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زوجین میں باہم نزاع وجھگڑا رہتا تھا اور کسی صورت سے مصالحت نہیں ہوتی تھی آخر الامر زوجین نے چند اہل محلہ کو جمع کیا خلاصہ یہ کہ زوجین نے اپنی علیحدگی ہونے کا تصفیہ چاہا اہل محلہ نے تصفیہ اس طرح پر کیا کہ جو اشیائے موجودہ زوجہ کی تحت میں تھیں مثل پلنگ وصندوق وزیور وغیرہ زوجہ کو دلوا دیے گئے اور زوجہ سے کل مہر بخشوا دیا اور زوج نے طلاق دی اور لفظ طلاق کا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کہا آیا یہ طلاق رجعی واقع ہوئی یا بائن کتب معتمدہ حنفیہ سے تفصیلاً وتشریحاً جواب مرحمت فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر اوس تصفیہ یا باہمی مکالمات یا قرائن حالات سے واضح تھا کہ یہ طلاق اوس معافی مہر کے عوض دی گئی تو طلاق بائن ہوئی فی فتح القدیر ثم رد المحتار قال ابرئینی من کل حق یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال فورہ طلقتك وھی مدخول بھا یقع بائنا لانہ بعوض اھ وفی الذخیرۃ والخانیۃ وغیرھما وعنھما فی رد المحتار تقع بائنۃ لانہ طلاق بعوض وھو الابراء دلالۃ اھ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ: از چوبیس پرگنہ ڈاکخانہ حالی شہر مقام حاجی نگر چٹکل ڈیلی سردار مرسلہ امیر اللہ میاں ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

زید کی ہمشیرہ کی نابالغی کی حالت میں حسب رواج قوم بکر سے شادی ہوئی اب وہ سن بلوغ کو پہنچی اور وہ قرآن شریف وغیرہ بھی پڑھی ہے اور صوم وصلاۃ میں ازبس پابند ہے اور شرع شریف کے بھی برخلاف نہیں ہے اور اوس کا بیان یعنی بکر بالکل تبرۂ اسلام ہے یعنی نہ وہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے بلکہ اوس لڑکی یعنی زید کی بہن کو نماز پڑھنے وروزہ رکھنے پر نقل ومضحکہ کرتا ہے اور وہ بکر تاڑی بھی پیتا ہے اور لڑکی کے ورثاء اسے ان فعلوں سے بہت روکتے اور سمجھاتے ہیں لیکن وہ ایک نہیں مانتا اور لڑکی اسی وجہ سے بہت دن سے میکے میں ہے اور بکر کی چال چلن ابتک نہیں بدلی اسلیے لڑکی کے وارث بھی بہت تنگ ہیں کہ لڑکی کو کیا کریں کتنے دن تک بالغ لڑکی کو کنواری رکھیں اور لڑکی بھی بکر سے بیزار ہو کر چاہتی ہے کہ میں اوس سے خلع کرالوں اور ورثہ کی بھی یہی رائے ہے۔ آیا لڑکی ایسی حالت میں خلع کرا سکتی ہے یا نہیں اور بکر کے ساتھ اب تک خلوت صحیحہ بھی ہوئی نہیں۔

الجواب: خلع شرع میں اوسے کہتے ہیں کہ شوہر برضائے خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کرنے تنہا زوجہ کے کیے نہیں ہوسکتا اور نابالغہ کا نکاح جو اوسکے باپ نے کیا ہو عورت بالغہ ہوکر اوسپر اعتراض کا بھی حق نہیں رکھتی اور اگر باپ دادا کے سوا اور ولی نے کیا اور شوہر اوسوقت عورت کا کفو نہ تھا یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا کہ اوس سے نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہو تو اس صورت میں اگرچہ عورت کو بعد بلوغ فسخ کرانے کا اختیار ملتا ہے مگر جبکہ بالغ ہوتے ہی فوراً اوس سے اظہار ناراضی کرے کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں چارہ کار یہ ہے کہ اوس سے طلاق لیجائے یہ اوس صورت میں کہ وہ اسلام پر قائم ہو سائل نے نہ لکھا کہ وہ نماز روزہ پر عورت سے کیا مضحکہ کرتا ہے اگر وہ مضحکہ نماز روزہ کی طرف راجع ہو تو وہ اسلام ہی سے نکل گیا اور عورت اوسکے نکاح سے خارج ہوگئی اور اگر واقعی ابتک خلوت نہیں ہوئی تو عدت کی بھی حاجت نہیں ابھی جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ الظِّهَار

مسئلہ: از بہیڑی پنجم محرم الحرام ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت پر غصہ ہوکر زوجہ سے یہ لفظ کہے کہ میں تجھکو طلاق دیدوں گا میں نے تجھے بجائے ماں بہن کے سمجھتا ہوں اگر تجھ سے کلام کروں تو اپنی بہن سے کلام کروں اس صورت میں عورت اوس کے نکاح سے خارج ہوگئی یا نہیں تو اوسکی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: پہلا لفظ کہ میں تجھے طلاق دیدوں گا محض نامعتبر ہے کہ صرف وعدہ ہی وعدہ ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا یونہیں پچھلا لفظ کہ میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں کوئی چیز نہیں اگرچہ کلام کرنے سے ہمبستری ہی کرنا مراد لیا ہو فی الھندیۃ لوقال ان وطئتك وطئت امی فلا شیئ علیہ کذا فی غایۃ السروجی رہا بیچ کا لفظ اوسکی نسبت سائل مظہر کہ میری مراد اس کہنے سے یہ تھی کہ تجھے مثل اپنی ماں بہن کے اپنے اوپر حرام سمجھتا ہوں طلاق دینا میری نیت میں نہ تھا اگر یہ بیان واقعی ہے تو یہ صورت ظہار کی ہے۔ فی العالمگیریۃ لوقال لھا انت علی مثل امی ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظہارا عند الکل کذا فی فتاوی قاضی خان اھ ملخصا وفی ردالمحتار عن البحر منی وعندی ومعی کعلی اھ اقول وانت تعلم ان سمجھتا ہوں بلساننا یودی مؤدی عندی بلسان العرب۔ پس صورت

مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ عورت نکاح سے نہ نکلی مگر اسے اوسکے ساتھ صحبت کرنا یا شہوت کے ساتھ اوس کا بوسہ لینا یا شہوت سے اُسکے بدن کو ہاتھ لگانا یا اسی طور پر اوسکی شرمگاہ دیکھنا یہ سب باتیں حرام ہوگئیں اور ہمیشہ حرام رہنگی جبتک کفارہ ادا نہ کرلے فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار بتصیر یسیر منظاهر فیحرم وطؤها ودواعیه من القبلة واللمس والنظر الی فرجها بشهوة اما المس بغیر شهوة فخارج بالاجماع نهر کذا یحرم علیها تمکینه ولا یحرم النظر الی ظهرها وبطنها ولا الی الشعر والصدر بحر ای لو بخلاف النظر الی الفرج بشهوة وعن محمد لو قدم من سفر له تقبیلها للشفقة حتی یکفر غایة لقوله فیحرم اھ ملتقطا اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اسکی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے ان دنوں کے بیچ میں نہ کوئی روزہ چھوٹے نہ دن کو یا رات کو کسی وقت عورت سے صحبت کرے ورنہ پھر سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ساٹھ مسکینوں کو گیہوں دے فی مسکین بریلی کی تول سے پونے دو سیر آٹھ آنے بھر زائد یا اس قدر کی قیمت اور اگر جبتک اس کفارہ سے فارغ نہ ہو ہرگز عورت کو ہاتھ نہ لگائے فی درالمختار هی تحریر رقبة فان لم یجد ما یعتق صام شهرین ولو ثمانیة وخمسین بالهلال والا فستین یوما متتابعین قبل المسیس فان افطر بعذر او بغیره او وطئها فی الشهرین مطلقا لیلا او نهارا عامدا او ناسیا استأنف الصوم لا الاطعام فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برؤه او کبر اطعم ستین مسکینا ولو حکما کالفطرة او قیمة ذلك وان غداهم وعشاهم واشبعهم جاز اکما لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجة اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از متھرا محلہ کیشو پورہ مرسلہ سید قدو علیصاحب رئیس ۱۹ شعبان ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید از ہندہ الفتے گیرد و در خلوت اظہار محبت گرداند ہندہ بگوید کہ تو مرا چرا دوست پنداری کہ ترا از زوجۂ خود بہتر داری زید در جواب او مکرر وسہ کرر از ہندہ وپیش ہمچشمان خود بگوید کہ من در محبت تو ترا زوجۂ خود را بجائے مادر وہمشیرۂ خود میدانم و ترا دوست می انگارم و زید دیگر بار ہم عند الاستفسار در مجمع بیان کند کہ وقتے کہ ہندہ از من پرسیدہ بود من واقعی نسبت ترا از زوجۂ خود اطلاق مادر وہمشیرہ کردہ ام دریں صورت ترا در نکاح زید ماندہ است یا نہ وحکم شرع دریں مسئلہ چیست براہ نوازش مربیانہ فتوی بہ تدقیق وتحقیق ارشاد شود۔ بینوا توجروا

الجواب :- درصورت مستفسرہ زید باطلاق ہمچو کلمات فساق آثم وبزہ کار است قال اللہ تعالٰی ما ھن امهاتهم ان امهاتهم الا الّٰئی ولدنهم وانهم لیقولون منکرا من القول وزورا۔ ہمچو ایہا مادران ایشاں نیند۔ ہم مادران شاں ہم آناں اند کہ ایشاں را زائیدہ اند وبہ راستی ہمچناں است کہ ایشاں ہرزہ می لافند و دروغ

می ماند باز اگر زید بایں کلمہ ارادۂ طلاق حمرا داشت و دل بر اخراجش از قید نکاح گماشت حمرا بیک طلاق بائن مطلقہ شد اگرچہ نوبت تکلم بایں کلمہ بسہ رسیدہ باشد طلاق مغلظ نشود لان البائن لایلحق البائن کما صرح بہ فی عامۃ الکتب پس برضائے حمرا بے حاجت تحلیل حمرا را بسلک نکاح خود میتواں کشید واگر بقصد ظہار گفت مظاہر گشت کہ حمرا ہمچناں در نکاح است اما جماع حمرا و بوسہ بشہوت و دست بخواہش بہ تنش سودن و نگاہ رغبت بفرجش نمودن ہمہ بر وے حرام شد و تن باینہا دادن بر حمرا حرام تا آنکہ زید کفارۂ ظہار ادا نماید و ادا آزاد کردن ست کہ فائت جنسے از اجناس منفعت نیست ہمچو سمع و بصر وعقل وغیرہا پس نابینا و ناشنوا و مجنون و بیہوش و ہر دو دست یا ہر دو پا یا یک دست و پا از یک جانب بریدہ و امثال اینہا در کفارہ بکار نیایند واگر بندہ نیابد دو ماہ پے در پے بے فصل روزے پیش از جماع آں زوجہ روزہ دارد اگر در مدت صیام بآں زن نزدیکے نمود اگرچہ شبانہ اگرچہ بسہو تا روزہا از سر گیرد واگر نہایت پیرانہ سالی یا مرضے قوی بے اُمید بہی طاقت روزہائے پیہم بردہ است شصت مسکین را طعامے ہمچو صدقۂ فطر رساند یعنی بہر مسکین صاعے از جو یا نیم صاع گندم یا قیمت اینہا تملیک کند یا شصت مسکین را کہ خوراک معتاد انسان جوان خوردن توانند شام و پگاہ شکم سیر خوراند چوں ایں چنیں کند حمرا بر وے حلال شود واگر مراد زید بایں کلمات مجرد حرمت حمرا بر خود بود بے قصد طلاق و ظہار یعنی او را در محبت تو بر خود چناں حرام میدانم تا ہم ظہار خواہد شد و ہماں احکام کفارہ در کار واگر ہیچ نیت نہ داشت ہمیں سخنے بود کہ بے قصد معنی بر زبان راند آنگاہ ہیچ لازم نیاید حمرا بدستور در نکاح و جماع و دواعی جملگی مباح ہمچناں اگر کلام مذکور بایں قصد گفت کہ زن خود در بزرگی و کرامت بجائے مادر و خواہر خویش میدانم تا ہم چیزے لازم نیست در تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار فرمودہ اند ان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لو حذف علی خانیۃ برا او ظہارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع ما نواہ لانہ کنایۃ (قال فی البحر واذا نوی بہ الطلاق کان بائنا وقال خیر الرملی وکذا لو نوی الحرمۃ المجردۃ ینبغی ان یکون ظہارا و ینبغی ان لا یصدق قضاء فی ارادۃ البر اذا کان فی حال المشاجرۃ وذکر الطلاق اھ) **والا ینو شیئا لغا** ویتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ انتہت ملخصات وفیہا یصیر مظاہرا فیحرم وطؤہا علیہ ودواعیہ (من القبلۃ واللمس والنظر الی فرجہا بشہوۃ اما المس بغیر شہوۃ فخارج بالاجماع نہر) وکذا یحرم علیہا تمکینہ ولا یحرم النظر (ای الی ظہرہا وبطنہا ولا الی الشعر والصدر بحر ای ولو بشہوۃ بخلاف النظر الی الفرج بشہوۃ) وعن محمد لو قدم من سفر لہ تقبیلہا للشفقۃ (افاد ان التقبیل لا یحرم الا اذا کان عن شہوۃ) حتی یکفر انتہت تلخیصا وفیہما الکفارۃ تحریر رقبۃ ولو صغیرا رضیعا او اصم ان صیح بہ یسمع والا لا فائت جنس المنفعۃ (ای البصر والسمع والنطق والبطش والسعی والعقل قہستانی والمراد فوت منفعۃ بتمامہا) کالاعمی و مجنون لا یعقل والمقطوع یداہ او رجلاہ او یدا ورجل من جانب فان لم یجد ما یعتق صام شہرین

متتابعین قبل المسیس فان وطئہا ای المظاھر منہا فیہما ای الشہرین لیلا او نہارا عامدا او ناسیا استانف الصوم فان عجز لمرض لایرجی برؤہ او کبر اطعم ای ملك ستین مسکینا کالفطرۃ قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلك وان اراد الاباحۃ غداھم وعشاھم ولوکان فیمن اطعمھم صبی فطیم لم یجزہ لانہ لا یستوفی کاملا بالفطیم من لایسعہ فی الطعام المعتاد (ملتقطا باالتلخیص) این ست تفصیل صور ایں قول منکر زید بارادۂ کہ داشت نیکو دانا ست وخدائے او دانا تر از واز خدائے ترسد وبہر ارادۂ کہ ایں سخن گفتہ باشد حکمش ازیں تفصیل برآرد براں کار بند دایں ہمہ حکم دیانت بود فاما قضاءً درمسئلہ دائرہ صورت آخرہ را گنجائش نیست طرز کلام وسیاق وسباق وحال آں وقت ہمہ گواہ عدل ست کہ زید آں ہنگام از ارادۂ بروکرامت حمرا بمراحل دور بود ضابطۂ کلیہ شرع ست کہ از محتملات سخن ہرچہ خلاف ظاہر باشد زنہار قضاءً پذیرا نیفتد خاصۃ کہ دراں تخفیفے باشد مرمدعی را ودر نظر تحقیق سقوط ایں احتمال موجب سقوط احتمال چارم نیز ست زیراکہ ہم از ضوابط شرع ست کہ تا توانند کلام عاقل بالغ را مہمل نگزارند لما فیہ من الحاقہ بالبہائم وقد عقد لذلك فی الاشباہ والنظائر قاعدۃ مستقلۃ آخر ندیدی کہ در درمختار بحالت عدم نیت چوں کلام را لغو بمعنے غیر مثمر حکم کردند ہمچناں مہمل وبمعنے نگذاشتند بلکہ برادنی محتملات یعنی معنی بروکرامت فرود آوردند حیث قال والاینوشیئا لغا وتعین الادنی ای البراین جاچوں معنی برر ابارلیست چنانکہ شنیدی لاجرم برادنی البواقی کہ ظہار وتحریم ست تنزیل کردہ آید وخود چہ گونہ گوارائے عقل سلیم باشد کہ زید بکرات ومرات درجواب ہندہ وبخطاب مردماں ایں کلام گوید و ہیچ گاہ ارادہ ہیچ معنی بدل ندارد بلکہ ہمچناں بے قصد معنے در رنگ ہذیان برزبان آرد ہیچ احتمالے بعید تر ازیں احتمال می شناسی باز ہنگام استفسار سپید وآشکارا اقرار می کند کہ واقعی بخوابۂ خود را برابر مادر وخواہر نہادہ ام ونہ می گوید کہ بفضولے سخنے بمعنے بے نیت وقصدے بردادہ ام لاجرم قضاءً ازاں پنج صور ہمیں سہ صورت پیشین را مساغ ست پس اگر زید اعتراف بہ نیت یکے ازانہا کند حکمش پیدا است ورنہ انکارش قضاءً نامسموع وحمل بریکے ازآنہا لازم فاما طلاق کہ اعلی وابعد ست وہیچ دلیلے براں نے ازمیاں رود وظہار یا مجرد تحریم کہ حاصل ہردو یکیست باقی ماند واگر نیکو بنگری ملاحظۂ حال عوام ہمیں معنی تحریم را متعین میکند اگر تفتیش ہما نا بینی کہ جزیں معنی ایں کلام را در ذہن ایشاں کمتر محلے بودہ باشد **بالجملہ** زید اگر اقرار نیت طلاق کند طلاق بود ورنہ بہرحال درچشم قاضی ظہار باشد ودیگر ہیچ وزن دریں کار مشابہ قاضی است لاشتراکہما کسائر الخلق فی قصر النظر علی الظاھر واﷲ سبحٰنہ یتولی السرائر پس حمرا اگر بگوش خود شنید یا عدلے ثقہ اورا خبر رسانید کہ شوہرش اینچنیں چانہ زدہ است ناچار خویشتن را ازاں مظاہر واند وتن بجماع درندہد ونہ زید را بشہوت بوسہ چیدن ودربرکشیدن ودست رسانیدن یا شرمگہ دیدن نگزارد وفاما درنظر بر فرج بے شہوت یا بغیر فرج اگرچہ سینہ وشکم اگرچہ بشہوت باکے نیست کما ھو

عن رد المحتار پس اگر زید کفارہ ندہد حرا ازو ہمہ جماع و دواعی جماع معاف دارد و حرا ہر چہ کہ تواند خویشتن را از دست او یعنی بعوض مہر خواہ ببدل ... مالی دیگر طلاق از دستاند اگر بیند کہ طلاق ہم نمی دہد بپایے کہ دارد از خانہ گریزد و بحاکم رجوع آرد تا اورا بجبر بحبس وضرب بریکے از دو کار دارد و امساک بمعروف او تسریح باحسان کفارہ دہد یا طلاق وقد حرم علیہ ربہ ان یذرھا کالمعلقۃ در رد المحتار فرمود المرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرھا عدل لایحل لھا تمکینہ والفتوی علی انہ لیس لھا قتلہ ولا تقتل نفسھا بل تفدی نفسھا بمال او تھرب وفی البزازیۃ عن الاوزجندی انھا ترفع الامر للقاضی فان حلف ولا بینۃ لھا فالاثم علیہ اھ قلت ای اذا لم تقدر علی الفداء او الھرب ولا علی منعہ عنھا فلا ینافی ما قبلہ اھ باختصار در درمختار ست للمرأۃ ان تطالبہ بالوطئ لتعلق حقھا بہ وعلیھا ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزامہ بہ بالتکفیر دفعا للضرر عنھا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق آری اگر زید خبر دہد کہ من کفارہ ادا کردم وپیش ازیں معروف بکذب در دروغگوئی نبودہ باشد آنگاہ ہندہ را می رسد کہ سخنش باور کردہ با او بہم آید و از جماع وغیرہ ابا نماید اگر در واقع زید بہ نیت ظہار آں سخن گفتہ وہنوز کفارہ نہ دادہ بغلط اظہار نمودہ است تا گناہ برگردن او ست حرا ازجرم تکیہ ست فی الدر المختار فان قال کفرت صدق مالم یعرف بالکذب **فقیر گویم** آں چناں کہ ایں بدترین تدبیرے است مرکسے را کہ در واقع اظہار کردہ وکفارہ ندادہ غلط اخبار ہمچناں نیکو تدبیرے ست مرکسے را کہ معروف بکذب نیست وسخن مذکور بے نیت طلاق وظہار وتحریم برزبانش آمد وبوجہ دلالت حالے چنانکہ ایں جاست قضاءً دعوی ارادۂ بر مقبول نیفتاد کہ اگر کفارہ ندہد زن بجماع تن نہ دہد واگر راضی شود آثمہ گردد واگر ایں کس کفارہ دہد نا لے بے سبب از دست میرود یا مشقت روزہ دوماہہ بر سر آید زیرا کہ دیانۃً بوجہ عدم موجب کفارہ برو لازم نبودہ است پس باید کہ بسوئے مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ از شناعت آں قول منکر توبہ آرد ایں توبہ کفارہ اش خواہد شد باز زن را گوید من کفارہ ادا کردم او کفارہ معلومہ ظہار پندارد ورضا بجماع دادن برادرار واگردد ایں ست تنقیح حکم مروجہ کافی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دار ومشائخ باوقار اس مسئلہ میں ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بحالت غصہ میں ماں بہن کہدیا مگر نان نفقہ دیتا رہا عورت اوسکے نکاح میں رہی یا بحکم شرع شریف جاتی رہی۔

الجواب :- زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اوسے ماں بہن کہکر پکارے یا یوں کہے تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ وناجائز ہے قال اللہ تعالیٰ ماھن امھتھم ان امھتھم الا الّٰئی ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا ٥ جورؤئیں اون کی مائیں نہیں اون کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے اونہیں جنا ہے اور وہ بیشک بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو درمختار میں ہے

ے کردہ بی باطل ہے

الاینوشیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ۔ ردالمحتار میں ہے **قولہ** حذف الکاف بان قال انت امی ومن بعض الظن جعلہ من باب زید اسد درمنتقی عن القہستانی **قلت** ویدل علیہ ماذکرہ عن الفتح من انہ لابد من التصریح من الاداۃ۔ اوسی میں ہے انت امی بلاتشبیہ باطل وان نوی ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھپر حرام ہے تو ظہار ہوگیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اوس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اوسکے کسی بدن کو چھونا یا بنگاہ شہوت اوسکی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہوگیا اور اوسکا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اوسکی طاقت نہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے اسکی بھی قوت نہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کی طرح ناج یا کھانا دے کما امر بہ المولی سبحنہ وتعالی فی القراٰن العظیم اور اگر ان میں سے کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ درمختار میں ہے ان نوی بانت علی مثل امی او کامی و کذا لو حذف علی خانیہ برا او ظہارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع ما نواہ لانہ کنایۃ والا لغا۔ ہندیہ میں خانیہ سے ہے ان نوی التحریم اختلف فیہ والصحیح انہ یکون ظہارا عند الکل واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ :- از کلکتہ امام باغ لین امام مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمان صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طلاق کے معنی و مطالب سے آگاہ نہو اور وہ بالعوض طلاق بائن کے اپنی زوجہ سے یوں کہے کہ تو ماں ہے میری اور اوسکو مطلقہ لوگوں میں مشہور کرے اور اپنے اوپر حرام سمجھے تو آیا اوس شخص کی زوجہ مطلقہ ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب :- عورت کو یوں کہنے سے کہ تو اوس شخص کی ماں بہن یا بیٹی ہے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے ردالمحتار میں ہے انت امی بلاتشبیہ باطل وان نوی لوگوں میں اوسے مشہور کرنا اور اپنے اوپر حرام سمجھنا اگر انھیں لفظوں کی بنا پر تھا تو عند اللہ یہ بھی محض باطل کہ بربنائے غلط فہمی تھا اسی طرح اگر اوسکے بیان سے ظاہر تھا کہ یہ اقرار طلاق انھیں الفاظ کی بنا پر ہے تو عند الناس بھی طلاق نہ ہوئی ہاں اگر بیان و قرائن سے یہ امر ظاہر نہ ہو تو مطلقہ مشہور کرنے سے عند الناس اوسپر طلاق مانی جائیگی اپنے اقرار پر ماخوذ ہوگا فتاوی امام قاضی خاں میں ہے رجل طلق امرأتہ وھو صاحب برسام فلما صح قال قد طلقت امرأتی ثم قال انی کنت اظن ان الطلاق فی تلک الحالۃ کان واقعا قال متاخرنا رحمھم اللہ تعالی حین ما اقر بالطلاق ان ردہ الی حالۃ البرسام فالطلاق غیر واقع وان لم

یرد الی حالۃ البرسام وقال قد طلقت امرأتی فی حالۃ البرسام فھو ماخوذ بذلک قضاء اوسی میں ہے صبی قال ان شربت فکل امرأۃ اتزوجھا فھی طالق فشرب وھو صبی فتزوج وھو بالغ وظن صحۃ ان الطلاق واقع فقال ھذا البالغ آرے حرام است برمن قالوا ھذا اقرار منہ بالحرمۃ فتحرم امرأتہ ابتداء وقال بعضھم لا تحرم امرأتہ وھو الصحیح لانہ ما اقر بالحرمۃ ابتداء وانما اقر بالسبب الذی تصادقا علیہ وذلک السبب باطل انتھی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از پیلی بھیت محلہ اشرف خاں مرسلہ عزیز الرحمٰن خاں ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی ماں سے یہ بات کہی کہ تیری لڑکی کوتا حیات تیرے مثل اپنی بہن کے سمجھتا ہوں تو اس میں کیا حکم شرع ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر ان لفظوں سے اوسکی مراد ظہار یا تحریم تھی یعنی تیری حیات تک اپنی زوجہ سے ظہار کرتا ہوں یا تیری حیات تک اوسے حرام سمجھتا ہوں جب تو ظہار ہوگیا یعنی نکاح بدستور باقی ہے۔ مگر حیات خوشدامن تک بے کفارہ دیے عورت کے پاس جانا بلکہ شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا بھی حرام ہوگیا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا اور اوسکی قدرت نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے اسکی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کے مثل ناج یا اوسکی قیمت دینا یا دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا جبتک ساس زندہ ہے بغیر کفارہ دیے عورت کو ہاتھ لگائے گا تو گنہگار ہوگا توبہ کرے اور پھر نزدیک نہ ہو تو جبتک کفارہ نہ ادا کرلے ہاں بعد انتقال خوشدامن ظہار جاتا رہیگا اور بے کفارہ عورت سے جماع حلال ہوجائے گا پھر اگر ساس زندہ ہے اور یہ شخص کفارہ نہیں دیتا جسکے سبب عورت حلال ہوجائے تو منکوحہ اسپر دعوٰی کرسکتی ہے کہ یا تو کفارہ دیکر جماع کرے یا طلاق دے کہ عورت پرسے ضرر دفع ہو فی تنویر الابصار ویحرم وطؤھا علیہ ودواعیہ حتی یکفر فان وطئ قبلہ استغفر وکفر للظھار فقط ولا یعود قبلھا الخ وفیہ الکفارۃ تحریر رقبۃ فان لم یجد صام شھرین متتابعین قبل المسیس فان عجز اطعم ستین مسکینا کالفطرۃ اوقیمۃ ذلک وان غداھم وعشاھم جاز اھ ملخصا وفی الدر لو قید ۵ بوقت سقط بمضیہ اھ فی ردالمحتار فلو اراد قربانھا داخل الوقت لایجوز بلا کفارۃ بحر اھ وفی الدر للمرأۃ ان تطالبہ بالوطی وعلی القاضی الزامہ بہ بالتکفیر دفعا للضرر عنھا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اھ ملخصا ظاہر ان لفظوں سے یہی نیت تحریم وظہار ہوتی ہے خصوصاً جبکہ ایک وقت تک اوسے محدود کردیا کہ تیری حیات تک ایسا سمجھتا ہوں اس کا حکم تو یہ تھا اور شاید اگر اوس نے یہ الفاظ بارادۂ طلاق کہے تھے تو ظاہراً ایک طلاق بائن ہوکر عورت نکاح سے نکل گئی کسی حد تک محدود کرکے طلاق دینا بھی طلاق دائم ہے اور وہ حد نامعتبر واما الحسبان

ففی مثل الکلام انما یراد بہا التحقیق للتشبیہ لانفیہ عن نفس الامر لکن اراد الامتناع عن تناول شیئ یقول احسبہ علی کالخنزیر فانما یرید انہ محرم علیہ کمثلہ بخلاف ما اذا قیل لہ اطلقت امرأتک فقال عدھا او احسبہا مطلقۃ حیث لایقع وان نوی وکذا احسبی انک طالق کما فی الخانیۃ فانہ ظاہر فی نفی الطلاق فی نفس الامر والفرق بینہما لایخفی علی من عارف العرف فافہم واعلم واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ اور اگر کچھ نیت نہ تھی یا اعزاز و اکرام خواہ اُلفت و محبت کی نیت تھی یعنی اپنی بہن کے برابر عزیز یا پیاری جانتا ہوں تو یہ الفاظ لغو و فضول ہیں عورت بدستور عورت اور کفارہ وغیرہ کچھ دینا نہیں مگر اگر اس وقت کی گفتگو و حالت شاہد ہو کہ یہ الفاظ اس نے بلانیت یا بہ نیت اعزاز و محبت نہ کہے تھے تو حاکم اس دعوے کو نہ مانیگا تو عورت اسے قبول کرسکتی ہے فان المرأۃ کالقاضی کما فی الفتح وغیرہ وفی الدرالمختار ان نوی بانت علی مثل امی او کامی وکذا لوحذف علی خانیۃ برا او ظہارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع ما نواہ لانہ کنایۃ والا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اھ وفی الہندیۃ عن الخانیۃ وان نوی التحریم اختلف الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظہارا عند الکل اھ وفی ردالمحتار عن العلامۃ خیرالدین الرملی وینبغی ان لایصدق قضاء فی ارادۃ البر اذا کان فی حالۃ المشاجرۃ وذکر الطلاق اھ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر شوہر عادات زوجہ کو عادات محارم سے تشبیہ دے یا عورت اپنے اعضا خواہ عادات کو محارم شوہر کے اعضا و عادات سے تشبیہ دے تو ان صورتوں میں کفارہ لازم اور اوسکی اوا نک عورت حرام ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب: تاوقتیکہ مرد اپنی زوجہ یا اوسکے اون اعضاء کو جن سے کل جسم تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً عربی میں راس ورقبہ وظہر فرج یا اوسکے ایک جزو شائع مثل نصف وربع وثلث کو کسی محرم ابدیہ سے تشبیہ نہ دے ظہار نہیں ہوتا پس تشبیہ عادات زوجہ بعادات محارم موجب حرمت و کفارہ نہیں فی درالمختار ھو تشبیہ زوجۃ او ما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا اور عورت تو اگر اعضائے شوہر کو بھی اپنے محارم کے اعضا سے تشبیہ دے تو شوہر اوس پر حرام نہیں ہوجاتا کما فی الدرالمختار وظہارھا منہ لغو فلاحرمۃ اھ پس جبکہ اس کا قول خود اپنے حق میں موثر نہ ہوا تو حق شوہر میں کیا تاثیر کریگا اور اپنے اعضا و عادات محارم شوہر سے تشبیہ دیگی تو کیونکر اوس پر حرام ہوجائیگی اور سبب کفارہ ظہار ہے جب ظہار نہ پایا گیا تو کفارہ کہاں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از گوڑھوا ضلع پلاموں مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر چرم ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

له علی قول محمد الصحیح المفتی بہ قال فی البحر المصنف ... (لاتکون المرأۃ مظاھرۃ من زوجہا عندنا خلافا لمحمد رحمہ اللہ تعالٰی والفتوی علیہ وھو الصحیح کذا فی الصیرفیۃ)

ایک شخص اہل اسلام نے اپنے گھر میں میاں بی بی سے جھگڑا کیا اور غصّہ کی حالت میں یہانتک بیتاب ہوگیا کہ اپنی بی بی کو ماں کہہ بیٹھا اور اوسکا سینہ موںھ میں رکھ لیا اور بی بی نے بھی غصّہ کی حالت میں کہا کہ اگر تو مجھکو ماں کہتا ہے تو میں بھی تجھکو بیٹا کہتی ہوں بعد اس جھگڑے کے جب اون دونوں کا غصّہ رفع ہوا تو اپنے اس کلام اور اس فعل سے نہایت نادم وشرمندہ ہوے اور کہنے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ اسکے مواخذہ میں ہم دونوں گنہگار ہوں اور اوسیوقت کھانا پینا اور اوٹھنا بیٹھنا سب علٰحدہ کرلیا اب وہ اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اس بارے میں مطابق حکم خدا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علماء دین کیا فتوٰی دیتے ہیں آیا میاں بی بی ہیں یا نہیں اور یہ بھی دریافت کیا گیا ہے کہ بی بی کا دودھ شوہر کے موںھ میں نہیں آیا تو بی بی نکاح کے اندر ہے یا باہر طلاق ہوا یا نہیں۔

الجواب :- صورت مذکورہ میں وہ اسے ماں اور یہ اوسے بیٹا کہنے سے دونوں گنہگار ہوے قال اللہ تعالٰی وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا مگر نکاح میں کچھ فرق نہ آیا اور پستان موںھ میں لینا تو کوئی چیز نہیں اگر دودھ پی بھی لیتا تو وہ پینا حرام ہوتا مگر نکاح میں اس سے کچھ خلل نہ آتا کہ ڈھائی برس کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضا نہیں ہوتی اور ان دونوں کو جدا رہنے کی کوئی حاجت نہیں وہ بدستور زوج و زوجہ ہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از درو ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

زید کی عورت نے بحالت غصہ زید سے کہا کہ تمہارے نزدیک میرے ایک بال زیر ناف کے برابر بھی قدر نہیں اوسپر زید نے ازراہ تمسخر اوس سے یہ کہا کہ میں تجھکو اپنے باپ اور دادا سے زیادہ سمجھتا ہوں ایسی حالت میں زید پر ظہار کا حکم لازم آتا ہے یا نہیں۔

الجواب :- یہ لغو ومہمل الفاظ ہیں انھیں ظہار یا کفارے سے کوئی تعلق نہیں فتاوی امام قاضی خاں میں ہے التشبیہ بالرجل ای رجل کان لایکون ظھارا بدائع ونہر میں ہے من شرائط الظھار کون المظاھر بہ من جنس النساء واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ :- از لکھنؤ امین الدولہ پارک مرسلہ محمد ابراہیم ایس اینڈ سی سنگر کمپنی ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رات کے وقت اپنی زوجہ کو واسطے صحبت کے بلایا تو بیوی کے انکار کرنے پر زید نے یہ قسم کھائی کہ اب میں تم سے صحبت کروں تو اپنی ماں سے زنا کروں بعدہٗ زید بہت شرمندہ ہوا اور توبہ واستغفار کیا اس معاملہ کی زید کو کیا کرنا چاہئے بالفرض اگر زید نے اوسی شب بعد استغفار صحبت بھی کی تو کیا کرنا چاہئے۔

عہ لکن ما فی العالمگیریۃ فیہ تفصیل حیث قال لا او ما قرنہ انت علی کظہر

الجواب: اوس نے بُرا کیا بُرا کیا توبہ و استغفار کے سوا اور کچھ لازم اوسپر نہیں صحبت کی تو کچھ حرج نہ ہوا نہ اس سے نکاح پر کچھ حرف آیا کما یظہر مراجعۃ الفتح والدر وغیرہما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:

خاوند نے ماں بہن کہا طلاق نہیں دی یہ صورت مسئلہ ہے لہذا عند الشرع کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں نہ یہ ظہار صرف بُرا کہا اور گنہگار ہوا توبہ کرے وبس قال اللہ تعالٰی وانہم لیقولون منکرا من القول وزورا وان اللہ لعفو غفور واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از شہر بریلی گڑھی مسئولہ عبدالکریم صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مکان پر جبکہ اوسکی بیوی اپنے میکہ گئی ہوئی تھی اپنے بھائی وغیرہ کے روبرو کہا کہ میں اپنی بیوی کو اسوقت سے ماں بہن کی برابر جانتا ہوں اوسکو خبر کردو کہ وہ اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرے اور یہ بات اوسوقت اوس نے کہی تھی کہ جب اوس سے دوسرے شخص سے لڑائی ہوئی تھی اور لوگوں نے اوسکو جھوٹی خبر دی تھی کہ تمکو تمھارے سسر نے پٹوایا ہے یہ حالت سخت غصہ کی تھی آیا اوسکو اب نکاح کرنا چاہئے یا نکاح سابق جائز رہا۔

الجواب: یہ لفظ کہ اوسکو خبر کردو کہ وہ اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرلے اگر بہ نیت طلاق نہ کہے جب تو طلاق نہ ہوئی اور اوس کا قسم کھا کر کہدینا مان لیا جائیگا کہ اوسکی نیت طلاق کی نہ تھی اور اگر بہ نیت طلاق کہے تو طلاق ہوگئی نکاح جاتا رہا نئے سرے سے اوسکی مرضی سے اوس سے نکاح کرسکتا ہے اگر پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو حلالہ کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

بَابُ العِدَّۃ

مسئلہ: ۲۳ رجب ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جسکی عمر اسوقت بارہ برس ہے کوئی علامت بلوغ کی پائی نہیں جاتی اس حالت میں اوسکو شوہر طلاق دیوے تو عدت بیٹھے گی یا نہیں اور اوسکی شادی کو عرصہ تین برس کا گزرا تھا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر ابتک شوہر سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اصلاً عدت نہیں اوسیوقت اوس کا نکاح

کیا جاسکتا ہے اور اگر شوہر اوسکے پاس جا چکا تھا تو چار مہینے دس دن انتظار کرائیں اگر اس مدت میں عورت کو حمل ظاہر ہو تو وضع حمل تک عدت بیٹھے اور اگر حمل نہ ظاہر ہو تو عدت تین ہی مہینے گزشتہ پر گزر چکی آگے انتظار نہ کرایا جائے فی ردالمحتار فی البحر عن الامام الفضلی انہا اذا کانت مراھقۃ لا تنقضی عدتہا بالاشہر بل یوقف حالہا حتی یظہر ھل حبلت من ذلک الوطء ام لا فان ظہر حبلہا اعتدت بالوضع والا فبالاشہر قال فی الفتح ویعتد بزمن التوقف من عدتہا اھ قلت یعنی اذا ظہر عدم حبلہا یحکم بمضی العدۃ بثلثۃ اشہر مضت ویکون زمن التوقف بعدھا لغوا حتی لو تزوجت فیہ صح عقدھا وفی نفحات الفتح فی الخلاصۃ عدۃ الصغیرۃ ثلثۃ اشہر الا اذا کانت مراھقۃ فینفق علیہا مالم یظہر فراغ رحمہا کذا فی المحیط اھ من غیر ذکر خلاف وھو حسن اھ کلام الفتح کنز ینبغی الافتاء بہ احتیاطا قبل العقد بان لا یعقد علیہا الا بعد التوقف لکن لم یذکر وامدۃ التوقف التی یظہر بہا الحمل وذکر فی الحامدیۃ عن بیوع البزازیۃ انہ یصدق فی دعوی الحبل فی روایۃ اذا کان من حین شرائہا اربعۃ اشہر وعشر لا اقل وفی روایۃ بعد شہرین وخمسۃ ایام وعلیہ عمل الناس اھ ومشی فی الحامدیۃ علی الاخیرۃ وفیہ نظر لان المراد من مسألتنا التوقف بعد مضی ثلثۃ اشہر فالاولی الاخذ بالروایۃ الاولی فاذا مضت اربعۃ اشہر وعشر ولم یظہر الحبل علم ان العدۃ انقضت من حین مضی ثلثۃ اشہر اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از بنگالہ مسئولہ مولوی عبدالغفور صاحب ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ صغیرہ مطلقہ ہو یا متوفاۃ الزوج مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ شرعاً اوسکے لیے عدت ہے یا نہیں اور حد صغر کہاں تک ہے بینوا توجروا

الجواب: وفات کی عدت عورت غیر حامل پر مطلقاً چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر اصلاً نہیں اگرچہ کبیرہ ہو اور مدخولہ پر یعنی جس سے خلوت واقع ہولی اگرچہ خلوت فاسدہ ہو یا نکاح فاسد میں حقیقۃً وطی کرلی غیر حیض والی کے لیے تین مہینے ہیں خواہ صغیرہ ہو کہ ابھی حیض آیا ہی نہیں یا کبیرہ آئسہ کہ اب عمر حیض کی نہ رہی درمختار میں ہے العدۃ فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا اوکبر بان بلغت سن الایاس ثلثۃ اشہر ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ والعدۃ للموت اربعۃ اشہر وعشر مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ اوکتابیۃ تحت مسلم وعبدا خلوہ عنہا الا الحامل والخلوۃ فی النکاح الفاسد لاتوجب العدۃ اھ ملتقطا عورت کے لیے حد صغر ۹ سال کی عمر تک ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہوتی اسکے بعد ۱۵ سال کی عمر تک احتمال ہے اگر آثار بلوغ مثلاً حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا پایا جائے تو بالغہ ہے

ورنہ جب پندرہ سال کامل کی عمر ہوجائیگی جوانی کا حکم کردیں گے اگرچہ آثار کچھ ظاہر نہوں بہٖ قال وعلیہ الفتوٰی کما فی الدار وغیرہ من الاسفار الغر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ :- از ٹھاکردوارہ ضلع مرادآباد بازار گنج مرسلہ نجیب اللہ صاحب عطا۔ ۹ رشوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک عورت منکوحہ کو اوسکے خاوند نے اپنے گھر سے نکالدیا اور کہدیا کہ تجھکو نہیں رکھتا یہانتک کہ اوس عورت نے اپنے خاوند کے ڈرانے کی غرض سے خودکشی کا قصد کیا اور کچہری سے بجرم خودکشی تیس روپیہ جرمانہ عورت پر ہوے اوسکے خاوند کو کچھ سروکار نہ ہوا بلکہ کچہری میں بیان کیا کہ میں عورت کو چھوڑ دیا مجھ سے کچھ غرض نہیں اوس روز سے وہ عورت دوسرے مرد کے پاس ہے اوسکے خاوند سے چند بار کہا گیا کہ عورت اپنی کو طلاق دے وہ کہتا ہے میں طلاق کو نہیں جانتا میں نے عرصہ پانچ سال کا ہوا چھوڑ دیا اب نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ جسکے گھر وہ رہتی ہے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- اگر واقعی کچہری میں اوس نے وہ الفاظ کہے کہ میں نے اوسکو چھوڑ دیا اوسیوقت سے طلاق ہوگئی اوسوقت سے اگر تین حیض شروع ہوکر ختم ہوگئے تو دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر ابھی ختم نہ ہوے تو جب ختم ہوجائیں اوسکے بعد کرسکتی ہے اور یوں جو عزیزوں کے یہاں رہتی ہے یہ حرام ہے اور وہ جو اوس نے کہا پانچ برس سے چھوڑ چکا ہوں اوسکا اعتبار نہیں اگر کچہری میں چھوڑنے کا لفظ پہلے کہا تھا تو جب سے عدت ہو ورنہ اگر یہ لفظ پانچ برس سے چھوڑنے کا پہلے کہا تھا تو جب سے ہے غرض جو لفظ کہا ہو اوسکے بعد سے تین حیض شروع ہوکر ختم ہونا درکار ہے بغیر اسکے دوسری جگہ نکاح حرام ہے وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ رشوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدت بیوہ کی کتنی ہے اور مطلقہ کی کتنی۔

الجواب :- حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مطلقہ ہو یا بیوہ اور غیر حاملہ بیوہ کی عدت اگر خاوند کسی مہینے کی پہلی شب یا پہلی تاریخ میں مرا اگرچہ عصر کے وقت چار مہینے دس دن ہیں یعنی چار ہلال اور ہوکر اس پانچویں ہلال پر وقت وفات شوہر کے اعتبار سے دس دن کامل اور گزر جائیں اور اگر پہلی تاریخ کے سوا اور کسی تاریخ میں مرا تو ایک سو تیس دن کامل لیے جائیں اور مطلقہ اگر حیض والی ہے تو بعد طلاق تین حیض شروع ہوکر ختم ہوجائیں اور اگر صغیرہ کہ ابھی حیض نہیں آتا یا کبیرہ کہ حیض آنے کی عمر گزر گئی تو عدت تین مہینے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از شہر کہنہ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں کردیا تھا چونکہ لڑکی اوس لڑکے کے قابل نہ تھی لہذا اوس نے ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں لڑکی کے والدین نے اوسے اپنے گھر رکھ لیا اوس لڑکے

نے چار بار برادروں کو جمع کرکے کہا میں طلاق دیدوں لیکن برادروں نے اوسے باز رکھا اب جبکہ اوس نے دوسرا نکاح کرلیا تو برادروں نے طلاق دلوادی تو ایسی صورت میں عدت معتبر ہوگی یا نہیں۔

الجواب:۔ اگر لڑکی قابل جماع تھی اگرچہ خاص اس مرد کے قابل نہ ہو اور خلوت صحیحہ ہوچکی تھی عدت لازم ہے ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مولٰنا حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی طالبعلم مدرسہ اہلسنت بریلی ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دے دی بوجہ اوسکی بدچلنی کے۔ ہندہ طلاق کے بعد عمرو کے پاس رہی اور ہندہ کو عمرو سے حمل رہ گیا عمرو نے ہندہ کے ساتھ بعد گزرنے ایام عدۃ نکاح کرلیا اور بعد نکاح عمرو کو اس بات کا علم ہوا کہ ہندہ کو مجھ سے حمل ہے آیا یہ نکاح جائز ہے اور یہ کہ بعد طلاق نکاح کے واسطے عدت کا زمانہ کیا ہے۔

الجواب:۔ طلاق کی عدت حیض والی کے لیے تین حیض ہیں بعد طلاق شروع ہونے کے ختم ہوجائیں اور جسے حیض ابھی نہیں آیا یا حیض کی عمر سے گزر چکی اوسکے لیے تین مہینہ اور حمل والی کے لیے وضع حمل۔ یہ احکام قرآن عظیم میں منصوص ہیں اور عمرو نے جو قبل عدت اوس سے تعلق کیا اور حسب بیان سائل اوس سے حمل رہ گیا تو وہ کون سے ایام عدت تھے جو اوس نے گزارے اسکی عدت تین حیض تھے اور حاملہ کو حیض آتا نہیں اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور ابھی وضع حمل ہوا نہیں یہ نکاح فاسد ہوا اوس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً الگ کردے اور انتظار کیا جائے اگر یہ بچہ طلاق شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہے اور اب وہ عدت سے نکلی اوس سے نکاح ہوسکتا ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہو تو شوہر کا نہیں اب نکاح ہر حال جائز ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از موضع کیسر پور ضلع بریلی مسئولہ خدابخش صاحب انصاری۔ ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ایک بیوہ عورت سے مقرر ہوا جسوقت نکاح ہوا برادری کے لوگ جمع ہوئے اور اون کے روبرو عاقد نے دریافت کیا کہ اس عورت میں کوئی نقص یا جھگڑا تو نہیں ہے تو اوس میں دو شخصوں نے کہا کہ کچھ نہیں بیوہ ہے آپ نکاح پڑھادیں آخر کلام نکاح ہوگیا اب جسوقت شب کو خلوت ہوئی تو معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے آخر پولیس کو خبر ہوگئی تو داروغہ پولیس نے عورت سے دریافت کیا اوس نے جسکا حمل تھا اوسکو نہ بتایا اور شخص کا نام لے دیا پولیس نے اوسکے سپرد کردیا اور اہل برادری میں کئی شخص اس بیوہ کو جانتے تھے مگر پوشیدہ رکھا ظاہر نہ کیا اب شرع شریف سے جسکے گھر وہ عورت ہے اوسکو کیا حکم ہے اور عاقد و کیل و شاہدوں کے لیے کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ سائل کا بیان ہے کہ شوہر کے انتقال کو ڈیڑھ برس ہوا اور حمل وہیں کا معلوم ہوتا ہے

اس صورت میں جس شخص سے اوسکا نکاح ہوا ہے اوسپر لازم ہے کہ عورت کو اپنے سے جدا دوسرے مکان میں رکھے اور بچہ پیدا ہونے کا انتظار کرے اگر شوہر کی وفات سے پورے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہو جائے تو یہ نکاح باطل محض ہوا اور جو لوگ واقف حال شریک نکاح تھے سب سخت گنہگار ہوے بعد بچہ پیدا ہونے کے پھر یہ شخص اوس سے نکاح کرسکتا ہے اور اگر وفات شوہر کو دو برس کامل گزر جائیں اوسکے بعد بچہ پیدا ہو تو یہ نکاح صحیح ہوگیا دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں بچہ پیدا ہونے کے بعد اوسے ہاتھ لگانا بھی جائز ہو جائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ :- از جلیسر ضلع ایٹہ بالائے قلعہ مسئولہ حکیم محمد احسن صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نے نکاح کیا جسکو ابتک چھ ماہ ہوے بعد تین ماہ کے اوسکا خاوند مرگیا اور اوسکو خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ابتک اپنے ماں باپ کے یہاں ہے مدت عدت وفات کی دو صورتیں ہیں یا وہ بعد وفات کے حاملہ ہے یا حمل کا انتظار ہے بہرحال اوسکو حمل نہیں ہوا نیز ایام معمولی آتے ہیں مدت چار ماہ دس دن محض اس غرض سے تھی کہ اس عرصہ میں ظہور حمل ہو جائیگا اس صورت میں وہ قبل از عدت وفات عقد ثانی کرلے یا بعد گزرنے چار ماہ دس دن کے نکاح کرے عدت طلاق تین قروء ہیں اگر اوسکو خلوت صحیحہ نہیں ہوئی تو اوسکو تین قروء کی ضرورت نہیں بعد طلاق فوراً عقد کرسکتے ہیں علٰی ہذا صورت مسئلہ کی شکل بھی یہی ہے جبکہ وہ خاوند کے یہاں نہیں گئی اور خلوت صحیحہ نہیں نصیب ہوئی تو پھر عدت وفات کی کیا ضرورت ہے بہرحال دونوں صورتیں ایک ہیں لہٰذا جو حکم شرع ہے وہ سرآنکھوں پر کوئی دلیل عقلی ضرور ہونی چاہئے تاکہ دونوں صورتوں میں تمیز ہو جائے کوئی مسئلہ شرعی ایسا نہیں جو کسی اصول پر مبنی نہ ہو عقل کا حکم تو یہی ہے کہ جو عورت ہمبستر نہ ہوا اوسپر عدت کی ضرورت نہیں پھر چار ماہ دس دن کے انتظار کی کیا ضرورت یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا محض ظہور حمل کے لیے چار ماہ دس دن کا انتظار ہے سو صورت ہذا میں نہ خلوت نا حمل فتاوی عالمگیری اکثر جزئیات سے مملو ہے جو جزئی چاہا ہو اوس میں نکال سکتے ہیں شاید اوس میں اس خاص جزئی کا ذکر ہو لیکن دلیل عقلی کی ازحد ضرورت ہے بینوا توجروا۔

الجواب :- اوس پر چار مہینے دس دن عدت فرض ہے اس سے پہلے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے درمختار میں ہے وللموت اربعۃ اشھر وعشر مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنھا الا الحامل احکام الٰہی میں چون وچرا نہیں کرتے الاسلام گردن نہادن نہ کہ زبان بجرأت کشادن بہت احکام الٰہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنی ہیں اونکی حکمتیں بھی من وتو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صبح کی دو مغرب کی تین باقی کی چار چار رکعتیں کیوں ہیں تعرف براءت رحم کے لیئے ایک حیض کافی تھا تین اگر احتیاطاً رکھے گئے تو عدت وفات حیضوں سے بدل کر

مہینے کیوں ہوئی اور ہوتی تو تین مہینے ہوتی جس طرح آئسہ وصغیرہ میں تین حیض کی جگہ تین مہینے قائم فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زاید کیوں فرمائے گئے غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم وبرکات کا دروازہ بند کرنا ہے مسلمان کی شان یہ ہے سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔ عدت طلاق تعرف براءت رحم کے لیے ہے قبل خلوت براءت خود معلوم پھر عدت کیوں ہو اور عدت وفات میں صرف یہی مقصود نہیں بلکہ موت شوہر کا سوگ بھی۔ اور اوس میں خلوت ہونے نہ ہونے کو کچھ دخل نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تحد علی میت فوق ثلث لیال الاعلی زوج اربعۃ اشھر وعشرا رواہ البخاری ومسلم عن امی المؤمنین ام حبیبۃ وزینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از قصبہ کریالی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پنجاب ڈاکخانہ سرائے اورنگ آباد۔ مسئولہ غلام لیسین صاحب۔ ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر شیر خوارہ مسماۃ نور بانو کا نکاح ہمراہ مسمی عمرو جسکی عمر پچیس سال ہے کر دیا بعد نکاح کے اس دختر شیر خوارہ کو اسکی والدہ ایک مکان میں جہاں عمرو جسکے ساتھ مسماۃ نور بانو شیر خوارہ کا نکاح ہوا تھا مع عمرو کے چھوڑ کر کہیں باہر چلی گئی اس وقت اس مکان میں صرف وہ لڑکی اور عمرو جسکے ساتھ اوسکا نکاح ہوا ہے رہے کوئی دوسرا شخص وہاں نہ تھا اسکے بعد جب والدہ شیر خوارہ واپس آئی عمرو نے اس شیر خوارہ منکوحہ خود کو طلاق بائن دیدی۔ آیا خلوت صحیحہ ثابت ہوئی یا نہ اور اس مطلقہ شیر خوارہ پر عدت لازم ہوئی یا نہ اور مستحق مہر ہوئی یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب: خلوت صحیحہ نہ ہوئی نہ عدت لازم آئی۔ نصف مہر دینا ہوگا درمختار میں ہے لاتعتد بخلوۃ الرتقاء جامع الرموز میں ہے لو طلقہا قبل الدخول اوبعد الخلوۃ الفاسدۃ والفساد بعجزہ عن الوطء حقیقۃ لھم تجب العدۃ اھ وانظر ماکتبنا علی ردالمحتار۔

مسئلہ: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب۔ ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مطلقہ عورت کی عدت تین ماہ ہو یا زائد

الجواب: مطلقہ اگر حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ہے اور اگر نابالغہ ہو یا کبرسن کے سبب اب حیض نہیں آتا تو عدت تین ماہ ہے ورنہ تین حیض خواہ دو مہینے میں ہوں یا مثلاً دو برس میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از قصبہ بیرانوالی ڈاکخانہ گکھر ریلوے ضلع گوجرانولہ۔ مرسلہ میاں امیر احمد صاحب ۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عورت مطلقہ کو بلا نکاح دو سال تک اپنے

گھر میں رکھا بلکہ اوس سے اولاد بھی ہوئی پھر وہ شخص فوت ہوگیا تو اوسکے برادر حقیقی نے اوس عورت کیساتھ بغیر عدت گزرے نکاح کرلیا آیا اوس عورت پر عدت لازم ہے یا نہیں بعض کہتے ہیں کہ زنا کی کوئی عدت نہیں اور بعض کہتے ہیں وہ مثل عورت خاوند کے دو سال تک رہی واسطے استبراء رحم کے عدت لازم ہے بینوا توجروا۔

الجواب :- اگر وہ دونوں ایک مکان میں مثل زن و شوہر رہتے اور باہم انبساط زوج و زوجہ رکھتے مرد اوسے بیبیوں کی طرح رکھتا عورت اوسکے پاس ازواج کی مانند رہتی تو وہ دونوں شرعاً زوج و زوجہ ہی سمجھے جائیں گے یہانتک کہ جس نے اون کی یہ حالت دیکھی اوسے قاضی شرع کے حضور زن و شوہر ہونے پر گواہی دینی حلال اگرچہ نکاح ہوتے نہ دیکھا ہو ہدایہ میں ہے اذا رأی رجلا وامرأۃ یسکنان بیتا وینبسط کل واحد الی الاخر انبساط الازواج وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے، عدم علم علم عدم نہیں دنیا میں بے شمار زوج و زوجہ ہیں کیا ہم سب کے عقد میں حاضر تھے پھر کیونکر اونھیں ناکح و منکوحہ سمجھتے ہیں شرع مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے اور جب وہ شرعاً زن و شوہر قرار دیے گئے تو بے انقضائے عدت نکاح بنص قطعی قرآن ناجائز و حرام یہانتک کہ بعض علما نے فرمایا کہ اس عقد پر اصلا کوئی حکم نکاح مترتب نہوگا کہ معتدۂ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے ردالمحتار میں ہے فی البحر عن المجتبی اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لا یوجب العدۃ ان علم انھا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا ہاں اگر صورت مذکورہ نہ ہوا ور اون کا زانی و زانیہ ہونا متحقق ہو تو بیشک یہ نکاح صحیح ہوگیا کہ زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں نہ زانیہ پر زنا کی عدت یہاں تک کہ جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اوس سے نکاح جائز البتہ از انجا کہ حمل غیر ہے تا وضع حمل جماع ناجائز ہے درمختار میں ہے صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا حتی تضع لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ :- از شہر بریلی - ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ ہوگئی - رانڈ اپنے بہنوئی کے پاس گئی اور بہن بھی موجود تھی۔ بہنوئی نے اوسکا بھی نکاح اپنے ساتھ کرلیا۔ اب کئی سال سے اس عورت کو نکالا یا۔ استعفا وغیرہ نہیں دیا۔ اب وہ عورت اور جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح حرام حرام سخت حرام ہوا بہنوئی نے کہ اسکو نکالا اگر کوئی لفظ ایسے کہے تھے اوسوقت، خواہ اوسکے بعد جن سے اوسکا عزم اس پر سمجھا جائے کہ اب اس عورت کو

کبھی نہ رکھیگا اور اون الفاظ کے کہنے کے بعد اس عورت کو تین حیض شروع ہوکر ختم ہوگئے تو یہ اور جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر ایسے الفاظ ثابت نہوں تو اب عورت کہدے ہیں نے اوس نکاح کو رد کیا جو بہنوئی سے کرلیا تھا اسکے بعد تین حیض دیکھ کر دوسرے سے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے مبدؤھا فی النکاح الفاسد بعد التفریق او اظہار العزم علی ترك وطئھا اوسی میں ہے ویثبت لکل واحد منھما فسخہ ولو بغیر محضر من صاحبہ دخل بھا اولا فی الاصح ردالمحتار میں ہے قال فی البحر ودخل فی باب المھر انھا (ای المتارکۃ) تکون من المرأۃ ایضاہ والمقدسی تابع البحر اھ **اقول** وحققنا فیما علیہ علقنا ان الفساد ان کان مقارنا کما ھھنا کان لکل فسخہ والمتارکۃ غیرکا وان کان طارئا فخر دنبہ الزوج۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔ ۱۴ رجب مرجب ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی ایام عدت منقضی نہ ہوئے تھے صرف بیس پچیس دن بعد بکر نے اوس سے نکاح کرلیا۔ چار برس بعد بکر نے بھی طلاق دی اب شخص ثالث اوس سے نکاح کیا چاہتا ہے یہ نکاح طلاق کے چار مہینے دس دن بعد ہو یا فوراً ہوسکتا ہے کہ بکر نے قبل انقضائے عدت نکاح کرلیا تھا جو شرعاً نادرست تھا۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ اگر بکر نے یہ جان بوجھ کر کہ ابھی عورت عدت میں ہے اوس سے نکاح کرلیا تھا جب تو وہ نکاح نکاح ہی نہ ہوا نرا زنا ہوا تو اوسکے لیے اصلاً عدت نہیں اگرچہ بکر نے صدہا بار عورت سے جماع کیا ہو کہ زنا کا پانی شرع میں کچھ عزت و وقعت نہیں رکھتا عورت کو اختیار ہے جب چاہے نکاح کرلے فی ردالمحتار عن البحر الرائق اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انھا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا ولھذا یجب الحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا کما فی القنیۃ وغیرھا اور اگر بکر نے انجانی میں نکاح کیا تو یہ دیکھیں گے کہ اس چار برس میں اس نے عورت سے کبھی جماع کیا ہے یا نہیں اگر کبھی نہ کیا تو بھی عدت نہیں بکر کے چھوڑتے ہی فوراً جس سے چاہے نکاح کرلے ففی البحر فی امثلۃ النکاح فسد ولم یبطل نکاح المعتدۃ الخ وقیدہ الشامی بما اذا لم یعلم بانھا معتدۃ لما مر عن البحر وفی الدر المختار فی احکام النکاح الفاسد یجب العدۃ بعد الوطء لا الخلوۃ وقت التفریق او متارکۃ الزوج اھ ملخصاً اور جو ایک بار بھی جماع کرچکا ہے تو جس دن بکر نے چھوڑا اوس دن سے عورت پر عدت واجب ہوئی جبتک اوسکی عدت سے نہ نکلے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اور عدت طلاق کی چار مہینے دس دن نہیں یہ عدت موت کی ہے طلاق کی عدت تین حیض کامل ہیں یعنی بعد طلاق کے ایک نیا حیض آئے پھر دوسرا پھر تیسرا جب یہ تیسرا ختم ہوگا اوسوقت عدت سے نکلے گی اور اوسے جس سے چاہے نکاح کرنا روا ہوگا قال اللہ تعالٰی والمطلقت یتربصن بانفسھن

ثلثۃ قروء۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از متھرا محلہ بھور پورہ مرسلہ رمضان خاں ۱۳۰ / شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ ایک عرصہ سے بوجہ کسی خاص رنجی کے بلا طلاق اپنے شوہر سے علیحدہ ہوکر اور خلاف مرضی اوسکے کے کہیں چلی گئی اور کسی شخص غیر سے اپنا عقد کرلیا بالفعل وہاں سے بھی نکل کر پھر شوہر اول سے عقد چاہتی ہے اور طلاق دینا ہر دو شوہروں کی جانب سے ثابت نہیں پس قابل استفسار یہ امر ہے کہ اب شوہر اول سے عقد قدیم قائم رہیگا یا کہ عقد جدید کی ضرورت ہے یا اسکے سوا کوئی اور شرعی صورت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- عقد قدیم قائم ہے جدید کی کچھ حاجت نہیں۔ دوسرا شخص جس نے اس منکوحۂ غیر سے نکاح کیا اگر آگاہ تھا کہ یہ منکوحۂ غیر ہے جب تو عدت کی بھی ضرورت نہیں کہ یہ زنا تھا اور زنا کی عدت نہیں درمختار میں ہے لاعدۃ للزنا اور اگر وہ واقف نہ تھا عورت کو خالی وحلال سمجھکر نکاح میں لایا تو اوسپر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کردے وقت ترک سے عورت تین حیض کی عدت کرے اوسکے بعد شوہر اول بے حاجت تجدید نکاح اوس سے متر تب کرسکتا ہے یہ اوس تقدیر پر کہ شخص ثانی نے عورت سے صحبت یعنی مجامعت کرلی ہو ورنہ اصلا حاجت عدت نہیں۔ درمختار میں ہے لاعدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر ووطئها عالما بذالك و فی نسخ المتن ودخل بھا ولا بدمنه وبه یفتی ولھذا یجد مع العلم بالحرمۃ لانه زنا والمزنی بها لا تحرم علی زوجها الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از موضع ٹانڈا پرگنہ بہیڑی۔ معرفت پیارے میاں ۱۲ / جمادی الاخری ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک شخص اپنی قضا سے فوت ہوگیا اور اوسکی بیوی کو حمل تھا بعد اوسکے مرجانے کے ایک مہینہ کے بعد وہ حمل ساقط ہوگیا تو اوس عورت کو عدت کرنا چاہئے یا اوس حمل کے گرجانے سے عدت جاتی رہی اور حمل چار خواہ پانچ مہینہ کا تھا اہل شرع کیا فرماتے ہیں۔

الجواب:- سائل نے ظاہر کیا کہ اوسکے ہاتھ پاؤں بن گئے تھے تو اوسکے گرجانے سے عدت تمام ہوگئی اب عدت کی حاجت نہیں فی ردالمحتار اذا اسقطت سقطا ان استبان بعض خلقه انقضت به العدۃ لانه ولد والا فلا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:- از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھولتولی۔ مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۱۹ / شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح صحیح کیا قبل از دخول بعد خلوت صحیحہ طلاق دی

اب عدت ہندہ پر واجب ہے یا نہیں ایک جگہ عالمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ واجب ہے رجل تزوج امرأۃ نکاحا صحیحا جائزا فطلقہا بعد الدخول او بعد الخلوۃ الصحیحۃ کان علیہا العدۃ کذا فی فتاوی قاضی خان اور دوسری جگہ عالمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بعد خلوۃ صحیحہ کے ہو عدت واجب نہیں اربع من النساء لا عدۃ علیہن المطلقۃ قبل الدخول الخ اور کلام مجید میں ایک جگہ یوں ہے اذا نکحتم المؤمنت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں عدت واجب ہے اور عالمگیری کی دونوں عبارتوں میں تنافی نہ آیہ کریمہ عبارت اولیٰ کی نافی اصل یہی ہے کہ موجب عدۃ مس ودخول یعنی وطی ہے مگر نکاح صحیح میں مجرد خلوت اگرچہ غیر صحیحہ ہو ایجاب عدت کے لیے قائم مقام وطی ہے تنویر میں ہے الخلوۃ کالوطء فی العدۃ رد المحتار میں ہے وجوبہا من احکام الخلوۃ سواء کانت صحیحۃ ام لا ای اذا کانت فی نکاح صحیح اما الفاسد فتجب العدۃ بالوطء کما سیاتی مدارک شریف میں ہے من قبل ان تمسوھن والخلوۃ الصحیحۃ کالمس اھ ورایتنی کتبت علی ھامشہا الاولی ان یقول قدس سرہ والخلوۃ فی النکاح الصحیح کالمس فیقید النکاح بالصحیح ویطلق الخلوۃ لان الخلوۃ وان فسدت توجب العدۃ اذا صح النکاح اما الفاسد فلا عدۃ فیہ الا بحقیقۃ الوطء لما فی الدر وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از شہر کہنہ بریلی مرسلہ جمن

حضور والا مسمی جمن کا بیان ہے کہ میری لڑکی نابالغ کا نکاح میرے حقیقی بھائی نے بلا رضامندی میرے کر دیا اور مجھکو راضی کر کے رخصت کرا دی وہ لڑکی اپنے اوس خاوند کے پاس رہی اور نوبت مجامعت کی پہنچی اوسکے یہاں سے بعد کو رخصت ہو کر جسوقت کہ وہ اپنے باپ کے مکان پر آئی کہ اوسکو عرصہ تین سال کا ہوا پھر کبھی نہ گئی حتی کہ نوبت نالش تک پہنچی بالآخر اوس نے اوسکو فیصلہ پنچایت سے طلاق دی اب اوسکا نکاح درمیان عدت طلاق کے ہوسکتا ہے یا نہیں اور یہ نکاح اول جو نابالغی میں بلا استرضا باپ کے ہوا جائز تھا یا نہیں فقط اس قوم میں نابلغ لڑکیوں کا نکاح نابالغ لڑکوں کے ساتھ بولایت اکثر ہوتا ہے اور حالت بلوغ تک پہنچنے سے پہلے کسی مخالفت سے طلاق ہوجاتی ہے اس صورت میں عدت طلاق کی لازم آتی ہے یا نہیں اور مہر کسقدر دلایا جاسکتا ہے بحالت خلوت صحیحہ اور مجامعت کے کیا حکم ہے اور بحالت طلاق اوس کا کیا حکم ہے اگر بحالت لازم آنے عدت کے نکاح ہوجاوے اور وہ اپنے خاوند سے علیحدہ رہکر تین ماہ تمام کرے تو یہ نکاح صحیح رہیگا یا پھر نکاح کرنا چاہیے۔ فقط

الجواب:۔ نکاح اول کہ بے اجازت پدر چچا نے بطور خود کر دیا تھا اجازت پدر پر موقوف تھا

اگر اوس نکاح کے بعد اوس نے کوئی لفظ نامنظوری اور رد کرنے کا کہا تھا تو نکاح باطل ہوگیا اور زن و شوہر میں کوئی علاقہ نہ رہا تھا اسکے بعد جو رخصت ہوئی محض حرام ہوئی اور جو مجامعت ہوئی نری زنا ہوئی فان الاجازۃ لا تلحق المفسوخ طلاق کی کوئی حاجت نہیں نہ اس فراق کی عدت اذ لا نکاح فلا طلاق ولا عدۃ جس وقت چاہے نکاح کرے اور اگر نکاح کے بعد قبل اظہار نامنظوری باپ نے کوئی لفظ منظوری کہا یا بھائی کے اصرار سے لڑکی کو رخصت کردیا (کہ رخصت کردینا بھی صحت نکاح کو کافی ہے جبکہ نامنظوری نہ ظاہر کرچکا ہو) تو اب یہ نکاح صحیح ہوگیا اور یہ طلاق طلاق ہوئی اور اوسکی عدت لازم ہے۔ عدت گزرنے سے پہلے جو نکاح کیا جائیگا باطل محض ہوگا نابالغ لڑکا اہل طلاق نہیں نہ اوسکے دیے سے طلاق ہوسکتی ہے نہ اوسکی طرف سے اوس کا ولی طلاق دے سکتا ہے بلوغ پسر سے پہلے جو بوجہ مخالفت طلاق دلوالیتے ہیں محض باطل ہے نہ اوسکی عدت ہے نہ اوسکے بعد دوسرے سے نکاح کسی طرح حلال ہوسکتا ہے ہاں عاقل بالغ جو طلاق دے اگر قبل خلوت صحیحہ دی نصف مہر لازم آئیگا اور بعد خلوت صحیحہ دی تو پھر پورا مہر عدت کے اندر نکاح محض باطل ہے وہ نکاح ہی نہ ہوگا اگرچہ عدت تک اس دوسرے مرد سے جدا رہے بعد ختم تحصیل زوجیت کے لیے دوبارہ نکاح فرض ہوگا ورنہ زنا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: مسئولہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس اول مدرسہ اکبریہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ اگر تو میکے سے میرے گھر نہ آئی تو تجھکو طلاق دیدونگا عورت دو برس اپنے میکے میں رہی پھر اوس عورت نے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح ثانی کرنے کا قصد کیا شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے طلاق نہیں دی تو نکاح کیسا کرتی ہے اگر مجھکو سو روپے دے تو میں تجھے طلاق دیدوں عورت نے سو روپے دیدیے شوہر نے طلاق دیدی اب اوسپر عدت پوری کرنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ضرور اور اوس کا دو برس خواہ دس برس شوہر سے جدا رہنا مسقط عدت نہیں ہوسکتا۔ لاطلاق قولہ تعالٰی والمطلقت یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: ۱۵ جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے گھر بیمار ہے اور اوسکی زوجہ بھی اوس حالت بیماری میں اوسکے پاس ہے زوجہ زید کی برضامندی اپنے شوہر کے اپنے گھر گئی اوسی کو دوسرے روز پھر بلایا تو وہ عورت بلحاظ اسکے کہ میرا زیور وغیرہ نہ چھین لیں اور مجھکو برا نہ کہیں نہ گئی اوسکی وجہ یہ تھی کہ زید در حالت اصلی کہا کرتا تھا کہ میں سفر کو لے جاؤں گا اور اوسکے یعنی زوجہ کے والدین بسوجہ

باہر جانے سے مانع ہوتے ہیں کہ اوس عورت یعنی زوجہ زید کو حمل تھا بوجہ زید کی زوجہ کے تکلیف کی غرض سے اب وہ زید بیمار بعد تین دن کے مرگیا اور زوجہ زید کی اپنے والدین کے یہاں ہے بس وہ عدت کہاں ختم کرے اور دیگر یہ کہ اپنے شوہر کے یہاں بغرض نقصان اپنے مال یا اپنی جان بچانے کی وجہ سے وہاں جانا ناپسند کرتی ہے کہ مجھکو میرے زوج کے متعلقین مار نہ ڈالیں یا میرا اسباب چھین لیں پس اس صورت میں کیا حکم ہے اور مہر زوجہ کا کس کے ذمہ باقی ہے اور یہاں تک اوسکے والدین کو اندیشہ ہے کہ ہم باہر چلے جائیں گے تو شاید آبرو بچے ورنہ ناممکن اور زوجہ زید ابتک بحالت حمل میں ہے یعنی حمل اوسکو قریب ۶ ماہ کا ہے ان صورتوں میں کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:- زوجہ پر فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خبر مرگ سنتے ہی فوراً اوسکے گھر چلی جاوے اور وضع حمل تک وہیں رہے اور غلط عذر درمیان میں نہ لائے ایسا خیال بہت ناقابل قبول ہے کہ قتل کردی جائیگی رہا مال اوسے ساتھ نہ لے جائے اپنے ساتھ اپنے اقارب سے کسی کو رکھے جس سے حفاظت متوقع ہو ہاں اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو اور واقعی سچا اندیشہ جان کا ہے جس کا تدارک اوسکے قابو میں نہیں تو نہ جانے کے لیے عذر صحیح ہے اور اللہ تعالٰی صحیح و غلط سب کا خوب جانتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از ملک بنگالہ موضع نہانیہ سیری رامپور ضلع باریسال مرسلہ عبدالحمید صاحب
۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

سوال اینکہ زینب نابالغہ راکہ سنش بہ نہ سال نہ رسیدہ است وتخمیناً مدت نکاحش بدو سال رسیدہ زوجش طلاق دادہ خواہر زینب را زوج زینب بعد یکروز یا دو روز نکاح کرد حالانکہ زوج زینب می گوید کہ زینب را قبل دخول طلاق دادہ پس اکنون نکاح کردن زوج زینب خواہر زینب را پیش از گزشتن عدت طلاق زینب موجب شرع شریف درست باشد یا چہ اگر نکاح مذکور زوج زینب را روا باشد پس عبارات درمختار وردالمحتار ودیگر کتب کہ عدت مطلقہ صغیرہ کہ سنش بہ نہ سال نہ رسید سہ ماہ است بلاقید قبل دخول وبعد دخول آمدہ است مطالب آنہا چہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر میان زن وشوہر خلوت واقع شدہ بود اگرچہ خلوت فاسدہ باشد بعدازاں شوہر بالغ آں دختر ہفت یا ہشت سالہ را طلاق داد عدت سہ ماہ واجب است ونکاح باخواہرش قبل انقضائے عدت ناجائز وحرام واگر خلوت ہم نشدہ بود البتہ از عدت اثرے نیست وازطلاقش خواہرش را بزنی تواں گرفت قال اللہ تعالٰی فمالکم علیہن من عدۃ تعتدونہا درکتب مذکورہ حکم عدت را مطلق نگزاشتہ اند بلکہ سابقاً ولاحقاً دوجا مقید بدخول یعنی ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ داشتہ اند عبارت تنویر الابصار ودرمختار بالتقاط واختصار این ست العدۃ سبب وجوبہا النکاح المتأکد بالتسلیم وماجری مجراہ کالموت او خلوۃ وھی فی حق حرۃ تحیض بعد الدخول حقیقۃ اوحکما ثلثۃ حیض وفی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا اوکبر

ثلثۃ اشہر ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ ورد المحتار سنت قولہ فی الکل یعنی ان التقیید بالوطی شرط فی جمیع ما مر من مسائل العدۃ بالحیض والعدۃ بالاشہر کما افادہ سابقا بقولہ راجع للجملۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اب تاوقتیکہ عدت پوری کرے نان نفقہ آیا زید کے ذمہ ہے یا وارث ہندہ کے اور وہ مکان جس میں ہندہ اپنی عدت پوری کرے زید پر لازم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: تمام عدت تک نان نفقہ زید کے ذمہ ہے اور زید ہی کے مکان میں عدت پوری کرے جبکہ قبل از طلاق وہی مکان اوسکے رہنے کا تھا اگرچہ علاج کے لیے چند ماہ پیشتر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی تھی کما قال لی السائل بلسانہ اور یہ طلاق کہ بطریق خلع واقع ہوئی تھی کما بین ایضا بائنہ تھی تو زید پر لازم ہے کہ عدت پوری ہونے تک اپنے ہی مکان میں اوسے جگہ دے اور بوجہ زوال نکاح اوس سے پردہ کرے اور اگر زید ظلماً اپنے گھر میں نہ رہنے دے تو کوئی اور مکان بتائے جس میں وہ عدت پوری کرے اور اگر وہ مکان کرایہ کا ہو تو اختتام عدت تک کرایہ زید کے ذمہ ہے اور جب زید اپنے مکان میں رہنے دے یا دوسرا مکان اوسکے لیے بتائے تو ہندہ پر لازم ہے کہ فوراً اوس مکان میں چلی جائے اور ختم عدت تک ہرگز اوس سے باہر نہ آئے فی الخانیۃ المعتدۃ عن الطلاق تستحق النفقۃ والسکنی کان الطلاق رجعیا او بائنا او ثلثا الخ وفی الدر المختار طلقت اومات وھی زائرۃ فی غیر مسکنھا عادت الیہ فورا لوجوبہ علیھا وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ (ھو ما یضاف الیھما بالسکنی قبل الفرقۃ الخ شامی) ولا یخرجان منہ الا ان تخرج (وشمل اخراج الزوج ظلما الخ شامی) فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج (وحکم ما انتقلت الیہ حکم المسکن الاصلی فلا تخرج منہ شامی) اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: ۲۷ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دی ایک جلسہ میں تین مرتبہ سامنے دو شخص نمازیوں کے اور وہ عورت حاملہ بھی تھی اب زید اپنے گھر سے اسکو نکال دے یا نہیں یا اپنے گھر میں اوسکو رکھے اور کھانے کو اوسکو دے اور کب تک اوس کو کھانے کو دے اور زید نے تکرار زن وشوہر کے سبب سے طلاق دی تھی اب دونوں رضامند ہیں اب زید چاہتا ہے کہ پھر گھر میں رکھے اب سائل کا سوال علمائے دین سے یہ ہے کہ از روئے قرآن وحدیث کیا حکم ہے اور امام

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرع شریف میں کیا حکم ہے

الجواب:- تین طلاقیں ہوگئیں چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے اب وہ بغیر حلالے اوس سے نکاح نہیں کرسکتا یہی حکم قرآن وحدیث کا ہے وہ عدت تک یعنی بچہ ہونے تک گھر میں رہیگی اور روٹی کپڑا زید کو دینا ہوگا مگر بالکل غیر واجنبی عورت کی طرح رہے اوس سے پردہ کرے قال اللہ تعالیٰ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن صورت حمل میں یہی مذہب چاروں ائمہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- ازمحلہ مرداد مرسلہ حضرت مولٰنا سلیمان اشرف صاحب (سابق پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ) ۲۶ رشوال ۱۳۱۵ھ

عالم اہلسنت فاضل بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ زید نے اپنی بی بی کو طلاق بائن دیا اور بعد ایک مہینہ کے مرگیا اب اوسکی بی بی کتنی مدت بعد عقد ثانی کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- یہ مطلقہ اگر حاملہ تھی تو عدت حمل ہے مطلقاً اور اگر حمل نہ تھا تو طلاق مذکور اگر شوہر نے اپنی صحت میں دی یا برضائے زوجہ مرض الموت میں دی تو عدت تین حیض ہے موت شوہر سے نہ بدلیگی اور اگر طلاق بائن مرض الموت میں بے رضائے زن دی تو تین حیض اور چار مہینے دس دن سے جو مدت درازتر ہے وہ عدت ہے یعنی چار ماہ دہ روز بعد موت گزرنے سے پہلے طلاق کے بعد تین حیض کامل ختم ہوجائیں تو بعد مرگ چار ماہ دس یوم انتظار کرے اور اگر مرگ شوہر پر چار مہینے دس دن ہوگئے اور ہنوز بعد طلاق تین حیض کامل نہوے تو تین حیض کامل ہونے تک منتظر رہے فی رد المحتار ابانھا فی مرضہ بغیر رضاھا بحیث صار فارا ومات فی عدتھا فعدتھا ابعد الاجلین ولو ابانھا برضاھا بحیث لم یصر فارا نعتد عدۃ الطلاق فقط ولو طلقھا بائنا فی صحتہ ثم مات لا ینتقل عدتھا اتفاقا اھ ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب۔ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ والدین ہندہ سنی المذہب نے ہندہ سنی المذہب کا نکاح زید شیعہ مذہب سے (جو پورا پورا عقائد مجتہدین حال لکھنؤ کا پیرو تھا جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سوائے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام انبیائے سلف سے افضل جانتا اور قرآن موجود کو ناقص اور محرف مانتا) بوجہ کفو و برادری کے کر دیا زید قبل از عقد مرض الموت مریض تھا بعد عقد اور اشتداد ہوا کہ روز وشب میں گہ گاہ لمحہ بھر کو ہوش آتا اس باعث سے خلوت صحیحہ نہوسکی صرف اتنا ہوا کہ ہندہ کی چچی ہندہ کو بوقت شام زید کے پاس لے گئی اوسکے قریب جو چوکی بچھی تھی اوسپر بٹھا دیا زید کو اوسوقت اتنا

ہوش آیا تھا کہ اوسنے ہندہ کے منہ پر سے ہاتھ اوٹھانے کا قصد کیا مگر ہاتھ لگاتے ہی کثرت ضعف وبیہوشی سے زید کا ہاتھ گر پڑا یہ حال دیکھ کر اوسکی چچی کہ کچھ دور علیحدہ کھڑی دیکھ رہی تھی آئی اور ہندہ کو اوٹھالے گئی اسکے بعد کبھی نوبت ایک دوسرے کو دیکھنے کی بھی نہ آئی کہ زید سات آٹھ روز میں مرگیا والدین نے ہندہ کا نکاح بکر سنی المذہب کے ساتھ کہ نیز کفو وبرادری تھا چار مہینے دس دن گزرنے سے پہلے کردیا ۵ ا ذی الحجہ کو زید سے نکاح ہوا تھا ۱۲ ذی الحجہ کو زید مرگیا ۷ ا ربیع الثانی کو ہندہ کا نکاح بکر سے ہوا عدت میں ۱۴ روز کم تھے اب ہندہ صاحب اولاد ہے بعض لوگ اولاد ہندہ کی صحت نسب پر معترض ہیں کہ بکر نے یہ نکاح عدت کے اندر ہی کرلیا اس صورت میں بعد نظر تعمیق ان مراتب کا جواب عنایت ہو کہ زید وہندہ کا عقد صحیح ہوا تھا یا نہیں ہندہ پر بوجہ عدم صحت نکاح یا عدم وقوع خلوت صحیحہ کے بعد مرگ زید عدت موت واجب تھی یا نہیں عقد ثانی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوئی اوسکی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں عقد ثانی بلاتامل صحیح اور اوس سے جو اولاد ہوئی بلاشبہ صحیح النسب ہے عدتِ موت چار مہینے دس دن ہونے کے لیے اگرچہ خلوت وغیرہا کسی بات کی حاجت نہیں غیر حاملہ عورت پر مرگ شوہر سے مطلقاً عدت لازم آتی ہے فی الدرالمختار العدۃ للموت اربعۃ اشہر وعشر بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ فلم یخرج عنھا الا الحامل مگر عدت تو منکوحہ پر ہوتی ہے ہندہ وزید میں باہم نکاح ہی اصلاً نہ تھا کہ جب زید مثل عام روافض زمانہ اون عقائد کفر کا معتقد تھا تو قطعاً کافر مرتد تھا عالمگیریہ میں یجب اکفار الروافض فی قولھم (وعد بعض عقائدھم الشنیعۃ وقال) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی ملت ومذہب والے سے ہو ہی نہیں سکتا نہ مومنین سے نہ کفار سے نہ خود اوسی کے ہم مذہبوں سے ہندیہ میں ہے لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط تو ہندہ اگرچہ زید کی حیات ہی میں بلا طلاق اوسیوقت اپنا عقد بکر سے کرلیتی جب بھی جائز وصحیح تھا۔

مسئلہ: از ماہرہرہ ضلع ایٹہ۔ مرسلہ محبوب علی صاحب۔ ۱۰ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر زید کی حیات میں جسکا طلاق ثابت نہیں عمرو نامی سے بطور عاشقی کے دوسرے شہر میں جاکر عقد نکاح کیا۔ اوسکے تھوڑے ہی دن کے بعد شوہر سابق مرگیا۔ بعد مرنے کے چار برس تک عورت عمرو کے قبضہ میں رہی بطور زوجہ۔ ایک روز باہم نااتفاقی اور لڑائی کے عمرو نے عورت کو طلاق بائن دی اور کئی روز تک کہا کیا کہ میں نے طلاق دی اور ایک جلسہ میں

عہ، جواب ناقص ملا۔

دس پانچ دفعہ کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی اور پندرہ روز تک علیحدہ رہا۔ اب بباعث عشق باہمی کے عورت اور عمرو چاہتا ہے کہ پھر تجدید نکاح کا ہونا چاہیئے اور عذر کرتا ہے کہ جب بغیر طلاق شوہر سابق کے نکاح ہی نہیں ہوا تو طلاق کیا چیز ہے اور عمرو مسجد میں مؤذن ہے۔ اہل اسلام اسکو تجدید نکاح سے روک رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مرنے شوہر سابق اور گزرنے عدت سے وہ نکاح ہی قائم ہو گیا کہ جسکے وجہ سے تیری زوجیت پانچ سال رہی ورنہ کیا آجتک تونے اس سے حرام کیا ہم تجکو مسجد سے نکال دیوینگے جبتک حلالہ نہ ہو جائے جب تک نکاح جدید نہ ہو جائے عورت تجھ پر حرام ہے اور علاوہ اسکے عمرو غیر کفو بھی ہے۔ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں آیا نکاح تجدید کیا جائے یا بعد حلالہ کے عورت سے نکاح جائز ہوگا۔ اور اگر اوس عورت سے عمرو خلاف شرع کوئی فعل کرے تو موذن بنانا چاہیئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: اگر یہ امر واقعی ہے کہ زید کی حیات میں بے طلاق عورت نے عمرو سے نکاح کر لیا پھر بعد موت زید وانقضائے عدت وفات عمرو کے ساتھ نکاح جدید نہ کیا بلکہ اوسی نکاح باطل پر قائم رہی تو وہ ہرگز زن وشوہر نہ تھے بلکہ زانی وزانیہ تھے۔ طلاقیں کہ عمرو نے دیں محض لغو تھیں حلالے کی کوئی حاجت نہیں صرف نکاح از سر نو کر لینا کافی ہے جبکہ عمرو قوم یا مذہب یا پیشے وغیرہ میں عورت کے اولیا سے ایسا کم نہ ہو کہ اوس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہو یا ایسا کم ہے تو عورت کا ولی پیش از نکاح عمرو کو ایسا جان کر اوس سے نکاح زن مذکور کی صریح اجازت دی یا عورت کوئی ولی رکھتی ہی نہ ہو ان تین صورتوں میں نکاح ہو جائیگا ورنہ اگر عمرو ایسا کم رتبہ ہے اور عورت ولی رکھتی ہے اور ولی پیش از نکاح اوسکی کم رتبگی پر مطلع ہو کر اجازت نکاح نہ دے تو عورت کا عمرو سے نکاح کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ عمرو جبتک تائب ہو کر بحال جواز نکاح، نکاح نہ کرے یا عورت سے صاف جدا نہ ہو جائے ہرگز موذن نہ بنایا جائے وہ فاسق معلن ہے اور فاسق اس عہدۂ دین کے لائق نہیں

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از موضع کرگینا مرسلہ امام بخش علی بخش ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مٹھو لوہار کی عورت بیوہ تھی ۱۴ مہینے سے۔ چند روز بعد کچھ عورتوں نے شناخت کیا کہ یہ حاملہ ہے اوس سے دریافت کیا تو اوس نے کہا اپنی تنہائی میں زبردستی عظیم اللہ قوم نداف میرے ساتھ یہ کام کیا میں حاملہ ہوئی بعد کو لوگوں نے عورت کو بند کر دیا حفاظت اوسکی کری بعد کو جب لڑکا پیدا ہوا تو نکالدیا وہ چلی گئی اور عظیم اللہ نے عام میں مشہور کیا کہ لڑکا میرا ہے بستی والوں نے اوسکو بند کر دیا عورت کو نکالدیا اب اونکے واسطے کیا حکم ہے۔

الجواب: اون کے لیے سخت سزا کا حکم ہے مگر یہاں کون سزا دے سکتا ہے یہی سزا کافی ہے کہ برادری سے خارج رکھے جائیں۔ رہا لڑکا اگر مٹھو کے مرنے سے دو برس بعد پیدا ہوا یا چار مہینے دس دن بعد

عورت نے اقرار کرلیا تھا کہ وہ عدت سے فارغ ہوگئی تو ان دو صورتوں میں وہ لڑکا مجہول النسب ہے اور اگر عدت سے فارغ ہونے کا اقرار نہ کیا تھا اور شوہر کے مرنے سے دو برس کے اندر لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا شوہر کا ہے وہ ترکہ پائے گا۔ والله تعالٰی اعلم

مسئلہ: از رانچی محلہ اوپر بازار مرسلہ مولوی عبدالرب صاحب ۸ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

اگر معتدہ غیر سے بصورت لاعلمی کوئی شخص نکاح کرے اور تمتع کرے اور بصورت علم اوس سے کنارہ کیا یہ تمتع داخل زنا ہوگا۔

الجواب: جبکہ اوسے معلوم نہ تھا اور جس وقت معلوم ہوا فوراً جدا کر دیا تو اوسکے حق میں کسی طرح زنا نہیں زنا ہونا درکنار اوس پر کوئی الزام بھی نہیں البتہ وہ وطی واقع میں ضرور وطی حرام تھی اور اثم مرفوع کما نصوا علیہ وذلک لان الجہل فی موضع الخفاء عذر مقبول والله تعالٰی اعلم

مسئلہ: از شہر مرسلہ نواب نثار احمد صاحب مورخہ ۲۰ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا جو ایک موضع میں رہتا تھا وہاں کوئی طبیب نہیں ہے پس اوسکی زوجہ ایام عدت ہی میں بوجہ علالت اپنی دختر نیز اپنے بچوں خوردسال کے واسطے علاج کے کسی دوسری جگہ جاسکتی ہے یا نہیں اور نبض کسی حکیم کو دکھا سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب: نبض بضرورت دکھا سکتی ہے اور دوسری جگہ اسطور پر جاسکتی ہے کہ رات کا اکثر حصہ شوہر ہی کے مکان میں گزارے اور اگر اوسی مکان میں ممکن ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ والله تعالٰی اعلم

مسئلہ: از ریاست فریدکوٹ ضلع فیروزپور پنجاب مرسلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام عدت طلاق یا مرگ میں نکاح ہوجائے تو از خود فسخ ہے یا اعادہ طلاق کی ضرورت ہوگی عدت پہلی ہی رہی یا جدید اور دانستہ ایسا نکاح پڑھانے والے کا کیا حکم ہے۔

الجواب: عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے مرد وزن دونوں پر اوسکا ترک فرض ہے مرد کہے میں نے اس نکاح کو ترک کیا خواہ عورت اوس سے کہدے اور دونوں نہ مانیں تو حاکم شرع جبراً تفریق کر دے بس یہ ترک یا تفریق ہی کافی ہے طلاق کی حاجت نہیں اس دوسرے شخص نے اگر اس سے قربت نہ کی تو عدت وہی پہلی ہے ورنہ دوسری بھی لازم آئی اور دونوں ایک ساتھ ادا ہوتی جائیں گی اخیر میں جو باقی رہیگی پوری کرلی جائے گی۔ والله تعالٰی اعلم

مسئلہ: از شہر محلہ بھوڑ مسئولہ شیخ ننھے ۹ رجب ۱۳۳۸ھ

ایک لڑکی جسے طلاق ہوئے ایک مہینہ نہیں ہوا تھا دوسری جگہ ایک حافظ سے نکاح ہوا وہ پیش امام ہے

یہ نکاح درست ہے یا نہیں اور اوسکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور اوس میں جو لوگ شریک ہوئے اون کے لیے کیا حکم ہے

الجواب :- اگر وہ لڑکی اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور حاملہ نہ تھی کہ اس مہینہ کے اندر بعد طلاق بچہ پیدا ہو گیا ہو اوسکے بعد نکاح ثانی ہوا ہو تو یہ دوسرا نکاح عدت کے اندر ہوا اور محض حرام حرام حرام ہوا اور اوسمیں قربت خالص زنا اگر جسکے ساتھ نکاح ہوا اوسے خبر تھی کہ یہ مطلقہ ہے اور ہنوز عدت نہ گزری جان کر نکاح کر لیا تو سخت اشد فاسق و فاجر ہے اوسکے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور اوسے امام بنانا گناہ گناہ یو ہیں اگر معلوم نہ تھا اور اب معلوم ہوا اور فوراً جدا نہ ہو گیا جب بھی اوسپر یہی احکام ہیں اور جو لوگ دانستہ اس حرام نکاح میں شریک ہوئے اور کھایا پیا وہ بھی سخت گنہگار ہوئے اور وہ حرام کھانے والے ہوئے اون سب پر بھی توبہ فرض ہے

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از چھٹن شاہ ۲۸ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا اسکی عورت کو زید تین ہفتہ کے اندر لے گیا زید رہنے والا اوسی کا تھا اسلیے اس عورت سے نکاح کیا وہ عورت راضی نہیں تھی ایک ماہ کے اندر چلی آئی اب اسکا نکاح اور جگہ کیا جائے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- وہ نکاح حرام محض ہوا پھر اگر زید نے اوس سے صحبت نہ کی تو وفات شوہر سے چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کر سکتی ہے اور اگر زید صحبت کر چکا تو اون پر فرض ہے کہ جدا ہو جائیں اور عورت تین حیض کا انتظار کرے اگر یہ تین حیض اوسی چار مہینے دس دن کے اندر گزر جائیں تو چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کر لے اور ابھی تین حیض اس جدائی کے بعد نگزریں تو اتنا انتظار اس جدائی کے بعد اور کرے کہ تین حیض پورے ہو جائیں اوسوقت دوسرے سے نکاح کرے درمختار میں ہے اذا وطئت المعتدۃ بشبھۃ وجبت عدۃ اخری وتدا خلتا وعلیھا ان تتم العدۃ الثانیۃ ان تمت الاولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از موضع بستوڑ تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ فدا حسین صاحب۔ ۲۹ رمضان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عبدالرحمٰن نے مبلغ دوسو روپے مجھ سے لیکر بخوشی استعفا دیدیا اپنی بی بی کو اب اس میں نکاح ابھی ہو سکتا ہے یا نہیں یا بعد عدت عورت کے۔ تین سال سے بیوی اپنی ماں کے مکان پر تھی اس اثنا میں خاوند استعفا دے گیا۔

الجواب :- جب تک عدت نہ گزرے نکاح تو نکاح نکاح کا پیام دینا حرام قطعی ہے۔ اور وہ روپیہ کہ دیا رشوت تھا دینا لینا دونوں حرام تھا۔ عبدالرحمٰن پر لازم ہے کہ وہ روپیہ فدا حسین کو واپس دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از قصبہ کپسرالوربن ڈاکخانہ رسولپور ضلع رائے بریلی مسئولہ عبدالوہاب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کہ اسکے شوہر نے عرصہ چار برس سے اسکو اپنے گھر سے نکالدیا ہے اور طلاق نہیں دی اس اثنا میں وہ زنا سے حاملہ ہو چکی ہے اب اس کا شوہر انتقال کر گیا ہے مگر عدت پوری نہیں ہوئی ایسی حالت میں جبکہ وہ زنا کی مرتکب ہوئی ہے عدت کے اندر نکاح جائز ہو یا نہیں

الجواب :- عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے اور جب یہ حمل حیات شوہر سے ہے شرعاً شوہر کا ہے اور جب تک وضع نہ ہو عدت ہی میں ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاہر الحجر وقال تعالیٰ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ۷ رشعبان ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اور عمرو نے اوسکے دوسرے دن یا اوسی دن ہندہ سے نکاح کرلیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب :- بیان سائل سے ظاہر ہوا کہ شوہر اوّل اس عورت سے خلوت کر چکا تھا کئی سال کے بعد طلاق دی اور عورت کو حمل نہ تھا پس یہ نکاح کہ قبل گزرنے عدت کے دوسرے شخص سے ہوا اصلاً صحیح نہیں دونوں پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں قال اللہ تعالیٰ والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مثلاً زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی اوسی نے بعد منقضی ہونے ایک ماہ یا دو ماہ کے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا یہ نکاح کہ بدون انقضائے عدت کے شخص اجنب سے ہوا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ہندہ کو اس شخص سے دعوے مہر اور وراثت جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب :- سائل مظہر کہ ہندہ معتدات بالحیض سے ہے پس صورت مستفسرہ میں اگر وہ نکاح ایک مہینہ بعد ہوا تھا تو بیشک فاسد کہ اسقدر مدت میں مضی عدت معقول نہیں ہندہ ترکہ کی مستحق نہیں اور مہر مسمی و مہر مثل سے جو کم ہوگا وسقدر پائیگی اور اگر مہر مسمی کچھ نہ تھا یا مجہول ہوگیا تو پورا مہر مثل لازم آئیگا فی الدرالمختار و یجب مھرالمثل فی نکاح فاسد بالوطی لا بغیرہ ولم یزد علے المسمی لرضاھا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مھرالمثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او جھل لزم بالغا ما بلغ انتھے ملخصا وفیہ ایضا یستحق الارث برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا انتھے ملتقطا اور جو بعد گزرنے دو مہینے یعنی ساٹھ دن کے ہوا اور ہندہ دعوےٰ کرے کہ تین حیض کامل اوسوقت تک گزر چکے اور عدت منقضی ہوگئی تھی تو قول ہندہ بقسم معتبر ہوگا اگر ورثہ زوج ثانی اس کا خلاف گواہوں سے

ثابت کر دیں گے تو حکم اس صورت کا بھی مثل صورت اولیٰ کے ہے ورنہ جب ہندہ مضی عدت بحلف بیان کر دیگی تو میراث و مہر دونوں پائیگی فی الدر المختار قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتملہ المدۃ لا لان الامین انما یصدق فیما لایخالفہ الظاہر ثم لو بالشہور فالمقدر المذکور ولو بالحیض فاقلہا للحرۃ ستون یوما واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از شہر کہنہ مسئولہ نبھے ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو طلاق دی بعد طلاق تین یا چار یوم اوس کا نکاح اور جگہ ہو گیا اور ایک یا ڈیڑھ سال تک وہاں رہی بعد کو خاوند نے اوسکو نکال دیا اوس عورت نے تیسری جگہ نکاح کیا اب یہ دریافت کرنا ہے کہ اوس عورت کا دوسرا نکاح جو بعد طلاق بعد چھ چار یوم ہوا آیا جائز تھا یا ناجائز اور تیسرا نکاح بھی اسی طرح جائز ہوا یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- سائل بیان کرتا ہے کہ عورت پہلے خاوند کے پاس رخصت ہو کر رہ چکی تھی اوسکے بعد طلاق ہوئی اور طلاق کے بعد دوسرے نکاح سے پہلے عورت کے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا طلاق کے تین چار ہی دن بعد عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اس شخص کو بھی یہ سب حال معلوم تھا کہ ابھی طلاق کو تین ہی چار دن ہوئے پس اس صورت میں عورت کا یہ دوسرا نکاح حسب اختیار بحر الرائق محض زنا ہوا یہاں اوسکی لڑکی بھی پیدا ہوئی اس دوسرے شخص نے نکالدیا اور عورت نے تین چار ہی دن کے بعد تیسرے شخص سے نکاح کر لیا یہ تیسرا نکاح صحیح و جائز ہوا کہ اب پہلے نکاح کی عدت گزر چکی تھی اور دوسرا نکاح نکاح ہی نہ تھا زرا زنا تھا اور زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہ اوسکے لیے عدت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی زوجہ کو اپنی ماں کہا اور ایک سال تک اوسی زوجہ سے اسطور پر مفارقت رکھی کہ زوجہ کو اوسکے والدین کے گھر بھیجدیا جب ایک سال گزر گیا تب زید نے بالفاظ صریح اپنی زوجہ کو طلاق دیدی زوجہ نے بعد گزرنے ایک ہفتہ کے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا پس یہ نکاح قبل انقضائے عدت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اوس سے طلاق نہیں ہوتی کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ثم العلامۃ الشامی فی ردالمحتار وقد قال تعالیٰ وانہم لیقولون منکرا من القول وزورا وفی الحدیث اختک ھی فکرہ ذلک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یزد علیہ شیئا تو جس روز سے طلاق دی اوس دن سے مطلقہ ہوئی اور پیش از انقضائے عدت

نکاح قطعاً ناجائز حرام ہوا اون پر جدا ہو جانا فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ رفیع الدین صاحب مختار ۲۵ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندبی بی کا نکاح بعمر گیارہ برس پیرخاں کے ساتھ ہوا چاندبی بعد نکاح حسب دستور اپنے شوہر کے گھر آئی ایک دو روز رہکر ماں باپ کے گھر واپس گئی بعد نکاح کے تین برس بعد بیوہ ہوگئی مسماۃ مذکور کا نکاح ثانی عطا خاں کے ساتھ جسکی عمر چھ برس کی تھی بعد فاتحہ چالیسویں کے کردیا انتظار گزرنے عدت کا نہ کیا گیا وقت نکاح ثانی چاندبی بی تخمیناً ۱۳-۱۴ برس کی ہوگی اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ بلا انتظار گزرنے عدت کے یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں؛ و در بیوہ کے بھائی اور ماں زندہ ہیں تو کس کی اجازت درکار ہے۔

الجواب :- جو عورت آزاد کسی عقد صحیح سے کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور موت شوہر تک وہ نکاح اپنی صحت پر باقی رہے کوئی فساد اوس میں عارض نہ ہوا اور موت شوہر کے وقت عورت کو کسی طرح کا حمل ہونا ثابت نہ ہو تو عورت پر ہر حال میں خواہ مسلمہ ہو یا کتابیہ بالغہ ہو یا صغیرہ شوہر بالغ تھا یا صبی خلوت و رخصت ہوئی ہو یا نہیں بہر صورت چار مہینے دس دن کا انتظار لازم ہوتا ہے اس مدت کے گزرنے سے پہلے اوسکا نکاح حرام ناجائز ہے فی الدر المختار العدۃ (للموت اربعۃ اشہر وعشر) بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت (مطلقا) وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل (ولو) کان زوجہا المیت (صغیرا) غیر مراھق اھ ملتقطا سائل مظہر کہ چاندبی بی کا یہ دوسرا نکاح شوہر متوفی کے باپ نے اپنے بیٹے کی موت سے اکتالیسویں بیالیسویں دن اپنے دوسرے بیٹے صغیر السن کے ساتھ کردیا تو یہ نکاح از آنجا کہ دیدہ دانستہ عدت کے اندر کیا گیا محض باطل ہوا جسے نکاح ہی نہیں کہہ سکتے کما ذکرہ فی البحر وعنہ فی رد المحتار چار مہینے دس دن موت شوہر سے گزرنے کے بعد چاندبی بی اگر بالغہ ہو تو اوسے خود ورنہ اوسکے ولی کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کردے چاندبی بی کے اگر باپ دادا نہیں تو اوسکا جوان بھائی حقیقی ولی نکاح ہے اوسکے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں والمسائل ظاہرۃ وفی الکتب دائرۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از احمد آباد متصل مسجد کانچ محلہ جمالپور مرسلہ مولنا عبد الرحیم صاحب ۳ صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تاریخ ۱۰ شعبان ۱۳۲۵ھ کو طلاق دی اور وہ عورت مدخولہ بہا تھی اور زوج ثانی نے اوسی شعبان کی تاریخ ۲۹ کو نکاح کیا اور اوس نے اپنی زوجہ کو اپنے مکان میں ۱۱-۱۲ دن رکھ کر اوس سے صحبت کی اس عرصہ میں اوسکو حمل رہ گیا اب علماء نے اوسکو فتوی دیا کہ نکاح عدت کے اندر ہوا ہے اسلیے فاسد ہوا اب اوسنے شوال کی تاریخ ۲۴ یا ۲۵ کو پھر دوبارہ

اوسی عورت سے نکاح کیا اب یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں شق ثانی میں زوج شرعاً کیا کرے۔ بینوا توجروا بیاناً شافیا

الجواب: اگر عورت وقت طلاق حاملہ تھی اور ۲۹ شعبان کو جو زوج ثانی نے نکاح کیا اوس سے پہلے وضع حمل ہو چکا تھا تو وہ نکاح صحیح ہوا اور عدت کے بعد ہی ہوا دوبارہ نکاح کی حاجت نہ تھی اور اگر عورت کا وقت طلاق حاملہ ہونا ثابت نہ تھا تو یہ دونوں نکاح کہ شخص دوم نے کیے ناجائز و باطل ہیں کہ دونوں عدت کے اندر واقع ہوئے پہلے کا عدت میں ہونا تو ظاہر کہ ۱۹ دن میں تین حیض نہیں گزر سکتے اور دوسرے کا یوں جب زن مطلقہ عدت کے اندر حاملہ ہو جائے تو اب اوسکی عدت اس حمل کے وضع تک ہو جاتی ہے پس اوسپر فرض ہے کہ عورت کو فوراً الگ کردے۔ اور یہ حمل جواب ظاہر ہوا ہے اسکے وضع کا انتظار کرے بعد وضع اوس سے نکاح کرسکتا ہے فی ردالمحتار عن الدر الفائق عن المبتغی اعلم ان المعتدۃ لو حملت فی عدتھا ذکر الکرخی ان عدتھا وضع الحمل ولم یفصل والذی ذکرہ محمد ان ھذا فی عدۃ الطلاق اما فی عدۃ الوفاۃ فلا یتغیر بالحمل وھو الصحیح اھ اقول ووجہہ ظاھر ان عدۃ الوفات بالاشھر والطلاق بالحیض والحیض یرتفع بالحبل فافھم واللہ تعالٰی اعلم

باب الحداد (سوگ)

مسئلہ: مسئولہ محمد عنایت اللہ ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

حضرت مولوی تسلیم عرض۔ وہ لڑکی کہ بیوہ ہوگئی ہے میں اوسے شاہجہانپور لے جانا چاہتا ہوں ہمیں کیا حکم ہے اور ایام عدت وفات میں عورت بضرورت بھی دوسرے مکان یا دوسری جگہ میں جاسکتی ہے یا نہیں۔ والسلام محمد عنایت اللہ

الجواب: تاختم عدت عورت پر اوسی مکان میں رہنا واجب ہے شاہجہانپور خواہ کسی جگہ لیجانا جائز نہیں ہاں جسکے پاس کھانے پہننے کو نہیں اور اوسے ان چیزوں کی تحصیل میں باہر نکلنے کی ضرورت ہے کہ بغیر اسکے خورد و نوش کا سامان گھر میں بیٹھے بغیر نہیں کرسکتی وہ صبح و شام باہر نکلے اور شب اوسی مکان میں بسر کرے دوسرے مکان میں چلا جانا ہرگز جائز نہیں مگر یہ مکان اس کا نہ تھا مالکان مکان نے جبراً نکالدیا یا کرایہ پر رہتی تھی اب کرایہ دینے کی طاقت نہیں یا مکان گر پڑا یا گرنے کو ہے یا اور کسی طرح اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے غرض اسی طرح کی ضرورتیں تو وہاں سے نکل کر جو مکان اس کے مکان سے قریب تر ہو

اوس میں چلی جائے ورنہ ہرگز نہیں درمختار میں ہے معتدۃ موت تخرج فی الجدید این وتبیت اکثر اللیل فی منزلھا لان نفقتھا علیھا فتحتاج للخروج حتی لوکان عندھا کفایتھا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لھا الخروج فتح اھ **اقول** فکذا اذا قدرت علی الکسب فی البیت من دون خروج فان المبیح ھی الضرورۃ فحینئذ لاضرورۃ فلا اباحۃ وھذا واضح جدا اوسی میں ہے وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا او لا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از بریلی محلہ شاہ آباد متصل چاہ کنکر مسئولہ سید منصور علی صاحب ۱۵ ارشوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت جس کا خاوند مرگیا وہ گھر ایام عدت میں اپنے کسی استحقاق وراثت کے استحکام کے واسطے باہر گھر سے جاسکتی ہے یا نہیں اور اگر باہر جائے تو کسقدر عرصہ تک اور اوسکے باہر جانے سے اوسکے کسی حقوق میں فرق تو نہ آویگا۔ بینوا توجروا

الجواب :- سائل نے ظاہر کیا کہ عورت مسکینہ ہے پانچ روپے کی ایک معاش کہ اوسکے شوہر نے اوسے لکھدی تھی صرف وہی پاس رکھتی ہے اور اہلکار کچہری کو کمیشن دے کر بلانے کی استطاعت اصلا نہیں اور اگر نہ جائے تو وہ جائداد اوسکے نام نہ ہوگی اور وہ جگہ جہاں جانا چاہتی ہے اوسکے مکان عدت سے صرف چھ میل دور ہے دن ہی دن میں جانا اور مکان میں واپس آنا ہو جائیگا رات یہیں آکر بسر کریگی اگر بات یونہیں ہے تو صورت مذکورہ میں اوسے جانا اور دن کے دن واپس آکر رات مکان عدت ہی میں بسر کرنے کی اجازت ہے درمختار میں ہے معتدۃ موت تخرج فی الجدید این وتبیت اکثر اللیل فی منزلھا لان نفقتھا علیھا فتحتاج للخروج حتی لوکان عندھا کفایتھا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لھا الخروج فتح وجوز فی القنیۃ خروجھا لاصلاح لا بدلھا منہ کزراعۃ ولا وکیل لھا ردالمحتار میں ہے قال فی النھر ولا بدان یقید ذلک بان تبیت فی بیت زوجھا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از شہر کہنہ روہیلی ٹولہ بریلی مسئولہ مسیت خاں ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید فوت ہوا اوسکی زوجہ کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی اور نہ کوئی شخص ورثا ومتعلقین متوفی سے اوس کے نان ونفقہ کا متکفل ہو بلکہ اشخاص مذکور کی جانب سے چور شارب الخمر تارک الصلاۃ قمار باز ہیں ونیز دیگر امور خلاف شریعت کے مرتکب رہتے ہیں نسبت مسماۃ مذکورہ کے انعدام عصمت واتلاف مال ودیگر قسم کے فسادات کا اندیشہ کامل وقوی ہے ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کو مکان مسکونہ اپنا چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پر ایام گزاری

عدت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ عدّت موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا خود اپنے پاس سے کھائے پاس نہ ہو تو دن کو محنت و مزدوری کے لیے باہر جاسکتی ہے چار مہینے دس دن وہیں گزارنا فرض ہے اللہ عزوجل کے ادائے فرض میں حیلے نہ کیے جائیں واللہ یعلم المفسد من المصلح اگر اندیشہ واقعی وصحیح ہے بذریعہ حکومت بند وبست کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از پرانا شہر روہیلی ٹولہ بریلی۔ مرسلہ احمداللہ خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ قوم حجام سے ہے اور ہمیشہ سے بوجہ پیشہ حجامی باہر نکلتی ہے ایسی صورت میں اوسکو بایام عدت دن میں اور شب میں باہر نکلنا جائز ہے یانہیں اور قیام شب دوسرے مکان پر کرسکتی ہے یانہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہ عدت موت کی ہے پس اگر عورت کے پاس اتنا ہے کہ چار ماہ دس دن گھر بیٹھکر کھائے جب تو اوسے نکلنا بالکل جائز نہیں ورنہ جتنے دنوں کھانے کا سامان پاس رکھتی ہے اوتنے دنوں اوسے گھر بیٹھ کر کھانا لازم اور پھر نکلنا جائز رات اپنے گھر گزارے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از شہر بریلی۔ ۳۰ رمضان ۱۳۳۱ھ۔

زید فوت ہوا ایک زوجہ حاملہ اور ایک لڑکا اور دو لڑکیاں نابالغ چھوڑیں وہ ایک غریب آدمی تھا جس کے مکان بھی رہنے کو نہ تھا کرایہ کا مکان تھا مکان والے کا دو مہینہ کا کرایہ چاہیے وہ کہتا ہے کہ کرایہ دو یا مکان خالی کرد زوجہ زید کے پاس نہ کھانے پینے کو کچھ ہے اور نہ کرایہ مکان ادا کرنے کو ایسی حالت میں اندر میعاد عدت کے وہ مکان جس میں زید فوت ہوا چھوڑ کر اپنی ماں کے گھر جاسکتی ہے یانہیں۔

الجواب:۔ جہاں سے ممکن ہو کرایہ ادا کرے اور عدّت کے دن وہیں گزارے امرت بہا السائلۃ وھی ام المتوفی عنہا زوجہا فرضیت فعلمت انہا قادرۃ وانما ذلک احتیال للانتقال وکم جرینا مثل ذلک ردالمحتار میں ہے لوھی فی دار باجارۃ قادرۃ علی دفعہا فلیس لہا ان تخرج بل تدفع درمختار میں ہے تعتد معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالہا او لاتجد کراء البیت وغیر ذلک من الضروریات فتخرج لاقرب موضع الیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:۔ یہ چند مسائل محمد میر خاں صاحب پیلی بھیت کو ارسال فرمائے گئے بتاریخ ۴ شعبان المعظم

عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں ہر قسم کا گہنا یہانتک کہ انگوٹھی چھلّا بھی۔ مہندی۔ سرمہ۔ عطر۔ ریشمی کپڑا ہار پھول۔ بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو۔ سر میں کنگھی کرنا اور اگر مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سلجھالے پٹی نہ جھکالے۔ پھلیل۔ میٹھا تیل۔ کسم۔ کیسر کے رنگے کپڑے۔ یوہیں ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑیا گیرو کا۔ چوڑیاں اگرچہ کانچ کی۔ غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔ چارپائی پر سونا۔ بچھونا سونے یا بیٹھنے میں بچھانا منع نہیں۔

مسئلہ:- از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی۔ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب۔ ۱۹ رشوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درمیان عدت کے عورت سے واسطے کرنے نکاح کے دریافت کرنا کیا ہے۔

الجواب:- عدت میں نکاح کا پیام دینا بھی حرام ہے اور اگر پیام نہیں مثلاً اوسکے گھر والے دریافت کریں کہ نکاح ثانی کا ارادہ ہے یا کیا تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از شہر متصل جامع مسجد پیارے میاں معرفت عنایت خاں۔ ۴ رمحرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ باہر تھی اور خبر انتقال شوہر سُنکر آئی اور ایک مکان میں قیام کیا جس میں بیٹھک ہے اور ایک دروازہ سدر ہے لہذا ایام عدت بیٹھک سے مکان میں جا سکتی ہیں یا نہیں۔

الجواب:- سائل نے بیان کیا کہ عورت گوالیار میں تھی اور وہاں سے آئی شوہر کا مکان گاؤں یہ ہاں نہ گئی بلکہ شہر میں ایک غیر شخص کے یہاں ٹھہری اوسکی بیٹھک اور زنانخانہ کا کیا پوچھنا اوسے سفر کرکے آنا حرام تھا اور غیر شخص کے یہاں ٹھہرنا حرام تھا بیٹھک ہو یا زنانخانہ اوسے حکم ہے کہ شوہر کے مکان میں عدت پوری کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:- ۱۳ رصفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مرگیا حالت نابالغی میں عمر ۱۴ یا ۱۵ کی تھی زوجہ اوس کی ہندہ ۱۳ سال کی۔ کوئی علامت بلوغیت کی نہ تھی بعد مرنے زید کے تین روز کے بعد زید کا باپ زید کی زوجہ کو اپنے مکان کو لیگیا موضع سوڑا میں اور وہاں لیجا کر ہندہ سے اسٹامپ لکھایا معافی مہر کا دو چار روز رہکر پھر اوسی مکان پر آگیا جہاں زید کا انتقال ہوا تھا وہ مکان زید کی نانی کا تھا اب زید کا باپ ہندہ کے باپ کو ہندہ کو دیکھنے نہیں دیتا کہتا ہے بعد عدت یا عدت کے اندر میں ہندہ کا نکاح اپنی رائے سے کردونگا اور ہندہ بیمار ہے جاڑا بخار آتا ہے ہندہ کے باپ کو صدمہ ہوتا ہے کہ میں اوسکا علاج کروں لیکن زید کا باپ نہیں بھیجتا نہ دیکھنے دے ہندہ کے کسی رشتہ دار کو نہیں دیکھنے دیتا ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ شریعت محمد صلی اللہ تعالٰی

علیہ وسلم میں بدلنے مکان کے وہی قید باقی رہی ہندہ کے ذمہ یا بدل گئی کیونکہ زید کا باپ ہندہ کو اس مکان سے اور مکان میں لیگیا دو چار روز رکھا اب ہندہ کا باپ چاہتا ہے کہ شریعت اجازت دے تو میں ہندہ کو اپنے مکان پر لے آؤں اسوجہ سے کہ ہندہ کو زید کے سامنے تکلیف پہنچا تا تھا اب تو اور بھی زیادہ تکلیف پہنچتی ہے ہندہ کو۔ لہذا اسوال کا جواب عنایت فرمایا جاوے زید کی ثانی کے مکان سے زید کے باپ کا مکان چار کوس ہے۔

الجواب:- عدت کے اندر اوسے دوسری جگہ لیجانا حرام تھا اور جبتک وہاں رکھا یہ بھی حرام ہوا مگر اس سے عدت جاتی نرہی موت سے چار مہینے دس دن تک شوہر ہی کے مکان پر رہنا پڑیگا اگر وہ نابالغہ ہے تو اوسکے معاف کیے سے بھر معاف نہیں ہوسکتا اور عدت کے اندر تو کوئی اوسکا نکاح نہیں کرسکتا جو کرے گا باطل محض ہوگا عدت کے بعد ہندہ کے باپ کو اوسکے نکاح کا اختیار ہے پدر زید کو کچھ اختیار نہیں اگر یہ کر دے گا پدر ہندہ کی اجازت پر موقوف رہیگا اگر وہ رد کردے فوراً رد ہوجائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- ۱۶ شوال ۱۳۱۶ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور وہ غیر شہر میں جس مکان میں اوسکا شوہر سکونت رکھتا تھا عدت میں ہے ـــــ لیکن بسبب نادانی اور غیر محرم کے وحشتناک ہوکر چاہتی ہے کہ والدین کے مکان میں جاکر رہوں۔ آیا اوسکو شرع اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اولاً یہاں شرعاً واقعی عذر سچی مجبوری دیکھی جاتی ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح خدا ہر ایک کا نہاں وعیاں سب جانتا ہے اگر ایام عدت تک وہاں رہنے میں کوئی خوف صحیح واندیشہ واقعی ہندہ کے مال یا جان یا ناموس پر نہیں۔ کوئی ضرر صحیح وہاں اتنے دن گزارنے میں نہیں یا ہے تو اوس کا علاج اوسے ممکن ہے مثلاً اوسکے بعض اعزہ محارم اوسکے پاس رہ سکتے ہیں یا قابل اعتماد عورات کو ساتھ کے لیے رکھ سکتی ہے اگرچہ اجرت دیکر تو اوسے ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی۔ خوف میں شاید اور عجب نہیں کا لحاظ نہیں بلکہ خوف صحیح منشاء صحیح سے ناشی ہونا چاہئے نہ اوس وحشت کا کچھ اعتبار جو کم عمری کا لازمہ ہے خصوصاً ایسے غم کی حالت میں جبتک وہ ایسی شدت پر نہ ہو جس سے نقصان صریح عقل وغیرہ پر پہنچنے کا خطرہ ہو۔ اور اگر واقعی حالت مجبوری ہے تو ثانیاً یہ دیکھا جائے گا کہ اس مکان سکونت سے قریب تر کون سا مکان ایسا ہے جسمیں وہ اندیشہ وخطرہ نہ ہو اگر اوسی شہر میں کوئی دوسرا مکان قابل اطمینان اپنے کسی عزیز کا ہو تو وہاں چلی جائے شہر سے باہر جانے کی اجازت نہیں بلکہ وہیں دو محلوں میں دو مکان قابل اطمینان ہوں ایک دور ایک پاس تو دور والے میں جانے کی اجازت نہیں اور اگر اس شہر میں نہو مگر دوسرے شہر میں بہ نسبت شہر والدین اوس شہر سکونت سے قریب تر ہے کوئی مکان قابل اطمینان ہے تو وہیں جائے ہاں اگر سب صورتیں متعذر ہوں تو البتہ بحالت ضرر صریح ومجبوری

محض اجازت ہے۔ درمختار میں ہے تعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولاتخرجان منہ الا ان تخرج اوینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالہ ولاتجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج۔ عالمگیریہ میں ہے: المعتدۃ اذا کانت فی منزل لیس معھا احد وھی لاتخاف من اللصوص ولا من الجیران ولکنھا تفزع من امر المیت ان لم یکن الخوف شدیدا لیس لھا ان تنتقل من ذلک الموضع وان کان الخوف شدیدا کان لھا ان تنتقل کذا فی فتاوی قاضی خاں۔ واللہ تعالٰی اعلم

باب النسب

مسئلہ: ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے ایک بیوہ عورت کو لاعلمی میں معتبر و نیکبخت جان کر اوسکے ساتھ نکاح کیا اور بعد پانچ ماہ کے اوس عورت کے بطن سے ایک لڑکی زندہ پورے دنوں کی سی یعنی اوس بچی کی کسی عضو میں کسی طرح فرق نہیں ہے پیدا ہوئی اور جملہ عورات و مرد گمان کرتے ہیں کہ ایسا بچہ نکاح کرنیکے بعد پانچ ماہ کا نہیں ہوسکتا بلکہ وہ حمل قیاسًا نکاح کرنے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے اور عورت کا یہ بیان ہے کہ یہ حمل خاص میرے شوہر کا ہے اور زید یعنی خاوند کو کوئی آثار بعد نکاح ڈیڑھ ماہ تک نہیں معلوم ہوئے جب اوس عورت نے بیان کیا تو معلوم ہوا اس صورت میں زید اوس عورت کو چھوڑ دے یا رہنے دے اور اگر اپنی بدنامی کا خیال کرکے چھوڑ دے تو دین مہر اوس عورت کا ذمہ زید واجب الادا ہے یا نہیں اور نکاح عورت سے رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: عورت جو دعوٰی کرتی ہے کہ یہ حمل اسی شوہر سے تھا اگر یوں کہتی ہو کہ اسکی پیدائش سے چھ مہینے پہلے نکاح ہوگیا تھا یا چھ مہینے سے زائد بتائے اور اسکے ساتھ قسم بھی کھائے تو اوس کا قول معتبر ہوگا اور یہ لڑکی اسی شوہر کی ٹھہریگی اور نکاح میں اصلاً خلل نہ آئے گا شوہر اسکی پیدائش اور عورت کے ساتھ اپنے نکاح میں چھ مہینے سے کم فاصلہ بتایا کرے اصلاً نہ سُنا جائے گا اگرچہ اپنے بیان پر گواہ بھی دیگا مسموع نہ ہونگے بلکہ یوں قرار دیں گے کہ خفیہ نکاح تو اوس عورت کا ہولیا تھا جس کا عورت دعوٰی کرتی ہے اور اوسکے بعد علانیہ نکاح آپس میں پھر کیا جسکا بیان شوہر اور اوسکے گواہ کرتے ہیں درمختار میں ہے لو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لھا وتحلف والولد ابنہ حملا لھا علی الصلاح اھ ملخصا

ردالمحتار میں ہے لاتسمع بینتہ ولابینۃ ورثتہ علی تاریخ نکاحھا بما یخالف قولہ لانھا شہادۃ علی النفی فلا تقبل والنسب یحتال لاثباتہ ما امکن والامکان ھھنا بسبق التزوج بھا سرا بمہر یسیر وجھرا باکثر سمعۃ وقد یقع ذلک کثیرا اس صورت میں اگر زید عورت کو چھوڑ دیگا تمام وکمال مہر جتنا بندھا تھا لازم آئے گا اور اگر عورت مدت مذکورہ بقسم بیان نہیں کرتی بلکہ اسی نکاح کے بعد جسے پیدائش دختر تک چھ مہینے نہ گزرے تھے حمل رہنا کہتی ہے یا پیش از نکاح حمل مانتی ہے یا کچھ نہیں کہتی صرف یونہی دعوی کیے جاتی ہے کہ یہ دختر اسی شوہر سے ہے تو اوسکا کہنا ہرگز مسموع نہ ہوگا اور یہ لڑکی اس شوہر سے ہرگز نہیں ٹھہر سکتی کہ بچہ چھ مہینے سے کم پیٹ میں نہیں رہ سکتا نہ شوہر اوّل کی ٹھہر سکتی ہے کہ حسب بیان سائل اوسکی موت کو چار برس سے زیادہ گزر چکے تھے جب لڑکی پیدا ہوئی اور کوئی بچہ دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہتا مگر لڑکی ولدالزنا بھی نہ کہی جائے گی صرف مجہول النسب کہیں گے یعنی باپ معلوم نہیں نہ یہ کہ زنا سے ہونا معلوم ہے کہ ممکن ہے کہ اس شوہر موجود سے پہلے بیوہ نے خفیہ کسی اور سے نکاح کیا ہو یہ حمل اوس سے رہا ہو یا کسی شخص نے دھوکے اور شبہہ سے اس عورت کے ساتھ ہمبستری کی ہو یہ لڑکی اوس جماع کی ہو ان دونوں صورتوں میں لڑکی ولدالزنا نہ ہوگی اور جب اس حمل کا زنا سے ہونا ثابت نہ ہوا تو عورت کا نکاح اس شوہر موجود سے فاسد ہوگیا ولا یکون باطلا کما یفیدہ کلام البدائع والبحر والھندیۃ ورد المحتار کما بیناہ علی ھامشہ من باب ثبوت النسب لاسیما ھھنا فان الزوج لم یکن عالما بحبلھا کما ذکرہ السائل فلا یاتی ھھنا کلام القنیۃ والمجتبی اب شوہر پر لازم ہے کہ عورت کو فورًا چھوڑ دے اس صورت میں اگر زید نے عورت سے صحبت یعنی خاص فرج میں جماع کیا تھا تو مہر مثل و مہر مسمی سے جو کم ہے وہ دینا آئے گا یعنی یہ دیکھیں گے کہ مہر بندھا کتنا تھا اور اس عورت کا مہر مثل کیا ہے ان دونوں میں جو کم ہے وہ دیا جائیگا ردالمحتار میں ہے فی الزیلعی وغیرہ لو ولدت المنکوحۃ لاقل من ستۃ اشھر مذ تزوجھا لم یثبت النسب لان العلوق سابق علی النکاح ویفسد النکاح لاحتمال انہ من زوج اخر بنکاح صحیح او بشبہۃ درمختار میں ہے یجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطء فی القبل لابغیرہ کالخلوۃ ولم یزد مھر المثل علی المسمی ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل اھ ملخصا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ: از چاٹگام ملک بنگالہ مرسلہ شیخ اصغر علی محلہ قطب دیا ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالی اندریں مسئلہ کہ زن دوشیزہ را کہ ہنوز بحبالہ نکاح کسے نیامدہ است فرزندے آمد زن میگوید کہ بخواب دیدم کہ مردے با من بہم شد و احتلام کردم و بار گرفتم ایں پسر از ان ست دریں صورت قولش مقبول شود یا نہ و پسر را ولدالزنا دانند یا چہ بینوا توجروا۔

الجواب: ہیچ سخنے بے معنی۔ ہیچ گونہ قابل پذیرائی نیست کہ بجماع خواب بارور شدن محال عادی ست ہمچنانکہ پسر بے پدر بوجود آمدن فی میزان الامام العارف الشعرانی ان الولد لایتخلق الامن ماء الرجل والمرأۃ معا وتخلق الولد من ماء واحد من خصائص عیسی علیہ الصلٰوۃ والسلام اگر امثال ایں دعاوی بگوش قبول آید در فتنۂ عظیمہ برروئے مسلمانان کشاید زنان بے قید ہرچہ خواہند کنند وہنگام مواخذہ ہمچو اکاذیب واضحہ چنگ زنند کما قال الامام الاجل سیدنا مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فیما ہو اظہر واقرب من ہذا اعنی نکاح الجنی الانسیۃ، انی اکرہ اذا وجدت امرأۃ حاملا قیل لہا من زوجک قالت من الجن فیکثر الفساد فی الاسلام بذلک رواہ ابو عثمٰن بن سعید بن العباس الرازی فی کتاب الالہام والوسوسۃ قال حدثنا مقاتل عن سعید بن داود الزبیدی فذکرہ وفیہ قصۃ اوردہ سیدی احمد الحموی فی الغمز اما آنکہ درہمچو صورت زن را زانیہ وپسر را زنا زادہ گویند باخیر روایت بدائع مفید اول ست فی الدر المختار لو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من الاقل منذ تزوجت ولاکثر منہما (ای من الحولین) منذ بانت لم یلزم الاول ولا الثانی والنکاح صحیح اھ ملتقطا قال الشامی صحیح ای عندہما وعند ابی یوسف فاسد لانہ اذا لم یثبت من الثانی کان من الزنا ونکاح الحامل من الزنا صحیح عندہما لاعندہ کذا فی البدائع ور وایت امام زیلعی وغیرہ مفید ثانی ست وہمیں است اظہر من حیث الدلیل وہمدریں ست احتیاط تجمیل در ہمچو امر جلیل چہ می رسد کہ زن پنہانی عقد زناشوئی باکسے بستہ یا بوطی شبہہ مبتلا گشتہ باشد حالا بوجہ حیا وتستر می پوشد سخنے باطل می کوشد آری مجہول النسب خوانندش یعنی پسرے کہ پدرش معلوم نیست ففی ردالمحتار فی الزیلعی وغیرہ لو ولدت المنکوحۃ لاقل من ستۃ اشہر منذ تزوجہا لم یثبت النسب لان العلوق سابق علی النکاح ولفسد النکاح لاحتمال انہ من زوج اٰخر بنکاح صحیح او بشبہۃ وپیش ازاں بعد نقل کلام بدائع فرمود تبعہ فی البحر ولم یظہر لی وجہہ لانہ اذا لم یثبت من واحد منہما علم انہ من غیرہما ولایلزم ان یکونا من الزنا لاحتمال کونہ بشبہۃ ولایصح النکاح اذا علم انہ من زنا ففی الزیلعی وغیرہ الی اٰخرہ فلیتأمل اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ: ۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مجیدن ساکنہ بدایوں کو عرصہ ۲۲ برس ہوا کہ اپنے گھر سے بھاگ کر خدا معلوم کہاں کہاں رہی بعد دو برس کے معلوم ہوا کہ نوکری آیا گیری کر لی چنانچہ وہاں کا قُل بھی رہا

اور دعوی ایک انگریز پر اوس حمل کا کیا پھر بریلی میں مسمی اسد علی خاں سے ملاقات کرلی اور اوس حمل کو اسد علی خاں کے یہاں وضع کیا بعد وضع کے ایک ماہ اور رہی اور پھر بچہ چھوڑ کر بھاگ گئی اور نوکری آیاگیری کرلی وہاں اسد علی خاں بھی پہنچے اور چند سال کے بعد وہیں انتقال کیا وہ عورت بعد انتقال اسد علی خاں کے آوارہ پھرتی اور کئی بچے پیدا ہو ہو کر مرگئے اون میں سے ایک لڑکا پندرہ برس کا اور ایک سال بھر کا موجود ہے جس مدت میں کہ اسد علی خاں سے ملاقات تھی پردہ میں ہرگز نہیں رہی اوسکے نکاح کا کوئی گواہ کامل نہیں۔ ممتن میاں بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب اسد علی خاں کو بہت غیرت دلائی تو کہا کہ میں نے نکاح کرلیا ہے۔ چندا میاں بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے ہوا تھا اوس کی عمر اوسوقت تیس برس کی ہے اور بوقت نکاح کی دس برس کی تھی کیونکہ اس واقعہ کو بیس برس پورے ہوگئے تو اونکی شہادت بوقت نابالغی کی ہے اور جو لڑکا کہ پندرہ یا سولہ برس کا ہے اوسکو اسد علی خاں کا بتاتے ہیں پس اس صورت میں استفسار ہے کہ یہ عورت بدایوں والے خاوند کے نکاح میں رہی یا نہیں اور ممتن میاں جو اسد علی خاں کے قول کو نقل کرتے ہیں یہ نقل کرنا قول کا شہادت عقد کا کام دے سکتا ہے یا نہیں اور چندا میاں شخص واحد نابالغ کی شہادت معتبر ہے یا نہیں اور وہ لڑکا جو اسد علی خاں کا بتاتے ہیں اون کا ہے یا نہیں ہاں زمانہ قرار نطفہ اونکی حیات کا زمانہ ہے اور در صورت ثبوت نکاح کے وہ لڑکا وارث ترکۂ اسد علی خاں کا ہے یا نہیں فقط بینوا بسند الکتاب توجروا فی یوم الحساب۔

الجواب:۔ صورت مستفسرہ میں مجیدن بدستور اپنے شوہر بدایونی کے نکاح میں ہے کہ آوارگی و بدکارگی مزیل نکاح نہیں لحدیث ابی داؤد والنسائی قال انی احبھا قال فامسکھا وفی الدر المختار عن القنیۃ لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ اور شہادت مذکورہ ناکافی ہے کہ نکاح میں جب ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعاً موجب رد شہادت ہے فی الخانیۃ ثم الھندیۃ لوکان المشھود بہ قولا لایتم الا بفعل کالنکاح واختلف الشھود فی المکان والزمان او فی الانشاء والاقرار لاتقبل شہادتھم اھ وفی جامع الفصولین لواختلف الشاھدان بان شھد احدھما علی الانشاء والاٰخر علی اقرارہ فی فعل کجنایۃ اوقول ملحق بالفعل کنکاح یمنع قبول الشھادۃ اھ ملخصا وفیہ من الفصل ۱۱ من اختلاف الدعوی والشھادۃ لوشھد احدھما بنکاح والاٰخر باقرارہ لایقبل کالغصب پس جبکہ شوہر کا فراش صحیح ثابت اور اسد علی خاں کے نکاح کا اصلا ثبوت نہیں (کہ برتقدیر تزوج بحالت ناواقفی از نکاح غیر فراش فاسد حقیقی ٹھہر کر فراش صحیح حکمی پر بربنائے روایت مفتی بہا ماخوذ للامام الثانی مرجح رہی کما حققہ فی الدر المختار واوضحہ فی ردالمحتار) تو بحکم حدیث صحیح متواتر الولد للفراش وللعاھر الحجر وہ لڑکا شرعاً اوسی بدایونی کا قرار پائیگا مالم ینتف بلعان اسد علیخاں سے

کوئی علاقہ نہیں رکھتا کہ اوس کا وارث ہو سکے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت بعد وفات اپنے شوہر کے کس قدر ایام تک نکاح کرنے سے ممنوع ہے اگر درمیان عدت کے عورت مذکور کے ساتھ کوئی شخص نکاح کرلے تو وہ نکاح صحیح ہے یا نہیں اور اولاد جو نکاح مذکور کے بعد پیدا ہوگی وہ صحیح النسب سمجھی جائیگی یا کیسے بینوا مع حوالۃ الکتاب

الجواب:۔ اگر حاملہ ہے تو وضع حمل تک ورنہ چار مہینے دس دن تک نکاح نہیں کرسکتی کما ھو منصوص فی القرآن العظیم عدت کے اندر نکاح مطلقاً ناجائز ہے مگر اگر شوہر کو معلوم نہ تھا کہ دوسرے کی عدت میں ہے نادانستگی میں نکاح کرلیا تو اولاد صحیح النسب سمجھی جائے گی۔ اور دانستہ اس حرام خالص کا مرتکب ہوا تو قنیہ ومجتبیٰ وبحرالرائق وغیرہا کا مقتضی یہ ہے کہ اولاد ولدالزنا ہو ردالمحتار میں ہے فی البحر عن المجتبیٰ ان نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ الدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انھا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا ولھذا یجب الحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا کما فی الفنیۃ وغیرھا مگر تحقیق یہ ہے کہ اس صورت میں حتی الامکان اولاد شوہر اول کی ٹھہریگی جبکہ اوسکی موت سے دو برس کے اندر ہوئی ہو اور اگر دو برس کے بعد ہوئی تو شوہر ثانی کی قرار دینگے جبکہ نکاح ووطی سے چھ مہینے بعد ہوئی ہو اور اگر اول کی موت کو دو سال کامل ہوچکے تھے اور دوسرے کے نکاح ووطی کو ابھی چھ مہینے نہ ہوئے تو اوسے مجہول النسب کہیں گے فی البحر عن البدائع لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدھا للاول ان امکن اثباتہ منہ بان تلد لاقل من سنتین منذ طلق اومات ردالمحتار میں ہے اما اذا لم یکن بان جاءت بہ لاکثر من سنتین منذ بانت ولستۃ اشھر منذ تزوجت فھو للثانی کما فی البحر عن البدائع واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق بائن دی جو اوسکے پاس بعد نکاح کے پندرہ روز رہی تھی مگر مرد نے خلوت ساتھ اوسکے نہیں کی دو اشخاص درمیانوں نے کہ جو پورے طور پر اس حال سے واقف تھے اوسی روز رشوت لے کر دوسرے شخص سے نکاح اوس عورت کا کرادیا بعد ایک سال کے اوس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا اوسوقت خاوند کو معلوم ہوا کہ ایام عدت پورے ہونے سے پہلے نکاح ہوگیا تھا اب وہ لوگ جنہوں نے اوس شخص کا نکاح دھوکے سے کرادیا تھا کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں عورت کا از روئے شرع شریف کے نکاح جائز ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کیا حکم کرانے والوں کے واسطے معہ زوجہ وزوج کے اور اوس لڑکے کے واسطے آیا حرام ہے یا نہیں فقط بینوا توجروا۔

الجواب :- خلوت کے معنی یہ ہیں کہ مرد وعورت دونوں تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر اکٹھے ایسے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔ اگر خلوت بایں معنی ان مرد وزن میں نہ ہوئی تھی کہ مرد نے طلاق دیدی تو عورت پر اصلاً عدت لازم نہ ہوئی اوسی وقت اوس سے نکاح کرلینا جائز تھا اس تقدیر پر دوسرا نکاح کہ اس عورت نے کیا جائز ہوا اور اولاد ولد الحلال ہے ہاں اگر ایسی خلوت ہوگئی تھی اور پھر طلاق ہوئی اور عورت نے عدت نہ کی تو نکاح ثانی حرام قطعی ہوا اور جتنے لوگ اس سے واقف ہوکر نکاح ثانی میں شریک یا ساعی ہوئے سب حرام عظیم میں مبتلا ہوے۔ شوہر دوم کو اگر اطلاع نہ تھی کہ یہ عورت مطلقہ ہے اور ہنوز عدت نہیں گذری ہے بلکہ بعد ولادت پسر اطلاع ہوئی جیسا کہ بیان سائل ہے جب تو یہ بچہ بلاشبہ ولد الزنا نہیں اور اگر وہ بھی آگاہ تھا اور دانستہ اس امر کا مرتکب ہوا تو بھی بچہ حرامی نہیں فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں شوہر ثانی کا بچہ قرار پائے گا اور دوسری صورت میں شوہر اول کا درمختار میں ہے تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین منذ بانت ولنصف حول منذ تزوجت ففی البدائع انہ للثانی معللا بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا حتی لو علما بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدہا للاول اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- ۲۷ رجادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو یہ کہکر نکال دیا کہ عورت خراب اور بدکار ہے پس وہ عورت مذکورہ ایک مدت آوارہ طور پر پھراکی اب زید نے اوس عورت کو اپنے مکان میں لاکر رکھ لیا۔ داخل ہونے مکان میں کے تین ماہ بعد دختر پیدا ہوئی اس صورت میں اول تو یہ زید کا نکاح نکاح رہا یا نہیں دوسرے یہ کہ وہ لڑکی زید کی قرار دیجائیگی یا حرام کی مگر ایام آوارگی میں کبھی زید کے پاس نہیں آئی اور اب زید نے جو اس عورت کو پھر رکھا ہے نکاح کرے یا نہیں اور زید عورت کے نکال دینے پر اور پھر رکھ لینے پر از روئے شرع شریف مستوجب کسی سزا کا ہے۔

الجواب :- صرف نکال دینے سے زید کے نکاح میں کچھ فرق نہ آیا لڑکی زید ہی کی قرار پائے گی اگرچہ ایام آوارگی میں یہ عورت کبھی زید کے پاس نہ آتی اور مکان میں واپس آتے ہی اوسی دن لڑکی پیدا ہوجاتی قال رسول اللہ الولد للفراش وللعاھر الحجر زید کو دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں پھر رکھ لینے میں اوسپر کوئی الزام نہیں ہاں نکال دینا اگر بلاوجہ شرعی تھا تو گنہگار ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا دادی اور والدہ سیدانی اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جسکے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اوسکی ماں اور دادی سب سیدانیاں ہوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے من ادعی الی غیر ابیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ یوم القیٰمۃ صرفا ولاعدلا ھذا مختصرا۔ جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اوسپر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوسکا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔ بخاری ومسلم وابو داؤد وترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اور اون کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر اون کی جو خاص اولاد ہے اون میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اسلیے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ بنات فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ نواب پورہ۔ مرسلہ نیاز اللہ خاں۔ ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

حضور لامع النور عالم ظاہر وباطن ومعقول ومنقول جناب فیضمآب مفتی محمد احمد رضا خانصاحب ام فیوضہم عالیجاہا عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک پھر اوسی کی زندگی میں اوسکی بیٹی سے بھی حرام کیا یہانتک کہ دس برس تک اوسے گھر میں ڈال کر پردہ میں رکھکر حرام کرتا رہا چار بچے پیدا ہوے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا وہ پرورش پاگئے اور یہ عورت منکوحہ جسکی یہ اولاد حرامی موجود ہے دوسرے شخص کی منکوحہ تھی اوسکے پاس سے بھاگ کر زانی کے پاس رہنے لگی خاوند اوسکو لینے نہ آیا خلق بیان کرتی ہے کہ خاوند نے اس فعل کو دیکھ کر برادری کے سبب سے طلاق دیدی واللہ اعلم بالصواب والغیب عند اللہ اب وہ شخص زنا سے توبہ کرکے نکاح میں لانا چاہتا ہے آیا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں اور درصورت نہ جائز ہونے نکاح کے وہ عورت مع اون بچوں کے نکال دی جائیگی یا بچے اوس سے وہ شخص پرورش کرنے کے لیے لیگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مستفسرہ میں اگر شوہر نے اوسے طلاق بھی دی ہوتا ہم اس زانی سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ یہ جب اوسکی ماں سے زنا کرچکا بیٹی ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوگئی فی الدر المختار حرم اصل مزنیۃ وممسوستہ بشہوۃ والمنظور الی فرجہا الداخل وفروعھن اھ ملخصا اور جب کہ معلوم ہے کہ اس زانی نے ابتک اوس سے نکاح نہ کیا تھا اب زنا سے توبہ کرکے نکاح کرنا چاہتا ہے توبہ

بچے اس شخص کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے بلکہ اگر شوہر نے طلاق نہ دی یا طلاق سے پہلے یا اوسکے بعد چھ مہینے کے اندر تک یہ اولادیں پیدا ہوئیں تو سب شوہر ہی کی قرار پائینگی اور زانی کے لیے پتھر قال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر اور طلاق سے چھ مہینے یا زائد کے رجعی تھی اور بچہ اوسوقت ہوا کہ عورت نے ہنوز عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا تھا یا اقرار ایسے وقت کیا تھا کہ اتنی مدت میں عدت کا گزر جانا محتمل نہیں یعنی امام کے نزدیک طلاق کو دو مہینے اور صاحبین کے نزدیک اونتالیس ۳۹ دن نگزرے تھے یا اقرار کے وقت تو گزرنا محتمل تھا مگر بعد کو اوس کا کذب ظاہر ہوا کہ جو وقت اوسنے انقضائے عدت کا بتایا تھا اوس سے چھ مہینے کے اندر بچہ ہوا تو ان صورتوں میں پہلا بچہ جو بعد طلاق ہوا ہے علی الاطلاق شوہر ہی کا ٹھہریگا اگرچہ طلاق سے بیس برس بعد پیدا ہوا کہ طہر کے لیے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں ممکن ہے کہ تین حیض تیس برس میں آئیں تو انقضائے عدت نہ فی نفسہ ثابت ہوا نہ عورت کے اقرار مقبول سے لاجرم اس کا پیٹ میں رہنا ایام نکاح میں تھا یا زمانۂ عدت میں ہر طرح نسب ثابت ہے کہ طلاق رجعی میں شوہر جب عدت کے اندر وطی کرے تو وہ حرام نہیں ہوتی بلکہ رجعت ہوجاتی ہے ولہذا عدت ہی میں حمل رہنا ثابت نہ ہوا بلکہ محتمل کہ طلاق سے پہلے کا ہو تو اوس کی ولادت مثبت رجعت نہ ہوگی بلکہ مثبت انقضائے عدت ہوگی کہ وضع حمل کے بعد بقائے عدت کے کوئی معنی نہیں اس صورت میں اور بچے جو اسی کی ولادت کے چھ مہینے یا زائد کے بعد پیدا ہوے شوہر کے نہیں ٹھہر سکتے کہ ان کا پیٹ میں رہنا نہ ایام نکاح میں ہوا نہ زمانۂ عدت میں ہاں اگر دوسرا بچہ اوس سے پہلے کی پیدائش سے چھ مہینے کے اندر ہوگیا تو یہ بھی شوہر کا قرار پائیگا کہ چھ مہینے سے کم میں دوسرے حمل کا بچہ نہیں ہوسکتا لاجرم یہ اسی کے ساتھ تھا اور اگر طلاق بائن تھی اگرچہ مغلظہ ہوا اور عورت اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور اوس نے ہنوز انقضائے عدت کا اقرار مقبول بمعنی مذکور کیا تھا کہ طلاق سے دو برس کے اندر بچہ ہوا تو بھی شوہر کا ٹھہریگا کہ اس کا پیٹ میں رہنا ایام نکاح میں محتمل ہے اور دو برس کے بعد ہوا تو اب حمل زمانۂ نکاح کا تو یقیناً نہ تھا نہ ایام عدت کا ٹھہرا سکتے ہیں کہ بے نکاح جدید عدت بائن میں قربت حرام ہے اس صورت میں ناچار شوہر کا نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ اپنا ٹھہرالے اور اقرار کردے کہ یہ میرا بچہ ہے اگرچہ عورت کہتی ہے کہ اسکا نہیں یا بعد طلاق دو برس کے اندر ایک بچہ ہولیا تھا یہ دوسرا اوس سے چھ مہینے کے اندر ہوگیا تو بوجہ سابق اسے بھی شوہر کا ٹھہرادیں گے۔ بالجملہ اتنی صورتیں ہیں جن میں یہ بچے کل یا بعض شوہر ہی کے ٹھہریں گے اور ثابت النسب ہونگے اور اونھیں ولدالزنا کہنا ناجائز ہوگا اور اگر بالفرض ان صورتوں سے کوئی شکل نہ پائی جائے تو غایت یہ کہ شوہر کے نہ ٹھہریں ولدالزنا یا مجہول النسب ہوں بہرحال زانی کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے نہ اوسے اونپر کوئی استحقاق و دعوی تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے یثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین

[illegible] ۲ / ۹۹۹ ۴

سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرھا وعلوقہا فی العدۃ مالم تقر بمضی العدۃ وکانت الولادۃ رجعۃ لوفی الاکثر منہما اولتمامہما لعلوقہا فی العدۃ فیصیر بالوطء مراجعا نعم لا فی الاقل للشك وان اقرت بانقضائہا والمدۃ تحتملہ بان تکون ستین یوما علی قول الامام وتسعۃ وثلثین علی قولہما ثم جاءت بولد لایثبت نسبہ الا اذا جاءت بہ لاقل من ستۃ اشہر من وقت الاقرار فانہ یثبت نسبہ للتیقن بقیام الحمل وقت الاقرار فیظہر کذبہا وکذا ھذا فی المطلقۃ البائنۃ والمتوفی عنہا اذا ادعت انقضائہا ثم جاءت بولد لتمام ستۃ اشہر لایثبت نسبہ ولاقل یثبت کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطا فی مبتوتۃ یشمل المبتوتۃ بالواحدۃ والثلاث تزوجہا فی العدۃ اولا بحیث جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ ولم تقر بمضیہا لکمامر ولو لتمامہما لایثبت النسب الا بدعوتہ لانہ التزمہ وھی شبہۃ عقد ایضا والا اذا ولدت توأمین احدہما لاقل من سنتین والاٰخر لاکثر ویثبت الدعوۃ وان لم تصدقہ المرأۃ فی الاوجہ فتح ویثبت نسب ولد المقرۃ بمضیہا لو لاقل من اقل مدتہ من وقت الاقرار ولاقل من اکثرھا من وقت البت للتیقن بکذبہا راستشکلہ الزیلعی بما اذا اقرت بعد سنۃ مثلا ثم ولدت لاقل من ستۃ اشہر من وقت الاقرار ولاقل من سنتین من وقت الفراق فانہ یحتمل بانقضائہا ان تنقضی فی ذلك الوقت فلم یظہر کذبہا بیقین الا اذا قالت انقضت عدتی الساعۃ ثم ولدت لاقل المدۃ من ذلك الوقت اھ استظہرہ فی البحر ثم قال یجب حمل کلامہم علیہ کما یفہم من غایۃ البیان وتبعہ فی النہر والشرنبلالیۃ انتہت ملتقطات واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از کوہ منصوری ڈاکخانہ کلہڑی کام اپر انڈیا گیٹ۔ مرسلہ کلیم اللہ صاحب
۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کتاب بہشتی زیور میں حصہ چہارم میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند مرجائے اور ایک دن کم دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ مرحوم خاوند کا مانا جائیگا یہ مسئلہ شرع محمدی یا طب یا ڈاکٹری سے تحقیق ہے یہ جائز ہی یا کہ ناجائز ہے اور اگر جائز ہے تو کب سے ہے یا کہ پرانا مسئلہ ہے یا اولیائے کرام سے جائز ہے دوسرے یہ کہ چار مہینے دس دن جو شرع سے قائم ہیں بعد عدت سے نکاح کرے تو بعد کو ایک سال یا ۹ مہینے کے بچہ پیدا ہو تو پہلے خاوند کا مانا جائیگا یا اب جس سے نکاح ہوا اوسکا۔ تیسرے یہ کہ وہ بچہ کونسی حق ملکیت میں مستحق ہوگا پہلے باپ کی ملکیت میں یا دوسرے کی۔ چوتھے بعض امام سلام پھیر کر سر پر ہاتھ رکھتے ہیں تو کس مصلحت سے رکھتے ہیں۔

الجواب: کتاب بہشتی زیور نہ دیکھا کیجئے اوسکا دیکھنا حرام ہے اوس میں بہت سے مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں اور اوسکے مصنف کو تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق نام لیکر لکھا ہے من شك فی کفرہ فقد کفر جو اوس شخص مذکور کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہ مسئلہ یوں ٹھیک نہیں بلکہ اگر چار مہینے دس دن عدت کے گزار کر عورت نکاح کرلے اور نکاح سے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہوکر موت شوہر سے دس مہینے دس ہی دن بعد ہوا ہرگز پہلے شوہر کا نہ ٹھہریگا بلکہ اسی دوسرے کا ہے پہلے شوہر کے ترکہ سے اوسے کچھ نہ ملیگا یہ دوسرا شخص ہی اوسکا باپ ہے اگر یہ مریگا تو وہ بچہ اس کا وارث ہوگا بلکہ اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح کبھی نہ کرے صرف اتنا ہو کہ چار ماہ دس دن بعد وہ اپنی عدت گزر جانے کا اقرار کرچکی ہو اوسکی چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہو جب بھی ہرگز اوس شوہر مردہ کا نہ ٹھہریگا۔ درمختار میں ہے لو اقرت بمضیھا بعد اربعۃ اشھر وعشر ولدت لتسعۃ اشھر لم یثبت لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھکر ایک دُعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے کارڈ میں دعا لکھنے کی نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از پیلی بھیت مرسلہ عثمان صاحب معرفت مولوی عبدالحق صاحب۔ ۲۲ شوال ۱۳۳۶ھ

ہندہ سے اوسکے شوہر نے پونے تین سال سے قربت نہیں کی اور اس زمانہ میں پونے تین سال ہندہ اپنے باپ کے یہاں رہی اور اس صورت میں کہ میکے میں سوائے باپ کے اور کوئی اوسکا رشتہ دار نہیں تھا اور ماں بھی اوسکی نہیں تھی اور نہ کوئی عورت اور اوسکے پاس تھی اب پونے تین سال کے بعد اوسکے بچہ پیدا ہوا ہندہ حلف سے اور قسم سے کہتی ہے کہ بچہ میرے شوہر کا ہے جس طرح چاہے اطمینان کرلو اس زمانہ پونے تین سال میں اپنے شوہر یا اوسکے خاندان والوں کو یا اپنے ماں باپ کے رشتہ داروں کو مطلع نہیں کیا حالانکہ دونوں طرف بچہ ہونے کی کمال تمنا تھی کیونکہ اوسکے شوہر کی دوسری بی بی سے بھی نیز اس سے اور کوئی اولاد نہ تھی ہندہ کہتی ہے کہ مجھکو ڈھائی مہینے سے آثار حمل کچھ ظاہر ہوئے میں نے بوجہ خوف اپنی سوت کے کسی سے اظہار نہیں کیا کہ مبادا سوت درپے آزار ہو مگر میں نے اپنے شوہر کو نیز اپنی چچی کو بلایا وہ میرے پاس نہیں آئی۔ بچہ باپ کے یہاں پیدا ہوا چھٹے روز شوہر کو بذریعہ تحریر مطلع کیا ہندہ نے یہ بھی اپنی چچی سے کہا میری بینائی میں فرق آگیا ہے اور میرا جسم اکثر پکتا ہے یہ اوسکی حالت تھی یہ اوسکی چچی کا بھی بیان ہے اور ایام بھی بند تھے مگر گاہے کچھ معلوم ہوکر بند ہوجاتا تھا جب ہندہ نے اور اوس کے باپ نے بذریعہ تحریر شوہر کو اطلاع دی مولود کی تب شوہر نے حالت غم میں اوس کا جواب تحریری بھیجا کہ عرصہ سے میرا اوس سے تعلق نہیں لہذا وہ بچہ میرا نہیں ہے اور میرا اوس سے تعلق نہیں ہے اس کا جواب عبارات فقہا واحادیث وتمثیلات سے فرمایا جاوے فقط

الجواب: صورت مستفسرہ میں وہ بچہ شرعًا بلاشبہ اسی شوہر کا ہے اسے اوسکا انکار جائز نہیں

پونے تین درکنار بیس چالیس برس سے دونوں الگ ہوتے جب بھی بچہ اوسی کا ہوتا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاھر الحجر درمختار میں ہے قد اکتفوا بقیام الفراش بلادخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما سنۃ فولدت ستۃ اشہر مذ تزوجھا لتصورہ کرامۃ واستخدام اما فتح ہمارے ائمہ نے اکثر مدت حمل دوسال رکھی ہے کہ غالب یہی ہے اور فقہ میں غالب ہی کا اعتبار ہے نادر خصوصًا ایسا کہ صدہا سال کروروں ولادتوں میں اوسکا خلاف نہ مسموع ہو لحاظ نہیں کیا جاتا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد مبارک میں ایک صاحب اپنی زوجہ کو وطن میں چھوڑ کر سفر کو گئے دو برس بعد واپس آئے تو عورت کو حاملہ پایا ایک مدت بعد بچہ ہوا قد نبتت ثنایاہ یشبہ اباہ اوسکے اگلے چاروں دانت پیٹ ہی میں نکل چکے تھے صورت میں اپنے باپ سے مشابہ تھا فلما راٰہ الرجل قال ولدی ورب الکعبۃ جب اون صاحب نے اوس بچے کو دیکھا کہا خدا کی قسم میرا بچہ ذکرہ فی الفتح وقال انما ھو بقیام الفراش ودعوی الرجل نسبہ اھ **اقول** فی صدر الحدیث ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ھم برجمھا فقال لہ معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کان لک علیھا سبیل فلا سبیل لک علی ما فی بطنھا فترکھا حتی ولدت ولدا قد نبتت الخ فالفراش قد کان قائما حین ھم برجمھا وھو لایحتاج الی الدعوۃ فالصواب ان شاء اللہ تعالٰی ان ذلک قد یقع بغایۃ الندرۃ والعبرۃ فی الفقہ الغالب فافھم ثم بعد سویعۃ رأیت وللہ الحمد الامام السرخسی رحمہ اللہ تعالٰی صرح فی مبسوطہ بما سبق الیہ خاطر الفقیر اذ قال بعد ذکر الحدیث المذکور وحکایات تاتی ما نصہ لنا ان الاحکام تبتنی علی العادۃ الظاھرۃ وبقاء الولد فی بطن امہ اکثر من سنتین فی غایۃ الندرۃ دارقطنی وبیہقی اپنے اپنے سنن میں ولید بن مسلم سے راوی امام دار الہجرۃ عالم المدینۃ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ھذہ جارتنا امرأۃ محمد بن عجلان امرأۃ صدق وزوجھا رجل صدق حملت ثلثۃ ابطن فی اثنی عشرۃ سنۃ کل بطن فی اربع سنین یہ ہیں ہماری ہمسائی محمد بن عجلان کی بی بی۔ یہ سچی عورت اور وہ سچے مرد۔ ان کے تین حمل بارہ برس میں ہوئے۔ ہر حمل چار سال میں امام شمس الائمہ سرخسی مبسوط میں فرماتے ہیں۔ قیل ان الضحاک ولدتہ امہ لاربع سنین وولدتہ بعد ما نبتت ثنایاہ وھو یضحک فسمی ضحاکا و عبد العزیز الماجشونی رضی اللہ تعالٰی عنہ ولدتہ امہ لاربع سنین وھذہ عادۃ معروفۃ فی نساء ماجشون انھن یلدن لاربع سنین یعنی منقول ہوا کہ امام مفسر محدث ضحاک چار برس ماں کے پیٹ میں رہے پیدا ہوئے تو اگلے چاروں دانت نکل چکے تھے ہنستے معلوم ہوتے تھے اسلیے ضحاک نام

رکھا گیا بہت ہلنے والے اور امام محدث عبدالعزیز ماجشونی بھی چار برس حمل میں رہے اور بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور ہے کہ بچہ اون کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے شوہر زن کا کہنا ہے کہ وہ بچہ میرا نہیں اور میرا اوس سے تعلق نہیں اس لفظ اخیر میں اگر لفظ اوّل کے خلاف اوسکی ضمیر بچے کی طرف ہے جب تو ظاہر کہ اسے طلاق سے کوئی تعلق نہیں اور اگر مثل اوّل ضمیر عورت کی طرف ہے تو یہ لفظ کنایات طلاق سے ہے اور رد محتمل سب وذم ہے یعنی میں ایسی عورت سے بیزار ہوں اور حالت حالت غضب ہے تو بے اقرار شوہر نیت طلاق کا ثبوت نہ ہوگا اوس سے قسم لیجائے اگر بحلف کہدے کہ میں نے یہ لفظ بہ نیت ازالۂ علاقۂ نکاح نہ کہا تھا تو طلاق نہ ہوئی اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اوسپر ہے مبسوط امام شمس الائمہ میں ہے انت بائن حرام تبتۃ خلیۃ بریۃ تحتمل معنی السب ای انت بائن من الدین بریۃ من الاسلام خلیۃ من الخیر حرام الصحبۃ والعشرۃ بتۃ عن الاخلاق الحسنۃ وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ الحق بھذہ اربعۃ الفاظ اخر خلیت سبیلک فارقتک لاسبیل لی علیک لاملک لی علیک لانھا تحتمل معنی السب ای لاملک لی علیک لانک ادون من تملکی لاسبیل لی علیک لشرک وسوء خلقک وفارقتک اتقاء لشرک وسوء خلقک وفارقتک اتقاء لشرک وخلیت سبیلک لھوانک علی اسی طرح تبیین امام زیلعی میں ہے بدائع امام ملک العلما میں ہے روی عن ابی یوسف انہ زاد علی ھذہ الخمسۃ خمسۃ اخری لاسبیل لی علیک فارقتک خلیت سبیلک لاملک لی علیک بنت منی لان ھذہ الالفاظ تحتمل الشتم یقول الزوج لاسبیل لی علیک لشرک وفارقتک فی المکان لکراھۃ اجتماعی معک وخلیت سبیلک وما انت علیہ ولاملک لی علیک لانک اقل من ان املک وتبت منی لانک بائن من الدین اھ ملخصا ہدایہ میں ہے عن ابی یوسف فی قولہ لاملک لی علیک ولاسبیل لی علیک وخلیت سبیلک وفارقتک انہ یصدق فی حالۃ الغضب لما فیھا من احتمال معنی السب عنایہ میں ہے فان قولہ لاملک لی علیک یحتمل انک اقل من ان تنسبی الی ملکی اوانسب الیک بالملک ولاسبیل لی علیک لسوء خلقک واجتماع انواع الشر فیک وخلیت سبیلک لقذارتک وفارقتک فی المضجع لذفرک عدم نظافتک والحقی باھلک لانک اوحش من ان تکونی خلیلتی فتح القدیر میں ہے الحق ابو یوسف بالتی تحتمل السب الفاظ اخری لاملک لی علیک لاسبیل لی علیک خلیت سبیلک فارقتک ھذہ اربعۃ ذکرھا الولوالجی وذکر العتابی خمسۃ لاسبیل لاملک خلیت سبیلک الحقی باھلک حبلک علی غاربک وفی الایضاح وشرح الجامع الصغیر شمس الائمۃ ذکر خمسۃ ھی ھذہ الا انہ ذکر مکان حبلک علی غاربک فارقتک

فتم ستۃ الفاظ ووجہ احتمالہا السب ان لاملك لی یعنی انت اقل من ان تنسبی الی بالملك ولاسبیل لی علیك بزیادۃ شرك وخلیت سبیلك وفارقتك والحقی باھلك وحبلك علی غاربك ای انت مسیئۃ لایشتغل احد بتأدیبك اذلا طاقۃ لاحد بممارستك اھ **اقول** والدلیل دلیل ان لاحصر بل کل لفظ یدل علی التبری عنہا والتخلی والانقطاع وترك الاشتغال بہا فہو مما یحتمل المعنی المذکور کما لایخفی درمختار میں ہے القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبٰی ردالمحتار میں ہے فان نکل ای عند القاضی لان النکول عند غیرہ لایعتبر اھ **اقول** ھو مستفاد من قولہ فان ابی رفعتہ فلم یجعل ابائہ عندھا شیئا ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ (اوس) کی ضمیر عورت کی طرف تھی اور یہ لفظ قطع تعلق نکاح ہی کی نیت سے کہے تو بیشک ایک طلاق بائن ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی اور اب بچہ اسی شوہر کہ ایسا لازم ہوگیا کہ اس سے چھوٹ ہی نہیں سکتا کہ بینونت کے بعد احتمال لعان بھی نہ رہا جو حاکم اسلام کے حضور ہوسکتا اور جب اوسکے بعد قاضی ان زن وشو میں تفریق کرکے بچے کی نسبت اس شوہر سے قطع کردیتا اس کا نہ ٹھہرتا مجہول النسب رہ جاتا۔ درمختار میں باب اللعان میں ہے شرطہ قیام الزوجیۃ اوسی میں ہے ویسقط بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لایعود بتزوجہا اوسی میں ہے وان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ ردالمحتار میں ہے ای لابدان یقول قطعت نسب ھذا الولد عنہ بعد ماقال فرقت بینکما وفی المبسوط ھذا ھو الصحیح واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از ریاست جے پور نمک منڈی اجمیری دروازہ مرسلہ محمد عبدالعزیز بیگ ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کے دختر رابعہ پیدا ہوتے ہی ہندہ کا انتقال ہوگیا چنانچہ مسماۃ رابعہ نے ابتدائے پیدائش خود سے ڈیڑھ سال کامل ایام رضاعت میں مسماۃ شافیہ وکافیہ کا دودھ پیا اتفاق سے مسماۃ شافیہ وکافیہ کے حقیقی بھائی مسمی بزید سے مسماۃ رابعہ کا عقد ہوکر اولاد بھی ہوگئی حالانکہ (مسمی بزید ومسماۃ رابعہ زن وشوہر باہمی رضاعی ماموں وبھانجی ہوتے ہیں) تو ایسی صورت میں نکاح قائم رہ سکتا ہے یانہیں اور بصورت قائم رہنے کے کفارہ عاید ہوگا یانہیں اور اولاد کس کی کفالت میں رہیگی اور بار مہر زوج پر عاید ہوگا یانہیں۔

الجواب :- حاشا وہ خبیث نکاح ہرگز قائم نہ رکھا جائیگا مرد وعورت پر فرض فرض عظیم فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا ہوجائیں۔ مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہوجائے دونوں نہ مانیں تو حاکم بالجبر جدا کردیگا۔ عورت کے لیے مرد پر پورا مہر مثل ہے اگرچہ جو مہر بندھا تھا اوس سے کتنا ہی زائد ہو اولاد میں لڑکا سات برس اور

اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے پھر باپ لے لیگا ردالمحتار میں ہے فی الخانیۃ لو تزوج محرمہ لاحد علیہ عند الامام وعلیہ مھر مثلھا بالغا ما بلغ اوسی میں نہر سے ہے قال فی الدرایۃ الصحیح انھا شبھۃ عقد فیثبت النسب وھکذا ذکر فی المنیۃ اھ وذکرہ الخیر الرملی عن العینی ومجمع الفتاوی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از حافظ گنج ضلع بریلی مسئولہ حیدر بخش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ ہوگئی اور اوسکے حمل حرام عرصہ تین ماہ سے رہگیا جب پنچوں نے دریافت کیا تو مسمی حیدر بخش نے جو اسی قوم کا آدمی تھا یعنی اوس عورت کا بھانجا ہے کہا کہ میں اس عورت کو بعد وضع حمل نکاح میں لاؤں گا میں نے اس عورت کا عیب ثواب اپنے اوپر رکھ لیا اس بات پر پنچوں نے اور کل بستی نے بوجہ ہونے حرام کے اوس عورت و اوس شخص یعنی حیدر بخش دونوں کا حقہ پانی اس غرض سے بند کردیا کہ آئندہ کوئی عورت و آدمی ایسا فعل ناجائز نہ کرے اب جو حکم شریعت ہو وہ کیا جاوے یا بروئے شریعت کھولا جائے۔

الجواب: خاوند کی موت سے دو برس کے اندر جو بچہ پیدا ہو وہ خاوند ہی کا ہے سائل بیان کرتا ہے کہ خاوند کی موت کو دس مہینے ہوئے اور تین مہینے سے حمل بتاتا ہے اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد عدت ختم ہوجانے کا اقرار نہ کرچکی ہو اور یہ بچہ مرگ شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہوگا اور عورت کو حرام کی طرف نسبت کرنا حرام ہوگا ہاں اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد اپنی عدت ختم ہوجانا ظاہر کرچکی تھی اور اب تین مہینے سے حمل ظاہر ہوا تو عورت پر الزام ہے اوس کا حقہ پانی بند کردیں لیکن حیدر بخش پر اوس کہنے سے کوئی الزام نہیں اوس کا حقہ پانی کھولدیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از موضع کریلی ضلع بریلی مسئولہ مولوی امام الدین صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ہندہ سے نکاح کیے ہوئے پانچ ماہ اور دس یوم ہوئے ہیں ہندہ نے بچہ جنا تو اوس بچہ پر کیا حکم ہے آیا وہ زید کا قرار دیا جاوے گا یا نہیں اہل برادری معترض ہیں تو اس حالت میں زید اور ہندہ پر اور بچہ پر کیا حکم ہے۔

الجواب: سائل نے بیان کیا کہ عورت بیوہ تھی شوہر کو مرے تین برس ہوئے اوسکے بعد یہ بچہ ہوا تو یہ نہ اگلے شوہر کا ہے نہ زید کا بلکہ مجہول النسب ہے اور زید پر کچھ الزام نہیں ہندہ کا حال خدا جانے بے ثبوت اوسے بھی زانیہ نہیں کہہ سکتے ممکن کہ دھوکے سے وطی واقع ہوئی ہو جس سے یہ بچہ ہے بدائع وبحر و درمختار و ہندیہ میں ہے ان جاءت بہ لاکثر من سنتین منذ طلقھا الاولی

او مات لاقل من ستۃ اشھر منذ تزوجھا الثانی لم یکن للاول ولا للثانی وھل یجوز نکاح الثانی فی قول ابی حنیفۃ ومحمد جائز اھ وتامل فی ھذا الجواز فی ردالمحتار فراجعہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از گوبند گڑھ ضلع اجمیر شریف مسجد خورد مرسلہ فیض محمد ملا امام مسجد ۱۰ رشوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک عورت کو فرار کر کے لے گیا عورت کا خاوند زندہ ہے وہ عورت مر گئی اور وہ شخص واپس چلا آیا اوس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اب ان بچوں اور اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے اسکے ساتھ مصافحہ اور کھانا کھانا کیسا ہے (۲) ایک شخص اپنی ساس سے زنا کیا اور حمل رہا لڑکی ہوئی اور پھر شادی کی اوس شادی سے لڑکا ہوا اس لڑکے پر کیا حکم ہے۔

الجواب:- صورت مذکورہ میں وہ شخص زانی ہے سزائے زنا کا سزاوار اور مستحق عذاب نار ہے مسلمان اگر اوس سے سلام کلام نہ کریں۔ اوسکے ساتھ کھانا نہ کھائیں اوس سے مصافحہ نہ کریں تو وہ ضرور اس قابل ہے جبتک توبہ نہ کرے شوہر اور عورت کے بچے اوسکے شوہر ہی کے ہوتے ہیں حدیث صحیح میں فرمایا الولد للفراش وللعاھر الحجر بچہ اوسکا جسکا بچھونا یعنی خاوند کا اور زانی کے لیے پتھر (۲) جس نے اپنی ساس سے زنا کیا اوس نے اپنی ماں سے زنا کیا اور شادی اگر کسی اور عورت سے کی اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے میں کوئی خلل نہیں۔ اور اگر سائل کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا پھر اوس کی لڑکی سے نکاح کیا اس سے لڑکا ہوا تو وہ شخص اوسوقت بھی زانی ہوا اور اس نکاح میں بھی حرام کار کہ یہ اوسکی بیٹی کی جگہ ہے اور اب یہ جو لڑکا پیدا ہوا ولد الحرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از شہر بریلی مدرسہ اہلسنت وجماعت۔ مسئولہ طالب علم مدرسہ مذکور ۲۳ رشوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی علاتی اخت کی نواسی کے ساتھ ۶ برس ہوئے نکاح کیا تھا اوس سے ایک لڑکی ہوئی اب زید کو اور محلہ کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ زید کا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا زید سے تفریق کرادی زید کا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں تو اس لڑکی کا مستحق کون ہے۔ مہر لازم ہوا یا نہیں عدت ہوگی یا نہیں اور اس نکاح کے وکیل وگواہ اور پڑھانے والوں کا کیا حکم اور زید پر کیا حکم باوجود اسکے کہ بے علم ہیں۔

الجواب:- نکاح مذکور حرام حرام قطعی حرام اور زید اور نکاح خواں و وکیل وگواہ سب سخت تر گناہ کبیرہ میں گرفتار اور جہل اوسکے گناہ کبیرہ ہونے سے خارج نہ کریگا بلکہ جہل خود دوسرا گناہ کبیرہ ہے ولہذا حدیث میں ہے ذنب العالم ذنب واحد وذنب الجاھل ذنبان عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا گناہ۔ عورت پر ضرور عدت لازم ہے اور زید پر پورا مہر مثل واجب ہے یعنی اس طرح

کہ عورت کا مہر مثل کیا ہے وہ جو باندھا تھا اوس کا لحاظ نہ ہوگا چاہے مہر مثل سے کم ہو یا زائد فتاوی امام قاضی خاں میں ہے اذا تزوج بذات محرم محرم منه ودخل بها لاحد علیه وعلیه مهر مثلها بالغا مابلغ لڑکی زید ہی کو دلائیں گے ۹ برس کی عمر پورے ہونے تک ماں کے پاس رہیگی اگر وہ کسی ایسے سے نکاح کرے جو اس لڑکی کا محرم مثل چچا کے نہو اور سکے بعد باپ یعنی زید لے لیگا در مختار کتاب الحدود میں ہے انهامن شبهة المحل وفيها يثبت النسب معراج الدرایہ پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے الصحیح انها شبهة عقد لانه روی عن محمد انه قال سقوط الحد عنه بشبهة حكمية فيثبت النسب وهكذا ذكر فى المنية واللّٰه اعلم۔

مسئلہ :- از اندور رانی پورہ مسئولہ واحد ملا۔ ۵ ارمحرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و فضلائے عظام اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوگیا ہے ہندہ نے ساتویں ماہ عقد کیا بکر کے ساتھ اور ہندہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل تھا بوقت نکاح ہندہ نے حمل کو ظاہر نہ کیا بعد عقد ایک ماہ کے ہندہ اور بکر میں جھگڑا ہوا کہ حمل کس کا ہے بکر کہتا ہے میرا حمل ہے اور ہندہ کہتی ہے تیرا نہیں ہے اور یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور یہ حمل کس کا قائم ہوگا بینوا توجروا

الجواب :- اگر موت شوہر اوّل سے دو سال کے بعد بچہ پیدا ہو تو شوہر دوم کا ہے اور نکاح صحیح ہو اور دو سال سے کم میں پیدا ہو تو لڑکا پہلے شوہر کا ہے اور اس دوسرے کا نکاح باطل کما یظهر مما لخصناه علی ہامش ردالمحتار واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ :- از کریلی ضلع بریلی مسئولہ کلو، ۱۷ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدت حمل کی زائد سے زائد کے برس ہے اور کم سے کم کتنے سال ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس کامل بے کم و بیش مگر عورت جس کا شوہر زندہ ہو اگرچہ کتنے ہی برسوں سے اوس سے کتنا ہی دور اوسکی اولاد شوہر ہی کی اولاد قرار پائے گی اسکے لیے دس بیس پچاس سال کوئی مدّت مقرر نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاهر الحجر واللّٰه تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ سید عبدالجلیل صاحب۔ ۱۲ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقد ہندہ سے واقع ہوا۔ مگر بموجب رواج ہندوستان رسم رخصت عروس عمل میں نہ آئی اور زید و ہندہ دونوں بالغ تھے اور ایک ہی مکان میں سکونت پذیر تھے اور

اوس مکان میں غیر مردوں کا بھی گزر تھا یعنی اہل کنبہ میں سے نامحرم لوگ آتے جاتے تھے یکایک ہندہ کو حمل رہ گیا۔ اوس نے اوسکو پوشیدہ کیا یہانتک کہ وضع حمل قریب آگیا۔ جب لڑکا پیدا ہوا تو لوگوں کو نہایت تعجب آیا۔ الغرض مولود تو اسی دم مرگیا اور ہندہ سے مستورات نے بطور خود دریافت کیا کہ یہ حمل کس کا ہے، ہندہ نے اپنے اعزہ میں سے ایک شخص کا نام لیا اور اس قضیہ کو عرصہ قریب تین یا چار سال کے گزر گیا پس شوہر اوس کا بسبب اس فعل شنیع کے اوس سے ناراض ہے ہندہ کو اپنے عقد میں رکھنا نہیں چاہتا بظاہر زن وشو میں مقاربت ومواصلت واقع نہ ہوئی۔ مگر پوشیدہ طور پر ممکن ہے کہ وہ حمل زید کا ہو۔ چونکہ رسم رخصت عمل میں نہ آئی تھی شاید بوجہ لحاظ وشرم غیر کا نام ظاہر کردیا ہو اور زید کا نام نہ لیا ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید سے ہندہ کو طلاق دلوائی جائے تو عدت ہندہ کا کئے ماہ کا ہوگا اور درباب مہر کے بھی ارشاد ہو کہ بذمہ زید کس قدر واجب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں اگرچہ دنیوی خیالات کو بہت وسعت ہے اہل بدگمانی کے نزدیک ناراضی زید جدا خبر دے رہی ہے کہ اپنا ہوتا تو خود وہ جانتا اور ہندہ کا دوسرے کی طرف نسبت کرنا جدا۔ پھر اسے یوں بنانا کہ بوجہ عدم رخصت شرم دنیا کے سبب شوہر کا نام نہ لیا بہت پوچ عذر ہے۔ آخر قبل رخصت جماع حلال ہونا اہل دنیا کے نزدیک زنا سے زیادہ شرم کی بات نہیں یہ خیالات بدگمانیوں کو بہت تائید دینگے۔ مگر حاشا شرع مطہر انہیں اصلا قبول نہیں فرماتی اور قطعاً حکم دیتی ہے کہ لڑکا شوہر ہی کا تھا۔ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاھر الحجر جب شریعت نے مرد مغربی وزن مشرقیہ کے مسئلہ میں باوجود بعد المشرقین باحتمال کرامت یا استخدام جن بچہ شوہر ہی کا ٹھہرایا تو زید وہندہ تو ایک ہی مکان میں رہتے تھے یہاں کیونکر ممکن کہ بے ثبوت قطعی شرعی فلاں کو معاذ اللہ زانی یا باوجود فراش صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دیں۔ رہا ہندہ کا فلاں کی نسبت کردینا ممکن کہ ہندہ کو اوس سے کوئی عداوت ہو اور شاید وہ رنجش اسی بنا پر پیدا ہوئی ہو کہ ہندہ نے اوس سے بدنگاہی پائی مانع آئی کارگر نہ ہوا دشمن ہوگئی اور بوجہ شدت غیظ اس خیال سے کہ اولیائے ہندہ یہ امر عظیم سُن کر حتی المقدور اوس شخص کے درپئے آزار ہونگے اس تہمت کے مرتکب ہوئی اپنا بھی صریح ضرر سہی اہل مکر وحیلہ سے اس قسم کی بات کا صدور کچھ عجب نہیں جس میں اون کے دشمن کو ایذا پہنچے اگرچہ خود بھی شورہ میں بیاض ہے اِنَّ کیدکن عظیم اور لب ناراضی زید کی بھی صریح توجیہ موجود کہ بغلط ودروغ اپنے ساتھ اس امر ناپاک کا وقوع بتانے پر ہندہ سے بیزار ہوا۔ بہرحال حکم یہی ہے کہ وہ بچہ زید ہی کا تھا اور جب شرع نے یہ مان لیا تو ہندہ کا مدخولہ ہونا خود ہی ثابت ہولیا تو پورا مہر جسقدر قرار پایا تھا ذمہ زید واجب کہ طلاق دیتے ہی تمام وکمال واجب الادا

ہو جائے گا اور بعد طلاق تین حیض کامل کی عدت لازم والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء
واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

باب الحضانۃ (پرورش)

مسئلہ :- ۲۴ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید نے رحلت کی دو پسر نابالغ زوجۂ اولٰی سے جو زید کے روبرو فوت ہوچکی ہے اور تین دختر زوجۂ ثانیہ سے جو حی وقائم ہے وارث چھوڑے اب دربارہ ان بچوں نابالغان کے ولایت کی فکر درپیش ہے نابالغان مذکورین کے اجداد میں دو شخص موجود ہیں ایک مسمی عمرو دادا کا چچازاد بھائی دوسرا بکر دادا کا ماموں زاد بھائی جسکو مسمی زید مورث کے حقیقی ہمشیرہ جو ان پانچوں نابالغان کی حقیقی پھوپھی ہے منسوب ہے اور تین پھوپھی حقیقی بیاہی ہندہ ومعصومہ وصدیقہ اور دختران مذکورین کی والدہ اور پسران مذکورین کی ماں نانی وماموں موجود ہیں پس اس صورت میں ان پانچوں نابالغان کی ولایت کا استحقاق کس کس شخص کو مرتبہ حاصل ہے بینوا توجروا۔

الجواب :- صورت مستفسرہ میں دونوں لڑکوں کا حق حضانت اون کی نانی کو ہے کہ سات برس کی عمر تک اوسکے پاس رہینگے پھر جوانی تک عمرو کے پاس کہ دادا کا چچازاد بھائی ہے رکھے جائیں گے۔ درمختار میں ہے الحاضنۃ اما او غیرھا احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی ردالمحتار میں ہے اذا استغنی الغلام فالعصبۃ اولٰی یقدم الاقرب فالاقرب اور لڑکیوں کی شادی ہوجائے وہ شوہروں کے قابل ہوں تو شوہروں کے پاس رہینگے ورنہ نو برس کی عمر تک ماں کے پاس پھر اگر ان کے محارم میں کوئی مرد عاقل بالغ مثل حقیقی ماموں وغیرہ کے ہوگا تو اوسکے سپرد کی جائیں گی ورنہ جوانی تک ماں ہی رکھیگی درمختار میں ہے الام والجدۃ احق بالصغیرۃ حتی تبلغ فی ظاہر الروایۃ وغیرھما احق بھا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی وافاد انہ لاتسقط الحضانۃ بتزوجھا مادامت لاتصلح للرجال ردالمحتار میں ہے فان صلحت تسقط الخ **اقول** واخترنا ظاہر الروایۃ حین لامحرم لھا لانھا ھی المتعینۃ ح للفتیا فان نشوھا فی حضن امھا خیرلھا وانظر

من ترکھا ضائعۃ لاحاضن لھا وقد علمت ان لاحق لغیر محرم فی حضانتھا اور ان یا بچوں کے بالغ ہونے کے نکاح کی ولایت عمرو ہی کو ہے لان العصبۃ لاغیرا ور مال کی ولایت ان مذکورین میں کسی کو نہیں لاختصاصھا بالاب ووصیہ والجد ووصیہ والحاکم الشرعی ہاں اگر زید ان لوگوں خواہ ان کے غیر میں سے کسی کو اپنی جائداد کے حفظ ونگہداشت یا اولاد کے غور وپرداخت کے لیے کہہ گیا ہو تو ولایت مال اوسے ہوگی لکونہا وصیا علیہم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ :۔ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ عباد اللہ ایک زوجہ اور ایک پسر نابالغ اور ایک چچازاد بھائی فیض اللہ چھوڑ کر فوت ہوا عورت نے ایک اجنبی شخص سے نکاح کرلیا جسے اس نابالغ سے کوئی علاقہ نہیں اس بچے کی نہ نانی ہے نہ دادی ہے نہ کوئی بہن بلکہ سوتیلی خالہ اور سگی پھوپھی ہے اس صورت میں یہ بچہ جسکی چار برس کی عمر ہے کس کے پاس رہیگا اور اس کے مال کی ولایت فیض اللہ کو ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب :۔ جبکہ نابالغ کی ماں نے ایک اجنبی سے نکاح کرلیا اب اوسے نابالغ کے رکھنے کا اختیار نہ رہا بلکہ سات برس کی عمر تک سوتیلی خالہ کے پاس رہیگا اگر وہ نہ مانیگی تو پھپھی کے پاس رکھا جائیگا اور اگر وہ بھی انکار کریگی تو جبراً خالہ کے پاس رکھا جائیگا یہ سب اوس صورت میں ہے کہ خالہ اور پھپی دونوں میں کوئی مانع حضانت نہو ورنہ اگر ایک میں مانع حضانت ہے تو دوسرے کے پاس رہیگا اور دونوں میں ہے تو پہلے ماں کی قرابت والیوں سے پھر باپ کی قرابت والیوں سے جو قابل حضانت ہو اوسکے پاس رہیگا سات برس کی عمر کے بعد جوان ہونے تک فیض اللہ کے پاس رہیگا فی الدرالمختار الحضانۃ للام الا ان تکون فاجرۃ اومتزوجۃ بغیر محرم الصغیر الخ اوسی میں ہے ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل اوتزوجت باجنبی ام الام ثم ام الاب ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم الخالات کذلک ثم العمات الخ بحرالرائق میں ہے ظاھر کلامھم ان الام اذا امتنعت وعرض علی من دونھا من الحاضنات فامتنعت اجبرت الام لامن دونھا خلاصہ وغیرہ میں ہے ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ ولی الاقرب فالاقرب اور ولایت مال میں فیض اللہ کا اصلاً حق نہیں بلکہ اوسے ملیگی جسے نابالغ کا باپ کہہ کر مرا ہو کہ میری اولاد کی نگہداشت تو کرنا یا میرے ترکہ کی غور وپرداخت تیرے متعلق ہے یا اس بچہ کو میں تیری سپردگی میں دیتا ہوں اسے وصی کہتے ہیں اگر باپ کا کوئی وصی موجود نہو تو باپ کے وصی نے جسے اپنا وصی کیا ہو وہ ولی مال ہوگا وہ بھی نہو تو دادا کا وصی وہ بھی نہ ہو تو دادا کے وصی کا وصی درمختار میں ہے ولیہ ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم جدہ الصحیح ثم وصیہ

ثم وصی وصیہ الخ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

مسئلہ:- ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے والدین اور ایک زوجہ اور ایک شیر خوار لڑکا چھوڑ کر انتقال کیا لڑکے کی نانی پہلے فوت ہو چکی ہے اس صورت میں اگر لڑکے کی ماں کسی اجنبی سے نکاح کرلے تو لڑکا کس کے پاس رہیگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرے جو لڑکے کا محرم نسبی مثل چچا وغیرہ کے نہو تو لڑکا ماں سے لے لیا جائیگا اور جبکہ نانی نہیں ہے تو ۷ برس کی عمر تک دادی کے پاس رہیگا پھر دادا رکھیگا فی الدار ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل او اسقطت حقہا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اھلیۃ القربی ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور الخ وفیہ والحاضنۃ اما او غیرھا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی اھ وفی ردالمحتار عن شرح المجمع واذا استغنی الغلام عن الخدمۃ اجبر الاب او الوصی او الولی علی اخذہ لانہ اقدر علی تادیبہ وتعلیمہ اھ وفی الخلاصۃ وغیرھا واذا استغنی الغلام فالعصبۃ اولی یقدم الاقرب فالاقرب اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- ۲۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حق حضانت اور پرورش اطفال صغیر سن کا بعد وفات ماں کے کس کو ہے اور ماموں چچا میں کس کو ترجیح ہے اور وہ حق کس عمر تک رہتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:- رائل منظر کہ یہ اطفال لڑکیاں ہیں ان کے باپ بھائی بھتیجا بہنیں نانی ماموں چچا حقیقی ہیں ایک لڑکی نو برس کی ہے ایک گیارہ کی۔ پس صورت مستفسرہ میں نانی ماموں کو اونکے رکھنے کا کچھ اختیار نہیں لڑکیاں اپنے چچا کے پاس رہینگی کہ لڑکی جب نو برس کی ہو جائے تو ماں بھی اوسے نہیں رکھ سکتی چچا کو دلادی جائے گی نانی وغیرہا کا تو دوسرا درجہ ہے درمختار میں ہے الام والجدۃ لام اولاب احق بالصغیرۃ حتی تحیض وغیرھما احق بہا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از میران پور کٹرہ کمال زئی ضلع شاہجہانپور۔ مرسلہ نادر خاں صاحب رئیس کٹرہ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صغیر وصغیرہ جن کی ماں انتقال کرگئی اور باپ نے دوسرا

نکاح کرلیا نانا ماموں مومانی اور خالہ زاد اور پھپی زاد نانیاں اور نانیوں کی بیٹی بیٹیاں ہیں بچے نانا کے پاس ہیں باپ اون سے بالجبر لیا چاہتا ہے حالانکہ بوجہ نکاح ثانی اوسکے پاس بچوں کی مضرت جان کا اندیشہ ہے اس صورت میں حق پرورش اطفال کس کو ہے پوری تفصیل درج ہو کہ حق حضانت ترتیب وار کس کو ہے اور پرورش کنندہ کے پاس کس عمر تک رہیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- حق حضانت ذی رحم محرم کے لیے ہے یعنی وہ نسبی رشتہ جس میں نکاح ہمیشہ کو حرام ہوتا ہے تو نانی کی خالہ زاد یا پھپی زاد بہنوں یا اون کی اولاد یا مومانی کے لیے کوئی حق حضانت نہیں جیسے خود صغیر و صغیرہ کی خالہ زاد ماموں زاد پھپی زاد چچا زاد بہنیں کہ یہ محارم سے خارج ہیں در مختار میں ہے لاحق لولد عم وعمۃ وخالۃ لعدم المحرمیۃ۔ پھر محارم میں پہلے مستحق عورتیں ہیں بشرطیکہ معاذ اللہ مرتدہ یا بدکار یا بے اطمینان یا کسی ایسے شخص کے نکاح میں نہوں جو اس بچہ کا محرم نہیں۔ بے اطمینانی کی یہ صورت کہ بچہ کو بے حفاظت چھوڑ کر باہر چلی جایا کرتی ہو ایسی بے پرواہی ماں بھی کرے تو بچے اوس سے بھی لے لیے جائینگے در مختار میں ہے الحضانۃ للام الا ان تکون مرتدۃ او فاجرۃ او غیر مامونۃ بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر الخ ملخصا عورتوں میں سب سے مقدم ماں ہے پھر سگی نانی پھر اوسکی ماں پھر سگی دادی پھر اوسکی ماں پھر اوسکی بہن پھر مادری بہن یعنی جو اس بچہ سے ماں میں شریک اور باپ میں جدا ہو پھر روایت متون میں سوتیلی بہن پھر سگی بھانجی پھر مادری یعنی مادری بہن کی بیٹی پھر سگی خالہ پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ پھر سوتیلی بھانجی پھر سگی بھتیجی پھر سوتیلی پھر سگی پھپی پھر مادری پھر سوتیلی پھر ماں کی سگی خالہ پھر مادری پھر سوتیلی پھر باپ کی سگی خالہ پھر مادری پھر سوتیلی پھر ماں کی سگی پھپی پھر مادری پھر سوتیلی پھر باپ کی سگی پھپی پھر مادری پھر سوتیلی یہ بتیس ۳۲ عورتیں ہیں جب ان میں کوئی نہ ہو یا بوجوہ مذکورہ مستحق نہ رہے تو حق حضانت عصبات ذکور کی طرف منتقل ہوگا جن میں سب سے مقدم باپ ہے پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا ان میں سے کسی کے ہوتے نانا ماموں وغیرہما ذوی الارحام کو استحقاق نہیں تو خود باپ کے سامنے کب مستحق ہوسکتے ہیں در مختار میں ہے ثم بعد الام ام الام وان علت ثم ام الاب وان علت ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب ثم الخالات لابوین ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ (لاب وام او لام او لاب علی الترتیب) ثم العمات (لاب وام ثم لام ثم لاب) ثم خالۃ الام کذلک ثم خالۃ الاب کذلک ثم عمات الامہات والاباء بہذا الترتیب

ثم العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلک ثم العم ثم بنوہ ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام اھ ملخصا منقحا من یدامن ردالمحتار۔ پس صورت مستفسرہ میں ان تینیں عورتوں سے اگر کوئی عورت بھی قابل حضانت موجود ہے جس نے بوجہ موانع مذکورہ اپنے حق حضانت کو ساقط نہ کیا تو صغیر و صغیرہ نانا سے لیکر اوس عورت کے پاس رکھے جائیں گے لڑکا سات برس کی عمر اور لڑکی نو برس کے سن تک بعد ازاں باپ کو دیدیے جائیں گے اور اگر زنانِ مذکورہ سے کوئی عورت مستحق باقی نہیں تو آج ہی سے بچے باپ کے پاس رہینگے نانا کہ اکتالیسویں درجہ میں ہے اونکا استحقاق نہیں رکھتا اور نکاح ثانی کے سبب باپ کے پاس حضرت جانِ اطفال کا اندیشہ گمان فاسد ہے فان العلماء لم یعدوا التزوج من مسقطات حضانۃ العصبات کیف والرجال قوامون علی النساء بخلاف المرأۃ فانھن عوان بین ایدیکم اور بالفرض اگر یہ امر باطل ثبوت کافی ثابت بھی ہوجائے تو غایت کہ باپ سے لیکر اور نیچے کے عصبات بترتیب مذکور کو دینگے جبتک اون میں سے کوئی باقی ہے نانا کو استحقاق نہیں ماموں تو نانا سے بھی پانچویں درجہ میں ہے کما یظھر من الدرالمختار وردالمحتار واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ اور ایک بھائی چھوڑ کر انتقال کیا زوجہ نے کہ ان بچوں کی ماں ہے ایک اجنبی آدمی سے نکاح کرلیا لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ کی اوسکی ماں اوسکا نکاح ایک جگہ کیا چاہتی ہے چچا وہاں راضی نہیں بلکہ اپنے بھتیجے سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس صورت میں اون نابالغوں کے نکاح کا اختیار ماں کو یا چچا کو اور اونکو رکھنے کا اختیار کسے ہے۔ نابالغوں کی دادی کوئی نہیں خالہ اور دو پھپیاں ہیں اور پھپیاں اونھیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں اور نابالغوں کا کچھ مال نہیں تو اون کا کھلانا پلانا کسکے ذمہ ہے بینوا توجروا

الجواب:- صورت مستفسرہ میں نابالغوں کے نکاح کا اختیار اون کے چچا کے سوا کسی کو نہیں اوسکے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح میں کچھ دخل نہیں اور جبکہ وہ ایک اجنبی شخص سے نکاح کرچکی تو اوسے بچوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں بلکہ لڑکا سات برس کی عمر تک اور لڑکی جوانی تک اپنی بہن کے پاس رہیں اور وہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس اور وہ بھی قبول نہ کرے تو پھپیوں کے پاس فی الدرالمختار الحضانۃ للام الا ان تکون فاجرۃ او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر ثم بعد الام بان ماتت او لم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام ثم ام الاب ثم الاخت ثم الخالات ثم العمات اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے الحاضنۃ لاتجبر اذا لم یتعین لھا لان المحضون ح لا یضیع حقہ لوجود من یحضنہ غیرھا وتجبر اذا تعینت لعدم من یحضنہ غیرھا اھ ملتقطا

وتمام تحقیقۃ فیہ وھذا حاصل ماوفق بہ بین نقلین مختلفین اور جبکہ ان یتیم نابالغوں کا کچھ مال نہیں تو اون کا کھانا کپڑا اون کے اون قابلانِ وراثت پر ہے جنکے پاس اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے پہننے وغیرہ ضروری مصارف کے بعد پس انداز ہوتا ہو جس سے اپنے اون عزیزوں کی امداد کرسکیں یہاں ماں بہن چچا پھپی خالہ اگرچہ سب محارم ہیں مگر خالہ پھپی اون تین کے سامنے وارث نہیں لہذا اون میں اگر کوئی ویسا مرفہ الحال ہو تو خالہ پھپی پر نفقہ دینا واجب نہیں فی الدرالمختار وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغۃ صحیحۃ او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب نحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج او لایحسن الکسب فقیرا بحیث تحل لہ الصدقۃ ولولہ منزل وخادم علی الصواب بدائع اھ ملخصا عالمگیری میں ہے لوکان لہ عم وعمۃ وخالۃ فالنفقۃ علی العم فان کان العم معسرا فالنفقۃ علیھما اب یہ دیکھنا رہا کہ ان تین وارثوں میں اسطرح کا مالدار کون ہے جس کا ہمنے بیان کیا اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عورت اگر اپنا کچھ نہ رکھتی ہو تو وہ مرفہ الحال نہ گنی جائے گی اور اوس سے نفقہ نہ لیا جائے گا اگرچہ اوس کا شوہر ہزاروں کا آدمی ہو والالزم ایجاب النفقۃ علی الاجنبی کما لایخفی پس اگر صورت مستفسرہ میں اون تینوں وارثوں سے صرف ایک ایسا مرفہ الحال ہی باقی نہیں تو اون دونوں بچوں کا نفقہ صرف اوس ایک پر واجب ہوگا خواہ ماں ہو یا بہن یا چچا اور اگر صرف دو مثلا ماں اور بہن مالدار ہیں چچا نہیں تو جس قدر اون بچوں کے کھانے پہننے میں صرف ہونا سمجھا جائے اوسکے پانچ حصے کریں دو حصے ماں سے لیے جائیں اور تین حصے بہن سے مثلاً سوا روپے مہینے کا خرچ سمجھیں تو ۸؍ ماں دے اور ۱۲؍ بہن اور اگر چچا مالدار ہیں بہن نہیں تو تین حصے کریں دو تہائی ماں سے لیں ایک تہائی چچا سے اور اگر بہن چچا مالدار ہیں ماں نہیں تو چار سہام کریں ایک چوتھائی چچا دے تین حصے بہن۔ اور اگر تینوں مالدار تو چھ سہام کریں دو حصے ماں دے تین حصے بہن ایک حصہ چچا وذلک لما عرفت ان النفقۃ بقدر الارث وقد قال فی الھندیۃ الاصل فی ھذا ان کل من کان یحرز جمیع المیراث وھو معسر یجعل کالمیت واذا جعل کالمیت کانت النفقۃ علی الباقین علی قدر مواریثہم وکل من کان یحرز بعض المیراث لایجعل کالمیت فکانت النفقۃ علی قدر مواریث من کان یرث معہ الخ ومثلہ فی الدرالمختار وغیرہ وقد علمت انہ لیس ھھنا احد من الثلثۃ بحیث یحجب الباقین ویحرز کل المیراث فان کان احدھم معسرا لایجعل کالمیت ویعتبر فی التقسیم ثم یخرج من البین کما یفعل فی الخارج وبہ یتضح لک ما ذکرنا بتوفیق اللہ سبحٰنہ وتعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ اس صورت میں ایک عورت مسماۃ ہندہ فوت ہوئی اور مادر اوسکی اور طفل شیر خوار اوسنے چھوڑا اور شوہر بھی اوس کا باقی رہا لیکن کوئی شخص ماں یا بہن یا پھوپھی وغیرہ شوہر ہندہ کا نہیں رہا ہے کہ پرورش اوس طفل شیر خوار کی کرے نانی اوس طفل مذکور کی پرورش کرتی ہے اور باپ اوس طفل کا نہیں چاہتا ہے کہ نانی کے پاس وہ لڑکا رہے تو اس حالت میں وہ لڑکا باپ کو عندالشرع دلایا جائے گا یا نانی کے پاس رہیگا اور اسباب و ظروف وغیرہ کہ ہندہ متوفیہ کا جہیز ہندہ نے پایا تھا وہ بھی شوہر اوسکے نے اپنے تصرف میں کرلیا تو وہ مال و اسباب متصرفہ شوہر ہندہ ملک اوس پسر صغیر کی ہوگا یا اوسکے باپ کے قبضہ میں رہیگا اور مصارف نان و نفقہ ایام رضاعت کا کسکے ذمہ چاہیئے۔ بینوا توجروا

الجواب: صورت مسئولہ میں سات برس کی عمر تک پسر کی پرورش اوسکی نانی کا حق ہے باپ بلاوجہ شرعی اوسکا مزاحم نہیں ہوسکتا فی الدرالمختار الحضانۃ تثبت للام ثم ام الام والحاضنۃ اما او غیرھا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی اھ ملتقطا اور ہندہ نے جو کچھ اسباب اپنے جہیز میں پایا تھا سب اوسکی ملک تھا اور بعد اوسکی مرگ کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا فی العقود الدریۃ کل احد یعلم ان الجہاز ملک البنت لاحق لاحد فیھا البتہ جس قدر مال حصۂ نابالغ قرار پائے گا اوسپر قبضہ اوسکے باپ ہی کا ہوگا مگر نہ مالکانہ بلکہ از راہ ولایت کہ باپ کے ہوتے ہوئے دوسرا شخص بچہ کا ولی اور اوسکے مال کا محافظ نہیں کما فی الدرالمختار وعامۃ الاسفار رہا یہ بچہ کا نان و نفقہ اور اجرت رضاعت وغیرہ مصارف کثیرہ ہیں اور اوسکا حکم یہ ہے کہ اگر بچہ نے اپنی ماں کے ترکہ یا کسی اور وجہ سے اتنا مال پایا ہے جسکے سبب اوسے شرعًا غنی کہا جائے اور زکوٰۃ دینا نار وا ہو تو یہ سب صرف خاص اوسی کے مال سے ہونگے باپ پر واجب نہیں کہ اپنے پاس سے صرف کرے ہاں ان مصارف کی کارپردازی بحکم ولایت باپ کے ذمہ ہوگی اور اگر بچہ کے پاس اتنا مال نہیں تو بیشک یہ صرف باپ کے ذمہ ہیں فی ردالمحتار عن الخیر الرملی ان الحضانۃ کالرضاع فلہا الاجرۃ من مال الصغیر ان کان لہ مال والا فمن مال ابیہ اھ ملخصا وفی الدرالمختار وتجب النفقۃ لطفلہ الفقیر فان نفقۃ الغنی فی مالہ الحاضر وتجب ایضا لکل ذی رحم محرم فقیرا بحیث تحل لہ الصدقۃ ولو لہ منزل وخادم علی الصواب بدائع اھ بالالتقاط فی ردالمحتار قولہ ولو لہ منزل وخادم وھو محتاج الیہما وھذا عام فی الوالدین والمولودین وذوی الارحام کما صرح فی الذخیرۃ اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ: ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اور ایک پسر شیر خوار جو زید کے

نطفے سے ہے واسطے پرورش کے ہندہ کے پاس چھوڑا اور اوسکی پرورش کے واسطے ماہانہ مقرر کردیا اب وہ لڑکا بعمر تین برس کچھ ماہ کے ہوا ہندہ نے نکاح ایک شخص سے کرلیا اب وہ لڑکا زید کو مل سکتا ہے یا نہیں اگر مل سکتا ہے تو کس عمر میں اور ہندہ اوسکو اپنے ماں باپ کے پاس چھوڑ کر شوہر کے یہاں چلی گئی وہ عورت ہندہ کی مادر حقیقی نہیں ہے تو زید کے مقابلہ میں ہندہ کے ماں باپ کو استحقاق پرورش پسر مذکور حاصل ہو یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ سائل مظہر کہ ہندہ نے جس شخص سے نکاح کیا وہ لڑکے کا کوئی محرم نہیں بلکہ اجنبی شخص ہے اور ہندہ کی ماں اور نانی مرگئیں باپ اور سوتیلی ماں ہیں اور ہندہ کی سگی دادی اور خود لڑکے کی سگی دادی زندہ ہیں۔ پس صورت مذکورہ میں ہندہ کے باپ یا سوتیلی ماں کو لڑکے کے رکھنے کا کوئی حق نہیں بلکہ سات برس کی عمر تک اپنی دادی کے پاس رہیگا بعدہ باپ لے لیگا ماں کی دادی بھی لڑکے کی دادی کے ہوتے نہیں رکھ سکتی فی الدر المختار ثم بعد الام بان ماتت او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اھلیۃ القربی ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور واما ام ابی الام فتوخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر والام احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی اھ ملتقطا وفی رد المحتار عن الفتح یجبر الاب علی اخذ الولد بعد استغنائہ عن الام واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دیدی جسکو عرصہ پانچ سال کا ہوا اور اوسکا ایک لڑکا تھا وہ بھی تقریبا پانچ سال کا ہوا اب ہندہ نے نکاح ثانی کرلیا ہے اور اوس لڑکے کی نانی سوتیلی ہے اور خالہ نابالغ ہے اور اوسکی دادی اور پردادی اور دادا اور باپ موجود ہیں اس حالت میں لڑکا مذکور کس کے پاس رہنا چاہئے بیان کیجئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ سائل نے بیان کیا کہ عورت نے اجنبی شخص سے نکاح کیا جو اس لڑکے کا کوئی نہیں اور نانی سوتیلی ہے اور سگی نانی کی ماں بھی نہیں اور دادی حقیقی ہے پس اس صورت میں ماں کو اوس لڑکے کے رکھنے کا کوئی حق نہ رہا اور سوتیلی نانی کوئی چیز نہیں لڑکا سات برس کی عمر تک دادی یعنی اپنے باپ کی ماں کے پاس رہیگا پھر باپ لے لیگا درمختار میں ہے الحاضنۃ یسقط حقہا بنکاح غیر محرم الصغیر اوسی میں ہے ثم بعد الام ان ماتت او تزوجت باجنبی ام الام وان علت ثم ام الاب اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ نے انتقال کیا اور ایک لڑکا بعمر چھ سات ماہ کا شیر خوار چھوڑا اور شوہر مسماۃ متوفیہ کی پھپی یعنی اوسکے باپ کی حقیقی بہن اور مسماۃ متوفیہ کا ماموں موجود ہیں ان سب میں کسکو ولایت پرورش پہنچ سکتی ہے اور بحالت انکار اول حقدار کے دویم درجہ میں کس کو پہنچیگی۔

الجواب:۔ جبکہ اوس لڑکے کی نہ نانی ہے نہ کوئی جوان بہن ہے نہ بھانجی نہ خالہ نہ بھتیجی نہ ماں کی خالہ نہ باپ کی خالہ صرف ماں کی پھپی ہے اور وہ بیوہ ہے جیسا کہ سائلوں نے بیان کیا تو اس صورت میں لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کی پھپی کے پاس رہیگا اوسکے ہوتے ہوئے باپ کو بھی اختیار نہیں ماں کا ماموں تو بہت بعید ہے اور جبکہ لڑکے کے باپ کی پھپی بھی حسب بیان سائلان نہیں غرض ماں کی پھپی کے سوا کوئی عورت جسے حق حضانت ہو موجود نہیں تو ماں کی پھپی کو اوس سے انکار کا اختیار نہیں۔ البتہ اس پرورش کی اُجرت لینی چاہے تو باپ کو دینی ہوگی۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے الحضانۃ تثبت للام ثم ام الام ثم ام الاب وان علت ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم الخالات ثم العمات ثم خالۃ الام ثم خالۃ الاب ثم عمات الامھات والاباء بھذا الترتیب ثم العصبات بترتیب الارث اھ اوسی میں ہے ولا تقدر الحاضنۃ علی ابطال حق الصغیر ولو لم یوجد غیرھا اجبرت بلاخلاف و تستحق اجرۃ الحضانۃ وھی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقتہ بحر عن السراجیۃ اھ ملخصین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از ریاست رامپور محلہ چاہ شور مرسلہ منا خاں صاحب۔ ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت وفات اپنی ایک زوجہ منکوحہ اور ایک پسر نابالغ اور دو لڑکیاں نابالغہ ہیں وراثت مع الحصر چھوڑکر وفات پائی اور بعد وفات مذکور کے اوسکی منکوحہ وارثہ نے بقضاء الٰہی وفات پائی اب ایک لڑکا نابالغ اور دو لڑکیاں نابالغہ بطن مسماۃ متوفیہ سے باقی رہی مسماۃ متوفیہ مذکورہ کا دادھیال اور ناناھیال میں سے کوئی ذکور اور اوناث میں سے نہیں ہے اور زید مرحوم مذکور کے دو چچازاد بھائی ہیں اور ایک عورت حسینی متوفیہ مرحومہ کو بطور فرزندی پرورش کیا تھا دعویدار ہیں کہ ولایت ان ہرسہ نابالغ صغیر کی ہمکو پہنچتی ہے پس ولایت صغیران مذکور برادران زید متوفی جو چچازاد بھائی زید کے ہیں اور وہ عورت جسنے منکوحہ زید کو فرزندانہ پرورش کیا تھا ان دونوں میں کس کو حسب شرع شریف حق ولایت نابالغان حاصل ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ سائل مظہر کہ پسر کی عمر گیارہ سال ہے اور ایک دختر کی دس سال اور دوسرے کی تین سال پس صورت مستفسرہ میں لڑکا جوان ہونے تک زید کے چچازاد بھائی کے پاس رہیگا اور لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کی ولایت بھی بھائیوں کو ہے مگر لڑکیاں اون میں سے کسی کو سپرد نہ کی جائیں گی قاضی شرع پر

فرض ہے کہ اون کے رکھنے کے لیے کوئی عورت صالحہ متدینہ امینہ تجویز کرے کہ تابلوغ یا جب تک شادی نہ ہو لڑکیاں اوسکی حفاظت میں رہیں اور ان تینوں نابالغوں کا جو مال ہے اگر ان کے باپ یا دادا کا کوئی وصی موجود ہے یعنی جسے وہ اپنے مال یا اولاد کی حفاظت و نگہداشت کی وصیت کر گئے ہوں یا وہ نہ ہو تو ایسے وصی کا جو وصی ہو اوسکی حفاظت میں سپرد کیا جاوے ورنہ اوسکے لیے بھی قاضی شرع پر فرض ہے کہ امین صالح دیندار قادر نیک مسلمان تجویز کرے جو قرآن پر سچا ایمان رکھے یتیم کے مال کو آگ جانے اور اللہ اون سب کا حساب لینے والا ہے رہی وہ عورت جس نے ان کی ماں کو پالا تھا اوس کا اصلا کوئی حق نہیں ہاں لڑکیوں کی حفاظت کے لیے اگر قاضی شرع کی رائے میں وہ عورت ہی انسب ہو تو اوسے دیدے مگر نکاح یا حفاظت مال میں اوس کا کوئی اختیار نہ ہوگا منہاج و خلاصہ و تاتارخانیہ و حاشیۃ الخیر الرملی و ردالمحتار میں ہے ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب غیر ان الانثی لاتدفع الا الی محرم تحفۃ الفقہاء و بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے ان لم یکن للجاریۃ غیر ابن العم فالاختیار للقاضی ان رأہ اصلح ضمها الیہ والا توضع علی ید امینۃ اھ قال الشامی ما فی التحفۃ علله فی شرحها البدائع بقوله لان الولایۃ فی ھذہ الحالۃ الیہ فیراعی الاصلح اھ وھو ظاھر فی انہ لاحق لابن العم فی الجاریۃ مطلقا الخ تنویر الابصار میں ہے ولیہ ابوہ ثم وصیہ (بعد موتہ ثم وصی وصیہ) ثم جدہ ثم وصیہ (ثم وصی وصیہ) ثم القاضی اھ مزیدا من الدرالمختار واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از بیلی بھیت پنجابی ٹولہ۔ مرسلہ شیخ عبدالعزیز ۱۲ شوال ۱۳۲۱ھ

(شجرہ حاجی کفایت اللہ متوفی)

(زوجہ اولی حیات نجم النساء)

مادر ایک بہنیں دو دو لڑکے چار لڑکیاں تین لڑکے نابالغ

مسماۃ اللہ جلائی — [illegible] — [illegible] — احسان الحق — عبدالحق — عجائب النسا — حبیب النسا — لطیف النسا — جمیل النساء عمر ۱۲ سال — فضل حق نابالغ — ضیاء الحق نابالغ عمر ۸ سال — ریاض الحق عمر ۵ سال نابالغ

(زوجہ ثانی متوفیہ حمید النسا)

دو لڑکیاں

کریم النسا بالغہ — احمدی بیگم نابالغہ

حاجی کفایت اللہ نے انتقال کیا اور انھوں نے اپنی ایک مادر جو سن خرافت کو پہنچ گئی ہیں اور ہوش و حواس اون کے قائم نہیں ہیں اور دو بہنیں اور ایک زوجہ اور اسی زوجہ حیات سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں اور دوسری زوجہ متوفیہ سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں فریق اول یعنی زوجہ اولی کی اولاد سب بالغ ہے

اور فریق ثانی یعنی زوجہ ثانیہ کی اولاد بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں فریق اول چونکہ بالغ اور غالب تھے اور فریق ثانی نابالغ اور مغلوب لہذا فریق اول کو ہمیشہ فریق ثانی کے ساتھ بوجہ سوتیلے پن کے قدرتی مخالفت ہے چنانچہ ان نابالغان کے سوتیلے بہن بھائی بہ اتفاق نجم النسا سوتیلی ماں کی والدہ نابالغان کے مخالف اور درپے تخریب ایذارسانی ودل آزاری رہی اور شرکت شادی وغمی اور ملنا جلنا تاحیات متوفیہ حمید النساء والدہ نابالغان قطعی ترک رہا مگر حین حیات حاجی کفایت اللہ اون کی عداوت کا کوئی اثر پورے طور پر ظاہر نہیں ہوپایا لیکن بعد وفات حاجی کفایت اللہ فریق اول کی عداوت فریق ثانی کے ساتھ بخوبی ظاہر ہوگئی چنانچہ اوسکے وجوہات یہ ہیں۔

۱ یہ کہ بعد وفات حاجی کفایت اللہ ان میں سے نابالغوں کو جو سب سے چھوٹے اور اون کے اختیار میں تھے ایک خادمہ کے سپرد کرکے گڑھی مانکپور کو جو جائے سکونت سے ایک مسافت بعیدہ پر واقع ہے باقی افراد اقارب سے جدا کرکے روانہ کردیا چھ ماہ تک اون کو لاوارث حیثیت سے چھوڑ رکھا جسکی وجہ سے اون کو طرح طرح کی خوردونوش وغیرہ کی تکلیف اور اذیتیں پہونچیں۔ ۲ یہ کہ جملہ آمدنی اون کے حصص واقعہ میں سے اپنے صرف میں لاچکے ہیں اور اون کے مصارف کی کوئی خبرگیری نہیں کرتے۔ ۳ یہ کہ بہت سے اشیاء منقولہ زرنقد وزیورات واشیاء خانگی جو نابالغان سے تعلق رکھتے ہیں ان لوگوں نے مخفی کرلیں اور ظاہر نہیں کیں اور دیون مورث کے وصول کرکے تصرف ذاتی اپنے میں لائے۔ ۴ یہ کہ طریقہ زندگی سوتیلے بھائیوں ان نابالغان کا ناشائستہ اور غیر مہذب بدچلنی کے ساتھ ہے۔

سوال

حاجی محمد کفایت اللہ متوفی نے انتقال کرکے اس شجرہ مذکورہ بالا کے مطابق ورثا چھوڑے اب ان اولاد نابالغان زوجۂ ثانی متوفیہ۔ فضل حق۔ ضیاء الحق۔ ریاض الحق واحمدی بیگم کا حق ولایت جان ومال ازروئے شرع شریف ان اولیا میں سے بمقابلۂ وجوہات بالا کے کس کو پہنچتا ہے۔

اخ لاب۔ اخ لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب وام۔ جدہ صحیحہ۔ عمہ۔ عم عبدالحق۔ احسان الحق۔ عجائب النسا۔ لطیف النساء۔ حبیب النساء۔ جمیل النسا۔ کریم النساء۔ اللہ جلائی نجم النسا صاحب النسا

الجواب: حق حضانت میں لڑکے سات اور دختر میں نو برس کی عمر تک رہتا ہے اوسکے بعد عصبہ کے پاس رہینگی جو عصوبت میں مقدم ہے یہاں بھی مقدم ہے بشرطیکہ فاسق بدچلن نہ ہو اوس سے صغیرہ کو اندیشہ نہ ہو اور دختر کے لیے اوسکا محرم ہونا بھی شرط۔ اور سات یا نو برس کی عمر تک جو حق حضانت میں عورات ذوات فروض مثل مادر وخواہر پھر ذوات رحم مثل خالہ وعمہ عصبات پر مقدم ہیں اون میں شرط یہ ہے کہ صغیر کے نامحرم کے نکاح میں نہ ہوں ورنہ بچے ماں کو بھی سپرد نہ کیے جائیں گے جہاں شرائط حضانت کی

جامعہ کوئی عورت نہ ہوگی حضانت عصبات پھر ذوی الارحام ذکور کی طرف بترتیب انتقال کریگی اور دختر کیلئے وہی محرمیت ضرور ہوگی پھر اگر کوئی ذی رحم ان بچوں کے حق میں قابل اعتماد نہ ہو تو ذی علم دیندار خدا ترس مسلمانان شہر کہ کوئی بدعت کفریہ مثل نیچریت ورفض وغیرہما نہ رکھتے ہوں نہ مکذبان باری عزوجل یا منکران ختم نبوت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مسلمان جانتے ہوں جمع ہوکر کسی ایسے ہی متدین لائق کو بچوں کی حفاظت کے لیے تجویز کریں اور لڑکیاں بالخصوص کسی ایسی ہی عورت عاقلہ امینہ قادرہ کو سپرد کی جائیں جو نامحرم کے نکاح میں نہو نہ ایسوں کے یہاں رہتی ہو جنسے بچوں پر مضرت واذیت کا اندیشہ ہو اور یہ شرط عدم نیچریت ورفض وغیرہ بدعات کفریہ کہ ہمنے ان رائے دہندوں کے لیے ذکر کی مطلقا ہر عورت و مرد میں ضرور ہے جسے حضانت یا حفاظت جان یا مال کی دی جائے بچوں کے مال کو ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو ہے یعنی جسے وہ کہہ کر مرا ہو کہ میری اولاد کی خور پرداخت کرنا یا کہا ہو میری جائداد کی نگہداشت کرنا۔ وصی نہو تو وصی کا وصی وہ بھی نہو تو دادا پھر دادا کا وصی پھر اوسکے وصی کا وصی اور ان میں کوئی نہو تو پھر وہی حکم ہو کہ ذی علم متدین مسلمان نہایت غائر نظر سے مشورہ کرکے کسی ایسے ہی مسلمان کو محافظ مقرر کریں جو یتیم کے مال کو آگ جانتا ہو اور جس شہر مین کوئی عالم دین معتمد سنی المذہب فقیہ متدین موجود ہو تو ان امور میں رائے اوسی کی معتبر ہے اور جہاں ایسے چند عالم ہوں وہاں جو اون سب میں زیادہ علم والا ہو اوسپر نظر ہے جب کوئی مستحق حضانت وولایت مال نہو تو وہ عالم شہر اپنی رائے سے بلحاظ امور مذکورہ بچوں کی سپردگی جان و مال کے لیے رجال ونساء باوصاف مذکورہ تجویز کرے شریعت کی ایسی باتوں میں جہاں قاضی اسلام نہو اوس عالم شہر کی رائے رائے قاضی اسلام کی مثل ہے اور مسلمانوں پر اوسکا اتباع لازم ہے گورنمنٹ نے معاملات مثل نکاح وطلاق وحضانت وولایت ووراثت ووصایت میں مسلمانوں کو آزادی دی ہے وہ ہرگز مجبور نہیں کرتی کہ تم ان امور کو اپنی شرع کے مطابق باہم فیصلہ نہ کرلو بلکہ وہ خود ان امور میں شریعت وفتوی کی طرف رجوع کرتی ہے جہاں تک میرا خیال ہے یہ امور اسی قبیل سے ہیں اور اگر فی الواقع ایسا نہیں بلکہ آزادی کسی حد تک محدود کی گئی ہے تو جہاں تک آزادی ہے اوسپر کارروائی لازم ہے واللہ الموفق درمختار میں ہے

الحاضنة احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی واحق بہا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی ردالمحتار میں ہے فی حاشیۃ البحر للرملی فی المنہاج والخلاصۃ والتاتارخانیۃ ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب غیر ان الانثی لاتدفع الا الی محرم تنویر الابصار میں ہے الحضانۃ تثبت للام الا ان تکون مرتدۃ اوغیر مامونۃ اومتزوجۃ بغیر محرم ثم ام الام ثم ام الاب ثم الاخت

لاب وام ثم لام ثم لاب ثم الخالات ثم العمات کذلک درمختار میں ہے ثم العصبات بترتیب الارث سوی فاسق ومعتوہ ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام برہان وعینی وبحر وکذا المختار میں ہے فی البدائع لوکانت الاخوۃ والاعمام غیر مامونین علی نفسہا اومالہا لاتسلم الیہم وینظر القاضی امرأۃ ثقۃ عدلۃ امینۃ فتسلمہا الیہا حتی تبلغ درمختار میں ہے الحاضنۃ یسقط حقہا بنکاح غیر محرمہ ای الصغیر وکذا بسکنٰہا عند المبغضین لہ اوسی میں ہے ولیہ فی المال ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم جدہ الصحیح ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم القاضی حدیقہ ندیہ میں ہے فی العتابی اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم جب یہ مسائل معلوم ہولیے اب صورت مستفسرہ کی طرف چلئے فضل حق وضیاء الحق تو حد حضانت سے نکل چکے ہیں کہ اونکی عمریں سات سال سے زائد ہیں اونھیں چاہیئے تھا کہ عصبات کے سپرد ہوں عصبہ یہاں سوتیلے بھائی ہیں جنہیں سائل بدچلن بتاتا ہے اور نابالغوں کا بدخواہ ودشمن بھی اور فی الواقع سوتیلوں میں خصوصًا جہاں جائداد کا قدم درمیان ہو بدخواہی نہونا ہی تعجب ہے تو لازم ہے کہ ان دونوں بچوں کے لیے کوئی اور عصبہ دیندار معتمد بشرائط مذکورہ تلاش کیا جائے سائل نے زبانی احمدی بیگم کو ریاض الحق سے بھی چھوٹی بتایا تو یہ دونوں ابھی حضانت طلب ہیں۔ اللہ جلائی کو سائل مختل الحواس بتاتا ہے اور کریم النسا حقیقی بہن بچوں کے نامحرم کے نکاح میں ہے یوہیں سوتیلی بہنیں بھی اور اونکا نامعتمد ہونا علاوہ۔ بچوں کی کوئی خالہ بیان ہی نہ آئی پھپیوں کی نسبت بھی مسموع ہوا کہ نامحرموں کے نکاح میں ہیں اس تقدیر پر ان کی حضانت بھی بھائیوں کی طرف آتی ہے مگر اون میں وہی موانع ہیں تو اسکے لیے بھی کوئی عصبہ اور وہ نہو تو ذورحم تلاش کرنا چاہئے اور احمدی بیگم کے واسطے اوسکا محرم بھی درکار۔ یہ حفاظت جان تھی رہی سپردگی مال اوسکے لیے لازم کہ باپ کا وصی یا وصی وصی یا دادا یعنی پدر پدر کا وصی یا وصی وصی کی تحقیق کریں مثلاً حاجی کفایت اللہ نے اگر کریم النسا یا اپنی بہن نجم النسا یا صاحب النسا یا جس کسی شخص کو ان بچوں یا اپنی جائداد کی نگہداشت کی وصیت کی ہو نابالغوں کے مال اوسی کو سپرد کیے جائیں گے یہ تین مقام تلاش وتحقیق کے ہیں ان میں سے جس میں بعد تلاش بھی کوئی شخص اون شرائط کا نہ ملے تو عالم شہر کی رائے لی جائیگی۔ یہ مسئلہ پیلی بھیت کا ہے اور وہاں اون صفات مذکورہ کا کوئی عالم نہیں سوا مولنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی دامت فیوضہم کے تو اون کی طرف رجوع لازم اور اون پر واجب کہ بعد غور تمام وتحقیقات تام جملہ مسائل مذکورہ ومصالح نابالغین ومالہم وماعلیہم پر نظر غائر فرماکر جزم واحتیاط کامل سے کام لیں اور ذی رائے دیندار اہلسنت عمائد شہر کو رائے

وشوریٰ میں شریک کریں وباللہ العصمۃ والتوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ :-

ایک عورت کا خاوند فوت ہوگیا بعد انتقال دو ماہ اوس عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور بعد چندے زمانۂ عدت گزرنے پر عورت نے نکاح ثانی کرلیا۔ پرورش اوس بچے کی اتبک کہ قریب تین سال کے ہوے وہ عورت کرتی ہے اوس بچہ کے دادا نے اس درمیان میں یہ چاہا تھا کہ اوس بچہ کی پرورش میں کروں لیکن اوس عورت نے نہیں دیا اور کہا کہ بعد ہوشیار ہوجانے کے لے لینا اب صورت مسئولہ یہ ہے کہ اوس بچہ کی پرورش اوسکی والدہ کب تک کرنے کی مستحق ہے اگر دادا بچہ کا اوس بچہ کو اپنے پاس رکھنے کو لیوے تو اوسکی ماں کو بطریقۂ شرعی کچھ خوراک یا نقد معین کرنا یا معاوضہ میں دینا چاہئیے یا نہیں اور اوس زیور میں اوس لڑکے کا کچھ حق ہے یا نہیں جو اوسکی ماں کے پاس ہے اگر ہے تو کسقدر بینوا توجروا

الجواب :- عورت نے اگر پسر کے محرم مثلاً حقیقی چچا سے نکاح کیا ہے تو لڑکا سات برس کی عمر تک ماں ہی کے پاس رہیگا اور اس مدت تک عورت اوسی کے پالنے پر ماہانہ پائے گی۔ جس کا وجوب لڑکے کے مال میں ہوگا اور لڑکے کا مال نہ ہے تو اوسکے دادا پر ہوگا فی الدرالمختار تستحق الحاضنۃ اجرۃ الحضانۃ وھی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقتہ کما فی البحر عن السراجیۃ وکتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی مال المحضون لولہ والا فعلی من تلزمہ نفقتہ قال شیخنا وقواعدنا یقتضیہ فیفتی بہ اھ مختصرا وفی ردالمحتار عن الشامی عن البرجندی تجبر الام علی الحضانۃ اذا لم یکن لھا زوج والنفقۃ علی الاب قال الفقیہ ابوجعفر تجبر وینفق علیھا من مال الصغیرۃ وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث اھ مختصرا ہاں اگر لڑکے کی کوئی قریب رشتہ دار عورت لائق حضانۃ مثلاً خالہ یا پھپی بلا اجرت حضانۃ پر راضی ہو تو اس صورت میں کہ لڑکا مال رکھتا ہے اور اوسکا مال بچانے کو لڑکے کی ماں سے کہا جاوے گا یا تو مفت اپنے پاس رکھ یا اوسے دوسری عورت کو دیدے کہ مفت پرورش کرے فی ردالمحتار ان کان المتبرع غیر اجنبی والصغیر لہ مال یقال للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ مثلا المتبرعۃ صونا لمالہ لولہ مال اور جبکہ عورت نے نکاح کیا لڑکے کا محرم نہیں تو عورت کا حق حضانت ساقط ہوگیا لڑکا اوس سے فوراً لے لیا جائے اور نانی دادی نہ ہو تو دادی پھر بہن پھر خالہ پھر پھپی جو ان میں جوان قابل حضانت ہو کہ لڑکے سے اجنبی کے نکاح میں نہ ہو اوسی کے پاس سات سال کی عمر تک رکھا جائے اور عورتوں میں کوئی ایسی نہ ہو تو دادا لیلے۔ جو زیور اوسکے باپ نے اوسکی ماں کو ہبہ کردیا ہو اوس میں لڑکے کا کچھ حق نہیں ورنہ بعد فرض اصحاب فرائض باقی سب

لڑکے کا ہے مثلاً اوسکے باپ کا سوا ازوجہ و پدر و پسر کے کوئی وارث نہ ہو تو بعد دین و وصیت ۲۴ حصّے ہوکر ۳ حصے زوجہ اور چار والد اور سترہ پسر کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۷ رشعبان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور ایک لڑکا ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ بیوہ اور ایک بھائی چھوڑکر انتقال کیا۔ زوجہ نے کہ اس بچے کی ماں ہے ایک اجنبی آدمی سے نکاح کرلیا جوان بچوں کا رشتہ دار نہیں لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ برس کی اوس کی ماں ایک جگہ اوس کا نکاح کیا چاہتی ہے چچا وہاں راضی نہیں بلکہ اپنے بھتیجے یعنی دوسرے بھائی کے پسر سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس صورت میں اون نابالغوں کا اختیار ماں کو ہے یا چچا کو اور اونکے رکھنے کا اختیار کسے ہے۔ نابالغوں کی نانی دادی کوئی نہیں خالہ اور دو پھپیاں اونھیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں اون نابالغوں کے نکاح کا اختیار چچا کے سوا کسی کو نہیں اوسکے ہوتے ہوئے ماں نکاح میں کچھ دخل نہیں رکھتی فی تنویر الابصار ان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام اور جبکہ وہ اپنا نکاح ایک اجنبی شخص سے کرچکی تو اوسے ان بچوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں فی الدر المختار الحضانۃ للام الا ان تکون فاجرۃ او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر اھ مختصرا بلکہ لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک اپنی بیوہ بہن کے پاس رہیں اور وہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس وہ بھی قبول نہ کرے تو پھپیوں کے پاس فی الدر المختار ثم بعد الام بان ماتت او لم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام ثم ام الاب ثم الاخت ثم الخالات ثم العمات اھ مختصرا وفی رد المحتار الحاضنۃ لا تجبر اذا لم تتعین لها لان المحضون لا یضیع حقہ لوجود من یحضنہ غیرها وتجبر اذا تعینت لعدم من یحضنہ غیرها اھ ملتقطا وتمام تحقیقہ فیہ هذا حاصل ما وفق بہ بین نقلین مختلفین وفی الدر المختار الحاضنۃ اما او غیرها احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی وبالصغیرۃ حتی تشتهی وقدر بتسع وبہ یفتی اھ بالالتقاط واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۱۰ رجمادی الآخرہ ۱۳۰۷ھ

زن وشوہر میں نااتفاقی ہے ان کی لڑکی کی عمر قریب چھ برس کے ہے شوہر نے جبر کرکے اوسکو ماں کے پاس سے علیحدہ کرلیا ہے اور اوسکو ماں کے پاس نہیں آنے دیتا ہے پس اس صورت میں حکم

شرع شریف استفسار ہے کہ لڑکی کس کے پاس رہے اور حق ماں کو لڑکی کے رکھنے کا کے برس کی عمر تک ہے اور باپ لڑکی کا بحالت موجود ہونے لڑکی کی ماں کے مستطیع ہے اور اوسکی تعلیم اچھی طرح کرسکتی ہے لڑکی کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں اور باپ لڑکی کا غیر مستطیع ہے فقط بینوا توجروا۔

الجواب: لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہیگی بعدہ باپ کو دیدی جائے گی اس سے پہلے جب تک ماں میں کوئی اور مسقط حضانت نہ ثابت ہو کسی کو بلا وجہ شرعی اس سے لینے کا اختیار نہیں۔ فی الدر المختار الام والجدۃ احق بہا حتی تشتھی وبہ یفتی اوسی میں ہے وقدر بتسع وبہ یفتی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از رنگون سورتی بازار دکان ۲۶۸ مرسلہ شیخ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر کی دو لڑکیاں زبیدہ اور ہندہ تھیں زبیدہ کا نکاح خالد سے ہوئی اور ہندہ کی نکاح بکر کے لڑکے ولید سے۔ ولید سے ہندہ کو ایک لڑکا زید تولد ہوا بعد کو ولید انتقال کرگیا کچھ عرصہ بعد زبیدہ جو کہ خالد کے نکاح میں تھی گزر گئی اوسکے بھی چند اولاد ہیں بعد ایک عرصہ کے عمرو نے سنت رسول للہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمجھ کر بیوہ ہندہ کی نکاح اپنی مرحوم لڑکی زبیدہ کے خاوند خالد سے کردی یہ بات ہندہ کے اگلے شوہر ولید باپ بکر کو ناگوار گزرا اور ولید کے لڑکے زید کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور اوس لڑکے کو اوسکے والدہ سے اور والدہ کے رشتہ داروں سے ملنے جلنے نہ پائے اس کا سخت بندوبست کیا اسطرف اب زید کی والدہ جو نکاح ثانی کرچکی ہے لڑکے کے فراق میں سخت بے چین ہے روز و شب لڑکے کو یاد کرتی ہے اوس بچے سے کسی طرح بھی ملنا چاہتی ہے حتی کہ ہندہ کی صحت بھی بگڑ چکی ہے اس سبب سے ہندہ کے والد عمر بھی بے چین ہیں اور بہت ذریعے سے بکر سے عرض کرچکے ہیں حتی کہ ایک جلسے جماعت مسلمین میں بھی یہ طے پایا کہ بکر کو جماعت کی طرف سے عرض کیا جاوے کہ زید کو اوسکی والدہ ہندہ کے پاس وقتاً فوقتاً کچھ دیر ملاقات کے لیے بھیجا کرے مگر پھر بھی نتیجہ کچھ حاصل نہوا اب سوال یہ ہے کہ یہ فعل بکر کا جائز ہے یا نہیں کس طرح کے حقوق اسوقت ایک دوسرے پر ہیں کیا بکر پر فرض نہیں کہ زید کو اوسکے والدہ کے پاس صرف ملاقات کے لیے بھیجا کرے کیا ایسے افعال اور جبر سے نکاح ثانی جو کہ نہایت ضروری سنت شریف ہے کہ کرنے میں رکاوٹیں پیدا نہ ہونگی خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ہند میں اکثر یہ مذموم رسم جاری ہے کہ نکاح ثانی نہیں کرتے کیا والدہ بیچاری جسکی محبت بچے کے ساتھ اظہر من الشمس ہے خصوصاً بچہ جبکہ ۷۔ ۸۔ ۹ سال ہی کا ہو اتنا بھی حق نہیں رکھتی ایک آدھ مرتبہ بچے کی صورت دیکھ لے۔

الجواب:۔ اگر ماں دوسرا نکاح نہ بھی کرے تو لڑکا سات برس کی عمر کے بعد اوسکے پاس نہ رکھا جائیگا دادا لے لیگا اور اگر سات برس سے کم عمر ہو اور ماں دوسرا نکاح نہ کرے یا کرے تو لڑکے کے محرم یعنی چچا سے تو لڑکا سات کی عمر ہونے تک ماں کے پاس رہیگا دادا نہیں لے سکتا لیکن جب لڑکے کے نامحرم مثلاً خالو سے نکاح کرلے جیسا یہاں ہوا تو اس نکاح کرنے کو جو بُرا کہے گا سخت گنہگار ہوگا لیکن شوہر دوم نامحرم پسر ہونے کے سبب لڑکا ماں سے لے لیا جائیگا یہ سب مسائل درمختار وغیرہ عامہ کتب میں مصرح ہیں مگر ان کا یہ مطلب نہیں کہ بچہ ماں سے بالکل تڑا لیا جائے اوس سے ملنے تک نہ دیں یہ حرام اور سخت حرام ہے سنن ابن ماجہ میں ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لعن اللہ من فرق بین الوالدۃ وولدھا اللہ کی لعنت ہے اوسپر جو ماں اور اوسکے بچے میں جدائی ڈالے بکر پر لازم ہے کہ اس حرکت سے توبہ کرے اور بچے کو اوسکی ماں سے ملنے دے اور بلا وجہ ایذائے مسلمان کا شدید وبال اپنے سر نہ لے صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اوس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اوس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از حسن پور ضلع سارن مسئولہ شاہ حمید احمد۔ ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے باپ۔ بی بی اور دس سالہ لڑکی نابالغہ چھوڑ کر انتقال کیا زید کی بی بی نے بعد ایام عدت زید کے ایک ایسے بھائی سے عقد ثانی کرلیا جو بعد وفات پدر زید کے اوسکے ترکہ کا وہی وارث جائز ہے اور مکان بھی اوسکا بالکل زید کے مکان سے متصل ہے اور زید کے ہر جز و جائداد میں حصہ دار بھی ہے اور لڑکی زید کی آجتک پرورش اور پرداخت میں اپنی ماں کے ہے ایسی صورت میں حق پرورش و پرداخت وولایت نکاح کا لڑکی کی ماں کو حاصل ہے یا دادا کو باوجودیکہ لڑکی ہنوز پرورش و پرداخت میں اپنی ماں کی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ لڑکی کے نکاح یا اوسکے مال کی نگہداشت کا حق تو باپ کے بعد دادا کے سوا کسی کو نہ تھا پاس رکھنے کا حق ماں کو تھا جب لڑکی نو برس کی ہوئی وہ بھی ختم ہوگیا اب دادا اوس سے لے لیگا ماں یا چچا کسی کو تعرض کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:۔ از ریاست جاورہ سڑک رتلام دروازہ۔ مرسلہ چھوٹے خاں معرفت سید حسن انسپکٹر ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حامد لاولد کو صاحب اولاد نے اپنی ایک دختر بسبب محبت و یگانگت و ہمدردی اسلامی لوجہ اللہ دیکر یہ اختیار دیدیا کہ اب یہ لڑکی تمہاری ہو ہمارا کسی قسم کا اس پر دعوی جھگڑا نہیں ہے اس کو بطور اولاد کے تم پرورش کرو اور جہاں چاہو اسکی شادی وغیرہ کردینا ہمیں کوئی تعلق نہیں چنانچہ حامد نے دس گیارہ سال تک اوس دختر کو بطور اولاد خود اپنے پاس رکھکر اپنے صرفہ سے پرورش کیا اور اب جبکہ دختر ہوشیار ہوئی تو زید نے بباعث طمع یا جو کچھ ہو اپنی طرف اوسکو لوٹانا چاہا اور حامد اوسکے دینے سے انکاری ہے تو ایسی صورت میں عندالشرع دختر مذکورہ اوسکے والدین کو دلائی جاسکتی ہے یا نہیں اور اگر دلائی جاسکتی ہے تو کیا بلا ادائے صرفہ پرورش دختر۔

الجواب: دختر کا ہبہ کردینا باطل ہے نہ وہ باپ کی ملک تھی نہ حامد کی ملک ہوگئی اور اب کہ بالغہ ہوئی یا قریب بلوغ پہنچی جب تک شادی نہ ہو ضرور اوسکا باپ کے پاس رہنا چاہیے یہاں تک کہ نو برس کی عمر کے بعد سگی ماں سے لڑکی لے لی جائے گی اور باپ کے پاس رہیگی نہ کہ اجنبی جسکے پاس رہنا کسی طرح جائز ہی نہیں بیٹی کرکے پالنے سے بیٹی نہیں ہوجاتی۔ اوس نے جو خرچ کیا اپنی اولاد بناکر کیا نہ بطور قرض لہذا واپسی کا بھی مستحق نہیں واللہ تعالٰی اعلم

باب النفقۃ

مسئلہ: ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں اور عدت گزرچکی اب عورت کا نفقہ زید پر واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر فی الواقع عدت گزرچکی (یعنی حاملہ تھی تو وضع حمل ہوگیا ورنہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہوکر ختم ہولیے) تو اب نفقہ واجب نہیں کہ مطلقہ کا نفقہ عدت تک ہے بعد عدت کوئی علاقہ باقی نہیں جسکے سبب نفقہ لازم ہو فی ردالمحتار النفقۃ تابعۃ للعدۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از ٹونک محلہ قافلہ مرسلہ مولوی سید ولی اللہ صاحب۔ ۲۱ شوال ۱۳۰۹ھ

بعالیجناب فیض مآب حضرت مولنا وبالفضل اولانا قبلہ وکعبہ ام مولنا احمد رضا خانصاحب دام اللہ فیضہ

پس از تسلیم نیاز معروض می دارد۔ نقل اقرارنامہ بذریعہ عریضہ ہذا خدمت شریف میں ابلاغ ہوکر دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ اقرارنامہ شرعاً کچھ قابلِ وثوق ہے اور اوسکے مدعیہ مسماۃ رقیہ بیگم کو اختیار حاصل ہے کہ بصورت ہونے تکلیف کے اپنے والدین کے مکان پر جاکر ہمیشہ رہی یا نہیں اور جو اقرار اس کا شرع سے ہے یا نہیں۔ اول یہ تکلیف ہے نان نفقہ جو پہلے دیتا تھا نہیں دیتا باوجود مقدوری کے دوسرے سخت و سُست بولتا ہے تیسرے بدعہدی کرتا ہے کہ حق زوجہ ادا نہیں کرتا ہے چوتھے والدین کے مکان پر حسب اقرار جانے نہیں دیتا۔ پانچویں دلیل تھا کہ مہر معجل دوں گا اور ڈگری بھی شریعت سے ہوگئی یکمشت دلانے کے آجتک نہیں دیا برخلاف اوسکے اعمہ دیے ہیں باقی ہنوز بے وصول ہیں اور یہ بھی مسماۃ کہتی ہے اگر مکان مسکونہ جو متصل والدین کے ہے اور اس میں تکلیف ہے دیگر محلہ میں رہنے تو نہیں رہنے دیتا یہ درخواست بھی قابل لحاظ ہے یا نہیں (نقل اقرارنامہ)

(مہر شریعت) ناظم شریعت۔ مینکہ سید احمد علی بن سید اکبر علی مرحوم ساکن کالی پلٹن ام جو کہ مسماۃ رقیہ بیگم زوجہ منظر نے نسبت میرے دعویات تکلیفات قسم قسم وزرمہر وغیرہ دائر عدالت شرع شریف کیے ہیں بنابراں فی الحال اقرار کرتا ہوں و لکھے دیتا ہوں کہ میں آئندہ کسی قسم کی تکلیف مسماۃ مذکور کو نہ دوں گا اور حسن سلوک خود سے سب طرح رضامند رکھا کرونگا اگر خلاف حکم شرع کے کوئی بات نسبت مسماۃ مذکور کروں اور زوجہ میری مجھ سے ناراض ہو تو بدل اس بدعہدی کا اوس صورت میں حسب تحریر مشاہدہ ہذا کے مدعیہ اختیار رکھتی ہے کہ اپنے والدین کے مکان پر جا رہے میں مزاحمت نہیں کروں گا اور مسافرت کو نہیں جانے پاویگی۔ لہذا یہ چند کلمہ بطریق اقرارنامہ لکھدیے کہ سند ہو فقط المرقوم ۲ ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ ہجریہ

العبد گواہ شد گواہ شد

سید احمد علی منشی عبداللہ وکیل بقلم خود نصرت یار خاں دستخط ہندی

امید کہ براہ عنایت بزرگانہ اس کا جواب تحریر فرماکر تابعدار کو سرفراز فرمایا جائے۔

عریضہ ادب۔ محمد ولی اللہ عفا عنہ مولاہ برادر حقیقی مولوی سید ظہور اللہ صاحب رضا از رہا مسجد بیسٹک

الجواب: یہ اقرارنامہ کوئی چیز نہیں نہ اسکے سبب رقیہ بیگم اپنے شوہر کا وہ حق جو شرع اوسکے لیے ثابت کرے بعد ثابت ہونے کے ساقط و باطل کرسکتی ہے شرع مطہر نے شوہر کو حق حبس دیا ہے کہ عورت کو اپنے پاس رکھے مگر یہاں بات یہ ہے کہ جب سید احمد علی نے ابھی رقیہ بیگم کا مہر معجل ہی پورا ادا نہ کیا ہنوز سید مذکور شوہر کو رقیہ بیگم کے حبس کرنے اور اپنے پاس رکھنے کا سرے سے اختیار ہی حاصل نہ ہوا کہ شوہر کو یہ اختیار بعد ادائے مہر معجل حاصل ہوتا ہے بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں تو اوسکے وصول سے پہلے برضائے زوجہ وطی واقع ہونا بھی عورت کو حبس پر مجبور نہیں کرتا ھذا ھو مذھب الامام

وعلیہ المتون فعلیہ التعویل کما حققناہ فی کتاب النکاح من فتاونا بتوفیق اللہ تعالٰی درمختار میں ہے لہامنعہ من الوطئ ودواعیہ شرح مجمع والسفربہا ولوبعد وطی وخلوۃ رضیتہما لان کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی ردالمحتار میں ہے قولہ والسفربہ الاولی التعبیر بالاخراج کما عبر فی الکنز لیعم الاخراج من بیتہا کما قالہ شارحوہ تو صورت مستفسرہ میں جبتک باقی مہرمعجل ادا نہ ہوجائے رقیہ بیگم کو اختیار ہے کہ شوہر کے گھر نہ جائے اوسے اپنے پاس آنے نہ دے نہ اپنے بدن کو ہاتھ لگانے دے ہاں جب وہ مہرمعجل تمام وکمال ادا کرلے اوسوقت رقیہ بیگم بے اذن شوہر اپنے گھر نہیں رہ سکتی نہ اس اقرارنامہ کی بناپر شوہر سے مواخذہ کرسکتی ہے کہ بالفعل شوہر کو حق حبس حاصل نہ ہونا جس طرح ابھی رقیہ بیگم کو تا ادائے مہرمعجل آزادی دے رہا ہے یونہیں اس اقرارنامہ کو بھی باطل محض وبے اثر کررہا ہے کہ اوسکا حاصل اگر ہے تو یہی کہ شوہر درصورت بدعہدی اپنے حق حبس کو ساقط کرتا ہے وہ حق اوسے ہنوز حاصل ہی نہیں تو ساقط کس چیز کو کریگا اسقاط کے لیے پہلے ثبوت درکار جو شئ ہنوز ثابت ہی نہیں ساقط کیا ہوگی تو احمد علی کی یہ تحریر محض مہمل وبیکار ہوئی جس سے رقیہ بیگم کو کسی وقت استناد کا محل نہیں امام علامہ زیلعی تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق میں فرماتے ہیں لہا ان ترجع ان وہبت قسمہا للاخری لانہا اسقطت حقا لم یجب بعد فلایسقط وھذا لان الاسقاط انما یتحقق فی القائم الخ پھر اس تقریر کی بھی حاجت کہ نفس عبارت دستاویز کو خلل سے سالم مان لیا جائے ورنہ نظر فقہی تو قطع نظر اس سے کہ مہرمعجل ہنوز ادا ہوا یا نہیں اور وطی برضائے رقیہ بیگم واقع ہوئی یانہیں، خود اس نفس تحریر کو مہمل ومختل بتاتی ہے کہ اوسنے اسقاط حق حبس نفس کو معلق کیا اور یہ اسقاط سرے سے قابلیت تعلیق نہیں رکھتا لانہ مما لایحلف بہ کما لایخفی وکل اسقاط لایحلف بہ فانہ لایصح تعلیقہ درمختار میں ہے مایجوز تعلیقہ بالشرط ھو مختص بالاسقاطات المحضۃ التی یحلف بہا کطلاق وعتاق وبالالتزامات التی یحلف بہا کحج وصلاۃ والتولیات کقضاء وامارۃ عینی وزیلعی ردالمحتار میں خلاصہ سے ہے انما یحتمل التعلیق بالشرط مایجوزان یحلف بہ اوسی میں عینی سے ہے انہ لیس مما یحلف بہ فلایجوز تعلیقہ بالشرط اوسی میں ہے اعلم ان قولہ لایصح تعلیقہ لیس المراد بہ بطلان نفس التعلیق مع صحۃ المعلق بل المراد انہ لا یقبل التعلیق بمعنی انہ یفسد بہ بہرحال حکم یہی ہے کہ دستاویز مذکور مہمل و باطل اور رقیہ بیگم کو تا ادائے مہرمعجل اپنے ماں باپ کے گھر رہنے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دینے کا خود ہی اختیار حاصل اور بعد ایفائے تمام مہرمعجل رقیہ بیگم کا یہ اختیار یک لخت زائل۔ ہاں والدین کے یہاں آٹھویں دن بے اجازت شوہر بھی جاسکتی ہے کہ دن کے دن رہے اور رات کو چلی آئے۔ ردالمحتار میں ہے فی البحر الصحیح المفتی

بہ انہا تخرج للوالدین فی کل جمعۃ باذنہ وبلا اذنہ وللمحارم فی کل سنۃ مرۃ باذنہ وبلا اذنہ اور دوسرے محلہ میں رہنے کی درخواست سے اگر رقیہ بیگم کی یہ مراد ہے کہ شوہر سے جدا رہے اور شوہر اُسکے پاس نہ آنے پائے تو اس کا جواب تو ہو چکا کہ قبل ادائے مہر معجل اوسے شوہر سے جدائی کا اختیار ہے اور بعد ادا ہرگز نہیں اور اگر یہ مقصود ہے کہ یہاں شوہر اوسے ایذائیں پہنچاتا تکلیفیں دیتا ہے اور کوئی اوسے روکنے والا نہیں ہوتا لہذا چاہتی ہے کہ شوہر اوسے ایسی جگہ اپنے پاس رکھے جہاں اوسکا دست تعدی کوتاہ رہے تو بیشک یہ درخواست اوسکی ضرور قابل لحاظ ہے حاکم شرع اس معاملہ میں غور فرمائیگا اگر رقیہ بیگم کا یہ بیان صحیح جانے گا اور شوہر کو زجر و منع سے کام چلتا نہ دیکھے گا نہ وہاں ہمسایوں میں کوئی اس قابل پائیگا جو شوہر کو دبائے اور ایذائے زوجہ سے مانع آئے تو ضرور ایسی ہی کوئی امن کی جگہ تجویز کرکے احمد علی کو حکم دیگا کہ رقیہ بیگم کو وہاں رکھے عالمگیری میں ہے ان اسکنہا فی منزل لیس معہا احد فشکت الی القاضی ان الزوج یضربہا ویؤذیہا وسألت القاضی ان یامرہ ان یسکنہا بین قوم صالحین یعرفون احسانہ و اساءتہ فان علم القاضی ان الامر کما قالت زجرہ عن ذلک ومنعہ عن التعدی وان لم یعلم ینظر ان کان جیران ہذہ الدار قوما صالحین اقرھا ھناک ولکن یسأل الجیران عن صنعہ فان ذکروا مثل الذی ذکرت زجرہ عن ذلک ومنعہ عن التعدی فی حقہا وان ذکروا انہ لایؤذیہا فالقاضی یترکہا ثمہ وان لم یکن فی جوارہ من یوثق بہ اوکانوا یمیلون الی الزوج فالقاضی یامر الزوج ان یسکنہا فی قوم صالحین ویسأل عن ذلک ویبنی الامر علی خبرھم کذا فی المحیط واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ :- از ڈاکخانہ سجولی ضلع بہرائچ۔ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب۔ ۷ رمضان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام عدت کا نفقہ اور سکونت کا مکان دینا بذمۂ زید واجب تھا لیکن زید نے بعد طلاق ہندہ کو اپنے مکان سے نکال دیا اور نفقہ بھی نہیں دیا اس شکل میں ایام عدت کا نفقہ اور مکان سکونت کا معاوضہ ہندہ زید سے پاسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: عدت طلاق کا نفقہ و سکنٰی اگرچہ بذمہ زید واجب تھا اور وہ عورت کو نکال دینے سے گناہگار ہوا مگر جبکہ عدت گزر گئی اور نفقہ مفروض و مقدر نہ ہو چکا تھا تو اوسکا کوئی معاوضہ ہندہ کو نہ ملیگا فی الھندیۃ المعتدۃ اذا لم تخاصما فی نفقتہا ولم یفرض القاضی لہا شیئا حتی انقضت العدۃ فلا نفقۃ لہا کذا فی المحیط انتہٰی واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از بریلی محلہ بھیت ۱۲ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے دو نکاح کیے اور ایک زوجہ کے نان ونفقہ میں کمی کی اوس زوجہ نے بوجہ تکلیف ضروریات بقدر ضرورت قرض لیکر خرچ کیا اس صورت میں ادائے قرضہ ذمۂ زوج ہوگا یا زوجہ اور مستحق وطالب اپنے مہر کی بغیر طلاق ہر وقت ہے یا نہیں اور در صورت نہ ہونے طلاق خواہان مکانِ سکونت ونیز نفقہ ہوسکتی ہے یا نہیں اور برتقدیر ثبوت وطلب زوج کی آمدنی سے کسقدر لے سکتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- زوجہ کو بلاوجہ تکلیف دینا ایک گناہ اور دوسری زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہ شدید جسکی تحریم پر قرآن وحدیث ناطق مگر جب تک نفقہ باہمی تراضی او قضائے قاضی سے مقرر نہو جائے عورت جو کچھ بطور خود اپنے مصارف کے لیے قرض لے کر اوٹھائیگی وہ قرض عورت ہی پر ہوگا شوہر سے مجرانہ پائیگی اگرچہ خورد ونوش وغیرہا مصارف ضروریہ ہی کے لیے بقدر ضرورت وبحال ضرورت ہی لے اگرچہ زوج محض ظلماً اوسے نفقہ نہ دے عالمگیری میں ہے استدانت علی الزوج قبل الفرض والتراضی فانفقت انھا لا ترجع بذلک علی زوجھا بل تکون متطوعۃ بالاتفاق سواء کان الزوج غائبا او حاضرا ہاں اگر حکم قاضی یا باہمی تراضی سے قرار پاگیا تھا کہ مثلاً روپے روز یا بیس روپے ماہانہ خواہ اسقدر غلہ ولباس سالانہ اس عورت کا نفقہ ہے کہ روزانہ یا ماہ بماہ یا سالانہ شوہر ادا کرے گا اور اس قرارداد کے بعد نہ دیا اور عورت نے قرض لیا خواہ اپنے ذاتی مال سے صرف کیا تو بیشک شوہر سے بقرار قرارداد مجرا لے سکتی ہے وان کان الدین علیھا نفسھا اذا لم تکن الاستدانۃ بامر القاضی علمگیری میں ہے ولو انفقت من مالھا بعد الفرض او التراضی لھا ان ترجع علی الزوج وکذا اذا استدانت علی الزوج سواء کانت استدانت باذن القاضی او بغیر اذنہ غیر انھا ان کانت بغیر اذن القاضی کانت المطالبۃ علیھا خاصۃ ولم یکن للغریم ان یطالب الزوج بما استدانت وان کانت باذن القاضی لھا ان تحیل الغریم علی الزوج فیطالبہ بالدین کذا فی البدائع درمختار میں ہے النفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحھما علی قدر معین اصنافا او دراھم فقبل ذلک لا یلزمہ شیئ وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسھا بلا امر قاض ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے لا ترجع بما استقرضت بل بالمفروض فقط اور مہر میں جبکہ تعجیل وتاجیل کچھ بیان میں نہ آئی یہ نہ شرط کی جائے کہ کل اسقدر پیشگی لیا جائے گا نہ کوئی میعاد قرار پائے کہ فلاں وقت معلوم یا اتنی مدت کے بعد ادا ہوگا تو اوسوقت عرف ورواج بلد پر چھوڑا جائے گا نقایہ میں ہے المعجل والمؤجل ان بیّنا فذلک والا فالمتعارف سائل زبانی مظہر کہ یہاں صورت واقعہ یوں ہیں کہ

یعنی تعجیل وتاجیل کچھ مشروط نہ ہوئی اور واقعی ہمارے بلاد میں عامہ مہور ایسے ہی بندھتے ہیں تو بحکم عرف شائع وذائع (کہ ہرگز نہ کُتَّئی مہر پیشگی دینا معہود ہے نہ اوسکے لیے کوئی میعاد معلوم متعارف بلکہ عامہ بیوت میں موت یا طلاق تک موخر رہتا ہے) یہاں کی عورتیں جبتک مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو ہرگز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں نہ قاضی کو اختیار کہ ایسی صورت میں پیش از فراق ادائے مہر پر جبر کرے خانیہ میں ہے ان کان الاجل معلوما صح التاجیل وان لم یکن لا یصح ولا یجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسہ ردالمحتار میں ہے لان حق طلبہ انما یثبت لھا بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح اور جب تک کوئی امر مانع نفقہ مثلاً عورت کا شوہر کے گھر سے ناحق نکل جانا یا اوسکے یہاں آنے سے ناحق انکار کرنا نہ پایا جائے بلاشبہ وہ مستحق نفقہ وسکنی رہیگی اسی طرح جب یہ موانع زائل ہوجائیں گے مثلاً عورت شوہر کے یہاں واپس آئے گی تو پھر بدستور مستحق نفقہ ہوجائیگی درمختار میں ہے النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجہا ولو ھی فی بیت ابیہا اذا لم تطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا اذا طالبہا ولم تمتنع او امتنعت للمھر لا لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود اھ ملخصا رہا مطالبہ اگر نفقہ قضا یا رضا سے مقرر ہولیا ہے تو جتنے دن بعد قرارداد بے نفقہ گزر گئے اون کا بھی مطالبہ کرسکتی ہے کما اسلفنا اور آئندہ کے لیے بھی جو میعاد تکرار نفقہ کیلئے قرار پائی ہے اوسکے شروع کے بعد اوسی قدر کا مطالبہ کرسکتی ہے مثلاً نفقہ ماہ بماہ دینا ٹھہرا ہو تو ہر مہینے کے شروع پر اوس مہینے اور سال بسال مقرر ہوا ہو تو ہر سال کے آغاز پر اوس سال کا نفقہ مانگ سکتی ہے اس سے زیادہ مثلاً چاند دیکھے یا سال پلٹے آئندہ کے دو مہینے یا دو برس خواہ اوس ماہ یا سال کا ہنوز آغاز نہ ہوا نفقہ نہیں مانگ سکتی ردالمحتار میں ہے النفقۃ تفرض بمعنی الحاجۃ المتجددۃ فاذا فرضت کل شھر کذا صارت الحاجۃ متجددۃ بتجدد کل شھر فقبل تجددہ لا یتجدد الفرض فلم تجب النفقۃ وقبلہ انہ لو فرض کل سنۃ کذا صح عن سنۃ دخلت لا عن اکثر ولا عن سنۃ لم تدخل اھ ملخصا بحرالرائق میں ہے الفرض فی الشھر الاول منجز فیما بعدہ مضاف فیتنجز بدخولہ وھکذا اور اگر ہنوز نفقہ کیلئے کوئی تقرر وتعین نہ قضاءً ہوا نہ رضاءً تو عورت نہ ایام ماضیہ کا مطالبہ کرسکتی ہے نہ آئندہ کا ردالمحتار میں ہے لا یلزمہ عما مضی قبل الفرض بالقضاء او الرضاء ولا عما یستقبل لانہ لم یجب بعد ہاں قبل از قرارداد عورت یہ اختیار رکھتی ہے کہ شوہر برضامندی نفقہ مقرر نہ کرے تو حاکم شرع کے حضور قرارداد کرنے کی نالش کرے جب بحکم قاضی کوئی ماہانہ یا سالانہ یا روزانہ یا فصلاً مقرر ہوجائے تو اوسکے بعد اوسے یہ تفصیل مذکور مطالبہ ودعوی پہنچیگا تنویرالابصار میں ہے یقدرھا ان طلبتہ اھ ملخصا اور نفقہ مرد وزن دونوں کی حیثیت دیکھ کر مقرر کیا جائیگا اوسی قدر آمدنی زوج سے

لے سکتی ہے اگر دونوں غنی ہیں تو اغنیا کے لائق اور دونوں فقیر تو فقرا کے قابل اور ایک غنی اور ایک فقیر تو متوسط یعنی نفقہ اغنیا سے کم اور نفقہ فقراء سے زائد مثلاً عورت کی حیثیت اطلس وزربفت ومشجر پہننے اور بریانی ومزعفر وگوشت مرغ کھانے کی ہے اور مرد کی مقدرت چھینٹ چارخانے دال ماش نان جو کھانے کے قابل یا بالعکس تو عورت کے لیے تنزیب وگلبدن ومشروع کا لباس اور گوشت گوسپند ونان گندم مقرر کریں گے جتنا بالفعل دے سکتا ہے دے باقی اوسکے ذمہ دین رہیگا یہانتک کہ اللہ عزوجل استطاعت بخشے درمختار میں ہے یجب علی زوجہا بقدر حالہما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ اھ ملخصاً ردالمحتار میں ہے فی البحر اتفقوا علی وجوب نفقۃ الموسرین اذا کانا موسرین و علی نفقۃ المعسرین اذا کانا معسرین وانما الاختلاف فیما اذا کان احدہما موسرا والاخر معسرا فعلی المفتی بہ تجب نفقۃ الوسط وھو فوق نفقۃ المعسرۃ ودون نفقۃ الموسرۃ اھ ملخصاً اوسی میں بدائع سے ہے حتی لو کان الرجل مفرطا فی الیسار یاکل خبز الحواری ولحم الدجاج والمرأۃ مفرطۃ فی الفقر تاکل فی بیت اھلہا خبز الشعیر یطعمہا خبز الحنطۃ ولحم الشاۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ: از لکھن ضلع بریلی مرسلہ شیخ احمد حسین ۱۲ رجب ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ جو ایک قلیل حقیت کی زمیندار تھی بلا رضامندی اجازت زید اپنے شوہر کے بطور بدکاری عمرو کے ساتھ فرار ہوگئی اور مدت دراز تک عمرو کے ساتھ رہی پھر واپس آئی اب زید پر دعوی مہر اور دلاپانے نان نفقہ کا کرتی ہے اس صورت میں وہ مہر ونفقہ پائیگی یا نہیں اور زید محض نادار ہے مگر زید کا باپ متمول ہے تو دعوی ہندہ کا پدر زید پر کچھ اثر ہوگا یا نہیں اور ہندہ بحالت فراری زید کا حمل رکھتی تھی بعد وضع حمل اوس نابالغ کی پرورش کا زید ذمہ دار ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: جتنی مدت عورت فرار رہی اوس مدت کا نفقہ تو زید پر اصلاً نہیں ہاں اب کہ واپس آئی آئندہ نفقہ کی مستحق ہے زید سے نفقہ طلب کرے اگر دے فبہا ورنہ قاضی کے یہاں نالش کرکے اپنا نفقہ مقرر کرالے اگر زید نادار ہے قاضی حکم دیگا کہ تو قرض لیکر صرف کر اور جب زید کو استطاعت ہو اوس سے مجرا لے۔ فی الدرالمختار لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ ردالمحتار میں ہے ای فتستحق النفقۃ فیکتب الیہ لینفق علیہا او ترفع امرہا الی القاضی لیفرض لہا علیہ نفقۃ درمختار میں ہے لایفرق بینہما بعجزہ عنہا وبعد الفرض یامرہا القاضی بالاستدانۃ علیہ اور زید کے باپ پر دعوی ہندہ کا اصلاً اثر نہیں ہوسکتا کہ جوان بیٹے غیر اپاہج کی زوجہ کا نفقہ باپ پر کہیں لازم نہیں درمختار میں ہے والملتقی نفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان صغیرا

اور ردالمحتار میں ہے وقد علمت ان المذہب عدم وجوب النفقۃ لزوجۃ الابن ولو صغیرا فقیرا رہا مہر سائل مظہر کہ اوس میں کوئی شرط تعجیل یا تاجیل نہ تھی اور کلکتہ میں بھی یہی رواج ہے جو یہاں عامہ بلاد میں ہو کہ قبل از افتراق بموت یا طلاق ادا نہیں ہوتا تو ہندہ کا مطالبہ مہر بیجا ہے جبتک زید اوسے طلاق نہ دے یا دونوں میں کوئی مر نہ جائے۔ نقایہ میں ہے المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف اور اس بچے نابالغ کی پرورش جبتک ذمہ زید لازم ہے رہیگا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس بشرطیکہ وہ اپنی بدکاری سے باز آئے اور آوارگی چھوڑ چکی ہو اور نفقہ پائیگا باپ سے بشرطیکہ اپنا کوئی مال نہ رکھتا ہو اوس عمر تک کہ اجرت یا حرفت سے اپنے کھانے پہننے کے قابل کما سکے اوسکی خبرگیری باپ پر واجب ہے، درمختار میں ہے تجب النفقۃ لطفلہ الصغیر ردالمحتار میں ہے ای ان لم یبلغ حد الکسب فان بلغہ کان للاب ان یوجرہ او یدفعہ فی حرفۃ لیکتسب وینفق علیہ من کسبہ لو کان ذکرا الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنی کا چھانپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین جالہ ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (مسئلہ اولی) ایک شخص نے اپنی حقیقی پھپی کی لڑکی سے نکاح کیا چند روز بعد ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لیے کہیں بھیجا بعد واپس آنیکے دو برس تک نان و نفقہ موقوف کردیا کچہری گائکواڑی میں یہ مقدمہ پیش ہے کچہری کہتی ہے نان و نفقہ کیوں نہیں دیتا خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے یہ کیوں گئی عورت نے گواہ شاہد قوی اپنے حقیقی چچا اور چچا زاد بھائی اور کئی آدمی کنبہ کو پیش کیا ہے سب نے یہی کہا کہ ہمارے روبرو اسکے خاوند نے اپنی عورت کو جانے کے لیے حکم دیا اور حلف بھی اوٹھایا اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں عورت کو نان و نفقہ نہ دینا اس شخص کا محض ظلم ہے جسکے سبب وہ ظالم و گنہگار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے اللہ تعالٰی فرماتا ہے وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف اور اوسکا یہ بیہودہ عذر کہ عورت بے میرے حکم کے کیوں گئی محض باطل و ناقابل سماعت ہے اگر وہ اس میں سچا بھی ہو تو عورت جب بے اجازت شوہر ناحق چلی جائے تو اوسکا نان و نفقہ اوسی مدت تک کا لازم نہیں ہوتا جبتک وہ اس ناحق طور پر باہر رہے جب پھر شوہر کے گھر چلی آئیگی اوسیوقت سے نان و نفقہ دینا شوہر پر فرض ہوجائیگا۔ درمختار میں ہے لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق حتی تعود ولو بعد سفرہ ردالمحتار میں ہے لو عادت الی بیت الزوج بعد ما سافر خرجت عن کونہا ناشزۃ بحر عن الخلاصۃ ای فتستحق النفقۃ تو اس شخص نے کہ عورت کے واپس آنیکے بعد نان و نفقہ موقوف کردیا نرا ظلم کیا تو اوسپر فرض ہے کہ اسیوقت سے جاری کردے رہا گزشتہ مدت کا نفقہ اوسکی دو صورتیں ہیں اگر پہلے آپس کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے مقدار نفقہ مقرر ہوچکی تھی کہ مثلا مہینے میں اتنے روپے یا اسقدر اناج اور کپڑا دیا جائیگا اور اب بلا وجہ شرعی بند کردیا تو جبتک نہیں دیا ہے اوس ساری مدت کا اوسی قرارداد کے حساب سے عورت کو دلایا جائیگا اور اگر عورت یونہیں رہتی کھانا کھاتی کپڑا پہنتی تھی کچھ قرارداد باہمی یا بحکم قاضی نہوا تھا کہ ماہوار یا سالانہ یا ششماہی پر اتنا دیا جائیگا تو جتنے دنوں اوس نے نہ دیا

ظالم وگنہگار ہوا مگر عورت اوس گزری مدت کا دعوی نہیں کرسکتی ایسے دعوی کرکے بحکم قاضی آئندہ کے لیے مقرر کرالے
سکے بعد اگر وہ نہ دیگا تو یہ جبراً بذریعہ نالش وصول کرسکتی ہے درمختار میں ہے النفقۃ لاتصیر دینا الا بالقضاء او
الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصنافا او دراھم فقبل ذلک لایلزمہ شیئ وبعدہ ترجع بما انفقت و
لو من مال نفسہا بلا امر قاض ردالمحتار میں ہے لاتصیر دینا ای اذا لم ینفق علیہا بان غاب عنہا او کان حاضرا
فامتنع فلا یطالب بہا بل تسقط بمضی المدۃ اوسی میں ہے الا بالقضاء بان یفرضہا القاضی علیہ
اصنافا او دراھم او دنانیر ہا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک لڑکا بالغ جسکی عمر تیس برس کے قریب ہے
اور کمائی پر خوب قدرت رکھتا ہے اور بپیشہ حجامی وغیرہ طرق سے تحصیل رزق کرسکتا ہے زید پر اپنے کھانے پہننے وغیرہ
مصارف کا بار ڈالتا ہے اور اوسے اپنے مال میں تصرف سے مانع آتا ہے آیا اس صورت میں زید پر روٹی کپڑا
اوس کا واجب اور زید اپنے مال میں تصرف سے ممنوع ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جبکہ وہ لڑکا بالغ اور کسب پر ہر طرح قادر تو اوسکا روٹی کپڑا یا کوئی صرفہ ذمہ زید واجب نہیں
زید کو اختیار ہے اوسے کچھ نہ دے اور زید اوس لڑکے کے منع کرنے سے اپنی جائداد میں تصرف سے ممنوع نہیں ہوسکتا
فی الدر المختار وکذا تجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا وزمن ومن یلحقہم العار
بالتکسب وطالب علم لایتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور اوسکے بطن سے ایک
لڑکی کہ اب سات برس کی ہے اور ایک لڑکا کہ ابھی پانچ چھ مہینے کا ہے پیدا ہوئے اب زید نے اپنا اور نکاح
کرلیا اور ہندہ کو جبراً نکال دیا کہ وہ مع دونوں بچوں کے اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اب زید نہ اوسے بلاتا ہے
نہ اوسکے بچوں کے کھانے پہننے کی خبرگیری کرتا ہے اس صورت میں ہندہ و دختر و پسر کا نان ونفقہ زید پر لازم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: بیشک ہندہ کا نان نفقہ زید پر لازم ہے اور بچوں کا اپنا کوئی ذاتی مال نہو تو اون کی
خبرگیری بھی زید پر واجب ہے اگر شوہر نہ دے عورت حاکم کے یہاں رجوع کرکے اپنا اور اپنے بچوں کا مقرر
کراسکتی ہے فی الدر المختار النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجہا وھی فی بیت ابیہا ان لم یطالبہا الزوج
بالنقلۃ بہ یفتی وکذا ان طالبہا ولم تمتنع اوسی میں ہے تجب النفقۃ بانواعہا لطفلہ الانثی
والجمع الفقیر فان نفقۃ الغنی فی مالہ ولو خاصمۃ الام فی نفقۃ فرضہا القاضی وامرہ بدفعہا
للام مالم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء او یامر من ینفق علیہم انتہی ملخصین۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنے دیور کے ساتھ متہم ہوئی اُس کے شوہر زید اور زید کے باپ نے اُسے اپنے یہاں سے نکال دیا ہندہ اب دو برس سے اپنے باپ کے یہاں ہے نہ تو زید اُسے بلاتا ہے اور نہ روٹی کپڑا پہنچاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے اس صورت میں ہندہ کا روٹی کپڑا ذمہ زید کے واجب ہے یا نہیں یا زید اس صورت میں گناہ گار ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ جب کہ ہندہ کا اپنے باپ کے یہاں رہنا اس بنا پر ہو کہ اُسے زید اور زید کے باپ نے نکال دیا اور زید بلاتا بھی نہیں اور بلائے تو اُسے جانے میں انکار بھی نہیں تو بیشک اُس کا روٹی کپڑا زید کے ذمہ واجب ہے فی الدر المختار النفقۃ تجب للزوجۃ ولو ھی فی بیت ابیھا اذا لم یطالبھا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا اذا طالبھا ولم تمتنع اھ ملخصا اور اس تہمت کی وجہ سے اگرچہ وہ واقع میں صحیح ہی ہو نکاح زائل نہیں ہوتا ففی الحدیث ان رجلا قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان امراتی لاترد ید لامس قال ففارقھا قال انی احبھا قال فامسکھا او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی الدر المختار وغیرہ لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ اھ فکان ذلک لضافی بقاء النکاح جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ عورت اگر معاذ اللہ بدوضعی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے محض غلط بات ہے اور جب نکاح باقی ہے تو اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اُسے طلاق دیدے یا اُس کے نان نفقہ کی خبرگیری کرے ورنہ یوں معلق رکھنے میں زید بے شک گنہگار ہے اور صریح حکم قرآن کا خلاف کرنے والا ولاتمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۷ :۔ از شاہجہانپور مرسلہ مہربان علی صاحب ۱۹ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بے اجازت شوہر زید کے اپنے بھائیوں کے گھر چلی گئی جب زید اپنی نوکری سے آیا عورت کو نہ پایا اس صورت میں نکاح و مہر باقی رہا یا نہیں بعد ایک عرصہ کے زید حسب مصلحت اور پاس اپنی حرمت کے زید نے کچھ خرچ نان ونفقہ کا مسماۃ مذکورہ کا مقرر کر دیا تھا کہ خواہ زوجہ میرے مکان میں یا اپنے بھائی کے پاس رہے دیا جائے گا اب بموجب شرع شریف کے وہ نان ونفقہ حسب وجوہ مندرجۂ بالا ذمہ زید کے واجب الادا رہا یا نہیں فقط۔

الجواب:۔ نکاح و مہر بدستور قائم ہے ہاں بے اجازت شوہر چلے جانے کے باعث نفقہ ساقط ہو گیا سائل مظہر کہ زید بلاتا ہے اور وہ نہیں آتی تو اب تک وہ نان نفقہ کی اصلاً مستحق نہیں جب تک شوہر کے گھر میں نہ آئے در مختار میں ہے لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود ویہ المفروضۃ گھر بیٹھے کا جو نفقہ زید نے مقرر کر دیا اول تو وہ نفقہ واجب نہ تھا فان النفقۃ جزاء الاحتباس بلکہ صرف ایک احسانی وعدہ تھا اور وعدہ پر جبر نہیں کما فی العلمگیریۃ وغیرھا مع ہذا جب اس نے بلایا اور وہ نہ آئی وہ بھی ساقط ہو گیا کما علمت من الدر المختار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ :۔ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے نکاح کرکے قبل رخصت نوکری پر چلا گیا بارہا والدین ہندہ نے رخصت کو کہا چار برس کے بعد رخصت کراکر اپنے گھر لے گیا ہندہ بیمار تھی دو ایک دن کے بعد پھر والدین کے یہاں واپس آکر ایک ماہ بعد فوت ہوگئی نفقہ اُس چار سال کا اور جو خرچ دوا وعلاج وتجہیز وتکفین میں والدین نے کیا شوہر پر واجب ہے یا نہیں جہیز شوہر کو ملے گا یا ماں باپ کو بینوا توجروا۔

الجواب: نفقہ وخرچ دوا وعلاج کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا درمختار میں ہے لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضا وبموت احدهما او طلاقها یسقط المفروض لانها صلة الا اذا استدانت بامر القاضی ردالمحتار میں ہے علیه ما تقطع به الصنان لا الدواء للمرض ولا اجرة الطبیب والفصاد والحجام یونہی خرچ تجہیز وتکفین بھی مجرانہ ملے گا جبکہ والدین خواہ کسی نے بے اذن شوہر بطور خود کیا فی اواخر وصایا ردالمحتار عن حاشیة الفصولین لو صلی تکفین الزوجة اذا صرفه من ماله غیر الزوج بلا اذنه او اذن القاضی فهو متبرع کالا جنبی جہیز ملک وترکہ ہندہ ہے برتقدیر عدم موانع ارث ووارث آخر وتقدیم دین ووصیت چھ سہام ہوکر تین سہم شوہر دو سہم پدر ایک مادر کو ملے گا اسی حساب سے مہر ہندہ اگر باقی ہو تقسیم ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۹: ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دُختر ہندہ کا نکاح عمرو سے کیا اور پیش از نکاح ایک اقرارنامہ زید نے عمرو سے لکھوا لیا کہ میں بے رضامندی زوجہ کے اُسے کہیں نہیں لیجا سکتا ہوں اور خود میں وہیں یعنی زوجہ کے مکان پر ہونگا اور درصورت وعدہ خلافی میں نان نفقہ دوں گا۔ بعدہٗ نکاح ہوا اور مہر ڈھائی سو روپے کا بندھا جس میں کوئی شرط پیشگی دینے یا کسی میعاد کے قرار نہ پائی اب عمرو اپنے خسر کے یہاں شب کو رہنا چاہتا ہے تو اُس کا خسر اور خود زوجہ اسے گوارا نہیں کرتے عمرو کا مکان اسی شہر میں ہے وہ چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لیجائے اس صورت میں اُسے اس امر کا اختیار ہے یا نہیں اور اگر زید نہ لیجانے دے اور ہندہ نہ جائے تو مستحق نان نفقہ کی ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: بیشک صورت مستفسرہ میں زید کو اختیار ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جا کر رکھے زوجہ اور اُس کے باپ کا بلا وجہ شرعی روکنا محض ظلم ہے اور زوجہ نہ جائے گی تو نان نفقہ کی مستحق نہ ہوگی لانها ناشزة لامتناعها بغیر حق وانما النفقة جزاء الاحتباس فاذ لا احتباس لا نفقة کما صرحوا به قاطبة عمر کا اقرارنامہ لکھ دینا کہ درصورت وعدہ خلافی نان نفقہ دوں گا کوئی چیز نہیں فان شرط الله احق ومن شرط ما لیس فی کتاب الله فلیس له وان شرط مائة مرة کما قال النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی الحدیث الصحیح واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰: ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

ماقولکم رحمکم الله تعالٰی چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ہرگاہ باز یدپدر ہندہ گفت دخترم را شادی بکن

گفت من الحال شادی نتوانستم چراکہ طالب علم ہستم وحصول علم را مدتے معلوم نیست کہ بچند سال بدست آید وقدرت نان ونفقہ اندریں مدت ندارم وپدر ہندہ دریں بحالت اضطراری او بہ پیش چند مرد مال ایں ہمہ شرائط مذکورہ برذمہ خود قبول کردہ وراضی شدہ دختر او بازید نکاح کنانیدہ برائے تحصیل علوم اجازت داد پس بعد از چند سال قبل از تحصیل علوم از دنان ونفقہ طلب کردو بریں تقدیر نان ونفقہ وغیرہ دادن بروئے واجب خواہد شد یانہ واز زمان او اگر با مرد اجنبی ازیں مدت حرام کاری وغیرہ صادر گردد در نکاح زید ثابت ماند یانہ وبر ہندہ شرعاً چہ حکم دادہ شود وشوہر ہندہ از بدفعلی او بری گردد یانہ واگر ہندہ مہر خود عند الرضا ساقط گردد بعد ازاں عند النزاع می گوید کہ مہر مرا زو ساقط نگردہ ام دعوی مہر او بر زید شرعاً ثابت گردد یانہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ درصورت مستفسرہ اگر از جانب زن تسلیم نفس واقع شد وخویشتن را از شوہر بنا واجبی باز نداشت نفقہ او برذمہ شوہر لازم شد وآں کہ پدر زن پیش از نکاح آں شرائط برذمہ قبول کرد اگر معنیش اینست کہ او بنا دادن نفقہ راضی شد وپیمان داد کہ تا مدت تحصیل علم زن از تو نان ونفقہ نخواہد ایں رضا وپیمان خود چیزے نیست اگرچہ حسب اجازت زن بالغہ شدہ باشد زیراکہ اسقاط دین پیش از وجوب معنی ندارد وخاصۃً نفقہ کہ روز بروز شیئاً فشیئاً واجب می شود فی الدر المختار الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ یصح مما مضی ومن شہر مستقبل حتی لو شرط فی العقد ان النفقۃ تکون من غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعد ذلک طلب التقدیر فیہما الخ وفی رد المحتار عن الفتح ہو اسقاط للشیئ قبل وجوبہ فلایجوز واگر مراد آنست کہ از جانب شوہر ایں دین را کفیل شدہ برذمہ خود گرفت اگر مقصود برائت شوہر ست کما ہو ظاہر الکلام ایں حوالت باشد فان الکفالۃ بشرط براءۃ الاصیل حوالۃ وحوالہ نقل دین ست کما فی التنویر وہو صحیح کما فی الہندیۃ عن النہر آنچناں کہ دین خود معدوم ست نقل را چہ معنی فی الدر المختار تصح فی الدین المعلوم الخ فی رد المحتار الشرط کون الدین للمحتال علی المحیل الخ وفیہ لاتصح الحوالۃ مع جہالۃ المال الخ وفیہ لاتصح ہذہ الحوالۃ لان کلا من الغازی والمستحق لم یثبت لہ دین فی ذمۃ الامام والناظر الخ واگر برائت شوہر منظور نیست کفالت اگرچہ صحیح شد لما فی الہندیۃ من فصل النکاح ضمان المہر من صحۃ الزمان بالمہر عند الخطبۃ قبل النکاح فراجعہا ان شئت وہو الموافق للمفتی بہ من قول الامام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان الکفالۃ بالنفقۃ المستقبلۃ تصح وان لم تجب بعد کما اوضحہ فی رد المحتار اما کفالت موجب برائت ذمہ شوہر نباشد ـــــــ پس بہرحال نفقہ بر شوہر بشرائطہا لازم ست آرے اگر بتراضی یا قضائے قاضی نفقہ را فرضے وتقدیرے میان نیامد مثلاً ماہانہ ایں قدر زر یا ایں مقدار طعام وپارچہ آں گاہ ہر قدر مدت کہ بے ادائے نفقہ گزشت نفقہ او ساقط گشت مطالبہ اش نتواں کرد آئندہ را طلب فرض وتقدیر کند تا دین شود وبر مطالبہ دست یابد فی الدر المختار النفقۃ لاتصیر دیناً الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصنافاً او دراہم فقبل ذلک لایلزمہ شیئ وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاض الخ وفی رد المحتار لایلزمہ عما مضی

قبل الفرض بالقضاء اوالرضا وبلا عما یستقبل لانہ لم یجب بعد زنان اگر شوہرے خود را از مہر ابرائے شرعی بلا اکراہ کرد مہر از ذمہ شوہر ساقط شد اگرچہ ایں معنی در خلوت محضہ روئے داد فاما نزد قاضی بے اقرار زن یا بینہ عادلہ رنگ ثبوت نیابد اگر خدانا ترسی کردہ بعدا ابراء بدعوی پردازد قاضی بر ذمہ شوہر ثابت سازد و معاملہ باطنی الیشان بمحکمہ قاضی حقیقی عالم الغیب والشہادۃ جل جلالہ پردہ ازروئے حقیقت اندازد فالقاضی انما یقضی بالظاہر واللہ سبحانہ یتولی السرائر آرے جائیکہ تعجیل وتعجیل مہر بیان نیامدہ باشد چناں کہ غالب مہورایں دیار ہمچناں می باشد آنجا بنائے کار بر عرف دیارست وعرف عام وشائع ایں بلاد بلکہ دیگر ممالک ہم ہمین ست کہ ہمچو صورت مہر نزد افتراق بموت یا طلاق حال می شود پس پیش ازاں مطالبہ زن مسموعی ندارد کما بیناہ فی فتاونا مرادا زنائے زناں موجب بطلان نکاح آناں نیست قال تعالٰی بیدہ عقدۃ النکاح تا آں کہ اگر با پدر یا پسر شوہر ایں چنیں وقاحت روئے دہد ہم نکاح باطل نشود اگرچہ زن حرام ابدی گردد و متارکہ فی الفور فرض شود فی الدر المختار بحرمۃ المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لہا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لایکون زنا بہرحال زن بقدر جرم خودش مستحق حد یا تعزیر شود وشوئے اگر در حفظ ومنعش از قدر واجب تقصیر نکردہ وبریں کار راضی نشدہ ہیچ وبال بروے نیست قال تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخری واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۱: ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید صاحب جائداد ہے اُس نے عرصہ بیس سال سے اپنی زوجہ ہندہ کو بسبب ڈال لینے دوسری عورت کے تکرار کے بلا قصور شرعی گھر سے نکال دیا وہ اپنے باپ خالد کے مکان پر چلی آئی اُس کا باپ متکفل رہا اس وجہ سے اُس کو نان ونفقہ حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوئی چونکہ اب خالد کا انتقال ہوگیا لہذا اُس کو نان ونفقہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے اس مدت بیس سال میں زید ہندہ کو اتفاق یکجائی نہ ہوا یہ امر مانع نان ونفقہ تو نہ ہوگا بینوا توجروا۔

الجواب: بیس سال گذشتہ کا نفقہ تو ہر طرح ساقط ہی ہوگیا آئندہ کے لئے جبکہ اُس کا نکلنا اپنی خوشی سے نہ تھا بلکہ شوہر نے نکال دیا یہ دیکھا جائے گا کہ عورت کا اپنے باپ کے گھر رہنا شوہر ہی کے جبر سے ہے کہ وہ بلائے تو اسے جانے سے انکار نہ ہو تو وہ خود ہی نہیں بلاتا اس کا آنا نہیں چاہتا جب تو نفقہ کی مستحق ہے اور اگر یہی جانا نہیں چاہتی وہ بلاتا ہے اور یہ نہیں جاتی تو استحقاق نہیں فی الدر المختار تجب للزوجۃ ولو ھی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا اذا طالبہا ولم تمتنع او امتنعت فی منزلہ یقینیت ولنفسہا ما منعت وعلیہ الفتوی اھ ملتقطا وفی الہندیۃ عن البدائع لہا النفقۃ بعد النقلۃ وقبلہا ایضا اذا طلبت النقلۃ فلم ینقلہا الزوج وھی لاتمتنع من النقلۃ لو طالبہا الزوج وان کانت تمتنع فلا نفقۃ لہا کالصحیحۃ **قلت** والشرط عدم منعہا لاوجود طلبہا کما حققنا فیما علقناہ علی ردالمحتار وھو المصحح فی الفتح عن الخلاصۃ عن الجامع الکبیر والیہ اٰخر کلام البدائع ایضا یشیر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۲: از منڈی ہلدوانی ضلع نینی تال سررشتہ ڈپٹی کمشنری مرسلہ منشی علی الدین احمد ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت ہندہ زید سے سخت دشمنی رکھتی ہے ایک دفعہ زید کے غیبت میں ناچ بیجا زید نے بہت تھوڑا سا مارا کوئیں میں کود پڑی غیر مردوں نے نکالا باریک کپڑے جوان عمر پانی میں بھیگ کر بے ستری ہوئی کوئیں سے نکل کر بولی بازار اور سرا میں بیٹھوں گی مگر زید کے گھر نہ جاؤں گی اس پر وہ غیر آدمی اپنے گھر لے گئے جب زید نوکری سے آیا وہاں سے سوار کرکے ہندہ کے ماں باپ کے یہاں بھیج دیا وہاں سے پھر آگئی اور یہ عادت رکھی کہ ذرا سی تکرار پر دن دوپہر کو سربازار پیادہ پا آدھ آدھ میل تک کسی کے مکان پر زید کو زک دینے اور بدنام کرنے کے لئے چلی جاتی ہے۔ زید کے لڑکے بالغ ہوگئے ہیں وہ ہر طرح اپنی ماں کے ساتھ ہیں اُس سے مل کر زید کا مقابلہ کرتے ہیں کاٹنے اور داڑھی پکڑنے تک نوبت پہنچ گئی ہے اور کہتے ہیں تمہارے پاس مسالہ ہی کیا ہے جس پر مزاج دکھاتے ہو تم سے زائد تو اب ہمارے پاس ہے ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس آنے سے بھی عذر اور حیلہ اور انکار ہمیشہ ایک قاعدہ یہ بھی مقرر کیا ہے کہ بغیر اطلاع زید کے کسی لڑکے کو ساتھ لے کر زید کے یہاں آجاتی ہے اور چار پانچ مہینے رہ کر کل نقد و جنس اپنے قبضے میں کرکے جب زید اپنی نوکری پر الٰہ آباد جاتا ہے ہندہ اور لڑکا اپنے ماں کے یہاں لکھنؤ چلے آتے ہیں اُس مال کا پھر کبھی پتہ نہیں چلتا اس صورت میں لڑکوں کے حق حقوق اور ہندہ کے نان و نفقہ اور مہر کی نسبت از روئے شرع شریف کیا حکم فرماتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: لڑکے جب کہ جوان اور خود مالدار ہیں تو اون کا کوئی حق ذمہ زید باقی نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ اس قدر موذی و عاق ہیں والعیاذ باللہ رب العٰلمین ایسے لڑکوں اور عورت کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب شدید و غضب عظیم کا استحقاق ہے، عورت جب کہ اس کے یہاں آنے سے ہمیشہ عذر و انکار رکھتی ہے اور جب کبھی آنا ہوتا ہے وہ اس لئے نہیں کہ شوہر کی قیدی بن کر رہے بلکہ خود مختارانہ بالجبر آنا اُس غرض فاسد سے ہوتا ہے کہ اندوختہ لوٹ کر لیجائے جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر تو ایسی صورت میں یہ عورت صریح ناشزہ ہے اس کا نان و نفقہ اصلاً زید کے ذمہ نہیں درمختار میں ہے النفقۃ جزاء الاحتباس وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ تلزمہ نفقۃ البتہ مہر ان حرکات سے ساقط نہیں ہوتا اور اُس کی کوئی میعاد اگر مقرر نہ ہوئی تھی تو حسب عرف بلاد بعد موت یا طلاق ادا کرنا واجب ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۳: از ریاست رامپور بزریا ملا ظریف گھیر عبدالرحمن خاں مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خاں ۲۵ محرم ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص شرارت سے نہ تو اپنی زوجہ کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ تجھ کو معلقہ رکھوں گا اب اس صورت میں وہ بیچاری حاکم عدالت سے فریاد کرکے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: قال اللہ سبحانہ وتعالٰی فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔ وقال تعالٰی فامساک بمعروف او تسریح باحسان یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔ وقال تعالٰی وعاشروھن بالمعروف عورتوں سے اچھے برتاؤ کے ساتھ زندگانی کرو۔ وقال تعالٰی

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور اُنھیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ اُن پر تنگی لاؤ۔ وقال تعالٰی فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ عورتوں کو یوں کر چھوڑو جیسے آدھر میں لٹکتی۔ بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب، اور رہنے مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اُس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اُسے پریشان نظری نہ پیدا ہو اور اُسے معلقہ کردینا حرام اور بے اُس کے اذن ورضا کے چار مہینے تک ترک جماع بلاعذر صحیح شرعی ناجائز، اور بعد نکاح ایک بار جماع تو بالاجماع بالاتفاق حق زن ہے کہ اُسے بھی ادا نہ کرسکے تو عورت کے دعوے پر قاضی مرد کو سال بھر کی مہلت دے گا اگر اس میں بھی جماع نہ ہو تو بطلب زن تفریق کردے گا مگر ایک بار کے بعد پھر جبری تفریق کا قاضی کو اختیار نہیں نہ ہمارے نزدیک نفقہ نہ دینے پر تفریق ہوسکتی ہے ہاں قاضی اعانت ضعفاء ومدد مظلومین کے لئے مقرر ہوا ہے تو اُس پر لازم کہ جس طرح ممکن ہو دفع ظلم کرے ردالمحتار میں ہے قال فی الفتح اعلم ان ترک جماعھا مطلقا لایحل لہ صرح اصحابنا بان جماعھا احیانا واجب دیانۃ لکن لایدخل تحت القضاء والالزام الا الوطأۃ الاولی ولم یقدروا فیہ مدۃ ویجب ان لایبلغ بہ مدۃ الایلاء الا برضاھا وطیب نفسھا بہ اھ ویسقط حقھا بمرۃ فی القضاء ای لانہ لولم یصبھا مرۃ یؤجلہ القاضی سنۃ ثم یفسخ العقد اما لو اصابھا مرۃ واحدۃ لم یتعرض لہ لانہ علم انہ غیر عنین وقت العقد بل یامرہ بالزیادۃ احیانا لوجوبھا علیہ الا لعذر مرض اوعنۃ عارضۃ اونحو ذلک وسیأتی فی باب الظھار ان علی القاضی الزام المظاھر بالتکفیر دفعا للضرر عنھا بحبس اوضرب الی ان یکفر اویطلق اھ مختصرا بحرالرائق میں ہے قالوا وللمرأۃ ان تطالبہ بالوطؤ وعلیھا ان تمنعہ من الاستمتاع بھا حتی یکفر وعلی القاضی ان یجبرہ علی التکفیر دفعا للضرر عنھا بحبس فان ابی ضربہ ولایضرب فی الدین ولو قال قد کفرت صدق مالم یعرف بالکذب وفی التتارخانیۃ اذا ابی عن التکفیر عزرہ بالضرب والحبس الی ان یکفر اویطلق جب یہ اصول معلوم ہوگئے تو حکم مسئلہ واضح ہوگیا پاس نہ بلانا ترک جماع کو متلزم اور نفقہ نہ دینے کو بھی محتمل۔ ترک جماع اگر راساً ہے یعنی بعد نکاح اُس کے پاس گیا ہی نہیں تو قاضی شرع اُس پر جبر کرے گا کہ پاس جائے اگر ظاہر ہوگا کہ اسے اُس عورت سے مجامعت پر قدرت نہیں تو بعد دعوٰی عورت وہی مسائل عنین ومہلت یکسال وتفریق جبری بطلب زن جاری ہوں گے اور اگر باوصف قدرت نہیں جاتا خواہ ابتداً خواہ ترک مطلق کا ارادہ کرلیا ہے اور عورت کو اس سے ضرر ہے تو قاضی مجبور کرے گا کہ جماع کرے یا طلاق دے اگر نہ مانے گا قید کرے گا اگر نہ مانے گا مارے گا یہاں تک کہ دو باتوں میں سے ایک کرے وذلک دفعا للمعصیۃ ودفعا للضرر وقد نصوا کما فی البحر والدر وغیرھما ان کل معصیۃ لاحد فیھا ففیھا التعزیر وفی ردالمحتار قولہ وعلی القاضی الزامہ بہ اعتراض بانہ لافائدۃ للاجبار علی التکفیر الا الوطی والوطی لا

یقضی بہ علیہ الامرۃ قال الحموی وفرض المسئلۃ فیما اذا المریلٰھا قبل الظھار ابدا بعید او قد یقال فائدۃ الاجبار رفع المعصیۃ اھ ای ان الظھار معصیۃ حاملۃ لہ علی الامتناع من حقھا الواجب علیہ دیانۃ فیا مرہ برفعھا لیتحلل لہ کما یامر المولی بفئ بانہا فی المدۃ او یفرق بینھما لدفع الضرر عنھا اھ مختصرا اور نفقہ نہ دینے پر اگر ادائے نفقہ پر قادر ہے تو قاضی بقدر مناسب عورت کے لئے نفقہ مقرر کرے گا اور شوہر کو اُس کے ادا کا حکم دے گا اگر نہ مانے گا قید کرے گا اور اس مدت میں اُس سے نہ پانے کے سبب جو کچھ عورت قرض لیکر خواہ اپنے مال سے اپنے نفقہ میں صرف کرے گی سب شوہر پر دین ہوگا اور اُس سے دلایا جائے گا مگر یہاں تفریق کردینے یا طلاق پر جبر کرنے کی صورت نہیں **اقول** اور وجہ فرق ظاہر ہے جماع ونفقہ دونوں کی طرف عورت محتاج اور ان کے نہ ملنے میں اُس کا ضرر اور دفع ضرر جس طرح ممکن ہو واجب اور طرق دفع میں آسان تر کا لحاظ لازم کہ طرف ثانی کا بھی اضرار نہ ہو جماع ایسی چیز ہے کہ غیر شوہر سے اس کا ملنا محال تو طریق دفع اس میں منحصر کہ شوہر جماع کرے یا طلاق دے کہ وہ دوسرے سے نکاح کرسکے بخلاف نفقہ کہ جب حاجت اپنے مال سے خواہ دوسرے سے قرض لیکر بھی مندفع ہوسکتی ہے عورت کا ضرر یوں دفع ہوگیا کہ حاجت روا ہوئی اور جو اُٹھا وہ بعد فرض قاضی شوہر پر قرض رہا تو یہاں طلاق پر مجبور کرنے میں شوہر کا ضرر زائد ہے جس کی طرف عورت سے دفع ضرر میں حاجت نہیں تنویر میں ہے لایفرق بینھما بعجزہ عنھا ولا بعدم ایفائہ حقھا ولو موسرا ردالمحتار میں ہے بل یفرض لھا النفقۃ علیہ ویامرھا بالاستدانۃ درمختار میں ہے وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسھا بلا امر قاضی شامیہ میں بدائع سے ہے یحبس فی نفقۃ الاقارب کالزوجات اور اگر شوہر فقیر ہے کہ نفقہ نہیں دے سکتا جب بھی حکم یہی ہے کہ تفریق نہیں اور محتاجی معلوم ہو تو قید بھی نہیں بلکہ قاضی نفقہ مقرر کرکے عورت کو قرضًا صرف کرنے کا حکم دے جو کچھ حسب قرارداد قاضی خرچ ہوتا رہے ذمہ شوہر دین ہوا کرے یہاں تک کہ زمانہ اُس کی تونگری کی طرف پلٹا لے اس وقت سب وصول کرلیا جائے مگر اگر قاضی دیکھے کہ عورت کو اس امید پر قرض نہیں ملتا تو شوہر کو سمجھائے کہ طلاق دیدے اگر نہ مانے تو قاضی جب کہ نائب مقرر کرنے کا اختیار رکھتا ہو باختیار خود ورنہ بحکم والی مسلم مقدمہ کسی شافعی المذہب کے سپرد کرے کہ اُن کے یہاں جب کہ شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تفریق کرادیتے ہیں وہ فریقین کو بلا کر بعد سماع مقدمہ وثبوت عجز تفریق کردے یہ حکم جب قاضی حنفی کے حضور پیش ہو اُسے نافذ کردے کہ شوہر جب حاضر ہو تو حاکم شافعی کا ایسا حکم ہمارے نزدیک لائق تنفید مانا جاتا ہے یوں عورت اس بلا سے خلاصی پاسکتی ہے درمختار میں ہے جوزہ الشافعی باعسار الزوج ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ ردالمحتار میں ہے قولہ نعم لو امر شافعیا ای بشرط ان یکون ماذونا بالاستنابۃ خانیہ قال فی غرر الاذکار اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائبا ممن مذھبہ التفریق بینھما اذا کان الزوج حاضرا وابی عن الطلاق لان دفع الحاجۃ الدائمۃ لایتیسر بالاستدانۃ اذ الظاھر انھا لاتجد من یقرضھا وغنی الزوج مالا امر متوھم فالتفریق ضروری اذا طلبتہ وان

کان غائبا لایفرق لان عجزہ غیر معلوم حال غیبتہ وان قضی بالتفریق لاینفذ قضاءہ لانہ لیس فی مجتھد فیہ لان العجز لم یثبت اھ وتمامہ فیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۷: از پنجاب مرسلہ مولوی فاضل صاحب ۲۰ صفر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو ہمشیریں حالت جوانی میں بیوہ ہوگئیں اور انھوں نے عقد ثانی نہیں کیا اور دونوں کے پاس دو مکان پیدا کردہ شوہر کے ہیں لیکن ترکہ پدری کچھ بھی نہیں ہے کہ جس سے اُن بیوگان کی گزر ہوسکے اور زید بھی کم مقدرت ہے اور اہل وعیال رکھتا ہے مگر اپنے اوپر تکلیف اُٹھا کر ہمشیروں کی خبرگیری بھی کرتا ہے پس اس صورت میں زید کا بہنوں کے ساتھ یہ برتاؤ از قسم سلوک ہے یا از قسم واجب اور بہنوں کا نان نفقہ بھائیوں پر واجب ہے یا تورع واحسان اور اگر واجب ہے تو کس صورت میں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں بہنوں کا نان ونفقہ بھائی پر واجب ہے دو شرط سے، اوّل زید اُن کی اعانت پر قادر ہو یعنی اپنی حاجت اصلیہ سے فاضل چھپّن ۵۶ روپے کا مالک ہو یا ایسا مال نہیں رکھتا بلکہ پیشہ ور ہے تو اپنے اور اپنے بیوی بچّوں کے نفقہ سے پس انداز ہوتا ہو جس سے بہنوں کی اعانت کرسکے، دوم بہنیں زیور وغیرہ کوئی مال ذاتی نہ رکھتی ہوں جو اُن کی حاجت اصلیہ سے زائد چھپّن ۵۶ روپے کا ہو نہ کھانے کے لئے ناج پہننے کے لئے کپڑا یا دام موجود ہو کہ یہ جب تک رہیگا اس قدر نفقہ دوسرے پر واجب نہ ہوگا اگرچہ ۵۶ روپے سے کم کا ہو نہ مکان اس قابل ہو کہ اس کا ایک حصہ بیچ کر باقی میں گزر کرسکیں ایسا ہوگا تو بیچ کر خود اپنے نفقہ میں اُٹھانا لازم ہوگا جب رہیگا بھائی پر نفقہ نہ ہوگا نہ وہ عورتیں دستکاری مثل سلائی وغیرہ کے ایسا کرتی ہوں جو اُن کے نفقہ کو کافی ہو اگر ایسا ہے تو اپنا نفقہ خود انھیں پر ہے بھائی پر نہیں ہاں اگر وہ دستکاری نہیں کرتیں نہ اپنے کسی مال سے اپنی بسر کرسکتی ہیں تو بھائی پر نفقہ واجب ہوگا اور وہ یہ نہ کہہ سکے گا کہ تم سلائی وغیرہ کوئی کام مزدوری کا کرکے اپنا پیٹ پالو، یہ دو شرطیں اگر متحقق ہوں تو نفقہ بھائی پر ہے تنہا اُس پر جب کہ اُن عورتوں کا وارث صرف وہی ہو ورنہ بقدر میراث جب کہ اُس کے سوا اُن کا اور کوئی وارث ذی مقدور مثل دوسرے بھائی یا بہن یا دختر کے ہو۔

درمختار میں ہے: تجب (علی موسر یسار الفطرۃ) علی الارجح ورجح الزیلعی والکمال انفاق فاضل کسبہ (النفقۃ لکل ذی رحم محرم صغیر او انثی) مطلقا (ولو بالغۃ صحیحۃ او کان الذکر (بالغا عاجزا) عن الکسب (فقیرا) حال من المجموع بحیث تحل لہ الصدقۃ ولو لہ منزل وخادم علی الصواب بدائع (بقدر الارث) اھ ملتقطا۔ ردالمحتار میں ہے: قولہ مطلقا قید للانثی ای سواء کانت بالغۃ او صحیحۃ قادرۃ علی الکسب لکن لوکانت مکتسبۃ بالفعل کالقابلۃ والمغسلۃ لانفقۃ لھا قولہ بحیث تحل لہ الصدقۃ بان لایملک نصابا نامیا او غیرہ نام زائدا عن حوائجہ الاصلیۃ والظاھر ان المراد ماکان من غیر جنس النفقۃ اذ لوکان یملک دون نصاب من طعام او نقود تحل لہ الصدقۃ ولا تجب لہ النفقۃ فیما یظھر لا منعھا معللۃ بالکفایۃ ومادام عندہ مایکفیہ من ذٰلک لایلزم غیرہ کفایتہ قولہ ولو لہ منزل وخادم

ای وھو محتاج الیھما وفی الذخیرۃ لوکان یکفیہ بعض المنزل امر ببیع بعضہ والنفاقہ علی نفسہ وکذا لوکانت لہ دابۃ نفیسۃ یؤمر بشراء الادنی وانفاق الفضل اھ ومثلہ فی شرح ادب القاضی اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۵: از جھونا مارکیٹ کراچی بندر مرسلہ پیر سید ابراہیم گیلانی قادری بغدادی ۱۵ رجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جو شخص ضعیف العمر باپ کو اصلی وطن میں مفلسی اور محتاجی حالت میں چھوڑ دے اور اس کو رنج ومصیبت میں ایسے ڈال دے کہ وہ ضعیف العمر اس کے پیچھے دربدر شہر بہ شہر پھرے شریف خاندان ایسے شخص عاق الوالدین اور نافرمانی عقوق الوالدین میں داخل ہے یا نہیں اُسکے پیچھے نماز جائز ہے (۲) جو شخص اپنی منکوحہ بی بی کو مع دو جوان بالغ لڑکیاں جو کہ اس کے نطفہ سے ہوں بلا نان ونفقہ چھوڑ کر رکھا ہو اور اُن کی خبر نہ لیتا ہو اور لوگوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نہایت سختی وکمال ذلت سے اوقات بسر کر رہے ہیں ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

الجواب: (۱) اگر باپ ضعیف ومحتاج ہے اور یہ اُس کی خدمت واعانت کر سکتا ہے اور نہ کرے اور اُس سے بازرہے اور اُس کے فقر وفاقے کی پروانہ رکھے تو بیشک عاق ہے اور مستحق جہنم۔ ایسا شخص قابلِ امامت نہیں اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی (۲) ایسا شخص گنہگار اور حقوق العباد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہے حدیث میں فرمایا کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۶: از کانپور محلہ فیل خانہ بازار کہنہ مکان سید اشرف صاحب وکیل مرسلہ سید محمد آصف صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین اس مسئلہ میں کہ اگر زوجہ کے نان ونفقہ وغیرہ اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز اُٹھاتا ہوا اور وہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے اور عورت بلا اجازت خاوند کے جانے سے گنہگار ہوگی یا زوج کو روکنا جائز نہیں اور زوجہ جانے سے گنہگار نہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر مہر معجل نہ تھا یا جس قدر معجل تھا ادا ہو گیا تو چند مواضع حاجتِ شرعیہ جن کا استثناء فرمادیا گیا مثلاً والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیر ذلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اذنِ شوہر جانے کی اجازت نہیں اگر جائے گی گنہگار ہوگی شوہر روکنے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ نفقہ کا بار دوسرا شخص اُٹھاتا ہو اور وہ دوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو اس کی اجازت مہمل ہوگی اور شوہر کی ممانعت واجب العمل علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ادائے مہر معجل عورت مطلقاً پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید وتخصیص ادائے نفقہ وتکفل حوائج کی نہیں فرماتے درمختار میں ہے لہا الخروج من بیتہا زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ مالم تقبض المعجل فلا تخرج الا لحق لہا اوعلیہا او زیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ والمحارم کل سنۃ ولکونہا قابلۃ اوغاسلۃ لا فیما عدا ذلک ردالمحتار میں ہے قولہ فلا

تخریج جواب شرط مقدر ای فان قبضتہ فلا تخرج الخ والد کا متکفل نفقہ پسر وزن پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے اور دیگر بعض اعزہ بھی تبرعاً تکفل کریں تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو علمائے کرام تو اس صورت میں کہ شوہر نے ظلماً انفاق سے دست کشی کی یہاں تک کہ عورت محتاج نالش ہوئی تاآنکہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرنے کیلئے حبس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنت دیکھ کر اُسے قید کردیا اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے بلکہ عورت پر واقعی اندیشہ فساد ہو تو شوہر قید خانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کرسکتا ہے اور مجلس میں مکان تنہائی تو حاکم عورت کو حکم دے گا کہ وہیں اُس کے پاس رہے۔ ہندیہ میں ہے لو فرض الحاکم النفقۃ علی الزوج فامتنع من دفعھا وھو موسر وطلبت المرأۃ حبسہ لہ ان یحبسہ کذا فی البدائع واذا حبسہ لاتسقط عنہ النفقۃ وتومر بالاستدانۃ حتی ترجع علی الزوج فان قال الزوج للقاضی احبسھا معی فان لی موضعا فی الحبس خالیا فالقاضی لایحبسھا معہ ولکنھا تصیر فی منزل الزوج ویحبس الزوج کذا فی المحیط درمختار میں ہے وفی البحر عن مآل الفتاوی ولو خیف علیھا الفساد تحبس معہ عند المتاخرین توجب صریح نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابند شوہر ہی رہی تو صورت سوال میں کیونکر خود مختار ہوسکتی ہے نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہو تو نفقہ نہ دینا مسقط نفقہ ہوجائے اور عورت کو ہرگز دعوٰی نفقہ کا اختیار نہ رہے کہ نفقہ جزائے پابندی ہے جب پابندی نہیں نفقہ کس بات کا درمختار میں ہے النفقۃ جزاء الاحتباس وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ یلزمہ نفقتہ کمفت وقاض ووصی زیلعی الخ **اقول** وایاك ان تتوھم ان النفقۃ اذا کانت جزاء الحبس فاذا عدمت عدم وذلک لان وجوبھا متفرع عنہ فوجوب الاحتباس علیھا متقدم علی وجوب النفقۃ علیہ لا ان الاحتباس متفرع علی الانفاق فان عدم عدم وبالجملۃ ان کان اللازم فوجوب الانفاق لا وقوعہ فبرفع الوقوع لایرتفع الملزوم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۷: ۳۰ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

اگر کوئی شخص اپنے نکاح کے بعد یہ ظاہر کرے کہ میری زوجہ کی مادر کے ساتھ قبل نکاح سے میری آشنائی یعنی سابقہ زناکاری تھی اس واسطے میرا نکاح باطل ہوا میری زوجہ کا اس سبب سے مجھ پر کچھ حق نہیں ہے اور یہ معاملہ پندرہ بیس برس کے بعد ظاہر کرے کہ اولاد بھی زوجہ مذکورہ سے موجود تھی تو ایسے شخص کے واسطے علمائے دین کیا فرماتے ہیں یعنی زوجہ اُس کی دین مہر ونان ونفقہ کی مستحق ہے یا نہیں جس کے علم میں اپنے شوہر کی یہ حرکت نہ تھی بینوا توجروا۔

الجواب: شوہر کے اس بیان سے نکاح کے فساد کا فوراً حکم ہوگیا فی الدرالمختار عن الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتھا تثبت الحرمۃ ولایصدق انہ کذب ولو ھازلا اس پر لازم ہوگیا کہ عورت کو فوراً جدا کردے اور عورت پر روز متارکہ سے عدت لازم ہے جب تک عدت میں رہے گی اُس کا نان نفقہ شوہر پر لازم

رہے گا شوہر کا کہنا کہ اس کا کوئی حق مجھ پر نہیں محض جھوٹ ہے فی ردالمحتار عن البحر الحاصل ان الفرقۃ اما من قبلہا او من قبلہا فلو من قبلہ فلہا النفقۃ مطلقا سواء کان بمعصیۃ او لا طلاقا او فسخا وان کانت من قبلہا فان کانت بمعصیۃ فلا نفقۃ لہا ولہا السکنی فی جمیع الصور۔ رہا مہر اگر عورت تسلیم کرے کہ شوہر نے اُس کی ماں سے پیش از نکاح زنا کیا تھا تو اس صورت میں جو مہر مثل اس عورت کا ہو اور جو مقرر ہوا ہو اُن دونوں میں جو کم ہے وہ دینا آئے گا مثلاً مہر مثل ہزار روپے ہے اور دو ہزار بندھے تھے تو ہزار دینے آئیں گے اور مہر مثل دو ہزار ہے اور ہزار بندھے تھے تو بھی ہزار ہی ہوں گے فی التنویر مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطء لا بغیرہ ولم یزد علی المسمی اور اگر تکذیب کرے تو جو مہر بندھا تھا کامل پائے گی وھی مسئلۃ ما اذا کذبتہ فی الاسناد واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۸: ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو خاوند نے نکال دیا وہ تین برس تک محنت کر کے تن پروری کرتی رہی بعدہٗ یہ تصفیہ ہوا کہ اگر تو میرے کہنے پر الگ ایک مکان میں رہے جس طرح کہ رہتی ہے (اس لئے کہ اس شخص کے دوسری بی بی ہے) تو میں تجھ کو دس روپیہ ماہوار دیتا رہوں گا بموجب اس تصفیہ کے خاوند نے دو سال اور کچھ دن تک ماہوار دیا اب گیارہ ماہ کچھ دن سے نہ دیا عورت نے نوٹس دیا خاوند نے لیکر رکھ لیا اور کچھ دن بعد عورت کے مکان پر آکر بہت فساد مچایا بعدہٗ تین طلاقیں دیدیں اب علمائے دین سے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ جو اُس کے ذمے واجب الادا یعنی طلاق سے پیشتر کا اُس سے لینے کی عورت مجاز ہے یا نہیں اور مہر بھی اُس کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں۔

الجواب: طلاق سے مہر تمام وکمال واجب الادا ہو گیا اور بیان سوال سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ قصور مرد کا ہے یہی اُسے نفقہ دینا نہیں چاہتا تو اس صورت میں واجب درمختار وردالمحتار وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی وعلمائے کبار کا فتوٰی موافق اعتماد وترجیح محقق صاحب بحر الرائق ومحقق شرنبلالی وتصحیح صریح صاحب خزانۃ المفتین رحمہم اللہ تعالٰی جمیعاً یہی ہے کہ جو ماہوار باہم دونوں میں رضامندی سے قرار پایا تھا جب تک کا نہ لیا اس لینے کا عورت کو اختیار ہے درمختار میں ہے صحح الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ ملبحثہ فی البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال ھو الاصح در ماذکرہ ابن الشحنۃ فیتامل عند الفتوی ردالمحتار میں ہے بان ینظر فی حال الرجل ھل فعل ذلک تخلصا من النفقۃ اولسوء اخلاقہا مثلا فان کان الاول یلزم بہا وان کان الثانی لایلزم ھذا ما قال المقدسی وینبغی التعویل علیہ ط خزانۃ المفتین میں ہے المفروضۃ لاتسقط بالطلاق علی الاصح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۹: از سرولی ضلع بریلی مرسلہ جناب عشاق احمد صاحب مورخہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کی عورت عرصہ دو سال سے اپنے ساس اور سسرے سے ناراض ہو کر میکے چلی گئی خانگی جھگڑے پر اور وہی عورت اپنے خاوند سے رضامند ہے لیکن خاوند اُس کا اپنے والدین کو چھوڑنا نہیں

چاہتا اس وجہ سے وہ عورت اپنی سسرال میں نہیں آتی باوجودیکہ چند مرتبہ اُس کے ساس اور سسر رخصت کے واسطے اُس عورت کے مکان پر گئے لیکن نہیں آئی اب لڑکے کے والدین دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں اور اس عورت کو طلاق دینا نہیں چاہتے اس صورت میں پہلی بیوی از روئے شرع اپنی مہر کی ادائیگی بذریعہ نالش کرسکتی ہے یا نہیں اور اگر طلاق دیدی جائے تو مستحق مہر کی ہوگی یا نہیں کیونکہ اُس کے والدین طلاق کو کہتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب: اگر طلاق دی جائے گی تو عورت مطالبۂ مہر کرسکے گی ورنہ جو مہر مُعجل بندھا ہو نہ اُس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبل موت یا طلاق اُس کا مطالبہ نہیں کرسکتی جبکہ وہ ناراض ہوکر اپنے میکے چلی گئی اور بلانے سے نہیں آئی تو اُس کا نان ونفقہ بھی شوہر پر سے ساقط ہے جب تک وہ شوہر کے یہاں واپس نہ آئے اور شوہر پر یہ بھی لازم نہیں کہ اُسے طلاق دے جب کہ یہ بلانا چاہتا ہے اور وہ بلاوجہ شرعی نہیں آتی تو الزام عورت پر ہے شوہر پر نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۲: از ریاست جاورہ ڈھونکر دروازہ مرسلہ ہدایت نور خاں صاحب برادر نواب جاورہ، ۲۴ رمضان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ جو عورت اپنے زوج کی نافرمانی کرکے بلا اجازت و بغیر حق مکان شوہر سے نکل کر علیحدہ بخانۂ والدین یا کسی عزیز کے یہاں جاکر سکونت کرے جس کو اہل شرع ناشزہ کہتے ہیں پس اُس عورت کا نان ونفقہ کفیل پر دینا واجب ہوگا یا نہیں اور ایسی صورت میں کفیل کی کفالت وضمانت صحیح ومعتبر رہی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: زنِ ناشزہ کا نفقہ دینا نہ آئے گا یعنی جب تک وہ بے اجازت شوہر بروجہ ناحق دوسری جگہ رہے گی اُتنی مدت کے نفقہ کا مطالبہ کفیل سے بھی نہیں کرسکتی کہ کفالت ضم الذمۃ الی الذمۃ فی الدین ہے یا فی المطالبۃ وھو الاصح کما فی الھدایۃ اور ناشزہ کا نفقہ خود اصیل یعنی زوج ہی پر لازم نہیں تو کفیل سے اُس کا مطالبہ کیونکر ممکن رہا یہ کہ اس صورت میں کفالت نفقہ صحیح رہی یا نہیں اگر کفالت ابتداءً بروجہ صحت واقع ہولی ہے اور وہ کسی مدت معینہ تک کے لئے نہ تھی کہ اُس کی انتہا سے منتہی ہوجائے تو عورت کا ناشزہ ہونا اُسے رفع نہ کرے گا اگر عورت نشوز سے باز آکر پھر تسلیم نفس شوہر کو کردے گی تو جتنے نفقہ کی مستحق ہوگی کفیل سے اُس کا مطالبہ کرسکے گی کہ مذہب مفتی بہ میں کفالت نفقہ اگر مطلقہ ہو ابد کے لئے ہے درمختار میں ہے ولو کفل لھا کل شھر کذا ابدا وقع علی الابد وکذا لولم یقل ابدا عند الثانی وبہ یفتی بحر و تحقیق المقام فی ردالمحتار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۳: از سانڈھن ڈاکخانہ چھپرہ ضلع آگرہ مرسلہ محبوب احمد صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے زبیدہ کے وارثوں کو نوٹس اور زبانی ذریعہ سے ولی بننے کو کہا اور زبیدہ کے وارثوں نے انکار کردیا زید نے نوٹس کے ذریعہ یہ اطلاع دی کہ اگر تم ولی نہ بنوگے اور بعد میں بننا چاہو گے تو تم سے زبیدہ کے خورد ونوش وغیرہ کا خرچ لے لیا جائے گا اب اگر چند سال بعد زبیدہ کے وارث ولی بننا چاہیں تو کیا زید زبیدہ کے خورد ونوش وغیرہ کا خرچ لے سکتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: یہ نوٹس کوئی عقد شرعی نہیں اس کی بنا پر کوئی مطالبہ نہیں ہوسکتا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۲: از حافظ اسمٰعیل خاں عقب کوتوالی بریلی ۱۴ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو زید نے طلاق مغلظہ دے دی اور اُس کی زید سے ایک دختر صغیرہ ہے چند سال بعد ہندہ مدعی ہوئی کہ وہ اتنی مدت سے اپنے میکے میں رہتی ہے میں نے اب تک قرض دام کرکے اپنی اور اپنی دختر کی نکری کی لہٰذا روز طلاق سے چار مہینے دس دن بعد تک میرا نفقہ اور آج تک کا دختر کا پچاس پچاس روپے ماہوار کے حساب سے مجھ کو دلایا جائے حالانکہ نہ کوئی ماہوار وغیرہ تقرر نفقہ زید نے نہ کیا نہ حاکم نے بلکہ ہندہ اس سے پہلے نفقہ کا دعوٰی فوجداری میں دائر کرچکی تھی جو خارج ہوا اس صورت میں ہندہ کا دعوٰی مسموع ہے یا نہیں اور کل گزشتہ مدت کا نفقہ ہندہ یا دختر ہندہ کا زید پر واجب الادا ہے یا نہیں اور عورت اور اولاد کے نفقہ میں اس بارے میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مذکورہ میں ہندہ کا دعوٰی محض باطل و نامسموع ہے گزشتہ مدت کا ایک حبّہ عورت کے نفقہ کا زید پر لازم ہے نہ دختر کا زن اور اولاد کے نفقہ میں یہ فرق ہے کہ عورت اگرچہ مالدار ہو اُس کا نفقہ شوہر پر لازم ہوتا ہے جب کہ وہ اُس کے یہاں رہے اور بلا وجہ شرعی میکے میں رہے تو اصلاً نفقہ کی مستحق نہیں اور اولاد کا نفقہ اُن کی محتاجی کی حالت میں لازم ہوتا ہے اگر مال رکھتے ہیں اُن کا نفقہ باپ پر نہیں اگرچہ وہ اُس کے یہاں نہ رہیں پھر جو نفقہ نہ باہمی قرارداد سے مقرر ہوا ہو نہ حاکم کے حکم سے اُسے اگر ایک مہینہ یا زیادہ کتنے ہی برس گزر جائیں اور اس مدت میں عورت اور اولاد قرض دام سے خواہ کسی طریقہ سے اپنی حاجت نکالتے رہیں یا عورت اپنے مال خواہ قرض یا گداگری سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالے تن ڈھکے تو اس مدت کے کسی حبہ کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا ہاں اگر بحکم حاکم یا تراضی باہمی قرارداد نفقہ ہولیا تھا کہ مثلاً اتنا ماہوار دینا ٹھہرا اور مدتیں گزریں شوہر نے نہ اُس کا نفقہ دیا نہ اولاد کا تو عورت اپنے نفقہ مقرر شدہ کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اولاد کا نفقہ اگرچہ برضائے باہمی یا بحکم حاکم مقرر ہوا ہو جب وقت گزر گیا ساقط ہوگیا کہ وہ بوجہ حاجت تھا اور مدت گزشتہ کی حاجت نکل چکی اگرچہ کسی طرح نکلی یہاں تک کہ اگر حاکم نے صغیر بچہ کیلئے ماہوار اُسکے باپ پر مقرر کیا اور ماں کو حکم دیا کہ اس سے نہ ملے تو قرض لے کر بچہ پر خرچ کر اگر اُس نے قرض لیکر خرچ کیا جب تو بوجہ حکم حاکم باپ سے واپس پائے گی اور اگر اپنے پاس سے خرچ کیا تو جب لینے کی مستحق نہ ہوگی کہ حاکم نے قرض لیکر خرچ کرنے کو کہا تھا وہ اُس نے نہ کیا۔ درمختار میں ہے: لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود۔ اُسی میں ہے: النفقۃ لاتصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحھما علی قدر معین اصنافا او دراھم فقبل ذالک لایلزم شیئ۔ تنویر الابصار میں ہے: قضی بنفقۃ غیر الزوجۃ ومضت مدۃ سقطت۔ ہدایہ میں ہے: اذا قضی القاضی للولد والوالدین وذوی الارحام بالنفقۃ فمضت مدۃ سقطت الا ان یاذن القاضی بالاستدانۃ علیہ۔ فتاوی بزازیہ میں ہے: وان انفقت ای الام علیہ من مالھا او من مسألۃ الناس لاترجع علی الاب۔ ردالمحتار میں ہے: امرت بالاستدانۃ فلم تستدن بل انفقت من مالھا فلا رجوع لھا لانھا لم تفعل ما امرھا بہ القاضی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور عدت طلاق چار مہینے دس دن سمجھنا محض جہالت ہے اُس کی مدت تین حیض ہے۔

مسئلہ ۲۳۳: از یادسو گنج ضلع ہردوئی (اودھ) مرسلہ سید عنایت حسین گرداور قانون گو ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

زید کی شادی تقریباً تین سال ہوئے کہ ہوئی اس وقت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی عورت منکوحہ ناقص العقل یہاں تک کہ ایک آنہ کا حساب تک نہیں جانتی تین سو روپئے کا زیور گم کرچکی ہے ناقص العقل ہونے کی وجہ سے اُسے گم کردیا اُسے گفتگو کی تمیز نہیں ہے کہ جو اُس کا شوہر ہے اُس سے گفتگو کرسکے وہ کھانا پکانا اور کپڑا سینا بھی نہیں جانتی ہے اور نماز روزے کو بھی نہیں سمجھتی ہے اور نہ اُسے یاد ہوتا ہے اب وہ شخص شادی دوسری ان وجوہات سے کرنا چاہتا ہے مسئلہ اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں اور اُس کو کس صورت سے شوہر کو رکھنا پڑے گا جب کہ وہ خبط الحواس ہے کیا اخراجات دونوں عورتوں کے برابر اُٹھانا پڑیں گے یا نہیں اور اگر وہ منکوحہ دوسری عورت صاحبِ جائداد ہو وے تب کس حیثیت سے اُس کو رکھنا چاہئے اور آیا شوہر کو دونوں عورتیں اپنے ہمراہ رکھنا پڑیں گی یا صرف ایک اور ایک بہ سبب خبط الحواس ہونے کے نہیں رکھنا پڑے گی۔

الجواب: دوسری شادی کی اجازت ہے مگر عدل فرض ہوگا دونوں کو برابر رکھنا ہوگا یہ جائز نہ ہوگا کہ دوسری کے پاس رہے اور پہلی سے اُس کی کم عقلی کے باعث جدا رہے دوسری عورت اگر مالدار ہے اور پہلی محتاج ہے تو شوہر اگر مالدار ہے تو دوسری کے لئے مالداروں کا نفقہ واجب ہوگا اور پہلی کے لئے مالداروں اور محتاجوں کے نفقہ کا اوسط اور اگر شوہر محتاج ہے تو پہلی کیلئے محتاجوں کا نفقہ واجب ہوگا اور دوسری کے لئے اوسط یہ اوسط اب نہ دے سکا تو جتنا دے سکے دیگا باقی اس پر اُس دوسری عورت کیلئے قرض رہے گا کہ جب طاقت پائے ادا کرے درمختار میں ہے النفقۃ تجب للزوجۃ علٰی زوجہا بقدر حالہما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ یہ دونوں عورتوں کے نفقہ میں فرق ہوگا اگر ایک اُس میں مالدار اور دوسری محتاج ہے باقی رات کو رہنے اور سینے دینے وغیرہ اختیاری باتوں میں دونوں کو برابر رکھنا ہوگا اگرچہ ایک کم عقل اور بے سلیقہ ہے عالمگیری میں ہے یسوی بین الحدیثۃ والقدیمۃ والبکر والثیب والصحیحۃ والمریضۃ والرتقاء والمجنونۃ التی لایخاف منہا والحائض والنفساء والحامل والحائل والصغیرۃ التی یمکن وطؤہا کذا فی التبیین وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴: از علی گڑھ مدرسۃ العلوم مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب ناظم دینیات ونصرت شیر خاں محرر دینیات ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

زید کو عرصہ تیس سال سے پچھتر روپے ماہوار بذریعہ ملازمت کے ملتا ہے اور بجز اس ماہواری تنخواہ کے اور کسی قسم کی زید کو آمدنی نہیں ہے اور زید کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ جو روپیہ ماہواری ملتا ہے وہ سب کا سب اپنی اہلیہ کو دے دیتا ہے اور زید نے اپنی اہلیہ سے یہ کہہ رکھا ہے کہ جو مقدار شرعی طور سے تمہارے نان نفقہ میں یا میرے ذاتی اخراجات یا میری زوجہ اولٰی کی اولاد پر اس میں سے خرچ ہوکر جو کچھ پس انداز ہو اُس رقم کو تم اپنے مہر میں محسوب کرتی رہنا تاکہ آٹھ دس برس میں تمہارے مہر سے مجھ کو سبکدوشی حاصل ہو اور اس معاملہ پر زید نے اپنے اور اپنی اہلیہ کے اقرباء کو گواہ بھی کرلیا ہے اور زید کی زوجہ کو بھی اس

معاہدہ اور معاملہ سے انکار نہیں ہے بلکہ اس وقت تک اقرار ہے لیکن نان نفقہ کی مقدار رقم میں زید اور اُس کی زوجہ کا اختلاف ہے زید تو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس بجز اس ملازمت کی آمدنی کے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں اور میں پانچ ہزار روپے کا قرضدار ہوں جو مہر کا ہے جس کے ادا کرنے کا میں نے ڈول ڈالا ہے اس صورت میں نان ونفقہ کی مقدار رقم ماہواری معسر یعنی تنگدست کی شرعًا ہونی چاہیے اور زید کی زوجہ راقمہ یہ کہتی ہے کہ تمہارا مشاہرہ بڑا مشاہرہ ہے نان ونفقہ کی رقم ماہواری کی مقدار موسر یعنی مالدار کی حیثیت سے مقرر ہونی چاہیے۔ اب علمائے اسلام عالی مقام سے یہ سوال ہے کہ شرعًا زید کا کہنا مقبول ہے یا زید کی زوجہ راقمہ کا قول شرعًا مقبول ہے اور معسر شخص کو کتنے روپے ماہوار آٹھ سال سابق سے دینے چاہئیں اور اس زمانہ میں جو گرانی ہے کہ روپیہ نان ونفقہ کے لگائے جائیں اور یہ بھی عرض کر دینا ضرور ہے کہ باہر کے کام مثلاً غلہ یا دال یا پان وغیرہ منگانے کا زید اپنی وجاہت سے کسی نہ کسی سے کرا دیتا ہے اور گھر کے کھانا پکانے کا کام جب سے نکاح ہوا زید کی زوجہ یا اُس کی والدہ نے اپنے متعلق کر رکھا ہے جیسے کہ عمومًا شرفا کے گھروں میں عرفًا مروج ومعمول بہ ہو رہا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: یہاں متعدد امور ملحوظ ہوتے ہیں (۱) مقدار دخل (۲) گرانی وارزانی (۳) حال مقام۔ مثلاً زیادہ سرد ممالک میں جاڑے کا سامان زیادہ درکار ہوتا ہے معتدل میں کم اور بلحاظ آب وہوا غذا میں بھی تفاوت ہوتا ہے (۴) زمانہ موجودہ میں عادت بلد جہاں جیسی خوراک وپوشاک معتاد ومعہود ہو مثلاً اب عرب خصوصًا مدینہ طیبہ میں عمومًا خوش خوراکی وخوش پوشاکی معمول ہے حالانکہ یہی عرب ایک وقت کمال سادگی وتقلل سے موصوف تھا اعتبار عام عوائد کا ہوگا نہ خاص کسی بخیل یا مسرف کا بعض بلاد مثلاً شاہجہانپور میں عام طور پر تیل کھاتے ہیں پلاؤ قورمہ پراٹھے تیل کے ہوتے ہیں ہمارے بلاد میں یہ طبعًا مکروہ اور عرفًا معیوب تو وہاں گھی کا مطالبہ نہ ہوگا یہاں ہوگا وقس علیہ۔ متعارف طور پر ان سب باتوں کے لحاظ کے بعد کہہ سکتے ہیں کہ اتنی آمدنی اتنے مصارف والا ایسے وقت ایسے مقام میں موسر مرفہ الحال یا معسر تنگدست یا متوسط۔ تنویر الابصار میں ہے یقدرھا بقدر الغلاء والرخص نہر اوی میں اور بحوالہ اختیار درمختار میں ہے یختلف ذلک بیسارہما واعسارہما واحوالہما وبلدہما ردالمحتار میں ہے لوقال ووقتا لکان اولٰی اُسی میں ہے یراعی کل وقت ومکان بمایناسبہ اُسی میں ذخیرہ سے ہے ما ذکرہ محمد علی عادتہم وذلک یختلف باختلاف الاماکن حرا وبردا والعادات فعلی القاضی اعتبار الکفایۃ بالمعروف فی کل وقت ومکان۔ بحر میں ہے فی الظہیریۃ قد رمحمد الکسوۃ بدرعین وخمارین وملحفۃ فی کل سنۃ اراد بہما صیفیا وشتویا ولم یذکر السراویل فی الصیف اذ لابد منہ فی الشتاء وھذا فی عرفہم اما فی عرفنا فتجب السراویل وثیاب اخر کالجبۃ والفراش الذی تنام علیہ واللحاف ومایدفع بہ اذی الحر والبرد وفی الشتاء درع خزو جبۃ قز وخمار ابریسم اھ وفی المجتبی ان ذلک یختلف باختلاف الاماکن والعادات فیجب علی القاضی اعتبار الکفایۃ بالمعروف وفی کل وقت ومکان اسی طرح فتح القدیر میں اقضیہ اور ہندیہ میں محیط سے ہے رہا شوہر کا مدیون ہونا **اقول** ظاہر اس کے سبب نفقہ زن میں تنگی نہیں کر سکتے کہ یہ بھی مطالبہ عبد ہے بلکہ فتاوٰی امام اجل قاضی خاں پھر ہندیہ میں ہے المحبوس بالدین اذا کان یسرف فی اتخاذ الطعام

یمنع القاضی عن الاسراف ویقدر لہ الکفاف المعروف وکذٰلک فی الثیاب فیقتصد فیہا ویأمرہ بالوسط ولا یضیق علیہ فی مأکولہ ومشروبہ وملبوسہ جب مدیون پر خود اس کے نفقہ میں تنگی نہ کی گئی اوسط کا لحاظ رہا تو دوسرے کے نفقہ واجبہ میں بدرجہ اولٰی فلیراجع ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم اس کے ساتھ عورت کا خود اپنا حال بھی دیکھا جائے گا کہ غنیہ مفرطۃ فی الغنا ہے یا فقیرہ یا متوسطۃ الحال۔ اگر زن و شو دونوں ایک طرح کے ہیں تو اُسی طرح کا نفقہ لازم آئے گا اور مختلف ہیں تو دونوں کے حال کا اوسط مثلاً ایک کے اعتبار سے عورت کا نفقہ دس روپے ماہوار ہونا چاہیے اور دوسرے کے لحاظ سے چار روپے تو سات روپے ماہوار واجب کریں گے پھر اگر شوہر فی الحال اُس کی ادا پر قادر ہے فبہا ورنہ جس قدر پر قادر ہے دے گا باقی وقت فراخی تک اُس پر دین رہے گا قال اللہ تعالٰی لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اٰتٰہ اللہ لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتٰھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا درمختار میں ہے بیستحق النفقۃ بقدر حالھما بہ یفتی و یخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ ردالمحتار و بحرالرائق میں ہے اتفقوا علی وجوب نفقۃ الموسرین اذا کانا موسرین وعلی نفقۃ المعسرین اذا کانا معسرین وانما الاختلاف فیما اذا کان احدھما موسرا والاٰخر معسرا فعلی ظاہر الروایۃ الاعتبار لحال الرجل فان کان موسرا وھی معسرۃ فعلیہ نفقۃ الموسرین وفی عکسہ نفقۃ المعسرین واما علی المفتی بہ فتجب نفقۃ الوسط فی المسألتین وھو فوق نفقۃ المعسرۃ ودون نفقۃ الموسرۃ اس کے سوا یسار و اعسار کی کوئی خاص تحدید یہاں علماء نے نہ فرمائی امر عرف پر دائر رکھا ہے بخلاف نفقہ اقارب کہ وہاں یسار مقدر بہ نصاب ہے رأیت فی الفتاوی الخیریۃ انہ ساق الی ھنا ما ذکروہ ثم اذ سئل فی الزوجین اذا کان غنیین ھل تجب علیہ نفقۃ الاغنیاء وناخذ الغنی فی باب النفقۃ فاجاب نعم تجب نفقۃ الاغنیاء قال فی البحر اختلفوا فی حد الیسار علی اربعۃ اقوال احدھما انہ مقدر بنصاب الزکوۃ قال فی خلاصۃ وبہ یفتی واختارہ الولوالجی معللا بان النفقۃ تجب علی الموسر ونہایۃ الیسار لاحد لہا وبدایتہ النصاب فیقدر بہ والثانی انہ نصاب حرمان الصدقۃ وھو النصاب الذی لیس بنام قال فی الھدایۃ وعلیہ الفتوی وصححہ فی الذخیرۃ اھ والذی یظہر للفقیہ البارع فی الفقہ ان الاول اولی بالقبول لان ما لیس بنام سریع النفاد اذا توارد ت علیہ النفقات کما ھو ظاہر واللہ تعالٰی اعلم اھ ما فی الخیریۃ **اقول** تعلیل الامام الولوالجی لا یفید الاشتراط النصاب دون النمو الا ان یضم الیہ ما افاد العلامۃ الرملی وفیہ تامل فتامل ثم **اقول** فی سوقہ الی ھنا نظر فان المعتبر فی الاقارب القدرۃ حتی اوجب محمد علی من یکسب کل یوم درھما وتکفیہ اربع دوانق ان ینفق الدانقین علی محارمہ قال فی الفتح وھذا الذی یجب علیہ التعویل فی الفتوی اھ فالموسر ثمہ من یمکنہ دفع حاجۃ غیرہ بدون لحوق ضرر بہ والمعسر بخلافہ ولذا لم تجب علیہ اصلا اما نفقۃ المرأۃ فتجب علی الزوج مطلقا وان لم یکن لہ شیئ وانما الموسر والمعسر ھھنا بمعنی الموسع والمقتر وذٰلک لا یتقید بالنصاب ولا یلزمہ بل یختلف بہذا قد منا فیجعلہم ما لک الاصنا

قادر فلا یستلزم جعله موسرا ان یلزم علیه لامرأته نفقة الاغنیاء وھی بما تملک النصاب فی اقل من نصف سنة بل فی بعضھا لاجرم رد المحتار میں فرمایا صرحوا ببیان الیسار والاعسار فی نفقة الاقارب ولم ارھم عرفوھما فی نفقة الزوجة ولعلھم وکلوا ذلک الی العرف والنظر الی الحال من التوسع فی الانفاق وعدمه ویؤیدہ قول البدائع لو کان الرجل مفرطا فی الیسار الخ وسیاتی تمامه ولہذا نفقۂ اقارب میں وہی قسمیں رہیں کہ قادر یا عاجز میں حصر ہے اور یہاں تین قسمیں ہیں غنی، فقیر، متوسط اور ان کے نفقات کے فرق میں عبارات مختلف آئیں امام سراج الدین قاری الہدایہ نے فرمایا غنی کے لئے دونوں وقت گیہوں کی روٹی اور گوشت ہے۔ متوسط کے لئے روٹی اور روغن۔ فقیر کے لئے روٹی اور پنیر و سرکہ۔ اقضیہ میں فرمایا غنی کی نانخورش گوشت متوسط کی دودھ فقیر کی روغن یعنی روغن زیتون وقال تعالٰی وصبغ للاٰکلین اور ہمارے عرف سے قریب تر وہ ہے جو امام ملک العلماء نے فرمایا کہ اعلٰی درجہ مرغ کا گوشت اور سوجی کے پھلکے ـــــــ اور اوسط گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت اور ادنٰی جو کی روٹی۔ عقود الدریہ میں ہے سئل قاری الہدایة اذا طلبت تقدیر النفقة لھا ولاولادھا دراھم ھل لھا ذلک اجاب لایجب بل الواجب علیه طعام وادام علی الغنی خبز حنطة ولحم غداء وعشاء بقدر کفایتھا والمتوسط خبز ودھن وعلی الفقیر خبز وجبن وخل فتح القدیر میں ہے وفی الاقضیة ویفرض الادام ایضا اعلاہ اللحم وادناہ الزیت واوسطہ اللبن رد المحتار میں بدائع سے ہے لو کان الرجل مفرطا فی الیسار یاکل خبز الحواری ولحم الدجاج والمرأة مفرطة فی الفقر تاکل فی بیت اھلھا خبز الشعیر یطعمھا خبز الحنطة ولحم الشاۃ عالمگیریہ میں کافی سے ہے ان کانت موسرۃ وھو موسر لھا فوق مایفرض لو کانت معسرۃ فیقال له اطعمھا خبز البر وباجة او باجتین وان کان الزوج موسرا مفرط الیسار بخوان یاکل الحلواء والحمل المشوی والباجات وھی فقیرۃ کانت تاکل فی بیتھا خبز الشعیر لایجب علیه ان یطعمھا مایاکل بنفسه ولاما کانت تاکل فی بیتھا لکن یطعمھا خبز البر وباجة او باجتین ان اعصار وامصار میں پچھتر روپے ماہوار کی آمدنی والا نہ امیر کہلائے گا نہ فقیر بلکہ ایک متوسط الحال ہے اگر عورت بھی ایسی ہی ہے اور متوسط زناں کا نفقہ لیا گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت کبھی سادہ کبھی ترکاری کا بھی اور رکھانا کہ قیمۃً اس کے قریب ہوا ور پہننے کو ململ خاصہ چھینٹ یا سوتی بیاض ہو تو حق [illegible] نہ یہ اس میں کمی کرسکتا ہے نہ وہ اس سے زائد کے مطالبے یا صرف کا اختیار رکھتی ہے اور اگر وہ غنا میں طبقۂ اعلٰی سے ہے تو ضرور زائد کی مستحق ہے جو اوسط و اعلٰی کے اوسط سے زائد نہ ہو اور اگر طبقۂ ادنٰی سے ہے تو ضرور کم کی مستحق مستوجب ہے جو اوسط و ادنٰی کے اوسط سے کم نہ ہو ان اصول پر صحیح محاسبہ کیا جائے اگر اس نے اپنے استحقاق سے زیادہ قلیل کی ہے تو قابل لحاظ نہیں اور زیادۃ فاحشہ کی ہے مثلاً اس کے خرچ میں حساب شرعی سے دس روپے ماہوار ہونا چاہئے تھا اور اس نے پندرہ روپے ماہوار خرچ کیا تو جب کہ اول سے شوہر نے اُسے مقدار شرعی پر خرچ کی اجازت دی تھی زیادت غصب ہوئی اور اس کا تاوان عورت پر آیا جو اس کے مہر میں محسوب ہوسکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں علی الید ما اخذت حتی

تأدیہ ھذا ما الھمونی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۵: از جاورہ محلہ نظر باغ مرسلہ سید ذوالفقار احمد صاحب ۱۲ ر شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ جو جوان العمر نیک چلن ہے عرصہ آٹھ نو سال سے ہندہ کے شوہر زید نے ہندہ کو چھوڑ دیا ہے اُس کی نان و نفقہ نہیں دیتا ہے نہ کسی طرح کی خبر گیری اُس کی کرتا ہے بلکہ ہندہ کو ایذا و تکلیف پہنچانے کی غرض سے طلاق بھی نہیں دیتا ہے تاکہ ہندہ اُس کے ظلم سے نجات پاکر کسی شخص سے نکاح کرکے اپنی گزر اوقات کرے ہندہ پردہ نشین ہے اُس کو کوئی کھانا کپڑا دینے والا نہیں ہے نہ اُس کو کوئی قرض دیتا ہے نہ اُس کے پاس اثاثہ ہے جس کو فروخت کرکے بسر اوقات کرے وہ ہندہ دستکار ہے کہ جس کی اجرت سے ضروریات خورد و نوش کو پورا کرسکے اگر ہندہ کا نکاح ثانی نہ ہوگا تو وہ یقینی طور پر ضرور زناکاری میں مبتلا ہوگی کیونکہ اُس کا عالم شباب ہے اور بغیر نکاح ثانی کیے دوسرا ذریعہ معاش نہیں ہوسکتا اور ہندہ ایسے مقام پر ہے جہاں قاضی نہیں ہے پس صورت مرقومہ میں ہندہ کے واسطے خاوند ظالم سے کوئی صورت رہائی کی نکلتی ہے یا نہیں اگر کوئی صورت ہندہ کی خلاصی کی نہیں نکلتی ہے تو کیا شرع ہندہ کو زنا کرا کر گزر اوقات کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: شرع مطہر اللہ و رسول کا حکم ہے اللہ و رسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے۔ جب تک شوہر زندہ ہے اور طلاق نہیں دی دوسرا نکاح حرام حرام حرام زنا زنا زنا ہے وساوس اور اندیشے کا ہے کے ہیں زنا کے موہوم زنا سے بچنے کے لئے موجود زنا کرا دیں کونسا دین ہے چارہ کار نالش ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق اور یہ بھی نہ ہوسکے تو سوائے صبر کچھ علاج نہیں اور جو اللہ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ اُس کی مشکل کھول دیتا ہے رزق اللہ پر ہے شوہر رزاق نہیں محنت مزدوری کرے اور غلبہ خواہش کے لئے روزے رکھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اُس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہوگا جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اُسے کافی ہے اور فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اُس کا کام آسان کردے گا اللہ سچا اور اُس کے وعدے سچے اور شیطان جھوٹا اور اُس کے ڈراوے جھوٹے اللہ سے ڈرے اور اس پر بھروسہ کرے یقیناً اللہ اُس کے لئے آسانی کردے گا اور اُس کے لئے راہ نکال دے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۶: از اودے پور میواڑ راجپوتانہ محلہ چھاؤنی واڑی مرسلہ قادر بخش چابک سوار ۱۳ ر رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا کوئی ایسی تحریر دستاویز پر کہ جس کو زید نے مسماۃ ہندہ کو دوسری شادی کے وقت بابت انتظام نان نفقہ لکھ دی کیا بعد طلاق ہندہ کا اُس تحریر سے کسی قسم کا کوئی حق رہتا ہے۔

الجواب:- مہر و نفقۂ ایام عدت کے سوا اور کوئی حق واجب شرعًا نہیں اور اگر زید نے لکھ دیا ہو کہ عمر بھر تیرا نان و نفقہ میرے ذمہ ہے تو یہ ایک وعدہ ہے اُسے وفا کرنا چاہیئے مگر اس کی بناء پر جبرًا مطالبہ نہیں ہو سکتا اشباہ میں ہے لاجبر علی الوفاء بالوعد اس کے سوا اُس تحریر کا حاصل اگر کچھ اور ہو تو بعد ملاحظہ تحریر معلوم ہو سکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۳۲:- از چتور گڑھ محلہ چھیپیان مسئولہ جمیع مسلمانان گنگرار ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا شوہر عرصہ ۹ سال سے ہندوستان چھوڑ کر غیر ملک میں چلا گیا زندہ ہے خیریت کا حال لکھتا رہتا ہے مگر اُس کے لئے نہ تو یہاں اُس کی کوئی جائداد ہے اور نہ اُس نے آج تک خرچ کیلئے زوجہ کے پاس روپیہ پیسہ روانہ کیا نہ اس عرصہ میں وہ کبھی آیا اور نہ آئندہ آنے کا قصد رکھتا ہے زوجہ نے نان نفقہ کے انتظام کے لئے کئی مرتبہ اُسے لکھا مجبور ہو کر طلاق چاہی مگر نہ تو نان نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اب سُنا جاتا ہے کہ عورت پریشان ہو کر نصرانیت اختیار کرنے والی ہے ایسی صورت میں عورت مذکورہ سے معاملہ مندرجہ سوال میں کسی عالم با معتبر سے فسخ نکاح کی درخواست کرا کے بعد انقضائے عدت فسخ نکاح جدید کسی دوسرے شخص سے کرا دینا جائز ہے یا ناجائز آیا اُس کے لئے کوئی صورت ہے شرعی کہ اُسے مرتدہ ہونے سے بچائے۔

الجواب:- جس نے مرتدہ ہونے کا قصد کیا وہ اُسی وقت مرتدہ ہوگئی بچائی کاہے سے جائے اور شوہر کی زندگی میں بلا طلاق دوسرے سے نکاح کی کوئی صورت نہیں قال تعالٰی والمحصنٰت من النساء یہاں نہ کوئی حنبلی مذہب قاضی ہے نہ کسی حنفی مقلد کو اس مذہب کے خلاف قضا کا اختیار ہے اور اگر کرے گا نافذ نہ ہوگی ایسی توسیعین لازم مذہب کرتی ہیں والتفصیل فی البحر الرائق ورد المحتار وغیرھما من الاسفار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۳:- از اکور ہاڈاکخانہ گنگیری ضلع علی گڑھ مسئولہ امداد علی خاں صاحب مدرس اول ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ وقت نکاح بد مزاج معلوم ہوتی تھی بعد میں وہی بد مزاجی بڑھتے بڑھتے فتور عقل ثابت ہوئی فاتر العقل کی حالت میں اوس سے تین بچے بھی مختلف اوقات میں پیدا ہوئے اور مدت سے اُس کے مرض کا علاج مدت مدید تک حکیموں دائیوں ڈاکٹروں عاملوں کے ذریعہ کرایا گیا اور اپنی حیثیت سے زیادہ صرف کیا مگر کوئی صورت افاقہ کی نہ ہوئی اور مریضہ کے عملوں سے بہت کچھ نقصانات مالی ظہور میں آئے اُس کی حالت فاتر العقلی کے باعث ایسی ہوگئی ہے کہ وہ احکام شرعیہ اور خاوند کے جائز حکموں کی تعمیل نہیں کر سکتی نہ وہ اپنی خواہشات کو محسوس کر سکتی ہے نہ پاکی و ناپاکی میں تمیز رکھتی ہے نہ امورات خانہ داری و علائق زندگی کو سمجھ سکتی ہے غرض کہ مجھے اوس سے تمام مصلحتیں فوت نظر آتی ہیں اُس کے علاج سے ہر طرح مایوس ہو کر اعزا و اقربا کے اصرار و اپنی آسائش و قیام نسلی کے اُمید پر میں نے بحالت مجبوری بعد انتظار بسیار کے دوسری شادی کر لی ہے اُس سے بفضلہ ایک بچہ بھی پیدا ہوا ہے اب میرے متعلقین میں میری ایک والدہ ضعیفہ اور زوجگان و ایک بچہ و ایک میں خود یہ پانچ کس ہیں اور کچھ بار قرضہ بھی ہے

جو بوجہ ضروریات شرعی ہوا ہے اب زوجہ سابقہ یعنی فاتر العقل کے والدہ کو (میرے خیال میں تجاہل عارفانہ سے) شبہہ ہے کہ میری لڑکی کو ان لوگوں سے تکالیف پہنچتی ہیں۔ اور نہ وہ ان لوگوں میں وہ آسائش سے رہ سکتی ہے اس لئے اُن کی خواہش ہے کہ اپنی بیٹی کو اپنے پاس رکھ کر میری نصف آمدنی کو بٹا لیویں اور اسی اُمید پر وہ عنقریب کچہری مجاز میں نالش کرنے والی ہیں میں اُن سے کہہ رہا ہوں کہ میری جانب سے کوئی تکلیف کبھی نہیں ہوئی نہ آئندہ ہوگی بلکہ آپ خود رہ کر میرے کاموں میں مدد دیجئے اور اپنی بیٹی کو حسب منشا آرام پہنچایئے اور بوجہ ناپاک رہنے اور ہوش وحواس درست ہونے کے اپنی بیٹی کے ساتھ کھانے پینے اور اُس کے برتنوں سے احتیاط رکھیئے یا زر دین مہر سے دست بردار ہو کر مجھ سے اپنی بیٹی زوجہ میرے کے واسطے چار روپیہ ماہوار علاوہ پارچہ پوشیدنی کے تا حین حیات لیتی رہیئے کیونکہ اس وقت پانچ آدمیوں کی پرورش۔ قرضہ کی ادائگی تربیت اولاد۔ اتفاقی ضروریات کا پورا کرنا میرے ذمہ ہیں اور اُس کو اپنے مکان پر رکھیئے وہ ان باتوں میں سے کسی کو منظور نہیں کرتیں پس ایسی صورت میں میرے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے جس سے کہ میں خدا اور رسول کے نزدیک مواخذہ دار نہ ہوں اس میں دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسی عورت کا دین مہر و نان نفقہ کس خدمت کے عوض مجھ پر واجب ہے۔

الجواب:۔ مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بُضع کا عوض ہے اور بہرحال واجب ہے اور جب فاتر العقل ہے تو اُس کے مہر سے دست برداری نہ وہ کر سکتی ہے نہ اُس کی ماں نہ کوئی یوں ہی جب تک وہ شوہر کے گھر ہے یا اُس کے گھر آنے سے انکار نہ کرے اُس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے جو زن و شو دونوں کو حال کی رعایت سے بقدر متوسط دلایا جائے گا مادر زن کا نصف آمدنی مانگنا ظلم صریح ہے جبکہ یہ مقدار نفقہ زن سے زائد ہو در مختار میں ہے النفقۃ تجب لزوجتہ علی زوجہا بقدر حالہما بہ یفتی و یخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۹:۔ از جامع مسجد بریلی مسئولہ نواب چھوٹے میاں صاحب، رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا عقد بکر کی لڑکے کے ساتھ کیا عقد کے بعد ایک ماہ تک زید کی لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر رہی اُس وقت سے زمانہ تخمیناً نو ماہ کا ہوا کہ لڑکی زید کے مکان پر موجود ہے نان نفقہ کی شوہر یا شوہر کے باپ نے خبر نہیں لی اب اس امر کا تقاضا ہے کہ زید اپنی لڑکی کی رخصت کر دیوے زید کو رخصت کر دینے کچھ انکار نہیں ہے علمائے دین کی خدمت میں صرف یہ گذارش ہے کہ اس ایام کا نان نفقہ کس پر فرض ہے اور لڑکی رخصت ہونے کے بعد زید کے اور شرعی خاندان کے تعلق والوں کے کس کس کے یہاں جا سکتی ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اس نو مہینے کا نان نفقہ کسی پر نہیں جو دن گزر گئے گزر گئے ہاں اگر نان و نفقہ کچھ مقرر ہو

معین قرار پاچکا کہ اتنا ماہوار دیں گے اور زید نے لڑکی کو بٹھا نہ رکھا نہ لڑکی نے شوہر کے یہاں جانے سے انکار کیا بلکہ باپ کے یہاں آئی تھی پھر شوہر کے بلانے کی منتظر رہی اور اُسی نے اتنے مہینوں نہ بلایا تو اس صورت میں وہ مقرر شدہ نفقہ ان مہینوں کا دیگا اور اگر یہ بلانا چاہتا تھا اور لڑکی نہ گئی تو ان مہینوں کا نفقہ کسی پر نہیں اگرچہ مقرر شدہ ہو۔ عورت آٹھویں دن اپنے ماں باپ کے یہاں صبح سے شام تک کے لئے بلا اجازت شوہر جاسکتی ہے اور اپنے محارم مثلاً حقیقی یا سوتیلے بہن بھائی بھتیجے بھتیجی بھانجے بھانجی چچا ماموں پھپھی خالہ نانا نانی دادا کے یہاں ہر سال بھر بعد دن بھر کے لئے۔ رات کو بہر حال شوہر کے یہاں آنا ہوگا یہ بلا اجازت ہے اور شوہر کی اجازت سے انھیں لوگوں کے یہاں مہینہ بھر اور زائد جتنے دنوں کی وہ اجازت دے رہ سکتی ہے لیکن غیر محارم مثلاً چچا ماموں خالہ پھپھی کے بیٹوں بیٹیوں یا جیٹھ دیور بہنوئی وغیرہم یا اجنبی کے یہاں شوہر کی اجازت سے بھی نہیں جاسکتی اگر شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہگار رہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰: از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ احمد یار خاں صاحب ۱۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے چند اولادیں ہوئیں اُن میں سے ایک لڑکی بعمر ۶ سال موجود ہے اس عورت کے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے اور قریب المرگ ہوجاتی ہے لہذا اب یہ عورت اور اُس کی ماں و بھائی وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم کو جان بچانا فرض ہے اور یہ عورت اپنے خاوند سے جماع کرنا نہیں چاہتی اور کہتی ہے کہ مجھ کو اپنی جان کا اندیشہ ہے اس حالت میں اُس کے خاوند پر نان نفقہ دینا چاہیئے یا نہیں اور یہ عورت اور اُس کی ماں و بھائی کہتے ہیں کہ تم اپنی دوسری شادی کرلو۔ اُس کے خاوند میں اتنی قوت نہیں کہ دو عورتوں کا خرچ برداشت کرسکے کیونکہ یہ بیحد غریب آدمی ہے لہذا شرع شریف کا جو حکم ہو بینوا توجروا۔

الجواب: عورت اگر مکان شوہر میں نہ رہے نفقہ نہ پائے گی اور اگر یہاں رہے اور جماع پر راضی نہ ہو مگر شوہر چاہے تو جماع کرسکے پھر اگرچہ نہ کرے نفقہ پائے گی مرد اگر دو کا خرچ برداشت نہ کرسکنے کے سبب اُسے نکال دے گا اور عورت اُس کے یہاں رہنا چاہے گی اور یہ اُس سے زبردستی جماع پر قادر ہوگا تو نفقہ آئے گا در مختار میں ہے لہا النفقۃ لو مرضت و فی منزلہا بقیت و لنفسہا منعت لا نفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق و ھی الناشزۃ حتی تعود قید بالخروج لانہا لو مانعتہ من الوطی لم تکن ناشزۃ اھ ردالمحتار میں ہے قولہ لو مانعتہ قیدہ فی السراج بمنزل الزوج و بقدرتہ علی وطئہا کرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۱: از کانپور رجلاق محل مکان حکیم نور الدین مسئولہ عبیداللہ ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید آوارہ اور بدچلن ہونے کے علاوہ نان و نفقہ کا کفیل بھی نہیں ہوسکتا اور اُس کا باپ یعنی خالد اگرچہ نان و نفقہ کا کفیل ہوسکتا ہے اگر وہ چاہے مگر وہ اور اُس کی اہلیہ وغیرہ بھی ہندہ کو سخت تکالیف کھانے پینے پہننے کی دیتے ہیں اور سخت خدمت مثل ایک لونڈی کے لیتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں ہندہ کو اپنے

نفس کے روکنے کا اختیار ہے کیونکہ اُن کے معاشرت نہایت خراب ہے بلکہ جان کا خطرہ ہے اور کیا قاضی کو حق ہے کہ وہ دونوں میں تفریق یعنی خلع کرادے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ نفقہ نہ دینے پر حاکم اُسے مجبور کرے گا نفقہ دے یا طلاق لقولہ تعالیٰ فامساک بمعروف او تسریح باحسان لیکن قاضی بطور خود اس وجہ سے تفریق نہیں کرسکتا درمختار میں ہے لا یفرق بینہما بعجزہ عنہا بانواعھا الثلثۃ (وھی ماکول وملبوس ومسکن ح ۵ ش) ولا بعدم ایفائہ حقہا ولو موسرا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴۲:۔ از اوورے پور میواڑ مدرسہ شرقیہ مرسلہ سید عبدالرحیم صاحب ۲۰ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قادر بخش کے عورت مسماۃ محرم ہے۔ ۳۰ سال شادی کو ہوئے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے نامبردہ نے عقد ثانی کیا اور محرم کو اس مضمون کی تحریر لکھدی کہ جو میرا گاؤں جاگیر کا ہے اُس میں ۳۰۰ روپے سالانہ ادا کرتا رہوں گا بلاعذر اور حال میں نیا مکان جو بنایا ہے وہ تیرے رہنے کو دے دیا اگر تیرے لڑکا ہوگا تو میری تمام جائداد کا مالک ہوگا اور اگر اس دوسری عورت سے ہوگا تو وہ اس تحریر کی پابندی کرے گا کچھ عرصہ بعد دوسری کے لڑکا پیدا ہوا مسماۃ محرم قادر بخش کی تابعداری کرتی رہی لیکن دوسری عورت کی اور اس کی باہمی تکرار اس بنا پر ہوتی رہی کہ جو تحریر قادر بخش نے زوجہ اولی کو لکھدی ہے وہ واپس دیدے کیونکہ میرے لڑکا تولد ہوگیا ہے محرم نے باوجود تکرار فساد تحریر نہیں دی قادر بخش نے زوجہ ثانیہ کے بہکانے سے پہلی کو نکال دیا۔ جب کہ محرم نے کچہری میں نان ونفقہ وپابندی تحریر کا دعویٰ کیا اُس پر شوہر نے اپنا بیان قلمبند کرایا کہ محرم کو میں نے طلاق دے دی لیکن اصلیت یہ ہے کہ اُس نے اُسے طلاق نہ دی نہ کوئی طلاق نامہ تحریر کیا نہ کوئی گواہ طلاق دینے کا ہے صرف دوسری عورت کے ورغلانے پر اُس نے ایسا کہہ دیا ہے اور مشہور کیا ہے محرم نے شوہر کی کوئی خطا نہیں کی ہے۔ کیا قادر بخش کے ایسا کہہ دینے اور شہرت دیدینے سے محرم کو عندالشرع طلاق ہوگئی اگر ہوگئی تو محرم کو عندالشرع یہ حق حاصل ہے کہ وہ تحریر جو قادر بخش نے محرم کو دی ہے اُس کی پابندی کرانے کی وہ کس حد تک مستحق ہے۔

الجواب:۔ طلاق شوہر کی زبان پر ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دیدی طلاق ہوگئی نہ دی تھی تو اب ہوگئی اور رہنے کو مکان دینا مالک کر دینا نہیں جب تک ولایت تملیک ثابت نہ ہو اور اُس کے ساتھ اپنے اسباب وغیرہا سے خالی کرکے قبضہ دلا دینا ضرور ہے تین سو روپے سالانہ دینا اگر علاوہ نان ونفقہ تھا تو محض ایک وعدہ تھا وعدہ کی بنا پر دعویٰ نہیں ہوسکتا اشباہ وغیرہ میں ہے لاجبر علی الوفاء بالوعد اور اگر یہ نفقہ مقرر کیا گیا تھا تو طلاق سے ساقط ہوگیا اُس کا دعویٰ نہیں کرسکتی مگر ماہ رواں کا جس میں اُس نے کہا کہ میں نے اسے طلاق دیدی تنویر میں ہے بموت احدھما وطلاقہا یسقط المفروض ردالمحتار میں ہے قال الخیر الرملی وقید السقوط بالطلاق شیخنا الشیخ محمد بن سراج الدین الحانوتی بما اذا مضی شہر فازید وھو قید لابد منہ تامل اھ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴۳:۔ از مہاندی ہیڈ ورکس ڈیویزن ضلع رائے پور سی پی مرسلہ سردار خاں کلرک ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ہندہ اُس سے سخت بدزبانی اور درشت کلامی سے پیش آتی ہے اور مندرجہ ذیل امور اُس ہندہ نے بغیر اپنے خاوند زید کی رضامندی کے کیے (۱) بغیر اجازت زید کے وہ اپنے مکان سے باہر کئی مرتبہ گئی اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں کی شادی میں اُس نے زید کی کئی چیزیں بغیر اجازت و رضامندی زید کے بطور جہیز دیدی (۲) بلا اجازت و مرضی زید اُس نے اپنے چھوٹے بھائی کی لڑکی کو اپنا متبنٰی کیا اور زیورات آب و خورش اور ملبوسات سے اُس کی کفالت کرتی رہی یہ زیورات وغیرہ بھی اُس نے بلا اجازت زید کے اُس لڑکی کو زید کی آمدنی سے بنوائی (۳) چونکہ زید کی ملازمت ایسی ہے کہ اُسے گاہے گاہے حکام کے ساتھ دورہ پر دیگر کار گورنمنٹ کی بجا آوری کے لئے دوسری جگہ جانا پڑا اس لیے اُس نے ہندہ کو ساتھ چلنے کے لئے کہا مگر اُس نے تعمیل احکام زید نہ کی یا اگر کی بھی تو کسی بہانہ سے چند روز کے بعد بلا اُس کی رضامندی کے واپس آگئی اس لیے اپنے انتظامات کے خیال سے زید کو دوسری ملازمہ رکھنی پڑی اور مزید خرچ کا بار اُٹھانا پڑا (۴) زید نے ان امور کو ضبط اور تحمل سے اس وجہ سے برداشت کیا کہ وہ شریف ہے اور ہندہ بدزبان بدکلام نیز ہندہ کے رشتہ دار اُس کے معاون مبادا زیادہ فساد برپا ہو غرض جو کچھ فضول خرچیاں اور دیگر امور بلا رضامندی زید کے ہوتے رہے اُنھیں دیکھ کر زید نے خاموشی اختیار کی مگر جب زید نے دیکھا ہندہ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتی تو اُس نے اُسے بہت کچھ سمجھایا اور تاکید کی کہ ایسا نہ کرے مگر ہندہ نے بالعوض راستی اختیار کرنے کے زید کو دھمکایا اور اُس نے نہایت فحش الفاظ میں بُرا کہا کہ اگر تم اپنے باپ کی اولاد ہو تو ہمیں طلاق دے دو اور ہرگز ہم سے بات نہ کرو پس صورت مسئولہ میں تحقیق طلب یہ امور ہیں — بلا اجازت زید کے جب ہندہ نے باہر قدم رکھا تو آیا وہ نان نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں ہندہ نے بلا اجازت زید کے ایک لڑکی کو اپنی فرزندی میں لیا و نیز خلاف مرضی زید کے اُس کو زیورات و لباس و خورش کی کفیل ہوتی رہی و نیز دورہ و دیگر مقامات میں زید کے ہمراہ نہ رہ کر اُس پر مزید خرچہ کا بار ڈالا پس ایسی حالت میں کیا وہ اپنے پورے مہر کی مستحق ہوسکتی ہے اگرچہ مہر اُس کا واجب ہے تو ہندہ جو زید کے ساتھ نہ گئی اور نہ رہی جس کی وجہ سے زید کو مزید خرچہ کا بار پڑا اُس کا دیندار کون ہوگا اور لڑکی متبنٰی کو زید کی بلا اجازت اپنی فرزندی میں لی اور خلاف مرضی زید کے اُس کو زیورات اور لباس و خورش کی کفیل جو ہوتی رہی اُس کا دیندار کون ہوگا یہ امر ذہن نشین رہے کہ زید نے شرافت کو مدنظر رکھ کر آئندہ کے فساد کی مدافعت کے خیال سے جیسا کہ فقرہ ۴ میں مذکور ہے ہندہ کے معاملات میں دخل نہیں دیا (۲) چونکہ ہندہ نے زید کو قسم دی کہ اُسے طلاق دیدے پس ایسی حالت میں خلع کی صورت ہوسکتی ہے کیا۔

الجواب: ہندہ سخت گنہگار ہے۔ مگر صرف اتنی بات کہ اُس نے اپنے مونھ سے طلاق مانگی خلع نہیں ہوسکتی نوکر وغیرہ کا مزید بار جو زید پر اپنے آرام کے لیے پڑا ہندہ سے اُس کا مطالبہ نہیں کرسکتا اگرچہ ہندہ کا اس کے پاس نہ رہنا ہی اس کا باعث ہوا ہو ہاں جتنے دنوں بے اجازت زید زید کے یہاں سے جاکر دوسری جگہ رہی اُتنے دنوں نفقہ نہ پائیگی جو مال زید اُس نے اُس متبنٰی یا اپنے اعزا کی شادیوں یا متبنٰی کا خورد و نوش میں بے اجازت زید صرف کیا اُس کا تاوان ہندہ پر

لازم ہے اور ناگواری کے ساتھ زید کا خاموش رہنا اجازت نہ سمجھا جائے گا لاینسب الی ساکت قول اس سب کا مجموعہ جتنی قیمت کا ہو زید اُس کے مہر میں سے کم کرسکتا ہے لصحۃ جریان المقاصۃ بینھما واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۳: از سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ مرسلہ امداد علی خاں ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ فاتر العقل ہونے کے باعث اپنی ضروریات زندگی و نفسانی کو محسوس نہیں کرسکتی یا ظاہر نہیں کرتی۔ نہ میری آبرو اور جان و مال کی حفاظت کرتی ہے بلکہ اشیاء کو خراب و برباد کرتی ہے اور تربیت اولاد و پاکیزگی جسم و صوم و صلوٰۃ امورات شرعیہ و معاملات خانہ داری سے بالکل غافل ہے ہدایت پر عمل نہیں کرتی جب بیماری شروع تھی تو اُس سے تین لڑکے پیدا ہوئے بے حفاظتی کے باعث بقضائے الٰہی فوت ہوئے وقت شادی سے جس کو عرصہ تقریباً دس سال گزرا ان نقصانات کو برداشت کرتے ہوئے حتی الامکان میں نے اور میری ضعیفہ ماں نے مریضہ کی دلجوئی خاطر تواضع میں کوئی کمی نہ کی مرض کا یقین ہونے پر حکیموں ڈاکٹروں دائیوں اور عاملوں سے علاج کرانے پر بھی کامیابی نہ ہوئی۔ مرض مستقل ہوگیا صحت سے مایوسی ہوگئی۔ تقریباً پانچ سال سے خاموشی طاری ہے اور وہ میری خدمت سے ہر طرح قاصر ہے اب میری ماں کی رائے اور میری خواہش ہے کہ دوسری عورت سے عقد کیا جائے مگر مریضہ کی ماں نے اس امر سے مطلع ہوکر مجھ سے اور میری ماں سے سخت ناراض ہیں اور اسی بنا پر تجاہل عارفانہ سے کام لیکر تمام برادری میں مشہور کرتی ہیں کہ میری بیٹی پاگل نہیں ہے بلکہ اس کے سسرالیوں کے ظلم سے اُس کی بدمزاجی بڑھ گئی ہے اور اپنے اس قول کی تائید کے لئے اپنی بیٹی کو بلا رضامندی اپنے پاس تقریباً چھ ماہ سے رکھ چھوڑا ہے اور چاہتی ہیں کہ میرے پاس ہی اُس کے لیے پانچ روپیہ ماہوار اور خورونوش کو مقرر کردو یا ساڑھے پانچ سو روپیہ زرمہر معینہ ادا کرکے اُس کو طلاق دے دو۔ میں نے مریضہ کی ماں سے درخواست کی مہر سے لا دعوی ہوکر مجھ سے تین روپیہ ماہوار کا اقرار نامہ عمر بھر کے واسطے لکھالو یہ اُس کے خورد و نوش کو کافی ہے مجھے اتنی ہی توفیق ہے اور کُل زرمہر ادا کرنے کی استطاعت اس وقت مجھے نہیں ہے وہ اس درخواست کو منظور نہیں کرتیں۔ اس صورت میں از روئے شرع شریف مجھے کیا عمل کرنا چاہیے دوم یہ کہ مندرجہ بالا صورت میں دوسرا عقد ہونے پر اگر عورت خاوند کی خدمت و اطاعت کم کرے یا بالکل نہ کرے اور دوسری عورت اُس سے زیادہ خدمت و اطاعت کرے تو حقوق زوجگان میں مساوات رکھنی شوہر کے ذمہ لازمی ہوگی یا کوئی تفریق رہ سکتی ہے اور کیا۔

الجواب: جب تک وہ آپ کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے یہاں یا کسی دوسری جگہ رہے نفقہ کی مستحق نہیں اور جب تک طلاق یا موت نہ ہو غیر میعادی مہر واجب الادا نہیں ہوتا دوسری شادی اگر کی جائے اور زوجہ اولٰی بھی شوہر کے پاس رہے تو دینے لینے اور شب کو پاس رہنے میں مساوات ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۴: از شہر بریلی محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ تلن ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا حالت نابالغی میں نکاح کردیا تھا وہ اپنے شوہر کے گھر بالغ ہوئی اور اس کے اولادیں پیدا ہوئیں حتی کہ اب اُس کے اولاد جوان موجود ہے مگر اسی عرصہ میں وہ آوارہ اور زانیہ ہوگئی اس سبب سے اُس کے شوہر نے نکال کر اُس کے حقیقی بھائی کے گھر پہنچادیا بھائی نے پھر اُس کو شوہر کے یہاں پہنچا دیا ایسا قصہ تین چار مرتبہ ہوا اور ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہندہ کو اُس کے شوہر کے چچا نے اپنی لڑکیوں کی شادی میں بُلوایا اور چودھری نے اُس کے شوہر کے یہاں حلقہ شادی میں پہنچا دیا مگر صبح کو پھر اُس کے شوہر نے اُس کو اُس کے بھائی کے یہاں پہنچادیا اور ایک مرتبہ ہندہ مذکور کو بھائی نے نہیں رکھا تو وہ اپنے ماموں کے گھر آئی تو ماموں نے چند روز رکھ کے کہا کہ میں کنبہ والا ہوں مجھ میں اب طاقت رکھنے کی نہیں ہے اپنے چچا تاؤں اور دوسرے عزیزوں کے یہاں چلی جا اور برادر لوگ بھائی اور ہندہ کے ماموں کا حقہ پانی بند کرتے ہیں از روئے شرع کے اُن کا حقہ پانی بند ہونا چاہیے یا نہیں اور ہندہ کا رکھنا کس پر واجب ہوگا چچا یا شوہر یا ماموں اور بھائی وغیرہ کس پر اُس کا روٹی کپڑا مقرر ہوگا یا کوئی بھی رکھنے کا ذمہ دار نہ ہوگا ہندہ کو نکال دیا جائے یا کیا کیا جائے مکرر یہ کہ شوہر نے ہندہ کو ابھی طلاق نہیں دی ہے اور برابر اُس کو روٹی کپڑا دیتا ہے سال بھر سے ماقبل کے اپنے بھائی اور ماموں کے سرپرست شوہر پر نہ دینے طلاق کے نان و نفقہ ہندہ کو دینا چاہیے یا نہیں اور شوہر کو تحقیق ہوجانے زنا پر طلاق فوراً دینا چاہیے یا روٹی کپڑا بند کرنا چاہیے۔

الجواب: اگر زنا متحقق بھی ہوجائے جب بھی طلاق دینا واجب نہیں جب تک طلاق نہ دے اور ہندہ اُس کے یہاں خود نہ نکلے تو روٹی کپڑا شوہر کے ذمہ ہے اُس پر واجب ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق دے گا تو ختم عدت تک کا روٹی کپڑا اور مہر اُسے ادا کرنا ہوگا بعد عدت ہندہ مہر وغیرہ اپنے مال سے کھائے گی اگر مال رکھتی ہو یا دوسرے شوہر کے پاس سے اگر دوسرا نکاح کرے اور نہ مال رکھتی ہو نہ کما سکتی ہو نہ دوسرا نکاح ہو تو اُس کا روٹی کپڑا اُس کے جوان بیٹے پر واجب ہے بھائی یا چچا یا ماموں وغیرہ پر کچھ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۵: از کلکتہ دھرم تلہ لین مکان حاجی سلیمان یوسف نمبر پارہ ۵ مرسلہ مولوی سید ابراہیم صاحب مدنی ۱۰ شوال ۱۳۱۹ھ

ما قولکم دام فضلکم معشر علماء الاسلام رحمکم اللہ تعالٰی فی الدارین فی رجل یشرب الخمر دائما ویھتک ویمزق الاوراق الکریمۃ التی فیھا نقش المسجد الحرام والروضۃ المطھرۃ النبویۃ علیہ الف الف صلاۃ وتحیۃ ویعلق بدلھا علی الجدران تصاویر الھۃ الکفار الفجار ویرمی اوراق المتبرکۃ فی القاذورات ویضرب الزوجۃ علی اداء الصلوۃ ویمنعھا ویضربھا لم لاتشرب الخمر واذا قیل لہ تعال نذھب الی المسجد فیقول انا اذھب الی المسکرات لاشربھا ومالی حاجۃ الیہ ولاینفق علیھا النفقۃ واذا اجبر علی الطلاق لایطلقھا ویأبی الطلاق

حتی عجزت ورفعت شکواہا الی الحاکم فاقر عندہ فی الشہر بعشرۃ مضروبۃ مسکوکۃ والاٰن صارت ثلث سنین ما اعطاہا شیأ من ذٰلک فما حکمہ فی الصور المرقومۃ ھل بقیت زوجۃ فی النکاح ام لا وھل یحکم بکفرہ ام لا فاذا بطل نکاحہ بالامور المذکورۃ ھل یجوز لہا ان تنکح رجلا اٰخر للضرورۃ والظاہر انہا لاتجد من یقرضہا واستحسنوا الاحناف ان ینصب القاضی الحنفی نائبا شافعی المذھب یفرق بینہما اذا کان الزوج حاضرا وابی عن الطلاق لان دفع الحاجۃ الدائمۃ لایتیسر بالاستدانۃ فالتفریق امر ضروری بینوا بالکتاب توجروا بیوم الحساب۔

الجواب: اللّٰھم لک الحمد رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیٰطین واعوذ بک رب ان یحضرون کل ما وصف فی السوال فما للرجل من سیئ الافعال واسوء الاقوال فکبائر متناھیۃ فی الاثم والوبال وکلہ کفر علی الاحتمال فان شرب الخمر کبیرۃ والادمان اکبر وان صحبہ استحلال لہا او استخفاف بحرمتہا فقد کفر وتمزیق الاوراق الکریمۃ المذکورات والقاءوھا فی موضع القاذورات ان کان مبنیا علٰی اصول الوھابیۃ النجدیۃ خذلہم اللّٰہ تعالٰی من ان ذٰلک بدعۃ والبدعۃ تزال فجہل وضلال واستحقاق لعذاب ونکال وان قصد اھانۃ تلک البقاع فکفر بواح وارتداد صراح وتعلیق تلک التصاویر النجسۃ علی الجدران ان کان علٰی ما یتعاطاہ والمجان یزعمون فیہ تزیین المکان غیر متغدین الی الکفر من الکفران فکبیرۃ خبیثۃ تدعو الی النیران وتبعد الملئکۃ وتقرب الشیطان وان وقع علٰی جہۃ استحسان صنیع الکفار وتعظیم الہۃ اصحاب النار فکفر صریح جلی الاکفار وضرب المرأۃ علٰی اداء الصلوٰۃ ومنعہا منہ وضربہا علٰی ترک شرب الخمر واباۂا عنہ کل ذٰلک تناہ فی التشیطن والبغی والتفرعن وان کان مع ذٰلک ینکر فرضیۃ الصلوٰۃ او حرمۃ الخمر او یستخف بالشرع والنہی والامر فکفر واضح وارتداد فاضح واعراضہ عن المسجد خیر الاماکن ومکابلۃ الداعی الی اللّٰہ بذٰلک القول الخبیث المنتن فہو بہ للکفر اقرب منہ للایمان وباللّٰہ العیاذ من مجون المجان فان کان قالہ علٰی نہج الخلاعۃ فیالہا من کبیرۃ کثیرۃ الشناعۃ والا فالکفر ظاہر فیہ لاشک یعتریہ بید ان الکفر امر شدید لایحکم بہ مع احتمال الاسلام ولو من بعید والمرأۃ لاتبین الا بتفریق مبین او کفر متبین نعم یومر بالتوبۃ عن تلک القبائح ثم بعد ذٰلک بتجدید النکاح فی جامع الفصولین اواخر الفصل ۳۸ قیل لہ یایک درم بدہ تا بعمارت مسجد صرف کنم یا بمسجد بیا بنماز فقال از مسجد ایم ورنہ درہم دہم مرا بمسجد چہ کار وھو مصر علی ذٰلک لایکفر ولکن یعزر واما التفریق لعدم الانفاق والزوج حاضر موسر قادر فلم یقل بہ حنفی ولا شافعی بل نص علٰی خلافہ الامام الشافعی فلا سبیل للمرام

الا الاشتکاء الی الحکام لیجبروہ علی الانفاق وان لم یرضہ فعلی الطلاق لقولہ تعالی فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف فی رد المحتار عن در الاذکار ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائبا ممن مذھبہ التفریق بینھما اذا کان الزوج حاضرا وابی عن الطلاق لان دفع الحاجۃ الدائمۃ لایتیسر بالاستدانۃ اذ الظاھر انھا لاتجد من یقرضھا وغنی الزوج مآلا امر متوھم فالتفریق ضروری اذا طلبتہ وان کان غائبا لایفرق لان عجزہ غیر معلوم حال غیبتہ وان قضی بالتفریق لاینفذ قضاؤہ لانہ لیس فی مجتھد فیہ لان العجز لم یثبت اھ فانظر الی قولہ وغنی الزوج مآلا امر متوھم وقولہ فی الغائب لان عجزہ غیر معلوم یرشدانک ان الکلام انما ھو فی العاجز المعسر دون القادر المستکبر وانظر اٰخر الکلام یفدک ان القضاء بالتفریق حیث لم یثبت عجزہ باطل سحیق وقد قال فی رد المحتار ایضا قبلہ مانصہ والحاصل ان عند الشافعی اذا اعسر الزوج بالنفقۃ فلھا الفسخ وکذا اذا غاب وتعذر تحصیلھا منہ علی ما اختارہ کثیرون منھم لکن الاصح المعتمد عندھم ان لافسخ مادام موسرا وان انقطع خبرہ وتعذر استیفاء النفقۃ من مالہ کما صرح بہ فی الام قال فی التحفۃ (یعنی سیدنا الامام الشافعی رضی اللہ تعالی عنہ) قال (یعنی العلامۃ ابن حجر المکی الشافعی رحمہ اللہ تعالی) بعد نقلہ ذلک فجزم شیخنا (یعنی العلامہ شیخ الاسلام زکریا الانصاری) فی شرح منھجہ بالفسخ فی منقطع خبر لامال لہ حاضر مخالف للمنقول کما علمت الخ وفی کتاب الانوار للامام یوسف الاردبیلی الشافعی رحمہ اللہ تعالی لو امتنع مع القدرۃ او غاب مع الیسار اوقدرت علی مالہ فلاخیار وفیہ ولوجھل حال الغائب من الیسار والاعسار او شک فی یسارہ فلاخیار لان السبب لم یتحقق ویفھم من ھذا انہ لو غاب معسرا ومضت مدۃ فلاخیار لھا لاحتمال الیسار وفی شرح الکمثری قال فی التحفۃ والمنھاج والاصح ان لافسخ بمنع موسرا ومتوسط حضر اوغاب لتمکنھا منہ ولو غائبا کما لہ بالحاکم والمعتمد ما فی المتن ومن ثم صرح فی الام بانہ لافسخ مادام موسرا وان انقطع خبرہ وتعذر استیفاء النفقۃ من مالہ والمذھب نقل کما قالہ الاذرعی فجزم شیخنا فی شرح منھجہ بالفسخ فی منقطع خبر لامال لہ حاضرا مخالف للمنقول کما علمت ولافسخ بغیبتہ من جھل حالہ یسارا او اعسارا بل لو شھدت بینۃ انہ غاب معسرا فلافسخ مالیشھد باعسارہ الان

اھ کلام التحفۃ اھ باختصار و فی تعلیقات للفاضل ابراھیم الشافعی جزم فی شرح منھجہ بالفسخ فی منقطع خبر لا مال لہ قال ابن حجر وھو خلاف المنقول فانہ صرح فی الام بانہ لا فسخ مادام موسرا وان انقطع خبرہ و تعذر استیفاء النفقۃ من مالہ اھ و فی قرۃ العین بمھمات الدین وشرحھا فتح المعین کلاھما للعلامۃ زین الدین الشافعی تلمیذ الامام ابن حجر المکی رحمھما اللہ تعالٰی (فسخ نکاح من اعسر فلا فسخ) علی المعتمد (بامتناع غیرہ) موسرا او متوسطا من الانفاق حضر او غاب (و) لا فسخ (قبل ثبوت اعسارہ) باقرارہ او بینۃ تذکر اعسارہ الاٰن ولا تکفی بینۃ ذکرت انہ غاب معسرا اھ ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۶: از ہوڑہ رام کشٹو پور محلہ بانس تلا گھاٹ روڈ مرسلہ محمد حسن رضا خاں صاحب ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پردہ نشین اپنے شوہر کی مطلقہ ہے بعد عدت عقد ثانی کیا بعد گزرنے ایک برس میکے آئی اور ذاتی یا روحی تکلیف کی وجہ کر شوہر ثانی کے یہاں جانا پسند نہیں کرتی ہے اور اُس سے خلع چاہتی ہے اور شوہر اولی کی موانست کو پسند کرتی ہے شوہر ثانی باعث جہالت اور بہکانے دوسروں کے طلاق نہیں دیتا اور نہ کافی طور پر بی بی کا حق ادا کرسکتا ہے اور صورت اوقات بسری عورت کی ذاتی حیثیت کچھ بھی نہیں اور نہ میکے میں فراغت پردہ بھی فرض ہے اور کھانا کپڑا بھی واجب پھر ایسے موقع میں کیوں نہیں اقتدا مسائل حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی ہوسکتی ہے کیونکہ چاروں امام جب کہ برحق ہیں اور اگر اقتدا امام شافعی کی کی جاوے توحقیقت اس مسئلہ کی کیا ہے ایسی حالت میں پیروی دوسرے امام کی نہیں کرنے سے خوف غلبہ شیطان کا ہے نہ معلوم کس گناہ کبیرہ میں مرتکب ہو اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضرورۃً اور مصلحۃً اقتدا لازم ہے۔

الجواب: قرآن عظیم نے شوہر دار عورتوں کو حرام قطعی فرمایا سائل کے گول لفظ شرط مذہب شافعی کو پورا نہیں کرتے۔ عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اُسے کسی امام دین کے سر رکھنا کوئی دین نہیں نہ حنفی اس پر فتوے کا مجاز بلکہ اگر حنفی حاکم شرعی اس پر حکم دے گا قضا نافذ نہ ہوگی درمختار میں ہے لا یفرق بینھما بعجزہ عنھا ولا بعدم ایفائہ حقھا ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ چارہ کار حکومت کی طرف رجوع ہے کہ وہ اُسے دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے یا ادائے نفقہ یا طلاق واللہ تعالٰی اعلم۔

کتاب الایمان

مسئلہ:- ۵ رجمادی الآخرہ ۱۳۰۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للہ رب العالمین ○ والعاقبۃ للمتقین ○ والصلوۃ والسلام علٰی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ○ -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مقدمہ میں کہ زید نے قسم مغلظہ کھائی ساتھ اس معاہدہ کے کہ اگر میں بکر سے کسی وقت میں ہمکلام ہوں تو زوجہ میری کو طلاق ہے چنانچہ بعد اس عہد کے بکر نے وفات پائی اور زید قبر پر گیا اور احکام شرعیہ کو کام میں لایا یعنی سلام علیکم کہہ کر فاتحہ قبر پر زید نے پڑھی تو اس صورت میں زوجۂ زید پر طلاق عاید ہوئی یا نہیں فقط

الجواب:- الحمد الکثیر للحی القدیر، والصلاۃ والسلام علی السمیع البصیر وآلہ وصحبہ الی یوم المصیر؛ صورت مستفسرہ میں زن زید پر طلاق نہوئی۔ جامع صغیر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم رجل قال لاٰخر ان ضربتک فعبدی حر فمات فضربہ قال فھو علی الحیوۃ وکذلک الکسوۃ والکلام والدخول انتہی وجہ اسکی یہ ہے کہ بنائے یمین عرف پر ہے اور عرف میں اس سے کلام بعد الموت مقصود ومفہوم نہیں ہوتا نہ بعد موت کلام وسلام کو یہ کہتے ہیں کہ زائر میت سے باتیں کررہا ہے اگرچہ وہ حقیقۃً وشرعاً کلام وسلام ہے جیسے قسم کھانے والا کہ گوشت نہ کھائے گا مچھلی کھانے سے حانث نہوگا اگرچہ حقیقۃً وشرعاً گوشت اوس پر بھی صادق۔ قال اللہ تعالٰی فتخرجون منہ لحماً طریا ولہذا اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا اور قرآن پڑھا تسبیح وتہلیل کی حانث نہوگا. حالانکہ حقیقۃً وشرعاً یہ بھی کلام ہے قال اللہ تعالٰی الیہ یصعد الکلم الطیب وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم رواہ البخاری یہانتک کہ علما فرماتے ہیں اگر قسم کھائی زید سے کلام نہ کرونگا اور زید نماز جماعت میں اسکے برابر کھڑا تھا سلام پھیرتے وقت اوسکی طرف مونھ کرکے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا حانث نہ ہوا اگرچہ اس سلام میں نیت حاضرین کا قطعاً حکم ہے اسی طرح اگر جس کی نسبت قسم کھائی تھی وہ امام ہوا اور نماز میں بھولا اس نے بتایا قراءت میں لقمہ دیا حانث نہ ہوگا حالانکہ یہ قطعاً اوس سے خطاب ہے اور خاص بقصد خطاب صادر فی الھندیۃ لو حلف لایتکلم ولا نیۃ لہ فصلی وقرأ فیہ؛

او سبح او هلل لم يحنث وقال الفقيه ابو الليث ان عقد يمينه بالفارسية لايحنث بالقراءة والتسبيح خارج الصلوۃ ایضا للعرف فانه یسمی قارئا و مسبحا لامتکلما وعلیه الفتوی کذا فی الکافی اھ ملخصا اوسی میں ہے اذا حلف لایکلم فلانا فاقتدی الحالف بالمحلوف علیه فسها المحلوف علیه فسبح له الحالف لم یحنث کذا فی المحیط اوسی میں ہے کذا اذا سلم عن الصلوۃ وفلان عن جنبه کذا فی العتابیة اوسی میں ہے لوکان المحلوف علیه اماما والحالف مقتدیا به ففتح علی الامام لم یحنث الخ اسی طرح صدہا مسائل ہیں جن کا ماخذ وہی عرف پر احکام ایمان کی بنا ہے واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ۲: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ۔ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب۔ ۱۷ / شعبان ۱۳۱۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے قسمیہ کہا کہ یہ کام کرا ور اوسنے نہ کیا تو بسبب انکار اوس کام کے عمرو پر قسم عاید ہوتی ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: کسی کے قسم دلانے سے نہ اوس پر قسم عائد ہو نہ اوس کام کا کرنا واجب حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا لاتقسم قسم نہ دو۔ معلوم ہوا کہ قسم دلانے سے ماننا واجب نہیں ہوتا ہاں اگر حرج نہ ہو تو مان لینا مستحب ہے کما نص علیه الفقہاء الکرام واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۳: قرآن مجید کی قسم کھانے سے قسم ہو جاتی ہے یا نہیں اور اوسکا کفارہ کیا ہے اور اگر کسی گناہ کرنے پر قسم کھائی ہو تو اسے توڑے یا کیا کرے اور جو شخص دوسرے کو دھوکا دینے کے لیے قسم کھائے اوسکے پورے کرنے کا دل میں ارادہ نہ ہو اوسکا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: قرآن مجید کی قسم شرعًا قسم ہے فی الدر المختار قال الکمال لایخفی ان الحلف بالقرآن الان متعارف فیکون یمینا انتہی اوسی میں ہے الایمان مبنیة علی العرف فما تعورف الحلف به فیمین ومالا فلا انتہی اور قسم اگر امر مستقبل پر ہے جس کا کرنا اسکے قبضۂ اقتدار میں ہے تو اوسکے جھوٹا کرنے میں گناہ ہے اور کفارہ اوس کا رافع بشرطیکہ وہ قسم کسی معصیت پر نہ ہو مثلًا شراب پیے گا یا نماز نہ پڑھے گا کہ اوسکا تو جھوٹا کرنا پھر کفارہ دینا واجب ہے فی الدر المختار و منعقدۃ وھی حلفه علی مستقبل اٰت یمکنه وفیه الکفارۃ ان حنث وھی ای الکفارۃ ترفع الاثم وان لم توجد منه التوبة معها ای مع الکفارۃ سراجیة اھ ملخصا وفیه ایضا من حلف علی معصیة کعدم الکلام مع ابویه او قتل فلان وجب الحنث والتکفیر لانه اھون الامرین

اور کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو متوسط کھانا یا متوسط کپڑا دینا جو تین مہینہ سے زیادہ چلے اور سب بدن ڈھک لے اور جو کچھ نہ ہو سکے تو متواتر تین روزے رکھنا ہے فی الدر المختار وکفارتہ تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما فی الظہار او کسوتہم بما یصلح للاوساط وینتفع بہ فوق ثلثۃ اشہر ویستر عامۃ البدن فان عجز عنہا کلہا وقت الاداء صام ثلثۃ ایام ولاء اھ ملخصا اور اپنی بریت کو مغالطۂ مسلمین کے لیے قصداً جھوٹی قسم کھانا کہ زبان سے قسم کھانا اور دل میں اوسکے خلاف پر عزم رکھتا ہو ہرگز جائز نہیں اور احترام نام پاک الٰہی سے بالکل خلاف ہے حق سبحنہ وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو قسموں کو اپنی سپر بناتے ہیں کفارہ اسلیے مقرر ہوا ہے کہ اگر احیاناً حنث واقع ہو یہ اوسکا مصلح ہو سکے نہ کہ یہ کفارہ پر تکیہ کرکے قصداً جھوٹی قسم کھائی اوسے اپنی بریت کی ڈھال بنائے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ :۔ ۲۷ رمضان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں زید نے قسم کھائی کہ میں آج ظہر جماعت کے ساتھ ادا کروں گا اور مسجد کو گیا مگر امام دو رکعت پڑھ چکا تھا دو رکعت سے امام کے ساتھ ملیں اس صورت میں زید کی قسم پوری پوری ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ زید کی قسم پوری نہ ہوئی کہ دو رکعت بلکہ تین رکعت پانے والا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہیں۔ درمختار میں ہے وکذا مدرک الثلث لایکون مصلیا بجماعۃ علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر ہاں ثواب جماعت کا قعدہ میں شامل ہونے پر بھی پائیگا وہ جدا بات ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جو گھر سے بارادۂ جماعت چلے اور جماعت ہو چکی اوس نے ثواب پا لیا فقد وقع اجرہ علی اللہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ شیخ عاشق علی خادم مسجد بی بی جی صاحبہ شہر بریلی۔ ۴ رجادی الاول ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے غصہ میں قسم کھالی کہ میں بریلی ہی میں نہ رہوں گا پھر غصہ دور ہو جانے کے بعد وہ پچھتایا تو کوئی تدبیر ایسی ہے کہ بریلی میں رہے اور حانث نہ ہو لہذا سوا کفارہ ادا کرنے کے کوئی صورت نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ بریلی سے ترک سکونت کرکے نکل جانے کے لیے جس سامان وتدبیر ضروری کی اوسے حاجت واقعیہ تھی اگر اس کلمہ کے زبان سے نکلتے ہی اوس نے شروع نہ کر دی یا اوس میں معمولی واقعی کوشش نہ کی یا سامان مہیا ہو جانے پر پھر نکلنے میں ڈھیل کی تو حانث ہو گیا اور کفارہ لازم اب چاہے نکلے

یا نہ نکلے کفارہ دینا ہوگا اور نکلنا کچھ ضرور نہ رہا اور اگر اوسیوقت سے سچے طور پر تدبیر ضروری میں مشغول ہوکر اور اس میں ایسی سستی نہ کی جسے عرف میں ایسے کام میں سستی گنیں تو جب تک سامان مہیا کرنے میں رہیگا حانث نہ ہوگا اگرچہ کچھ دن گزر جائیں ہاں سامان درست ہوتے ہی نکل جانا ہوگا ایسی کوئی صورت نہیں کہ باختیار خود بریلی میں رہے اور کفارہ دینا نہ پڑے البتہ اگر یہ تہیہ میں مشغول تھا کہ کسی نے قید کرلیا اور نکلنے نہ دیا تو جبتک یہ مجبوری رہیگی حانث نہ ہوگا اگرچہ عمر گزر جائے یوہیں اگر بریلی کے سوا کہیں اس کے رہنے کا ٹھکانا نہیں نہ اپنے ذاتی مال یا حرفت یا تجارت کے ذریعہ سے دوسری جگہ بسر ممکن ہے تو بھی مجبور سمجھا جائیگا جبتک حالت ایسی باقی رہے فی تنویر الابصار والدر المختار دوام الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکث ساعۃ فی رد المحتار یعنی لوحلف لایرکب ھذہ الدابۃ وھو راکبھا ولایلبس ھذا الثوب وھو لابسہ اولا یسکن ھذہ الدار وھو ساکنھا فمکث ساعۃ حنث فلو نزل اونزع الثوب واخذ فی النقلۃ من ساعۃ لایحنث اوسی میں ہے قال فی الفتح ثم انما یحنث بتاخیر ساعۃ اذا امکنہ النقل فیھا والا بان کان لعذر خوف اللص اومنع ذی سلطان اوعدم موضع ینتقل الیہ اواغلق علیہ الباب فلم یستطع فتحہ لایحنث ویلحق ذلک الوقت بالعدم للعذر اھ ولوقدر علی الخروج بھدم بعض الحائط ولم یھدم لم یحنث لان المعتبر القدرۃ علی الخروج من الوجہ المعھود عند الناس کذا فی الظھیریۃ بحر اھ ملتقطا اوسی میں زیر قول درمختار لویمکنہ الخروج او اشتغل بطلب دار اخری اودابۃ وان بقی ایاما لم یحنث فرمایا ھوالصحیح لان طلب المنزل من عمل النقلۃ فصار مدۃ الطلب مستثنی اذا لم یفرط فی الطلب فتح اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ: از سیتاپور تامسن گنج دولتکدہ حضرت سید صادق میاں صاحب۔ مرسلہ سید ارتضا حسین صاحب۔ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ

زید نے قسم کھائی کہ میں مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ آدھی میں شریک ہونگا اور وہ وضو کررہا تھا اب وہ تیسری رکعت میں شریک ہوا آیا وہ حانث ہوگا یا نہیں اور آیا اوسکو آدھی نماز ملی یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: حانث ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ایک رکعت تین کی تہائی ہے نہ آدھی۔ قسم پوری اوسوقت ہوتی کہ دور کوع پاتا کہ دو تہائی اگرچہ نصف سے زاید ہے مگر زیادت مانع بر نہیں وبھذا الوجہ کان البر متصورا فانعقدت الیمین وان لم یکن للصلاۃ الثلاثیۃ نصف معتبر فی الشرع نعم ان حلف لیدرکن نصفھا لا اقل ولا ازید فالظاھر انہ لایحنث اصلا لعدم تصور

البر فیما یظھر وھو شرط الانعقاد کما قد صرحوا بہ فی مسئلۃ الکوز وغیرہ ھذا ما ظھر لی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ: از بنگالہ زین العابدین سراج گنج

کسے شخص را برام شرعی سوگند خدا ورسول داد است کہ اگر چنیں کار خواہی کرد برتو سوگند خدا ورسول است آنکس سوگند خدا ورسول در حساب نیاوردہ ہر کارے کہ از و منع کردہ بود از راہ سرکشی آں کار کرد شرعاً برآں کس چہ حکم صادر آید وتعزیرش در پیش آید بینوا توجروا

الجواب: سوگند بدادن کسے بر دیگرے لازم نمی شود بے آنکہ دیگر سوگند بر خود گیرد و پذیرد پس در قبول نکردنش برآں الزامے نیست ففی الحدیث ان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ عبر رؤیا فاخبرہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اصاب بعضا واخطأ بعضا لافأ للصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ان یخبرہ واقسم علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتقسم ففیہ دلیل واضح علی ما قلنا وقد نص علی المسألۃ العلماء۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از کریلی ضلع بریلی۔ مرسلہ مولوی انعام الحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار شریکوں نے باغ کی فصل خرید کی اور حصے بخرے پر جھگڑا پیدا ہوا ایک شخص نے منجملہ ان شریکوں کے قسم کھائی اگر اس باغ میں رہوں تو اپنی ماں اور بیٹی سے زنا کروں اور اپنے مکان کو چلا گیا آخر کار دو آدمی اوسکو جبراً اوسی باغ میں لائے اور رات کو بھی رکھا اور قسم کے خلاف عمل میں آیا لیکن جبراً عمل میں آیا ہے اور صبح کو اپنا فیصلہ کرکے مکان چلا گیا اور شخصوں نے اوس کو اپنی برادری سے خارج کیا ہے تو اب اوسپر جو قسم خوردہ ہے کیا تعزیر ہونا چاہئے یا نہیں ہونا چاہئے بینوا توجروا۔

الجواب: وہ ناپاک وبیہودہ قسم محض مہمل ہے لوگ بعد قسم اسے باغ میں لائے اور شب کو رکھا اس سے اوس قسم کھانے والے پر کوئی تعزیر نہ آئی نہ وہ اس بنا پر برادری سے خارج کیے جانے کے قابل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹: ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گروہ نے آپس میں فرداً فرداً حلف اٹھایا ہے نماز کی پابندی پر اور ان قواعد کی پابندی پر جو ہمرشتہ تحریر ہذا پیش ہیں۔ اب وہ گروہ والے یہ چاہتے ہیں کہ اون قواعد میں جو قاعدہ جرمانے کا ہے وہ منسوخ ہوجائے اور حلف دروغی کے بھی مرتکب نہ ہوں اور تو اعد نماز کی ترمیم بھی ہوسکے تو وہ

صورت کونسی ہوسکتی ہے جس سے حلف دروغی عائد نہ ہو اور جرمانہ نماز بند ہوجائے اور قواعد نماز ترمیم ہوجائیں۔

سوال ۲۔ نماز کی قضا یا اوسکی قضا ادا کرنے پر بطور تنبیہ اگر کوئی جرمانہ مقرر کردیا جائے تو وہ خلاف شرع شریف تو نہیں ہے۔

سوال ۳۔ اگر جرمانہ نماز خلاف شرع شریف ہو اور اوسپر حلف سہواً اوٹھالیا گیا تو وہ حلف جائز طور سے ہوا یا ناجائز اور اوسکے توڑنے سے گنہگار ہونگے یا نہیں۔

قواعد متعلق پابندی نماز۔ (۱) اگر کوئی ممبر کسی وقت کی نماز کی قضا بھی ادا نہ کریگا اوسکو یکم نومبر ۱۹۰۲ء سے ایسے فی وقت کے عوض ایک پائی بطور جرمانہ کے انجمن کے اوس عہدہ دار یا ممبر کے پاس داخل کرنا ہوگا جسکے سپرد انجمن اس خدمت کو کریگی (۲) ہر ممبر اور عہدہ دار پر لازم ہوگا کہ ایسی نماز کی اطلاع کہ جسکی قضا بھی اوس سے ادا نہ ہوئی ہو بلا دریافت کے ہفتہ وار انجمن کو کردے (۳) آمدنی جرمانہ کا رجسٹر جدا ہوگا (۴) یہ آمدنی کس کار خیر میں صرف ہوگی (۵) جرمانہ قضا نماز کی ادائگی بحالت موجودگی بریلی ہفتہ وار ہوا کریگی (۶) اگر ممبر یا عہدہ دار ایسا جرمانہ قصداً وقت معینہ پر ادا نہ کریگا اور انجمن کی رائے میں اوس کا یہ ارادہ مفسدانہ پایا جائیگا تو اوس ممبر کا نام باجازت کورم جلسۂ معمولی انجمن سے خارج کیا جائیگا (تعداد ممبران کی ایک حد کا نام کورم ہے) (۷) اگر کوئی ممبر قصداً حلف دروغی کا مرتکب ہوگا وہ انجمن سے خارج کیا جائیگا (۸) کوئی مسلمان ممبر بلا حلف اُٹھائے اس انجمن کا ممبر نہ بنایا جائے گا (**عبارت حلف**) میں[۱] حلف کرتا ہوں کہ پنج وقت کی نماز کی ادائگی میں کوشش کرونگا۔ اور[۲] اگر سہواً یا اتفاقاً یا عمداً قضا ہوجائیگی تو اوسکو دوسرے وقت ادا کرونگا۔ اگر قضا بھی ادا نہ کرسکوں گا تو یکم نومبر ۱۹۰۲ء سے جو قواعد متعلق پابندی نماز انجمن ہذا سے طیار ہوئے ہیں اون کی پابندی بدل وجان کروں گا۔ واضح رہے کہ حلف اُٹھانے سے قبل اور بعد بھی یہ بات سمجھا دی گئی تھی کہ حلف بالا کی سطر اول اور دوم کا اثر تم لوگوں پر تمام عمر رہیگا اور سطر سوم وچہارم کا اثر فقط اوسی زمانے تک رہیگا جب تک کہ تم اس انجمن کے ممبر ہو۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں کما حققہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالی والمسألۃ فی الدرالمختار وغیرہ وقد بیناھا علی ھامش ردالمحتار اور ناجائز بات پر عمل کرنا جس حلف سے لازم آتا ہو اوس کا توڑنا واجب ہے کما ارشد الیہ الحدیث وفصلہ فی الھندیۃ مگر صورت مذکورہ میں وہ جرمانہ انجمن والوں نے اپنے لیے لینا نہ قرار دیا بلکہ کسی کار خیر میں اوس کا مصرف کرنا بتایا ہے اور اوسکے لینے میں انجمن کی طرف سے کوئی جبر واکراہ نہیں۔ صرف اتنا قاعدہ قرار دیا ہے کہ جرمانہ نہ دے انجمن سے خارج کیا جائے تو انجمن میں داخل رہنے کے لیے جو شخص یہ رقم ادا کریگا بجبر وتعدی نہ ہوگا بلکہ اوسکی اپنی رضا سے ہوگا کہ انجمن سے خارج ہونے میں اوس کا کوئی ضرر نہ تھا اوس نے باختیار خود اسنے پسند کیا کہ یہ رقم اوس سے لیکر کار خیر میں صرف ہو

ہندا یہ قانون جرمانۂ ناجائزہ کی حد تک نہیں پہنچا۔ رہا حلف وہ اگر عبارت حلف بے کم وکاست اسی قدر ہے اور اس سے قبل یا بعد زبانی کوئی لفظ ایسا نہ کہلوایا گیا کہ حلف کو ان چاروں سطروں سے شرعاً متعلق کردے تو حلف صرف دو سطر سابق سے متعلق ہو کہ بعد کی سطر میں حرف عطف سے خالی ہیں والجملۃ المستقلۃ لا تتعلق بالسابقۃ الا بعاطف فبقیت خارجۃ عن الحلف لما علم ان فصل الاجنبی یبطل عمل الحلف حتی لو قال واللّٰہ والرسول لا فعلن کذا لم یکن یمینا لان قولہ والرسول لیس یمینا فکان فاصلا کما فی العالمگیریۃ وغیرھا فکان کقول القائل واللّٰہ لاشربن لاقومن لم یدخل تحت الحلف الا الشرب دون القیام بخلاف قولہ ولاقومن ھذا ما ظھر لی وارجوان یکون صوابا۔ اس تقدیر پر پابندی جرمانہ ودیگر قواعد انجمن زیر حلف داخل ہی نہیں۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ بشیر محمد خاں صاحب ۵ ا رشعبان ۱۳۲۹ھ

اگر چند بار کسی شخص نے حلف شرعی کسی امر کے واسطے کیا ہو اور پھر اسکے خلاف کرے اور اوس امر کا فیصلہ کہ جس کے بابت اوس نے حلف شرعی کئی مرتبہ کیا ہے تو وہ اوس کا فیصلہ قابل مان لینے کے ہوگا یا نہیں۔

الجواب: اگر خلاف کرنے میں شرعاً خیر دیکھے تو خلاف کرے اور کفارہ دے ورنہ بلا وجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے قال اللّٰہ تعالٰی واحفظوا ایمانکم۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من حلف علے یمین فرأی غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ رواہ احمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔ یہی حال فیصلہ کا ہے اگر حلف کیا تھا کہ یوں فیصلہ کریگا پھر حکم شرع اسکے خلاف پایا تو اوس پر فرض ہے کہ خلاف ہی کرے اور کفارہ دے۔ اور اگر حکم شرع وہی تھا جس پر حلف کیا پھر اوس کا خلاف کیا تو قسم توڑنے کا بھی گناہ ہوا اور ظلم و ناحق فیصلہ کا گناہ سخت تر ہوا واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از سرونج مسئولہ عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ ر جمادی الاول ۱۳۳۱ھ

ایک امیر نے اپنے ملازم کو خدمت کے صلہ میں زمین دی پھر کسی بات پر ملازم سے خفا ہو کر حالت غصہ میں قسم کھائی کہ میں تیری زمین ضبط کر وں گا اور یہ بھی حلف کیا کہ میں تیرے گھر کا کھانا بھی نہ کھاؤں گا اب وہ امیر اگر حلف شکنی کرے تو کیا کفارہ لازم آئے گا یا نہیں۔

الجواب: قسم کا کفارہ لازم ہوگا کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو جوڑے دے یا دس مسکینوں کو فی مسکین ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں یا انکی قیمت دے صاع سو روپیہ کے سیر سے ایک روپیہ بھر اوپر ساڑھے تین سیر ہے اور جس سے نہ ہو سکے وہ تین روزے رکھے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲: از رائپور گول بازار ممالک متوسطہ مرسلہ مولوی محمد سلیم خاں کتب فروش ۲ جمادی الاخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دوسری والدہ کے روبرو ہوش وحواس میں قسم کھائی کہ مجھکو خدا کا دیدار اور حضرت کی شفاعت نصیب نہ ہو جو میں اپنے والد کی کمائی کا روپیہ یا جائداد موجودگی یا عدم موجودگی یا بعد وفات والد ماجد کے لوں جائداد میں یا اونکی کمائی میں اب وہ شخص کسی طرح سے اپنے باپ کی جائداد یا کمائی کا روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ اُمید کہ جواب امور مذکورہ بالا از روئے کتب حنفیہ عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب: وہ جو اس نے کہا شرعاً قسم نہیں بلکہ اپنے حق میں بددعا ہے اسکے سبب مال پدر سے لے لینا ناجائز نہ ہوگیا لے سکتا ہے اور ایسے برے لفظ سے توبہ کرے ردالمحتار میں ہے علیہ غضبہ لا یکون یمینا لانہ دعا علی نفسہ ولا یستلزم وقوع المدعو بہ ذلک متعلق باستجابۃ دعائہ فتح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳: ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے متعلقوں سے ناراض ہوکر قسم کھائی اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں تو خدا کرے میں کافر ہو جاؤں اس پر لوگوں نے سمجھایا کہ ایسی قسم مت کھا مگر زید نے مکرر سہ کرر قسم کھا کر کہا اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں کافر ہو جاؤں لہٰذا بستی والوں نے مبلغ عہ۵ روپیہ چندہ کرکے دیدیے چنانچہ زید وہ روپیہ لے کر اوس اپنی بستی سے حج کے ارادہ سے ظاہرا روانہ ہوگیا مگر دس روز کے بعد پھر اپنی بستی میں واپس آگیا اور کہا میں بمبئی سے لوٹ آیا ہوں حج کو نہیں جاؤنگا ایک روز زید مسجد میں نماز پڑھنے کو گیا وہاں بکر نے دُعا مانگی یا اللہ پاک تو ہر مسلمان کو حج نصیب کر زید نے اس دُعا کو سُن کر بکر کو گالیاں دیں مجھکو تو طعنہ دیتا ہے درانحالیکہ زید اسوقت اندازاً مبلغ ڈھائی سو روپے کی چیزوں کا بذات خود مالک ہے یعنی بیل بھینس اور ہل نیشکر کا مالک ہے تو ایسی حالت میں اس چندہ کا کیا حکم ہے جو کہ وہ ہضم کرچکا ہے اور اوسکو شرع کو نسے لفظ سے نامزد کرتی ہے اور مسلمان لوگ کیا برتاؤ کریں اگر زید اس فعل مذکور سے احاطۂ اسلام سے خارج ہوگیا تو دائرہ اسلام میں کس ترکیب سے داخل ہو سکتا ہے اور کس طرح گناہ سے بری ہو سکتا ہے اور کوئی مسلمان اس حالت موجودہ میں اوس سے ارتباط ومیل جول رکھے تو ایسے مسلمان کے واسطے کیا حکم ہے اور منکوحہ اوسکی اور اولاد اوسکے کا کیا ہے کہ یہ سب زید کے ساتھ کیا سلوک کریں ورنہ اولاد در منکوحہ اوسکے ساتھ بستی کے مسلمان کیا تعلق رکھیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: زید نے جو الفاظ کہے قسم نہ تھی اوسکے بعد حج کو نہ جانے کا سبب احاطۂ اسلام سے

خارج نہ ہوا روپیہ کہ چندہ والوں نے دیا وہ ہبہ تھا کہ زید بعد قبضہ اوسکا ٹکٹ لیکر گیا اگر واقعی زید کا اوسوقت ارادہ حج کو جانے کا تھا اور بمبئی تک گیا اور کوئی عذر پیش آیا کہ نہ جاسکا مثلاً زید بہت ضعیف ہو اور محتاج معین ہو اور اوسے کوئی ایسا نہ ملا کہ اس سفر میں اوسکی اعانت کرے بمجبوری پلٹ آیا تو اوسپر کچھ الزام نہیں چندہ کا روپیہ بہتر یہ ہے کہ واپس کردے ورنہ شرعاً اوسپر واپسی لازم نہیں ہاں اگر وہ دھوکا دیکر جھوٹ ارادہ ظاہر کرتا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لیکر چلتا ہو ضرور سخت مجرم تھا مگر صورت سوال سے اوس کا ہرگز نہیں نہ کسی مسلمان پر بدگمانی جائز جو بلا وجہ قطعی اور بلا ثبوت شرعی دھوکا دینے اور جھوٹ ارادہ روپیہ ہضم کرلینے کرلیں گے وہ سخت مجرم ہونگے اوسپر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۲: از شمس آباد ضلع اٹک مرسلہ جناب مولنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۱ محرم شریف ۱۳۳۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ زید از پسر خود بوجہ امرے خلاف مرضی ناراض شدہ زن خود را گفت کہ اگر ایں پسر مرا در خانہ گذاشتی تو بر من سہ طلاق طلاق ہستی باز بعد از چند مدت بوجہ عذر خواہی پسرش زید خود ازاں پسر راضی شد و در خانہ گذاشت و زن او چیزے از لا و نعم نگفت آیا آں زن بر زید طلاق شد یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجوہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین ۱۳۳۰ھ

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔

الحمد للّٰہ رب العلمین ؛ وافضل الصلوۃ والسلام علی السید الامین ؛ الذی قال لہ ربہ فسلٰم لک من اصحٰب الیمین ؛ اجلہ اجلالا وعززہ تعزیزا وجعل تعلیقات مواعید فضلہ فی حق امتہ تنجیزا صلی اللہ تعالٰی وسلم علیہ وعلی الہ وصحبہ المیامین عدد کل بر وفاجر وبر وحنث وعھد ویمین ؛ اٰمین ؛ فقیر غفرلہ المولی القدیر دریں مسئلہ نگاہ تنقیح را جولاں دادم و بقدر قدرت و فرصت دور فرستادم عدم طلاق را وجہے کہ ثلج صدر دہد نیافتم بجانہ گزاشتن ترک و تخلیہ است و او بہر وجہ منتفی شود منع بالفعل یانہی بالقول و اینجا بتصریح سوال ہر دو نافی منتفی پس نفی منتفی پس تخلیہ کہ شرط حنث بود روئے نمود و سہ طلاق لازم شد در فتاوی امام اجل قاضی خاں کتاب الایمان مسائل الیمین علی الترک ست رجل اجر دارہ سنۃ ثم قال للمستاجر واللہ لا اترکک فی داری ثم قال لہ اخرج من داری یصیر بارا ہمچناں در عقود الدریہ از فتاوی صغری ست باز در ہندیہ فرمود رجل حلف ان لا یدع فلانا یدخل ھذہ الدار فان کانت الدار للحالف فشرط البر المنع بالقول والفعل جمیعا حتی لو دخل حنث فی یمینہ فیکون شرط برہ المنع بالقول

والفعل بقدر ما یطیق وان لم تکن الدار للحالف فمنعہ بالقول دون الفعل حتی دخل لا یکون حانثا بازفرمود رجل حلف بطلاق امرأتہ ان لایدع فلانا یمر علی ھذہ القنطرۃ فمنعہ بالقول یکون بارا لانہ لایملک المنع بالفعل باز فرمود رجل قال لابنہ ان ترکتک تعمل مع فلان فامرأتہ کذا فان کان الابن بالغا لایقدر علی منعہ بالفعل فمنعہ بالقول یکون بارا وان کان الابن صغیرا کان شرط برہ المنع بالقول والفعل جمیعا ۔ ودر بزازیہ چنانست قال لابنہ الکبیر ان ترکتک تعمل مع فلان فھو علی المنع بالقول ولو صغیرا فعلی القول والفعل باز در خانیہ فرمود ولو قال ان ترکت فلانا یدخل بیتی فامرأتہ کذا فدخل فلان ولم یعلم بہ الحالف لایحنث وان علم ولم یمنعہ حنث در فتح القدیر آخر ایمان ست حلف لااترک فلانا یفعل کذا اکلا یمر اولا یذھب اولا یدخل یبر بقولہ لہ لاتفعل لاتخرج لا غیر اطاعہ او عصاہ۔ در عقود الدریہ است حلف بالطلاق علی اختہ البالغۃ لااخلیک تسکنین مع خاتک فی الدار بحیث لاتکن الدار للحالف فمنعھا بالقول دون الفعل لایحنث کذا فی الخانیۃ والبزازیۃ ورسائل العلامۃ الشرنبلالیۃ وراں از قنیہ است حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم غالب یتکلف فی اخراجہ فان لم یمکنہ فالیمین علی التلفظ باللسان در عالمگیریہ است اذ قال ان ترکت فلانا یدخل ھذہ الدار فامرأتی طالق فان کان الحالف یملک ھذہ الدار فشرط برہ عن الدخول بالقول والفعل ھکذا ذکرہ الصدر الشہید رحمہ اللہ تعالٰی فی واقعاتہ وفی النوازل شرط برہ ملک المنع ولم یعترض لملک الدار فقال ان کان الحالف یملک منعہ عن الدخول فھو علی النھی والمنع جمیعا وان کان لایملک منعہ فھو علی النھی دون المنع وکان شیخ الامام ظھیر الدین یعتبر ملک المنع وعلیہ الفتوی **اقول** اینجا تنبہ باید برامور اولا عبارات علما چنانکہ دیدی درمسئلہ عدم ترک فلاں مثلا نگزارم کہ بخانہ آید برنگہائے مختلف آمدہ امام صدر شہید اعتبار ملک دار فرمود کہ اگر خانہ خانہ اوست بقول وفعل کند اگر تنہا نہی زبانی عمل نماید حانث شود ہمین است نص دوم امام قاضی خاں آرے اگر خانہ ملک او نیست منع زبانی بس است وامام فقیہ ابو اللیث ملک منع را معتبر داشت کہ اگر بزور بازداشتن تواند مجرد نہی کفایت نکند گو خانہ خانہ اش مباش ورنہ کافی است گو خانہ خود از آن او باشد امام ظہیر الدین ہمبریں فتوی داد ونص اول امام قاضی خاں وامام حسام الدین در فتاوی صغری مسئلہ خود در دار مملوکہ حالف وضع فرمود وعلی الاطلاق برنہی زبانی اقتصار نمود وہمین ست قضا ونص مذکور فتح القدیر، ودر بزازیہ جائے دار پسر فرق بصغیر وکبیر فرمود کہ صغیر را بازداشتن بقول وفعل جمیعا لازم است وکبیر را تنہا بقول ودر نص چہارم

خانیہ تقیید مستفاد ست کہ اگر بر کبیر قدرت منع بالفعل نہ باشد منع بالقول بست درنص سوم ش در حق اجنبی مطلقاً منع قولی گرفت کہ منع فعلی نمی تواند فقیر گویم بحقیقت اینجا ہیچ اختلاف نیست اصل سخن آن ست کہ در خانیہ بآں اشارہ رفت کہ قدر ما یطیق پیداست کہ ہر کہ گفت فلاں را بخانہ نگزارم و قادر بود بر اخراج او گرچہ خانہ خانۂ دیگرے باشد و اینکس باجارہ یا اعارہ وغیرہا ہنجا می ماند و اگرچہ آنکس پسر بالغ یا اجنبی بود چوں طاقت خود را بکار بزد و تنہا ہر یکبار گفتن کہ میا، یا بیروں شو قناعت ورزید قطعاً او را بخانہ گزاشت و حانث شود و ہر کہ نتواند گو خانہ خانۂ اش باشد و آنکس پسر صغیر، مثلاً حالف مقعد یا زمن یا مفلوج ست و پسر سیزدہ چہاردہ سالہ شریر کہ سر بفرمان نہد لاجرم اینجا ہمیں نہی بقول کافی بود در خانۂ خودش غالب اختیار کلی باشد و احکام فقہیہ نظر بغالب وارد ازینجہت امام صدر شہید آں تفرقہ فرمود کہ تعبیر اصل بمظنۂ نیست درزمن متأخر اختیار تام جز بر اطفال صغار نماند لہذا تفریق صغیر و کبیر کردند کہ نیز ازہماں وادی ست دیگراں نظر بنفس الزمان گفتند کہ غالباً منع بتدافع و تدافع بتضارب انجامد و آتش فتنہ سر بالا کشود والفتنۃ اشد من القتل لہذا از سر اقتصار بر سخن کردند و مراد جملہ یکیے وباللہ التوفیق بالجملہ بریں قدر اتفاق ست کہ نگزاشتن را کم از کم بزبان باز داشتن ناگزیر ست ہر کہ ایں را گزاشت بالاتفاق گزاشت اینجا اگر زن آں پسر را برآوردن نتوانست آخر کم نہ ازاں کہ یکبار گفتی میا یا بیروں رو مخلص نہ بود مگر اول وہلہ چوں آنگاہ خموشی گزید گزاشتن حاصل شد وطلاق نازل باز منع بے سود ولا طائل و اگر آں وقت یکبار منع کردی سوگند منتہی شدے کہ مصدر بکلمہ کلما نبود پس ازاں ترک اگرچہ مستمر ماندے زیاں نہ رساندے وکل ذلک واضح مما قدمنا من نصوص العلماء **اقول** والسر فیہ ان التخلیۃ عدمیۃ لانہا عدم النہی والتعرض وقد اثبتت فی الشرط فیکون منفیۃ ونفی النفی اثبات والاثبات تکفی فیہ مرۃ کان قال ان لم تمنعی تطلقی ای ان منعت فلا فاذا نہت حنث والیمین قد انتہت **ثانیا اقول** من قدر علی المنع بالفعل فاکتفی بہ کفی اذ لا یصح ان یقال انہ ترک وخلی بل اتی بما ہو نہایۃ المعنی ومقصدہ الاعلی فلیس علیہ ان یجمع معہ القول جمعاً فما یتوہم من ظاہر لفظ الواقعات والنوازل وثانی عبارات الخانیۃ ورابعہا والوجیز لیس مرادا قطعاً **ثالثا اقول** عند الفقیہ شرطا برۃ المنع فلفظ الملک وقع زائدا فی عبارۃ النوازل اما الملک ای القدرۃ فشرط انعقاد الیمین مطلقا وبقاء الموقتۃ خصوصاً اذ بہ تصور البر ولیس الکلام فیہ بل فیما اذا اتی بہ بر الا ان یقال انہ من وزان حصول الصورۃ ای المنع المملوک ای قدر ما قدر **رابعا اقول** المنع یعم الفعلی والقولی کما تقدم عن عدۃ نصوص وقد یخص بالفعلی بقرینۃ المقابلۃ بالقولی وہو المراد فی کلام النوازل

من قولہ یملک منعہ الی قولہ دون المنع والاولی المراد فی قولہ اذ فی ملک المنع وکذا قولی
الھندیۃ اھ اخرا فتثبت ولا تزل۔ ایں نصوص کہ آوردیم عین جزئیہ مسئلہ دائرہ بود کہ بحث ہمیں از یمین برگزاشتن است
وآنکہ شرط بر وحنث درو چیست وتفاوت بآنکہ من نگزارم اگر تو بگزاری چیزے نیست کہ تغییر جزئیہ کند حالا ہر
کہ خواہد کہ صورت دائرہ را از اں حکم برآرد محتاج بیّنہ واضحہ باشد ورنہ حکم ہماں ست کہ از نصوص عیاں ست
تبیین مرام وتسکین اوہام را نظر کردم وچند شبہہ بخاطر رسید بخیال آنکہ مبادا بنا بر ظن کسے جائے جواب بہتر
بیند آنہمہ را پیش ہم وبتوفیقہ تعالٰی ما وہم شبہہ اولٰی پسر را مرد بخانہ گزاشت نہ زن اقول ایں درایوا
گنجائش داشت کہ عمل حقیقۃً از فاعل ست وبہ ساکت اگر منسوب شود بمعنی رضا ومجاز باشد اما گزاشتن کہ
تخلیہ وترک تعرضات شک نیست کہ از زن حقیقۃً متحقق ست مرد زن منع نکرد او داشت ایں گزاشت پس در ترک
زن چہ جائے ظن شبہہ ثانیہ زن تابع است ولا حکم للتبع مع الاصل اقول لا مراد للحقائق
در صدد ترک تعرض از زن جائے سخن نیست سائل خود گوید کہ زن چیزے از لا ونعم نہ گفت وہمیں قدر شرط
حنث بود بیش ازیں درکار نیست آیا نہ بینی کہ در مکان غیر شرط برنہی بالقول داشتہ اند گو بخانہ آرندہ محلوف
علیہ خود صاحب خانہ باش یا دیگرے آورد یا خود آمد وصاحب خانہ ہم معترض نہ شد لاطلاق حکم الکل
فی جمیع الکتب بلکہ تصریح فرمودہ اند کہ امر عدمی بحالت اکراہ نیز موجب حنث شود چہ جائے رضا ولو تبعا۔ امام
قاضی خاں فرماید الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل فرق وقال فی قولہ ان لم اخرج اذا منعہ
مانع حنث وفی قولہ لا اسکن اذا منعہ مانع عن الخروج لا یحنث والفتوٰی علٰی قولہ لان فی
قولہ لا اسکن شرط الحنث السکنٰی والفعل لا یتحقق بدون الاختیار وفی قولہ ان لم اخرج
شرطہ الحنث عدم الخروج والعدم یتحقق بدون الاختیار شبہہ ثالثہ اینجا داعی یمین صفت عقوق
وبدا در پسر بود ویمین بزوال صفات داعیہ زائل شود کما فی لا یاکل ھذا البسر فصار رطبا او الرطب
فصار تمرا کما فی الھدایۃ وسائر الکتب در عقوق دوریہ است ھذہ صفات داعیۃ الی الیمین
فتتقید بہ در فتح القدیر فرمود الاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین
تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمین عنہ وما لا تصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر
دون المعرف اقول محلش آنجاست کہ در حلف آں صفت داعیہ را ذکر کردہ باشد اگرچہ در معرف
اگرچہ بالاشارہ باآنکہ وصف در حاضر لغو است ولہذا لو حلف لا یکلم ھذا الصبی فکلمہ شابا حنث
اما داعی بودنش داعی اعتبارش میشود چنانکہ در ھذا البسر وھذا الرطب وھذا الرطب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
وھذا اللبن الی غیر ذلک ورنہ وصف ملحوظ غیر ملحوظ را مدار بقاے یمین نتواں کرد کہ مناے ایمان

۵۴ مسودہ میں بیاض ہے

برالفاظ است نہ بر اغراض در فتح القدیر فرمود من صورۃ تخصیص الحال ان یقول لا اکلم ھذا
الرجل وھو قائم ونوی فی حال قیامہ فنیتہ لغو بخلاف ما لو قال لا اکلم ھذا الرجل القائم
فان نیتہ تعمل فیما بینہ وبین اللہ تعالٰی پیداست کہ در دیانت صفت داعیہ وغیر داعیہ یکساں ست
نیت خصوص باید اما بے ذکر در لفظ نیت مجردہ دیانۃً نیز بکار نیامد تا بقضا چہ رسد۔ ہمدراں ست ان خرجت
فعبدی حر ونوی السفر مثلا یصدق دیانۃ فلا یحنث بالخروج الی غیرہ تخصیصا لنفس
الخروج بخلاف ما لو نوی الخروج الی مکان خاص کبغداد حیث لا یصح لان المکان غیر
مذکور۔ شبہہ رابعہ در یمین زوال سبب زوال یمین ست گو در لفظ مذکور مباش ولہذا اگر دائن مدیون یا کفیل را
یا کفیل بالنفس مکفول عنہ یا کفیل بالامر اصیل را سوگند دہد بے اذن من بیرون شہر نروی ہو دین ادا شد یا کفالت
نماند یمین منتہی شود کہ باعث برو نبود مگر دین وکفالت پس بزوالش زائل شود در ہندیہ از محیط ست حلف صاحب
الدین مدیونہ ان لا یخرج من البلدۃ الا باذنہ فالیمین مقیدۃ بحال قیام الدین در خانیہ
فرماید الکفیل بالنفس اذا حلف الاصیل ان لا یخرج من البلدۃ الا باذنہ فقضی الاصیل
دین الطالب ثم خرج الحالف بعد ذلک لا یحنث در تنویر فرمود حلف رب الدین غریمہ او الکفیل
بامر المکفول عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفال
و پیدا است کہ ایں جا سبب یمین ہمیں خشم وناراضی ست چوں برضا بدل شد سبب نماند ومسبب رفت **اقول**
چناں نیست نہ ہیچ کس باو قائل ورنہ عامہ ایمان عامہ کہ مبنی بر خشم وناچاقی وغضب تا اتفاقی باشد بلا وسخن نکند و رویش
نہ بیند بخانہ اش نہ رود و بخانہ اش راہ نہ دہد او را صد چوب زند چنیں کند چناں کند ورنہ زن طلاقہ شود وغیر ذلک
ہزاراں ہزار سوگند ہمہ بمجرد زوال خشم برباد رفتے وبے حنث وکفارہ ولزوم ہیچ جزا باطل شدے واصلا احتیاج
احتیال برا حر نماندے آیا ہیچکس بجہاں قائل ایں قول شنیدہ ائمہ کرام در ایمان مذکور بصورتہائے گوناگوں و
و تفریعات بوقلموں بہ نقیر و قطمیر سخن فرمودہ وبہر پہلوے آنہا موج موج تحقیقات رفیعہ وفوج فوج تنقیحات بدیعہ
نمودہ فاما ہیچگاہ ہیچ جا بہ ہیچ کتاب نگفتہ اند کہ ایں ہمہ بردوامات تا بقائے خشم ست چوں رضا آمد سوگند سپری شد
وجملہ احکام نظری تا آنکہ اگر کسے سوگند خورد کہ اگر با زید سخن کند زنش طلاقہ ست باز می خواہد کہ باو سخن گوید چہ بایدش
کرد کہ طلاق مغلظ واقع نشود اورا فرمودہ اند کہ زن را یک طلاق بائن دہد وبگزارد تا از عدت برآید باز با زید سخن
راند جزا فرود آید ومحل نیابد و بے اثر رود باز با زن نکاح کند و با زید ہمکلام ماند دگر طلاق نیفتد کہ یمین بیکبار
منحل شد۔ در سراجیہ باز ہندیہ فرمود اذا حلف بثلث تطلیقات ان لا یکلم فلانا فالسبیل ان یطلقہا
واحدۃ بائنۃ ویدعہا حتی ینقضی عدتہا ثم یتکلم فلانا ثم یتزوجہا انیہمہ تکلفات چرا ست

چرا نگفتند کہ چوں آں خشم رفت و باہم مصالحت شد سوگند خود باطل گشت و این ست نبی اللہ سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام در ایام بلا زوجۂ مقدسہ اش رحمہ بنت آفرائیم یا میشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلاۃ والتسلیم بمزدوری و محنت نان پیدا کردے و برائے نبی اللہ آوردے روزے نان بسیارے آورد نبی اللہ گمان برو مبادا مال کسے بخیانت گرفت خشم کرد سوگند خورد صد چوب زند باز خشم رفت و باعلام الٰہی برات خاتون ظاہر گشت فاما یمین برجا ماند تا آنکہ حضرت عزت جل جلالہ راہ خلاص از ان تعلیم فرمود کہ خذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث دستہ بدست گیر و زن را زن و سوگند مشکن۔ پیدا شد کہ بزوال حال وانتفائے سبب یمین باطل نشود۔ اخرج ابن المنذر عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ بلغہ ان ایوب علیہ الصلاۃ والسلام حلف لیضربن امرأتہ مأتہ فی ان جاءتہ فی زیادۃ علی ماکانت تاتی بہ من الخبز الذی کانت تعمل علیہ وخشی ان تکون قارفت من الخیانۃ فلما رحمہ اللہ وکشف عنہ الضر علم براءۃ امرأتہ مما اتہمہا بہ فقال اللہ عزوجل **وخذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث** فاخذ ضغثا من ثمام وھو مائۃ عود فضرب بہ کما امرہ اللہ تعالٰی اھ۔ **اقول** وھذا احسن ماسمعناہ فی الباب وعلیہ التعویل ولا اصغاء الی مازاد الناس من تھویل وقال وقیل من دون اصل اصیل واللہ الھادی الی سواء السبیل، و در مسائل مذکورہ وجہ نہ آنست بلکہ آنجا تقیید و نفس بیان ست زیراکہ بانون مقید کردہ اند پس مخصوص باشد بزمانۂ ولایت آنہا مر اذن و منع را و آں نیست مگر زمان قیام دین و کفالت و لہٰذا اگر کہ بیان اسیرے را حلف دہند کہ بے اذن ملك ایشاں بیرون نرود مقید ماند بزمان بقائے سلطنتش تا آنکہ اگر او را معزول کنند باز نشانند و اسیر بے اذن او بیروں رود حانث نشود کہ یمین بزوال ملك منتہی شد و باز بعودش نگنند ہمچناں اگر شوہر زن یا مولی غلام یا شاہ یکے از رعایا را حلف دہد یا خود سوگند خورد کہ بے اذن من بیروں نروی مقید ماند بزمان بقائے زوجیت و ملك ملك تا آنکہ اگر زن را جدا کرد باز بزنی آورد یا غلام را فروخت باز خرید یا معزول باز منصوب شد و دریں ملك و ملك حادث زن و غلام و رعیت بے اذن بیروں روند حنث روئے نماید کہ ولایت اذن ہمیں تا بقائے نکاح و ملك و ملك بود و در حدوث تازہ یمین تازہ نکرد و لہٰذا اگر بے تقیید باذن مطلقا زن دہندہ را از بیروں شدن باز دارد و بر آں حلف کند یا گیرد یمین ابدی شود و بزوال نکاح و ملك منتہی نشود کہ لفظے کہ مفید تقیید بود مذکور ست و لہٰذا اگر زن را گوید اگر بے اذن تو زنے را بزنی میگیرم مطلقہ باشد یمین مطلقہ غیر مقیدہ باشد تا آنکہ اگر زن را از نکاح بیروں کرد باز زنے بے اذن اولی بنکاح آورد مطلقہ شود زیراکہ زن بزنی مالك اذن و منع نمی شود پس دلیل تقیید منتفی شد و اذن بر اذن لغوی محمول گشت نہ اذن شرعی

واذن لغوی مقتصر بر بقائے زوجیت نیست آرے آں قدر کہ آں زن میرد یمین منتہی شود کہ حالا اور ا صلاحیت اذن نماند پس بعدم تصور بر یمین کہ موقتہ باذن بود باقی نماند۔ در درمختار بعد عبارت مذکورہ فرمود لوقال لھا ان خرجت من هذه الدار الاباذنی فانت طالق ثلثا فطلقها بائنا فخرجت بغیر اذنه لایحنث لان یمینه تقیدت بحال تمام ولایة المنع عن الخروج وولایة المنع تزول بالطلاق البائن وهو كالسلطان اذا حلف رجلا ان لایخرج من البلدة الا باذنه فعزل السلطان ثم خرج الحالف لایحنث ومعه مسئلة الكفيل المذكورة ثم قال ولوان الحالف تزوج المرأة بعد ما ابانها فخرجت بغير اذنه لا لا تطلق لان اليمين بطلت بالابانة فلا تعود بعد ذلك وذكر فی الیسر اهل الحرب اذا حلفوا الا یسران لایخرج الا باذن ملكهم فعزل الملك ثم عاد ملكه فخرج الایسر بغیر اذنه لایحنث وكذا لوقال الرجل لعبده ان خرجت بغیر اذنی فانت حر فباعه ثم اشتراه فخرج بغیر اذنه لایعتق در تبیین الحقائق و فتح القدیر ست وهذا لفظ الفتح تتقید بحال قیام الدین والكفالة لان الاذن انما یصح ممن له ولایة المنع وكذا لاتخرج امرأته الا باذنه تقید بقیام الزوجیة بخلاف مالوحلف لاتخرج امرأته من الدار فانه لایتقید به اذ لم یذكر الاذن فلا موجب لتقییده بزمان الولایة فی الاذن وكذا الحال فی حلفه علی العبد مطلقا ومقیدا وعلی هذا لو قال لامرأته كل امرأة اتزوجها بغیر اذنك طالق فطلق امرأته طلاقا بائنا اوثلثا ثم تزوج بغیر اذنها طلقت لانه لم یتقید ببقاء النكاح لانها انما تقید به لوكانت المرأة تستفید ولایة الاذن والمنع بعقد النكاح در ہدایہ و فتح فرمایند لوقال ان كلمت فلانا الا ان یقدم او یاذن فلان ومات فلان سقط الیمین لان الممنوع عنه كلام ینتهی المنع منه بالاذن والقدوم ولم یبق الاذن والقدوم بعد الموت متصور الوجود وبقاء تصوره شرط بقاء الموقتة عند ابی حنیفة ومحمد وهذه الیمین موقتة بوقت الاذن والقدوم اذ بهما یتمكن من البراء یتمكن من الكلام بلاحنث فیسقط بسقوط تصور البراء ملخصا مخلوطا قال فی الفتح فان قیل لانسلم عدم تصور البر بموته لانه سبحنه وتعالٰی قادر علی اعادة فلان فیمكنه ان یقدم و یاذن فالجواب ان الحیاة المعادة غیر الحیاة المحلوف علی اذنه فیها وقدومه وهی الحیاة القائمة حالة الحلف لان تلك عرض تلاشی لایمكن اعادتها بعینها وان اعیدت الروح فان الحیاة غیر الروح لانه امر لازم للروح فیما له روح ام ورأیتنی كتبت علیه ما نصه اقول فیه ان الحیاة عرض لاتبقی زمانین فالحیاة التی بعد الحلف غیر التی

مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۰۵

كانت عند الحلف والجواب ان مبنى الأيمان على العرف واهل العرف يعدونها واحدة مستمرة والمعادة غيرها **اقول** لكن لقائل ان يقول لا نظر فى الحلف الى تلك الحياة خصوصها بل الى تسليم زمانه فى هذا الامر الى ذلك الشخص ان لا يفعل الا باذنه مثلا والشخص لا يتبدل بتبدل الحياة بدليل الحشر والعقد فى تلك الحيوة غير العقد على تلك الحياة والاذن وان لم يكن الامن حى فلا يستلزم ذلك عقد الحلف على تلك الحياة بعينها الا ترى ان الاذن لا يمكن ايضا الامن عاقل ولو جُنّ فلان لا يسقط اليمين لاحتمال ان يعود عقله والمسألة منصوص عليها واكبر ظنى انها فى الخانية بل هو فيها اذ قال فى فصل فى الخروج ثلثة حلفوا رجلا ان لا يخرج من بخارا الا باذنهم فجن احدهم وخرج الحالف باذن الآخرين حنث وان مات احدهم فخرج لا يحنث لان اليمين تقيدت باذنهم وقد فات اذنهم بموت احدهم فلا يبقى اليمين وفى الوجه الاول لم يقع الياس عن اذنهم اه **ثم اقول** يختلج ببالى ان لو قيل ان الموقتة اذا كانت على امر يمكن عادة فشرط بقاءها تصور البر عادة لا مجرد احتمال عقلى لحصل الجواب عن هذا ويؤمى اليه قول الخانية لم يقع الياس فانه يفيد ان لو وقع الياس سقط اليمين ولاشك ان المستحيل عادة مايوس عنه وقد قال فى الفتح فى مسئلة ليصعدن السماء او ليقلبن هذا الحجر ذهبا ان العجز ثابت عادة فلا بر فى زواله اه وهذا هو معنى الياس وقد استشهد لها فى الهداية بما اذا مات الحالف قال فانه يحنث مع احتمال اعادة الحياة قال فى الفتح ثبت احتمال ان يفعل المحلوف عليه ولكن لم يعتبر ذلك الاحتمال بخلاف العادة فحكم بالحنث اجماعا الخ فتبين انه ليس الوجه مغائرة الحياة المعادة للحياة المعقود عليها الحلف والا لم يتم الاستشهاد لكون العجز اذن عقلا كما قرره المحقق الاعادة بخلاف صعود السماء وقلب الحجر ذهبا فاذن ليس النظر الا الى الياس العادى وهو المقصود **اقول** ويظهر لى توجيهه ان من حلف على محال عادى فقد عقد على امكانه العقلى فلم يكن شرط الانعقاد الا هذا اما من عقد الموقتة على ممكن عادى ثم استحال فلا يبعد ان تبقى اليمين لان هذا الامكان غير المعقود عليه فليتامل وليحرر والله تعالى اعلم اھ ماكتبت عليه شبهہ خامسہ یمین بدلالت حال متقید شود اگرچہ در قال مقید نبود وازیں باب ست تقیید بغرض تا آنکہ غرض را با آنکہ بنائے ایمان بر وے نیست تخصیص دانستہ وتصریح فرمودہ اند کہ غرض در یمین نفزاید فاما را شاید در ردالمحتار ست فی تلخیص الجامع الکبیر وبالعرف یخص ولا یزاد حتی خص الراس بما یکسب ولم یرد الملک فی تعلیق

یہ مسودہ میں بیاض ہے۔

طلاق الاجنبیۃ بالدخول اھ ومعناہ ان اللفظ اذا کان عاما یجوز تخصیصہ بالعرف کما لو حلف لایاکل رأسا فانہ فی العرف اسم لما یکبس فی التنور ویباع فی الاسواق وھو راس الغنم دون رأس العصفور ونحوہ فالغرض العرفی یخصص عمومہ فاذا اطلق ینصرف الی المتعارف بخلاف الزیادۃ الخارجۃ عن اللفظ کما لو قال لاجنبیۃ ان دخلت الدار فانت طالق فانہ یلغو ولا تصح ارادۃ الملك الی ان دخلت وانت فی نکاحی وان کان ھو المتعارف لان ذلك غیر مذکور ودلالۃ العرف لاتاثیر لھا فی جعل غیر الملفوظ ملفوظا ھ اراں ست الغرض یصلح مخصصا لامزیدا واگر تقییدات کہ بدلالت حال باغراض حالفین کردہ اند فروغ آنہار ابرخوانیم دفترے باید بردوسہ مثال منصوص فی المذھب اختیار کنیم (۱) والیے زید راسوگند داد کہ ہر مفسدے کہ بشہر بود مرا آگاہی متقید باشد بزمان قیام ولایتش حالانکہ اینجا لفظے مثل اذن وغیرہ مفید تقیید اصلا نیست مگر حال دال ست کہ غرضش تدارک اوست وایں نباشد مگر بولایت لاجرم بادمقید شد۔ در ہدایہ ست اذا استحلف الوالی رجلا لیعلمنہ بکل داع دخل البلد فھذا علی حال ولایتہ خاصۃ لان المقصود منہ دفع شرہ او شر غیرہ بزجرہ فلا یفید فائدتہ بعد زوال سلطنتہ در فتح القدیر است ھذا التخصیص فی الزمان یثبت بدلالۃ الحال وھو العلم بان المقصود من ھذا الاستحلاف زجرہ بما یدفع شرہ او شر غیرہ بزجرہ وھذا لایتحقق الاحال ولایتہ لانھا حال قدرتہ علی ذلك (۲) ہر مدیون خود کہ از دین منکر بود ودائن گواہان نداشت سوگند خوردترا بدر قاضی کشم وحلف گیرم مدیون اعتراف کرد یا دائن راگواہان بدست آمد نہ کہ یمین ساقط شود کہ بدلالت حال متقید بحال انکار وعدم وجدان شہود بود۔ در درمختار ست حلف ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفہ فاعترف الخصم او ظھر شھود سقط الیمین لتقیدہ من جھۃ المعنی بحال انکارہ اھ قال الشامی لکن ھذا التعلیل لایظھر بالنسبۃ الی قولہ او ظھر شھود فانہ بظھور الشھود لم یزل الانکار بل لعلتہ فیہ انہ بعد ظھور الشھود لایمکن التحلیف تامل ھ اقول لہ ان لایستشھدھم ویطلب حلفہ فکیف لایمکن کما یوھمہ قولہ لعلہ انہ لایمکن التحلیف فالاولی ان یقال لتقیدہ بانکارہ وعدم وجدان الشھود اذ لاحلف علی مقر ولا مع بینۃ شھدت فی الدر عن البحر الیمین کالخلف عن البینۃ فاذا جاء الاصل انتھی حکم الخلف اھ ولا یرضی الطالب بحلف المنکر مادام یقدر علی الشھود مخافۃ ان یحلف فیذھب مالہ فیتقید بما عرفنا اقول ولیس ھذا السقوط لعدم تصور البر بقاء فان قلت الیس فی الدر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ لایحلف خلافا لھما ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ابن ملك اھ قلت الیس ان الاحضار والاخبار کلیھما بیدہ فان الشھود لایحضرون مالم یحضروا ولا یعلم القاضی ان لہ بینۃ فی المصر مالم یخبر فالامکان حاصل لاشك اما ولا فلان الیمین

مطلقۃ فلا یضرھا انتفاء تصور البرفیہا بعد واما ثانیا فلانہ متصور اما فی الشھود فلما ذکرنا واما فی الاقرار فلان من اقر عند الطالب لایجب ان یقر عند القاضی فلعلہ اذا اجر الیہ انکر فیحلفہ فالتصور حاصل قطعا فلا سقوط الا للتقیید العرفی اھ ماکتبت علیہ ثم رأیت الامام ابابکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید الکرمانی ذکرہ فی جواھر الفتاوی کتاب الایمان الباب الثانی فتاوی الامام جمال الدین البزدوی فرأیتہ افاد فوائد منہا التعلیل بدلالۃ الحال ملحقا لہ بمسألۃ تحلیف الوالی لیعلمنہ بکل داعر ومنہا ان التقیید بالانکار فی صورۃ الاقرار ومنہا ان فی سقوط الیمین بظھور الشھود خلافا وان الفتوی علی السقوط وھذا نصہ رحمہ اللہ تعالٰی رجل ادعی علی اٰخر کذا مناحطۃ فانکر المدعی علیہ فحلف المدعی بطلاق امرأتہ ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفہ علی ذلک ثم ان المدعی علیہ اقر بما ادعی استغنی عن الیمین ویکون بارا فی یمینہ لان الحلف علی ان یحلفہ مادام منکرا فاذا اقر فات الانکار ولیس ھذا کما لو قال لا شربن الماء الذی فی ھذا الکوز فاریق الماء انہ یحنث لان الیمین ھناک علی الشراب ولم یشرب بہ وھھنا الیمین علی الانکار ولم یبق الانکار فلم تبق الیمین وصار کانہ حلف مع السلطان ان لم یعلم بکل داعر دخل المدینۃ ثم عزل السلطان سقط یمینہ لانہ حلف علی ان یعلمہ مادام ھو الوالی فی البلد فکذلک ھنا بدلیل انہ لوحملہ الی القاضی لایحلفہ فلا فائدۃ فی حملہ الی القاضی ھکذا ذکر[1] وھذا الجواب یوافق قول القاضی ابی الھیثم ویخالف قول القاضی الامام الصاعدی فانہ ذکر فی فتاواہ ھذہ المسألۃ الا انہ وضع المسألۃ ھکذا ذکر مکان اعتراف المدعی علیہ انہ ظھر لہ شھود وقال القاضی الامام ابوالھیثم سقط یمینہ وقال الصاعدی لایسقط بل یقع طلاقہ فاذا جواب شیخنا جمال الدین وافق جواب القاضی ابی الھیثم وھو الصحیح وعلیہ الفتوی اھ (۳) مدیون را سوگند داد فلاں روز حق من دہی و دستم نگیری و بے دستوری من بیروں نہ روی باز مدیون ہمیں روز دینش داد و دستش نگرفت و بے دستوری او بیروں رفت حانث نشود کہ ایں یمین عرفاً مقید ست بحال قیام دیں در ردالمحتار ست فی البزازیۃ حلفہ لیوفین حقہ یوم کذا ولیأخذن بیدہ ولاینصرف بلا اذنہ فاوفاہ الیوم ولم یاخذ بیدہ وانصرف بلا اذنہ لایحنث لان المقصود ھو الایفاء اھ قلت وقد تقدم ان الایمان مبنیۃ

[1] قولہ ھکذا ذکر ای الامام جمال الدین البزدوی ومن ھھنا الی اٰخر ما نقلنا کلام الامام الکرمانی جامع تلک الفتاوی ۱۲ منہ

علی الالفاظ لا علی الاغراض وھذا المقصود غیر ملفوظ لکن قدمنا ان العرف یصلح مخصصا وھٰکذا ذلک فان العرف یخصص ذلک بحال قیام الدین قبل الایفاء ویوضحہ ایضا ما یأتی قریبا عن التبیین اھ ما فی الشامی ا **قول** والذی یظھر للعبد الضعیف ان ھنا ثلث ایمان فالاخیرۃ متقیدۃ بنفس لفظ الاذن کما تقدم والاولی کانت موقتۃ والممتنع الایفاء فی ذلک الوقت لحصولہ قبلہ فسقطت لعدم تصور البر ثم رأیتھم بہ علّلوہ وللہ الحمد اما الثانیۃ فمجاز عن الایفاء ای لیعطینا لوفاء دینہ اذ من المعلوم قطعا ان لیس المراد خصوص اخذ العضو وھی مطلقۃ وقد بر فیھا اذا وفی وان فرضت لوقتہ بالتوقیت المذکور فقد سقطت ایضا وھذا معنی قولہ لو جیز لان المقصود ھو الایفاء فلیس ھنا مدخل اصلا للتخصیص بدلالۃ الحال واللہ تعالٰی اعلم بحقیقۃ الحال ولیس فیما اتی بہ بعد عن التبیین الا ان الیمین تتقید بمقصود الحالف ولھذا تتقید بالصفۃ الحاملۃ علی الیمین وان کانت فی الحاضر علی ما بینا من قبل اھ ولا کلام فیہ انما الکلام فی حصول التخصیص ھنا ثم کلام التبیین فی صفۃ ملفوظۃ کلا یکلم عبد فلان وتریدون ھھنا اثبات غیر الملفوظ فلا یوضحہ ما فی التبیین وغایۃ ما یقال ان المعنی لیوفین یوم کذا ان لم یوف قبلہ فھذا التقیید بدلالۃ الحال ھو المقصود الغیر الملفوظ فیکون الاولی مبرورۃ ساقطۃ واللہ تعالٰی اعلم وچوں دریں مثال در دلالت حال مجال مقال وسیع آمد مثالے دگر جالیش بنشانیم دائن حلف گرفت کہ روئے از من نپوشی ومعنی ایں پیمان آن ست کہ ہرگاہ تراطلبم وتو بر طلب من مطلع شوی ظاہر گردی ورنہ فرو رو پوشی مدیون در غیر آں طلب دائن یا بے اطلاع بر طلب دائن موجب حنث نیست گو از ترس دائن باش چنانکہ بخوف او رخ پوشاں ببازار رفتن زیراکہ ایں روئے پوشیدن بخیال ست نہ ازو وسوگند بریں بود نہ براں ایں یمین بدلالت حال مقید ست بزمان بقائے دین تا آنکہ اگر وہ دائن بوند وہ دین یکے ادا شد یمین در حق او منتہی گشت در وجیز کردری فصل ۱۸ فی قضاء الدین فرمود حلف الدائن المدیون کہ از من رونپوشی ولم یوقت فکل وقت طلبہ وعلم بہ ولم یظھر لہ حنث وان دخل السوق متواریا لایحنث وان طلبہ ولم یعلم بہ ولم یظھر الوجہ لایحنث ولو کان حین حلف بھذا الوجہ رب الدین اثنین فقضی لاحدھما انتھی الیمین فی حقہ در مسئلہ دائرہ نیز حال دال ست کہ غرض مالکین ہمیں اجرائے سیر وتباعد از زریت و مساکنت او وسزا دادنش بدوری از خانہ وخوان خود ست پس متقید باشد بزمان بقائے ایں مقاصد چوں پدر خود بستی ترک مہاجرت گفتہ او سزا انتقام درگزشت یمین منتہی گشت چنانکہ در فروع مذکورہ چوں بعزم

سلطان واقرار مدیون وظہور گواہان واداے دیون آں اغراض نماند سوگند نماند **اقول اولاً** فرق ست میان انتفائے مقصود وانعدام قصد در فروع مستشہدہ افعال محلوف علیہا خود از ثمرات مخصوصہ تہی شدہ است چوں والی معزول شد اطلاع او بر آمدن مفسد در شہر چہ سود دہد ومقصود از بردن منکر پیش قاضی وحلف از وخواستن آں بود کہ قاضی اورا برحلف مجبور کند وبر مقر حلف نتواں نہاد پس تحلیف صورت نہ بندد وطلب حلف مسموع نشود وچوں بر دعوی مدعی گواہان عادل شرعی باشند نیز از منکر حلف نگیرند وہیچ گواہاں داشتن وباز کار بر زبان صاحب انکار گزاشتن حق خود را در خطر افگندن ست کہ خلاف مقصود ست پس بہر وجہ ثمرہ مطلوبہ مفقود ست وبعد ادائے دین باروئے مدیون چہ کار ماندہ است کہ پوشیدن ونمودن ثمرہ دہد ومقصود زن حصول انس بمصالحت شوہر ومنع وحشت بوحدت ست وایں بعد زوال زوجیت میسر نیست زن مرد اجنبی را نگوید کہ بامن باش وجدا مشو بخلاف صورت دائرہ کہ بخانہ نگزاشتن ہمچناں مثمر دوری وہجران وسزائے ناشکری وکفران ست مگر حالف حالا زیں قصد برگشتہ است پس ایں نیست کہ آنکار ثمرہ نیارد بلکہ خود او خواہش آں ثمرہ ندارد بالجملہ از نماندن مقصود تا مقصود نماندن مقصود فرق عظیم ست ایں دوم زنہار مبطل یمین نتواں شد ورنہ ہماں مفاسد لازم آید کہ در جواب شبہہ چہارم یاد کردیم حلفہائے مبتنی بر خشم وغضب بعد فرو شدن خشم خود بخود بر باد رود وہیچ جزا یا کفارہ لازم نشود کہ بعد زوال غضب آں ثمرات را خواہش نمی ماند بلکہ لبسا اوقات نادم می شود ودلیل قاطع بر بطلان آں احادیث کثیرہ عدیدہ صحیحہ سدیدہ حنث بسرحد استفاضہ کشیدہ ست کہ فرمودہ اند صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیرا منھا فأت الذی ھو خیر وکفر عن یمینک چوں سوگندے خوری باز بینی کہ غیر او ازاں بہتر ست پس آں بہتر را بجا آر وسوگندت را کفارہ گزار رواہ البخاری ومسلم عن سمرۃ بن جندب واحمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ والنسائی وابن ماجۃ عن عوف ابن مالک عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنھم وعبدالرزاق عن ابن سیرین مرسلا وابوبکر بن شیبۃ والبیھقی عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ وفرمودند صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی واللہ ان شاء اللہ لااحلف علی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا کفرت عن یمینی واتیت الذی ھو خیر بخدا اگر خدا خواہد سوگندے کہ خورم باز غیر او بہتر از و بینم ہماں بہتر را پیش نہم وسوگند را کفارہ دہم رواہ احمد وعبدالرزاق والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی موسی الاشعری والطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیھقی عن ابی الدرداء والحاکم عن ام المؤمنین الصدیقۃ والطبرانی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنھم وعبدالرزاق عن ام المؤمنین عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنھما من قولہ وعبدالرزاق وابن ابی شیبۃ وابناء حمید وجریر والمنذر وابو الشیخ

والبیھقی عن امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بمعناہ وفی الباب غیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم و فرمودند صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ لان یلج احدکم بیمینہ فی اھلہ اٰثم لہ عند اللہ من ان یعطی کفارتہ التی افترض اللہ علیہ یعنی اگر کسے دربارہ اہل خود براید او اضرار ایشاں سوگند خورد پس بخدا کہ باصرار او برابرار او باضرار شاں گناہگار تر باشد نزد خدا ازینکہ سوگند و کفارہ اش کہ خدائے مقرر فرمودہ ست ادا کند رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ پیداست کہ ہیں فعل اختیاری ست و فعل اختیاری را از قصد غلبہ چارہ نے وچوں غیرا ورا اخیر یا بد رائے برگردد واں قصد نماند پس یمین ببطلان قصد باطل شدے کفارہ چرا ثانیاً بانتفائے مقصود نیز مطلقاً بطلان بتین البطلان ست اگر یمین مطلقہ آرد کہ فلاں را ز ند بکشد یا پیش حاکم برد یا چناں خوراند یا پوشاند یا خلعت پوشاند یا خبرے خوش یا بد رساند الی غیر ذلک مما یختص بالحیاۃ عرفاً ونکرد تا آنکہ فلاں مُرد یقیناً حانث شود وکفارہ دہد اگر یمین بطلاق وعتاق بود فرود آید با آنکہ آں جملہ مقاصد بمرگش مردود درہم خورد وکل ذلک واضح جلی وعلیہ فروع جمۃ فی کتب المذھب و درخانیہ وکبری ومحیط وتجنیس وخلاصہ وبزازیہ وہندیہ وغیرہاست رجل تشاجر مع اخیہا اختہ فقال لھما بالفارسیۃ اگر من شمارا بکون خراند رنکنم تکلموا فی ذلک والصحیح انہ یراد بھذا القھر والغلبۃ فلا یحنث حتی یموتا او یموت الحالف اھ ھذا لفظ الخانیۃ فی الایمان ولفظھا فی الطلاق قال بعضھم لایحنث ماداموا فی الاحیاء وقال بعضھم یحنث فی الحال لانہ عاجز عن ذلک ظاھرا الاان ینوی بذلک القھر والتضییق علیھما فلا یحنث ماداموا فی الاحیاء فان مات الحالف او احد الاخوین قبل ان یفعل ذلک حنث وعلیہ الاعتماد اھ وقال فی الکبری وغیرھا وعلیہ الفتوی وچوں دلالت حال را با ایں شبہ کارے نماند از تنقیح مسئلہ اش آئندہ سخن رانیم ان شاء اللہ تعالٰی **شبہہ سادسہ** مبنائے یمین بر استحقاق پسر مر انتقام را ست پس بدلالۃ حال تقیید شود بزمان بقائے آں استحقاق چنانکہ از علمائے متاخرین علامہ سائحانی در یک مسئلہ استظہار کردہ ست ورد المحتار ست **تنبیہ** رأیت بخط شیخ مشائخنا السائحانی عند قول الشارح لو حلف ان یجزہ الخ ھذا یفید ان من حلف ان یشتکی فلانا ثم تصالحا وزال قصد الاضرار واختشی علیہ من الشکایۃ یسقط الیمین لانہ مقید فی المعنی بدوام حالۃ استحقاق الانتقام کما ظھرلی اھ فتأملہ **اقول** ایں علامہ متاخر نیز ایں حکم در ہیچ کتاب سلف تا خلف اصلاً نیافت محض رائے اوست کہ فرمود کما ظھرلی چنانکہ مرا ظاہر شدہ ست و علامہ شامی نیز بروے اعتماد نکرد کہ می فرماید فتأملہ ایں را تامل کن وایں خود سخنے تازہ نیست صدر کلامش بزوال قصد تمسک کردہ وحالش در جواب شبہہ پنجم وچہارم شنیدی واستنباط از فروع درہم مسائل ولالت حال خواست وفرق انعدام قصد

وبقائے مقصود بالا مزید علیہ دیدی وآخر سخنش بہ حالت استحقاق انتقام حوالت نمود وایں ہماں صفت واعیہ است کہ حاصلش بجواب شبہہ سوم شنیدی باز قصۂ سیدنا ایوب علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام زوال قصد واستحقاق انتقام ہردو را جواب شافی ووافی ست چنانکہ در رد شبہہ چہارم دیدی بالجملہ از جواب شبہۂ ثالثہ تا اینجا ہرچہ گفتہ ایم ہمہ بریں سخن متوجہ است اگر نبودے کہ ایں سخن بخط عالمے برہامش کتابے نوشتہ یافتند حاجت بہ افراز او نبود وبقطع نظر از جملہ کلام سابق جوابے تازہ گوئیم کہ تقیید باستحقاق انتقام را اساغی نگزارد **فاقول** وباللہ التوفیق

اولاً زید کہ سوگند می خورد کہ شکایت عمرو پیش حاکم بردباز مصالحت میکنند آیا عمرو بواقع جرمے وستمے بحق زید کردہ بود یا زید حسب عادت بسیارے از مردمان مردم آزار خودش ظالم بود وخود شکایتش می خواست بر تقدیر دوم استحقاق انتقام از سر نبود تقیید یمین بزمان انتقامش چہ معنی وبر تقدیر اول آنچہ بمصالحت زائل می شود قصد انتقام ست نہ استحقاق او کہ بصلح جرم وستم کردہ ناکردہ نشود پس یمین چرا منتہی گردد اگر برجوع مجرم استحقاق انتقام برطرف شدے بایستے کہ عفو وتجاوز از تائب نہ عفو بودے نہ تجاوز بلکہ از ظلم او را باز داشتن وھو باطل قطعا ولہذا نزد اہلسنت قبول توبہ واجب اصلی نیست تا آنکہ نزد ائمہ ماتریدیہ باآنکہ تعذیب مطیع را محال عقلی دانند در شرح مقاصد فرماید اما قبول التوبۃ فلا یجب عندنا اذلا وجوب علی اللہ تعالٰی باز دلیل معتزلہ آوردہ فرمود اکثر المقدمات من خرافات بل وبما یدل علی القطع بان من اساء الی غیرہ وانتھک حرماتہ ثم جاء معتذرا لایجب فی حکم العقل قبول اعتذارہ بل الخیرۃ الی ذلک الغیران شاء صفح وان شاء جازاہ علی قاری در شرح فقہ اکبر گوید قبول التوبۃ وھو اسقاط عقوبۃ الذنب عن التائب غیر واجب علی اللہ تعالٰی عقلا بل کان ذلک منہ فضلا خلافا للمعتزلۃ پس بمصالحت سقوط یمین را وجہے نیست **ثانیاً** علما مسئلہ شکایت را یک جزئیہ نوشتہ اند زن را گفت اگر ہر بدی وشناعتے کہ در دنیا است از تو پیش برادرت نگویم پس تو طلاق اینجا تصریح فرمودہ اند کہ تا انواع بدیہا کہ در ملکینگاہ ودزداں ومکاراں وخونریزاں می باشد از زن ببرادرش نگوید از سوگند بر نیاید واقل انہا سہ نوع بدی ست وہرگز نگفتند کہ چوں قصد انتقام یا استحقاق آورد وباہم آشتی کنند یمین منتہی شود باآنکہ تصریح نمودہ اند کہ بابرار ایں سوگند بزہ کار شود وازیں گناہ توبہ را فرمودہ اند کہ بعد شکایت بہ برادر گوید ایں ہمہ از جہت سوگند پیش گفتم ورنہ زن ازینہا مبرا است اگر پیش از شکایت او را خبر دہد کہ حفظ سوگند را چیزہائے بے اصل بتو خواہم گفت سود ندہد کہ بعد ایں سخن بر بدی کہ گوید بہ بدی نسبت کردہ زن نبود در خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وغیرہا ست رجل قال لامرأتہ ان لم اقل ھنالک اختک بکل قبیح فی الدنیا فانت طالق قالوا ان قال مع اخیہا عنہا بما ھو من اخلاق اللئام واللصوص

والمخادعين والقاتلين يصير بارا في يمينه ويأثم بذلك ويمينه هذه تقع على الكثير من ذلك واقله ثلثة انواع من القبح وقال الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالٰى ينبغي للحالف ان يقول عند الاثم بعد ما قال من القبائح انما قلت ذلك لاجل اليمين وهي بريئة عن ذلك فيكون هذا الكلام توبة منه عما قال فيما يكون بارا درنوازل وتاتارخانیہ وہندیہ ست ولو قال له قبل ذلك لايجوز لانه لايكون بعد ذلك قول قبيح نظر کنید ایں جا یک پہلو گناہ بود و دگر سو طلاق وایں مبغوض ست وآں مغضوب وآشتی محبوب وشرعاً مطلوب اگر کار رہا کشود سے بما رأیتمونی بهون بہو واجب بودے کہ زن وشوئے بہم آمیزند واز سر جنگ وپرخاش برخیزند تا از مبغوض ومغضوب ہر دو پرہیز نداما نگفتند وایں راہ آساں نرفتند پس روشن وعیاں شد کہ آشتی رافع یمین نتواں شد وخود علامہ را ایں جا اطمینان نفس نبود کہ می گوید واخشی عليه من التكاية اگر یمین بدلالت حال متقید ببقائے سزاواری سزا شدے وبعد صلح آں سزاواری نماندے زوال یمین واجب بودے گو از شکایت ترس آزارے مباش مگر علامہ خواست کہ سقوط یمین را عذرے پدید آرد وپیداست کہ سوگند پروائے سود وزیاں کسے ندارد اگر زید سوگند خورد کہ زد اعمر درا خواہد گشت بے گناہے عمرو شفیع سقوط حلف نگردد بلکہ بر زید فرض بود کہ سوگند شکند وکفارہ ادا کند وباللّٰہ التوفیق **شبہہ سابعہ** بخانہ گزاشتن دوگونہ است موافقہ کہ برضائے پدر باشد ومخالفہ کہ بے رضائے او وشک نیست کہ حال برارادۂ قسم دوم دال ست یعنی خلاف مرضی من بخانہ نگزاری وایں جا واقع قسم اول ست پس شرط حنث متحقق نشد **اقول اولاً** زید برفتن زن بخانہ عمرو راضی نباشد زن را باز دارد وسر نہد گو بداں ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا آیا ہیچ شنیدہ کہ حنث دریں یمین موقوف برعدم رضائے زید ماند تا آنکہ اگر زید گاہے خود بہ راضی شدہ زن را دستوری دہد باز بدخول طلاق نیفتد حاشا بلکہ تا حیات زن وشوایں تعلیق ہیچ گاہ زوال پذیر نیست تا بحصول شرط نزول جزا نشود تا آنکہ اگر زید زن رایک طلاق دہد وبگزارد کہ عدت بگزرد وباز زن دراں خانہ پائے نہد جزا فرود آید ومحل ندیدہ رائگاں رود کہ زید بلا تحلیل اورا باز نے تواں گرفت پس ازاں لن بر قدر خواہد برضائے زید یا بے رضائے او بآں خانہ رود طلاق نشود کہ یمین بیکبار منحل شد کما تقدم عن السراجية والهندية **ثانیاً** اگر سوگندہا کہ برامور نامرضیہ حالفت باشد متقید بعدم رضا شود ان خرجت فانت طالق بعینہ نہد ان خرجت الا باذني او برضائي فانت طالق بود ایں خلاف اجماع وتصریحات جملہ کتب ست **ثالثاً** حل آں ست کہ دلالت حال برآں ست کہ ایں کار خلاف مرضی حالف ست نہ برآں کہ منع تا خلاف مرضی ماندن ست دراینجو مقام خشم تا بحد توسط باشد انسان را تصور

عواقب باز ندارد خودش داند کہ گنجائش رضا و زوال غضب باقی ست آنگاہ احتمال تعلیق شدید را متقید باذن میکنند کہ بے دستوری من چناں نکنی وچوں خشم بمنتہی رسید رضا در وقتے آئندہ را خیال ہم پیرامون خاطرش نمی گردد حکم موید می کند پس تخصیص وتقیید مراد بودن درکنار غالبًا جز تعمیم وتابید تصورے ہم بذہن نمی باشد ولہذا متقید باذن وغیرہ نمیکند پس معنی سخن آں نباشد کہ بجانہ گزاشتن تا خلاف مرضی من ست نکنی بلکہ مفہوم آنست کہ بجانہ گزاشتن خلاف مرضی من ست زنہار نکنی وبریں تقدیر گو آئندہ مطابق مرضیش شود حکم مرتفع نشود کہ خلاف مرضی آنوقت بود نہ مرضی موہوم آئندہ وہرگاہ کند قطعًا خلاف مرضی وقت دیگر را خلاف مفہوم مباش پس شرط حنث متحقق ست

رابعًا اگر ازیں تدقیق گزریم غایت آنکہ ہر دو معنی محتمل باشد و در تقیید بدلالت حال شک نیست اما آنجا کہ در تقیید بدلالت حال شک نیست امر محتمل صالح تقیید نتواں شد کہ اطلاق لفظ یقینی ست والیقین لایزول بالشك ولہذا اگر زن شوئے را گفت تو بر من زنے گرفتہ شوئے گفت ہر زن کہ مراہست مطلقہ است ایں زن نیز طلاق شود اگرچہ بظاہر مقصود مرد ارضائے ایں زن می نماید کہ اگر زنے جز تو گرفتہ ام اور اطلاق ست فاما محتمل کہ مقصود سزائے زن بود کہ چرا در حلال بر من خوردہ گرفتی و دلالت محتملہ بسندہ نیست آرے اگر نیت غیرش کردہ ست دیانۃً صحیح باشد در ہدایہ ارشاد میرود واذا قالت المرأۃ لزوجھا تزوجت علی فقال کل امرأۃ لی طالق ثلثا طلقت ھذہ التی حلفتہ فی القضاء وجہہ الظاھر عموم الکلام وقد یکون غرضہ ایحاشہا حین اعترضت علیہ فیما احلہ الشرع ومع التردد لایصلح مقیدا وان نوی غیرھا یصدق دیانۃ لاقضاء لانہ تخصیص العام ۱ھ باختصار ایں قدر بسندہ بود فامّا توضیح مرام وزیارت افادت را مثالے چند ازیں پہلو نیز برخوانیم کہ دلالت حال بجال احتمال معتبر نہ داشتہ اند

(۱) ہمیں مثال ہدایہ (۲) آنکہ گزشت کہ اگر بر خروج زن یا بندہ مطلقا سوگند خورد بے تقیید باذن متقید بزمان بقائے ملک نباشد **اقول** زیرا کہ تمکین کہ نزد بندہ یا زن اورا ازے بود کہ بہ بروں شدن بردل افتد وحفاظی وکوچہ گردی زن اہل غیرت را ابد بینونت نیز موجب عار شود مرد ماں گویند ایں زن فلاں ست اگر اطلاق بلحاظ ماکان ست بلکہ نخواہند کہ ہمخوابہ خود بعد فراق نیز بکنار دیگرے رود پس از جدائی ہم از آنگاہ دارند وتکفل نفقہ اش کنند باز تصدیق ایں معنی در حدیث یافتم عبدالرزاق در مصنفہ خود گوید **انبأنا** معمر عن الزھری قال سأل رجل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال الرجل یجد مع امرأتہ رجلا یقتلہ فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاتسمعون الی مایقول سیدکم قالوا لا تلمہ یارسول اللہ فانہ رجل غیور واللہ ماتزوج امرأۃ قط الابکرا ولا طلق امرأۃ قط فاستطاع احد منا ان یتزوجھا فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یابی اللہ الابالبینۃ

اھ قلت والسائل ھو سیدنا سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولہٰذا سہ طلاق دفعۃً کہ گناہ بود و بتفریق از مبغوض شرعی بے حاجت شرعی اکثار بود تازیانۂ تحلیل مقرر فرمودہ اند و برمجبرِ نکاح کفایت نمودہ تا باہم شہد ہمد گر نچشند حکمتش ہماں ست کہ غیر تمنداں از تثلیث طلاق باز مانند تا بہ تیس مستعار طوق عار نشود والعیاذ باللہ تعالٰی بخلاف آنکہ بے اذن من بیروں نرود کہ ولایت اذن بانتہائے ملک منتہی شود (۳) آنکہ گزشت کہ بے اذن زن زنے نکنم مقید ببقائے زوجیت نباشد **اقول** ازاں رو کہ مقصود غم نرسانیدن ست بزن و بارہا باشد کہ بعد فراق نیز زناں بتزوج شوہر بزنے دیگر غمگین شوند ایام خود یاد می آید و بجائے خود نشستن دیگرے رنج می رساند بخلاف آنکہ بے اذن زن بیروں نرود ایں متقید شود چنانکہ وجہش بالا نبشتیم (۴) زن را بامردے بیگانہ چانہ زناں دید سوگند خورد کہ اگر باز بامرد بیگانہ چانہ زنی رسن زنی از گلو فگنی و سجانۂ نوچہ نوکرست کہ باذن مرد آمد و رفت دارد و زن او را کارہائے خانگی میفرماید نیز پسر آں عم و عمہ و خالۂ زن یا برادران مرد برضائے مرد می آیند یا خود درہمیں خانہ می مانند و بازن ہمسخن می شوند مرد بایں ہمہ راضی ست بایں ہمہ اینہا بدلالت حال مستثنٰی نشوند و زن بعد سوگند اگر باآں نوکر یا ایں قریباں سخن گوید طلاقہ شود در جواہر الفتاوٰی باب چہارم فتاوی امام مفتی الجن والانس نجم الدین عمر نسفی قدس سرہ الصفی ست رجل رأی امرأتہ تتکلم اجنبیا فقال اگر پیش تو بامرد بیگانہ سخن گوئی فانت طالق فکلمت تلمیذ الزوج الیس من محارمھا اوکلمت رجلا فی ھذہ الدار بینھما معرفۃ ولکن لامحرمیۃ بینھما اوکلمھا رجل من ذوی الارحام ولیس من محارمھا فانہ یقع الطلاق **اقول** زیراکہ محتمل ست کہ مرد باعتماد زن پیش ازیں روا دار اینہا بود چوں دید کہ با اجنبی محض ہم سخن می شود سینش تنگ کشید و بانامحرم سخن گفتن مطلقاً منع کرد پس اطلاق لفظ را تقییدے متوقن متعین نشد وباللہ التوفیق **شبہہ ثامنہ** ازیں ہم در گزشتیم آخر کم نہ ازاں کہ موافقہ و مخالفہ دو نوع تخلیہ ست و ارادۂ یک نوع تخصیص عام ست کما حققہ فی الفتح و نیت تخصیص عام دیانۃً مقبول ست کما مر انفا عن الھدایۃ گو قضاءً پذیرا مباش و زن نیز بروا عتبار نتواں کرد لان المرأۃ کالقاضی کما فی التبیین والفتح والشامی پس اگر نیت ایں خصوص کردہ باشد باید کہ عنداللہ حانث نشود در فتوی التفات بایں قید می بایست لان المفتی بالدیانۃ یفتی کما فی التنویر وغیرہ **اقول** خیرست دیانۃً نیز ایں نیت کارند ہد موافقہ و مخالفہ دو نوع تخلیہ نیست بلکہ دو وصف او و نیت وصفی خاص غیر مذکور معتبر نشود چنانکہ نسبت مردے استادہ سوگند خورد کہ بایں مرد سخن نگویم و آرزو کند کہ بایں مرد ستادہ ایں نیت لغو باشد آرے اگر گوید بایں مرد ستادہ سخن نزند و نیت تخصیص بوقت قیامش کند دیانۃً معتبر ست نہ قضاءً کہ وصف در حاضر لغوست و صفت قیام داعی ترک کلام نیست ہمچناں اگر سوگند خورد کہ

۱۲ اقول والاولٰی فی کلمت رجلا لان الاجنبی لاکلام ممکن غیرھا اذالمعنی غیرھا منہ غفرلہ (م)

زن نکند ومراد زن ہاشمیہ یا ترکیہ یا عربیہ یا نسب دارد یا نیت معتبرست کہ ایں یک نوع زن ست واگر زن مکیہ یا ہندیہ یا عربیہ بالسکنیٰ نیت کرد معتبر نیست کہ ایں صفت زن ست وصفت بے ذکر محتمل عموم نیست آن ست در فتح القدیر فرمود حلف لایسکن دار فلان وقال عنیت بالاجر لایصح حتی لو سکنها بغیر اجر حنث بخلاف مالو حلف لایسکن دارا اشتراها فلان وعنی اشتراها لنفسه فانه یصدق لانه احد نوع الشراء لانه متنوع الی مایوجب الملك للمشتری ومایوجبه لغیره فتصح نیة احد النوعین بخلاف السکنی لانها لاتتنوع لانها لیست الا الکینونة فی الدار علی وجه القرار وانما تختلف بالصفة ولا یصح تخصیص الصفة لانها لم تذکر بخلاف الجنس وکذا لوحلف لایتزوج امرأة ولو نوی کوفیة او بصریة لا یصح لانه تخصیص الصفة ولو نوی حبشیة اوعربیة صحت فیما بینه وبین الله تعالٰی لانه تخصیص فی الجنس لان الاختلاف بالنسبة الی الاباء اختلاف بالجنس وبالنسبة الی البلاد اختلاف بالصفة اھ مختصرا **شبہہ تاسعہ** ترک گاہے بمعنی ابقا آید قال الله تعالٰی وترکنا علیه فی الاٰخرین سلٰم علٰی نوح فی العٰلمین ای ابقینا له ثناء جمیلا کما فی مجمع البحار وغیرہ والبقا وجودی ست کہ بقا وجودی ست ا **قول** ابقا کہ حی قیوم عزجلالہ میکند عند المحققین وجودی باشد اما بناء علی مذہب امام اہلسنت القاضی ابی بکر الباقلانی والامامین امام الحرمین والرازی ان البقاء عین الوجود لاامر زائد علیه فالابقاء ھو الایجاد واما بناء علی مذہب ائمة الکشف والشہود من تجدد الامثال فی کل شیئ حتی الجواھر فیکون الابقاء ایجاد الامثال کل حین ولہذا چنانکہ اطلاق باری وخالق برغیراو سبحٰنہ نیست اطلاق قیوم نیز نتواں شد بلکہ علما بروتکفیر کردہ اند در مجمع الانہر فرمود اذا وصف الله بمالایلیق به او نسبه الی الجہل او العجز او النقص او اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر اینجا احتیاط عظیم باید کہ بعض مردم بایں مبتلا شدہ اند والعیاذ بالله تعالٰی بالجملہ اینست بقائے الٰہی عزجلالہ فاما آنچہ از بشر ست جز ترک ازالہ نیست ولہذا اگر زرے درکیسہ نہاد وزن راگفت اگر چیزے ازو تا صبح باقی مانی طلاق باشی۔ زن ہیچ خرچ نکرد یا برخے بصرف آورد وبرخے باقی داشت طالقہ شود وآں نیست مگر بہ ابقا واز زن نیاید مگر عدم انفاق پس بقا نبود مگر ہمیں عدم واگر فعلے بودے وزن خودراں زرکارے نکردہ است تا آنکہ درکیس نہادن ہم بدست شوہر بود حنث نشدے ہمچناں اگر زید بدست عمرو چیزے بہ بیع فاسد فروخت قاضی مطلع شدہ برافروخت وگفت اگرامروز ایں بیع شمارا باقی مانم فکذا آفتاب فرورفت وقاضی حکم فسخ نہ کرد حانث شود پس ابقا نبود

مگر عدم فسخ واگر فعلے بودے و قاضی خود متعلق آں ہیچ کارے نکردہ است حانث نبودے پس ظاہر شد کہ ابقائے بشری جز ترک ازالہ نیست اگر گوئی ابقا بفعل ہم تواں شد مثلاً زید را بخانہ آورد و بزنجیر بست ایں بستن کہ فعل ابقا باشد **اقول** ایں فعل خود ابقا نیست بلکہ مستلزم اوست کہ منع زوال ترک ازالہ است مع شئی زائد اگر گوئی در انتفائے ترک بر منع بالقول اکتفا کردہ اند کما تقدم پس اگر زید را بست وبزبان میگوید بروں شو باید کہ ترک متحقق نشود کہ نافیش موجود ست وابقا یقینا حاصل پس غیر ترک باشد **اقول** بالا دانستی کہ اصل منع بقدر قدرت ست و بمجرد نہی ہنگام تعسرش بسندہ کنند پس آنکہ اخراج تواں ست و بر بروں شو اکتفا کرد تارک باشد چہ جائے آنکہ منع خروج بفعل کرد از و مجرد بروں شو کہ صراحۃً ہزل واستہزا بلکہ گوئیا لفظ بے معنی است چہ کار آید پس ابقا بحصول ترک حاصل ست و بستن امر زائد **شبہہ عاشرہ** سلمنا کہ ترک را عدم امر بخروج بس ست فاما امر بعدم خروج نیز از وجوہ اوست پس ترک دو نوع شد و زیادت معنی در نوع خود تقضیہ نوعیت ست پس حالف اگر بواقع ارادہ نوع اقوی کردہ باشد باید کہ دیانۃً معتبر شود گو پیش زن وسائر ناس مقبول مباش **اقول** عدم امر بخروج وامر بعدم خروج متقابل نیست کہ اول در ثانی موجود ست و قسیم قسیم تواں شد آرے سکوت مطلق وتکلم باجنبی وتکلم بمنافی ہر سہ از وجوہ تحقق اوست فاما انواعش نتواں شد کہ تکلم وجودی ست نوعے از عدم چساں باشد پس مصداقش نیست مگر ہماں عدم امر بخروج و در سکوت محض چیزے با او نیست و در تکلمات مقارن بکلام ست و شئے بمقارنات متنوع نشود و قاطع شغب آنست کہ در جملہ مسائل ترک کہ بالا گزشت علما ازیں احتمال کہ مراد از وتکلم بمنافی مراد باشد اصلا خبر ندادہ اند پس روشن شد کہ او را مساغ نیست ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق الحمد للہ سخن بمنتہی رسید و دریں مسئلہ نازلہ ابانت علل وسد خلل و درء زلل بدرروہ اقصے رد و درضمن او مسائل کثیرہ و فوائد عزیزہ بوضوح پیوست پس بلحاظ تاریخ **الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین** نامش کردن مناسب ست واللہ تعالٰی اعلم

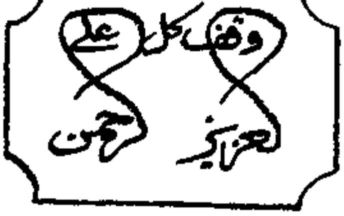
خادم آستانہ علیہ دار الافتا فقیر عبید النبی نواب مرزا قادری برکاتی رضوی غفرلہ ربہ القوی عرضہ دارد کہ اعلٰحضرت شیخنا مجدد الملۃ دام ظلہ العالی پیش ازیں بتاریخ یازدہم محرم شریف ایں سوال را جوابے مختصر نوشتہ ارسال فرمودہ بودند کہ در کتاب الطلاق مرسوم گشت و بوجہ عروض تپ تفصیل را حوالت بر آئندہ فرمودند کہ بتوفیقہ تعالٰی ایں فتوٰی کتاب الایمان ست از مولانا و بالفضل اولٰنا جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی دام بالا یادی بتاریخ ہفدہم ماہ مبارک محرم محترم نامہ دگر بزبان عربی آمد و در سطے او فتوی دیوبندیاں تفصیل را لب بہ استدعا کشادند اینجا بعونہ تعالٰی فتوائے معضلہ پیش ورود ایں نامہ تکمیل یافتہ بود فتوائے دیوبند اگر چیزے بہ دلیل علیل گرایندے جوابش خود اینجا دیدے فاما بتقلید کورانہ جناب

گنگوہی صاحب نہ عبارتے نگاشت نہ بدلیلے چنگ زد ہمیں مجتہدانہ بانگ بے آہنگ زد کہ اصلا توجہ را نشاید آرے لطف جواب سفارشی می شود کہ اوراذکر کنیم تا بینند کہ مفتیان دیوبند چساں در بند دیو جہالت اند کہ سوال ہم نفہمند و جواب مجتہدانہ دہند۔

(نامہ نامی جناب مولٰنا اینست)

الی الجناب المستغنی عن الالقاب بل الالقاب مطروحۃ دون سدۃ الباب مجدد الملۃ والاسلام والدین ناصر المسلمین باعلاء اعلام الدین من عجم اصول الکفرۃ والمبتدعۃ والفسقۃ والمضلین بسط اللہ تعالٰی ظلال فیوضھم علی رؤس المسترشدین الی یوم الدین اما بعد فقد ورد الجواب المستطاب مع المطلوبات من الرسالۃ والکتاب وانکشف الستر والحجاب جزاکم اللہ تعالٰی خیرا الجزاء بتعداد المخلوقات ما ھو فی جو السماء وعلی الارض من الدواب لکن کتب من مدرسۃ دیوبند علی خلاف ذلک فح لابد من الجواب المفصل المزیل للارتیاب لیفتت ترائب المخطی ویدسہ فی التراب ویرتفع الخلاف من البین باجلاب الذین والتجاب وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ والاٰل والاصحاب الی یوم التناد لذوی الخیاب ویوم الریان والشباب لذوی الجنۃ واصحاب الاقتراب العبد المذنب الاواہ الخامل الجانی القاضی غلام گیلانی الشمس آبادی حفظہ اللہ تعالٰی عن ایادی الاعادی۔ سوال فتوائے عین سوال مذکورست وسوال پارسی را بزبان ہندی جواب مجاب چناں

الجواب:- زید جبکہ اپنے پسر سے راضی ہوگیا اور خود اوس کو گھر رکھا تو اوس کی عورت پر اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اگر زید اوسکو نکالتا اور اوسکی زوجہ اوس کو رکھتی تو مطلقہ ہوتی فقط واللہ تعالٰی اعلم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند



درسوال بود اگر بخانہ گزاشتی و در جواب میگوید اوسکو رکھتی مساکین بفہم کہ اینجا در گزاشتن و داشتن تمیز نہ دارند آنہا را گزاشتن بہ کہ داشتن باز حاصل ایں شبہہ ہماں شبہہ اولی ست کہ مرد خود گزاشت نہ زن وایں دون ترین شبہہ پیش پا افتادہ نیز اینجا دماغ دیوبند نیست بلکہ بیچارہ مفتی مخطی از سائل آموخت کہ در عبارت سوال نہ بود راضی شدہ در خانہ گزاشت اینائے باد بود بلے چوں دید کہ گزاشتن و منع نہ کردن بالیقین از زن نیز مستحق ست براہ گریزی گزاشتن را بداشتن بدل کرد تا ایواو جا دادن را بجائے ترک و تخلیہ نشاند وحرام خدا

راحلال کردہ داد دیوبندیت از دیوبندیاں ستاند ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

مسئلہ:- از محلہ بہاری پور بریلی ۲۹ رجب ۱۳۳۸ھ مرسلہ ریاض الدین احمد

کسی سچی بات کے لیے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اوس کا اوٹھا لینا گناہ ہے یا نہیں آپکو تکلیف دینے کی اسوجہ سے ضرورت ہوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے تو قرآن شریف کو اوٹھالے۔ اس کا اسنے جواب دیا کہ میں سچائی پر ہوں لیکن میں قرآن شریف نہیں اوٹھا سکتا ہوں کیونکہ قرآن شریف اوٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے دوسرا فریق کہتا ہے کہ سچا قرآن شریف اوٹھا نا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اوٹھانا گناہ ہے مہربانی فرماکر مطلع فرمائیے کہ دونوں باتوں میں کونسی بات سچی ہے۔

الجواب:- جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اوٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے اور سچی بات پر قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اوٹھا بھی سکتا ہے مگر یہ قسم کو بہت سخت کرتا ہے بلاضرورت خاصہ نہ چاہیے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از برٹس گائنا برارا تیرس ہال ونیج الیسٹ بنک مسئولہ عبدالغفور ۴ ۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر لوگوں نے کلام اللہ کو ہاتھ میں لیکر حلف کیا اپنے پیش امام کی تابعداری کا وہ حلف یمین ہوا یا کہ نہیں اور یا کہ شرک ہوا اللہ تعالٰی کے ساتھ یا گناہ ہوا اور یا کہ ایسا حلف قسم کلام اللہ کا ہوا اور قسم کلام اللہ کا کھانا درست ہے یا کہ نہیں اور جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے اور لوگوں نے حلف کیا ساتھ کلام اللہ کے تو وہ غیر اللہ کا قسم کہا جائیگا یا کیا کہا جائیگا۔ فقط

الجواب:- کلام اللہ اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ہے صفات الٰہیہ نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔ کلام اللہ کی قسم ضرور حلف شرعی ہے لانہ من صفاتہ وقد تعورف الحلف بہ فکان کالحلف بعزتہ وعظمتہ وجلالہ لاکالحلف برحمۃ وجودہ وکرمہ لعدم التعارف وھذا ھو منات الحلف الشرعی کما فی الدرالمختار وغیرہ ہاں مصحف شریف ہاتھ مین لیکر یا اوسپر ہاتھ رکھکر کوئی بات کہنی اگر لفظاً حلف د قسم کے ساتھ نہ ہو حلف شرعی نہ ہوگا مثلاً کہے کہ میں قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں کہ ایسا کروں گا اور پھر نہ کیا تو کفارہ نہ آئے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از شمس آباد کیمل پور مسئولہ غلام گیلانی سہ شنبہ ۱۰ رشعبان ۱۳۳۴ھ

زید حلف خورد کہ من سخانہ برادر خود ہرگز نان نخواہم خورد ورنہ کذا وکذا باشد بعدہ در تقریب شادی مرداں آں زید را بر خوردن نان مجبور کردند او گفت کہ من بگفتہ شما ایں نان را در تصور خوردم (یعنی حقیقۃً نمی خورم

لیکن در تصور خود بخورم و چہ نخوردہ ام اما خوردہ گیر بایدم ایں واقعہ پیش علمائے دیار رفت مگر حکم بحنث داد واستناد او بایں عبارت حاشیہ اصول شاشی در بحث مقتضی بایں الفاظ ست عبارت اصول شاشی ولاتخصیص فی افراد المطلق لان التخصیص یعتمد العموم ولاعموم للمقتضی وعبارت فصول این ست فان قیل فیراد الطعام الموصوف بصفۃ کذا قلنا ھذا اثبات وصف زائد علی المطلق وھو زیادۃ علی قدر الحاجۃ فلا یثبت بطریق الاقتضاء کصفۃ التعمیم وفیہ ایضا کلام قولہ لعل المراد (الی ان قال) قیل انہ لیس من باب العموم بل لحصول المحلوف علیہ فانہ لوتصور للاکل الجزا رابایں حکم حنث در سوال تعلق ست یا نہ اگر حضور پر نور مطلب ایں عبارت مع شواہد و توابع ونظائر در عبارت فارسی مفصل ارقام فرمایند ہر آئنہ رفع حجاب و فتح باب خواہد شد فقط

الجواب الملفوظ

روزے پیش امیر المومنین علی مرتضے کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم یکے گفت کہ فلاں درخواب با مادر آنکس زناء کردہ است۔ امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرمود اورا در آفتاب قائم کردہ سایہ اش را درہ زن از مدعیان علم ہمچو سخن نحیلے بعید است پیدا است کہ ایں نزول جزا را از حصول شرط ناگزیر ست و شرط اکل بود نہ تصور او و بمجرد تصور تحقق اکل بداہۃ مخالفت عقل ہیچ صبی عاقل گمان نتواں برد کہ ہر کہ تصور خوردن کرد حقیقۃ خورد واگر چناں بودے فقر و فاقہ از جہاں برخواستے وحکمت الٰہیہ کہ باختلاف لزوم در رزق ست کہ لو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء معاذ اللہ از ہم پاشیدے وآنکہ از حاشیہ اصول شاشی منقول شد مغنیش آنست کہ در اکلت اقتضائے طعام از جہت تحصیل محلوف علیہ ست زیرا کہ اکل فعل متعدی ست و فعل متعدی بے مفعول بہ صورت نہ بندد واینجا مفعول بہ طعام ست تا آنکہ اگر اکل بے طعام صورت بستے حنث بے او حاصل شدے واذ لیس، فلیس اینجا بر معنی باطل حمل کردن درچہ مرتبہ از جنون ست نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ: از مدر اسمٰعیل صاحب از مقام پکاسن ملک میواڑ محلہ مومنان ۱۶ صفر ۱۳۳۵ھ

چند شخص نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے تو کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے تو اوسکا کاغذ بھی لکھا مگر وہ کاغذ بھی پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگ گئے اون کے واسطے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بیٹی پر روپیہ لینا ناجائز ہے اور قرضدار کے یہاں کھانا کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو وہ بھی ناجائز ہے اور جنہوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ جو ایسا کرے وہ کلمہ شریف اور قرآن شریف

سے پھرے پھر اوس اقرار سے پھر گئے اور وہ کاغذ پھاڑ ڈالا اون میں سے جسکے خیال میں یہ ہو کہ واقعی ایسا کرنے سے قرآن مجید اور کلمۂ طیبہ سے پھر جائیگا اور یہ سمجھ کر ایسا کیا وہ کافر ہو گیا اوسکی عورت نکاح سے نکل گئی نئے سرے سے اسلام لائے اوسکے بعد عورت اگر راضی ہو تو اوس سے دوبارہ نکاح کرے ورنہ مسلمان اوسے قطعاً چھوڑ دیں اوس سے سلام و کلام اوسکی موت و حیات میں شرکت سب حرام اور جو جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ سے پھرنا نہو گا وہ گنہگار ہوا اوسپر قسم کا کفارہ واجب ہے کقولہ ھو بریٔ من اللہ ورسولہ ان فعل کذا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از مولوی ضیاء الاسلام صاحب پیش امام جامع مسجد آگرہ۔ ۵ اربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

فرازندۂ رایت شریعت و مروج احکام فطوت دام عظمتہٗ بعد سلام سنت الاسلام کے واضح رائے عالی ہو کہ براہ کرم جواب بہت جلد روانہ فرمائیے گا از حد ضرورت ہے (۱) ایک جماعت نے متفق ہو کر اور قرآن شریف ہاتھوں پر رکھ کر قسم کھائی کہ ہم سب آدمی اپنی مستورات کو قبریں و تعزیہ و شادی وغیرہ کے خلاف شرع رسوم میں جانے دینگے اور اگر کوئی اسکے خلاف کریگا اوسکے ساتھ کھانے پینے کا تعلق اور حصہ وغیرہ کا لین دین نہ کریں گے اور نہ اوسکے جنازہ میں شریک ہونگے یہ قسم قرآن شریف ہاتھوں میں لیکر کھائی بعد دو روز کے ایک شادی ہوئی تو کچھ لوگوں نے متفق ہو کر اپنی عورتوں کو خود بھیجدیا اور کچھ لوگوں نے قسم کی پابندی کی اب جن لوگوں نے اوس عہد کو توڑدیا وہ لوگ از روئے شرع کس جرم کے مستحق ہیں (۲) یہ جو قسم کھا کر وعدہ خلافی کر گئے ہیں وہ کسی معاملہ میں حکم (پنچ) از روئے شرع ہو سکتے ہیں یا نہیں اور گواہی اون کی درست ہے یا نہیں (۳) جو لوگ اپنی قسم پر قائم ہیں اون کی یہ حقارت کرتے ہیں اور طعنہ زن ہوتے ہیں اوسکے وہ مواخذہ دار ہونگے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب :- وہ شادی جس میں ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو بعد قسم کے بھیجا اگر رسوم خلاف شرع پر مشتمل تھی تو اون پر دوہرا گناہ ہوا ایک ایسی جگہ اپنی عورتوں کو بھیجنے کا دوسرا قسم توڑنے کا واحفظوا ایمانکم وقال تعالیٰ قوا انفسکم واھلیکم نارا اوسپر فرض ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں اور قسم کا کفارہ دیں (۲) اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں تو ایسوں کو نہ حکم بنایا جائے نہ ان کی گواہی سُنی جائے (۳) ضرور مواخذہ دار ہیں اور شدید بلکہ معاملہ شرعی و دینی ہے اس میں عہد الٰہی کو قائم رکھنے والوں کو برا جاننا اور قائم رہنے پر طعنہ کرنا معاذ اللہ اسلام میں فرق آنے کا باعث ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :-

ایک شخص نے کسی سے غصہ میں آکر کہا کہ تیرے مکان کا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے یا کہا کہ تیرے منکے کا پانی حرام ہے تو شرع شریف میں انکا کیا حکم ہے۔

الجواب :- یہ قسم ہے اگر اوسکے ہاں کھانے سے گا یا دوسری صورت میں اوسکے منکے کا

پانی پیے گا قسم کا کفارہ دینا آئیگا پھر اگر اوس سے ترک علاقہ ضرور ہو تو چاہیئے کہ قسم توڑے اور کفارہ ادا کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از ڈاکخانہ راموچکپا کول ضلع چٹاگانگ۔ ۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

کوئی شخص کہے کہ اگر میں تم سے بولوں یا تمہارے مکان جاؤں یا یہ چیز کھاؤں تو میرے حق میں حرام ہے یا صرف یہ کہنا حرام ہے کیا یہ کہنے سے حرام ہو جائیگا اگر حرام ہو تو اس سے بری الذمہ ہونے کی کیا صورت ہے۔

الجواب :- ہاں استحساناً یہ صورت حلف کی ہے اور یمین تحریم حلال ہی ہے اس کہنے کے بعد اگر اوس سے بولا یا گھر گیا یا وہ چیز کھائی تو قسم ٹوٹ جائیگی کفارہ دینا ہوگا ھذا ھو الاستحسان کما فی ش عن النھر والفتح عن المنتقی وما فی الخلاصۃ فالبحر فالدر قیاس والتقدیم للاستحسان واللہ تعالیٰ اعلم

باب النذر

مسئلہ :- سید پرورش علی صاحب از متولی ٹولہ سہسوان ضلع بدایوں۔ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی گائے جنی تو اونھوں نے کہا کہ یہ بچھیا پال کر نھی کو دینگے اب وہ سال بھر کی ہوئی بہت خوب و مرغوب دیکھ کر بے ساختہ کہا کہ اللہ کی نذر کریں گے نھی کو دینا یاد نہ رہا نذر ہوئی یا نہیں خریدار پہلے سات روپے قیمت تجویز کرتے ہیں کہ یہ گائے دس بارہ سیر دودھ کی ہوگی اس کا بدل قربانی کیجیو اگر نذر ہوگئی تو بدل جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کیا کتنا ہوگا۔

الجواب :- حضرت مولنا سید صاحب دامت افضالکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس لفظ سے کہ اللہ کی نذر کریں گے نذر نہ ہوئی محض وعدہ ہوا اور وہ کہنا کہ پال کر نھی کو دینگے اس سے بھی ہبہ نہ ہوا یہ بھی ایک ارادہ کا اظہار تھا مگر اللہ عزوجل سے جو وعدہ کیا اوس سے پھرنا بھی ہرگز نہ چاہیئے قرآن عظیم میں اسپر سخت وعید فرمائی ہے افضل یہ ہے کہ کسی فقیر کو ہبہ کرکے وہ ایک روپے میں اوس سے خرید کر نھی کو دیدی جائے کہ دونوں [illegible] ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ لفظ نذر جس طرح مذکور ہوا قربانی کے لیے خاص نہیں [illegible] کہ اللہ عزوجل کے نام پر قربانی کردیگا تو قربانی ہی واجب ہے بدل نا ممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئولہ عبدالکریم ہاشم لاہ کوٹھی مقام بدامپور ڈاکخانہ رانگک وڈیہ ضلع مان پورم
روز پنجشنبہ تاریخ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

افضل الفضلا عالم یگانہ روزگار جناب مولنا صاحب مدظلہ العالی بعد ادائے آداب و تسلیمات بصد تعظیم و تکریم و ہدیہ سلام مسنون الاسلام معروض خدمت سراپا برکت ہے کہ فدوی نے اپنے کارخانہ لاکہ کوٹھی میں یوم ابتدا کاروبار سے مسلم ارادہ کرلیا تھا کہ کارخانہ مذکور میں جو کچھ نفع ہوگا اوسکے سولہ حصہ میں ایک حصہ خاص جناب سیدنا و مولنا پیر دستگیر غوث الثقلین جناب محی الدین عبدالقادر جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علی مرقدہ وقدس اللہ سرہ کا بطور تبرک نیاز کیا تھا اور ہے اور یوم ابتدا کاروبار سے بھی کہ جمع خرچ میں بھی ایک کنہ وہ جداگانہ نامی اسم گرامی محب صمدان جناب سید محی الدین عبدالقادر صاحب جیلانی قدس اللہ سرہٗ کے نام پاک سے موسوم کیا گیا ہے اور اب زمانہ اوسکا چند سال کا ہوتا ہے کہ روپیہ نفع کا بھی جمع ہوگیا ہے تصدیعہ وہ خدمت کہ وہ روپیہ کن کن مصارف دینی میں خرچ ہوسکتا ہے۔ یوم ابتدا کاروبار آجتک کوئی خاص ارادہ نہیں کیا گیا ہے اور نہ تھا کہ وہ نفع روپیہ فلاں کار خیر میں خرچ کیا جائیگا اب خلاصہ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کی مسجد بے مرمت اور ویران پڑی ہے اور مسلمان یہاں کے بہت غریب ہیں جس سے مرمت کا ہونا دشوار ہے تو ایسی حالت میں جو روپیہ نفع کا ہے اوسکو مصارف مسجد میں کیا جاسکتا ہے کہ نہیں ایسی حالت میں علمائے دین کا کیا اتفاق ہے اور علاوہ اس کے کن کن مصارف میں وہ خرچ کیا جاسکتا ہے۔ برسی ڈاک جواب سے سرفراز فرماویں۔ فقط

الجواب :- نیت کرنے والوں کو مولٰی تعالٰی جزائے خیر دے بہت محمود نیت ہے اور ہر دینی مصرف میں اوسے صرف کرسکتے ہیں مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اسمیں صرف کرنا مقدم ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- مرسلہ محمد ساجد علی شاذلی سلہٹی ضلع تیرپورہ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

ماقولکم دام فیضکم اس مسئلہ میں بشوق حصول مطلوب غائب حاضر ہوتے یا لاولد واسطے فرزند کے یا مریض واسطے شفا کے و حاجات دینی و دنیوی کے واسطے یا فتح مہمات کے واسطے اللہ تعالٰی میرے مقصود حاصل کرے پس واسطے اللہ تعالٰی اتنا روپیہ یا قندیل یا بتی سراج کی یا شطرنجی یا مصلی یا طعام یا قربانی نذر للہ فی سبیل اللہ ماننا معین کرکے واسطے مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اور علما و فقرا اور مساکین کے واسطے اہل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درست ہے یا نہیں اگر مقصود حاصل ہوئے پس ایسی نذر کے اسباب ارسال کرنا امانت دار کی معرفت سے ضرور ہے یا نہیں۔ اگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ارسال نہ کرکے غیر ملک مکہ مدینہ منورہ کے علما فقرا کو دیوے کھلا دیوے درست ہے یا نہیں اور ناذر کے ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں اگر کوئی اس حیلہ بہانہ سے منع کرے راہ میں ڈاکے چوری ہوتا ہے

ارسال نکرنا لازم ہے اور بعض امانت دار خیانت کرتا ہے ایسے احتمالی گمان سے رد کرنا مال نذر کا درست ہے یا نہیں اگر کوئی شخص مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی تشبیہ بھوت خانہ کالی گھر سے مثل کہے اسکا کیا حکم ہے بد تعظیم بے ادب کلام ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ وہ نذر بلاشبہہ جائز ہے اور نذر کا پورا کرنا واجب قال تعالیٰ ولیوفوا نذورھم اور جب نذر میں تخصیص مساجد طیبہ حرمین شریفین کی کی ہے تو وہیں بھیجنا انسب ہے اگر آسان ہو اور اگر یہیں کی مساجد میں صرف کردے جب بھی حرج نہیں کہ تعیین مکان نذر میں نامعتبر ہے دونوں شہر کریم کی نسبت وہ کلمہ کہنا ضرور گستاخی و توہین وکلمۂ کفر ہے اور نذر پوری کرنے سے جو شخص رد کرے وہ مَنّاعٍ لِلْخَیر ہے اور ایسے ناذر کو جو خاطی کہے خود خاطی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ نور محمد ریاست بھاول پور اسٹیشن صادق آباد ڈاکخانہ اختر پور ضلع خان پور ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ۔

اگر بدرگاہ خداوند کریم سوال کیا جائے کہ مجھکو فرزند عطا ہو یا بیماری دفع ہو یا قرض ادا ہو تو اسقدر خیرات فی سبیل اللہ بارواح رسول کریم یا حضرت پیر دستگیر یا ولی اللہ کردوں گا یہ نذر جائز ہے یا نہیں۔ فقط والسلام

الجواب :۔ بلاشبہہ جائز ہے اور اس کا پورا کرنا واجب قال اللہ تعالیٰ ولیوفوا نذورھم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ غلام محی الدین ملازم مطبع کریمی بمبئی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کی نانی نے نیاز مانی کہ اگر میرے نواسی پیدا ہوگی تو میں چہل تنوں کی گائے ذبح کرونگی چنانچہ ایک مدت کے بعد لڑکی پیدا ہوئی اسکے پیدا ہونے کے بیس روز بعد نانی کا انتقال ہوگیا اب لوگ لڑکی کے والدین سے کہتے ہیں کہ یہ نیاز ختم دلواؤ اور یہ نیاز ان شرائط سے دلواؤ کہ ایک گائے خریدو اوسکے سہرہ باندھو اور فقیروں کا گروہ خاص اس نیاز کے واسطے مخصوص ہے اون کو بلوا کر اون کے سرگروہ کو جوڑا پہناؤ پھر گائے چہل تنوں کی ذبح کی جائے اور اوس کو پکا کر مع روٹی کے فقیروں کو دیدیا جائے وہ جو کچھ اوس میں سے تمکو واپس دیدیں لیکر اپنے صرف میں لاؤ بعدا وسکے کوئلے بہت سے دہکا کر زمین پر بچھائے جائیں اون انگاروں پر وہ فقیر لڑکی کو گود میں لیکر لوٹیں گے اور پاؤں سے کھوندیں گے آگ کا کچھ بھی اثر اون کے بدن پر نہ ہوگا۔ لہذا نوشتۂ بالا معنوں سے شرعاً کیا کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ چہل تن چالیس شہدا ہیں اگر منت سے یہ مراد تھی کہ گائے مولی عزوجل کے لیے ذبح کرکے اوس کا ثواب اون شہیدوں کو پہنچایا جائے تو وہ نذر واجب ہوگئی عورت کے ترکہ سے ادا کی جائے

تو بہتر ہے یعنی گائے مولٰی عزوجل کے نام پر ذبح کرکے اوسکا گوشت مساکین مسلمین کو تقسیم کردیا جائے اور وہ لہو ولعب کہ سوال میں مذکور ہے باطل ومردود ہے اور اگر منت ماننے والے کے ذہن میں یہی صورت بازیچہ تھی جو ملنگوں کا معمول ہے وہ منت ہی سرے سے باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از باگ ضلع امجھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب سب انسپکٹر۔ مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹہ ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۲۶ھ

زید نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام اللہ کردیگا تو میں مولود شریف یا گیارھویں شریف وغیرہ کروں گا تو کیا اوس کھانے یا مٹھائی کو اغنیا بھی کھا سکتے ہیں۔

الجواب:- مجلس میلاد مبارک وگیارھویں شریف میں عرف ومعمول یہی ہے کہ اغنیا وفقراء سب کو دیتے ہیں جو لوگ ان کی نذر مانتے ہیں اسی طریقہ رائجہ کا التزام کرتے ہیں نہ یہ کہ بالخصوص فقرا پر تصدق تو اوسکا لینا سب کو جائز ہے یہ نذور فقہیہ سے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال دوم:- زید نے یہ نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائیگا تو میں اپنے احباب کو کھانا کھلاؤں گا تو کیا اسطرح کی منت ماننا اور اوسکی ادا کرنا زید پر واجب ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب:- یہ کوئی نذر شرعی نہیں وجوب نہو گا اور بجا لانا بہتر ہاں اگر احباب سے مراد خاص معین بعض فقرا ومساکین ہوں تو وجوب ہوجائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:- از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور۔ مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی کہے یعنی منت مانے کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں لیجائینگے اور اوسی کو بعض یوں کہتے ہیں کہ جان بچ جائے یا کام بنجائے تو نذر اللہ مصلی کو کھلاویں گے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- مساجد میں شیرینی لے جائیں گے یا نمازیوں کو کھلائیں گے یہ کوئی نذر شرعی نہیں جبتک خاص فقراء کے لیے نہ کہے۔ ایسے امیر فقیر جنکو دے سب لے سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ:- از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسے نذر کرد کہ فلاں حاجت من برآید بارواح فلاں مشائخ برائے الٰہ فلاں نرگاؤ یا گوسفند خواہم کشت یا بدہم چوں حاجت او برآمد اکنوں گوید کہ آں نرگاؤ کہ نذر کردم بدیگر گوسفنداں بدل کردہ خیرات کنم آیا منذورہ نرگاؤ بعوض دیگر گوسفند بدل کردن جائزست یا خود آں نرگاؤ

را خیرات بکند۔

الجواب :۔ نذر کہ بر جانور معین واقع شد تبدیلش روا نیست قال تعالیٰ ولیوفوا نذورھم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از سکندر پور ضلع بلیا پانی ٹکی مسئولہ محمد حسین و عطا حسین ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شہید صاحب مزار بزرگ کی قبر شریف خام ہے اور زید نے نیت کی کہ میری مراد پوری ہو تو مزار شریف پختہ اینٹ سے بنوادوں گا اللہ تعالیٰ نے ببرکت شہید صاحب مراد پوری کردی اور اینٹ نئی موجود نہیں بلکہ زید کے باغ کے اندر ایک دیوار ہے اوس دیوار سے اینٹ لیکر مزار شریف بنواسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ مزار پختہ بنانے کی منت شرعی منت نہیں اوسکا پورا کرنا شرعاً واجب نہیں وہ دیوار جو اوسکے باغ میں ہے اگر اوسکی ملک ہے تو اوسکی اینٹوں سے مزار بنواسکتا ہے جبکہ وہ دیوار کسی ناپاک جگہ استعمال میں نہ آئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از مانگل لکھڑی ضلع گرگانواں ڈاکخانہ دھینار ریاست دوجانہ مرسلہ حافظ غلام کبریا صاحب پیش امام ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بزرگوں کی منت ماننا کیسا ہے بعض کہتے ہیں یہ تعظیم اللہ کے واسطے ہے غیر کو نہ چاہیئے۔

الجواب :۔ بزرگوں کی منت حقیقۃً مولیٰ عزوجل ہی کے لیے منت ہوتی ہے اور بزرگوں کو ایصال ثواب کرکے اون سے تقرب بغرض توسل۔ اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں کما افادہ العلامۃ عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقۃ الندیۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

اگر کوئی شخص منت مانے کہ میرا فلاں کام ہوجائیگا تو میں پانچ روپے کا غلہ محتاجوں کو تقسیم کروں گا اب تقسیم کے وقت کسی غریب کو کپڑے کی حاجت ہے تو کپڑا بنا دینا یا اور حاجت رفع کرنا ادائے نذر کے لیے کافی ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ پانچ روپے یا پانچ روپے کا غلہ کپڑا کوئی چیز محتاج کو پہنچ جائے کپڑا اگر سلوا کر دیا تو جو سلائی میں جائیگا مجرا نہ ہوگا فی الدر المختار نذر ان یتصدق بعشرۃ دراھم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :۔ ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں؎ کا لڑکا بیمار ہوا اوسکے والدین نے منت مانی کہ یا اللہ اگر میرے لڑکے کو آرام ہو جائے تو رکھیں؎ گے تیری نذر میں تین محتاج کھلائیں گے اور پچاس رکعت نماز پڑھیں گے یہ کلمہ مولوی نے واہتی مقرر کیا ہے اور اس منت کو حضرت نے بھی منع کیا ہے۔

الجواب :- اوس مولوی نے غلط کہا اللہ عزوجل نے پورا کرنے کا قرآن مجید میں حکم دیا ہے ولیوفوا نذورھم یعنی مسلمانوں پر لازم کہ اپنی نذریں پوری کریں۔ نذریں پوری کرنیوالوں کی تعریف فرمائی ہو یوفون بالنذر نذر پوری کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اوسکی وفا کا حکم دیا ہے۔ بخاری شریف میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی طاعت الٰہی مثل نماز و روزہ و صدقہ وغیرہا کی منت مانی وہ بجالائے اور جو کسی گناہ کی منت مانی وہ باز رہے ہاں یہ سمجھنا کہ نذر ماننے سے تقدیر الٰہی بدل جائیگی جو نعمت نصیب میں نہیں وہ مل جائیگی جو بلا مقدر میں ہے وہ ٹل جائیگی یہ اعتقاد فاسد ہے ایسی ہی نذر سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے حدیث شیخین لا تنذروا فان النذر لا یغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل کے نیچے مرقاۃ شریف میں ہے قال الخطابی معنی نھیہ عن النذر انما ھو التاکید لامرہ وتحذیر التھاون بہ بعد ایجابہ ولو کان معناہ الزجر عنہ لکان فی ذلک اسقاط لزوم الوفابہ اذصار معصیۃ وانما وجہ الحدیث لاتنذروا علی انکم تدرکون بالنذر شیئا لم یقدرہ اللہ تعالیٰ لکم او تصرفون شیئا جری بہ القضا علیکم واذا فعلتم ذلک فاخرجوہ عنہ بالوفا فان الذی نذرتموہ لازم لکم قال الطیبی تحریرہ انہ علل النھی بقولہ فان النذر لا یغنی من القدر ونبہ بہ علی ان المنھی عنہ ھو النذر الذی یعتقد انہ یغنی من القدر بنفسہ اما اذا نذر واعتقد ان اللہ تعالیٰ ھو الذی یسھل الامور وھو الضار والنافع والنذور کالوسائل فیکون الوفاء طاعۃ ولا یکون منھیا عنہ کیف وقد مدح اللہ تعالیٰ جل شانہ الخیرۃ من عبادہ بقولہ یوفون بالنذر وانی نذرت لک ما فی بطنی محررا قلت وکذا قولہ انی نذرت للرحمٰن صوما فالمنھی عنہ ھو الاعتقاد علی ان النذر یغنی عن القدر الخ اھ مختصرا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از دلیل گنج ضلع پیلی بھیت مرسلہ مولوی کریم بخش صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کسی شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں گائے کے سر کی نیاز کروں گا اگر وہ شخص بجائے سر کے اور جگہ کے گوشت کی نیاز کرے اور مساکین کو کھلادے

؎ مسودہ میں بیاض ہے۔

تو اوس سے واجب ادا ہوگا یا نہیں (۲) کسی نے بکری یا مرغی موجودہ کی نسبت مخصوص کر کے کہا کہ میں اس بکری یا مرغی کی نیاز کرونگا پھر کسی وجہ سے وہ مفقود ہو گئیں تو بجائے اوسکے دوسری بکری مرغی یا گائے وغیرہ کی اوسیقدر گوشت سے نیاز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا (۳) کسی نے مسجد کا طاق بھرنا گلگلوں یا مانڈوں سے مانا اگر وہ مسجد کا طاق نہ بھرے اور گھر پر تقسیم کرے تو نذر پوری ہوگی یا نہیں۔

الجواب (۱): سر کی تعیین کچھ ضروری نہیں اوسقدر قیمت کا گوشت بھی کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر یہ نیاز نہ کسی شرط پر معلق تھی مثلاً میرا یہ کام ہو جائے تو اس جانور کی نذر کروں گا نہ کوئی ایجاب تھا مثلاً اللہ کے لیے مجھپر یہ نیاز کرنی لازم ہے جب تو یہ نذر شرعی ہو نہیں سکتی اور اگر لفظ ایسے تھے جن سے شرعاً وجوب ہوگیا تو جبکہ ایجاب خاص جانور معین سے متعلق تھا اوسکے گمنے یا مرنے کے بعد دوسرا اوسکی جگہ قائم کرنا کچھ ضرور نہیں نہ اوس نذر کا اسپر مطالبہ رہا اگر دوسرا جانور کردیگا تو تبرع ہے ردالمحتار میں بدائع سے ہے المنذورة بعينها لو هلكت اوضاعت سقط النذر اھ ملتقطا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (۳) مسجد کے طاق بھرنے کی منت سے اگر مقصود مساکین پر تصدق ہو تو نذر صحیح ہے اوس طاق بھرنے کی تعیین لغو جہاں چاہے مساکین کو دیدے نذر ادا ہو جائے گی اور اگر اوس منت سے مقصود مسجد کا طاق ہی بھرنا ہے پھر غنی مسکین جو چاہے لیلے جیسا کہ بعض جہال خصوصاً عورتوں کے تعامل سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ منت ہی کرنی لغو ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم صاحب۔ مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود شریف کی نذر ماننا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: مجلس میلاد شریف کہ طریقۂ رائجہ حرمین شریفین پر ہو اعلیٰ مستحبات سے ہے خواہ نذر مان کر کریں یا بلا نذر۔ ہاں محل نظر یہ امر ہے کہ نذر ماننے سے واجب بھی ہو جائے گی جیسے نماز یا صدقہ یا واجب نہ ہوگی بدستور مستحب رہیگی جیسے تلاوت قرآن مجید کہ ایک قول پر منت ماننے سے بھی واجب نہیں ہوتی كما في الخانية وغيرها اس کا جزئیہ اسوقت نظر میں نہیں لعل الله يحدث بعد ذلك امرا اھ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ: از رہڑکی ۱۳ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے یہ نیت کی کہ اگر میری نوکری ہو جائیگی تو پہلی تنخواہ زیارت پیران کلیر شریف کے نذر کروں گا وہ شخص تیرہ تاریخ سے نوکر ہوا اور تنخواہ اوسکی ایک مہینہ سترہ دن کے بعد ملی اب یہ ایک ماہ کی تنخواہ صرف کرے یا سترہ دن کی اور اس تنخواہ کا صرف کس طرح کرے یعنی زیارت شریف کی سفیدی و تعمیر وغیرہ میں لگائے یا حضرت صابر پیا صاحب قدس سرہ کی روح پاک کو فاتحہ ثواب بخشے یا دونوں

طرح صرف کرسکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ صرف نیت سے تو کچھ لازم نہیں ہوتا جب تک زبان سے الفاظ نذر وایجاب نہ کہے اور اگر زبان سے الفاظ مذکورہ کہے اور اون سے معنی صحیح مراد لیے یعنی پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے نام پر تصدق کروں گا اور اوسکا ثواب حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کے لیے نذر کرونگا یا پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے لیے فقراء آستانہ پاک حضرت مخدوم رضی اللہ تعالٰی عنہ دوں گا تو یہ نذر صحیح شرعی ہے اور استحساناً وجوب ہوگیا پہلی تنخواہ اوسے فقرا پر تصدق کرنی لازم ہوگئی مگر یہ اختیار ہے کہ فقراء آستانہ پاک کو دے اور جہاں کے فقیروں محتاجوں کو چاہے اور اگر یہ معنی صحیح مراد نہ تھے بلکہ بعض سخت بے عقل جاہلوں کی طرح بے ارادہ تصدق وغیرہ قربات شرعیہ صرف یہی مقصود تھا کہ پہلی تنخواہ خود حضرت مخدوم کو دوں گا تو یہ نذر باطل محض وگناہ عظیم ہوگی مگر مسلمان پر ایسے معنی مراد لینے کی بدگمانی جائز نہیں جب تک وہ اپنی نیت سے صراحۃً اطلاع نہ دے۔ اسی طرح اگر نذر وزیارت کرنے سے اوسکی یہ مراد تھی کہ اللہ کے واسطے عمارت زیارت شریف کی سپیدی کرادوں گا یا احاطۂ مزار پُر انوار میں روشنی کروں گا جب بھی یہ نذر غیر لازم ونامعتبر ہے کہ ان افعال کی جنس سے کوئی واجب شرعی نہیں۔ رہا یہ کہ جس حالت میں نذر صحیح ہوجائے پہلی تنخواہ سے کیا مراد ہوگی یہ ظاہر ہے کہ عرف میں مطلق تنخواہ خصوصاً پہلی تنخواہ ایک مہینہ کی اُجرت کو کہتے ہیں اگرچہ اوسکا ایک جز بھی تنخواہ ہے اور عمر بھر کا واجب بھی تنخواہ ہے تو پہلی تنخواہ کہنے سے اول تنخواہ ایک ماہ ہی عرفاً لازم آئے گی فان کلام کل عاقد وحالف وناذر وواقف انما یحمل علی ماھو المتعارف کما نصوا علیہ رد المحتار میں ہے فی الخانیۃ ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرء لایلزمہ شیئ الا ان یقول فللّٰہ علی ان اذبح شاۃ وھی عبارۃ متن الدرر وعللھا فی شرحہ بقولہ لان اللزوم لایکون الا بالنذر والدال علیہ الثانی لا الاول اھ ویؤیدہ ما فی البزازیۃ ولو قال ان سلم ولدی اصوم ماعشت فھذا وعد لکن فی البزازیۃ ایضا ان عوفیت صمت کذا لم یجب مالم یقل للّٰہ علی وفی الاستحسان یجب ولو قال ان فعلت کذا فانا احج ففعل یجب علیہ الحج اھ باختصار درمختار میں ہے اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفھا لفقراء الانام امام ناصح حکیم علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذلک علی حصول شفاء او قدوم غائب لانہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین بقبورھم کما قال الفقہاء فیمن دفع الزکاۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ وکذلک الصدقۃ علی الغنی ھبۃ والھبۃ علی الفقیر

صدقۃ الی اخر ما افاد واجاد ذکرنا فی بحث القنیۃ ونقل جوازہ ایضا عن الامام ابن حجر المکی قلت وھو مفاد قولھم حرام مالم یقصد واصرفھا لفقراء الانام ردالمحتار میں ہے لایخفی ان الصرف الی غیرھم (ای غیر فقراء الباب الذی عینہ فی النذر کما مر سابقا ولابدان یکون النذر مما یصح بہ النذر کالصدقۃ بالدراھم ونحوھا امالو نذر زیتا لایقاد قندیل فوق ضریح الشیخ اوفی المنارۃ فباطل اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از شہر کہنہ مرسلہ مولوی عبدالواحد متھراوی ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

زید نے عہد کیا تھا کہ اگر میں ملازم ہو جاؤں گا تو ایک ماہ کی تنخواہ راہ خدا میں صرف کروں گا اب وہ ملازم ہو گیا اگر زید اپنی اوس ماہ کی تنخواہ کو اپنے کسی نہایت غریب بیکس ومفلس رشتہ دار کو اوس نیت سے دیوے تو اوس کے ذمہ سے وہ عہد ساقط ہو جائے گا یا نہیں بصورت عدم ساقط ہونیکے وہ اور کس کام میں خرچ کرے بینوا توجروا

الجواب:۔ ضرور نذر ادا ہو جائیگی جبکہ وہ عزیز نہ اوسکی اولاد میں ہو نہ یہ اسکی نہ زوج وزوجہ نہ سید وغیرہ جنہیں زکوٰۃ جائز نہیں بلکہ عزیز کو دینے میں دونا ثواب ہے صدقہ اور صلہ رحم کما ثبت عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ منشی عبدالصبور صاحب سوداگر ۶ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے وقت شروع کرنے روزگار کے یہ خیال کر لیا کہ جو مجھکو نفع ہوگا اوس میں سولھواں حصہ واسطے اللہ کے نکالوں گا اب اوسکو لاگت سے زائد ایک روپیہ نفع ہوا لیکن متفرق خرچ یعنی تنخواہ ملازمان وغیرہ میں دو آنے اوس نفع ایک روپے میں صرف ہوگئے باقی چودہ آنے رہے اب وہ اصلی لاگت سے جو نفع ہوا ہے اوس میں سے سولھواں حصہ نکالے یا بعد مجرا کرنے خرچ متفرق کے ماہوار میں سے نکالے۔

الجواب:۔ صرف خیال کر لینے سے وجوب تو نہیں ہوتا جب تک زبان سے نذر نہ کرے ہاں جو نیت اللہ عزوجل کے لیے کی اوسکا پورا کرنا ہی چاہئے جو خرچ کہ تجارت کے متعلق ہوا اور حساب تجار میں اوسی پر ڈالا جاتا ہے وہ مجرا دے کر جو بچے اوسے نفع کہتے ہیں پھر اس نفع میں جو کچھ اپنا خرچ خانگی وغیرہ دیگر مصارف علاوہ خرچ تجارت میں صرف ہو جاوے وہ مجرا نہ دیا جائیگا کہ یوں تو جو نفع بچتا ہے وہ خرچ ہی ہونے کے لیے ہوتا ہے پس وہ نوکر اگر تجارت کا نوکر ہے اور اوسکی تنخواہ حسب دستور تجار خرچ تجارت میں محسوب کی جاتی ہو اوسکے بعد جو بچتا ہے وہ نفع سمجھا جاتا ہے جب تو چودہ آنے کا سولھواں حصہ تصدق کرے اور اگر خرچ تجارت مجرا دیکر کامل روپیہ بچا تھا یہ تنخواہ اوسکے متعلق نہیں تو پورے روپیہ کا سولھواں حصہ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- مرسلہ محمد عبدالصبور صاحب سوداگر ابن منشی محمد ظہور صاحب جوہری ۲۰ ربیع الآخر شریف

اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک شخص نے اپنی تجارت کے منافع میں خداوند کریم کا سولہواں حصہ مقرر کیا ہے (۱) اس سولھویں حصہ میں محفل میلاد شریف و نیاز گیارہویں شریف کرنا چاہئے یا نہیں (۲) اس سولھویں حصہ میں اپنے والدین و پھوپھی و خالہ و سید صاحب و مولوی صاحب کو دینا چاہیئے یا نہیں (۳) اس سولھویں حصے میں سامع رمضان المبارک کو دینا و نیز افطاری رمضان المبارک کرنا چاہیئے یا نہیں (۴) در بارۂ زکوٰۃ مذکورہ کے روپے کو طالبعلموں کی خورد و نوش و لباس میں صرف کرنا چاہئے یا نہیں اور زکوٰۃ کا روپیہ موذن کو دینا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر نہ یہ منت ہے نہ زکوٰۃ ہے بلکہ یونہیں دل میں نیت کرلی یا بے الفاظ نذر زبان سے کہہ لیا ہے کہ اپنے منافع تجارت سے سولہواں حصہ نیک کاموں میں اللہ تعالٰی کے لیے صرف کیا کروں گا جب تو اس سے محفل میلاد شریف اور گیارھویں شریف اور افطاری رمضان شریف اور اپنے والدین و سادات و علماء کی خدمت سب کچھ کرسکتا ہے کہ یہ سب نیک کام اللہ تعالٰی ہی کے لیے ہیں جب کہ نیت خالص اللہ عزوجل کے واسطے ہو رمضان مبارک کا سامع اگر حاجتمند ہو اور اوس سے اُجرت نہ ٹھہری ہو اور نہ رواج کی رُو سے اجرت مقرر ہو تو اوسے بھی دے سکتا ہے کہ اب اوسے بھی دینا نیک کام ہے اور اگر اجرت کی شرط ہولی یا از روئے رواج اسکی اجرت کا قرار داد ہے تو اوسے دینا کچھ نیک کام نہیں بلکہ گناہ ہے لانہ اجارۃ علی الطاعۃ والاجارۃ علیہا باطلۃ الا ما استثناہ المتاخرون من امامۃ واذان وتعلیم قراٰن ولیس ھذا منہا والتحقیق فی ردالمحتار وشفاء العلیل۔ اور اگر صورت مذکورہ میں ہر نیک کام کی نیت نہ تھی بلکہ بالخصوص مساکین کو خدا کے نام پر دینا تو وہ سب امور اب بھی اس روپے سے جائز ہونگے مگر یہ چاہیے کہ مجلس مبارک کا حصہ خاص محتاجین کو دے۔ گیارھویں شریف کی نیاز رمضان مبارک کی افطاری صرف مساکین کو بانٹے۔ سادات وعلما میں اونھیں کی نذر کرے جو حاجتمند ہوں۔ ماں باپ کو بھی بحالت حاجتمندی دے سکتا ہے لانہا لیست صدقۃ واجبۃ وانما نوی التصدق علی المساکین فاذا کان منہم جاز صلتہما بہا وقد سمی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاحادیث الصحیحۃ ما اطعمت اھلک صدقۃ وما اطعمت ولدک صدقۃ وما اطعمت عیالک صدقۃ اور اگر خاص منت کی لفظ زبان سے ادا کرلیے ہیں مثلاً کہا۔ مجھ پر اللہ تعالٰی کے لیے واجب ہے کہ اپنے منافع کا سولہواں حصہ اللہ تعالٰی کے نام پر تصدق کیا کروں تو نہ والدین کو دے سکتا ہے نہ سادات کو اگرچہ محتاج ہوں نہ کسی غنی کو اگرچہ عالم ہو ہاں صرف محتاجوں کو دینا لازم ہے اگرچہ اوسکی پھپھی خالہ بہن بھائی چچا ماموں ہوں اگرچہ مجلس شریف یا گیارھویں شریف کرکے یا افطاری میں مالک کردے فانما طریق الاداء

والاجتماع لذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او لایصال الثواب الی ولی اللہ الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاینافی النذر ولاینفی التصدق مال زکوٰۃ ھو۔ جب بھی یہی حکم ہے جو خاص منت کا حکم تھا مال زکوٰۃ ونذر محتاج طالبعلموں کو بھی دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنادے خواہ ناج یا کھانا اونھیں دے کر مالک کردے ہاں گھر بٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ ونذر ادا نہ ہوگی لانہ اباحۃ والتصدق تملیک کما نصوا علیہ موذن کی تنخواہ ٹھہری ہے تو اوس میں زکوٰۃ یا نذر کو محسوب نہیں کرسکتا لان واجبھا لایدخل فی واجب اٰخر لیس من جنسہ ہاں بلا تنخواہ اذان دیتا ہو اور محتاج مصرف زکوٰۃ ہو تو دے سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ:۔ از صدر ۸ شعبان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے منت مانی کہ اگر فلاں تکلیف میری رفع ہوجائے تو میں بکری وغیرہ ذبح کرکے مسکینوں کو تقسیم کردونگا۔ اگر زید کامیاب ہوا اور بکرا ذبح کیا تو آیا زید بھی اوس گوشت میں سے کھاسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ زید خود کھاسکتا ہے نہ اپنے ماں باپ وغیرہما اصول خواہ بیٹا بیٹی وغیرہما فروع خواہ کسی ہاشمی یا غنی کو کھلاسکتا ہے بلکہ وہ خاص مساکین مصرف زکوٰۃ کا حق ہے فی ردالمحتار مصارف الزکوۃ ھی ایضا مصرف النذر اھ ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الکفارۃ

مسئلہ:۔ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

چہ می فرمایند حامیان دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید از شراب خواری توبہ کردہ بود جہۂ چارکس کلام اللہ شریف را برداشتہ قسم خورد کہ شراب را نوش نکنم وبار دیگر شخصاں دریافت کرد زید از توبۂ از قسم اقرار کرد بعدہ از زید فعل شنیع سرزد شد یعنی شراب بخورد وچساں زید ازیں گناہ بری خواہد شد چہ کفارہ باید داد

الجواب:۔ در شرح مظہر کفارہ مر گناہے را باشد کہ در شناعت از حد نگزرد وہر چہ قبحش از حد گزشتہ تطہیر بکفارہ را نپذیرد وبے توبہ صادقہ حکم بمحو تیش صورت نگیرد آنچنانکہ اگر کسے زن خود را بمادر وخواہر خویش تشبیہ دہد اورا کفارہ است کہ بعد ادائیش قربت زن برو مباح گردد فاما آنکہ مادر وخواہر خود را زن خود سازد ایں جرم را

ہیچ کفارہ نیست جز آنکہ توبۂ صادقہ گراید اینجا اگر مصحف کریم برداشتہ سوگند بنام او یا بنام حضرت عزت جل وعلا نیز بر زبان آورد پس دو چیز باشد یکے نیز سوگند چوں بر وقائم نماند کفارہ اش یک غلام آزاد کردن یا دہ مسکین را دو وقت طعام خوراندن یا دہ مسکین را جامہ پوشاندن وہر کہ بر ہیچ ازینہا قادر نباشد سہ روزہ پے در پے وارد۔ دوم تاکیدش بہ برداشتن مصحف کریم۔ وایں امرے عظیم بود و بعد او بازبراں عمل ناپاک اقدام نمودن منجر بتوہین مصحف شریف و استخفاف بحق عظیم اوست وایں سخت ترکارے است واورا اصلاً کفارہ نیست جز آنکہ زود بتوبۂ صادقہ گرود وازاں فعل شنیع بعزم صحیح بازآید ورنہ منتظر باید بود عذاب الیم ونار جحیم را والعیاذ باللہ تعالٰی واگر سوگند بر زبان نراندہ است سائل ہمیں مصحف برداشتن را سوگند خواندہ است حکمش ہمیں ست کہ کفارہ نیست وعذاب الیم را انتظار کرد اگر توبہ نکند نیز آنکہ شراب نگزارد واورا باید باہر جام ناپاک شراب جامے از ریم وزرد آب نیز خوردہ باشد تا خوگر شود زیراکہ شراب خوار را ناگزیر است درجہنم از ریم فرج زنان زانیہ خوردن چوں آتش درزنان زانیہ درگیرد واز بدترین جاہائے آناناں ریم برآرد آدمی ہر قدر کہ شراب خوردہ باشد ہماں قدر ازاں ریم وزرد آب فروج زانیات بآں شراب خوار خورانند زنہار ازو مفر نیابد چنانکہ در احادیث کثیرہ ارشاد فرمودہ اند والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از فرخ آباد مسئولہ شمس الدین احمد بشنبہ ۱۸ شوال ۱۳۳۴ھ

جھوٹی قسم خدا کی کھانا کیا کفارہ دینا چاہئے۔ اگر ایک ہی وقت میں کئی مرتبہ جھوٹی قسم خدا کی کھاوے تو ایک کفارہ دے یا ہر ایک قسم کا علیحدہ علیحدہ۔ فقط

الجواب: جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ اوسکا کوئی کفارہ نہیں اوسکی سزا یہ ہے کہ جہنم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائیگا اور آئندہ کسی بات پر قسم کھائی اور وہ نہوسکی تو اوسکا کفارہ ہے ایک قسم کھائی ہو تو ایک اور دس تو دس واللہ تعالٰی اعلم

کتاب الحدود والتعزیر

مسئلہ: ۱۸ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا یہ بیان ہے کہ زید نے مجھ سے زنا بالجبر کیا گواہ معاینہ کا کوئی نہیں اور یہ بیان اوس عورت کا ہے کہ جس مکان میں واقعہ مذکور گزرا ہے

اوس میں سوائے میرے اور زید کے اور کوئی موجود نہ تھا زید کا انکار ہے کہ میں نے زنا نہیں کیا البتہ تہدید کیلئے عورت مذکور کو سخت اور سُست کہا تھا اور وہ تہدید یہ تھی یعنی صبح کو جس وقت زید پانی بھرنے کو اپنے ٹھکانوں میں جانے لگا تو زید نے اوس عورت کو خواب سے بیدار کیا کہ ہوشیار ہو جا ایسا نہ ہو کہ کوئی آوارہ آدمی کوئی چیز اوٹھالے جاوے جب زید پانی بھر کر لوٹ آیا تو عورت مذکور کو سوتا پایا تو اوس نے ایک لات چارپائی اوس عورت میں ماری کہ ابھی تک غافل سو رہی ہے کوئی مال اوٹھالے جاتا تو کیا ہوتا اور زید نے سخت اور سُست بھی کہا اوس پر اوس نے شور مچایا اور زید کو متہم بالزنا بالجبر کیا آیا اس بارے میں بلحاظ واقعات صدر قول عورت قابل اعتبار ہے یا نہیں اور دو شخص جن میں ایک مسلمان اور دوسرا ہندو یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے یہ سُنا کہ مکان میں سے آواز آتی ہے کہ یہ شخص میری آبرو اوتارے لیتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اوس عورت کا قول ہرگز قابل اعتبار نہیں بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اوسے جھوٹ اور بہتان سمجھے اور مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے جو لوگ اس بارے میں زن مذکورہ کو سچا جانیں گے وہ بھی سخت گناہگار اور اوس مرد کے حق میں گرفتار ہونگے شریعت کا حکم یہ ہے یا تو وہ چار گواہ مسلمان ثقہ پرہیزگار قابل شہادت زنا سے ثابت کرا دے کہ وہ اوس وقت خاص میں اوس مکان معین میں اس مرد کا اس عورت کے ساتھ زنا کرنا اور اپنا بچشم خود اوسکے بدن کو اوسکے بدن میں سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھنا بیان کریں جب تو عورت اس الزام سے بری ہوگی اور مرد پر زنا کی حد آئے گی ورنہ عورت کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور جو لوگ اوسکا بیان سچا مان کر مرد پر یہ تہمت کرینگے وہ بھی اسی اسی کوڑے کھائیں گے یہ سب حکم خود قرآن مجید میں مذکور۔ اس ملک میں کہ حد شرع جاری نہیں اتنا فرض ہے کہ مسلمان اوس عورت کو جھوٹا کذاب اور ناحق افترا باندھنے والی سمجھیں پس مسلمان اوس سے توبہ کرائیں اور وہ مجمع میں اپنے آپ کو جھٹلائے اگر نہ مانے تو اوسے چھوڑ دیں کہ وہ سخت گناہ کی مرتکب ہوئی اور اون دو گواہوں کی گواہی عورت کو کچھ بھی مفید نہیں کہ اول فقط ایک گواہ ہے کافر کی گواہی کچھ مقبول نہیں۔ دوسرے وہ اپنی آنکھوں کا دیکھا کچھ نہیں کہتے تیسرے سننے میں بھی فقط اوس عورت کی آواز بیان کرتے ہیں یہ خود مدعیہ ہے۔ مدعی کا قول مسموع نہیں۔ چوتھے آبرو اتارنا کچھ خاص زنا کرنے ہی کو نہیں کہتے مارنے پیٹنے یا مارپیٹ کا قصد کرنے پر بھی ایسا کلمہ کہا جاتا ہے غرض گواہی محض مہمل ہے اور عورت کا قول سراسر باطل اور مرد الزام سے بالکل بری اور عورت پر جھوٹی تہمت کا الزام قائم اور اوس پر اس سخت گناہ سے توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ :- ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی بے دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگائے کہ اوس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا اور اوس شخص پر نہ کوئی ثبوت ہے نہ گواہی تو ایسی تہمت لگا کر بدنام کرنا جائز ہو یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب :- سخت حرام قطعی گناہ کبیرہ ہے ایسی تہمت رکھنے والا اللہ تعالیٰ کے بڑے عذاب کا مستحق ہوا ہے اللہ عزوجل نے حکم فرمایا کہ ایسے شخصوں کو اسّی کوڑے مارو اور اون کی گواہی کبھی نہ سنو اور وہ فاسق ہیں یہاں کوڑے تو لگا نہیں سکتے لہٰذا اسی قدر کریں کہ جبتک وہ تہمت رکھنے والا مجمع میں توبہ نہ کرے اور صاف صاف اس اپنی ناپاک گفتگو سے باز نہ آئے اوسوقت تک مسلمان اوس سے ملنا جلنا اوسکے پاس اوٹھنا بیٹھنا اوسکی شادی بیاہ میں شریک ہونا اپنی شادی بیاہ میں اوسے شریک کرنا یک قلم چھوڑ دیں کہ وہ اس تہمت اوٹھانے سے ظالم ہے اور ظالم کے پاس بیٹھنے کو قرآن مجید میں منع فرمایا اور ایسی تہمت کا ثبوت کسی گواہی سے ہرگز نہیں ہوسکتا جب تک چار مرد نمازی پرہیزگار ثقہ متقی جو نہ کوئی گناہ کبیرہ کرتے ہوں نہ کسی گناہ صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ کوئی بات خلاف مروت چھچھورے پن کی (جیسے سر بازار کھانا کھانا یا شارع عام پر سب کے سامنے پیشاب کرنا) کرتے ہوں ایسے اعلیٰ درجہ کے متقی مہذب بالاتفاق ایک وقت ایک مکان میں اپنی آنکھ سے دیکھنا بیان کریں کہ جیسے اوسکا بدن اوسکے بدن کے اندر خاص اسطرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی۔ اگر ان امور سے ایک بات بھی کم ہوگی (مثلاً گواہ چار سے کم ہوں یا چوتھا شخص اوس اعلیٰ درجہ کا نہو یا ہوں تو سب اعلیٰ درجہ کے اور چار یا پانچ نہیں بلکہ دس بیس مگر اون میں مرد تین ہی ہوں باقی عورتیں یا کچھ گواہ آج کا واقعہ بیان کریں کچھ کل کا یا کچھ کہیں ہم نے اس مکان میں دیکھا کچھ کہیں دوسرے میں یا یہ سب باتیں جمع ہوں اور تین گواہ صاف صاف یہ بھی گواہی دے چکے ہوں کہ ہم اس کا ذکر اوسکی فرج داخل اوسی طرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی مگر چوتھا اتنا کہے کہ میں نے اوس کا برہنہ ذکر اوسکی برہنہ فرج کے منہ پر رکھا دیکھا مثلاً نفس حشفہ تک اندر گیا ہوا دیکھا) تو ان سب صورتوں میں یہ گواہیاں مردود اور وہ تہمت باطل اگرچہ اس قسم کی سو دو سو گواہیاں گزریں اصلاً ثبوت نہوگا بلکہ تہمت کرنیوالے زنا کی گواہی دینے والے خود ہی سزا پائیں گے یہ سب احکام قرآن مجید و حدیث شریف و کتب فقہ میں صاف مذکور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتنے کا چھاپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین حالہ ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لیے کہیں بھیجا بعد واپس آنے کے نان ونفقہ موقوف کردیا یا گھر ی گاڑی گوا ڑ ہی میں عدت ہے

پھری کہتی ہے نان ونفقہ کیوں نہیں دیتا خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے کیوں گئی عورت نے گواہ شاہد قولی پیش کیے کہ اس نے عورت کو جانے کے لیے حکم دیا عورت کہتی ہے کہ مجھے میرے خاوند نے بہتان لگایا میری آبرو لی جو شخص اپنی عورت کی آبرو لے شریعت میں اوسکی کیا سزا ہے فریبی دغاباز وجعلساز کے لیے کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:- بہتان اوٹھانا ناجائز طور پر آبرو لینا۔ جعل دغا فریب یہ سب باتیں گناہ ہیں خواہ اپنی عورت کے ساتھ ہوں خواہ کسی کے ساتھ اور ان گناہوں کے لیے شرع نے کوئی حد مقرر نہ فرمائی تو ان میں سزائے تعزیر ہے جسکا اختیار حاکم شرع کو ہے جو سزا مناسب جانے دے مگر مارے تو اونتالیس (۳۹) کوڑے سے زیادہ نہ مارے اور امام ابو یوسف کے نزدیک پچھتر اور اسی پر فتوی ہے اشباہ میں ہے ضابطۃ التعزیر کل معصیۃ لیس فیھا حد مقدر ففیہا التعزیر اوسی میں ہے من اذی غیرہ بقول او فعل یعزر کذا فی التاتارخانیۃ درمختار میں ہے التعزیر لیس فیہ تقدیر بل ھو مفوض الی رأی القاضی اوسی میں ہے اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا او بالضرب پھر یہ حکم بہتان زنا کے سوا اور بہتانوں میں ہے اور اگر مرد اپنی عورت کو صاف زنا کی تہمت لگائے خواہ بالقصد تہمت لگانا ہی منظور ہو یا جس طرح بیباک عوام میں کچھ لفظ دشنام کے رائج ہیں کہ غصہ میں زبان سے نکالتے ہیں اور ان کے معنی میں صراحۃً زنا کا (جواب ناقص ملا)

مسئلہ:- از نیپال گنج بازار ڈاکخانہ روپی ڈیہہ ضلع بہرائچ مسئولہ مولوی حبیب اللہ ومحبوب علیشاہ ۲۱ محرم الحرام دوشنبہ ۱۳۳۷ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محصن مرد اور محصنہ عورت بعلت زنا مشتہر ہوکر دونوں نے بجلسہ عام اقرار زنا کیا گو موقعہ کے عینی شاہد نہیں ملے الا تحقیقات سے رموز زنا اور زانی وزانیہ کے پیام وسلام قول وقرار تک کے ثبوت بھی ملے اب یہ عقود فسخ ہوئے یا قائم رہے اور عورت زانیہ کے شوہر کو اوسے طلاق دینا لازم ہے یا نہیں اگر لفظ طلقتك نہیں کہا اور طلاقنامہ لکھ کر دیدیا جسکی نقل منسلکہ استفتاء ہوا ہے جس روز سے یہ تحریر دی ہے اوس روز سے مواجہہ نہیں ہوا ایک روز قبل نماز جمعہ میں زانیہ کے شوہر نے طلاق بائنہ کا اقرار کیا لہذا یہ طلاق بائنہ ہوا یا نہیں۔ اگر عورت مطلقہ نے خود طلاق مانگی تھی اور عدت بھی توڑ دی ہے اس صورت میں اب زانیہ کے شوہر کو مہر ومصارف عدت ادا کرنا چاہئے یا نہیں اور ایسے زانی وزانیہ کی اگرچہ شرعی سزا دینا یہاں پر اسوقت غیر ممکن ہے تو حاکم وقت مقامی سے حسب قانون حکومت سزائے زنا دلا پانے کا عذر دار ہونا لازم ہے یا نہیں۔ مرد محصن زانی کا بھی عقد فسخ ہوا یا نہیں۔ ایک گروہ کثیر نے مرد محصن زانی کے ساتھ میل جول وحقہ پانی ترک کردیا ہے

لیکن چند اشخاص نے جن میں سے صرف دو شخص خوانندہ عقائد وہابیہ دیوبندیہ اور ایک شخص خواندہ اہلسنت الجماعت جو کہ اشخاص عقائد وہابیہ مذکرہ صرف ہم مشرب ہے بقیہ اشخاص ناخواندہ ہیں اونھوں نے زانی وزانیہ کو توبہ کرا کے میل جول حقہ پانی وغیرہ ہم پیالہ وہم نوالہ ہوگئے ہیں بدیں باعث بڑے گروہ نے اون سب کا بھی میل جول حقہ پانی ترک کر دیا ہے یہ ترک کرنا جائز ہے یا نہیں اور یہی چند اشخاص اس زنا کے محرک معلوم ہوتے ہیں۔ شوہر زانیہ کا پیش امام جامع مسجد ومدرس مدرسہ اسلامیہ ہے اسواسطے تنبیہہ ان زانی اور زانیہ کی موافق رسم ورواج حال کے کیا سزا ہونی چاہیئے اور زانی وزانیہ کے شریک داران مذکرہ بھی کسی قسم کی سزا کے مستوجب ہیں یا نہیں بینوا توجروا مع الکتاب۔

نقل طلاقنامہ ۔ منکہ محمد جواد ولد حسین علی متوطن لکھنؤ ساکن نیپال گنج۔ جوکہ مسماۃ منیرا نومسلم میرے عقد ونکاح میں نوسال سے تھی اب مسماۃ مذکورہ کی بدچلنی ثابت ہونے سے اور زبانی خود سے تعلق بیجا کے اقرار سے میں طلاق اوسکے طلب برضا ورغبت طلاق دیتا ہوں اور یہ چند کلمہ بطریق طلاقنامہ کے لکھدیے کہ سند رہے اور وقت پر کام آوے۔ العبد محمد جواد بقلم خود۔ گواہ شد نور محمد بقلم خود۔ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۷ اگنے کنوار ۱۹۷۵ء بمواجہہ فقیر بخش وبدلو ومنے اللہ وغیرہم کے یہ تحریر لکھی گئی

الجواب :۔ ۱؎ اور ۲؎ ایسی بازاری باتوں سے زنا کا ثبوت نہیں ہو سکتا جبتک کافی شہادت شرعیہ یا کافی اقرار زانی یا زانیہ نہو اور اگر زنا ثابت بھی ہو تو اوس سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا مگر ایسا زنا جس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے شوہر کے باپ یا بیٹے سے کہ اس صورت میں البتہ نکاح فاسد ہوجاتا ہے ۳؎ زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں درمختار میں ہے لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ۴؎ طلاق جس طرح زبان سے ہوتی ہے اوسی طرح قلم سے جبکہ بلا مجبوری شرعی لکھا ہو اشباہ میں ہے الکتاب کالخطاب طلاقنامہ سے طلاق رجعی ثابت ہوتی ہے لیکن شوہر نے اگر طلاق بائن کا اقرار کیا تو بائن ہوگئی ۵؎ مہر بہرحال دینا ہوگا اور عورت پر فرض ہے کہ عدت اوسی مکان میں پوری کرے۔ قال اللہ تعالیٰ لاتخرجوھن من بیوتھن ولایخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ اس حالت میں تا ختم عدت شوہر پر لازم ہوگا کہ اوسے نفقہ دے ۶؎ ہرگز نہیں سزا وہی ہے جو مطابق شرع ہے اور اوسکے خلاف کی خواستگاری ناجائز قال اللہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظٰلمون وقال تعالیٰ وقد امروا ان یکفروا بہ ۷؎ زانی کے نکاح پر زنا سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا مگر یہ کہ اوس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی زوجہ کی ماں یا بیٹی سے ۸؎ اگر اون لوگوں نے زانی وزانیہ کی توبہ کے بعد ان سے میل جول کیا ہے تو اون پر اس سے کچھ الزام نہیں اور اس بنا پر اون کا حقہ پانی بند کرنا

ناجائز ہے اور اگر بغیر توبہ کیے میل جول کر لیا تو بیجا کیا اس حالت میں بطور تنبیہ اون کا حقہ پانی بند کرنے میں حرج نہیں توبہ کے لیے اولیا کا مواجہہ ضرور نہیں ہاں بنظر حق العبد اون کی معافی کی ضرورت ہے مگر بغیر اسکے جتنی توبہ کی ہے وہ بھی نامقبول سمجھی جائے یہ محض باطل ہے۔ دیوبندی عقیدہ والے خود مرتد ہیں اور اون سے میل جول مطلق حرام اس واقعہ پر اوسکو بنا کرنا اور یہ نہوتا تو اون سے میل جول رکھنا جہل وضلالت ہے یوں ہی وہ جو دیوبندیہ سے میل جول رکھتا ہو اگرچہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہو سخت فاسق ہے اور مسلمانوں کو اوس سے قطع تعلق لازم قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار؎ یہاں ترک تعلق کے سوا کوئی سزا جاری نہیں ہوسکتی اور زنائے زن سے شوہر پر کچھ الزام نہیں جبکہ وہ اس پر راضی نہ ہو قال اللہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخری؎ اگر وہ زنا میں ساعی تھے یا بعد زنا بلا توبہ اون کے حامی ہوئے تو وہ بھی مستحق سزائے شرع ہیں ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ ۲۸ صفر ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں معنی کہ مثلاً زیدکہ باخالد دوستی دارد وبا زن او مرتکب فعل زنا شد وخالد ازیں امر کہ مکروہ تر ونا پسندیدہ تر نزد او بود روادار تفضیح و رسوائے زید نشدہ و بدیں سبب کہ دوست او بود او را نزد قاضی برائے مواخذہ و اجرائے حد شرع نہ برد بلکہ چشم پوشی کرد بکراہت تمام۔ وہمیں اکتفا کرد کہ الآن او را از دوستی خود خارج کرد وزن خود را طلاق داد یا درصورتیکہ ایں زن توبہ کرد او را از زوجیت خود خارج نکرد پس ایں چشم پوشی خالد کہ نسبت زید واقع شد چگونہ است آیا داخل احسان ومروت است یا نے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بہ نسبت زید احسان بودنش خود پیداست واگر باوصف غیرت محمودہ شرعیہ محض بہ نیت پردہ پوشی مسلمانان صبر و ستر پیش گرفت خود داخل فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ؎ است واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ از سیتا کلاں پرگنہ نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ سید زائر حسین ٹھیکیدار۔ ۲۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

السلام علیکم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت قبل شوہر کسی غیر مرد سے اپنے خاوند کے نزدیک مشکوک ہوتی اور مرد کہتا ہے کہ میں نے فعل حرام کیا اور عورت کہتی ہے کہ نہیں لہذا ہر دو شخص مسلمان ہیں فاعل از روئے حلف کہتا ہے کہ میں فعل شنیعہ کا مرتکب ہوا اور مفعول کہتا ہے کہ نہیں بلکہ اس کا ایسا ارادہ تھا چونکہ مطلب برآری نہیں ہوئی بدیں وجہ ناحق الزام لگاتا ہے اب ایسی صورت میں جب فاعل مفعول دونوں حلف بکلام الہی ہیں تو کس کا اعتبار کیا جاوے میرے نزدیک دونوں شخص مکر کے پھرتے ہیں اور دونوں حلف اوٹھاتے ہیں ایسی صورت میں فاعل سچا یا مفعول سچا پایا گیا۔

الجواب:۔ وعلیکم السلام وہ مرد عورت دونوں اپنے اپنے حق میں سچے مانے جائیں گے اور دوسرے کے حق میں جھوٹے عورت جو انکار کرتی ہے سچ کہتی ہے اوسے جو فقط بربنائے قول مرد زنا کی تہمت لگائے گا

سخت گنہگار اور اسّی کوڑوں کا سزاوار ہوگا۔ مرد جو اپنے زنا کا اقرار کرتا ہے اوسے زانی مانا جائیگا۔ اسلامی سلطنت ہوتی تو سزا پاتا اب اسی قدر ہوسکتا ہے کہ اوسے برادری سے خارج کیا جائے مسلمان اوس سے میل جول چھوڑ دیں جبتک علانیہ توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- ذوالفقار گنج شہر بریلی مسئولہ بابو مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین در بارۂ زید مقدمہ زنا میں بروقت اطلاعیابی مقدمہ اہل برلوری نے چند پنچوں اہل برادری کو برائے تفتیش مقدمہ خاص موقع متنازعہ پر بھیجا موقع پر پہنچکر تمام سکنائے اہل محلہ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ امر صحیح ہے بدیں وجہ ہمارے یہاں سے خورد ونوش نشست وبرخاست بند ہے لہذا بیان ملزمان وشہادت باظہار حلفی گواہان مندرجہ ذیل بخدمت شرع شریف پیش ہے کیا حکم ہے اور ہملوگوں کو کیا عمل کرنا چاہئے بینوا توجروا۔ (۱) بیان زید کے لڑکے کی زوجہ کا میرے بارہ میں سب لوگ غلط بیان کرتے ہیں میں نے کسی سے کچھ نہ کہا (۲) ازطرف گواہان عزیز واقربا۔ واضح ہوکہ زید کے لڑکے کی زوجہ باقرار زنا اسوجہ سے انحراف کرتی ہے کہ اہل برادری نے ملزمان کو تاکیداً منع کر دیا تھا کہ ہرگز اس خسر سے کوئی تعلق نہ رکھنا مگر باوجود منع کرنے کے ملزمہ ہمراہی اپنی خوشدامن و خسر کے عدم موجودگی اپنے شوہر کے چلی آئی معلوم ہوتا ہے کہ بخوبی سکھلا پڑھا دی گئی بدیں وجہ یہ انحراف ہی (۳) شہادت باظہار حلفی حافظ عبدالرحمن صاحب۔ زید کی زوجہ کے زبانی معلوم ہوا کہ میرا شوہر زید لڑکے کی بیوی کے چھاتی پکڑتا تھا میں نے منع کیا چھاتی کیوں پکڑتا ہے تجھکو شرم نہیں معلوم ہوتی جواب دیا میرا مال ہے تو میں نے بافسوس کہا کہ میرا لڑکا اس بہو نے تو لیا مگر میرا شوہر بھی چھین لیا یہ ایسی بہو تھی جبکہ یہ واقعہ زید کے لڑکے کے سامنے بیان کیا تو اوس نے خاموشی اختیار کی (۴) باظہار حلفی منشی نبی بخش صاحب پابند صوم وصلوۃ میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ زید کی زوجہ اپنے گھر میں زید سے بغصہ کہتی تھی کہ تم لڑکے کی زوجہ کی چھاتی کیوں پکڑتے ہو تم کو کیا حاصل ہے تمکو شرم نہیں آتی زید نے جواب دیا ہمارا مال ہے ہمکو اختیار ہے بعدہٗ زید کی زوجہ میرے مکان پر میری زوجہ کے پاس آئی تو اوسوقت اوس سے دریافت کیا کہ روزانہ تمھارے گھر کیا جھگڑا فساد رہتا ہے جواب دیا کہ اس میرے لڑکے کی بیوی نے لڑکے کو تو لیا مگر میرے خاوند کو بھی چھین لیا ضرور ایک دن خونریزی ہوگی (۵) بیان محمد بخش صاحب۔ بموجب منشی نبی بخش صاحب کہ فی الواقع صحیح ہے بلکہ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ زید نے اپنی نواسی کو جو کہ زید کے پاس بیٹھی تھی اوٹھا دیا صرف موقع خالی ہونے کی وجہ سے لڑکی نے اپنی نانی سے شکایت کی کہ مجھکو نانا نے اپنے پاس سے اوٹھا دیا بعدہٗ زید کے لڑکے کی بیوی کی چھاتی وغیرہ پکڑی زید کی زوجہ نے کہا کہ اب ہمکو بخوبی معلوم ہوگیا کہ لڑکے کی بی بی تمھاری بی بی ہے

تب سے تو یہ دونے مٹھائی وغیرہ خوب اڑائی جاتی ہے کیوں؟ بہو تو دونے مٹھائی وغیرہ اوڑاتی ہے تا (۶) بیان شیخ جی صاحب تصدق حسین۔ میری زوجہ نے لعل محمد کے گھر میں کی چھت پر سے اپنے لڑکے کی زوجہ سے بچشم خود زنا کرتے دیکھا (۷) بیان خیالی رام۔ میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو اپنی طرف بلاتا ہے اور زید کی زوجہ غصہ ہوکر کہتی ہے کہ میں تمھاری بی بی بنی ہوں وہ بھی تمھاری بی بی ہے زید جواب میں کہتا ہے کہ ہاں ہمارا مال ہے ہمکو اختیار ہے (۸) بیان حلفی گردھاری لال۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو زبردستی ہاتھ پکڑ کر اندر مکان کے لیگیا وہ ہرچند منع کرتی رہی کہ چچا کیا کرتے ہو مگر ہرگز نہ مانا (۹) بیان حلفی رحمت حسین چچا کریم بخش دختر کے دادا۔ بزبانی لڑکی ہمکو یہ معلوم ہوا کہ میری خوشدامن کی عدم موجودگی میں میرے خسر نے بوقت ۱۲ بجے دن کے جبکہ میں روٹی پکاتی تھی مجھکو اپنے پاس بلاکر زبردستی کی اور گالی وغیرہ دی قریب ایک گھنٹہ مجھکو اپنے پاس کھڑا کیا اور میرے ہاتھ میں کاٹا بعدہ مجھ سے بوس وکنار کیا میں نے بجواب صرف اتنا کہا مگر دیگر رشتہ داروں سے صاف صاف کما حقہ بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھ سے زنا کیا ہمکو کافی یقین ہوگیا کہ درحقیقت صحیح ہے بدیں وجہ ہمکو سخت رنج وملال ہوا رشتہ دار گواہ موجود ہیں (۱۰) بیان حلفی مسماۃ مغفورن میرے گھر سب کے سامنے بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھکو دو گھنٹہ ڈانٹ ڈپٹ کی اور مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا بعدہٗ میرے ساتھ زنا کیا (۱۱) بیان حلفی گھسن بھوپا صاحب۔ جبکہ ہم نے دریافت کیا اور کہا کہ سچ کہو یہ کیا قصہ پھیلا ہوا ہے تو اوس نے کہا کہ واقعی میرے خسر نے میرے ساتھ زنا کیا اب اس صورت مذکورہ بالا میں زنا ثابت ہوا یا نہیں اور یہ عورت زید کے لڑکے پر حلال رہی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: ایسے بیہودہ بے معنی وبے اصل گواہوں سے زنا تو قیامت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک چار مرد عاقل بالغ مسلمان پرہیزگار دیندار جو کسی کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوں نہ کسی صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ خفیف الحرکات ہوں حلف شرعی کے ساتھ شہادت دیں۔ اونھوں نے ایک وقت معین میں زید کو ہندہ کے ساتھ زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے یوں مشاہدہ کیا جیسے سرمہ دانی میں سلائی اوس وقت تک زنا شہادت سے ثابت نہیں ہوسکتا ان شرطوں میں ایک بات بھی کم ہوگی تو خود گواہی دینے والے شرعاً ۸۰، ۸۰ کوڑوں کے مستحق ہونگے مثلاً تین مسلمان پرہیزگار دیندار نے ویسی گواہی دی کہ سرمہ دانی میں سلائی کی طرح ہم نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا اور چوتھے نے یہ گواہی دی کہ میں نے دونوں کو سراپا برہنہ ایک پلنگ پر بیٹھے ہوئے اور باہم لپٹے ہوئے دیکھا زنا ثابت نہ ہوگا اور پہلے تین کو ۸۰، ۸۰ کوڑوں کا حکم ہوگا یا چاروں مرد مسلمان عاقل بالغ پرہیزگار دیندار نے گواہی دی کہ ہمنے اپنی آنکھ سے سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا مگر دو نے کہا کل دیکھا دو نے کہا آج یا تین نے کہا صبح دیکھا اور

تین نے کہا تیسرے پہر۔ سب کی گواہیاں مردود اور زنا ثابت نہیں۔ اور سب پر ۸۰۔۸۰ کوڑوں کا حکم ہوگا ایسی سخت شہادت کا معاملہ وہ ان ناپاک وبیہودہ گواہوں سے ثابت ہو سکتا ہے جن میں خیالی رام وگرداری لال تک موجود ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور عورتوں کی گواہیاں زنا کے بارے میں مطلق مردود ہیں اگرچہ تین مردوں کے ساتھ نو عورتیں گواہ ہوں باقی دو ایک میں وہ سُنی سُنائی گواہی دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں نہ کہ زنا میں جتنے گواہان مذکور ہیں سب پر توبہ فرض ہے اور کوڑے تو اسلامی سلطنت میں ہوتے۔ غرض زنا تو بالائے طاق رہا اب اتنی بات کہ زید کا اپنی بہو سے بارادۂ فاسد مثلاً بوس وکنار کرنا جس سے وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوجائے ان گواہوں سے اصلا اوسکا بھی کہیں ثبوت نہیں سب سُنی سُنائی کہتے ہیں کوئی زوجۂ زید کی زبانی کوئی اسکی بہو کی زبانی صرف ایک نبی بخش کی گواہی اتنا ہے کہ اوس نے اپنے کان سے زید کو جواب دینے میں سُنا کہ میرا مال ہے اور ممکن ہے کہ محمد بخش نے بھی ایسا ہی کہا ہو کہ اوسکی گواہی کو مثل نبی بخش کہا ہے یہ دو شخص پرہیزگار قابل قبول شرع ہوں بھی تو سائل نے بیان کیا کہ ان دونوں سے پردہ ہے اونھوں نے سنا تو باہر سے سُنا اور باہر سے سُنی ہوئی گواہی مردود ہے لان النغمۃ تشبہ النغمۃ کما فی العلمگیریۃ وغیرھا تو اتنی بات بھی اصلا ثابت نہیں اور وہ عورت اپنے شوہر پر حلال ہے ہاں اگر شوہر خود تصدیق کرے کہ اوسکے باپ نے اوسکی عورت کے ساتھ بدنیتی سے کچھ افعال مثل بوس وکنار کیے تو البتہ عورت اس پر حرام مانی جائیگی کہ اوس نے اوسکا حرام ہونا تسلیم کیا اوسپر لازم ہوگا کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے اور پھر کبھی اوس سے نکاح نہ کرسکیگا اور اگر شوہر تصدیق نہ کرے تو کچھ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ محمد اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران۔ ۱۲ر صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کافرہ عورت کے ساتھ اگر کوئی شخص زنا کرے معہ اوسکی رضا کے اور کوئی خوف شر کا بھی نہو ایسی حالت میں کیا حکم ہے اور جو شخص اس امر کے جواز کا قائل ہو اوسکے واسطے کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:۔ زنا حرام ہے اور کافرہ ذمیہ کے ساتھ زنا کے جواز کا قائل ہو تو کفر ہے ورنہ باطل ومردود بہرحال ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ شہر بریلی محلہ ذخیرہ مسئولہ حبیب اللہ صاحب حجام۔ ۵ر جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی اپنے بہنوئی کے تنہا ہونے کی وجہ سے اپنی بہن کے فوت ہوجانے کے بعد اوسکو روٹی وغیرہ تیار کرکے اوس کو ہر طرح کا عیش وآرام دیتی رہی چند روز کے بعد بہنوئی کی دلی محبت پیدا ہوگئی۔ ایک روز زید نے اپنی بی بی کو بہنوئی سے ہم بستر دیکھ کر اپنے

مکان پر آنے سے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا تب زید نے اپنے محلہ والے اور برادری والوں کو جمع کرکے حلف اوٹھوایا اور نعتی طور پر سمجھایا اوسکے بہنوئی نے قسم کھائی کہ اگر میں نے آجتک اوسکے ساتھ برا کام کیا ہو تو اپنی ماں بہن اور لڑکی کے ساتھ برا کام کیا ہو چندروز کے بعد رات کے بارہ یا ایک بجے پر خود چشم دید خوب اچھی طور پر دیکھتا رہا مگر بسبب مجبوری کے اوس سے کچھ نہ کہہ سکا زید نے مجبور ہوکر دوبارہ محلہ والوں کو اور برادری والوں کو جمع کرکے طلاق دیدی اوسکے دو تین روز کے بعد اپنے بہنوئی کے یہاں چلی گئی ابھی تک کسی کو دونوں کا نکاح ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے برادروں نے اوسکے کنبہ والے اور عورت کو اور اوسکے بہنوئی کو برادری سے علیحدہ کردیا اگر اوسکے کنبے والا یا اوسکا برادری والا اوسکے شریک ہوں تو شرع شریف اون کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

الجواب: عورت اور اوسکے بہنوئی پر توبہ فرض ہے اور عدت کے اندر اوسکا چلا نا یہ دوسرا حرام تھا اوسپر فرض ہے کہ عدت اپنے شوہر کے یہاں پوری کرے اگر نہ مانے تو برادری سے جو سزا اوسے دیگئی ہے ضرور قائم رکھی جائے کہ اس ملک میں یہی سزا باقی ہے نیز اوسکا بہنوئی اگر توبہ نہ کرے تو اوسپر بھی یہی حکم ہے بعض لوگ کہ اس سزا کو توڑیں وہ مصلحت شرعیہ کے مخالف ہونگے اور اونکے فعل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک یہ سزا جو یہاں ہاتھ میں رہگئی ہے یہ بھی اوٹھ جائے اور پنچایتی قوموں کے لوگ بھی اوروں کی طرح ہر گناہ میں آزاد ہو جائیں یہ خود جرم ہے اور مجرموں کی حمایت لہذا اگر باز نہ آئیں تو یہ بھی برادری سے خارج کرنے کے قابل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ شہر شاہجہانپور تارمین گلی بر مکان حضرت قاری صاحب مرحوم مولوی حکیم سید محمد آزاد یزدانی حسرت شاہجہانپوری ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محرمات ابدی یعنی ماں بہن وغیرہ سے جان بوجھ کر نکاح اور صحبت کرے تو اوسپر حد شرعی نہیں آتی یہ مسئلہ ہدایہ جلد ا ص۴۹۶ کنز اردو ص۱۶۵ ہدایہ مترجم فارسی جلد ۲ ص۳۴ میں ہے آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط۔

الجواب:۔ گناہ تین قسم ہیں ایک ہلکے کہ حد کی حد تک نہ پہونچے جیسے اجنبیہ سے بوس و کنار ان پر حد مقرر نہیں ہوگی کہ اون کی مقدار سے زیادہ ہے اور مولیٰ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کسی مجرم کو اوسکی جرم سے زیادہ سزا دے۔ ایسے گناہوں پر تعزیر رکھی جاتی ہے دوسرے وہ اخبث درجہ کے گناہ کہ حد کی حد سے گزرے ہوئے ہیں جیسے صورۃ مذکورہ سوال۔ ان پر بھی حد نہیں رکھی جاتی کہ حد اس گناہ سے پاک کردینے کی ہوتی ہے اور ایسا خبیث گناہ اوس حد سے پاک نہیں ہوتا۔ تیسرے متوسط درجہ اون پر حدود ہیں اسکی نظیر پیشاب اور شراب ہے پیشاب شراب سے خبیث تر ہے کہ کبھی کسی شریعت میں اوسکی ایک بوند حلال یا طاہر نہ ٹھہری بااینہمہ شراب پینے پر

حد ہے اور پیشاب پینے پر حد نہیں یونہیں اجنبیہ سے زنا پر حد ہے اور محارم سے نکاح پر نہیں کہ وہ خبیث کام ہے جسے حد سنبھال نہیں سکتی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ :۔ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ مسئولہ سید غلام شبیر ۲۰ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیوہ زن پارسا زنانے مکان سے تفریحًا شب ماہ میں بین المغرب والعشاء دروازہ کے سامنے مشرق و مغرب پچاس قدم کے فاصلہ سے اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ ٹہلتی تھی اور ہندہ کا چچازاد بھائی زید بھی ساتھ تھا ہندہ نے جبکہ آگے شارع عام کی طرف بڑھنے کا قصد کیا تو زید مانع ہوا اور کہا مردانہ مکان ہے یہ مقام شارع عام ہے بس آگے نہ جائیے اندر زنانے میں چلیے۔ یہ کہکر زید نے ہندہ کے پس پشت سے ہندہ کے بازو پکڑ کر دروازے کی طرف پھیر دیا ہندہ نے زید کے کلام کی تردید کی اور چند قدم مردانے مکان کی طرف جاکر پھر از خود زنانے مکان میں چلی گئی چند روز بعد جبکہ ہندہ سے کئی نامشروع حرکات سرزد ہوچکیں اور زید پھر مانع ہوا اسوقت ہندہ نے اس کا اظہار کیا کہ زید نے بھی فلاں روز میرے جسم کو بدنیتی سے ہاتھ لگایا تھا یعنی مذکور بالا واقعہ کا اظہار کیا زید نے جواب دیا کہ میری روک ٹوک یا جسم کو ہاتھ لگانا واللہ باللہ کسی بدنیتی سے نہ تھا اگر آپ کے نزدیک وہ بدنیتی تھی یا اب ہے تو میں ضرور مستحق سزا ہوں آپ چاہیں تو مجھے معاف فرمائیں یا ازروئے کتاب وسنت سزا دیں مجھے ہرگز عذر نہیں کہ میرا ہر امر آپ کے متعلق کتاب وسنت کے خلاف نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا انشاء اللہ تعالٰی۔ اب ہندہ کو پورا گمان بد زید کی جانب ہے لہذا جواب عطا ہو کہ زید کا یہ فعل و نیت ظاہری اور ہندہ کی یہ حرکت و تردید کتاب وسنت کیسی ہے بینوا توجروا۔

الجواب :۔ صورت مذکورہ میں ہندہ کا گنہگار و بیجا ہونا ظاہر ہے رہا زید بیان مذکور سے اوس کا اصل مقصود ہندہ کو بری بات سے منع کرنا اور بیجائی سے روکنا معلوم ہوتا ہے اسپر وہ مستحق اجر ہے نہ سزاوار سزا و زجر۔ پھر اوس کا پس پشت سے ہندہ کے بازو پکڑ کے شارع عام سے مکان کی طرف پھیر دینا اگر اس طرح ہو کہ اسکے ہاتھوں اور ہندہ کے جسم میں موٹا کپڑا حائل تھا کہ جسم ہندہ کی گرمی اسکے ہاتھوں کو پہنچنے سے مانع ہوا جب تو اوسپر کچھ الزام نہیں اور اگر ایسا نہ تھا بلکہ ہندہ کے کسی حصۂ جسم کو اس کا ہاتھ بلا حائل پہنچا یا حائل باریک تھا کہ گرمی محسوس ہونے سے مانع نہ ہوتا تو بیشک زید پر الزام ہے اور اوسپر توبہ فرض اور اوسے چاہیے تھا کہ زبانی ممانعت پر قناعت کرتا یا موٹا کپڑا حائل رکھکر پھیرتا یا اگر وہ بغیر اس کے نہ مانتی پھر بھی وہ بدنیتی جس کا ہندہ اتہام رکھتی ہے ثابت نہیں یہ بھی اوسکے افعال شنیعہ سے ایک فعل ہے کہ مسلمان پر تہمت رکھتی ہے اوسکے اقارب پر اوسکا بندوبست لازم ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ مسئولہ سید غلام شبر ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید زن شوہردار سے کہ اوسکی بھاوج ہے مزاح کرتا ہے اور فحش مزاح اور ہاتھا پائی کو بھی جائز رکھتا ہے بلا دھواس موقع بے موقع اسکے جسم کو ہاتھ لگانا مس کرنا روا جانتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا یہ فعل مزاحاً ہے کہ میں اوسکے شوہر کے روبرو بھی ایسا ہی مذاق کرتا ہوں اور مذاق میں زید زن مذکور کی ٹانگیں پکڑ کر ایک پلنگ سے دوسرے پلنگ پر اور دوسرے سے تیسرے پلنگ پر گھسیٹتا ہے اور اقربائے فریقین بھی اسکو دیکھا کرتے کچھ بھی تعرض نہیں کرتے تو کیا شرعاً یہ حرکت اور اقربا کا سکوت جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- یہ حرکات حرام ہیں اور ایسا مزاح ابلیسی مزاح ہے اور اگر شوہر واقعی دیکھتا اور اوس پر راضی ہوتا ہے یا بقدر قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور دیوث پر جنت حرام ہے۔ نیز اقارب فریقین منع نہیں کرتے شریک گناہ و مستحق عذاب ہیں قال اللہ تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانو یفعلون۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از موضع علی پور ضلع نیرا مسئولہ منصب علی صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نابالغ یا بالغ نے بکری یا گائے یا بھینس کے ساتھ مجامعت کی اس شخص کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے اور نیز اوس جانور کا گوشت کھانا یا پالنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- نابالغ کو تنبیہ کریں بالغ پر تعزیر ہے جسکا اختیار حاکم کو ہے وہ جانور ذبح کرکے فنا کر دیا جائے گوشت کھال جلادیں پالا نہ جائے درمختار میں ہے لایحد لوطء بھیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھا حیۃ ومیتۃ مجتبی۔ ردالمحتار میں ہے ھذا اذا کانت مما لایؤکل فان کانت تؤکل جاز اکلھا عندہ وقالا تحرق ایضا زیلعی وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ ایسے شخص سے ملنا اور راہ ورغبت کرنا کیسا ہے کہ باوجود تنبیہ لوگوں کے اپنی بہن بھانجی زانیہ کو اپنے گھر سے نہیں نکالتا ہے اور نہ اوس سے ملنا ترک کرتا ہے اور ایک بار حلف بھی اوٹھا چکا ہے کہ نہیں ملونگا بینوا توجروا۔

الجواب:- اس شخص پر اتنا واجب ہے کہ اوس عورت کو سمجھائے فہمائش کرے اگر کسی سختی جائز پر قدرت رکھتا ہو اوسے بجالائے جو بندوبست اسکے ہاتھ میں ہو اوسمیں کوتاہی نہ کرے اگر یہ شخص یہ سب باتیں کرتا ہے اور وہ باز نہیں آتی تو اوس کا وبال اوسی پر ہے اسپر کچھ نہیں کہ اللہ تعالٰی ایک کے گناہ میں

دوسرے کو نہیں پکڑتا قال تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی اور اگر یہ شخص اوس کی اس حرکت پر ناراض ہے مگر فہمائش وغیرہ میں کمی کرتا ہے تو گنہگار ہوگا کہ نیک بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا جہاں تک اپنی قدرت میں ہو مسلمان پر ضرور ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان مسلمان اوسے فہمائش کریں اور اگر یہ شخص ان حرکات پر راضی ہو تو معاذ اللہ دیوث ہے مسلمان اوسے سمجھائیں اگر باز نہ آئے تو اوس سے میل جول چھوڑ دیں فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از ڈیرہ غازی خاں بلاک ۱۲ مرسلہ مولوی احمد بخش صاحب۔ ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

حضرت ملک العلماء والفضلاء تقی ورجائی ادام اللہ تعالٰی ظلہ علی رؤس المستفیضین۔ نیاز بے انداز وشوق زیارت کے بعد جن کا کوئی حد اندازہ نہیں گزارش اس پہاڑی علاقہ میں بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ زانی ومزنیہ کو زنا کی حالت میں قتل کر ڈالتے ہیں اور بعض واقعات یہ ہیں کہ جب اون کے نزدیک عورت کا کسی بیگانہ کے پاس بیٹھنا اٹھنا یا آنا جانا ہوا دیکھتے ہیں تو پہلے چند مرتبہ اوسے منع کرتے ہیں اور اوسکے باز نہ رہنے کے بعد اوس عورت کو قتل کر دیتے ہیں اور اگر کر سکتے ہیں تو اوس شخص بیگانہ کو بھی نہیں چھوڑتے بموجب شرع شریف ان دونوں صورتوں میں قاتل گنہگار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب :- جناب مولٰنا المکرم ذی الفضل الاتم والمجد الاکرم دامت مکارمہ۔ اس مسئلہ میں اضطراب کثیر ہے اندرہ جو فقیر کو کتب معتمدہ دلائل شرعیہ سے تحقیق ہوا یہ ہے کہ صورت ثانیہ میں اون مرد وزن کا قتل محض حرام ہے فقط آنے جانے اوٹھنے بیٹھنے کی سزا شریعت نے بھی قتل نہ رکھی نہ اسقدر خلوت کو مستلزم اور حق یہ کہ تجرد خلوت بلکہ دواعی پر بھی شرع مطہر نے قتل نہ رکھا اور سیاست کا اختیار غیر سلطان کو نہیں بلکہ سلطان کو بھی علی الاطلاق نہیں کل ذلک معلوم من الشرع بلا خفاء لاجرم یہ ناحق قتل مسلم ہوا اور وہ سخت کبیرہ شدیدہ ہے اور قاتل پر قصاص عائد۔ صورت اولٰی میں بھی حکم مطلق نہیں بلکہ واجب کہ پہلے زجر وضرب وقہر کریں اگر جدا ہو جائیں تو اب عامہ کو اوسکا قتل حرام ہے ہاں شہادات اربع گزریں یا مرد جہ شرعی چار مجلسوں میں چار اقرار تو اون میں جو محصن ہو سلطان اوسے رجم فرمائیگا نہایہ امام سغنانی پھر عالمگیریہ میں ہے سئل الہندوانی رحمہ اللہ تعالٰی عن رجل وجد مع امرأتہ رجلا ایحل لہ قتلہ قال ان کان یعلم انہ ینزجر عن الزنا بالصیاح والضرب بما دون السلاح لایحل وان علم انہ لاینزجر الا بالقتل حل لہ القتل وان طاوعتہ المرأۃ حل لہ قتلہا ایضا اور اگر نہ مانیں تو اس صورت میں اگرچہ زانی کو مطلقا اور عورت کو بھی اگر مکرہ نہ ہو صرف عین حالت اشتغال میں نہ بعد اوس سے فراغ کے قتل ازالہ منکر ؟

اور اس کے لیے سلطان ہونا شرط نہیں قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ۔ الحدیث بحرالرائق پھر ہندیہ میں ہے قالوا لکل مسلم اقامۃ التعزیر حال مباشرۃ المعصیۃ اما بعد المباشرۃ فلیس ذلک لغیر الحاکم قال فی القنیۃ رأی غیرہ علی فاحشۃ موجبۃ للتعزیر فعزرہ بغیر اذن المحتسب فللمحتسب ان یعزر المعزر ان عزرہ بعد الفراغ منہا مگر یہ امر فیما بینہ وبین اللہ ہے حاکم نہ مانے گا اور جبتک بینۂ عادلہ سے ثبوت نہ دے اوسے قتل کریگا یا اگر مقتول معروف ومشہور بخبائث وشرور وعادت زنا وفجور ہے قاتل سے اوسکا خونبہا لیگا۔ درمختار میں ہے الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی ان یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انہ زنی۔ ردالمحتار میں ہے عزاہ بعضھم ایضا الی جامع الفتاوی وحدود البزازیۃ وحاصلہ انہ یحل دیانۃ لا قضاء فلا یصدقہ القاضی الا ببینۃ والظاھر انہ یأتی ھنا التفصیل المذکور فی السرقۃ وھو مافی البزازیۃ وغیرھا ان لم یکن لصاحب الدار بینۃ فان لم یکن المقتول معروفا بالشر والسرقۃ قتل صاحب الدار قصاصا وان کان متھما بہ فکذلک قیاسا وفی الاستحسان تجب الدیۃ فی مالہ لورثۃ المقتول لان دلالۃ الحال اورثت شبہۃ فی القصاص لا فی المال یہ ہے وہ جو فقیر کے نزدیک منقح ہوا وھا انا اذکر لکم مافی الدرالمختار وما عارضہ بہ فی ردالمحتار وما تکلمت علیہ فی جدالممتار لیتجلی الامر جلاء النھار وما توفیقی الا بالعزیز الغفار قال فی تنویر الابصار والدرالمختار (ویکون) التعزیر (بالقتل کمن وجد رجلا مع امرأۃ لا تحل لہ) ولو اکرھھا فلھا قتلہ ودمہ ھدر وکذا الغلام وھبانیۃ (ان کان یعلم انہ لا ینزجر بصیاح وضرب بما دون السلاح والا) بان علم انہ ینزجر بما ذکر (لا) یکون بالقتل (وان کانت المرأۃ مطاوعۃ قتلھما) کذا عزاہ الزیلعی للھندوانی ثم قال (و) فی منیۃ المفتی (لو کان مع امرأتہ وھو یزنی بھا او مع محرمہ وھما مطاوعان قتلھما جمیعا) اھ واقرہ فی الدر وقال فی البحر وصفادہ الفرق بین الاجنبیۃ والزوجۃ والمحرم فمع الاجنبیۃ لا یحل القتل الا بالشرط المذکور من عدم الانزجار المزبور وفی غیرھا یحل (مطلقا) اھ وردہ فی النھر بما فی البزازیۃ وغیرھا من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرھا ویدل علیہ تنکیر الھندوانی للمرأۃ نعم مافی المنیۃ مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم ولذا جزم فی الوھبانیۃ بالشرط المذکور مطلقا وھو الحق بلاشرط احسان لانہ لیس من الحد بل من الامر بالمعروف وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی انہ یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انہ زنی **وکتبت علیہ** فی جدالممتار **قولہ** وفی غیرھا یحل **اقول** المقصود ازالۃ المنکر ومما حصل بغیر القتل تعین ذلک الغیر ولیست

لسیاسته امیر الامام والقتل فی الزوجة والمحارم دون الاجنبیة لایکون الا انتصارا لنفسه وازالة المنکر لله عزوجل ولا فرق فیه بین الاجنبیة وغیرها فالکل اماء الله تعالٰی علی السواء وفیه حدیث سعد بن عبادة رضی الله تعالٰی عنه ونهی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ایاه عن القتل فالحق عندی التسویة بین النساء والتقیید لعدم الانزجار بغیر القتل مطلقا کما مشی علیه الشارح المدقق متابعا للعلامة المدقق عمر بن نجیم رحمهم الله تعالٰی **قوله** ویدل علیه تنکیر الهندیة فی لامرأة **اقول** بل هو نص جوابه فانه انما سئل عمن وجد مع امرأته رجلا کما فی الهندیة عن النهایة فشمل الحکم المحارم بدلالة المساواة والاجنبیة بدلالة الاولویة فالتنکیر من الناقلین عنه ما معنی اھ ما کتبت علیه **وقال** فی رد المحتار (قوله مع امرأته) ظاهره ان المراد الخلوة بها وان لم یر منه فعلا قبیحا کما یدل علیه ما یأتی عن منیة المفتی کما تعرفه فافهم (قوله فلها قتله) ای ان لم یمکنها التخلص منه بصیاح او ضرب والا لم تکن مکرهة فالشرط الاٰتی معتبر هنا ایضا کما هو ظاهر ثم رأیته فی کراهة شرح الوهبانیة ونصه لو استکره رجل امرأة لها قتله وکذا الغلام فان قتله فدمه هدر اذا لم یستطع منعه الا بالقتل اھ فافهم (قوله ان کان یعلم) شرط للقتل الذی تضمنه قوله لمن وجد رجلا (قوله ومفاده الخ) توفیق بین العبارتین حیث اشترط فی الاولی العلم بانه لا ینزجر بغیر القتل ولم یشترط فی الثانیة فوفق بحمل الاولی علی الاجنبیة والثانیة علی غیرها وهذا ابناء علی ان المراد بقوله فی الاولی مع امرأة ای یزنی بها وما یأتی الکلام علیه (قوله مطلقا) زاد المصنف علی عبارة المنیة متابعة لشیخه صاحب البحر (قوله بما فی البزازیة وغیرها) ای کالخانیة ففیها لو رأی رجلا یزنی بامرأته او امرأة اخری وهو محصن فصاح به فلم یهرب ولم یمتنع عن الزنا حل له قتله ولا قصاص علیه اھ (قوله لیحمل علی المقید) ای یحمل قول المنیة قتلهما جمیعا علی ما اذا علم عدم الانزجار بصیاح او ضرب قلت وقد ظهر لی فی التوفیق وجه اٰخر وهو ان الشرط المذکور انما هو فیما اذا وجد رجلا مع امرأته لا تحل له قبل ان یزنی بها فهذا لایحل قتله اذا علم انه ینزجر بغیر القتل سواء کانت اجنبیة عن الواجد او زوجة له او محرما منه اما اذا وجده یزنی بها فله قتله مطلقا ولذا قید فی المنیة بقوله وهو یزنی واطلق قوله قتلهما جمیعا وعلیه قول الخانیة الذی قدمناه انفا فصاح به غیر قید ویدل علیه ایضا عبارة المجتبٰی الاٰتیة ثم رأیت فی جنایات الحاوی الزاهدی ما یؤیده ایضا حیث قال رجل رأی رجلا مع امرأته یزنی

بها او يقبلها او يضمها الى نفسه وهى مطاوعة فقتله اوقتلها لا ضمان عليه ولا يحرم من ميراثها
ان اثبته بالبينة او بالاقرار ولو راى رجلا مع امرأته فى مفازة خالية او رأه مع محارمه هكذا
ولم يرمنه الزنا ودواعيه قال بعض المشائخ حل قتلها وقال بعضهم لا يحل حتى يرى منه
العمل اى الزنا ودواعيه ومثله فى خزانة الفتاوى اه وفى سرقة البزازية لو راى فى منزله
رجلا مع اهله او جارية يفجر وخاف ان اخذه ان يقهره فهو فى سعة من قتله ولو كانت مطاوعة
له قتلهما [ف] فهذا صريح فى ان الفراق من حيث رؤية الزنا وعدمها تامل (قوله مطلقا) اى بلا فرق
بين اجنبية وغيرها (قوله وهو الحق) مفهومه ان مقابله باطل ولم يظهر من كلامه ما يقتضى
بطلانه بل ما نقله بعده عن المجتبى [١] يفيد صحته وقد علمت مما قررناه ما يتفق به كلامهم واما
كون ذلك من الامر بالمعروف لا من الحد فلا [١١] يقتضى اشتراط العلم بعدم الانزجار تامل (قوله
بلا شرط احصان) رد على ما فى الخانية من قوله وهو محصن كما قدمناه وجزم به الطرطوسى
قال فى النهر ورده ابن وهبان بانه ليس من الحد بل من الامر بالمعروف والنهى عن المنكر وهو
حسن فان هذا المنكر حيث [١٢] تعين القتل طريقا فى ازالته فلا معنى لاشتراط الاحصان فيه ولذا
اطلقه البزازى اه قلت ويدل عليه ان الحد لا يليه الا الامام اه **وكتبت عليه فى جد**
الممتار قوله كما يدل عليه ما ياتى عن منية المفتى اى فانه لما اطلق فيها الحكم بالقتل
عن قيد عدم الانزجار قيد معية المرأة بالزنا وههنا الحكم مقيد بعدم الانزجار فتكون
المعية مقيدا بعدم الزنا كيلا يتعارضا **اقول** ولا يخفى عليك ما فى هذه الدلالة من
البعد والنظر الى الخارج وابداء جمع بينه وبين كلام اخر ليس منه دلالة هذا الكلام فى
شئ لا سيما وذلك الجمع غير متبين ولا متعين لانتفاء التعارض بما افاد الشارح من حمل
المطلق على المقيد ثم انما مبناه على ما سبق الى خاطره رحمه الله تعالى من التوفيق الاتى له
وسيأتيك الكلام عليه وليس الامر كما ظن بل اصل المسألة للامام الفقيه الهند وانى سئل
عن رجل وجد امرأته رجلا ايحل له قتله قال ان كان يعلم انه ينزجر عن الزنا بالصياح والضرب بما دون السلاح
لا يحل وان علم انه لا ينزجر الا بالقتل حل له القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها
ايضا اه هندية عن النهاية وعنه اخذ فى منية المفتى فعبر عنه بما ترى وسنحقق انه لا يحل القتل
فى الدواعى كاللمس والتقبيل والعناق فكيف بمجرد الخلوة ولا اعلم له رحمه الله تعالى سلفا
فيه وكيف يحل الاجتراء على قتل مسلم باستظهار بعيد تفرد به عالم فى هذا الزمان حتى من

اسادت ولا برهان بل على خلاف اصول الشرع المزدان وقضية نصوص ائمة الشان حتى نفس هذا الرفيع المكان كما ستعرف بعون المستعان **قوله** اذا لم يستطع منعه الا بالقتل **اقول** هذا ايضا نص فى امتناع القتل اذا امكن المنع بغيره خلافا لما اثرتم وقولكم والا لم تكن مكروهة لا اثر له لان غاية المطاوعة ان تكون مرتكبة لعين المنكر وهذا القتل من ازالة المنكر ومرتكب منكر لا يعفى عن نهيه غيره عنه لانه مامور بشيئين الامتناع والمنع فان فوت احدهما لا يسقط عنه الاخر وارتكاب احد معصية لا تبيح له معصية اخرى بل هذا القتل فى حق المرأة نهي وانتهاء معا فكانت اولى باباحته وظهر ان التصوير بالاكراه صدر وفاقا **قوله** ويأتى الكلام عليه **اقول** ويأتى الكلام عليه **قوله** فله قتله مطلقا **اقول** وانما القصد ازالة المنكر فاذا حصل بالادنى تعين كما افاده الامام الفقيه ابو جعفر واعتمده المعتمدون وتقدم عن شرح الوهبانية وسينقله المحشى عن ابن وهبان ومشى عليه بنفسه **قوله** ويدل عليه عبارة المجتبى الاتية اى شرحا حيث اطلق فى الزنا ان له القتل ولم يقيد بشئ **اقول** وفيه ما ذكر الشارح ان المطلق يحمل على المقيد وكيف يرد اطلاق المجتبى على تقييد المعتمدات وحمل المطلق على المقيد جادة واضحة بخلاف الغاء القيد **قوله** فى الحاوى الزاهدى ما يؤيده ايضا **اقول** بل يخالفه فانه جعل له القتل مطلقا فى الدواعى وانتم تخصصونه بالزنا **قوله** او يقبلها الخ **اقول** لم يشرع الله تعالى فى الدواعى القتل وليست السياسة لغير الامام بل ليست الدواعى الا من الصغائر وليس القتل سياسة للامام ايضا الا فى جناية عظمت وفحشت كما مر قبيل باب وطء يوجب الحد ان اللوطى والسارق والخناق اذا تكرر منهم ذلك حل قتلهم سياسة اھ ثم لم يكتف فى تلك العظائم ايضا بمجرد صدورها بل قيد حل القتل بتكررها وسيأتى ان الشارح اطلق اباحة القتل فى جميع الكبائر فقيده المحشى بما كان منها متعديا الى الغير [illegible] ان شاء الله تعالى ولم ينقل عن السلف قتل كل من اتى كبيرة فضلا عمن اتى صغيرة وتوسيع القتل فى الصغائر وجعل ذلك الى العامة لاتسع الخرق وفشا القتل فى المسلمين والعياذ بالله تعالى فاى يوم لا ترى جمعا من الناس على شئ من الصغائر فاقتل كل من تراه وهذا ليس من حكم الله فى شئ فلا شك ان ما فى الحاوى مردود [illegible] كيف وهو من الزاهدى المعتزلى المعروف بجمع كل غث وسمين والغير الموثوق بنقله ايضا الغير المعتمد عليه فى رواية ولا دراية كما صرح به ارباب الدراية **قوله** فهذا صريح **اقول** اى صراحة فيه

بل تقییدہ بالخوف المذکور بما یؤید التقیید السابق فان مثلہ لا ینزجر بالزجر **قولہ**[9] یغیرہ بیدہ
اقول قدمنا ما فیہ **قولہ**[10] قد علمت مما قررناہ **اقول** قد علمت ما فیہ **قولہ**[11] فلا
یقتضی اشتراط العلم **اقول** بلی یقتضیہ لان مراد الشارع ازالۃ المنکرات المظلمۃ لا
اھلاک النفوس المسلمۃ فاذا حصلت بدونہ وجب قصر الید عنہ **قولہ**[12] حیث تعین القتل
طریقا **اقول** ھذا ایضا نص فی اشتراط القید المذکور وقد عاد المحشی رحمہ اللہ تعالٰی
بنفسہ الی الصواب اذ قال علی قول الشرح وعلی ھذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق
وصاحب المکس وجمیع الظلمۃ ادنی شیئ لہ قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ
یباح قتل الکل ویثاب قاتلھم اھ نصہ قولہ والاعونۃ والسعاۃ عطف تفسیر او عطف خاص علی عام
فیشمل کل من کان من اھل الفساد کالساحر وقاطع الطریق واللص واللوطی والخناق
ونحوھم ممن عم ضررہ ولا ینزجر بغیر القتل اھ فقد اذعن بالتقیید وھو الحق السدید
ولیس الزنا بالخنق منہما ھاتیک الافاعیل فما صرح بہ الائمۃ فعلیہ الاعتماد والتعویل
ھذا ما کتبت علیہ فانظرہ متأملا ملاحظا برا والحمد للہ اولا واخرا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی عالم کے نسبت یا کسی دوسرے کی لفظ مردود کہے یا یوں کہے کہ وہ بیوقوف ہے کچھ نہیں جانتا اُلّو ہے تو اوس شخص کے نسبت کیا شرع شریف حکم دیگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا مسلمان کو ناحق ایذا دینا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعاً حرام، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اوس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اوس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن پھر علمائے دین متین کی شان تو نہایت ارفع واعلٰی ہے اونکی جناب میں گستاخی کرنے والے کو حدیث میں منافق فرمایا ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخص ہیں جن کا حق ہلکا نہ جانے گا مگر منافق ایک اسلام میں بڑھاپے والا دوسرا عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ وابوالشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی

تعالی علیہ وسلم ایسا شخص شرعاً لائق تعزیر ہے واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ:- ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مومن کہنا تخصیص رکھتا ہے قوم نوربافت سے یا عام اُمت محمدی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص براہ طعنہ قوم مذکور کے نسبت مومن کہے تو اوسکے نسبت کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب:- الحمد للہ ہر مسلمان مومن ہے اور بعض بلاد ہند کے عرف میں اس قوم کو مومن کہنا شاید اس بنا پر ہو کہ یہ لوگ اکثر سلیم القلب حلیم الطبع ہوتے ہیں جن سے اور مسلمانوں کو آزار کم پہنچتا ہے اور حدیث میں فرمایا کہ مومن وہ ہے جسکے ہمسائے اوسکی ایذاؤں سے امان میں ہوں المومن من امن جارہ بوائقہ پھر یہ لفظ بطور طعن انھیں کہنا دوسری شناعت ہے ایک تو مسلمان کو اوسکی نسبت یا پیشہ کے سبب حقیر جاننا دوسرے ایسے عظیم جلیل لفظ کو محل طعن میں استعمال کرنا۔ ایسے شخص کو چاہیے اللہ تعالی سے ڈرے اور اپنی زبان کی نگہداشت کرے اللھم اھدنی والمسلمین انک انت ارحم الراحمین آمین۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ:- از ڈونگر دایہ مہ سانہ گجرات گاڑیکے دروازہ متصل مکان بنجارہ چاند مار سول مسئولہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب احمد آبادی۔ ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان کے مال کا نقصان کرنا اور اوسکی ہتک حرمت میں کوشش کرنا کیسا ہے۔

الجواب:- اگر بلا وجہ شرعی ہے حرام قطعی ہے اور وجہ شرعی سے ہے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ:- از شہر صدر بازار بریلی مسئولہ پیش امام جامع مسجد ۸ محرم ۱۳۳۹ھ۔

ایک شخص نماز پڑھنے سے انکار و حیلہ بہت سے کرتا تھا ہرچند اوسکو برادرانہ طور پر بہت کچھ سمجھایا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا اور ہم لوگ اوسکو پکڑنے کے واسطے گئے اوسوقت وہ مسلمانوں کو لاٹھی لیکر مقابلہ کرنیکو آمادہ ہوا لہذا دو مسلمانوں نے اوسکے ہاتھ پکڑلیے ایک شخص نے اوسکے درّے لگائے لہذا اب وہ نماز پڑھتا ہے پکڑنے کے وقت اوسکے ہاتھ میں گھڑی بندھی تھی وہ ٹوٹ گئی وہ مسلمانوں سے طلب کرتا ہے اوسکی گھڑی دیجائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- تفہیم چاہیے تنبیہ چاہیے مارپیٹ کا وقت نہیں اور اوسکی گھڑی کی قیمت دیجائے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ:- از بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ اشفاق حسین طالب علم ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وعمرو وبکر ایک مقام پر بیٹھے تھے اتفاقاً ایک لڑکی اُس راہ سے گزری زید نے عمرو سے کہا کہ یہ لڑکی تمہاری بہن ہے عمرو نے زید کو جواب دیا کہ ہاں یہ لڑکی بہن ہے لیکن اسے زید یہ لڑکی تیری بہن ہے اس پر زید نے عمرو سے کہا کہ میری بہن نہیں ہے بلکہ تیری بہن ہے عمرو نے زید سے کہا کہ جب ہم تم سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں تو ہم تم سب بھائی بہن ہیں۔ بکر نے عمرو سے کہا کہ اسطرح تو کتے سور بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں تو کتے اور سور بھی تمہارے بھائی بہن ہوے عمرو نے کہا کہ نہیں ان جانوروں کو اہل اسلام کے لوگ بُرا سمجھتے ہیں اس پر بکر بہت غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ نہیں سور اور کتے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں ہیں اور مکرر سہ کرر یہی الفاظ کہے یہاںتک کہ آپس میں جھگڑا ہونے لگا اور معاملہ طول ہوگیا۔ عرض یہ ہے کہ ان تینوں شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ وجہاً عرض کیا ہے۔

الجواب:۔ عمرو نے جو اُسکے بہن ہونے سے انکار کیا اُس پر کچھ الزام نہیں بلکہ وہ اگر غیر مسلمان تھی تو بہت اچھا کہ انکار کردیا زید نے کہ اُسے عمرو کی بہن کہا اُس پر الزام نہیں اگر وہ لڑکی مسلمان تھی کہ مسلمان سب آپس میں بھائی ہیں۔ ہاں اگر وہ نہ تھی تو بُرا کیا کہ اُسے مسلمان کی بہن ٹھہرایا اور فقط اولاد آدم علیہ السلام ہونا کافی نہیں کہ کافروں کا نسب خود حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقطع ہے قال اللّٰہ تعالیٰ انما المومنون اخوۃ وقال تعالیٰ انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح رہا بکر اُس نے سخت شدید شنیع بُری بات کہی اُسکے قول سے نبی اللّٰہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک عیب لگتا ہے اُسپر توبہ فرض ہے بلکہ کلمہ پڑھے تجدید اسلام کرے۔ ہاں اگر وہ لڑکی کافرہ تھی اور اُس نے کتے سور سے مراد کافر لیے یعنی اُن کی اولاد میں تو کافر بھی ہیں جو کتوں سوروں کے مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی بدتر ہیں وہ ہمارے بھائی کیسے ہوسکتے ہیں تو اُسپر الزام نہ رہیگا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از دھاموں ڈاکخانہ دھاموں ضلع سیالکوٹ پنجاب روز دوشنبہ۔ ۲ صفر المظفر ۳۴ھ

اگر زید اپنے حقیقی بھائی بکر کو کسی سازش سے ایک مجلس میں بآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھکر کہے کہ تم میرے بھائی نہیں ہو ایسی صورت میں زید پر بموجب شرع شریف کچھ کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا و کسقدر۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر اُسکے بھائی نے اُسکے ساتھ کوئی معاملہ خلاف اخوت کیا جو بھائی بھائی سے نہیں کرتا تو اس پر اس کہنے میں الزام نہیں کہ اس نفی سے نفی حقیقت مراد نہیں ہوتی بلکہ نفی ثمرہ اور اگر ایسا نہیں بلکہ بلاوجہ شرعی یوں کہا تو تین کبیروں کا مرتکب ہوا۔ کذب صریح و قطع رحم و ایذائے مسلم اس پر توبہ فرض ہے اور بھائی سے معافی مانگنی لازم۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ معرفت مصطفیٰ رضا خان صاحب بروز پنجشنبہ۔ ۲۹ صفر المظفر ۳۲ھ

(۱) بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہا کہ فلاں کے گھر چوری ہوئی انھوں نے کہا کہ اچھا ہوا چوری ہوئی پھر بعض دفعہ تو جو ظاہر کلام ہے ظاہر مراد ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ مراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اُس کو اُنھیں غرور تھا لہٰذا اچھا ہوا چوری ہوگئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دور ہوگیا دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے۔

(۲) ایک شخص سے کوئی خلاف کلمہ نکلا بعد کو اُس نے اُس سے صراحۃً انکار کیا اور اُسکا قبح تسلیم کرلیا یا اُسکو چھوڑ کر اُسکے مخالف حق کلمہ کا اقرار کیا آیا یہ توبہ ہوگئی یا ضرور ہے کہ لفظ توبہ کہے۔

(۳) ہمارے اعزہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہوکر کہا نہ معلوم تمھیں فلاں کے مکان سے (نام لیکر) کیا عشق ہے شوہر نے کہا خدا جانے اسپر عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے اور اسکے بعد ایک اور جملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمھارے حیلہ حوالے بیکار یہ ان بے پروائیاں ہیں یہ جملہ کیسا اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ (۱) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ سرقہ اچھی بات ہے جس سے حرام قطعی کا استخفاف بلکہ استحسان ہوکر معاذ اللہ نوبت بکفر پہنچے بلکہ اس مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان سمجھا جاتا ہے اور یہی مقصود ہوتا ہے یہ کبھی براہ حسد ہوتا ہے اور حسد حرام ہے اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے کبھی براہ عداوت کہ بہر کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے اس کا حکم اُس عداوت کا تابع رہیگا اگر عداوت مذمومہ ہے یہ بھی قبیح و مذموم ہے اور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی تو اسمیں بھی حرج نہیں ربنا اشدد علی قلوبھم واطمس علی اموالھم جب دعا سے اوس کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اُس پر خوش ہونا کیا بیجا ہے کبھی وہ صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور ہے وہ اگر بہ نیت صحیحہ ہے وغیر محظور کہ یہ اُسکے نقصان پر خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) لفظ توبہ نہ ضرور نہ کافی جو قول بیجا صادر ہوا تھا اُس پر ندامت اور اُس سے تبری درکار ہے السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری عزوجل سے معاذ اللہ نفی علم کرے نہ زنہار اُسکے کلام سے سامع کا ذہن اسطرف جاسکتا ہے بلکہ شوہر نے کہا تھا خدا جانے یعنی کوئی چیز مخفی ہے جو مجھے معلوم نہیں یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا اُسنے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں اسے اُس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بفرض غلط نفی علم ہی مراد لیں تو معاذ اللہ نفی مطلق کی ہرگز بو بھی نہیں بلکہ اس امر خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا اور علم الٰہی سے کسی شے کی نفی اُسکے علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا فکان من باب قولہ تعالیٰ وجعلوا للہ شرکاء قل سموھم ام تنبئونہ بما لا یعلم فی الارض

ہاں ارسال لسان ہے جس سے احتیاط درکار اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی تکفران العشیر میں داخل کرنیکو بس ہے توبہ چاہئے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ:۔ قول انوار الحق تحصیل اچونیاں ضلع لاہور بروز چہارشنبہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ (مکتوب قول انوار الحق) میں عریضہ لکھکر دوبارہ یاسیدنا و مولٰنا و مرشدنا عرض کرتا ہوں کہ آپ ہم لوگوں میں مثل رسول ونبی کے ہیں آپ ضرور ہم خاکساروں کی عرض سن کر جواب روانہ فرمادیں۔

تنبیہ:۔ مولانا یہ لفظ بہت سخت ہے لاالٰہ الا اللہ یہ فقیر حقیر ذلیل سیاہ کار نابکار کیا چیز ہے ہاں اکابر کے لیے یہ لفظ حدیث میں آیا ہے کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ شیخ اپنی قوم میں مانند نبی کے ہیں اپنی اُمت میں مگر مثل اور مانند میں بہت فرق ہے مثل معاذاللہ مساوات کا ایہام کرتا ہے اور مانند صرف ایک مشابہت چاہتا ہے علما فرماتے ہیں اس لیے سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی عنہ ایمانی کایمان جبریل فرمایا نہ مثل ایمان جبریل۔ فقط

مسئلہ:۔ مسئولہ سید حمید الرحمٰن صاحب صابری فاروقی گولہ گھاٹ محلہ کچہری ہاٹ آسام ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مقدس اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے مرشد زادہ کو حقارت و بے ادبی سے کچھ باتیں کہا و مرشد زادہ قوم کی سید حسینی ہے اور ہندوستان کی مدرسہ عربی کی تعلیم یافتہ مولوی ہے اور اہل طریقہ میں قادریہ عالیہ ہیں حقیقت میں اُس مرشد زادہ کا کچھ بھی خطا و قصور نہیں تھا جبراً اُس شخص نے بہت لوگوں کے سامنے اس مرشد زادے کو بے ادبی اور حقارت سے باتیں کہا اب ازروئے شرع دین متین اُس شخص کو کیا حکم دیتے ہیں اب ایمان و نکاح میں کچھ خلل اُسکا ہوگا یا نہیں فقط

الجواب:۔ بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت و سست کہنا حرام ہے نہ کہ سید نہ کہ عالم نہ کہ اپنا مرشد زادہ صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی دوسری حدیث میں ہے ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق بین النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام و ذوالعلم وامام مقسط تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ کیا جائیگا مگر کھلا منافق ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا دوسرا عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ صورت واقعہ اگر یوہیں ہے جیسے سوال میں مذکور ہوئی تو وہ شخص ضرور مرتکب کبیرہ ہوا۔ مگر اسلام و نکاح میں خلل نہیں کہہ سکتے جب تک کوئی خاص قول و فعل انمیں مخل صادر نہ ہوا ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

عہ ۱۰۲ کا مسئلہ ہے جو کتابت میں چھوٹ گیا تھا۔

مسئلہ:- از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب ۴ رجب ۱۳۳۹ھ

زید ایک شخص ہے جس کا نکاح بکر کی لڑکی کے ساتھ ہوا ہے۔ اب چند بچے پیدا ہونے کے بعد زید نے اپنی بیوی کی ہمشیرہ کے ساتھ یعنی حقیقی سالی کے ساتھ بھی عقد کر لیا ہے اور دونوں سے مراسم بیوی کی ادا کرتا ہے اور دونوں کی اولاد بھی ہے اور زید قوم قصاب سے ہے آیا ایسی حالت میں اسکو زانی کہہ سکتے ہیں یا نہیں اور اس کے ہاتھ کا گوشت خرید نا چاہئے یا نہیں اور اسکی موت میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:- وہ ضرور حرامکار ہے۔ اس سے گوشت خریدنا بلکہ سلام کلام کرنا ہی نہ چاہئے موت اس کے عزیز و قریب کریں گے اوروں کو بلا ضرورت شرکت کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- مرسلہ محمد تقی مقام بکسر متصل اسٹیشن ریلوے۔ بتوسط حاجی رحیم بخش صاحب ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو اوقات مختلفہ میں ابلیس مردود کافر متعدد بار کہا زید معمر ہے بکر نوعمر۔ بکر یوم جمعہ کو خطبۂ جمعہ پڑھ رہا تھا اثناء خطبہ میں کسی آیۂ کریمہ میں غلطی ہوئی زید نے چلا کر بتایا بکر نے اپنی غلطی کی اصلاح کر لی مگر زید نے اسی ساعت میں چلا چلا کر چند بار اپنی قراءت کرتا ہی رہا پھر بعد فراغ نماز زید نے سب لوگوں کو ٹھہرایا اور کہنے لگا یہ مردود ابلیس ہمیشہ غلط پڑھتا۔ اور مجھے ذبح کر دیا ہے بکر نے سوائے سکوت کوئی جواب نہیں دیا اور اگر زید موجود ہے تو بکر نماز پڑھانے کے لئے زید کو کہلائے مگر زید نہ پڑھائے پھر بکر نے دو جمعہ پڑھا کر جواب دیا کہ وہ شخص جمعہ پڑھائے جس سے کوئی غلطی نہ ہو۔ مقتدیوں نے کہا تم ضرور پڑھاؤ تو مخالفت کا باعث معلوم ہوتا ہے اور ثابت بھی ہو گیا۔ بہرحال دوسرے امام مقرر کیے گئے چند دنوں بعد امام صاحب نے انتقال فرمایا اُسکے بعد زید خود ہی نماز پڑھانے لگا اس حالت میں زید کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں ان دونوں میں شرعًا کافر و ابلیس کون ہوگا۔

الجواب: مسلمانوں کو بلا وجہ شرعی مردود یا ابلیس کہنا سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مؤمنا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور مسلمان کو کافر کہنا تو ایسا سخت ہے کہ احادیث کثیرہ صحیحہ میں فرمایا فقد باء بہ احدھما یہ بلا دونوں میں سے ایک پر ضرور پڑے گی جسے کافر کہا اگر وہ واقع میں کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آئیگا ولہذا امام اعمش و ائمہ بلخ وغیرہم کثیر فقہائے کرام کا فتوی یہی ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر

ہوجاتا ہے والصحیح فیہ تفصیل اوردناھا فی فتاوٰنا عین حالت خطبہ میں تصحیح بکر کے بعد بھی جو زید بار بار اپنی قراءت کرتا رہا یہ بھی حرام تھا قال اللّٰہ تعالٰی اذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون زید اگر بلا وجہ شرعی ان الفاظ کا مرتکب ہوا ہے تو اُس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور بکر سے معافی چاہے ورنہ وہ فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از پوسٹ کانٹ فقیرہاٹ۔ مدرسہ اسلامیہ کالابل چاٹگام۔ مرسلہ وحید اللہ صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ماقولکم رحمکم اللّٰہ تعالٰی فی ھذہ المسئلۃ ان رجلا اخا الجھل قال لمعلم العلوم العربیۃ اعنی المبادی والمقاصد ما انت الا بشر مثلنا فقال لہ اذ کان الامر کذلک فما صنع فی المدرسۃ العالیۃ مثلا فاجاب لہ یاراعی البقر والخنزیر ترعیھما فیھا وایضا اعتقد ان اللّٰہ یغفر ویدخل الجنۃ من یشرک بہ لمن یشاء فذکر العالم شیئا من اٰیۃ القراٰن والاحادیث الصحیحۃ فقال ھذا لیس بشیئ ففی الصورۃ المسئولۃ ھل یجب التوبۃ وتجدید النکاح علیہ ام لا۔

(۲) من قال واعتقد تارک الصلوۃ کافر فالقائل ھل ھو خارج عن مذھب ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالٰی ام لا۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- اما ما خاطب بہ العالم فھو من جھلہ وسوء ادبہ یستحق بہ التعزیر الشدید اللائق بحالہ الزاجر لہ ولامثالہ ففی الحدیث عنہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق بین النفاق عالم وذو الشیبۃ فی الاسلام وامام مقسط اما قولہ ان اللّٰہ یغفر لمن یشرک بہ لمن یشاء فمخالف للقراٰن العظیم قال اللّٰہ عزوجل ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء واما قولہ لاٰیات القراٰن العظیم والاحادیث ھذا لیس بشیئ فھذا لیس بشیئ الا الکفر الا الکفر الجلی یجری بہ علیہ احکام المرتدین فعلیہ ان یسلم واذا اسلم فلیجدد نکاحہ برضا المرأۃ وان لم ترض فلھا الخیار تعتد وتنکح من تشاء واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

(۲) الحکم بالکفر علی تارک الصلوۃ وارد فی صحاح الاحادیث وعلیہ

جمہور الصحابۃ والتابعین ولیست المسألۃ فقہیۃ بل کلامیۃ وقد اختلف اہل السنۃ قدیما فمن قال باحد القولین لایخرج بہ عن الحنفیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از بنگلور بازار۔ مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب۔ مورخہ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

۱- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ ایک شخص درود شریف یوں پڑھتا ہے اللھم صل وسلم علی محمد وسیدنا وھادینا ومرشدنا ومحمد ومنا (نام اپنے پیر کا لیتا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک پر نہ سیدنا وھادینا ہے اور اپنے پیر کے نام پر القاب تعظیمی لگاتا ہے۔ پس ایسا درود پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور کوئی پیر اسکو روا رکھے تو کیسا ہے۔

۲- بشیر ونذیر القاب مخصوصہ سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔ یا اور کسی کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے مریدوں سے کہلوائے اور اپنی نسبت روا رکھے تو اس پیر و مرید کا شرعا کیا حکم ہے۔

الجواب:- یہ بیجا ہے اور ایک نوع ظلم ہے ایسے اس سے احتراز چاہئے۔ ادب تو یہ ہے کہ اکابر کے نام کے ساتھ ان کے اصاغر کا نام لیا جائے اگر وہ اپنے اکابر ہوں تو ان کے نام کے ساتھ ان کے نام میں زیادہ الفاظ تعظیمی ضروری نہیں نہ کہ معاذاللہ عکس۔ عرب میں کنیت تعظیم ہے۔ امام ابویوسف امام محمد کے استاذ مگر امام اعظم کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ جتنی کتابیں بروایت امام ابی یوسف حضرت امام اعظم سے روایت کیں ان میں امام ابویوسف کو کنیت سے یاد نہ کیا بلکہ نام سے محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم اس کا نکتہ علماء نے یہی لکھا ہے۔ اس شخص پر اس سے احتراز لازم ہے اور پیر پر واجب ہے کہ اسے ہدایت کرے اور اگر یہ مطلب ہو کہ پیر کی عظمت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زائد ہے تو یہ صریح کفر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

۲- حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تمام صفات کریمہ بایں معنی خصائص حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور کا مماثل و شریک نہیں۔ امام ابومحمد بوصیری قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

منزہ عن شریک فی محاسنہ ۔۔۔ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

مگر حضور نے اپنی بعض صفات کریمہ کا اپنے مستفیضوں اپنے خادموں اور اپنے غلاموں پر بھی پرتو ڈالدیا جیسے علیم حلیم رحیم کریم کہ ان صفات کی تجلی جسمیں متحقق ہو اس پر انکے اطلاق میں حرج نہیں بشیر ونذیر بھی انھیں صفات میں ہیں قال تعالٰی مبشرین ومنذرین وقال تعالٰی وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ بشروا ولا تنفروا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :- از اجمیر شریف کارخانہ گرتیج علاقہ نمبر ۳۰ لوہار خانہ۔ مرسلہ جمال محمد ۱۴ر جمادی الآخر ۳۸ھ

ہر کسی کو شیطان کہیں یہ حلال یا حرام

الجواب :- گمراہ بددین کو شیطان کہا جاسکتا ہے اور اُسے بھی جو لوگوں میں فتنہ پردازی کرے۔ اِدھر کی اُدھر لگا کر فساد ڈلوائے۔ جو کسی کو گناہ کی ترغیب دیکر لے جائے وہ اُسکا شیطان ہے اور مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(جلد پنجم ختم ہوئی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
سیرت پر ایمان افروز کتاب

سیرت مصطفٰی
صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف:

علامہ عبد المصطفٰی اعظمی بھارت

قیمت: روپے

مکتبۂ رضویہ
شعبۂ نشر و اشاعت دار العلوم امجدیہ کراچی۔